وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَيَخْشَ اللّٰهَ وَيَتَّقْهِ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ

اور جو شخص اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے اور اللہ سے ڈرے اور پرہیزگار ہو تو یہی لوگ کامیاب ہیں (۵۲/۲۴)

Vol-5

نزہۃ القاری

شرح

صحیح البخاری



تصنیف

فقیہ اعظم ہند حضرت مولانا مفتی محمد شریف الحق امجدی رحمہ اللہ تعالیٰ

فرید بک سٹال
۳۸۔ اردو بازار لاہور

بسم الله الرحمن الرحيم

نزهة القاري

شرح

صحيح البخاري

الجزء الخامس

وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَيَخْشَ اللّٰهَ وَيَتَّقْهِ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ

اور جو شخص اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے اور اللہ سے ڈرے اور پرہیزگار ہو تو یہی لوگ کامیاب ہیں

(۵۲/۲۴)

نزہۃ القاری

شرح

صحیح البخاری

جلد پنجم

تصنیف

فقیہ اعظم ہند حضرت مولانا مفتی محمد شریف الحق امجدی رحمہ اللہ تعالےٰ

سابق صدر شعبۂ افتاء جامعہ اشرفیہ مبارکپور (انڈیا)

ناشر

فرید بک سٹال ۳۸۔ اردو بازار لاہور

الطبع الاوّل: ربیع الثانی 1421ھ / جولائی 2000ء
الطبع الثانی: رمضان المبارک 1428ھ / ستمبر 2007ء
مطبع: روبی پبلیکیشنز اینڈ پرنٹرز لاہور

Farid Book Stall
Phone No:092-42-37312173-37123435
Fax No.092-42-37224899
Email:info@faridbookstall.com
Visit us at:www.faridbookstall.com

فرید بُک سٹال ۳۸۔ اُردو بازار لاہور
فون نمبر ۰۹۲-۴۲-۳۷۳۱۲۱۷۳-۳۷۱۲۳۴۳۵
فیکس نمبر ۰۹۲-۴۲-۳۷۲۲۴۸۹۹
ای میل: info@faridbookstall.com
ویب سائٹ: www.faridbookstall.com

انڈکس نزہۃ القاری شرح صحیح البخاری (پنجم)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فہرست مضامین

نزہۃ القاری شرح صحیح البخاری (جلد پنجم)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

٦٥ - كِتَابُ التَّفْسِيرِ

[تفسیر کا بیان]

سُوْرَةُ الْفَاتِحَةِ

﴿الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ﴾ إِسْمَانِ مِنَ الرَّحْمَةِ الرَّحِيمُ وَالرَّاحِمُ بِمَعْنًى وَّاحِدٍ كَالْعَلِيمِ وَالْعَالِمِ.

رحمٰن، رحیم دونوں اسم ہیں جو رحمت سے مشتق ہیں، رحیم اور راحم کے ایک معنی ہیں جیسے: علیم اور عالم۔

تفسیر

باب تفعیل کا مصدر ہے، اس کے لغوی معنی کسی چیز کے ظاہر کرنے کے ہیں۔ اصطلاح میں تفسیر کے معنی ہیں: نظم قرآن کے مدلولات کو بیان کرنا، امام بخاری یہ بتانا چاہتے ہیں کہ رحمٰن اور رحیم دونوں رحمت سے مشتق ہیں۔ رحمت کے معنی جھکنے کے ہیں تو رحمٰن اور رحیم کے معنی ہوئے جھکنے والا۔ اللہ عزوجل جھکنے سے منزہ ہے، یہاں مراد مجازی معنی ہے یعنی عطاء وانعام، تحقیق یہ ہے کہ رحمٰن اور رحیم یہ دونوں صفت مشبہ ہیں جو اس پر دلالت کرتے ہیں کہ موصوف کے لیے معنی مشتق منہ علی الدوام ثابت ہے، رحمٰن اللہ عزوجل کی صفت خاصہ ہے، اس کا اطلاق کسی مخلوق پر جائز نہیں، رحیم عام ہے، اس کا اطلاق مخلوق پر بھی درست ہے۔ قرآن مجید میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے فرمایا گیا: "بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌO" (التوبہ:١٢٨) امام بخاری نے جو یہ فرمایا کہ رحیم وراحم ایک معنی میں ہیں جیسے علیم اور عالم غالباً ان کی مراد یہی ہے کہ جیسے راحم کا اطلاق مخلوق پر درست ہے ویسے ہی رحیم کا بھی درست ہے جیسے علیم اور عالم کا اطلاق مخلوق پر درست ہے۔

بَابُ مَا جَاءَ فِي فَاتِحَةِ الْكِتَابِ (ص ٦٤٢)

فاتحۃ الکتاب کا بیان

وَسُمِّيَتْ أُمُّ الْكِتَابِ أَنَّهُ يُبْدَأُ بِكِتَابَتِهَا فِي الْمَصَاحِفِ وَيُبْدَأُ بِقِرَاءَتِهَا فِي الصَّلٰوةِ.

سورۂ فاتحہ کا نام اُم الکتاب بھی ہے، کیونکہ مصاحف میں یہی سب سے پہلے لکھی جاتی ہے اور نماز میں قراءت اسی سے شروع کی جاتی ہے۔

سورۂ فاتحہ کے تیرہ نام ہیں

(١) فاتحۃ الکتاب: اس لیے کہ مصاحف میں یہی سب سے پہلے لکھی جاتی ہے اور تعلیم اسی سے شروع کی جاتی ہے اور اس لیے کہ ایک قول کی بناء پر یہی سورت سب سے پہلی نازل ہوئی ہے (٢) اُم القرآن: اس کی وجہ آگے آرہی ہے، (٣) کنز، (٤) وافیہ، (٥) حمد (٦) سورۃ الصلوٰۃ، (٧) السبع المثانی: اس لیے کہ اس کی سات آیتیں ہیں اور ہر نماز میں کم از کم دو بار پڑھی جاتی ہے، (٨)

شفا اور شافیہ اس لیے کہ حدیث میں ہے کہ یہ ہر زہر سے شفا ہے' (۹) کافیہ' (۱۰) اساس' (۱۱) سوال' (۱۲) شکر' (۱۳) سورۃ الدعاء۔

حضرت امام بخاری نے ام الکتاب کی وجہ تسمیہ میں جو کچھ تحریر فرمایا وہ اس بنیاد پر ہے کہ "ام" کے معنی ماں کے ہیں اور ماں ہر شے کی ابتداء اور اس کی اصل ہے جیسے مکہ کا نام ام القریٰ ہے اس لیے کہ زمین وہیں سے پھیلائی گئی ہے۔

وَالدِّيْنُ الْجَزَاءُ فِي الْخَيْرِ وَالشَّرِّ كَمَاتَدِيْنُ تُدَانُ. "دین" کے معنی: بدلے کے ہیں خواہ اچھا ہو یا برا' مثل مشہور ہے: "کماتدین تدان" جیسا کرے گا' ویسا بدلہ پائے گا۔

سورۂ انفطار میں فرمایا گیا ہے کہ "كَلَّا بَلْ تُكَذِّبُوْنَ بِالدِّيْنِO" (الانفطار:۹) ہرگز نہیں بلکہ تم حساب کو جھٹلاتے تھےO اسی طرح سورۂ واقعہ میں فرمایا گیا: "فَلَوْ لَا اِنْ كُنْتُمْ غَيْرَ مَدِيْنِيْنَO" (الواقعۃ:۸۶)۔

۲۲۰۸- ح: [سُوْرَةُ الْفَاتِحَةِ اَعْظَمُ سُوْرَةٍ فِي الْقُرْاٰنِ]

وَقَالَ مُجَاهِدٌ ﴿بِالدِّيْنِ﴾ (الماعون:۱' الانفطار:۹) **بِالْحِسَابِ ﴿مَدِيْنِيْنَ﴾** (الواقعۃ:۸۶) **مُحَاسَبِيْنَ.**

۲۲۰۸ - عَنْ اَبِيْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُعَلّٰى قَالَ كُنْتُ اُصَلِّيْ فِي الْمَسْجِدِ فَدَعَانِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمْ اُجِبْهُ فَقُلْتُ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ اِنِّيْ كُنْتُ اُصَلِّيْ فَقَالَ اَلَمْ يَقُلِ اللّٰهُ ﴿اِسْتَجِيْبُوْا لِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ اِذَا دَعَاكُمْ﴾ (الانفال:۲۴) **ثُمَّ قَالَ لِيْ لَاُعَلِّمَنَّكَ سُوْرَةً هِيَ اَعْظَمُ السُّوَرِ فِي الْقُرْاٰنِ قَبْلَ اَنْ تَخْرُجَ مِنَ الْمَسْجِدِ ثُمَّ اَخَذَ بِيَدِيْ فَلَمَّا اَرَادَ اَنْ يَّخْرُجَ قُلْتُ لَهٗ اَلَمْ تَقُلْ لَاُعَلِّمَنَّكَ سُوْرَةً هِيَ اَعْظَمُ سُوْرَةٍ فِي الْقُرْاٰنِ قَالَ ﴿اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ﴾** (الفاتحۃ:۱) **هِيَ السَّبْعُ الْمَثَانِيْ وَالْقُرْاٰنُ الْعَظِيْمُ الَّذِيْ اُوْتِيْتُهٗ.**

سورۂ فاتحہ قرآن کی سب سے عظیم سورۃ ہے

اور امام مجاہد نے فرمایا کہ "دین" کے معنی حساب کے ہیں' اور "مدنین" کے معنی ہیں: "محاسبین" جن سے حساب لیا جائے۔

حضرت ابو سعید بن معلیٰ نے کہا: میں مسجد میں نماز پڑھ رہا تھا کہ مجھے رسول اللہ ﷺ نے بلایا تو میں حاضر نہیں ہوا' اور میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! میں نماز پڑھ رہا تھا' تو فرمایا: کیا اللہ نے یہ ارشاد نہیں فرمایا ہے کہ اللہ اور اس کے رسول کی بارگاہ میں حاضر ہو جب وہ تم کو بلائیں' پھر مجھ سے فرمایا: تمہارے مسجد سے نکلنے سے پہلے میں تم کو ایک سورۃ بتاؤں گا جو قرآن مجید کی تمام سورتوں سے افضل ہے' پھر حضور اکرم ﷺ نے میرا ہاتھ پکڑ لیا' پھر جب مسجد سے باہر جانے کا ارادہ فرمایا تو میں نے عرض کیا: کیا آپ نے نہیں فرمایا تھا میں تم کو ایک ایسی سورۃ بتاؤں گا جو قرآن کی تمام سورتوں سے عظیم تر ہے؟ فرمایا: (یہ سورۃ) "الحمدللہ رب العالمین" ہے' یہ سبع مثانی ہے اور قرآن عظیم ہے جو مجھے عطا فرمایا گیا۔

(بخاری۔ کتاب التفسیر۔ ج ۲ ص ۶۶۹' سورۂ حجر۔ باب: ولقد اتینك سبعا من المثانی ص ۶۸۳' کتاب فضائل القرآن۔ باب: فضل فاتحة الکتاب ص ۷۴۹' ابوداؤد۔ کتاب الصلوٰۃ' نسائی۔ کتاب الصلوٰۃ۔ کتاب فضائل القرآن' ابن ماجہ۔ کتاب صلوٰۃ التسبیح)

[بسم اللہ سورۂ فاتحہ کا جز نہیں]

ہم پہلے بتا چکے ہیں کہ اگر کوئی نماز پڑھ رہا ہو اور حضور اقدس ﷺ اسے بلائیں تو اس پر واجب ہے کہ بلا تاخیر خدمت اقدس میں حاضر ہو' اگرچہ چلنا پڑے اور اس حاضری سے اس کی نماز میں کوئی خلل واقع نہیں ہوگا۔ یہ حضور کے خصائص میں سے ہے۔ سورۂ فاتحہ کا نام سبع مثانی اس بناء پر ہے کہ بالاتفاق اس کی سات آیتیں ہیں۔ شوافع بسم اللہ کو اس کا جزء مانتے ہیں۔ وہ لوگ "صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ" تک ایک آیت مانتے ہیں اور احناف تسمیہ کو سورۂ فاتحہ کا جز نہیں مانتے'

یہ لوگ "صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْهِمْ" کو ایک الگ آیت مانتے ہیں "غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْهِمْ وَلَا الضَّآلِّیْنَ" کو الگ آیت، اور اس کا نام مثانی اس لیے ہے کہ مثانی جمع ہے مثنیٰ کی، جس کے معنی دو دو کے ہیں۔ چونکہ ہر نماز میں یہ کم از کم دو بار پڑھی جاتی ہے اس لیے اس کو مثانی کہا گیا ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ سبع مثانی سے مراد سات لمبی لمبی سورتیں ہیں، بقرہ، آل عمران، نساء، مائدہ، انعام، اعراف، یونس۔ حضرت سعید بن جبیر نے فرمایا کہ ساتویں کہف ہے۔ انہوں نے سورۂ یونس کا ذکر نہیں کیا۔ داؤدی نے ذکر کیا کہ بقرہ سے لے کر سورۂ براءت تک سبع مثانی ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ سبع سے مراد سورۂ فاتحہ ہے اور مثانی سے مراد قرآن عظیم ہے۔ سورۂ فاتحہ کا نام قرآن عظیم اس بناء پر ہے کہ قرآن کو بہ معنی لغوی لیا جائے یعنی وہ چیزیں جو آپس میں ملی ہوئی ہوں یا بہ معنی "مقرو" لیا جائے یا مجازاً تسمیۃ الجزء باسم الکل ہو، اور عظیم سے مراد ثواب میں عظیم ہے یا اس لیے کہ قرآن مجید تفصیلی طور پر جن مضامین پر محیط ہے وہ سب سورۂ فاتحہ میں مذکور ہیں۔ ثناء، دعاء، ذکر معاد و مبداء، صفات، ذات وغیرہ جیسا کہ منقول ہے کہ جو کچھ قرآن مجید میں ہے وہ سب سورۂ فاتحہ میں ہے۔ حضرت علی المرتضیٰ شیر خدا رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اگر میں سورۂ فاتحہ کی تفسیر لکھنا چاہوں تو ستر اونٹوں کو بوجھل کر دوں۔

سُوْرَةُ الْبَقَرَةِ (ص ٦٤٢)

سورہ، عمارت کی ایک منزل کو کہتے ہیں، یہاں مراد قرآن مجید کا ایک حصہ ہے جو دوسرے سے علیحدہ ہے، جس کا اول و آخر ہے اور جس کے لیے ایک نام ہے۔ سورۂ بقرہ مدنی ہے، صرف اس کی ایک آیت کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ وہ حجۃ الوداع کے موقع پر یوم نحر میں نازل ہوئی ہے۔ "وَاتَّقُوْا یَوْمًا تُرْجَعُوْنَ فِیْهِ اِلَی اللّٰهِ" مگر یہ مدنی ہونے میں قادح نہیں، اس لیے کہ بر بناء قول صحیح مکی سورتیں وہ ہیں جو قبل ہجرت نازل ہوئی ہیں، اور مدنی سورتیں وہ ہیں جو ہجرت کے بعد نازل ہوئی ہیں، اسی وجہ سے آیت کریمہ "اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ" مدنی ہے حالانکہ اس پر اتفاق ہے کہ یہ حجۃ الوداع میں یوم عرفہ عرفات میں نازل ہوئی ہے۔ سورۂ بقرہ پہلی سورت ہے جو سب سے پہلے مدینہ طیبہ میں نازل ہوئی ہے، اس کا نام "فسطاط القرآن" بھی ہے۔

بَابٌ [البقرہ: ۳۱ کی تفسیر]

قَوْلِ اللّٰهِ ﴿وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ کُلَّهَا﴾ (البقرہ: ۳۱) (ص ٦٤٢) آدم کو تمام چیزوں کے سب نام سکھائے

[آدم کو تمام چیزوں کے نام سکھائے]

صحیح یہ ہے کہ "الاسماء" اپنے استغراق حقیقی پر ہے یعنی ازل سے ابد تک جو چیزیں وجود میں آچکی تھیں یا آنے والی تھیں ان سب کے وہ سارے نام سکھائے جو قیامت تک مختلف لغات میں ہوں گے اس میں کسی قسم کی تخصیص نہیں، حتیٰ کہ معمولی سے معمولی چیزوں کے بھی نام بتائے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "حتی القصعة والقصیعة والفسوة والفسیّة والملعقه" حتیٰ کہ پیالے اور پیالی اور آواز کے ساتھ ریح خارج کرنے اور بغیر آواز خارج کرنے اور چمچے کا بھی نام بتایا۔ تمام مسمیات کو اللہ عزوجل نے حضرت آدم علیہ السلام کے سامنے حاضر فرمادیا اور سب کا نام بتایا۔

٢٢٠٩- ح: [حَدِیْثُ الشَّفَاعَةِ] حدیث شفاعت

٢٢٠٩- عَنْ قَتَادَةَ عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ حضرت انس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ

النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَجْتَمِعُ الْمُؤْمِنُوْنَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَيَقُوْلُوْنَ لَوِاسْتَشْفَعْنَا اِلٰى رَبِّنَا فَيَاْتُوْنَ اٰدَمَ فَيَقُوْلُوْنَ اَنْتَ اَبُو النَّاسِ خَلَقَكَ اللّٰهُ بِيَدِهٖ وَاَسْجَدَلَكَ مَلَائِكَتَهٗ وَعَلَّمَكَ اَسْمَاءَ كُلِّ شَيْءٍ فَاشْفَعْ لَنَا عِنْدَ رَبِّكَ حَتّٰى يُرِيْحَنَا مِنْ مَّكَانِنَا هٰذَا فَيَقُوْلُ لَسْتُ هُنَاكُمْ وَيَذْكُرُ ذَنْبَهٗ فَيَسْتَحْيِ اِئْتُوْا نُوْحًا فَاِنَّهٗ اَوَّلُ رَسُوْلٍ بَعَثَهُ اللّٰهُ اِلٰى اَهْلِ الْاَرْضِ فَيَاْتُوْنَهٗ فَيَقُوْلُ لَسْتُ هُنَاكُمْ وَيَذْكُرُ سُؤَالَهٗ رَبَّهٗ مَالَيْسَ لَهٗ بِهٖ عِلْمٌ فَيَسْتَحْيِ فَيَقُوْلُ اِئْتُوْا خَلِيْلَ الرَّحْمٰنِ فَيَاْتُوْنَهٗ فَيَقُوْلُ لَسْتُ هُنَاكُمْ اِئْتُوْا مُوْسٰى عَبْدًا كَلَّمَهُ اللّٰهُ وَاَعْطَاهُ التَّوْرَاةَ فَيَاْتُوْنَهٗ فَيَقُوْلُ لَسْتُ هُنَاكُمْ وَيَذْكُرُ قَتْلَ النَّفْسِ بِغَيْرِ نَفْسٍ فَيَسْتَحْيِ مِنْ رَّبِّهٖ فَيَقُوْلُ اِئْتُوْا عِيْسٰى عَبْدَ اللّٰهِ وَرَسُوْلَهٗ وَكَلِمَةَ اللّٰهِ وَرُوْحَهٗ فَيَقُوْلُ لَسْتُ هُنَاكُمْ اِئْتُوْا مُحَمَّدًا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَبْدًا غَفَرَ اللّٰهُ لَهٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ وَمَا تَاَخَّرَ فَيَاْتُوْنِيْ فَاَنْطَلِقُ حَتّٰى اَسْتَاْذِنَ عَلٰى رَبِّيْ فَيُؤْذَنُ لِيْ فَاِذَا رَاَيْتُ رَبِّيْ وَقَعْتُ سَاجِدًا فَيَدَعُنِيْ مَاشَاءَ اللّٰهُ ثُمَّ يُقَالُ اِرْفَعْ رَاْسَكَ وَسَلْ تُعْطَهْ وَقُلْ يُسْمَعْ وَاشْفَعْ تُشَفَّعْ فَاَرْفَعُ رَاْسِيْ فَاَحْمَدُهٗ بِتَحْمِيْدٍ يُّعَلِّمُنِيْهِ ثُمَّ اَشْفَعُ فَيَحُدُّ لِيْ حَدًّا فَاُدْخِلُهُمُ الْجَنَّةَ ثُمَّ اَعُوْدُ اِلَيْهِ فَاِذَا رَاَيْتُ رَبِّيْ مِثْلَهٗ ثُمَّ اَشْفَعُ فَيَحُدُّلِيْ حَدًّا فَاُدْخِلُهُمُ الْجَنَّةَ ثُمَّ اَعُوْدُ الثَّالِثَةَ ثُمَّ اَعُوْدُ الرَّابِعَةَ فَاَقُوْلُ مَا بَقِيَ فِي النَّارِ اِلَّا مَنْ حَبَسَهُ الْقُرْاٰنُ وَوَجَبَ عَلَيْهِ الْخُلُوْدُ قَالَ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ اِلَّا مَنْ حَبَسَهُ الْقُرْاٰنُ يَعْنِيْ قَوْلَ اللّٰهِ تَعَالٰى ﴿خٰلِدِيْنَ فِيْهَا﴾ (البقرہ:١٦٢).

نے فرمایا: مومن قیامت کے دن ایک جگہ جمع ہوں گے اور کہیں گے: کاش! ہم لوگ اپنے رب کے حضور کسی کو شفیع بنائیں تو سب لوگ حضرت آدم علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوں گے اور عرض کریں گے: آپ سب لوگوں کے باپ ہیں، اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنے ید قدرت سے پیدا کیا اور فرشتوں سے آپ کو سجدہ کرایا اور تمام چیزوں کے نام سکھائے۔ آپ اپنے رب کے حضور ہماری شفاعت فرمایئے تاکہ ہم کو اس جگہ سے نجات دلائے، تو وہ فرمائیں گے: میں اس منصب کا حامل نہیں اور اپنی لغزش ذکر فرمائیں گے اور حیا کریں گے اور کہیں گے: جاؤ نوح کے پاس یہ پہلے رسول ہیں جنہیں اللہ عزوجل نے زمین والوں کی طرف بھیجا، تو لوگ حضرت نوح علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوں گے۔ وہ بھی فرمائیں گے: میں اس منصب پر نہیں اور اپنا وہ سوال ذکر کریں گے جس کا انہیں علم نہیں تھا اور حیا فرمائیں گے اور کہیں گے: خلیل الرحمٰن کے پاس جاؤ، لوگ ان کی خدمت میں حاضر ہوں گے، وہ بھی فرمائیں گے: میں اس منصب پر نہیں موسیٰ کے پاس جاؤ، یہ وہ بندے ہیں جن سے اللہ نے کلام فرمایا اور انہیں توریت عطا فرمائی، لوگ ان کی خدمت میں حاضر ہوں گے۔ وہ فرمائیں گے: میں اس منصب پر نہیں، اور یاد کریں گے ایک شخص کو بغیر دوسرے شخص کے عوض قتل کرنے کو اور اپنے رب سے حیا کریں گے۔ فرمائیں گے: عیسیٰ کے پاس جاؤ، وہ اللہ کے بندے اور اس کے رسول، اس کے کلمہ اور اس کی روح ہیں۔ حضرت عیسیٰ بھی فرمائیں گے: میں اس منصب پر نہیں تم لوگ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جاؤ، یہ وہ بندے ہیں جنہیں اللہ نے گناہوں سے محفوظ رکھا۔ اب سب لوگ میرے پاس حاضر ہوں گے۔ میں سب کو لے کر چلوں گا یہاں تک کہ اپنے رب سے حاضری کا اذن طلب کروں گا، مجھے اذن ملے گا، جب میں اپنے رب کا جلوہ دیکھوں گا تو سجدے میں گر جاؤں گا۔ اللہ عزوجل مجھے یوں ہی رہنے دے گا جب تک چاہے گا، پھر مجھ سے فرمائے گا: اپنے سر کو اٹھاؤ، مانگو، جو مانگو گے تم کو دیا جائے گا، کہو جو کچھ کہو گے سنا جائے گا، شفاعت کرو تمہاری

شفاعت قبول کی جائے گی۔ اب میں اپنے سر کو اٹھاؤں گا۔ اپنے رب کی حمد کروں گا ایسی حمد جو مجھے میرا رب اس وقت تعلیم دے گا' پھر میں شفاعت کروں گا تو میرے لیے ایک حد مقرر کر دی جائے گی' سو میں "انتوں" کو جنت میں داخل کروں گا' پھر دوبارہ حاضر ہو جاؤں گا' پھر جب اپنے رب کو دیکھوں گا وہی کروں گا جو میں نے پہلے کیا' پھر شفاعت کروں گا تو میرے لیے ایک حد مقرر فرما دے گا۔ سو میں ان لوگوں کو جنت میں داخل کروں گا' پھر میں تیسری بار حاضر ہوں گا' حتیٰ کہ پھر چوتھی بار حاضر ہوں گا تو اب میں کہوں گا کہ اب جہنم میں وہی لوگ رہ گئے ہیں جنہیں قرآن نے روک رکھا ہے اور جنہیں جہنم میں ہمیشہ رہنا ضروری ہے۔ ابو عبداللہ (امام بخاری) نے کہا: "الا من حبسه القرآن" سے مراد اللہ عزوجل کا یہ ارشاد ہے: "خَالِدِيْنَ فِيْهَا" یہ لوگ جہنم میں ہمیشہ رہیں گے۔

"حتی یریحنا" مراد یہ ہے کہ قیامت کے ہولناک موقف سے ہم کو نجات دلائیے' اور ہمارا فیصلہ کرائیے جو بھی ہو۔

"لست هناكم" یعنی یہ حق' یہ منصب شفاعت عظمیٰ کا ہے جو مجھے حاصل نہیں۔ اس جلیل منصب پر فائز کوئی اور ذات ہے۔

"ذنبه" اس سے مراد جنت میں شجرۂ ممنوعہ کا کھانا ہے۔ بعض روایتوں میں یہ ہے کہ فرمائیں گے: میں اپنی لغزش ہی کی وجہ سے نکالا گیا ہوں۔ یہ بحث نزہۃ القاری' ج ۱ ص ۲۸۲' رقم: ۲۰' کے تحت گزر چکی ہے کہ "ذنب" کی اسناد انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والتسلیم کی جانب کی جاتی ہے تو اس سے مراد گناہ نہیں ہوتا بلکہ لغزش یا ایسا کام جو ان کی شایانِ شان نہ ہو مراد ہوتا ہے "اول رسول" بر بنائے تحقیق سب سے پہلے رسول حضرت آدم علیہ السلام ہیں جو نئی شریعت اور نئی کتاب لے کر اپنی اولاد کی جانب تبلیغ پر مامور تھے۔ حضرت نوح کو اول الرسول اس بناء پر فرمایا کہ کفر و شرک پھیلنے کے بعد جو سب سے پہلے رسول مخلوق کی ہدایت کے لیے بھیجے گئے ہیں وہ یہ ہیں "ویذکر سؤاله ربه" اس سے مراد ان کا اپنے بیٹے کے لیے سوال ہے کہ عرض کیا تھا: "اِنَّ ابْنِيْ مِنْ اَهْلِيْ" (ھود: ۴۵) بے شک میرا بیٹا میرے اہل سے ہے۔ اس پر فرمایا گیا:

اِنَّهٗ لَيْسَ مِنْ اَهْلِكَ اِنَّهٗ عَمَلٌ غَيْرُ صَالِحٍ فَلَا تَسْئَلْنِ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ. (ھود: ۴۶) وہ تیرے گھر والوں میں سے نہیں بے شک اس کے کام بڑے نالائق ہیں تو مجھ سے وہ بات نہ مانگ جس کا تجھے علم نہیں۔

کتاب الرقاق میں یہ ہے: "ویذكر خطيئته التي اصاب" اور اپنی اس لغزش کو یاد فرمائیں گے جو ان سے ہو گئی تھی۔ اس سے مراد یہی بیٹے کے ڈوب جانے پر مذکورہ بالا عرض ہے' یا مراد اپنے زمانے کے کفار کی بربادی کی دعا ہے جیسا کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ کی حدیث میں ہے کہ وہ فرمائیں گے: میں نے ایک دعا کر کے زمین والوں کو غرق کر دیا تھا۔ ظاہر ہے کہ متمرد سرکش کفار و مشرکین کی ہلاکت کی دعا کرنا گناہ نہیں' لیکن کمالِ رحمت کے شایانِ شان نہیں' اس لیے اس روایت میں "خطیئة" سے مراد وہ کام ہے جو شایانِ شان نہ ہو۔ اس سلسلے کی تمام روایتوں پر نظر کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام معذرت میں دو باتیں فرمائیں گے۔ ایک یہی کہ میں پہلے ایک دعا کر کے زمین والوں کو غرق کر چکا ہوں' اور دوسری یہ کہ میں نے ایک ایسا سوال کیا تھا جس

کا مجھے علم نہیں تھا' اس لیے مجھے حیا آتی ہے۔ بعض روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ معذرت میں یہ فرمائیں گے کہ حتمی طور پر ایک دعا کے قبول ہونے کا وعدہ فرمایا تھا وہ میں اپنی قوم کی ہلاکت کی دعا کر چکا' اب مجھے حیا آتی ہے۔

کتاب الرقاق کی روایت میں حضرت سیدنا ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلوۃ والتسلیم کے بارے میں یہ بھی ہے کہ وہ اپنی لغزش ذکر فرمائیں گے اور اس لغزش کی تصریح ہمام کی روایت میں ہے کہ وہ اپنے تینوں توریئے بیان فرمائیں گے جو مشہور ہیں' حضرت موسیٰ علیہ السلام معذرت میں قبطی کے قتل کو بیان فرمائیں گے کہ اس نے کوئی قتل نہیں کیا تھا مگر میں نے اسے مار ڈالا' مگر حقیقت میں یہ کوئی گناہ نہیں تھا۔ وہ قبطی ظالم بنی اسرائیل کے کمزور فرد کو ستا رہا تھا۔ قبطی اس کو مجبور کر رہا تھا کہ بلا عوض لکڑیوں کا گٹھا لاد کر فرعون کے مطبخ میں پہنچائے۔ اس پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کو جلال آ گیا۔ ظلم سے باز رکھنے کے لیے بہ نیت تادیب قبطی کو ایک گھونسہ رسید کیا جس سے وہ جہنم رسید ہو گیا۔

حضرت عیسیٰ علیہ الصلوۃ والتسلیم کے بارے میں بخاری کی روایتوں میں کسی لغزش کا ذکر نہیں' لیکن ترمذی کی روایت میں بہ طریق ابونضرہ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ وہ فرمائیں گے: ''اِنِّیْ عُبِدْتُّ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ'' اللہ کے علاوہ میری پرستش کی گئی' اور حضرت امام احمد اور نسائی کی روایت میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث میں ہے: ''انی اتخذت الھا من دون اللہ'' اللہ کے علاوہ مجھے معبود بنالیا گیا' ظاہر ہے کہ اس میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا کوئی قصور نہیں' لیکن ان کے ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ میری نالائق قوم نے میری پرستش کی مجھے معبود بنالیا تو مجھے حیا آتی ہے۔

''قد غفر اللہ ما تقدم من ذنبہ وما تاخر'' کا ہم نے ترجمہ یہ کیا: اللہ نے انہیں گناہوں سے محفوظ رکھا۔ اس لیے کہ ''غفر'' کے اصل معنی ستر کے ہیں جیسا کہ جلد اول میں ہم نے ثابت کیا ہے۔ اس ارشاد: ''ما تقدم وما تاخر'' سے مراد عمر مبارک ہے یعنی ماضی اور مستقبل سب میں آپ کو اللہ تعالیٰ نے گناہوں سے بچائے رکھا۔ یہ حدیث اس پر نص ہے کہ شفاعت کے لیے چار بار عرض معروض فرمائیں گے۔ پہلی بار کوئی حد مقرر کی جائے گی' مثلاً یہ کہ جاؤ جو لوگ نماز کے پابند تھے مگر جماعت چھوڑنے کے عادی تھے' انہیں دوزخ سے نکالو' دوسری بار فرمایا جائے گا: جاؤ بے نمازیوں کو دوزخ سے نکال لو' علی ھذا القیاس' یہاں تک کہ صرف وہی لوگ جہنم میں رہ جائیں گے جن کا خاتمہ کفر پر ہوا ہے۔

بَابٌ قَالَ مُجَاهِدٌ ﴿اِلٰى شَيٰطِيْنِهِمْ﴾ (البقرۃ:١٤) اَصْحَابِهِمْ مِنَ الْمُنَافِقِيْنَ وَالْمُشْرِكِيْنَ (ص ٦٤٣)

مجاہد نے کہا: شیاطین سے مراد ان کے منافق اور مشرک ساتھی ہیں

﴿مُحِيْطٌ ۢبِالْكٰفِرِيْنَ﴾ (البقرۃ:١٩) اَللّٰهُ جَامِعُهُمْ...... ''محیط بالکافرین'' سے مراد یہ ہے کہ اللہ کافروں کو اپنے قابو میں لیے ہوئے ہے ﴿عَلَى الْخٰشِعِيْنَ﴾ (البقرۃ:٤٥) عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ حَقًّا...... ''خاشعین'' سے مراد سچے مومن ہیں ''قَالَ مُجَاهِدٌ ﴿بِقُوَّةٍ﴾ (البقرۃ:٦٣) يَعْمَلُ بِمَا فِيْهِ''...... ارشاد تھا: ''خُذُوْا مَا اٰتَيْنٰكُمْ بِقُوَّةٍ'' ہم نے تم کو جو عطا فرمایا اسے قوت کے ساتھ لو ''وَقَالَ اَبُو الْعَالِيَةِ مَرَضٌ شَكٌّ''...... ابوالعالیہ نے کہا کہ یہ جو فرمایا گیا کہ منافقین کے دلوں میں بیماری ہے اس سے مراد شک ہے۔ ''صِبْغَةٌ دِيْنٌ'' فرمایا گیا تھا ''وَمَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ صِبْغَةً'' اللہ سے بہتر کس کا رنگ ہے ''صبغۃ'' سے مراد دین ہے ﴿وَمَا خَلْفَهَا﴾ (البقرۃ:٦٦) عِبْرَةٌ لِّمَنْ بَقِيَ...... ''ما خلفھا'' سے مراد وہ لوگ ہیں جو باقی رہے ﴿لَا شِيَةَ فِيْهَا﴾ (البقرۃ:٧١) لَا بَيَاضَ...... یعنی

اس میں سفیدی نہ ہو' وَقَالَ غَیْرُهٗ ﴿یَسُوْمُوْنَکُمْ﴾ (البقرہ:٤٩) یُوْلُوْنَکُمُ الْوَلَایَةُ مَفْتُوْحَةٌ مَصْدَرُ الْوَلَاءِ وَهِیَ الرَّبُوْبِیَّةُ اِذَا کُسِرَتِ الْوَاوُ فَهِیَ الْاِمَارَةُ..... اور ان کے غیر نے کہا: ''یَسُوْمُوْنَکُمْ'' کے معنی ہیں: مسلط کرتے تھے ''اَلْوَلَایَة'' واو کے فتحہ کے ساتھ ''وَلَاءٌ'' کا مصدر ہے' اس کا معنی پالنے کے ہیں اور جب واو کو کسرہ دیا جائے تو امارت کے معنی میں ہے ''وَقَالَ بَعْضُهُمْ الْحُبُوْبُ الَّتِیْ تُؤْکَلُ کُلُّهَا فُوْمٌ''...... اور بعضوں نے کہا: فوم ان دانوں کو کہا جاتا ہے جو پورے کھائے جاتے ہیں۔ ''فَادَّارَءْ تُمْ'' (البقرہ:٧٢)، ''اِخْتَلَفْتُمْ'' آپس میں اختلاف کرلیا' ایک دوسرے پر ٹالنے لگے ''وَقَالَ قَتَادَةُ ﴿فَبَآءُوْا﴾ (البقرہ:٩٠) فَانْقَلَبُوْا''...... وہ پلٹے ﴿یَسْتَفْتِحُوْنَ﴾ (البقرہ:٨٩) یَسْتَنْصِرُوْنَ...... مدد طلب کرتے تھے ﴿شَرَوْا﴾ (البقرہ:١٠٢) بَاعُوْا...... اس کو بیچا۔ یہ افادہ فرمایا کہ شراء اضداد میں سے ہے' خریدنے کے معنی میں بھی اور بیچنے کے معنی میں بھی ہے۔ یہاں بیچنے کے معنی میں ہے۔ ﴿رَاعِنَا﴾ (البقرہ:١٠٤) مِنَ الرَّعُوْنَةِ اِذَا اَرَادُوْا اَنْ یُّحَمِّقُوْا اِنْسَانًا قَالُوْا رَاعِنَا...... ''راعنا'' رعونت سے بنا ہے' یہودی جب کسی انسان کو بیوقوف بنانا چاہتے تو کہتے: ''راعنا'' یہ ہمارا بیوقوف ہے۔ ﴿لَا یَجْزِیْ﴾ (البقرہ:٤٨' ١٢٣) لَا یُغْنِیْ...... وہ بے پرواہ نہیں کرے گا ''اِبْتَلٰی'' ، ''اِخْتَبَرَ'' آزمایا۔ ﴿خُطُوَاتِ﴾ (البقرہ:١٦٨) مِنَ الْخَطْوِ وَالْمَعْنٰی اٰثَارُهٗ...... ''خطوات'' ، ''خطو'' سے مشتق ہے' اس کے معنی نشان قدم کے ہیں ''خطوات'' ، ''خطو'' کی جمع ہے' چلتے وقت دونوں قدموں کے درمیان جو فاصلہ ہوتا ہے اسے ''خطوۃ'' کہتے ہیں' اس کی جمع قلت ''خطوات'' ہے اور جمع کثرت ''خُطٰی''۔

بَابٌ [البقرہ:٢٢ کی تفسیر]

قَوْلُهٗ تَعَالٰی ﴿فَلَا تَجْعَلُوْا لِلّٰهِ اَنْدَادًا وَّاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ۝﴾ (البقرہ:٢٢) (ص ٦٤٣)

اللہ عزوجل کے اس ارشاد کی تفسیر: اللہ کا کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ اس حال میں کہ تم جانتے ہو۝

٢٢١٠- ح: [اَعْظَمُ الذَّنْبِ الشِّرْكُ]

شرک سب سے بڑا گناہ ہے

٢٢١٠- عَنْ عَمْرِو بْنِ شُرَحْبِیْلَ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ قَالَ سَاَلْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَیُّ الذَّنْبِ اَعْظَمُ عِنْدَ اللّٰهِ قَالَ اَنْ تَجْعَلَ لِلّٰهِ نِدًّا وَّهُوَ خَلَقَكَ قُلْتُ اِنَّ ذٰلِكَ لَعَظِیْمٌ قُلْتُ ثُمَّ اَیٌّ قَالَ وَاَنْ تَقْتُلَ وَلَدَكَ تَخَافُ اَنْ یَّطْعَمَ مَعَكَ قُلْتُ ثُمَّ اَیٌّ قَالَ اَنْ تُزَانِیَ حَلِیْلَةَ جَارِكَ

(کتاب التوحید۔ باب: قوله تعالٰی فلا تجعلوا للّٰه اندادا ص ١١٢١)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ اللہ کے نزدیک سب سے بڑا گناہ کیا ہے؟ فرمایا: کسی کو اللہ کا شریک ٹھہرانا' حالانکہ اللہ نے تجھ کو پیدا فرمایا۔ میں نے عرض کیا: بلاشبہ یہ بھاری گناہ ہے۔ میں نے عرض کیا: پھر کون سا؟ فرمایا: اپنی اولاد کو قتل کرنا اس ڈر سے کہ تیرے ساتھ کھائے گی۔ میں نے کہا: پھر کون سا؟ فرمایا: اپنے پڑوسی کی عورت کے ساتھ زنا کرنا۔

بَابٌ [البقرہ:٥٧ کی تفسیر]

قَوْلُهٗ تَعَالٰی ﴿وَظَلَّلْنَا عَلَیْکُمُ الْغَمَامَ وَاَنْزَلْنَا عَلَیْکُمُ الْمَنَّ وَالسَّلْوٰی کُلُوْا مِنْ طَیِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰکُمْ وَمَا ظَلَمُوْنَا وَلٰکِنْ کَانُوْا اَنْفُسَهُمْ یَظْلِمُوْنَ۝﴾ (البقرہ:٥٧) (ص ٦٤٣)

اللہ عزوجل کے اس ارشاد کا بیان: اور ہم نے تم پر بادل کا سایہ کیا اور تم پر من وسلوٰی اتارا' ہماری ان پاک روزیوں میں سے کھاؤ جو ہم نے تم کو دیں' انہوں نے ہم پر ظلم نہیں کیا' ہاں! وہ اپنے اوپر خود ظلم کرتے تھے۝

وَقَالَ مُجَاهِدٌ الْمَنُّ صَمْغَةٌ وَالسَّلْوٰی الطَّیْرُ. مجاہد نے کہا: ''مَنّ'' ایک قسم کی گوند تھی اور ''سلویٰ'' ایک

چڑیا تھی۔

۲۲۱۱- ح: [اَلْكَمْأَةُ مِنَ الْمَنِّ]

سانپ کی چھتری (تاثیرا) منّ سے ہے

۲۲۱۱- عَنْ سَعِيْدِ بْنِ زَيْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْكَمْأَةُ مِنَ الْمَنِّ وَمَاؤُهَا شِفَاءٌ لِّلْعَيْنِ.

حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سانپ کی چھتری من میں سے ہے اور اس کا پانی آنکھ کی شفا ہے۔

(کتاب الطب۔ باب: المن شفاء للعین ص ۸۵۰، مسلم۔ کتاب الاطعمۃ، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ۔ کتاب الطب)

''غمام'' اس سفید بادل کو کہتے ہیں جس میں ٹھنڈک ہو۔ جب بنی اسرائیل میدان تیہ میں پھنسے تھے اللہ عزوجل نے سفید ٹھنڈا بادل ان کے اوپر بھیج دیا تھا تاکہ دھوپ کی تیزی سے بچیں اور ان پر من وسلویٰ نازل فرمایا تھا تاکہ اسے کھائیں۔ من ترنجبین کی طرح ایک میٹھا پھل تھا اور سلویٰ بٹیر کی مثل بھنا ہوا پرندہ تھا۔

''كَمْأَةٌ'' سانپ کی چھتری۔ برسات میں جہاں لکڑیاں یا نباتات سڑتے ہیں وہاں ایک سفید رنگ کا پودا نکلتا ہے چھتری کے مثل کا۔

بَابٌ

[البقرہ:۹۷ کی تفسیر]

قَوْلُهٗ ﴿مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِّجِبْرِيْلَ﴾ (البقرہ:۹۷).

وَقَالَ عِكْرِمَةُ جَبْرَ وَمِيْكَ وَسَرَافِ عَبْدٌ اِيْلٌ اَللّٰهُ.

اللہ عزوجل کے اس ارشاد کا بیان: جو جبریل کا دشمن ہے۔

اور عکرمہ نے کہا کہ جبر اور میک اور سراف کے معنی: عبد کے ہیں اور ایل اللہ کا نام ہے۔

اس کا مطلب یہ ہوا کہ جبریل، میکائیل اور اسرافیل تینوں کے معنی اللہ کے بندے ہیں۔ یہ اسماء ثلثہ سریانی زبان کے کلمات ہیں۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ ایل کے معنی بندے کے ہیں اور اس کے قبل جو لفظ ہے وہ اللہ کے اسماء ہیں۔

حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جبریل کے معنی عبداللہ کے ہیں اور میکائیل کے معنی عبیداللہ کے ہیں عبد کی تصغیر کے ساتھ، اور اسرافیل کے معنی عبدالرحمٰن کے ہیں۔

﴿مَا نَنْسَخْ مِنْ اٰيَةٍ اَوْ نُنْسِهَا﴾ (البقرہ:۱۰۶)......ہم جو آیت منسوخ فرماتے ہیں یا اسے بھلا دیتے ہیں تو اس سے بہتر لاتے ہیں۔

۲۲۱۲- ح: [قَالَ عُمَرُ اِنَّا لَنَدَعُ مِنْ قَوْلِ اُبَيٍّ وَ سَبَبُهٗ]

حضرت عمر کا ارشاد: ہم ابی کے قول کو چھوڑتے ہیں اور اس کی وجہ

۲۲۱۲- عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَقْرَؤُنَا اُبَيٌّ وَاَقْضَانَا عَلِيٌّ وَاِنَّا لَنَدَعُ مِنْ قَوْلِ اُبَيٍّ وَّذَاكَ اَنَّ اُبَيًّا يَقُوْلُ لَا اَدَعُ شَيْئًا سَمِعْتُهٗ مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَدْ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى ﴿مَا نَنْسَخْ مِنْ اٰيَةٍ اَوْ نُنْسِهَا﴾ (البقرہ:۱۰۶).

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ حضرت عمر نے فرمایا: ہم میں سب سے بڑے قاری ابی ہیں اور ہم میں سب سے اچھے قاضی علی ہیں، اس کے باوجود ہم ابی کے قول کو چھوڑ دیتے ہیں اور یہ اس لیے کہ ابی کہا کرتے تھے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جو کچھ بھی سنا ہے کسی کو نہیں چھوڑوں گا (سب کو بیان کروں گا) حالانکہ

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ہم کسی آیت کو منسوخ فرماتے ہیں یا مٹاتے ہیں۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ کے اس ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ اس کے باوجود کہ حضرت ابی سب سے بڑے قاری ہیں' ان کی قراءت کے بہت سے حصے کو ہم نہیں لیتے' انہیں ہم چھوڑ دیتے ہیں۔ اس لیے کہ وہ منسوخ اور غیر منسوخ سب کی قراءت کرتے ہیں۔ ان کا کہنا یہ ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جو کچھ بھی قرآن سنا ہے ان میں سے کسی کی قراءت نہیں چھوڑوں گا' حالانکہ بہت سی آیتوں کی تلاوت منسوخ ہو چکی ہے۔ اللہ عزوجل نے خود فرمایا ہے: ''مَا نَنْسَخْ مِنْ اٰيَةٍ اَوْ نُنْسِهَا نَاْتِ بِخَيْرٍ مِّنْهَآ اَوْ مِثْلِهَا'' ہم جس آیت کو بھی منسوخ فرماتے ہیں یا مٹا دیتے ہیں تو اس سے بہتر یا اس کے مثل لاتے ہیں۔ اس کا حاصل یہ ہوا کہ حضرت ابی نسخ کے قائل نہ تھے' حالانکہ نسخ کا ثبوت قرآن مجید سے ہے۔ حضرت عمر فاروق اعظم کے ارشاد کا حاصل یہ نکلا کہ قرآن مجید کی بہت سی آیات منسوخ ہیں جن کی ہم تلاوت نہیں کرتے یا جن کے احکام پر ہم عمل نہیں کرتے۔

بَابٌ

[البقرہ:١١٦ کی تفسیر]

قَوْلِهٖ تَعَالٰى ﴿وَقَالُوا اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا سُبْحَانَهٗ﴾ (البقرة:١١٦) (ص ٦٤٤)

اللہ عزوجل کے اس ارشاد کی تفسیر: انہوں نے کہا: اللہ نے بیٹا بنا لیا ہے' وہ پاک ہے

٢٢١٣ - حَدَّثَنَا نَافِعُ ابْنُ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ قَالَ اللّٰهُ كَذَّبَنِي ابْنُ اٰدَمَ وَلَمْ يَكُنْ لَهٗ ذٰلِكَ وَشَتَمَنِي وَلَمْ يَكُنْ لَهٗ ذٰلِكَ فَاَمَّا تَكْذِيْبُهٗ اِيَّايَ فَزَعَمَ اَنِّيْ لَا اَقْدِرُ اَنْ اُعِيْدَهٗ كَمَا كَانَ وَاَمَّا شَتْمُهٗ اِيَّايَ فَقَوْلُهٗ لِيْ وَلَدٌ فَسُبْحَانِيْ اَنْ اَتَّخِذَ صَاحِبَةً اَوْ وَلَدًا.

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ کہا کہ اللہ عزوجل نے فرمایا: بنی آدم مجھے جھٹلاتا ہے اور اس کے لیے یہ جائز نہیں کہ مجھے جھٹلائے' وہ مجھے گالی دیتا ہے اور اسے جائز نہیں کہ مجھے گالی دے' اس کا مجھے جھٹلانا یہ ہے کہ وہ گمان کرتا ہے کہ میں دوبارہ اس کو لوٹانے پر قدرت نہیں رکھتا' جیسا کہ وہ تھا اور اس کا مجھے گالی دینا یہ ہے کہ وہ کہتا ہے کہ میرے بیٹا ہے' میں اس سے پاک ہوں کہ بیوی یا بیٹا بناؤں۔

بَابٌ

[البقرہ:١٣٦ کی تفسیر]

﴿قُوْلُوْٓا اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْنَا﴾ (البقرة:١٣٦) (ص ٦٤٤)

اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی تفسیر: تم لوگ کہو: ہم اللہ پر ایمان لائے اور اس پر ایمان لائے جو ہماری جانب اتارا گیا

٢٢١٤ - ح: [لَا تُصَدِّقُوْٓا اَهْلَ الْكِتٰبِ وَلَا تُكَذِّبُوْهُمْ]

نہ اہل کتاب کی تصدیق کرو اور نہ تکذیب

٢٢١٤ - عَنْ اَبِيْ سَلَمَةَ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ كَانَ اَهْلُ الْكِتَابِ يَقْرَءُوْنَ التَّوْرَاةَ بِالْعِبْرَانِيَّةِ وَيُفَسِّرُوْنَهَا بِالْعَرَبِيَّةِ لِاَهْلِ الْاِسْلَامِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تُصَدِّقُوْٓا اَهْلَ الْكِتٰبِ وَلَا

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا: اہل کتاب تورات کو عبرانیہ میں پڑھتے تھے اور مسلمانوں کے لیے اس کی عربی میں تفسیر کرتے تھے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اہل کتاب کی نہ تصدیق کرو نہ تکذیب اور یہ کہو: ہم اللہ پر ایمان لائے اور جو ہم پر اتارا گیا۔

تُكَذِّبُوْهُمْ وَقُوْلُوْا ﴿ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْنَا ﴾ الْآيَةَ.

(بخاری۔ج ۲ص ۱۰۹۴۔کتاب الاعتصام۔باب:قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم لا تسئلوا اھل الکتاب' کتاب التوحید۔باب: ما یجوز من تفسیر التوراۃ ص ۱۱۲۵)

اہل کتاب کی تصدیق اور تکذیب دونوں سے اس لیے منع فرمایا کہ متیقن ہے کہ تورات میں تحریف ہے اور یہودی جو کچھ بیان کریں گے اس کے بارے میں دو احتمال ہیں' محرف ہے یا نہیں۔ بہ صورت اول اس کی تصدیق حرام ہے' اور اس کا بھی احتمال ہے کہ وہ ''ما انزل اللّٰہ'' ہو تو اس کی تکذیب حرام' اس لیے سلامتی اسی میں ہے کہ نہ تصدیق کی جائے اور نہ تکذیب۔ اس کا حاصل یہ ہے کہ موجودہ تورات و انجیل میں جو کچھ ہے اس کی تین قسمیں ہیں۔ ایک تو وہ جو ہماری شریعت کے مطابق ہیں ان کی تصدیق کی جائے گی۔ دوسرے وہ جو ہماری شریعت کے خلاف ہیں ان کی تکذیب واجب ہے۔ تیسرے وہ جو ہماری شریعت کے مطابق ہیں نہ مخالف' ان میں سکوت واجب ہے۔ یہی اس حدیث کا مفاد ہے' یہ دربارۂ عقائد و احکام ہے' رہ گیا قصص و حکایات' اس کی اجازت دوسری حدیث میں مصرح ہے۔ فرمایا: ''حدثوا عن بنی اسرائیل ولا حرج''[1] بنی اسرائیل سے بیان کرو اور اس میں حرج نہیں۔ اسی سے نیچری اور آزاد خیال محقق بننے والوں کے اس مغالطہ کی تردید ہوگئی کہ وہ امام ابن اسحٰق وغیرہ کو صرف اس بناء پر نا قابل اعتبار ٹھہراتے ہیں کہ وہ اسرائیلیات کی روایت کرتے ہیں۔

بَابٌ

[البقرہ: ۱۴۴ کی تفسیر]

قَوْلِهٖ ﴿قَدْ نَرٰى تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِي السَّمَآءِ﴾ اِلٰى ﴿عَمَّا تَعْمَلُوْنَ﴾ (البقرہ:۱۴۴).

اللہ عزوجل کے اس ارشاد کی تفسیر: ہم آپ کے آسمان کی طرف منہ پھیرنے کو دیکھ رہے ہیں ''عما تعملون'' تک

۲۲۱۵- ح: [قَالَ اَنَسٌ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ لَمْ يَبْقَ مِمَّنْ صَلَّى الْقِبْلَتَيْنِ غَيْرِيْ]

حضرت انس نے کہا: جن لوگوں نے دو قبلوں کی جانب نماز پڑھی' ان میں سے میرے سوا کوئی باقی نہیں بچا

۲۲۱۵- عَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ لَمْ يَبْقَ مِمَّنْ صَلَّى الْقِبْلَتَيْنِ غَيْرِيْ. (نسائی۔کتاب التفسیر)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا: جن لوگوں نے دونوں قبلوں کی جانب نماز پڑھی ہے ان میں سے سوائے میرے کوئی باقی نہیں۔

تحویل قبلہ پر پوری بحث کتاب الصلوٰۃ میں گزر چکی ہے۔ امام بخاری نے یہاں جتنی حدیثیں ذکر کی ہیں سب تقریباً پہلے مذکور ہو چکی ہیں۔

بَابٌ

[البقرہ: ۱۵۸ کی تفسیر]

قَوْلِهٖ ﴿اِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَآئِرِ اللّٰهِ فَمَنْ حَجَّ الْبَيْتَ اَوِ اعْتَمَرَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ اَنْ يَّطَّوَّفَ بِهِمَا وَمَنْ تَطَوَّعَ خَيْرًا فَاِنَّ اللّٰهَ شَاكِرٌ عَلِيْمٌ۝﴾

اللہ عزوجل کے اس ارشاد کی تفسیر: بے شک صفا و مروہ اللہ کے دین کی نشانیوں میں سے ہیں' تو جو بھی اس گھر کا حج یا عمرہ کرے اس پر کچھ گناہ نہیں کہ وہ دونوں کے پھیرے کرے اور جو کوئی بھلی

[1] بخاری۔ کتاب الانبیاء۔ باب: ما ذکر عن بنی اسرائیل ص ۴۹۱' مسلم۔ کتاب الزہد۔ باب: التثبت فی الحدیث ص ۴۱۴' ترمذی۔ کتاب العلم باب: ما جاء فی الحدیث عن بنی اسرائیل ص ۹۱' مسند احمد۔ ج ۳

(البقرہ:١٥٨) (ص ٦٤٥) بات اپنی طرف سے کرے تو اللہ نیکی کا صلہ دینے والا خبردار ہے O

شعائر

"شَعَائِرُ عَلَامَاتٌ وَّاحِدَتُهَا شَعِيْرَةٌ"...... "شعائر" کے معنی علامتیں ہیں۔ یہ جمع ہے اس کا واحد "شعیرۃ" ہے مراد یہ ہے کہ دین کی نشانیاں ہیں۔

"وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ الصَّفْوَانُ الْحَجَرُ وَيُقَالُ الْحِجَارَةُ الْمُلْسُ الَّتِيْ لَاتُنْبِتُ شَيْئًا وَّالْوَاحِدَةُ صَفْوَانَةٌ بِمَعْنَى الصَّفَا وَالصَّفَا لِلْجَمِيْعِ"...... حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: صفوان پتھر ہے جو پتھر کچھ نہیں اگاتا اس کو کہا جاتا ہے "الحجارة الْمُلْسُ"، "الْمُلْسُ اَمْلَسُ" کی جمع ہے یعنی چکنا واحد "صَفْوانةٌ" ہے "صَفَا" کے معنی میں اور "صَفا" جمع کے لیے ہے یعنی "صَفَا"، "صَفْوانةٌ" کی جمع ہے۔

بَابٌ

[البقرہ:١٧٨ کی تفسیر]

﴿يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِصَاصُ فِي الْقَتْلٰى اَلْحُرُّ بِالْحُرِّ وَالْعَبْدُ بِالْعَبْدِ . اِلٰى قَوْلِهٖ. عَذَابٌ اَلِيْمٌ﴾ ﴿عُفِيَ﴾ تُرِكَ (البقرہ:١٧٨). (ص ٦٤٦)

اللہ عزوجل کے اس ارشاد کی تفسیر: اے ایمان والو! تم پر فرض کیا گیا جو ناحق مارے جائیں ان کے خون کا بدلہ لو آزاد کے بدلے آزاد اور غلام کے بدلے غلام "عذاب الیم" تک "عفی" کا معنی ہے: اس نے چھوڑ دیا۔

٢٢١٦- ح: [كَانَ الْقِصَاصُ فِيْ بَنِيْ اِسْرَائِيْلَ وَلَمْ تَكُنْ فِيْهِمُ الدِّيَةُ]

بنی اسرائیل میں صرف قصاص تھا دیت نہیں تھی

٢٢١٦- حَدَّثَنَا عَمْرٌو قَالَ سَمِعْتُ مُجَاهِدًا قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا يَقُوْلُ كَانَ فِيْ بَنِيْ اِسْرَائِيْلَ الْقِصَاصُ وَلَمْ تَكُنْ فِيْهِمُ الدِّيَةُ فَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى لِهٰذِهِ الْاُمَّةِ ﴿كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِصَاصُ فِي الْقَتْلٰى اَلْحُرُّ بِالْحُرِّ وَالْعَبْدُ بِالْعَبْدِ وَالْاُنْثٰى بِالْاُنْثٰى فَمَنْ عُفِيَ لَهٗ مِنْ اَخِيْهِ شَيْءٌ﴾ فَالْعَفْوُ اَنْ يَّقْبَلَ الدِّيَةَ فِي الْعَمْدِ ﴿فَاتِّبَاعٌ بِالْمَعْرُوْفِ وَاَدَاءٌ اِلَيْهِ بِاِحْسَانٍ﴾ يَتَّبِعُ بِالْمَعْرُوْفِ وَيُؤَدِّيْ بِاِحْسَانٍ ﴿ذٰلِكَ تَخْفِيْفٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَرَحْمَةٌ﴾ مِمَّا كُتِبَ عَلٰى مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ ﴿فَمَنِ اعْتَدٰى بَعْدَ ذٰلِكَ فَلَهٗ عَذَابٌ اَلِيْمٌ﴾ (البقرہ:١٧٨) قَتَلَ بَعْدَ قَبُوْلِ الدِّيَةِ.

(بخاری ج ٢ ص ١٠١٦- کتاب الدیات- باب: من قتل له قتيل فهو بخير النظرين، نسائی- کتاب التفسیر- کتاب القصاص)

مجاہد نے کہا کہ میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سنا فرماتے تھے کہ بنی اسرائیل میں قصاص تھا اور ان میں دیت نہیں تھی تو اللہ نے اس امت کے لیے فرمایا: تم پر قصاص فرض کیا گیا مقتولین کے بارے میں آزاد آزاد کے عوض اور غلام غلام کے عوض عورت عورت کے عوض تو جو اپنے بھائی کے لیے کچھ معاف کردے معاف کرنا یہ ہے کہ قتل عمد میں دیت قبول کرے تو بھلائی کے ساتھ تقاضا کرنا ہے اور اس پر واجب ہے کہ اچھائی کے ساتھ ادا کرنا یعنی بھلائی سے تقاضا کرے اور وہ اچھائی سے ادا کردے۔ یہ تم پر تمہارے رب کی طرف سے تخفیف ہے اور مہربانی بہ نسبت ان کے جو تمہارے پہلے والوں پر فرض تھا۔ اب اس کے بعد جو حد سے آگے بڑھے اس کے لیے دردناک عذاب ہے یعنی دیت قبول کرنے کے بعد اگر قاتل کو قتل کرے (تو یہ حد سے آگے بڑھنا ہوگا اور عذاب کا موجب ہوگا)۔

جب کوئی شخص کسی مسلمان کو ناحق قتل کرے تو اصل واجب یہ ہے کہ اولیاء مقتول، قاتل کو قصاص میں قتل کریں، لیکن اولیاء مقتول چاہیں تو بالکلیہ قصاص معاف کر سکتے ہیں یا چاہیں تو اس کے عوض پوری دیت وصول کر سکتے ہیں اور یہ بھی اختیار ہے کہ دیت بھی کچھ وصول کریں کچھ معاف کریں۔ بنی اسرائیل میں یہودیوں پر صرف قصاص واجب تھا، نہ دیت لینے کی اجازت تھی نہ معاف کرنے کی، اور اہل انجیل پر واجب تھا کہ معاف کریں، نہ انہیں قصاص لینے کی اجازت تھی نہ دیت کی۔ یہ سب باتیں فطرت اور اصول تمدن کے مطابق نہ تھیں مگر اس زمانے کے لحاظ سے یہی مناسب تھا۔ اسلام نے پوری دنیا کی فطرت اور اصول تمدن کو سامنے رکھ کر قصاص، عفو یا دیت میں سے جو اولیاء مقتول چاہیں اس کی اجازت دی۔ اگر تمام اولیاء مقتول بالکلیہ خون معاف کر دیں تو نہ قصاص کی اجازت ہے نہ دیت کی۔ اسی لیے "فَمَنْ عُفِيَ لَهٗ" کو "شیء" سے مقید کیا، اس کے عموم کا مفاد یہ ہے کہ اگر سارے اولیائے مقتول نے قصاص معاف کر دیا تو نہ قصاص واجب نہ دیت، لیکن اگر کچھ معاف کیا تو اس کی تین صورتیں ہیں: (۱) سارے اولیاء مقتول نے قصاص معاف کیا اور دیت کا مطالبہ کیا، (۲) کچھ اولیاء نے قصاص کا مطالبہ کیا کچھ نے دیت کا، (۳) کچھ اولیاء نے بالکلیہ معاف کر دیا اور کچھ اولیاء نے قصاص یا دیت کا مطالبہ کیا، ان تمام صورتوں پر "فَمَنْ عُفِيَ لَهٗ مِنْ اَخِيْهِ شَيْءٌ" صادق اور قصاص بہر حال ساقط، دیت کل یا جزء واجب ہے۔

۲۲۱۷- ح: [كِتَابُ اللّٰهِ الْقِصَاصُ] اللہ کا فریضہ قصاص ہے

۲۲۱۷- حَدَّثَنَا حُمَيْدٌ اَنَّ اَنَسًا حَدَّثَهُمْ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ كِتَابُ اللّٰهِ الْقِصَاصُ.

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی کہ آپ نے فرمایا: اللہ کا فریضہ قصاص ہے۔

یہ اصل میں ایک طویل حدیث کا حصہ ہے جو کتاب الصلح اور کتاب التفسیر اور کتاب الدیات میں مفصل مذکور ہے کہ حضرت انس کی پھوپھی ربیع نے ایک بچی کا دانت توڑ دیا تھا، انہوں نے معافی کی درخواست کی، وہ لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضور نے قصاص کا حکم دیا، اس پر حضرت انس بن نضر نے کہا: یا رسول اللہ! ربیع کا دانت نہیں توڑا جائے گا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے انس! اللہ کا فریضہ قصاص ہی ہے، پھر افہام و تفہیم کے بعد وہ لوگ دیت پر راضی ہو گئے۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اصل واجب قصاص ہی ہے، عفو یا دیت رخصت ہے۔ قصاص سے متعلق بقیہ ابحاث کتاب الدیات میں آئیں گی۔

بَابٌ [البقرہ: ۱۸۳ کی تفسیر]

قَوْلِهٖ ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ۝﴾ (البقرہ: ۱۸۳). (ص ۶۴۶)

اللہ عزوجل کے اس ارشاد کا بیان: اے ایمان والو! تم پر روزے فرض کیے گئے جیسے تمہارے پہلے والوں پر فرض کیے گئے تھے تاکہ تم اللہ سے ڈرو۝

۲۲۱۸- عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ دَخَلَ عَلَيْهِ الْاَشْعَثُ وَهُوَ يَطْعَمُ فَقَالَ الْيَوْمُ عَاشُوْرَاءُ فَقَالَ كَانَ يُصَامُ قَبْلَ اَنْ يَّنْزِلَ رَمَضَانُ فَلَمَّا نَزَلَ رَمَضَانُ تُرِكَ فَادْنُ فَكُلْ.

(مسلم۔ کتاب الصوم)

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا: ان کے پاس اشعث آئے اور حضرت عبد اللہ کھا رہے تھے تو اشعث نے ان سے کہا: آج عاشوراء ہے تو حضرت عبد اللہ نے جواب دیا: عاشورا کا رمضان کے روزے کے حکم کے نازل ہونے سے پہلے روزہ رکھا جاتا تھا۔ جب رمضان کے روزے کا حکم اترا تو چھوڑ دیا گیا۔ تم بھی قریب آؤ اور کھاؤ۔

[روزے کی فرضیت کا بیان]

مطلب یہ ہے کہ رمضان سے پہلے عاشوراء کا روزہ فرض تھا اب فرض نہیں۔ یہ مستحب ہونے کے منافی نہیں۔ اس سے متعلق ساری بحثیں کتاب الصوم میں گزر چکی ہیں۔

بَابٌ

[البقرہ: ۱۸۴ کی تفسیر]

قَوْلِهٖ ﴿اَيَّامًا مَّعْدُوْدٰتٍ فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَّرِيْضًا اَوْ عَلٰى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ وَعَلَى الَّذِيْنَ يُطِيْقُوْنَهٗ فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِيْنٍ فَمَنْ تَطَوَّعَ خَيْرًا فَهُوَ خَيْرٌ لَّهٗ وَاَنْ تَصُوْمُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ﴾ (البقرۃ: ١٨٤). (ص ۷ ۶۴)

اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی تفسیر: چند گنتی کے دن، تو تم میں جو کوئی بیمار یا سفر میں ہو تو اتنے روزے اور دنوں میں ہیں، اور جنہیں اس کی طاقت نہ ہو وہ بدلے میں ایک مسکین کا کھانا دیں، پھر اپنی جانب سے جو نیکی زیادہ کرے تو وہ اس کے لیے بہتر ہے اور روزہ رکھنا تمہارے لیے اچھا ہے اگر تم جانو O

وَقَالَ عَطَاءٌ يُفْطِرُ مِنَ الْمَرَضِ كُلِّهٖ كَمَا قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى وَقَالَ الْحَسَنُ وَاِبْرَاهِيْمُ فِي الْمُرْضِعِ وَالْحَامِلِ اِذَا خَافَتَا عَلٰى اَنْفُسِهِمَا اَوْ وَلَدِهِمَا تُفْطِرَانِ ثُمَّ تَقْضِيَانِ وَاَمَّا الشَّيْخُ الْكَبِيْرُ اِذَا لَمْ يُطِقِ الصِّيَامَ فَقَدْ اَطْعَمَ اَنَسٌ بَعْدَ مَا كَبِرَ عَامًا اَوْ عَامَيْنِ كُلَّ يَوْمٍ مِسْكِيْنًا خُبْزًا وَّلَحْمًا وَّاَفْطَرَ قِرَاءَةُ الْعَامَّةِ ﴿يُطِيْقُوْنَهٗ﴾ وَهُوَ اَكْثَرُ.

اور امام عطاء نے فرمایا کہ ہر بیماری میں روزہ چھوڑ سکتا ہے جیسا کہ اللہ نے فرمایا۔ امام حسن بصری اور امام ابراہیم نخعی نے فرمایا: دودھ پلانے والی اور حاملہ کو روزہ رکھنے کی وجہ سے اگر اپنے اوپر یا اپنی اولاد پر اندیشہ ہو تو روزہ نہیں رکھیں گی پھر قضا کریں گی، لیکن بہت بوڑھا جب روزے کی طاقت نہ رکھے (تو وہ کیا کرے) حضرت انس نے بہت بوڑھے ہونے کے بعد ایک سال یا دو سال روزہ نہیں رکھا اور روزانہ ایک مسکین کو روٹی اور گوشت کھلاتے تھے۔ قراءت عامہ ''یطیقونہ'' ہے اور یہی اکثر ہے۔

[حضرت ابن عباس کی قراءت ''یطوقونہ'' ہے]

حضرت ابن عباس کی قراءت ''یطوقونہ'' ہے، یعنی جنہیں روزے سے تکلیف ہوتی ہو، اور بہت زیادہ بوڑھے مرد عورت ہیں۔

٢٢١٩- عَنْ عَطَاءٍ سَمِعَ ابْنَ عَبَّاسٍ يَقْرَءُ وَعَلَى الَّذِيْنَ يُطَوَّقُوْنَهٗ فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِيْنٍ.

عطاء سے روایت ہے، انہوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کو یہ پڑھتے ہوئے سنا: ان لوگوں پر جنہیں روزہ مشقت میں ڈال دے فدیہ ہے ایک مسکین کا کھانا۔

قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ لَيْسَتْ بِمَنْسُوْخَةٍ هُوَ الشَّيْخُ الْكَبِيْرُ وَالْمَرْاَةُ الْكَبِيْرَةُ لَا يَسْتَطِيْعَانِ اَنْ يَّصُوْمَا فَلْيُطْعِمَانِ مَكَانَ كُلِّ يَوْمٍ مِسْكِيْنًا.

حضرت ابن عباس نے فرمایا: یہ منسوخ نہیں۔ یہ بہت بوڑھے مرد عورت کے لیے ہے جو روزہ نہ رکھ سکتے ہوں، یہ ہر دن کے عوض ایک مسکین کو کھانا کھلائیں۔

حضرت عبداللہ بن مسعود کی بھی یہی قراءت ہے ''یطوقونہ'' جس کے معنی ہیں کہ روزہ رکھنے کی وجہ سے وہ مشقت میں پڑیں یعنی بہت بوڑھے مرد اور عورت۔ علماء کا اس میں اختلاف ہے کہ آیت کریمہ ''یُطِیْقُوْنَہٗ'' منسوخ ہے یا محکم۔ حضرت عبداللہ بن عباس کے نزدیک منسوخ نہیں محکم ہے جیسا کہ اس حدیث سے ظاہر ہے لیکن بہت سے حضرات جیسے حضرت ابن عمر، حضرت سلمہ بن اکوع فرماتے ہیں: یہ منسوخ ہے۔ ابتداء میں چونکہ روزہ رکھنے کی عادت نہیں تھی لوگوں پر روزہ شاق ہوا تو انہیں اختیار دیا گیا کہ چاہیں تو

روزہ رکھیں چاہیں تو فدیہ دیں، پھر یہ حکم ﴿فَمَنْ شَهِدَ مِنكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ﴾ (البقرۃ:١٨٥)...... سے منسوخ ہو گیا۔ حضرت سلمہ بن اکوع کی حدیث اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث کتاب الصوم میں بھی گزری ہے اور یہاں بھی اس کے بعد مذکور ہے۔ اس کی پوری بحث کتاب الصوم میں گزر چکی ہے دوبارہ ذکر کی حاجت نہیں، جو لوگ نسخ کے قائل ہیں ان پر ایک سنگین اعتراض یہ پڑتا ہے کہ جب یہ آیت روزے کی استطاعت رکھنے والوں کے بارے میں ہے تو شیخ فانی کا حکم کہاں سے ثابت ہے۔ فلیتامل

حضرت ابن عباس کی مذکورہ بالا قراءت اور اس کی تفسیر حضرت مجاہد سے بھی مروی ہے جو ایک حدیث کے بعد یہیں بخاری میں مذکور ہے۔

بَابٌ

[البقرہ:١٨٧ کی تفسیر]

قَوْلِهٖ ﴿اُحِلَّ لَكُمْ لَيْلَةَ الصِّيَامِ الرَّفَثُ اِلٰى نِسَآئِكُمْ هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ وَاَنْتُمْ لِبَاسٌ لَّهُنَّ عَلِمَ اللّٰهُ اَنَّكُمْ كُنْتُمْ تَخْتَانُوْنَ اَنْفُسَكُمْ فَتَابَ عَلَيْكُمْ وَعَفَا عَنْكُمْ فَالْـٰٔنَ بَاشِرُوْهُنَّ وَابْتَغُوْا مَا كَتَبَ اللّٰهُ لَكُمْ﴾ (البقرہ: ١٨٧). (ص ٦٤٧)

اللہ عزوجل کے اس ارشاد کی تفسیر: روزہ کی راتوں میں اپنی بیویوں کے پاس جانا تمہارے لیے حلال کیا گیا، وہ تمہارے لیے لباس ہیں تم ان کے لیے لباس ہو، اللہ کو معلوم ہے کہ تم اپنی جانوں پر خیانت کرتے تھے تو اس نے تمہاری توبہ قبول کی اور تمہیں معاف فرمایا تو اب ان سے صحبت کرو اور اللہ نے تمہارے نصیب میں جو لکھا ہے اسے طلب کرو۔

[روزے کی رات میں بیویوں سے جماع جائز ہے]

ابتداء اسلام میں سورج ڈوبنے کے بعد سے لے کر صرف عشاء کی نماز تک یا صرف سونے سے پہلے تک کھانے پینے اور جماع کی اجازت تھی، اس کے بعد حرام کر دی گئی تھی، یہ بہت شاق تھا۔ بہت سے صحابہ کرام عشاء کے بعد کھانے پینے اور جماع میں مبتلا ہو گئے۔ اس کی پوری تفصیل کتاب الصوم میں گزر چکی ہے۔ یہ لوگ خدمت اقدس میں حاضر ہوئے تو آیت مذکورہ نازل ہوئی اور صبح صادق تک کی اجازت مل گئی اور جو لغزش ہو گئی تھی اس سے معافی کا پروانہ بھی۔

بَابٌ

[البقرہ:١٨٩ کی تفسیر]

قَوْلِهٖ ﴿وَلَيْسَ الْبِرُّ بِاَنْ تَاْتُوا الْبُيُوْتَ مِنْ ظُهُوْرِهَا وَلٰكِنَّ الْبِرَّ مَنِ اتَّقٰى وَاْتُوا الْبُيُوْتَ مِنْ اَبْوَابِهَا وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ﴾ (البقرہ:١٨٩). (ص ٦٤٨)

اللہ عزوجل کے اس ارشاد کی تفسیر: یہ کچھ بھلائی نہیں کہ تم گھروں میں پچھلی طرف سے توڑ کر آؤ، ہاں! بھلائی پرہیزگاری ہے اور گھروں میں دروازوں سے آؤ اور اللہ سے ڈرتے رہو اس امید پر کہ فلاح پاؤ۔

٢٢٢٠- عَنِ الْبَرَاءِ قَالَ كَانُوْا اِذَا اَحْرَمُوْا فِي الْجَاهِلِيَّةِ اَتَوُا الْبَيْتَ مِنْ ظَهْرِهٖ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ ﴿وَلَيْسَ الْبِرُّ بِاَنْ تَاْتُوا الْبُيُوْتَ مِنْ ظُهُوْرِهَا وَلٰكِنَّ الْبِرَّ مَنِ اتَّقٰى وَاْتُوا الْبُيُوْتَ مِنْ اَبْوَابِهَا﴾ (البقرہ:١٨٩).

حضرت براء رضی اللہ عنہ نے کہا کہ جاہلیت میں جب اہل عرب احرام باندھتے تو گھروں میں پچھلی طرف سے آتے تو اللہ نے یہ حکم اتارا کہ یہ کوئی نیکی کی بات نہیں کہ اپنے گھروں میں ان کے پچھلی طرف سے آؤ، لیکن نیک وہ ہے جو اللہ سے ڈرے اور اپنے گھروں میں دروازوں سے آئے۔

[گھروں کی پچھیت سے آنا جانا نیکی نہیں]

کتاب الصوم میں پوری تفصیل سے بتایا جاچکا کہ قریش اور ان کے حلیف جن کو حمس کہا جاتا ہے احرام کے بعد اپنے گھر کے دروازوں سے اندر آتے جاتے' ان کے علاوہ بقیہ سارے عرب حتیٰ کہ انصار کرام بھی احرام باندھنے کے بعد دروازے سے گھر میں نہ جاسکتے تھے نہ باہر نکل سکتے تھے۔ پچھواڑے کی دیوار میں نقب لگا کر آتے جاتے تھے۔ اس پر آیت کریمہ نازل ہوئی۔

بَابٌ [البقرہ: ۱۹۳ کی تفسیر]

قَوْلِهٖ ﴿وَقَاتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ وَّيَكُوْنَ الدِّيْنُ لِلّٰهِ فَاِنِ انْتَهَوْا فَلَا عُدْوَانَ اِلَّا عَلَى الظّٰلِمِيْنَ۝﴾ (البقرہ: ۱۹۳) (ص ۶۴۸)

اللہ عزوجل کے اس ارشاد کی تفسیر: ان سے لڑو یہاں تک کہ کوئی فتنہ نہ رہے اور ایک اللہ کی پوجا ہو' پھر اگر وہ باز آئیں تو زیادتی نہیں مگر ظالموں پر۝

۲۲۲۱- ح: [عَهْدُ ابْنِ الزُّبَيْرِ وَسُلُوْكُ ابْنِ عُمَرَ]

حضرت ابن زبیر کے عہد میں حضرت ابن عمر کی روش

۲۲۲۱- عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَتَاهُ رَجُلَانِ فِيْ فِتْنَةِ ابْنِ الزُّبَيْرِ فَقَالَا اِنَّ النَّاسَ صَنَعُوْا وَاَنْتَ ابْنُ عُمَرَ وَصَاحِبُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَمَا يَمْنَعُكَ اَنْ تَخْرُجَ فَقَالَ يَمْنَعُنِيْ اَنَّ اللّٰهَ حَرَّمَ دَمَ اَخِيْ فَقَالَا اَلَمْ يَقُلِ اللّٰهُ ﴿وَقَاتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ﴾ فَقَالَ قَاتَلْنَا حَتّٰى لَمْ تَكُنْ فِتْنَةٌ وَّكَانَ الدِّيْنُ لِلّٰهِ وَاَنْتُمْ تُرِيْدُوْنَ اَنْ تُقَاتِلُوْا حَتّٰى تَكُوْنَ فِتْنَةٌ وَّيَكُوْنَ الدِّيْنُ لِغَيْرِ اللّٰهِ.

حضرت نافع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: وہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ ان کے پاس حضرت ابن زبیر کے فتنے کے زمانہ میں دو شخص آئے۔ ان دونوں نے کہا: لوگ ضائع کر دیئے گئے اور آپ حضرت عمر کے صاحبزادے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہیں۔ آپ کو لڑائی کے لیے نکلنے سے کیا چیز روکے ہوئے ہے؟ حضرت ابن عمر نے فرمایا: مجھے اس بات نے روکا ہے کہ اللہ نے اپنے بھائی کا خون حرام فرمایا ہے۔ ان دونوں نے کہا: کیا اللہ نے یہ نہیں فرمایا: ان سے لڑو یہاں تک کہ کوئی فتنہ نہ رہ جائے۔ انہوں نے فرمایا: ہم (ان سے) لڑے یہاں تک کہ کوئی فتنہ نہیں رہ گیا' اور پرستش صرف اللہ ہی کے لیے ہونے لگی اور تم لوگ چاہتے ہو کہ لڑو تا کہ فتنہ ہو اور اللہ کے علاوہ اوروں کی پرستش ہو۔

وَزَادَ عُثْمَانُ بْنُ صَالِحٍ عَنِ ابْنِ وَهْبٍ قَالَ اَخْبَرَنِيْ فُلَانٌ وَّحَيْوَةُ بْنُ شُرَيْحٍ عَنْ بَكْرِ بْنِ عَمْرٍو الْمُعَافِرِيِّ اَنَّ بُكَيْرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ حَدَّثَهٗ عَنْ نَافِعٍ اَنَّ رَجُلًا اَتَى ابْنَ عُمَرَ فَقَالَ يَا اَبَا عَبْدِ الرَّحْمٰنِ مَا حَمَلَكَ عَلٰى اَنْ تَحُجَّ عَامًا وَّتَعْتَمِرَ عَامًا وَّتَتْرُكَ الْجِهَادَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ وَقَدْ عَلِمْتَ مَا رَغَّبَ اللّٰهُ فِيْهِ قَالَ يَا ابْنَ اَخِيْ بُنِيَ الْاِسْلَامُ عَلٰى خَمْسٍ اِيْمَانٍ بِاللّٰهِ

(دوسرے طریقے سے نافع ہی سے یوں مروی ہے) کہ ایک شخص حضرت ابن عمر کی خدمت میں آیا اور اس نے کہا: اے ابوعبد الرحمٰن! آپ کو کس چیز نے اس پر آمادہ کیا کہ ایک سال حج کرتے ہیں اور ایک سال عمرہ کرتے ہیں اور راہ خدا میں جہاد چھوڑ بیٹھے ہیں' اور آپ کو معلوم ہے کہ اللہ نے جہاد کی کتنی رغبت دلائی ہے تو انہوں نے فرمایا: اے بھتیجے! اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے: اللہ و رسول پر ایمان' پانچوں نمازیں' رمضان کے روزے' زکوۃ کی ادائیگی اور

وَرَسُوْلِهٖ وَالصَّلٰوةِ الْخَمْسِ وَصِيَامِ رَمَضَانَ وَاَدَاءِ الزَّكٰوةِ وَحَجِّ الْبَيْتِ قَالَ يَا اَبَا عَبْدِ الرَّحْمٰنِ اَلَا تَسْمَعُ مَا ذَكَرَ اللّٰهُ فِيْ كِتَابِهٖ ﴿وَاِنْ طَآئِفَتَانِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اقْتَتَلُوْا فَاَصْلِحُوْا بَيْنَهُمَا فَاِنْ بَغَتْ اِحْدٰهُمَا عَلَى الْاُخْرٰى فَقَاتِلُوا الَّتِيْ تَبْغِيْ حَتّٰى تَفِيْٓءَ اِلٰى اَمْرِ اللّٰهِ﴾ (الحجرات:۹) ﴿قَاتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ﴾ (البقرة: ۱۹۳) قَالَ فَعَلْنَا عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَانَ الْاِسْلَامُ قَلِيْلًا فَكَانَ الرَّجُلُ يُفْتَنُ فِيْ دِيْنِهٖ اِمَّا قَتَلُوْهُ وَاِمَّا يُعَذِّبُوْهُ حَتّٰى كَثُرَ الْاِسْلَامُ فَلَمْ تَكُنْ فِتْنَةٌ.

بیت اللہ کا حج۔ اس نے کہا: اے ابوعبدالرحمٰن! کیا آپ نہیں سنتے کہ اللہ نے اپنی کتاب میں ذکر فرمایا کہ اگر مسلمانوں کے دو گروہ آپس میں لڑیں تو ان کے درمیان صلح کرا دو پس اگر ان میں سے ایک گروہ دوسرے گروہ کے خلاف سرکشی کرے تو سرکش سے جہاد کرو حتیٰ کہ وہ اللہ تعالیٰ کے حکم کی طرف لوٹ آئے (اور اللہ کے اس حکم کو آپ نے نہیں سنا) ان سے لڑو تا کہ کوئی فتنہ نہ رہ جائے فرمایا: ہم نے یہ رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں کیا' اسلام تھوڑا تھا (یعنی مسلمان تھوڑے تھے) دین کے معاملے میں لوگوں کو آزمایا جاتا تھا یا تو اسے قتل کرتے یا عذاب دیتے' یہاں تک کہ مسلمان زیادہ ہو گئے اور کوئی فتنہ نہ رہا۔

قَالَ فَمَا قَوْلُكَ فِيْ عَلِيٍّ وَّعُثْمَانَ قَالَ اَمَّا عُثْمَانُ فَكَانَ اللّٰهُ عَفَا عَنْهُ وَاَمَّا اَنْتُمْ فَكَرِهْتُمْ اَنْ يَّعْفُوَا عَنْهُ وَاَمَّا عَلِيٌّ فَابْنُ عَمِّ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَخَتَنُهٗ وَاَشَارَ بِيَدِهٖ فَقَالَ هٰذَا بَيْتُهٗ حَيْثُ تَرَوْنَ.

اس نے کہا: حضرت علی و عثمان کے بارے میں کیا کہتے ہو؟ فرمایا: عثمان کو اللہ نے معاف فرما دیا' تم لوگوں کو یہ بات ناگوار ہے کہ انہیں معاف کیا گیا اور علی رسول اللہ ﷺ کے چچا کے صاحب زادے ہیں اور حضور کے داماد ہیں اور اشارہ کر کے بتایا: یہ ان کا گھر ہے جہاں تم دیکھ رہے ہو۔

فتنہ ابن زبیر سے مراد وہ زمانہ ہے جب حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما نے خلافت کا دعویٰ کیا تھا۔ پورے حرمین طیبین اور حجاز و عراق میں بلکہ اکثر بلادِ اسلام میں ان کو خلیفۃ المسلمین تسلیم کر لیا گیا تھا' مگر مروان اور اس کے بیٹے عبدالملک سفاک نے ان کے خلاف فوجیں بھیجیں۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا رویہ بر بنائے احتیاط تھا' وہ یہ نہیں طے کر پائے ہوں گے کہ حق کس کے ساتھ ہے؟

دوسری روایت میں ہے کہ اس شخص نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں جو کچھ پوچھا وہ اس بناء پر تھا کہ اس وقت مسلمانوں میں دو طبقے پیدا ہو گئے تھے عثمانی اور شیعی۔ ایک فریق دوسرے پر لعن طعن اور علانیہ نکتہ چینیاں کرتا تھا' اس لیے اس شخص نے خصوصیت سے ان دونوں صاحبان کے بارے میں پوچھا۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فیصلہ کن اور اطمینان بخش جواب ارشاد فرمایا۔

بَابٌ

[البقرہ:۱۹۵ کی تفسیر]

قَوْلِهٖ ﴿وَاَنْفِقُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلَا تُلْقُوْا بِاَيْدِيْكُمْ اِلَى التَّهْلُكَةِ وَاَحْسِنُوْا اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ۝﴾ (البقرة:۱۹۵): (ص۶۴۸)

اللہ عزوجل کے اس ارشاد کا بیان: اور اللہ کے راستے میں خرچ کرو اور اپنے آپ کو ہلاکت میں نہ ڈالو اور بھلائی کرو' اللہ بھلائی کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے۝

اَلتَّهْلُكَةُ وَالْهَلَاكُ وَاحِدٌ. (ص۶۴۸)

''تهلكه'' اور ''هلاك'' ایک ہی ہیں یعنی دونوں کا معنی ایک ہے اور دونوں مصدر ہیں۔

۲۲۲۲- عَنْ حُذَيْفَةَ ﴿وَاَنْفِقُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلَا

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آیت: ''وانفقوا

تُلْقُوا بِاَیْدِیْکُمْ اِلَی التَّهْلُکَةِ﴾ قَالَ نَزَلَتْ فِی النَّفَقَةِ. فی سبیل الله (الخ)'' راہِ خدا میں خرچ کرنے کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔

(ترمذی۔ ج ۲ ص ۱۲۱' ابن ماجہ۔ کتاب التفسیر۔ باب: قوله ولا تلقوا بایدیکم الی التهلکة)

ابوداؤد' ترمذی و نسائی میں حضرت سیدنا ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یہ آیت کریمہ ہم انصار کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ جب اللہ تعالیٰ نے اپنے دین کو عزت دی اور اس کے مددگار کثیر ہو گئے تو ہم نے چاہا کہ جہاد چھوڑ کر اپنے آبائی کاروبار کاشت کاری میں لگ جائیں تو یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔ اس کا حاصل یہ ہے کہ جہاد چھوڑ کر اپنے آپ کو ہلاکت میں نہ ڈالو۔ حضرت حذیفہ اور حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے ارشاد کا حاصل ایک ہی ہے۔ حضرت حذیفہ کا مقصد یہ ہے کہ جہاد کی تیاری کے لیے خرچ کرو تاکہ جہاد باقی رہے اور حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ کے ارشاد کا مطلب بھی یہی ہے۔

بَابٌ [البقرہ:۱۹۶ کی تفسیر]

قَوْلِهٖ ﴿فَمَنْ تَمَتَّعَ بِالْعُمْرَةِ اِلَی الْحَجِّ﴾ (البقرہ: ۱۹۶). (ص ۶۴۸) جو حج کے ساتھ عمرہ ملانے کا فائدہ حاصل کرے۔

۲۲۲۳- ح: [بَيَانُ التَّمَتُّعِ] تمتع کا بیان

۲۲۲۳- عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ اُنْزِلَتْ اٰیَةُ الْمُتْعَةِ فِیْ كِتَابِ اللّٰهِ فَفَعَلْنَاهَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَمْ يُنْزَلْ قُرْاٰنٌ يُحَرِّمُهٗ وَلَمْ يَنْهَ عَنْهَا حَتّٰى مَاتَ قَالَ رَجُلٌ بِرَاْيِهٖ مَا شَاءَ.

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اللہ کی کتاب میں تمتع کی آیت نازل کی گئی اور ہم نے اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کیا اور کوئی ایسی آیت نہیں نازل ہوئی جو اسے حرام کرے اور نہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا یہاں تک کہ آپ وصال فرما گئے۔ ایک شخص نے اپنی رائے سے کہا جو چاہا۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ تمتع سے منع فرماتے تھے یہ انہیں پر تعریض ہے۔ ہو سکتا ہے کہ ان کی مراد حضرت عمر ہوں اس لیے کہ وہ بھی تمتع سے منع فرماتے تھے۔ اس کی پوری تفصیل مع دلائل و براہین کتاب الحج میں گزر چکی ہے۔

بَابٌ [البقرہ:۱۹۹ کی تفسیر]

قَوْلِهٖ ﴿ثُمَّ اَفِيْضُوْا مِنْ حَيْثُ اَفَاضَ النَّاسُ﴾ (البقرہ: ۱۹۹). (ص ۶۴۸) پھر اے قریشیو! تم بھی وہیں سے پلٹو جہاں سے لوگ پلٹتے ہیں۔

۲۲۲۴- ح: [اَلْقُرَيْشُ وَحُلَفَاءُهُمْ لَا يَقِفُوْنَ بِعَرَفَاتٍ] قریش اور ان کے حلیف وقوف عرفہ نہیں کرتے تھے

۲۲۲۴- عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ كَانَتْ قُرَيْشٌ وَمَنْ دَانَ دِيْنَهَا يَقِفُوْنَ بِالْمُزْدَلِفَةِ وَكَانُوْا يُسَمَّوْنَ الْحُمْسَ وَكَانَ سَائِرُ الْعَرَبِ يَقِفُوْنَ بِعَرَفَاتٍ فَلَمَّا جَاءَ الْاِسْلَامُ اَمَرَ اللّٰهُ نَبِيَّهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ قریش اور جو ان کے طریقہ کار پر تھے مزدلفہ میں وقوف کرتے تھے اور اپنا نام حمس رکھتے تھے اور بقیہ عرب عرفات میں وقوف کرتے تھے' پھر جب اسلام آیا تو اللہ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا کہ عرفات جائیں'

اَنْ يَّاْتِيَ عَرَفَاتٍ ثُمَّ يَقِفُ بِهَا ثُمَّ يُفِيضُ مِنْهَا فَذٰلِكَ قَوْلُهُ تَعَالٰى ﴿ثُمَّ اَفِيضُوا مِنْ حَيْثُ اَفَاضَ النَّاسُ﴾.

پھر وہاں ٹھہریں' پھر وہاں سے واپس ہوں۔ یہی ہے اللہ تعالیٰ کا ارشاد: پھر وہاں سے واپس ہو جہاں سے اور لوگ واپس ہوتے ہیں۔

''حُمْسٌ''، ''احمس'' کی جمع ہے' اس کا مادہ حماسہ ہے' جس کے معنی سخت لڑائی لڑنے کے ہیں۔ عرب کے قبائل میں بنو عامر بن صعصعہ' ثقیف اور خزاعہ کا قریش سے ایک خاص معاہدہ تھا۔ اس لیے ان کو بھی حمس کہا جاتا تھا۔ احرام باندھنے کے بعد یہ لوگ گھی اور پنیر نہیں کھاتے تھے اور حج میں وقوف عرفہ نہیں کرتے تھے' صرف وقوف مزدلفہ کرتے تھے۔ اسی کو دور کرنے کے لیے یہ آیت کریمہ نازل ہوئی ہے۔

٢٢٢٥- ح: [لَا يُحَلَّلُ بِالطَّوَافِ الْمَحْضِ]

صرف طواف سے کوئی احرام سے باہر نہیں ہوتا

٢٢٢٥- اَخْبَرَنِيْ كُرَيْبٌ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ يَطُوفُ الرَّجُلُ بِالْبَيْتِ مَا كَانَ حَلَالًا حَتّٰى يُهِلَّ بِالْحَجِّ فَإِذَا رَكِبَ اِلٰى عَرَفَةَ فَمَنْ تَيَسَّرَ لَهُ هَدِيَّةٌ مِّنَ الْاِبِلِ اَوِ الْبَقَرِ اَوِ الْغَنَمِ مَا تَيَسَّرَ لَهُ مِنْ ذٰلِكَ اَيَّ ذٰلِكَ شَاءَ غَيْرَ اِنْ لَّمْ يَتَيَسَّرْ لَهُ فَعَلَيْهِ ثَلَاثَةُ اَيَّامٍ فِي الْحَجِّ وَذٰلِكَ قَبْلَ يَوْمِ عَرَفَةَ فَاِنْ كَانَ اٰخِرُ يَوْمٍ مِّنَ الْاَيَّامِ الثَّلَاثَةِ يَوْمَ عَرَفَةَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ ثُمَّ لِيَنْطَلِقْ حَتّٰى يَقِفَ بِعَرَفَاتٍ مِّنْ صَلٰوةِ الْعَصْرِ اِلٰى اَنْ يَّكُوْنَ الظَّلَامُ ثُمَّ لِيَدْفَعُوْا مِنْ عَرَفَاتٍ اِذَا اَفَاضُوْا مِنْهَا حَتّٰى يَبْلُغُوْا جَمْعًا الَّذِيْ يَبِيْتُوْنَ بِهٖ ثُمَّ لِيَذْكُرِ اللّٰهَ كَثِيْرًا وَّاَكْثِرُوا التَّكْبِيْرَ وَالتَّهْلِيْلَ قَبْلَ اَنْ تُصْبِحُوْا ثُمَّ اَفِيْضُوْا فَاِنَّ النَّاسَ كَانُوْا يُفِيْضُوْنَ وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى ﴿ثُمَّ اَفِيْضُوْا مِنْ حَيْثُ اَفَاضَ النَّاسُ وَاسْتَغْفِرُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ﴾ حَتّٰى تَرْمُوا الْجَمْرَةَ.

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ مکہ معظمہ میں ایک شخص بغیر احرام باندھے ہوئے بیت اللہ کا طواف کرتا یہاں تک کہ حج کا احرام باندھتا' پھر جب عرفہ جانے کے لیے سوار ہوتا تو اپنے ساتھ اس کو جو بھی میسر ہوتا اونٹ' گائے' بکری میں سے قربانی کا جانور ساتھ لیتا' اور جسے قربانی کا جانور میسر نہ ہوتا وہ عرفہ کے دن سے پہلے پہلے حج کے دنوں میں تین دن روزہ رکھتا' اگر تین دنوں کا آخر عرفہ کا دن ہوتا تو اس پر کوئی گناہ نہیں تھا۔ پھر وہ چلے اور عرفات میں وقوف کرے عصر کی نماز سے لے کر اندھیرا ہونے تک' پھر عرفات سے لوگ چلیں یہاں تک کہ مقام جمع پر پہنچیں جہاں لوگ رات گزارتے ہیں۔ یہاں اللہ کا کثرت سے ذکر کریں' صبح ہونے سے پہلے پہلے تکبیر و تہلیل کی کثرت کریں' پھر وہاں سے واپس ہوں اس لیے کہ اور لوگ بھی واپس ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: پھر وہاں سے واپس ہو جہاں سے اور لوگ واپس ہوتے ہیں اور اللہ سے مغفرت چاہو بے شک اللہ بخشنے والا مہربان ہے' یہاں تک کہ جمرہ (عقبہ) پر کنکری مارو۔

یہ حقیقت میں تمتع کا بیان ہے۔ مطلب یہ ہے کہ عمرہ کا احرام باندھ کر مکہ مکرمہ حاضر ہو۔ عمرہ کر کے احرام کھول دے اور بغیر احرام کے جتنا چاہے بیت اللہ کا طواف کرے۔ پھر آٹھ ذی الحجہ کو یا اس سے پہلے حج کا احرام باندھے اس پر قربانی واجب ہے اور اگر قربانی کی استطاعت نہ ہو تو اس پر دس روزے واجب ہیں۔ تین ایام حج میں یوم عرفہ سے پہلے پہلے اور سات حج سے فراغت کے بعد اور وقوف عرفہ ضروری ہے اس کو ''لا جناح'' سے تعبیر کیا۔ تعبیر اس بناء پر کیا کہ قریش اور حمس عرفات جانے کو گناہ سمجھتے تھے۔ آخر میں فرمایا کہ اللہ عزوجل نے جو فرمایا ہے: وہاں سے واپس ہو' جہاں سے سب لوگ واپس ہوتے ہیں۔ اس سے مراد یہ ہے کہ پہلے عرفات جاؤ' پھر سورج ڈوبنے کے بعد وہاں سے مزدلفہ آؤ' پھر وہاں سے آؤ اور جمرۃ العقبہ پر کنکری مارو۔

بَابٌ
[البقرہ:۲۰۱ کی تفسیر]

قَوْلِهٖ ﴿وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّقُوْلُ رَبَّنَآ اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِي الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِO﴾ (البقرہ:۲۰۱) (ص ۶۴۹)

اللہ عزوجل کے اس ارشاد کا بیان: اور ان میں سے کچھ لوگ یہ کہتے ہیں: اے ہمارے رب! ہم کو دنیا میں بھلائی عطا فرما اور آخرت میں بھلائی عطا فرما اور ہم کو جہنم کے عذاب سے بچاO

۲۲۲۶- ح: [اَلدُّعَآءُ الْجَامِعُ]
دعائے جامع

۲۲۲۶- عَنْ اَنَسٍ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اَللّٰهُمَّ رَبَّنَآ اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِي الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ.

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم دعا فرمایا کرتے تھے: اے اللہ! اے ہمارے رب! ہم کو دنیا میں بھلائی عطا کر اور آخرت میں بھلائی عطا کر اور جہنم کے عذاب سے بچا۔

(بخاری۔ کتاب الدعوات۔ باب: قول النبی صلى الله عليه وسلم ربنا اتنا فی الدنیا حسنة و فی الاخرة حسنة وقنا عذاب النار ص ۹۴۵ ابوداؤد۔ کتاب الصلوۃ)

حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ کچھ دیہاتی موقف میں پہنچ کر یہ دعا مانگتے: اے اللہ! اس کو بارش کا سال بنا اور فراخ سالی کا اور اچھی اولاد کا اور آخرت کا کوئی ذکر نہیں کرتے تھے۔ انہیں لوگوں کے بارے میں یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔ ان میں سے کوئی یہ کہتا: اے ہمارے رب! ہم کو دنیا میں بھلائی دے۔ اس کے لیے آخرت میں کوئی حصہ نہیں اور مومنین یہ کہتے ہیں کہ ہم کو دنیا میں بھلائی اور آخرت میں بھلائی دے اور جہنم کی آگ سے بچا' ان کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے اُتارا: ان لوگوں کے لیے ان کی کمائی کا پورا حصہ ہے اور اللہ بہت جلد حساب لینے والا ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا: دنیا میں بھلائی نیک عورت ہے اور آخرت میں جنت۔ عذابِ نار بری عورت ہے۔

بَابٌ
[البقرہ:۲۲۳ کی تفسیر]

قَوْلِهٖ ﴿نِسَآؤُكُمْ حَرْثٌ لَّكُمْ فَاْتُوْا حَرْثَكُمْ اَنّٰى شِئْتُمْ وَقَدِّمُوْا لِاَنْفُسِكُمْ﴾ (البقرہ:۲۲۳) اَلْاٰيَةَ. (ص ۶۴۹)

اللہ عزوجل کے اس ارشاد کا بیان: تمہاری عورتیں تمہاری کھیتی ہیں تم اپنی کھیتی پر آؤ جیسے چاہو اور اپنے لیے آگے بھیج لو۔

۲۲۲۷- عَنْ نَافِعٍ قَالَ كَانَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اِذَا قَرَاَ الْقُرْاٰنَ لَمْ يَتَكَلَّمْ حَتّٰى يَفْرُغَ مِنْهُ فَاَخَذْتُ عَلَيْهِ يَوْمًا فَقَرَاَ سُوْرَةَ الْبَقَرَةِ حَتّٰى انْتَهٰى اِلٰى مَكَانٍ قَالَ تَدْرِيْ فِيْمَا اُنْزِلَتْ قُلْتُ لَا قَالَ اُنْزِلَتْ فِيْ كَذَا وَكَذَا ثُمَّ مَضٰى.

حضرت نافع نے کہا کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما جب قرآن کی تلاوت کرتے تو بات نہیں کرتے تھے جب تک کہ فارغ نہ ہو جاتے۔ ایک دن میں ان کے پاس حاضر رہا۔ انہوں نے سورۂ بقرہ کی تلاوت کی یہاں تک کہ ایک جگہ پہنچے تو پوچھا: تم جانتے ہو کس بارے میں اتاری گئی ہے؟ میں نے کہا: نہیں! فرمایا: فلاں فلاں معاملہ میں اتری ہے' پھر آگے تلاوت کرنے لگے۔

وَفِيْ رِوَايَةٍ اُخْرٰى عَنِ ابْنِ عُمَرَ ﴿فَاْتُوْا حَرْثَكُمْ اَنّٰى شِئْتُمْ﴾ قَالَ يَاْتِيْهَا فِيْ.

حضرت ابن عمر سے دوسری روایت میں ہے: "فاتو احرثکم انی شئتم" کا مطلب یہ ہے کہ دُبر میں دخول کرے۔

[''نسآء کم حرث لکم'' کی تفسیر]

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا مذہب یہ تھا کہ ''انی شئتم'' کا مطلب یہ ہے کہ عورتوں کے پچھلے مقام میں مقاربت جائز ہے۔ ''فی کذا و کذا'' سے یہی مراد ہے اور دوسری روایت میں ''فی'' کے بعد ''الدبر'' کو امام بخاری نے قصداً تحریر نہیں فرمایا ہے۔ ابن جریر نے اپنی تفسیر میں صراحت کے ساتھ اس کو ذکر کیا ہے لیکن یہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا وہم ہے جس پر خود حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے انکار فرمایا ہے لیکن علامہ عینی نے تحریر کیا کہ حمیدی نے جمع بین الصحیحین میں یہ نقل کیا ہے ''یا تیھا فی الفرج'' اور امام بخاری نے ''فی'' کے بعد بیاض چھوڑ دی تھی غالباً ان کے نزدیک یہ مدۃ العمر متعین نہیں ہوسکا ہوگا کہ یہاں کیا لفظ ہے؟ فرج یا دبر۔ اس پر کثیر حدیثیں وارد ہیں کہ عورتوں کے ساتھ پچھلے مقام میں مقاربت حرام ہے اور خود آیت کریمہ میں وارد لفظ ''حرث'' بھی التزاماً اس کی ممانعت کی طرف اشارہ کر رہا ہے اس لیے کہ فرج ہی حرث ہے نہ کہ دبر۔ دبر موضع فرث (پاخانہ) ہے۔ ''انی شئتم'' کا عموم زیادہ سے زیادہ اس پر دلالت کر رہا ہے کہ موضع حرث میں تم جیسے چاہو ویسے مقاربت کرو خواہ آگے سے خواہ پیچھے سے۔

٢٢٢٨- ح: [رَدُّ تَوَهُّمِ الْيَهُوْدِ]

یہود کے توہم کا رد

٢٢٢٨- عَنِ ابْنِ الْمُنْكَدِرِ سَمِعْتُ جَابِرًا رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ كَانَتِ الْيَهُوْدُ تَقُوْلُ اِذَا جَامَعَهَا مِنْ وَّرَائِهَا جَاءَ الْوَلَدُ اَحْوَلَ فَنَزَلَتْ ﴿نِسَآءُ كُمْ حَرْثٌ لَّكُمْ فَاْتُوْا حَرْثَكُمْ اَنّٰى شِئْتُمْ﴾.

ابن منکدر سے روایت ہے کہ انہوں نے حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سنا انہوں نے فرمایا کہ یہودی کہتے تھے: جب کوئی پیچھے سے اپنی عورت سے جماع کرے گا تو اولاد بھینگی ہوگی تو اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی: تمہاری عورتیں تمہاری کھیتیاں ہیں تم اپنی کھیتیوں میں جس طرح چاہو آؤ۔

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اس تشریح نے واضح کر دیا کہ ''انی شئتم'' سے مراد طریقہ کار کی تعمیم ہے نہ کہ موضع جماع کی۔

بَابٌ

[البقرہ: ٢٣٢ کی تفسیر]

قَوْلِهٖ ﴿وَاِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَبَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَلَا تَعْضُلُوْهُنَّ اَنْ يَّنْكِحْنَ اَزْوَاجَهُنَّ﴾ (البقرہ: ٢٣٢). (ص ٦٤٩)

اللہ عزوجل کے اس ارشاد کی تفسیر: اور جب تم اپنی عورتوں کو طلاق دو اور وہ اپنی عدت پوری کرلیں تو انہیں پہلے شوہروں کے ساتھ نکاح کرنے سے نہ روکو۔

٢٢٢٩- عَنِ الْحَسَنِ اَنَّ اُخْتَ مَعْقِلِ بْنِ يَسَارٍ طَلَّقَهَا زَوْجُهَا فَتَرَكَهَا حَتّٰى انْقَضَتْ عِدَّتُهَا فَخَطَبَهَا فَاَبٰى مَعْقِلٌ فَنَزَلَتْ ﴿فَلَا تَعْضُلُوْهُنَّ اَنْ يَّنْكِحْنَ اَزْوَاجَهُنَّ﴾.

حضرت حسن بصری سے روایت ہے کہ حضرت معقل بن یسار کی بہن کو ان کے شوہر نے طلاق دی اور رجعت نہیں کی یہاں تک کہ ان کی عدت پوری ہوگئی اس کے بعد ان کو نکاح کا پیغام دیا تو حضرت معقل نے انکار کر دیا۔ اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی: اپنے پہلے شوہروں سے نکاح کرنا چاہیں تو انہیں منع نہ کرو۔

(بخاری۔ ج ٢ ص ٧٧٠۔ کتاب النکاح۔ باب: لا نکاح الا بولی' کتاب الطلاق۔ ص ٨٠٢۔ باب: قوله وبعولتهن احق بردهن' ابوداؤد۔ کتاب النکاح۔ ترمذی' نسائی۔ کتاب التفسیر)

حضرت معقل بن یسار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ان بہن کا نام کیا تھا؟ اس میں مختلف اقوال ہیں جمیل' جمیلہ' لیلیٰ' فاطمہ۔ ہوسکتا ہے کہ ان کے کئی ایک نام رہے ہوں۔ جن صاحب کے ساتھ ان کا نکاح ہوا تھا' ان کا نام ابوالبداح بن عاصم انصاری تھا۔ کتاب النکاح میں ہے کہ

اس آیت کے نازل ہونے کے بعد حضرت معقل بن یسار نے اپنی بہن کا نکاح ابوالبداح کے ساتھ کر دیا تھا۔

بَابُ [البقرہ:۲۳۷ کی تفسیر]

قَوْلِهٖ ﴿وَالَّذِیْنَ یُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَیَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا یَّتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَّعَشْرًا. اِلٰی. بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِیْرٌ﴾ (البقرہ:۲۳۴) ﴿یَعْفُوْنَ﴾ (البقرہ:۲۳۷) یَهَبْنَ. (ص۶۵۰)

اللہ عزوجل کے اس ارشاد کی تفسیر: تم میں جو لوگ وفات پائیں اور بیویاں چھوڑیں تو وہ چار ماہ دس دن اپنے آپ کو روکے رہیں "بما تعملون خبیر" تک۔ "یعفون" کا معنی ہے: دے دیں۔

۲۲۳۰- عَنِ ابْنِ اَبِیْ مُلَیْكَةَ قَالَ ابْنُ الزُّبَیْرِ قُلْتُ لِعُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ ﴿وَالَّذِیْنَ یُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَیَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا﴾ (البقرہ:۲۴۰) قَالَ قَدْ نَسَخَتْهَا الْاٰیَةُ الْاُخْرٰی فَلِمَ تَكْتُبُهَا اَوْ تَدَعُهَا قَالَ یَا ابْنَ اَخِیْ لَا اُغَیِّرُ شَیْئًا مِّنْهُ مِنْ مَّكَانِهٖ. (بخاری۔ ج۲ص۱۰۰۶۔ باب: قوله والذین یتوفون منكم و یذرون ازواجا)

حضرت عبداللہ بن زبیر نے کہا: میں نے حضرت عثمان بن عفان سے آیت کریمہ: تم میں سے جو لوگ وفات پائیں اور بیویاں چھوڑیں، کے بارے میں پوچھا، فرمایا: اسے دوسری آیت نے منسوخ کر دیا۔ (حضرت ابن زبیر نے کہا:) تو آپ اسے کیوں لکھتے ہیں اور مصاحف میں رہنے دیتے ہیں تو انہوں نے فرمایا: اے بھتیجے! میں قرآن کے کسی حصہ کو اس کی جگہ سے نہیں بدلوں گا۔

[عدت وفات]

"متوفی عنها زوجها" کی عدت کے بارے میں سورۂ بقرہ ہی میں دو آیتیں ہیں ایک یہی جو ابھی متن میں ہم نے ذکر کی کہ ان کی عدت سال بھر ہے اور شوہروں پر واجب ہے کہ سال بھر تک ان کے نان نفقہ کی وصیت کر جائیں۔ دوسری وہ جو باب میں مذکور ہے کہ ان کی عدت چار ماہ دس دن ہے۔ دونوں آپس میں متعارض ہیں۔ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما نے اسی کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے پوچھا تو انہوں نے فرمایا کہ یہ آیت جس میں مذکور ہے کہ "متوفی عنها زوجها" کی عدت سال بھر ہے منسوخ ہے۔ اسے اس آیت نے جس میں یہ مذکور ہے کہ ان کی عدت چار ماہ دس دن ہے منسوخ کر دیا۔ اس پر انہوں نے پوچھا: جب وہ آیت منسوخ ہے تو اس کو آپ مصحف میں کیوں لکھتے ہیں؟ فرمایا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن مجید جس ترتیب کے ساتھ جمع فرمایا تھا، اس میں یہ آیت ہے اسی لیے میں بھی اس کو لکھتا ہوں۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ منسوخ کی تین قسمیں ہیں۔ اول: منسوخ الحکم منسوخ التلاوت۔ دوسری منسوخ التلاوت اور محکم۔ ان دونوں قسموں کی آیتیں مصحف میں نہیں لکھی ہوئی ہیں۔ تیسری منسوخ الحکم اور متلو۔ ایسی آیتیں مصحف میں لکھی جاتی ہیں۔ سورۃ البقرہ: ۲۴۰ تیسری قبیل سے ہے اس کا حکم منسوخ اور تلاوت باقی ہے۔

اشکال کی بہ ظاہر ایک وجہ یہ بھی ہے کہ آیت کریمہ "یَتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَّعَشْرًا" (البقرہ:۲۳۴) پہلے ہے اور آیت کریمہ "وَصِیَّةً لِّاَزْوَاجِهِمْ مَّتَاعًا اِلَی الْحَوْلِ" (البقرہ:۲۴۰) بعد میں ہے۔ اس کے بعد میں ہونے سے کسی کو یہ شبہہ ہو سکتا ہے کہ یہ ناسخ ہے اور وہ منسوخ۔ حالانکہ ایسا نہیں ہے۔ نسخ کا تعلق نزول سے ہے تلاوت کی ترتیب سے نہیں۔

۲۲۳۱- عَنِ ابْنِ اَبِیْ نَجِیْحٍ عَنْ مُّجَاهِدٍ ﴿وَالَّذِیْنَ یُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَیَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا﴾ قَالَ كَانَتْ هٰذِهِ الْعِدَّةُ تَعْتَدُّ عِنْدَ اَهْلِ زَوْجِهَا وَاجِبٌ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ ﴿وَالَّذِیْنَ یُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَیَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا وَّصِیَّةً لِّاَزْوَاجِهِمْ مَّتَاعًا

امام مجاہد سے روایت ہے: (یہ جو اللہ عزوجل نے فرمایا:) تم میں سے جو لوگ وفات پائیں اور بیویاں چھوڑیں۔ یہ عدت واجب ہے کہ عورت اپنے شوہر کے اہل کے یہاں گزارے۔ اس کے بعد اللہ نے حکم اتارا: تم میں سے جو لوگ وفات پا جائیں اور بیویاں

اِلَى الْحَوْلِ غَيْرَ اِخْرَاجٍ فَإِنْ خَرَجْنَ فَلَاجُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيْمَا فَعَلْنَ فِيْ اَنْفُسِهِنَّ مِنْ مَّعْرُوْفٍ﴾ (البقرہ:٢٤٠) قَالَ جَعَلَ اللّٰهُ لَهَا تَمَامَ السَّنَةِ سَبْعَةَ اَشْهُرٍ وَّعِشْرِيْنَ لَيْلَةً وَّصِيَّةً اِنْ شَاءَتْ سَكَنَتْ فِيْ وَصِيَّتِهَا وَاِنْ شَاءَتْ خَرَجَتْ وَهُوَ قَوْلُ اللّٰهِ تَعَالٰى ﴿غَيْرَ اِخْرَاجٍ فَإِنْ خَرَجْنَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ﴾ (البقرہ:٢٤٠) فَالْعِدَّةُ كَمَا هِيَ وَاجِبٌ عَلَيْهَا زَعَمَ ذٰلِكَ عَنْ مُّجَاهِدٍ.

(بخاری۔ ج٢ ص٨٠٤۔ کتاب الطلاق۔ باب: والذین یتوفون منکم و یذرون ازواجا)

چھوڑیں ان کے شوہروں پر اپنی بیویوں کے لیے وصیت کرنا واجب ہے کہ سال بھر تک ان کو نفقہ دیں اور گھر سے نہ نکالیں اور اگر وہ خود گھر سے نکل جائیں تو تم پر کوئی گناہ نہیں اس بارے میں جو انہوں نے اپنے آپ کے لیے اچھا کام کر لیا۔ مجاہد نے کہا: اللہ تعالیٰ نے اس کے لیے پورا سال عدت مقرر فرمائی۔ سات مہینے بیس دن یا اگر وہ چاہے وصیت کے مطابق رہے اور اگر چاہے چلی جائے' یہی ہے اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کا مطلب: نکالنا نہیں ہے اگر خود چلی جائیں تو تم پر کوئی گناہ نہیں' پس عدت جیسی کہ ہے واجب ہے۔ اس پر ابن نجیح نے گمان کیا کہ مجاہد سے یہی مروی ہے۔

اس کا حاصل یہ ہے کہ دونوں آیتیں محکم ہیں ان میں کوئی منسوخ نہیں۔ پہلی آیت کا مطلب یہ ہے کہ ہر عورت پر چار مہینے دس دن عدت بہر حال واجب ہے جو اپنے شوہر کے گھر گزارے گی۔ ان ایام میں گھر سے باہر نہیں جا سکتی اور دوسری آیت کا مطلب یہ ہے کہ ہر شوہر پر واجب ہے کہ یہ وصیت کرے کہ عورت چاہے تو پورا سال میرے اس گھر میں رہے' ان دنوں نان و نفقہ شوہر کے ورثہ پر دینا واجب ہے' لیکن عورت کو اختیار ہے چاہے شوہر کے گھر رہے یا اگر وہ اپنی مصلحت یہ سمجھتی ہے کہ شوہر کے گھر نہ رہے تو کہیں اور بھی جا سکتی ہے' لیکن اگر وہ شوہر کے گھر رہے تو کسی کو جائز نہیں کہ اس کو نکالے۔ وارثین پر نان و نفقہ دینا واجب ہے۔

ت٦٢٣- وَقَالَ عَطَاءٌ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ نَسَخَتْ هٰذِهِ الْاٰيَةُ عِدَّتَهَا عِنْدَ اَهْلِهَا فَتَعْتَدُّ حَيْثُ شَاءَتْ وَهُوَ قَوْلُ اللّٰهِ تَعَالٰى ﴿غَيْرَ اِخْرَاجٍ﴾ قَالَ عَطَاءٌ اِنْ شَاءَتْ اِعْتَدَّتْ عِنْدَ اَهْلِهٖ وَسَكَنَتْ فِيْ وَصِيَّتِهَا وَاِنْ شَاءَتْ خَرَجَتْ لِقَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى ﴿فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيْمَا فَعَلْنَ﴾ قَالَ عَطَاءٌ ثُمَّ جَاءَ الْمِيْرَاثُ فَنَسَخَ السُّكْنٰى فَتَعْتَدُّ حَيْثُ شَاءَتْ وَلَاسُكْنٰى لَهَا.

اور عطاء نے کہا کہ حضرت ابن عباس نے کہا: اس آیت نے شوہر کے گھر عدت گزارنے کو منسوخ کر دیا' وہ جہاں چاہے عدت گزارے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: نکالنا نہیں' اور عطاء نے کہا: اگر چاہے شوہر کے اہل کے یہاں عدت گزارے اور وصیت کے مطابق رہے اور اگر چاہے ان کے یہاں سے کہیں اور چلی جائے کیونکہ اللہ عزوجل نے فرمایا: انہوں نے اپنے آپ جو کچھ کر لیا اس میں تم پر کوئی گناہ نہیں۔ عطاء نے کہا: پھر میراث کا حکم آیا تو اس نے سکنیٰ کو منسوخ کر دیا۔ جہاں چاہے عدت گزارے اسے رہائشی مکان کا حق نہیں۔

جمہور سلف وخلف کا مذہب یہ ہے کہ سورۂ بقرہ کی آیت ٢٤٠ جس میں وصیت کا حکم ہے یہ منسوخ ہے اس کی ناسخ آیت ٢٣٤ ہے جس میں یہ فرمایا گیا کہ بیوہ کی عدت چار مہینے دس دن ہے نیز یہ کہ اس پر شوہر کے اسی گھر میں عدت گزارنا واجب ہے جس میں شوہر کے انتقال کے وقت سکونت پذیر تھی اس کے علاوہ کسی دوسرے مکان میں عدت گزارنا جائز نہیں مگر یہ کہ ان مخصوص صورتوں میں جن میں ضرورت شرعیہ کا تحقق ہو۔

٢٢٣٢- عَنْ مُّحَمَّدِ بْنِ سِيْرِيْنَ قَالَ جَلَسْتُ اِلٰى مَجْلِسٍ فِيْهِ عُظْمٌ مِّنَ الْاَنْصَارِ وَفِيْهِمْ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ

محمد بن سیرین نے کہا کہ میں ایک مجلس میں حاضر ہوا جس میں بڑے بڑے انصار کرام موجود تھے جن میں عبدالرحمٰن بن ابی

بْنُ اَبِیْ لَیْلٰی فَذَکَرْتُ حَدِیْثَ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عُتْبَۃَ فِیْ شَاْنِ سُبَیْعَۃَ بِنْتِ الْحَارِثِ فَقَالَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ وَلٰکِنَّ عَمَّہٗ کَانَ لَا یَقُوْلُ ذٰلِکَ فَقُلْتُ اِنِّیْ لَجَرِیْءٌ اِنْ کَذَبْتُ عَلٰی رَجُلٍ فِیْ جَانِبِ الْکُوْفَۃِ وَرَفَعَ صَوْتَہٗ قَالَ ثُمَّ خَرَجْتُ فَلَقِیْتُ مَالِکَ بْنَ عَامِرٍ اَوْ مَالِکَ بْنَ عَوْفٍ قُلْتُ کَیْفَ کَانَ قَوْلُ ابْنِ مَسْعُوْدٍ فِی الْمُتَوَفّٰی عَنْھَا زَوْجُھَا وَھِیَ حَامِلٌ فَقَالَ قَالَ ابْنُ مَسْعُوْدٍ اَتَجْعَلُوْنَ عَلَیْھَا التَّغْلِیْظَ وَلَا تَجْعَلُوْنَ لَھَا الرُّخْصَۃَ لَنَزَلَتْ سُوْرَۃُ النِّسَاءِ الْقُصْرٰی بَعْدَ الطُّوْلٰی وَقَالَ اَیُّوْبُ عَنْ مُّحَمَّدٍ لَقِیْتُ اَبَا عَطِیَّۃَ مَالِکَ بْنَ عَامِرٍ. (بخاری۔ ج۲ ص۷۲۹۔ کتاب التفسیر۔ باب: واولات الاحمال اجلھن)

لیلیٰ بھی تھے۔ میں نے عبداللہ بن عتبہ کی حدیث جو سبیعہ بنت حارث کے بارے میں ہے ذکر کی تو عبدالرحمٰن نے کہا: لیکن ان کے چچا یہ نہیں کہتے' تو میں نے کہا کہ میں جری ہوں گا اگر میں کوفہ کے گوشے میں رہنے والے ایک شخص پر جھوٹ باندھوں' اور ابن سیرین نے اپنی آواز کو اونچا کیا۔ انہوں نے کہا: میں وہاں سے نکلا تو میں نے مالک بن عامر سے یا مالک بن عوف سے ملاقات کی تو میں نے کہا: حضرت ابن مسعود کا کیا قول ہے ''متوفی عنہا زوجھا '' کے بارے میں جب وہ حاملہ ہو؟ تو انہوں نے کہا کہ حضرت ابن مسعود نے فرمایا: تم لوگ اس پر سختی کرتے ہو اسے رخصت پر عمل کرنے نہیں دیتے۔ چھوٹی سورۂ نساء بڑی کے بعد نازل ہوئی ہے' اور ایوب نے محمد بن سیرین سے روایت کرتے ہوئے کہا: میں نے ابوعطیہ مالک بن عامر سے ملاقات کی۔

سورۂ طلاق میں اس مجلس کی تفصیل یہ ہے کہ وہاں یہ تذکرہ تھا کہ جس عورت کا شوہر مر جائے اور وہ حاملہ ہو تو اس کی عدت کیا ہو گی؟ وضع حمل یا چار مہینے دس دن؟ اس لیے کہ سورۂ بقرہ میں اس کی عدت چار مہینے دس دن بتائی گئی ہے۔ حاملہ وغیر حاملہ کی تخصیص نہیں۔ اس کے اطلاق سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اگر متوفی عنہا زوجہا حاملہ ہو تو بھی اس کی عدت چار مہینے دس دن ہے اور سورۂ طلاق میں حاملہ کی عدت مطلقاً وضع حمل بتائی گئی ہے۔ خواہ متوفی عنہا زوجہا ہو یا مطلقہ ہو۔ اس کا عموم یہ چاہتا ہے کہ متوفی عنہا زوجہا اگر حاملہ ہو تو اس کی عدت بھی وضع حمل ہے۔ اس مجلس میں جب یہ ذکر آیا تو عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ نے بتایا کہ اس کی عدت ابعد الاجلین ہے یعنی دونوں عدتوں میں جو زیادہ ہو تو محمد بن سیرین نے ٹوکا اور سبیعہ بنت حارث کے بارے میں جو عبداللہ بن عتبہ کی حدیث مروی ہے اس کو بیان کیا۔ یہ حدیث یہ ہے کہ سبیعہ بنت حارث کا نکاح حضرت سعد بن خولہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہوا تھا' ان کا مکہ میں وصال ہو گیا۔ شوہر کی وفات کے بعد پچیس دن یا اس سے کم پر ان کے بچہ پیدا ہوا۔ ابوالسنابل نے ان سے کہا: تمہاری عدت چار مہینے دس دن ہے۔ سبیعہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور سارا قصہ بتایا۔ حضور نے ان سے ارشاد فرمایا کہ عدت پوری ہو گئی تو جس سے چاہے نکاح کر لے۔ اس حدیث کو سن کر عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ نے کہا کہ عبداللہ بن عتبہ کے چچا یعنی حضرت عبداللہ بن مسعود اس حدیث کے مطابق فتویٰ نہیں دیتے یعنی وہ متوفی عنہا زوجہا حاملہ کی عدت ابعد الاجلین قرار دیتے ہیں تو محمد بن سیرین نے کہا کہ میں نے ابو مالک بن عامر سے ملاقات کی۔ یہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے اصحاب میں سے تھے۔ ان سے میں نے پوچھا کہ عبداللہ بن مسعود اس سلسلے میں کیا فتویٰ دیتے تھے؟ تو انہوں نے بتایا کہ سورۂ طلاق سورۂ بقرہ کے بعد نازل ہوئی ہے۔ اللہ نے اس کے لیے آسانی کی ہے اور تم لوگ سختی کرتے ہو۔ سورۂ نساء قصریٰ سے مراد سورۂ طلاق ہے جو اٹھائیسویں پارے میں ہے اور سورۂ نساء طولیٰ سے مراد سورۂ بقرہ ہے۔ اب اشکال یہ ہے کہ عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ نے کیسے کہہ دیا کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اس کی عدت ابعد الاجلین بتاتے تھے۔ ہو سکتا ہے کہ جب تک نسخ کا علم حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو نہیں تھا تو وہی فتویٰ دیتے رہے ہوں کہ اس کی عدت ابعد الاجلین ہے لیکن جب نسخ کا علم ہو گیا تو اس سے رجوع فرما لیا۔ سورۂ طلاق کی روایت میں یہ ہے ''فضمن لی بعض

اصحابه ''اس پر علامہ کرمانی وغیرہ نے فرمایا کہ صحیح لفظ ''ض' م' ذ'' ہے۔جس کے معنی چپ کرانے کے ہیں۔ چونکہ عبدالرحمٰن بن ابی لیلٰی کی لوگوں کے دلوں میں بڑی عزت تھی ان کے خلاف جب محمد بن سیرین نے جرأت کی تو لوگوں پر گراں گزرا اور لوگوں نے ان کو چپ رہنے کا اشارہ کیا۔ یہاں ایک روایت ''فـغـمـض'' کی ہے' اس کے معنی ہیں کہ آنکھ کو میچا جس سے ان کا مقصود تھا چپ کرانا' ''ضمن'' کی روایت کو علامہ ابن حجر نے فرمایا: اس کا معنی ظاہر نہیں' لیکن علامہ عینی نے فرمایا: اس کی توجیہ یہ ہے' قاموس میں ہے:

والمضمن كمعظم من الاصوات ما لا يستطاع الوقوف عنه حتى يوصل لآخره. — جیسے بہت سی آوازیں ایسی ہیں جو سمجھ میں نہیں آتی ہیں کہ اس کا مدلول دوسرے تک پہنچایا جائے۔

یہاں چپ رہنے کا اشارہ مراد ہے خواہ ہونٹ بند کر کے یا آنکھ میچ کے' یعنی ان لوگوں نے کیا کہا یہ تو سمجھ میں نہیں آیا مگر اتنی بات سمجھ میں آگئی ہے کہ وہ لوگ چپ رہنے کا اشارہ کر رہے ہیں۔ ''وقال ابن جبير كرسيه علمه''۔

حضرت سعید بن جبیر نے فرمایا: ''وَسِعَ كُرْسِيُّهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ'' میں کرسی سے مراد اللہ تعالیٰ کا علم ہے یعنی اس کا علم آسمان وزمین کو وسیع ہے۔ یہ حضرت سعید بن جبیر کا قول ہے۔ جمہور کرسی سے مراد کرسی ہی لیتے ہیں' اور اس کی حقیقت کیا ہے؟ یہ متشابہات میں سے ہے' اس لیے کہ کرسی بیٹھنے والے کو گھیرے رہتی ہے اور اللہ تعالیٰ اس سے منزہ ہے کہ کوئی اسے گھیرے۔

''يقال بسطةً زيادة وفضلا'' طالوت کے بارے میں فرمایا گیا: ''زَادَهٗ بَسْطَةً فِي الْعِلْمِ وَالْجِسْمِ'' (البقرہ:٢٤٧) اور اسے علم اور جسم میں کشادگی زیادہ دی۔ ''افرغ انزل'' اصحاب طالوت کی دعا میں ہے۔ ''رَبَّنَا اَفْرِغْ عَلَيْنَا صَبْرًا'' اے رب ہمارے! ہم پر صبر انڈیل' امام بخاری نے فرمایا کہ ''افرغ'' کے معنی ''انزل'' ہیں یعنی انڈیل۔

''يَئُوْدُهٗ' يثقله' اٰدَنِي اثقلني' والاٰد' والايد' القوة'' آیۃ الکرسی میں ہے ''ولا يؤده حفظهما'' اور اسے بھاری نہیں ان کی نگہبانی۔ امام بخاری نے فرمایا: ''يؤد'' کے معنی ''يثقله'' ہے جیسے بولتے ہیں ''اٰدَنِي'' اس نے مجھ کو بوجھل کر دیا۔ ''اد'' اور ''ايد'' کے معنی قوت کے ہیں۔ ''فَبُهِتَ ذَهَبَتْ حجته'' نمرود کے بارے میں فرمایا گیا ہے ''فَبُهِتَ الَّذِيْ كَفَرَ'' (البقرہ:٢٥٨) کافر کے ہوش اڑ گئے۔ امام بخاری نے فرمایا کہ اس کے معنی ہیں: اس کی دلیل ختم ہو گئی ''خاويةٌ لا انيس فيها''۔ حضرت عزیر ایک ویران بستی پر گزرے' اس بستی کے بارے میں فرمایا گیا ''خاوية على عروشها'' وہ گری پڑی تھی اپنی چھتوں پر' امام بخاری فرماتے ہیں: ''خَاوِيَةٌ'' کے معنی ہیں کہ وہاں پر کوئی مونس نہیں تھا' ''عروشها' ابنيتها'' امام بخاری نے فرمایا کہ ''عروش'' سے مراد بنیادیں ہیں ''السنة النعاس'' آیۃ الکرسی میں ہے: ''لا تاخذه سنة ولا نوم'' اسے نہ اونگھ آئے نہ نیند' امام بخاری نے فرمایا کہ ''سنة'' کے معنی اونگھ کے ہیں۔ حضرت عزیر کے قصے میں ہے کہ اللہ عزوجل نے ان پر نیند طاری فرما دی اور وہ پورے سو سال سوتے رہے' صبح کے وقت لیٹے تھے اور شام کو ان کی آنکھ کھلی۔ اللہ عزوجل نے ان سے دریافت فرمایا: تم یہاں کتنی دیر ٹھہرے' عرض کیا: دن بھر یا کم۔ فرمایا: تو تو سو سال اسی حال میں رہا' اپنے کھانے اور پانی کو دیکھ کہ اب تک بو نہ لایا اور اپنے گدھے کو دیکھ کہ جس کی ہڈیاں تک سلامت نہ رہیں' فرمایا: ''وَانْظُرْ اِلَى الْعِظَامِ كَيْفَ نُنْشِزُهَا ثُمَّ نَكْسُوْهَا لَحْمًا'' (البقرہ:٢٥٩) اور ان ہڈیوں کو دیکھ کیوں کر ہم انہیں اٹھان دیتے' پھر انہیں گوشت پہناتے ہیں۔ امام بخاری نے فرمایا کہ ''ننشزها'' کے معنی: ''نخرجها'' ہے ''اعصارٌ ريح عاصف تهب من الارض الى السماء كعمودٍ فيه نارٌ''۔ ''اعصار'' کے معنی تیز ہوا جو زمین سے آسمان کی طرف ستون کی طرح اٹھتی ہے' بگولہ' جس میں آگ ہے۔ ''وقال ابن عباسٍ صلدا ليس عليه شيءٌ'' پتھر جس پر کچھ نہ ہو' ''وقال عكرمة وَابِلٌ مطر شديدٌ''۔ ''وابل'' کے معنی تیز بارش ہے ''الطل الندى'' تری (اوس) ''وهذا مثل عمل المؤمن'' یہ مومن کے

عمل کی مثال ہے کہ وہ بہر حال سودمند ہوتا ہے ''یتسنه'' ''یتغیر'' بدلتا ہے۔ حضرت عزیر کے کھانے پانی کے بارے میں فرمایا گیا تھا: ''لم یتسنه'' وہ بدلا نہیں جوں کا توں ہے۔

حضرت امام بخاری نے اس کے اوپر باب قائم کیا تھا صلوٰۃ الخوف کا' اب مذکورہ بالا عبارات کا صلوٰہ خوف سے کیا تعلق ہے اس کو میں نہیں سمجھ پایا۔ ہندوستان کے مطبوعہ نسخوں میں اسی طرح ہے لیکن علامہ عینی نے بعد میں ''وقال ابن جبیر'' سے باب کے بعد پہلے وہ حدیث ذکر کی ہے جس میں صلوٰۃ الخوف کی تفصیل مذکور ہے۔

بَابٌ

[البقرہ:٢٦٦ کی تفسیر]

قَوْلِهِ ﴿اَيَوَدُّ اَحَدُكُمْ اَنْ تَكُوْنَ لَهٗ جَنَّةٌ﴾ اِلٰى قَوْلِهِ ﴿تَتَفَكَّرُوْنَ﴾ (البقرہ:٢٦٦). (ص ٦٥١)

اللہ عزوجل کے اس ارشاد کی تفسیر: کیا تم میں سے کوئی یہ پسند کرتا ہے کہ اس کے لیے باغ ہو؟ پوری آیت ''تتفکرون'' تک،

٢٢٣٣- عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ وَعَنْ عُبَيْدِ بْنِ عُمَيْرٍ قَالَ قَالَ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يَوْمًا لِاَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْمَ تَرَوْنَ هٰذِهِ الْاٰيَةَ نَزَلَتْ ﴿اَيَوَدُّ اَحَدُكُمْ اَنْ تَكُوْنَ لَهٗ جَنَّةٌ﴾ قَالُوْا اللّٰهُ اَعْلَمُ فَغَضِبَ عُمَرُ فَقَالَ قُوْلُوْا نَعْلَمُ اَوْ لَا نَعْلَمُ فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ فِيْ نَفْسِيْ مِنْهَا شَيْءٌ يَا اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ قَالَ عُمَرُ يَا ابْنَ اَخِيْ قُلْ وَلَا تَحْقِرْ نَفْسَكَ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ ضُرِبَتْ مَثَلًا لِعَمَلٍ قَالَ عُمَرُ اَيُّ عَمَلٍ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ لِعَمَلٍ قَالَ عُمَرُ لِرَجُلٍ غَنِيٍّ يَعْمَلُ بِطَاعَةِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ ثُمَّ بَعَثَ اللّٰهُ لَهُ الشَّيْطَانَ فَعَمِلَ بِالْمَعَاصِيْ حَتّٰى اَغْرَقَ اَعْمَالَهٗ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور حضرت عبید بن عمیر سے روایت ہے کہ ایک روز حضرت عمر نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب سے دریافت کیا کہ اللہ عزوجل کے اس ارشاد: کیا تم میں سے کوئی اسے پسند کرے گا کہ اس کے پاس ایک باغ ہو' اس کے بارے میں آپ لوگ کیا جانتے ہو؟ ان لوگوں نے عرض کیا: اللہ خوب جانتا ہے۔ اس پر حضرت عمر کو جلال آ گیا' فرمایا: کہو ہم جانتے ہیں یا نہیں جانتے ہیں۔ اس پر حضرت ابن عباس نے عرض کیا: اس کے بارے میں میرے جی میں کچھ آیا ہے' اے امیر المومنین۔ حضرت عمر نے فرمایا: اے بھتیجے! کہو اور اپنے آپ کو حقیر نہ جان۔ حضرت ابن عباس نے عرض کیا: یہ عمل کی مثل بیان فرمائی گئی ہے۔ حضرت عمر نے پوچھا: کون سا عمل؟ حضرت ابن عباس نے عرض کیا: عمل کی۔ حضرت عمر نے فرمایا: ایک ایسے مال دار کی جو اللہ عزوجل کی اطاعت کرتا ہے پھر اللہ نے اس پر شیطان مسلط فرما دیا اور وہ گناہ کرنے لگا یہاں تک کہ اس کے تمام اعمال حسنہ غرق ہو گئے۔

پوری آیت کریمہ کا ترجمہ یہ ہے: کیا تم میں سے کوئی یہ بات پسند کرتا ہے کہ اس کے پاس کوئی باغ ہو کھجوروں اور انگوروں کا' جس کے نیچے ندیاں بہیں اس کے لیے اس میں ہر قسم کے پھل ہیں اور اسے بڑھاپا آیا اور اس کے ناتواں بچے ہیں تو آیا اس پر ایک بگولہ جس میں آگ تھی تو جل گیا' ایسا ہی بیان کرتا ہے اللہ تم سے اپنی آیتیں کہ کہیں تم دھیان لگاؤ۔ (آیت:٢٦٦) حضرت سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے اس کی تفسیر میں یہ فرمایا کہ ایک مال دار شخص ہے' وہ گناہوں سے بچتا ہے' تمام فرائض و واجبات کو کما حقہ ادا کرتا ہے' تمام مستحبات کی بھی پابندی کرتا ہے' یہ ایسے ہی ہے جیسے ایک شخص ہے جس کا ایک باغ ہے جس میں قسم قسم کے پھل لگے ہیں۔ باغ کے سینچنے کے لیے پانی بھی قریب ہی ہے' یہ شخص کتنا خوش حال و فارغ البال ہو گا' لیکن اچانک آتشیں بگولے سے اس کا باغ جل گیا۔ وہ

بھی اس وقت جب کہ وہ بوڑھا ہو چکا تھا۔ اس کے چھوٹے چھوٹے ناتواں بچے تھے تو اس کا حال کیا ہوگا؟ اسی طرح وہ نیک صالح مال دار جو مرنے کے قریب اچانک گناہوں میں مبتلا ہو گیا تو حشر کے دن اس کا حال بھی وہی ہوگا جو اس باغ کے مالک کا ہوا تھا۔

بَابٌ [البقرہ:۲۷۳ کی تفسیر]

قَوْلِهٖ ﴿لَا يَسْئَلُوْنَ النَّاسَ اِلْحَافًا﴾ (البقرہ:۲۷۳). اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی تفسیر: لوگوں سے گڑگڑا کر سوال نہیں کرتے۔ (ص ٦٥١)

"يُقَالُ اَلْحَفَ عَلَيَّ وَاَلَحَّ عَلَيَّ وَاَحْفَانِيْ بِالْمَسْئَلَةِ ﴿فَيُحْفِكُمْ﴾ (محمد:۳۷) يُجْهِدْكُمْ"...... "يُجْهِدْكُمْ" کہا جاتا ہے "الحف علی والح علی" وہ میرے سامنے گڑگڑایا، انتہائی عاجزی کے ساتھ سوال کیا، اور سوال کرنے میں اس نے بہت عاجزی کی۔ سورۂ محمد میں فرمایا گیا: "اِنْ يَّسْئَلْكُمُوْهَا فَيُحْفِكُمْ تَبْخَلُوْا وَ يُخْرِجْ اَضْغَانَكُمْ" (محمد:۳۷) اگر انہیں تم سے طلب کرے اور زیادہ طلب کرے تو تم بخل کرو گے اور وہ بخل تمہارے دلوں کے میل کو ظاہر کر دے گا۔ امام بخاری نے "فیحفکم" کی تفسیر "یجهدکم" سے کی، اس سے یہ افادہ کرنا چاہتے ہیں کہ "الحاف"، "الحاح" اور "احفاء" سب کے معنی ایک ہیں، مانگنے میں گڑگڑانا، عاجزی کرنا۔

بَابٌ [البقرہ:۲۸۱ کی تفسیر]

قَوْلِهٖ ﴿وَاتَّقُوْا يَوْمًا تُرْجَعُوْنَ فِيْهِ اِلَى اللّٰهِ﴾ (البقرہ:۲۸۱) اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی تفسیر: اس دن سے ڈرو جس دن اللہ کی طرف لوٹ کر جاؤ گے۔

٢٢٣٤- ح: [اٰيَةُ الرِّبَا اٰخِرُ اٰيَةٍ نَزَلَتْ] آیت ربا سب سے آخر میں نازل ہوئی

٢٢٣٤- عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ اٰخِرُ اٰيَةٍ نَزَلَتْ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اٰيَةُ الرِّبٰوا.

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: سب سے آخر میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر جو آیت نازل کی گئی وہ آیت ربا ہے۔

سب سے آخر میں کون سی آیت نازل ہوئی اس بارے میں علماء کے مابین جو اختلافات ہیں اور ان میں جو تطبیق ہے وہ پہلے ذکر کی جا چکی ہے۔

بَابٌ [البقرہ:۲۸۴ کی تفسیر]

قولِهٖ ﴿وَاِنْ تُبْدُوْا مَا فِيْٓ اَنْفُسِكُمْ اَوْ تُخْفُوْهُ يُحَاسِبْكُمْ بِهِ اللّٰهُ فَيَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيُعَذِّبُ مَنْ يَّشَآءُ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ۝﴾ (البقرہ:۲۸۴).

اللہ عزوجل کے اس ارشاد کی تفسیر: تمہارے جی میں جو کچھ ہے اسے ظاہر کرو یا چھپاؤ اللہ اس کا حساب لے گا، پھر جسے چاہے بخشے جسے چاہے عذاب دے اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے۝

(ص ٦٥٢)

٢٢٣٥- عَنْ مَّرْوَانَ الْاَصْفَرِ عَنْ رَّجُلٍ مِّنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ ابْنُ عُمَرَ اَنَّهَا قَدْ نُسِخَتْ ﴿وَاِنْ تُبْدُوْا مَا فِيْٓ اَنْفُسِكُمْ اَوْ تُخْفُوْهُ﴾ الْاٰيَةَ.

مروان اصفر سے روایت ہے کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں سے ایک صاحب سے روایت کرتے ہیں اور وہ حضرت ابن عمر ہیں کہ آیت کریمہ "ان تبدوا ما فی انفسکم او تخفوه" منسوخ ہو چکی ہے۔

مسند امام احمد بن حنبل میں ہے کہ حضرت ابن عباس نے فرمایا کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو صحابہ کرام کو غم لاحق ہوا اور انہوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ہم ہلاک ہو گئے اس لیے کہ ہمارے دل ہمارے اختیار میں نہیں۔ فرمایا: تم لوگ یہ کہو: ہم نے سنا اور مانا۔ لوگوں نے کہا: "وَاِنْ تُبْدُوْا مَا فِیْٓ اَنْفُسِكُمْ" کو "لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا" (البقرہ:٢٨٦) اللہ ہر شخص کو اس کی وسعت کے مطابق ہی تکلیف دیتا ہے" نے منسوخ کر دیا۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو ابتداءً اس کے منسوخ ہونے کا علم نہیں تھا۔ اسی بناء پر ان سے مروی ہے کہ ایک دفعہ انہوں نے اس آیت کی تلاوت فرمائی اور روئے۔ بعد میں نسخ کا علم ہوا جیسا کہ بخاری کی اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے۔ اس کے بعد والے باب میں یہی حدیث خود حضرت ابن عمر ہی سے اس تصریح کے ساتھ مروی ہے کہ آیت کریمہ "وان تبدوا ما فی انفسکم" کو اس آیت نے منسوخ کر دیا جو اس کے بعد ہے یعنی "لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا"۔

بَابٌ [البقرہ:٢٨٥ کی تفسیر]

﴿اٰمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِ مِنْ رَّبِّهٖ﴾ (البقرہ: ٢٨٥). (ص ٦٥٢) اللہ عزوجل کے اس ارشاد کی تفسیر: رسول اس پر ایمان لایا جو اس کی جانب اس کے رب کی طرف سے اتارا گیا۔

ت ٦٢٤- وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ ﴿اِصْرًا﴾ (البقرہ:٢٨٦) عَهْدًا وَيُقَالُ ﴿غُفْرَانَكَ﴾ (البقرہ:٢٨٥) مَغْفِرَتَكَ ﴿فَاغْفِرْ لَنَا﴾ (البقرہ:٢٨٦). حضرت ابن عباس نے فرمایا: "اصرًا" کا معنی: عہد و پیمان ہے "غفران" کا معنی: مغفرت ہے۔

اور یہ فعل محذوف کا مفعول مطلق ہے۔ اصل عبارت تھی: "فَاغفر لنا غفرانك"۔

سورۃ آل عمران (ص ٦٥٢)

سورۂ آل عمران مدنی ہے جو قرآن کی تیسری سورت ہے۔

"تُقَاةٌ وَّتَقِيَّةٌ وَّاحِدَةٌ"..... ان دونوں کے معنی ایک ہیں 'بچنا' 'ڈرنا' ﴿صِرٌّ﴾ (آل عمران:١١٧) بَرْدٌ ﴿شَفَا حُفْرَةٍ﴾ (آل عمران:١٠٣) مِثْلُ شَفَا الرَّكِيَّةِ وَهُوَ حَرْفُهَا..... گڑھے کے کنارے جیسے کنویں کی "منڈ" یعنی اس کا کنارہ ﴿تُبَوِّئُ﴾ (آل عمران:١٢١) تَتَّخِذُ مُعَسْكَرًا..... لشکر کی جگہ بنا رہے تھے مورچے قائم کر رہے تھے "اَلْمُسَوَّمُ الَّذِیْ لَهٗ سِيْمَاءٌ بِعَلَامَةٍ اَوْ بِصُوْفَةٍ اَوْ بِمَا كَانَ"..... "مسوم" کا معنی ہے: جس کے اوپر کوئی نشان لگایا گیا ہو کوئی علامت بنا دی گئی ہو اون سے ہو یا کسی اور چیز سے ہو ﴿رِبِّيُّوْنَ﴾ (آل عمران:١٤٦) اَلْجَمِيْعُ وَالْوَاحِدُ رِبِّيٌّ..... "ربیون" جمع ہے اس کا واحد "ربی" ہے "رِبِّی" کے معنی: اللہ والے کے ہیں۔

﴿تَحُسُّوْنَهُمْ﴾ (آل عمران:١٥٢) تَسْتَاْصِلُوْنَهُمْ قَتْلًا..... ان کو قتل کر کے ان کی بنیاد ختم کر رہے ہیں ﴿غُزًّا﴾ (آل عمران ١٥٦) وَاحِدُهَا غَازٍ..... غازی کی جمع ہے جنگ کرنے والے حملہ کرنے والے ﴿سَنَكْتُبُ﴾ (آل عمران:١٨١) سَنَحْفَظُ..... لکھنے سے مراد یہ ہے کہ اسے محفوظ کر لیں گے ﴿نُزُلًا﴾ (آل عمران:١٩٨) ثَوَابًا وَيَجُوْزُ وَمُنْزَلٌ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ كَقَوْلِكَ اَنْزَلْتُهٗ..... "نزل" کا معنی ثواب ہے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ مراد یہ ہو کہ اللہ کے یہاں سے اتارا ہوا "وَقَالَ مُجَاهِدٌ ﴿وَالْخَيْلُ الْمُسَوَّمَةُ﴾ (آل عمران:١٤) اَلْمُطَهَّمَةُ الْحِسَانُ"..... نشان لگائے ہوئے تندرست گھوڑے "وَقَالَ ابْنُ جُبَيْرٍ ﴿وَحَصُوْرًا﴾ (آل عمران:٣٩) لَا يَاْتِي النِّسَاءَ"..... اور ابن جبیر نے کہا: حصور وہ ہے جو عورتوں کے قریب نہ جائے "وَقَالَ عِكْرِمَةُ ﴿مِنْ فَوْرِهِمْ﴾ (آل عمران:١٢٥) مِنْ غَضَبِهِمْ يَوْمَ بَدْرٍ"..... بدر کے دن ان کے غضب کی وجہ سے "وَقَالَ مُجَاهِدٌ ﴿يُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ﴾ (الانعام:٩٥) اَلنُّطْفَةُ تَخْرُجُ مَيِّتَةً وَّيُخْرِجُ مِنْهَا الْحَيَّ"..... مجاہد نے کہا: زندہ کو مردے سے نکالتا ہے یعنی نطفہ بے جان نکلتا ہے اور اس سے

زندہ پیدا ہوتا ہے ﴿اَلْاِبْكَارُ﴾ (آل عمران:٤١) اَوَّلُ الْفَجْرِ...... ابکار کے معنی فجر کا ابتدائی حصہ ''وَالْعَشِيُّ مَيْلُ الشَّمْسِ اُرَاهُ اِلٰى اَنْ تَغْرُبَ''...... ''عشی'' کا معنی: سورج ڈھلنے سے لے کر سورج ڈوبنے تک ہے۔

بَابٌ [آل عمران: ٧ کی تفسیر]

﴿مِنْهُ اٰيَاتٌ مُّحْكَمَاتٌ﴾ (آل عمران:٧). اللہ عزوجل کے اس ارشاد کی تفسیر: اور اس کی کچھ آیتیں محکم ہیں۔ (ص ٦٥٢)

''وَقَالَ مُجَاهِدٌ اَلْحَلَالُ وَالْحَرَامُ''...... آیات محکم سے مراد وہ آیتیں ہیں جن میں حلال وحرام کا بیان ہے ﴿وَاُخَرُ مُتَشَابِهَاتٌ﴾ (آل عمران:٧) يُصَدِّقُ بَعْضُهُ بَعْضًا...... متشابہ سے مراد یہ ہے کہ بعض آیتیں بعض کی تصدیق کرتی ہیں...... كَقَوْلِهٖ تَعَالٰى ﴿وَمَا يُضِلُّ بِهٖٓ اِلَّا الْفَاسِقِيْنَ﴾ (البقرہ:٢٦)...... جیسے اللہ تعالیٰ کا ارشاد کہ اس سے صرف فاسق ہی گمراہ ہوتے ہیں اور گمراہ ہیں...... وَكَقَوْلِهٖ جَلَّ ذِكْرُهٗ ﴿وَيَجْعَلُ الرِّجْسَ عَلَى الَّذِيْنَ لَايَعْقِلُوْنَ﴾ (یونس:١٠٠)...... جیسے اللہ کا ارشاد ہے: اور اللہ گندگی ان لوگوں پر ڈالتا ہے جو بے سمجھ ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ جو لوگ اپنی بے عقلی سے متشابہات کی ایسی تاویل کرتے ہیں جو محکمات کے معارض ہیں وہ ناسمجھ ہیں اور گندگی یعنی کفر کے مرتکب...... وَكَقَوْلِهٖ ﴿وَالَّذِيْنَ اهْتَدَوْا زَادَهُمْ هُدًى﴾ (محمد:١٧)...... اور جیسے اللہ تعالیٰ کا ارشاد: اور جن لوگوں نے ہدایت پائی اللہ نے ان کی ہدایت اور بڑھا دی۔ مطلب یہ ہے کہ جنہوں نے متشابہات کے علم کو اللہ عزوجل اور رسول اللہ ﷺ کے حوالے کیا اور یہ اعتقاد رکھا کہ یہ حق ہے یا اس کی کوئی تاویل کی تو محکمات کے مطابق کی یہ لوگ ہدایت یافتہ ہیں ﴿زَيْغٌ﴾ (آل عمران:٧) شَكٌّ...... ''زیغ'' کے معنی کجی سے مراد شک ہے ﴿اِبْتِغَاءَ الْفِتْنَةِ﴾ (آل عمران:٧) اَلْمُشْتَبِهَاتِ...... فتنہ تلاش کرتے ہوئے ''مشتبہات'' میں اس کی دو صورتیں ہیں یا تو اس کے حق ہونے سے انکار کریں یا ان کی ایسی تاویل کریں جو محکمات کی معارض ہوں ﴿وَالرَّاسِخُوْنَ﴾ يَعْلَمُوْنَ ﴿يَقُوْلُوْنَ اٰمَنَّا بِهٖ﴾ (آل عمران:٧)...... ''وَالرَّاسِخُوْنَ فِي الْعِلْمِ'' کے معنی یہ ہیں کہ وہ جانتے ہیں کہتے ہیں کہ ہم اس پر ایمان لے آئے۔

٢٢٣٦- ح: [اَلَّذِيْنَ يُؤَوِّلُوْنَ الْمُتَشَابِهَاتِ فَاُولٰٓئِكَ اَهْلُ زَيْغٍ]

جو لوگ متشابہات کی تاویل کرتے ہیں وہ لوگ اہل زیغ ہیں

٢٢٣٦- عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ تَلَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هٰذِهِ الْاٰيَةَ ﴿هُوَ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ عَلَيْكَ الْكِتَابَ مِنْهُ اٰيَاتٌ مُّحْكَمَاتٌ هُنَّ اُمُّ الْكِتَابِ وَاُخَرُ مُتَشَابِهَاتٌ فَاَمَّا الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ زَيْغٌ فَيَتَّبِعُوْنَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ ابْتِغَآءَ الْفِتْنَةِ وَابْتِغَآءَ تَاْوِيْلِهٖ وَمَا يَعْلَمُ تَاْوِيْلَهٗٓ اِلَّا اللّٰهُ وَالرَّاسِخُوْنَ فِي الْعِلْمِ يَقُوْلُوْنَ اٰمَنَّا بِهٖ كُلٌّ مِّنْ عِنْدِ رَبِّنَا وَمَا يَذَّكَّرُ اِلَّآ اُولُوا الْاَلْبَابِ۝﴾ (آل عمران:٧) قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاِذَا رَاَيْتَ الَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْنَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ فَاُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ سَمَّى اللّٰهُ فَاحْذَرُوْهُمْ.

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے یہ آیت تلاوت فرمائی: اللہ وہی ہے جس نے تم پر کتاب اتاری جس میں سے کچھ آیتیں محکم ہیں یہ اصل کتاب ہیں دوسری کچھ متشابہات ہیں، وہ لوگ جن کے دلوں میں کجی ہے وہ متشابہات کی پیروی کرتے ہیں فتنہ طلب کرتے ہوئے اور ان کی تاویل ڈھونڈتے ہوئے اور اس کا ٹھیک پہلو اللہ ہی کو معلوم ہے اور پختہ علم والے کہتے ہیں: ہم اس پر ایمان لائے سب ہمارے رب کے پاس سے ہے اور نصیحت نہیں مانتے مگر عقل والے۝ ام المومنین نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تم ان لوگوں کو دیکھو جو متشابہات کی پیروی کرتے ہیں یہی وہ لوگ ہیں جن کا اللہ نے نام

(مسلم۔ کتاب القدر' ابوداؤد۔ کتاب القدر سنۃ' ترمذی کتاب التفسیر) (زائغین) رکھا ہے' ان سے بچو۔

متشابہات کے سلسلہ میں تین مذہب ہیں۔ اسلم کہ ان کی کوئی تاویل نہ کی جائے اور اس کا علم اللہ عزوجل اور اس کے رسول ﷺ کے حوالے کیا جائے اور ان کے حق ہونے پر ایمان لایا جائے۔ سالم' بہ ضرورت ان کی تاویل کی جائے مگر ایسی جو محکمات کے مطابق ہو ان کے معارض نہ ہو۔ زائغ وہ لوگ ہیں جو اس کی من مانی ایسی تاویلیں کرتے ہیں جو محکمات کے معارض ہیں۔ آیت کریمہ میں فرمایا گیا: ''وَمَا يَعْلَمُ تَأْوِيْلَهٗ إِلَّا اللّٰهُ'' اس کے بعد ہے ''وَالرَّاسِخُوْنَ فِي الْعِلْمِ يَقُوْلُوْنَ اٰمَنَّا بِهٖ كُلٌّ مِّنْ عِنْدِ رَبِّنَا'' جو لوگ ''الا الله'' پر وقف کو لازم قرار دیتے ہیں اور ''والراسخون في العلم'' کو الگ جملہ مانتے ہیں وہ مذہب اسلم کے پابند ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ سوائے اللہ کے کوئی ان کی تاویل کو نہیں جانتا' لیکن اس کا بھی احتمال ہے ''والراسخون في العلم'' کا عطف ''الله'' پر ہو۔ اب اس کے معنی یہ ہوں گے کہ اس کی تاویل اللہ اور راسخین فی العلم کے علاوہ کوئی نہیں جانتا' یہ مذہب سالم والے ہوئے۔ اسی بناء پر یہ لوگ متشابہات کے ایسے معنی بیان کرتے ہیں جو محکمات کے مطابق ہیں معارض نہیں۔

صحیح یہ ہے کہ حضور ﷺ کو متشابہات کے معانی کا علم ہے ورنہ خطاب لغو ہو جائے گا۔ عرفاء نے فرمایا: بہت سے ارباب باطن بھی ان کے معانی جانتے ہیں۔ غالباً ابریز شریف میں ہے کہ کوئی قطب اس وقت تک قطب نہیں ہو سکتا جب تک کہ متشابہات کے معانی نہ جانے۔

بَابٌ [آل عمران:١٢٨ کی تفسیر]

قَوْلِهٖ ﴿لَيْسَ لَكَ مِنَ الْاَمْرِ شَيْءٌ﴾ (آیت:١٢٨) (ص ٦٥٥)

اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی تفسیر: آپ کو بے اذن الٰہی کوئی اختیار نہیں۔

٢٢٣٧- عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ اِذَا اَرَادَ اَنْ يَّدْعُوَ عَلٰى اَحَدٍ اَوْ يَدْعُوَ لِاَحَدٍ قَنَتَ بَعْدَ الرُّكُوْعِ فَرُبَّمَا قَالَ اِذَا قَالَ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ اَللّٰهُمَّ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ اَللّٰهُمَّ اَنْجِ الْوَلِيْدَ بْنَ الْوَلِيْدِ وَسَلَمَةَ بْنَ هِشَامٍ وَّعَيَّاشَ بْنَ اَبِيْ رَبِيْعَةَ اَللّٰهُمَّ اشْدُدْ وَطْاَتَكَ عَلٰى مُضَرَ وَاجْعَلْهَا سِنِيْنَ كَسِنِيْ يُوْسُفَ يَجْهَرُ بِذٰلِكَ وَكَانَ يَقُوْلُ فِيْ بَعْضِ صَلٰوتِهٖ فِيْ صَلٰوةِ الْفَجْرِ اَللّٰهُمَّ الْعَنْ فُلَانًا وَّفُلَانًا لِاَحْيَاءٍ مِّنَ الْعَرَبِ حَتّٰى اَنْزَلَ اللّٰهُ ﴿لَيْسَ لَكَ مِنَ الْاَمْرِ شَيْءٌ﴾ (آیت:١٢٨) اَلْاٰيَةَ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب کسی کی بربادی کی دعا کرنا چاہتے یا کسی کے لیے اچھی دعا کرنا چاہتے تو رکوع کے بعد قنوت پڑھتے' کبھی کبھی ''سمع الله لمن حمده اللهم ربنا لك الحمد'' کہنے کے بعد دعا فرماتے: اے اللہ! ولید بن ولید اور سلمہ بن ہشام اور عیاش بن ابی ربیعہ کو نجات عطا فرما۔ اے اللہ! اپنا سخت عذاب نازل فرما مضر پر اور ان پر خشک سالی نازل فرما' یوسف علیہ السلام کی خشک سالی کے مثل۔ اسے بلند آواز سے کہتے اور فجر کی نماز میں کہتے: اے اللہ! فلاں اور فلاں پر لعنت فرما' عرب کے کچھ قبیلوں کے لیے' یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا: بے عطاء الٰہی آپ کو کچھ اختیار نہیں (کہ ان کی توبہ قبول کریں یا انہیں عذاب دیں)۔

قنوت نازلہ کی پوری بحث باب الوتر میں گزر چکی ہے' یہ منسوخ نہیں جیسا کہ کچھ لوگوں کا کہنا ہے۔ اگر مسلمانوں پر کوئی عام بلا نازل ہو تو اب بھی مشروع ہے اور راجح و مختار یہ ہے کہ قنوت نازلہ بھی قبل از رکوع ہے۔ علماء احناف میں سے کچھ لوگوں نے بعد رکوع کا

قول کیا ہے مگر یہ مرجوح ہے۔

بَابٌ [آل عمران: ۱۵۳ کی تفسیر]

قَوْلِهٖ ﴿وَالرَّسُوْلُ يَدْعُوْكُمْ فِيْٓ اُخْرٰىكُمْ﴾ (آیت: ۱۵۳). (ص ۶۵۵)

اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی تفسیر: اور رسول تم کو بلاتے ہیں آخری حصے میں۔

''وَهُوَ تَانِيْثُ اٰخِرِكُمْ''...... ''اُخْرٰى''، ''اٰخر'' کا مونث ہے''وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ ﴿اِحْدَى الْحُسْنَيَيْنِ﴾ (التوبہ: ۵۲) فَتْحًا اَوْ شَهَادَةً''......دواچھائیوں میں سے ایک فتح ہے یا شہادت۔

۲۲۳۸- حَدَّثَنَا اَبُوْ اِسْحَاقَ قَالَ سَمِعْتُ الْبَرَاءَ ابْنَ عَازِبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ جَعَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الرَّجَّالَةِ يَوْمَ اُحُدٍ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ جُبَيْرٍ وَاَقْبَلُوْا مُنْهَزِمِيْنَ فَذَاكَ اِذْ يَدْعُوْهُمُ الرَّسُوْلُ فِيْٓ اُخْرٰهُمْ وَلَمْ يَبْقَ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَيْرُ اثْنَيْ عَشَرَ رَجُلًا۔

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یوم احد پیادوں پر حضرت عبداللہ بن جبیر کو امیر بنایا' وہ لوگ شکست کھا گئے' اسی وقت رسول ان کو دوسری طرف پکار رہے تھے' نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بارہ آدمیوں کے علاوہ کوئی نہیں رہ گیا تھا۔

''فاقبلوا منهزمين'' کا ظاہری معنی یہ ہے کہ وہ لوگ شکست کھا کر بھاگے حالانکہ ایسا نہیں ہوا' جب پہلے وہلہ میں قریش کے پاؤں اکھڑ گئے اور مسلمانوں نے ان کا تعاقب شروع کیا تو حضرت عبداللہ بن جبیر کے بار بار منع کرنے کے باوجود چالیس آدمی وہاں سے مال غنیمت لوٹنے کے ارادہ سے چلے آئے صرف دس آدمی رہ گئے۔ وہ سب کے سب شہید ہو گئے۔ اسلامی لشکر دوطرفہ گھیرے میں آ گیا' پیچھے سے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ حملہ آور تھے (جو ابھی مسلمان نہیں ہوئے تھے) اور آگے سے حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ پورا لشکر لے کر پلٹ پڑے' اس ناگہانی افتاد کی بدولت مجاہدین میں افراتفری مچ گئی' جو جہاں تھا وہیں پھنس کے رہ گیا۔ اس وقت حضور کے ساتھ صرف چودہ آدمی رہ گئے تھے۔ حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ نے بارہ بتایا ہے' انہوں نے اپنے علم کے مطابق کہا ہے۔

بَابٌ [آل عمران: ۱۷۳ کی تفسیر]

﴿اِنَّ النَّاسَ قَدْ جَمَعُوْا لَكُمْ﴾ (آیت: ۱۷۳) اَلْاٰيَةَ. (ص ۶۵۵)

اللہ عزوجل کے اس ارشاد کا بیان: (جب کہ لوگوں نے کہا کہ) لوگوں نے تمہارے لیے بہت بڑا لشکر جمع کر رکھا ہے۔

۲۲۳۹- عَنْ اَبِي الضُّحٰى عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا ﴿حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ﴾ قَالَهَا اِبْرَاهِيْمُ عَلَيْهِ السَّلَامُ حِيْنَ اُلْقِيَ فِي النَّارِ وَقَالَهَا مُحَمَّدٌ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِيْنَ قَالُوْا ﴿اِنَّ النَّاسَ قَدْ جَمَعُوْا لَكُمْ فَاخْشَوْهُمْ فَزَادَهُمْ اِيْمَانًا وَّقَالُوْا حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ۝﴾ (آیت: ۱۷۳). (نسائی۔ کتاب التفسیر)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت ابراہیم جب آگ میں ڈالے جا رہے تھے تو انہوں نے ''حسبنا اللہ ونعم الوکیل'' کہا تھا اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا تھا جب ان سے کچھ لوگوں نے کہا کہ ان لوگوں نے تمہارے لیے لشکر جمع کر لیا ہے تو ان سے ڈرو تو اس نے ان کے ایمان کو بڑھا دیا اور انہوں نے کہا: ''حسبنا اللہ ونعم الوکیل'' اللہ ہمیں کافی ہے اور وہ اچھا کارساز ہے۝

تفسیر طبری میں ہے کہ ابوسفیان کی ملاقات عبدالقیس کے کچھ سواروں سے ہوئی تو انہوں نے ان سے کہا: جب تم محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس جانا تو انہیں بتانا ہم نے ان پر حملہ کرنے کے لیے لشکر جمع کر لیا ہے۔ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بتایا گیا تو فرمایا: اللہ ہمیں کافی ہے اور

وہ اچھا کارساز ہے۔ قصہ یہ تھا کہ ابوسفیان یوم احد پلٹتے پلٹتے یہ کہہ آئے تھے: ہمارے تمہارے وعدے کی جگہ سال آئندہ بدر ہے جہاں تم نے ہمارے لوگوں کو قتل کیا ہے۔ اس کے مطابق سال پورا ہونے پر نبی ﷺ بدر تک تشریف لے گئے۔ ابوسفیان مکہ سے نکلے عسفان تک پہنچے اور یہ کہہ کر لوٹ گئے کہ امسال بارش نہیں ہوئی ہے خشک سالی ہے اس لیے لڑنا مناسب نہیں۔ حضور اقدس ﷺ اپنے ساتھ مال تجارت لے کر گئے تھے، اسے وہاں بیچا جس میں کافی نفع ہوا۔ اسی کو اللہ عزوجل نے فرمایا ہے:

فَانْقَلَبُوْا بِنِعْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَفَضْلٍ لَّمْ يَمْسَسْهُمْ سُوْٓءٌ وَّاتَّبَعُوْا رِضْوَانَ اللّٰهِ وَاللّٰهُ ذُوْ فَضْلٍ عَظِيْمٍ ۝ (آل عمران:۱۷۴)

تو وہ لوگ اللہ کی نعمت اور فضل کے ساتھ واپس ہوئے ان کو کوئی ضرر نہیں پہنچا اور اللہ کی خوشی پر چلے اور اللہ بھاری فضل والا ہے ۝

بَابٌ

[آل عمران:۱۸۶ کی تفسیر]

قَوْلِهِ ﴿وَلَتَسْمَعُنَّ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتَابَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَمِنَ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْٓا اَذًى كَثِيْرًا﴾ (آیت:۱۸۶). (ص ٦٥٥)

اللہ عزوجل کے اس ارشاد کی تفسیر: تم اہل کتاب اور مشرکین سے بہت اذیت ناک باتیں سنو گے۔

۲۲٤٠- ح: [وَجْهُ عَدَاوَةِ ابْنِ اُبَيِّ ابْنِ سَلُوْلَ]

ابن ابی بن سلول کی عداوت کی خاص وجہ

۲۲٤٠- اَخْبَرَنِیْ عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ اَنَّ اُسَامَةَ بْنَ زَيْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَخْبَرَهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَكِبَ عَلٰى حِمَارٍ عَلٰى قَطِيْفَةٍ فَدَكِيَّةٍ وَاَرْدَفَ اُسَامَةَ بْنَ زَيْدٍ وَرَاءَهُ يَعُوْدُ سَعْدَ بْنَ عُبَادَةَ فِيْ بَنِي الْحَارِثِ بْنِ الْخَزْرَجِ قَبْلَ وَقْعَةِ بَدْرٍ قَالَ حَتّٰى مَرَّ بِمَجْلِسٍ فِيْهِ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ اُبَيِّ ابْنِ سَلُوْلَ وَذٰلِكَ قَبْلَ اَنْ يُّسْلِمَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ اُبَيٍّ فَاِذَا فِي الْمَجْلِسِ اَخْلَاطٌ مِّنَ الْمُسْلِمِيْنَ وَالْمُشْرِكِيْنَ عَبَدَةِ الْاَوْثَانِ وَالْيَهُوْدِ وَالْمُسْلِمِيْنَ وَفِي الْمَجْلِسِ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ رَوَاحَةَ فَلَمَّا غَشِيَتِ الْمَجْلِسَ عَجَاجَةُ الدَّابَّةِ خَمَّرَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ اُبَيٍّ اَنْفَهُ بِرِدَائِهِ ثُمَّ قَالَ لَا تُغَبِّرُوْا عَلَيْنَا فَسَلَّمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَيْهِمْ ثُمَّ وَقَفَ فَنَزَلَ فَدَعَاهُمْ اِلَى اللّٰهِ وَقَرَاَ عَلَيْهِمُ الْقُرْاٰنَ فَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ اُبَيِّ ابْنِ سَلُوْلَ اَيُّهَا الْمَرْءُ اِنَّهُ لَا اَحْسَنَ مِمَّا تَقُوْلُ اِنْ كَانَ حَقًّا فَلَا تُؤْذِيْنَا بِهِ فِيْ مَجْلِسِنَا ارْجِعْ اِلٰى رَحْلِكَ فَمَنْ جَاءَكَ فَاقْصُصْ عَلَيْهِ

حضرت عروہ بن زبیر نے خبر دی کہ حضرت اسامہ بن زید نے انہیں بتایا کہ رسول اللہ ﷺ ایک گدھے پر سوار ہوئے جس پر فدک کا بنا ہوا موٹا کمبل تھا اور اسامہ بن زید کو آپ نے اپنے پیچھے بٹھایا۔ بدر کے واقعہ سے پہلے بنی حارث بن خزرج میں حضرت سعد بن عبادہ کی بیمار پرسی کے لیے جا رہے تھے۔ حضور کا گزر ایسی مجلس پر ہوا جس میں عبداللہ بن ابی ابن سلول تھا۔ یہ واقعہ عبداللہ بن ابی کے بہ ظاہر اسلام لانے سے قبل کا ہے اور اس مجلس میں مسلمان، مشرک، بت پرست اور یہود ملے جلے تھے اور اس مجلس میں حضرت عبداللہ بن رواحہ بھی تھے۔ جب مجلس پر چوپائے کا اڑایا ہوا غبار چھا گیا تو عبداللہ بن ابی نے اپنی ناک اپنی چادر سے چھپا لی، پھر کہا: ہم پر غبار مت اڑاؤ۔ رسول اللہ ﷺ نے انہیں سلام کیا، پھر رک گئے اور سواری سے اترے، انہیں اللہ کی طرف بلایا، اور قرآن پڑھ کر سنایا تو عبداللہ بن ابی ابن سلول نے کہا: اے شخص! آپ جو پڑھ کر سناتے ہیں اس سے بہتر کوئی کلام نہیں۔ اگر یہ حق ہے تو بھی اسے سنا کر ہمیں ہماری مجلس میں آ کر ایذاء نہ پہنچائیں۔ اپنی قیام گاہ پر لوٹ جاؤ، جو آپ کے پاس حاضر ہو اسے سناؤ۔ اس

فَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ رَوَاحَةَ بَلٰى يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَاغْشَنَا بِهٖ فِيْ مَجَالِسِنَا فَإِنَّا نُحِبُّ ذٰلِكَ فَاسْتَبَّ الْمُسْلِمُوْنَ وَالْمُشْرِكُوْنَ وَالْيَهُوْدُ حَتّٰى كَادُوْا يَتَثَاوَرُوْنَ فَلَمْ يَزَلِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُخَفِّضُهُمْ حَتّٰى سَكَنُوْا ثُمَّ رَكِبَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَابَّتَهٗ فَسَارَ حَتّٰى دَخَلَ عَلٰى سَعْدِ بْنِ عُبَادَةَ فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا سَعْدُ أَلَمْ تَسْمَعْ مَا قَالَ أَبُوْ حُبَابٍ يُرِيْدُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ أُبَيٍّ قَالَ كَذَا وَكَذَا قَالَ سَعْدُ بْنُ عُبَادَةَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اعْفُ عَنْهُ وَاصْفَحْ عَنْهُ فَوَالَّذِيْ أَنْزَلَ عَلَيْكَ الْكِتَابَ لَقَدْ جَاءَ اللّٰهُ بِالْحَقِّ الَّذِيْ أَنْزَلَ عَلَيْكَ لَقَدِ اصْطَلَحَ أَهْلُ هٰذِهِ الْبُحَيْرَةِ عَلٰى أَنْ يُّتَوِّجُوْهُ فَيُعَصِّبُوْنَهٗ بِالْعِصَابَةِ فَلَمَّا أَبَى اللّٰهُ ذٰلِكَ بِالْحَقِّ الَّذِيْ أَعْطَاكَ اللّٰهُ شَرِقَ بِذٰلِكَ فَذٰلِكَ فَعَلَ بِهٖ مَا رَأَيْتَ فَعَفَا عَنْهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَصْحَابُهٗ يَعْفُوْنَ عَنِ الْمُشْرِكِيْنَ وَأَهْلِ الْكِتَابِ كَمَا أَمَرَهُمُ اللّٰهُ وَيَصْبِرُوْنَ عَلَى الْأَذٰى قَالَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ ﴿وَلَتَسْمَعُنَّ مِنَ الَّذِيْنَ أُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَمِنَ الَّذِيْنَ أَشْرَكُوْا أَذًى كَثِيْرًا﴾ (آیت: ۱۸۶) الْآيَةَ وَقَالَ اللّٰهُ ﴿وَدَّ كَثِيْرٌ مِّنْ أَهْلِ الْكِتَابِ لَوْ يَرُدُّوْنَكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ إِيْمَانِكُمْ كُفَّارًا حَسَدًا مِّنْ عِنْدِ أَنْفُسِهِمْ﴾ (البقرہ:۱۰۹) إِلٰى اٰخِرِ الْاٰيَةِ وَكَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَأَوَّلُ الْعَفْوَ مَا أَمَرَهُ اللّٰهُ بِهٖ حَتّٰى أَذِنَ اللّٰهُ فِيْهِمْ فَلَمَّا غَزَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَدْرًا فَقَتَلَ اللّٰهُ بِهٖ صَنَادِيْدَ كُفَّارِ قُرَيْشٍ قَالَ ابْنُ أُبَيٍّ ابْنُ سَلُوْلَ وَمَنْ مَّعَهٗ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ وَعَبَدَةِ الْأَوْثَانِ هٰذَا أَمْرٌ قَدْ تَوَجَّهَ فَبَايِعُوا الرَّسُوْلَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الْإِسْلَامِ فَأَسْلَمُوْا.

پر حضرت عبداللہ بن رواحہ نے کہا: ہاں یارسول اللہ! اسے سنانے کے لیے ہماری مجلسوں میں تشریف لائیے ہم اسے پسند کرتے ہیں۔ یہ سن کر مسلمان اور یہود اور مشرکین آپس میں گالی گلوچ کرنے لگے۔ قریب تھا کہ مشتعل ہو کر لڑ پڑتے اور نبی ﷺ ان سب کو ٹھنڈا فرمانے کی کوشش کرتے رہے یہاں تک کہ وہ لوگ ٹھنڈے ہو گئے پھر نبی ﷺ سوار ہو کر حضرت سعد بن عبادہ کے یہاں تشریف لے گئے۔ ان سے نبی ﷺ نے فرمایا: اے سعد! کیا تم نے وہ نہیں سنا جو ابو حباب نے کہا؟ ابو حباب سے آپ کی مراد عبداللہ بن ابی تھا۔ حضور نے فرمایا کہ اس نے ایسے ایسے کہا ہے تو حضرت سعد بن عبادہ نے عرض کیا: یارسول اللہ! اسے معاف فرما دیں اور اس سے درگزر فرمائیں۔ قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ پر کتاب کو اُتارا! بے شک اللہ وہ حق لایا ہے جو آپ پر اتارا۔ اس بحیرہ والوں نے طے کر لیا تھا کہ اس کے سر پر تاج رکھیں گے لیکن اللہ نے اسے منظور نہیں فرمایا۔ اس کے عوض وہ حق دین دیا جو آپ کو اللہ نے عطا فرمایا ہے اس پر اس کو جلن ہے۔ اسی لیے اس نے وہ کیا ہے جو آپ نے دیکھا ہے۔ تو رسول اللہ ﷺ نے اسے معاف فرما دیا۔ نبی ﷺ اور صحابہ مشرکین اور اہل کتاب سے درگزر فرماتے تھے اور ان کی ایذاء پر صبر فرماتے تھے جیسا کہ اللہ نے حکم دیا ہے۔ اللہ نے فرمایا: تم سے پہلے جن لوگوں کو کتاب دی گئی ہے ان سے اور مشرکین سے بہت تکلیف دہ باتیں سنو گے اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: بہت سے اہل کتاب یہ پسند کرتے ہیں کہ کاش! تم کو تمہارے ایمان کے بعد کافر بنا کر لوٹا دیں حسد کی بناء پر جو ان کے اندر ہے۔ اور نبی ﷺ اللہ کے حکم کے مطابق ان سے درگزر فرماتے رہے حتیٰ کہ اللہ نے ان کے بارے میں اذن دیا۔ جب رسول اللہ ﷺ نے غزوۂ بدر کیا اور اللہ نے کفار قریش کے بڑے بڑے سرداروں کو مار ڈالا تو ابن ابی ابن سلول اور اس کے مشرک اور بت پرست ساتھیوں نے کہا: یہ دین تو غالب ہوتا نظر آرہا ہے تو رسول اللہ ﷺ کے ہاتھ پر بیعت کر لی اور مسلمان ہو گئے۔

جنگ بعاث میں انصار کرام کی دونوں شاخوں کے سربرآوردہ سردار اور بہادر مار ڈالے گئے، جس کی وجہ سے دونوں قبیلے اس

اور خزرج کمزور ہو گئے۔ ان کا جب انصار کرام کو احساس ہوا تو دونوں قبیلوں کے لوگوں نے بیٹھ کر سنجیدگی سے طے کیا کہ ہم لوگوں کا مشترک ایک سردار ہو اور پھر باتفاق رائے اس بدنصیب عبداللہ بن ابی ابن سلول کا انتخاب ہوا۔ سب کی رائے ہوئی کہ ایک تاج تیار کر کے اس کے سر پر باندھ دیا جائے۔ اسی اثناء میں مدینہ طیبہ میں اسلام پہنچ گیا۔ ابتداء میں کچھ انصار کرام نے ایام حج میں عقبہ پر حضور اقدس ﷺ سے ملاقات کر کے اسلام قبول کر لیا' پھر حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ جب مدینہ پہنچے تو بہت زوروں سے اسلام کی اشاعت ہونے لگی۔ گھر گھر اسلام کا چرچا شروع ہو گیا۔ یہاں تک کہ حضور اقدس ﷺ اور مہاجرین مدینہ طیبہ پہنچ گئے۔ عبداللہ بن ابی نے جب دیکھا کہ میری سیادت متفقہ طور پر طے ہونے کے بعد ختم ہو رہی ہے تو اس نے ابتداء کھل کر مخالفت کی' پھر بہ ظاہر مسلمان ہوا اور اندر اندر کافر رہا اور اسی حال میں مرا۔

اس حدیث میں ''اَسْلَمُوْا'' سے مراد حقیقت میں اسلام قبول کرنا نہیں بلکہ بہ ظاہر مسلمان ہونا مراد ہے۔

بَابٌ [آل عمران: ۱۸۸ کی تفسیر]

قَوْلِهٖ ﴿لَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ يَفْرَحُوْنَ بِمَآ اَتَوْا﴾ (آیت: ۱۸۸)۔ (ص ۶۵۶)

اللہ عزوجل کے اس ارشاد کی تفسیر: ان لوگوں کو مت گمان کرو جو اپنے کیے پر خوش ہوتے ہیں۔

۲۲۴۱- عَنْ اَبِىْ سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رِجَالًا مِّنَ الْمُنَافِقِيْنَ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ اِذَا خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلَى الْغَزْوِ تَخَلَّفُوْا عَنْهُ وَفَرِحُوْا بِمَقْعَدِهِمْ خِلَافَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاِذَا قَدِمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اعْتَذَرُوْا اِلَيْهِ وَحَلَفُوْا وَاَحَبُّوْا اَنْ يُّحْمَدُوْا بِمَا لَمْ يَفْعَلُوْا فَنَزَلَتْ ﴿لَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ يَفْرَحُوْنَ﴾ (آیت: ۱۸۸) اَلْاٰيَةَ. (مسلم۔ کتاب التوبۃ)

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں کچھ منافقین تھے کہ جب رسول اللہ ﷺ غزوے میں تشریف لے جاتے تو وہ پیچھے رہ جاتے اور رسول اللہ ﷺ کے پیچھے بیٹھ رہنے پر خوش ہوتے' پھر جب رسول اللہ ﷺ تشریف لاتے تو حضور کی خدمت میں معذرت پیش کرتے اور قسم کھاتے اور اس کو پسند کرتے کہ جو انہوں نے نہیں کیا ہے اس پر ان کی تعریف کی جائے' اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی: اور ہرگز نہ سمجھنا انہیں جو خوش ہوتے ہیں' آخر آیت تک۔

پوری آیت کریمہ یہ ہے:

لَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ يَفْرَحُوْنَ بِمَآ اَتَوْا وَّ يُحِبُّوْنَ اَنْ يُّحْمَدُوْا بِمَا لَمْ يَفْعَلُوْا فَلَا تَحْسَبَنَّهُمْ بِمَفَازَةٍ مِّنَ الْعَذَابِ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ○ (آل عمران: ۱۸۸)

اور ہرگز نہ سمجھنا انہیں جو خوش ہوتے ہیں اپنے کیے پر اور چاہتے ہیں کہ بے کیے ان کی تعریف ہو' ایسوں کو ہرگز عذاب سے دور نہ جاننا اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے ○

۲۲۴۲- اَنَّ عَلْقَمَةَ بْنَ وَقَّاصٍ اَخْبَرَهٗ اَنَّ مَرْوَانَ قَالَ لِبَوَّابِهٖ اِذْهَبْ يَا رَافِعُ اِلَى ابْنِ عَبَّاسٍ فَقُلْ لَئِنْ كَانَ كُلُّ امْرِئٍ فَرِحَ بِمَآ اُوْتِىَ وَاَحَبَّ اَنْ يُّحْمَدَ بِمَا لَمْ يَفْعَلْ مُعَذَّبًا لَنُعَذَّبَنَّ اَجْمَعُوْنَ فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ وَمَا لَكُمْ وَلِهٰذِهٖ اِنَّمَا دَعَا النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَهُوْدَ فَسَاَلَهُمْ عَنْ شَىْءٍ فَكَتَمُوْهُ اِيَّاهُ وَاَخْبَرُوْهُ بِغَيْرِهٖ فَاَرَوْهُ

علقمہ بن وقاص نے خبر دی کہ مروان نے اپنے دربان سے کہا کہ اے رافع! حضرت ابن عباس کے پاس جاؤ اور ان سے پوچھو: اگر وہ شخص عذاب دیا جائے جسے کوئی چیز حاصل ہو وہ اس پر خوشی منائے اور چاہے کہ جو اس نے نہیں کیا ہے اس پر اس کی تعریف کی جائے تو اس صورت میں سب پر عذاب ہوگا۔ حضرت ابن عباس نے فرمایا: تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ یہ پوچھ رہے ہو۔ نبی ﷺ نے

اَنْ قَدِ اسْتَحْمَدُوْا اِلَیْهِ بِمَا اَخْبَرُوْهُ عَنْهُ فِیْمَا سَاَلَهُمْ وَفَرِحُوْا بِمَا اُوْتُوْا مِنْ كِتْمَانِهِمْ ثُمَّ قَرَاَ ابْنُ عَبَّاسٍ ﴿وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِیْثَاقَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ﴾ (آیت: ١٨٧) كَذٰلِكَ حَتّٰی قَوْلِهٖ ﴿یَفْرَحُوْنَ بِمَآ اَتَوْا وَّیُحِبُّوْنَ اَنْ یُّحْمَدُوْا بِمَا لَمْ یَفْعَلُوْا﴾ (آیت: ١٨٨).

یہودیوں کو بلایا اور ان سے کچھ پوچھا' جو صحیح بات تھی اس کو انہوں نے چھپایا اور غلط بات بتائی تو انہوں نے جانا کہ انہوں نے جو بتایا ہے سوال کے جواب میں اس پر ان کی تعریف کی جائے گی' اور چھپانے پر خوش ہوئے' پھر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے یہ آیت تلاوت فرمائی: اور یاد کرو جب اللہ نے اہل کتاب سے عہد لیا جنہیں کتاب عطا ہوئی' سے لے کر ''اپنے کیے پر جو خوش ہوتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ ان کی تعریف ہو'' تک۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی تفسیر کا حاصل یہ ہے کہ یہ آیت کریمہ خاص یہودیوں کے بارے میں ہے۔ اہل کتاب سے یہ عہد لیا گیا تھا کہ کتاب اللہ میں جو کچھ ہے اسے صاف صاف بیان کریں گے اور چھپائیں گے نہیں مگر ان سے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا تو انہوں نے سچی بات چھپائی اور غلط بات بتائی اور اس پر خوش ہوئے اور اپنے جی میں یہ سمجھ بیٹھے کہ ہم نے جو غلط بتائی ہے اس پر ہماری تعریف کی جائے گی۔ یہ فریب دہی یقیناً جرم ہے اور بلاشبہ وہ عذاب کے مستحق ہوں گے۔

سُوْرَةُ النِّسَآءِ

یہ سورت مدنی ہے اس میں ایک سو چھتر آیتیں ہیں۔

''قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ ﴿یَسْتَنْكِفُ﴾ (آیت: ١٧٢) یَسْتَكْبِرُ''...... ماننے سے انکار کرتا ہے۔ ''قِوَامًا قِوَامُكُمْ مِنْ مَّعَایِشِكُمْ''...... جس پر تمہاری زندگی کا دارومدار ہے ﴿لَهُنَّ سَبِیْلًا﴾ (آیت: ١٥) یَعْنِی الرَّجْمَ لِلثَّیِّبِ وَالْجَلْدَ لِلْبِكْرِ...... یہ سبیل یہ ہے کہ ثیب کو سنگسار کیا جائے اور کنواری کو کوڑا مارا جائے۔

پوری آیت یہ ہے:

فَاِنْ شَهِدُوْا فَاَمْسِكُوْهُنَّ فِی الْبُیُوْتِ حَتّٰی یَتَوَفّٰهُنَّ الْمَوْتُ اَوْ یَجْعَلَ اللّٰهُ لَهُنَّ سَبِیْلًاO (النساء: ١٥)

پس اگر لوگ گواہی دیں زنا پر تو ان کو گھروں میں بند کیے رہو یہاں تک کہ مر جائیں یا اللہ ان کے لیے کوئی راستہ پیدا فرما دےO

ابتداء میں زانیہ عورتوں کے لیے حبس دوام کا حکم تھا اسی کو اس آیت میں بیان فرمایا کہ جب تک دوسرا حکم نہ نازل ہو اور اللہ ان کے لیے دوسرا کوئی راستہ نہ تجویز فرمائے ان کو گھروں میں بند رکھو۔ اب یہ راستہ کیا ہے اسی کو بیان فرمایا کہ زانیہ اگر کنواری ہے تو اس کو کوڑا مارا جائے گا اور اگر کنواری نہیں ہے تو اس کو سنگسار کیا جائے گا۔

''وَقَالَ غَیْرُهٗ ﴿مَثْنٰی وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ﴾ (آیت: ٣) یَعْنِی اثْنَتَیْنِ وَثَلَاثًا وَّاَرْبَعًا وَلَا تُجَاوِزُ الْعَرَبُ رُبَاعَ''...... مراد یہ ہے کہ ہر شخص دو یا تین یا چار بیویوں سے نکاح کرے' اور اہل عرب ''رباع'' کے بعد تکرار عدد کے لیے ''فعال'' کا وزن نہیں لاتے۔ مطلب یہ ہے کہ ''ثلث'' اور ''رباع''، ''فعال'' کے وزن پر ہے جس کے معنی تکرار عدد ہے یعنی تین تین' چار چار۔ اس کے لیے بقیہ اعداد میں یہ طریقہ جاری نہیں مثلاً خماس کے معنی پانچ پانچ یا سداس بہ معنی چھ چھ نہیں بولتے۔ علامہ ابن حاجب نے فرمایا: اس میں اختلاف ہے' صحیح یہ ہے کہ ثابت نہیں۔

بَابٌ

[النساء: ٨ کی تفسیر]

قَوْلِهٖ ﴿وَاِذَا حَضَرَ الْقِسْمَةَ اُولُو الْقُرْبٰی

اللہ عزوجل کے اس ارشاد کا بیان: جب میراث کی تقسیم کے

وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسَاكِيْنُ﴾ (آیت:۸) اَلْاٰيَةَ. (ص ٦٥٨) وقت رشتہ دار اور یتیم اور مسکین آ جائیں تو انہیں بھی کچھ دو۔

٢٢٤٣- عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا ﴿وَإِذَا حَضَرَ الْقِسْمَةَ أُولُوا الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسَاكِيْنُ﴾ قَالَ هِيَ مُحْكَمَةٌ وَلَيْسَتْ بِمَنْسُوْخَةٍ.

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جب تقسیم کے وقت رشتہ دار اور یتیم اور مساکین آ جائیں تو انہیں بھی کچھ دو۔ یہ آیت محکم ہے اور منسوخ نہیں۔

یہ آیت منسوخ ہے کہ محکم؟ اور محکم ہے تو اس کا کیا مطلب ہے اس کی پوری بحث کتاب الوصایہ میں گزر چکی ہے۔

بَابٌ [النساء:١٩ کی تفسیر]

قَوْلِهٖ ﴿لَا يَحِلُّ لَكُمْ اَنْ تَرِثُوا النِّسَآءَ كَرْهًا﴾ (آیت:١٩) اَلْاٰيَةَ. (ص ٦٥٨)

اللہ عزوجل کے اس ارشاد کا بیان: تمہیں حلال نہیں کہ زبردستی عورتوں کے وارث بن جاؤ۔

''وَيُذْكَرُ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ ﴿لَا تَعْضُلُوْهُنَّ﴾ (آیت:١٩) لَا تَقْهَرُوْهُنَّ''......حضرت ابن عباس سے بیان کیا جاتا ہے کہ ''لا تعضلوھن'' کا مطلب ہے: ان کو مجبور نہ کرو ﴿حُوْبًا﴾ (آیت:٢) اِثْمًا...... ''اِثْمًا''، ''حوب'' کے معنی گناہ ہے ﴿تَعُوْلُوْا﴾ (آیت:٣) تَمِيْلُوْا...... حق سے ہٹ جاؤ ﴿نِحْلَةً﴾ (آیت:٤) اَلنِّحْلَةُ الْمَهْرُ...... نحلہ کے معنی عطیہ ہے یہاں مراد مہر ہے۔

٢٢٤٤- عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ الشَّيْبَانِيُّ وَذَكَرَهٗ اَبُو الْحَسَنِ السُّوَائِيُّ وَلَا اَظُنُّهٗ ذَكَرَهٗ اِلَّا عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ ﴿يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا يَحِلُّ لَكُمْ اَنْ تَرِثُوا النِّسَآءَ كَرْهًا وَّلَا تَعْضُلُوْهُنَّ لِتَذْهَبُوْا بِبَعْضِ مَا اٰتَيْتُمُوْهُنَّ﴾ (آیت:١٩) قَالَ كَانُوْا اِذَا مَاتَ الرَّجُلُ كَانَ اَوْلِيَاؤُهٗ اَحَقَّ بِامْرَاَتِهٖ اِنْ شَاءَ بَعْضُهُمْ تَزَوَّجَهَا وَاِنْ شَاؤُوْا زَوَّجُوْهَا وَاِنْ شَاؤُوْا لَمْ يُزَوِّجُوْهَا فَهُمْ اَحَقُّ بِهَا مِنْ اَهْلِهَا فَنَزَلَتْ هٰذِهِ الْاٰيَةُ فِيْ ذٰلِكَ.

(بخاری۔ ج۲ ص۱۰۲۷۔ کتاب الاکراہ۔ باب: من الاکرام کرھا و کرھا واحد۔ ابوداؤد کتاب النکاح، نسائی کتاب التفسیر)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ اے ایمان والو! تمہیں حلال نہیں کہ زبردستی عورتوں کے وارث بن جاؤ اور عورتوں کو روکو نہیں اس نیت سے کہ جو مہر ان کو دیا تھا اس میں سے کچھ لے لو، کے بارے میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ اہل عرب کا طریقہ کہ تھا جب کوئی شخص مر جاتا تو اس کے اولیاء اس کی بیوی کے سب سے زیادہ حق دار ہوتے، اولیاء میں سے کوئی چاہتا تو اس سے شادی کر لیتا اور اگر سب چاہتے تو کسی اور سے اس کا نکاح کر دیتے اور اگر چاہتے اس کی شادی نہ کرتے۔ متوفی کے اولیاء عورت کے اولیاء کے بہ نسبت عورت کے زیادہ حق دار ہوتے تو اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔

کسی بھی عورت کے نکاح کرنے کا حق اس کے اولیاء کو ہے لیکن عرب میں اس کے برخلاف بیوہ کے بارے میں یہ رواج تھا کہ متوفی شوہر کے اولیاء اس کی بیوی کے مختار کل بن جاتے، اس میں ان کے فوائد تھے مثلاً عورت مال دار ہے تو اس سے خود نکاح کر لیتے تاکہ اس کا مال ان کو مل جائے، اگر اس کا شوہر مال دار تھا اس سے عورت کو میراث مل جاتی تو وہ اس عورت سے شادی کر لیتے تاکہ یہ میراث انہیں کو ملے وغیرہ وغیرہ۔ ان ظالمانہ رسم کو ختم کرنے کے لیے یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔

بَابٌ [النساء:٣٣ کی تفسیر]

قَوْلِهٖ ﴿وَلِكُلٍّ جَعَلْنَا مَوَالِيَ مِمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْاَقْرَبُوْنَ﴾ (آیت:٣٣) اَلْاٰيَةَ. (ص ٦٥٨)

اللہ رب العزت کے اس ارشاد کی تفسیر: اور ہم نے سب کے لیے مال کے مستحق بنا دیے ہیں جو کچھ چھوڑ جائیں ماں باپ اور قرابت والے۔

”وَقَالَ مَعْمَرٌ ﴿مَوَالِيَ﴾ أَوْلِيَاءَ وَرَثَةً عَاقَدَتْ ﴿أَيْمَانُكُمْ﴾ هُوَ مَوْلَى الْيَمِيْنِ وَهُوَ الْحَلِيْفُ وَالْمَوْلَى أَيْضًا ابْنُ الْعَمِّ وَالْمَوْلَى الْمُنْعِمُ الْمُعْتِقُ وَالْمَوْلَى الْمُعْتَقُ وَالْمَوْلَى الْمَلِيْكُ وَالْمَوْلَى مَوْلًى فِي الدِّيْنِ“...... اور معمر نے کہا: موالی سے مراد وہ لوگ ہیں جو وارث ہوں، آیت کریمہ میں آگے تھا ”وَالَّذِيْنَ عَاقَدَتْ أَيْمَانُكُمْ“ اور وہ جن سے تمہارا حلف بندھ چکا ہے اس آیت میں مراد حلیف ہے یعنی جن دو یا متعدد اشخاص نے آپس میں قسم کھا کر یہ معاہدہ کیا کہ ہم ایک دوسرے کی مدد کریں گے اور مولیٰ سے مراد چچا کا بیٹا بھی ہے اور مولیٰ آزاد کرنے والے کو بھی کہتے ہیں اور آزاد کردہ غلام کو بھی اور مولیٰ کے معنی مالک کے بھی ہیں اور ایک مولیٰ دینی ہوتا ہے۔

بَابٌ

[النساء: ۴۰ کی تفسیر]

قَوْلِهِ ﴿إِنَّ اللّٰهَ لَا يَظْلِمُ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ﴾ (آیت: ٤٠)

يَعْنِي زِنَةَ ذَرَّةٍ. (ص٦٥٩)

اللہ عزوجل کے اس ارشاد کی تفسیر: بے شک اللہ ذرہ برابر ظلم نہیں فرمائے گا، یعنی ذرہ کے وزن برابر۔

٢٢٤٥ - عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ عَنْ أَبِي سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ أُنَاسًا فِي زَمَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ هَلْ نَرَى رَبَّنَا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَعَمْ هَلْ تُضَارُّوْنَ فِي رُؤْيَةِ الشَّمْسِ بِالظَّهِيْرَةِ ضَوْءٌ لَيْسَ فِيْهَا سَحَابٌ قَالُوْا لَا قَالَ وَهَلْ تُضَارُّوْنَ فِي رُؤْيَةِ الْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ ضَوْءٌ لَيْسَ فِيْهَا سَحَابٌ قَالُوْا لَا قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا تُضَارُّوْنَ فِي رُؤْيَةِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ إِلَّا كَمَا تُضَارُّوْنَ فِي رُؤْيَةِ أَحَدِهِمَا إِذَا كَانَ يَوْمُ الْقِيٰمَةِ أَذَّنَ مُؤَذِّنٌ تَتْبَعُ كُلُّ أُمَّةٍ مَا كَانَتْ تَعْبُدُ فَلَا يَبْقٰى مَنْ كَانَ يَعْبُدُ غَيْرَ اللّٰهِ مِنَ الْأَصْنَامِ وَالْأَنْصَابِ إِلَّا يَتَسَاقَطُوْنَ فِي النَّارِ حَتّٰى إِذَا لَمْ يَبْقَ إِلَّا مَنْ كَانَ يَعْبُدُ اللّٰهَ بَرٌّ أَوْ فَاجِرٌ وَغُبَّرَاتُ أَهْلِ الْكِتَابِ فَيُدْعَى الْيَهُوْدُ فَيُقَالُ لَهُمْ مَنْ كُنْتُمْ تَعْبُدُوْنَ قَالُوْا كُنَّا نَعْبُدُ عُزَيْرَ ابْنَ اللّٰهِ فَيُقَالُ لَهُمْ كَذَبْتُمْ مَا اتَّخَذَ اللّٰهُ مِنْ صَاحِبَةٍ وَّلَا وَلَدٍ فَمَاذَا تَبْغُوْنَ فَقَالُوْا عَطِشْنَا رَبَّنَا فَاسْقِنَا فَيُشَارُ أَلَا تَرِدُوْنَ فَيُحْشَرُوْنَ إِلَى النَّارِ كَأَنَّهَا سَرَابٌ يَحْطِمُ بَعْضُهَا بَعْضًا فَيَتَسَاقَطُوْنَ فِي النَّارِ ثُمَّ يُدْعَى النَّصَارٰى فَيُقَالُ لَهُمْ مَنْ كُنْتُمْ تَعْبُدُوْنَ قَالُوْا كُنَّا نَعْبُدُ الْمَسِيْحَ ابْنَ اللّٰهِ فَيُقَالُ لَهُمْ

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں کچھ لوگوں نے پوچھا: یا رسول اللہ! کیا ہم قیامت کے دن اپنے رب کو دیکھیں گے؟ فرمایا: ہاں! کیا دوپہر کے وقت جب روشنی خوب پھیلی ہو اور بادل نہ ہو تو سورج کے دیکھنے میں کوئی دقت ہوتی ہے؟ لوگوں نے عرض کیا: نہیں! فرمایا: کیا چودھویں رات کو جب چاندنی خوب پھیلی ہو اور بادل نہ ہو تو چاند کے دیکھنے میں کچھ تکلف ہوتا ہے؟ لوگوں نے کہا: نہیں! نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جیسے تم کو ان میں سے کسی ایک کے دیکھنے میں تکلف نہیں ہوتا اسی طرح قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کو دیکھنے میں کوئی تکلف نہیں ہوگا۔ جب قیامت کا دن ہوگا تو ایک منادی پکارے گا: ہر شخص اس کے پیچھے لگ جائے گا جسے وہ پوجتا تھا، تو جتنے بھی غیر اللہ اصنام اور انصاب کو پوجتے ہوں گے سب جہنم میں گر پڑیں گے، یہاں تک کہ جب وہ لوگ رہ جائیں گے جو اللہ کو پوجتے تھے نیک ہوں یا برے اور بقایا اہل کتاب تو یہودیوں کو بلایا جائے گا۔ ان سے پوچھا جائے گا: تم کس کو پوجتے تھے؟ تو وہ کہیں گے: ہم اللہ کے بیٹے عزیر کو پوجتے تھے تو ان سے کہا جائے گا: تم جھوٹے ہو اللہ نے بیوی اور بچے نہیں بنائے، اور تم لوگ کیا چاہتے ہو؟ وہ کہیں گے: اے رب! ہمیں پیاس لگی ہے ہمیں پانی پلا تو اشارہ کیا جائے گا کہ ادھر کیوں نہیں جاتے؟ تو وہ آگ کی طرف بڑھیں گے گویا وہ سراب ہے (دیکھنے میں پانی معلوم ہوگی) مگر حقیقت میں آگ ہوگی جس کا

كَذَبْتُمْ مَا اتَّخَذَ اللّٰهُ مِنْ صَاحِبَةٍ وَّلَا وَلَدٍ فَيُقَالُ لَهُمْ مَاذَا تَبْغُوْنَ فَكَذٰلِكَ مِثْلَ الْاَوَّلِ حَتّٰى اِذَا لَمْ يَبْقَ اِلَّا مَنْ كَانَ يَعْبُدُ اللّٰهَ مِنْ بَرٍّ اَوْ فَاجِرٍ اَتَاهُمْ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ فِيْ اَدْنٰى صُوْرَةٍ مِّنَ الَّتِيْ رَاَوْهُ فِيْهَا فَيُقَالُ مَاذَا تَنْتَظِرُوْنَ تَتْبَعُ كُلُّ اُمَّةٍ مَّا كَانَتْ تَعْبُدُ قَالُوْا فَارَقْنَا النَّاسَ فِي الدُّنْيَا عَلٰى اَفْقَرِ مَا كُنَّا اِلَيْهِمْ وَلَمْ نُصَاحِبْهُمْ وَنَحْنُ نَنْتَظِرُ رَبَّنَا الَّذِيْ كُنَّا نَعْبُدُ فَيَقُوْلُ اَنَا رَبُّكُمْ فَيَقُوْلُوْنَ لَا نُشْرِكُ بِاللّٰهِ شَيْئًا مَّرَّتَيْنِ اَوْ ثَلَاثًا.

(بخاری۔ ج ۲ ص ۱۱۰۷ کتاب التوحید۔ باب: قول اللّٰه وجوه يومئذ ناضرة الى ربها ناظرة)

بعض بعض کو کھا رہا ہے اور پھر وہ آگ میں گر پڑیں گے۔ پھر نصاریٰ کو بلایا جائے گا اور ان سے پوچھا جائے گا: تم کس کو پوجتے تھے؟ وہ کہیں گے: اللہ کے بیٹے مسیح کو' تو ان سے کہا جائے گا: تم جھوٹے ہو' اللہ نے بیوی اور بچے نہیں بنائے' پھر ان سے کہا جائے گا: تم کیا چاہتے ہو؟ یہ بھی پہلے والوں کی طرح کہیں گے اور ان کا حال بھی وہی ہوگا۔ جب صرف وہی لوگ رہ جائیں گے جو اللہ کی پرستش کرتے تھے نیک یا برے تو رب العالمین ان پر جلوہ فرمائے گا اس جلوے سے قریب جس میں انہوں نے اسے دیکھا تھا' ان سے کہا جائے گا: کیا انتظار کر رہے ہو؟ ہر قوم اس کے پیچھے لگ گئی ہے جس کو وہ پوجتی تھی۔ وہ لوگ عرض کریں گے: ہم نے سب لوگوں کو دنیا میں چھوڑ دیا اور کسی کا ساتھ نہیں دیا جب کہ ہم سب سے زیادہ ان کے محتاج تھے اور ہم اپنے اس رب کا انتظار کر رہے ہیں جس کی ہم پرستش کرتے تھے۔ فرمائے گا: میں تمہارا رب ہوں' تو وہ دو یا تین مرتبہ کہیں گے: ہم اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کرتے۔

''تُضَارُّوْنَ'' اس میں کئی روایتیں ہیں۔ ''تُضَارُوْنَ'' ''ضير'' سے ہے جس کے معنی ضرر کے ہیں۔ دوسرے ''تُضَارُّوْنَ'' ضرر سے ہے یعنی دوسروں کو ضرر پہنچاتے ہو یعنی کیا اتنی بھیڑ ہوتی ہے کہ دوسروں کو دھکے دیتے ہو۔ تیسرے ''تَضَامُّوْنَ'' ''ضَمٌّ'' سے یعنی ایک دوسرے سے چپکتے ہو' چوتھے ''تُضَامُوْنَ'' ''ضَيْمٌ'' سے جس کے معنی مشقت کے ہیں۔ ان سب کا حاصل یہ ہے کہ جیسے فضا صاف ہونے کی حالت میں دوپہر میں سورج کو چودھویں رات میں چاند کو بلا تکلف بغیر کسی مشقت کے بغیر دھکم پیل کے دیکھتے ہو اسی طرح قیامت کے دن رب تبارک وتعالیٰ کو دیکھو گے۔

[قیامت کے دن اللہ کا دیدار حق ہے]

قیامت کے دن مومنین کے لیے اللہ تعالیٰ کا دیدار حق ہے۔ اس کی پوری بحث گزر چکی ہے' ''التی رأوه فيها'' حدیث میں کہیں اس کا ذکر نہیں کہ اس سے پہلے مسلمانوں نے اللہ تعالیٰ کا جلوہ دیکھا ہو۔ اس لیے ''راوه'' سے یہاں رؤیت بصری مراد نہیں بلکہ رؤیت قلبی مراد ہے۔ ہر مومن کے ذہن میں اللہ عزوجل کے جلوے کا ایک تصور ہوتا ہے۔ یہاں مراد یہ ہے کہ ہر مومن نے اللہ عزوجل کے جلوے کا جو تصور ذہن میں رکھا ہوگا یہ جلوہ اس کے قریب ہوگا یعنی اس سے ملتا جلتا ہوگا۔

بَابٌ [النساء: ۴۱ کی تفسیر]

قوله ﴿فَكَيْفَ اِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ اُمَّةٍ بِشَهِيْدٍ وَّجِئْنَا بِكَ عَلٰى هٰٓؤُلَآءِ شَهِيْدًا ۝﴾ (آیت: ٤١)

اللہ عزوجل کے اس ارشاد کی تفسیر: تو کیسا ہوگا جب ہم ہر امت سے ایک گواہ لائیں گے اور اے محبوب! تمہیں ان سب پر گواہ اور نگہبان بنا کر لائیں گے۔ (ص ٦٥٩)

﴿اَلْمُخْتَالُ﴾ وَالْخَتَّالُ وَاحِدٌ. ''مختال'' اور ''ختال'' کے ایک معنی ہیں: متکبر اترانے والا۔ اس پر شارحین نے

اعتراض کیا کہ دونوں کے ایک معنی کیسے ہو سکتے ہیں؟ مختال کا مادہ ''خیلاء'' ہے جس کے معنی تکبر اور اترانے کے ہیں ''ختال'' کا مادہ ''ختل'' ہے جس کے معنی: فریب اور بے وفائی کے ہیں۔ اکثر روایتوں میں یہی ہے لیکن اصیلی کی ایک روایت میں ''ختال'' کے بجائے ''الخیال'' بغیر تا کے ہے ''خال'' کے چالیس معنی آتے ہیں۔ اس کا ایک معنی: تکبر ہے۔ اسے بہ معنی ''خائل'' لیا جائے تو یہ بھی ''مختال'' کے معنی میں ہو جائے گا ﴿نَطْمِسَ وُجُوْهًا﴾ (آیت:٤٧) نُسَوِّيَهَا حَتّٰى تَعُوْدَ كَأَقْفَائِهِمْ طَمَسَ الْكِتٰبَ مَحَاهُ...... فرمایا گیا: ''يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ اٰمِنُوْا بِمَا نَزَّلْنَا مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ نَّطْمِسَ وُجُوْهًا فَنَرُدَّهَا عَلٰٓى اَدْبَارِهَا'' (النساء:٤٧) اے کتاب والو! ایمان لاؤ اس پر جو ہم نے اتارا تمہارے ساتھ والی کتاب کی تصدیق فرماتا، قبل اس کے کہ ہم بگاڑ دیں کچھ مونہوں کو تو انہیں پھیر دیں ان کی پیٹھ کی طرف۔ میں مذکور لفظ ''نطمس'' کی تفسیر فرماتے ہیں: ہم چہروں کو برابر کر دیں گے کہ وہ ان کے پچھلے حصہ کی طرح ہو جائے گا، بولتے ہیں: ''طمس الکتاب'' جب اس کو مٹا دے ﴿سَعِيْرًا﴾ (آیت:٥٥) وُقُوْدًا...... بھڑکتی ہوئی۔

٢٢٤٦- عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ يَحْيٰى بَعْضُ الْحَدِيْثِ عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ قَالَ قَالَ لِيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِقْرَأْ عَلَيَّ قُلْتُ اَقْرَأُ عَلَيْكَ وَعَلَيْكَ اُنْزِلَ قَالَ فَاِنِّيْ اُحِبُّ اَنْ اَسْمَعَهُ مِنْ غَيْرِيْ فَقَرَأْتُ عَلَيْهِ سُوْرَةَ النِّسَاءِ حَتّٰى بَلَغْتُ ﴿فَكَيْفَ اِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ اُمَّةٍ بِشَهِيْدٍ وَّجِئْنَا بِكَ عَلٰى هٰٓؤُلَآءِ شَهِيْدًا﴾ قَالَ اَمْسِكْ فَاِذَا عَيْنَاهُ تَذْرِفَانِ.

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ مجھ سے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے قرآن پڑھ کر سناؤ۔ میں نے عرض کیا: میں آپ کو سناؤں؟ حالانکہ آپ پر ہی اتارا گیا ہے۔ فرمایا: میں پسند کرتا ہوں کہ کسی اور سے سنوں تو میں نے حضور کو سورۂ نساء پڑھ کر سنائی، جب آیت کریمہ ''فکیف اذا جئنا من کل امة بشهيد'' تک پہنچا تو فرمایا: بس کر، اور حضور کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔

(بخاری۔ ج ٢۔ کتاب فضائل القرآن۔ باب: من احب ان یستمع القران من غیرہ۔ باب: قول المقری للقاری حسبک ص ٧٥٥۔ باب: البکاء عند قراءۃ القران ص ٧٥٦، تین طریقوں سے، مسلم۔ کتاب الصلوٰۃ، ابوداؤد۔ کتاب العلم، ترمذی۔ کتاب التفسیر)

بَابٌ

[النساء: ٤٣ کی تفسیر]

قَوْلِهٖ ﴿وَاِنْ كُنْتُمْ مَّرْضٰٓى اَوْ عَلٰى سَفَرٍ اَوْ جَآءَ اَحَدٌ مِّنْكُمْ مِّنَ الْغَآئِطِ﴾ (آیت:٤٣) (ص ٦٥٩)

اللہ عزوجل کے اس ارشاد کی تفسیر: اگر تم بیمار ہو یا سفر میں ہو یا تم میں سے کوئی قضاء حاجت سے آیا ہو۔

﴿صَعِيْدًا﴾ (آیت:٤٣) وَجْهَ الْاَرْضِ...... روئے زمین ''وَقَالَ جَابِرٌ كَانَتِ الطَّوَاغِيْتُ الَّتِيْ يَتَحَاكَمُوْنَ اِلَيْهَا فِيْ جُهَيْنَةَ وَاحِدٌ وَفِيْ اَسْلَمَ وَاحِدٌ وَفِيْ كُلِّ حَيٍّ وَاحِدٌ كُهَّانٌ يَنْزِلُ عَلَيْهِمُ الشَّيْطَانُ''...... حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا: وہ طاغوت جن کے پاس فیصلے کیے جاتے تھے ''جهینه'' میں ایک تھا، اسلم میں ایک تھا اور ہر قبیلے میں ایک تھا۔ یہ کاہن تھے جن پر شیطان اترتے تھے ''وَقَالَ عُمَرُ الْجِبْتُ السِّحْرُ وَالطَّاغُوْتُ الشَّيْطَانُ''...... حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: ''جبت'' سے مراد جادو ہے اور طاغوت سے شیطان ''وَقَالَ عِكْرِمَةُ الْجِبْتُ بِلِسَانِ الْحَبَشَةِ شَيْطَانٌ وَّالطَّاغُوْتُ الْكَاهِنُ''...... اور عکرمہ نے کہا: حبشی زبان میں ''جبت'' کے معنی شیطان کے ہیں اور طاغوت کے معنی کاہن کے۔

بَابٌ

[النساء: ٥٩ کی تفسیر]

قَوْلِهٖ ﴿وَاُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ﴾ (آیت:٥٩) ذَوِي...... اللہ عزوجل کے اس ارشاد کا بیان: اپنے میں سے اولی الامر

الْاَمْرِ. (ص۱۵۹) کی پیروی کرو۔

۲۲٤۷- عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا ﴿اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُوْلِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ﴾ (آیت:۵۹) قَالَ نَزَلَتْ فِيْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ حُذَافَةَ بْنِ قَيْسِ بْنِ عَدِيٍّ اِذْ بَعَثَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ سَرِيَّةٍ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ آیت کریمہ ''اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول و اولی الامر منکم'' عبداللہ بن حذافہ بن قیس بن عدی کے بارے میں نازل ہوئی ہے' جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو ایک سریہ میں بھیجا تھا (جس کا قصہ ابھی جلد ہی گزرا ہے)۔

داؤدی نے اس پر یہ کہا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے علاوہ کسی اور راوی سے یہ وہم ہو گیا ہے کہ یہ آیت حضرت عبداللہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ کے قصے میں نازل ہوئی ہے' اس لیے کہ اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ امیر کی اطاعت واجب ہے اور ان کے قصے میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نہیں فرمایا کہ تم نے ان کی اطاعت کیوں نہیں کی بلکہ فرمایا: اطاعت صرف اچھی بات میں ہے۔ علامہ ابن حجر نے اس کا جواب یہ دیا کہ حضرت عبداللہ بن حذافہ کے واقعہ پر آیت کریمہ ''فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِيْ شَيْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ'' (النساء:۵۹) پس اگر تم لوگ کسی معاملے میں اختلاف کر لو تو اسے اللہ اور رسول کی طرف لوٹاؤ' نازل ہوئی اور ان کے سریہ میں یہی ہوا تھا۔ کچھ لوگ ان کی اطاعت کرنا چاہتے تھے اور کچھ لوگوں نے روکا' پھر معاملہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش ہوا تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فیصلہ فرمایا کہ امیر کی اطاعت صرف نیکی میں ہے معصیت میں نہیں۔

بَابٌ [النساء:۸۳ کی تفسیر]

قَوْلِهٖ ﴿وَاِذَا جَآءَهُمْ اَمْرٌ مِّنَ الْاَمْنِ اَوِ الْخَوْفِ اَذَاعُوْا بِهٖ﴾ (آیت:۸۳) اَيْ اَفْشَوْهُ. (ص۶۶۰)

اللہ عزوجل کے اس ارشاد کی تفسیر: اور جب ان کے پاس امن یا خوف کی کوئی خبر آتی ہے تو اسے پھیلا دیتے ہیں۔

﴿يَسْتَنْبِطُوْنَهٗ﴾ (آیت:۸۳) يَسْتَخْرِجُوْنَهٗ...... یعنی اس سے نکالیں ﴿حَسِيْبًا﴾ (آیت:۸۶) كَافِيًا...... ''حسیب'' کے معنی کافی ہے ﴿اِلَّآ اِنٰثًا﴾ (آیت:۱۱۷) يَعْنِي الْمَوَاتَ حَجَرًا اَوْ مَدَرًا وَّمَا اَشْبَهَهٗ...... ''اناث'' کے معنی بے جان کے ہیں' پتھر یا ڈھیلا یا اس کے مثل کچھ اور ﴿مَرِيْدًا﴾ (آیت:۱۱۷) مُتَمَرِّدًا ﴿فَلَيُبَتِّكُنَّ﴾ (آیت:۱۱۹) بَتَّكَهٗ قَطَّعَهٗ...... تو وہ کاٹیں گے ''بتکہ'' کے معنی ہیں: اسے کاٹا ﴿قِيْلًا﴾ (آیت:۱۲۲) وَقَوْلًا' وَاحِدٌ...... ''قیل'' اور ''قول'' کے ایک معنی ہیں: بات ﴿طَبَعَ﴾ (آیت:۱۵۵) خَتَمَ...... مہر کر دی۔

بَابٌ [النساء:۹۴ کی تفسیر]

قَوْلِهٖ ﴿وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ اَلْقٰى اِلَيْكُمُ السَّلٰمَ لَسْتَ مُؤْمِنًا﴾ (آیت:۹۴) (ص۶۶۰)

اللہ عزوجل کے اس ارشاد کی تفسیر: جو تمہیں سلام کرے اس کو مت کہو کہ تو مومن نہیں۔

''اَلسِّلْمُ وَالسَّلَمُ وَالسَّلَامُ وَاحِدٌ''...... تینوں کا معنی ایک ہے۔

۲۲٤۸- عَنْ عَطَاءٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا ﴿وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ اَلْقٰى اِلَيْكُمُ السَّلٰمَ لَسْتَ مُؤْمِنًا﴾ قَالَ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ كَانَ رَجُلٌ فِيْ غُنَيْمَةٍ لَّهٗ فَلَحِقَهُ الْمُسْلِمُوْنَ فَقَالَ اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ فَقَتَلُوْهُ وَاَخَذُوْا

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ آیت کریمہ ''ولا تقولوا لمن القی الیکم السلام لست مؤمنا'' کا شان نزول یہ ہے کہ ایک شخص اپنی بکریوں میں تھا' وہاں مسلمان پہنچے اس نے کہا: السلام علیکم' پھر بھی مسلمانوں نے اسے قتل کر دیا اور اس کی بکریاں

غَنِيْمَتَهُ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ فِيْ ذٰلِكَ اِلٰى قَوْلِهٖ ﴿عَرَضَ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا﴾ تِلْكَ الْغُنَيْمَةُ قَالَ قَرَاَ ابْنُ عَبَّاسٍ اَلسَّلَامَ.

(مسلم۔ آخر کتاب' ابوداود۔ کتاب الحروف' نسائی۔ کتاب السیر والتفسیر)

لے لیں' اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی "عرض الحیوۃ الدنیا" تک۔ اس سے مراد وہ بکریاں ہیں۔ عطاء نے کہا کہ حضرت ابن عباس نے "السلام" پڑھا۔

اس زمانہ میں عرب میں صرف دو ہی گروہ تھے مشرکین اور مسلمان' مشرکین کے سلام کا طریقہ اور تھا یا پھر یہود و نصاریٰ تھے جن کے سلام کا طریقہ بھی اور تھا۔ السلام علیکم مسلمانوں کا شعار تھا۔ یہ صرف مسلمانوں ہی میں رائج تھا' اس لیے اس زمانہ میں جب کوئی السلام علیکم کہتا ملاقات کے وقت تو یہ دلیل تھی اس بات کی کہ یہ کہنے والا مسلمان ہے اور اس وقت گم راہ فرقے پیدا نہیں ہوئے تھے کہ یہ احتمال ہوتا کہ شاید یہ کلمہ گو بددین ہے لیکن آج جب کہ کلمہ گو طبقہ میں بہ کثرت بددین پیدا ہو چکے ہیں اور یہ سب سلام کے لیے السلام علیکم ہی استعمال کرتے ہیں اس لیے آج اس سے کسی کے قطعی یقینی مسلمان ہونے پر دلیل نہیں لائی جاسکتی ہوسکتا ہے کہ وہ قادیانی ہو' ہوسکتا ہے کہ وہ نیچری ہو' ہوسکتا ہے کہ وہ چکڑالوی منکر حدیث ہو' ہوسکتا ہے کہ وہابی ہو۔ آیت مذکورہ میں ایک قراءت "سَلَمٌ" بغیر الف کے بھی ہے' لیکن حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی قراءت "السلام" الف کے ساتھ ہے۔

بَابٌ

[النساء: ۹۵ کی تفسیر]

﴿لَا يَسْتَوِى الْقَاعِدُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ غَيْرُ اُولِى الضَّرَرِ وَالْمُجَاهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ﴾. (آیت: ۹۵)

(ص ٦٦١)

اللہ عزوجل کے اس ارشاد کی تفسیر: اللہ کی راہ سے بیٹھ رہنے والے اور اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والے برابر نہیں۔

٢٢٤٩- عَنْ اَبِيْ اِسْحَاقَ عَنِ الْبَرَاءِ قَالَ لَمَّا نَزَلَتْ ﴿لَا يَسْتَوِى الْقَاعِدُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ﴾ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اُدْعُوْا فُلَانًا فَجَاءَهٗ وَمَعَهُ الدَّوَاةُ وَاللَّوْحُ اَوِ الْكَتِفُ فَقَالَ اُكْتُبْ ﴿لَا يَسْتَوِى الْقَاعِدُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُجَاهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ﴾ وَخَلْفَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ابْنُ اُمِّ مَكْتُوْمٍ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَنَا ضَرِيْرٌ فَنَزَلَتْ مَكَانَهَا ﴿لَا يَسْتَوِى الْقَاعِدُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ غَيْرُ اُولِى الضَّرَرِ وَالْمُجَاهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ﴾ (آیت: ۹۵).

حضرت براء رضی اللہ عنہ نے کہا: جب آیت کریمہ "لا یستوی القاعدون من المومنین" نازل ہوئی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ فلاں (زید) کو بلاؤ' وہ دوات اور لوح یا شانہ لے کر حاضر ہوئے' فرمایا: لکھو "لا یستوی القاعدون من المومنین والمجاهدون فی سبیل الله" اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے حضرت ابن ام مکتوم تھے انہوں نے عرض کیا: یارسول اللہ! میں نابینا ہوں تو اسی جگہ یہ (آیت کریمہ) نازل ہوئی: "لا یستوی القاعدون من المومنین غیر اولی الضرر والمجاهدون فی سبیل الله"۔

بَابٌ

[النساء: ۹۷ کی تفسیر]

قَوْلِهٖ ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ تَوَفّٰهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ ظَالِمِىْٓ اَنْفُسِهِمْ قَالُوْا فِيْمَ كُنْتُمْ قَالُوْا كُنَّا مُسْتَضْعَفِيْنَ فِى الْاَرْضِ قَالُوْٓا اَلَمْ تَكُنْ اَرْضُ اللّٰهِ وَاسِعَةً فَتُهَاجِرُوْا فِيْهَا﴾ (آیت: ۹۷) اَلْاٰيَةَ. (ص ٦٦١)

اللہ عزوجل کے اس ارشاد کی تفسیر: وہ لوگ جن کی جان فرشتے نکالتے ہیں اس حال میں کہ وہ اپنے اوپر ظلم کرتے تھے ان سے فرشتے کہتے ہیں: تم کاہے میں تھے؟ کہتے ہیں: زمین میں کمزور تھے' کہتے ہیں: کیا اللہ کی زمین کشادہ نہ تھی کہ تم اس میں ہجرت کرتے۔

۲۲۵۰- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ اَبُو الْاَسْوَدِ قَالَ قُطِعَ عَلٰى اَهْلِ الْمَدِيْنَةِ بَعْثٌ فَاكْتُتِبْتُ فِيْهِ فَلَقِيْتُ عِكْرِمَةَ مَوْلَى ابْنِ عَبَّاسٍ فَاَخْبَرْتُهٗ فَنَهَانِيْ عَنْ ذٰلِكَ اَشَدَّ النَّهْيِ ثُمَّ قَالَ اَخْبَرَنِي ابْنُ عَبَّاسٍ اَنَّ نَاسًا مِّنَ الْمُسْلِمِيْنَ كَانُوْا مَعَ الْمُشْرِكِيْنَ يُكَثِّرُوْنَ سَوَادَ الْمُشْرِكِيْنَ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَاْتِي السَّهْمُ فَيُرْمٰى بِهٖ فَيُصِيْبُ اَحَدَهُمْ فَيَقْتُلُهٗ اَوْ يُضْرَبُ فَيُقْتَلُ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ تَوَفّٰهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ ظَالِمِيْٓ اَنْفُسِهِمْ﴾ (آیت:۹۷) اَلْاٰيَةَ.

محمد بن عبدالرحمٰن ابوالاسود نے کہا: اہل مدینہ کا ایک لشکر تیار کیا گیا' میرا نام بھی اس میں لکھا گیا' پھر میں حضرت ابن عباس کے آزاد کردہ غلام عکرمہ سے ملا اور میں نے ان کو بتایا تو انہوں نے مجھے سختی کے ساتھ منع کیا' پھر کہا: مجھے حضرت ابن عباس نے خبر دی کہ کچھ مسلمان مشرکین کے ساتھ تھے' جو رسول اللہ ﷺ کے خلاف مشرکین کی تعداد بڑھاتے تھے' کوئی تیر مارا جاتا اور آکر ان میں سے کسی کو لگتا اور اسے مار ڈالتا یا خود اس کو مار کر قتل کر دیا جاتا' تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت کریمہ نازل فرمائی: ''ان الذین توفاهم الملٰئكة ظالمي انفسهم''۔

(بخاری۔ کتاب الفتن۔ باب: من كره ان يكثر سواد الفتن ص۱۰۴۹' نسائی۔ کتاب التفسیر)

قصہ یہ تھا کہ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کے عہد خلافت میں ان کے والی نے مدینہ طیبہ میں ایک لشکر جمع کرنا چاہا کہ جو اہل شام سے جنگ کرے کیونکہ ان لوگوں نے حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کی خلافت تسلیم نہیں کی تھی۔ اسی میں ابوالاسود کا نام بھی لکھا گیا تھا۔ حضرت عکرمہ کا منع کرنا اس بناء پر ہوگا کہ وہ مسلمانوں کا آپس میں لڑنا پسند نہیں کرتے تھے۔

بَابٌ [النساء:۱۰۲ کی تفسیر]

قَوْلِهٖ ﴿وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ اِنْ كَانَ بِكُمْ اَذًى مِّنْ مَّطَرٍ اَوْ كُنْتُمْ مَّرْضٰٓى اَنْ تَضَعُوْٓا اَسْلِحَتَكُمْ﴾ (آیت:۱۰۲). (ص۶۶۱)

اللہ عزوجل کے اس ارشاد کی تفسیر: اور تم پر کوئی گناہ نہیں اگر تم کو تکلیف ہو بارش سے یا تم بیمار ہو کہ اپنے ہتھیار رکھ دو۔

۲۲۵۱- عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا ﴿اِنْ كَانَ بِكُمْ اَذًى مِّنْ مَّطَرٍ اَوْ كُنْتُمْ مَّرْضٰى﴾ قَالَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَوْفٍ كَانَ جَرِيْحًا.

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے یہ آیت کریمہ ''ان كان بكم اذى من مطر او كنتم مرضى'' کے بارے میں فرمایا کہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف زخمی تھے۔

مطلب یہ ہے کہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف زخمی تھے' ان کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی ہے کہ ایسی صورت میں وہ ہتھیار کھول سکتے ہیں' یعنی جب مریض کو ہتھیار کھولنے کی اجازت ہے تو زخمی کو بھی ہوگی کہ وہ بھی مریض میں داخل ہے۔

بَابٌ [النساء:۱۲۸ کی تفسیر]

قَوْلِهٖ ﴿وَاِنِ امْرَاَةٌ خَافَتْ مِنْۢ بَعْلِهَا نُشُوْزًا اَوْ اِعْرَاضًا﴾ (آیت:۱۲۸). (ص۶۶۱)

اللہ عزوجل کے اس ارشاد کی تفسیر: اگر کوئی عورت اپنے شوہر سے علیحدگی یا اعراض کا اندیشہ کرے۔

''وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ ﴿شِقَاقٌ﴾ (آیت:۳۵) تَفَاسُدٌ''..... حضرت ابن عباس نے فرمایا: ''شقاق'' کے معنی فساد کرنے کے ہیں ﴿وَاُحْضِرَتِ الْاَنْفُسُ الشُّحَّ﴾ (آیت:۱۲۸) هَوَاهُ فِي الشَّيْءِ يَحْرِصُ عَلَيْهِ..... ''شُحّ'' کے معنی کسی چیز کی لالچ کرنے کے ہیں۔ ﴿كَالْمُعَلَّقَةِ﴾ (آیت:۱۲۹) لَا هِيَ اَيِّمٌ وَلَا ذَاتُ زَوْجٍ ﴿نُشُوْزًا﴾ بُغْضًا..... ''معلقه'' کا مطلب یہ ہے کہ نہ تو وہ بیوہ ہے اور نہ شوہر والی' ''نشوز'' کے معنی بغض کے ہیں۔

بَابٌ
[النساء:١٤٥ کی تفسیر]

قَوْلِهٖ ﴿إِنَّ الْمُنَافِقِيْنَ فِي الدَّرْكِ الْأَسْفَلِ مِنَ النَّارِ﴾ (آیت:١٤٥).

اللہ عزوجل کے اس ارشاد کی تفسیر: بے شک منافقین جہنم کے سب سے نچلے طبقے میں ہیں۔

"وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ اَسْفَلَ النَّارِ"...... حضرت ابن عباس نے فرمایا: مراد ہے جہنم کے سب سے نچلے طبقے میں رہیں گے ﴿نفقًا﴾ (الانعام:٣٥) سَرَبًا...... سرنگ، سورۂ انعام میں فرمایا تھا: "فَإِنِ اسْتَطَعْتَ اَنْ تَبْتَغِيَ نَفَقًا فِي الْاَرْضِ" اس میں یہ بتایا کہ اس آیت میں "نفقا" سے مراد سرنگ ہے۔ اب آیت کا ترجمہ یہ ہوا: اگر تم سے ہو سکے تو زمین میں سرنگ تلاش کرو۔

٢٢٥٢ - عَنِ الْاَسْوَدِ قَالَ كُنَّا فِيْ حَلْقَةِ عَبْدِ اللّٰهِ فَجَاءَ حُذَيْفَةُ حَتّٰى قَامَ عَلَيْنَا فَسَلَّمَ ثُمَّ قَالَ لَقَدْ اُنْزِلَ النِّفَاقُ عَلٰى قَوْمٍ خَيْرٍ مِّنْكُمْ قَالَ الْاَسْوَدُ سُبْحَانَ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ يَقُوْلُ ﴿إِنَّ الْمُنَافِقِيْنَ فِي الدَّرْكِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ﴾ (آیت:١٤٥) فَتَبَسَّمَ عَبْدُ اللّٰهِ وَجَلَسَ حُذَيْفَةُ فِيْ نَاحِيَةِ الْمَسْجِدِ فَقَامَ عَبْدُ اللّٰهِ فَتَفَرَّقَ اَصْحَابُهٗ فَرَمَانِيْ بِالْحَصَا فَاَتَيْتُهٗ فَقَالَ حُذَيْفَةُ عَجِبْتُ مِنْ ضَحِكِهٖ وَقَدْ عَرَفَ مَاقُلْتُ لَقَدْ اُنْزِلَ النِّفَاقُ عَلٰى قَوْمٍ كَانُوْا خَيْرًا مِّنْكُمْ ثُمَّ تَابُوْا فَتَابَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ.

(نسائی کتاب التفسیر)

اسود نے کہا کہ ہم حضرت عبداللہ بن مسعود کے حلقہ میں تھے کہ حضرت حذیفہ آئے اور ہمارے قریب کھڑے ہوئے، پھر سلام کیا، پھر کہا: نفاق ایسی قوم پر اُتارا گیا ہے جو تم سے بہتر تھی۔ اسود نے کہا: سبحان اللہ! اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ منافقین جہنم کے سب سے نچلے طبقے میں ہیں۔ اس پر حضرت عبداللہ مسکرائے اور حضرت حذیفہ مسجد کے ایک کونے میں بیٹھ گئے۔ اب حضرت عبداللہ کھڑے ہو گئے اور ان کے اصحاب متفرق ہو گئے تو مجھے انہوں نے کنکری ماری تو میں ان کے پاس آیا تو حضرت حذیفہ نے کہا: مجھے حضرت عبداللہ کے ہنسنے پر تعجب ہوا اور جو میں نے کہا تھا اس کو وہ جانتے ہیں بے شک نفاق اتارا گیا ایسی قوم پر جو تم سے بہتر تھی پھر انہوں نے توبہ کی تو اللہ نے ان کی توبہ قبول فرمائی۔

مراد یہ ہے کہ بہت سے وہ لوگ جو حضور اقدس ﷺ کے عہد مبارک میں تھے انہوں نے بہ ظاہر اسلام قبول کیا لیکن درحقیقت وہ منافقین میں سے تھے، پھر اللہ نے انہیں ہدایت دی اور انہوں نے نفاق سے توبہ کی اور مومن و مخلص اور صحابی ہو گئے۔ ان کو بہتر اسی اعتبار سے کہا کہ صحابی ہوئے اور صحابہ کا مرتبہ مطلقاً افضل ہے۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کا مقصود یہ تھا کہ دل بدلتے دیر نہیں لگتی ہے ہر وقت اس سے ڈرتے رہنا چاہیے کہ کہیں آدمی کا ایمان نہ سلب ہو جائے۔

بَابٌ
[النساء:١٦٣ کی تفسیر]

قَوْلِهٖ ﴿إِنَّآ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ. اِلٰى قَوْلِهٖ. وَيُوْنُسَ وَهٰرُوْنَ وَسُلَيْمَانَ﴾ (آیت:١٦٣). (ص٦٦١)

اللہ عزوجل کے اس ارشاد کی تفسیر: بے شک ہم نے آپ کی طرف وحی کی، اس کے قول "و یونس و ھارون و سلیمان" تک۔

٢٢٥٣- ح: [مَنْ قَالَ اَنَا خَيْرٌ مِّنْ يُوْنُسَ بْنِ مَتّٰى فَقَدْ كَذَبَ وَ تَوْجِيْهُ هٰذَا]

جس نے یہ کہا: میں یونس بن متی سے بہتر ہوں، وہ جھوٹا ہے، اس کی توجیہ

٢٢٥٣- عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: وہ نبی ﷺ سے

اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ قَالَ أَنَا خَيْرٌ مِّنْ يُّوْنُسَ بْنِ مَتّٰى فَقَدْ كَذَبَ. روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: جس نے یہ کہا: میں یونس بن متیٰ سے بہتر ہوں تو اس نے جھوٹ بولا۔

متکلم اپنے کلام سے خارج ہوتا ہے۔ مراد یہ ہے کہ میرے علاوہ کوئی اور کہے مثلاً تم لوگ کہو کہ میں یونس بن متیٰ سے بہتر ہوں تو یہ جھوٹ ہے۔

بَابٌ [النساء:١٧٦ کی تفسیر]

قَوْلِهٖ ﴿يَسْتَفْتُوْنَكَ قُلِ اللّٰهُ يُفْتِيْكُمْ فِي الْكَلٰلَةِ اِنِ امْرُؤٌ هَلَكَ لَيْسَ لَهٗ وَلَدٌ وَّلَهٗ اُخْتٌ فَلَهَا نِصْفُ مَا تَرَكَ وَهُوَ يَرِثُهَا اِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّهَا وَلَدٌ﴾ (آیت:١٧٦). (ص ٦٦٢)

اللہ عزوجل کے اس ارشاد کی تفسیر: اے محبوب! تم سے فتویٰ پوچھتے ہیں، تم فرما دو کہ اللہ تمہیں کلالہ کے بارے میں فتویٰ دیتا ہے اگر کسی مرد کا انتقال ہو جو بے اولاد ہو اور اس کی ایک بہن ہو تو ترکہ میں اس کی بہن کا آدھا ہے اور مرد اپنی بہن کا وارث ہوگا اگر بہن کی اولاد نہ ہو۔

''وَالْكَلَالَةُ مَنْ لَّمْ يَرِثْهُ اَبٌ اَوِ ابْنٌ وَّهُوَ مَصْدَرٌ مِّنْ تَكَلَّلَهُ النَّسَبُ'' کلالہ وہ شخص ہے جس کا باپ یا بیٹا وارث نہ ہو، یہ ''تکلله النسب'' کا مصدر ہے۔ ''تکلل'' کے معنیٰ کنارہ اختیار کرنے کے ہیں۔ مطلب یہ ہوا کہ اس نے باپ کی طرف سے ایک کنارہ اور بیٹے کی طرف سے ایک کنارہ لیا، حالانکہ نہ اس کا باپ ہے نہ بیٹا، اور یہاں صورت حال یہی ہے۔ بہن کا ایک تعلق باپ سے بھی ہوتا ہے اور بھائی سے بھی ہوتا ہے۔

سُوْرَةُ الْمَائِدَةِ

یہ سورۃ مدنی ہے اس میں ایک سو بیس آیتیں ہیں یا ایک سو بائیس یا ایک سو تئیس۔ مائدہ اس خوان کو کہتے ہیں جس پر کھانا ہو اور اگر کھانا نہ ہو تو اس کو مائدہ نہیں کہیں گے ﴿حُرُمٌ﴾ وَاحِدُهَا حَرَامٌ...... ''حرام'' بہ معنی عزت والا، اس کی جمع ''حُرُم'' ہے، فرمایا گیا: ''مِنْهَا اَرْبَعَةٌ حُرُمٌ'' بارہ مہینوں میں چار عزت والے مہینے ہیں ﴿فَبِمَا نَقْضِهِمْ﴾ (آیت:١٣) بِنَقْضِهِمْ...... اشارہ کیا کہ ما مصدریہ ہے یعنی ان کے عہد توڑنے کی وجہ سے ﴿الَّتِيْ كَتَبَ اللّٰهُ﴾ (آیت:٢١) اَجْعَلَ اللّٰهُ...... جسے اللہ نے فرض فرمایا۔ اشارہ کیا کہ ''کَتَبَ'' بہ معنی ''فَرَضَ'' ہے ﴿تَبُوْءَ﴾ (آیت:٢٩) تَحْمِلَ...... اٹھائے گا۔ فرمایا گیا تھا: ''تَبُوْءَ بِاِثْمِيْ وَاِثْمِكَ'' ہابیل نے قابیل سے کہا: تم میرے اور اپنے گناہ کو لا دو گے ''وَقَالَ غَيْرُهُ الْاِغْرَاءُ التَّسْلِيْطُ''...... ''اغراء'' کا معنیٰ: مسلط کرنا ہے، فرمایا گیا تھا: ''وَاَلْقَيْنَا بَيْنَهُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَاءَ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ'' (المائدہ:٦٤) ہم نے یہود و نصاریٰ کے درمیان دشمنی اور بغض قیامت کے دن تک ڈال دی ﴿دَآئِرَةٌ﴾ (آیت:٥٢) دَوْلَةٌ...... ''دَآئِرَةٌ'' کے معنیٰ ''دَوْلَة'' کے ہیں ﴿اُجُوْرَهُنَّ﴾ (آیت:٥) مُهُوْرَهُنَّ...... ''اجور'' سے مراد مہر ہے ''مَخْمَصَةٌ مَّجَاعَةٌ''...... بھوک ''قَالَ سُفْيَانُ مَا فِي الْقُرْاٰنِ اٰيَةٌ اَشَدُّ عَلَيَّ مِنْ ﴿لَسْتُمْ عَلٰى شَيْءٍ حَتّٰى تُقِيْمُوا التَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِيْلَ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ﴾ (آیت:٦٨)...... سفیان (ثوری) نے کہا: قرآن میں کوئی آیت اس سے زیادہ مجھ پر سخت نہیں کہ فرمایا: تم کچھ نہیں یہاں تک کہ تورات اور انجیل اور جو تمہاری طرف تمہارے رب کی طرف سے اتارا گیا اس کو قائم کرو۔ یہ آیت سخت اس بناء پر ہے کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ انسان تورات اور انجیل اور قرآن مجید میں جو کچھ ہے سب کو بخوبی جانے گا نہیں تو عمل کیسے کرے گا؟ اور ظاہر ہے کہ یہ بہت ہی مشکل کام ہے ﴿وَمَنْ اَحْيَاهَا﴾ (آیت:٣٢) يَعْنِيْ مَنْ حَرَّمَ قَتْلَهَا اِلَّا بِحَقٍّ...... فرمایا گیا: ''مَنْ اَحْيَاهَا فَكَاَنَّمَا''...... ''حَيِيَ النَّاسُ مِنْهُ''

جَمِيعًا ......جس نے کسی جان کو زندہ رکھا گویا اس نے سب لوگوں کو زندہ کیا۔اس کی تفسیر میں فرمایا: جس نے کسی جان کے قتل ناحق کو حرام جانا ﴿شِرْعَةً وَّمِنْهَاجًا﴾ (آیت:٤٨) سَبِيلًا وَسُنَّةً...... "منهاج" کے معنی طریقے کے ہیں "اَلْمُهَيْمِنُ اَلْاَمِيْنُ اَلْقُرْاٰنُ اَمِيْنٌ عَلٰى كُلِّ كِتَابٍ قَبْلَهٗ"...... "مُهَيْمِنٌ" کے معنی امین کے ہے' قرآن پہلی ہر کتاب پر امین ہے' اس سے مراد یہ ہے کہ قرآن مجید اگلی کتابوں میں جو بنیادی عقائد ہیں' ان سب کو بیان فرماتا ہے اور ان کی حفاظت کرتا ہے' جیسے امین امانت کی کرتا ہے' اس طرح اس کے لازمی معنی ہوئے محافظت کرنے کے۔ قرآن مجید کے بارے میں فرمایا گیا: "وَمُهَيْمِنًا عَلَيْهِ" (المائدہ:٤٨) قرآن ان کا محافظ ہے۔

بَابٌ [المائدہ:٦ کی تفسیر]

قَوْلِهٖ ﴿فَلَمْ تَجِدُوْا مَآءً فَتَيَمَّمُوْا صَعِيْدًا طَيِّبًا﴾ (آیت:٦). (ص ٦٦٢)

اللہ عزوجل کے اس ارشاد کی تفسیر: اور پانی نہ پاؤ تو پاک مٹی سے تیمم کرو۔

"تَيَمَّمُوْا تَعَمَّدُوْا"......یعنی تیمم کے معنی قصد کرنے کے ہیں' لغوی معنی یہی ہے' مراد یہ ہے کہ پاکی حاصل کرنے کے ارادے سے پاک مٹی استعمال کرو ﴿آمِّيْنَ﴾ (آیت:٢) عَامِدِيْنَ اَمَّمْتُ وَتَيَمَّمْتُ وَاحِدٌ......فرمایا گیا: "وَلَا آمِّيْنَ الْبَيْتَ الْحَرَامَ" یعنی جو لوگ بیت الحرام کا ارادہ رکھتے ہیں۔ امام بخاری نے فرمایا کہ "اَمَّمَ تیمم" مجرد و مزید کے ایک ہی معنی ہیں "وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ ﴿لَمَسْتُمْ﴾ (المائدہ:٦) وَ ﴿تَمَسُّوْهُنَّ﴾ (البقرہ:٢٣٦) وَ ﴿اللَّاتِيْ دَخَلْتُمْ بِهِنَّ﴾ (النساء:٢٣) وَالْاِفْضَاءُ النِّكَاحُ"......یعنی آیت کریمہ "اَوْلَا مستم النِّسَاءَ" میں "مُلَامَسَتْ" سے اور آیت کریمہ "وَاِنْ طَلَّقْتُمُوْهُنَّ مِنْ قَبْلِ اَنْ تَمَسُّوْهُنَّ" میں "مَسٌّ" سے اور آیت کریمہ "مِنْ نِّسَائِكُمُ اللّٰتِيْ دَخَلْتُمْ بِهِنَّ" میں "دخول" سے آیت کریمہ "وَقَدْ اَفْضٰى بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضٍ" میں "اِفضاء" سے مراد نکاح یعنی وطی ہے۔

بَابٌ [المائدہ:٣٣ کی تفسیر]

قَوْلِهٖ ﴿اِنَّمَا جَزٰٓؤُا الَّذِيْنَ يُحَارِبُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَيَسْعَوْنَ فِي الْاَرْضِ فَسَادًا اَنْ يُّقَتَّلُوْٓا اَوْ يُصَلَّبُوْا اِلٰى قَوْلِهٖ. اَوْيُنْفَوْا مِنَ الْاَرْضِ﴾ (آیت:٣٣) اَلْمُحَارَبَةُ لِلّٰهِ اَلْكُفْرُبِهٖ. (ص ٦٦٣)

اللہ عزوجل کے اس ارشاد کی تفسیر: ان لوگوں کی سزا جو اللہ و رسول سے لڑیں یا زمین میں فساد مچائیں یہ ہے کہ ان کو قتل کیا جائے یا ان کو پھانسی دی جائے' سے "اوینفوا من الارض" تک۔ اللہ سے لڑائی اس کے ساتھ کفر ہے۔

٢٢٥٤ - حَدَّثَنِيْ سَلْمَانُ اَبُوْ رَجَاءٍ مَّوْلٰى اَبِيْ قِلَابَةَ عَنْ اَبِيْ قِلَابَةَ اَنَّهٗ كَانَ جَالِسًا خَلْفَ عُمَرَ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيْزِ فَذَكَرُوْا وَذَكَرُوْا فَقَالُوْا وَقَالُوْا قَدْ اَقَادَتْ بِهَا الْخُلَفَاءُ فَالْتَفَتَ اِلٰى اَبِيْ قِلَابَةَ وَهُوَ خَلْفَ ظَهْرِهٖ فَقَالَ مَا تَقُوْلُ يَا عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ زَيْدٍ اَوْقَالَ مَا تَقُوْلُ يَا اَبَا قِلَابَةَ قُلْتُ مَا عَلِمْتُ نَفْسًا حَلَّ قَتْلُهَا فِي الْاِسْلَامِ اِلَّا رَجُلٌ زَنٰى بَعْدَ اِحْصَانٍ اَوْ قَتَلَ نَفْسًا بِغَيْرِ نَفْسٍ اَوْحَارَبَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ عَنْبَسَةُ حَدَّثَنَا

ابوقلابہ سے روایت ہے کہ وہ عمر بن عبدالعزیز کے پیچھے بیٹھے تھے تو لوگوں نے قسامت کا ذکر کیا اور کہا: قسامت پر خلفاء نے قصاص لیا ہے تو انہوں نے ابوقلابہ کی جانب دیکھا اور وہ ان کے پیچھے تھے' فرمایا: اے عبداللہ بن زید! تم کیا کہتے ہو؟ کہا: اے ابوقلابہ! تم کیا کہتے ہو؟ تو میں نے کہا: میں نہیں جانتا کہ اسلام میں کسی کا قتل کرنا حلال ہو سوائے اس شخص کے جس نے احصان کے بعد زنا کیا یا ناحق کسی کا قتل کیا یا اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے لڑا تو حضرت عنبسہ نے کہا کہ ہم سے حضرت انس رضی اللہ عنہ نے یہ حدیث بیان کی۔ میں

اَنَسٌ بِكَذَا وَكَذَا قُلْتُ اِيَّايَ حَدَّثَ اَنَسٌ قَالَ قَدِمَ قَوْمٌ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَكَلَّمُوْهُ فَقَالُوْا قَدِ اسْتَوْخَمْنَا هٰذِهِ الْاَرْضَ فَقَالَ هٰذِهٖ نَعَمٌ لَّنَا تَخْرُجُ فَاخْرُجُوْا فِيْهَا فَاشْرَبُوْا مِنْ اَلْبَانِهَا وَاَبْوَالِهَا فَخَرَجُوْا فِيْهَا فَشَرِبُوْا مِنْ اَبْوَالِهَا وَاَلْبَانِهَا وَاسْتَصَحُّوْا وَمَالُوْا عَلَى الرَّاعِيْ فَقَتَلُوْهُ وَاطَّرَدُوا النَّعَمَ فَمَا يُسْتَبْطَاُ مِنْ هٰؤُلَاءِ قَتَلُوا النَّفْسَ وَحَارَبُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَخَوَّفُوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ سُبْحَانَ اللّٰهِ فَقُلْتُ تَتَّهِمُنِيْ قَالَ حَدَّثَنَا بِهٰذَا اَنَسٌ قَالَ وَقَالَ يَا اَهْلَ كَذَا اِنَّكُمْ لَنْ تَزَالُوْا بِخَيْرٍ مَّا اُبْقِيَ هٰذَا فِيْكُمْ وَمِثْلُ هٰذَا.

نے کہا کہ حضرت انس نے مجھ سے یہ حدیث یوں بیان کی ہے تو انہوں نے کہا: ایک قوم نبی ﷺ کی خدمت میں آئی، مسلمان ہوئی، پھر حضور سے بات کی اور کہا: اس زمین کی ہوا ہمارے ناموافق ہو گئی تو فرمایا: یہ ہمارے اونٹ ہیں، وہاں چلے جاؤ اور ان کا دودھ اور پیشاب پیو۔ وہ لوگ وہاں گئے، اونٹوں کا دودھ اور پیشاب پیا اور تندرست ہو گئے اور چرواہے کو قتل کر دیا اور اونٹ ہانک کر لے گئے، ان لوگوں سے کیا باقی رہ گیا کہ وہ قتل نہ کیے جاتے۔ ان لوگوں نے قتل کیا اور اللہ اور اس کے رسول سے لڑے، اور پھر رسول اللہ ﷺ کو ڈرایا تو حضرت عنبسہ نے کہا: سبحان اللہ! میں نے کہا: تم مجھ کو متہم کرتے ہو، پھر انہوں نے کہا: اسے حضرت انس نے ہم سے بیان کیا: اور کہا اے اہل شام! تم لوگ ہمیشہ بھلائی میں رہو گے جب تک یہ تم میں باقی رکھا جائے گا یا اس کے مثل باقی رکھا جائے گا۔

یہ حدیث اختصار کے ساتھ مغازی میں گزر چکی ہے۔ وہیں ہم نے اس کی پوری تفصیل لکھ دی ہے۔

بَابٌ [المائدہ:٦٧ کی تفسیر]

قَوْلِهٖ ﴿يٰۤاَيُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَاۤ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ﴾ (آیت:٦٧). (ص ٦٦٤)

اللہ عزوجل کے اس ارشاد کی تفسیر: اے رسول! ان سب کو پہنچا دو جو تمہارے رب کی طرف سے تم تک اتارا گیا۔

٢٢٥٥- عَنْ مَسْرُوْقٍ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ مَنْ حَدَّثَكَ اَنَّ مُحَمَّدًا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَتَمَ شَيْئًا مِّمَّا اُنْزِلَ عَلَيْهِ فَقَدْ كَذَبَ وَاللّٰهُ يَقُوْلُ ﴿يٰۤاَيُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَاۤ اُنْزِلَ اِلَيْكَ﴾ (آیت:٦٧) الْاٰيَةَ.

امّ المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: جو شخص یہ کہے کہ محمد ﷺ نے اس میں سے کچھ چھپایا جو ان پر اتارا گیا تو اس نے جھوٹ کہا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اے رسول! ان سب کو پہنچا دو جو تم پر اتارا گیا۔

(بخاری۔ کتاب التوحید۔ باب: قول اللہ یا ایہا الرسول بلغ ص ١١٢٣، مسلم۔ کتاب الایمان، ترمذی، نسائی۔ کتاب التفسیر)

بَابٌ [المائدہ:٨٩ کی تفسیر]

قَوْلِهٖ ﴿لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللّٰهُ بِاللَّغْوِ فِيْۤ اَيْمَانِكُمْ﴾ (آیت:٨٩). (ص ٦٦٤)

اللہ عزوجل کے اس ارشاد کی تفسیر: اللہ تمہیں نہیں پکڑتا تمہاری غلط فہمی کی قسموں پر۔

٢٢٥٦- عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا اُنْزِلَتْ هٰذِهِ الْاٰيَةُ ﴿لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللّٰهُ بِاللَّغْوِ فِيْۤ اَيْمَانِكُمْ﴾ فِيْ قَوْلِ الرَّجُلِ لَا وَاللّٰهِ وَبَلٰى وَاللّٰهِ.

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: یہ آیت کریمہ "اللہ تمہاری نہیں پکڑ کرتا تمہاری غلط فہمی کی قسموں پر" لوگوں کے اس قول کے بارے میں نازل ہوئی جو لوگ بات بات میں کہتے ہیں "لا واللہ اور بلی واللہ"۔

(بخاری۔ کتاب الایمان والنذور۔ باب: لا یؤاخذکم اللّٰہ باللغو فی ایمانکم ص ۹۸۶' ابوداؤد)

[قسم کی اقسام]

قسم کی تین قسمیں ہیں: (۱) غموس (۲) لغو (۳) منعقدہ۔

غموس: جھوٹی قسم کو کہتے ہیں' یعنی جان بوجھ کر جھوٹی قسم کھانا مثلاً وہ جانتا ہے کہ زید نہیں آیا ہے اور قسم کھائی کہ زید آیا۔ اس میں گناہ ہے کفارہ نہیں۔

لغو: غلط فہمی کی بناء پر کوئی قسم کھائی مثلاً وہ یہ جانتا تھا کہ زید آیا ہے مگر حقیقت میں نہیں آیا تھا اور قسم کھالی کہ زید آیا' اس میں نہ گناہ ہے نہ کفارہ۔ حضرت امام شافعی فرماتے ہیں کہ لغو وہ قسم ہے جو بغیر نیت زبان پر جاری ہو جائے۔

منعقدہ: وہ قسم ہے کہ آئندہ کسی کام کے کرنے یا نہ کرنے کی قسم کھائی' پھر اس کام کو نہیں کیا یا کر لیا' اس میں کفارہ ہے ایک غلام آزاد کرنا۔ اس کی استطاعت نہ ہو تو دس مسکینوں کو کھانا کھلانا یا کپڑا پہنانا یا مسلسل بلاناغہ تین روزے رکھنا۔

۲۲۵۷- ح: [اِنْ رَاٰی اَنْ یَّنْقُضَ الْیَمِیْنَ خَیْرًا فَلْیَحْنَثْ وَعَلَیْهِ کَفَّارَتُهٗ]

قسم توڑنا بہتر ہو تو قسم توڑے اور کفارہ ادا کرے

۲۲۵۷- عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا اَنَّ اَبَاهَا کَانَ لَا یَحْنَثُ فِیْ یَمِیْنٍ حَتّٰی اَنْزَلَ اللّٰهُ کَفَّارَةَ الْیَمِیْنِ قَالَ اَبُوْبَکْرٍ لَا اَرٰی یَمِیْنًا لَا اُرٰی غَیْرَهَا خَیْرًا مِّنْهَا اِلَّا قَبِلْتُ رُخْصَةَ اللّٰهِ وَفَعَلْتُ الَّذِیْ هُوَ خَیْرٌ.

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ان کے والد کسی قسم کو نہیں توڑتے تھے' یہاں تک کہ اللہ نے قسم کا کفارہ نازل فرمایا تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ جب میں یہ دیکھتا ہوں کہ جس بات پر میں نے قسم کھائی ہے اس سے بہتر اس کی ضد ہے تو میں اللہ کی رخصت کو قبول کر لیتا ہوں اور اسے کرتا ہوں جو بہتر ہے۔

(بخاری۔ کتاب الایمان والنذور۔ باب: قول اللّٰہ لا یؤاخذکم اللّٰہ باللغو ص ۹۸۰)

بَابٌ

[المائدہ: ۸۷ کی تفسیر]

قَوْلِهٖ ﴿یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تُحَرِّمُوْا طَیِّبٰتِ مَاۤ اَحَلَّ اللّٰهُ لَکُمْ﴾ (آیت: ۸۷). (ص ۶۶۴)

اللہ عزوجل کے اس ارشاد کی تفسیر: اے ایمان والو! تم ان پاک چیزوں کو حرام نہ ٹھہراؤ جو اللہ نے تمہارے لیے حلال کی ہیں۔

۲۲۵۸- عَنْ قَیْسٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ کُنَّا نَغْزُوْ مَعَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَلَیْسَ مَعَنَا نِسَآءٌ فَقُلْنَا اَلَا نَخْتَصِیْ فَنَهَانَا عَنْ ذٰلِکَ فَرَخَّصَ لَنَا بَعْدَ ذٰلِکَ اَنْ نَّتَزَوَّجَ الْمَرْاَةَ بِالثَّوْبِ ثُمَّ قَرَاَ ﴿یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تُحَرِّمُوْا طَیِّبٰتِ مَاۤ اَحَلَّ اللّٰهُ لَکُمْ﴾ (آیت: ۸۷).

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ہم رکاب ہو کر جہاد کرتے تھے اور ہمارے ساتھ عورتیں نہیں ہوتیں تھیں تو ہم نے عرض کیا: کیا ہم خصی نہ ہو جائیں؟ تو آپ نے ہمیں اس سے منع فرمایا اور اس کے بعد ہمیں اجازت دی کہ ہم ایک کپڑے کے عوض عورتوں سے نکاح کر لیں' پھر انہوں نے پڑھا: اے ایمان والو! تم ان پاک چیزوں کو کیوں حرام ٹھہراتے ہو جو اللہ نے تمہارے لیے حلال کیں۔

(بخاری۔ کتاب النکاح۔ باب: تزویج المعسر ص ۷۵۹' باب: مایکرہ من التبتل والخصاء ص ۷۵۹' مسلم۔ کتاب النکاح' نسائی۔ کتاب التفسیر)

اس حدیث سے متعہ کا جواز ثابت ہوتا ہے۔ کچھ لوگوں نے یہ کہا ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بھی متعہ کو جائز جانتے تھے۔ ابتداء اسلام میں بہ ضرورت متعہ کی اجازت تھی' عرب گرم ملک ہے' وہاں صبر مشکل ہے اس بناء پر اجازت تھی۔ پھر متعہ کی حرمت پر اجماع منعقد ہو گیا اور سوائے گم راہ رافضیوں کے کوئی اس کے جواز کا قائل نہیں رہا' اور حضرت عبداللہ بن مسعود کی اس حدیث سے اگر جواز ثابت بھی ہوتا ہے تو سفر میں۔ اس کی تاویل یہی ہے کہ ابتداء میں بہ وجہ ضرورت اس کی اجازت تھی بعد میں یہ حرام کر دیا گیا تو سفر حضر سب میں حرام کر دیا گیا۔

بَابٌ

[المائدہ: ۹۰ کی تفسیر]

قَوْلِهٖ ﴿اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْاَنْصَابُ وَالْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ﴾ (آیت: ۹۰).

اللہ عزوجل کے اس ارشاد کی تفسیر: بے شک شراب اور جوا اور بت اور پانسے ناپاک ہیں' اور شیطانی کام ہیں۔

(ص ٦٦٤)

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ اَلْاَزْلَامُ اَلْقِدَاحُ يَقْتَسِمُوْنَ بِهَا فِى الْاُمُوْرِ وَالنُّصُبُ اَنْصَابٌ يَّذْبَحُوْنَ عَلَيْهَا وَقَالَ غَيْرُهٗ اَلزَّلَمُ الْقِدْحُ لَا رِيْشَ لَهٗ وَهُوَ وَاحِدُ الْاَزْلَامِ وَالْاِسْتِقْسَامُ اَنْ يُّجِيْلَ الْقِدَاحَ فَاِنْ نَهَتْهُ انْتَهٰى وَاِنْ اَمَرَتْهُ فَعَلَ مَا تَاْمُرُهٗ وَقَدْ اَعْلَمُوا الْقِدَاحَ اَعْلَامًا بِضُرُوْبٍ يَّسْتَقْسِمُوْنَ بِهَا وَفَعَلْتُ مِنْهُ قَسَمْتُ وَالْقُسُوْمُ الْمَصْدَرُ۔

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: ازلام' تیر ہیں جن سے وہ اپنے معاملات میں قرعہ اندازی کرتے تھے اور نصب وہ بت تھے جن پر وہ جانوروں کو ذبح کرتے تھے' اور ان کے غیر نے کہا: ''زلم'' بغیر پر کا تیر ہے' اور یہ ''ازلام'' کا واحد ہے اور ''استقسام'' یہ تھا کہ تیروں کو گھماتے' پس اگر وہ اس کام سے منع کر دیتا تو نہیں کرتے اور اگر حکم دیتا تو کرتے' اور انہوں نے تیروں پر قسم قسم کے نشان لگا دیے تھے جس سے وہ قرعہ اندازی کرتے' اور ''استقسام'' کا مجرد ''قسمت'' ہے اور ''قسوم'' اسی کا مصدر ہے۔

ازلام کی پوری تفصیل گزر چکی ہے۔

۲۲۵- عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ نَزَلَ تَحْرِيْمُ الْخَمْرِ وَاِنَّ فِى الْمَدِيْنَةِ يَوْمَئِذٍ لَخَمْسَةَ اَشْرِبَةٍ مَا فِيْهَا شَرَابُ الْعِنَبِ۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ شراب کی حرمت نازل ہوئی اور اس دن مدینہ میں پانچ قسم کی شرابیں تھیں جس میں انگور کی شراب نہیں تھی۔

(بخاری۔ کتاب الاشربہ۔ باب: ان الخمر من العنب ص ۸۳٦)

۲۲٦- ح: [اَلْخَمْرُ قَبْلَ تَحْرِيْمِ الْخَمْرِ]

تحریم خمر سے پہلے شراب نوشی کا ایک منظر

۲۲٦- قَالَ اَنَسُ بْنُ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ مَا كَانَ لَنَا خَمْرٌ غَيْرُ فَضِيْخِكُمْ هٰذَا الَّذِىْ تُسَمُّوْنَهُ الْفَضِيْخَ فَاِنِّىْ لَقَائِمٌ اَسْقِىْ اَبَا طَلْحَةَ وَفُلَانًا وَّفُلَانًا اِذْ جَاءَ رَجُلٌ فَقَالَ وَهَلْ بَلَغَكُمُ الْخَبَرُ فَقَالُوْا وَمَا ذَاكَ قَالَ حُرِّمَتِ الْخَمْرُ قَالُوْا اَهْرِقْ هٰذِهِ الْقِلَالَ يَا اَنَسُ قَالَ فَمَا سَاَلُوْا عَنْهَا وَلَا رَاجَعُوْهَا بَعْدَ خَبَرِ الرَّجُلِ۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ہمارے پاس تمہاری اس فضیخ کے علاوہ کوئی شراب نہیں تھی۔ میں کھڑا حضرت ابوطلحہ اور فلاں اور فلاں کو پلا رہا تھا۔ ایک صاحب آئے اور انہوں نے کہا: کیا تم کو خبر پہنچی ہے؟ ان لوگوں نے کہا: کیا ہے؟ ان نے کہا: شراب حرام کر دی گئی۔ لوگوں نے کہا: ان گھڑوں کو بہا دے' اے انس! ان لوگوں نے اس کے بارے میں کچھ نہیں پوچھا اور نہ تکرار

کی اس شخص کی خبر کے بعد۔

یہ پانچ قسم کی شرابیں تھیں: (۱) شہد کی (۲) کھجور کی (۳) گیہوں کی (۴) جو کی اور (۵) چیناں کی۔

فضیخ

ادھ پکے کھجور کو پانی میں ڈال کر کسی برتن میں رکھ دیتے ہیں یہاں تک کہ اس میں نشہ آ جائے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ جن جن کو شراب پلا رہے تھے وہ یہ تھے: حضرت ابودجانہ حضرت سہل بن بیضا حضرت ابوعبیدہ بن الجراح حضرت ابی بن کعب حضرت معاذ بن جبل اور حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہم۔

۲۲٦۱- ح: [اَلْخَمْرُ مِنْ خَمْسَةٍ] شراب پانچ چیزوں سے بنتی ہے

۲۲٦۱ - عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ سَمِعْتُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَلٰى مِنْبَرِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اَمَّا بَعْدُ اَيُّهَا النَّاسُ اَنَّهٗ نَزَلَ تَحْرِيْمُ الْخَمْرِ وَهِيَ مِنْ خَمْسَةٍ مِّنَ الْعِنَبِ وَالتَّمْرِ وَالْعَسَلِ وَالْحِنْطَةِ وَالشَّعِيْرِ وَالْخَمْرُ مَاخَامَرَ الْعَقْلَ.

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے منبر پر حضرت عمر کو فرماتے ہوئے سنا: بعد حمد کے اے لوگو! شراب کی حرمت نازل ہوئی اور یہ پانچ چیزوں سے تھی: انگور اور کھجور اور شہد اور گیہوں اور جو سے۔ خمر وہ چیز ہے جو عقل کو چھپا دے۔

(بخاری۔ کتاب الاشربۃ۔ باب: ان الخمر من العنب ص۸۳٦ باب: ما جاء ان الخمر ما خامر العقل دو طریق سے ص۸۳۷ کتاب الاعتصام بالکتاب والسنۃ۔ باب: ذکر النبی صلی اللہ علیہ وسلم ص۱۰۹۰ مسلم۔ آخر کتاب ابوداؤد۔ کتاب الاشربۃ ترمذی۔ کتاب الاشربۃ نسائی۔ کتاب الاشربۃ والولیمہ)

حرمت انہیں پانچ قسموں میں منحصر نہیں۔ ہر سیال چیز جو نشہ آور ہو خواہ کسی چیز سے بنائی گئی ہو اور جس طریقے سے بنائی گئی ہو سب حرام ہیں۔ اس حدیث میں ان پانچ چیزوں کا ذکر اس بناء پر ہے کہ اس عہد میں یہی پانچ قسم کی شرابیں تیار ہوتی تھیں۔

بَابٌ [المائدہ:۱۰۱ کی تفسیر]

قَوْلِهٖ ﴿لَا تَسْاَلُوْا عَنْ اَشْيَآءَ اِنْ تُبْدَلَكُمْ تَسُؤْكُمْ﴾ (آیت:۱۰۱). (ص٦٦٥)

اللہ عزوجل کے اس ارشاد کی تفسیر: بہت سی باتیں نہ پوچھو اگر تم پر ظاہر کر دی جائیں تو تمہیں بری لگیں گی۔

۲۲٦۲- عَنْ مُوْسٰى بْنِ اَنَسٍ عَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ خَطَبَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خُطْبَةً مَّا سَمِعْتُ مِثْلَهَا قَطُّ قَالَ لَوْ تَعْلَمُوْنَ مَا اَعْلَمُ لَضَحِكْتُمْ قَلِيْلًا وَّلَبَكَيْتُمْ كَثِيْرًا قَالَ فَغَطّٰى اَصْحَابُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وُجُوْهَهُمْ لَهُمْ خَنِيْنٌ فَقَالَ رَجُلٌ مَّنْ اَبِيْ قَالَ فُلَانٌ فَنَزَلَتْ هٰذِهِ الْاٰيَةُ ﴿لَا تَسْاَلُوْا عَنْ اَشْيَآءَ اِنْ تُبْدَلَكُمْ تَسُؤْكُمْ﴾.

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بار ایسا خطبہ دیا کہ میں نے ویسا خطبہ کبھی نہیں سنا۔ فرمایا: جو میں جانتا ہوں اگر تم لوگ جانتے ہوتے تو ہنستے کم اور روتے زیادہ۔ صحابہ کرام نے اپنے چہروں کو ڈھانک لیا وہ لوگ سسکیاں لے رہے تھے کہ ایک شخص نے پوچھا: میرا باپ کون ہے؟ فرمایا: فلاں! اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی کہ تم بہت سی باتیں نہ پوچھو کہ اگر تم پر ظاہر کر دی جائیں تو تمہیں بری لگیں گی۔

(بخاری۔ کتاب الرقاق۔ باب: قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم لو تعلمون ما اعلم ص۹٦۰ کتاب الاعتصام۔ باب: ما یکرہ من کثرۃ السوال ص۱۰۸۳ مسلم۔ کتاب الفضائل ترمذی۔ کتاب التفسیر نسائی۔ کتاب الرقاق)

٢٢٦٣- ح: [كَثْرَةُ السُّؤَالِ وَجْهُ الْغَضَبِ]

کثرت سوال غضب کا سبب ہے

٢٢٦٣- عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ كَانَ قَوْمٌ يَسْأَلُوْنَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِسْتِهْزَاءً فَيَقُوْلُ الرَّجُلُ مَنْ اَبِيْ وَيَقُوْلُ الرَّجُلُ تَضِلُّ نَاقَتُهُ اَيْنَ نَاقَتِيْ؟ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ فِيْهِمْ هٰذِهِ الْاٰيَةَ ﴿يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَسْاَلُوْا عَنْ اَشْيَاءَ اِنْ تُبْدَ لَكُمْ تَسُؤْكُمْ﴾ حَتّٰى فَرَغَ مِنَ الْاٰيَةِ كُلِّهَا.

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: کچھ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بطور استہزاء پوچھا کرتے تھے۔ ایک کہتا: میرا باپ کون ہے؟ کسی شخص کی اونٹنی غائب ہو جاتی تو وہ کہتا میری اونٹنی کہاں ہے؟ انہیں کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیت کریمہ نازل فرمائی: اے ایمان والو! ایسی باتیں نہ پوچھو اگر تم پر ظاہر کردی جائیں تو تم کو بری لگیں۔ یہاں تک کہ پوری آیت کریمہ تلاوت فرمائی۔

بَابٌ

[المائدہ: ١٠٣ کی تفسیر]

قَوْلِهٖ ﴿مَا جَعَلَ اللّٰهُ مِنْ بَحِيْرَةٍ وَّلَا سَآئِبَةٍ وَّلَا وَصِيْلَةٍ وَّلَا حَامٍ﴾ (آیت: ١٠٣). (ص ٦٦٥)

اللہ عزوجل کے اس ارشاد کی تفسیر: اللہ نے مقرر نہیں کیا ہے کان چرا ہوا اور بجار اور نہ وصیلہ اور نہ حامی۔

بحیرہ، سائبہ، وصیلہ اور حامی کی تفسیر گزر چکی ہے۔

﴿وَاِذْ قَالَ اللّٰهُ﴾ (آیت: ١١٦) يَقُوْلُ قَالَ اللّٰهُ وَاِذْ هٰهُنَا صِلَةٌ..... فرمایا گیا: "وَ اِذْ قَالَ اللّٰهُ يَا عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ اَنْتَ قُلْتَ" (المائدہ: ١١٦) اور جب اللہ فرمائے گا: اے عیسیٰ بن مریم! کیا تم نے یہ کہا تھا؟ یہ ارشاد قیامت کے دن ہوگا اور آیت میں "قال" ماضی کا صیغہ ہے۔ امام بخاری نے یہ افادہ فرمایا ہے کہ یہ "يقول" کے معنی میں ہے تو "اذ" زائد ہوا...... اَلْمَائِدَةُ اَصْلُهَا مَفْعُوْلَةٌ كَعِيْشَةٍ رَّاضِيَةٍ وَتَطْلِيْقَةٍ بَائِنَةٍ وَالْمَعْنٰى مِيْدَ بِهَا صَاحِبُهَا مِنْ خَيْرٍ يُّقَالُ مَادَنِيْ يَمِيْدُنِيْ..... "مائدہ" معنی میں مفعول کے ہے جیسے: "عِيْشَةٍ رَّاضِيَةٍ" پسندیدہ زندگی اور "تطليقة بائنة" معنی یہ ہے کہ دسترخوان والے نے خیر جمع کیا، یہ "مادنی یمیدنی" سے ہے یعنی "ضرب یضرب" سے ہے وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ ﴿مُتَوَفِّيْكَ﴾ (آل عمران: ٥٥) مُمِيْتُكَ"...... وفات دینے والا ہوں تم کو سورہ آل عمران میں فرمایا گیا تھا "يا عيسى انى متوفيك" اس کی تفسیر فرمائی حضرت ابن عباس نے کہ وفات بہ معنی موت ہے۔ اس کا ذکر اس مناسبت سے ہے کہ سورہ مائدہ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی یہ عرض منقول ہے: "فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِيْ كُنْتَ اَنْتَ الرَّقِيْبَ عَلَيْهِمْ" (المائدہ: ١١٧) جب تو نے مجھ کو اٹھالیا تو ان کا نگہبان تو رہا، چونکہ "متوفی" اور "توفیت" کا مادہ ایک ہی ہے اس مناسبت سے امام بخاری نے "مُتَوَفِّيْكَ" (آل عمران: ٥٥) کی تفسیر فرمائی۔

٢٢٦٤- ح: [عَذَابُ جَهَنَّمَ عَلٰى عَمْرٍو فِي النَّارِ]

عمرو بن عامر خزاعی کی جہنم میں درگت

٢٢٦٤- عَنْ عُرْوَةَ اَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَاَيْتُ جَهَنَّمَ يَحْطِمُ بَعْضُهَا بَعْضًا وَرَاَيْتُ عَمْرًوا يَجُرُّ قُصْبَهُ وَهُوَ اَوَّلُ مَنْ سَيَّبَ السَّوَائِبَ.

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں نے جہنم کو دیکھا اس کا بعض حصہ بعض کو توڑ رہا ہے اور میں نے عمرو بن عامر خزاعی کو دیکھا کہ وہ اپنی آنتوں کو گھسیٹ رہا ہے یہی پہلا شخص ہے جس نے سائبہ چھوڑا۔

سُوْرَةُ الْاَنْعَامِ

یہ سورۃ مکی ہے سوائے تین آیتوں کے' یہ مدنی ہیں۔ اس میں ایک سو پینسٹھ آیتیں ہیں۔

"قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ ﴿فِتْنَتُهُمْ﴾ (آیت:٢٣) مَعْذِرَتُهُمْ ﴿مَعْرُوْشَاتٍ﴾ (آیت:١٤١) مَا يُعْرَشُ مِنَ الْكَرْمِ وَغَيْرِ ذٰلِكَ" ...... چڑھائے ہوئے انگور کی بیلیں وغیرہ جو اوپر چڑھائی جاتی ہیں "لِاُنْذِرَكُمْ بِهٖ يَعْنِيْ اَهْلَ مَكَّةَ" یہ خطاب اہل مکہ سے ہے تا کہ قرآن کے ذریعہ تم کو ڈراؤں ﴿حَمُوْلَةً﴾ (آیت:١٤٢) مَا يُحْمَلُ عَلَيْهَا...... بوجھ اٹھانے والے ﴿وَلَلَبَسْنَا﴾ (آیت:٩) لَشَبَّهْنَا...... ان پر مشتبہ کر دیتے ﴿يَنْاَوْنَ﴾ (آیت:٢٦) يَتَبَاعَدُوْنَ...... ایک دوسرے کو اس سے دور کرتے ہیں یعنی قرآن یا رسول سے ﴿تُبْسَلُ﴾ (آیت:٧٠) تُفْضَحُ...... رسوا ہوں گے ﴿اُبْسِلُوْا﴾ (آیت:٧٠) اُفْضِحُوْا...... وہ لوگ رسوا ہوئے ﴿بَاسِطُوْا اَيْدِيْهِمْ﴾ (آیت:٩٣) اَلْبَسْطُ الضَّرْبُ...... اپنا ہاتھ پھیلائے ہوئے ہیں ﴿اِسْتَكْثَرْتُمْ﴾ (آیت:١٢٩) اَضْلَلْتُمْ كَثِيْرًا...... تم نے بہتوں کو گمراہ کیا ﴿ذَرَاَ مِنَ الْحَرْثِ﴾ (آیت:١٣٦) جَعَلُوْا لِلّٰهِ مِنْ ثَمَرَاتِهِمْ وَمَا لِهِمْ نَصِيْبًا وَّلِلشَّيْطَانِ وَالْاَوْثَانِ نَصِيْبًا...... ان لوگوں نے اپنے پھلوں اور مال میں سے اللہ کے لیے ایک حصہ مقرر کر لیا اور ایک حصہ شیطان اور بتوں کے لیے ﴿اَكِنَّةً﴾ وَاحِدُهَا كِنَانٌ ﴿اَمَّا اشْتَمَلَتْ﴾ (آیت:١٤٤) يَعْنِيْ هَلْ تَشْتَمِلُ اِلَّا عَلٰى ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى فَلِمَ تُحَرِّمُوْنَ بَعْضًا وَّتُحِلُّوْنَ بَعْضًا" ...... یعنی مادہ کے پیٹ یا تو نر پر مشتمل ہیں یا مادہ پر تو کیوں بعض کو حرام کرتے ہو اور بعض کو حلال کرتے ہو ﴿مَسْفُوْحًا﴾ (آیت:١٤٥) مُهْرَاقًا" ...... بہایا ہوا ﴿صَدَفَ﴾ (آیت:١٥٧) اَعْرَضَ...... منہ پھیر لیا "اُبْلِسُوْا اُوْيِسُوْا وَ ﴿اُبْسِلُوْا﴾ (آیت:٧٠) اُسْلِمُوْا ﴿سَرْمَدًا﴾ (القصص:٧١-٧٢) دَائِمًا" ...... وہ لوگ مایوس ہو گئے' محتاج ہو گئے' ہلاکت کے قریب ہو گئے ہمیشہ ہمیشہ ﴿اِسْتَهْوَتْهُ﴾ (آیت:٧١) اَضَلَّتْهُ...... اسے گم راہ کر دیا ﴿تَمْتَرُوْنَ﴾ (آیت:٢) تَشُكُّوْنَ...... تم لوگ شک کرتے ہو ﴿وَقْرٌ﴾ (آیت:٢٥) صَمَمٌ...... بہرا ہونا "وَاَمَّا الْوِقْرُ اَلْحِمْلُ" ...... "وقر" واؤ کے کسرہ کے ساتھ اس کے معنی بوجھ ہیں ﴿اَسَاطِيْرُ﴾ (آیت:٢٥) وَاحِدُهَا اُسْطُوْرَةٌ وَّاِسْطَارَةٌ وَّهِيَ التُّرَّهَاتُ...... "اساطیر" کا واحد "اُسطورة" ہے اور "اسطارة" ہے' باطل چیزیں ﴿اَلْبَاْسَآءِ﴾ (آیت:٤٢) مِنَ الْبَاْسِ وَيَكُوْنُ مِنَ الْبُؤْسِ...... "باساء" سختی یہ "باس" سے بنا ہے اور "بوس" سے بھی ہو سکتا ہے ﴿جَهْرَةً﴾ (آیت:٤٧) مُعَايَنَةً...... کھلے بند "اَلصُّوْرُ جَمَاعَةُ صُوْرَةٍ كَقَوْلِهٖ سُوْرَةٌ وَّسُوَرٌ" ...... "صور" "صورت" کی جمع ہے' جیسے اس کا قول سورت کی جمع "سُوَر" ﴿مَلَكُوْتَ﴾ (آیت:٧٥) مُلْكٌ مِّثْلُ رَهَبُوْتٍ خَيْرٌ مِّنْ رَحَمُوْتٍ وَّيَقُوْلُ تُرْهَبُ خَيْرٌ مِّنْ اَنْ تُرْحَمَ...... "ملکوت" کے معنی ملک کے ہیں' جیسے بولتے ہیں ڈرانا بہتر ہے مہربانی سے اور جیسے کہتے ہیں کہ تو ڈرایا جائے یہ اس سے بہتر ہے کہ تجھ پر رحم کیا جائے۔ امام بخاری بتانا یہ چاہتے ہیں کہ "ملکوت"، "رهبوت"، "رحموت" کے وزن پر بہ معنی ملک ہے ﴿جَنَّ﴾ (آیت:٧٦) اَظْلَمَ...... اندھیرے والی...... يُقَالُ عَلَى اللّٰهِ حُسْبَانُهٗ اَیْ حِسَابُهٗ وَيُقَالُ ﴿حُسْبَانًا﴾ (آیت:٩٦) مَرَامِيَ وَ ﴿رُجُوْمًا لِّلشَّيَاطِيْنِ﴾ (الملک:٥)...... "حسبان" کے معنی حساب کے ہیں' جیسے بولتے ہیں "علی اللہ حسبانه" اور "حسبان" کے معنی سیاب کے بھی ہیں جس سے شیطانوں کو سنگسار کیا جاتا ہے ﴿مُسْتَقَرٌّ﴾ (آیت:٩٨) فِي الصُّلْبِ ﴿وَمُسْتَوْدَعٌ﴾ (آیت:٩٨) فِي الرَّحِمِ...... تم لوگ باپ کی پیٹھ میں ٹھہرے رہتے ہو اور ماں کے پیٹ میں امانت رکھے جاتے ہو...... اَلْقِنْوُ الْعِذْقُ وَالْاِثْنَانِ قِنْوَانِ وَالْجَمَاعَةُ اَيْضًا قِنْوَانٌ مِثْلُ صِنْوٍ وَ ﴿صِنْوَانٍ﴾ (الرعد:٤)...... "قنو" کے معنی خوشہ اس کا تثنیہ بھی "قنوان" ہے اور جمع بھی' جیسے "صنو" اور "صنوان"۔

بَابٌ [الانعام:٦٥ کی تفسیر]

قَوْلِهٖ ﴿قُلْ هُوَ الْقَادِرُ عَلٰى اَنْ يَّبْعَثَ عَلَيْكُمْ عَذَابًا مِّنْ فَوْقِكُمْ﴾ (آیت:٦٥) اَلْاٰيَةَ. (ص٦٦٦)

اللہ عزوجل کے اس ارشاد کی تفسیر: فرمادو: وہ قادر ہے اس پر کہ تم پر عذاب بھیجے تمہارے اوپر سے۔

﴿يَلْبِسَكُمْ﴾ (آیت:٦٥) يَخْلِطَكُمْ مِنَ الْاِلْتِبَاسِ ﴿يَلْبِسُوْا﴾ (آیت:٨٢) يَخْلِطُوْا ﴿شِيَعًا﴾ (آیت:٦٥) فِرَقًا......

''لبس'' کے معنی مشتبہ کرنے کے ہیں ''شِيَعًا'' (الانعام:٦٥) کے معنی مختلف گروہ۔

٢٢٦٥- عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ لَمَّا نَزَلَتْ هٰذِهِ الْاٰيَةُ ﴿قُلْ هُوَ الْقَادِرُ عَلٰى اَنْ يَّبْعَثَ عَلَيْكُمْ عَذَابًا مِّنْ فَوْقِكُمْ﴾ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَعُوْذُ بِوَجْهِكَ قَالَ ﴿اَوْ مِنْ تَحْتِ اَرْجُلِكُمْ﴾ قَالَ اَعُوْذُ بِوَجْهِكَ ﴿اَوْ يَلْبِسَكُمْ شِيَعًا وَّيُذِيْقَ بَعْضَكُمْ بَاْسَ بَعْضٍ﴾ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هٰذَا اَهْوَنُ اَوْ هٰذَا اَيْسَرُ.

حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے کہا: جب یہ آیت اُتری: تم فرمادو کہ وہ قادر ہے اس پر کہ تم پر تمہارے اوپر سے عذاب بھیجے؛ تو رسول اللہ ﷺ نے کہا: میں تیری پناہ مانگتا ہوں۔ کہا: یا تو تمہارے پاؤں کے نیچے سے۔ حضور نے کہا: تیری پناہ مانگتا ہوں۔ یا تمہیں لڑادے مختلف گروہ کر کے اور ایک کو دوسرے کی سختی چکھائے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: یہ ہلکا ہے یا فرمایا: یہ آسان ہے۔

(بخاری۔ کتاب الاعتصام۔ باب: قول اللّٰه تعالٰی او یلبسکم شیعا ص١٠٨٧، کتاب التوحید۔ باب؛ قول اللّٰه عزوجل کل شیءٍ هالك الا وجهه ص١١٠١، نسائی۔ کتاب التفسیر)

بَابٌ [الانعام:٩٠ کی تفسیر]

قَوْلِهٖ ﴿اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ هَدَى اللّٰهُ فَبِهُدٰىهُمُ اقْتَدِهْ﴾ (آیت:٩٠). (ص٦٦٦)

اللہ عزوجل کے اس ارشاد کی تفسیر: یہی وہ لوگ ہیں جنہیں اللہ نے ہدایت دی؛ ان کے طریقے کی پیروی کرو۔

٢٢٦٦- اَنَّ مُجَاهِدًا اَخْبَرَهٗ اَنَّهٗ سَاَلَ ابْنَ عَبَّاسٍ اَفِيْ (ص) سَجْدَةٌ فَقَالَ نَعَمْ ثُمَّ تَلَا ﴿وَوَهَبْنَا لَهٗ اِسْحٰقَ﴾ اِلٰى قَوْلِهٖ ﴿فَبِهُدٰىهُمُ اقْتَدِهْ﴾ (آیت:٨٤-٩٠) ثُمَّ قَالَ هُوَ مِنْهُمْ (وَفِيْ طَرِيْقٍ اٰخَرَ) فَقَالَ نَبِيُّكُمْ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِمَّنْ اُمِرَ اَنْ يَّقْتَدِيَ بِهِمْ.

مجاہد نے کہا کہ انہوں نے حضرت ابن عباس سے پوچھا: کیا سورۂ ص میں سجدہ ہے؟ تو انہوں نے فرمایا: ہاں! پھر یہ آیت تلاوت کی: اور ہم نے ان کو اسحٰق عطا فرمایا؛ اللہ عزوجل کے اس ارشاد تک؛ تم ان کے طریقے کی پیروی کرو۔ پھر کہا: داؤد ان میں سے ہیں؛ دوسرے طریقے میں ہے کہ فرمایا: تمہارے نبی ان لوگوں میں سے ہیں جنہیں ان کی اقتداء کا حکم دیا گیا۔

(بخاری۔ ج ٢ ص ٧٠٩۔ کتاب التفسیر۔ سورۂ ص؛ دو طریقے سے)

سورۂ ص میں سجدہ ہے یا نہیں اس سلسلہ میں پوری بحث ہو چکی ہے۔ حضرت ابن عباس کے فرمانے کا مقصد یہ ہے کہ سورۂ ص میں مذکور ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام نے سجدہ کیا۔ ارشاد ہے: ''فَخَرَّ رَاكِعًا وَّاَنَابَ۝'' (ص:٢٤) اور خود حضور ﷺ کو ان کے طریقے کی اقتداء کا حکم دیا گیا ہے؛ اس لیے اس میں سجدہ ہے۔

بَابٌ [الانعام:١٤٦ کی تفسیر]

قَوْلِهٖ ﴿وَعَلَى الَّذِيْنَ هَادُوْا حَرَّمْنَا كُلَّ ذِيْ ظُفُرٍ وَمِنَ الْبَقَرِ وَالْغَنَمِ حَرَّمْنَا عَلَيْهِمْ شُحُوْمَهُمَا﴾ (آیت:١٤٦) اَلْاٰيَةَ (ص٦٦٧)

اللہ عزوجل کے اس ارشاد کی تفسیر: اور یہودیوں پر ہم نے حرام کیا ہر ناخن والا جانور؛ اور گائے (بھینس) کی چربی۔

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ ﴿كُلَّ ذِىْ ظُفُرٍ﴾ اَلْبَعِيْرُ وَالنَّعَامَةُ ﴿اَلْحَوَايَآ﴾ (آیت:١٤٦) اَلْمَبْعَرُ.

حضرت ابن عباس نے فرمایا: ناخن والے جانور سے مراد اونٹ اور شتر مرغ ہے اور ''حوایا'' سے مراد آنتیں ہیں۔

وَقَالَ غَيْرُهُ هَادُوْا صَارُوْا يَهُوْدًا وَّاَمَّا قَوْلُهُ ﴿هُدْنَا﴾ (الاعراف:١٥٦) تُبْنَا هَائِدٌ تَائِبٌ.

اور ان کے غیر نے کہا: ''هـادوا'' کے معنی یہ ہیں کہ وہ یہودی ہو گئے ''هُـدْنَا'' کے معنی؛ ہم نے توبہ کی اور ''هـائد'' کے معنی توبہ کرنے والے کے ہیں۔

''ذی ظفر'' سے مراد وہ جانور ہیں جن کے پنجوں میں اُنگلیاں ہوں مگر انگلیاں الگ الگ نہ ہوں جیسے اونٹ اور شتر مرغ' یہ جانور خواہ چوپائے ہوں یا پرندے' اسی بناء پر بعض لوگوں نے کہا کہ اس میں بطخ بھی داخل ہے۔

''الحوایا'' جمع ''حویۃ'' کی ہے' اس سے مراد چربی ہے جو آنتوں کے اوپر چڑھی ہوتی ہے' آیت میں آگے ارشاد تھا:

اِلَّا مَا حَمَلَتْ ظُهُوْرُهُمَا اَوِ الْحَوَايَا اَوْ مَا اخْتَلَطَ بِعَظْمٍ.

مگر جو ان کی پیٹھ سے لگی ہو یا آنت یا ہڈی سے ملی ہو۔

مطلب یہ ہوا کہ یہود پر گائے' بھینس' بکری کی چربی حرام کر دی گئی۔ ہاں جو آنتوں سے چپکی ہو یا پیٹھ پر ہو یا ہڈی سے ملی ہو وہ ان کے لیے بھی حلال تھی۔

بَابٌ

[الانعام:١٥١ کی تفسیر]

قَوْلِهِ ﴿وَلَا تَقْرَبُوا الْفَوَاحِشَ مَاظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ﴾ (آیت:١٥١). (ص٦٦٧)

اللہ عزوجل کے اس ارشاد کی تفسیر: بے حیائیوں کے قریب نہ جاؤ خواہ وہ ظاہر ہوں یا چھپی ہوئی۔

٢٢٦٧- ح: [لَا اَحَدَ اَغْيَرُ مِنَ اللّٰهِ]

اللہ سے زیادہ کوئی غیرت والا نہیں

٢٢٦٧ - عَنْ اَبِىْ وَائِلٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ لَا اَحَدَ اَغْيَرُ مِنَ اللّٰهِ وَلِذٰلِكَ حَرَّمَ الْفَوَاحِشَ مَاظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ وَلَا شَىْءَ اَحَبُّ اِلَيْهِ الْمَدْحُ مِنَ اللّٰهِ وَلِذٰلِكَ مَدَحَ نَفْسَهُ قُلْتُ سَمِعْتَهُ مِنْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ نَعَمْ قُلْتُ وَرَفَعَهُ قَالَ نَعَمْ. (بخاری۔ کتاب التفسیر۔ باب: قول اللہ عزوجل قل انما حرم ربی الفواحش ص٦٦٧' کتاب النکاح۔ باب: الغیرۃ ص٧٨٦' کتاب التوحید۔ باب: قول اللہ یحذر کم اللہ نفسہ ص١١٠١)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا: اللہ تعالیٰ سے زیادہ غیرت والا کوئی نہیں اسی وجہ سے بے حیائیوں کو حرام فرمایا خواہ ظاہر ہو یا چھپی ہوئی اور اللہ تعالیٰ سے زیادہ کوئی اپنی تعریف کو پسند کرنے والا نہیں اور اسی وجہ سے اپنی ذات کی تعریف فرمائی۔ (عمرو بن مرہ نے کہا:) میں نے ابووائل سے پوچھا: کیا آپ نے اس کو حضرت عبداللہ سے سنا ہے؟ انہوں نے کہا: ہاں! پھر میں نے ان سے پوچھا: اسے رسول اللہ ﷺ تک پہنچایا ہے تو انہوں نے کہا: ہاں!

قَالَ اَبُوْعَبْدِاللّٰهِ ﴿وَكِيْلٌ﴾ (آیت:١٠٢) حَفِيْظٌ وَّمُحِيْطٌ بِهٖ.

ابوعبداللہ (امام بخاری) نے کہا: وکیل اسے کہتے ہیں جو حفاظت بھی کرے اور اسے اپنی پناہ میں لیے رہے۔

﴿قُبُلًا﴾ (آیت:١١١) جَمْعُ قَبِيْلٍ وَالْمَعْنٰى اَنَّهُ ضُرُوْبٌ لِّلْعَذَابِ كُلُّ ضَرْبٍ مِّنْهَا قَبِيْلٌ.

''قُبُلًا''، ''قَبِیل'' کی جمع ہے جس کے معنی یہاں قسم کے ہیں۔ معنی یہ ہے کہ قسم قسم کے عذاب ہوں گے' ہر قسم ان میں سے قبیل ہے۔

ارشاد ہے:

وَحَشَرْنَا عَلَيْهِمْ كُلَّ شَيْءٍ قُبُلًا (الانعام:۱۱۱) اور ہم ہر چیز ان کے سامنے اٹھالائے۔

اس ارشاد میں ''قبلا'' سے مراد قسم قسم کے عذاب ہیں' یہ ''قبیل'' کی جمع ہے۔

﴿زُخْرُفَ الْقَوْلِ﴾ (آیت:۱۱۲) كُلُّ شَيْءٍ حَسَّنْتَهُ وَوَشَّيْتَهُ وَهُوَ بَاطِلٌ فَهُوَ زُخْرُفٌ ﴿وَحَرْثٌ حِجْرٌ﴾ (آیت:۱۳۸) حَرَامٌ وَّكُلُّ مَمْنُوعٍ فَهُوَ حِجْرٌ مَّحْجُوْرٌ وَّالْحِجْرُ كُلُّ بِنَاءٍ بَنَيْتَهُ وَيُقَالُ لِلْأُنْثَى مِنَ الْخَيْلِ حِجْرٌ وَّيُقَالُ لِلْعَقْلِ حِجْرٌ وَّحِجًى وَاَمَّا الْحِجْرُ فَمَوْضِعُ ثَمُوْدَ وَمَا حَجَّرْتَ عَلَيْهِ مِنَ الْاَرْضِ فَهُوَ حِجْرٌ وَّمِنْهُ سُمِّيَ حَطِيْمُ الْبَيْتِ حِجْرًا كَاَنَّهُ مُشْتَقٌّ مِّنْ مَّحْطُوْمٍ مِّثْلُ قَتِيْلٍ مِّنْ مَّقْتُوْلٍ وَّاَمَّا حَجْرُ الْيَمَامَةِ فَهُوَ مَنْزِلٌ.

اس سے مراد وہ باطل ہے جسے تم سنوارو اور اس پر ملمع کرو' ''حجر'' کے ایک معنی حرام کے ہیں۔ ہر ممنوع کو ''حجر'' اور ''محجور'' کہتے ہیں۔ نیز حجر ہر عمارت کو کہتے ہیں اور گھوڑی کو بھی حجر کہا جاتا ہے اور عقل کو بھی حجر اور حجا کہا جاتا ہے لیکن حجر یہ ثمود کی بستی کا نام ہے اور زمین کے جس حصہ کو دوسرے سے الگ کر دو وہ حجر ہے' اسی سے بیت اللہ شریف کے حطیم کو حجر کہا جاتا ہے۔ حطیم گویا مشتق ہے محطوم سے جیسے قتیل مقتول سے اور حجر یمامہ یہ ایک منزل کا نام ہے۔

بَابٌ [الانعام:۱۵۰ کی تفسیر]

قَوْلِهِ ﴿هَلُمَّ شُهَدَآءَ كُمْ﴾ (آیت:۱۵۰). اللہ عزوجل کے اس ارشاد کا بیان: اپنے گواہوں کو لاؤ۔

(ص ٦٦٧)

لُغَةُ اَهْلِ الْحِجَازِ هَلُمَّ لِلْوَاحِدِ وَالْاِثْنَيْنِ وَالْجَمِيْعِ

اہل حجاز کی لغت یہ ہے کہ ''هَلُمَّ'' واحد' تثنیہ اور جمع سب کے لیے آتا ہے۔

اور اہل نجد کہتے ہیں کہ سب کے لیے الگ الگ آتا ہے۔ واحد مذکر کے لیے ''هَلُمَّ'' اور واحد مؤنث کے لیے ''هَلُمِّيْ'' دونوں کے تثنیہ کے لیے ''هَلُمَّا'' جمع مذکر کے لیے ''هَلُمُّوْا'' اور جمع مؤنث کے لیے ''هَلْمُمْنَ'' ان کے نزدیک یہ فعل ہے جس کا ماضی ''هَلُمَّ'' ہے اور اہل حجاز کے نزدیک یہ اسم فعل ہے جو مبنی علی الفتح ہے۔

بَابٌ [الانعام:۱۵۸ کی تفسیر]

﴿لَا يَنْفَعُ نَفْسًا اِيْمَانُهَا﴾ (آیت:۱۵۸). اللہ عزوجل کے اس ارشاد کا بیان: اس وقت کسی کو اس کا ایمان نفع نہ دے گا۔

۲۲٦۸- ح: [لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰى تَطْلُعَ الشَّمْسُ مِنْ مَّغْرِبِهَا وَ هٰذِهٖ اٰخِرَةُ عَلَامَةِ الْقِيَامَةِ] جب تک سورج مغرب سے طلوع نہ ہولے گا قیامت نہیں آئے گی اور یہ قیامت کی آخری نشانی ہے

۲۲٦۸- حَدَّثَنَا اَبُوْ زُرْعَةَ حَدَّثَنَا اَبُوْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰى تَطْلُعَ الشَّمْسُ مِنْ مَّغْرِبِهَا فَاِذَا

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت اس وقت تک قائم نہ ہوگی جب تک کہ سورج مغرب سے نہیں نکلے گا' جب لوگ اسے دیکھ لیں گے تو روئے زمین پر جتنے

رَاٰهَا النَّاسُ اٰمَنَ مَنْ عَلَيْهَا فَذَاكَ حِيْنَ ﴿لَا يَنْفَعُ نَفْسًا اِيْمَانُهَا لَمْ تَكُنْ اٰمَنَتْ مِنْ قَبْلُ﴾ (آیت:١٥٨). لوگ ہیں سب کے سب ایمان لائیں گے یہی وہ وقت ہے کہ کسی کو اس کا ایمان نفع نہ دے گا جو پہلے سے ایمان نہ لایا ہو۔

(مسلم۔کتاب الایمان' ابوداؤد۔کتاب الملاحم' نسائی۔کتاب الوصایا' ابن ماجہ۔کتاب الفتن)

مغرب سے سورج کا طلوع ہونا قیامت کی آخری نشانیوں میں سے ہے جیسا کہ امام بیہقی نے ''کتاب البعث والنشور'' میں روایت کیا ہے کہ قیامت کی نشانیوں میں سے پہلی نشانی دجال کا ظاہر ہونا ہے' پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا آسمان سے اترنا ہے' پھر یاجوج ماجوج کا نکلنا ہے' پھر دابۃ الارض کا نکلنا ہے' پھر سورج کا مغرب سے طلوع ہونا ہے جس کی توضیح یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں تمام لوگ مسلمان ہو جائیں گے' صرف ایک دین رہے گا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے وصال کے بعد جب اکثر لوگ کافر ہو جائیں گے' تھوڑے مسلمان رہ جائیں گے تو سورج مغرب سے طلوع کرے گا۔ اس وقت توبہ کا دروازہ بند ہو جائے گا' کوئی کافر مسلمان ہو گا تو اس کا ایمان قبول نہ ہو گا' اسی کو آیت کریمہ میں فرمایا گیا ہے کہ کسی کو اس کا ایمان نفع نہ دے گا۔ اسی طرح کوئی مومن گناہ سے توبہ کرے گا تو اس کی توبہ قبول نہ ہو گی۔

سُوْرَةُ الْاَعْرَافِ

یہ سورۃ مکی ہے سوائے آٹھ آیتوں کے۔ ''وَاسْئَلْهُمْ'' سے لے کر ''وَاِذْ نَتَقْنَا الْجَبَلَ فَوْقَهُمْ'' (الاعراف:١٧١) تک مکی ہے۔

''قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ ﴿وَرِيَاشًا﴾ (آیت:٢٦) اَلْمَالُ''...... حضرت ابن عباس نے فرمایا: ''ریاش'' اور ''ریش'' کے معنی مال کے ہیں ﴿اِنَّهُ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ﴾ (آیت:٥٥) فِي الدُّعَاءِ وَفِيْ غَيْرِهٖ...... اللہ حد سے آگے بڑھنے والوں کو پسند نہیں کرتا خواہ وہ دعا میں حد سے آگے بڑھیں یا کسی اور چیز میں ﴿عَفَوْا﴾ (آیت:٩٥) كَثُرُوْا وَكَثُرَتْ اَمْوَالُهُمْ...... ان کی تعداد زیادہ ہو گئی اور ان کے مال زیادہ ہو گئے ﴿اَلْفَتَّاحُ﴾ (السباء:٢٦) اَلْقَاضِيْ ﴿اِفْتَحْ بَيْنَنَا﴾ (آیت:٨٩) اِقْضِ بَيْنَنَا...... فیصلہ فرمانے والا' ہمارے اور ان کے درمیان فیصلہ فرما دے ﴿نَتَقْنَا﴾ (آیت:١٧١) رَفَعْنَا...... ہم نے پہاڑ کو بلند کیا ﴿اِنْبَجَسَتْ﴾ (آیت:١٦٠) اِنْفَجَرَتْ...... پھٹ پڑے ﴿مُتَبَّرٌ﴾ (آیت:١٣٩) خُسْرَانٌ...... نقصان ﴿اٰسٰى﴾ (آیت:٩٣) اَحْزَنُ...... میں غم کروں ﴿تَاْسَ﴾ (المائدہ:٢٦) تَحْزَنْ...... تو غم کرے۔

وَقَالَ غَيْرُهٗ ﴿مَا مَنَعَكَ اَلَّا تَسْجُدَ﴾ (آیت:١٢) يُقَالُ: مَا مَنَعَكَ اَنْ لَا تَسْجُدَ...... اور ان کے غیر نے کہا: ''اَنْ لَّا تَسْجُدَ'' میں ''لا'' زائد ہے' مراد یہ ہے کہ تجھ کو سجدہ کرنے سے کس چیز نے منع کیا ﴿يَخْصِفَانِ﴾ (آیت:٢٢) اَخَذَا الْخِصَافَ مِنْ وَّرَقِ الْجَنَّةِ يُؤَلِّفَانِ الْوَرَقَ يَخْصِفَانِ الْوَرَقَ بَعْضَهٗ اِلٰى بَعْضٍ...... یعنی جنت کے پتوں سے ستر چھپانے لگے یعنی پتوں کو ایک دوسرے سے ملانے لگے ﴿سَوْاٰتِهِمَا﴾ (آیت:٢٠) كِنَايَةٌ عَنْ فَرْجَيْهِمَا...... یعنی اپنی شرم گاہ کو چھپانے لگے ﴿وَمَتَاعٌ اِلٰى حِيْنٍ﴾ (آیت:٢٤) هٰهُنَا اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ وَالْحِيْنُ عِنْدَ الْعَرَبِ مِنْ سَاعَةٍ اِلٰى مَا لَا يُحْصٰى...... اور مدت تک نفع حاصل کرنے کا سامان یعنی اس وقت سے لے کر قیامت تک' عرب کے نزدیک ''حین'' کے معنی یہ ہیں کہ بولے جانے کے وقت سے لے کر غیر متناہی مدت تک ''عَدَدُهَا الرِّيَاشُ وَالرِّيْشُ وَاحِدٌ وَّهُوَ مَا ظَهَرَ مِنَ اللِّبَاسِ''...... ''ریاش'' اور ''ریش'' ایک ہی ہے اس کے معنی ظاہری لباس کے ہیں ﴿قَبِيْلُهٗ﴾ (آیت:٢٧) جِيْلُهُ الَّذِيْ هُوَ مِنْهُمْ...... وہ نوع ہے جس میں سے وہ ہو ﴿ادَّارَكُوْا﴾ (آیت:٣٨) اِجْتَمَعُوْا...... وہ اکٹھے ہو گئے ''وَمَشَاقُ الْاِنْسَانِ وَالدَّابَّةِ كُلُّهُمْ يُسَمّٰى سُمُوْمًا وَّاحِدُهَا سَمٌّ وَّهِيَ عَيْنَاهُ وَمَنْخِرَاهُ وَفَمُهٗ وَاُذُنَاهُ وَدُبُرُهٗ وَاِحْلِيْلُهٗ''...... ''سم'' انسان اور چوپائے کے سوراخ کو کہتے ہیں یعنی اس کی دونوں آنکھیں

ناک کے دونوں سوراخ، منہ، دونوں کان، پاخانے کا مقام، پیشاب کا سوراخ، یہ کل نو ہوئے، قرآن مجید میں فرمایا گیا تھا: "لَا يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ حَتّٰى يَلِجَ الْجَمَلُ فِيْ سَمِّ الْخِيَاطِ" (الاعراف: ٤٠) کافر جنت میں نہ جائیں گے یہاں تک کہ اونٹ سوئی کے ناکے میں داخل ہو جائے اس آیت میں لفظ "سم" آیا تھا امام بخاری نے اس کی تفسیر فرمائی کہ سم کے معنی سوراخ کے ہیں ﴿غَوَاشٍ﴾ (آیت: ٤١) مَا غُشُّوْا بِهٖ...... "غَوَاشٍ"، "غاشية" کی جمع ہے وہ چیزیں جو دوسروں کو ڈھانک لیں ﴿نُشُرًا﴾ مُتَفَرِّقَةً...... منتشر ﴿نَكِدًا﴾ (آیت: ٥٨) قَلِيْلًا...... تھوڑا ﴿يَغْنَوْا﴾ (آیت: ٩٢) يَعِيْشُوْا...... عیش ﴿حَقِيْقٌ﴾ (آیت: ١٠٥) حَقٌّ ﴿اسْتَرْهَبُوْهُمْ﴾ (آیت: ١١٦) مِنَ الرَّهْبَةِ...... "استرهبوهم"، "رهبة" سے مزید فیہ ہے، مطلب یہ ہے کہ جادوگروں نے بنی اسرائیل کو ڈرایا ﴿تَلْقَفُ﴾ (آیت: ١١٧) تَلْقَمُ...... انہیں نگلنے لگا ﴿طَائِرُهُمْ﴾ (آیت: ١٣١) حَظُّهُمْ...... ان کا حصہ "طُوْفَانٌ مِّنَ السَّيْلِ وَيُقَالُ لِلْمَوْتِ الْكَثِيْرِ الطُّوْفَانُ"...... ہم نے ان پر سیلاب کا طوفان بھیجا، موت کی بھرمار کو طوفان کہا جاتا ہے ﴿الْقُمَّلُ﴾ (آیت: ١٣٣) اَلْحُمْنَانُ يُشْبِهُ صِغَارَ الْحَلَمِ...... جوئیں جو چھوٹی کلنی کے مشابہ ہوتی ہیں "عُرُوْشٌ وَّعَرِيْشٌ بِنَاءٌ"...... عمارت ﴿سُقِطَ﴾ (آیت: ١٤٩) كُلُّ مَنْ نَدِمَ فَقَدْ سُقِطَ فِيْ يَدِهٖ...... جو بھی شرمندہ ہو وہ گر پڑا "اَلْاَسْبَاطُ قَبَائِلُ بَنِيْ اِسْرَائِيْلَ"...... بنی اسرائیل کے قبیلے ﴿يَعْدُوْنَ فِي السَّبْتِ﴾ (آیت: ١٦٣) يَتَعَدَّوْنَ لَهٗ يُجَاوِزُوْنَ ﴿تَعْدُ﴾ (الکہف: ٢٨) تُجَاوِزْ...... حد سے آگے بڑھتے تھے ﴿شُرَّعًا﴾ (آیت: ١٦٣) شَوَارِعَ...... پانی کے اوپر تیرتے ہوئے ﴿بَئِيْسٍ﴾ (آیت: ١٦٥) شَدِيْدٍ...... سخت ﴿اَخْلَدَ﴾ (آیت: ١٧٦) قَعَدَ وَتَقَاعَسَ...... بیٹھا رہا ﴿سَنَسْتَدْرِجُهُمْ﴾ (آیت: ١٨٢) نَأْتِيْهِمْ مِّنْ مَّأْمَنِهِمْ...... ان کے اڈوں سے ان کو ہم لائیں گے كَقَوْلِهٖ تَعَالٰى ﴿فَاَتَاهُمُ اللّٰهُ مِنْ حَيْثُ لَمْ يَحْتَسِبُوْا﴾ (الحشر: ٢)...... جیسے اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے: ان پر اللہ تعالیٰ کا عذاب پہنچ گیا اس طرح سے کہ وہ سوچ بھی نہیں سکتے تھے ﴿مِنْ جِنَّةٍ﴾ (آیت: ١٨٤) مِنْ جُنُوْنٍ...... "جنون" پاگل پن ﴿فَمَرَّتْ بِهٖ﴾ (آیت: ١٨٩) اِسْتَمَرَّ بِهَا الْحَمْلُ فَاَتَمَّتْهُ...... حمل باقی رہا یہاں تک کہ جنین کو مکمل کر دیا ﴿يَنْزَغَنَّكَ﴾ (آیت: ٢٠٠) يَسْتَخِفَّنَّكَ...... کونچا مارے ﴿طَيْفٌ﴾ (آیت: ٢٠١) مُلِمٌّ بِهٖ لَمَمٌ وَيُقَالُ ﴿طَائِفٌ﴾ وَهُوَ وَاحِدٌ...... کونچا ﴿يَمُدُّوْنَهُمْ﴾ (آیت: ٢٠٢) يُزَيِّنُوْنَ...... سنوارتے ہیں ﴿وَخِيْفَةً﴾ (آیت: ٢٠٥) خَوْفًا...... ڈر "وَخُفْيَةً مِّنَ الْاِخْفَاءِ"...... آہستہ ﴿وَالْاٰصَالِ﴾ (آیت: ٢٠٥) وَاحِدُهَا اَصِيْلٌ مَّا بَيْنَ الْعَصْرِ اِلَى الْمَغْرِبِ كَقَوْلِهٖ ﴿بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا﴾ (الفرقان: ٥)...... "اصال" کا واحد "اصيل" ہے، عصر و مغرب کے درمیانی وقت کو کہتے ہیں، جیسے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: صبح و شام۔

بَابٌ [الاعراف: ١٤٣ کی تفسیر]

قَوْلِهٖ ﴿وَلَمَّا جَاءَ مُوْسٰى لِمِيْقَاتِنَا وَكَلَّمَهٗ رَبُّهٗ قَالَ رَبِّ اَرِنِيْ اَنْظُرْ اِلَيْكَ قَالَ لَنْ تَرَانِيْ وَلٰكِنِ انْظُرْ اِلَى الْجَبَلِ فَاِنِ اسْتَقَرَّ مَكَانَهٗ فَسَوْفَ تَرَانِيْ فَلَمَّا تَجَلّٰى رَبُّهٗ لِلْجَبَلِ جَعَلَهٗ دَكًّا وَّخَرَّ مُوْسٰى صَعِقًا فَلَمَّا اَفَاقَ قَالَ سُبْحٰنَكَ تُبْتُ اِلَيْكَ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُؤْمِنِيْنَ۝﴾ (آیت: ١٤٣) (ص ٦٦٨)

اللہ عزوجل کے اس ارشاد کی تفسیر: اور جب موسیٰ ہمارے وعدہ پر حاضر ہوا اور اس سے اس کے رب نے کلام فرمایا، عرض کی: اے میرے رب! مجھے اپنا دیدار دکھا تو میں تجھے دیکھوں، فرمایا: تو مجھے ہرگز نہ دیکھ سکے گا، ہاں! اس پہاڑ کی طرف دیکھ، یہ دیکھ اگر اپنی جگہ پر ٹھہرا رہا تو عنقریب تو مجھے دیکھ لے گا، پھر جب اس کے رب نے پہاڑ پر اپنا نور چمکایا تو اسے پاش پاش کر دیا اور موسیٰ گرا بے ہوش، پھر جب ہوش میں ہوا، تو بولا: پاکی ہے تجھے، میں تیری طرف رجوع لایا اور میں سب سے پہلا مسلمان ہوں۝

قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ ﴿اَرِنِیْ﴾ اَعْطِنِیْ.

حضرت ابن عباس نے کہا: ''اَرِنِیْ'' کے معنی ''اَعْطِنِیْ'' ہے یعنی مجھے عطا فرما۔

معتزلہ اور روافض اسی آیت سے یہ استدلال کرتے ہیں کہ رؤیت باری محال ہے' اس لیے کہ ''لَنْ ترانِی'' میں لَنْ نفی کی تاکید کے لیے ہے جو تابید پر دلالت کرتا ہے۔ ہمارا کہنا یہ ہے کہ تمہارا یہ کہنا خود اس آیت کریمہ کے اخیر حصہ کے معارض ہے کہ فرمایا: ''خَرَّ مُوْسٰی صَعِقًا'' حضرت موسیٰ وارفتۂ ہوش ہو کر زمین پر آرہے۔ سوال یہ ہے کہ اگر موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے کچھ دیکھا نہیں تھا تو وارفتۂ ہوش کیسے ہوئے' اس لیے یہ نفی کی تاکید مخصوص ہوئی عامۂ مومنین کے لیے اس دنیا کے ساتھ اور حضرات انبیاء کرام کے لیے یہ کہا جائے گا کہ یہ نفی کمال کے لیے ہے کہ اللہ عزوجل کی ذات کو بتمامہ انبیائے کرام بھی نہیں دیکھ سکتے' اور اس کی تخصیص کی دلیل وہ احادیث کریمہ ہیں جو رؤیت باری کے ثبوت پر دلالت کرتی ہیں اور حد شہرت تک پہنچی ہوئی ہیں اور اس پر اتفاق ہے کہ احادیث مشہورہ سے کتاب اللہ کی تخصیص جائز ہے۔

بَابٌ

﴿خُذِ الْعَفْوَ وَاْمُرْ بِالْعُرْفِ وَاَعْرِضْ عَنِ الْجَاهِلِيْنَ﴾ (آیت:۱۹۹) اَلْعُرْفُ الْمَعْرُوْفُ.

[الاعراف:۱۹۹ کی تفسیر]

اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی تفسیر: عفو لو اور اچھائی کا حکم کرو اور جاہلوں سے درگزر کرو O ''عرف'' سے مراد اچھائی ہے۔

(ص۶۶۹)

۲۲۶۹- ح: [غَضَبُ عُمَرَ عَلٰی عُيَيْنَةَ بْنِ حِصْنٍ وَّ عَفْوُهٗ]

عیینہ بن حصن پر حضرت عمر کا غضب اور پھر عفو

۲۲۶۹- اَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ قَدِمَ عُيَيْنَةُ بْنُ حِصْنِ بْنِ حُذَيْفَةَ فَنَزَلَ عَلٰی ابْنِ اَخِيْهِ الْحُرِّ بْنِ قَيْسٍ وَكَانَ مِنَ النَّفَرِ الَّذِيْنَ يُدْنِيْهِمْ عُمَرُ وَكَانَ الْقُرَّاءُ اَصْحَابَ مَجَالِسِ عُمَرَ وَمُشَاوَرَتِهٖ كُهُوْلًا كَانُوْا اَوْ شُبَّانًا فَقَالَ عُيَيْنَةُ لِابْنِ اَخِيْهِ يَا ابْنَ اَخِيْ لَكَ وَجْهٌ عِنْدَ هٰذَا الْاَمِيْرِ فَاسْتَاْذِنْ لِيْ عَلَيْهِ قَالَ سَاَسْتَاْذِنُ لَكَ عَلَيْهِ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ فَاسْتَاْذَنَ الْحُرُّ لِعُيَيْنَةَ فَاَذِنَ لَهٗ عُمَرُ فَلَمَّا دَخَلَ عَلَيْهِ قَالَ هِيْ يَا ابْنَ الْخَطَّابِ فَوَاللّٰهِ مَا تُعْطِيْنَا الْجَزْلَ وَلَا تَحْكُمُ بَيْنَنَا بِالْعَدْلِ فَغَضِبَ عُمَرُ حَتّٰی هَمَّ بِهٖ فَقَالَ لَهُ الْحُرُّ يَا اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی قَالَ لِنَبِيِّهٖ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ﴿خُذِ الْعَفْوَ وَاْمُرْ بِالْعُرْفِ وَاَعْرِضْ عَنِ الْجَاهِلِيْنَ﴾ (آیت: ۱۹۹) وَاِنَّ هٰذَا مِنَ الْجَاهِلِيْنَ وَاللّٰهِ مَا جَاوَزَهَا عُمَرُ حِيْنَ تَلَاهَا عَلَيْهِ وَكَانَ وَقَّافًا عِنْدَ كِتَابِ اللّٰهِ.

حضرت ابن عباس نے کہا کہ عیینہ بن حصن بن حذیفہ آئے اور اپنے بھتیجے حر بن قیس کے یہاں ٹھہرے اور حر ان لوگوں میں سے تھے جنہیں حضرت عمر اپنے قریب رکھتے تھے اور قراء حضرت عمر کی مجلسوں اور مشاورت کے افراد تھے۔ ادھیڑ عمر کے ہوں یا جوان۔ عیینہ نے اپنے بھتیجے سے کہا: تمہاری ان امیر کے یہاں عزت ہے تو میرے لیے حاضری کی ان سے اجازت طلب کرو' حر نے کہا: میں تمہارے لیے اجازت طلب کروں گا۔ حضرت ابن عباس نے کہا کہ حر نے عیینہ کے لیے اجازت طلب کی۔ حضرت عمر نے اجازت دے دی۔ جب عیینہ حضرت عمر کے یہاں حاضر ہوا تو اس نے کہا: ''ھِــیْ'' اے ابن خطاب! تم ہمیں زیادہ نہیں دیتے اور ہمارے درمیان انصاف سے فیصلہ نہیں کرتے۔ اس پر حضرت عمر کو جلال آگیا اور اسے سزا دینے کا ارادہ فرمالیا۔ اس پر حر نے عرض کیا: اے امیر المومنین! اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی سے فرمایا: عفو لو اور بھلائی کا حکم کرو اور جاہلوں سے درگزر کرو O بے شک یہ جاہلوں میں سے

(بخاری۔کتاب الاعتصام۔باب: الاقتداء بسنن رسول الله صلى الله عليه وسلم ص ١٠٨٢) ہے۔بخدا! حضرت عمر آگے نہیں بڑھے جب حر نے یہ آیت تلاوت کی' اور حضرت عمر کتاب اللہ کے ارشاد پر بہت زیادہ ثابت قدم تھے۔

''هِیْ'' کلمۂ زجر ہے۔آیت کریمہ میں عفو کی تین تفسیریں مروی ہیں۔ایک یہ کہ لوگوں کے ظاہر اخلاق واعمال کے لحاظ سے ان پر حکم لگاؤ' ان کے اندرونی حالات میں کرید نہ کرو۔اور ایک یہ کہ لوگوں کے اموال سے جو فاضل ہے وہ لو'اس تقدیر پر یہ آیت زکوٰۃ سے منسوخ ہے۔تیسری یہ کہ مشرکین سے درگزر کرو'یہ آیت قتال سے منسوخ ہے۔

٢٢٧٠- عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الزُّبَيْرِ ﴿خُذِ الْعَفْوَ وَأْمُرْ بِالْعُرْفِ﴾ قَالَ مَا اَنْزَلَ اللّٰهُ اِلَّا فِیْ اَخْلَاقِ النَّاسِ.

حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ آیت کریمہ ''خذ العفو وامر بالعرف'' اللہ تعالیٰ نے لوگوں کے اخلاق ہی کے بارے میں نازل فرمائی۔

مطلب یہ ہوا کہ لوگوں کی بداخلاقیوں پر درگزر کرو۔

سُوْرَةُ الْاَنْفَالِ

بَابٌ [الانفال:١ کی تفسیر]

قَوْلِهٖ ﴿يَسْاَلُوْنَكَ عَنِ الْاَنْفَالِ قُلِ الْاَنْفَالُ لِلّٰهِ وَالرَّسُوْلِ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَصْلِحُوْا ذَاتَ بَيْنِكُمْ﴾ (آیت:١). (ص ٦٦٩)

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: اے محبوب! تم سے غنیمتوں کو پوچھتے ہیں' تم فرماؤ: غنیمتوں کے مالک اللہ اور رسول ہیں تو اللہ سے ڈرو اور آپس میں میل رکھو۔

سورۂ انفال مدنی ہے' سوائے پانچ آیتوں کے ''اِنَّ شَرَّ الدَّوَّابِ عِنْدَ اللّٰهِ'' (الانفال:٥٥-٥٦) دو آیتیں اور ''وَاِذْ يَمْكُرُبِكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا اِلٰى. بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ'' (الانفال:٣٠-٣٢) تین آیتیں۔بعض آیات کے بارے میں مکی' مدنی ہونے کے بارے میں اختلاف بھی ہے۔

یہ سورۂ بقرہ کے بعد اور آل عمران سے پہلے نازل ہوئی۔

''قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ اَلْاَنْفَالُ الْمَغَانِمُ'' انفال کے معنی غنیمت ہے' یہ ''نفل'' کی جمع ہے ''قَالَ قَتَادَةُ ﴿رِيْحُكُمْ﴾ (آیت:٤٦) اَلْحَرْبُ''...... تمہاری ہوا اکھڑ جائے گی' اس میں ''ریح'' سے مراد لڑائی ہے ''يُقَالُ نَافِلَةٌ عَطِيَّةٌ''...... ''نافله'' کے معنی عطیہ ہے۔

٢٢٧١- ح [سُوْرَةُ الْاَنْفَالِ نَزَلَتْ فِیْ بَدْرٍ]

سورۂ انفال بدر کے بارے میں نازل ہوئی

٢٢٧١- عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ قَالَ قُلْتُ لِابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا سُوْرَةُ الْاَنْفَالِ قَالَ نَزَلَتْ فِیْ بَدْرٍ.

حضرت سعید بن جبیر سے روایت ہے کہ میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے پوچھا کہ سورۂ انفال کب نازل ہوئی؟ تو فرمایا: بدر کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔

﴿الشَّوْكَةِ﴾ (آیت:٧) اَلْحَدُّ...... دبدبہ۔ ﴿مُرْدِفِيْنَ﴾ (آیت:٩) فَوْجًا بَعْدَ فَوْجٍ رَدِفَنِیْ وَاَرْدَفَنِیْ جَاءَ بَعْدِیْ......

یکے بعد دیگرے آنے والی فوجیں بولتے ہیں: "رَدَفَنِیْ وَ اَرْدَفَنِیْ" یعنی میرے بعد آیا ﴿ذُوْقُوْا﴾ (آیت:٥٠) بَاشِرُوْا وَجَرِّبُوْا وَلَیْسَ هٰذَا مِنْ ذَوْقِ الْفَمِ...... "ذوقوا" کے معنی ہیں: چکھو اس سے مراد یہ ہے کہ اسے سہو اور تجربہ کرو یہ منہ سے چکھنے کے معنی میں نہیں ﴿فَیَرْکُمَهٗ﴾ (آیت:٣٧) یَجْمَعُهٗ...... پس اسے جمع کرتا ہے ﴿شَرِّدْ﴾ (آیت:٥٧) فَرِّقْ...... انہیں منتشر کر دو ﴿وَاِنْ جَنَحُوْا﴾ (آیت:٦١) طَلَبُوْا، اَلسِّلْمُ وَالسَّلْمُ وَالسَّلَامُ وَاحِدٌ...... اگر وہ صلح کے لیے جھکیں "سَلْمٌ سِلْمٌ" اور "سلام" کے معنی ایک ہیں ﴿یُثْخِنَ﴾ (آیت:٦٧) یَغْلِبَ...... غالب ہو جائے" وَقَالَ مُجَاهِدٌ ﴿مُکَاءً﴾ اِدْخَالُ اَصَابِعِهِمْ فِیْ اَفْوَاهِهِمْ "...... "مکاء" کے معنی اپنی انگلیاں منہ میں ڈال کر آواز نکالنا ہے ﴿وَتَصْدِیَةً﴾ (آیت:٣٥) اَلصَّفِیْرُ...... سیٹی کی آواز ﴿لِیُثْبِتُوْكَ﴾ (آیت:٣٠) لِیَحْبِسُوْكَ...... تا کہ تمہیں قید کر لیں۔

بَابٌ

[الانفال:٢٢ کی تفسیر]

﴿اِنَّ شَرَّ الدَّوَآبِّ عِنْدَ اللّٰهِ الصُّمُّ الْبُکْمُ الَّذِیْنَ لَا یَعْقِلُوْنَ﴾ (آیت:٢٢). (ص٦٦٩)

بے شک چوپاؤں میں سب سے بدتر اللہ کے حضور وہ بہرے گونگے ہیں جو کچھ نہیں سمجھتے۔

٢٢٧٢ - عَنْ مُّجَاهِدٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ ﴿اِنَّ شَرَّ الدَّوَآبِّ عِنْدَ اللّٰهِ الصُّمُّ الْبُکْمُ الَّذِیْنَ لَا یَعْقِلُوْنَ﴾ قَالَ هُمْ نَفَرٌ مِّنْ بَنِیْ عَبْدِ الدَّارِ.

حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ آیت کریمہ "اِنَّ شَرَّ الدَّوَآبِّ. الخ" سے مراد بنی عبد الدار کے کچھ لوگ ہیں۔

بنی عبد الدار قریش کی ایک شاخ ہے۔ حضور اقدس ﷺ کے جدِ اعلیٰ عبد مناف کے بڑے بھائی کا نام عبد الدار ہے۔ ان کے والد قصی نے حرم محترم کے تمام مناصب عبد الدار کو دے دیئے تھے، مگر عبد الدار اور ان کی اولاد نے اپنی نا اہلی کی بدولت کوتاہیاں کیں جس پر ہاشم نے ان سے افادہ اور سقایہ کا عہدہ لے لیا۔ اس طرح دونوں میں ایک چشمک چلی آ رہی تھی۔ حضور اقدس ﷺ کے مخالفین میں بنی عبد الدار سب سے نمایاں تھے۔ جنگ احد میں قریش کے دستور کے مطابق مشرکین کا جھنڈا بنی عبد الدار کے سورما اٹھائے ہوئے تھے جو یکے بعد دیگرے سب قتل کر دیئے گئے۔ ان کو گونگے اس لیے کہا گیا کہ یہ حق نہیں بولتے اور بہرے اس لیے کہا گیا کہ حق بات سن کر قبول نہیں کرتے، گویا سنتے ہی نہیں۔ ان کو تمام چوپایوں سے بدتر اس لیے کہا گیا کہ دیگر چوپائے اللہ کے مطیع اور فرمانبردار ہیں بہ خلاف ان کے۔ یہ آیت اگرچہ بنی عبد الدار کے بارے میں نازل ہوئی ہے مگر ہر کافر مشرک کو عام ہے۔

بَابٌ

[الانفال:٣٢ کی تفسیر]

وَقَوْلِهٖ ﴿وَاِذْ قَالُوا اللّٰهُمَّ اِنْ کَانَ هٰذَا هُوَ الْحَقَّ مِنْ عِنْدِكَ فَاَمْطِرْ عَلَیْنَا حِجَارَةً مِّنَ السَّمَآءِ اَوِ ائْتِنَا بِعَذَابٍ اَلِیْمٍ﴾ (آیت:٣٢). (ص٦٦٩)

اور اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی تفسیر: یاد کرو جب کفار نے کہا: اے اللہ! اگر یہ تیرے پاس سے حق ہے تو ہم پر آسمان سے پتھر برسا، ہم پر دردناک عذاب لا۔

ت٦٢٥- قَالَ ابْنُ عُیَیْنَةَ مَا سَمَّی اللّٰهُ تَعَالٰی مَطَرًا فِی الْقُرْاٰنِ اِلَّا عَذَابًا وَّتُسَمِّیْهِ الْعَرَبُ الْغَیْثَ وَهُوَ قَوْلُهٗ تَعَالٰی ﴿وَهُوَ الَّذِیْ یُنَزِّلُ الْغَیْثَ مِنْ بَعْدِ مَا قَنَطُوْا﴾ (الشوریٰ:٢٨).

ابن عیینہ نے کہا: اللہ نے قرآن مجید میں مطر کا استعمال عذاب ہی کے موقع پر کیا ہے اور بارش کو عرب والے "غیث" کہتے ہیں جیسا کہ اس ارشاد میں ہے: ان کے مایوس ہونے کے بعد بارش اتارتا ہے۔

اس پر یہ ایراد کیا گیا ہے کہ آیت تیمم میں یہ فرمایا گیا: "اِنْ کَانَ بِکُمْ اَذًی مِّنْ مَّطَرٍ" (النساء:١٠٢) اگر تمہیں بارش سے ایذا

ہو۔ اس آیت میں قطعی طور پر مطر سے مراد بارش ہی ہے۔ ابن عیینہ نے جو کہا یہ بہ اعتبار اغلب واکثر کے ہے۔

٢٢٧٣- ح: [سَبَبُ نُزُوْلِ ﴿وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ﴾ (الانفال: ٣٣)]

''وما كان الله ليعذبهم'' کا شانِ نزول

٢٢٧٣- عَنْ عَبْدِ الْحَمِيْدِ هُوَ ابْنُ كُرْدِيْدٍ صَاحِبُ الزِّيَادِيِّ سَمِعَ اَنَسَ بْنَ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ اَبُوْجَهْلٍ اَللّٰهُمَّ اِنْ كَانَ هٰذَا هُوَ الْحَقَّ مِنْ عِنْدِكَ فَاَمْطِرْ عَلَيْنَا حِجَارَةً مِّنَ السَّمَآءِ اَوِ ائْتِنَا بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ فَنَزَلَتْ ﴿وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيْهِمْ وَمَا كَانَ اللّٰهُ مُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ○ وَمَالَهُمْ اَلَّا يُعَذِّبَهُمُ اللّٰهُ وَهُمْ يَصُدُّوْنَ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ﴾ (آیت: ٣٣- ٣٤) الْاٰيَةَ.

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ابوجہل نے یہ کہا: اے اللہ! اگر یہ تیرے پاس سے حق ہے تو ہم پر آسمان سے پتھر برسا یا ہم پر دردناک عذاب لا تو یہ آیت کریمہ نازل ہوئی: اللہ کی شان یہ نہیں کہ انہیں عذاب دے اس حالت میں کہ تم ان میں موجود ہو اور اللہ انہیں عذاب نہ دے گا اس حال میں کہ وہ استغفار کر رہے ہوں○ اور انہیں کیا ہے کہ اللہ انہیں عذاب نہ کرے حالانکہ وہ مسجد حرام سے روک رہے ہیں۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم رحمت عالم ہیں اسی کا صدقہ ہے کہ حضور کے وجود باجود کی برکت سے ان کی پوری امت دعوت ایسے عذاب سے محفوظ ہے جو ان کا استیصال کر دے۔ جب تک حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم مکہ معظمہ میں رہے مکہ والے باوجود ہزار ایذا رسانیوں کے عذاب سے محفوظ رہے اور جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ طیبہ تشریف لے گئے تو مکہ معظمہ میں جو کمزور بچے کھچے مسلمان رہ گئے تھے وہ استغفار کیا کرتے تھے اور جب مسلمان وہاں سے مدینہ طیبہ آ گئے تو ان پر عذاب آیا۔ اس عذاب سے مراد یا تو دھوئیں اور قحط سالی کا عذاب ہے جو مکہ والوں پر نازل ہوا یا فتح مکہ مراد ہے کہ مکہ کے تمام سرکش مغلوب اور مفتوح ہوئے۔ ''مَالَهُمْ اَلَّا يُعَذِّبَهُمْ'' میں عذاب سے مراد وہ عذاب نہیں جو قوموں کو ختم کر دے۔

بَابُ [الانفال: ٦٥ کی تفسیر]

قَوْلُ اللّٰهِ تَعَالٰى ﴿يٰاَيُّهَا النَّبِيُّ حَرِّضِ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلَى الْقِتَالِ اِنْ يَّكُنْ مِّنْكُمْ عِشْرُوْنَ صَابِرُوْنَ يَغْلِبُوْا مِائَتَيْنِ وَاِنْ يَّكُنْ مِّنْكُمْ مِّائَةٌ يَّغْلِبُوْا اَلْفًا مِّنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَفْقَهُوْنَ○﴾ (آیت: ٦٥) (ص ٦٧٠)

اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی تفسیر: اے نبی! مومنوں کو قتال پر اُبھارو اگر تم میں سے بیس صبر کرنے والوں ہوں تو دو سو پر غالب آئیں گے اور اگر تم میں سے سو ہوں تو ہزار پر غالب آئیں گے کافروں پر اس لیے کہ وہ ایسی قوم ہیں جو سمجھتی نہیں○

٢٢٧٤- ح: [اِنْ يَّكُنْ عِشْرُوْنَ صَابِرُوْنَ يَغْلِبُوْا مِائَتَيْنِ]

اگر بیس صبر کرنے والے ہوں گے تو وہ دو سو پر غالب آ جائیں گے

٢٢٧٤- عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا لَمَّا نَزَلَتْ ﴿اِنْ يَّكُنْ مِّنْكُمْ عِشْرُوْنَ صَابِرُوْنَ يَغْلِبُوْا مِائَتَيْنِ﴾ فَكُتِبَ عَلَيْهِمْ اَنْ لَّا يَفِرَّ وَاحِدٌ مِّنْ عَشَرَةٍ فَقَالَ سُفْيَانُ غَيْرَ مَرَّةٍ اَنْ لَّا يَفِرَّ عِشْرُوْنَ مِنْ مِائَتَيْنِ ثُمَّ نَزَلَتْ ﴿اَلْئٰنَ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ جب یہ آیت کریمہ نازل ہوئی: اگر تم میں سے بیس صبر کرنے والے ہوں گے تو دو سو پر غالب آویں گے تو ان پر فرض کیا گیا کہ ایک دس کے مقابلے سے نہ بھاگے۔ سفیان نے کتنی بار یہ کہا کہ بیس دو سو کے مقابلے

خَفَّفَ اللّٰهُ عَنكُمْ﴾ الْاٰيَةَ (آیت:٦٦) فَكَتَبَ اَنْ لَّا يَفِرَّ مِائَةٌ مِّنْ مِّائَتَيْنِ زَادَ سُفْيَانُ مَرَّةً نَزَلَتْ ﴿حَرِّضِ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلَى الْقِتَالِ اِنْ يَّكُنْ مِّنكُمْ عِشْرُوْنَ صَابِرُوْنَ﴾ (آیت:٦٥) قَالَ سُفْيَانُ وَقَالَ ابْنُ شُبْرُمَةَ وَاُرَى الْاَمْرَ بِالْمَعْرُوْفِ وَالنَّهْيَ عَنِ الْمُنْكَرِ مِثْلَ هٰذَا.

سے نہ بھاگیں' پھر یہ آیت نازل ہوئی: اب اللہ نے تم پر تخفیف کی تو ان پر فرض کیا گیا کہ سو دوسو کے مقابلے سے نہ بھاگیں' اور ایک بار سفیان نے یہ زیادہ کیا کہ آیت کریمہ ''حَرِّضِ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلَى الْقِتَالِ'' نازل ہوئی' سفیان نے کہا اور ابن شبرمۃ نے کہا کہ میں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو بھی اسی کے مثل جانتا ہوں۔

اس حدیث کی روایت میں سفیان بن عیینہ سے خلط ہو گیا ہے۔ کبھی وہ یہ روایت کرتے کہ حضرت ابن عباس سے یہ مروی ہے کہ ان پر یہ فرض کیا گیا تھا کہ ایک دس کے مقابلے سے نہ بھاگے اور کبھی یہ روایت کرتے کہ بیس دوسو کے مقابلے سے نہ بھاگیں' لیکن حقیقت میں یہ اختلاط نہیں بلکہ اپنی فہم کے مطابق روایت بالمعنی ہے اس لیے دونوں روایتوں کا حاصل یہی ہے کہ ابتداء میں یہی حکم تھا کہ اگر کفار دس گنا تک ہوں تو بھاگنا جائز نہیں۔ اس کا بھی احتمال ہے کہ خود حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کبھی وہ فرمایا ہو اور کبھی یہ۔

وزاد سفيان

مطلب یہ ہے کہ سفیان ابن عیینہ اس روایت کو کبھی کچھ زیادتی کے ساتھ روایت کرتے ہیں اور کبھی کچھ کمی کے ساتھ۔

وَقَالَ ابْنُ شُبْرُمَةَ

ابن شبرمہ کے اس ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ یہ جہاد ہی کے ساتھ خاص نہیں بلکہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر میں بھی اسی تناسب کے اعتبار سے حکم ہے کہ اگر دو شخص کوئی ناجائز کام کر رہے ہوں اور ایک شخص دین دار ہو تو اس پر امر بالمعروف اور نہی عن المنکر واجب ہے۔

احکام

اگر سو مسلمان ہوں اور دوسو کفار تو قتال واجب ہے' اس پر اتفاق ہے کہ یہ نص قرآنی سے ثابت ہے' البتہ کچھ علماء نے اس میں اختلاف کیا کہ اگر مسلمانوں کی تعداد سو سے کم ہو مگر کفار مسلمانوں کے دوگنا ہوں تو قتال واجب ہے یا نہیں مثلاً ایک مسلمان ہو اور دو کافر۔

۲۲۷۵- ح: [اَلتَّخْفِيْفُ فِي الْقَوْلِ الْمَذْكُوْرِ] مذکورہ بالا ارشاد پر تخفیف

۲۲۷۵- عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ لَمَّا نَزَلَتْ ﴿اِنْ يَّكُنْ مِّنكُمْ عِشْرُوْنَ صَابِرُوْنَ يَغْلِبُوْا مِائَتَيْنِ﴾ (آیت:٦٥) شَقَّ ذٰلِكَ عَلَى الْمُسْلِمِيْنَ حِيْنَ فُرِضَ عَلَيْهِمْ اَنْ لَّا يَفِرَّ وَاحِدٌ مِّنْ عَشَرَةٍ فَجَاءَ التَّخْفِيْفُ فَقَالَ ﴿اَلْاٰنَ خَفَّفَ اللّٰهُ عَنكُمْ وَعَلِمَ اَنَّ فِيْكُمْ ضَعْفًا فَاِنْ يَّكُنْ مِّنكُمْ مِائَةٌ صَابِرَةٌ يَغْلِبُوْا مِائَتَيْنِ﴾ (آیت:٦٦) قَالَ فَلَمَّا خَفَّفَ اللّٰهُ عَنْهُمْ مِنَ الْعِدَّةِ نَقَصَ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: جب یہ آیت کریمہ نازل ہوئی: اگر تم میں سے بیس صبر کرنے والے ہوں تو دوسو پر غالب ہوں گے' تو یہ بات مسلمانوں پر شاق ہوئی جب ان پر یہ فرض کیا گیا کہ ایک دس کے مقابلے سے نہ بھاگے تو اس کے بعد تخفیف آئی۔ فرمایا: اب اللہ نے تم سے تخفیف کی اور جان لیا کہ تم میں کمزوری ہے' اب اگر تم میں سو صبر کرنے والے ہوں تو دوسو پر غالب ہوں گے۔ حضرت ابن عباس نے فرمایا: جب اللہ نے عدد میں تخفیف کر دی تو صبر میں

مِنَ الصَّبْرِ بِقَدْرِ مَا خُفِّفَ عَنْهُمْ ؎ اتنی مقدار میں تخفیف کردی۔

یہ روایت اس پر نص ہے کہ آیت کریمہ میں جو عدد مذکور ہے اس سے مراد تناسب ہے یعنی اس لیے اب ایک مسلمان کے مقابلے پر دو کافر ہوں تو مسلمان کو راہِ فرار اختیار کرنا جائز نہیں۔

سُوْرَةُ الْبَرَاءَةِ ﴿التَّوْبَةِ﴾

یہ سورۃ مدنی ہے سوائے دو آیتوں کے ''لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ'' (التوبہ:١٢٨۔١٢٩) سے آخر تک یہ مکی ہے۔ اس سورۃ کے دس سے زیادہ نام ہیں۔ اس کا ایک نام توبہ بھی ہے اس لیے کہ توبہ پر آمادہ کرتی ہے، اس کا دوسرا نام فاضحہ بھی ہے اس لیے کہ منافقین اور مشرکین کو رسوا بھی کرتی ہے۔

سورۂ انفال اور اس کے مابین بسم اللہ شریف نہیں لکھی گئی، اس کا سبب یہ ہے کہ عرب کی عادت تھی کہ جب کسی معاہدہ کے توڑنے کی تحریر لکھتے تو بسم اللہ نہیں لکھتے تھے۔ اسی کے مطابق سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے جب اسے پہلے حج کے موقع پر تلاوت فرمایا تو بسم اللہ نہیں پڑھی۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ انفال پہلے نازل ہوئی اور براءت اس کے آخر میں، اور ایک کا قصہ دوسرے کے مشابہ تھا۔ اب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بارے میں کوئی حکم نہیں ارشاد فرمایا، اس لیے فصل کی علامت بسم اللہ نہیں لکھی گئی۔ تیسرا سبب یہ ہے کہ تسمیہ میں اللہ تعالیٰ کی رحمت بیکراں کا ذکر ہے، اور سورۂ براءت پورے قہر و جلال سے پُر ہے۔ خزائن العرفان میں ہے کہ اس کی اصل وجہ یہ ہے کہ جبریل علیہ السلام اس سورۃ کے ساتھ بسم اللہ لے کر نہیں نازل ہوئے تھے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بسم اللہ لکھنے کا حکم نہیں فرمایا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ بسم اللہ امان ہے اور یہ سورۃ تلوار کے ساتھ امن اٹھا دینے کے لیے نازل ہوئی۔

﴿وَلِيْجَةً﴾ (آیت:١٦) كُلُّ شَيْءٍ اَدْخَلْتَهُ فِيْ شَيْءٍ...... ''ولیجۃ'' اس چیز کو کہتے ہیں جو دوسرے میں داخل ہو یعنی ''فعیل'' معنی میں اسم مفعول کے ہے، محرم راز ﴿الشُّقَّةُ﴾ (آیت:٤٢) اَلسَّفَرُ الْخَبَالُ الْفَسَادُ وَالْخَبَالُ الْمَوْتُ...... ''خبال'' کے معنی فساد اور موت کے ہیں ﴿وَلَا تَفْتِنِّيْ﴾ (آیت:٤٩) لَا تُوَبِّخْنِيْ...... مجھے ڈانٹئے نہیں ﴿كَرْهًا﴾ وَ ﴿كُرْهًا﴾ (آیت:٥٣) وَاحِدٌ...... یعنی دونوں کے معنی ایک ہیں ﴿مُدَّخَلًا﴾ (آیت:٥٧) يُدْخَلُوْنَ فِيْهِ...... جس میں لوگ داخل ہوں ﴿يَجْمَحُوْنَ﴾ (آیت:٥٧) يُسْرِعُوْنَ...... تیزی سے لپکتے ہیں ﴿وَالْمُؤْتَفِكَاتِ﴾ (آیت:٧٠) اِئْتَفَكَتْ اِنْقَلَبَتْ بِهَا الْاَرْضُ...... جن کا تختہ الٹ دیا گیا ﴿اَهْوٰى﴾ (النجم:٥٣) اَلْقَاهُ فِيْ هُوَّةٍ...... اس کو گڑھے میں ڈال دیا ﴿عَدْنٍ﴾ (آیت:٧٢) خُلْدٍ عَدَنْتُ بِاَرْضٍ اَيْ اَقَمْتُ وَمِنْهُ مَعْدِنٌ وَيُقَالُ فِيْ مَعْدِنِ صِدْقٍ فِيْ مَنْبَتِ صِدْقٍ...... ''عَدْنٍ'' کے معنی ہمیشہ رہنا ''عَدَنْتُ بِاَرْضٍ'' کا معنی ہے: میں نے وہاں قیام کرلیا اور اسی سے ''معدن'' کان کے معنی میں ہے، کہتے ہیں: ''معدن صدق منبت صدق'' ﴿اَلْخَوَالِفُ﴾ (آیت:٩٣) اَلْخَالِفُ الَّذِيْ خَلَفَنِيْ فَقَعَدَ بَعْدِيْ وَمِنْهُ يَخْلُفُهُ فِي الْغَابِرِيْنَ وَيَجُوْزُ اَنْ يَكُوْنَ النِّسَاءُ مِنَ الْخَالِفَةِ وَاِنْ كَانَ جَمْعَ الذُّكُوْرِ فَاِنَّهُ لَمْ يُوْجَدْ عَلٰى تَقْدِيْرِ جَمْعِهِ اِلَّا حَرْفَانِ فَارِسٌ وَّفَوَارِسُ وَهَالِكٌ وَّهَوَالِكُ...... ''خوالف''، ''خالف'' کی جمع ہے اسے کہتے ہیں جو میرے پیچھے آئے اور میرے بعد بیٹھے، جانشین اسی سے ہے اور اسے باقی رہنے والوں میں ان کا جانشین بنائے گا اور جائز ہے کہ یہ ''خالفۃ'' مؤنث کی جمع ہو اور اگر مذکر کی جمع ہے تو اس کی جمع تقدیر پر صرف دو ہی حرف ہیں ''فارس''، ''فوارس'' اور ''هالك و هوالك'' ﴿الْخَيْرَاتُ﴾ (آیت:٨٨) وَاحِدُهَا خَيْرَةٌ وَهِيَ الْفَوَاضِلُ...... ''خیرات''، ''خیرۃ'' کی جمع ہے بھلائیاں ﴿مُرْجَوْنَ﴾ (آیت:١٠٦) مُؤَخَّرُوْنَ...... جن کے بارے میں دیر کی گئی ''اَلشَّفَا شَفِيْرٌ وَّهُوَ حَدُّهُ''......

شفا کنارے کو کہتے ہیں "وَالْجُرُفُ مَا تَجَرَّفَ مِنَ السُّيُولِ وَالْاَوْدِيَةِ"......نالیاں جو سیلاب سے بن جاتی ہیں ﴿هَارٍ﴾ (آیت ۱۰۹) هَائِرٍ يُقَالُ تَهَوَّرَتِ الْبِئْرُ اِذَا انْهَدَمَتْ وَانْهَارَتْ مِثْلُهُ...... "هَارٍ" کے معنی گرنے والے کے ہیں، بولتے ہیں: "تَهَوَّرَتِ الْبِئْرُ" کنواں گر گیا اور "اِنْهَارَتْ" اسی کے مثل ہے ﴿لَاَوَّاهٌ﴾ (آیت:۱۱۴) شُفَقًا وَّفَرَقًا......اللہ سے ڈرنے والا "وَقَالَ الشَّاعِرُ اِذَا مَا قُمْتُ اَرْحَلُهَا بِلَيْلٍ...... تَاَوَّهُ اٰهَةَ الرَّجُلِ الْحَزِيْنِ" ......جب میں رات میں اس کا کجاوہ درست کرتا ہوں تو اونٹنی غم زدہ شخص کی طرح آہ کرتی ہے۔

بَابٌ

[التوبہ:۱ کی تفسیر]

قَوْلِهٖ ﴿بَرَاءَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖٓ اِلَى الَّذِيْنَ عَاهَدْتُّمْ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ۝﴾ (آیت:۱). (ص۶۷۱)

اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی تفسیر: یہ بیزاری کا اعلان ہے اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے ان مشرکوں سے جنہوں نے تم سے معاہدہ کیا تھا، لیکن انہوں نے معاہدہ کی خلاف ورزی کی۝

"وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ ﴿اُذُنٌ﴾ (آیت:۶۱) يُصَدِّقُ"......حضرت ابن عباس نے فرمایا: یعنی ان سے جو کہا جائے اسے مان لیتے ہیں ﴿تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيْهِمْ بِهَا﴾ (آیت:۱۰۳) وَنَحْوُهَا كَثِيْرٌ وَّالزَّكٰوةُ الطَّاعَةُ وَالْاِخْلَاصُ......یعنی یہاں عطف تفسیری ہے، طہارت سے مراد باطنی طہارت ہے اس لیے کہ زکوٰۃ کے اصل معنی اطاعت اور اخلاص کے ہیں جو باطنی اوصاف ہیں ﴿لَا يُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ﴾ (الفصلت:۷) لَا يَشْهَدُوْنَ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ......اور وہ لوگ زکوٰۃ نہیں دیتے، یعنی لا الہ الا اللہ کی شہادت نہیں دیتے ﴿يُضَاهِئُوْنَ﴾ (آیت:۳۰) يُشَبِّهُوْنَ......مشابہت کرتے ہیں۔

بَابٌ

[التوبہ:۳ کی تفسیر]

قَوْلِهٖ ﴿وَاَذَانٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖٓ اِلَى النَّاسِ يَوْمَ الْحَجِّ الْاَكْبَرِ اَنَّ اللّٰهَ بَرِيْٓءٌ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ وَرَسُوْلُهٗ فَاِنْ تُبْتُمْ فَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ وَاِنْ تَوَلَّيْتُمْ فَاعْلَمُوْٓا اَنَّكُمْ غَيْرُ مُعْجِزِى اللّٰهِ وَبَشِّرِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ۝﴾ (آیت:۳). اٰذَنَهُمْ اَعْلَمَهُمْ. (ص۶۷۱)

اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی تفسیر: اور یہ منادی ہے اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے سب لوگوں میں بڑے حج کے دن کہ اللہ بیزار ہے مشرکوں سے اور اس کا رسول، اگر تم توبہ کرو تو تمہارا بھلا ہے اور اگر تم منہ پھیرو تو جان لو کہ تم اللہ کو نہ تھکا سکو گے اور کافروں کو خوشخبری سناؤ دردناک عذاب کی۝ "اذن" کا معنی ہے: خبردار کیا۔

حج اکبر سے کیا مراد ہے؟

اس میں شارحین و مفسرین کے مختلف اقوال ہیں۔ ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد یوم عرفہ ہے۔ اس سلسلے میں ایک حدیث مرسل بھی آئی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے یوم عرفہ کو خطبہ دیا اور فرمایا: یہ حج اکبر کا دن ہے۔ علاوہ ازیں حضرت ابن عباس اور حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہم اور مجاہد، عکرمہ، طاؤس اور ابو حنیفہ کا بھی یہی قول ہے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ یوم حج اکبر سے مراد یوم نحر ہے جیسا کہ حضرت علی سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا: یوم حج اکبر یوم النحر ہے۔

نیز یہی حضرت عبداللہ بن ابی اوفی، حضرت مغیرہ بن شعبہ سے بھی مروی ہے اور حضرت عبداللہ بن عباس کا بھی ایک یہی قول ہے۔ نیز ابن ابی جحیفہ اور سعید بن زبیر، ابراہیم نخعی اور مجاہد اور امام باقر اور زہری اور عبدالرحمن بن زید بن اسلم کا بھی یہی قول ہے۔ نیز حضرت عمر سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا: رسول اللہ ﷺ نے یوم نحر حجۃ الوداع میں جمرات کے پاس کھڑے ہو کر فرمایا: یوم الحج

اکبر۔ ایک قول یہ ہے کہ حج' حج اکبر ہے' اور عمرہ حج اصغر۔ اس کے علاوہ اور بھی اقوال ہیں۔ ایک قول یہ ہے کہ گیارہویں ذی الحجہ ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ حج کے تمام دن یوم حج اکبر ہیں اور ایک قول یہ ہے کہ خاص اس سال کے حج کو حج اکبر کہتے ہیں جس سال حضور اقدس ﷺ کے اذن سے حضرت صدیق اکبر نے حج کرایا تھا' یعنی نو (۹) ہجری کا حج۔ اس باب کے ضمن میں حضرت امام بخاری حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث لائے ہیں' اس سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ یوم نحر ہی یوم حج اکبر ہے۔

پوری دنیا کے عوام میں یہ بات جو مشہور ہے کہ جو حج جمعہ کو پڑے وہ حج اکبر ہے۔ غالباً اس کی اصل یہ ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے جو حج کیا تھا اس میں یوم عرفہ جمعہ کو تھا۔

بَابٌ [التوبہ: ۱۲ کی تفسیر]

قَوْلِهٖ ﴿فَقَاتِلُوْا اَئِمَّةَ الْكُفْرِ اِنَّهُمْ لَا اَيْمَانَ لَهُمْ﴾ (التوبۃ: ۱۲). (ص ۶۷۱)

اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی تفسیر: تو کفر کے سرغنوں سے لڑو بے شک ان کی قسمیں کچھ نہیں۔

۴۶۵۸- حَدَّثَنَا ... زَيْدُ بْنُ وَهْبٍ قَالَ كُنَّا عِنْدَ حُذَيْفَةَ فَقَالَ مَا بَقِيَ مِنْ اَصْحَابِ هٰذِهِ الْاٰيَةِ اِلَّا ثَلَاثَةٌ وَّلَا مِنَ الْمُنَافِقِيْنَ اِلَّا اَرْبَعَةٌ فَقَالَ اَعْرَابِيٌّ اِنَّكُمْ اَصْحَابُ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تُخْبِرُوْنَا فَلَا نَدْرِيْ فَمَا بَالُ هٰؤُلَاءِ الَّذِيْنَ يَبْقُرُوْنَ بُيُوْتَنَا وَيَسْرِقُوْنَ اَعْلَاقَنَا قَالَ اُولٰئِكَ الْفُسَّاقُ اَجَلْ لَمْ يَبْقَ مِنْهُمْ اِلَّا اَرْبَعَةٌ اَحَدُهُمْ شَيْخٌ كَبِيْرٌ لَوْ شَرِبَ الْمَاءَ الْبَارِدَ لَمَا وَجَدَ بَرْدَهٗ.

زید بن وہب نے کہا: ہم حضرت حذیفہ کے پاس تھے تو انہوں نے فرمایا: ان آیت والوں میں سے صرف تین باقی ہیں اور منافقین میں سے صرف چار۔ اس پر ایک اعرابی نے کہا: آپ لوگ صحابہ ہو' ہمیں خبر دو ہم نہیں جانتے' وہ کون لوگ ہیں جو ہمارے گھروں میں نقب لگاتے ہیں اور ہمارے عمدہ مال چرا لیتے ہیں؟ حضرت حذیفہ نے فرمایا: یہ لوگ فاسق ہیں۔ ہاں! ان میں سے صرف چار باقی ہیں' ان میں ایک بہت بوڑھا کہ اگر ٹھنڈا پانی پیئے تو اس کی ٹھنڈک محسوس نہ کرے۔

ثَلَاثَةٌ..... (اس آیت کے مصداق صرف چار زندہ ہیں)

ان تین میں سے صرف دو کا نام معلوم ہو سکا' ایک حضرت ابوسفیان بن حرب' دوسرے حضرت سہیل بن عمرو رضی اللہ عنہما۔ "اِلَّا اَرْبَعَةٌ" یہ چار منافق اس وقت تک کون کون زندہ تھے ان کا نام بھی معلوم نہ ہو سکا "يَنْقُرُوْنَ"' "نقرہ" کے معنی لکڑی میں سوراخ کرنے کے ہیں یہاں تجریداً صرف سوراخ کرنے کے معنی میں ہے' دوسرا نسخہ "يَبْقُرُوْنَ" کا ہے "بقرہ" کے معنی پھاڑنے کے ہیں' "اَعْلَاقَنَا" یہ "عِلْقٌ" کی جمع ہے' جس کے معنی "قُفْلٌ" اور تالے کے ہیں' مراد یہ ہے کہ تالیاں چرا لیتے ہیں "لَمَّا وَجَدَ بَرْدَهٗ" یعنی جب بہت بوڑھا ہو جاتا ہے تو اس کے منہ کا مزہ خراب ہو جاتا ہے اسے کسی چیز کی لذت نہیں ملتی۔ حضرت حذیفہ کی یہی مراد

بَابٌ [التوبہ: ۴۰ کی تفسیر]

قَوْلِهٖ ﴿ثَانِيَ اثْنَيْنِ اِذْ هُمَا فِي الْغَارِ﴾ (آیت: ۴۰).

اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی تفسیر: دو کا دوسرا ہے جب وہ دونوں غار میں تھے۔ (ص ۶۷۲)

مَعَنَاهُ "نَاصِرُنَا"..... مراد یہ ہے کہ وہ ہمارا مددگار تھا' "اَلسَّكِيْنَةُ فَعِيْلَةٌ مِّنَ السُّكُوْنِ"..... "سکینہ فعلیہ" کے وزن پر ہے' معنی تسکین

٢٢٧٧ - **قَالَ** ابْنُ اَبِیْ مُلَیْکَةَ وَكَانَ بَيْنَهُمَا شَيْءٌ فَغَدَوْتُ عَلَى ابْنِ عَبَّاسٍ فَقُلْتُ اَتُرِيْدُ اَنْ تُقَاتِلَ ابْنَ الزُّبَيْرِ فَتُحِلَّ حَرَمَ اللّٰهِ فَقَالَ مَعَاذَ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ كَتَبَ ابْنَ الزُّبَيْرِ وَبَنِيْ اُمَيَّةَ مُحِلِّيْنَ وَاِنِّيْ وَاللّٰهِ لَا اُحِلُّهٗ اَبَدًا قَالَ قَالَ النَّاسُ بَايِعْ لِابْنِ الزُّبَيْرِ فَقُلْتُ وَاَيْنَ بِهٰذَا الْاَمْرِ عَنْهُ اَمَّا اَبُوْهُ فَحَوَارِيُّ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُرِيْدُ الزُّبَيْرَ وَاَمَّا جَدُّهٗ فَصَاحِبُ الْغَارِ يُرِيْدُ اَبَا بَكْرٍ وَّاَمَّا اُمُّهٗ فَذَاتُ النِّطَاقِ يُرِيْدُ اَسْمَاءَ وَاَمَّا خَالَتُهٗ فَاُمُّ الْمُؤْمِنِيْنَ يُرِيْدُ عَائِشَةَ وَاَمَّا عَمَّتُهٗ فَزَوْجُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُرِيْدُ خَدِيْجَةَ وَاَمَّا عَمَّةُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَجَدَّتُهٗ يُرِيْدُ صَفِيَّةَ ثُمَّ عَفِيْفٌ فِي الْاِسْلَامِ قَارِئٌ لِلْقُرْاٰنِ وَاللّٰهِ اِنْ وَّصَلُوْنِيْ وَصَلُوْنِيْ مِنْ قَرِيْبٍ وَّاِنْ رَبُّوْنِيْ رَبَّانِيْ اَكْفَاءٌ كِرَامٌ فَاٰثَرَ التُّوَيْتَاتِ وَالْاُسَامَاتِ وَالْحُمَيْدَاتِ يُرِيْدُ اَبْطُنًا مِنْ بَنِيْ اَسَدٍ بَنِيْ تُوَيْتٍ وَّبَنِيْ اُسَامَةَ وَبَنِيْ اَسَدٍ اِنَّ ابْنَ اَبِي الْعَاصِ بَرَزَ يَمْشِي الْقُدَمِيَّةَ يَعْنِيْ عَبْدَ الْمَلِكِ بْنَ مَرْوَانَ وَاِنَّهٗ لَوّٰى ذَنَبَهٗ يَعْنِي ابْنَ الزُّبَيْرِ.

ابن ابی ملیکہ نے کہا کہ حضرت عبداللہ بن عباس اور حضرت عبداللہ بن زبیر کے درمیان کچھ بات تھی تو میں حضرت ابن عباس کے پاس صبح کو گیا' میں نے کہا: کیا آپ ابن زبیر سے لڑنا چاہتے ہیں اور اللہ کے حرم کو حلال کرنا چاہتے ہیں تو انہوں نے فرمایا: اللہ کی پناہ' بے شک اللہ نے ابن زبیر اور بنی امیہ کے لیے یہ لکھ دیا ہے کہ وہ اسے حلال کریں اور میں بخدا! اسے کبھی بھی حلال نہیں کروں گا۔ حضرت ابن عباس نے کہا کہ لوگوں نے مجھ سے کہا: ابن زبیر کی بیعت کر لیجئے تو میں نے کہا: یہ چیز ان سے کچھ دور نہیں۔ ان کے والد نبی ﷺ کے حواری ہیں' ان کی مراد حضرت زبیر رضی اللہ عنہ سے تھی' اور ان کے نانا غار میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھی ہیں اس سے مراد حضرت ابوبکر تھے اور ان کی ماں ذات النطاق ہیں اس سے مراد حضرت اسماء ہیں اور ان کی خالہ اُمّ المومنین ہیں ان کی مراد حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا تھیں اور ان کی پھوپھی نبی ﷺ کی زوجہ ہیں اس سے مراد اُمّ المومنین حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا ہیں۔ نبی ﷺ کی پھوپھی ان کی دادی ہیں اس سے مراد حضرت صفیہ تھیں' اس کے باوجود اسلام میں پاک دامن ہیں' قرآن کی تلاوت کرنے والے ہیں۔ بخدا! اگر وہ لوگ یعنی بنی امیہ میرے ساتھ صلہ رحمی کریں گے تو قریبی رشتہ دار کے ساتھ صلہ رحمی کریں گے اور اگر میری پرورش کریں گے تو ان کے لائق ہے کہ وہ بزرگوں کی طرح ہیں' لیکن ابن زبیر نے تویتات اور اسامات اور حمیدات کو ہم پر ترجیح دی ہے۔ اس سے مراد ان کی بنی اسد کے بطن تھے یعنی بنی تویت اور بنی اسامہ اور بنی اسد۔ بے شک ابن ابی العاص پیش قدمی کرتے ہوئے نکلا ہے یہ عبدالملک بن مروان ہے اور ابن ابی زبیر نے اپنی دم موڑ لی ہے۔

وَكَانَ بَيْنَهُمَا شَيْءٌ...... (ان دونوں بزرگوں میں شکر رنجی کی وجہ)

یعنی حضرت ابن عباس اور حضرت ابن زبیر میں کچھ بات ہو گئی تھی۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے انتقال کے بعد حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما نے مکہ معظمہ میں اپنی خلافت کی بیعت لی۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اور محمد بن حنفیہ دونوں مکہ معظمہ میں ہی تھے۔ حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہما نے ان دونوں سے بیعت کے لیے کہا تو ان دونوں نے انکار کیا اور یہ کہا: ہم اس وقت تک کسی کی بیعت نہیں کریں گے جب تک کہ سب لوگ ایک خلیفہ پر اتفاق نہ کر لیں۔ اس پر حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہما نے

دونوں پر سختی کی یہاں تک کہ ان کا محاصرہ کر لیا' اس کی خبر جب مختار بن ابی عبید ثقفی کو ہوئی تو اس نے لشکر بھیج کر ان دونوں حضرات کو محاصرے سے نکالا۔ مختار نے ان دونوں بزرگوں سے حضرت ابن زبیر سے لڑنے کی اجازت مانگی' ان دونوں نے منع کر دیا اور یہ لوگ طائف چلے گئے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما طائف ہی میں رہ گئے اور وہیں وصال فرمایا' ان کا مزار پاک بھی طائف ہی میں ہے اور محمد بن حنفیہ طائف سے اضوی پہاڑ میں چلے گئے جو ینبوع میں ہے' پھر وہاں سے شام میں ایلہ چلے گئے اور وہیں ان کا وصال ہوا۔

"وأين بهذا الامر عنه" کا مطلب یہ ہے کہ وہ خلافت کے مستحق ہیں۔

وَاَمَّا عَمَّتُهُ

ام المومنین حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کو حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہ کی پھوپھی کہنا یہاں مجازاً ہے۔ یہ حقیقت میں ان کے والد حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کی پھوپھی تھیں' اس لیے کہ حضرت زبیر کے والد عوام اور حضرت خدیجہ دونوں بھائی بہن' خویلد کی اولاد ہیں۔

فَاٰثَرَ التُّوَيْتَاتِ

یعنی ابن زبیر نے انہیں چھوڑ کر بنی اسد کی مختلف شاخوں کو ترجیح دی ہے۔ جب کوئی موقع آتا ہے تو پہلے ان لوگوں کو آواز دیتے ہیں۔ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما بھی بنی اسد ہی سے تھے۔ صحیح یہ ہے کہ یہاں بنی تویت کے بجائے ابن تویت ہے' تویت کا نسب نامہ یہ ہے: ابن الحارث بن عبدالعزیٰ بن قصیّ۔ اسامہ کا نسب نامہ یہ ہے: اسامہ بن اسد بن عبدالعزیٰ۔ حمید کا نسب نامہ یہ ہے: حمید بن زہیر بن حارث بن اسد بن عبدالعزیٰ' اور حضرت زبیر کا نسب نامہ یہ ہے: ابن عوام بن خویلد بن اسد بن عبدالعزیٰ۔ اس طرح یہ چاروں شاخیں اسد بن عبدالعزیٰ پر مل جاتی ہیں۔ کیونکہ یہ یک جدّی تھے اور حضرت ابن زبیر کے دل سے حامی۔ اس لیے فطری طور پر حضرت ابن زبیر کا رجحان ان قبائل کی طرف زیادہ تھا۔ یہ بات بنی ہاشم بن عبدمناف وغیرہ کو ناگوار تھی' اسی کا اظہار حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے یہاں کیا ہے۔

لَوّٰی ذَنَبَهٗ

مطلب یہ ہے کہ عبدالملک نے تو یہ جواں مردی دکھائی ہے کہ شام سے لشکر جرار ترتیب دے کر ابن زبیر پر حملہ کے لیے بھیجا ہے اور ابن زبیر ہیں کہ مکہ سے باہر نہیں نکلے۔

بَابٌ [التوبہ:۹۶ کی تفسیر]

قَوْلِهٖ ﴿يَحْلِفُوْنَ لَكُمْ لِتَرْضَوْا عَنْهُمْ فَاِنْ تَرْضَوْا عَنْهُمْ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يَرْضٰى عَنِ الْقَوْمِ الْفٰسِقِيْنَ۝﴾ (آیت:۹۶)

اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی تفسیر: تمہارے سامنے قسمیں کھاتے ہیں تاکہ تم ان سے راضی ہو جاؤ' پس اگر تم ان سے راضی بھی ہو جاؤ تو بے شک اللہ فاسقوں سے راضی نہیں ہوتا۝

وَقَوْلِهٖ ﴿وَاٰخَرُوْنَ اعْتَرَفُوْا بِذُنُوْبِهِمْ خَلَطُوْا عَمَلًا صَالِحًا وَّاٰخَرَ سَيِّئًا عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّتُوْبَ عَلَيْهِمْ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ۝﴾ (آیت:۱۰۲)، (ص ۶۷۴)

اور یہ ارشاد ہے: دوسرے وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے گناہوں کا اعتراف کیا نیک عمل کے ساتھ برے عمل ملائے' عنقریب اللہ ان کی توبہ قبول فرمائے گا' بے شک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۝

۲۲۷۸- ح: [رُؤْيَا رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک خواب

٢٢٧٨ - حَدَّثَنَا سَمُرَةُ بْنُ جُنْدُبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَنَا اَتَانِيَ اللَّيْلَةَ اٰتِيَانِ فَابْتَعَثَانِيْ فَانْتَهَيْنَا اِلٰى مَدِيْنَةٍ مَّبْنِيَّةٍ بِلَبِنِ ذَهَبٍ وَّلَبِنِ فِضَّةٍ فَتَلَقَّانَا رِجَالٌ شَطْرٌ مِّنْ خَلْقِهِمْ كَاَحْسَنِ مَا اَنْتَ رَاءٍ وَّشَطْرٌ كَاَقْبَحِ مَا اَنْتَ رَاءٍ قَالَا لَهُمْ اِذْهَبُوْا فَقَعُوْا فِيْ ذٰلِكَ النَّهْرِ فَوَقَعُوْا فِيْهِ ثُمَّ رَجَعُوْا اِلَيْنَا قَدْ ذَهَبَ ذٰلِكَ السُّوْءُ عَنْهُمْ فَصَارُوْا فِيْ اَحْسَنِ صُوْرَةٍ قَالَا لِيْ هٰذِهٖ جَنَّةُ عَدْنٍ وَّهٰذَاكَ مَنْزِلُكَ قَالَا اَمَّا الْقَوْمُ الَّذِيْنَ كَانُوْا شَطْرٌ مِّنْهُمْ حَسَنٌ وَّشَطْرٌ مِّنْهُمْ قَبِيْحٌ فَاِنَّهُمْ خَلَطُوْا عَمَلًا صَالِحًا وَّاٰخَرَ سَيِّئًا تَجَاوَزَ اللّٰهُ عَنْهُمْ.

حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ نے ہم سے روایت بیان کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے فرمایا کہ آج رات میرے پاس دو آنے والے آئے اور انہوں نے مجھے اٹھایا' ہم ایک ایسے شہر میں پہنچے جو سونے کی اینٹوں اور چاندی کی اینٹوں سے بنا ہوا تھا۔ اب ہماری ملاقات ایسے لوگوں سے ہوئی کہ ان کا آدھا دھڑ بہترین خوبصورت تھا اور آدھا بدترین بدصورت۔ ان دونوں نے ان لوگوں سے کہا: جاؤ اور اس نہر میں غوطہ لگاؤ' انہوں نے اس نہر میں غوطہ لگایا' پھر لوٹے تو ان کی بدصورتی جا چکی تھی اور وہ بہت خوبصورت ہو گئے تھے۔ ان دونوں نے مجھ سے کہا: یہ جنت عدن ہے اور یہ آپ کی جگہ ہے اور وہ لوگ جو آدھے خوبصورت تھے اور آدھے بدصورت یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے اچھے عمل کو برے کے ساتھ ملایا اور اللہ نے ان سے درگزر فرمایا۔

اس حدیث کے کچھ حصے کتاب الصلوٰۃ' جنائز' بیوع' جہاد' صلوٰۃ اللیل' بدء الخلق احادیث الانبیا میں گزر چکے ہیں۔ یہاں چونکہ مکمل تھی اس لیے ذکر کر دیا۔ اپنے اپنے مقام پر سب کی شرح ہو چکی ہے۔

بَابٌ [التوبہ:١٢٨ کی تفسیر]

قَوْلِهٖ ﴿لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌO﴾ (آیت:١٢٨). (ص٦٧٦)

اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی تفسیر: بے شک تمہارے پاس تمہیں میں سے ایک رسول آئے' جن پر گراں ہے وہ بات جو تمہیں مشقت میں ڈالے' تمہاری خیر خواہی کے خواہش مند ہیں اور مومنوں پر بہت مہربانO

٢٢٧٩- ح: [جَمْعُ الْقُرْاٰنِ] جمع القرآن

٢٢٧٩ - اَنَّ زَيْدَ بْنَ ثَابِتٍ الْاَنْصَارِيَّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ وَكَانَ مِمَّنْ يَّكْتُبُ الْوَحْيَ قَالَ اَرْسَلَ اِلَيَّ اَبُوْبَكْرٍ مَقْتَلَ اَهْلِ الْيَمَامَةِ وَعِنْدَهٗ عُمَرُ فَقَالَ اَبُوْبَكْرٍ اِنَّ عُمَرَ اَتَانِيْ فَقَالَ اِنَّ الْقَتْلَ قَدِ اسْتَحَرَّ يَوْمَ الْيَمَامَةِ بِالنَّاسِ وَاِنِّيْ اَخْشٰى اَنْ يَّسْتَحِرَّ الْقَتْلُ بِالْقُرَّاءِ فِي الْمَوَاطِنِ فَيَذْهَبَ كَثِيْرٌ مِّنَ الْقُرْاٰنِ اِلَّا اَنْ تَجْمَعُوْهُ وَاِنِّيْ لَاَرٰى اَنْ تَجْمَعَ الْقُرْاٰنَ قَالَ اَبُوْبَكْرٍ قُلْتُ لِعُمَرَ كَيْفَ اَفْعَلُ شَيْئًا لَّمْ يَفْعَلْهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ عُمَرُ هُوَ وَاللّٰهِ خَيْرٌ فَلَمْ يَزَلْ عُمَرُ يُرَاجِعُنِيْ فِيْهِ حَتّٰى شَرَحَ

حضرت زید بن ثابت انصاری رضی اللہ عنہ نے کہا اور یہ ان لوگوں میں سے تھے جو عہد رسالت میں وحی لکھتے تھے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اہل یمامہ کے قتل کے موقع پر مجھے بلایا اور ان کے پاس حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ حضرت ابوبکر نے کہا: عمر میرے پاس آئے ہیں اور کہہ رہے ہیں کہ یمامہ کی جنگ میں لوگ بہت قتل ہو گئے میں ڈرتا ہوں کہ کہیں مختلف جنگوں میں قراء اسی طرح شہید ہوتے رہے تو قرآن کریم کا بہت سا حصہ ضائع ہو جائے گا' اب یہی ضروری ہے کہ تم لوگ قرآن کو جمع کرو اور میری رائے قرآن جمع کرنے کی ہے' حضرت ابوبکر نے حضرت عمر سے کہا: میں وہ کام کیسے کروں جو رسول

اللّٰهُ لِذٰلِكَ صَدْرِیْ وَرَاَیْتُ الَّذِیْ رَاٰی عُمَرُ قَالَ زَیْدُ بْنُ ثَابِتٍ وَعُمَرُ عِنْدَهٗ جَالِسٌ لَا یَتَكَلَّمُ فَقَالَ اَبُوْبَكْرٍ اِنَّكَ رَجُلٌ شَابٌّ عَاقِلٌ وَّلَا نَتَّهِمُكَ كُنْتَ تَكْتُبُ الْوَحْیَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَتَتَبَّعِ الْقُرْاٰنَ فَاجْمَعْهُ فَوَاللّٰهِ لَوْ كَلَّفَنِیْ نَقْلَ جَبَلٍ مِّنَ الْجِبَالِ مَا كَانَ اَثْقَلَ عَلَیَّ مِمَّا اَمَرَنِیْ بِهٖ مِنْ جَمْعِ الْقُرْاٰنِ قُلْتُ كَیْفَ تَفْعَلَانِ شَیْئًا لَّمْ یَفْعَلْهُ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اَبُوْبَكْرٍ هُوَ وَاللّٰهِ خَیْرٌ فَلَمْ اَزَلْ اُرَاجِعُهٗ حَتّٰی شَرَحَ اللّٰهُ صَدْرِیْ لِلَّذِیْ شَرَحَ اللّٰهُ لَهٗ صَدْرَ اَبِیْ بَكْرٍ وَّعُمَرَ فَقُمْتُ فَتَتَبَّعْتُ الْقُرْاٰنَ اَجْمَعُهٗ مِنَ الرِّقَاعِ وَالْاَكْتَافِ وَالْعُسُبِ وَصُدُوْرِ الرِّجَالِ حَتّٰی وَجَدْتُّ مِنْ سُوْرَةِ التَّوْبَةِ اٰیَتَیْنِ مَعَ خُزَیْمَةَ الْاَنْصَارِیِّ لَمْ اَجِدْهُمَا مَعَ اَحَدٍ غَیْرِهٖ ﴿لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِیْزٌ عَلَیْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِیْصٌ عَلَیْكُمْ﴾ (آیت:۱۲۸) اِلٰی اٰخِرِهِمَا وَكَانَتِ الصُّحُفُ الَّتِیْ جُمِعَ فِیْهَا الْقُرْاٰنُ عِنْدَ اَبِیْ بَكْرٍ حَتّٰی تَوَفَّاهُ اللّٰهُ ثُمَّ عِنْدَ عُمَرَ حَتّٰی تَوَفَّاهُ اللّٰهُ ثُمَّ عِنْدَ حَفْصَةَ بِنْتِ عُمَرَ تَابَعَهٗ عُثْمَانُ بْنُ عُمَرَ وَاللَّیْثُ عَنْ یُوْنُسَ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ وَّقَالَ اللَّیْثُ حَدَّثَنِیْ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ خَالِدٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ وَّقَالَ مَعَ اَبِیْ خُزَیْمَةَ الْاَنْصَارِیِّ وَقَالَ مُوْسٰی عَنْ اِبْرَاهِیْمَ حَدَّثَنَا ابْنُ شِهَابٍ مَعَ اَبِیْ خُزَیْمَةَ وَتَابَعَهٗ یَعْقُوْبُ بْنُ اِبْرَاهِیْمَ عَنْ اَبِیْهِ وَقَالَ اَبُوْ ثَابِتٍ حَدَّثَنَا اِبْرَاهِیْمُ وَقَالَ مَعَ خُزَیْمَةَ اَوْ اَبِیْ خُزَیْمَةَ ﴿فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُلْ حَسْبِیَ اللّٰهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ عَلَیْهِ تَوَكَّلْتُ وَهُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ۝﴾ (التوبہ:۱۲۹)

رسول اللہ ﷺ نے نہیں کیا۔ اس پر حضرت عمر نے کہا: بخدا! یہ بہتر ہے۔ حضرت عمر مسلسل اپنی بات کہتے رہے یہاں تک کہ اللہ نے اس کے لیے میرے سینے کو کھول دیا اور میری رائے بھی وہی ہے جو عمر کی ہے اور حضرت عمر وہاں بیٹھے تھے کچھ بول نہیں رہے تھے۔ حضرت ابوبکر نے مجھ سے کہا: تم جوان اور ذہین ہو اور ہم تم کو متہم نہیں جانتے اور تم رسول اللہ ﷺ کے لیے وحی لکھتے تھے' قرآن کو تلاش کرو اور جمع کرو۔ بخدا! اگر وہ مجھے کسی پہاڑ کے ہٹانے کا حکم دیتے تو وہ میرے لیے قرآن جمع کرنے سے بھاری نہ ہوتا' میں نے کہا: آپ صاحبان ایسا کام کیوں کرتے ہیں جس کو نبی ﷺ نے نہیں کیا۔ اس پر حضرت ابوبکر نے کہا: یہ بخدا بہتر ہے۔ میں ان سے بار بار اپنی بات دہراتا رہا یہاں تک کہ اللہ نے اس کام کے لیے مجھے انشراح صدر عطا فرمایا جس کے لیے حضرت ابوبکر و حضرت عمر کو انشراح صدر عطا فرمایا تھا اور میں اٹھا' میں نے قرآن کو تلاش کیا' میں قرآن کو کپڑوں کے ٹکڑوں اور شانے کی ہڈیوں اور کھجور کی شاخوں اور لوگوں کے سینے سے جمع کرنے لگا یہاں تک کہ میں نے سورۂ توبہ کی اخیر دو آیتیں حضرت خزیمہ انصاری کے پاس پائیں' انہیں ان کے علاوہ کسی اور کے پاس نہیں پایا۔ ''لقد جاء کم رسول من انفسکم'' سے آخر تک۔ میرا لکھا ہوا صحیفہ حضرت ابوبکر کی زندگی بھر ان کے پاس رہا یہاں تک کہ اللہ نے ان کو وفات دی' پھر حضرت عمر کے پاس رہا یہاں تک کہ اللہ نے ان کو وفات دی' پھر ام المومنین حضرت حفصہ بنت عمر کے پاس رہا۔ حضرت ابن شہاب زہری ہی سے بہ طریق موسیٰ جو روایت ہے اس میں حضرت خزیمہ کے بجائے حضرت ابوخزیمہ ہے۔ تیسری روایت میں شک ہے کہ خزیمہ ہے یا ابوخزیمہ' پھر اگر وہ پھریں تو کہہ دیجئے کہ مجھے اللہ کافی ہے جس کے علاوہ کوئی معبود نہیں' اسی پر میں نے بھروسا کیا اور وہی عرش عظیم کا رب ہے۝

قرآن مجید کے جمع کی پوری تفصیل کتاب الجہاد میں گزر چکی ہے۔ صحیح اور راجح یہ ہے کہ وہ صحابی جن کے پاس سورۂ توبہ کی اخیر دونوں آیتیں تھیں حضرت ابوخزیمہ انصاری ہیں۔

سُوْرَۃُ یُوْنُسَ (ص٦٧٦)

یہ سورۃ مکی ہے البتہ چند آیتوں کے بارے میں اختلاف ہے کہ وہ مدنی ہیں یا مکی۔ اس میں ایک سونو آیتیں ہیں۔

"وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ ﴿فَاخْتَلَطَ﴾ (آیت:٤٢) فَنَبَتَ بِالْمَاءِ مِنْ كُلِّ لَوْنٍ"...... حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کہ پانی کے سبب زمین کے نباتات اُگ آئے کی تفسیر میں فرمایا کہ پانی کے ساتھ ہر قسم کے نباتات اُگے رنگ برنگ ﴿وَقَالُوا اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا سُبْحَانَهُ هُوَ الْغَنِيُّ﴾ (آیت:٦٨)...... ان لوگوں نے کہا: اللہ نے بیٹا بنالیا وہ پاک ہے اور بے پرواہ ہے "وَقَالَ زَيْدُ بْنُ اَسْلَمَ ﴿اَنَّ لَهُمْ قَدَمَ صِدْقٍ﴾ (آیت:٢) مُحَمَّدٌ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَالَ مُجَاهِدٌ خَيْرٌ يُقَالُ ﴿تِلْكَ اٰيَاتُ﴾ (آیت:١) يَعْنِيْ هٰذِهٖ اَعْلَامُ الْقُرْاٰنِ"...... اور زید بن اسلم نے کہا کہ "قدم صدق" سے مراد محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور مجاہد نے کہا: ہر بھلائی' آیات سے مراد قرآن میں مذکور نشانیاں ہیں۔

وَمِثْلُهٗ ﴿حَتّٰى اِذَا كُنْتُمْ فِي الْفُلْكِ وَجَرَيْنَ بِهِمْ﴾ (آیت:٢٢)...... اسی کے مثل یہ ارشاد ہے: یہاں تک کہ جب تم کشتی میں ہوتے ہو اور وہ تم کو لے کر چلتی ہے "بِهِمْ" سے مراد "بکم" ہے یعنی اس آیت میں "التفات عن الخطاب الی الغیبوبت" ہے ﴿دَعْوَاهُمْ﴾ (آیت:١٠)...... "دُعَاؤُهُمْ" دعویٰ بہ معنی دعا ہے ﴿اُحِيْطَ بِهِمْ﴾ (آیت:٢٢) دَنَوْا مِنَ الْهَلَكَةِ ﴿اَحَاطَتْ بِهٖ خَطِيْئَتُهٗ﴾ (البقرہ:٨١)...... مراد یہ ہے کہ وہ لوگ ہلاکت کے قریب پہنچ گئے تھے ان کے گناہوں نے انہیں گھیر لیا تھا ﴿فَاَتْبَعَهُمْ﴾ (آیت:٩٠) وَاتَّبَعَهُمْ وَاحِدٌ...... "فَاَتْبَعَ" اور "اِتَّبَعَ" ایک ہی معنی میں ہے ﴿عَدْوًا﴾ (آیت:٩٠) مِنَ الْعُدْوَانِ...... "عَدْوٌ"، "عدوان" سے مشتق ہے "وَقَالَ مُجَاهِدٌ ﴿وَلَوْ يُعَجِّلُ اللّٰهُ لِلنَّاسِ الشَّرَّ اسْتِعْجَالَهُمْ بِالْخَيْرِ﴾ (آیت:١١) قَوْلُ الْاِنْسَانِ لِوَلَدِهٖ وَمَالِهٖ اِذَا غَضِبَ اَللّٰهُمَّ لَا تُبَارِكْ فِيْهِ وَالْعَنْهُ ﴿لَقُضِيَ اِلَيْهِمْ اَجَلُهُمْ﴾ (آیت:١١) لَاُهْلِكَ مَنْ دُعِيَ عَلَيْهِ وَلَاَمَاتَهٗ"...... اور اگر اللہ لوگوں پر برائی ایسی جلد بھیجتا جیسی وہ بھلائی کی جلدی کرتے ہیں' انسان کا غصہ کی حالت میں اپنی اولاد اور مال کے بارے میں کہنا: اے اللہ! اس کے لیے اس میں برکت نہ دے اور اسے اپنی رحمت سے دور کردے' تو ان کا وعدہ پورا ہو چکا ہوتا' یعنی جس پر بددعا کی گئی وہ ہلاک ہو گیا ہوتا اور مر گیا ہوتا ﴿اَحْسَنُوا الْحُسْنٰى﴾ (آیت:٢٦) مِثْلُهَا حُسْنٰى ﴿وَزِيَادَةٌ﴾ (آیت:٢٦) مَغْفِرَةٌ...... "وَقَالَ غَيْرُهُ النَّظْرُ اِلٰى وَجْهِهٖ" یعنی نیکو کاروں کو نیک کام کے بدلہ اچھی جزا ملے گی اور زیادہ ملے گی یعنی مغفرت' امام مجاہد کے علاوہ دوسروں نے کہا: "زیادۃ" سے مراد رؤیت باری ہے ﴿اَلْكِبْرِيَاءُ﴾ (آیت:٧٨) اَلْمُلْكُ"۔

بَابٌ [یونس:٩٠ کی تفسیر]

قَوْلِهٖ ﴿وَجَاوَزْنَا بِبَنِيْٓ اِسْرَآئِيْلَ الْبَحْرَ فَاَتْبَعَهُمْ فِرْعَوْنُ وَجُنُوْدُهٗ بَغْيًا وَّعَدْوًا حَتّٰٓى اِذَآ اَدْرَكَهُ الْغَرَقُ قَالَ اٰمَنْتُ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا الَّذِيْٓ اٰمَنَتْ بِهٖ بَنُوْٓا اِسْرَآئِيْلَ وَاَنَا مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ۝﴾ (آیت:٩٠)۔ (ص٦٧٧)

اللہ عزوجل کا ارشاد ہے: اور ہم بنی اسرائیل کو دریا کے پار لے گئے تو فرعون اور اس کے لشکروں نے ان کا پیچھا کیا سرکشی اور ظلم سے' یہاں تک کہ جب وہ غرقاب ہونے لگا بولا: میں ایمان لایا کہ کوئی سچا معبود نہیں سوا اس کے جس پر بنی اسرائیل ایمان لائے اور میں مسلمان ہوں۝

جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کو یہ خبر ملی کہ فرعون انہیں قتل کرنے کا قطعی ارادہ کر چکا ہے تو بحکم الٰہی مصر سے بنی اسرائیل کو لے کر شام کی طرف ہجرت کے ارادے سے چلے۔ بنی اسرائیل کی تعداد چھ لاکھ بیس ہزار تھی' بیچ میں بحر قلزم حائل تھا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے باذن الٰہی دریا پر اپنا عصا مارا جس سے سمندر میں بارہ راستے بن گئے۔ بیچ بیچ میں سے پانی ہٹ گیا۔ بنی اسرائیل کے بارہ قبیلے تھے' ہر

ہر قبیلہ ایک ایک راستے سے گزرنے لگا۔ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام مع لشکر بحر قلزم کے بیچ میں پہنچے تو فرعون مع اپنے لشکر کے سمندر کے کنارے پہنچ چکا تھا۔ فرعون کے ستر کمانڈر تھے اور ہر کمانڈر کے تحت ستر ہزار فوج تھی، سمندر کے کنارے پہنچ کر جب فرعون نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا یہ عظیم معجزہ دیکھا تو مبہوت ہو کر رک گیا، آگے بڑھنے کی اس کی ہمت نہ ہوئی۔ بحکم ایزدی حضرت جبریل امین گھوڑی پر سوار ہو کر فرعون کے آگے نمودار ہوئے جسے دیکھ کر فرعون کا گھوڑا اس کے قابو سے باہر ہو کر آگے بڑھ گیا جس کے پیچھے پیچھے تمام لشکر بارہ راستوں سے دریا کے اندر آ گیا۔ ادھر حضرت موسیٰ علیہ السلام بعافیت سمندر کے دوسرے کنارے پہنچ گئے اور فرعون مع لشکر بیچ دریا میں پہنچا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور بنی اسرائیل کے سمندر پار ہوتے ہی سمندر کا پانی مل گیا اور فرعون اور اس کا پورا لشکر غرقاب ہو گیا، جب فرعون ڈوبنے لگا تو اس نے ایمان کا اقرار کیا مگر اس وقت کا ایمان معتبر نہیں، اس لیے رد کر دیا گیا۔ فرمایا گیا: ''آلْآنَ وَقَدْ عَصَيْتَ قَبْلُ وَكُنْتَ مِنَ الْمُفْسِدِيْنَ O'' (یونس:۹۱) کیا اب؟ اور پہلے سے نافرمان رہا اور تو فسادی تھا O

﴿نُنَجِّيكَ﴾ (آیت:۹۲) نُلْقِيكَ عَلٰى نَجْوَةٍ مِّنَ الْأَرْضِ وَهُوَ النَّشَزُ الْمَكَانُ الْمُرْتَفِعُ...... ہم تمہارے جسم کو کسی اونچی جگہ پر ڈال دیں گے۔ ''نجوہ'' کے معنی اونچی جگہ کے ہیں۔ علماء تفسیر کہتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ نے فرعون اور اس کی قوم کو غرق کیا اور موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم کو ان کی ہلاکت کی خبر دی تو بعض بنی اسرائیل کو شبہہ رہا اور اس کی عظمت اور ہیبت جو ان کے قلوب میں تھی اس کے باعث انہیں اس کی ہلاکت کا یقین نہ آیا۔ بامر الٰہی دریا نے فرعون کی لاش ساحل پر پھینک دی، بنی اسرائیل نے اس کو دیکھ کر پہچانا۔

سُوْرَةُ هُوْدٍ

سورۂ ہود مکی ہے، البتہ دو آیتوں کے بارے میں اختلاف ہے، اس میں ایک سو تیئس آیتیں ہیں۔

وَقَالَ أَبُوْ مَيْسَرَةَ الْأَوَّاهُ الرَّحِيْمُ بِالْحَبَشَةِ. وَقَالَ ''اوّاہ'' کے معنی حبشی زبان میں مہربان کے ہیں اور حضرت ابْنُ عَبَّاسٍ ﴿بَادِيَ الرَّأْيِ﴾ (آیت:۲۷) مَا ظَهَرَ لَنَا وَقَالَ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: ''بادی الرای'' کے معنی ہیں: بیوقوف مُجَاهِدٌ ﴿الْجُوْدِيُّ﴾ (آیت:٤٤) جَبَلٌ بِالْجَزِيْرَةِ. لوگ۔ ''جودی'' جزیرے میں ایک پہاڑ کا نام ہے۔

دریائے فرات اور دریائے دجلہ کے دوآبے کو عرب والے جزیرہ کہتے ہیں۔ جودی پہاڑ نہاوند کے قریب ہے۔ تین پہاڑوں کو اللہ عزوجل نے تین انبیاء کرام سے فضیلت بخشی، جودی کو حضرت نوح علیہ السلام سے کہ ان کی کشتی جودی پر ٹھہری۔ طور کو حضرت موسیٰ علیہ السلام سے اور حرا کو جس کو جبل نور بھی کہا جاتا ہے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کہ اسی پہاڑ پر شق صدر ہوا اور اسی غار میں قبل نبوت خلوت گزیں ہوئے اور یہیں سے نزول وحی کا سلسلہ شروع ہوا۔

وَقَالَ الْحَسَنُ ﴿إِنَّكَ لَأَنْتَ الْحَلِيْمُ﴾ (آیت:۸۷) يَسْتَهْزِءُوْنَ بِهٖ'' ...... اور حضرت حسن نے کہا: حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم نے اسے کہا: بے شک تمہیں عقلمند ہو، وہ لوگ ان کا استہزاء کرتے تھے۔

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ ﴿أَقْلِعِيْ﴾ (آیت:٤٤) أَمْسِكِيْ'' اور حضرت ابن عباس نے کہا: ''اقلعی'' کے معنی یہ ہیں: اے آسمان! اپنی بارش روک دے ﴿عَصِيْبٌ﴾ (آیت:۷۷) شَدِيْدٌ...... ''عصیب'' کے معنی سخت ﴿لَا جَرَمَ﴾ (آیت:۲۲) بَلٰى...... کوئی جرم نہیں ٹھیک ہے ﴿وَفَارَ التَّنُّوْرُ﴾ (آیت:٤٠) نَبَعَ الْمَاءُ...... تنور سے پانی ابلا۔

وَقَالَ عِكْرِمَةُ وَجْهُ الْأَرْضِ'' ...... اور عکرمہ نے کہا: تنور روئے زمین کو کہتے ہیں یعنی مجاہد یہ فرماتے ہیں کہ اس آیت میں ''تنور'' سے مراد کوئی مخصوص تنور نہیں بلکہ سطح زمین مراد ہے جس کے ہر حصہ سے پانی ابلا لیکن جمہور کا قول یہ ہے کہ اس سے مراد ایک

مخصوص تنور ہے، مشہور ہے کہ کوفہ میں تھا۔ حضرت نوح علیہ السلام نے جہاں اب کوفہ کی مسجد ہے وہاں کشتی بنائی تھی اسی کے قریب تنور بھی تھا۔ حضرت علی اور حضرت زر بن حبیش رضی اللہ عنہما اور مقاتل نے کہا: اس سے مراد حضرت آدم علیہ السلام کا تنور ہے جو شام میں تھا۔

بَابٌ [هود:۵ کی تفسیر]

﴿اَلَآ اِنَّهُمْ يَثْنُوْنَ صُدُوْرَهُمْ لِيَسْتَخْفُوْا مِنْهُ اَلَا حِيْنَ يَسْتَغْشُوْنَ ثِيَابَهُمْ يَعْلَمُ مَا يُسِرُّوْنَ وَمَا يُعْلِنُوْنَ اِنَّهٗ عَلِيْمٌ بِذَاتِ الصُّدُوْرِO﴾ (آیت:۵)۔ (ص ٦٧٧)

سنو! وہ اپنے سینے دوہرے کرتے ہیں کہ اللہ سے پردہ کریں سنو! جس وقت وہ اپنے کپڑوں سے سارا بدن ڈھانپ لیتے ہیں اس وقت بھی اللہ ان کا چھپا اور ظاہر سب کچھ جانتا ہے، بے شک وہ دلوں کی بات جاننے والا ہےO (توبہ:۵)

"وَقَالَ غَيْرُهٗ ﴿وَحَاقَ﴾ (آیت:۸) نَزَلَ ﴿يَحِيْقُ﴾ (الفاطر:۳۴) يَنْزِلُ"...... اترا، اترتا ہے ﴿يَئُوْسٌ﴾ (آیت:۹) فَعُوْلٌ مِنْ يَئِسْتُ...... مایوس ہونے والا" وَقَالَ مُجَاهِدٌ ﴿تَبْتَئِسْ﴾ (آیت:۳٦) تَحْزَنْ"...... غم کرتا ہے ﴿يَثْنُوْنَ صُدُوْرَهُمْ﴾ (آیت:۵) شَكٌّ وَّامْتِرَاءٌ فِي الْحَقِّ...... حق کے بارے میں شک وشبہہ کرنا ﴿لِيَسْتَخْفُوْا مِنْهُ﴾ (آیت:۵) مِنَ اللّٰهِ اِنِ اسْتَطَاعُوْا...... تاکہ اللہ سے چھپائیں اگر ان سے ہو سکے۔

۲۲۸۰- اَخْبَرَنِيْ مُحَمَّدُ بْنُ عَبَّادِ بْنِ جَعْفَرٍ اَنَّهٗ سَمِعَ ابْنَ عَبَّاسٍ يَقْرَأُ ﴿اَلَآ اِنَّهُمْ يَثْنُوْنِيْ صُدُوْرَهُمْ﴾ قَالَ سَاَلْتُهٗ عَنْهَا فَقَالَ اُنَاسٌ كَانُوْا يَسْتَحْيُوْنَ اَنْ يَّتَخَلَّوْا فَيُفْضُوْا اِلَى السَّمَاءِ وَاَنْ يُّجَامِعُوْا نِسَاءَهُمْ فَيُفْضُوْا اِلَى السَّمَاءِ فَنَزَلَ ذٰلِكَ فِيْهِمْ.

محمد بن عباد بن جعفر نے کہا کہ انہوں نے حضرت ابن عباس کو یہ پڑھتے ہوئے سنا: "الا انهم يثنوني صدورهم" تو میں نے اس کے بارے میں ان سے پوچھا تو انہوں نے فرمایا کہ کچھ لوگ قضائے حاجت کرتے وقت تنہائی میں بھی کھلے آسمان کے نیچے قضائے حاجت سے کتراتے تھے اور کھلے آسمان کے نیچے جماع کرنے سے بھی تو ان کے بارے میں یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔

۲۲۸۱- قَالَ قَرَاَ ابْنُ عَبَّاسٍ ﴿اَلَآ اِنَّهُمْ يَثْنُوْنَ صُدُوْرَهُمْ عَلٰى حِيْنَ يَسْتَغْشُوْنَ ثِيَابَهُمْ﴾.

عمرو نے کہا: حضرت ابن عباس نے یوں پڑھا: "اَلَآ اِنَّهُمْ يَثْنُوْنَ صُدُوْرَهُمْ عَلٰى حِيْنَ يَسْتَغْشُوْنَ ثِيَابَهُمْ" سنو! وہ اپنے سینے دوہرے کرتے ہیں جس وقت وہ اپنے کپڑوں سے سارا بدن ڈھانپ لیتے ہیں۔

"وَقَالَ غَيْرُهٗ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ ﴿يَسْتَغْشُوْنَ﴾ يُغَطُّوْنَ رُءُوْسَهُمْ"...... اور بعض نے حضرت ابن عباس سے بیان کیا: "یستغشون" کا مطلب ہے: اپنے سروں کو ڈھانک لیتے تھے کپڑوں سے ﴿سِيْٓءَ بِهِمْ﴾ (آیت:۷۷) سَاءَ ظَنُّهٗ بِقَوْمِهٖ...... قوم کے ساتھ وہ بدگمان ہوا ﴿وَضَاقَ بِهِمْ﴾ (آیت:۷۷) بِاَضْيَافِهٖ...... مہمانوں کے آنے سے وہ دل تنگ ہوئے، یعنی جب حضرت لوط علیہ السلام کے پاس عذاب کے فرشتے خوبصورت بے ریش وبرودت لڑکوں کی شکل میں ان کے گھر آئے تو اپنی قوم کی عادت بد کی وجہ سے انہیں گرانی خاطر ہوئی اور وہ دل تنگ ہوئے، ورنہ وہ نبی تھے مہمانوں کی آمد سے خوش ہوتے نہ کہ تنگ دل ﴿بِقِطْعٍ مِّنَ الَّيْلِ﴾ (آیت:۸۱) بِسَوَادٍ...... یعنی رات کی تاریکی میں" وَقَالَ مُجَاهِدٌ ﴿اُنِيْبُ﴾ (آیت:۸۸) اَرْجِعُ"...... میں اللہ کی طرف رجوع کرتا ہوں۔

بَابٌ [هود:۷ کی تفسیر]

قولِهٖ ﴿وَكَانَ عَرْشُهٗ عَلَى الْمَاءِ﴾ (آیت:۷). اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور اس کا عرش پانی پر تھا۔

(ص ۶۷۷)

۲۲۸۲- ح: [يَدُ اللّٰهِ مَلْاٰى] اللہ تعالیٰ کا دست قدرت ہمیشہ بھرا ہوا ہے

۲۲۸۲- عَنِ الْاَعْرَجِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ قَالَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ اَنْفِقْ اُنْفِقْ عَلَيْكَ وَقَالَ يَدُ اللّٰهِ مَلْاٰى لَا يَغِيْضُهَا نَفَقَةٌ سَحَّاءُ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ وَقَالَ اَرَاَيْتُمْ مَا اَنْفَقَ مُنْذُ خَلَقَ السَّمَاءَ وَالْاَرْضَ فَاِنَّهٗ لَمْ يَغِضْ مَا فِيْ يَدِهٖ وَكَانَ عَرْشُهٗ عَلَى الْمَاءِ وَبِيَدِهِ الْمِيْزَانُ يَخْفِضُ وَيَرْفَعُ.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے بنی آدم! خرچ کر میں تجھے عطا کروں گا اور فرمایا: اللہ کا دست قدرت بھرا ہوا ہے' رات و دن خرچ کرنا اسے ختم نہیں کرے گا' اور فرمایا: کیا تم جانتے ہو اس نے کیا خرچ فرمایا جب سے آسمان و زمین بنایا۔ پھر بھی جو اس کے قبضہ میں ہے اس میں کوئی کمی نہیں ہوئی اور اس کا عرش پانی پر ہے اور اسی کے ہاتھ میں میزان ہے' وہ اسے جھکاتا ہے اور بلند کرتا ہے۔

(بخاری۔ کتاب التوحید۔ باب: قوله و كان عرشه على الماء ص ۱۱۰۳' باب: قول الله لما خلقت بيدى ص ۱۱۰۲' کتاب المنفقات۔ باب: فضل النفقة على الاهل ص ۸۰۵' کتاب التوحید۔ باب: قول الله تعالى يريدون ان يبدلوا كلام الله ص ۱۱۱۶' نسائی۔ کتاب التفسیر)

﴿اِعْتَرَاكَ﴾ (آیت:۵٤) اِفْتَعَلْتَ مِنْ عَرَوْتُهٗ اَيْ اَصَبْتُهٗ وَمِنْهُ يَعْرُوْهُ وَاعْتَرَانِيْ...... تجھ پر جھپٹ پہنچی' یہ باب "افتعال" سے آتا ہے' اسی لیے اس کا مادہ "عَرْوٌ" ہے "يَعْرُوْهُ"، "وَاعْتَرَانِيْ" آتا ہے ﴿اٰخِذٌ بِنَاصِيَتِهَا﴾ (آیت:٥٦) اَيْ فِيْ مُلْكِهٖ وَسُلْطَانِهٖ... اس کی پیشانی پکڑے ہوئے ہے' یعنی اس کی حکومت میں ہے۔

﴿عَنِيْدٍ﴾ (آیت:٥٩) وَعَنُوْدٌ وَّعَانِدٌ وَّاحِدٌ وَّهُوَ تَاكِيْدُ التَّجَبُّرِ...... یہ تینوں ایک معنی میں ہیں۔ زیادہ سرکشی کرنے والے ﴿وَاسْتَعْمَرَكُمْ﴾ (آیت:٦١) جَعَلَكُمْ عُمَّارًا اَعْمَرْتُهُ الدَّارَ فَهِيَ عُمْرٰى جَعَلْتُهَا لَهٗ...... ہم نے تم کو اس میں بسایا' کہتے ہیں: "اَعْمَرْتُهُ الدَّارَ" میں نے اس کو گھر عمر بھر رہنے کے لیے دیا ﴿نَكِرَهُمْ﴾ (آیت:٧٠) وَاَنْكَرَهُمْ وَاسْتَنْكَرَهُمْ وَاحِدٌ... انہیں ناگوار جانا ﴿حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ﴾ (آیت:٧٣) كَاَنَّهٗ فَعِيْلٌ مِّنْ مَّاجِدٍ مَّحْمُوْدٌ مِّنْ حَمِدَ...... "مَجِيْدٌ"، "ماجدٌ" سے اور "حَمِيْدٌ"، "حمد" سے صفت مشبہ ہے' بزرگ: تعریف کیا ہوا ﴿سِجِّيْلٍ﴾ (آیت:٨٢) اَلشَّدِيْدُ الْكَبِيْرُ سِجِّيْلٌ وَّسِجِّيْنٌ وَّاللَّامُ وَالنُّوْنُ اُخْتَانِ وَقَالَ تَمِيْمُ بْنُ مُقْبِلٍ: وَرَجْلَةٍ يَّضْرِبُوْنَ الْبَيْضَ ضَاحِيَةً...... ضَرْبًا تَوَاصِيْ بِهِ الْاَبْطَالُ سِجِّيْنَا......

"سجیل" کے معنی سخت بڑے کے ہیں "سجین" اور "سجیل" کے ایک ہی معنی ہیں' تمیم بن مقبل نے کہا: اور بہت سے پیادے ایں جو مارتے ہیں خود پر چاشت کے وقت سخت مار جس کی وجہ سے بڑے بڑے بہادر ایک دوسرے سے وصیت کرنے لگتے ہیں۔

﴿وَاِلٰى مَدْيَنَ اَخَاهُمْ شُعَيْبًا﴾ (آیت:٨٤) اَيْ اِلٰى اَهْلِ مَدْيَنَ لِاَنَّ مَدْيَنَ بَلَدٌ وَّمِثْلُهٗ ﴿وَاسْاَلِ الْقَرْيَةَ﴾ (یوسف:٨٢) وَاسْاَلِ الْعِيْرَ يَعْنِيْ اَهْلَ الْقَرْيَةِ وَالْعِيْرِ...... اور ہم نے مدین والوں کی طرف ان کے ہم قوم شعیب کو بھیجا۔ مدین سے مراد اہل مدین ہیں اس لیے کہ مدین شہر ہے اور اسی کی مثل ہے: اس بستی سے پوچھو اور قافلے سے پوچھو یعنی بستی والوں اور قافلے والوں سے پوچھو۔

﴿وَرَاءَكُمْ ظِهْرِيًّا﴾ يَقُوْلُ لَمْ تَلْتَفِتُوْا اِلَيْهِ وَيُقَالُ اِذَا لَمْ يَقْضِ الرَّجُلُ حَاجَتَهٗ ظَهَرْتَ بِحَاجَتِيْ وَجَعَلْتَنِيْ ظِهْرِيًّا وَالظِّهْرِيُّ هٰهُنَا اَنْ تَاْخُذَ مَعَكَ دَابَّةً اَوْ وِعَاءً تَسْتَظْهِرُ بِهٖ... اور تم نے اس کو اپنی پیٹھ کے پیچھے ڈال رکھا ہے' یہ اس

موقع پر کہتے ہیں جب تم اس کی طرف توجہ نہ کرو' جب کوئی شخص کسی کی حاجت پوری نہیں کرتا تو وہ کہتا ہے: تو نے میری حاجت کو پیٹھ پیچھے ڈال دیا' تو نے مجھے پیٹھ پیچھے کر دیا اور "ظھــری" یہاں اس معنی میں ہے کہ تم اپنے ساتھ کوئی فاضل چوپایہ یا برتن لے لو جس سے بوقت ضرورت کام لو ﴿اَرَاذِلُنَا﴾ سُقَّاطُنَا...... ہمارے نیچے لوگ "اِجْرَامِی هُوَ مَصْدَرٌ مِنْ اَجْرَمْتُ وَبَعْضُهُمْ يَقُوْلُ جَرَمْتُ "...... "اجرامی" ، "اجرمت" کا مصدر ہے اور بعضوں نے کہا: "جرمت" کا ﴿اَلْفُلْكُ﴾ (آیت: ٣٧) وَالْفُلْكُ وَاحِدٌ وَّهِيَ السَّفِيْنَةُ وَالسُّفُنُ...... "فلك" واحد و جمع دونوں کے لیے آتا ہے' کشتی اور کشتیوں کے معنی میں ﴿مَجْرَاهَا﴾ مَدْفَعُهَا وَهُوَ مَصْدَرُ اَجْرَيْتُ "...... "مجراها"، "اجريت" کا مصدر ہے' ہندوستانی نسخہ میں "مجراها" کی تفسیر "موقفها" سے کی ہے' علامہ ابن حجر نے فرمایا: یہ درست نہیں' عام نسخوں میں "مـدفعها" ہے اور یہی صحیح ہے' مراد چلانا ہے یا راستہ "وَاَرْسَيْتُ حَبَسْتُ وَيُقْرَأُ ﴿مَرْسَاهَا﴾ مِنْ رَّسَتْ هِيَ ﴿وَمَجْرَاهَا﴾ مِنْ جَرَتْ هِيَ "...... "اَرْسَيْتُ" کا معنی ہے: میں نے روکا' اور ایک قراءت "مرساها" ہے یہ "رست" کا مصدر ہے ﴿وَمُجْرِيْهَا وَمُرْسِيْهَا﴾ مِنْ فُعِلَ بِهَا ﴿رَاسِيَاتٍ﴾ (السباء:١٣) ثَابِتَاتٌ...... اور "مجراها" ہے' یہ "جرت" کا مصدر ہے "وَمُجْرِيْهَا وَمُرْسِيْهَا" اس کا چلانے والا اور روکنے والا "اَلرَّاسِيَاتُ" اپنی جگہ ٹھہرے ہوئے۔

بَابٌ [ھود:١٠٢ کی تفسیر]

قَوْلِهٖ ﴿وَكَذٰلِكَ اَخْذُ رَبِّكَ اِذَآ اَخَذَ الْقُرٰى وَهِيَ ظَالِمَةٌ اِنَّ اَخْذَهٗٓ اَلِيْمٌ شَدِيْدٌ٥﴾ (آیت:١٠٢).

اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی تفسیر: اور ایسی ہی تیرے پروردگار کی گرفت ہے جب بستی والوں کی گرفت کرے جب کہ وہ ظالم ہوں' بے شک اس کی گرفت سخت دردناک ہے٥ (ص ٦٧٨)

﴿اَلرِّفْدُ الْمَرْفُوْدُ﴾ (آیت:٩٩) اَلْعَوْنُ الْمُعِيْنُ رَفَدْتُهٗ اَعَنْتُهٗ...... مدد جو کی گئی کہتے ہیں: "رَفَدْتُهٗ" میں نے اس کی مدد کی ﴿تَرْكَنُوْا﴾ (آیت:١١٣) تَمِيْلُوْا...... تم لوگ جھکو ﴿فَلَوْلَا كَانَ﴾ (آیت:١١٦) فَهَلَّا كَانَ...... کیوں نہیں ہوا؟ ﴿اُتْرِفُوْا﴾ (آیت:١١٦) اُهْلِكُوْا...... ہلاک کر دیے گئے "وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ ﴿زَفِيْرٌ وَّشَهِيْقٌ﴾ (آیت:١٠٦) شَدِيْدٌ وَّصَوْتٌ ضَعِيْفٌ "...... سخت آواز اور ہلکی آواز۔

٢٢٨٣- ح: [اِنَّ اللّٰهَ لَيُمْلِيْ لِلظَّالِمِ] اللہ تعالیٰ ظالم کو ڈھیل دیتا ہے

٢٢٨٣ - عَنْ اَبِيْ مُوْسٰى رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ لَيُمْلِيْ لِلظَّالِمِ حَتّٰى اِذَا اَخَذَهٗ لَمْ يُفْلِتْهُ قَالَ ثُمَّ قَرَاَ ﴿وَكَذٰلِكَ اَخْذُ رَبِّكَ اِذَآ اَخَذَ الْقُرٰى وَهِيَ ظَالِمَةٌ اِنَّ اَخْذَهٗٓ اَلِيْمٌ شَدِيْدٌ٥﴾ (آیت:١٠٢).

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: انہوں نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ ظالم کو مہلت دیتا ہے یہاں تک کہ جب اس کو پکڑ لیتا ہے تو چھوڑتا نہیں' پھر حضور نے تلاوت فرمائی: ایسی ہی تیرے پروردگار کی گرفت ہے جب بستی والوں کو گرفت میں لیتا ہے جب وہ ظلم کرنے والے ہوں' بے شک اس کی گرفت سخت دردناک ہے٥

بَابٌ [ھود:١١٤ کی تفسیر]

قَوْلِهٖ ﴿وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ طَرَفَيِ النَّهَارِ وَزُلَفًا مِّنَ الَّيْلِ اِنَّ الْحَسَنَاتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّئَاتِ ذٰلِكَ ذِكْرٰى

اللہ عزوجل کے اس ارشاد کی تفسیر: بے شک نماز دن کے دونوں کناروں میں قائم کرو اور رات کے کچھ حصوں میں' بے شک

لِلذّٰكِرِيْنَ ۝﴾ (آیت:١١٤)۔ (ص٦٧٨)۔ نیکیاں برائیوں کو لے جاتی ہیں اور یہ یاددہانی ہے یادرکھنے والوں کے لیے ۝

﴿وَزُلَفًا﴾ سَاعَاتٍ بَعْدَ سَاعَاتٍ وَّمِنْهُ سُمِّيَتِ الْمُزْدَلِفَةُ اَلزُّلَفُ مَنْزِلَةٌ بَعْدَ مَنْزِلَةٍ وَّاَمَّا ﴿زُلْفٰى﴾ (ص:٤٠)...... "زلفًا" کا معنی کچھ ساعتوں کے بعد ساعتیں اسی سے مزدلفہ نام رکھا گیا ہے "زُلَفٌ" کے معنی ایک منزل کے بعد دوسری منزل "فَمَصْدَرٌ مِّنَ الْقُرْبٰى اِزْدَلَفُوْا اِجْتَمَعُوْا ﴿اَزْلَفْنَا﴾ (الشعراء:٦٤) جَمَعْنَا"...... لیکن "زلفٰی" یہ مصدر ہے "قربٰی" سے یعنی معنی میں "قربٰی" کے ہے "اِزْدَلَفُوْا" کے معنی اکٹھے ہوئے "اَزْلَفْنَا" کے معنی ہم نے جمع کیا۔

سُوْرَةُ يُوْسُفَ (ص٦٧٨)

یہ سورت مکی ہے سوائے چار آیتوں کے جو مدنی ہیں اس میں ایک سو گیارہ آیتیں ہیں تین ابتدائی آیتیں اور ایک "لَقَدْ كَانَ فِيْ يُوْسُفَ وَاِخْوَتِهٖۤ اٰيٰتٌ لِّلسَّآئِلِيْنَ" اس میں ایک سو گیارہ آیتیں ہیں۔

"عَنْ مُّجَاهِدٍ ﴿مُتَّكَاً﴾ (آیت:٣١) اَلْاُتْرُجُّ قَالَ فُضَيْلٌ اَلْاُتْرُجُّ بِالْحَبَشِيَّةِ مُتَّكًا وَقَالَ ابْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ رَّجُلٍ عَنْ مُّجَاهِدٍ مُتَّكًا كُلُّ شَيْءٍ قُطِعَ بِالسِّكِّيْنِ"...... مجاہد سے روایت ہے: "مُتَّكًا" ہر وہ چیز ہے جو چھری سے کاٹی جائے سورۂ یوسف میں فرمایا تھا: "وَاَعْتَدَتْ لَهُنَّ مُتَّكَاً" اور زلیخا نے مصر کی عورتوں کے لیے مسندیں تیار کیں صحیح یہ ہے کہ اس آیت میں "مُتَّكًا" سے مراد مسندیں ہیں مگر مفسرین نے یہ بھی کہا ہے کہ اس سے مراد لیموں ہے اور کچھ لوگوں نے کہا کہ اس سے مراد ہر وہ چیز ہے جو چھری سے کاٹی جائے۔

"وَقَالَ قَتَادَةُ ﴿لَذُوْ عِلْمٍ﴾ (آیت:٦٨) عَامِلٌ بِمَا عَلِمَ"...... "ذو علم" سے مراد عالم باعمل ہے "وَقَالَ ابْنُ جُبَيْرٍ ﴿صُوَاعَ﴾ (آیت:٧٢) مَكُّوْكُ الْفَارِسِيِّ الَّذِيْ يَلْتَقِيْ طَرَفَاهُ كَانَتْ تَشْرَبُ بِهِ الْاَعَاجِمُ"...... "صواع" کو فارسی میں "مکوک" کہتے ہیں جس کے اوپر کا حصہ تنگ ہوتا تھا جس میں عجمی پیتے تھے "وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ ﴿تُفَنِّدُوْنِ﴾ (آیت:٩٤) تُجَهِّلُوْنَ"...... تم لوگ مجھے نادان نہ بتاؤ "وَقَالَ غَيْرُهٗ ﴿غَيَابَةِ﴾ (آیت:١٠-١٥) كُلُّ شَيْءٍ غَيَّبَ عَنْكَ شَيْئًا فَهُوَ غَيَابَةٌ"...... جو چیز تیری چیز کو غائب کر دے وہ غیابت ہے "وَالْجُبُّ الرَّكِيَّةُ الَّتِيْ لَمْ تُطْوَ"...... "رکیۃ" کے معنی: کچا کنواں ﴿بِمُؤْمِنٍ لَّنَا﴾ (آیت:١٧) بِمُصَدِّقٍ...... ہم پر یقین کرنے والا ﴿اَشُدَّهٗ﴾ (آیت:٢٢) قَبْلَ اَنْ يَّاْخُذَ فِي النُّقْصَانِ يُقَالُ بَلَغَ اَشُدَّهٗ وَبَلَغُوْا اَشُدَّهُمْ وَقَالَ بَعْضُهُمْ وَاحِدُهَا شَدٌّ"...... "اشد" عمر کی اس حد کو کہتے ہیں کہ ڈھلنی نہ شروع ہو اور بعضوں نے کہا: اس کا واحد "شدٌّ" ہے "وَالْمُتَّكَاُ مَا اتَّكَاْتَ عَلَيْهِ لِشَرَابٍ اَوْ لِحَدِيْثٍ اَوْ لِطَعَامٍ وَّاَبْطَلَ الَّذِيْ قَالَ الْاُتْرُجُّ وَلَيْسَ فِيْ كَلَامِ الْعَرَبِ الْاُتْرُجُّ فَلَمَّا احْتُجَّ عَلَيْهِمْ بِاَنَّهُ الْمُتَّكَاُ مِنْ نَّمَارِقَ فَرُّوْا اِلٰى شَرٍّ مِّنْهُ فَقَالُوْا اِنَّمَا هُوَ الْمُتْكُ سَاكِنَةَ التَّاءِ وَاِنَّمَا الْمُتْكُ طَرَفُ الْبَظْرِ وَمِنْ ذٰلِكَ قِيْلَ لَهَا مَتْكَاءُ وَابْنُ الْمَتْكَاءِ فَاِنْ كَانَ ثَمَّ اُتْرُجٌّ فَاِنَّهٗ بَعْدَ الْمُتَّكَاِ"...... "متکاء" وہ چیز ہے جس پر پینے یا بات کرنے یا کھانے کے لیے ٹیک لگائی جائے اور جس نے یہ کہا تھا کہ "متکاء" کا معنی لیموں ہے اس کو انہوں نے غلط قرار دے دیا اور کلام عرب میں "اترج" آیا ہی نہیں جب یہ دلیل قائم کر دی کہ یہ مسند ہے تو اس سے بدتر کی طرف انہوں نے فرار اختیار کیا اور کہا: یہ "متک" ہے "تاء" ساکنہ کے ساتھ حالانکہ "متكٌ" شرمگاہ کے کنارے کو کہتے ہیں اسی لیے عورت کو "متکاء" کہا جاتا ہے اور مرد کو "ابن المتکاء" پس اگر وہاں لیموں تھا تو مسند کے بعد تھا۔

﴿شَغَفَهَا﴾ (آیت:٣٠) يُقَالُ اِلٰى شِغَافِهَا وَهُوَ غِلَافُ قَلْبِهَا وَاَمَّا شَعَفَهَا فَمِنَ الْمَشْعُوْفِ...... "شغفها" کا معنی یہ

ہے کہ اس کے دل کے پردے تک پہنچ گئی تھی لیکن "شَغَفَهَا" کے معنی ہیں: محبت میں دیوانہ ہونا ﴿أَصْبُ﴾ (آیت:۳۳) أَمِيلُ......
میں جھکوں ﴿أَضْغَاثُ أَحْلَامٍ﴾ (آیت:٤٤) مَالَا تَأْوِيلَ لَهُ وَالضِّغْثُ مِلْءُ الْيَدِ مِنْ حَشِيشٍ وَّمَا أَشْبَهَهُ وَمِنْهُ ﴿وَخُذْ بِيَدِكَ ضِغْثًا﴾ (ص:٤٤) لَا مِنْ قَوْلِهِ أَضْغَاثُ أَحْلَامٍ وَّاحِدُهَا ضِغْثٌ...... ایسا خواب جس کی تاویل نہیں اور "ضِغْث" کے معنی: ایک مٹھی گھاس وغیرہ۔ اسی سے اللہ عزوجل کا یہ ارشاد ہے: اور اپنے ہاتھ میں جھاڑو لو یہ "أَضْغَاثُ أَحْلَامٍ" سے نہیں، اس کا واحد "ضِغْثٌ" ہے۔

امام بخاری یہ افادہ کرنا چاہتے ہیں کہ "ضِغْث" کے دو معنی ہیں، ایک گھاس وغیرہ کی مٹھی، دوسرے لایعنی بات، سورۂ یوسف میں جو فرمایا: "أَضْغَاثُ أَحْلَامٍ" اس سے مراد ایسے خواب ہیں جن کی کوئی تعبیر نہیں، اور حضرت ایوب علیہ السلام کے قصہ میں جو آیا ہے "خُذْ بِيَدِكَ ضِغْثًا" اس سے مراد شاخوں کی مٹھی ہے ﴿نَمِيرُ﴾ (آیت:٦٥) مِنَ الْمِيرَةِ...... غلہ لائیں گے ہم ﴿وَنَزْدَادُ كَيْلَ بَعِيرٍ﴾ (آیت:٦٥) مَا يَحْمِلُ بَعِيرٌ...... اور ہم ایک اونٹ کا بوجھ زیادہ لائیں گے ﴿آوَى إِلَيْهِ﴾ (آیت:٦٩) ضَمَّ إِلَيْهِ...... اپنے سے چپکا لیا ﴿السِّقَايَةَ﴾ (آیت:۷۰) مِكْيَالٌ...... غلہ ناپنے کا پیمانہ ﴿تَفْتَأُ﴾ (آیت:۸۵) لَا تَزَالُ...... ہمیشہ ﴿حَرَضًا﴾ مُحْرَضًا يُذِيبُكَ الْهَمُّ...... غم آپ کو گھلا دے گا ﴿تَحَسَّسُوا﴾ (آیت:۸۷) تَخَبَّرُوا...... تلاش کرو ﴿مُزْجَاةٍ﴾ (آیت:۸۸) قَلِيلَةٍ...... تھوڑی ﴿غَاشِيَةٌ مِّنْ عَذَابِ اللّٰهِ﴾ (آیت:۱۰۷) عَامَّةٌ مُجَلِّلَةٌ...... اللہ کے عذاب سے ڈرانے والی "غاشیہ" اس سزا کو کہتے ہیں جو سب کے لیے عام ہو۔

بَابٌ [یوسف: ۲۳ کی تفسیر]

قَوْلِهِ ﴿وَرَاوَدَتْهُ الَّتِي هُوَ فِي بَيْتِهَا عَنْ نَّفْسِهِ وَغَلَّقَتِ الْأَبْوَابَ وَقَالَتْ هَيْتَ لَكَ﴾ (آیت:۲۳).

اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی تفسیر: جس عورت کے گھر وہ تھے اس نے انہیں اپنی طرف لبھایا اور دروازہ بند کر دیا اور کہا: آؤ۔

(ص ۶۸۰)

"وَقَالَ عِكْرِمَةُ هَيْتَ لَكَ بِالْحَوْرَانِيَّةِ هَلُمَّ وَقَالَ ابْنُ جُبَيْرٍ تَعَالَهْ"...... عکرمہ نے کہا: "هيت لك"۔ "حورانی" لغت کا لفظ ہے اس کے معنی "هَلُمَّ" کے ہیں یعنی آؤ "وَقَالَ ابْنُ جُبَيْرٍ تَعَالَهْ" اور ابن جبیر نے کہا: اس کے معنی ہیں: آؤ۔

۲۲۸۴- عَنْ أَبِي وَائِلٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُودٍ قَالَ ﴿هَيْتَ لَكَ﴾ قَالَ وَإِنَّمَا يَقْرَؤُهَا كَمَا عُلِّمْنَاهَا.

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ انہوں نے یوں تلاوت کی "قَالَ هَيْتَ لَكَ" اور فرمایا: جیسی مجھے تعلیم دی گئی ہے ویسے ہی میں اسے پڑھتا ہوں۔

"قَالَ هَيْتَ لَكَ" میں قراءتیں مختلف ہیں اور خود حضرت عبد اللہ بن مسعود ہی سے تین قراءتیں مروی ہیں ایک "هَيْتَ لَكَ" یعنی "ها" اور "تا" دونوں کو فتح دوسرے "هَيْتُ" ت کو ضمہ اور تیسرے ہا کو کسرہ "هِيْتَ" جب ان سے عرض کیا گیا: آپ ایسے کیوں پڑھتے ہیں؟ تو فرمایا: مجھے اسی طرح تعلیم دی گئی ہے۔

اقول وهو المستعان: حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے تینوں قراءتیں مروی ہیں لیکن خاص یہ روایت جو بخاری میں مذکور ہے "هَيْتَ لَكَ" کے ساتھ ہے یعنی یہ جو فرمایا: ایسا مجھ کو سکھایا گیا اور میں پڑھتا ہوں "ها" کے فتحہ کے ساتھ خاص ہے جیسا کہ مسند عبد بن حمید میں بہ طریق وائل مروی ہے، علامہ ابن حجر نے فرمایا کہ یہ "اقوی" ہے ﴿مَثْوَاهُ﴾ (آیت:۲۱) مَقَامُهُ ﴿وَأَلْفَيَا﴾ (آیت:۲۵) وَجَدَا...... ان دونوں نے پایا ﴿أَلْفَوْا آبَاءَهُمْ﴾ (الصافات:٦٩) ﴿أَلْفَيْنَا﴾ (البقرۃ:۱۷۰)...... انہوں نے اپنے باپ

مراد کو اسی طریقے پر پایا۔ وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ ﴿بَلْ عَجِبْتَ وَيَسْخَرُوْنَ0﴾ (الصافات:١٢)...... یہ آیت سورۂ صافات کی ہے۔
اس سے پہلے تھا: "اِنَّا خَلَقْنٰهُمْ مِّنْ طِيْنٍ لَّازِبٍ0" بے شک ہم نے ان کو چپکتی مٹی سے بنایا0 بلکہ تمہیں اچنبا آیا اور وہ ہنسی کرتے ہیں0 کفار مرنے کے بعد زندہ کیے جانے کا انکار کرتے تھے اس پر یہ دلیل قائم فرمائی کہ ہم نے تم کو مٹی ہی سے پیدا فرمایا تو جب ایک بار ہم نے تم کو مٹی سے بنایا تو دوبارہ بنانے میں کیا اشکال ہے؟ اس واضح برہان کے ہوتے ہوئے تم کو تعجب ہوتا ہے کہ کیسے بے عقل ہیں اتنی سی بات نہیں سمجھ پاتے اور وہ اس کا مذاق اڑاتے ہیں' اس آیت کو یہاں امام بخاری نے کس مقصد کے لیے ذکر فرمایا ہے وہ سمجھ میں نہیں آیا۔ علامہ کرمانی نے فرمایا کہ صرف اس مناسبت سے ذکر فرمایا کہ جیسے قراءت مشہورہ "هَيْتَ لَكَ" ہے "ہ" کے فتحہ کے ساتھ' مگر حضرت ابن مسعود کی ایک قراءت ھا کے ضمہ کے ساتھ' اسی طرح یہاں "عَجِبْتَ" کو حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ "عَجِبْتُ" پڑھتے تھے' اس پر اشکال یہ ہے کہ اب ترجمہ یہ ہوگا کہ اللہ عزوجل فرماتا ہے کہ مجھے اچنبا آیا' اور اللہ تعالیٰ اچنبے سے منزہ ہے۔

علامہ قسطلانی نے فرمایا کہ اب یہ متشابہات میں سے ہوگا اور مراد ایسا تعجب ہے جو اللہ تعالیٰ کی شان کے لائق ہے۔

اقول وھو المستعان: اس کی تاویل یہ کی جاسکتی ہے کہ کفار کے انکار کی سخافت کی تاکید کے لیے اور ان کے عناد اور مکابرہ کو ابلغ وجوہ پر ظاہر کرنے کے لیے ہے۔

بَابٌ [یوسف: ٥٠-٥١ کی تفسیر]

قَوْلِهٖ ﴿فَلَمَّا جَآءَهُ الرَّسُوْلُ قَالَ ارْجِعْ اِلٰى رَبِّكَ فَسْئَلْهُ مَا بَالُ النِّسْوَةِ الّٰتِىْ قَطَّعْنَ اَيْدِيَهُنَّ اِنَّ رَبِّىْ بِكَيْدِهِنَّ عَلِيْمٌ0 قَالَ مَا خَطْبُكُنَّ اِذْ رَاوَدْتُّنَّ يُوْسُفَ عَنْ نَّفْسِهٖ قُلْنَ حَاشَ لِلّٰهِ﴾ (آیت:٥٠-٥١).

اللہ عزوجل کے اس ارشاد کی تفسیر: جب ان کے پاس قاصد آیا تو فرمایا: اپنے مالک کے پاس پھر جاؤ اور اس سے ان عورتوں کا حال پوچھو جنہوں نے اپنے ہاتھ کاٹے تھے0 بے شک میرا پروردگار ان کے مکر کو جانتا ہے0 اس نے عورتوں سے پوچھا: بولو کیا کہتی ہو جب تم نے یوسف کو لبھایا تھا؟ عورتوں نے کہا: "حاشا للہ"۔ (ص:٦٨٠)

"وَحَاشَ وَحَاشٰى تَنْزِيْهٌ وَّاسْتِثْنَاءٌ"...... "حاش" اور "حاشا" پاکی ظاہر کرنے اور استثناء کے لیے ہے ﴿حَصْحَصَ﴾ (آیت:٥١) وَضَحَ...... ظاہر ہو گیا۔

سُوْرَةُ الرَّعْدِ

سورۂ رعد کے بارے میں اختلاف ہے کہ یہ مکی ہے یا مدنی۔ ایک قول یہ ہے کہ اس کی کچھ آیتیں مکی ہیں اور کچھ مدنی' اور اس کی تینتالیس آیتیں ہیں۔

"قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ ﴿كَبَاسِطِ كَفَّيْهِ﴾ (آیت:١٤) مَثَلُ الْمُشْرِكِ الَّذِىْ عَبَدَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا غَيْرَهٗ كَمَثَلِ الْعَطْشَانِ الَّذِىْ يَنْظُرُ اِلٰى خَيَالِهٖ فِى الْمَاءِ مِنْ بَعِيْدٍ وَّهُوَ يُرِيْدُ اَنْ يَّتَنَاوَلَهٗ وَلَا يَقْدِرُ"...... فرمایا گیا تھا: اس کی مثل اس شخص کے مثل ہے جو پانی تک دونوں ہتھیلیوں کو پھیلائے ہوئے ہے تاکہ منہ تک پانی لے جائے حالانکہ وہ نہیں لے جا سکتا' اس کی تفسیر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: یہ اس مشرک کی مثل ہے جس نے اللہ کے ساتھ دوسرے معبود کو بھی پوجا' جیسے وہ پیاسا جسے اپنے خیال میں بہت دور پانی نظر آئے اور وہ اسے حاصل کرنا چاہے اور حاصل نہ کر سکے۔

"وَقَالَ غَيْرُهٗ ﴿سَخَّرَ﴾ (آیت:٢) ذَلَّلَ"...... تابع کر دیا ﴿مُتَجٰوِرٰتٌ﴾ (آیت:٤) مُتَدَانِيَاتٌ...... قریب قریب

﴿اَلْمَثُلَاتُ﴾ (آیت:٦) وَاحِدُهَا مَثُلَةٌ وَّهِيَ الْاَشْبَاهُ وَالْاَمْثَالُ وَقَالَ ﴿اِلَّا مِثْلَ اَيَّامِ الَّذِيْنَ خَلَوْا﴾ (یونس:١٠٢)...... ''مثلات''، ''مَثُلَة'' کی جمع ہے اس کے معنی: ہم شکل ہم جنس کے ہیں ارشاد فرمایا: مگر ان کے دنوں کے مثل جو گزر گئے ﴿بِمِقْدَارٍ﴾ (آیت:٨) بِقَدَرٍ...... اندازہ ﴿مُعَقِّبَاتٌ﴾ (آیت:١١) مَلَائِكَةٌ حَفَظَةٌ تُعَقِّبُ الْاُوْلٰى مِنْهَا الْاُخْرٰى وَمِنْهُ قِيْلَ الْعَقِيْبُ يُقَالُ عَقَّبْتُ فِيْ اَثَرِهِ...... ''معقبات'' سے مراد انسانوں کی حفاظت کرنے والے وہ فرشتے ہیں کہ ایک گروہ کے بعد دوسرے آتے ہیں اسی سے ''عقیب'' مشتق ہے کہتے ہیں: ''عَقَّبْتُ فِيْ اَثَرِهِ'' میں اس کے نشان قدم کے پیچھے آیا ﴿اَلْمِحَالُ﴾ (آیت:١٣) اَلْعُقُوْبَةُ...... سزا ﴿كَبَاسِطِ كَفَّيْهِ اِلَى الْمَاءِ﴾ (آیت:١٤) لِيَقْبِضَ عَلَى الْمَاءِ...... جیسے پانی کی طرف ہاتھ پھیلائے ہوئے ہے تاکہ پانی حاصل کرلے ﴿رَابِيًا﴾ (آیت:١٧) مِنْ رَبَا يَرْبُوْا...... بھرا ہوا ﴿اَوْمَتَاعٍ زَبَدٌ﴾ (آیت:١٧) اَلْمَتَاعُ مَا تَمَتَّعْتَ بِهِ...... ''متاع'' اسے کہتے ہیں جس سے تو نفع حاصل کرے ﴿جُفَاءً﴾ (آیت:١٧) اَجْفَاَتِ الْقِدْرُ اِذَا غَلَتْ فَعَلَاهَا الزَّبَدُ ثُمَّ تَسْكُنُ فَيَذْهَبُ الزَّبَدُ بِلَا مَنْفَعَةٍ فَكَذٰلِكَ يُمَيِّزُ الْحَقُّ مِنَ الْبَاطِلِ...... ''جفاء'' کے معنی جھاگ ہے جو بہہ جائے بولتے ہیں: ''اَجْفَاَتِ الْقِدْرُ'' جب ہانڈی ابلنے لگے اور اس کے اوپر جھاگ آئے پھر ابال ختم ہوجائے تو جھاگ ختم ہوجاتا ہے ایسے ہی اللہ تعالیٰ حق کو باطل سے تمیز دیتا ہے ﴿اَلْمِهَادُ﴾ (آیت:١٨) اَلْفِرَاشُ...... بچھونا ﴿يَدْرَءُوْنَ﴾ (آیت:٢٢) يَدْفَعُوْنَ دَرَاْتُهُ دَفَعْتُهُ...... ''یدرءون'' کے معنی ہیں: دور کرتے ہیں ﴿سَلَامٌ عَلَيْكُمْ﴾ (آیت:٢٤) اَيْ يَقُوْلُوْنَ سَلَامٌ عَلَيْكُمْ...... یعنی ''سلام علیکم'' کہتے ہیں ﴿وَاِلَيْهِ مَتَابِ﴾ (آیت:٣٠) تَوْبَتِيْ...... اشارہ فرمایا کہ ''متاب'' مصدر میمی ہے ﴿اَفَلَمْ يَيْاَسِ﴾ (آیت:٣١) لَمْ يَتَبَيَّنْ...... کیا ظاہر نہیں ہوا؟ ﴿قَارِعَةٌ﴾ (آیت:٣١) دَاهِيَةٌ...... دہشت میں ڈالنے والی ﴿فَاَمْلَيْتُ﴾ (آیت:٣٢) اَطَلْتُ مِنَ الْمَلِيِّ وَالْمُلَاوَةِ وَمِنْهُ ﴿مَلِيًّا﴾ (مریم:٤٦) وَيُقَالُ لِلْوَاسِعِ الطَّوِيْلِ مِنَ الْاَرْضِ مَلًى مِنَ الْاَرْضِ...... کے معنی ہیں: میں نے اس کو دراز کیا اس کا مصدر ''ملی'' اور ''ملاوہ'' ہے اسی سے ''ملیا'' ہے لمبی چوڑی زمین کو کہتے ہیں: ''مَلًا مِنَ الْاَرْضِ'' ﴿اَشَقُّ﴾ (آیت:٣٤) اَشَدُّ مِنَ الْمَشَقَّةِ...... ''اشق'' کے معنی: زیادہ سخت ہے ﴿مُعَقِّبٌ﴾ (آیت:٤١) مُغَيِّرٌ...... بدلنے والا۔

''وَقَالَ مُجَاهِدٌ ﴿مُتَجَاوِرَاتٌ﴾ (آیت:٤) طَيِّبُهَا وَخَبِيْثُهَا السِّبَاخُ''...... یعنی ان کی اچھی اور بری قابل کاشت اور بنجر زمین۔ ''سباخ'' کا معنی: بنجر زمین ﴿صِنْوَانٌ﴾ (آیت:٤) اَلنَّخْلَتَانِ اَوْ اَكْثَرُ فِيْ اَصْلٍ وَّاحِدٍ...... جڑواں یعنی دو یا دو سے زیادہ کھجور کے تنے ایک جڑ سے نکلے ہوئے ﴿وَغَيْرُ صِنْوَانٍ﴾ (آیت:٤) وَحْدَهَا...... ایک جڑ سے ایک تنا ﴿بِمَاءٍ وَّاحِدٍ﴾ (آیت:٤) كَصَالِحِ بَنِيْ اٰدَمَ وَخَبِيْثِهِمْ اَبُوْهُمْ وَاحِدٌ...... جیسے بنی آدم کے نیک اور بد حالانکہ ان کے باپ ایک ہیں ﴿اَلسَّحَابَ الثِّقَالَ﴾ (آیت:١٢) اَلَّذِيْ فِيْهِ الْمَاءُ...... بوجھل بادل جس میں پانی ہے ﴿كَبَاسِطِ كَفَّيْهِ﴾ (آیت:١٤) يَدْعُوا الْمَاءَ بِلِسَانِهِ وَيُشِيْرُ اِلَيْهِ بِيَدِهِ فَلَا يَاْتِيْهِ اَبَدًا...... جیسے اپنا ہاتھ پھیلائے ہوئے ہے پانی کو اپنی زبان سے بلاتا ہے اور اس کی طرف اپنے ہاتھ سے اشارہ کرتا ہے مگر وہ اس کے پاس کبھی نہیں آئے گا ﴿فَسَالَتْ اَوْدِيَةٌ بِقَدَرِهَا﴾ (آیت:١٧) تَمْلَاُ بَطْنَ وَادٍ...... نالے کے پیٹ کو بھردیتی ہے ﴿زَبَدًا رَّابِيًا﴾ (آیت:١٧) زَبَدُ السَّيْلِ ﴿زَبَدٌ مِّثْلُهُ﴾ (آیت:١٧) خَبَثُ الْحَدِيْدِ وَالْحِلْيَةِ...... جھاگ اوپر زبد کے معنی سیلاب کی جھاگ لوہے اور زیور کی میل کے ہیں۔

سُوْرَةُ اِبْرَاهِيْمَ (ص ٦٨١)

سورۂ ابراہیم مکی ہے مگر یہ آیت کریمہ ''اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ بَدَّلُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ كُفْرًا'' اور اس کے بعد والی آیت۔ اس میں باون آیتیں ہیں۔

"قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ ﴿هَادٍ﴾ (الرعد:٧) دَاعٍ"...... حضرت ابن عباس کا قول ہے: "هاد" سے مراد حق کی دعوت دینے والے ہیں "وَقَالَ مُجَاهِدٌ ﴿صَدِيْدٌ﴾ (آیت:١٦) قَيْحٌ وَّدَمٌ"...... اور مجاہد نے کہا: "صديد" کے معنی: پیپ اور خون ہے "وَقَالَ ابْنُ عُيَيْنَةَ ﴿اُذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ﴾ (آیت:٦) اَيَادِيَ اللّٰهِ عِنْدَكُمْ وَاَيَّامَهُ"...... تم پر جو اللہ کے احسان ہیں ان کو یاد کرو "وَقَالَ مُجَاهِدٌ ﴿مِنْ كُلِّ مَا سَاَلْتُمُوْهُ﴾ (آیت:٣٤) رَغِبْتُمْ اِلَيْهِ فِيْهِ"...... جو کچھ بھی تم مانگو جس کی تمہیں خواہش ہو ﴿يَبْغُوْنَهَا عِوَجًا﴾ (آیت:٣) يَلْتَمِسُوْنَ لَهَا عِوَجًا...... اس میں کجی تلاش کرتے ہو ﴿وَاِذْ تَاَذَّنَ رَبُّكُمْ﴾ (آیت:٧) اَعْلَمَكُمْ اٰذَنَكُمْ...... اور یاد کرو جب تمہارے رب نے تم کو خبردار کیا ﴿رَدُّوْا اَيْدِيَهُمْ فِيْ اَفْوَاهِهِمْ﴾ (آیت:٩) هٰذَا مَثَلُ كَفُّوْا عَمَّا اُمِرُوْا بِهِ...... انہوں نے اپنے ہاتھوں کو اپنے مونھوں میں ڈال لیا، یعنی جس کے کرنے کا حکم دیا اسے نہیں کیا ﴿مَقَامِيْ﴾ (آیت:١٤) حَيْثُ يُقِيْمُهُ اللّٰهُ بَيْنَ يَدَيْهِ...... جہاں اسے اللہ اپنے حضور کھڑا کرے گا ﴿مِنْ وَّرَآئِهِ﴾ (آیت:١٦) قُدَّامِهِ ﴿لَكُمْ﴾...... مراد یہ ہے کہ اپنے سامنے ﴿تَبَعًا﴾ (آیت:٢١) وَاحِدُهَا تَابِعٌ مِثْلُ غَيْبٍ وَّغَائِبٍ...... "تبع"، "تابع" کی جمع ہے، جیسے غائب کی جمع "غيب" ﴿بِمُصْرِخِكُمْ﴾ (آیت:٢٢) اِسْتَصْرَخَنِيْ اِسْتَغَاثَنِيْ ﴿يَسْتَصْرِخُهٗ﴾ (القصص:١٨) مِنَ الصُّرَاخِ...... تمہاری فریاد سننے والا "اِسْتَصْرَخَنِيْ" کے معنی ہیں: اس نے میری فریاد کی "يَسْتَصْرِخُهٗ" یہ "صراخ" سے بنا ہے ﴿وَلَا خِلَالٌ﴾ (آیت:٣١) مَصْدَرُ خَالَلْتُهٗ خِلَالًا وَيَجُوْزُ اَيْضًا جَمْعُ خُلَّةٍ وَّخِلَالٍ...... اور نہ دوستی ہوگی، یہ "خَالَلْتُهٗ" کا مصدر ہے اور یہ بھی ہو سکتا ہے "خُلَّه" اور "خِلَال" کی جمع ہو معنی میں دوستی کے ﴿اُجْتُثَّتْ﴾ (آیت:٢٦) اُسْتُؤْصِلَتْ...... یعنی اس کو جڑ سے کاٹ دیا۔

سُوْرَةُ الْحِجْرِ (ص ٦٨٢)

یہ سورۃ مکی ہے، اس میں ننانوے آیتیں ہیں۔

"وَقَالَ مُجَاهِدٌ ﴿صِرَاطٌ عَلَيَّ مُسْتَقِيْمٌ﴾ (آیت:٤١) اَلْحَقُّ يَرْجِعُ اِلَى اللّٰهِ وَعَلَيْهِ طَرِيْقُهٗ"...... "صراط" سے مراد راہ حق ہے جو اللہ تک پہنچائے "وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ ﴿لَعَمْرُكَ﴾ (آیت:٧٢) لَعَيْشُكَ"...... تیری زندگی کی قسم ﴿قَوْمٌ مُّنْكَرُوْنَ﴾ (آیت:٦٢) اَنْكَرَهُمْ لُوْطٌ...... انجانے لوگ جنہیں حضرت لوط نے نہیں پہچانا "وَقَالَ غَيْرُهٗ ﴿كِتَابٌ مَّعْلُوْمٌ﴾ (آیت:٤) اَجَلٌ"...... جس کی میعاد معلوم ہے ﴿لَوْ مَا تَاْتِيْنَا﴾ (آیت:٧) هَلَّا تَاْتِيْنَا...... یعنی "لَوْ مَا" تحضیض کے لیے ہے ﴿شِيَعٌ﴾ (آیت:١٠) اُمَمٌ وَّلِلْاَوْلِيَاءِ...... قومیں اور مددگار "وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ ﴿يُهْرَعُوْنَ﴾ (هود:٧٨) مُسْرِعِيْنَ"...... اور حضرت ابن عباس نے فرمایا: دوڑتے ہوئے گئے ﴿لِلْمُتَوَسِّمِيْنَ﴾ (آیت:٧٥) لِلنَّاظِرِيْنَ...... دیکھنے والوں کے لیے ﴿سُكِّرَتْ﴾ (آیت:١٥) غُشِّيَتْ...... ان پر بے ہوشی طاری ہوگی ﴿بُرُوْجًا﴾ (آیت:١٦) مَنَازِلَ لِلشَّمْسِ وَالْقَمَرِ...... سورج اور چاند کی منزلیں ﴿لَوَاقِحَ﴾ (آیت:٢٢) مَلَاقِحَ مُلْقِحَةً...... حمل والی ﴿حَمَاٍ﴾ (آیت:٢٦) جَمَاعَةُ حَمْاَةٍ وَّهُوَ الطِّيْنُ الْمُتَغَيِّرُ...... "حَمَا"، "حماة" کی جمع ہے جس کے معنی ہیں: بودار گارا، کیچڑ "وَالْمَسْنُوْنُ الْمَصْبُوْبُ"...... سیاہ رنگ ﴿تَوْجَلْ﴾ (آیت:٥٣) تَخَفْ...... ڈرتا ہے تو ﴿دَابِرَ﴾ (آیت:٦٦) اٰخِرَ...... "دابر" کے معنی: پچھلا ﴿لَبِاِمَامٍ مُّبِيْنٍ﴾ (آیت:٧٩) اَلْاِمَامُ كُلُّ مَا ائْتَمَمْتَ وَاهْتَدَيْتَ بِهٖ جس کی تو اقتداء کرے جس کا طریقہ اختیار کرے ﴿الصَّيْحَةُ﴾ (آیت:٨٣) اَلْهَلَكَةُ...... ہلاک کرنے والی۔

بَابٌ [الحجر: ٨٧ کی تفسیر]

قَوْلُهٗ ﴿وَلَقَدْ اٰتَيْنَاكَ سَبْعًا مِّنَ الْمَثَانِيْ وَالْقُرْاٰنَ الْعَظِيْمَ﴾ (آیت:٨٧) (ص ٦٨٣) اللہ تعالیٰ کے ارشاد کی تفسیر: اور بے شک ہم نے تم کو سات آیتیں دیں جو دہرائی جاتی ہیں اور عظمت والا قرآن۔

٢٢٨٥- حَدَّثَنَا سَعِيْدٌ الْمَقْبُرِيُّ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اُمُّ الْقُرْاٰنِ هِيَ السَّبْعُ الْمَثَانِيْ وَالْقُرْاٰنُ الْعَظِيْمُ.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ام القرآن، سبع مثانی اور قرآن عظیم ہے۔

بَابٌ

[الحجر:٩١ کی تفسیر]

قَوْلِهٖ ﴿اَلَّذِيْنَ جَعَلُوا الْقُرْاٰنَ عِضِيْنَO﴾ (آیت:٩١). (ص ٦٨٣)

اللہ عزوجل کے اس ارشاد کی تفسیر: جن لوگوں نے قرآن کو تکا بوٹی کر ڈالاO

﴿اَلْمُقْتَسِمِيْنَ﴾ (آیت:٩٠) اَلَّذِيْنَ حَلَفُوْا وَمِنْهُ ﴿لَا اُقْسِمُ﴾ (البلد:١) اَیْ اُقْسِمُ وَتُقْرَءُ ﴿لَاُقْسِمُ﴾...... یعنی جن لوگوں نے قسم کھائی، اور اسی کے مادے سے بنا ہے "لَا اُقْسِمُ" جو معنی میں "اُقْسِمُ" کے ہے، میں قسم کھاتا ہوں، یعنی اس میں "لا" زائد ہے۔ ایک قراءت "لَاُقْسِمُ" بھی ہے لام تاکید کے ساتھ ﴿قَاسَمَهُمَا﴾ (الاعراف:٢١) حَلَفَ لَهُمَا وَلَمْ يَحْلِفَا لَهٗ...... یعنی شیطان نے حضرت آدم وحواء کے سامنے قسم کھائی، افادہ یہ فرمایا کہ باب مفاعلت مجرد کے معنی میں ہے "وَقَالَ مُجَاهِدٌ ﴿تَقَاسَمُوْا﴾ (النمل:٤٩) تَحَالَفُوْا"...... امام مجاہد نے فرمایا کہ باب تفاعل میں اس کا معنی "تشارك" ہے۔

سُوْرَةُ النَّحْلِ (ص ٦٨٣)

سورۂ نحل مکی ہے البتہ "فَعَاقِبُوْا بِمِثْلِ مَا عُوْقِبْتُمْ بِهٖ" (النحل:١٢٦) سے آخر تک کی آیتیں مدنی ہیں، اس میں اور بھی اقوال ہیں، اس سورت میں ایک سو اٹھائیس آیتیں ہیں۔

﴿رُوْحُ الْقُدُسِ﴾ (آیت:١٠٢) جِبْرِيْلُ...... "روح القدس" سے مراد جبریل ہیں، ارشاد ہے: اسے روح امین نے اتارا ﴿فِيْ ضَيْقٍ﴾ (آیت:١٢٧) يُقَالُ اَمْرٌ ضَيْقٌ وَّضَيِّقٌ مِّثْلُ هَيْنٍ وَّهَيِّنٍ وَّلَيْنٍ وَّلَيِّنٍ وَّمَيْتٍ وَّمَيِّتٍ...... "ضَيْقٌ" کے معنی تنگی کے ہیں، اس میں دو لغتیں ہیں "یاء" کے سکون کے ساتھ "ضَيْقٌ" اور "یاء" کی تشدید کے ساتھ "ضَيِّقٌ" جیسے "هَيْنٌ" اور "هَيِّنٌ" اور "لَيْنٌ" اور "لَيِّنٌ" اور "مَيْتٌ" اور "مَيِّتٌ" ہے "وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ ﴿فِيْ تَقَلُّبِهِمْ﴾ (آیت:٤٦) اِخْتِلَافِهِمْ"...... اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ "تقلب" سے مراد ان کا شہر بہ شہر آنا جانا ہے "وَقَالَ مُجَاهِدٌ ﴿تَمِيْدَ﴾ (آیت:١٥) تَكَفَّأُ"...... انہیں جھکاتی ہے ﴿مُفْرَطُوْنَ﴾ (آیت:٦٢) مَنْسِيُّوْنَ...... وہ بھلا دیے جائیں گے "وَقَالَ غَيْرُهٗ ﴿فَاِذَا قَرَاْتَ الْقُرْاٰنَ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ﴾ (آیت:٩٨) هٰذَا مُقَدَّمٌ وَّمُؤَخَّرٌ وَّذٰلِكَ اَنَّ الْاِسْتِعَاذَةَ قَبْلَ الْقِرَاءَةِ وَمَعْنَاهَا الْاِعْتِصَامُ بِاللّٰهِ"...... اور ان کے علاوہ نے کہا کہ آیت کریمہ "جب تو قرآن پڑھے تو اللہ کی پناہ مانگ" میں تقدم وتاخر ہے، اس لیے کہ استعاذہ قراءت سے پہلے ہے اور آیت میں قراءت کا ذکر پہلے ہے، استعاذہ کے معنی ہیں: اللہ کی پناہ لینا، لیکن حقیقت میں آیت میں تقدم وتاخر نہیں، قراءت سے مراد ارادۂ قراءت ہے اور مجاز شائع وذائع ہے، مثلاً آیت وضو میں فرمایا: "اِذَا قُمْتُمْ اِلَى الصَّلٰوةِ فَاغْسِلُوْا وُجُوْهَكُمْ" (المائدہ:٦) یعنی جب نماز پڑھنا چاہو تو اپنے چہروں کو دھوو "شَاكِلَتِهٖ نَاحِيَتِهٖ" اپنے طریقہ پر ﴿قَصْدُ السَّبِيْلِ﴾ (آیت:٩) اَلْبَيَانُ...... بیان کرنا "اَلدِّفْءُ مَا اسْتَدْفَاْتَ"...... جس سے تو گرمی حاصل کرے ﴿تُرِيْحُوْنَ﴾ (آیت:٦) بِالْعَشِيِّ...... شام کرتے ہو "وَ﴿تَسْرَحُوْنَ﴾ (آیت:٦) بِالْغَدَاةِ"...... اور صبح کرتے ہو ﴿بِشِقِّ﴾ (آیت:٧) يَعْنِي الْمَشَقَّةَ ﴿عَلٰى تَخَوُّفٍ﴾ (آیت:٤٧) تَنَقُّصٍ...... نقصان اٹھا کر ﴿الْاَنْعَامِ لَعِبْرَةً﴾ (آیت:٦٦) وَهِيَ تُؤَنَّثُ وَتُذَكَّرُ وَكَذٰلِكَ النَّعَمُ الْاَنْعَامُ جَمَاعَةُ النَّعَمِ...... "انعام" مذکر بھی استعمال کیا جاتا ہے اور مونث بھی اور ایسے ہی "هِيَ النَّعِيْمُ" "الانعام"، "نعم" کی جمع ہے بہ معنی چوپایہ ﴿سَرَابِيْلَ﴾ قُمُصٌ...... کرتے

"تَقِيْكُمُ الْحَرَّ" ...... جو تم کو گرمی سے بچاتا ہے "وَاَمَّا سَرَابِيْلَ تَقِيْكُمْ بَاْسَكُمْ فَاِنَّهَا الدُّرُوْعُ" ...... وہ کرتے جو تمہاری لڑائی میں حفاظت کرتے ہیں زرہیں ہیں ﴿دَخَلًا بَيْنَكُمْ﴾ (آیت:٩٢-٩٤) كُلُّ شَيْءٍ لَمْ يَصِحَّ فَهُوَ دَخَلٌ ...... جو چیز درست نہ ہو وہ دخل ہے "قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ ﴿حَفَدَةً﴾ (آیت:٧٢) مَنْ وَّلَدَ الرَّجُلُ" ...... حضرت ابن عباس نے کہا: آدمی کی اولاد کو حفید کہا جاتا ہے "اَلسَّكَرُ مَا حُرِّمَ مِنْ ثَمَرَتِهَا" ...... نشہ آور جو حرام ہو "وَالرِّزْقُ الْحَسَنُ مَا اَحَلَّ اللّٰهُ" ...... اچھی روزی وہ ہے جسے اللہ نے حلال فرمایا ہے "وَقَالَ ابْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ صَدَقَةَ ﴿اَنْكَاثًا﴾ (آیت:٩٢) هِيَ خَرْقَاءُ كَانَتْ اِذَا اَبْرَمَتْ غَزْلَهَا نَقَضَتْهُ" ...... ٹکڑے ٹکڑے کرنا، یہ خرقاء نامی عورت تھی جو سارا دن سوت کاتتی اور شام کے وقت توڑ کر پھینک دیتی "وَقَالَ ابْنُ مَسْعُوْدٍ الْاُمَّةُ مُعَلِّمُ الْخَيْرِ" ...... امت سے مراد بھلائی سکھانے والے ہیں "وَالْقَانِتُ الْمُطِيْعُ" ...... "قانت" کے معنی فرمانبردار کے ہیں۔

سُوْرَةُ بَنِيْ اِسْرَآئِيْلَ (ص ٦٨٣)

اس کا نام سورۂ اسراء اور سورۂ سبحان بھی ہے۔ "وَاِنْ كَادُوْا لَيَفْتِنُوْنَكَ" سے "نَصِيْرًا" (بنی اسرائیل:٧٣-٨٠) تک آٹھ آیتوں کے سوا یہ سورۂ مکی ہے جیسا کہ قتادہ نے کہا۔ علامہ بیضاوی نے یقینی طور پر کہا کہ یہ پوری سورۃ مکی ہے۔ اس میں ایک سو دس آیتیں بصری ہیں ایک سو گیارہ کوفی۔

٢٢٨٦- ح: [سُوْرَةُ بَنِيْ اِسْرَائِيْلَ وَالْكَهْفِ وَمَرْيَمَ اِنَّهُنَّ مِنَ الْعِتَاقِ الْاُوَلِ]

سورۂ بنی اسرائیل اور کہف اور مریم اعلیٰ درجے کی ہیں

٢٢٨٦- سَمِعْتُ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ يَزِيْدَ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ فِيْ بَنِيْ اِسْرَائِيْلَ وَالْكَهْفِ وَمَرْيَمَ اِنَّهُنَّ مِنَ الْعِتَاقِ الْاُوَلِ وَهُنَّ مِنْ تِلَادِيْ.

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے بنی اسرائیل، کہف، مریم کے بارے میں فرمایا کہ یہ اعلیٰ درجہ کی ہیں اور ان کو میں نے پہلے یاد کر لیا ہے۔

(بخاری۔ کتاب التفسیر۔ سورۃ الانبیاء۔ ص ٦٩٣، کتاب فضائل القرآن۔ باب: تالیف القرآن ص ٧٤٧)

سورۃ الانبیاء اور فضائل القرآن میں ان تینوں سورتوں کے ساتھ الانبیاء کا اضافہ ہے "العتاق"، "عتیق" کی جمع ہے، بہ معنی عمدہ "اول"، "اولیٰ" کی جمع ہے۔ مراد یہ ہے کہ ان سورتوں کی خصوصیتیں یہ ہیں کہ ان میں ایسے قصص مذکور ہیں جو بڑے عجیب و غریب اور معجزانہ ہیں، مثلاً اسراء، یہودیوں کی تباہی، اصحاب کہف کا واقعہ، حضرت موسیٰ اور حضرت خضر علیہ السلام کے حالات، ذوالقرنین کا ذکر، حضرت یحییٰ علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت اور انبیائے کرام کے ایمان افروز حالات۔ "تلاد" کے معنی ہیں کہ میں نے پہلے ان کو یاد کیا۔

"قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ ﴿فَسَيُنْغِضُوْنَ اِلَيْكَ رُءُوْسَهُمْ﴾ (آیت:٥١) يَهُزُّوْنَ" ...... ہلاتے ہیں "وَقَالَ غَيْرُهُ نَغَضَتْ سِنُّكَ اَيْ تَحَرَّكَتْ" ...... تیرا دانت ہل گیا۔

﴿وَقَضَيْنَا اِلٰى بَنِيْ اِسْرَآئِيْلَ﴾ (آیت:٤) اَخْبَرْنَاهُمْ اَنَّهُمْ سَيُفْسِدُوْنَ وَالْقَضَاءُ عَلٰى وُجُوْهٍ ﴿وَقَضٰى رَبُّكَ﴾ (آیت:٢٣) اَمَرَ رَبُّكَ وَمِنْهُ الْحُكْمُ ﴿اِنَّ رَبَّكَ يَقْضِيْ بَيْنَهُمْ﴾ (یونس:٩٣) وَمِنْهُ الْخَلْقُ ﴿فَقَضَاهُنَّ سَبْعَ سَمٰوَاتٍ﴾ (فصلت:١٢) ...... اور ہم نے بنی اسرائیل کو خبر دی کہ وہ عنقریب فساد مچائیں گے اور "قضٰی" کے کئی معنی ہیں ایک حکم کرنا، ارشاد ہے "وَقَضٰى رَبُّكَ" یعنی تیرے رب نے حکم دیا اور ایک فیصلہ کرنا ہے ارشاد ہے: "اِنَّ رَبَّكَ يَقْضِيْ بَيْنَهُمْ" بے شک تیرا

پروردگاران کے درمیان فیصلہ فرمائے گا' اور ایک پیدا کرنا ہے' ارشاد ہے: "فَقَضَاهُنَّ سَبْعَ سَمَاوَاتٍ" تو انہیں سات آسمان بنا دیا ﴿نَفِيرًا﴾ (آیت:۶) مَنْ يَنْفِرُ مَعَهُ...... جو لڑنے کے لیے ساتھ چلیں ﴿وَلِيُتَبِّرُوا﴾ يُدَمِّرُوا ﴿مَا عَلَوْا﴾ (آیت:۷)...... شہروں پر غالب آ کر انہیں برباد کردیں ﴿حَصِيرًا﴾ (آیت:۸) مَحْبِسًا مَحْصَرًا...... جیل خانہ ﴿حَقَّ﴾ (آیت:۱۶) وَجَبَ...... لازم ہو گیا ﴿مَيْسُورًا﴾ (آیت:۲۸) لَيِّنًا...... نرم آسان ﴿خِطْأً﴾ (آیت:۳۱) إِثْمًا وَهُوَ اسْمٌ مِنْ خَطِئْتَ وَالْخَطَأُ مَفْتُوحٌ مَصْدَرٌ مِنَ الْإِثْمِ خَطِئْتُ بِمَعْنَى أَخْطَأْتُ ...... "خطاء" کے معنی: گناہ' یہ "خَطِئْتُ" کا اسم مصدر ہے اور "اَلْخَطَاءُ"، "مفتوح" اس کا مصدر ہے معنی میں گناہ کے "خَطِئْتُ"، "أَخْطَئْتُ" کے معنی میں بھی آتا ہے' یعنی متعدی ﴿لَنْ تَخْرِقَ﴾ (آیت:۳۷) لَنْ تَقْطَعَ...... ہرگز نہیں پھاڑے گا' ہرگز نہیں کاٹے گا ﴿وَإِذْ هُمْ نَجْوَى﴾ (آیت:۴۷) مَصْدَرٌ مِنْ نَاجَيْتُ فَوَصَفَهُمْ بِهَا وَالْمَعْنَى يَتَنَاجَوْنَ ...... "نَجْوَى"، "نَاجَيْتُ" کا مصدر ہے بہ معنی اسم فاعل' اس لیے صفت واقع ہوا' مراد یہ ہے کہ وہ آپس میں سرگوشی کرتے ہیں ﴿رُفَاتًا﴾ (آیت:۴۹'۹۸) حُطَامًا...... ایندھن بنا دینا ﴿وَاسْتَفْزِزْ﴾ (آیت:۶۴) اِسْتَخِفَّ...... ہلکا کرنا ﴿بِخَيْلِكَ﴾ (آیت:۶۴) اَلْفُرْسَانُ وَالرَّجْلُ الرَّجَّالَةُ وَاحِدُهَا رَاجِلٌ مِثْلُ صَاحِبٍ وَّصَحْبٍ وَّتَاجِرٍ وَّتَجْرٍ...... اپنے سواروں اور پیادوں کو اور "رِجَالَةٌ"، "رَاجِلٌ" کی جمع ہے جیسے "صَاحِبٌ" کی "صَحْبٌ" اور "تَاجِرٌ" کی "تَجْرٌ"...... ﴿حَاصِبًا﴾ (آیت:۶۸) اَلرِّيحُ الْعَاصِفُ وَالْحَاصِبُ أَيْضًا مَا تَرْمِي بِهِ الرِّيحُ وَمِنْهُ ﴿حَصَبُ جَهَنَّمَ﴾ (الانبیاء:۹۸) يُرْمَى بِهِ فِي جَهَنَّمَ وَهُوَ حَصَبُهَا وَيُقَالُ حَصَبٌ فِي الْأَرْضِ ذَهَبَ وَالْحَصَبُ مُشْتَقٌّ مِنَ الْحَصْبَاءِ وَالْحِجَارَةِ...... "حَاصِبًا" آندھی' نیز وہ چیزیں جنہیں ہوا اڑا کر لاتی ہے اور اسی سے "حَصَبُ جَهَنَّمَ" ہے یعنی وہ چیزیں جو جہنم میں پھینکی جائیں گی۔ کہا جاتا ہے "حَصَبَ فِي الْأَرْضِ" زمین میں گیا اور "اَلْحَصَبُ"، "حصباء" اور "الحجارة" سے مشتق ہے "حصباء" کا معنی کنکری ہے کیونکہ تیز ہوائیں کنکریوں کو اڑاتی ہیں اس لیے ان کو حصباء کہا جاتا ہے "والحجارة" کا عطف "حصباء" پر تفسیری ہے' یہ اس افادہ کے لیے کہ "حصباء" سے مراد کنکری ہے' یہ مطلب نہیں کہ "حصب"، "حجارہ" سے مشتق ہے "اللّٰھم" مگر یہ کہ یہ کہا جائے کہ اشتقاق سے مراد اشتقاق اکبر ہے ﴿تَارَةً﴾ (آیت:۶۹) مَرَّةً وَّجَمَاعَتُهُ تِيَرَةٌ وَّتَارَاتٌ...... ایک مرتبہ بھی ﴿لَأَحْتَنِكَنَّ﴾ (آیت:۶۲) لَأَسْتَأْصِلَنَّهُمْ يُقَالُ احْتَنَكَ فُلَانٌ مَا عِنْدَ فُلَانٍ مِنْ عِلْمٍ اسْتَقْصَاهُ ...... ضرور بالضرور جڑ سے اکھاڑ دوں گا' کہتے ہیں: "احتنك فلان ما عند فلان من علم" یعنی فلاں نے فلاں کے سارے علوم حاصل کر لیے ﴿طَائِرَهُ﴾ (آیت:۱۳) حَظَّهُ...... اس کی قسمت "قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ كُلُّ ﴿سُلْطَانٍ﴾ فِي الْقُرْآنِ فَهُوَ حُجَّةٌ"...... قرآن میں جہاں کہیں لفظ "سلطان" آیا ہے اس کے معنی حجت کے ہیں ﴿وَلِيٌّ مِنَ الذُّلِّ﴾ (آیت:۱۱۱) لَمْ يُحَالِفْ أَحَدًا...... کمزوری کی وجہ سے کسی کو حامی نہیں بنایا' کسی سے عقد حلف نہیں کیا "قَاصِفًا رِيحٌ تَقْصِفُ كُلَّ شَيْءٍ" وہ آندھی جو ہر چیز کو برباد کردے۔

بَابٌ

[بنی اسرائیل: ۷۰ کی تفسیر]

قَوْلِهِ ﴿وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِي آدَمَ﴾ (آیت:۷۰). اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی تفسیر: بے شک ہم نے بنی آدم کو بزرگی دی۔ (ص ۶۸۴)

"كَرَّمْنَا وَأَكْرَمْنَا وَاحِدٌ"...... دونوں کے معنی ایک ہیں ﴿ضِعْفَ الْحَيَاةِ﴾ (آیت:۷۵) عَذَابَ الْحَيَاةِ وَعَذَابَ الْمَمَاتِ...... یعنی دنیا و آخرت کے عذاب کا دوگنا ﴿خِلَافَكَ﴾ (آیت:۷۶) وَخَلْفَكَ سَوَاءٌ...... "خلاف" اور "خلف" کے معنی ایک ہیں یعنی آپ کے پیچھے ﴿وَنَأَى﴾ (آیت:۸۳) تَبَاعَدَ...... دور ہوا ﴿شَاكِلَتِهِ﴾ (آیت:۸۴) نَاحِيَتِهِ وَهِيَ مِنْ شَكْلِهِ...... اپنے

طریقے پر یہ "شکلة" سے ہے ﴿صَرَّفْنَا﴾ (آیت:٤١) وَجَّهْنَا...... ہم نے واضح کر دیا ﴿قَبِيلًا﴾ (آیت:٩٢) مُعَايَنَةً وَّمُقَابَلَةً وَقِيلَ الْقَابِلَةُ لِأَنَّهَا مُقَابِلَتُهَا وَتَقْبَلُ وَلَدَهَا...... "قبيلا" کے معنی سامنے دایہ کو قابلہ اس لیے کہا جاتا ہے کہ وہ اپنا منہ بچے کے سامنے کرتی ہے ﴿خَشْيَةَ الْإِنْفَاقِ﴾ (آیت:١٠٠) اَنْفَقَ الرَّجُلُ اَمْلَقَ وَنَفِقَ الشَّيْءُ ذَهَبَ...... محتاجی کے ڈر سے "انفق الرجل" کے معنی ہیں: خرچ کر ڈالا محتاج ہوا اور "نَفِقَ الشَّيْءُ" کے معنی ہیں: وہ چیز چلی گئی ﴿قَتُوْرًا﴾ (آیت:١٠٠) مُقَتِّرًا...... بخیل ﴿لِلْاَذْقَانِ﴾ (آیت:١٠٧-١٠٩) مُجْتَمَعُ اللَّحْيَيْنِ وَالْوَاحِدُ ذَقَنٌ...... ٹھوڑی دونوں جبڑوں کے ملنے کی جگہ یہ "ذقن" کی جمع ہے "وَقَالَ مُجَاهِدٌ ﴿مَوْفُوْرًا﴾ (آیت:٦٣) وَافِرًا" ...... بہ کثرت ﴿تَبِيْعًا﴾ (آیت:٦٩) ثَائِرًا...... بدلہ لینے والا "وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ نَصِيْرًا" ......اور حضرت ابن عباس نے کہا: "تبيع" کے معنی مددگار کے ہیں ﴿خَبَتْ﴾ (آیت:٩٧) طَفِئَتْ...... بجھ گئی "وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ ﴿لَا تُبَذِّرْ﴾ (آیت:٢٦) لَا تُنْفِقْ فِي الْبَاطِلِ" ...... باطل میں خرچ مت کر ﴿اِبْتِغَاءَ رَحْمَةٍ﴾ (آیت:٢٨) رِزْقٍ...... رحمت سے مراد روزی ہے ﴿مَثْبُوْرًا﴾ (آیت:١٠٢) مَلْعُوْنًا...... لعنت کیا ہوا ﴿لَا تَقْفُ﴾ (آیت:٣٦) لَا تَقُلْ...... مت کہہ ﴿فَجَاسُوْا﴾ تَيَمَّمُوْا...... ارادہ کیا ﴿يُزْجِي الْفُلْكَ﴾ يُجْرِي الْفُلْكَ...... کشتیوں کو بڑھاتا ہے ﴿يَخِرُّوْنَ لِلْاَذْقَانِ﴾ (آیت:١٠٧-١٠٩) لِلْوُجُوْهِ...... منہ کے بل گر پڑتے ہیں۔

بَابٌ [بنی اسرائیل:١٦ کی تفسیر]

قَوْلِهٖ ﴿وَاِذَآ اَرَدْنَآ اَنْ نُّهْلِكَ قَرْيَةً اَمَرْنَا مُتْرَفِيْهَا﴾ (آیت:١٦). (ص ٦٨٤)

اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی تفسیر: اور جب ہم ارادہ فرماتے ہیں کہ کسی بستی کو ہلاک کریں تو اس کے مال داروں کے دل میں ڈال دیتے ہیں۔

٢٢٨٧- عَنْ اَبِيْ وَائِلٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ كُنَّا نَقُوْلُ لِلْحَيِّ اِذَا كَثُرُوْا فِي الْجَاهِلِيَّةِ اَمِرَ بَنُوْ فُلَانٍ.

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا: جب کسی قبیلے والوں کی تعداد زمانۂ جاہلیت میں بہت ہو جاتی تو ہم کہتے تھے: "اَمِرَ بَنُوْ فُلَانٍ" فلاں کا معاملہ بہت بڑھ گیا۔

بَابُ قَوْلِهٖ ﴿قُلِ ادْعُوا الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ فَلَا يَمْلِكُوْنَ كَشْفَ الضُّرِّ عَنْكُمْ وَلَا تَحْوِيْلًا۝﴾ (آیت:٥٦) (ص ٦٨٥)

اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی تفسیر: فرما دو: ان لوگوں کو بلاؤ جن کو اللہ کے سوا اپنا معبود گمان کرتے تھے وہ تکلیف تمہاری دور کرنے اور پھیرنے کا اختیار نہیں رکھتے ۝

٢٢٨٨- عَنْ اَبِيْ مَعْمَرٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ ﴿اِلٰى رَبِّهِمُ الْوَسِيْلَةَ﴾ (آیت:٥٧) قَالَ كَانَ نَاسٌ مِّنَ الْاِنْسِ يَعْبُدُوْنَ نَاسًا مِّنَ الْجِنِّ فَاَسْلَمَ الْجِنُّ وَتَمَسَّكَ هٰؤُلَاءِ بِدِيْنِهِمْ زَادَ الْاَشْجَعِيُّ عَنْ سُفْيَانَ عَنِ الْاَعْمَشِ ﴿قُلِ ادْعُوا الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ﴾

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے آیہ کریمہ "اُولٰئك الذين يبتغون الى ربهم الوسيلة" وہ لوگ جس کو پکارتے ہیں وہ خود اللہ کی طرف وسیلہ ڈھونڈتے ہیں' کے بارے میں فرمایا کہ کچھ انسان کچھ جنوں کی پرستش کرتے تھے یہ جن مسلمان ہو گئے اور وہ انسان اپنے باطل طریقہ پر رہے۔

حضرت امام بخاری نے اس حدیث پر دو باب قائم کیے ایک آیت کریمہ "قُلِ ادْعُوا الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ فَلَا يَمْلِكُوْنَ

كَشْفَ الضُّرِّ عَلَيْكُمْ وَلَا تَحْوِيلًا ''(بنی سرائیل:۵٦) فرمادو: پکارو انہیں جنہیں تم نے معبود گمان کیا وہ تم سے تکلیف دور کرنے اور پھیرنے کا اختیار نہیں رکھتے۔ دوسرا باب اس آیت پر قائم کیا: ''اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ يَبْتَغُوْنَ اِلٰى رَبِّهِمُ الْوَسِيْلَةَ اَيُّهُمْ اَقْرَبُ'' (بنی سرائیل:۵۷) یہ لوگ جنہیں پکارتے ہیں وہ خود اپنے رب تک پہنچنے کے لیے وسیلہ تلاش کرتے ہیں۔

پہلے باب میں ''زاد الاشجعي'' کہہ کر یہ افادہ فرمایا کہ انہوں نے بہ طریق اعمش جو روایت کی ہے اس میں ابتداء میں ''قال عبدالله'' کے بعد ''الی ربهم الوسيلة'' نہیں بلکہ ''قل ادعوا الذين زعمتم'' ہے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ حدیث میں جو قصہ مشہور ہے اس سے یہ آیت متعلق ہے۔ مطلب یہ ہوا کہ انسانوں کے کچھ مشرکین جنوں کو پوجتے تھے وہ مسلمان ہو گئے، مگر مسلمان ہونے کے بعد بھی مصیبت یا بلائیں دور کرنے کی ان کو قدرت نہیں، مشرکین اب بھی انہیں پوجتے ہیں اور مصیبتوں میں انہیں پکارتے ہیں، حالانکہ اللہ نے انہیں مصیبت دور کرنے اور بلائیں ٹالنے کی قدرت نہیں عطا فرمائی ہے یعنی خاص ان جنوں کو۔ اس آیت کا مطلب یہ ہرگز نہیں کہ اللہ نے کسی نبی ولی کو مصیبتیں دور کرنے یا بلائیں ٹالنے کا اختیار نہیں دیا ہے۔ یہاں بات خاص ان جنوں کی ہو رہی ہے جنہیں مشرکین پوجتے تھے۔ کچھ مخصوص افراد کو عالم میں تصرف کی قدرت نہ ملنا اس کی دلیل کہاں کہ کسی کو بھی قدرت نہیں ملتی ہے۔ اصل حدیث کی بناء پر یہ قصہ متعلق ہے آیت کریمہ ''يَبْتَغُوْنَ اِلٰى رَبِّهِمُ الْوَسِيْلَةَ'' سے اب مطلب یہ ہوا کہ وہ جن جنہیں مشرکین پوجتے ہیں مسلمان ہونے کے بعد اللہ تک پہنچنے کے لیے وسیلہ تلاش کرتے ہیں کہ کون سا وسیلہ اللہ تک پہنچنے کا ہے اور ان میں کون قریب تر ہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ اللہ تک پہنچنے کے لیے وسیلہ تلاش کرنا اور وسیلہ اختیار کرنا شرک نہیں بلکہ صحابۂ کرام کا طریقہ ہے کیونکہ یہ جن مسلمان ہونے کے بعد صحابی کے مرتبہ پر فائز تھے۔ وسیلہ کو شرک کہنا صحابۂ کرام کو مشرک بنانا ہے بلکہ بہ نظر دقیق اللہ عزوجل اور رسول اللہ ﷺ کو بھی، اس لیے کہ اللہ عزوجل نے وسیلہ تلاش کرنے کا ذکر بطور تعریف فرمایا ہے جس سے پسندیدگی ثابت ہوتی ہے اور شرک پسند کرنا بھی شرک، پھر جب اس کو اللہ عزوجل نے پسند فرمایا تو ظاہر ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے بھی ضرور پسند فرمایا۔ اب لازم کہ رسول اللہ ﷺ بھی مشرک ہوئے۔ خلاصہ کلام یہ نکلا کہ اللہ عزوجل تک پہنچنے کے لیے وسیلہ تلاش کرنا، اختیار کرنا شرک نہیں۔ اللہ عزوجل اور رسول ﷺ کو پسند ہے، اگر یہ ناپسند ہوتا تو اسے ذکر فرما کر اللہ تعالیٰ ضرور رد فرماتا اور اپنے ان بندوں کی اصلاح فرماتا۔

بَابٌ

[بنی اسرائیل: ١١٠ کی تفسیر]

قَوْلِهٖ ﴿وَلَا تَجْهَرْ بِصَلَاتِكَ وَلَا تُخَافِتْ بِهَا﴾ (آیت: ١١٠). (ص ٦٨٦)

اللہ عزوجل کے اس ارشاد کی تفسیر: اور اپنی نماز نہ بہت آواز سے پڑھو نہ بالکل آہستہ۔

٢٢٨٩- عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا فِيْ قَوْلِهٖ تَعَالٰى ﴿وَلَا تَجْهَرْ بِصَلَاتِكَ وَلَا تُخَافِتْ بِهَا﴾ قَالَ نَزَلَتْ وَرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُخْتَفٍ بِمَكَّةَ كَانَ اِذَا صَلّٰى بِاَصْحَابِهٖ رَفَعَ صَوْتَهٗ بِالْقُرْاٰنِ فَاِذَا سَمِعَ الْمُشْرِكُوْنَ سَبُّوا الْقُرْاٰنَ وَمَنْ اَنْزَلَهٗ وَمَنْ جَاءَ بِهٖ فَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى لِنَبِيِّهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ﴿وَلَا تَجْهَرْ بِصَلَاتِكَ﴾ اَيْ بِقِرَاءَتِكَ

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے: اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کے بارے میں ''ولا تجهر بصلوتك'' کہ یہ اس وقت نازل ہوئی جب کہ رسول اللہ ﷺ مکہ میں پوشیدہ تھے جب اپنے صحابہ کو نماز پڑھاتے تو قرآن پڑھنے کے وقت آواز کو بلند کرتے، مشرکین سنتے تو قرآن کو اور نازل کرنے والے کو اور لانے والے کو برا کہتے، اس پر اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ سے فرمایا کہ نماز نہ بہت آواز سے پڑھو (یعنی نماز میں قرآن) کہ

فَيَسْمَعُ الْمُشْرِكُوْنَ فَيَسُبُّوا الْقُرْاٰنَ ﴿وَلَا تُخَافِتْ بِهَا﴾ عَنْ اَصْحَابِكَ فَلَا تُسْمِعُهُمْ ﴿وَابْتَغِ بَيْنَ ذٰلِكَ سَبِيْلًا﴾ مشرکین سنیں اور قرآن کو برا کہیں اور نہ بالکل آہستہ کہ صحابہ نہ سن سکیں' دونوں کے درمیان میں پڑھو۔

۲۲۹۰- عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا وَلَا تَجْهَرْ بِصَلَاتِكَ وَلَا تُخَافِتْ بِهَا قَالَتْ اُنْزِلَ ذٰلِكَ فِي الدُّعَاءِ. ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا: آیت کریمہ ''ولا تجهر بصلواتك'' دعا کے بارے میں نازل ہوئی۔

آیت مذکورہ میں ''صلوٰۃ'' سے مراد نماز ہے یا دعا اس بارے میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول یہ ہے کہ اس سے مراد نماز میں قرآن مجید پڑھنا ہے' اور ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا قول یہ ہے کہ اس سے مراد مطلقاً دعا ہے خواہ نماز میں ہو یا نماز کے باہر' بلکہ طبری نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا بھی ایک قول یہی نقل کیا ہے کہ یہ آیت دعا کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ علامہ نووی وغیرہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے پہلے قول کو ترجیح دی ہے لیکن ابن مردویہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث نقل کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بیت اللہ کے پاس جب نماز پڑھتے تو دعا کے وقت آواز بلند فرماتے' اس پر آیت کریمہ نازل ہوئی۔ واللہ تعالیٰ اعلم!

سُوْرَةُ الْكَهْفِ (ص ٦٨٧)

یہ سورت مکی ہے' اس میں ایک سو گیارہ آیتیں ہیں۔

وَقَالَ مُجَاهِدٌ ﴿تَقْرِضُهُمْ﴾ (آیت:١٧) تَتْرُكُهُمْ ...... اور مجاہد نے کہا: انہیں چھوڑ دیتا' یعنی کترا جاتا ہے ﴿وَكَانَ لَهُ ثُمُرٌ﴾ (آیت:٣٤) ذَهَبٌ وَّفِضَّةٌ ...... اس آیت میں ''ثمر'' سے مراد سونا اور چاندی ہے ''وَقَالَ غَيْرُهُ جَمَاعَةُ الثَّمَرِ'' ...... امام مجاہد کے علاوہ نے کہا کہ یہ ''ثمر'' بہ معنی پھل کی جمع ہے' یعنی اس کے پاس قسم قسم کے بہت سے پھل تھے ﴿بَاخِعٌ﴾ (آیت:٦) مُهْلِكٌ ...... ہلاک کرنے والے یعنی اپنی جان پر کھیل جانے والے ﴿اَسَفًا﴾ (آیت:٦) نَدَمًا ...... غم کی وجہ سے ﴿اَلْكَهْفُ﴾ (آیت:٩) اَلْفَتْحُ فِي الْجَبَلِ ...... پہاڑ کا سوراخ غار ﴿وَالرَّقِيْمِ﴾ (آیت:٩) اَلْكِتَابُ ﴿مَرْقُوْمٌ﴾ (المطففین:٢٠) مَكْتُوْبٌ مِّنَ الرَّقْمِ ...... یہ ''رقم'' سے فعیل کے وزن پر اسم مفعول ہے لکھی ہوئی کتاب ﴿رَبَطْنَا عَلٰى قُلُوْبِهِمْ﴾ (آیت:١٤) اَلْهَمْنَاهُمْ صَبْرًا ...... ہم نے ان کی ڈھارس بندھائی' یعنی ہم نے ان کے دل میں صبر ڈالا ﴿لَوْ لَآ اَنْ رَّبَطْنَا عَلٰى قَلْبِهَا﴾ (القصص:١٠) ...... یعنی اسی قبیل سے یہ آیت کریمہ بھی ہے: اگر ہم اس کے دل پر ڈھارس نہ بندھاتے' یہ سورۂ قصص کی آیت ہے' حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ ماجدہ کے بارے میں ہے ﴿شَطَطًا﴾ (آیت:١٤) اِفْرَاطًا ...... حد سے گزری ہوئی ﴿اَلْوَصِيْدِ﴾ (آیت:١٨) اَلْفِنَاءُ جَمْعُهُ وَصَائِدُ وَوُصُدٌ وَيُقَالُ الْوَصِيْدُ الْبَابُ ﴿مُؤْصَدَةٌ﴾ (البلد:٢٠) مُطْبَقَةٌ اٰصَدَ الْبَابَ وَاَوْصَدَ ...... ''وصید'' کے معنی صحن کے ہیں اور اس کی جمع ''وصائد'' اور ''وُصُد'' آتی ہے اور ایک قول یہ ہے کہ ''وصید'' کا معنی دروازہ ہے' مراد چوکھٹ ہے ''مُؤْصَدَةٌ مُطْبَقَةٌ'' کا معنی ہے گھیرے ہوئے یہ باب افعال سے اسم مفعول ہے' اسی سے آتا ہے ''اٰصَدَ الْبَابَ وَاَوْصَدَهٗ'' یعنی دروازہ بند کر دیا ﴿بَعَثْنَاهُمْ﴾ (آیت:١٩) اَحْيَيْنَاهُمْ ...... ہم نے ان کو بیدار کیا ﴿اَزْكٰى﴾ (آیت:١٩) اَكْثَرُ وَيُقَالُ اَحَلُّ وَيُقَالُ اَكْثَرُ رَيْعًا قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ ﴿اُكُلَهَا﴾ ''ازکٰی'' سے مراد ہے کہ زیادہ ہو' اور بعض کہتے ہیں کہ خوب حلال اور بعض کہتے ہیں کہ وہ غذا جو پکانے پر بڑھ جائے اور حضرت ابن عباس کا قول ہے کہ ان کی خوراک ﴿وَلَمْ تَظْلِمْ﴾ (آیت:٣٣) لَمْ تَنْقُصْ ...... کم نہ ہوئی ''وَقَالَ سَعِيْدٌ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَلرَّقِيْمُ اَللَّوْحُ مِنْ رَصَاصٍ كَتَبَ عَامِلُهُمْ اَسْمَاءَهُمْ ثُمَّ طَرَحَهٗ فِيْ خِزَانَتِهٖ'' ...... حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی

ہے کہ "رقیم" سے مراد رانگے کی تختی ہے جس پر ان کے عامل نے ان کے اسماء مبارکہ لکھ کر اپنے خزانہ میں رکھ دیا تھا "فَضَرَبَ اللّٰهُ عَلٰى اٰذَانِهِمْ فَنَامُوْا"...... تو ہم نے ان کے کانوں پر تھپکا دیا اور وہ سو گئے "وَقَالَ غَيْرُهُ وَأَلَتْ تَئِلُ تَنْجُوْا وَقَالَ مُجَاهِدٌ ﴿مَوْئِلًا﴾ (آیت:٥٨) مَحْرِزًا"...... اور ان کے غیر نے "وَأَلَتْ تَئِلُ" کا معنی ہے: نجات پا گئے اور مجاہد نے کہا: "مَوْئِلًا مُحْرِزًا" محفوظ جگہ ﴿لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ سَمْعًا﴾ (آیت:١٠١) لَا يَعْقِلُوْنَ...... سن نہیں سکتے یعنی سمجھتے نہیں۔

بَابُ قَوْلِهٖ ﴿وَكَانَ الْاِنْسَانُ اَكْثَرَ شَيْءٍ جَدَلًا﴾ (آیت:٥٤) (ص ٦٨٧) اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی تفسیر: اور انسان ہر چیز سے بڑھ کر جھگڑالو ہے

مطابقت

اس باب کے ضمن میں حضرت امام بخاری نے یہ حدیث ذکر کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے رات میں حضرت علی اور فاطمہ رضی اللہ عنہما کا دروازہ کھٹکھٹایا اور فرمایا: تم دونوں نماز کیوں نہیں پڑھتے؟ حدیث کے اتنے حصے سے باب کو کوئی مناسبت نہیں مگر "صَنْعَانِيْ" کے نسخے میں یہاں یہ زائد ہے "وَذَكَرَ الْحَدِيْثَ وَالْاٰيَةَ اِلٰى قَوْلِهٖ اَكْثَرَ شَيْءٍ جَدَلًا" یعنی پوری حدیث ذکر کی اور آیت کریمہ "اَكْثَرَ شَيْءٍ جَدَلًا" تک۔ یہ حدیث کتاب الصلوٰۃ، صلوٰۃ اللیل میں مفصل یوں حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک رات ان کا اور فاطمہ کا دروازہ کھٹکھٹایا اور فرمایا: تم دونوں اس وقت نماز کیوں نہیں پڑھتے؟ میں نے عرض کیا: یا رسول! اللہ ہماری جانیں اللہ کے قبضے میں ہیں جب وہ چاہے کہ ہمیں جگائے تو ہمیں جگاتا ہے۔ یہ سن کر حضور ﷺ پلٹ گئے اور مجھ سے کچھ نہیں فرمایا، پھر میں نے سنا کہ لوٹنے کے بعد آپ اپنی ران پر ہاتھ مارتے ہوئے یہ فرماتے تھے کہ انسان سب سے بڑا جھگڑالو ہے۔ (بخاری۔ باب: تحریض النبی صلی اللہ علیہ وسلم علی قیام اللیل ص ١٥٢)

﴿رَجْمًا بِالْغَيْبِ﴾ (آیت:٢٢) لَمْ يَسْتَبِنْ...... بے دیکھے اٹکل پچو ﴿فُرُطًا﴾ (آیت:٢٨) نَدَمًا...... شرمندگی کی وجہ سے ﴿سُرَادِقُهَا﴾ (آیت:٢٩) مِثْلُ السُّرَادِقِ وَالْحُجْرَةِ الَّتِيْ تُطِيْفُ بِالْفَسَاطِيْطِ...... قناتوں کے مثل، یعنی جہنم کی آگ جہنمیوں کو اس طرح گھیرے ہوئے ہوگی جیسے دیوار مکان کو گھیرے ہوئے ہوتی ہے، ان کا ٹھکانہ ایسا حجرہ بن جائے گا جو قناتوں سے گھیر دیا گیا ہو ﴿يُحَاوِرُهٗ﴾ (آیت:٣٤-٣٧) مِنَ الْمُحَاوَرَةِ...... یہ محاورہ سے مشتق ہے، ردو بدل، ہیر پھیر کرنا ﴿لٰكِنَّا هُوَ اللّٰهُ رَبِّيْ﴾ (آیت:٣٨) اَيْ لٰكِنْ اَنَا هُوَ اللّٰهُ رَبِّيْ ثُمَّ حَذَفَ الْاَلِفَ وَاَدْغَمَ اِحْدَى النُّوْنَيْنِ فِي الْاُخْرٰى...... لیکن میرا رب اللہ ہی ہے "لٰكِنَّا" اصل میں "لٰكِنْ اَنَا" تھا، الف کو حذف کیا، پھر نون کو نون میں ادغام کر دیا "لٰكِنَّ" ہو گیا، اسی لیے اسے بغیر الف کے پڑھا۔

﴿زَلَقًا﴾ (آیت:٤٠) لَا يَثْبُتُ فِيْهِ قَدَمٌ...... پھسلن جس میں قدم ثابت نہ رہے ﴿هُنَالِكَ الْوَلَايَةُ﴾ (آیت:٤٤) مَصْدَرُ الْوَلِيِّ...... یہاں سے ظاہر ہے کہ حکومت اللہ ہی کے لیے ہے "ولی" بہ معنی مالک کا مصدر ہے ﴿عُقْبًا﴾ (آیت:٤٤) عَاقِبَةٌ وَّعُقْبٰى وَعُقْبَةٌ وَّاحِدٌ وَّهِيَ الْاٰخِرَةُ...... انجام "عاقبت و عقبٰی و عقبۃ" کے ایک معنی ہیں، یعنی آخرت، انجام ﴿قِبَلًا﴾ (آیت:٥٥) وَ﴿قُبُلًا﴾ وَقَبَلًا اِسْتِئْنَافًا...... از سر نو اور "قِبَلًا" اور "قُبُلًا" اور "قَبَلًا" کے معنی ایک ہیں، ان پر قسم قسم کا عذاب ہوگا، یعنی ایک قسم کے عذاب کے بعد از سر نو دوسرا عذاب ہوگا ﴿لِيُدْحِضُوْا﴾ (آیت:٥٦) لِيُزِيْلُوْا اَلدَّحْضُ الزَّلَقُ...... تاکہ وہ دور کریں "دحض" کے معنی: پھسلانے والی چیز ﴿حُقُبًا﴾ (آیت:٦٠) زَمَانًا وَّجَمْعُهٗ اَحْقَابٌ...... "حُقُبًا" کا معنی زمانہ ہے، مدت دراز، اس کی جمع "احقاب" ہے ﴿سَرَبًا﴾ (الکہف:٦١) مَذْهَبًا يَسْرُبُ يَسْلُكُ وَمِنْهُ ﴿وَسَارِبٌ بِالنَّهَارِ﴾ (الرعد:١٠)...... "سربًا" کا معنی: راستہ، سرنگ "یسرب" کے معنی: چلتا ہے، اسی سے ہے کہ فرمایا: "سَارِبٌ بِالنَّهَارِ" دن میں چلنے والا ﴿صُنْعًا﴾ (آیت:١٠٤)

عَمَلًا...... کوئی کام ﴿حِوَلًا﴾ (آیت:١٠٨) تَحَوُّلًا...... بدلنا ﴿اِمْرًا﴾ (آیت:٧١) وَ﴿نُكْرًا﴾ (آیت:٧٤) دَاهِيَةً...... ناگوار بات ﴿يَنْقَضَّ﴾ (آیت:٧٧) يَنْقَاضُ كَمَا تَنْقَاضُ السِّنُّ...... ادھڑ رہی تھی جیسے دانت گرتا ہے ﴿لَتَّخَذْتَ﴾ (آیت:٧٧) وَاتَّخَذْتَ وَاحِدٌ...... یعنی مجرد اور مزید فیہ کا ایک معنی ہے ﴿رُحْمًا﴾ (آیت:٨١) مِنَ الرُّحْمِ وَهِيَ اَشَدُّ مُبَالَغَةً مِّنَ الرَّحْمَةِ وَنَظُنُّ اَنَّهُ مِنَ الرَّحِيْمِ وَتُدْعٰى مَكَّةُ اُمَّ رُحْمٍ اَيِ الرَّحْمَةُ تَنْزِلُ بِهَا...... ''رُحْمًا''، ''رُحْمٌ'' سے بنا ہے' زیادہ مہربانی کرنا' اور گمان کیا جاتا ہے کہ یہ ''رحیم'' سے ہے اور مکہ کو ''ام الرحم'' کہا جاتا ہے' یعنی وہاں رحمت نازل ہوتی ہے۔

بَابٌ [الکہف:١٠٣ کی تفسیر]

قَوْلِهٖ ﴿قُلْ هَلْ نُنَبِّئُكُمْ بِالْاَخْسَرِيْنَ اَعْمَالًا۝﴾ (آیت:١٠٣). (ص٦٩٠)

اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی تفسیر: تم فرماؤ: کیا ہم تمہیں بتادیں کہ سب سے بڑھ کر ناقص عمل کن کے ہیں؟۝

٢٢٩١- عَنْ مُصْعَبٍ قَالَ سَاَلْتُ اَبِيْ ﴿قُلْ هَلْ نُنَبِّئُكُمْ بِالْاَخْسَرِيْنَ اَعْمَالًا۝﴾ اَهُمُ الْحَرُوْرِيَّةُ قَالَ لَا هُمُ الْيَهُوْدُ وَالنَّصَارٰى اَمَّا الْيَهُوْدُ فَكَذَّبُوْا مُحَمَّدًا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَمَّا النَّصَارٰى كَفَرُوْا بِالْجَنَّةِ وَقَالُوْا لَا طَعَامَ فِيْهَا وَلَا شَرَابَ وَالْحَرُوْرِيَّةُ ﴿الَّذِيْنَ يَنْقُضُوْنَ عَهْدَ اللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ مِيْثَاقِهٖ﴾ (البقرۃ:٢٧) وَكَانَ سَعْدٌ يُسَمِّيْهِمُ الْفَاسِقِيْنَ.

حضرت مصعب بن سعد نے کہا: میں نے اپنے والد حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے پوچھا: وہ کون لوگ ہیں جن کا تذکرہ اس آیت ''قُلْ هَلْ نُنَبِّئُكُمْ بِالْاَخْسَرِيْنَ اَعْمَالًا'' میں ہے' کیا یہ حروریہ ہیں؟ (یعنی خارجی) فرمایا: نہیں! یہ یہود و نصاریٰ ہیں۔ یہود نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو جھٹلایا اور نصاریٰ نے جنت کا انکار کیا اور کہا: جنت میں کھانا پینا نہیں۔ حروریہ وہ لوگ ہیں جو اللہ کے عہد کو پختہ اقرار کے بعد توڑتے ہیں۔ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ خارجیوں کو فاسق کہتے تھے۔

[اس آیت کے مصداق یہود و نصاریٰ اور خارجی ہیں]

آیت کریمہ میں یہ فرمایا گیا: کیا ہم تمہیں بتادیں سب سے زیادہ ناقص عمل کس کے ہیں؟ سب سے زیادہ ناقص عمل کفر ہے' آیت کا حاصل یہ ہوا کہ کیا ہم تمہیں بتادیں کہ کافر کون ہیں؟ عہد صحابہ میں اپنے ابتدائی دور میں خارجیوں سے کوئی کفر سرزد نہیں ہوا تھا اس لیے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اس سے مراد خارجی نہیں یہود و نصاریٰ ہیں جنہوں نے کفر کیا۔ خارجیوں نے پہلے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بیعت کی' پھر اسے توڑ دیا اور ان سے بغاوت کی اور لڑے۔ حضرت سعد نے افادہ یہ فرمایا کہ کسی خلیفہ برحق کی بیعت توڑنا یا معاذ اللہ اس سے لڑنا کفر نہیں گناہ اور فسق ہے' اسی لیے وہ خارجیوں کو فاسق کہتے تھے کافر نہیں جانتے تھے۔

بَابٌ [الکہف:١٠٥ کی تفسیر]

﴿اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ وَلِقَآئِهٖ فَحَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ﴾ (آیت:١٠٥) اَلْاٰيَةَ. (ص٦٩١)

اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی تفسیر: یہ لوگ جنہوں نے اپنے رب کی آیتیں اور اس کا ملنا نہ مانا تو ان کا کیا دھرا سب اکارت ہے۔

٢٢٩٢- ح [اَلرَّجُلُ الْعَظِيْمُ السَّمِيْنُ لَا يَزِنُ جَنَاحَ بَعُوْضَةٍ]

ایک لمبا تڑنگا موٹا شخص جس کا وزن پسو کے برابر نہیں ہوگا

۲۲۹۲- عَنِ الْاَعْرَجِ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّهٗ لَيَاْتِي الرَّجُلُ الْعَظِيْمُ السَّمِيْنُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ لَايَزِنُ عِنْدَ اللّٰهِ جَنَاحَ بَعُوْضَةٍ وَقَالَ اِقْرَءُوْا ﴿فَلَا نُقِيْمُ لَهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَزْنًاO﴾ (الکہف:۱۰۵).

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک لمبا تڑنگا موٹا شخص قیامت کے دن آئے گا' جو اللہ کے حضور پسو کے پر کے برابر بھی وزن نہیں رکھے گا' اور کہا: پڑھو! ہم ان کے لیے قیامت کے دن کوئی تول نہ قائم کریں گےO

حدیث کی ابتدائے سند میں تھا: ''حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِاللّٰهِ'' یہ محمد بن یحییٰ بن عبداللہ ذہلی ہیں۔ عبداللہ ان کے دادا کا نام ہے' اس کے بعد سعید بن ابومریم ہیں ان سے امام بخاری کبھی بواسطہ روایت کرتے ہیں جیسا کہ یہاں ہے اور کبھی بلاواسطہ۔ ابن مردویہ نے دوسرے طریقے سے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی سے یوں روایت کی ہے: ''اَلطَّوِيْلُ الْعَظِيْمُ الْاَكُوْلُ الشَّرُوْبُ'' لمبا' تڑنگا بہت کھانے والا بہت پینے والا۔

اِقْرَءُوْا

اس میں دو احتمال ہیں' ہوسکتا ہے کہ یہ حضرت ابوہریرہ کا قول ہو اور ہوسکتا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد ہو۔ اس آیت سے یہ استدلال کیا گیا ہے کہ کفار سے حساب نہ ہوگا یہ بلاحساب دوزخ میں جائیں گے اس لیے کہ ان کے نامۂ اعمال میں کوئی نیک عمل ہوگا ہی نہیں جو برے اعمال سے تولا جائے۔ حساب کے سلسلہ میں تین قسم کے لوگ ہوں گے۔ اول وہ لوگ جو بلاحساب وکتاب جنت میں جائیں گے۔ دوسرے وہ لوگ جو بلاحساب دوزخ میں جائیں گے۔ تیسرے وہ لوگ جو حساب کتاب کے بعد ابتداءً جنت میں جائیں گے یا کچھ دنوں کے لیے دوزخ میں پھر جنت میں جائیں گے۔

سُوْرَةُ مَرْيَمَ ﴿كٓهٰيٰعٓصٓ﴾ (ص۶۹۱)

یہ سورت مکی ہے' مقاتل نے کہا: سوائے آیت سجدہ کے کہ یہ مدنی ہے اور اس میں اٹھانوے آیتیں ہیں۔ ''کھٰیٰعص'' کے معنی کیا ہیں اس میں اختلاف ہے' حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ ''ك'' کریم سے ''ہ'' ہادی سے اور ''ی'' حکیم سے اور ''ع'' علیم سے اور ''ص'' صادق سے۔ انہیں سے ایک قول یہ ہے کہ یہ اللہ عزوجل کے اسماء میں سے ہے۔ نیز حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ وہ یہ دعا کرتے تھے ''یا کھٰیٰعص اغفرلی'' قتادہ سے مروی ہے کہ قرآن کے اسماء میں سے ہے' ایک شخص نے محمد بن علی مرتضیٰ غالباً محمد بن حنفیہ سے اس کی تفسیر پوچھی تو انہوں نے کہا کہ اگر میں اس کی تفسیر تم کو بتادوں تو تم پانی پر اس طرح چلو گے کہ قدم بھی پانی میں نہیں ڈوبے گا۔

''قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ اَبْصِرْ بِهِمْ وَاَسْمِعْ اَللّٰهُ يَقُوْلُهٗ وَهُمُ الْيَوْمَ لَايَسْمَعُوْنَ وَلَا يُبْصِرُوْنَ ﴿فِیْ ضَلَالٍ مُّبِيْنٍ﴾ (آیت:۳۸) يَعْنِيْ قَوْلَهٗ ﴿اَسْمِعْ بِهِمْ وَاَبْصِرْ﴾ (آیت:۳۸) اَلْكُفَّارُ يَوْمَئِذٍ اَسْمَعُ شَيْءٍ وَاَبْصَرُهٗ''..... اللہ عزوجل کے اس ارشاد کہ وہ کتنا دیکھیں گے' کتنا سنیں گے؟' کفار کے بارے میں ہے' اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ آج کفار نہ سنتے ہیں نہ دیکھتے ہیں کھلی گمراہی میں ہیں یعنی اللہ تعالیٰ نے جو یہ فرمایا: ''اَسْمِعْ بِهِمْ وَاَبْصِرْ'' یہ کفار کے بارے میں ہے کہ وہ قیامت کے دن سب سے زیادہ سننے والے اور دیکھنے والے ہوں گے' آیت کریمہ کی صحیح ترتیب یہ ہے ''اَسْمِعْ بِهِمْ وَاَبْصِرْ'' شروع میں حضرت امام بخاری سے تسامح ہوگیا کہ ترتیب اُلٹ گئی ہے ﴿لَاَرْجُمَنَّكَ﴾ (آیت:۴۶) لَاَشْتِمَنَّكَ..... اے ابراہیم! ہم تم پر گالیوں کی بوچھاڑ کریں گے ﴿وَرِئْيًا﴾ (آیت:۷۴) مَنْظَرًا..... دیکھنے کی چیز' وَقَالَ ابْنُ عُيَيْنَةَ ﴿تَؤُزُّهُمْ اَزًّا﴾ (آیت:۸۳) تُزْعِجُهُمْ اِلَى الْمَعَاصِيْ

"أَزْعَاجًا"...... اور ابن عیینہ نے کہا کہ "تَؤُزُّهُمْ أَزًّا" کے معنی یہ ہیں کہ شیطان ان کو گناہوں پر خوب ابھارتا ہے "وَقَالَ مُجَاهِدٌ ﴿إِدًّا﴾ (آیت:۸۹) عِوَجًا"...... کجی "قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ ﴿وِرْدًا﴾ (آیت:۸٦) عِطَاشًا"...... پیاسے ﴿أَثَاثًا﴾ (آیت:۷٤) مَالًا...... یعنی مال ﴿إِدًّا﴾ (آیت:۸۹) قَوْلًا عَظِيمًا...... بھاری بات ﴿رِكْزًا﴾ (آیت:۹۸) صَوْتًا...... آواز ﴿غَيًّا﴾ (آیت:۵۹) خُسْرَانًا ﴿بُكِيًّا﴾ (آیت:۵۸) جَمَاعَةُ بَاكٍ...... روتے ہوئے ﴿صِلِيًّا﴾ (آیت:۷۰) صَلِيَ يَصْلَى...... بھننا ﴿نَدِيًّا﴾ (آیت:۷۳) وَالنَّادِيْ وَاحِدٌ مَّجْلِسًا...... بیٹھک "وَقَالَ مُجَاهِدٌ ﴿فَلْيَمْدُدْ﴾ (مریم:۷۵) فَلْيَدَعْهُ"...... چاہیے کہ بلائے۔

بَابُ [مریم:۳۹ کی تفسیر]

قَوْلِهِ ﴿وَأَنْذِرْهُمْ يَوْمَ الْحَسْرَةِ﴾ (آیت:۳۹). اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی تفسیر: اور انہیں حسرت کے دن سے ڈراؤ۔

(ص ٦۹۱)

۲۲۹۳- ح: [كَيْفَ يَكُوْنُ ذَبْحُ الْمَوْتِ] موت کے ذبح کی تفصیل

۲۲۹۳- عَنْ أَبِيْ سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُؤْتٰى بِالْمَوْتِ كَهَيْئَةِ كَبْشٍ أَمْلَحَ فَيُنَادِيْ مُنَادٍ يَا أَهْلَ الْجَنَّةِ فَيَشْرَئِبُّوْنَ وَيَنْظُرُوْنَ فَيَقُوْلُ هَلْ تَعْرِفُوْنَ هٰذَا فَيَقُوْلُوْنَ نَعَمْ هٰذَا الْمَوْتُ وَكُلُّهُمْ قَدْ رَاٰهُ ثُمَّ يُنَادِيْ يَا أَهْلَ النَّارِ فَيَشْرَئِبُّوْنَ وَيَنْظُرُوْنَ فَيَقُوْلُ هَلْ تَعْرِفُوْنَ هٰذَا فَيَقُوْلُوْنَ نَعَمْ هٰذَا الْمَوْتُ وَكُلُّهُمْ قَدْ رَاٰهُ فَيُذْبَحُ ثُمَّ يَقُوْلُ يَا أَهْلَ الْجَنَّةِ خُلُوْدٌ فَلَا مَوْتَ وَيَا أَهْلَ النَّارِ خُلُوْدٌ فَلَا مَوْتَ ثُمَّ قَرَأَ ﴿وَأَنْذِرْهُمْ يَوْمَ الْحَسْرَةِ إِذْ قُضِيَ الْأَمْرُ وَهُمْ فِيْ غَفْلَةٍ﴾ وَهٰؤُلَاءِ فِيْ غَفْلَةٍ أَهْلُ الدُّنْيَا ﴿وَهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ﴾ (آیت:۳۹).

(مسلم- کتاب الجنۃ ترمذی- کتاب التفسیر دارمی- کتاب الرقاق؛ مسند احمد- ج۲ص۲۷۷)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے دن موت کو چتکبرے مینڈھے کی شکل میں لایا جائے گا' پھر ایک پکارنے والا پکارے گا: اے جنت والو! تو وہ سر اٹھا کر دیکھیں گے کہ منادی ان سے کہے گا: کیا تم لوگ اسے پہچانتے ہو؟ وہ کہیں گے کہ ہاں! یہ موت ہے اور سب نے اسے دیکھ لیا ہوگا' اس کے بعد پھر منادی پکارے گا: اے جہنم والو! تو وہ سر اٹھا کر دیکھیں گے۔ وہ کہے گا: اسے پہچانتے ہو؟ وہ کہیں گے کہ ہاں! یہ موت ہے اور سب نے اسے دیکھ لیا ہوگا' پھر وہ ذبح کیا جائے گا۔ پھر منادی کہے گا: اے جنت والو! تم ہمیشہ رہنے والے ہو' تمہارے لیے موت نہیں اور اے جہنم والو! تم ہمیشہ رہنے والے ہو' تمہارے لیے موت نہیں' پھر پڑھا: انہیں حسرت کے دن سے ڈرائیے جب فیصلہ کر دیا جائے گا اور وہ لوگ غفلت میں ہیں' یہ غفلت میں رہنے والے دنیا دار ہیں' جو ایمان نہیں لائے۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اور دوسرے شفاعت کرنے والوں کی شفاعت سے تمام گناہ گار مسلمان اور موحدین جہنم سے نکال کر جنت میں پہنچا دیے جائیں گے اور جہنم میں وہی لوگ رہ جائیں گے جن کو ہمیشہ ہمیشہ جہنم میں رہنا ہے' اس وقت موت کو ذبح کر دیا جائے گا۔ اس وقت جنتی اتنے خوش ہوں گے کہ حدیث میں فرمایا گیا کہ اگر کوئی خوشی سے مرتا تو اس وقت جنتی مرتے اور جہنمیوں کو اتنا غم ہوگا کہ حدیث میں فرمایا گیا کہ اگر کوئی غم سے مرتا تو اس وقت جہنمی مرتے۔

حق یہ ہے کہ موت وزیست وجودی چیزیں ہیں۔ یہ آیت کریمہ "خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَيٰوةَ" (الملک:۲) سے ثابت ہے اور یہی اس حدیث سے بھی ثابت ہوتا ہے' رہ گیا یہ دونوں عرض ہیں یا جوہر؟ عام رجحان یہی ہے کہ اعراض ہیں اور یہ حدیث جوہر ہونے پر قطعی نہیں' اعراض کو مجسم کرنا قدرت خداوندی سے کوئی بعید نہیں' ایک روایت میں ہے کہ موت کو پل صراط پر ذبح کیا جائے گا۔

سُوْرَةُ طٰهٰ (ص ٦٩٢)

یہ سورۃ مکی ہے اور اس میں ایک سو چونتیس آیتیں ہیں۔

[طٰہٰ کا معنی]

"قَالَ ابْنُ جُبَيْرٍ وَّالضَّحَّاكُ بِالنَّبَطِيَّةِ ﴿طٰهٰ﴾ (آیت:١) يَا رَجُلُ" ......ابن جبیر نے کہا: نبطی زبان میں طٰہٰ کے معنی ہیں: اے شخص! ابن انباری نے کہا کہ قریش کی لغت میں بھی اس کے یہی معنی ہیں، یعنی یہ نبطی لفظ بھی ہے اور عربی خالص قریش کا لفظ بھی ہے۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید قریش کی لغت میں اتارا دوسری کسی زبان میں نہیں اتارا۔ اسی لیے قرآن مجید کے تمام الفاظ عربی اور خاص قریش کی لغت کے ہیں اور یہ جو مفسرین کہیں کہیں فرما دیتے ہیں کہ یہ لفظ حبشی ہے یا ہندی ہے اس سے مراد یہ ہے کہ عربی کے علاوہ ان لغات میں بھی یہ لفظ بولا جاتا ہے اور اسی معنی میں مستعمل ہے جس معنی میں عربی میں مستعمل ہے اور ایسا بہت ہے کہ ایک ہی لفظ دو مختلف زبانوں میں بولا جائے اور ہر لغت میں اس کا معنی ایک ہو جیسے برادر، پدر، مادر، یہ فارسی زبان کے بھی الفاظ ہیں اور انگریزی زبان کے بھی اور دونوں زبانوں میں معنی ایک ہی ہیں۔

"طٰهٰ" کے معنی کچھ بھی ہوں، اس سے مراد بہر حال حضور اقدس ﷺ کے ہیں۔ اس پر دلیل بعد والی آیت ہے کہ فرمایا: "مَا اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْقُرْاٰنَ لِتَشْقٰىٓ O" اے محبوب! ہم نے یہ قرآن اس لیے تم پر نہ اتارا کہ تم مشقت میں پڑو O "يُقَالُ كُلُّ مَالَمْ يَنْطِقْ بِحَرْفٍ اَوْفِيْهِ تَمْتَمَةٌ اَوْفَافَاةٌ فَهِيَ عُقْدَةٌ"...... "عقدة" زبان کے ایسے عیب کو کہتے ہیں جس کی وجہ سے کوئی حرف ادا نہ ہو، یا ہکلا کر، یا لکنت کے ساتھ ادا کرے۔

ایک دن فرعون نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو گود میں لیا تو انہوں نے اس کی ڈاڑھی پکڑ کر نوچ لی جس پر اس نے غصہ ہو کر انہیں قتل کرنے کا حکم دے دیا (کہ یہ وہی بچہ معلوم ہوتا ہے جو میری تباہی کا سبب بنے گا)۔ حضرت آسیہ نے فرعون سے کہا: یہ نا سمجھ بچہ ہے، تم نے کیسے فیصلہ کر لیا، یہ تو یاقوت اور انگارے کے درمیان بھی فرق نہیں کر سکتا، جی چاہے تو آزما لو۔ فرعون نے انگارہ اور یاقوت منگا کر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے سامنے رکھا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے انگارہ اٹھا کر منہ میں رکھ لیا جس سے زبان مبارک متاثر ہو گئی۔ جب منصب نبوت پر فائز ہوئے اور حکم ہوا کہ فرعون کے پاس جاؤ تو یہ دعا فرمائی: اے اللہ! میرے سینہ کو کھول دے اور میرے کام کو آسان فرما، اور میری زبان کی بندش اتنی کھول دے کہ لوگ میری بات سمجھ سکیں۔ اس دعا کے بعد ایک حد تک زبان کی لکنت ختم ہو گئی مگر قدرے پھر بھی باقی رہی چونکہ دعا میں تحدید تھی کہ اتنی بندش کھول دے کہ لوگ میری بات سمجھ سکیں، اگر "يَفْقَهُوْا قَوْلِيْ" نہ فرماتے تو بالکلیہ لکنت دور ہو جاتی، چونکہ تبلیغ کے لیے سوال تھا اس لیے بقصد ضرورت مانگا۔ محبوبانِ خدا بوقت ضرورت اللہ سے کچھ مانگتے ہیں تو بہ قدر ضرورت مانگتے ہیں ﴿اَزْرِىْ﴾ (آیت:٣١) ظَهْرِىْ...... میری پیٹھ ﴿فَيُسْحِتَكُمْ﴾ (آیت:٦١) يُهْلِكَكُمْ...... پس تم کو ہلاک کر دے گا ﴿الْمُثْلٰى﴾ (آیت:٦٣) تَاْنِيْثُ الْاَمْثَلِ يَقُوْلُ بِدِيْنِكُمْ يُقَالُ خُذِ الْمُثْلٰى خُذِ الْاَمْثَلَ...... "مُثْلٰى"، "امثل" کی مونث ہے اس کے معنی افضل کے ہیں، ارشاد ہے: "وَيَذْهَبَا بِطَرِيْقَتِكُمُ الْمُثْلٰى" (طٰہٰ:٦٣) یہ دونوں تمہارا اچھا دین لے جائیں۔ امام بخاری نے فرمایا کہ طریقہ سے مراد دین ہے ﴿ثُمَّ ائْتُوْا صَفًّا﴾ (آیت:٦٤) يُقَالُ هَلْ اَتَيْتَ الصَّفَّ الْيَوْمَ يَعْنِى الْمُصَلَّى الَّذِىْ يُصَلّٰى فِيْهِ...... پھر تم صف لگانے کی جگہ آؤ، بولتے ہیں: کیا تم آج صف میں آئے؟ یعنی اس جگہ جہاں نماز پڑھی جاتی ہے ﴿فَاَوْجَسَ﴾ (آیت ٦٧) اَضْمَرَ خَوْفًا فَذَهَبَتِ الْوَاوُ مِنْ ﴿خِيْفَةً﴾ (آیت:٦٧) لِكَسْرَةِ الْخَاءِ...... اپنے جی میں خوف پایا "خِيْفَةً" میں واؤ یاء سے بدل گیا خاء کے کسرہ کی وجہ سے ﴿فِىْ جُذُوْعِ﴾ (آیت:٧١) اَىْ عَلٰى جُذُوْعِ...... کھجور کے تنوں پر، افادہ فرمایا کہ "فی" معنی میں

"علیٰ" کے ہے ﴿خَطْبُكَ﴾ (آیت:٩٥) بَالُكَ...... تیرا حال ﴿مِسَاسَ﴾ (آیت:٩٧) مَصْدَرُ مَاسَّهُ مِسَاسًا...... یہ باب مفاعلت کا مصدر ہے ﴿لَنَنْسِفَنَّهُ﴾ (آیت:٩٧) لَنُذْرِيَنَّهُ...... ہم اس کو ریزہ ریزہ کردیں گے ﴿قَاعًا﴾ (آیت:١٠٦) يَعْلُوْهُ الْمَاءُ وَالصَّفْصَفُ الْمُسْتَوِيْ مِنَ الْاَرْضِ...... "قاع" نشیبی زمین جس پر پانی چڑھ جائے "صفصف" برابر زمین "وَقَالَ مُجَاهِدٌ ﴿مِنْ زِيْنَةِ الْقَوْمِ﴾ (آیت:٨٧) اَلْحُلِيُّ الَّذِيْ اسْتَعَارُوْا مِنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ"...... مجاہد نے کہا: "زینت قوم" سے مراد وہ زیور ہیں جو ان لوگوں نے فرعونیوں سے بطور مستعار لیے تھے ﴿فَقَذَفْنَاهَا﴾ (آیت:٨٧) فَاَلْقَيْنَاهَا...... میں نے اس کو پھینک دیا ﴿اَلْقٰى﴾ (آیت:٨٧) صَنَعَ...... یہاں "القٰی" کے معنی ہیں: بنایا ﴿فَنَسِيَ﴾ (آیت:٨٨) مُوْسٰى هُمْ يَقُوْلُوْنَهٗ اَخْطَاَ الرَّبَّ...... تو موسیٰ بھول گئے یعنی وہ کہتے تھے کہ موسیٰ نے رب کو پہچاننے میں خطا کی۔ مطلب یہ ہے کہ سامری وغیرہ کہتے تھے کہ ہمارا رب یہ بچھڑا یہاں موجود ہے اور حضرت موسیٰ طور پر گئے ہیں' یہ ان کی خطاء ہے ﴿لَا يَرْجِعُ اِلَيْهِمْ قَوْلًا﴾ (آیت:٨٩) اَلْعِجْلُ...... بچھڑا ان کی بات کا جواب نہیں دیتا' قصہ یہ ہوا کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کوہ طور پر تشریف لے گئے تو سامری نے بنی اسرائیل کے پاس جتنے زیور تھے سب کو جمع کر کے ایک بچھڑا بنایا اور اس کے منہ میں وہ خاک ڈالی جو حضرت جبریل علیہ السلام کی سواری کے قدم تلے کی تھی' اس نے لے لی تھی جس سے وہ بچھڑا بولنے لگا۔ دریائے قلزم میں حضرت جبریل امین علیہ السلام فرعون کے آگے آگے چل رہے تھے۔ جہاں ان کی سواری کا قدم پڑتا وہاں سبزہ اگ آتا۔ سامری نے ایک مٹھی یہ خاک لے لی تھی۔ اسی کو بچھڑے کے منہ میں ڈالا جس کے اثر سے وہ بچھڑے کی طرح آواز نکالنے لگا ﴿هَمْسًا﴾ (آیت:١٠٨) حِسُّ الْاَقْدَامِ...... قدم کی آہٹ ﴿حَشَرْتَنِيْ اَعْمٰى﴾ (آیت:١٢٤) عَنْ حُجَّتِيْ...... تو نے مجھے اندھا اٹھایا' یعنی میں دلیل نہیں دیکھ سکا ﴿وَقَدْ كُنْتُ بَصِيْرًا﴾ (آیت:١٢٥) فِي الدُّنْيَا...... حالانکہ میں دنیا میں بینا تھا "وَقَالَ ابْنُ عُيَيْنَةَ ﴿اَمْثَلُهُمْ﴾ (آیت:١٠٤) اَعْدَلُهُمْ"...... ان میں سب سے عمدہ "وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ ﴿هَضْمًا﴾ (آیت:١١٢) لَا يُظْلَمُ فَيُهْضَمُ مِنْ حَسَنَاتِهٖ"...... اس پر ظلم نہ ہوگا کہ اس کی نیکیاں ضائع کردی جائیں ﴿عِوَجًا﴾ (آیت:١٠٧) وَادِيًا...... نالہ ﴿اَمْتًا﴾ (آیت:١٠٧) رَابِيَةً...... ٹیلہ ﴿سِيْرَتَهَا﴾ (آیت:٢١) حَالَتَهَا ﴿الْاُوْلٰى﴾ (آیت:٢١) ...... اس کی پہلی حالت پر ﴿النُّهٰى﴾ (آیت:٥٤) اَلتُّقٰى...... پرہیزگار ﴿ضَنْكًا﴾ (آیت:١٢٤) اَلشَّقَاءُ...... بدبختی "شَقِيَ"...... بدبخت ہوا ﴿الْمُقَدَّسِ﴾ (آیت:١٢) اَلْمُبَارَكِ...... برکت والی ﴿طُوًى﴾ (آیت:١٢)...... وادی کا نام ہے "اِسْمُ الْوَادِيْ ﴿بِمَلْكِنَا﴾ (آیت:٨٧) بِاَمْرِنَا"...... ہمارے حکم سے ﴿مَكَانًا سُوًى﴾ (آیت:٥٨) مَنْصَفٌ بَيْنَهُمْ...... ان کے درمیان بیچ میں ہو ﴿يَبَسًا﴾ (آیت:٧٧) يَابِسًا...... خشک زمین ﴿عَلٰى قَدَرٍ﴾ (آیت:٤٠) مَوْعِدٍ...... وعدہ پر ﴿لَا تَنِيَا﴾ (آیت:٤٢) لَا تَضْعُفَا...... کمزور نہ پڑو۔

سُوْرَةُ الْاَنْبِيَاءِ (ص ٣٩٣)

یہ سورہ مکی ہے' اس میں ایک سو بارہ آیتیں ہیں۔

"وَقَالَ قَتَادَةُ ﴿جُذَاذًا﴾ (آیت:٥٨) قَطَّعَهُنَّ"...... انہیں ٹکڑے ٹکڑے کردیا "جُذَاذًا"، "جدید" کی جمع ہے' جیسے "خفیف" کی جمع "خفاف" ہے "وَقَالَ الْحَسَنُ ﴿فِيْ فَلَكٍ﴾ (آیت:٣٣) مِثْلِ فَلْكَةِ الْمِغْزَلِ"...... ارشاد ہے: ...... ﴿كُلٌّ فِيْ فَلَكٍ يَّسْبَحُوْنَ﴾ (آیت:٣٣)...... چاند' سورج' ستارے سب ایک گھیرے میں پیر رہے ہیں' اس آیت میں "فلك" کی تفسیر میں امام حسن بصری نے فرمایا کہ وہ ایک گھیرے میں جو چرخی کے دھرے کے مثل ہے گھوم رہے ہیں "يَسْبَحُوْنَ" کے معنی "يَدُوْرُوْنَ"...... (گھومتے ہیں) تفسیر مدارک میں ہے کہ جمہور کا مذہب یہ ہے کہ "فلك" سے مراد موج مکفوف ہے جو آسمان کے نیچے ہے' جس میں

چاند سورج اور ستارے چلتے ہیں، یہی راجح ہے جس کی تائید دوسری احادیث سے بھی ہوتی ہے، جس کی پوری بحث ہماری کتاب ''اسلام اور چاند کے سفر'' میں مذکور ہے ''قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ ﴿نَفَشَتْ﴾ (آیت:۷۸) رَعَتْ لَيْلًا''...... رات کے وقت چر لیا ﴿يُصْحَبُوْنَ﴾ (آیت:۴۳) يُمْنَعُوْنَ...... روکے جائیں گے ﴿اُمَّتُكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً﴾ (آیت:۹۲) قَالَ دِيْنُكُمْ دِيْنٌ وَّاحِدٌ...... تم سب کا دین ایک ہے، یعنی اس آیت میں امت سے مراد دین ہے'' وَقَالَ عِكْرِمَةُ ﴿حَصَبُ﴾ (آیت:۹۸) حَطَبُ بِالْحَبَشِيَّةِ''...... حبشی لفظ ہے ایندھن کے معنی میں'' وَقَالَ غَيْرُهُ ﴿اَحَسُّوْا﴾ (آیت:۱۲) تَوَقَّعُوْهُ مِنْ اَحْسَسْتُ''...... اور دوسرے نے کہا کہ ''اَحَسُّوْ'' کے معنی ہیں: جب ان کو عذاب کا اندیشہ ہوا، یہ ''اَحْسَسْتُ'' کا واحد مذکر غائب ہے ''احساس'' سے، مطلب یہ ہے کہ جب انہوں نے محسوس کر لیا کہ رب کا عذاب آ کر رہے گا تو بستی سے نکل کر بھاگنے لگے ﴿خَامِدِيْنَ﴾ (آیت:۱۵) هَامِدِيْنَ...... بجھے ہوئے ﴿حَصِيْدٌ﴾ (ھود:۱۰۰) مُسْتَاصَلٌ يَقَعُ عَلَى الْوَاحِدِ وَالْاِثْنَيْنِ وَالْجَمِيْعِ...... جڑ سے کٹا ہوا ''حَصِيْدٌ'' واحد تثنیہ جمع سب کے لیے آتا ہے ﴿لَايَسْتَحْسِرُوْنَ﴾ (آیت:۱۹) لَايَعْيُوْنَ وَمِنْهُ ﴿حَسِيْرٌ﴾ (الملک:۴) وَحَسَرْتُ بَعِيْرِیْ...... وہ اکتاتے نہیں ''حَسِيْرٌ'' بہ معنی تھکا ہوا اور ''حَسَرْتُ بَعِيْرِیْ'' میں نے اپنے اونٹ کو تھکا دیا اسی سے ہے ﴿عَمِيْقٍ﴾ (الحج:۲۷) بَعِيْدٌ...... ''عميق'' کے معنی دور کے ہیں ﴿نُكِسُوْا﴾ (آیت:۶۵) رُدُّوْا...... اوندھے ڈالے جائیں گے ﴿صَنْعَةَ لَبُوْسٍ﴾ (آیت:۸۰) اَلدُّرُوْعُ...... زرہوں کا بنانا ﴿تَقَطَّعُوْا اَمْرَهُمْ﴾ (آیت:۹۳) اِخْتَلَفُوْا...... اپنے معاملے میں اختلاف کیا ''اَلْحَسِيْسُ وَالْحِسُّ وَالْجَرْسُ وَالْهَمْسُ وَاحِدٌ وَهُوَ مِنَ الصَّوْتِ الْخَفِيِّ''...... ان سب کے معانی ہلکی آواز کے ہیں ﴿اٰذَنَّاكَ﴾ (فصلت:۴۷) اَعْلَمْنَاكَ ﴿اٰذَنْتُكُمْ﴾ (آیت:۱۰۹) اِذَا اَعْلَمْتَهُ فَاَنْتَ وَهُوَ ﴿عَلٰى سَوَاءٍ﴾ (آیت:۱۰۹) لَمْ تَغْدِرْ...... ''اٰذَنَّا'' کے معنی ہیں: ہم نے تم کو بتا دیا، کہتے ہیں: ''اٰذَنْتُكَ'' میں نے تجھے جتا دیا اب کوئی عذر نہیں سنا جائے گا'' وَقَالَ مُجَاهِدٌ ﴿لَعَلَّكُمْ تُسْئَلُوْنَ﴾ (آیت:۱۳) تُفْهَمُوْنَ''...... شاید تم سمجھ جاؤ ﴿ارْتَضٰى﴾ (آیت:۲۸) رَضِيَ...... راضی ہونا ﴿التَّمَاثِيْلُ﴾ (آیت:۵۲) اَلْاَصْنَامُ...... بت ﴿السِّجِلِّ﴾ (آیت:۱۰۴) اَلصَّحِيْفَةِ...... دفتر (رجسٹر)۔

سُوْرَةُ الْحَجِّ (ص ۶۹۳)

یہ مدنی سورت ہے اور کچھ لوگوں نے کہا: اس میں کچھ آیتیں مکی بھی ہیں، اس میں اٹھہتر آیتیں ہیں۔

''وَقَالَ ابْنُ عُيَيْنَةَ ﴿الْمُخْبِتِيْنَ﴾ (آیت:۳۴) اَلْمُطْمَئِنِّيْنَ''...... اللہ پر بھروسہ کرنے والے'' وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ ﴿فِيْ اُمْنِيَّتِهٖ﴾ (آیت:۵۲) اِذَا حَدَّثَ اَلْقَى الشَّيْطَانُ فِيْ حَدِيْثِهٖ فَيُبْطِلُ اللّٰهُ مَا يُلْقِي الشَّيْطَانُ وَيُحْكِمُ اٰيَاتِهٖ وَيُقَالُ اُمْنِيَّتُهٗ قِرَاءَتُهٗ ﴿اِلَّا اَمَانِيَّ﴾ (البقرہ:۷۸) يَقْرَءُوْنَ وَلَا يَكْتُبُوْنَ''...... اور ابن عباس نے کہا: اس کے پڑھنے میں، یعنی جب وہ کچھ بیان کرتے ہیں تو شیطان ان کے بیان میں کچھ ملا دیتا ہے، پھر اللہ اسے مٹا دیتا ہے اور اپنی آیتوں کو محکم کرتا ہے اور کہا جاتا ہے ''اُمْنِيَّتُهٗ'' اس کی قراءت ''اَلْاَمَانِيُّ'' وہ لوگ جو پڑھتے ہیں اور لکھتے نہیں'' وَقَالَ مُجَاهِدٌ ﴿مَشِيْدٌ﴾ (آیت:۴۵) بِالْقِصَّةِ''...... چونے سے پختہ کی ہوئی'' وَقَالَ غَيْرُهُ ﴿يَسْطُوْنَ﴾ (آیت:۷۲) يَفْرُطُوْنَ مِنَ السَّطْوَةِ وَيُقَالُ ﴿يَسْطُوْنَ﴾ يَبْطِشُوْنَ''...... حد سے آگے بڑھتے ہیں ''سَطْوَة'' سے مشتق ہے، اور ایک قول یہ ہے کہ اس کے معنی پکڑنے کے ہیں ﴿وَهُدُوْا اِلَى الطَّيِّبِ مِنَ الْقَوْلِ﴾ (آیت:۲۴) اُلْهِمُوْا...... اچھی بات ان کے دل میں ڈالی گئی'' قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ ﴿بِسَبَبٍ﴾ (آیت:۱۵) بِحَبْلٍ اِلٰى سَقْفِ الْبَيْتِ''...... گھر کی چھت تک لٹکی ہوئی رسی کے ذریعہ ﴿تَذْهَلُ﴾ (آیت:۲) تُشْغَلُ...... بھول جائے گی۔

بَابٌ [الحج:۱۱-۱۲ کی تفسیر]

﴿وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّعْبُدُ اللّٰهَ عَلٰى حَرْفٍ فَاِنْ اَصَابَهٗ خَيْرُ نِ اطْمَاَنَّ بِهٖ وَاِنْ اَصَابَتْهُ فِتْنَةُ نِ انْقَلَبَ عَلٰى وَجْهِهٖ خَسِرَ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةَ اِلٰى قَوْلِهٖ ذٰلِكَ هُوَ الضَّلٰلُ الْبَعِيْدُ O﴾ (آیت:١١-٢١). ﴿اَتْرَفْنَاهُمْ﴾ (المؤمنون:٣٣) وَسَّعْنَاهُمْ. (ص ٦٩٤)

(اللہ عزوجل کے اس ارشاد کا بیان:) کچھ لوگ وہ ہیں جو اللہ کی عبادت کرتے ہیں شک کے ساتھ' اگر اسے بھلائی پہنچے تو مطمئن ہو جاتے ہیں اور اگر اسے کوئی فتنہ پہنچے تو اپنے منہ کے بل پلٹ جاتے ہیں' دنیا اور آخرت میں وہ خاسر ہوئے لغایۃ' یہی بڑی گمراہی ہے' ''اَتْرَفْنَاهُمْ'' یعنی ہم نے ان کو کشائش دی۔

٢٢٩٤- ح: [اِنْ وَّلَدَتْ اِمْرَاَةُ الْمُسْتَسْلِمِ قَالَ هٰذَا دِيْنٌ صَالِحٌ]

نو مسلم کی بیوی اگر لڑکا جنتی تو کہتا: یہ دین اچھا ہے

٢٢٩٤- عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ ﴿وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّعْبُدُ اللّٰهَ عَلٰى حَرْفٍ﴾ قَالَ كَانَ الرَّجُلُ يَقْدَمُ الْمَدِيْنَةَ فَاِنْ وَّلَدَتِ امْرَاَتُهٗ غُلَامًا وَّنُتِجَتْ خَيْلُهٗ قَالَ هٰذَا دِيْنٌ صَالِحٌ وَّاِنْ لَّمْ تَلِدِ امْرَاَتُهٗ وَلَمْ تُنْتَجْ خَيْلُهٗ قَالَ هٰذَا دِيْنُ سُوْءٍ.

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: آیہ کریمہ ''وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّعْبُدُ اللّٰهَ عَلٰى حَرْفٍ'' کی تفسیر میں فرمایا کہ ایک شخص مدینہ آتا (ایمان قبول کرتا) اگر اس کی عورت کے لڑکا پیدا ہوتا اور اس کی گھوڑی کے بچہ پیدا ہوتا تو کہتا: یہ دین اچھا ہے اور اگر اس کی عورت کے بچہ نہیں پیدا ہوتا اور اس کی گھوڑی کے بچہ نہ ہوتا تو کہتا یہ دین برا ہے۔

جعفر کی روایت میں ہے کہ اگر قحط سالی کا سال پاتے اور بری اولاد ہوتی تو کہتے: اس دین میں خیر نہیں۔ اور عوفی کی روایت میں ہے کہ اگر اسے مدینہ کی بیماری ہو جاتی اور اس کی عورت کے لڑکی پیدا ہوتی تو اس کے پاس شیطان آتا اور کہتا: بخدا! اس دین میں شر ہی ہے۔

سُوْرَةُ الْمُؤْمِنُوْنَ (ص ٦٩٤)

یہ سورت مکی ہے اس میں ایک سو اٹھارہ آیتیں ہیں۔

''قَالَ ابْنُ عُيَيْنَةَ ﴿سَبْعَ طَرَآئِقَ﴾ (آیت:١٧) سَبْعَ سَمَاوَاتٍ''...... اور ابن عیینہ نے کہا کہ ''طرائق'' سے مراد آسمان ہیں ﴿لَهَا سَابِقُوْنَ﴾ (آیت:٦١) سَبَقَتْ لَهُمُ السَّعَادَةُ...... پہلے سے ان کے لیے سعادت مقدر ہو چکی ﴿قُلُوْبُهُمْ وَجِلَةٌ﴾ (آیت:٦٠) خَائِفِيْنَ...... ان کے دل لرز رہے ہیں ڈر رہے ہیں'' قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ ﴿هَيْهَاتَ هَيْهَاتَ﴾ (آیت:٣٦) بَعِيْدٌ بَعِيْدٌ'' ''ہیہات'' کے معنی دور کے ہیں ﴿فَاسْئَلِ الْعَآدِّيْنَ﴾ (آیت:١١٣) اَلْمَلَائِكَةَ...... تو گننے والوں سے پوچھو یعنی فرشتوں سے اس سے مراد یا تو حفاظت کرنے والے فرشتے ہیں یا حساب کرنے والے ﴿لَنَاكِبُوْنَ﴾ (آیت:٧٤) لَعَادِلُوْنَ...... راستے سے ہٹ جانے والے ﴿كَالِحُوْنَ﴾ (آیت:١٠٤) عَابِسُوْنَ...... منہ بگاڑنے والے ﴿مِنْ سُلَالَةٍ﴾ (آیت:١٢) اَلْوَلَدُ وَالنُّطْفَةُ السُّلَالَةُ...... ''سلالۃ'' سے مراد لڑکا ہے اور نطفہ بھی سلالہ ہے'' ''سلالہ'' کے معنی خلاصہ' کسی چیز کا عمدہ نچوڑ'' وَالْجِنَّةُ وَالْجُنُوْنُ وَاحِدٌ''...... دونوں کے معنی ایک ہیں: پاگل پن'' وَالْغُثَاءُ الزَّبَدُ وَمَا ارْتَفَعَ عَنِ الْمَاءِ وَمَا لَا يُنْتَفَعُ بِهٖ''...... ''غثاء'' کے معنی جھاگ اور جو پانی کے اوپر ہو اور ہر وہ چیز جو قابل نفع نہ ہو۔

سُوْرَةُ النُّوْرِ (ص ۶۹۴)

یہ سورت مدنی ہے، اس میں چونسٹھ آیتیں ہیں۔

﴿مِنْ خِلَالِهِ﴾ (آیت:۴۳) مِنْ بَيْنِ اَضْعَافِ السَّحَابِ...... بارش بادلوں کی تہوں سے نکلتی ہے ﴿سَنَا بَرْقِهِ﴾ (آیت:۴۳) اَلضِّيَاءُ...... بجلی کی چمک ﴿مُذْعِنِيْنَ﴾ (آیت:۴۹) يُقَالُ لِلْمُسْتَخْذِي مُذْعِنٌ...... "مذعنين" کے معنی: عاجزی کرنے والے۔ یہ "مُذْعِنٌ" کی جمع ہے ﴿اَشْتَاتًا﴾ (آیت:۶۱) وَشَتّٰى وَشَتَاتٌ وَشَتٌّ وَّاحِدٌ...... ان سب کے معنی ہیں مختلف "وَقَالَ سَعْدُ بْنُ عِيَاضٍ الثُّمَالِيُّ اَلْمِشْكٰوةُ الْكُوَّةُ بِلِسَانِ الْحَبَشَةِ"...... سعد بن عیاض ثمالی نے کہا: "مشکوۃ" حبشی لفظ ہے اس کے معنی طاق کے ہیں۔

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ ﴿سُوْرَةٌ اَنْزَلْنَاهَا﴾ (آیت:۱) بَيَّنَّاهَا وَقَالَ غَيْرُهُ سُمِّيَ الْقُرْاٰنُ لِجَمَاعَةِ السُّوَرِ وَسُمِّيَتِ السُّوْرَةُ لِاَنَّهَا مَقْطُوْعَةٌ مِّنَ الْاُخْرٰى فَلَمَّا قُرِنَ بَعْضُهَا اِلٰى بَعْضٍ سُمِّيَ قُرْاٰنًا۔

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: "سُوْرَةٌ اَنْزَلْنَا" کے معنی ہیں: ہم نے اس کو بیان کیا اور ان کے غیر نے کہا: قرآن کا نام قرآن اس لیے رکھا گیا کہ اس میں چند سورتیں جمع ہیں اور سورت کو سورت اس لیے کہتے ہیں کہ وہ ایک دوسرے سے علیحدہ ہے، جب بعض بعض سے ملا دی گئیں تو مجموعہ کا نام قرآن رکھا گیا۔

وَقَوْلُهُ تَعَالٰى ﴿اِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهُ وَقُرْاٰنَهُ﴾ (القیامۃ:۱۷) تَاْلِيْفَ بَعْضِهِ اِلٰى بَعْضٍ ﴿فَاِذَا قَرَاْنَاهُ فَاتَّبِعْ قُرْاٰنَهُ﴾ (القیامۃ:۱۸) فَاِذَا جَمَعْنَاهُ وَاَلَّفْنَاهُ فَاتَّبِعْ قُرْاٰنَهُ اَيْ مَا جُمِعَ فِيْهِ فَاعْمَلْ بِمَا اَمَرَكَ وَانْتَهِ عَمَّا نَهَاكَ اللّٰهُ وَيُقَالُ لَيْسَ لِشِعْرِهِ قُرْاٰنٌ اَيْ تَاْلِيْفٌ وَّسُمِّيَ الْفُرْقَانَ لِاَنَّهُ يُفَرِّقُ بَيْنَ الْحَقِّ وَالْبَاطِلِ وَيُقَالُ لِلْمَرْاَةِ مَاقَرَاَتْ بِسَلًا قَطُّ اَيْ لَمْ تَجْمَعْ فِيْ بَطْنِهَا وَلَدًا۔

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: بے شک ہمارے ذمے اس کا جمع فرمانا اور اس کو ایک دوسرے سے ملانا ہے تو جب ہم اسے ملا چکیں تو جو ملایا جا چکا ہے اس کی اتباع کرو، اللہ نے جس کا حکم دیا ہے اسے کرو اور جس سے منع فرمایا ہے اس سے باز رہو اور کہا جاتا ہے: اس کے شعر میں قرآن نہیں یعنی تالیف نہیں اور اس کا نام فرقان رکھا گیا اس لیے کہ وہ حق و باطل کے درمیان فرق کرتا ہے۔ عورت سے کہا جاتا ہے: "مَا قَرَاَتْ بِسَلًا قَطُّ" یعنی اس کے پیٹ میں لڑکا جمع نہیں ہوا۔

"وَقَالَ ﴿فَرَّضْنَاهَا﴾ (آیت:۱) اَنْزَلْنَا فِيْهَا فَرَائِضَ مُخْتَلِفَةً وَمَنْ قَرَاَ ﴿فَرَضْنَاهَا﴾ يَقُوْلُ فَرَضْنَا عَلَيْكُمْ وَعَلٰى مَنْ بَعْدَكُمْ"...... اور کہا: "فَرَّضْنَاهَا" کے معنی یہ ہیں کہ ہم نے اس میں مختلف فرائض نازل فرمائے، اور جس نے "فَرَضْنَاهَا" پڑھا، وہ کہتا ہے: ہم نے تم پر اور تمہارے بعد والوں پر فرض فرمایا "قَالَ مُجَاهِدٌ ﴿اَوِ الطِّفْلِ الَّذِيْنَ لَمْ يَظْهَرُوْا﴾ (آیت:۳۱) لَمْ يَدْرُوْا لِمَا بِهِمْ مِنَ الصِّغَرِ"...... اور وہ چھوٹے بچے جو واقف نہیں کیونکہ وہ ابھی بہت کم عمر ہیں۔

بَابٌ

[النور:۳۱ کی تفسیر]

قَوْلِهِ ﴿وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلٰى جُيُوْبِهِنَّ﴾ (آیت:۳۱). (ص ۷۰۰)

اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی تفسیر: اور عورتیں اپنی اوڑھنیاں اپنے گریبانوں پر ڈال لیں۔

۲۲۹۵ - عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ يَرْحَمُ اللّٰهُ نِسَاءَ الْمُهَاجِرَاتِ الْاُوَلَ لَمَّا اَنْزَلَ اللّٰهُ ﴿وَلْيَضْرِبْنَ

اُمّ المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے: انہوں نے فرمایا: اللہ تعالیٰ رحم فرمائے پہلے پہل ہجرت کرنے والی عورتوں

﴿وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلٰى جُيُوْبِهِنَّ﴾ شَقَّقْنَ مُرُوْطَهُنَّ فَاخْتَمَرْنَ‏ پر جب اللہ تعالیٰ نے یہ نازل فرمایا: اور اپنی اوڑھنیوں کو اپنے گریبانوں پر ڈالیں، تو انہوں نے تہبند پھاڑ کر اس کا نقاب بنایا۔

اس کے بعد کی حدیث جو بہ طریق صفیہ بنت شیبہ ہے اس میں یہ ہے کہ کناروں کی جانب سے اپنے تہبند کو انہوں نے پھاڑا تھا۔

سُوْرَةُ الْفُرْقَانِ (ص ٧٠٠)

یہ سورت مکی ہے البتہ دو آیتوں کے بارے میں اختلاف ہے۔ ایک "والذین لا یدعون مع اللہ الھا اخر" الآیۃ۔ دوسرے "الا من تاب و امن و عمل عملًا صالحا" الآیۃ۔ اس میں ستتر آیتیں ہیں۔

"قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ ﴿هَبَاءً مَّنْثُوْرًا﴾ (آیت:٢٣) مَاتَسْفِي بِهِ الرِّيْحُ" ...... باریک گرد وغبار جو ہوا کے ساتھ اڑتا ہے ﴿مَدَّ الظِّلَّ﴾ (آیت:٤٥) مَا بَيْنَ طُلُوْعِ الْفَجْرِ اِلٰى طُلُوْعِ الشَّمْسِ ...... سایہ پھیلایا، اس سے مراد طلوع فجر سے طلوع شمس تک کا وقت ہے ﴿سَاكِنًا﴾ (آیت:٤٥) دَائِمًا ﴿عَلَيْهِ﴾ ...... جو اس پر ہمیشہ رہتا ہے ﴿دَلِيْلًا﴾ (آیت:٤٥) طُلُوْعُ الشَّمْسِ ...... سورج کا نکلنا ﴿خِلْفَةً﴾ (آیت:٦٢) مَنْ فَاتَهُ مِنَ اللَّيْلِ عَمَلٌ اَدْرَكَهُ بِالنَّهَارِ اَوْ فَاتَهُ بِالنَّهَارِ اَدْرَكَهُ بِاللَّيْلِ ...... بدل یعنی جو کام رات کو رہ جائے وہ دن میں کیا جائے اور جو دن میں رہ جائے اسے رات میں کیا جائے "وَقَالَ الْحَسَنُ ﴿هَبْ لَنَا مِنْ اَزْوَاجِنَا﴾ (آیت:٧٤) فِيْ طَاعَةِ اللّٰهِ وَمَا شَيْءٌ اَقَرَّ لِعَيْنِ الْمُؤْمِنِ اَنْ يَّرٰى حَبِيْبَهُ فِيْ طَاعَةِ اللّٰهِ" ...... ہم کو ہماری بیویوں اور اولاد سے ایسے افراد عطا کر جو ہماری آنکھوں کی ٹھنڈک ہو یعنی ہمیں ایسی بیویاں اور اولاد عطا فرما جو اللہ کی اطاعت کریں، مومن کی آنکھوں کو اس سے زیادہ کوئی چیز ٹھنڈی کرنے والی نہیں کہ اپنے محبوب کو اللہ کی اطاعت میں دیکھے "وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ ﴿ثُبُوْرًا﴾ (آیت:١٣) وَيْلًا وَقَالَ غَيْرُهُ السَّعِيْرُ مُذَكَّرٌ وَالتَّسَعُّرُ وَالْاِضْطِرَامُ التَّوَقُّدُ الشَّدِيْدُ" ...... "سعیر" کے معنی بھڑکنے والی آگ یہ مذکر ہے "تسعر" اور "اضطرام" کے معنی سخت بھڑکنا ہے ﴿تُمْلٰى عَلَيْهِ﴾ (آیت:٥) تُقْرَاُ عَلَيْهِ مِنْ اَمْلَيْتُ وَاَمْلَلْتُ ...... اس پر پڑھی جائے یہ "اَمْلَيْتُ" اور "اَمْلَلْتُ" سے ہے "تُمْلٰى اَمْلَيْتُ" کا واحد مؤنث حاضر مضارع مجہول ہے "اَمْلَلْتُ" اسی کے ہم معنی ہے۔ یہ مراد نہیں کہ "تُمْلٰى" بھی "اَمْلَلْتُ" سے بنا ہے ﴿الرَّسِّ﴾ (آیت:٣٨) اَلْمَعْدِنُ جَمْعُهُ رِسَاسٌ ...... کان، اس کی جمع "رساس" ہے ﴿مَايَعْبَأُ﴾ (آیت:٧٧) يُقَالُ مَا عَبَاْتُ بِهِ شَيْئًا لَا يُعْتَدُّ بِهِ ...... جس کی کچھ قدر نہیں ﴿غَرَامًا﴾ (آیت:٦٥) هَلَاكًا وَقَالَ مُجَاهِدٌ ﴿وَعَتَوْا﴾ (آیت:٢١) طَغَوْا ...... انہوں نے سرکشی کی "وَقَالَ ابْنُ عُيَيْنَةَ ﴿عَاتِيَةٍ﴾ (الحاقۃ:٦) عَتَتْ عَنِ الْخُزَّانِ" ...... اور ابن عیینہ نے کہا: "عاتیۃ" وہ ہوا جو خازنوں کے قابو سے باہر ہو گئی، تیز آندھی۔

بَابٌ [الفرقان: ٣٤ کی تفسیر]

قَوْلِهٖ ﴿اَلَّذِيْنَ يُحْشَرُوْنَ عَلٰى وُجُوْهِهِمْ اِلٰى جَهَنَّمَ اُولٰٓئِكَ شَرٌّ مَّكَانًا وَّاَضَلُّ سَبِيْلًا ۝﴾ (آیت: ٣٤)۔ (ص ٧٠٠)

اللہ عزوجل کے اس ارشاد کی تفسیر: وہ لوگ جو منہ کے بل جہنم کی طرف ہانکے جائیں گے ان کا ٹھکانہ سب سے برا اور سب سے زیادہ گم راہ ہیں ۝

٢٢٩٦ - حَدَّثَنَا اَنَسُ بْنُ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَجُلًا قَالَ يَا نَبِيَّ اللّٰهِ كَيْفَ يُحْشَرُ الْكَافِرُ عَلٰى وَجْهِهٖ يَوْمَ الْقِيَامَةِ قَالَ اَلَيْسَ الَّذِيْ اَمْشَاهُ عَلَى الرِّجْلَيْنِ فِي

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی کہ ایک شخص نے عرض کیا: اے اللہ کے نبی! کافر قیامت کے دن منہ کے بل کیسے چلایا جائے گا؟ فرمایا: کیا جس ذات نے اس کو دنیا میں دو

الدُّنْيَا قَادِرًا عَلٰى اَنْ يُّمْشِيَهٗ عَلٰى وَجْهِهٖ يَوْمَ الْقِيَامَةِ قَالَ قَتَادَةُ بَلٰى وَعِزَّةِ رَبِّنَا. (بخاری۔ کتاب الرقاق۔ باب: کیف الحشر ص٩٦٦، مسلم۔ کتاب التوبہ، نسائی۔ کتاب التفسیر)

پاؤں پر چلایا وہ اس پر قادر نہیں کہ قیامت کے دن اس کو منہ کے بل چلائے، قتادہ نے کہا: ہاں! ضرور ہمارے رب کی عزت کی قسم! (یعنی وہ ضرور اس پر قادر ہے)۔

سُوْرَةُ الشُّعَرَآءِ (ص٧٠٢)

یہ سورت مکی ہے، اس میں دو سو ستائیس آیتیں ہیں۔

"وَقَالَ مُجَاهِدٌ ﴿تَعْبَثُوْنَ﴾ (آیت:١٢٨) تَبْنُوْنَ" ...... بناتے ہو ﴿هَضِيْمٌ﴾ (آیت:١٤٨) يَتَفَتَّتُ اِذَا مُسَّ ...... چھونے سے ریزہ ریزہ ہو جائے "مُسَحَّرِيْنَ الْمَسْحُوْرِيْنَ" ...... جن پر جادو کر دیا گیا ہو ﴿لَيْكَةُ﴾ (آیت:١٨٦) وَالْاَيْكَةُ جَمْعُ اَيْكَةٍ وَهِيَ جَمْعُ شَجَرٍ ...... درختوں کا جھنڈ، جنگل ﴿يَوْمِ الظُّلَّةِ﴾ (آیت:١٨٩) اِظْلَالُ الْعَذَابِ اِيَّاهُمْ ...... جس دن ان پر عذاب کا سایہ ہوگا ﴿مَوْزُوْنٍ﴾ (الحجر:١٩) مَعْلُوْمٍ ﴿كَالطَّوْدِ﴾ (آیت:٦٣) اَلْجَبَلِ ...... پہاڑ کی مثل ﴿لَشِرْذِمَةٌ﴾ (آیت:٥٤) طَائِفَةٌ قَلِيْلَةٌ ...... چھوٹا گروہ ﴿فِي السَّاجِدِيْنَ﴾ (آیت:٢١٩) اَلْمُصَلِّيْنَ ...... نماز پڑھنے والوں میں "قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ ﴿لَعَلَّكُمْ تَخْلُدُوْنَ﴾ (آیت:١٢٩) كَاَنَّكُمْ" ...... جیسے تم اس میں ہمیشہ رہو گے "اَلرِّيْعُ الْاَيْفَاعُ مِنَ الْاَرْضِ وَجَمْعُهٗ رِيَعَةٌ وَّاَرْيَاعٌ وَّاحِدُ الرِّيْعَةِ ...... ٹیلہ ﴿مَصَانِعَ﴾ (آیت:١٢٩) كُلُّ بِنَاءٍ فَهُوَ مَصْنَعَةٌ" ...... محل ﴿فَرِهِيْنَ﴾ (آیت:١٤٩) مَرِحِيْنَ ﴿فَارِهِيْنَ﴾ بِمَعْنَاهُ وَيُقَالُ ﴿فَارِهِيْنَ﴾ حَاذِقِيْنَ ...... "فرهين" کے معنی: اتراتے ہوئے، اور کچھ لوگوں نے کہا: "فارهين" کے معنی ماہرین کے ہیں ﴿تَعْثَوْا﴾ (آیت:١٨٣) اَشَدُّ الْفَسَادِ عَاثَ يَعِيْثُ عَيْثًا ...... بہت فساد مچاتے ہو "عیث" کے معنی: سخت فساد مچانا، یہ افادہ فرمایا کہ "عَاثَ" معتل العین "عَثِيٌّ" معتل اللام ہم معنی ہیں، یہ مراد نہیں کہ "تعثوا عاث" سے مشتق ہے ﴿اَلْجِبِلَّةَ﴾ (آیت:١٨٤) اَلْخَلْقُ جُبِلَ خُلِقَ وَمِنْهُ جُبُلًا وَّجِبِلًا وَّجُبْلًا يَعْنِي الْخَلْقَ ...... سرشت، مخلوق "جُبل" کے معنی خلق کے ہیں۔

سُوْرَةُ النَّمْلِ (ص٧٠٢)

یہ مکی ہے، اس میں ترانوے آیتیں ہیں۔

﴿اَلْخَبْءَ﴾ (آیت:٢٥) مَاخَبَاْتَ ...... جس کو تو چھپائے ﴿لَاقِبَلَ﴾ (آیت:٣٧) لَاطَاقَةَ ...... انہیں طاقت نہیں ﴿الصَّرْحَ﴾ (آیت:٤٤) كُلُّ مِلَاطٍ اتُّخِذَ مِنَ الْقَوَارِيْرِ وَالصَّرْحُ ...... وہ گارا جو شیشہ ملا کر تیار کیا گیا ہو، اور محل، اس کی جمع "صروح" ہے "وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ ﴿وَلَهَا عَرْشٌ عَظِيْمٌ﴾ (آیت:٢٣) سَرِيْرٌ كَرِيْمٌ حُسْنُ الصَّنْعَةِ وَغَلَاءُ الثَّمَنِ" ...... بھاری تخت، اچھی کاریگری کا، بیش قیمت ﴿مُسْلِمِيْنَ﴾ (آیت:٣٨) طَائِعِيْنَ ...... تابع دار ہو کر ﴿رَدِفَ﴾ (آیت:٧٢) اِقْتَرَبَ ...... قریب ہوا ﴿جَامِدَةً﴾ (آیت:٨٨) قَائِمَةً ...... ٹھہرا ہوا ﴿اَوْزِعْنِيْ﴾ (آیت:١٩) اِجْعَلْنِيْ ...... مجھ کو بنا دے "وَقَالَ مُجَاهِدٌ ﴿نَكِّرُوْا﴾ (آیت:٤١) غَيِّرُوْا" ...... بدل ڈالو ﴿وَاُوْتِيْنَا الْعِلْمَ﴾ (آیت:٤٢) يَقُوْلُهٗ سُلَيْمَانُ ...... سلیمان علیہ السلام نے فرمایا: مجھے پہلے ہی سے علم دیا گیا "اَلصَّرْحُ بِرْكَةُ مَاءٍ ضَرَبَ عَلَيْهَا سُلَيْمَانُ قَوَارِيْرَ اَلْبَسَهَا اِيَّاهُ" ...... "صرح" کے معنی: پانی کا حوض جس پر سلیمان علیہ السلام نے شیشہ چڑھا دیا تھا۔

سُوْرَةُ الْقَصَصِ (ص٧٠٢)

یہ سورت مکی ہے اور اس میں اٹھاسی آیتیں ہیں۔

يُقَالُ ﴿اِلَّا وَجْهَهٗ﴾ (آیت:٨٨) اِلَّا مُلْكَهٗ وَيُقَالُ اِلَّا مَا اُرِيْدَ بِهٖ وَجْهُ اللّٰهِ ...... یعنی اس کا ملک اور بعض لوگوں نے کہا: وہ

جس سے اللہ کی خوشنودی مقصود ہو" وَقَالَ مُجَاهِدٌ ﴿فَعَمِيَتْ عَلَيْهِمُ الْأَنْبَاءُ﴾ (آیت:٦٦) اَلْحُجَجُ"......ان پر خبریں اندھی ہو جائیں گی یعنی دلیلیں "انباء" سے مراد دلیلیں ہیں "قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ ﴿أُولِي الْقُوَّةِ﴾ (آیت:٧٦) لَا يَرْفَعُهَا الْعُصْبَةُ مِنَ الرِّجَالِ"......قارون کے خزانوں کی کنجیاں طاقتور مردوں کی ایک جماعت اٹھا نہیں پاتی تھی ﴿لَتَنُوْءُ﴾ (آیت:٧٦) لَتُثْقِلُ...... بھاری پڑتی تھیں ﴿فَارِغًا﴾ (آیت:١٠) إِلَّا مِنْ ذِكْرِ مُوْسٰى...... حضرت موسیٰ علیہ السلام کی یاد کے علاوہ ان کی والدہ کے دل میں اور کوئی خیال نہیں رہتا ﴿الْفَرِحِيْنَ﴾ (آیت:٧٦) اَلْمَرِحِيْنَ...... اتراتے ہوئے ﴿قُصِّيْهِ﴾ (آیت:١١) اِتَّبِعِي أَثَرَهُ وَقَدْ يَكُوْنُ أَنْ يَقُصَّ الْكَلَامَ...... اس کے نشانِ قدم کا پیچھا کرو اور کبھی بات کرنے کے معنی میں بھی آتا ہے ﴿نَحْنُ نَقُصُّ عَلَيْكَ﴾ (یوسف:٣) ﴿عَنْ جُنُبٍ﴾ (آیت:١١) عَنْ بُعْدٍ عَنْ جَنَابَةٍ وَّاحِدٌ وَعَنِ اجْتِنَابٍ أَيْضًا...... دور سے ﴿يَبْطِشَ﴾ (آیت:١٩) وَيَبْطُشُ ﴿يَأْتَمِرُوْنَ﴾ (آیت:٢٠) يَتَشَاوَرُوْنَ......آپس میں مشورہ کرتے تھے "الْعُدْوَانُ وَالْعَدَاءُ وَالتَّعَدِّيْ وَاحِدٌ"...... ان سب کا معنی ایک ہے: حد سے آگے بڑھنا ﴿آنَسَ﴾ (آیت:٢٩) أَبْصَرَ...... دیکھا "اَلْجِذْوَةُ قِطْعَةٌ غَلِيْظَةٌ مِنَ الْخَشَبِ لَيْسَ فِيهَا لَهَبٌ وَّالشِّهَابُ فِيْهِ لَهَبٌ"...... دبیز آگ کا انگارہ جس میں لپٹ نہ ہو، شہاب اس انگارہ کو کہتے ہیں جس میں لپٹ ہو "وَالْحَيَّاتُ أَجْنَاسٌ اَلْجَانُّ وَالْأَفَاعِيْ وَالْأَسَاوِدُ"...... قسم قسم کے سانپ ﴿رِدْأً﴾ مُعِيْنًا...... مددگار...... قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ ﴿يُصَدِّقُنِيْ﴾ (آیت:٣٤)...... حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: جو میری تصدیق کرے "وَقَالَ غَيْرُهُ ﴿سَنَشُدُّ﴾ (آیت:٣٥) سَنُعِيْنُكَ كُلَّمَا عَزَّزْتَ شَيْئًا فَقَدْ جَعَلْتَ لَهُ عَضُدًا"......ہم تجھے قوت دیں گے جب تو کسی کی مدد کرے تو اس کے لیے بازو ہو گیا ﴿مَقْبُوْحِيْنَ﴾ (آیت:٤٢) مُهْلَكِيْنَ...... ہلاک کئے ہوئے ﴿وَصَّلْنَا﴾ (آیت:٥١) بَيَّنَّاهُ وَأَتْمَمْنَاهُ......ہم نے اس کو بیان کر دیا اور پورا کر دیا ﴿يُجْبٰى﴾ (آیت:٥٧) يُجْلَبُ...... نفع حاصل کرتا ہے ﴿بَطِرَتْ﴾ (آیت:٥٨) أَشِرَتْ...... اترا گیا ﴿فِيْ أُمِّهَا رَسُوْلًا﴾ (آیت:٥٩)......اس کی مرکزی بستی میں رسول بھیجتے ہیں "أُمُّ الْقُرٰى مَكَّةُ وَمَا حَوْلَهَا"......"ام القرٰی" مکہ اور اس کے ارد گرد کو کہتے ہیں ﴿تُكِنُّ﴾ (آیت:٦٩) تُخْفِيْ أَكْنَنْتُ الشَّيْءَ أَخْفَيْتُهُ وَكَنَنْتُهُ أَخْفَيْتُهُ وَأَظْهَرْتُهُ......"تُكِنُّ" کے معنی تو چھپاتا ہے "أَكْنَنْتُ الشَّيْءَ" کے معنی ہیں: میں نے اس کو چھپایا، یہ "أَضْدَادٌ" میں سے ہے، اس کے معنی چھپانے کے بھی ہیں اور ظاہر کرنے کے بھی ہیں ﴿وَيْكَأَنَّ اللّٰهَ﴾ (آیت:٨٢) مِثْلُ أَلَمْ تَرَ أَنَّ اللّٰهَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَاءُ وَيَقْدِرُ يُوَسِّعُ عَلَيْهِ وَيُضَيِّقُ عَلَيْهِ...... "وَيْكَ"، "أَلَمْ تَرَ" کے معنی میں ہے، یعنی کیا تو نے نہیں دیکھا کہ اللہ جس پر چاہتا ہے رزق وسیع کرتا ہے اور جس پر چاہتا ہے تنگ کرتا ہے۔

بَابٌ [القصص:٨٥ کی تفسیر]

قَوْلِهٖ ﴿إِنَّ الَّذِيْ فَرَضَ عَلَيْكَ الْقُرْاٰنَ﴾ (آیت: ٨٥) اَلْاٰيَةَ — اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی تفسیر: بے شک جس نے تم پر قرآن فرض کیا۔

٢٢٩٧- عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ ﴿لَرَادُّكَ إِلٰى مَعَادٍ﴾ (آیت:٨٥) قَالَ إِلٰى مَكَّةَ. — حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا: "لرادك الى معاد" سے مراد یہ ہے کہ تم کو پھر مکہ لوٹائے گا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی اس تفسیر کا مطلب یہ ہے کہ اس وقت آپ بحکم الٰہی مکہ معظمہ سے ہجرت کر رہے ہیں مگر ایک دن ایسا آئے گا کہ آپ پھر مکہ معظمہ پلٹ آئیں گے۔ اس سے مراد یا تو عمرۃ القضاء میں واپسی ہے یا فتح مکہ کے دن۔ عمرۃ القضاء کے موقع پر واپسی عارضی تھی وہاں کفار کا تسلط تھا۔ تین یوم سے زیادہ نہیں رک پائے مگر فتح مکہ کے موقع پر واپسی حاکمانہ تھی۔ مکہ زیر نگیں تھا، مطیع

تھا' حضور اقدس ﷺ کا حکم وہاں نافذ تھا۔ چاہتے تو وہاں مستقل بود و باش اختیار فرمالیتے' مگر اپنے اختیار سے مکہ معظمہ میں سکونت اختیار نہیں فرمائی۔

سُوْرَۃُ الْعَنْکَبُوْتِ (ص ۷۰۳)

یہ سورت مکی ہے' اس میں انہتر آیتیں ہیں۔

"قَالَ مُجَاهِدٌ ﴿وَكَانُوْا مُسْتَبْصِرِيْنَ﴾ (آیت:۳۸) ضَلَلَةً"...... انہیں گم راہی سوجھتی ہے ﴿وَلَيَعْلَمَنَّ اللّٰهُ﴾ (آیت: ۱۱) عَلِمَ اللّٰهُ ذٰلِكَ إِنَّمَا هِيَ بِمَنْزِلَةِ فَلْيَمِيْزَ اللّٰهُ كَقَوْلِهِ ﴿لِيَمِيْزَ اللّٰهُ الْخَبِيْثَ﴾ (الانفال:۷۳)...... یہاں علم سے مراد تمیز پیدا کرنا' علیحدہ کر دینا ہے' جیسا کہ آیت کریمہ "تاکہ اللہ خبیث کو طیب سے جدا کر دے" ﴿اَثْقَالًا مَّعَ اَثْقَالِهِمْ﴾ (آیت:۱۳) اَوْزَارًا مَّعَ اَوْزَارِهِمْ...... بوجھ پر بوجھ۔

سُوْرَۃُ الرُّوْمِ ﴿الٓمّٓ غُلِبَتِ الرُّوْمُ﴾ (ص ۷۰۳)

یہ سورت مکی ہے' اس میں ساٹھ آیتیں ہیں' روم دو ہیں' ایک روم بن نطی بن لونان بن یافث اور دوسرا روم بن عیص بن اسحاق علیہ السلام۔ یہاں اس کے ملک کے باشندے مراد ہیں۔ روم بن عیص کے نام پر ان تمام مقبوضات کا نام پڑ گیا جو اس کے حدود سلطنت میں تھے۔

[بعثت کے وقت روم و ایران کی خون ریز جنگ]

حضور اقدس ﷺ کی بعثت کے وقت روم اور ایران میں بڑی خون ریز جنگ چھڑ گئی تھی۔ ایرانی سپہ سالار رستم نے رومیوں کے ایشیاء کو چک کے تمام مقبوضات کو فتح کر کے رومی بادشاہ ہرقل کو سمندر پار دھکیل دیا تھا۔ رومیوں نے انتہائی ذلت کے ساتھ صلح کی پیش کش کی' لیکن مغرور ایرانی شہنشاہ خسرو نے ٹھکرا دیا' اور یہ کہا: مجھے یہ سب نہیں چاہیے' زنجیروں میں جکڑا ہو ہرقل چاہیے جو میرے پاس آکر سورج دیوتا کو سجدہ کرے۔ اس پر ہرقل کو غیرت آئی' اس نے اپنی پوری قوت جمع کر کے ایرانیوں پر حملہ کیا اور انہیں دھکیلتا گیا اور اپنے سارے مقبوضات واپس لے کر ایرانیوں کو اپنی حدود میں دھکیل دیا۔ جب ایرانی رومیوں پر غالب آئے تو مکہ کے مشرکین بہت خوش ہوئے۔ شرک میں اتحاد کی وجہ سے مشرکین ایرانیوں کے حامی تھے' اور مسلمانوں کا ایک گونہ رجحان رومیوں کی طرف تھا اہل کتاب ہونے کی وجہ سے۔ مشرکین نے کہا: جیسے ہمارے بھائی تمہارے بھائی پر غالب آئے ہیں ایسے ہی اگر ہمارے تمہارے درمیان جنگ ہوگی تو ہم تم پر غالب آجائیں گے۔ اس سے مسلمان دل شکستہ تھے۔ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کی دلجمعی کے لیے یہ سورۃ نازل فرمائی۔

[جس دن بدر میں مسلمانوں کو فتح حاصل ہوئی' اسی دن یہ اطلاع ملی کہ رومی ایرانیوں پر غالب آگئے]

رومی مغلوب ہوئے پاس کی زمین میں اور اپنی مغلوبی کے بعد عنقریب غالب ہوں گے چند برس میں' جب یہ آیات نازل ہوئیں تو حضرت صدیق اکبر نے مشرکین کو سنائیں' بات بڑھی اور سو اونٹوں کی شرط لگی۔ مشرکین نے کہا: میعاد مقرر کرو۔

بالآخر جس دن بدر کے میدان میں مسلمانوں کو مشرکین پر فتح حاصل ہوئی اسی دن یہ اطلاع بھی ملی کہ ہرقل ایرانیوں پر غالب آگیا ہے۔ ابی بن خلف تو جنگ بدر میں مارا گیا۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اس کی اولاد سے شرط کے سو اونٹ وصول کیے اور حضور اقدس ﷺ کے حکم سے صدقہ کر دیے۔ یہ شرط حقیقت میں جوا تھا مگر اس وقت تک جوئے کی حرمت نازل نہیں ہوئی تھی۔ نیز مکہ

والے حربی تھے اس لیے اس مال کے لینے میں کوئی حرج نہیں تھا۔

﴿فَلَا يَرْبُوا﴾ (آیت:۳۹) مَنْ اَعْطٰى يَبْتَغِيْ اَفْضَلَ فَلَا اَجْرَ لَهٗ فِيْهَا...... جو اس لیے دے کہ اسے عوض میں اس سے زیادہ ملے اسے اجر نہیں ''قَالَ مُجَاهِدٌ ﴿يُحْبَرُوْنَ﴾ (آیت:۱۵) يُنَعَّمُوْنَ'' ...... نعمت دیئے جائیں ﴿يَمْهَدُوْنَ﴾ (آیت:٤٤) يُسَوُّوْنَ الْمَضَاجِعَ...... اپنے لیے بستر ٹھیک کرتے ہیں ﴿الْوَدْقُ﴾ (آیت:٤٨) اَلْمَطَرُ...... بارش ''قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ ﴿هَلْ لَّكُمْ مِّمَّا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ﴾ (آیت:۲۸) فِي الْاٰلِهَةِ وَفِيْهِ ﴿تَخَافُوْنَهُمْ﴾ (آیت:۲۸) اَنْ يَّرِثُوْكُمْ كَمَا يَرِثُ بَعْضُكُمْ بَعْضًا ''...... حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ آیت کریمہ: ''هَلْ لَّكُمْ مِّمَّا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ مِّنْ شُرَكَآءَ'' (الروم:۲۸) معبودان باطل کے بارے میں نازل ہوئی اور ان کے بارے میں تم ڈرتے ہو کہ کہیں وہ تمہارے وارث نہ ہوں جیسے تم میں بعض بعض کا وارث ہوتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ جیسے تم اپنے غلاموں کو اپنے اموال کا شریک ہونا پسند نہیں کرتے کہ وہ تمہاری ملکیت میں برابر کے ساجھیدار ہوں اسی طرح اللہ تعالیٰ یہ کیسے پسند فرمائے گا کہ اس کی مخلوق اور اس کے مملوک خدائی میں اس کے شریک ہوں؟ ﴿يَصَّدَّعُوْنَ﴾ (آیت:٤٣) يَتَفَرَّقُوْنَ ﴿فَاصْدَعْ﴾ (الحجر:٩٤)...... جدا جدا ہو جائیں گے' اسی سے ''فَاصْدَعْ'' ہے کھلم کھلا بیان فرمایئے ''وَقَالَ غَيْرُهٗ ﴿ضُعْفٌ﴾ (آیت:٥٤) وَضَعْفٌ لُغَتَانِ''...... کمزوری' ضاد کے ضمہ وفتحہ دونوں کے ساتھ ہے ''وَقَالَ مُجَاهِدٌ ﴿السُّوْاٰى﴾ (آیت:۱۰) اَلْاِسَاءَةُ جَزَاءُ الْمُسِيْئِيْنَ''...... برائی کا بدلہ۔

سُوْرَةُ تَنْزِيْلِ السَّجْدَةِ (ص ۷۰۴)

یہ سورت مکی ہے اور اس میں تیس آیتیں ہیں۔

''وَقَالَ مُجَاهِدٌ ﴿مَهِيْنٍ﴾ (آیت:۸) ضَعِيْفٍ نُطْفَةُ الرَّجُلِ''...... بے قدر برا مرد کا نطفہ ہے ﴿ضَلَلْنَا﴾ (آیت:۱۰) هَلَكْنَا...... ہم نے ان کو ہلاک کیا' وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ ﴿الْجُرُزِ﴾ (آیت:۲۷) اَلَّتِيْ لَا تُمْطَرُ اِلَّا مَطَرًا لَّا يُغْنِيْ عَنْهَا شَيْئًا''...... وہ بادل جو برسے نہیں یا اتنی بارش برسے جو بے فائدہ ہو ﴿يَهْدِ﴾ (آیت:۲٦) يُبَيِّنُ...... ہم واضح کر دیتے ہیں۔

سُوْرَةُ الْاَحْزَابِ (ص ۷۰۴)

یہ سورت مدنی ہے' اور اس میں تہتر آیتیں ہیں۔

''وَقَالَ مُجَاهِدٌ ﴿صَيَاصِيْهِمْ﴾ (آیت:۲٦) قُصُوْرِهِمْ''...... ان کے محلوں سے۔

بَابٌ [الاحزاب:۵ کی تفسیر]

قَوْلِهٖ ﴿اُدْعُوْهُمْ لِاٰبَآئِهِمْ﴾ (آیت:۵). اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی تفسیر: متبنّٰی کو ان کے حقیقی باپ کی طرف نسبت کر کے پکارو۔

۲۲۹۸- ح: [مَا كَانَ الْمُتَبَنّٰى الْاِبْنُ] متبنّٰی بیٹا نہیں

۲۲۹۸- حَدَّثَنِيْ سَالِمٌ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّ زَيْدَ بْنَ حَارِثَةَ مَوْلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا كُنَّا نَدْعُوْهُ اِلَّا زَيْدَ ابْنَ مُحَمَّدٍ حَتّٰى نَزَلَ الْقُرْاٰنُ ﴿اُدْعُوْهُمْ لِاٰبَآئِهِمْ هُوَ اَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰهِ﴾

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ہم لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آزاد کردہ غلام حضرت زید بن حارثہ کو زید بن محمد کہہ کر پکارتے تھے یہاں تک کہ یہ آیت کریمہ نازل ہوئی: انہیں ان کے باپوں کی طرف نسبت کر کے پکارو یہ اللہ کے نزدیک زیادہ

(الاحزاب:۵)۔ (مسلم۔ کتاب الفضائل' ترمذی۔ کتاب التفسیر' کتاب المناقب' نسائی۔ کتاب التفسیر) ٹھیک ہے۔

زمانۂ جاہلیت کا دستور تھا کہ جب کوئی شخص کسی بچے کو گود لیتا' یعنی متبنیٰ بناتا تو بچہ اس کی طرف منسوب ہوتا اور اس کی میراث پاتا۔ اسی قاعدہ کے مطابق حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو بھی زید بن محمد کہتے تھے۔ جب یہ آیت کریمہ نازل ہوئی تو دونوں باتیں ختم ہو گئیں۔

بَابٌ [الاحزاب:۲۳ کی تفسیر]

قَوْلِهٖ ﴿فَمِنْهُمْ مَّنْ قَضٰى نَحْبَهٗ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّنْتَظِرُ وَمَا بَدَّلُوْا تَبْدِيْلًا۝﴾ (آیت:۲۳)۔ (ص۷۰۵)

اللہ عزوجل کے اس ارشاد کی تفسیر: ان میں سے کچھ لوگوں نے اپنی منت پوری کر لی اور کچھ لوگ انتظار کر رہے ہیں اور وہ ذرا نہ بدلے۝

﴿نَحْبَهٗ﴾ عَهْدَهٗ ﴿اَقْطَارِهَا﴾ (آیت:۱۴) جَوَانِبُهَا...... اس کے کنارے ﴿الْفِتْنَةَ لَاٰتَوْهَا﴾ (آیت:۱۴) لَاَعْطَوْهَا...... فتنے میں پڑتے۔

بَابٌ [الاحزاب:۲۸ کی تفسیر]

قَوْلِهٖ ﴿قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ اِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَزِيْنَتَهَا فَتَعَالَيْنَ اُمَتِّعْكُنَّ وَاُسَرِّحْكُنَّ سَرَاحًا جَمِيْلًا۝﴾ (آیت:۲۸)۔ (ص۷۰۵)

اللہ عزوجل کے اس ارشاد کی تفسیر: اپنی بیویوں سے فرما دو: اگر تم دنیا کی زندگی اور اس کی آرائش چاہتی ہو تو آؤ میں تمہیں مال دوں اور اچھی طرح چھوڑ دوں۝

''اَلتَّبَرُّجُ اَنْ تُخْرِجَ مَحَاسِنَهَا''...... اپنی آرائشوں کو ظاہر کرو ﴿سُنَّةَ اللّٰهِ﴾ (آیت:۲۶) اِسْتَنَّهَا جَعَلَهَا...... جسے اللہ تعالیٰ نے اپنا طریقہ مقرر فرما لیا۔

بَابٌ [الاحزاب:۳۷ کی تفسیر]

قَوْلِهٖ ﴿وَتُخْفِيْ فِيْ نَفْسِكَ مَا اللّٰهُ مُبْدِيْهِ وَتَخْشَى النَّاسَ وَاللّٰهُ اَحَقُّ اَنْ تَخْشَاهُ﴾ (آیت:۳۷)۔ (ص۷۰۵)

اللہ عزوجل کے اس ارشاد کی تفسیر: اور تم اپنے دل میں رکھتے تھے وہ جسے اللہ کو ظاہر کرنا منظور تھا اور تمہیں لوگوں کے طعنہ کا اندیشہ تھا اور اللہ زیادہ سزاوار ہے کہ اس کا خوف رکھو۔

۲۲۹۹- عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ هٰذِهِ الْاٰيَةَ ﴿وَتُخْفِيْ فِيْ نَفْسِكَ مَا اللّٰهُ مُبْدِيْهِ﴾ نَزَلَتْ فِيْ شَاْنِ زَيْنَبَ ابْنَةِ جَحْشٍ وَّزَيْدِ بْنِ حَارِثَةَ.

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آیت کریمہ ''وتخفی فی نفسك ما الله مبديه'' حضرت زینب بنت جحش اور حضرت زید بن حارثہ کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔

(بخاری۔ کتاب التوحید۔ باب: کان عرشه علی الماء ص۱۱۰۱' ترمذی۔ کتاب التفسیر' نسائی۔ کتاب التفسیر)

قصہ یہ ہوا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زینب بنت جحش کا نکاح حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ سے کر دیا۔ حضرت زید بن حارثہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام تھے جنہیں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے آزاد کر دیا اور اپنا متبنیٰ بنا لیا تھا' اور حضرت زینب رضی اللہ عنہا بنی اسد کی چشم و چراغ تھیں' اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی امیمہ بنت عبدالمطلب کی صاحبزادی تھیں۔ دونوں میں نباہ نہ ہو سکا۔ نتیجہ یہ نکلا کہ حضرت زید نے حضرت زینب کو طلاق دے دی۔ اس سے حضرت زینب بہت دلگیر تھیں۔ ان کی دلداری کے لیے حضور اقدس

صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے نکاح کا ارادہ فرمایا لیکن اندیشہ یہ تھا کہ لوگ طعن کریں گے اس لیے کہ زمانۂ جاہلیت میں لوگ متبنّٰی کو حقیقی بیٹے کے مثل جانتے تھے اس لیے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو تردد تھا۔ اس آیت میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے اس تردد کو دور فرمایا گیا ہے۔

اُمّ المؤمنین حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کا نکاح اللہ تعالیٰ نے حضور کے ساتھ کیا تھا جس پر حضرت زینب دوسری ازواج مطہرات پر فخر کیا کرتی تھیں' فرماتی تھیں: تم لوگوں کا نکاح تمہارے اہل نے کیا ہے اور میرا نکاح اللہ نے ساتوں آسمانوں کے اوپر کیا ہے۔

بَابٌ — [الاحزاب:۵۱ کی تفسیر]

قَوْلِهِ ﴿تُرْجِيْ مَنْ تَشَاءُ مِنْهُنَّ وَ تُؤْوِيْٓ اِلَيْكَ مَنْ تَشَاءُ وَمَنِ ابْتَغَيْتَ مِمَّنْ عَزَلْتَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكَ﴾ (آیت:۵۱). (ص۷۰۶)

اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی تفسیر: پیچھے ہٹاؤ ان میں سے جسے چاہو اور پاس جگہ دو جسے چاہو اور جسے تم نے کنارے کر دیا تھا اسے تمہارا جی چاہے تو اس میں بھی تم پر کچھ گناہ نہیں۔

"قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ ﴿تُرْجِيْ﴾ تُؤَخِّرُ ﴿اَرْجِئْهُ﴾ (الاعراف:۱۱۱) اَخِّرْهُ"...... "ترجی" کا معنی ہے: اسے ہٹاؤ۔

۲۳۰۰- ح: [حَمِيَّةُ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا] — حضرت عائشہ کی غیرت

۲۳۰۰ - قَالَ هِشَامٌ حَدَّثَنَا عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ كُنْتُ اَغَارُ عَلَى اللَّاتِيْ وَهَبْنَ اَنْفُسَهُنَّ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَقُوْلُ اَتَهَبُ الْمَرْاَةُ نَفْسَهَا؟ فَلَمَّا اَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰى ﴿تُرْجِيْ مَنْ تَشَاءُ مِنْهُنَّ وَتُؤْوِيْٓ اِلَيْكَ مَنْ تَشَاءُ وَمَنِ ابْتَغَيْتَ مِمَّنْ عَزَلْتَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكَ﴾ قُلْتُ مَا اُرٰى رَبَّكَ اِلَّا يُسَارِعُ فِيْ هَوَاكَ.

اُمّ المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: میں ان عورتوں پر غیرت کرتی تھی جنہوں نے اپنے آپ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہبہ کر دیا تھا' اور میں کہتی: کیا عورت اپنے آپ کو ہبہ کر سکتی ہے؟ جب اللہ تعالیٰ نے آیت مذکورہ نازل فرمائی تو میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا: میں یہی دیکھتی ہوں کہ اللہ آپ کی خواہش پوری کرنے میں جلدی فرماتا ہے۔

(بخاری۔ کتاب النکاح۔ باب: هل المراة ان تهب نفسها لاحد ص۷۶۶' مسلم۔ کتاب النکاح' نسائی۔ کتاب النکاح عشرۃ النساء)

۲۳۰۱- ح: [مَا كَانَ اِسْتِلْزَامُ الْيَوْمِ فَرْضًا عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ] — رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر باری کی پابندی لازم نہیں تھی

۲۳۰۱ - عَنْ مُعَاذَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَسْتَاْذِنُ فِيْ يَوْمِ الْمَرْاَةِ مِنَّا بَعْدَ اَنْ اُنْزِلَتْ هٰذِهِ الْاٰيَةُ ﴿تُرْجِيْ مَنْ تَشَاءُ مِنْهُنَّ وَتُؤْوِيْٓ اِلَيْكَ مَنْ تَشَاءُ وَمَنِ ابْتَغَيْتَ مِمَّنْ عَزَلْتَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكَ﴾ (آیت:۵۱) فَقُلْتُ لَهَا مَا كُنْتِ تَقُوْلِيْنَ قَالَتْ كُنْتُ اَقُوْلُ لَهُ اِنْ كَانَ ذٰلِكَ اِلَيَّ فَاِنِّيْ لَا اُرِيْدُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَنْ اُوْثِرَ عَلَيْكَ اَحَدًا.

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم باری کے دن ہم سے اذن طلب فرماتے اس آیت کریمہ کے نازل ہونے کے بعد "ان میں سے جسے چاہو اپنے سے پیچھے کر دو اور اپنے قریب کرو جسے چاہو اور ان میں سے بھی جن سے تم نے علیحدگی اختیار کر لی ہے اگر کسی کو قریب کر لو تو آپ پر کوئی گناہ نہیں ہے"۔ معاذہ نے اُمّ المؤمنین سے پوچھا: اس وقت آپ کیا عرض کرتی تھیں؟ انہوں نے بتایا: میں عرض کرتی: اگر یہ میرے اختیار میں ہے تو میں یا رسول

اللہ! اسے پسند نہیں کرتی کہ آپ پر کسی کو ترجیح دوں۔ (مسلم۔ کتاب الطلاق۔ ابوداؤد۔ کتاب النکاح' نسائی۔ کتاب النکاح عشرۃ النساء)

''کُنْتُ اُغَارُ'' متعدد عورتوں نے اپنے آپ کو حضور اقدس ﷺ کی خدمت میں پیش کیا کہ حضور ہمیں اپنی زوجیت میں رکھ لیں' وہ عورتیں یہ ہیں: خولہ بنت حکیم' ام شریک' فاطمہ بنت شریح' لیلہ بنت حطیم' میمونہ بنت الحارث۔ اسی کو اُمّ المومنین فرماتی ہیں کہ مجھے اس پر غیرت آئی لیکن جب آیت کریمہ ''تُرْجِیْ مَنْ تَشَاءُ مِنْهُنَّ'' نازل ہوئی تو میں نے یہ سمجھا کہ یہ حضور اقدس ﷺ کی شان محبوبیت کا اثر ہے' اور من جانب اللہ ہے۔

اس آیت سے ثابت ہوا کہ حضور ﷺ پر باری کی پابندی واجب نہیں تھی۔ یہ دوسری بات ہے کہ حضور ﷺ نے اپنے کرم سے ازواجِ مطہرات کی باری مقرر فرمادی تھی اور اس کی پابندی بھی کرتے تھے۔

بَابٌ

[الاحزاب: ۵۳ کی تفسیر]

قَوْلِهٖ ﴿لَا تَدْخُلُوْا بُيُوْتَ النَّبِيِّ اِلَّآ اَنْ يُّؤْذَنَ لَكُمْ اِلٰى طَعَامٍ غَيْرَ نٰظِرِيْنَ اِنٰهُ وَلٰكِنْ اِذَا دُعِيْتُمْ فَادْخُلُوْا فَاِذَا طَعِمْتُمْ فَانْتَشِرُوْا وَلَا مُسْتَاْنِسِيْنَ لِحَدِيْثٍ اِنَّ ذٰلِكُمْ كَانَ يُؤْذِي النَّبِيَّ فَيَسْتَحْيٖ مِنْكُمْ وَاللّٰهُ لَا يَسْتَحْيٖ مِنَ الْحَقِّ وَاِذَا سَاَلْتُمُوْهُنَّ مَتَاعًا فَسْئَلُوْهُنَّ مِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ ذٰلِكُمْ اَطْهَرُ لِقُلُوْبِكُمْ وَقُلُوْبِهِنَّ وَمَا كَانَ لَكُمْ اَنْ تُؤْذُوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَلَآ اَنْ تَنْكِحُوْٓا اَزْوَاجَهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖٓ اَبَدًا اِنَّ ذٰلِكُمْ كَانَ عِنْدَ اللّٰهِ عَظِيْمًا۝﴾ (آیت:۵۳)۔ (ص۷۰۶)

اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی تفسیر: اے ایمان والو! نبی کے گھروں میں نہ حاضر ہو جب تک اذن نہ پاؤ مثلاً کھانے کے لیے بلائے جاؤ نہ یوں کہ خود اس کے پکنے کی راہ تکو' ہاں! جب بلائے جاؤ تو حاضر ہو اور جب کھا چکو تو متفرق ہو جاؤ نہ یہ کہ بیٹھے باتوں میں دل بہلاؤ' بے شک اس میں نبی کو ایذا ہوتی تھی تو وہ تمہارا لحاظ فرماتے تھے اور اللہ حق فرمانے میں نہیں شرماتا اور جب تم ازواجِ مطہرات سے برتنے کی کوئی چیز مانگو تو پردے کے باہر مانگو' اس میں زیادہ ستھرائی ہے تمہارے دلوں اور ان کے دلوں کی' اور تمہیں نہیں پہنچتا کہ رسول اللہ کو ایذاء دو اور نہ یہ کہ ان کے بعد کبھی ان کی بیویوں سے نکاح کرو بے شک یہ اللہ کے نزدیک بڑی سخت بات ہے۝

''يُقَالُ اِنَاهُ اِدْرَاكُهٗ اَنٰى يَاْنِيْ اَنَاةً''..... ''اناہ'' کے معنی کھانا تیار ہونا' یہ ''ضرب یضرب'' سے آتا ہے' اس کا مصدر ''اَنَاة'' ہے ﴿لَعَلَّ السَّاعَةَ تَكُوْنُ قَرِيْبًا﴾ (آیت:۶۳) اِذَا وَصَفْتَ صِفَةَ الْمُؤَنَّثِ قُلْتَ قَرِيْبَةً وَاِذَا جَعَلْتَهٗ ظَرْفًا وَّبَدَلًا وَلَمْ تُرِدِ الصِّفَةَ نَزَعْتَ الْهَاءَ مِنَ الْمُؤَنَّثِ وَكَذٰلِكَ لَفْظُهَا فِي الْوَاحِدِ وَالْاِثْنَيْنِ وَ الْجَمِيْعِ لِلذَّكَرِ وَالْاُنْثٰى...... ''قریب'' کو جب تم مونث کی صفت ٹھہراؤ تو ''قریبۃً'' کہو گے' جب اس کو ظرف یا بدل بناؤ اور صفت کا ارادہ نہ کرو تو مونث سے ہاء نکال دو گے اور ایسے ہی اس کا لفظ واحد' تثنیہ' جمع مذکر اور مونث میں ہے۔ آیت مذکورہ میں بہ ظاہر ''قریباً'' کو مونث ہونا چاہیے' اس لیے کہ ''تکون'' کے اسم وخبر میں مطابقت ضروری ہے۔

امام بخاری اس کا جواب دیتے ہیں کہ ''قریب'' اگر کسی مونث کی صفت واقع ہو تو مونث لانا ضروری ہے اور اگر مونث کی صفت نہ ہو بلکہ کسی لفظ مونث کا ظرف یا بدل واقع ہو تو مونث نہیں لایا جائے گا' لیکن صحیح یہ ہے کہ یہ صحیح نہیں' اس لیے کہ آیت کریمہ میں ''قریباً'' نہ تو ظرف ہے نہ بدل۔ صحیح توجیہ یہ ہے کہ ''قریب''' ''فعیل'' کے وزن پر ہے اور معنی میں اسم مفعول کے ہے اور

"فعیل" جب معنی میں اسم مفعول کے ہوتا ہے تو اس میں مذکر و مونث برابر ہوتا ہے جیسے: "ان رحمة الله قريب من المحسنين"۔

٢٣٠٢- ح [قِصَّةُ وَلِيمَةِ زَيْنَبَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا]

حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے ولیمہ کا قصہ

٢٣٠٢- حَدَّثَنَا أَبُو مِجْلَزٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ لَمَّا تَزَوَّجَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ زَيْنَبَ ابْنَةَ جَحْشٍ دَعَا الْقَوْمَ فَطَعِمُوا ثُمَّ جَلَسُوا يَتَحَدَّثُونَ وَإِذَا هُوَ كَأَنَّهُ يَتَهَيَّأُ لِلْقِيَامِ فَلَمْ يَقُومُوا فَلَمَّا رَأَى ذَلِكَ قَامَ فَلَمَّا قَامَ قَامَ مَنْ قَامَ وَقَعَدَ ثَلَاثَةُ نَفَرٍ فَجَاءَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِيَدْخُلَ فَإِذَا الْقَوْمُ جُلُوسٌ ثُمَّ إِنَّهُمْ قَامُوا فَانْطَلَقْتُ فَجِئْتُ فَأَخْبَرْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُمْ قَدِ انْطَلَقُوا فَجَاءَ حَتَّى دَخَلَ فَذَهَبْتُ أَدْخُلُ فَأَلْقَى الْحِجَابَ بَيْنِي وَبَيْنَهُ فَأَنْزَلَ اللَّهُ ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَدْخُلُوا بُيُوتَ النَّبِيِّ﴾ (آیت:٥٣) الْآيَةَ.

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب زینب بنت جحش سے شادی کی تو قوم کو کھانے کے لیے بلایا۔ لوگوں نے کھایا، پھر بیٹھ کر باتیں کرنے لگے تو حضور نے ایسا ظاہر کیا کہ کھڑے ہونا چاہتے ہیں، پھر بھی وہ لوگ نہیں اٹھے۔ جب حضور نے یہ دیکھا تو کھڑے ہو گئے، جب حضور کھڑے ہو گئے تو کچھ لوگ کھڑے ہوئے اور تین شخص بیٹھے باتیں کرتے رہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اندر تشریف لے جانے کے ارادے سے واپس آئے تو دیکھا کہ لوگ بیٹھے ہوئے ہیں۔ اس کے بعد وہ لوگ اٹھ کر چلے گئے۔ میں نے جا کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر دی کہ وہ لوگ چلے گئے۔ اب حضور تشریف لائے اندر تشریف لے گئے۔ میں نے بھی اندر داخل ہونا چاہا تو حضور نے میرے اور اپنے درمیان پردہ لٹکا دیا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے آیت: "يايها الذين امنوا لا تدخلوا بيوت النبي" (اے ایمان والو! نبی کے گھروں میں حاضر نہ ہو جب تک اذن نہ پاؤ) نازل فرمائی۔

(بخاری۔ کتاب النکاح۔ باب: ص٧٧٤، باب: الهدية للعروس ص٧٧٥، باب: الوليمة حق ص٧٧٦، باب: الوليمة ولو بشاة ص٧٧٧، باب: من اولم على بعض نسائه اكثر من بعض ص٧٧٧، کتاب الاطعمہ۔ باب: قوله فاذا طعمتم فانتشروا ص٨٢١، کتاب الاستیذان۔ باب: اية الحجاب ص٩٢١، باب: من قام من مجلسه ص٩٢٨، کتاب التوحید۔ باب: و قام عرشه على الماء ص١١٠٤، مسلم۔ کتاب النکاح، نسائی۔ کتاب التفسیر)

٢٣٠٣- حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ صُهَيْبٍ عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ بُنِيَ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِزَيْنَبَ ابْنَةِ جَحْشٍ بِخُبْزٍ وَلَحْمٍ فَأُرْسِلْتُ عَلَى الطَّعَامِ دَاعِيًا فَيَجِيءُ قَوْمٌ فَيَأْكُلُونَ وَيَخْرُجُونَ ثُمَّ يَجِيءُ قَوْمٌ فَيَأْكُلُونَ وَيَخْرُجُونَ فَدَعَوْتُ حَتَّى مَا أَجِدُ أَحَدًا أَدْعُو فَقُلْتُ يَا نَبِيَّ اللَّهِ مَا أَجِدُ أَحَدًا أَدْعُوهُ قَالَ ارْفَعُوا طَعَامَكُمْ وَبَقِيَ ثَلَاثَةُ رَهْطٍ يَتَحَدَّثُونَ فِي الْبَيْتِ فَخَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے زینب بنت جحش کے ولیمہ کے لیے روٹی اور گوشت کا انتظام فرمایا اور مجھے کھانے کے لیے لوگوں کو بلانے کے واسطے بھیجا، لوگ آتے اور کھاتے اور چلے جاتے، پھر لوگ آتے اور کھا کر چلے جاتے، میں لوگوں کو بلاتا رہا یہاں تک کہ کوئی ایسا نہیں رہ گیا جسے بلاؤں۔ میں نے عرض کیا: یا نبی اللہ! میں کسی کو نہیں پاتا جسے بلاؤں۔ فرمایا: کھانا اٹھا دو۔ تین شخص گھر میں بیٹھے باتیں کرتے رہے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم حجرہ عائشہ کے پاس تشریف لے گئے اور فرمایا: اے اہل بیت! تم پر سلام ہو اور اللہ

وَسَلَّمَ فَانْطَلَقَ اِلٰى حُجْرَةِ عَائِشَةَ فَقَالَ السَّلَامُ عَلَيْكُمْ اَهْلَ الْبَيْتِ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ فَقَالَتْ وَعَلَيْكَ السَّلَامُ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ كَيْفَ وَجَدْتَّ اَهْلَكَ بَارَكَ اللّٰهُ لَكَ فَتَقَرّٰى حُجَرَ نِسَائِهٖ كُلِّهِنَّ يَقُوْلُ لَهُنَّ كَمَا يَقُوْلُ لِعَائِشَةَ وَيَقُلْنَ لَهٗ كَمَا قَالَتْ عَائِشَةُ ثُمَّ رَجَعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاِذَا ثَلَاثَةُ رَهْطٍ فِي الْبَيْتِ يَتَحَدَّثُوْنَ وَكَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَدِيْدَ الْحَيَاءِ فَخَرَجَ مُنْطَلِقًا نَحْوَ حُجْرَةِ عَائِشَةَ فَمَا اَدْرِيْ اَخْبَرْتُهٗ اَوْ اُخْبِرَ اَنَّ الْقَوْمَ خَرَجُوْا فَرَجَعَ حَتّٰى اِذَا وَضَعَ رِجْلَهٗ فِيْ اُسْكُفَّةِ الْبَابِ دَاخِلَةً وَّاُخْرٰى خَارِجَةً اَرْخَى السِّتْرَ بَيْنِيْ وَبَيْنَهٗ وَاُنْزِلَتْ اٰيَةُ الْحِجَابِ.

کی رحمت' انہوں نے عرض کیا: آپ پر بھی سلام عرض ہو اور اللہ کی رحمت' آپ نے اپنے اہل کو کیسا پایا اللہ آپ کو برکت دے۔ اس کے بعد اپنی تمام ازواج کے حجروں کے پاس باری باری تشریف لے جاتے' ان سے وہی فرماتے جو عائشہ سے فرمایا تھا اور وہ وہی عرض کرتیں جو حضرت عائشہ نے عرض کیا تھا۔ پھر نبی ﷺ لوٹ کر آئے تو دیکھا کہ اب بھی وہ تینوں آدمی بیٹھے باتیں کر رہے ہیں اور نبی ﷺ بہت حیاء فرمانے والے تھے۔ پھر حضور عائشہ کے حجرہ کی طرف چلے گئے' مجھے یاد نہیں میں نے حضور کو خبر دی یا کسی اور نے کہ وہ لوگ جا چکے۔ اب حضور لوٹے' اپنا ایک پاؤں دروازہ کی چوکھٹ کے اندر رکھا اور دوسرا باہر اور میرے اور اپنے درمیان پردہ لٹکا دیا' اور آیت حجاب نازل ہوئی۔

ام المومنین حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کے ولیمہ اور آیت حجاب کے نزول پر تفصیلی گفتگو جلد اول میں گزر چکی ہے اور ناظرین وہیں رجوع کریں۔ وہیں ہم نے دلائل سے ثابت کیا ہے کہ یہ واقعہ ۵ ھ کا ہے۔ (نزہۃ القاری۔ ج ۱ ص ۴۲۱-۴۲۳)

حضرت امام بخاری نے اس واقعہ کو تیرہ جگہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت سے ذکر فرمایا ہے۔ کہیں بہ طریق ابو مجلز' کہیں بہ طریق ابو قلابہ' کہیں بہ طریق عبد العزیز بن صہیب' کہیں بہ طریق حمید' کہیں بہ طریق ثابت۔ ہر روایت میں کچھ زیادتی اور کمی اور اجمال و تفصیل ہے۔

ولیمہ میں کیا کھانا تھا؟ یہاں عبد العزیز بن صہیب کی روایت میں ہے کہ روٹی اور گوشت تھا لیکن کتاب النکاح باب الولیمہ میں بہ طریق زہری جو روایت ہے اس میں یہ ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب نبی ﷺ مدینہ طیبہ تشریف لائے تو میں دس سال کا تھا۔ میری ماں پابندی کے ساتھ نبی ﷺ کی خدمت کا حکم دیتی تھیں۔ میں نے دس سال حضور اقدس ﷺ کی خدمت کی ہے۔ آپ کے وصال کے وقت بیس سال کا تھا' اس لیے حجاب کے بارے میں سب سے زیادہ مجھے علم ہے۔ میں خوب جانتا ہوں کہ حجاب کب اُترا۔ حضرت زینب بنت جحش کے ولیمہ کے موقع پر پہلے پہل آیت حجاب نازل ہوئی۔ قصہ یہ ہوا کہ حضرت زینب بنت جحش کے زفاف کی صبح کو حضور نے لوگوں کو ولیمہ پر بلایا۔

اور کتاب النکاح ہی میں باب "الولیمة ولو بشاة" میں بہ طریق انس جو روایت ہے اس میں یہ ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے نبی ﷺ کو کسی بیوی کا ولیمہ اتنا بڑا کرتے ہوئے نہیں دیکھا جتنا حضرت زینب بنت جحش پر کیا' ایک بکری کا ولیمہ کیا تھا' نیز اسی میں باب "الهدية للعروس" میں بہ طریق عثمان جو روایت ہے اس میں یہ ہے کہ نبی ﷺ نے حضرت زینب کے ساتھ شادی کی تو مجھے اُم سلیم نے کہا: کاش! ہم رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں کچھ ہدیہ پیش کریں' میں نے کہا: پیش کرو' تو انہوں نے کھجور' پنیر' گھی لیا' ان سب کا ہانڈی میں مالیدہ بنایا اور میرے ہاتھ حضور ﷺ کی خدمت میں بھیجا۔ حضور نے فرمایا: اسے رکھ دے' پھر کچھ لوگوں کا نام لے کر فرمایا کہ انہیں بلاؤ اور راستے میں جو مل جائے اسے بھی بلاؤ' میں نے ایسا ہی کیا' جب لوٹ کر آیا تو دیکھا کہ گھر لوگوں سے بھرا ہوا تھا۔ نبی ﷺ نے اپنے دست مبارک کو اس مالیدہ پر رکھا' پھر دس دس آدمی کو بلاتے جو اس میں سے کھاتے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے کہ اللہ کا نام لو اور ہر شخص اپنے قریب سے کھائے یہاں تک کہ سب لوگوں نے کھا لیا اور کھا کر چلے گئے۔ کچھ لوگ تو چلے گئے کچھ لوگ بیٹھے باتیں کرتے رہے۔ ان سب روایتوں پر نظر کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ولیمہ میں روٹی بھی تھی اور بکری کا گوشت بھی، اور حضرت اُم سلیم رضی اللہ عنہا کا نذر کیا ہوا مالیدہ بھی تھا۔

بَابٌ [الاحزاب: ۵٦ کی تفسیر]

قَوْلِهٖ ﴿اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا۝﴾ (آیت: ٥٦). (ص ٧٠٧)

اللہ عزوجل کے اس ارشاد کی تفسیر: بے شک اللہ اور اس کے فرشتے نبی پر درود بھیجتے ہیں، اے ایمان والو! تم بھی ان پر درود بھیجو اور خوب سلام بھیجو۝

[صلوٰۃ کے معنی]

قَالَ اَبُو الْعَالِيَةِ صَلٰوةُ اللّٰهِ ثَنَاءُهٗ عَلَيْهِ عِنْدَ الْمَلَائِكَةِ وَصَلٰوةُ الْمَلَائِكَةِ الدُّعَاءُ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ يُصَلُّوْنَ يُبَرِّكُوْنَ.

ابو العالیہ نے کہا: اللہ کی "صلٰوۃ" کا مطلب یہ ہے کہ وہ فرشتوں کے سامنے حضور کی تعریف کرتا ہے اور فرشتوں کی صلوٰۃ یہ ہے کہ وہ دعا کرتے ہیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: "یصلون" کے معنی یہ ہے کہ وہ دعائے برکت کرتے ہیں۔

﴿لَنُغْرِيَنَّكَ﴾ (آیت: ٦٠) لَنُسَلِّطَنَّكَ.

"لنغرينك" کا معنی ہے کہ ہم تم کو مسلط کر دیں گے۔

٢٣٠٤- عَنْ اَبِيْ سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ قُلْنَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ هٰذَا التَّسْلِيْمُ فَكَيْفَ نُصَلِّيْ عَلَيْكَ قَالَ قُوْلُوْا اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ عَبْدِكَ وَرَسُوْلِكَ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ وَبَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ.

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے کہا: یارسول اللہ! ہم حضور کو سلام کرنے کو جانتے ہیں، حضور پر درود کیسے پڑھیں؟ فرمایا: کہو: اے اللہ! درود بھیج محمد اپنے بندہ اور رسول پر جیسا کہ تو نے درود بھیجا آلِ ابراہیم پر، اور برکت دے محمد اور آلِ محمد کو جیسے تو نے برکت دی ابراہیم کو۔

(بخاری۔ کتاب الدعوات۔ باب: الصلوٰۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم ص ٩٤٠)

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کے سوال کا مقصد یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں حکم دیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجو اور خوب خوب سلام بھیجو تو سلام تو ہم بھیجنا جانتے ہیں کہ کیسے کیا جاتا ہے؟ مگر درود نہیں جانتے۔ ہمیں بتایئے ہم حضور پر کیسے درود بھیجیں تاکہ اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل ہو جائے۔

سُوْرَةُ سَبَا (ص ٧٠٨)

یہ سورت مکی ہے اس میں پچپن آیتیں ہیں۔

سباء عرب کا ایک قبیلہ ہے جو حدودِ یمن میں رہتا تھا اور اپنے جد کے نام سے مشہور ہے۔ وہ جد سباء بن یشجب بن یعرب بن قحطان ہے۔ اس سورت میں ان کی آبادیوں کی سرسبزی و زرخیزی کا ذکر ہے پھر اس کی تباہی کا۔ اسی لیے سورت کا نام سورۂ سباء ہے۔

يُقَالُ ﴿مُعَاجِزِيْنَ﴾ (آیت: ٥، ٣٨) مُسَابِقِيْنَ ﴿بِمُعْجِزِيْنَ﴾ بِفَائِتِيْنَ مُعَاجِزِيْنَ مُغَالِبِيْنَ مُعَاجِزِيَّ مُعَالِبِيَّ ﴿سَبَقُوْا﴾ (الانفال: ٥٩) فَاتُوْا ﴿لَا يُعْجِزُوْنَ﴾

کہا گیا ہے "معاجزین" سے مراد آگے نکل جانے والے ہیں "بمعجزین" کے معنی: ہاتھوں سے نکل جانے والے ہیں "معاجزین" ایک دوسرے پر غلبہ حاصل کرنے والے، جیسے کہتے

(الانفال:۵۹) لَا يَفُوْتُوْنَ ﴿يَسْبِقُوْنَا﴾ (العنکبوت:٤) يُعْجِزُوْنَا ہیں: "لا يعجزون" وہ ہمیں عاجز نہیں کرسکتے "بمعجزين" میں
قَوْلُهٗ بِمُعْجِزِيْنَ بِفَائِتِيْنَ وَمَعْنٰى ﴿مُعَاجِزِيْنَ﴾ مُغَالِبِيْنَ دوسری قراءت "معاجزين" ہے یعنی ایک دوسرے پر غلبہ حاصل
يُرِيْدُ كُلٌّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا اَنْ يُّظْهِرَ عَجْزَ صَاحِبِهٖ. کرنے والے ایک دوسرے کا عجز ظاہر کرنے والے۔
﴿مِعْشَارَ﴾ (آیت:٤٥) عُشْرٌ اَلْاُكُلُ الثَّمَرُ...... کھانے اور پھلوں کا دسواں حصہ ﴿بَاعِدْ﴾ (آیت:١٩) وَبَعِّدْ وَاحِدٌ......
یعنی دوری کردے "وَقَالَ مُجَاهِدٌ ﴿لَا يَعْزُبُ﴾ (آیت:٣) لَا يَغِيْبُ"...... غائب نہیں رہتا ﴿الْعَرِمِ﴾ (آیت:١٦) اَلسُّدُّ مَاءٌ اَحْمَرُ
اَرْسَلَهُ اللّٰهُ فِي السُّدِّ فَشَقَّهٗ وَهَدَمَهٗ وَحَفَرَ الْوَادِيَ فَارْتَفَعَتَا عَنِ الْجَنْبَيْنِ وَغَابَ عَنْهُمَا الْمَاءُ فَيَبِسَتَا وَلَمْ يَكُنِ الْمَاءُ الْاَحْمَرُ
مِنَ السُّدِّ وَلٰكِنْ كَانَ عَذَابًا اَرْسَلَهُ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِنْ حَيْثُ شَاءَ...... "اَلْعَرِمُ" کا معنی باندھ ہے سرخ پانی جس کو اللہ تعالیٰ نے بھیجا
تھا بندھ میں، جس نے اسے پھاڑ دیا اور ڈھادیا اور وادی کو کھود دیا، پانی کے دونوں کنارے اونچے ہوگئے اور پانی غائب ہوگیا اور دونوں
باغ سوکھ گئے۔ سرخ پانی بند سے نہیں آیا تھا لیکن یہ اللہ تعالیٰ کا عذاب تھا جس کو اللہ نے ان پر بھیجا تھا جہاں سے چاہا تھا۔ "وَقَالَ عَمْرُو
بْنُ شُرَحْبِيْلَ ﴿الْعَرِمِ﴾ اَلْمُسَنَّاةُ بِلَحْنِ اَهْلِ الْيَمَنِ وَقَالَ غَيْرُهُ الْعَرِمُ الْوَادِيْ"...... اور عمرو بن شرحبیل نے کہا: اہل یمن کی زبان
میں "عَرِم" کے معنی اونچی زمین کے ہیں، اور ان کے غیر نے کہا: اس کے معنی نالے کے ہیں...... "اَلسَّابِغَاتُ اَلدُّرُوْعُ" زرہیں
"وَقَالَ مُجَاهِدٌ ﴿يُجَازِيْ﴾ (آیت:١٧) يُعَاقِبُ"...... اور مجاہد نے کہا: "يجازی" کے معنی ہیں کہ ہم سزا دیتے ہیں ﴿اَعِظُكُمْ
بِوَاحِدَةٍ﴾ (آیت:٤٦) بِطَاعَةِ اللّٰهِ...... میں تم کو ایک نصیحت کرتا ہوں یعنی اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی ﴿مَثْنٰى وَفُرَادٰى﴾ (آیت:٤٦)
وَاحِدٌ وَاثْنَيْنِ...... ایک ایک اور دو دو کے ہیں ﴿التَّنَاوُشُ﴾ (آیت:٥٢) اَلرَّدُّ مِنَ الْاٰخِرَةِ اِلَى الدُّنْيَا...... آخرت سے دنیا کی طرف
لوٹانا ﴿وَبَيْنَ مَا يَشْتَهُوْنَ﴾ (آیت:٥٤) مِنْ مَّالٍ اَوْ وَلَدٍ اَوْ زَهْرَةٍ...... جسے تم چاہو مال یا اولاد یا دنیا کی تازگی ﴿بِاَشْيَاعِهِمْ﴾
(آیت:٥٤) بِاَمْثَالِهِمْ...... ان کے جیسے "وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ ﴿كَالْجَوَابِ﴾ (آیت:١٣) كَالْجَوْبَةِ مِنَ الْاَرْضِ"...... زمین کے
حوض کے مثل "اَلْخَمْطُ اَلْاَرَاكُ وَالْاَثْلُ الطَّرْفَاءُ"...... جھاؤ ﴿الْعَرِمِ﴾ (آیت:١٦) اَلشَّدِيْدُ...... سخت۔

سُوْرَةُ الْمَلَآئِكَةِ ﴿فَاطِر﴾ (ص۷۰۹)

یہ سورۃ مکی ہے، اس میں چھیالیس آیتیں ہیں۔
"قَالَ مُجَاهِدٌ ﴿الْقِطْمِيْرُ﴾ (آیت:١٣) لِفَافَةُ النَّوَاةِ"...... گٹھلی کا باریک چھلکا ﴿مُثْقَلَةٌ﴾ (الفاطر:١٨) مُثَقَّلَةٌ......
بھاری بوجھ "وَقَالَ غَيْرُهٗ ﴿الْحَرُوْرُ﴾ (آیت:٢١) بِالنَّهَارِ مَعَ الشَّمْسِ"...... دن میں دھوپ کی سخت تیزی یعنی دن کی لو
"وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ اَلْحَرُوْرُ بِاللَّيْلِ وَالسَّمُوْمُ بِالنَّهَارِ"...... "حرور" رات کی لو اور "سموم" دن کی لو ﴿وَغَرَابِيْبُ
سُوْدٌ﴾ (آیت:٢٧) اَشَدُّ سَوَادٍ الْغِرْبِيْبُ: اَلشَّدِيْدُ السَّوَادِ...... "غرابيب"، "غربيب" کی جمع ہے جس کے معنی سخت کالے
بھجنگے کے ہیں۔

سُوْرَةُ يٰسٓ (ص۷۰۹)

یہ سورت مکی ہے۔ اس میں تراسی آیتیں ہیں۔
"وَقَالَ مُجَاهِدٌ ﴿فَعَزَّزْنَا﴾ (آیت:١٤) شَدَّدْنَا"...... ہم نے ان کو قوی کیا ﴿يَا حَسْرَةً عَلَى الْعِبَادِ﴾ (آیت:٣٠) كَانَ
حَسْرَةً عَلَيْهِمْ اسْتِهْزَاؤُهُمْ بِالرُّسُلِ...... ان پر حسرت اس لیے تھی کہ وہ رسولوں سے ٹھٹھا کرتے تھے ﴿اَنْ تُدْرِكَ الْقَمَرَ﴾
(آیت:٤٠) لَا يَسْتُرُ ضَوْءُ اَحَدِهِمَا ضَوْءَ الْاٰخَرِ وَلَا يَنْبَغِيْ لَهُمَا ذٰلِكَ...... مراد یہ ہے کہ چاند اور سورج میں سے ایک کی روشنی

دوسرے کی روشنی کو چھپاتی نہیں اور یہ ان دونوں کے لائق بھی نہیں ﴿سَابِقُ النَّهَارِ﴾ (آیت:٤٠) يَتَطَالَبَانِ حَثِيثَيْنِ...... ایک دوسرے کے پیچھے چلتے رہتے ہیں ﴿نَسْلَخُ﴾ (آیت:٣٧) نُخْرِجُ اَحَدَهُمَا مِنَ الْاٰخَرِ وَيَجْرِي كُلُّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا...... دن اور رات میں سے ایک کو دوسرے سے نکالتے ہیں اور ان میں سے ہر ایک چلتا رہتا ہے ﴿مِنْ مِّثْلِهِ﴾ (آیت:٤٢) مِنَ الْاَنْعَامِ...... چوپاؤں سے چوپاؤں کی مثل ﴿فَكِهُوْنَ﴾ (آیت:٥٥) مُعْجَبُوْنَ...... اتراتے ہوئے ﴿جُنْدٌ مُّحْضَرُوْنَ﴾ (آیت:٧٥) عِنْدَ الْحِسَابِ...... حساب کے وقت حاضر کیے جائیں گے "وَيُذْكَرُ عَنْ عِكْرِمَةَ ﴿الْمَشْحُوْنَ﴾ (آیت:٤١) الْمُوْقَرُ"...... بھری ہوئی "وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ ﴿طَائِرُكُمْ﴾ (آیت:١٩) مَصَائِبُكُمْ"...... تمہاری مصیبتیں ﴿يَنْسِلُوْنَ﴾ (آیت:٥١) يَخْرُجُوْنَ...... نکلیں گے ﴿مَرْقَدِنَا﴾ (آیت:٥٢) مَخْرَجِنَا...... نکلنے کی جگہوں سے ﴿اَحْصَيْنَاهُ﴾ (آیت:١٢) حَفِظْنَاهُ...... ہم نے ان کو محفوظ کیا ﴿مَكَانَتِهِمْ﴾ (آیت:٧٦) وَمَكَانُهُمْ وَاحِدٌ...... یعنی "مکانۃ" اور "مکان" کے معنی ایک ہیں۔

سُوْرَةُ الصَّافَّاتِ (ص٧٠٩)

یہ سورت مکی ہے اس میں ایک سو بیاسی آیتیں ہیں۔

"وَقَالَ مُجَاهِدٌ ﴿وَيَقْذِفُوْنَ بِالْغَيْبِ مِنْ مَّكَانٍ بَعِيْدٍ﴾ (السبا:٥٣) مِنْ كُلِّ مَكَانٍ"...... اور مجاہد نے کہا: انجانی جگہ سے دور سے یعنی ہر طرف سے پھینک کر مارتے ہیں ﴿وَيُقْذَفُوْنَ مِنْ كُلِّ جَانِبٍ﴾ (آیت:٨) يُرْمَوْنَ...... ہر طرف سے پھینک کر مارے جاتے ہیں ﴿وَاصِبٌ﴾ (آیت:٩) دَائِمٌ ...... ہمیشہ رہنے والا ﴿لَازِبٌ﴾ (آیت:١١) لَازِمٌ...... "لازم" چپک جانے والا ﴿تَاْتُوْنَنَا عَنِ الْيَمِيْنِ﴾ (آیت:٢٨) يَعْنِي الْحَقَّ الْكُفَّارُ تَقُوْلُهُ لِلشَّيْطَانِ...... تم داہنی طرف بہکانے آتے تھے ہمیں یعنی حق سے یعنی کفار شیطان سے کہیں گے ﴿غَوْلٌ﴾ (آیت:٤٧) وَجَعُ بَطْنٍ...... پیٹ کا درد ﴿يُنْزَفُوْنَ﴾ (آیت:٤٧) لَا تَذْهَبُ عُقُوْلُهُمْ...... ان کی عقلیں نہیں جائیں گی ﴿قَرِيْنٌ﴾ (آیت:٥١)...... شیطان ہمزاد شَيْطَانٌ ﴿يُهْرَعُوْنَ﴾ (آیت:٧٠) كَهَيْئَةِ الْهَرْوَلَةِ...... یعنی دوڑتے ہوئے ﴿يَزِفُّوْنَ﴾ (آیت:٩٤) اَلنَّسَلَانُ فِي الْمَشْيِ...... تیز چلنا ﴿وَبَيْنَ الْجِنَّةِ نَسَبًا﴾ (آیت:١٥٨) قَالَ كُفَّارُ قُرَيْشٍ الْمَلَائِكَةُ بَنَاتُ اللّٰهِ وَاُمَّهَاتُهُمْ بَنَاتُ سَرَوَاتِ الْجِنِّ...... انہوں نے اللہ اور جن کے درمیان میں نسب ٹھہرایا۔ قریش کے کفار کہتے تھے کہ فرشتے اللہ کی بیٹیاں ہیں اور ان کی مائیں جن سرداروں کی بیٹیاں ہیں "وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى ﴿وَلَقَدْ عَلِمَتِ الْجِنَّةُ اِنَّهُمْ لَمُحْضَرُوْنَ﴾ (آیت:١٥٨) سَتُحْضَرُ لِلْحِسَابِ"...... اور بے شک جن جانتے ہیں کہ وہ عنقریب حساب کے لیے حاضر کیے جائیں گے "وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ ﴿لَنَحْنُ الصَّافُّوْنَ﴾ (آیت:١٦٥) الْمَلَائِكَةُ"...... یعنی فرشتے کہیں گے کہ ہم صف باندھے ہوئے ہیں ﴿صِرَاطِ الْجَحِيْمِ﴾ (آیت:٢٣) ﴿سَوَاءِ الْجَحِيْمِ﴾ (آیت:٥٥) وَوَسَطِ الْجَحِيْمِ...... جہنم کے بیچ میں ﴿لَشَوْبًا﴾ (آیت:٦٧) يُخْلَطُ طَعَامُهُمْ وَيُسَاطُ بِالْحَمِيْمِ...... کھانا کھولتے ہوئے پانی میں ملایا جائے گا ﴿مَدْحُوْرًا﴾ (الاعراف:١٨) مَطْرُوْدًا...... دھتکارے ہوئے ﴿بَيْضٌ مَّكْنُوْنٌ﴾ (آیت:٤٩) اللُّؤْلُؤُ الْمَكْنُوْنُ...... سفید چھپائے ہوئے موتی ﴿وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ فِي الْاٰخِرِيْنَ﴾ (آیت:٧٨، ١٠٨، ١٢٩) يُذْكَرُ بِخَيْرٍ...... ہم نے ان کا ذکر خیر پچھلے لوگوں میں باقی رکھا ﴿يَسْتَسْخِرُوْنَ﴾ (آیت:١٤) يَسْخَرُوْنَ...... ٹھٹھا کریں گے افادہ یہ فرمایا کہ استفعال معنی میں مجرد کے ہے...... ﴿بَعْلًا﴾ (آیت:١٢٥) رَبًّا...... پروردگار

سُوْرَۃُ صٓ (ص۷۰۹)

یہ سورت مکی ہے اور اس میں پچاسی آیتیں ہیں۔

﴿عُجَابٌ﴾ (آیت:۵) عَجِیْبٌ اَلْقِطُّ اَلصَّحِیْفَۃُ ہُوَ ھَاھُنَا صَحِیْفَۃُ الْحَسَنَاتِ..... ''قط'' کے معنی: دفتر' یہاں مراد نیکیوں کا دفتر ہے'' وَقَالَ مُجَاھِدٌ ﴿فِیْ عِزَّۃٍ﴾ (آیت:۲) مُعَازِّیْنَ''..... سرکشی کرنے والا ﴿اَلْمِلَّۃِ الْاٰخِرَۃِ﴾ (آیت:۷) مِلَّۃُ قُرَیْشٍ اَلْاِخْتِلَاقُ اَلْکَذِبُ..... جھوٹ من گھڑت ﴿اَلْاَسْبَابِ﴾ (آیت:۱۰) طُرُقُ السَّمَاءِ فِیْ اَبْوَابِھَا..... آسمان کے راستے جو ان کے دروازوں سے ہیں ﴿جُنْدٌ مَّا ھُنَالِکَ مَھْزُوْمٌ﴾ (آیت:۱۱)..... ایک لشکر یہاں ہزیمت خوردہ ہے' یعنی قریش کا لشکر ﴿اُولٰٓئِکَ الْاَحْزَابُ﴾ (آیت:۱۳) اَلْقُرُوْنُ الْمَاضِیَۃُ..... گزرے ہوئے لوگ ﴿فَوَاقٍ﴾ (آیت:۱۵) رُجُوْعٍ..... لوٹنا ﴿قِطَّنَا﴾ (آیت:۱۶) عَذَابَنَا ..... یہاں ''قط'' کے معنی عذاب کے ہیں ﴿اِتَّخَذْنَاھُمْ سُخْرِیًّا﴾ (آیت:۶۳) اَحَطْنَا بِھِمْ..... ہم نے ان کو گھیر لیا ﴿اَتْرَابٌ﴾ (آیت:۵۲) اَمْثَالٌ..... ہم جولی'' وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ ﴿اَلْاَیْدِ﴾ (آیت:۱۷) اَلْقُوَّۃُ فِی الْعِبَادَۃِ''..... عبادت میں قوت ﴿اَلْاَبْصَارِ﴾ (آیت:۴۵) اَلْبَصَرُ فِیْ اَمْرِ اللّٰہِ..... اللہ کے معاملہ میں سمجھ بوجھ ﴿حُبَّ الْخَیْرِ عَنْ ذِکْرِ رَبِّیْ﴾ (آیت:۳۲) مِنْ ذِکْرٍ..... مال کی محبت نے اللہ کی یاد سے روک دیا ﴿طَفِقَ مَسْحًا﴾ (آیت:۳۳) یَمْسَحُ اَعْرَافَ الْخَیْلِ وَعَرَاقِیْبَھَا..... گھوڑوں کی گردنوں اور پاؤں پر ہاتھ پھیرنے لگے ﴿اَلْاَصْفَادِ﴾ (آیت:۳۸) اَلْوَثَاقِ..... بیڑیاں۔

سُوْرَۃُ الزُّمَرِ (ص۷۱۰)

یہ سورت مکی ہے' مگر دو آیتیں ''قُلْ یٰعِبَادِیَ الَّذِیْنَ اَسْرَفُوْا الْاٰیۃ'' (الزمر:۵۳) یہ وحشی بن حرب کے بارے میں نازل ہوئی' اور آیۂ کریمہ'' وَمَا قَدَرُوا اللّٰہَ حَقَّ قَدْرِہٖ'' (الزمر:۶۷) یہ دونوں آیتیں مدنی ہیں' اس میں پچھتر آیتیں ہیں۔

وَقَالَ مُجَاھِدٌ ﴿اَفَمَنْ یَّتَّقِیْ بِوَجْھِہٖ﴾ (آیت:۲۴) یُجَرُّ عَلٰی وَجْھِہٖ فِی النَّارِ وَھُوَ قَوْلُہٗ تَعَالٰی ﴿اَفَمَنْ یُّلْقٰی فِی النَّارِ خَیْرٌ اَمْ مَّنْ یَّاْتِیْٓ اٰمِنًا﴾ (الفصلت:۴۰)..... جو منہ کے بل آگ میں گھسیٹے جائیں گے' جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جو منہ کے بل آگ میں ڈالا جائے بہتر ہے یا جو امن والا ہو ﴿ذِیْ عِوَجٍ﴾ (آیت:۲۸) لَبْسٍ ﴿وَرَجُلًا سَلَمًا لِّرَجُلٍ﴾ (آیت:۲۹) صَالِحًا مَثَلٌ لِّاٰلِھَتِھِمُ الْبَاطِلِ وَالْاِلٰہِ الْحَقِّ ..... یہ معبودان باطل اور معبود برحق کی مثال ہے ﴿وَیُخَوِّفُوْنَکَ بِالَّذِیْنَ مِنْ دُوْنِہٖ﴾ (آیت:۳۶) بِالْاَوْثَانِ..... اور تمہیں ڈراتے ہیں اس سے جو اس سے کمتر درجہ کا ہے' یعنی بتوں سے ﴿خَوَّلْنَا﴾ (آیت:۴۹) اَعْطَیْنَا..... ہم نے ان کو دیا ﴿وَالَّذِیْ جَآءَ بِالصِّدْقِ﴾ (آیت:۳۳) اَلْقُرْاٰنِ..... جو سچ لائے' یعنی قرآن کو ﴿وَصَدَّقَ بِہٖ﴾ (آیت:۳۳) اَلْمُؤْمِنُ یَجِیْءُ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ یَقُوْلُ ھٰذَا الَّذِیْ اَعْطَیْتَنِیْ عَمِلْتُ بِمَا فِیْہِ..... وہ جو سچ لایا' یعنی قرآن اور اس کی تصدیق کی' یعنی مومن یہ قیامت کے دن اپنے پروردگار کی بارگاہ میں حاضر ہوگا تو کہے گا: تو نے مجھے یہ عطا فرمایا اور میں نے اس کے مطابق عمل کیا ﴿مُتَشٰکِسُوْنَ﴾ (آیت:۲۹) اَلشَّکِسُ الْعَسِرُ لَا یَرْضٰی بِالْاِنْصَافِ..... وہ بد مزاج جو انصاف پر راضی نہ ہو ﴿وَرَجُلًا سَلَمًا﴾ (آیت:۲۹) وَیُقَالُ ﴿سَالِمًا﴾ صَالِحًا..... نیک شخص ﴿اشْمَاَزَّتْ﴾ (آیت:۴۵) نَفَرَتْ..... نفرت کرے ﴿بِمَفَازَتِھِمْ﴾ (آیت:۶۱) مِنَ الْفَوْزِ..... کامیابی کے معنی ہیں ﴿حَآفِّیْنَ﴾ (آیت:۷۵) اَطَافُوْا بِہٖ مُطِیْفِیْنَ بِحِفَافَیْہِ بِجَوَانِبِہٖ..... گھیرے ہوئے اپنے بازوؤں سے اسے گھیرے رہیں گے ﴿مُتَشَابِھًا﴾ (آیت:۲۳) لَیْسَ مِنَ الْاِشْتِبَاہِ وَلٰکِنْ یُّشْبِہُ بَعْضُہٗ بَعْضًا فِی التَّصْدِیْقِ..... مراد یہ ہے کہ تصدیق میں ایک دوسرے کے مشابہ ہوں گے۔

بَابٌ [الزمر: ۵۳ کی تفسیر]

قوله ﴿يَا عِبَادِيَ الَّذِينَ أَسْرَفُوا عَلَى أَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوا مِنْ رَّحْمَةِ اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ يَغْفِرُ الذُّنُوبَ جَمِيعًا إِنَّهُ هُوَ الْغَفُورُ الرَّحِيمُ٥﴾ (آیت:۵۳). (ص۷۱۰)

اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی تفسیر: اے میرے وہ بندو جنہوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہو بے شک اللہ تمام گناہ بخش دے گا بے شک وہ بخشنے والا مہربان ہے٥

۴۳۰۵- أَنَّ سَعِيدَ بْنَ جُبَيْرٍ أَخْبَرَهُ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا أَنَّ نَاسًا مِّنْ أَهْلِ الشِّرْكِ كَانُوا قَدْ قَتَلُوا وَأَكْثَرُوا وَزَنَوْا وَأَكْثَرُوا فَأَتَوْا مُحَمَّدًا صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالُوا إِنَّ الَّذِي تَقُولُ وَتَدْعُوا إِلَيْهِ لَحَسَنٌ لَوْ تُخْبِرُنَا أَنَّ لِمَا عَمِلْنَا كَفَّارَةً فَنَزَلَ ﴿وَالَّذِينَ لَا يَدْعُونَ مَعَ اللَّهِ إِلٰهًا آخَرَ وَلَا يَقْتُلُونَ النَّفْسَ الَّتِي حَرَّمَ اللَّهُ إِلَّا بِالْحَقِّ وَلَا يَزْنُونَ﴾ (الفرقان:٦٨) وَنَزَلَ ﴿قُلْ يَا عِبَادِيَ الَّذِينَ أَسْرَفُوا عَلَى أَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوا مِنْ رَّحْمَةِ اللَّهِ﴾. (مسلم- کتاب الایمان' ابوداؤد- کتاب الفتن' نسائی- کتاب المحاربہ وکتاب التفسیر)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ کچھ مشرک ایسے تھے جنہوں نے قتل کیا تھا اور بہت کیا تھا اور زنا کیا تھا اور بہت کیا تھا۔ یہ لوگ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا: آپ جو فرماتے ہیں اور جس کی دعوت دیتے ہیں اچھا ہے اگر آپ یہ بتائیں کہ ہم نے جو کچھ کیا ہے اس کے لیے کفارہ ہو جائے گا' تو اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی: جو لوگ اللہ کے ساتھ کسی اور معبود کو نہیں پکارتے اور نہ اس جان کو قتل کرتے ہیں جس کی اللہ نے حرمت رکھی ہے مگر حق کے ساتھ اور زنا نہیں کرتے' اور یہ آیت کریمہ نازل ہوئی: آپ فرمائیں: اے میرے وہ بندو! جنہوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا ہے اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہو۔

اس حدیث کی سند میں یہ ہے: یعلیٰ نے کہا: بے شک سعید بن جبیر نے خبر دی' الی آخرہ۔ یعلیٰ دو ہیں: ابن مسلم بن ہرمز اور ابن حکیم یہ دونوں سعید بن جبیر سے روایت کرتے ہیں اور ابن جریج ان دونوں سے روایت کرتے ہیں' اس کی وجہ سے اس کی سند میں اشتباہ ہو گیا کہ یہ کون یعلیٰ ہیں اور سند میں اشتباہ نقص ہے۔ علامہ عینی نے فرمایا کہ ایسے اشتباہ میں کوئی حرج نہیں' اس لیے کہ دونوں بخاری کی شرط پر ہیں۔ ویسے اس میں دو رائے نہیں کہ یہاں یعلیٰ بن مسلم ہی ہیں۔ اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ حافظ مزی نے اطراف میں اس حدیث پر ذکر کیا ہے کہ یہ یعلیٰ بن مسلم ہیں' اور امام مسلم نے صحیح مسلم میں اس کی تشریح بھی کی ہے۔

"اِنَّ نَاسًا" طبرانی میں ایک دوسرے طریقے سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما ہی سے روایت کیا کہ یہ وحشی بن حرب تھے۔

بَابٌ [الزمر: ٦٧ کی تفسیر]

قوله ﴿وَمَا قَدَرُوا اللَّهَ حَقَّ قَدْرِهِ﴾ (آیت:٦٧). (ص۷۱۱)

اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی تفسیر: اور انہوں نے اللہ کی قدر نہ کی جیسا کہ قدر کا حق تھا۔

۴۳۰٦- عَنْ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ جَاءَ حَبْرٌ مِّنَ الْأَحْبَارِ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا مُحَمَّدُ إِنَّا نَجِدُ أَنَّ اللَّهَ يَجْعَلُ السَّمَاوَاتِ عَلَى إِصْبَعٍ وَالْأَرَضِينَ عَلَى إِصْبَعٍ وَالشَّجَرَ عَلَى إِصْبَعٍ وَالْمَاءَ وَالثَّرَى عَلَى إِصْبَعٍ وَسَائِرَ الْخَلَائِقِ عَلَى إِصْبَعٍ فَيَقُولُ أَنَا الْمَلِكُ فَضَحِكَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ایک یہودی عالم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا اور اس نے کہا: اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! ہم تورات میں یہ لکھا ہوا پاتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ آسمانوں کو قیامت کے دن ایک انگلی پر اُٹھائے گا' اور زمینوں کو ایک انگلی پر اور تمام درختوں کو ایک انگلی پر اور پانی کو ایک انگلی پر اور نم مٹی ایک انگلی پر اور تمام مخلوقات کو ایک انگلی پر' پھر کہے گا: میں بادشاہ ہوں تو حضور

حَدَّثَنَا بَدَتْ نَوَاجِذُهُ تَصْدِيقًا لِقَوْلِ الْحَبْرِ ثُمَّ قَرَأَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ﴿وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ﴾.

مسکرانے لگے یہاں تک کہ ڈاڑھیں ظاہر ہو گئیں تصدیق کرتے ہوئے اس مولوی کے قول کی' پھر رسول اللہ ﷺ نے تلاوت فرمائی: اور انہوں نے اور اللہ کی قدر نہ کی جیسا اس کی قدر کرنے کا حق تھا۔

(بخاری۔ کتاب التوحید۔ باب: قول اللّٰہ تعالٰی لما خلقت بیدی ص ۱۰۱۲۔ ۱۱۰۳' باب: قول اللّٰہ تعالٰی یمسك السمٰوت والارض ان تزولا ص ۱۱۱۰' باب: کلام الرب یوم القیامة مع الانبیاء وغیرھم ص ۱۱۱۹' مسلم۔ کتاب التوبہ' ترمذی۔ کتاب التفسیر)

-یہاں یہ تفصیل نہیں کہ یہ حبر یہودی تھا کہ نصرانی' مگر دوسری جگہ روایتوں میں ہے کہ یہ یہودی تھا۔ یہ حدیث متشابہات میں سے ہے۔ ''اصبع'' سے کیا مراد ہے اس کو کماحقہٗ اللہ تعالٰی اور رسول اللہ ﷺ جانیں۔ اللہ عزوجل اعضاء و جوارح جسم و جسمانیات سے منزہ ہے۔ جسم و جسمانیات حادث کے لیے ہوتے ہیں' اللہ عزوجل کے لیے اعضاء کا اثبات جائز نہیں' نصوص میں جہاں وارد ہیں بس وہیں تک محدود رکھا جائے گا۔ حدیث کا مطلب یہ ہے کہ اللہ عزوجل ایسا قوی و قیوم ہے کہ ساتوں آسمان کی حیثیت ایسی بے وقعت ہے جیسے کوئی چیز اُنگلی پر اُٹھالی جائے ''تصديقًا لقول الحبر'' دوسری روایتوں میں نہیں۔ اسی لیے بعض حضرات نے کہا کہ یہ راوی کا اضافہ ہے کہ انہوں نے حضور اقدس ﷺ کی ''ضحك'' سے یہی سمجھا کہ اس کی تصدیق فرما رہے ہیں' لیکن میرے جی میں یہ خلش ہے کہ آیت کریمہ کی تلاوت یہ بتا رہی ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے اس کی تصدیق نہیں فرمائی۔ واللہ تعالٰی اعلم!

بَابٌ

[الزمر: ۶۷ کی بقیہ تفسیر]

قَوْلِهٖ ﴿وَالْاَرْضُ جَمِيْعًا قَبْضَتُهٗ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَالسَّمَاوَاتُ مَطْوِيَّاتٌ بِيَمِيْنِهٖ سُبْحَانَهٗ وَتَعَالٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ۝﴾ (آیت: ۶۷)۔ (ص ۷۱۱)

اللہ تعالٰی کے اس ارشاد کی تفسیر: اور وہ قیامت کے دن سب زمینوں کو سمیٹ دے گا اور اس کی قدرت سے سب آسمان لپیٹ دیئے جائیں گے اور وہ ان کے شرک سے پاک اور برتر ہے۝

۲۳۰۷- عَنْ اَبِيْ سَلَمَةَ اَنَّ اَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: يَقْبِضُ اللّٰهُ الْاَرْضَ وَيَطْوِي السَّمَاوَاتِ بِيَمِيْنِهٖ ثُمَّ يَقُوْلُ اَنَا الْمَلِكُ اَيْنَ مُلُوْكُ الْاَرْضِ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: (قیامت کے دن) اللہ تعالٰی زمین کو مٹھی میں لے لے گا اور آسمانوں کو لپیٹ دے گا' پھر فرمائے گا: میں بادشاہ ہوں' کہاں ہیں زمین کے بادشاہ؟

(بخاری۔ کتاب الرقاق۔ باب: یقبض اللّٰہ الارض یوم القیامة ص ۹۶۵' کتاب التوحید۔ باب: قول اللّٰہ تعالٰی ملك الناس ص ۱۰۹۸' باب: قول اللّٰہ تعالٰی لما خلقت بیدی ص ۱۱۰۲)

بَابٌ

[الزمر: ۶۸ کی تفسیر]

قَوْلِهٖ ﴿وَنُفِخَ فِي الصُّوْرِ فَصَعِقَ مَنْ فِي السَّمَاوَاتِ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ اِلَّا مَنْ شَاءَ اللّٰهُ ثُمَّ نُفِخَ فِيْهِ اُخْرٰى فَاِذَا هُمْ قِيَامٌ يَّنْظُرُوْنَ۝﴾ (آیت: ۶۸)۔ (ص ۷۱۱)

اللہ تعالٰی کے اس ارشاد کی تفسیر: اور صور پھونکا جائے گا تو بے ہوش ہو جائیں گے جتنے آسمانوں میں ہیں اور جتنے زمین میں مگر جسے اللہ چاہے پھر وہ دوبارہ پھونکا جائے گا جبھی وہ دیکھتے ہوئے کھڑے ہو جائیں گے۝

توضیح

نفخہ اولیٰ کے بعد کون لوگ زندہ رہیں گے؟ اس میں مفسرین کا اختلاف ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ شہداء ہیں جو تلواریں حمائل کیے ہوئے عرش کے گرد حاضر ہوں گے' ایک قول یہ ہے کہ جبریل و میکائیل و اسرافیل ہیں۔ کعب احبار نے کہا کہ یہ بارہ افراد ہیں آٹھ حاملین عرش اور چار جبریل' میکائیل' اسرافیل' ملک الموت۔ ضحاک نے کہا کہ یہ رضوان خازن جنت اور حوریں اور مالک اور جہنم کے فرشتے زبانیہ ہیں۔ ایک قول یہ ہے کہ جہنم کے سانپ اور بچھو ہیں۔ حضرت امام حسن بصری نے فرمایا کہ اس سے مراد اللہ عزوجل کی ذات ہے۔

٢٣٠٨- ح: [يَبْلٰى كُلُّ شَيْءٍ مِّنَ الْإِنْسَانِ إِلَّا عَجْبَ ذَنَبِهٖ]

انسان کے جسم کی ہر چیز گل جائے گی مگر ریڑھ کی ہڈی کے باریک اجزاء

٢٣٠٨ - سَمِعْتُ أَبَا صَالِحٍ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ بَيْنَ النَّفْخَتَيْنِ أَرْبَعُوْنَ قَالُوْا يَا أَبَا هُرَيْرَةَ أَرْبَعُوْنَ يَوْمًا؟ قَالَ أَبَيْتُ قَالَ أَرْبَعُوْنَ سَنَةً؟ قَالَ أَبَيْتُ قَالَ أَرْبَعُوْنَ شَهْرًا قَالَ أَبَيْتُ وَيَبْلٰى كُلُّ شَيْءٍ مِّنَ الْإِنْسَانِ إِلَّا عَجْبَ ذَنَبِهٖ فِيْهِ يُرَكَّبُ الْخَلْقُ. (بخاری۔ کتاب التفسیر۔ سورۃ النبا۔ باب: یوم ینفخ فی الصور فتاتون افواجا زمراً ص ٧٣٥)

میں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ فرمایا: دونوں صور پھونکنے کے درمیان چالیس ہوں گے' اپنے لوگوں نے کہا: اے ابوہریرہ! چالیس دن؟ وہ فرماتے ہیں: میں نے انکار کر دیا' لوگوں نے کہا: چالیس سال تو انہوں نے کہا: میں نے انکار کر دیا' اس نے کہا: چالیس مہینے' انہوں نے کہا: میں نے انکار کر دیا اور انسان کے جسم کی ہر چیز گل جائے گی مگر اس کے ریڑھ کی ہڈی کے باریک اجزاء اسی پر دوبارہ اس کے جسم کی تخلیق ہوگی۔

[دونوں نفخوں کے درمیان چالیس سال کا فاصلہ ہوگا]

دونوں نفخات کے درمیان چالیس دن کا فاصلہ ہوگا یا چالیس مہینے یا چالیس سال کا اس سلسلہ میں ابن مردویہ بہ طریق زید بن اسلم حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے راوی ہیں کہ لوگوں نے جب پوچھا: کیا چالیس؟ تو انہوں نے کہا: میں نے ایسے ہی سنا ہے' ابن مردویہ نے بروجہ ضعیف حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے راوی ہیں کہ انہوں نے کہا: دونوں نفخہ کے درمیان چالیس سال ہے اور حضرت عبداللہ بن مبارک نے حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کیا کہ چالیس ہے۔ حلیمی نے کہا: روایتیں اس پر متفق ہیں کہ دونوں نفخوں کے درمیان چالیس سال کا فاصلہ ہے۔ (ارشاد الساری۔ ج ٧ ص ٣٢٣)

عجب ذنبہ

ابن ابی الدنیا نے ''کتاب البعث'' میں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا' پوچھا گیا: یا رسول اللہ! عجب کیا ہے؟ فرمایا: رائی کے دانے کے مثل' مسلم[1] میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انسان کی ایک ہڈی ہے جسے کبھی بھی زمین نہیں کھائے گی' اسی پر قیامت کے دن انسان کا جسم بنے گا' لوگوں نے عرض کیا: کون سی ہڈی ہے وہ؟ فرمایا: ''عَجْبُ الذَّنَبِ'' حاصل یہ نکلا کہ انسان کی ریڑھ کی ہڈی میں کچھ باریک باریک بہت چھوٹے اجزاء ہوتے ہیں جو باقی رہ جائیں گے نہ گلیں گے' نہ سڑیں گے' اسی

[1] مسلم۔ ج ٢ ص ٤٠٧

پر انسان کی دوبارہ خلقت ہوگی۔

سُوْرَةُ الْمُؤْمِنِ (ص ۷۱۱)

یہ سورت مکی ہے اور اس میں پچاسی آیتیں ہیں۔

''قَالَ مُجَاهِدٌ ﴿حٰمٓ﴾ مَجَازُهَا مَجَازُ اَوَائِلِ السُّوَرِ وَيُقَالُ هَلْ هُوَ اِسْمٌ لِقَوْلِ شُرَيْحِ بْنِ اَبِيْ اَوْفَى الْعَبْسِيِّ يُذَكِّرُنِيْ حَامِيْمَ وَالرُّمْحُ شَاجِرٌ فَهَلَّا تَلَا حَامِيْمَ قَبْلَ التَّقَدُّمِ''...... ''حٰمٓ'' کا حکم وہی ہے جو سورتوں کی ابتداء میں اس قسم کے کلمات کا ہے' اور ایک قول یہ ہے کہ یہ سورت کا نام ہے۔ اس کی دلیل شریح ابن ابواوفی عبسی کا یہ قول ہے: وہ مجھے ''حم'' یاد دلاتا ہے حالانکہ نیزہ چل رہا ہے' کیوں نہیں آگے بڑھنے سے پہلے ''حم'' کی تلاوت کی' مطلب یہ ہے کہ ''حٰمٓ'' سورت کا نام ہے' اس قائل کا صحیح نام شریح بن ابی اوفی ہے۔ یہ جنگ جمل میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے۔ جنگ جمل میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے فوجیوں کا شعار ''حٰمٓ'' تھا۔ شریح نے محمد بن طلحہ بن عبید اللہ سجاد کو جب نیزہ مارا تو انہوں نے ''حمٓ'' کہا' اس پر شریح نے کہا: اب مجھے ''حٰمٓ'' سناتا ہے ﴿اَلطَّوْلِ﴾ (آیت:۳) 'اَلتَّفَضُّلِ...... بڑے انعام والا ﴿دَاخِرِيْنَ﴾ (آیت:٦٠). خَاضِعِيْنَ...... عاجزی کرتے ہوئے ''وَقَالَ مُجَاهِدٌ ﴿اِلَى النَّجَاةِ﴾ (آیت:٤١). اَلْاِيْمَانُ''...... یہاں نجات سے مراد ایمان ہے ﴿لَيْسَ لَهٗ دَعْوَةٌ﴾ (آیت:٤٣) يَعْنِي الْوَثَنَ...... یعنی بتوں کی ﴿يُسْجَرُوْنَ﴾ (آیت:۷۲) تُوْقَدُ بِهِمِ النَّارُ...... ان سے آگ جلائی جائے گی ﴿تَمْرَحُوْنَ﴾ (آیت:۷۵) تَبْطَرُوْنَ...... اتراتے ہوئے۔

[تین آیات میں تخالف کی تطبیق]

وَكَانَ الْعَلَاءُ بْنُ زِيَادٍ يُذَكِّرُ النَّارَ فَقَالَ رَجُلٌ لِمَ تُقَنِّطُ النَّاسَ؟ قَالَ وَاَنَا اَقْدِرُ اَنْ اُقَنِّطَ النَّاسَ وَاللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ يَقُوْلُ ﴿يَا عِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰى اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ﴾ (الزمر:۵۳) وَيَقُوْلُ ﴿وَاَنَّ الْمُسْرِفِيْنَ هُمْ اَصْحَابُ النَّارِ۝﴾ (آیت:٤٣) وَلٰكِنَّكُمْ تُحِبُّوْنَ اَنْ تُبَشَّرُوْا بِالْجَنَّةِ عَلٰى مَسَاوِئِ اَعْمَالِكُمْ وَاِنَّمَا بَعَثَ اللّٰهُ مُحَمَّدًا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُبَشِّرًا بِالْجَنَّةِ لِمَنْ اَطَاعَهٗ وَمُنْذِرًا بِالنَّارِ مَنْ عَصَاهُ.

اور علاء بن زیاد جہنم کا ذکر کر رہے تھے تو ایک شخص نے کہا: کیوں تم لوگوں کو ناامید کر رہے ہو؟ انہوں نے فرمایا: کیا میں اس کی قدرت رکھتا ہوں کہ لوگوں کو ناامید کروں' حالانکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اے میرے بندو! جنہوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا اللہ کی رحمت سے ناامید مت ہو' اور وہ فرماتا ہے: بے شک اسراف کرنے والے جہنمی ہیں۝ لیکن تم لوگ پسند کرتے ہو کہ تم کو تمہارے برے اعمال کے باوجود جنت کی بشارت دے جائے حالانکہ اللہ تعالیٰ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا کہ وہ اسے جنت کی بشارت دیں جو اللہ کی اطاعت کرے اور اسے جہنم سے ڈرائیں جو اس کی نافرمانی کرے۔

سُوْرَةُ حٰمٓ السَّجْدَةِ (ص ۷۱۲)

یہ سورت مکی ہے' اور اس میں چون آیتیں ہیں۔

''وَقَالَ طَاوُسٌ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ ﴿ائْتِيَا طَوْعًا﴾ (آیت:۱۱) اَعْطِيَا ﴿قَالَتَا اَتَيْنَا طَائِعِيْنَ﴾ (آیت:۱۱) اَعْطَيْنَا''

اور طاؤس نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہوئے کہا: دونوں خوشی سے حاضر ہو۔ ان دونوں نے کہا: ہم خوشی سے حاضر ہیں۔

وَقَالَ الْمِنْهَالُ عَنْ سَعِيْدٍ قَالَ قَالَ رَجُلٌ لِابْنِ عَبَّاسٍ: إِنِّي أَجِدُ فِي الْقُرْاٰنِ أَشْيَاءَ تَخْتَلِفُ عَلَيَّ قَالَ ﴿فَلَا أَنْسَابَ بَيْنَهُمْ يَوْمَئِذٍ وَّلَا يَتَسَآءَلُوْنَ۝﴾ (المؤمنون: ١٠١) ﴿وَأَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ يَّتَسَآءَلُوْنَ۝﴾ (الصافات: ٢٧) ﴿وَلَا يَكْتُمُوْنَ اللّٰهَ حَدِيْثًا﴾ (النساء: ٤٢) ﴿وَاللّٰهِ رَبِّنَا مَا كُنَّا مُشْرِكِيْنَ۝﴾ (الانعام: ٢٣) فَقَدْ كَتَمُوْا فِيْ هٰذِهِ الْاٰيَةِ وَقَالَ ﴿أَمِ السَّمَآءُ بَنَاهَا. إِلٰى قَوْلِهٖ. دَحَاهَا﴾ (النازعات: ٢٧-٣٠).

اور ایک شخص نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے کہا: میں قرآن میں کچھ ایسی باتیں پاتا ہوں جو میرے خیال میں آپس میں مختلف ہیں۔ اس نے کہا: فرمایا: ان کے درمیان نسب نہ ہوگا اس دن اور نہ آپس میں وہ پوچھ گچھ کریں گے' اور فرمایا: ان کے بعض بعض سے پوچھ گچھ کریں گے (دونوں آپس میں مختلف ہیں) اور فرمایا: اور اللہ سے کوئی بات چھپائیں گے نہیں (حالانکہ مشرکین عرض کریں کہ ہم مشرک نہیں تھے۔ اس آیت سے ان کا چھپانا ثابت ہوا' اور فرمایا: اور اللہ نے آسمان کو بنایا اور اس کی چھت اونچی کی' پھر اسے ٹھیک کیا۔ "اِلٰی اَنْ قَالَ" اور اس کے بعد زمین پھیلائی اس میں سے اس کا پانی اور چارہ نکالا۔

فَذَكَرَ خَلْقَ السَّمَاءِ قَبْلَ خَلْقِ الْاَرْضِ ثُمَّ قَالَ ﴿قُلْ أَئِنَّكُمْ لَتَكْفُرُوْنَ بِالَّذِيْ خَلَقَ الْاَرْضَ فِيْ يَوْمَيْنِ وَتَجْعَلُوْنَ لَهٗ أَنْدَادًا ذٰلِكَ رَبُّ الْعَالَمِيْنَ۝ وَجَعَلَ فِيْهَا رَوَاسِيَ مِنْ فَوْقِهَا وَبٰرَكَ فِيْهَا وَقَدَّرَ فِيْهَآ أَقْوَاتَهَا فِيْ أَرْبَعَةِ أَيَّامٍ سَوَآءً لِّلسَّآئِلِيْنَ۝ ثُمَّ اسْتَوٰى إِلَى السَّمَآءِ وَهِيَ دُخَانٌ فَقَالَ لَهَا وَلِلْاَرْضِ ائْتِيَا طَوْعًا أَوْ كَرْهًا قَالَتَآ أَتَيْنَا طَآئِعِيْنَ۝﴾ (آیت: ٩-١١).

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ذکر فرمایا کہ آسمان کو زمین سے پہلے پیدا فرمایا' پھر فرمایا: بے شک تم لوگ کفر کرتے ہو اس ذات کے ساتھ جس نے زمین کو دو دن میں پیدا فرمایا۔ جس نے دو دن میں زمین بنائی اور اس کے ہمسر ٹھہراتے ہو۔ وہ سارے جہان کا رب ہے' اور اس نے اس کے اوپر سے لنگر ڈالے اور اس میں برکت رکھی اور اس میں بسنے والوں کی روزیاں مقرر کیں' یہ سب ملا کر چار دن میں ٹھیک جواب پوچھنے والوں کو' پھر آسمان کی طرف قصد فرمایا اور وہ دھواں تھا تو اس سے اور زمین سے فرمایا: دونوں حاضر ہو خوشی سے چاہے ناخوشی سے' دونوں نے عرض کی کہ رغبت کے ساتھ حاضر ہوئے تو انہیں پورے سات آسمان کر دیا دو دن میں۔

فَذَكَرَ فِيْ هٰذِهٖ خَلْقَ الْاَرْضِ قَبْلَ السَّمَاءِ. وَقَالَ ﴿وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا﴾ (النساء: ٩٦)' ﴿عَزِيْزًا حَكِيْمًا﴾ (النساء: ٥٦) ﴿سَمِيْعًا بَصِيْرًا﴾ (النساء: ٥٨) فَكَأَنَّهٗ كَانَ ثُمَّ مَضٰى؟

اس آیت میں ذکر فرمایا کہ زمین کی تخلیق آسمان سے پہلے ہے اور کہا: اللہ تعالیٰ نے اپنی صفات کو "کَانَ" کے ساتھ ذکر فرمایا ہے' جس کا عام طور پر ترجمہ کیا جاتا ہے کہ "تھا" جس کا مطلب یہ ہے کہ وہ پہلے تھا اب نہیں۔

فَقَالَ ﴿فَلَا أَنْسَابَ بَيْنَهُمْ﴾ (المؤمنون: ١٠١) فِي النَّفْخَةِ الْاُوْلٰى ثُمَّ يُنْفَخُ فِي الصُّوْرِ ﴿فَصَعِقَ مَنْ فِي السَّمَاوَاتِ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ إِلَّا مَنْ شَآءَ اللّٰهُ﴾ (الزمر: ٦٨) فَلَا أَنْسَابَ بَيْنَهُمْ عِنْدَ ذٰلِكَ وَلَا يَتَسَآءَلُوْنَ. ثُمَّ

(اس کے ان شبہات کو سن کر) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ (تیرے پہلے شبہ کا جواب یہ ہے) جو فرمایا کہ ان کے درمیان نسب نہیں اور نہ وہ ایک دوسرے سے پوچھ گچھ کریں گے یہ نفخہ اولیٰ کے وقت ہوگا۔ تو بے ہوش ہو جائیں گے جو آسمانوں اور

فِي النَّفْخَةِ الْاٰخِرَةِ ﴿اَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ يَّتَسَآءَلُوْنَ﴾ (الصافات: ٢٧). وَاَمَّا قَوْلُهٗ ﴿مَا كُنَّا مُشْرِكِيْنَ﴾ (الانعام:٢٣) ﴿وَلَا يَكْتُمُوْنَ اللّٰهَ﴾ (النساء:٤٢). فَاِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ لِاَهْلِ الْاِخْلَاصِ ذُنُوْبَهُمْ وَقَالَ الْمُشْرِكُوْنَ تَعَالَوْا نَقُوْلُ لَمْ نَكُنْ مُّشْرِكِيْنَ فَخُتِمَ عَلٰى اَفْوَاهِهِمْ فَتَنْطِقُ اَيْدِيْهِمْ فَعِنْدَ ذٰلِكَ عُرِفَ اَنَّ اللّٰهَ لَا يُكْتَمُ حَدِيْثًا وَّعِنْدَهٗ ﴿يَوَدُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا﴾ (النساء:٤٢) الْاٰيَةَ.

زمین میں ہیں سوائے جنہیں اللہ چاہے (الزمر:۶۸) اور یہ جو فرمایا کہ ایک دوسرے سے پوچھ کچھ کریں گے یہ نفخۂ ثانیہ کے بعد ہوگا۔ دوسرے سوال کا جواب یہ دیا کہ ابتداء حساب کے وقت جب اللہ تعالیٰ اہل اخلاص کے گناہوں کو معاف فرمائے گا تو اس وقت مشرکین کہیں گے: آؤ ہم اپنا عقیدہ چھپائیں اور کہیں کہ ہم مشرک نہیں تھے پھر ان کے منہ پر مہر کی جائے گی اور ان کے ہاتھ اس وقت کلام کریں گے' اس وقت پہچانا جائے گا کہ یہ لوگ اللہ سے کوئی بات چھپا نہیں سکتے۔ اس وقت کافر پسند کرے گا کہ اس پر زمین برابر کردی جائے۔

وَخَلَقَ الْاَرْضَ فِيْ يَوْمَيْنِ ثُمَّ خَلَقَ السَّمَاءَ ثُمَّ اسْتَوٰى اِلَى السَّمَاءِ فَسَوّٰهُنَّ فِيْ يَوْمَيْنِ اٰخَرَيْنِ ثُمَّ دَحَا الْاَرْضَ وَدَحْوُهَا اَنْ اَخْرَجَ مِنْهَا الْمَاءَ وَالْمَرْعٰى وَخَلَقَ الْجِبَالَ وَالْجِمَالَ وَالْاٰكَامَ وَمَا بَيْنَهُمَا فِيْ يَوْمَيْنِ اٰخَرَيْنِ فَذٰلِكَ قَوْلُهٗ ﴿دَحَاهَا﴾ (النازعات:٣٠) وَقَوْلُهٗ ﴿خَلَقَ الْاَرْضَ فِيْ يَوْمَيْنِ﴾ (آیت:۹) فَجُعِلَتِ الْاَرْضُ.

تیسرے شبہہ کا جواب یہ دیا کہ اللہ تعالیٰ نے زمین کو دو دن میں پیدا فرمایا' پھر آسمان پیدا فرمایا' پھر آسمان کی طرف قصد فرمایا اور انہیں ٹھیک سات آسمان کر دیئے۔ دوسرے دو دنوں میں اس کے بعد زمین کو پھیلایا۔ زمین کے پھیلانے کا مطلب یہ ہے کہ اس سے پانی اور چارہ نکالا...... پہاڑوں اور چوپاؤں اور اونٹوں اور ٹیلوں کو اور آسمان اور زمین کے درمیان جو کچھ ہے ان کو دوسرے دنوں میں پیدا فرمایا' اور یہ جو فرمایا: زمین کو دو دن میں پیدا فرمایا۔ اس سے مراد یہ ہے کہ زمین کو اور زمین میں جو کچھ ہے سب کو چار دن میں پیدا فرمایا اور آسمانوں کو دو دن میں۔

وَمَا فِيْهَا مِنْ شَيْءٍ فِيْ اَرْبَعَةِ اَيَّامٍ وَّخُلِقَتِ السَّمَاوَاتُ فِيْ يَوْمَيْنِ ﴿وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا﴾ (النساء:٩٦) سَمّٰى نَفْسَهٗ ذٰلِكَ' وَذٰلِكَ قَوْلُهٗ اَيْ لَمْ يَزَلْ كَذٰلِكَ فَاِنَّ اللّٰهَ لَمْ يُرِدْ شَيْئًا اِلَّا اَصَابَ بِهِ الَّذِيْ اَرَادَ فَلَا يَخْتَلِفُ عَلَيْكَ الْقُرْاٰنُ فَاِنَّ كُلًّا مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ.

اور چوتھے شبہہ کا جواب یہ دیا کہ ''کَانَ'' معنی میں ''لم یزل'' کے ہے۔ اس کا صحیح ترجمہ یہ ہے کہ اللہ غفور رحیم ہے یعنی ہمیشہ سے ہے۔ یہاں ''کان'' کا ترجمہ ''تھا'' کرنا غلط ہے۔ قرآن میں اختلاف کا یقین نہ کر اس لیے کہ پورا قرآن اللہ کی طرف سے ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول یہی ہے کہ زمین آسمان سے پہلے پیدا کی گئی مگر بہت سے مفسرین نے مثلاً امام مقاتل' امام قتادہ اور امام سدی کا قول ہے کہ آسمان پہلے پیدا فرمایا گیا اور زمین بعد میں' اس کی دلیل سورۂ نازعات کی یہ آیت ہے: ''وَالْاَرْضَ بَعْدَ ذٰلِكَ دَحٰهَا'' اور زمین کو اس کے بعد پھیلایا اس آیت میں ''دَحٰهَا'' سے مراد زمین کی پیدائش بھی ہے اور اس کا پھیلانا بھی ہے۔ مجدد اعظم اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کی یہی تحقیق ہے جو انہوں نے اپنے رسالے ''کشف حقائق'' میں تحریر فرمایا ہے اور یہی الملفوظ جلد اول میں بھی ہے۔ یہ دوسری بات ہے کہ ''الملفوظ'' میں کتابت کی غلطی کی وجہ سے کچھ اغلاط ہوگئی ہیں۔

''وَقَالَ مُجَاهِدٌ ﴿مَمْنُوْنٍ﴾ (آیت:۸) مَحْسُوْبٍ ﴿اَقْوَاتَهَا﴾ (آیت:۱۰) اَرْزَاقَهَا''...... ان کی غذا ﴿فِيْ كُلِّ سَمَاءٍ

اَمْرَهَا﴾ (آیت:۱۲) مِمَّا اَمَرَ بِهٖ...... یعنی جن باتوں کا انہیں حکم دیا گیا ﴿نَحِسَاتٍ﴾ (آیت:۱۶) مَشَائِيمَ...... منحوس ﴿وَقَيَّضْنَا لَهُمْ قُرَنَاءَ﴾ (آیت:۲۵) قَرَنَّاهُمْ بِهِمْ...... اور ہم نے ان پر کچھ ساتھی تعینات کیے ﴿تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلَائِكَةُ﴾ (آیت:۳۰) عِنْدَ الْمَوْتِ...... یعنی ہم ان پر موت کے وقت فرشتے نازل کرتے ہیں ﴿اهْتَزَّتْ﴾ (آیت:۳۹) بِالنَّبَاتِ...... سبزہ زار ہوگئی ﴿وَرَبَتْ﴾ (آیت:۳۹) ارْتَفَعَتْ...... اونچی ہوئی "وَقَالَ غَيْرُهُ ﴿مِنْ اَكْمَامِهَا﴾ (آیت:٤٧) حِيْنَ تَطْلُعُ" ...... اور ان کے غیر نے کہا: اپنے غلافوں سے جب کہ وہ پھوٹے ﴿لَيَقُوْلَنَّ هٰذَا لِيْ﴾ (آیت:۵۰) بِعَمَلِيْ اَيْ اَنَا مَحْقُوْقٌ بِهٰذَا...... میرے عمل سے میں اس کا حق دار ہوں ﴿سَوَاءً لِّلسَّائِلِيْنَ﴾ (آیت:۱۰) قَدَّرَهَا سَوَاءً...... یعنی ان کو مقرر کیا پوچھنے والوں کے لیے ٹھیک جواب ﴿فَهَدَيْنَاهُمْ﴾ (آیت:۱۷) دَلَلْنَاهُمْ عَلَى الْخَيْرِ وَالشَّرِّ كَقَوْلِهٖ ﴿وَهَدَيْنَاهُ النَّجْدَيْنِ﴾ (البلد:۱۰) وَالْهُدَى الَّذِيْ هُوَ الْاِرْشَادُ بِمَنْزِلَةِ اَسْعَدْنَاهُ. مِنْ ذٰلِكَ قَوْلُهٗ ﴿اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ هَدَى اللّٰهُ فَبِهُدَاهُمُ اقْتَدِهْ﴾ (الانعام:۹۰)...... ہم نے ان کو اچھائی اور برائی کا راستہ دکھایا' جیسے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور ہم نے اسے دو ابھری چیزوں کی راہ بتائی اور جیسے اس کا ارشاد ہے: اور ہم نے اس کو راستہ دکھایا' اور ہدایت کے معنی وہ ہدایت جو ارشاد کے معنی میں ہے "بِمَنْزِلَةِ اَصْعَدْنَاهُ" ہے' یعنی ہدایت کے ایک معنی یہ بھی ہیں کہ اس کو راستے پر چلا کر مقصود تک پہنچایا' یعنی ایصال الی المطلوب جیسے "اصعدناہ" کا معنی ہے کہ ہم نے اس کو اوپر چڑھایا' اسی طرح ہدایت کے معنی ہوں گے کہ ہم نے اسے راستہ چلا کر مطلوب تک پہنچایا' اسی معنی میں ہے یہ آیت کریمہ: ہم نے ان لوگوں کو ہدایت دی تو ان کے طریقے کی پیروی کرو ﴿يُوْزَعُوْنَ﴾ (آیت:۱۹) يُكَفُّوْنَ...... روکے جائیں گے ﴿مِنْ اَكْمَامِهَا﴾ (آیت:٤٧)...... غلافوں سے "قِشْرُ الْكُفُرَّى هِيَ الْكُمُّ"...... کھجور کے غنچے کے غلاف کو "کُم" کہتے ہیں ﴿وَلِيٌّ حَمِيْمٌ﴾ (آیت:٣٤) اَلْقَرِيْبُ...... مددگار' قریبی ﴿مِنْ مَّحِيْصٍ﴾ (آیت:٤٨) حَاصَ عَنْهُ حَادَ...... ٹھکانہ' لوٹنے کی جگہ ﴿مِرْيَةٍ﴾ (آیت:٥٤) وَمُرْيَةٌ وَّاحِدٌ اَيْ اِمْتِرَاءٌ...... شک "وَقَالَ مُجَاهِدٌ ﴿اِعْمَلُوْا مَا شِئْتُمْ﴾ (آیت:٤٠) اَلْوَعِيْدُ"...... یہ ارشاد کہ جو چاہو کرو دھمکی ہے...... وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ ﴿بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ﴾ (آیت:٣٤) اَلصَّبْرُ عِنْدَ الْغَضَبِ' وَالْعَفْوُ عِنْدَ الْاِسَاءَةِ فَاِذَا فَعَلُوْهُ عَصَمَهُمُ اللّٰهُ وَخَضَعَ لَهُمْ عَدُوُّهُمْ ﴿كَاَنَّهٗ وَلِيٌّ حَمِيْمٌ﴾ (آیت:٣٤)...... احسن طریقہ یہ ہے کہ غصہ کے وقت صبر کرے اور برائی کے وقت معاف کرنے پس لوگ جب اس کو کرلیں گے اللہ ان کی حفاظت فرمائے گا اور ان کے دشمن کو ان کے لیے رحم دل کردے گا گویا وہ قریبی حمایتی ہے۔

بَابٌ [حٰمٓ السجدہ:۲۲ کی تفسیر]

قَوْلِهٖ ﴿وَمَا كُنْتُمْ تَسْتَتِرُوْنَ اَنْ يَّشْهَدَ عَلَيْكُمْ سَمْعُكُمْ وَلَا اَبْصَارُكُمْ وَلَا جُلُوْدُكُمْ وَلٰكِنْ ظَنَنْتُمْ اَنَّ اللّٰهَ لَا يَعْلَمُ كَثِيْرًا مِّمَّا تَعْمَلُوْنَ۝﴾ (آیت:۲۲).

اللہ عزوجل کے اس ارشاد کی تفسیر: اور تم اس سے چھپ کر کہاں جاتے کہ تم پر گواہی دیں تمہارے کان اور تمہاری آنکھیں اور تمہاری کھالیں لیکن تم تو یہ سمجھے بیٹھے تھے کہ اللہ تمہارے بہت سے کام نہیں جانتا۝

(ص ۲۱۷)

۴۸۱۶- عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ ﴿وَمَا كُنْتُمْ تَسْتَتِرُوْنَ اَنْ يَّشْهَدَ عَلَيْكُمْ سَمْعُكُمْ﴾ (آیت:۲۲) اَلْاٰيَةَ كَانَ رَجُلَانِ مِنْ قُرَيْشٍ وَّخَتَنٌ لَّهُمَا مِنْ ثَقِيْفٍ اَوْ رَجُلَانِ مِنْ ثَقِيْفٍ وَخَتَنٌ لَّهُمَا مِنْ قُرَيْشٍ فِيْ بَيْتٍ فَقَالَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے آیت "وَمَا كنتم تستترون ان يشهد عليكم سمعكم" کے شانِ نزول میں فرمایا: دو قریشی مرد تھے اور ان کا سسرال ثقیف کا ایک شخص تھا یا دو شخص ثقیف کے تھے اور ان کا سسرال قریش کا ایک شخص تھا۔ یہ سب ایک گھر میں

اَتَـرَوْنَ اَنَّ اللّٰهَ يَسْمَعُ حَدِيْثَنَا؟ قَالَ بَعْضُهُمْ يَسْمَعُ بَعْضَهُ وَقَالَ بَعْضُهُمْ لَئِنْ كَانَ يَسْمَعُ بَعْضَهُ لَقَدْ يَسْمَعُ كُلَّهُ فَاَنْزَلَتْ ﴿وَمَا كُنْتُمْ تَسْتَتِرُوْنَ اَنْ يَّشْهَدَ عَلَيْكُمْ سَمْعُكُمْ وَلَآ اَبْصَارُكُمْ﴾ اَلْاٰيَةَ. (اس کے بعد ہی فوراً متصل) تھے۔ان میں سے بعض نے بعض سے کہا: کیا تم لوگوں کا خیال ہے کہ اللہ ہماری بات سنتا ہے؟ تو ان کے بعض نے کہا: بعض بات سنتا ہے اور ان کے بعض نے کہا: اگر بعض بات سنتا ہے تو پوری بات ضرور سنتا ہے۔اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی: تم کہاں تک چھپو گے تم پر تمہارے کان اور تمہاری آنکھیں گواہی دیں گی۔

بخاری۔کتاب التوحید۔باب: ما کنتم تستترون ان یشھد علیکم ص ۱۱۲۲، مسلم۔کتاب التوبۃ، ترمذی، نسائی۔کتاب التفسیر)

کتاب التوحید میں یہ ہے کہ یہ لوگ بیت اللہ کے پاس اکٹھے ہوئے، ان کے پیٹوں پہ چربی بہت تھی اور دلوں میں سمجھ کم۔آخر میں یہ ہے کہ انہوں نے یہ کہا تھا، اگر ہم بلند آواز سے بولتے ہیں تو وہ سنتا ہے اور جب آہستہ بولتے ہیں تو نہیں سنتا، اس پر دوسرے نے کہا: اگر ہماری بلند آواز سنتا ہے تو وہ ہماری پست آواز بھی سنتا ہے۔اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔ دو قریشی تھے ایک ثقفی یا برعکس، یہ شک روائ حدیث معمر سے ہوا۔امام عبدالرزاق نے بہ طریق وحدب بن ربیعہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ ہی سے بغیر شک کے یہ روایت کیا۔ ایک ثقفی اور دو اس کے سسرال کے قریشی۔ابن بشکوال نے مبہمات میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ قریشی اسود بن عبد یغوث زہری تھا، اور ثقفی اخنس بن شریق تھا، اور دوسرے کا نام انہوں نے نہیں بتایا۔ ثعلبی اور بغوی نے بتایا کہ ثقفی عبد یالیل بن عمرو بن عمیر اور دو قریشی اُمیہ بن خلف کے بیٹے صفوان اور ربیعہ تھے۔اسماعیل بن محمد تیمی نے اپنی تفسیر میں ذکر کیا کہ قریشی صفوان بن امیہ تھا اور دو ثقفی ربیعہ اور حبیب عمرو کے بیٹے تھے۔واللہ تعالیٰ اعلم!

سُوْرَةُ حٰمٓ عٓسٓقٓ

یہ سورت مکی ہے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ اس کی چار آیتیں مدنی ہیں ''قُلْ لَّا اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا'' (الشوریٰ:۲۳) سے لے کر ''وَالَّذِيْنَ اِذَآ اَصَابَهُمُ الْبَغْيُ......مَا عَلَيْهِمْ مِّنْ سَبِيْلٍ'' (الشوریٰ:۳۹) تک۔اس میں ترپن آیتیں ہیں۔

''وَيُذْكَرُ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ ﴿عَقِيْمًا﴾ (آیت:۵۰) لَاتَلِدُ''......بانجھ ﴿رُوْحًا مِّنْ اَمْرِنَا﴾ (آیت:۵۲) اَلْقُرْاٰنُ. وَقَالَ مُجَاهِدٌ ﴿يَذْرَؤُكُمْ فِيْهِ﴾ (آیت:۱۱) نَسْلٌ بَعْدَ نَسْلٍ......پھیلاتا ہے ایک نسل کے بعد دوسری ﴿لَاحُجَّةَ بَيْنَنَا﴾ (آیت:۱۵) لَاخُصُوْمَةَ......ہمارے تمہارے درمیان جھگڑا نہیں ﴿طَرْفٍ خَفِيٍّ﴾ (آیت:۴۵) ذَلِيْلٍ......حقیر نگاہ ''وَقَالَ غَيْرُهُ ﴿فَيَظْلَلْنَ رَوَاكِدَ عَلٰى ظَهْرِهٖ﴾ (آیت:۳۳) يَتَحَرَّكْنَ وَلَا يَجْرِيْنَ فِي الْبَحْرِ''......ہلتی ہیں اور سمندر میں چلتی نہیں ﴿شَرَعُوْا﴾ (آیت:۲۱) اِبْتَدَعُوْا......انہوں نے ابتدا کی۔

سُوْرَةُ حٰمٓ الزُّخْرُفِ

یہ سورت مکی ہے اور اس میں نواسی آیتیں ہیں۔

''وَقَالَ مُجَاهِدٌ ﴿عَلٰى اُمَّةٍ﴾ (آیت:۲۲-۲۳) عَلٰى اِمَامٍ''......اُمت کے یہاں معنی پیشواء کے ہیں ﴿وَقِيْلِهٖ يٰرَبِّ﴾ (آیت:۸۸) تَفْسِيْرُهٗ. اَيَحْسَبُوْنَ اَنَّا لَانَسْمَعُ سِرَّهُمْ وَنَجْوَاهُمْ وَلَا نَسْمَعُ قِيْلَهُمْ؟......اور ان کے اس کہنے کی قسم: اے میرے رب! اس کی تفسیر یہ ہے کہ کیا وہ لوگ گمان کرتے ہیں کہ ہم ان کی پست آواز اور ان کی سرگوشی کو نہیں سنتے اور ہم ان کی بات کو نہیں سنتے ''وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ ﴿وَلَوْلَآ اَنْ يَّكُوْنَ النَّاسُ اُمَّةً وَّاحِدَةً﴾ (آیت:۳۳) لَوْلَا اَنْ جَعَلَ النَّاسَ كُلَّهُمْ كُفَّارًا لَجَعَلْتُ لِبُيُوْتِ الْكُفَّارِ ﴿سُقُفًا مِّنْ فِضَّةٍ وَّمَعَارِجَ﴾ (آیت:۳۳) مِنْ فِضَّةٍ وَهِيَ دَرَجٌ وَسُرُرُ فِضَّةٍ''......کیوں نہیں اگر سب کو کفار بنانا، اگر ایسا ہوتا

تو کفار کے گھروں کی چھتیں چاندی کی ہوتیں اور سیڑھیاں چاندی کی اور تخت چاندی کے ﴿مُقْرِنِيْنَ﴾ (آیت:۱۳) مُطِيْقِيْنَ...... ہم طاقت رکھتے ہیں ﴿آسَفُوْنَا﴾ (آیت:۵۵). اَسْخَطُوْنَا...... ہم کو ناراض کر دیا ﴿يَعْشُ﴾ (آیت:۳۶) يَعْمٰى...... اندھا ہوتا ہے "وَقَالَ مُجَاهِدٌ ﴿اَفَنَضْرِبُ عَنْكُمُ الذِّكْرَ﴾ (آیت:۵) اَیْ تُكَذِّبُوْنَ بِالْقُرْاٰنِ ثُمَّ لَا تُعَاقَبُوْنَ عَلَيْهِ؟"...... یعنی تم قرآن کو جھٹلاؤ پھر یہ گمان کرو کہ اس پر سزا نہیں دیے جاؤ گے ﴿وَمَضٰى مَثَلُ الْاَوَّلِيْنَ﴾ (آیت:۸) سُنَّةُ الْاَوَّلِيْنَ...... اگلوں کا طریقہ گزر چکا ﴿مُقْرِنِيْنَ﴾ (آیت:۱۳) يَعْنِي الْاِبِلَ وَالْخَيْلَ وَالْبِغَالَ وَالْحَمِيْرَ...... طاقت رکھنے والے یعنی اونٹ اور گھوڑے اور خچر اور گدھے ﴿يُنَشَّؤُا فِي الْحِلْيَةِ﴾ (آیت:۱۸) اَلْجَوَارِيْ جَعَلْتُمُوْهُنَّ لِلرَّحْمٰنِ وَلَدًا فَكَيْفَ تَحْكُمُوْنَ...... زیور میں پلی بچیاں جن کو تم نے رحمٰن کی اولاد ٹھہرایا پس تم کیسا فیصلہ کرتے ہو؟ یہ تعریض ہے' مشرکین عرب بچیوں کو پسند نہیں کرتے تھے پھر کیسے کہتے ہو کہ فرشتے اللہ کی بیٹیاں ہیں ﴿لَوْ شَآءَ الرَّحْمٰنُ مَا عَبَدْنَاهُمْ﴾ (آیت:۲۰) يَعْنُوْنَ الْاَوْثَانَ يَقُوْلُ اللّٰهُ تَعَالٰى ﴿مَا لَهُمْ بِذٰلِكَ مِنْ عِلْمٍ﴾ (آیت:۲۰) اَلْاَوْثَانُ اِنَّهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ...... اگر رحمٰن چاہتا تو ہم ان کو نہ پوجتے یعنی بتوں کو' اللہ عزوجل کے اس قول کی وجہ سے انہیں اس کا علم نہیں یعنی بت نہیں جانتے ﴿فِيْ عَقِبِهٖ﴾ (آیت:۲۸) وَلَدِهٖ ﴿مُقْتَرِنِيْنَ﴾ (آیت:۵۳) يَمْشُوْنَ مَعًا...... ساتھ ساتھ چلتے ہیں ﴿سَلَفًا﴾ (آیت:۵٦) قَوْمُ فِرْعَوْنَ سَلَفًا لِكُفَّارِ اُمَّةِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ...... "سلف" سے مراد قوم فرعون ہے جو اس امت کے کفار کے اگلے ہیں ﴿وَمَثَلًا﴾ (آیت:۵٦) عِبْرَةً ﴿يَصِدُّوْنَ﴾ (آیت:۵۷) يَضِجُّوْنَ...... غل مچاتے ہیں ﴿مُبْرِمُوْنَ﴾ (آیت:۷۹) مُجْمِعُوْنَ...... جمع کرنے والے ﴿اَوَّلُ الْعَابِدِيْنَ﴾ (آیت:۸۱) اَوَّلُ الْمُؤْمِنِيْنَ...... عابد سے یہاں مراد مومن ہیں ﴿اِنَّنِيْ بَرَآءٌ مِّمَّا تَعْبُدُوْنَ﴾ (آیت:۲٦) اَلْعَرَبُ تَقُوْلُ نَحْنُ مِنْكَ الْبَرَاءُ وَالْخَلَاءُ وَالْوَاحِدُ وَالْاِثْنَانِ وَالْجَمِيْعُ مِنَ الْمُذَكَّرِ وَالْمُؤَنَّثِ يُقَالُ فِيْهِ بَرَاءٌ لِاَنَّهٗ مَصْدَرٌ وَلَوْ قَالَ بَرِيْءٌ لَقِيْلَ فِي الْاِثْنَيْنِ بَرِيْئَانِ وَفِي الْجَمِيْعِ بَرِيْئُوْنَ. وَقَرَاَ عَبْدُ اللّٰهِ اِنَّنِيْ بَرِيْءٌ بِالْيَاءِ...... افادہ یہ فرمانا چاہتے ہیں کہ "براء" مصدر ہے اس لیے واحد تثنیہ جمع مونث مذکر سب کے لیے آتا ہے اور "بری ء" کی تثنیہ کے لیے "بریئان" اور جمع کے لیے "بریئون" ہے اس لیے کہ یہ صفت مشبہ ہے فعیل کے وزن پر اور حضرت عبداللہ ابن مسعود نے پڑھا "بَرِيٌّ" یاء کے ساتھ...... "وَالزُّخْرُفُ: اَلذَّهَبُ" سونا، عرف میں اب اس کے معنی آرائش و زیبائش کے ہیں ﴿مَلٰٓئِكَةً فِي الْاَرْضِ يَخْلُفُوْنَ﴾ (آیت:٦۰) يَخْلُفُ بَعْضُهُمْ بَعْضًا...... فرشتے یکے بعد دیگرے آتے جاتے ہیں۔

بَابٌ [حٰمٓ الزخرف: ۷۷ کی تفسیر]

قَوْلِهٖ ﴿وَنَادَوْا يَا مَالِكُ لِيَقْضِ عَلَيْنَا رَبُّكَ﴾ (آیت:۷۷) اَلْاٰيَةَ. (ص ٧١٣) اللہ عزوجل کے اس ارشاد کی تفسیر: اور جہنمی پکاریں گے: اے مالک! تیرا رب ہمارا کام تمام کر دے۔

"وَقَالَ قَتَادَةُ ﴿مَثَلًا لِّلْاٰخِرِيْنَ﴾ (آیت:۵٦) عِظَةً"...... اور قتادہ نے کہا: "مثلًا" سے مراد نصیحت ہے "وَقَالَ غَيْرُهٗ ﴿مُقْرِنِيْنَ﴾ (آیت:۱۳) ضَابِطِيْنَ يُقَالُ فُلَانٌ مُقْرِنٌ لِّفُلَانٍ ضَابِطٌ لَّهٗ"...... اور ان کے غیر نے کہا: "مقرنین" کے معنی ہیں: قابو میں کرنے والے کہا جاتا ہے "فُلَانٌ مُقْرِنٌ بِفُلَانٍ" یعنی اس کو قابو میں کیے ہوئے ہے ﴿وَالْاَكْوَابُ﴾ اَلْاَبَارِيْقُ الَّتِيْ لَا خَرَاطِيْمَ لَهَا...... وہ لوٹے جس میں ٹونٹیاں نہ ہوں ﴿اَوَّلُ الْعَابِدِيْنَ﴾ (آیت:۸۱) اَیْ مَا كَانَ فَاَنَا اَوَّلُ الْاٰنِفِيْنَ وَهُمَا لُغَتَانِ رَجُلٌ عَابِدٌ وَعَبِدٌ وَقَرَاَ عَبْدُ اللّٰهِ وَقَالَ الرَّسُوْلُ يَا رَبِّ وَيُقَالُ ﴿اَوَّلُ الْعَابِدِيْنَ﴾ اَلْجَاحِدِيْنَ مِنْ عَبِدَ يَعْبَدُ......

ارشاد ہے: "قُلْ اِنْ كَانَ لِلرَّحْمٰنِ وَلَدٌ فَاَنَا اَوَّلُ الْعَابِدِيْنَ" فرمادو: اگر رحمٰن کی کوئی اولاد ہے تو میں سب سے پہلا اسے پوجنے والا ہوں۔ "عابدین" میں دو احتمال ہیں ایک یہ کہ "عَبَدَ يَعْبُدُ" "نَصَرَ يَنْصُرُ" سے آئے' اس کے معنی عبادت کرنے والے

کے ہیں' دوسرے یہ کہ ''عَبِدَ یَعْبَدُ سَمِعَ یَسْمَعُ'' سے آئے' اس کے معنی انکار کرنے والے کے ہیں۔ امام بخاری نے یہاں دوسرے احتمال کو لیا' اور ''اِنْ'' کو نافیہ مانا یعنی اللہ کی کوئی اولاد نہیں' میں سب سے پہلا انکار کرنے والا ہوں۔ کہتے ہیں: ''اَوَّلُ الْعَابِدِیْنَ'' یعنی ''جاحدین'' انکار کرنے والے ''عَبِدَ یَعْبَدُ'' سے' انکار کرنے کے معنی میں اور حضرت عبداللہ بن مسعود نے ''وَقِیْلِہٖ یَا رَبِّ'' کی جگہ ''وَقَالَ الرَّسُوْلُ یَا رَبِّ'' پڑھا ہے۔ ان کی یہ قراءت شاذہ ہے۔ مناسب یہ تھا کہ یہ وہیں ہوتا جہاں ''قِیْلِہٖ یَا رَبِّ'' کی تفسیر مذکور ہے' یہاں یوں بھی غیر مناسب ہے کہ ''عابدین'' کی تفسیر کے درمیان اس کو ذکر کیا' لیکن غالباً یہ ناسخوں کا کام ہے۔

''وَقَالَ قَتَادَۃُ ﴿فِیْٓ اُمِّ الْکِتَابِ﴾ (آیت:٤) جُمْلَۃِ الْکِتَابِ' اَصْلِ الْکِتَابِ ﴿اَفَنَضْرِبُ عَنْکُمُ الذِّکْرَ صَفْحًا اَنْ کُنْتُمْ قَوْمًا مُّسْرِفِیْنَ﴾ (آیت:٥) مُشْرِکِیْنَ. وَاللّٰہِ لَوْ اَنَّ ھٰذَا الْقُرْاٰنَ رُفِعَ حَیْثُ رَدَّہٗ اَوَائِلُ ھٰذِہِ الْاُمَّۃِ لَھَلَکُوْا''...... تو کیا ہم تم سے ذکر کا پہلو پھیر دیں' اس پر کہ تم لوگ حد سے بڑھنے والے ہو' یعنی مشرک ہو' بخدا! اگر یہ قرآن اٹھالیا جاتا جب کہ اسے اس امت کے اگلوں نے رد کیا تھا تو ہلاک ہو جاتے۔ ﴿فَاَھْلَکْنَآ اَشَدَّ مِنْھُمْ بَطْشًا وَّمَضٰی مَثَلُ الْاَوَّلِیْنَ﴾ (آیت:٨) عُقُوْبَۃُ الْاَوَّلِیْنَ...... تو ہم نے ان کو ہلاک کر دیا جو ان سے بھی پکڑ میں سخت تھے اور اگلوں کا حال گزر چکا ہے' یعنی سزا ﴿جُزْئًا﴾ (آیت:١٥) عَدْلًا...... برابر۔

سُوْرَۃُ الدُّخَانِ (ص ٧١٤)

یہ سورت مکی ہے' اس میں اُنسٹھ آیتیں ہیں۔ ترمذی میں ہے کہ جو رات میں سورۂ ''حٰمٓ دُخَان'' پڑھے گا صبح تک ستر ہزار فرشتے اس کے لیے استغفار کریں گے اور ایک حدیث میں ہے جو شب جمعہ ''حٰمٓ دُخَان'' پڑھے گا اسے بخش دیا جائے گا۔

''وَقَالَ مُجَاھِدٌ ﴿رَھْوًا﴾ (آیت:٢٤) طَرِیْقًا یَابِسًا''...... خشک راستہ ﴿عَلَی الْعٰلَمِیْنَ﴾ (آیت:٣٢) عَلٰی مَنْ بَیْنَ ظَھْرَیْہِ...... پوری دنیا پر یعنی ان تمام لوگوں پر جو اس وقت زمین پر تھے ﴿فَاعْتِلُوْہُ﴾ (آیت:٤٧) اِدْفَعُوْہُ...... اس کو دفع کرو' دور کرو ﴿وَزَوَّجْنٰھُمْ بِحُوْرٍ﴾ (آیت:٥٤) اَنْکَحْنَاھُمْ حُوْرًا عِیْنًا یَّحَارُ فِیْھَا الطَّرْفُ...... ہم نے ان کا نکاح کیا حور عین سے جنہیں دیکھنے سے آنکھیں چکا چوند ہو جاتی ہیں ﴿تَرْجُمُوْنِ﴾ (آیت:٢٠) اَلْقَتْلُ...... یعنی قتل کر ڈالو ''وَرَھْوًا سَاکِنًا وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ ﴿کَالْمُھْلِ﴾ (آیت:٤٥) اَسْوَدُ کَمُھْلِ الزَّیْتِ''...... کالا' روغن زیتون کے تلچھٹ کے مثل ''وَقَالَ غَیْرُہٗ ﴿تُبَّعٍ﴾ (آیت:٣٧) مُلُوْکُ الْیَمَنِ کُلُّ وَاحِدٍ مِّنْھُمْ یُسَمّٰی تُبَّعًا لِاَنَّہٗ یَتْبَعُ صَاحِبَہٗ وَالظِّلُّ یُسَمّٰی تُبَّعًا لِاَنَّہٗ یَتْبَعُ الشَّمْسَ''...... یمن کے بادشاہوں کا لقب ہے' ہر بادشاہ کو ''تبع'' کہا جاتا ہے' کیونکہ وہ دوسرے کے پیچھے آتا ہے اور سایہ کو بھی تبع کہتے ہیں اس لیے کہ وہ سورج کے تابع ہوتا ہے۔

سُوْرَۃُ الْجَاثِیَۃِ (ص ٧١٥)

یہ سورت مکی ہے' اور اس میں سینتیس آیتیں ہیں۔

﴿جَاثِیَۃً﴾ (آیت:٢٨) مُسْتَوْفِزِیْنَ عَلَی الرُّکَبِ...... گھٹنے کے بل کھڑے ہو جانے والے ''وَقَالَ مُجَاھِدٌ ﴿نَسْتَنْسِخُ﴾ (آیت ٢٩) نَکْتُبُ''...... ہم لکھتے ہیں: ﴿نَنْسٰکُمْ﴾ (آیت:٣٤) نَتْرُکُکُمْ...... ہم تم کو چھوڑ دیں گے۔

سُوْرَۃُ الْاَحْقَافِ (ص ٧١٥)

یہ سورت مکی ہے' مگر دو آیتیں مدنی ہیں' ایک ''قُلْ اَرَءَیْتُمْ اِنْ کَانَ مِنْ عِنْدِ اللّٰہِ وَکَفَرْتُمْ بِہٖ'' (الاحقاف:١٠) اور دوسری ''وَقَالَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَوْ کَانَ خَیْرًا مَّا سَبَقُوْنَآ اِلَیْہِ'' (الاحقاف:١١) اس میں پینتیس آیتیں ہیں۔

''اَحْقَاف''، ''حِقْفٌ'' کی جمع ہے' ریت کا گول ٹیلہ' حضرت ابن عباس نے فرمایا کہ احقاف عمان اور مہرہ کے درمیان ایک میدان ہے۔ دیگر لوگوں نے اور بھی اس کی تفسیریں کی ہیں۔

''وَقَالَ مُجَاهِدٌ ﴿تُفِيْضُوْنَ﴾ (آیت:٨) تقولون'' ...... کہتے ہیں: ''وَقَالَ بَعْضُهُمْ اَثَرَةٍ وَّاُثْرَةٍ ﴿اَوْ اَثَارَةٍ﴾ (آیت:٤) بَقِيَّةُ عِلْمٍ وَّقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ ﴿بِدْعًا مِّنَ الرُّسُلِ﴾ (آیت:٩) لَسْتُ بِاَوَّلِ الرُّسُلِ'' ...... میں نیا رسول نہیں ہوں ''وَقَالَ غَيْرُهُ ﴿اَرَاَيْتُمْ﴾ (آیت:٤) هٰذِهِ الْاَلِفُ اِنَّمَا هِيَ تَوَعُّدٌ' اِنْ صَحَّ مَا تَدْعُوْنَ لَا يَسْتَحِقُّ اَنْ يُّعْبَدَ وَلَيْسَ قَوْلُهٗ ﴿اَرَاَيْتُمْ﴾ بِرُؤْيَةِ الْعَيْنِ' اِنَّمَا هُوَ اَتَعْلَمُوْنَ اَبَلَغَكُمْ اَنَّ مَا تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ خَلَقُوْا شَيْئًا؟'' ...... ''اَرَاَيْتُمْ'' کا الف ہمزۂ استفہامیہ دھمکی کے لیے ہے' یعنی اگر تمہارا خیال صحیح ہو کہ جن چیزوں کو تم پوجتے ہو وہ عبادت کے لائق نہیں' یہ ''أرأیتم'' آنکھ سے دیکھنے والی رویت نہیں بلکہ اس سے مراد ہے کہ کیا تم جانتے ہو؟ کیا تمہیں یہ خبر پہنچی ہے کہ جنہیں تم اللہ کے سوا پوجتے ہو انہوں نے کوئی چیز پیدا کی ہے؟

بَابٌ

[الاحقاف:١٧ کی تفسیر]

قَوْلِهٖ ﴿وَالَّذِيْ قَالَ لِوَالِدَيْهِ اُفٍّ لَّكُمَا اَتَعِدَانِنِيْٓ اَنْ اُخْرَجَ وَقَدْ خَلَتِ الْقُرُوْنُ مِنْ قَبْلِيْ وَهُمَا يَسْتَغِيْثٰنِ اللّٰهَ وَيْلَكَ اٰمِنْ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ فَيَقُوْلُ مَا هٰذَآ اِلَّآ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ۝﴾ (آیت:١٧). (ص ٧١٥)

اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی تفسیر: وہ جس نے اپنے والدین سے کہا: اُف' تم سے دل پک گیا' کیا مجھے وعدہ دیتے ہو کہ پھر زندہ کیا جاؤں گا حالانکہ مجھ سے پہلے سنگتیں گزر چکیں اور وہ دونوں اللہ سے فریاد کرتے ہیں' تیری خرابی ہو' ایمان لا' بے شک اللہ کا وعدہ سچا ہے تو وہ کہتا ہے: یہ تو نہیں مگر اگلوں کی کہانیاں۝

٢٣١٠- ح: [تُهْمَةُ مَرْوَانَ عَلٰى عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِيْ بَكْرٍ وَرَدٌّ قَاطِعٌ مِنْ عَائِشَةَ]

مروان کا عبدالرحمٰن بن ابی بکر پر بہتان اور اُمّ المومنین کا منہ توڑ جواب

٢٣١٠- عَنْ يُّوْسُفَ بْنِ مَاهَكَ قَالَ كَانَ مَرْوَانُ عَلَى الْحِجَازِ اِسْتَعْمَلَهٗ مُعَاوِيَةُ فَخَطَبَ فَجَعَلَ يَذْكُرُ يَزِيْدَ بْنَ مُعَاوِيَةَ لِكَيْ يُبَايَعَ لَهٗ بَعْدَ اَبِيْهِ فَقَالَ لَهٗ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ اَبِيْ بَكْرٍ شَيْئًا فَقَالَ خُذُوْهُ فَدَخَلَ بَيْتَ عَائِشَةَ فَلَمْ يَقْدِرُوْا فَقَالَ مَرْوَانُ اِنَّ هٰذَا الَّذِيْ اَنْزَلَ اللّٰهُ فِيْهِ ﴿وَالَّذِيْ قَالَ لِوَالِدَيْهِ اُفٍّ لَّكُمَا اَتَعِدَانِنِيْٓ﴾ فَقَالَتْ عَائِشَةُ مِنْ وَّرَاءِ الْحِجَابِ مَا اَنْزَلَ اللّٰهُ فِيْنَا شَيْئًا مِّنَ الْقُرْاٰنِ اِلَّا اَنَّ اللّٰهَ اَنْزَلَ عُذْرِيْ.

یوسف بن ماہک سے روایت ہے' انہوں نے کہا: مروان حجاز کا حکم تھا' حضرت معاویہ نے اس کو حاکم بنایا تھا۔ مروان نے خطبہ دیا اور یزید بن معاویہ کا ذکر کرنے لگا تا کہ اس کے لیے بیعت کی جائے اس کے باپ کے بعد' تو ان سے حضرت عبدالرحمٰن بن ابوبکر نے کچھ کہا' تو مروان نے کہا: اسے پکڑو۔ وہ اُمّ المومنین حضرت عائشہ کے گھر میں چلے گئے' اس لیے لوگ انہیں پکڑ نہ سکے' مروان نے کہا: بے شک یہ وہ ہے جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا: اور وہ جس نے اپنے والدین سے کہا: تم دونوں کو اف! تم سے دل پک گیا ہے' کیا مجھے وعدہ دیتے ہو۔ اس پر حضرت عائشہ نے حجاب کے پیچھے سے فرمایا: اللہ نے ہم لوگوں کے بارے میں قرآن میں کچھ نازل نہ فرمایا سوائے اس کے کہ اللہ نے میرا عذر

نازل فرمایا ہے۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے اپنے زمانہ حکومت میں مروان کو مدینہ کا حاکم بنایا۔ آخری عمر میں جب انہوں نے یہ طے کرلیا کہ یزید کو اپنا ولی عہد بنائیں تو یہ ضروری جانا کہ اپنی حیات ہی میں یزید کی بیعت پورے ممالک اسلامیہ سے لے لیں۔ اس کے لیے انہوں نے اپنے مختلف عمال حکومت کو لکھا' اس میں مروان بھی تھا۔ مروان نے خطبہ دیا اور یزید کی ولی عہدی کی بیعت کی ترغیب میں کہا کہ امیر المومنین نے ایک اچھی بات سوچی ہے۔ وہ حضرات ابوبکر و عمر کی سنت کے مطابق اپنی حیات ہی میں یہ چاہتے ہیں کہ لوگوں سے اپنے بیٹے یزید کی ولی عہدی کی بیعت لے لیں۔ انہوں نے اس کو اپنے بعد خلیفہ بنا دیا ہے جیسا کہ حضرات ابوبکر و عمر نے خلیفہ بنایا تھا۔ اس پر حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر نے کہا کہ یہ ہرقل اور قیصر کا طریقہ ہے۔ حضرت ابوبکر نے خلافت نہ کسی اپنے لڑکے کو دی اور نہ اپنے اہل بیت میں سے کسی کو۔ اس پر مروان نے اپنے سپاہیوں سے کہا کہ انہیں گرفتار کرلو۔ حضرت عبدالرحمٰن بھاگ کر ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ میں چلے گئے۔ مروان منبر سے اتر کر ام المومنین کے دروازہ پر آیا اور ام المومنین سے بہت کچھ باتیں کیں۔ اسی میں اس نے یہ بھی کہا کہ عبدالرحمٰن وہ ہے جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیت کریمہ نازل فرمائی ہے: "وَالَّذِیْ قَالَ لِوَالِدَیْهِ اُفٍّ لَّكُمَا"۔ ام المومنین نے فرمایا: ہم اولادِ ابوبکر کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے سوائے میرے عذر کے اور کچھ نازل نہیں فرمایا ہے۔ وہ جھوٹ بولا ہے۔ یہ فلاں بن فلاں کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ اگر میں چاہوں تو ان کا نام لے سکتی ہوں۔ البتہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مروان کے باپ پر لعنت فرمائی اور مروان اس کی پیٹھ میں تھا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ایک روایت ہے کہ یہ آیت حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ حضرت ابوبکر اور حضرت ام رومان حضرت عبدالرحمٰن کی والدہ مسلمان ہو چکے تھے۔ ان دونوں نے حضرت عبدالرحمٰن سے بھی مسلمان ہونے کو کہا بلکہ بار بار اسلام کی ترغیب دیتے رہے اور وہ انکار کرتے رہے' اور کہتے رہے کہ فلاں اور فلاں کہاں ہیں؟ یعنی قریش کے کچھ مشائخ کے بارے میں جو انتقال کر چکے تھے۔ اس وقت یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔ اس کے بعد حضرت عبدالرحمٰن مسلمان ہوئے اور مخلص مسلمان ہوئے' لیکن یہ صحیح نہیں ہے۔ صحیح وہی ہے جو حضرت ام المومنین رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ یہ حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر کے بارے میں نازل نہیں ہوئی ہے بلکہ یہ ایک کافرماں باپ کے نافرمان بیٹے کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔

فِیْنَا

اس سے مراد اولادِ حضرت ابوبکر ہیں۔ ورنہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے بارے میں متعدد آیتیں نازل ہوئی ہیں۔ مثلاً "ثَانِیَ اثْنَیْنِ اِذْ هُمَا فِی الْغَارِ" اور "وَسَیُجَنَّبُهَا الْاَتْقٰیO الَّذِیْ یُؤْتِیْ مَالَهٗ یَتَزَكّٰیO" (اللیل: ١٧-١٨) اور "اَلسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِیْنَ وَالْاَنْصَارِ" (التوبہ: ١٠٠) اور "وَالَّذِیْنَ مَعَهٗ" وغیرہ کثیر آیتیں ہیں۔

سُوْرَةُ مُحَمَّدٍ ﴿اَلَّذِیْنَ كَفَرُوْا﴾ (ص ٧١٥)

یہ سورت مکی ہے یا مدنی دونوں قول ہیں۔ عام مفسرین کا رجحان یہی ہے کہ یہ مدنی ہے' اور اس میں اڑتیس آیتیں ہیں۔

﴿اَوْزَارَهَا﴾ (آیت: ٤) اٰثَامَهَا حَتّٰی لَا یَبْقٰی اِلَّا مُسْلِمٌ......ارشاد ہے: "فَاِمَّا مَنًّا بَعْدُ وَاِمَّا فِدَآءً حَتّٰی تَضَعَ الْحَرْبُ اَوْزَارَهَا" (محمد: ٤) پھر اس کے بعد چاہے احسان کر کے چھوڑ دو چاہے فدیہ لے لو یہاں تک کہ لڑائی اپنا بوجھ رکھ دے۔ امام بخاری نے فرمایا کہ "اوزارھا" سے مراد "اٰثام" ہیں' یہ "وِزْدٌ" کی جمع ہے جس کے معنی گناہ کے ہیں' مراد یہ ہے کہ یہاں تک کہ مسلمان کے سواء کوئی باقی نہ رہے' لیکن امام بخاری کے علاوہ تمام مفسرین اس پر متفق ہیں کہ "اوزار" سے مراد اسلحے ہیں اور یہ "وِزْرٌ" بہ معنی

بوجھ کے ہے لیکن یہ معنی امام بخاری کی تفسیر کے منافی نہیں۔ گناہ بھی ایک بوجھ ہے ﴿عَرَّفَهَا﴾ (آیت:٦) بَيَّنَهَا...... اس کو بیان کیا "وَقَالَ مُجَاهِدٌ ﴿مَوْلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا﴾ (آیت:١١) وَلِيُّهُمْ" ...... "مولیٰ" بہ معنی والی اور حاکم کے ہے ﴿عَزَمَ الْاَمْرُ﴾ (آیت: ٢١) جَدَّ الْاَمْرُ...... پختہ ارادہ کرلیا ﴿فَلَا تَهِنُوْا﴾ (آیت:٣٥) لَاتَضْعُفُوْا...... کمزوری نہ دکھاؤ "وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ ﴿اَضْغَانَهُمْ﴾ (آیت:٢٩) حَسَدَهُمْ" ...... "اَضْغَان"، "ضِغْنٌ" کی جمع ہے اس کے معنی حسد کے ہیں ﴿اٰسِنٍ﴾ (آیت:١٥) مُتَغَيِّرٍ...... بدلا ہوا۔

بَابٌ

[محمد:٢٢ کی تفسیر]

﴿وَتُقَطِّعُوْا اَرْحَامَكُمْ﴾ (آیت:٢٢). (ص٢٩)

اللہ عزوجل کے اس ارشاد کی تفسیر: اور رشتوں کو تم لوگ کاٹو۔

٢٣١١ - عَنْ سَعِيْدِ بْنِ يَسَارٍ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ خَلَقَ اللّٰهُ الْخَلْقَ فَلَمَّا فَرَغَ مِنْهُ قَامَتِ الرَّحِمُ فَاَخَذَتْ بِحَقْوِ الرَّحْمٰنِ فَقَالَ لَهُ مَهْ قَالَتْ هٰذَا مَقَامُ الْعَائِذِ بِكَ مِنَ الْقَطِيْعَةِ قَالَ اَلَا تَرْضَيْنَ اَنْ اَصِلَ مَنْ وَّصَلَكِ وَاَقْطَعَ مَنْ قَطَعَكِ قَالَتْ بَلٰى يَا رَبِّ قَالَ فَذَاكِ قَالَ اَبُوْهُرَيْرَةَ اِقْرَءُوْا اِنْ شِئْتُمْ ﴿فَهَلْ عَسَيْتُمْ اِنْ تَوَلَّيْتُمْ اَنْ تُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ وَتُقَطِّعُوْا اَرْحَامَكُمْ۝﴾ (آیت:٢٢).

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ جب مخلوقات کی تخلیق سے فارغ ہو گیا تو رشتے نے کھڑے ہو کر اللہ سے فریاد کی، اللہ تعالیٰ نے اس سے فرمایا: ٹھہر! رشتے نے کہا: رشتہ قطع کرنے سے تیری پناہ لینے والوں کی یہی جگہ ہے۔ فرمایا: کیا تو اس سے راضی نہیں کہ جو تجھے ملائے اسے میں ملاؤں اور جو تجھے کاٹے اسے میں کاٹوں، رشتے نے کہا: ہاں! اے پروردگار! فرمایا: جا یہی ہوگا۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا: اگر تم چاہو تو پڑھو: تو کیا تمہارے یہ لچھن نظر آتے ہیں؟ کہ اگر تمہیں حکومت ملے تو زمین میں فساد پھیلاؤ اور اپنے رشتے کاٹ دو۝

(اس کے بعد متصل دو طریقے سے کتاب الادب۔ باب: من وصل وصله الله ص ٨٨٥، کتاب التوحید۔ باب: قول الله تعالى يريدون ان يبدلوا كلام الله ص ١١١٧، مسلم۔ کتاب الادب، نسائی۔ کتاب التفسیر)

فَاَخَذَتْ بِحَقْوِ الرَّحْمٰنِ

"حقو" کے معنی کوکھ کے ہیں۔ انسان انتہائی پریشانی میں جب کسی کی پناہ لینے کے لیے کسی کے پاس جاتا ہے تو اس کی کمر پکڑ لیتا ہے۔ یہ انتہائی الحاء وزاری کے ساتھ فریاد کی صورت ہے۔ اللہ عزوجل جسم و جسمانیات سے پاک ہے، اس لیے اس حدیث میں "حقو الرحمٰن" متشابہات میں سے ہے۔ اس سے حقیقی مراد کیا ہے؟ یہ اللہ عزوجل اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم جانیں۔ اس خادم کی رائے یہ ہے کہ یہ کنایہ ہے انتہائی الحاء وزاری کے ساتھ فریاد کرنے سے۔

[صلہ رحمی کی فضیلت]

صلہ رحمی تمدن کی ایک بہت اعلیٰ خوبی ہے، اور قطع رحمی بدترین عیب۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے وہ فرمایا کہ جو صلہ رحمی کرے گا اسے میں ملاؤں گا اور جو قطع رحمی کرے گا اسے کاٹ دوں گا۔ دوسری حدیث میں ہے کہ صلہ رحمی یہ نہیں کہ جو تم سے اچھا سلوک کرے اس کے ساتھ تم اچھا سلوک کرو بلکہ صلہ رحمی یہ ہے کہ جو رشتہ کاٹنا چاہے اس کے ساتھ رشتہ باقی رکھا جائے اور اچھا سلوک کیا جائے جو اس زمانہ میں نایاب ہے۔

سُوْرَۃُ الْفَتْحِ (ص ۷۱۶)

یہ سورت مدنی ہے‘ یہ مکہ معظمہ اور مدینہ طیبہ کے درمیان نازل ہوئی جب آپ حدیبیہ سے واپس ہو رہے تھے۔ اس میں اُنتیس آیتیں ہیں۔

’’قَالَ مُجَاهِدٌ ﴿بُوْرًا﴾ (آیت:۱۲) هَالِكِيْنَ...... ہلاک ہونے والے‘‘ وَقَالَ مُجَاهِدٌ ﴿سِيْمَاهُمْ فِيْ وُجُوْهِهِمْ﴾ (آیت:۲۹) اَلسَّحْنَةُ‘...... ان کی علامت ان کے چہروں میں ہے‘ یعنی زیبائش‘ خوبصورتی ’’وَقَالَ مَنْصُوْرٌ عَنْ مُجَاهِدٍ اَلتَّوَاضُعُ ‘‘...... منصور نے مجاہد ہی سے روایت کی کہ یہ علامت تواضع ہے ﴿شَطْأَهُ﴾ (آیت:۲۹) فِرَاخَهُ...... اس نے اپنا پٹھا ﴿فَاسْتَغْلَظَ﴾ (آیت:۲۹) غَلُظَ...... پھر دبیز ہوئی ﴿سُوْقِهِ﴾ (آیت:۲۹) اَلسَّاقُ حَامِلَةُ الشَّجَرَةِ......’’ساق‘‘ ڈنٹھل‘ تنا ’’وَيُقَالُ ﴿دَآئِرَةُ السَّوْءِ﴾ (آیت:۶) كَقَوْلِكَ رَجُلُ السَّوْءِ. وَدَائِرَةُ السَّوْءِ. اَلْعَذَابُ...... یہ ایسے جیسے کہتے ہیں: برا شخص‘ اور بری گردش سے مراد عذاب ہے ﴿تُعَزِّرُوْهُ﴾ (آیت:۹) تَنْصُرُوْهُ ﴿شَطْأَهُ﴾ (آیت:۲۹) شَطْءُ السُّنْبُلِ تُنْبِتُ الْحَبَّةُ عَشْرًا اَوْ ثَمَانِيًا اَوْ سَبْعًا فَيَقْوٰى بَعْضُهُ بِبَعْضٍ فَذَاكَ قَوْلُهُ تَعَالٰى ﴿فَاٰزَرَهُ﴾ (آیت:۲۹) قَوَّاهُ. وَلَوْ كَانَتْ وَاحِدَةً لَمْ تَقُمْ عَلٰى سَاقٍ‘ وَهُوَ مَثَلٌ ضَرَبَهُ اللّٰهُ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذْ خَرَجَ وَحْدَهُ ثُمَّ قَوَّاهُ بِاَصْحَابِهِ كَمَا قَوَّى الْحَبَّةَ بِمَا يُنْبِتُ مِنْهَا ...... بالی کے پٹھے جس میں دانے پیدا ہوتے ہیں یعنی دس‘ آٹھ یا سات اور ایک دوسرے کو تقویت پہنچاتے ہیں تو یہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: تو اس نے اس کو قوت دی اور اگر ایک پٹھا ہوتا تو بالی کھڑی نہ رہتی‘ پس یہ مثال ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کے لیے یہ بیان فرمائی کہ تنہا نکلے‘ پھر اللہ نے صحابہ سے انہیں قوت دی جیسا کہ دانے کو قوت دی اس سے جو دانے ہی سے پیدا ہوتا ہے۔

سُوْرَۃُ الْحُجُرَاتِ (ص ۷۱۷)

یہ سورت مدنی ہے‘ اس میں اٹھارہ آیتیں ہیں۔

’’وَقَالَ مُجَاهِدٌ ﴿لَا تُقَدِّمُوْا﴾ (آیت:۱) لَا تَفْتَاتُوْا عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى يَقْضِيَ اللّٰهُ عَلٰى لِسَانِهٖ‘‘...... اور مجاہد نے کہا: ’’لَا تُقَدِّمُوْا‘‘ سے مراد ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے پوچھنے میں پہل نہ کرو یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ ان کی زبان سے فیصلہ سنا دے ﴿اِمْتَحَنَ﴾ (آیت:۳) اَخْلَصَ...... پرکھ لیا۔

بَابٌ ﴿تَنَابَزُوْا﴾ (الحجرات:۱۱) يُدْعٰى بِالْكُفْرِ بَعْدَ الْاِسْلَامِ — برے نام رکھو یعنی اسلام کے بعد کفر کے ساتھ پکارو [یہ ممنوع ہے]

﴿تَنَابَزُوْا﴾ (آیت:۱۱) يُدْعٰى بِالْكُفْرِ بَعْدَ الْاِسْلَامِ ﴿يَلِتْكُمْ﴾ (آیت:۱۴) يَنْقُصْكُمْ اَلَتْنَا نَقَصْنَا...... اس نے کم نہیں کیا۔ ’’اَلَتْنَا‘‘ کے معنی: ہم نے کم کیا۔

سُوْرَۃُ قٓ

یہ سورۃ مکی ہے‘ اس میں پینتالیس آیتیں ہیں۔ ’’قٓ‘‘ اللہ تعالیٰ کے اسماء میں سے ہے‘ قرظی سے روایت ہے کہ یہ اسمائے حسنہ قدیر‘ قادر‘ قاہر‘ قریب‘ قاضی‘ قابض میں سے کسی کا رمز ہے اور ایک قول یہ ہے کہ قرآن کا نام ہے اور ایک قول یہ بھی ہے کہ اس سے مراد کوہ قاف ہے۔

﴿رَجْعٌ بَعِيْدٌ﴾ (آیت:۳) رَدٌّ...... پلٹنا دور ہے ﴿فُرُوْجٍ﴾ (آیت:۶) فُتُوْقٍ‘ وَاحِدُهَا فَرْجٌ...... یہ ’’فَرْجٌ‘‘ کی جمع ہے

﴿مِنْ حَبْلِ الْوَرِيْدِ﴾ (آیت:١٦) فِي حَلْقِهِ الْحَبْلُ حَبْلُ الْعَاتِقِ ...... ''ورید'' ایک رگ ہے معنی حلق میں اور ''حبل'' سے مراد شانے کی رگ ہے۔ ''ورید'' اصل میں شہ رگ کو کہتے ہیں جو دل سے نکل کر پورے جسم میں پھیلی ہوئی ہے گردن اور شانے میں بھی ہے ''وَقَالَ مُجَاهِدٌ ﴿مَا تَنْقُصُ الْاَرْضُ﴾ (آیت:٤) مِنْ عِظَامِهِمْ'' ...... اور ان کی ہڈیوں کو کم کرتی ہے ﴿تَبْصِرَةً﴾ (آیت:٨) بَصِيْرَةً ﴿حَبَّ الْحَصِيْدِ﴾ (آیت:٩) ...... ''حب'' کے معنی دانہ اور ''حصید'' کے معنی: کاٹا ہوا' مراد گیہوں ہے ﴿بَاسِقَاتٍ﴾ (آیت:١٠) اَلطِّوَالُ ...... لمبے ﴿اَفَعَيِيْنَا﴾ (آیت:١٥) اَفَاَعْيَا عَلَيْنَا ...... تو کیا اس نے ہم کو تھکا دیا ﴿وَقَالَ قَرِيْنُهُ﴾ (آیت:٢٣) اَلشَّيْطَانُ الَّذِيْ قُيِّضَ لَهُ ...... وہ شیطان جو اس پر مقرر کیا ہوا ہے ﴿فَنَقَّبُوْا﴾ (آیت:٣٦) ضَرَبُوْا ...... چلو پھرو ﴿اَوْ اَلْقَى السَّمْعَ﴾ (آیت:٣٧) لَا يُحَدِّثُ نَفْسَهُ بِغَيْرِهٖ ...... کان لگا کر سنے' ادھر ادھر متوجہ نہ ہو ''حِيْنَ اَنْشَاَكُمْ وَاَنْشَاَ خَلْقَكُمْ'' ...... جب تم کو پیدا کیا ﴿رَقِيْبٌ عَتِيْدٌ﴾ (آیت:١٨) رَصَدٌ ...... محافظ تیار ﴿سَآئِقٌ وَّشَهِيْدٌ﴾ (آیت:٢١) اَلْمَلَكَانِ كَاتِبٌ وَّشَهِيْدٌ ﴿شَهِيْدٌ﴾ (آیت:٣٧) شَاهِدٌ بِالْقَلْبِ ...... دو فرشتے کاتب اور گواہ ''شہید'' بہ معنی ''شاھد بالقلب'' ہے ﴿لُغُوْبٍ﴾ (آیت:٣٨) اَلنَّصَبُ ...... تھکن ''وَقَالَ غَيْرُهُ ﴿نَضِيْدٌ﴾ (آیت:١٠) اَلْكُفُرّٰى مَادَامَ فِيْ اَكْمَامِهٖ وَمَعْنَاهُ مَنْضُوْدٌ بَعْضُهُ عَلٰى بَعْضٍ فَاِذَا خَرَجَ مِنْ اَكْمَامِهٖ فَلَيْسَ بِنَضِيْدٍ'' ...... گابھا جب تک اپنے چھلکے میں ہو' اس کا معنی یہ ہے یعنی تہ بہ تہ ہوا اور جب اپنے چھلکے سے باہر آ جائے تو نضید نہیں ''فِيْ ﴿اَدْبَارِ النُّجُوْمِ﴾ (الطور:٤٩) ﴿وَاَدْبَارِ السُّجُوْدِ﴾ (آیت:٤٠) كَانَ عَاصِمٌ يَّفْتَحُ الَّتِيْ فِيْ (ق) وَيَكْسِرُ الَّتِيْ فِيْ (الطُّوْرِ) وَيُكْسَرَانِ جَمِيْعًا وَّيُنْصَبَانِ'' ...... ''ادبار'' میں عاصم سورۂ ق میں الف کو فتحہ پڑھتے ہیں اور طور میں کسرہ' اور دونوں کو کسرہ پڑھا جاتا ہے اور دونوں کو نصب پڑھا جاتا ہے ''وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ ﴿يَوْمَ الْخُرُوْجِ﴾ (آیت:٤٢) يَوْمَ يَخْرُجُوْنَ مِنَ الْقُبُوْرِ'' ...... جس دن قبروں سے نکلیں گے۔

بَابٌ [ق:٣٠ کی تفسیر]

قَوْلِهٖ ﴿وَتَقُوْلُ هَلْ مِنْ مَّزِيْدٍO﴾ (آیت:٣٠). (ص ٧١٨)

اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی تفسیر: اور جہنم کہے گی: کیا اور زیادہ ہے؟O

٢٣١٢- عَنْ قَتَادَةَ عَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يُلْقٰى فِي النَّارِ وَتَقُوْلُ هَلْ مِنْ مَّزِيْدٍ حَتّٰى يَضَعَ قَدَمَهُ فَتَقُوْلُ قَطْ قَطْ.

حضرت انس نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں' فرمایا: جہنم میں ڈالا جائے گا اور جہنم کہے گی: کچھ اور زیادہ ہے' یہاں تک کہ اپنا قدم رکھے گا تو وہ کہے گی: بس بس۔

(بخاری۔ کتاب الایمان والنذور۔ باب: الحلف بعزة اللّٰه ص ٩٨٥' کتاب التوحید۔ باب: قول اللّٰه تعالٰی وهو العزيز الحكيم ص ١٠٩٨)

٢٣١٣- عَنْ مُحَمَّدٍ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَفَعَهُ وَاَكْثَرُ مَا كَانَ يُوْقِفُهُ اَبُوْ سُفْيَانَ يُقَالُ لِجَهَنَّمَ هَلِ امْتَلَاْتِ وَتَقُوْلُ هَلْ مِنْ مَّزِيْدٍ فَيَضَعُ الرَّبُّ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى قَدَمَهُ عَلَيْهَا فَتَقُوْلُ قَطْ قَطْ.

محمد بن سیرین حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں مرفوعاً' اور ابو سفیان اکثر اس کو موقوفاً روایت کرتے تھے اور بہت کم مرفوعاً' جہنم سے کہا جائے گا: کیا تو بھر گئی؟ تو کہے گی: کچھ اور زیادہ ہے' سو رب تبارک و تعالیٰ اپنا قدم اس پر رکھے گا تو کہے گی: بس بس۔

٢٣١٤- ح [اَلْمُحَادَثَةُ بَيْنَ الْجَنَّةِ وَالنَّارِ]

جنت اور دوزخ کا مکالمہ

۲۳۱۴ - عَنْ هَمَّامٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَحَاجَّتِ الْجَنَّةُ وَالنَّارُ فَقَالَتِ النَّارُ أُوثِرْتُ بِالْمُتَكَبِّرِينَ وَالْمُتَجَبِّرِينَ، وَقَالَتِ الْجَنَّةُ مَالِي لَا يَدْخُلُنِي إِلَّا ضُعَفَاءُ النَّاسِ وَسَقَطُهُمْ قَالَ اللّٰهُ تَبَارَكَ وَتَعَالَى لِلْجَنَّةِ أَنْتِ رَحْمَتِي أَرْحَمُ بِكِ مَنْ أَشَاءُ مِنْ عِبَادِي وَقَالَ لِلنَّارِ إِنَّمَا أَنْتِ عَذَابٌ أُعَذِّبُ بِكِ مَنْ أَشَاءُ مِنْ عِبَادِي وَلِكُلٍّ وَاحِدَةٍ مِنْهُمَا مِلْؤُهَا فَأَمَّا النَّارُ فَلَا تَمْتَلِيءُ حَتّٰى يَضَعَ رِجْلَهُ فَتَقُولُ قَطْ قَطْ فَهُنَالِكَ تَمْتَلِيءُ وَيُزْوٰى بَعْضُهَا إِلٰى بَعْضٍ وَلَا يَظْلِمُ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ مِنْ خَلْقِهِ أَحَدًا. وَأَمَّا الْجَنَّةُ فَإِنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ يُنْشِئُ لَهَا خَلْقًا.

(بخاری۔ کتاب التوحید۔ باب: ما جاء فی قول اللّٰہ تعالٰی ان رحمت اللّٰہ ص ۱۱۱۰، مسلم)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جنت اور دوزخ نے آپس میں بحث کی؛ جہنم نے کہا: میرے حصہ میں متکبرین اور متجبرین آئے ہیں۔ جنت کہے گی: میرا حال کیا ہے کہ میرے اندر کمزور اور گئے گزرے لوگ آئے ہیں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ جنت سے فرمائے گا: تو میری رحمت ہے' تیرے ذریعہ سے اپنے بندوں میں سے جس پر چاہوں مہربانی فرماؤں گا اور جہنم سے فرمائے گا: تو میرا عذاب ہے' تیرے ذریعہ سے اپنے بندوں میں سے جس پر چاہوں عذاب کروں گا' اور ان میں سے ہر ایک کے لیے بھرنا ہے' جہنم نہیں بھرے گی یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اپنا قدم رکھے گا تو جہنم کہے گی: بس بس۔ اس وقت بھر جائے گی اور اس کے بعض حصے بعض سے سمٹ کر مل جائیں گے اور اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق میں سے کسی پر ظلم نہیں فرمائے گا اور جنت بھرنے کے لیے اللہ تعالیٰ دوسری مخلوق پیدا فرمائے گا۔

متکبرین و متجبرین ہم معنی ہیں' البتہ ثانی میں کچھ معنی کی زیادتی ہے۔ کچھ لوگوں نے کہا: متکبر وہ شخص ہے جو اپنے مال' علم' عزت' عقل پر غرور کرے اور متجبر وہ ہے کہ اس کے پاس کچھ نہیں مگر پھر بھی غرور کرتا ہے۔ اس سے مراد کفار و مشرکین ہیں جنہوں نے اپنی بڑائی کے غرور میں ایمان نہیں قبول کیا۔ "ضعفاء" سے مراد وہ لوگ ہیں جو لوگوں کی نظروں میں حقیر سمجھے جاتے ہیں' اور یہی "سَقَطٌ" سے مراد ہے جن کو لوگ اپنی نظروں سے گرادیتے ہیں' یا "ضعفاء و سقط" سے مراد وہ لوگ ہیں جو تواضعاً اپنے آپ کو حقیر اور کم حیثیت سمجھتے ہیں' پہلی توجیہ پر یہ ارشاد بہ اعتبار اغلب و اکثر ہے۔

حَتّٰى يَضَعَ رِجْلَهُ

یہ ارشاد بھی متشابہات سے ہے۔ اس کا حقیقی معنی اللہ عزوجل جانے یا اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم جانئیں' عرف عام میں کسی چیز پر قدم رکھنے سے مراد یہ ہوتا ہے کہ اسے مسل کر حقیر و ذلیل کر دیا گیا ہے۔ مراد یہ ہے کہ جہنم جوش میں عرض کرے گی کہ کیا اور کچھ زیادہ ہے؟ اللہ عزوجل اس کے اس جوش اور شورش کو اپنی قدرت سے ختم کر دے گا اور بجائے "هَلْ مِنْ مَّزِيْدٍ" کے وہ پکارے گی: بس بس بس۔ دوسری روایتوں میں بجائے "رجل" کے "قدم" ہے۔ بعض شارحین نے فرمایا کہ "قدم" معنی میں اسم مفعول کے ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے پہلے روز ازل جو فیصلہ فرمایا ہے اس کے مطابق کچھ نئی مخلوق پیدا کر کے جہنم بھرے گا' مگر اس پر دو اشکال ہیں: اول یہ کہ اس حدیث میں "رِجْلٌ" ہے "قدم" نہیں' بعض لوگوں نے بہ تکلف اس میں بھی پہلا معنی پیدا کرنے کی کوشش کی لیکن وہ بہ تکلف مردود ہے' دوسرے یہ کہ کتاب التوحید میں جو روایت ہے اس میں وضع قدم سے پہلے یہ زائد ہے کہ اللہ تعالیٰ جہنم کے لیے جسے چاہے گا پیدا فرمائے گا اور انہیں اس میں ڈالے گا' پھر بھی وہ کہے گی: "هَلْ مِنْ مَّزِيْدٍ" پھر اس میں ڈالے گا' پھر کہے گی: "هَلْ مِنْ مَّزِيْدٍ" تین بار یہی ہوگا' یہاں تک کہ اپنا قدم ڈالے گا تو وہ کہے گی: بس بس۔

بَابٌ [ق: ۳۹ کی تفسیر]

قوله ﴿وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ الْغُرُوْبِ○﴾ (آیت:٣٩)۔ (ص٧٧٩) اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی تفسیر: اپنے رب کی پاکی بیان کرو اس کی حمد کے ساتھ آفتاب نکلنے سے پہلے اور اس کے ڈوبنے سے پہلے○

٢٣١٥- عَنْ مُّجَاهِدٍ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ اَمَرَهُ اَنْ يُّسَبِّحَ فِيْ اَدْبَارِ الصَّلَوَاتِ كُلِّهَا يَعْنِيْ قَوْلَهُ ﴿وَ اَدْبَارَ السُّجُوْدِ﴾۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: اللہ تعالیٰ نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا کہ تمام نمازوں کے بعد تسبیح پڑھیں۔ ان کی مراد یہ ارشاد تھا: تو اس کی پاکی بیان کرو سجدوں کے بعد۔

حضرت ابن عباس کی تفسیر کا مآل یہ ہے کہ آیت کریمہ "وَمِنَ اللَّيْلِ فَسَبِّحْهُ وَاَدْبَارَ السُّجُوْدِ" اور کچھ رات گئے اس کی تسبیح کرو اور نمازوں کے بعد' اس سے مراد نماز نہیں بلکہ ذکر ہے وہ بھی خاص ذکر تسبیح۔

سُوْرَةُ الذّٰرِيَاتِ (ص٧٧٩)

یہ سورت مکی ہے اور اس میں ساٹھ آیتیں ہیں۔

"قَالَ عَلِيٌّ عَلَيْهِ السَّلَامُ ﴿اَلذّٰرِيَاتُ﴾ (آیت:١) اَلرِّيَاحُ. وَقَالَ غَيْرُهُ ﴿تَذْرُوْهُ﴾ (الکہف:٤٥) تُفَرِّقُهُ"...... حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ "ذاریات" سے مراد ہوائیں ہیں' اور ان کے غیر نے کہا کہ "تَذْرُوْه" کے معنی ہیں: انہیں منتشر کر دیتی ہیں' "ذَارِيَاتِ"، "ذَرْوًا" اور "ذَرِيًّا" سے جمع مونث اسم فاعل ہے' اس سے مراد وہ ہوائیں ہیں جو اپنے ساتھ دھول' کوڑا کرکٹ اڑاتی ہوئی چلتی ہیں' بکھیرنے والی ہوائیں' یہی حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ارشاد کا مطلب ہے۔

امام حاکم وغیرہ نے روایت کیا کہ ابن الکوی نے کہا: میں نے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے "وَالذّٰرِيَاتِ ذَرْوًا" (الذاریات: ١) کے بارے میں پوچھا تو فرمایا: اس سے مراد ہوائیں ہیں اور "فَالْحَامِلَاتِ وِقْرًا" کے بارے میں پوچھا تو فرمایا: اس سے مراد بادل ہیں اور "وَالْجَارِيَاتِ يُسْرًا" کے بارے میں پوچھا تو فرمایا: اس سے مراد کشتیاں ہیں "فَالْمُدَبِّرَاتِ اَمْرًا" کے بارے میں پوچھا تو فرمایا: اس سے مراد فرشتے ہیں۔ امام عبدالرزاق نے اپنی مصنف میں ابوالطفیل سے روایت کی کہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا' وہ خطبہ دے رہے تھے۔ فرما رہے تھے: لوگو! مجھ سے پوچھو' بخدا! قیامت تک جو کچھ ہونے والا ہے اس میں سے کچھ بھی پوچھو گے تو میں تمہیں بتاؤں گا۔ مجھ سے کتاب اللہ کے بارے میں پوچھو' بخدا! میں ہر آیت کے بارے میں جانتا ہوں کہ وہ رات میں اتری ہے یا دن میں' ہموار زمین پر اتری ہے یا پہاڑ پر۔ ابن الکوی نے کہا کہ اسی موقع پر فرمایا: "والذاریات ذروا" سے مراد ہوائیں ہیں اور فرمایا: تیرے لیے خرابی ہو' سمجھنے کے لیے پوچھ سرکشی کی نیت سے نہ پوچھ۔ (عمدۃ القاری۔ ج١٩ ص١٩٠)

﴿وَفِيْ اَنْفُسِكُمْ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ﴾ (آیت:٢١) تَاْكُلُ وَتَشْرَبُ فِيْ مَدْخَلٍ وَّاحِدٍ وَيَخْرُجُ مِنْ مَّوْضِعَيْنِ...... اپنے آپ میں غور کرو' کھاتا اور پیتا ہے ایک راستے سے اور نکلتا ہے دو جگہ سے ﴿فَرَاغَ﴾ (آیت:٢٦) فَرَجَعَ...... لوٹا ﴿فَصَكَّتْ﴾ (آیت:٢٩) فَجَمَعَتْ اَصَابِعَهَا فَضَرَبَتْ جَبْهَتَهَا...... انہوں نے اپنی انگلیاں اکٹھی کیں اور اپنی پیشانی پر مارا' جب قوم لوط کے اوپر عذاب نازل کرنے کے لیے فرشتے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے گھر آئے اور انہوں نے ایک فربہ بچھڑا بھنا ہوا کھانے کے لیے ان کے سامنے پیش کیا اور انہوں نے نہیں کھایا تو حضرت ابراہیم نے ان سے فرمایا: تم کھاتے کیوں نہیں' اور انہیں یہ معلوم ہو گیا کہ یہ عذاب کے فرشتے ہیں جس سے انہیں کچھ خوف طاری ہوا تو انہوں نے کہا: ڈریے نہیں! آپ کو اللہ تعالیٰ ایک علم والا بچہ عطا فرمائے گا۔ اسے جب حضرت سارہ نے سنا تو حیرت زدہ ہو کر غایت خوشی میں چلاتی ہوئی آئیں اور اپنا ماتھا ٹھونکا اور فرمایا: میں بڑھیا بانجھ ہوں اور مجھے لڑکا ہوگا۔

اس وقت حضرت سارہ کی عمر مبارک نوے یا ننانوے سال کی ہو چکی تھی۔ "فَصَكَّتْ" کی ایک تفسیر یہ ہے جو امام بخاری نے ذکر فرمائی کہ انہوں نے حیرت سے اپنا ماتھا ٹھونکا' اور ایک تفسیر یہ ہے کہ انہیں حیض آ گیا ﴿وَالرَّمِيمُ﴾ (آیت:۴۲) نَبَاتُ الْأَرْضِ إِذَا يَبِسَ وَدِيسَ "...... "رمیم" نباتات ہیں جب سوکھ جائیں اور ان کو گاہ لیا جائے ﴿لَمُوسِعُونَ﴾ (آیت:۴۷) أَيْ لَذُوسَعَةٍ. وَكَذٰلِكَ ﴿عَلَى الْمُوسِعِ قَدَرُهُ﴾ (البقرہ:۲۳۶) يَعْنِي الْقَوِيَّ...... یعنی ہم وسعت دینے والے ہیں اور "موسع" سے مراد قوی ہے بہ اعتبار معاش کے ﴿زَوْجَيْنِ﴾ (آیت:۴۹) اَلذَّكَرَ وَ الْأُنْثٰى وَاخْتِلَافُ الْأَلْوَانِ حُلْوٌ وَّحَامِضٌ فَهُمَا زَوْجَانِ...... ارشاد ہے: اور ہم نے ہر چیز سے جوڑے بنائے' مراد یہ ہے کہ نر اور مادہ' یا مختلف رنگ کے' یا مختلف مزے کے میٹھا اور کھٹا' یہ بھی دو زوج ہیں ﴿فَفِرُّوا إِلَى اللّٰهِ﴾ (آیت:۵۰) مِنَ اللّٰهِ إِلَيْهِ...... یعنی اللہ سے اللہ کی طرف بھاگو ﴿إِلَّا لِيَعْبُدُونِ﴾ (آیت:۵۶) مَا خَلَقْتُ أَهْلَ السَّعَادَةِ مِنْ أَهْلِ الْفَرِيقَيْنِ إِلَّا لِيُوَحِّدُونَ. وَقَالَ بَعْضُهُمْ خَلَقَهُمْ لِيَفْعَلُوا فَفَعَلَ بَعْضٌ وَّتَرَكَ بَعْضٌ وَّلَيْسَ فِيهِ حُجَّةٌ لِّأَهْلِ الْقَدْرِ...... ارشاد ہے: ہم نے جنوں اور انسانوں کو عبادت ہی کے لیے پیدا فرمایا۔ اس پر اعتراض یہ پڑتا ہے کہ پھر کچھ انسان اور جن اللہ کی عبادت کیوں نہیں کرتے؟

امام بخاری نے اس کا جواب دو طرح سے دیا ہے۔ ایک تو یہ ہے کہ الف لام عہد کا ہے۔ اس سے مراد مخصوص جن و انس ہیں' یعنی سعید لوگ۔

دوسرا جواب یہ دیا کہ اللہ تعالیٰ نے جن و انس کے پیدا کرنے کی حکمت یہ بیان فرمائی ہے کہ وہ اللہ کی عبادت کریں۔ اس میں کچھ لوگوں نے کیا اور کچھ لوگوں نے نہیں کیا۔

"وَالذَّنُوبِ الدَّلْوُ الْعَظِيمُ"...... یعنی بڑا ڈول "وَقَالَ مُجَاهِدٌ ﴿صَرَّةٍ﴾ (آیت:۲۹) صَيْحَةٍ...... چیخ ﴿ذَنُوبًا﴾ (آیت:۵۹) سَبِيلًا"...... ذنوب سے مراد راستہ ہے ﴿الْعَقِيمَ﴾ (آیت:۴۱) اَلَّتِي لَا تَلِدُ"...... بانجھ جو بچہ نہ دیتی ہو "وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ وَالْحُبُكُ اِسْتِوَاؤُهَا وَحُسْنُهَا...... دلکش ﴿فِي غَمْرَةٍ﴾ (آیت:۱۱) فِي ضَلَالَتِهِمْ يَتَمَادَوْنَ"...... نشہ میں یعنی اپنی گم راہیوں میں بہکے پھرتے ہیں "وَقَالَ غَيْرُهُ ﴿تَوَاصَوْا﴾ (آیت:۵۳) تَوَاطَؤُوا"...... ایک دوسرے کو وصیت کرتے رہے "وَقَالَ ﴿مُسَوَّمَةً﴾ (آیت:۳۴) مُعَلَّمَةً مِنَ السِّيمَا"...... نشان لگائے ہوئے۔

سُورَةُ الطُّورِ (ص ۷۷۹)

یہ سورت مکی ہے' اس میں انچاس آیتیں ہیں۔

"وَقَالَ قَتَادَةُ ﴿مَسْطُورٍ﴾ (آیت:۲) مَكْتُوبٍ"...... "مسطور" سے مراد لکھی ہوئی "وَقَالَ مُجَاهِدٌ الطُّورُ الْجَبَلُ بِالسُّرْيَانِيَّةِ"...... سریانی زبان میں "طور" کے معنی پہاڑ ہیں' نیز طور اس مخصوص پہاڑ کا بھی نام ہے جس پر اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ سے کلام فرمایا تھا' یہاں دونوں مراد ہو سکتے ہیں ﴿رَقٍّ مَّنْشُورٍ﴾ (آیت:۳) صَحِيفَةٍ...... "رق" کے معنی دفتر کے ہیں "منشور" کے معنی: کھلا ہوا ﴿وَالسَّقْفِ الْمَرْفُوعِ﴾ (آیت:۵) سَمَاءٌ...... اور بلند چھت کی قسم اس سے مراد آسمان ہے ﴿الْمَسْجُورِ﴾ (آیت:۶) اَلْمُوقَدِ...... سلگایا ہوا "وَقَالَ الْحَسَنُ تُسْجَرُ حَتّٰى يَذْهَبَ مَاؤُهَا فَلَا يَبْقٰى فِيهَا قَطْرَةٌ"...... امام حسن بصری نے فرمایا کہ یہ "تسجر" سے ہے جس کے معنی ہیں: اس کا پانی ختم ہو گیا' ایک قطرہ بھی باقی نہیں رہا "وَقَالَ مُجَاهِدٌ ﴿أَلَتْنَاهُمْ﴾ (آیت:۲۱) نَقَصْنَا"...... ہم نے کم کیا "وَقَالَ غَيْرُهُ ﴿تَمُورُ﴾ (آیت:۹) تَدُورُ"...... گردش کرے گا' ہلے گا ﴿أَحْلَامُهُمْ﴾ (آیت:۳۲) الْعُقُولُ...... "حُلُمٌ" کے معنی عقل کے ہیں "وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ ﴿الْبَرُّ﴾ (آیت:۲۸) اللَّطِيفُ"...... "بر" کے معنی: لطف کرنے

والا نیکوکار ﴿كِسْفًا﴾ (آیت:٤٤) قِطَعًا...... ٹکڑا ﴿الْمَنُوْنُ﴾ (آیت:٣٠) اَلْمَوْتُ وَقَالَ غَيْرُهٗ ﴿يَتَنَازَعُوْنَ﴾ (آیت:٢٣) يَتَعَاطَوْنَ...... ایک دوسرے سے چھینیں گے۔

سُوْرَةُ النَّجْمِ (ص ٧٢٠)

یہ سورت مکی ہے اس میں باسٹھ آیتیں ہیں۔

یہاں النجم سے مراد ثریا ہے۔ اگرچہ نجم مطلقاً ہر ستارے کو کہتے ہیں لیکن اہل عرب الف لام کے ساتھ خاص ثریا کو بھی کہتے ہیں۔ اس کا بھی احتمال ہے کہ مراد مطلقاً ہر ستارہ ہو۔ یہاں ستارے کی قسم میں نکتہ یہ ہے کہ ستاروں کا مستقر فضاء ہے۔ ان کا حیز طبعی بھی اوپر ہی ہے۔ ان کی کشش ثقل بھی اوپر ہی ہے ورنہ اپنی جگہ قائم نہیں رہتے' اس لیے حیز طبعی سے باہر رکھنے والا کوئی باعث موجود نہیں مگر پھر بھی تم دیکھتے ہو کہ ان کے ٹکڑے اوپر سے نیچے گرتے ہیں تو جیسے قدرت خداوندی سے ستارے اپنے حیز طبعی اور کشش ثقل کے خلاف نیچے آتے ہیں اسی طرح تمہاری سمجھ میں یہ کیوں نہیں آتا کہ ہمارے نبی ﷺ بشر ہوتے ہوئے بشر کے حیز طبعی اور کشش ثقل کے برخلاف آسمانوں پر گئے۔

''وَقَالَ مُجَاهِدٌ ﴿ذُوْ مِرَّةٍ﴾ (آیت:٦) ذُوْ قُوَّةٍ''...... قوت والے ﴿قَابَ قَوْسَيْنِ﴾ (آیت:٩) حَيْثُ الْوَتَرُ مِنَ الْقَوْسِ...... ''قَابَ'' کمان کے اس حصہ کو کہتے ہیں جہاں اس کی تانت ہوتی ہے ﴿ضِيْزٰى﴾ (آیت:٢٢) عَوْجَاءُ...... ٹیڑھی ﴿وَاَكْدٰى﴾ (آیت:٣٤) قَطَعَ عَطَاءَهٗ...... یعنی اس کی عطاء کو قسط وار کر دیا ﴿رَبُّ الشِّعْرٰى﴾ (آیت:٤٩) هُوَ مِرْزَمُ الْجَوْزَاءِ...... ''شعریٰ'' ایک ستارے کا نام ہے جو جوزیٰ کے بعد طلوع ہوتا ہے ﴿الَّذِيْ وَفّٰى﴾ (آیت:٣٧) وَفّٰى مَا فُرِضَ عَلَيْهِ...... اس پر جو فرض کیا گیا اس کو پورا ادا کیا ﴿اَزِفَتِ الْاٰزِفَةُ﴾ (آیت:٥٧) اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ...... قیامت قریب آ گئی ﴿سَامِدُوْنَ﴾ (آیت:٦١) اَلْبَرْطَمَةُ هُوَ ضَرْبٌ مِّنَ اللَّهْوِ...... کھیل میں بڑے ہو'' برطمة'' کو بھی کہتے ہیں جو ایک قسم کا کھیل ہے ''وَقَالَ عِكْرِمَةُ يَتَغَنَّوْنَ بِالْحِمْيَرِيَّةِ''...... حمیری زبان میں ''سمد'' کے معنی گانے کے ہیں ''وَقَالَ اِبْرَاهِيْمُ ﴿اَفَتُمَارُوْنَهٗ﴾ (آیت:١٢) اَفَتُجَادِلُوْنَهٗ وَمَنْ قَرَاَ ﴿اَفَتَمْرُوْنَهٗ﴾ يَعْنِيْ اَفَتَجْحَدُوْنَهٗ''...... تو کیا تم ان سے جھگڑتے ہو اور جس نے اس کو ''اَفَتَمْرُوْنَهٗ'' پڑھا اس کے نزدیک اس کے معنی ہیں تو کیا تم ان کو جھٹلاتے ہو ﴿مَا زَاغَ الْبَصَرُ﴾ (آیت:١٧) بَصَرُ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ...... یعنی محمد ﷺ کی نظر ﴿وَمَا طَغٰى﴾ (آیت:١٧) وَلَا جَاوَزَ مَا رَاٰى...... حد سے آگے نہیں بڑھی ﴿فَتَمَارَوْا﴾ (القمر:٣٦) كَذَّبُوْا وَقَالَ الْحَسَنُ ﴿اِذَا هَوٰى﴾ (آیت:١) غَابَ...... جب نظر سے غائب ہو جائے' ڈوب جائے'' وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ ﴿اَغْنٰى وَاَقْنٰى﴾ (آیت:٤٨) اَعْطٰى فَاَرْضٰى''...... اور راضی کر دیا۔

سُوْرَةُ الْقَمَرِ ﴿اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ﴾ (ص ٧٢١)

اس سورت کا نام سورہ قمر بھی ہے یہ مکی ہے' مگر یہ آیت ''سَيُهْزَمُ الْجَمْعُ وَيُوَلُّوْنَ الدُّبُرَ'' یہ مدنی ہے' یہ بدر کے موقع پر ابوجہل وغیرہ کے بارے میں نازل ہوئی ہے' اس میں پچپن آیتیں ہیں۔

قَالَ مُجَاهِدٌ ﴿مُسْتَمِرٌّ﴾ (آیت:٢) ذَاهِبٌ...... ہمیشہ رہنے والا ﴿مُزْدَجَرٌ﴾ (آیت:٤) مُتَنَاهٍ...... رکاوٹ ﴿وَازْدُجِرَ﴾ (آیت:٩) فَاسْتُطِيْرَ جُنُوْنًا...... پاگل ہو گیا ﴿دُسُرٍ﴾ (آیت:١٣) اَضْلَاعُ السَّفِيْنَةِ...... کشتی کے تختے ﴿لِمَنْ كَانَ كُفِرَ﴾ (آیت:١٤) يَقُوْلُ كُفِرَ لَهٗ...... جس کے ساتھ کفر کیا گیا ''جَزَاءٌ مِّنَ اللّٰهِ''...... اللہ کی طرف سے اس کے کفر کا بدلہ ﴿مُحْتَضَرٌ﴾ (آیت:٢٨) يَحْضُرُوْنَ الْمَاءَ...... پانی پر جانے کی باری ''وَقَالَ ابْنُ جُبَيْرٍ ﴿مُهْطِعِيْنَ﴾ (آیت:٨) اَلنَّسَلَانُ اَلْخَبَبُ

اَلسِّرَاعُ ''......دوڑتے ہوئے ''نسلان'' کے معنی ہیں: تیز دوڑنا ''وَقَالَ غَيْرُهُ ﴿فَتَعَاطٰى﴾ (آیت:۲۹) فَعَاطَهَا بِيَدِهِ'' اپنے ہاتھ سے لیا ''فَعَقَرَهَا''......اس کی کونچیں کاٹ دیں ﴿الْمُحْتَظِرِ﴾ (آیت:۳۱) کَحِظَارٍ مِّنَ الشَّجَرِ مُحْتَرِقٍ......درخت سے بنایا ہوا گھیرا ٹٹی ﴿وَازْدُجِرَ﴾ (آیت:۹) اُفْتُعِلَ مِنْ زَجَرْتُ......''زَجَرَ'' سے باب افتعال کا ماضی مجہول کا واحد مذکر کا صیغہ ہے' جھڑکا گیا ﴿كُفِرَ﴾ (آیت:۱۴) فَعَلْنَا بِهِ وَبِهِمْ مَا فَعَلْنَا جَزَاءً لِّمَا صُنِعَ بِنُوحٍ وَّاَصْحَابِهِ......ہم نے نوح علیہ السلام اور ان کی قوم کے ساتھ جو کیا یہ بدلہ تھا اس کا جو نوح اور ان کے اصحاب کے ساتھ کیا گیا تھا' یعنی ہم نے قوم نوح کو غرق کیا' یہ ان کے کفر کی سزا تھی ﴿مُسْتَقِرٌّ﴾ (آیت:۳) عَذَابٌ حَقٌّ......عذاب برحق ہے ''يُقَالُ الْاَشَرُ الْمَرَحُ وَالتَّجَبُّرُ''......اترانا اور گھمنڈ۔

سُوْرَةُ الرَّحْمٰنِ (ص ۷۲۳)

یہ سورت مکی ہے' ابوالعباس نے کہا کہ لوگوں کا اس پر اجماع ہے کہ مکی ہے۔ ھمام نے قتادہ سے روایت کیا کہ انہوں نے کہا: یہ کیسے مدنی ہوسکتی ہے؟ حالانکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے بازار عکاظ میں پڑھا جسے انہوں نے سنا۔ قرآن کا حصہ جو سب سے پہلے قریش نے بلند آواز سے سنا وہ سورۂ رحمٰن ہے' اس کو حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے حطیم کے پاس پڑھا تو لوگوں نے انہیں مارا یہاں تک کہ ان کے چہرہ پر نشان پڑ گیا اور قتادہ سے روایت ہے کہ یہ مکی ہے۔

﴿وَاَقِيْمُوا الْوَزْنَ﴾ (آیت:۹) يُرِيْدُ لِسَانَ الْمِيْزَانِ......اور تول قائم کرو مراد یہ ہے کہ ترازو کی زبان کو سیدھی رکھو ''وَالْعَصْفُ بَقْلُ الزَّرْعِ اِذَا قُطِعَ مِنْهُ شَيْءٌ قَبْلَ اَنْ يُّدْرِكَ فَذٰلِكَ الْعَصْفُ''......کچی فصل جب کہ اسے پکنے سے پہلے کاٹا جائے۔ ''عَصْفٌ'' کے معنی بھس کے بھی آتے ہیں ''وَالرَّيْحَانُ: رِزْقُهُ وَالْحَبُّ الَّذِيْ يُؤْكَلُ مِنْهُ. وَالرَّيْحَانُ فِيْ كَلَامِ الْعَرَبِ الرِّزْقُ وَقَالَ بَعْضُهُمْ: وَالْعَصْفُ يُرِيْدُ الْمَاْكُوْلَ مِنَ الْحَبِّ وَالرَّيْحَانُ النَّضِيْجُ الَّذِيْ لَمْ يُؤْكَلْ وَقَالَ غَيْرُهُ اَلْعَصْفُ وَرَقُ الْحِنْطَةِ وَقَالَ الضَّحَّاكُ اَلْعَصْفُ اَلتِّبْنُ وَقَالَ اَبُوْمَالِكٍ: اَلْعَصْفُ اَوَّلُ مَا يَنْبُتُ تُسَمِّيْهِ النَّبَطُ هَبُوْرًا وَّقَالَ مُجَاهِدٌ اَلْعَصْفُ وَرَقُ الْحِنْطَةِ وَالرَّيْحَانُ الرِّزْقُ''......''ریحان'' اس کے پتے اور ''حب'' وہ ہے جو اس میں سے کھایا جائے' اہل عرب کی زبان میں ''ریحان'' روزی کو کہتے ہیں اور بعضوں نے کہا: ''عصف'' سے مراد وہ دانہ ہے جو کھایا جائے اور ''ریحان'' پکا ہوا وہ دانہ جو کھایا نہ گیا ہو' اور ان کے غیر نے کہا: ''عصف'' گیہوں کے پتے کو کہتے ہیں اور ضحاک نے کہا: بھس کو اور ابومالک نے کہا: سب سے پہلے جو اُگتا ہے وہ ''عصف'' ہے جس کو نبطی لوگ ''ھبور'' کہتے ہیں اور مجاہد نے کہا: ''عصف'' گیہوں کا پتہ اور ریحان روزی ہے' راجح مختار یہ ہے کہ ''عصف'' سے مراد بھس ہے اور ''ریحان'' سے مراد خوشبودار پھول۔ مجدد اعظم اعلیٰ حضرت عظیم البرکت قدس سرہٗ نے ''وَالْحَبُّ ذُو الْعَصْفِ وَالرَّيْحَانُ'' کا ترجمہ یہ فرمایا: اور بھس کے ساتھ اناج اور خوشبو کے پھول ''وَالْمَارِجُ اللَّهَبُ الْاَصْفَرُ وَالْاَخْضَرُ الَّذِيْ يَعْلُوا النَّارَ اِذَا اُوْقِدَتْ''......پیلی اور ہری لپٹ کو کہتے ہیں جو آگ کے اوپر اٹھتی ہے جب کہ آگ جلائی جائے ''وَقَالَ بَعْضُهُمْ عَنْ مُّجَاهِدٍ ﴿رَبُّ الْمَشْرِقَيْنِ﴾ (آیت:۱۷) لِلشَّمْسِ فِي الشِّتَاءِ مَشْرِقٌ وَّمَشْرِقٌ فِي الصَّيْفِ''......سورج کا جاڑے میں ایک مطلع ہے اور ایک مطلع گرمی میں ہے۔

﴿وَرَبُّ الْمَغْرِبَيْنِ﴾ (آیت:۱۷) مَغْرِبُهَا فِي الشِّتَاءِ وَالصَّيْفِ......جاڑے اور گرمی میں اس کے ڈوبنے کی جگہ ﴿لَا يَبْغِيَانِ﴾ (آیت:۲۰) لَا يَخْتَلِطَانِ......ایک دوسرے پر غالب نہیں آتے کہ دونوں آپس میں مل جائیں ﴿الْمُنْشَاٰتُ﴾ (آیت:۲۴) مَا رُفِعَ قِلْعُهُ مِنَ السُّفُنِ' فَاَمَّا مَا لَمْ يَرْفَعْ قِلْعُهُ فَلَيْسَ بِمُنْشَاٰةٍ......ایسے جہاز جن کے بادبان بلند کر دیے گئے ہوں اور جس کے بادبان بلند نہ کیے گئے ہوں تو وہ ''منشات'' نہیں ''وَقَالَ مُجَاهِدٌ ﴿وَنُحَاسٌ﴾ (آیت:۳۵) اَلصُّفْرُ يُصَبُّ عَلٰى

رُؤُوسِهِمْ يُعَذَّبُوْنَ بِهِ"...... پیتل جو کھولا کر جہنمیوں کے سروں پر ڈالا جائے گا جس سے وہ لوگ عذاب دیے جائیں گے۔ راجح یہ ہے کہ یہاں "نحاس" سے مراد وہ کالا دھواں ہے جس میں لپٹ نہ ہو ﴿خَافَ مَقَامَ رَبِّهِ﴾ (آیت:٤٦) يَهُمُّ بِالْمَعْصِيَةِ فَيَذْكُرُ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ فَيَتْرُكُهَا...... اپنے رب کے حضور کھڑے ہونے سے ڈرا' گناہ کا ارادہ کرتا ہے' پھر اللہ کو یاد کرتا ہے اور چھوڑ دیتا ہے ﴿الشُّوَاظُ﴾ (آیت:٣٥) لَهَبٌ مِّنْ نَّارٍ...... آگ کی لپٹ ﴿مُدْهَآمَّتَانِ﴾ (آیت:٦٤) سَوْدَاوَانِ مِنَ الرِّيِّ...... سیرابی کی وجہ سے کالے نظر آتے ہیں ﴿صَلْصَالٍ﴾ (آیت:٣٥) طِيْنٌ خُلِطَ بِرَمْلٍ فَصَلْصَلَ كَمَا يُصَلْصِلُ الْفَخَّارُ. وَيُقَالُ مُنْتِنٌ يُرِيْدُوْنَ بِهِ صَلَّ. يُقَالُ صَلْصَالٌ كَمَا يُقَالُ صَرَّ الْبَابُ عِنْدَ الْإِغْلَاقِ وَصَرْصَرَ مِثْلُ كَبْكَبْتُهُ يَعْنِيْ كَبَبْتُهُ...... اس مٹی سے جس میں بالو ملایا گیا ہو جس کی وجہ سے کھنکھناتی ہے جیسے ٹھیکری کھنکھناتی ہے اور کہا گیا' بودار "صَلَّ" کے معنی بودار مٹی' مراد یہ ہے کہ "صَلَّ" ثلاثی اور صلصال رباعی ہم معنی ہیں' مراد یہ ہے کہ وہ مٹی ایسے آواز کرتی ہے جیسے بند کرتے وقت دروازہ آواز کرتا ہے "صَرَّ الْبَابُ وَصَرْ صَرَ الْبَابُ" ہم معنی ہیں جیسے "كَبْكَبْتُهُ" اور "كَبَبْتُهُ" ہم معنی ہیں ﴿فَاكِهَةٌ وَّنَخْلٌ وَّرُمَّانٌ﴾ وَقَالَ بَعْضُهُمْ لَيْسَ الرُّمَّانُ وَالنَّخْلُ بِالْفَاكِهَةِ وَاَمَّا الْعَرَبُ فَإِنَّهَا تَعُدُّهَا فَاكِهَةً كَقَوْلِهِ عَزَّوَجَلَّ ﴿حَافِظُوْا عَلَى الصَّلَوَاتِ وَالصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى﴾ (البقرہ:٢٣٨) فَاَمَرَهُمْ بِالْمُحَافَظَةِ عَلٰى كُلِّ الصَّلَوَاتِ ثُمَّ اَعَادَ الْعَصْرَ تَشْدِيْدًا لَّهَا كَمَا اُعِيْدَ النَّخْلُ وَالرُّمَّانُ وَمِثْلُهَا ﴿اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يَسْجُدُ لَهٗ مَنْ فِي السَّمَاوَاتِ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ﴾ (الحج:١٨) ثُمَّ قَالَ ﴿وَكَثِيْرٌ مِّنَ النَّاسِ وَكَثِيْرٌ حَقَّ عَلَيْهِ الْعَذَابُ﴾ (الحج:١٨) وَقَدْ ذَكَرَهُمْ فِيْ اَوَّلِ قَوْلِهِ ﴿مَنْ فِي السَّمَاوَاتِ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ﴾...... اور ان کے بعضوں نے کہا کہ انار اور کھجور "فاکھہ" نہیں لیکن عرب والے ان کو "فاکھہ" شمار کرتے ہیں' جیسے اللہ عزوجل کا ارشاد ہے: تمام نمازوں کی محافظت کرو اور درمیانی نماز کی۔ انہیں حکم دیا تمام نمازوں کی محافظت کا پھر عصر کو لوٹایا عصر کی اہمیت بتانے کے لیے۔ اسی طرح کھجور اور انار کو لوٹایا' اسی کے مثل یہ ارشاد ہے: کیا تو نے نہیں دیکھا کہ اللہ کے لیے سجدہ کرتے ہیں وہ لوگ جو زمینوں میں ہیں اور وہ لوگ جو آسمانوں میں ہیں' پھر فرمایا: اور بہت سے لوگ' اور بہت سے وہ ہیں جن پر عذاب واجب ہو چکا۔ حالانکہ ان کا ذکر شروع میں ہی "مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ" میں فرما دیا تھا۔

["فاکھہ" کے معنی]

امام بخاری علیہ الرحمہ ان بحثوں سے یہ افادہ کرنا چاہتے ہیں کہ اگرچہ عرب کے عرف میں انار اور کھجور "فاکھہ" میں داخل ہیں' مگر "فاکھہ" کے بعد نخل و رمان کو ذکر فرمایا ان کی اہمیت کو بتانے کے لیے جیسا کہ نماز عصر "حَافِظُوْا عَلَى الصَّلَوٰتِ" میں داخل تھی مگر پھر علیحدہ اس کی اہمیت کو بتانے کے لیے ذکر فرمایا اور جیسے "كَثِيْرٌ مِّنَ النَّاسِ"، "مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ" میں داخل تھے مگر اپنے اطاعت شعار بندوں کی اہمیت ظاہر کرنے کے لیے ان کا علیحدہ ذکر فرمایا "وَقَالَ غَيْرُهُ ﴿اَفْنَانٍ﴾ اَغْصَانٌ"...... شاخیں ﴿وَجَنَى الْجَنَّتَيْنِ دَانٍ﴾ مَا يُجْتَنٰى قَرِيْبٌ...... جن کو قریب سے چن لیا جائے "وَقَالَ الْحَسَنُ ﴿فَبِاَيِّ اٰلَاءِ﴾ نِعَمِهِ"...... اس کی نعمتیں۔ وَقَالَ قَتَادَةُ ﴿رَبِّكُمَا﴾ يَعْنِي الْجِنَّ وَالْاِنْسَ. وَقَالَ اَبُو الدَّرْدَاءِ ﴿كُلَّ يَوْمٍ هُوَ فِيْ شَاْنٍ﴾ (آیت:٢٩)...... روزانہ وہ ایک نئی شان میں ہے "يَغْفِرُ ذَنْبًا وَّيَكْشِفُ كَرْبًا وَّيَرْفَعُ قَوْمًا وَّيَضَعُ اٰخَرِيْنَ"...... کسی کے گناہ بخشتا ہے کسی کی تکلیف دور کرتا ہے کسی کو عزت دیتا ہے دوسرے کو ذلیل کرتا ہے" وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ ﴿بَرْزَخٌ﴾ (آیت:٢٠) حَاجِزٌ...... رکاوٹ ﴿الْاَنَامُ﴾ (آیت:١٠) اَلْخَلْقُ ﴿نَضَّاخَتَانِ﴾ فَيَّاضَتَانِ...... چھلکتے ہوئے ﴿ذُو الْجَلَالِ﴾ (آیت:٢٧) ذُو الْعَظَمَةِ وَقَالَ غَيْرُهُ ﴿مَارِجٌ﴾ (آیت:١٥) خَالِصٌ مِّنَ النَّارِ يُقَالُ مَرَجَ الْاَمِيْرُ رَعِيَّتَهٗ اِذَا خَلَّاهُمْ يَعْدُوْ بَعْضُهُمْ

عَلٰى بَعْضٍ مَرَجَ اَمْرُ النَّاسِ. ﴿مَرِيْجٍ﴾ (ق:٥) مُلْتَبِسٌ ﴿مَرَجَ﴾ (آیت:١٩) اِخْتَلَطَ. اَلْبَحْرَانِ مِنْ مَرَجْتَ دَابَّتَكَ تَرَكْتَهَا...... اوران کے غیر نے کہا: ''مارج'' کے معنی ہیں: خالص آگ' کہا جاتا ہے ''مَرَجَ الْاَمِيْرُ رَعِيَّتَهٗ'' جب انہیں چھوڑ دے کہ ان کا بعض بعض پر تعدی کرے اور لوگوں کا معاملہ خلط ملط ہو جائے۔ ''مریج'' کے معنی ہیں مشتبہ ''مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ'' اس سے مراد یہ ہے کہ ایک دوسرے میں خلط ملط ہو گئے' ایک دوسرے سے مل گئے' جیسے کہتے ہیں: ''مَرَجْتَ دَابَّتَكَ'' تو نے چوپایہ کو چھوڑ دیا' کہ جیسے چاہیں چریں چگیں' جہاں چاہیں آئیں جائیں ﴿سَنَفْرُغُ لَكُمْ﴾ (آیت:٣١) سَنُحَاسِبُكُمْ لَا يَشْغَلُهٗ شَيْءٌ عَنْ شَيْءٍ وَّهُوَ مَعْرُوْفٌ فِيْ كَلَامِ الْعَرَبِ. يُقَالُ لَا تَفْرَغَنَّ لَكَ وَمَا بِهٖ شُغْلٌ. يَقُوْلُ لَاٰخُذَنَّكَ عَلٰى غِرَّتِكَ...... جلد سب کام نپٹا کر ہم تمہارا حساب کریں گے ''سنفرغ'' پر یہ شبہہ وارد ہوتا ہے کہ جب یہ فرمایا کہ ہم جلد فارغ ہوں گے' تو شبہہ ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو بھی ایک کام اتنا مشغول رکھتا ہے کہ اس وقت کوئی دوسرا کام نہیں کر سکتا۔ امام بخاری اس شبہہ کا ازالہ یوں بیان فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی شان یہ ہے کہ ایک کام میں مشغولیت اس کو دوسرے سے باز نہیں رکھتی' اور یہ محاورہ کلامِ عرب میں مشہور ہے کہ کسی شخص کا کوئی کام نہیں اور وہ کہتا ہے: ''لَاتَفْرَغَنَّ لَكَ'' یعنی میں ہر کام چھوڑ کر تجھے پکڑوں گا۔

بَابٌ

[الرحمٰن: ٦٢ کی تفسیر]

قَوْلِهٖ ﴿وَمِنْ دُوْنِهِمَا جَنَّتَانِ۝﴾ (آیت:٦٢). (ص ٧٢٣)

اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی تفسیر: اور ان کے سوا دو جنتیں اور ہیں۝

٢٣١٦ - عَنْ اَبِيْ بَكْرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ قَيْسٍ عَنْ اَبِيْهِ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ جَنَّتَانِ مِنْ فِضَّةٍ اٰنِيَتُهُمَا وَمَا فِيْهِمَا وَ جَنَّتَانِ مِنْ ذَهَبٍ اٰنِيَتُهُمَا وَمَا فِيْهِمَا وَمَا بَيْنَ الْقَوْمِ وَبَيْنَ اَنْ يَّنْظُرُوْا اِلٰى رَبِّهِمْ اِلَّا رِدَاءُ الْكِبْرِ عَلٰى وَجْهِهٖ فِيْ جَنَّةِ عَدْنٍ.

(اس کے متصل ایک حدیث کے بعد' بخاری۔ کتاب التوحید۔ باب: قوله وجوه يومئذ ناضرة ص ١١٠٩)

عبداللہ بن قیس یعنی حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دو جنتیں چاندی کی ہیں' ان دونوں کے تمام برتن اور سارے ساز و سامان چاندی ہی کے ہیں اور دو جنتیں سونے کی ہیں' ان کے تمام برتن اور ساز و سامان سونے کے ہیں۔ جنتیوں اور ان کے رب کے دیدار کے درمیان صرف ردائے کبریائی حائل ہے جنت عدن میں۔

بَابٌ

[الرحمٰن: ٧٢ کی تفسیر]

﴿حُوْرٌ مَّقْصُوْرَاتٌ فِي الْخِيَامِ۝﴾ (آیت:٧٢).

اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی تفسیر: حوریں ہیں خیموں میں پردہ نشین۝

''وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ حُوْرٌ سُوْدُ الْحَدَقِ'' ...... ''حور''' ''حوراء'' کی جمع ہے جس کا معنی ہے: کالی پتلی والی ''وَقَالَ مُجَاهِدٌ مَقْصُوْرَاتٌ مَّحْبُوْسَاتٌ قُصِرَ طَرْفُهُنَّ وَاَنْفُسُهُنَّ عَلٰى اَزْوَاجِهِنَّ'' ...... بند ہیں ان کی آنکھیں اور ان کی ذات کو شوہر کے علاوہ غیروں سے روک دیا گیا ہے ﴿قَاصِرَاتٌ﴾ (آیت:٥٦) لَا يَبْغِيْنَ غَيْرَ اَزْوَاجِهِنَّ...... شوہروں کے علاوہ کسی کو نہیں چاہتیں۔

سُوْرَةُ الْوَاقِعَةِ (ص ٧٢٤)

یہ سورت مکی ہے اور اس میں چھیانوے آیتیں ہیں۔

''وَقَالَ مُجَاهِدٌ ﴿رُجَّتْ﴾ (آیت:٤) زُلْزِلَتْ'' ...... کانپے گی ﴿بُسَّتْ﴾ (آیت:٥) فُتَّتْ وَلُتَّتْ كَمَا يُلَتُّ

السَّوِيْقُ...... ریزہ ریزہ کر دیا جائے گا ﴿الْمَخْضُوْدُ﴾ (آیت:۲۸) اَلْمُوْقَرُ حَمْلًا...... بوجھ سے لدا ہوا ''وَيُقَالُ اَيْضًا لَا شَوْكَ لَهٗ''...... ایک قول یہ ہے کہ مراد یہ ہے کہ اس کے لیے کانٹے نہیں ﴿مَنْضُوْدٍ﴾ (آیت:۲۹) اَلْمَوْزُ...... کیلا ﴿وَالْعُرُبُ﴾ (آیت:۳۷) اَلْمُحَبَّبَاتُ اِلٰى اَزْوَاجِهِنَّ''...... ''عُرُبًا'' جمع ہے ''عَرُوْبَةٌ'' کی' جس کے معنی ہیں: اپنے شوہروں سے محبت کرنے والی ﴿ثُلَّةٌ﴾ (آیت:۳۹-۴۰) اُمَّةٌ...... گروہ ﴿يَحْمُوْمٍ﴾ (آیت:۴۳) دُخَانٌ اَسْوَدُ...... کالا دھواں ﴿يُصِرُّوْنَ﴾ (آیت:۴٦) يُدِيْمُوْنَ...... ہمیشہ رہیں گے ﴿الْهِيْمِ﴾ (آیت:۵۵) اَلْاِبِلُ الظِّمَاءُ...... پیاسا اونٹ ﴿لَمُغْرَمُوْنَ﴾ (آیت:٦٦) لَمُلْزَمُوْنَ...... ہم پر الزام لگایا گیا ﴿فَرَوْحٌ﴾ (آیت:۸۹) جَنَّةٌ وَّرَخَاءٌ...... جنت اور کشائش ﴿وَرَيْحَانٌ﴾ (آیت:۸۹) اَلرِّزْقُ...... ''ریحان'' سے مراد روزی ہے ﴿وَنُنْشِئَكُمْ﴾ (آیت:٦۱) فِيْ اَيِّ خَلْقٍ نَّشَاءُ...... ہم تجھ کو پیدا کریں گے جس صورت میں چاہیں گے ''وَقَالَ غَيْرُهٗ ﴿تَفَكَّهُوْنَ﴾ (آیت:٦۵) تَعْجَبُوْنَ''...... تعجب کرتے ہوئے ﴿عُرُبًا﴾ (آیت:۳۷) مُثَقَّلَةً' وَاحِدُهَا عَرُوْبٌ مِّثْلُ صَبُوْرٍ وَّصُبُرٍ يُّسَمِّيْهَا اَهْلُ مَكَّةَ الْعَرِبَةَ وَاَهْلُ الْمَدِيْنَةِ الْغَنِجَةَ وَاَهْلُ الْعِرَاقِ الشَّكِلَةَ...... ''عُرُبًا'' کی راء کو ضمہ' اس کا واحد ''عروب'' ہے جیسے ''صبور''، ''صبر'' کا' اہل مکہ اسے ''عربه'' کہتے ہیں اور اہل مدینہ ''غنجه'' اور اہل عراق ''شكله''...... ''وَقَالَ فِيْ ﴿خَافِضَةٌ﴾ (آیت:۳) لِقَوْمٍ اِلَى النَّارِ وَ ﴿رَّافِعَةٌ﴾ (آیت:۳) اِلَى الْجَنَّةِ''...... اور ''خافضة'' کے بارے میں کہا: اس کے معنی ہیں: ایک گروہ کو جہنم میں گرائے گا' ''رافعة'' سے مراد یہ ہے کہ ایک گروہ کو جنت میں لے جائے گا ﴿مَوْضُوْنَةٍ﴾ (آیت:۱۵) مَنْسُوْجَةٍ وَّمِنْهُ وَضِيْنُ النَّاقَةِ وَالْكُوْبُ لَا اٰذَانَ لَهٗ وَلَا عُرْوَةَ...... ''موضونة'' کے معنی: بنا ہوا' اسی سے ہے ''وَضِيْنُ النَّاقَةِ'' اونٹنی کے ہودج کا استر' وہ بچھونا جو اونٹنی پر بچھا کر پھر ہودج باندھتے ہیں۔ ''كوب'' اس برتن کو کہتے ہیں جس میں نہ ٹونٹی ہو نہ دستہ ''وَالْاَبَارِيْقُ ذَوَاتُ الْاٰذَانِ وَالْعُرٰى''...... ٹونٹی اور دستے والا لوٹا ﴿مَسْكُوْبٍ﴾ (آیت:۳۱) جَارٍ...... بہنے والا ﴿وَفُرُشٍ مَّرْفُوْعَةٍ﴾ (آیت:۳۴) بَعْضُهَا فَوْقَ بَعْضٍ...... اور بچھونے جو ایک دوسرے پر تہ بہ تہ بچھائے ہوں گے...... ﴿مُتْرَفِيْنَ﴾ (آیت:۴۵) مُتَمَتِّعِيْنَ...... اس کو استعمال میں لانے والے ﴿مَّا تُمْنُوْنَ﴾ (آیت:۵۸) هِيَ النُّطْفَةُ فِيْ اَرْحَامِ النِّسَاءِ...... جسے تم گراتے ہو عورتوں کے رحم میں یعنی نطفہ ﴿لِّلْمُقْوِيْنَ﴾ (آیت:۷۳) لِلْمُسَافِرِيْنَ...... مسافروں کے لیے ''وَالْقِيُّ الْقَفْرُ''...... یہ مشتق ہے ''قِيٌّ'' سے جس کے معنی چٹیل میدان کے ہیں ﴿بِمَوَاقِعِ النُّجُوْمِ﴾ (آیت:۷۵) بِمُحْكَمِ الْقُرْاٰنِ وَيُقَالُ بِمَسْقِطِ النُّجُوْمِ اِذَا سَقَطْنَ. وَمَوَاقِعُ وَمَوْقِعٌ وَّاحِدٌ...... ''بِمَوَاقِعِ النُّجُوْمِ'' سے مراد قرآن کی محکم آیتیں ہیں اور کہا گیا: اس سے مراد ستاروں کے گرنے کی جگہیں ہیں جب وہ گریں اور ''مواقع'' اور ''موقع'' ایک ہیں ﴿مُّدْهِنُوْنَ﴾ (آیت:۸۱) مُكَذِّبُوْنَ' مِثْلُ ﴿لَوْ تُدْهِنُ فَيُدْهِنُوْنَ﴾ (القلم:۹)...... جھٹلانے والے جیسے فرمایا گیا: اگر آپ نرمی کریں تو وہ بھی نرم ہو جائیں ﴿فَسَلٰمٌ لَّكَ﴾ (آیت:۹۱) اَيْ مُسَلَّمٌ لَّكَ اِنَّكَ مِنْ اَصْحَابِ الْيَمِيْنِ وَاُلْغِيَتْ اِنَّ وَهُوَ مَعْنَاهَا كَمَا تَقُوْلُ اَنْتَ مُصَدَّقٌ مُّسَافِرٌ عَنْ قَلِيْلٍ اِذَا كَانَ قَدْ قَالَ اِنِّيْ مُسَافِرٌ عَنْ قَلِيْلٍ وَّقَدْ يَكُوْنُ كَالدُّعَاءِ لَهٗ كَقَوْلِكَ فَسَقْيًا مِّنَ الرِّجَالِ اِنْ رَفَعْتَ السَّلَامَ فَهُوَ مِنَ الدُّعَاءِ...... یعنی تیرے لیے سلامتی ہے کیونکہ تو دائیں جانب والوں سے ہے۔ یہاں لفظ ''اِنَّ'' کو محذوف کر کے اس کا معنی برقرار رکھا گیا ہے جیسے کہتے ہیں: ''اَنْتَ مُصَدَّقٌ مُّسَافِرٌ عَنْ قَلِيْلٍ'' تمہاری تصدیق کی جاتی ہے کہ عنقریب تم سفر کرو گے جب اس نے پہلے بتایا ہو کہ میں عنقریب سفر کرنے والا ہوں۔ کبھی یہ ''دعاء'' کے معنی میں بھی آتا ہے جیسے کہتے ہیں: ''فَسَقْيًا مِّنَ الرِّجَالِ''۔ اگر لفظ ''سلام'' مرفوع ہو تو دعا کے معنی میں ہوتا ہے ﴿تُوْرُوْنَ﴾ (آیت:۷۱) تَسْتَخْرِجُوْنَ اَوْرَيْتُ اَوْقَدْتُ...... تم نکالتے ہو' ''اوریت'' کے معنی جلانے کے ہیں ﴿لَغْوًا﴾ (آیت:۲۵) بَاطِلًا ﴿تَاْثِيْمًا﴾ (آیت:۲۵) كَذِبًا...... ''لغوا'' سے مراد باطل ہے اور ''تاثیم'' سے

مراد جھوٹ ہے۔

سُوْرَةُ الْحَدِيْدِ (ص ۷۲۴)

یہ سورۃ مدنی ہے۔ کچھ لوگوں نے کہا کہ یہ مکی ہے مگر یہ صحیح نہیں' اس لیے کہ اس میں منافقین کا تذکرہ ہے اور منافقین کا وجود مکہ میں نہیں تھا' مدینہ طیبہ میں ہوا' نیز اس میں یہ آیت بھی ہے: "لَا يَسْتَوِىْ مِنْكُمْ مَّنْ اَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَقَاتَلَ" یہ فتح مکہ کے بعد نازل ہوئی ہے پھر اس میں قتال کا ذکر ہے اور قتال کا حکم ہجرت کے بعد نازل ہوا ہے۔ اس میں انتیس آیتیں ہیں۔

"قَالَ مُجَاهِدٌ ﴿جَعَلَكُمْ مُّسْتَخْلَفِيْنَ﴾ (آیت:۷) مُعَمَّرِيْنَ فِيْهِ" ...... تم کو ایک دوسرے کا جانشین کیا' زمین میں تم کو ایک مدت دراز تک رکھا ﴿مِنَ الظُّلُمَاتِ اِلَى النُّوْرِ﴾ (آیت:۹) مِنَ الضَّلَالَةِ اِلَى الْهُدٰى ...... تاریکی سے روشنی کی جانب' گم راہی سے ہدایت کی طرف ﴿وَمَنَافِعُ لِلنَّاسِ﴾ (آیت:۲۵) جُنَّةٌ وَّسِلَاحٌ ...... ڈھال اور ہتھیار ﴿مَوْلَاكُمْ﴾ (آیت:۱۵) اَوْلٰى بِكُمْ ...... تمہارے زیادہ لائق ہے ﴿لِئَلَّا يَعْلَمَ اَهْلُ الْكِتَابِ﴾ (آیت:۲۹) لِيَعْلَمَ اَهْلُ الْكِتَابِ ...... تاکہ اہل کتاب جان لیں "يُقَالُ الظَّاهِرُ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ عِلْمًا" ...... "ظاهر" سے مراد یہ ہے یعنی ہر چیز اس پر ظاہر ہے یعنی معلوم ہے ...... "وَالْبَاطِنُ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ عِلْمًا" ...... اور "باطن" سے مراد یہ ہے کہ ہر چیز کا اندرونی علم رکھتا ہے ﴿اُنْظُرُوْنَا﴾ (آیت:۱۳) اِنْتَظِرُوْنَا ...... ہمارا انتظار کرو۔

سُوْرَةُ الْمُجَادَلَةِ (ص ۷۲۵)

یہ سورۃ مدنی ہے' اس میں بائیس آیتیں ہیں۔

"وَقَالَ مُجَاهِدٌ ﴿يُحَادُّوْنَ﴾ (آیت:۲۰) يُشَاقُّوْنَ اللّٰهَ" ...... عداوت رکھتے ہیں ﴿كُبِتُوْا﴾ (آیت:۵) اُخْزِيُوْا مِنَ الْخِزْىِ ...... ذلیل کیے گئے ﴿اِسْتَحْوَذَ﴾ (آیت:۱۹) غَلَبَ ...... غالب ہوا۔

سُوْرَةُ الْحَشْرِ (ص ۷۲۵)

یہ سورۃ مدنی ہے' اس میں چوبیس آیتیں ہیں۔

﴿اَلْجَلَاءَ﴾ (آیت:۳) اَلْاِخْرَاجُ مِنْ اَرْضٍ اِلٰى اَرْضٍ ...... ایک زمین سے نکال کر دوسری زمین میں بھیجنا' جلاوطن کرنا۔

بَابٌ [الحشر:۷ کی تفسیر]

قَوْلِهٖ ﴿وَمَآ اٰتَاكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ﴾ (آیت:۷). (ص ۷۲۵)

اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی تفسیر: اور رسول تمہیں جو کچھ دیں اسے لے لو۔

۲۳۱۷- ح: [لَعَنَ اللّٰهُ الْوَاشِمَاتِ وَالْمُسْتَوْشِمَاتِ]

اللہ نے گودنے والیوں اور گدوانے والیوں پر لعنت فرمائی ہے

۲۳۱۷ - عَنْ عَلْقَمَةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ لَعَنَ اللّٰهُ الْوَاشِمَاتِ وَالْمُسْتَوْشِمَاتِ وَالْمُتَنَمِّصَاتِ وَالْمُتَفَلِّجَاتِ لِلْحُسْنِ الْمُغَيِّرَاتِ خَلْقَ اللّٰهِ فَبَلَغَ ذٰلِكَ امْرَاَةً مِّنْ بَنِىْ اَسَدٍ يُقَالُ لَهَا اُمُّ يَعْقُوْبَ فَجَاءَتْ فَقَالَتْ: اِنَّهٗ

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: اللہ نے لعنت فرمائی گودنے والی اور گودوانے والی پر' چہرے کے بال نوچنے والی اور خوبصورتی کے لیے دانتوں کو رگڑنے والی عورتوں پر' کیونکہ وہ اللہ کی تخلیق کو بدلتی ہیں۔ یہ بات بنی اسد کی ایک عورت کو پہنچی جس کا نام

بَلَغَنِيْ اَنَّكَ لَعَنْتَ كَيْتَ وَكَيْتَ فَقَالَ وَمَا لِيْ لَا اَلْعَنُ مَنْ لَعَنَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَنْ هُوَ فِيْ كِتَابِ اللّٰهِ فَقَالَتْ لَقَدْ قَرَاْتُ مَا بَيْنَ اللَّوْحَيْنِ فَمَا وَجَدْتُّ فِيْهِ مَا تَقُوْلُ، قَالَ لَئِنْ كُنْتِ قَرَاْتِيْهِ لَقَدْ وَجَدْتِيْهِ اَمَا قَرَاْتِ ﴿وَمَآ اٰتَاكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا﴾ قَالَتْ بَلٰى قَالَ فَاِنَّهٗ قَدْ نَهٰى عَنْهُ. قَالَتْ فَاِنِّيْ اَرٰى اَهْلَكَ يَفْعَلُوْنَهٗ قَالَ فَاذْهَبِيْ فَانْظُرِيْ. فَذَهَبَتْ فَنَظَرَتْ فَلَمْ تَرَ مِنْ حَاجَتِهَا شَيْئًا، فَقَالَ لَوْ كَانَتْ كَذٰلِكَ مَا جَامَعَتْنَا. (بخاری۔ کتاب اللباس۔ باب: المتفلجات للحسن ص۸۷۸' وایضاًفی باب: المتنمصات وفی الباب الموصولة ص۸۷۹' وایضاًفی باب: المستوشمة ص۸۸۰' مسلم۔ کتاب اللباس' ابوداؤد۔ باب: الترجل' ترمذی۔ کتاب الاستیذان' نسائی۔ کتاب الزینۃ' ابن ماجہ۔ کتاب النکاح)

یعقوب کہا جاتا ہے۔ یہ عورت حضرت عبداللہ بن مسعود کے پاس حاضر ہوئی اور کہا کہ مجھ کو خبر پہنچی ہے کہ آپ نے ایسی اور ایسی عورتوں پر لعنت کی ہے تو انہوں نے فرمایا: میں کیوں نہ اس پر لعنت کروں جس پر اللہ کے رسول ﷺ نے لعنت فرمائی ہے اور جس پر کتاب اللہ میں لعنت ہے۔ اس عورت نے کہا: جو کچھ دونوں تختیوں کے درمیان ہے میں نے پڑھا یعنی پورا قرآن پڑھا' اس میں میں نے نہیں پایا جو آپ کہتے ہیں۔ حضرت عبداللہ نے فرمایا: اگر تو نے پڑھا ہوتا تو اس میں ضرور پایا ہوتا' کیا تو نے نہیں پڑھا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: جو تم کو رسول دیں اسے لو اور جس سے منع کریں اس سے باز رہو۔ اس عورت نے کہا: ہاں! یہ ہے' حضرت عبداللہ نے فرمایا کہ حضور نے اس سے منع فرمایا ہے۔ اس عورت نے کہا: میں آپ کے اہل کو دیکھتی ہوں کہ وہ ایسا کرتی ہیں۔ فرمایا: جاؤ اور دیکھو۔ وہ عورت گئی اور دیکھا تو اس نے کچھ نہیں پایا۔ فرمایا: اگر ایسا ہوتا تو وہ ہمارے ساتھ کبھی نہ رہتی۔

لَعَنَ اللّٰهُ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے: "لَعَنَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْوَاصِلَةَ وَالْمُسْتَوْصِلَةَ وَالْوَاشِمَةَ وَالْمُسْتَوْشِمَةَ" نبی ﷺ نے بال ملانے والی اور ملوانے والی اور گودنے والی اور گودانے والی عورت پر لعنت فرمائی ہے اور قرآن مجید میں فرمایا گیا: "مَا اٰتَاكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا" رسول جو تمہیں دیں اسے لے لو اور جس سے منع فرمائیں اس سے باز رہو۔ اس ارشاد کی روشنی میں حضور اقدس ﷺ کا قول ارشادِ الٰہی ہے تو جب حضور نے ان عورتوں پر لعنت فرمائی تو اللہ نے بھی لعنت فرمائی اور قرآن میں بھی اس پر لعنت آئی۔ ام یعقوب نے قرآن مجید میں جب صراحۃً ان عورتوں پر لعنت نہیں پائی تو اس نے عرض کیا: میں نے پورا قرآن پڑھا ہے اس میں کہیں ان عورتوں پر لعنت نہیں۔ اس کے جواب میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جب قرآن مجید میں یہ ارشاد ہے کہ تم کو جو رسول دیں اسے لو اور رسول اللہ ﷺ نے لعنت فرمائی تو اس آیت کی روشنی میں قرآن نے بھی اس عورت پر لعنت فرمائی۔

بَابٌ

[الحشر:۹ کی تفسیر]

قَوْلُهٗ ﴿وَيُؤْثِرُوْنَ عَلٰى اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ﴾ (آیت:۹) اَلْاٰيَةَ (ص۷۲۵)

اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی تفسیر: اور وہ اپنے اوپر دوسروں کو ترجیح دیتے ہیں اگرچہ انہیں فاقہ ہو۔

﴿اَلْخَصَاصَةُ﴾ (آیت:۹) اَلْفَاقَةُ ﴿اَلْمُفْلِحُوْنَ﴾ اَلْفَائِزُوْنَ ﴿بِالْخُلُوْدِ﴾ اَلْفَلَاحُ اَلْبَقَاءُ. حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ عَجِّلْ. وہ جنت میں ہمیشہ رہ کر کامیاب ہونے والے ہیں' اور فلاح کا معنی بقاء ہے' حی علی الفلاح کے معنی ہیں: کامیابی کی طرف آؤ۔ وَقَالَ الْحَسَنُ ﴿حَاجَةً﴾ (آیت:۹) حَسَدًا۔ ارشاد تھا: "وَلَا يَجِدُوْنَ فِيْ صُدُوْرِهِمْ حَاجَةً" اور وہ اپنے سینوں

میں حاجت یعنی حسد نہیں پاتے۔

سُوْرَةُ الْمُمْتَحِنَةِ (ص۷۲۶)

یہ سورۃ مدنی ہے اور اس میں تیرہ آیتیں ہیں۔

"وَقَالَ مُجَاهِدٌ ﴿لَا تَجْعَلْنَا فِتْنَةً﴾ (آیت:۵) لَاتُعَذِّبْنَا بِاَيْدِيْهِمْ فَيَقُوْلُوْنَ لَوْكَانَ هٰؤُلَاءِ عَلَى الْحَقِّ مَا اَصَابَهُمْ هٰذَا"......اور مجاہد نے کہا کہ یہ دعاء کہ ہمیں آزمائش نہ بنا اس کا مطلب یہ ہے کہ ان کے ہاتھوں ہم پر عذاب نہ بھیج کہ وہ کہیں کہ اگر یہ لوگ حق پر ہوتے تو انہیں یہ مصیبت نہ پہنچتی ﴿بِعِصَمِ الْكَوَافِرِ﴾ (آیت:۱۰) اُمِرَ اَصْحَابُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِفِرَاقِ نِسَائِهِمْ كُنَّ كَوَافِرَ بِمَكَّةَ......ارشاد تھا: "وَلَا تُمْسِكُوْا بِعِصَمِ الْكَوَافِرِ" کافر عورتوں کے نکاح پر جمے نہ رہو یعنی صحابۂ کرام کو حکم دیا گیا کہ مکہ میں جو تمہاری کافر عورتیں ہیں ان سے علیحدہ ہو جاؤ۔

۲۳۱۸ - حَدَّثَنَا عَلِيٌّ قِيْلَ لِسُفْيَانَ فِيْ هٰذَا فَنَزَلَتْ ﴿لَاتَتَّخِذُوْا عَدُوِّيْ﴾ قَالَ سُفْيَانُ هٰذَا فِيْ حَدِيْثِ النَّاسِ حَفِظْتُهُ مِنْ عَمْرٍو، مَا تَرَكْتُ مِنْهُ حَرْفًا وَّمَا اُرٰى اَحَدًا حَفِظَهُ غَيْرِيْ.

علی بن مدینی نے حدیث بیان کی، سفیان سے اس کے بارے میں پوچھا گیا کہ کیا حضرت حاطب بن ابی بلتعہ کے قصے میں یہ آیت نازل ہوئی ہے: "لَا تَتَّخِذُوْا عَدُوِّيْ وَعَدُوَّكُمْ اَوْلِيَاءَ" تو سفیان نے کہا کہ یہ لوگوں کی حدیث میں ہے۔ میں نے اس کو حضرت عمرو سے یاد کیا اور میں نے اس میں سے ایک حرف بھی نہیں چھوڑا ہے اور میں نہیں جانتا ہوں کہ میرے علاوہ کسی نے اس کو یاد کیا ہے۔

اس سے پہلے حضرت حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ کی مفصل حدیث گزری ہے۔ اس میں یہ تھا کہ حضرت عمرو بن دینار نے فرمایا کہ انہیں کے بارے میں "لَا تَتَّخِذُوْا عَدُوِّيْ وَعَدُوَّكُمْ اَوْلِيَاءَ" نازل ہوئی ہے۔ حضرت سفیان بن عیینہ سے سوال کا مقصد یہ تھا کہ سائل اس تذبذب میں تھا، اس نے مزید توثیق چاہی۔

سابق حدیث میں بھی یہ فرمایا تھا کہ اس قصے میں یہ آیت کریمہ نازل ہوئی ہے، اس میں دونوں احتمال ہیں، ہوسکتا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ہی ارشاد ہو اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ حضرت عمرو بن دینار پر موقوف ہو، انہوں نے کسی اور ذریعہ سے جانا ہو کہ یہ آیت اسی قصے میں نازل ہوئی ہے۔

بَابٌ [الممتحنہ:۱۲ کی تفسیر]

قَوْلِهٖ ﴿اِذَا جَآءَكَ الْمُؤْمِنَاتُ يُبَايِعْنَكَ﴾ (آیت:۱۲). (ص۷۲۶)

اللہ عزوجل کے اس ارشاد کی تفسیر: جب تمہارے پاس مومن عورتیں بیعت کرنے کے لیے آئیں۔

۲۳۱۹ - عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ فِيْ قَوْلِهٖ تَعَالٰى ﴿وَلَا يَعْصِيْنَكَ فِيْ مَعْرُوْفٍ﴾ (آیت:۱۲) قَالَ اِنَّمَا هُوَ شَرْطٌ شَرَطَهُ اللّٰهُ لِلنِّسَاءِ.

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اللہ تعالیٰ کے اس قول کی تفسیر میں مروی ہے کہ کسی اچھے کام میں آپ کی نافرمانی نہیں کریں گی۔ یہ ایک شرط ہے جسے اللہ نے عورتوں کے لیے بیان فرمایا۔

مفسرین نے فرمایا کہ "معروف" سے مراد نوحہ نہ کرنا ہے اور بعض لوگوں نے کہا کہ اس سے مراد یہ ہے کہ کسی غیر محرم کے ساتھ خلوت میں اکٹھی نہ ہو اور ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد یہ ہے کہ اپنا چہرہ نہیں نوچیں گی، گریبان نہیں پھاڑیں گی وغیرہ اور ایک قول

یہ ہے کہ اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت مراد ہے اور ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد ہر وہ کام ہے جس میں ان کی بھلائی ہو اور ایک قول یہ ہے کہ ہر وہ اچھا کام ہے جس کے کرنے کا اللہ نے حکم دیا۔ تین اخیر والوں کا حاصل ایک ہی ہے اور معنی عام مراد لینا زیادہ مناسب ہے۔

سُوْرَةُ الصَّفِّ (ص ۷۲۷)

یہ سورت مدنی ہے اس میں چودہ آیتیں ہیں۔

''وَقَالَ مُجَاهِدٌ ﴿مَنْ اَنْصَارِیْ اِلَی اللّٰهِ﴾ (آیت:۱۴) مَنْ یَّتَبِعُنِیْ اِلَی اللّٰهِ'' ...... مراد یہ ہے کہ اللہ کے راستہ میں میری کون اتباع کرتا ہے؟ حواری کی تحقیق گزر چکی ہے ''وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ ﴿مَرْصُوْصٌ﴾ (آیت:۴) مُلْصَقٌ بَعْضُهٗ بِبَعْضٍ'' ...... بعض بعض سے ملا ہوا ''وَقَالَ غَيْرُهٗ بِالرَّصَاصِ'' ...... سیسہ سے ملا دیا گیا ہے۔

سُوْرَةُ الْجُمُعَةِ (ص ۷۲۷)

یہ سورت مدنی ہے اور اس میں گیارہ آیتیں ہیں۔

بَابٌ [الجمعہ: ۳ کی تفسیر]

قَوْلِهٖ ﴿وَاٰخَرِيْنَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوْا بِهِمْ﴾ (آیت:۳)۔

اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی تفسیر: اور ان میں سے کچھ جو ان اگلوں سے نہ ملے۔

''وَقَرَاَ عُمَرُ فَامْضُوْا اِلٰی ذِكْرِ اللّٰهِ'' ...... حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ''فاسعوا الی ذکر اللہ'' کے بجائے ''فَامْضُوْا اِلٰی ذِكْرِ اللّٰهِ'' پڑھا۔ معنی ایک ہی ہے کہ اللہ کے ذکر کی طرف چلو۔

۲۳۲۰ - عَنْ اَبِی الْغَيْثِ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ كُنَّا جُلُوْسًا عِنْدَ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاُنْزِلَتْ عَلَيْهِ سُوْرَةُ الْجُمُعَةِ ﴿وَاٰخَرِيْنَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوْا بِهِمْ﴾ قَالَ قُلْتُ مَنْ هُمْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ؟ فَلَمْ يُرَاجِعْهُ حَتّٰى سَاَلَ ثَلَاثًا وَفِيْنَا سَلْمَانُ الْفَارِسِیُّ وَضَعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدَهٗ عَلٰی سَلْمَانَ ثُمَّ قَالَ لَوْ كَانَ الْاِيْمَانُ عِنْدَ الثُّرَيَّا لَنَالَهٗ رِجَالٌ اَوْ رَجُلٌ مِّنْ هٰؤُلَاءِ۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: وہ کہتے ہیں کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھے کہ حضور پر سورۂ جمعہ نازل ہوئی جس میں یہ بھی ہے: اور کچھ اور ہیں جو ان سے نہیں ملے۔ میں نے عرض کیا: وہ کون لوگ ہیں یا رسول اللہ! تو حضور نے کوئی جواب نہیں دیا یہاں تک کہ تین بار پوچھا اور ہم میں سلمان فارسی بھی تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا دست مبارک سلمان پر رکھا، پھر فرمایا: اگر ایمان ثریا کے پاس ہوتا تو ان لوگوں کے کچھ افراد یا ایک فرد اسے حاصل کر لیتا۔

(اس کے بعد متصل ہے، مسلم۔ کتاب الفضائل، ترمذی، نسائی۔ کتاب التفسیر والمناقب)

''وَاٰخَرِيْنَ مِنْهُمْ'' کا تعلق پہلی آیت سے ہے۔ ارشاد ہے: ''هُوَ الَّذِیْ بَعَثَ فِی الْاُمِّيّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِیْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ○ وَّاٰخَرِيْنَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوْا بِهِمْ'' (الجمعہ: ۲-۳) اللہ وہی ہے جس نے ان پڑھوں میں انہیں میں سے ایک رسول بھیجا کہ ان پر اس کی آیتیں پڑھتے ہیں اور انہیں پاک کرتے ہیں اور انہیں کتاب اور حکمت کا علم عطا فرماتے ہیں اور بے شک وہ اس سے پہلے ضرور کھلی گمراہی میں تھے○ اور ان میں سے (اوروں کو پاک کرتے اور علم عطا فرماتے ہیں) جو ان اگلوں سے نہ ملے۔ ''واٰخرین'' ''یعلمھم'' کی ضمیر منصوب پر معطوف ہے۔

مطلب یہ ہے کہ یہ رسول صرف ان امیوں کو ہی نہیں علم عطا فرماتے بلکہ دوسرے اور بہت سے لوگ ہیں جو بعد میں آنے والے ہیں انہیں بھی پاک کرتے ہیں اور علم عطا فرماتے ہیں۔ حدیث کا مفاد یہی ہے کہ اس سے مراد اہل فارس ہیں بعد کے واقعات نے بتایا کہ سرزمین فارس سے اجلہ محدثین وفقہاء بلکہ مجتہدین پیدا ہوئے۔ ابنائے فارس ہی میں سے سیدنا امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ بھی ہیں۔ بہت سے علماء نے تصریح کی ہے کہ اس سے مراد حضرت امام اعظم ہیں۔ اس پر مفصل بحث مقدمہ میں ہو چکی ہے۔ ویسے آیہ کریمہ اپنے اطلاق کے اعتبار سے ابنائے فارس کے ساتھ خاص نہیں۔ قیامت تک پوری امت کے ارباب علم وفضل مراد ہیں مگر چونکہ صحابۂ کرام کے بعد اہل فارس ہی زیادہ تر اہل علم وفضل ہوئے ہیں اس لیے خصوصیت سے حدیث میں ان کا ذکر فرمایا۔

سُوْرَةُ الْمُنٰفِقِیْنَ (ص ۷۲۷)

یہ سورۃ مدنی ہے اس میں گیارہ آیتیں ہیں۔

۲۳۲۱- ح:

۲۳۲۱ - عَنْ زَيْدِ بْنِ اَرْقَمَ قَالَ كُنْتُ فِيْ غَزَاةٍ فَسَمِعْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ اُبَيٍّ يَقُوْلُ لَا تُنْفِقُوْا عَلٰى مَنْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ حَتّٰى يَنْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِهٖ وَلَوْ رَجَعْنَا مِنْ عِنْدِهٖ لَيُخْرِجَنَّ الْاَعَزُّ مِنْهَا الْاَذَلَّ، فَذَكَرْتُ ذٰلِكَ لِعَمِّيْ اَوْ لِعُمَرَ فَذَكَرَهٗ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَدَعَانِيْ فَحَدَّثْتُهٗ فَاَرْسَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلٰى عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ اُبَيٍّ وَاَصْحَابِهٖ فَحَلَفُوْا مَا قَالُوْا فَكَذَّبَنِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَصَدَّقَهٗ فَاَصَابَنِيْ هَمٌّ لَمْ يُصِبْنِيْ مِثْلُهٗ قَطُّ فَجَلَسْتُ فِي الْبَيْتِ فَقَالَ لِيْ عَمِّيْ مَا اَرَدْتَّ اِلٰى اَنْ كَذَّبَكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَقَتَكَ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰى ﴿اِذَا جَآءَكَ الْمُنٰفِقُوْنَ﴾ فَبَعَثَ اِلَيَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَرَاَ فَقَالَ اِنَّ اللّٰهَ قَدْ صَدَّقَكَ يَا زَيْدُ.

(اس کے بعد متصل ہے چار طریقوں سے مسلم۔ کتاب التوبہ ترمذی نسائی۔ کتاب التفسیر)

ابن ابی سلول کی گستاخی اور اس سے مکرنا

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: انہوں نے کہا: میں ایک غزوے میں تھا کہ میں نے عبداللہ بن ابی کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ ان لوگوں پر خرچ مت کرو جو رسول اللہ کے خاص ہیں یہاں تک کہ ان کے اردگرد سے چھٹ جائیں اور اگر ہم ان کے پاس سے لوٹیں تو ہم میں عزت والا ذلت والے کو نکال دے گا۔ تو میں نے اس کا تذکرہ اپنے چچا یا حضرت عمر سے کیا انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بتایا پھر حضور نے مجھے بلایا میں نے مذکورہ بات بیان کر دی اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عبداللہ بن ابی اور اس کے ساتھیوں کو بلایا (اور پوچھا) ان لوگوں نے قسم کھالی کہ ہم نے نہیں کہا ہے۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے جھٹلایا اور اس کو سچا جانا۔ اس کی وجہ سے مجھ کو اتنا غم پہنچا کہ کبھی نہیں پہنچا تھا اور میں گھر میں بیٹھ رہا میرے چچا نے مجھ سے کہا: تو نے کیا ارادہ کیا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تجھ کو جھٹلایا اور تجھ سے ناراض ہو گئے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے اتارا "اِذَا جَآءَكَ الْمُنٰفِقُوْنَ" نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے بلوایا اور فرمایا: بے شک اللہ نے تیری تصدیق کی ہے اے زید!

نسائی کی روایت میں ہے کہ یہ واقعہ غزوۂ تبوک میں واقع ہوا تھا لیکن ارباب سیر کا اس پر اتفاق ہے کہ یہ واقعہ غزوۂ بنی مصطلق میں ہوا تھا اور یہی صحیح ہے اس لیے کہ غزوۂ تبوک سے پہلے ہی عبداللہ بن ابی مر چکا تھا۔

قصہ یہ ہوا کہ پانی کے سلسلے میں مہاجرین اور انصار میں کچھ تناؤ پیدا ہو گیا تھا جس پر عبداللہ بن ابی نے وہ کہا تھا۔

"لِعَمِّيْ اَوْ لِعُمَرَ" یہاں شک ہے لیکن اس کے بعد والی روایتوں میں بلا تردد "بِعَمِّيْ" ہے اور ایسا ہی ترمذی میں بھی ہے۔

ابن مردویہ میں ہے کہ چچا سے مراد حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ ہیں۔ یہ ان کے حقیقی چچا نہیں مگر چونکہ یہ ان کی قوم خزرج کے سردار

تھے اس لیے ''عمی'' کہہ دیا۔ حضرت زید بن ارقم کے حقیقی چچا ثابت بن قیس ہیں' اور عینی نے فرمایا: یہاں ''عمی'' سے مراد حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ ہیں' مگر یہ بھی حقیقی چچا نہیں' مگر چونکہ حضرت زید بن ارقم کی والدہ نے حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ سے شادی کر لی تھی' اور یہ ان کی پرورش میں تھے اس لیے ان کو عم کہہ دیا۔ اس روایت میں یہ ہے کہ میں نے یہ اپنے چچا کو بتایا اور چچا نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس کا ذکر کیا اور بعد کی دو روایتوں میں ہے: میں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خبر دی۔ دونوں میں تطبیق یہ ہے کہ جب حضرت زید بن ارقم نے اپنے چچا کو بتایا اور انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو' تو گویا بواسطہ حضرت زید ہی نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بتایا۔ اگرچہ بواسطہ اس کا بھی امکان ہے کہ ان کی مراد یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دریافت کرنے پر آپ کو بتایا۔

بَابٌ

[المنافقون: ۴ کی تفسیر]

قَوْلِهٖ ﴿خُشُبٌ مُّسَنَّدَةٌ﴾ (المنافقون:٤). قَالَ كَانُوْا رِجَالًا اَجْمَلَ شَيْءٍ. (ص۷۲۸)

اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی تفسیر: گویا وہ کڑیاں ہیں دیوار سے ٹکائی ہوئی (حالانکہ لوگ بہت خوبصورت تھے)۔

بَابٌ

[المنافقون: ۵ کی تفسیر]

قَوْلِهٖ ﴿وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا يَسْتَغْفِرْ لَكُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ لَوَّوْا رُءُوْسَهُمْ وَرَاَيْتَهُمْ يَصُدُّوْنَ وَهُمْ مُّسْتَكْبِرُوْنَO﴾ (المنافقون:٥).

حَرَّكُوْا اِسْتَهْزَءُوْا بِالنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَيُقْرَاُ بِالتَّخْفِيْفِ مِنْ لَوَيْتُ (آیت:٥). (ص۷۲۸)

اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی تفسیر: اور جب ان سے کہا جائے کہ آؤ رسول اللہ تمہارے لیے معافی چاہیں تو اپنے سر گھماتے ہیں اور تم انہیں دیکھو کہ غور کرتے ہوئے منہ پھیر لیتے ہیںO

یعنی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ استہزاء کرتے ہوئے سروں کو ہلاتے ہیں اور ایک قراءت بلا تشدید ''لَوَوْا'' ہے ''لَوَيْتُ'' سے (اس کا معنی ہے موڑا)۔

بَابٌ

[المنافقون: ۷ کی تفسیر]

قَوْلِهٖ ﴿هُمُ الَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ لَا تُنْفِقُوْا عَلٰى مَنْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ حَتّٰى يَنْفَضُّوْا وَلِلّٰهِ خَزَائِنُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلٰكِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَا يَفْقَهُوْنَO﴾ (آیت:٧). (ص۷۲۸)

اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی تفسیر: وہی ہیں جو کہتے ہیں کہ ان پر خرچ نہ کرو جو رسول اللہ کے پاس ہیں یہاں تک کہ پریشان ہو جائیں اور اللہ ہی کے لیے ہیں آسمانوں اور زمین کے خزانے' مگر منافقوں کو سمجھ نہیںO

۲۳۲۲- ح: [دُعَاءُ الْمَغْفِرَةِ لِلْاَنْصَارِ وَلِاَبْنَاءِ الْاَنْصَارِ]

انصار اور انصار کے بیٹوں کے لیے دعائے مغفرت

۲۳۲۲- حَدَّثَنِيْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الْفَضْلِ اَنَّهٗ سَمِعَ اَنَسَ بْنَ مَالِكٍ يَقُوْلُ حَزِنْتُ عَلٰى مَنْ اُصِيْبَ بِالْحَرَّةِ فَكَتَبَ اِلَيَّ زَيْدُ بْنُ اَرْقَمَ وَبَلَغَهٗ شِدَّةُ حُزْنِيْ يَذْكُرُ اَنَّهٗ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِلْاَنْصَارِ وَلِاَبْنَاءِ الْاَنْصَارِ وَشَكَّ ابْنُ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ واقعہ حرہ میں جو لوگ شہید کیے گئے ان پر مجھے غم ہوا تو میرے پاس حضرت زید بن ارقم نے لکھا اور انہیں میرے شدت غم کی خبر پہنچی' وہ ذکر کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا کہ فرماتے تھے: اے اللہ! انصار کو اور انصار کے بیٹوں کو بخش دے' اور ابن فضل نے ابناء ابناء

الْفَضْلِ فِیْ اَبْنَاءِ اَبْنَاءِ الْاَنْصَارِ فَسَاَلَ اَنَسًا بَعْضُ مَنْ كَانَ عِنْدَهٗ فَقَالَ هُوَ الَّذِیْ یَقُوْلُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ هٰذَا الَّذِیْ اَوْفَی اللّٰهُ لَهٗ بِاُذُنِهٖ.

انصار کے بارے میں شک کیا تو حضرت انس سے بعض موجودین نے پوچھا: تو انہوں نے بتایا: یہ وہ شخص ہیں جن کے بارے میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ان کی سنی ہوئی بات کی اللہ نے تصدیق فرمائی ہے۔

واقعۂ حرہ ۶۳ھ میں ہوا تھا۔ یزید نے مسلم بن عقبہ کے ساتھ بہت بڑا لشکر بھیج کر مدینہ طیبہ پر حملہ کرایا تھا جس میں اہل مدینہ کو شکست ہوئی۔ مسلم بن عقبہ نے ہزاروں کو شہید کیا' تین دن مدینہ کو لوٹا' خواتین حرم کی عصمت دری کی' اس وقت حضرت انس رضی اللہ عنہ بصرہ میں تھے۔ انہیں جب اس کی خبر ملی تو انہیں سخت غم لاحق ہوا۔ حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ کوفہ میں تھے۔ جب ان کو حضرت انس رضی اللہ عنہ کا حال معلوم ہوا تو بطور تعزیت ان کو یہ لکھا۔

شَكَّ اِبْنُ الْفَضْلِ

یعنی عبداللہ ابن فضل کو شک ہوا کہ حضور اقدس ﷺ نے "ابناء ابناء الانصار" فرمایا تھا یا نہیں۔ صحیح یہ ہے کہ "ابناء ابناء الانصار" بھی فرمایا تھا جیسا کہ مسلم میں نیز ترمذی میں ہے کہ حضرت زید بن ارقم نے یہ لکھا: میں نے نبی اکرم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: اے اللہ! انصار کو بخش اور انصار کی ذریت کو اور انصار کی ذریت کی ذریت کو۔

اَوْفَی اللّٰهُ لَهٗ بِاُذُنِهٖ

یعنی زید بن ارقم وہ شخص ہیں کہ اللہ عزوجل نے ان کی تصدیق فرمائی ہے۔ اس سے مراد یہی عبداللہ بن فضل والی بات ہے جو ابھی اوپر گزری ہے۔

سُوْرَةُ التَّغَابُنِ (ص ۷۲۹)

یہ سورت مدنی ہے' اور اس میں اٹھارہ آیتیں ہیں۔

"وَقَالَ عَلْقَمَةُ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ ﴿وَمَنْ یُّؤْمِنْ بِاللّٰهِ یَهْدِ قَلْبَهٗ﴾ (آیت: ۱۱) هُوَ الَّذِیْ اِذَا اَصَابَتْهُ مُصِیْبَةٌ رَضِیَ وَعَرَفَ اَنَّهَا مِنَ اللّٰهِ"...... اور جو اللہ پر ایمان لائے اللہ اس کے دل کو ہدایت فرما دے گا۔ یہ وہ ہے جب اس کو کوئی مصیبت پہنچے تو راضی رہے اور یقین کرے کہ یہ اللہ کی طرف سے ہے۔

سُوْرَةُ الطَّلَاقِ (ص ۷۲۹)

یہ سورت مدنی ہے اور اس میں بارہ آیتیں ہیں۔

وَقَالَ مُجَاهِدٌ ﴿وَبَالَ اَمْرِهَا﴾ (آیت: ۹) جَزَاءَ اَمْرِهَا...... یعنی اپنی کرنی کا بدلہ۔

۲۳۲۳- ح: [طَلَّقَ ابْنُ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا امْرَاَتَهٗ وَهِیَ حَائِضٌ]

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے اپنی بیوی کو حیض کی حالت میں طلاق دی

۲۳۲۳- اَخْبَرَنِیْ سَالِمٌ اَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَخْبَرَهٗ اَنَّهٗ طَلَّقَ امْرَاَتَهٗ وَهِیَ حَائِضٌ فَذَكَرَ عُمَرُ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَتَغَیَّظَ فِیْهِ

سالم نے خبر دی کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے ان کو خبر دی کہ انہوں نے اپنی بیوی کو حیض کی حالت میں طلاق دے دی۔ حضرت عمر نے رسول اللہ ﷺ سے اس کو ذکر کیا تو رسول اللہ

رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ قَالَ لِيُرَاجِعْهَا ثُمَّ يُمْسِكْهَا حَتّٰى تَطْهُرَ ثُمَّ تَحِيْضَ فَتَطْهُرَ فَإِنْ بَدَا لَهُ أَنْ يُطَلِّقَهَا فَلْيُطَلِّقْهَا طَاهِرًا قَبْلَ أَنْ يَمَسَّهَا فَتِلْكَ الْعِدَّةُ كَمَا أَمَرَهُ اللّٰهُ.

صلی اللہ علیہ وسلم خفا ہوئے' پھر فرمایا: وہ رجعت کر لے' پھر اسے روکے رہے یہاں تک کہ پاک ہو جائے' پھر اسے حیض آئے' پھر پاک ہو جائے' اب اگر وہ طلاق دینا چاہے تو اسے طلاق دے اس حالت میں کہ وہ پاک ہو قبل اس سے کہ اس سے جماع کرے۔ پس یہی وہ عدت ہے جس کا اللہ نے حکم دیا ہے۔

(بخاری۔ کتاب الطلاق۔ باب: قول الله يا ايها النبى اذا طلقتم النساء ص ٧٩٠' باب: اذا طلقت الحائض يُعتد بذالك ص ٧٩٠' باب: من طلق وهل بواحد الرجل ص ٧٩١' باب: من قال لامرأته انت على حرام ص ٧٩٢' باب: قوله و بعولتهن احق بردهن ص ٨٠٣' باب: مراجعة الحائض ص ٨٠٣' باب: هل يقضى الحاكم او يفتى وهو غضبان ص ١٠٦٠' مسلم' ابوداؤد' ترمذی' نسائی' ابن ماجہ)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی اس حدیث کو ان سے آٹھ حضرات نے روایت کیا ہے: سالم' نافع' عبداللہ بن دینار' انس بن شیرین' طاؤس' ابوالزبیر' سعید بن جبیر اور ابووائل نے۔ حالت حیض میں طلاق دینا منع ہے۔ طلاق دینے والا گناہ گار ہوگا لیکن اگر کوئی حالت حیض میں طلاق دے تو طلاق پڑ جائے گی' اس کی دلیل یہی حدیث ہے' اس لیے کہ اگر طلاق واقع نہ ہوتی تو رجعت کا حکم دینے کا کوئی معنی نہیں تھا۔ اگر کوئی شخص حالت حیض میں اپنی بیوی کو طلاق دے گا خواہ ایک یا دو یا تین' پڑ جائے گی۔ تین طلاق دے گا یا بائن طلاق دے گا تو رجعت کا حق نہیں رہے گا۔ ہاں! اگر ایک یا دو طلاق رجعی دی تھی تو مستحب ہے کہ رجعت کرے جیسا کہ اس حدیث میں مذکور ہے۔ حالت حیض میں دی ہوئی طلاق واقع ہو جاتی ہے۔ اس پر نص بخاری کی دوسری روایتیں ہیں: مثلاً کتاب الطلاق میں ہے' راوی کہتے ہیں کہ میں نے پوچھا کہ کیا یہ طلاق شمار کی جائے گی تو فرمایا: کیوں نہیں شمار ہوگی؟ دوسری روایت میں یہ جواب دیا کہ اگر وہ عاجز ہو جائے یا حماقت کر بیٹھے تو کیا معذور ہوگا؟ اور اگر حالت حیض میں تین طلاق دیں تو تینوں پڑ جائیں گی' اس کی دلیل اسی کتاب الطلاق میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا یہ ارشاد ہے: ''إِنْ كُنْتَ طَلَّقْتَهَا ثَلَاثًا فَقَدْ حَرُمَتْ عَلَيْكَ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَكَ'' اگر تم تین طلاق دو گے تو وہ تم پر حرام ہو جائے گی یہاں تک کہ تیرے علاوہ کسی اور شوہر سے نکاح کرے۔ یہ سارے احکام مدخول بہا کے لیے ہیں اور اگر مدخول بہا نہیں تو حالت حیض میں طلاق دینا ممنوع بھی نہیں' اور یہ طلاق بائن ہوگی' رجعت کا حق نہیں رہے گا۔

بَابٌ [الطلاق: ۴ کی تفسیر]

قَوْلِهِ ﴿وَأُولَاتُ الْأَحْمَالِ أَجَلُهُنَّ أَنْ يَضَعْنَ حَمْلَهُنَّ وَمَنْ يَتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَهُ مِنْ أَمْرِهِ يُسْرًا﴾ (آیت: ۴) (ص ۷۲۹)

اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی تفسیر: اور حمل والیوں کی میعاد یہ ہے کہ وہ اپنا حمل جن لیں اور جو اللہ سے ڈرے اللہ اس کے کام میں آسانی فرما دے گا۔

وَأُولَاتُ الْأَحْمَالِ وَاحِدُهَا ذَاتُ حَمْلٍ.

''اولات'' جمع ہے: ذات کی ''من غير لفظه''۔

٢٣٢٤- أَخْبَرَنِي أَبُوْ سَلَمَةَ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ إِلَى ابْنِ عَبَّاسٍ وَأَبُوْ هُرَيْرَةَ جَالِسٌ عِنْدَهُ فَقَالَ أَفْتِنِي فِي امْرَأَةٍ وَلَدَتْ بَعْدَ زَوْجِهَا بِأَرْبَعِيْنَ لَيْلَةً؟ فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ آخِرُ الْأَجَلَيْنِ قُلْتُ أَنَا ﴿وَأُولَاتُ الْأَحْمَالِ

ابوسلمہ نے کہا کہ ایک شخص حضرت ابن عباس کے پاس آیا اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ وہاں بیٹھے ہوئے تھے' اس نے کہا: اس عورت کے بارے میں مجھے بتایئے جس کے شوہر کے مرنے کے چالیس دن کے بعد بچہ پیدا ہوا۔ حضرت ابن عباس نے فرمایا:

اَجَلُهُنَّ اَنْ يَّضَعْنَ حَمْلَهُنَّ﴾ قَالَ اَبُوْهُرَيْرَةَ اَنَا مَعَ ابْنِ اَخِي يَعْنِي اَبَا سَلَمَةَ فَاَرْسَلَ ابْنُ عَبَّاسٍ غُلَامَهٗ كُرَيْبًا اِلٰى اُمِّ سَلَمَةَ يَسْئَلُهَا فَقَالَتْ قُتِلَ زَوْجُ سُبَيْعَةَ الْاَسْلَمِيَّةِ وَهِيَ حُبْلٰى فَوَضَعَتْ بَعْدَ مَوْتِهٖ بِاَرْبَعِيْنَ لَيْلَةً فَخُطِبَتْ فَاَنْكَحَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَانَ اَبُوالسَّنَابِلِ فِيْمَنْ خَطَبَهَا.

(مسلم، ترمذی، نسائی۔ کتاب الطلاق)

دونوں میعادوں میں جو آخر ہو وہ اس کی عدت ہے۔ میں نے کہا: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: حمل والیوں کی عدت یہ ہے کہ وہ اپنا حمل جن لیں۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا: میں اپنے بھتیجے یعنی ابو سلمہ کے ساتھ ہوں تو حضرت ابن عباس نے اپنے غلام کریب کو اُمّ المومنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں بھیجا کہ ان سے پوچھیں۔ حضرت ام سلمہ نے فرمایا: سبیعہ اسلمی حاملہ تھیں اور ان کے شوہر شہید کر دیے گئے، چالیس دن کے بعد ان کے بچہ پیدا ہوا اور انہیں پیغام دیا گیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا نکاح کر دیا اور ابو سنابل ان لوگوں میں تھے جو کہ انہیں پیغام دیتے تھے۔

سورۂ بقرہ میں فرمایا گیا کہ عدت وفات چار مہینہ دس دن ہے، یہ عام ہے، حاملہ، غیر حاملہ دونوں کو، اور یہاں فرمایا گیا کہ حاملہ عورتوں کی عدت وضع حمل ہے۔ یہ مطلقہ اور ''متوفی عنها زوجها'' دونوں کو شامل ہے۔ تب سوال پیدا ہوتا ہے کہ کسی عورت کا شوہر مر گیا اور وہ حاملہ ہے تو اس کی عدت چار مہینہ دس ہوگی یا وضع حمل؟ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا مذہب یہ تھا کہ عدت وفات اور وضع حمل میں جو ابعد ہو یہ عورت وہ عدت گزارے گی۔ اب اگر کسی عورت کو چار مہینہ دس دن سے کم میں بچہ پیدا ہو گیا تو وہ عدت وفات چار مہینہ دس دن پوری کرے گی اور اگر چار مہینے دس دن پر بھی بچہ پیدا نہ ہوا تو جب تک وضع حمل نہ ہو جائے وہ عدت میں ہے۔ حضرت عمر اور عبداللہ بن عمر اور عبداللہ بن مسعود اور حضرت ابو مسعود بدری اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہم اور تمام فقہاء کا مذہب یہ ہے کہ اس کی عدت وضع حمل ہے۔ اس کی بنیاد اس پر ہے کہ سورۂ طلاق، سورۂ بقرہ کے بعد نازل ہوئی ہے جیسا کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا قول گزر چکا اور خود یہیں اس کے متصل موجود ہے کہ سورۂ نساء قصریٰ، طولیٰ کے بعد نازل ہوئی ہے، سورۂ نساء قصریٰ سے مراد سورۂ طلاق ہے۔ سورۂ نساء طولیٰ سے مراد سورۂ بقرہ ہے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ سورۂ بقرہ کی آیت کریمہ: ''وَالَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا يَّتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَّعَشْرًا'' (البقرہ: ۲۳۴) اور وہ لوگ جو تم میں سے وفات پائیں اور بیویاں چھوڑیں تو یہ بیویاں چار مہینے دس دن اپنے آپ کو روکے رہیں، کا جز آیت کریمہ ''اُولَاتُ الْاَحْمَالِ اَجَلُهُنَّ اَنْ يَّضَعْنَ حَمْلَهُنَّ'' (الطلاق: ۴) سے منسوخ ہے، یعنی ''متوفی عنها زوج'' اگر حاملہ ہو تو اس کی عدت وضع حمل ہے، نیز اس حدیث سے بھی سورۂ بقرہ کی آیۂ کریمہ کی تخصیص ثابت ہوتی ہے کیونکہ حضرت سبیعہ کا واقعہ حجۃ الوداع کے بعد کا ہے اور قیاس بھی اسی کا مؤید ہے کیونکہ عدت کے مقصد دو ہیں، ایک تو براءت رحم کا جاننا کہ کہیں اس کو حمل تو نہیں اور اگر حاملہ ہے تو عدت کا مقصد یہ ہے جو حدیث میں بیان فرمایا گیا: ''لئلا يستقى ماءهٗ زرع غيره'' تاکہ اس کا پانی دوسرے کی کھیتی نہ سینچے، اور جب وضع حمل ہو گیا تو اس کا سوال ہی نہ رہا، اس لیے حاملہ کے بارے میں عدت وضع حمل ہونا ہی قرین قیاس ہے۔

اس حدیث میں اقتصار ہے اور کچھ تغیر بھی ہے۔ اس میں یہ ہے کہ حضرت سبیعہ اسلمیہ کے شوہر قتل کیے گئے حالانکہ وہ قتل نہیں ہوئے تھے، بلکہ مکہ معظمہ میں وفات پائی تھی۔ ان کے شوہر کا نام سعد بن خولہ تھا۔ اس میں یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا نکاح کر دیا حالانکہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف اجازت دی تھی۔ قصہ یہ ہوا تھا کہ جب حضرت سبیعہ اسلمی کے شوہر کی وفات کے بعد ان کے بچہ پیدا ہوا تو ابو سنابل نے ان کو پیغام دیا۔ انہوں نے کہا: میں جب تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھ نہیں لوں گی۔ انہوں نے

رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا تو حضور نے انہیں نکاح کی اجازت دی۔ یہ بھی متفق علیہ نہیں کہ ان کے شوہر کی وفات کے بعد چالیس دن پر بچہ پیدا ہوا تھا۔ ایک روایت یہ ہے کہ پینتیس دن پر بچہ پیدا ہوا تھا' ایک روایت ہے پچیس دن پر' ایک میں ہے تیئس دن پر' ایک میں ہے بیس دن پر۔

سُوْرَةُ التَّحْرِيْم (ص ۷۲۹)

یہ سورت مدنی ہے۔ اس میں بارہ آیتیں ہیں۔

بَابٌ [التحریم:۱ کی تفسیر]

﴿تَبْتَغِي مَرْضَاةَ أَزْوَاجِكَ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ۝﴾ (آیت:۱). (ص ۷۲۹)

اللہ عزوجل کے اس ارشاد کی تفسیر: اپنی بیویوں کی مرضی چاہتے ہو اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۝

۲۳۲۵ - عَنْ سَعِيْدِ ابْنِ جُبَيْرٍ أَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ فِي الْحَرَامِ يُكَفِّرُ وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ ﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُوْلِ اللّٰهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ﴾ (الاحزاب:۲۱).

(بخاری۔ کتاب الطلاق۔ باب: لم تحرم ما احل الله لك ص ۷۹۲)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اگر کسی حلال کو اپنے اوپر حرام کرے تو کفارہ دے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: بے شک تمہارے لیے رسول اللہ ﷺ کی ذات میں بہترین نمونۂ عمل ہے۔

کتاب الطلاق میں یہ ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: جب کوئی شخص اپنی عورت کو حرام کرے تو کچھ نہیں بے شک تمہارے لیے رسول اللہ ﷺ کی ذات میں بہترین نمونۂ عمل ہے' اور یہاں یہ ہے کہ کفارہ دے۔ دونوں میں کوئی تعارض نہیں۔ کتاب الطلاق کی روایت کا مطلب یہ ہے کہ حرام کر لینے سے عورت حرام نہ ہوگی' رہ گیا کفارہ' وہ واجب ہے یا نہیں یہ ایک الگ بات ہے' چونکہ کسی حلال چیز کو اپنے اوپر حرام کرنا قسم ہے۔ قسم توڑنے پر کفارہ ہے تو دونوں روایتوں کا حاصل یہ ہوا کہ اگر کسی نے اپنی بیوی سے یہ کہا کہ تو مجھ پر حرام ہے تو حرام نہ ہوگی۔ اسے بیوی کی طرح رکھے مگر چونکہ یہ قسم ہے اس لیے کفارہ دے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے اس ارشاد سے کہ وہ کفارہ دے کون سا کفارہ مراد ہے اس میں اختلاف ہے۔ کچھ لوگوں نے کہا: قسم کا کفارہ' کچھ لوگوں نے کہا: ظہار کا کفارہ۔ اگر کسی نے اپنی بیوی سے کہا: تو مجھ پر حرام ہے تو کیا حکم ہے؟ اس بارے میں علماء کے مابین کثیر اختلاف ہے۔ امام قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے دس مذہب شمار کرائے ہیں۔ ہمارا مذہب یہ ہے کہ اگر کسی نے اپنی بیوی سے کہا: تو مجھ پر حرام ہے تو اس کی بیوی پر ایک طلاق بائن پڑ جائے گی' جیسا کہ شامی میں ہے۔ نیز مجدد اعظم اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے "جد الممتار" میں اس کی تحقیق فرمائی ہے۔

۲۳۲٦ - عَنْ عُبَيْدِ بْنِ عُمَيْرٍ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَشْرَبُ عَسَلًا عِنْدَ زَيْنَبَ ابْنَةِ جَحْشٍ وَيَمْكُثُ عِنْدَهَا فَوَاطَيْتُ أَنَا وَحَفْصَةُ عَنْ أَيَّتُنَا دَخَلَ عَلَيْهَا فَلْتَقُلْ لَهُ أَكَلْتَ مَغَافِيْرَ إِنِّيْ أَجِدُ مِنْكَ رِيْحَ مَغَافِيْرَ قَالَ لَا وَلٰكِنِّيْ كُنْتُ أَشْرَبُ عَسَلًا عِنْدَ زَيْنَبَ ابْنَةِ جَحْشٍ فَلَنْ أَعُوْدَ لَهُ وَقَدْ حَلَفْتُ لَا تُخْبِرِيْ بِذٰلِكَ أَحَدًا.

اُمّ المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ زینب بنت جحش کے یہاں شہد پیتے اور کچھ دیر زیادہ ٹھہرتے' تو میں نے اور حفصہ نے آپس میں رائے کر لی کہ ہم میں سے جس کے پاس حضور ﷺ تشریف لائیں وہ کہے: آپ نے مغافیر کھایا ہے' میں حضور کے دہن پاک سے مغافیر کی بو پاتی ہوں (جب حضور سے یہ کہا گیا) تو فرمایا: میں نے مغافیر نہیں کھایا البتہ زینب بنت جحش کے یہاں میں شہد پیتا تھا' اب دوبارہ نہیں پیوں گا اور میں نے قسم

کھالی' اس کی کسی کو خبر نہ کرنا۔

(بخاری۔ کتاب الایمان والنذور۔ باب: اذا حرم طعاما ص ۹۹۰' کتاب الطلاق۔ باب: لم تحرم ما احل اللّٰہ لک ص ۷۹۲)

''مغافیر''، ''مغفور'' کی جمع ہے' یہ ایک قسم کا گوند ہے جو بعض جنگلی درختوں سے نکلتا ہے' کچھ لوگوں نے کہا: یہ درخت عرفط اس میں مٹھاس ہوتی ہے' اسے پانی میں گھول کر لوگ پیتے تھے' اس میں ناگوار قسم کی بو بھی ہوتی تھی۔ حضور اقدس ﷺ کی عادت کریمہ تھی کہ عصر کے بعد روزانہ تھوڑی تھوڑی دیر تمام ازواج مطہرات کے پاس تشریف لے جاتے تھے' اسی وقت یہ قصہ پیش آیا تھا۔ حضور اقدس ﷺ نے شہد کس کے پاس پیا تھا؟ اس بارے میں روایتیں مختلف ہیں۔ یہاں یہ ہے کہ حضرت زینب بنت جحش کے یہاں پیتے تھے۔ کتاب الطلاق میں ہے کہ حضرت حفصہ کے یہاں پیا تھا' اور ایک روایت یہ بھی ہے کہ حضرت سودہ کے یہاں پیا تھا۔ علامہ عینی نے اسی کو ترجیح دی ہے۔ صحیح یہ ہے کہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے یہاں پیا تھا' کیونکہ ازواجِ مطہرات میں دو گروہ تھے۔ اُم المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں اور سودہ اور حفصہ اور صفیہ ایک گروہ میں تھیں' زینب اور ام سلمہ اور بقیہ ازواجِ مطہرات دوسرے گروہ میں۔ مطلب یہ ہے کہ اگر حضرت حفصہ وسودہ کے یہاں شہد پینے کی وجہ سے زیادہ قیام فرماتے تو حضرت عائشہ کو غیرت آنے کا سوال نہیں تھا۔ نیز اسی بخاری میں اسی حدیث کے بعد مذکور ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے پوچھا: وہ کون سی عورتیں ہیں جنہوں نے رسول اللہ ﷺ پر زور باندھا تھا؟ تو انہوں نے فرمایا: حفصہ اور عائشہ' اگر حضرت حفصہ کے یہاں شہد پیا ہوتا تو حضرت حفصہ کے زور باندھنے کا کوئی سوال ہی نہیں تھا۔ اسی اختلاف پر یہ بھی مبنی ہے کہ اُمہات المومنین میں سے کس نے حضور سے یہ عرض کیا تھا کہ میں حضور کے دہن پاک سے مغافیر کی بو محسوس کرتی ہوں۔ یہاں جو روایت مذکور ہے اس کے مطابق یہ کہنے والی حضرت عائشہ یا حضرت حفصہ تھیں' اور کتاب النکاح کی روایت کی بناء پر یہ کہنے والی حضرت عائشہ یا سودہ یا صفیہ تھیں' اور تیسری روایت کی بناء پر حضرت عائشہ یا حفصہ تھیں۔ اس حدیث پر یہ اشکال ہے کہ اُمہات المومنین میں سے کوئی بھی ہوں خواہ حضرت عائشہ ہوں یا حفصہ انہیں یہ کیسے جائز تھا کہ خلاف واقعہ کوئی بات کہتیں' وہ بھی ایسی بات جس میں رسول اللہ ﷺ کے لیے ایذاء ہو' مگر یہ بات وہی کہہ سکتا ہے جو محبت کے رموز سے واقف نہیں۔ کوئی محب جب محبوب کو کسی کے اوپر زیادہ مہربان دیکھتا ہے تو غیرت میں اختیار کھو بیٹھتا ہے یہاں تک کہ کہنے والے نے کہا:

با سایہ ترا نمی پسندم

یہاں اُمہات المومنین سے جو کچھ ہوا وہ جوش غیرت میں بلا قصد واختیار ہوا' اسی وجہ سے رسول اللہ ﷺ نے اسے برا نہیں مانا بلکہ ان کی خوشنودی میں شہد کو اپنے اوپر حرام فرمالیا۔

اس سورت ''سورۂ تحریم'' کے شانِ نزول میں ایک قول یہ بھی ہے کہ حضور اقدس ﷺ اُم المومنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے یہاں رونق افروز ہوئے' وہ حضور کی اجازت سے اپنے والد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی عیادت کے لیے تشریف لے گئیں۔ اس اثناء میں حضور نے حضرت ماریہ قبطیہ کو سرفراز فرمایا۔

یہ حضرت حفصہ پر گراں گزرا تو حضور نے ان کی دلجوئی کے لیے فرمایا کہ میں نے ماریہ کو اپنے اوپر حرام فرمایا اور تمہیں خوشخبری دیتا ہوں کہ میرے بعد اُمت کے امور کے مالک ابوبکر اور عمر ہوں گے۔

بَابٌ [التحریم: ۴ کی تفسیر]

﴿وَإِنْ تَظَاهَرَا عَلَيْهِ فَإِنَّ اللّٰهَ هُوَ مَوْلَاهُ وَجِبْرِيلُ﴾ (اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی تفسیر:) اور اگر ان پر وہ دونوں

وَصَالِحُ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمَلٰٓئِكَةُ بَعْدَ ذٰلِكَ ظَهِيْرٌO﴾ زور باندھیں تو بے شک اللہ ان کا مددگار ہے اور جبریل اور نیک مؤمن اور اس کے بعد فرشتے مدد پر ہیںO (آیت:٤)۔ (ص ٧٣٠)

﴿ظَهِيْرٌ﴾ عَوْنٌ...... مددکرنے والے "تَظَاهَرُوْنَ تَعَاوَنُوْنَ...... کسی کے خلاف ایک دوسرے کی مدد کرنا" وَقَالَ مُجَاهِدٌ ﴿قُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِيْكُمْ﴾ (آیت:٦) اَوْصُوْا اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِيْكُمْ بِتَقْوَى اللّٰهِ وَاَدِّبُوْهُمْ"...... خود کو اور اپنے اہل کو جہنم کی آگ سے بچاؤ اللہ کا خوف دلا کر اور انہیں ادب سکھاؤ۔

سُوْرَةُ الْمُلْكِ ﴿تَبٰرَكَ الَّذِيْ بِيَدِهِ الْمُلْكُ﴾ (ص ٧٣١)

یہ سورۃ مکی ہے' اس کا نام سورۃ الملک بھی ہے' اس میں تیس آیتیں ہیں۔

﴿اَلتَّفَاوُتُ﴾ (آیت:٣) اَلْاِخْتِلَافُ وَالتَّفَاوُتُ وَالتَّفَوُّتُ وَاحِدٌ...... "تفاوت" کے معنی اختلاف ہے اور "تفاوت" اور "تفوت" کے ایک ہی معنی ہیں ﴿تَمَيَّزُ﴾ (آیت:٨) تَقَطَّعُ...... پھٹ جائے گی ﴿مَنَاكِبِهَا﴾ (آیت:١٥) جَوَانِبِهَا...... اس کے کناروں پر یعنی زمین کے راستے مراد ہیں ﴿تَدَّعُوْنَ﴾ (آیت:٢٧) وَتَدْعُوْنَ مِثْلُ تَذَّكَّرُوْنَ وَتَذْكُرُوْنَ...... یعنی دال کی تشدید اور تخفیف کے ساتھ دونوں کے معنی ایک ہیں' مانگتے تھے ﴿وَيَقْبِضْنَ﴾ (آیت:١٩) يَضْرِبْنَ بِاَجْنِحَتِهِنَّ...... اور سمیٹتے ہیں اپنے بازوؤں کو۔

"وَقَالَ مُجَاهِدٌ ﴿صٰٓفّٰتٍ﴾ (آیت:١٩) بَسْطُ اَجْنِحَتِهِنَّ"...... اپنے بازوؤں کو پھیلاتے ہیں ﴿وَنُفُوْرٍ﴾ (آیت:٢١) اَلْكُفُوْرُ...... "نفور" معنی نفرت ہے' ارشاد تھا: "بَلْ لَّجُّوْا فِيْ عُتُوٍّ وَّ نُفُوْرٍO" (الملک:٢١) ڈھیٹ بنے ہوئے ہیں سرکشی اور نفرت میں یعنی کفر کرنے میںO

سُوْرَةُ نٓ وَالْقَلَمِ (ص ٧٣١)

یہ سورت مکی ہے' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: شروع سے "سَنَسِمُهٗ عَلَى الْخُرْطُوْمِ" (الملک:١-١٦) تک مکی ہے اور اس کے بعد مدنی' اس میں باون آیتیں ہیں۔

"وَقَالَ قَتَادَةُ ﴿حَرْدٍ﴾ (آیت:٢٥) جِدٌّ فِيْ اَنْفُسِهِمْ"...... اپنا پختہ ارادہ "وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ ﴿لَضَآلُّوْنَ﴾ (آیت:٢٦) اَضْلَلْنَا مَكَانَ جَنَّتِنَا"...... ہم اپنے باغ کی جگہ بھول گئے "وَقَالَ غَيْرُهٗ ﴿كَالصَّرِيْمِ﴾ (آیت:٢٠) كَالصُّبْحِ اِنْصَرَمَ مِنَ اللَّيْلِ وَاللَّيْلِ اِنْصَرَمَ مِنَ النَّهَارِ وَهُوَ اَيْضًا كُلُّ رَمْلَةٍ اِنْصَرَمَتْ مِنْ مُعْظَمِ الرَّمْلِ وَالصَّرِيْمُ اَيْضًا الْمَصْرُوْمُ مِثْلُ قَتِيْلٍ وَمَقْتُوْلٍ"...... صبح کی طرح جو رات سے جدا ہوتی ہے' رات کی طرح جو دن سے الگ ہوتی ہے' نیز ریت کا چھوٹا ٹیلہ جو بڑے ٹیلے سے الگ ہوا اور "صریم" معنی میں مصروم کے ہے' کتا ہوا جیسے "قتیل" معنی میں "مقتول" کے۔

بَابٌ [القلم:١٣ کی تفسیر]

قَوْلُهٗ ﴿عُتُلٍّ ۭ بَعْدَ ذٰلِكَ زَنِيْمٍO﴾ (آیت:١٣). اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی تفسیر: درشت خو اس پر طرہ یہ ہے کہ اس کی اصل میں خطا ہےO

[گستاخ رسول کی اصل میں خطا]

یہ سورت پاک ولید بن مغیرہ یا اسود بن عبد یغوث یا اخنس بن شریق کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ ان میں سے کسی نے

حضور ﷺ کو مجنون کہا تھا' اس پر یہ سورت نازل ہوئی۔ اس میں اللہ عزوجل نے اس قائل کے دس عیوب بیان فرمائے۔ آیت کے نزول کے بعد یہ اپنی ماں کے پاس گیا اور اس سے کہا: محمد ﷺ نے میرے دس عیب بیان فرمائے ہیں۔ ان میں سے نو میں اپنے اندر پاتا ہوں اور دسویں کی تصدیق یا تکذیب تو کرسکتی ہے۔ انہوں نے مجھ کو زنیم کہا یعنی اصل میں خطا ہے بتا یہ صحیح ہے کہ غلط؟ اس کی ماں نے کہا: تیرا باپ نامرد تھا اور مال و دولت بہت تھا' مجھے اندیشہ ہوا کہ اس کے مرنے کے بعد یہ سب دوسروں کا ہوگا تو میں نے چرواہے کو اندر بلا لیا تھا' اسی کے نطفہ سے تو ہے۔

٢٣٢٧ - عَنْ مُّجَاهِدٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا ﴿عُتُلٍّ ۢبَعْدَ ذٰلِكَ زَنِيْمٍ﴾ قَالَ رَجُلٌ مِّنْ قُرَيْشٍ لَّهٗ زَنَمَةٌ مِّثْلُ زَنَمَةِ الشَّاةِ.

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ''عتل بعد ذلك زنيم'' کی تفسیر میں یہ مروی ہے کہ زنیم قریش کا ایک شخص تھا جس کی اصل میں خطا ہونے کا نشان ایسے ظاہر ہے جیسے بکری کا نشان۔

٢٣٢٨ - سَمِعْتُ حَارِثَةَ بْنَ وَهْبٍ الْخُزَاعِيَّ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اَلَا اُخْبِرُكُمْ بِاَهْلِ الْجَنَّةِ كُلُّ ضَعِيْفٍ مُّتَضَعِّفٍ لَوْ اَقْسَمَ عَلَى اللّٰهِ لَاَبَرَّهٗ اَلَا اُخْبِرُكُمْ بِاَهْلِ النَّارِ كُلُّ عُتُلٍّ جَوَّاظٍ مُّسْتَكْبِرٍ.

حضرت حارثہ بن وہب خزاعی نے کہا کہ میں نے نبی ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: کیا میں تم کو خبر نہ دوں کہ کون جنتی ہے؟ ہر کمزور جسے حقیر سمجھا جائے لیکن اگر وہ اللہ پر اعتماد کر کے قسم کھا بیٹھے تو اللہ اس کی قسم کو پوری کر دے اور کیا میں تجھے جہنمیوں کا نہ بتاؤں ہر درشت خو' جھگڑالو۔

(بخاری۔ کتاب الادب۔ ص ٨٩٧' کتاب الایمان۔ باب: قول اللّٰه واقسموا بالله جهد ايمانهم ص ٩٨٥' مسلم۔ کتاب صفة النار' ترمذی۔ کتاب صفة الجنهم' نسائی۔ کتاب التفسیر' ابن ماجہ۔ کتاب الزہد)

بَابٌ [القلم: ٤٢ کی تفسیر]

قَوْلِهٖ ﴿يَوْمَ يُكْشَفُ عَنْ سَاقٍ﴾ (آیت: ٤٢). (ص ٧٣١)

اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی تفسیر: جس دن ساق سے پردہ ہٹایا جائے گا۔

٢٣٢٩ - عَنْ سَعِيْدِ بْنِ اَبِيْ هِلَالٍ عَنْ زَيْدِ بْنِ اَسْلَمَ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ عَنْ اَبِيْ سَعِيْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ يَكْشِفُ رَبُّنَا عَنْ سَاقِهٖ فَيَسْجُدُ لَهٗ كُلُّ مُؤْمِنٍ وَّمُؤْمِنَةٍ وَّيَبْقٰى مَنْ كَانَ يَسْجُدُ فِي الدُّنْيَا رِيَاءً وَّسُمْعَةً فَيَذْهَبُ لِيَسْجُدَ فَيَعُوْدُ ظَهْرُهٗ طَبَقًا وَّاحِدًا.

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' انہوں نے کہا: میں نے نبی ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: (قیامت کے دن) ہمارا رب اپنے ساق سے پردہ ہٹائے گا تو اسے ہر مومن مرد و عورت سجدہ کریں گے اور وہ لوگ رہ جائیں گے جو دنیا میں دکھاوے یا شہرت کے لیے سجدہ کرتے تھے' وہ سجدہ کرنا چاہیں گے تو ان کی پیٹھ تختہ کے مثل ہو جائے گی۔

''ساق'' سے کیا مراد ہے؟ صحیح یہ ہے کہ یہ متشابہات میں سے ہے۔ اس کے معنی اللہ عزوجل اور اس کے رسول ﷺ جانیں۔ مفسرین نے اہل تاویل کے مختلف اقوال ذکر کیے ہیں۔ اس خادم کے سمجھ میں یہ آتا ہے کہ اس سے مراد قلیل جلوہ ہے۔ واللہ اعلم!

سُوْرَةُ الْحَاقَّةِ (ص ٧٣١)

یہ سورۃ مکی ہے' اس میں بانوے آیتیں ہیں۔

﴿عِيْشَةٍ رَّاضِيَةٍ﴾ (آیت: ٢١) يُرِيْدُ فِيْهَا الرِّضَا..... پسندیدہ زندگی' اس طرف اشارہ فرمایا کہ ''راضیۃ'' فاعل ''ذی

کذا'' ہے ﴿الْقَاضِيَةَ﴾ (آیت:٢٧) اَلْمَوْتَةَ الْأُوْلَى الَّتِيْ مُتُّهَا ثُمَّ اُحْيَا بَعْدَهَا...... ''قاضية'' کا معنی ہے: فیصلہ کرنے والی' مراد یہ ہے کہ کاش! ہماری پہلی موت ہی ہوتی جس کے بعد ہم زندہ نہ کیے جاتے۔ وہی ہمارا قصہ چکا دیتی ﴿مِنْ اَحَدٍ عَنْهُ حَاجِزِيْنَ﴾ (آیت:٤٧) اَحَدٌ يَكُوْنُ لِلْجَمْعِ وَلِلْوَاحِدِ...... ''احد'' جمع واحد دونوں کے لیے آتا ہے' پھر تم میں کوئی ان کا بچانے والا نہ ہوتا' مطلب یہ ہے کہ بچانے والا نہ ایک ہوتا نہ متعدد' نکرہ تحت نفی عموم کا افادہ کرتا ہے ''وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ ﴿الْوَتِيْنَ﴾ (آیت:٤٦) نِيَاطُ الْقَلْبِ''...... رگ جاں ''قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ ﴿طَغٰى﴾ (آیت:١١) كَثُرَ' وَيُقَالُ ﴿بِالطَّاغِيَةِ﴾ (آیت:٥) بِطُغْيَانِهِمْ' وَيُقَالُ طَغَتْ عَلَى الْخُزَّانِ كَمَا طَغَى الْمَاءُ عَلٰى قَوْمِ نُوْحٍ''...... ''طَغٰى'' کے معنی: زیادہ ہوا' اور کہا گیا کہ ''طاغیه'' مصدر ہے اور باء سبب کے لیے یعنی اپنی سرکشی کی وجہ سے ثمود ہلاک کیے گئے' اور کہا گیا کہ وہ خازنوں کے قابو سے باہر ہو گئی جیسے پانی قومِ نوح پر۔ علامہ ابن حجر نے اس پر یہ تعقب فرمایا ہے کہ ''طغت'' کا فاعل کیا ہے' یہ مجھ پر ظاہر نہیں ہو سکا اس لیے کہ قوم ثمود کے بارے میں فرمایا گیا ہے: ''وَاَمَّا ثَمُوْدُ فَاُهْلِكُوْا بِالطَّاغِيَةِ○'' (الحاقہ:٥)' ''ثمود'' حد سے زیادہ چنگھاڑ سے ہلاک کیے گئے○ چنگھاڑ کے لیے کوئی خازن نہیں' ہاں قوم عاد حد سے زیادہ تیز آندھی سے ہلاک کیے گئے اور ہوا کے لیے ضرور خازن ہیں' جیسا کہ احادیث انبیاء میں ''عَاتِيَةٌ'' کی تفسیر حضرت ابن عیینہ سے منقول ہے ''عَتَتْ عَلَى الْخُزَّانِ'' خازنوں کے قابو سے باہر ہو گئی[1] اور علامہ ابن حجر کا مقصد یہ ہے کہ حضرت امام بخاری سے تسامح ہو گیا۔

سُوْرَةُ الْمَعَارِجِ ﴿سَاَلَ سَائِلٌ﴾ (ص٧٣١)

اس سورت کا نام معارج بھی ہے' یہ مکی ہے' یہ اس میں چوالیس آیتیں ہیں۔

''اَلْفَصِيْلَةُ اَصْغَرُ اٰبَائِهِ الْقُرْبٰى اِلَيْهِ يَنْتَمِيْ مَنِ انْتَمٰى''...... کنبہ' اس کے آباء واجداد میں جو سب سے قریب ہو جس کی طرف اس کی نسبت کی جاتی ہو ﴿لِلشَّوٰى﴾ (آیت:١٦) اَلْيَدَانِ وَالرِّجْلَانِ وَالْاَطْرَافُ وَجِلْدَةُ الرَّاْسِ يُقَالُ لَهَا شَوَاةٌ وَمَا كَانَ غَيْرَ مَقْتَلٍ فَهُوَ شَوًى...... فرمایا گیا تھا: ''نَزَّاعَةً لِلشَّوٰى'' کھال اُتارنے والی' دونوں ہاتھ دونوں پیر پہلو اور سر کی کھال کو ''شواة'' کہتے ہیں' اور جن کے کٹنے سے آدمی نہ مرے وہ ''شوًى'' ہے ﴿وَالْعِزُوْنَ﴾ اَلْجَمَاعَاتُ وَوَاحِدُهَا عِزَةٌ''...... حلقے اور جماعتیں' اس کا واحد ''عزةٌ'' ہے۔

سُوْرَةُ نُوْحٍ ﴿اِنَّا اَرْسَلْنَا﴾ (ص٧٣١)

اس کا نام سورۂ نوح بھی ہے' یہ مکی ہے' اس میں اٹھائیس آیتیں ہیں۔

﴿اَطْوَارًا﴾ (آیت:١٤) طَوْرًا كَذَا وَطَوْرًا كَذَا...... طرح طرح' کہا جاتا ہے ''يُقَالُ عَدَا طَوْرَهُ اَيْ قَدْرَهُ''...... یعنی اپنے مرتبے سے بڑھ گیا' ''وَالْكُبَّارُ اَشَدُّ مِنَ الْكِبَارِ وَكَذٰلِكَ جُمَّالٌ وَّجَمِيْلٌ لِاَنَّهَا اَشَدُّ مُبَالَغَةً وَّكُبَّارًا الْكَبِيْرُ وَكُبَارًا اَيْضًا بِالتَّخْفِيْفِ' وَالْعَرَبُ تَقُوْلُ رَجُلٌ حُسَّانٌ وَّجُمَّالٌ وَّحُسَانٌ مُّخَفَّفٌ وَّجُمَالٌ مُّخَفَّفٌ''...... ''كبّار'' بہت بڑا ''کبار'' کے بہ نسبت اس میں معنی کی زیادتی ہے' ایسے ہی ''جُمّال'' اور ''جمیل''' ''جمال'' میں بہ نسبت ''جمیل'' کے زیادہ مبالغہ ہے اور ''کُبّار'' اور ''کُبار'' معنی میں کبیر کے ہیں' عرب والے کہتے ہیں: ''رَجُلٌ حُسَّانٌ'' بہت زیادہ حسین ''جُمَّالٌ'' بہت زیادہ خوبصورت اور ''حُسَانٌ'' بہ معنی حسین اور جمال بہ معنی جمیل ﴿دَيَّارًا﴾ (آیت:٢٦) مِنْ دَوْرٍ وَلٰكِنَّهُ فَيْعَالٌ مِّنَ الدَّوَرَانِ كَمَا قَرَاَ عُمَرُ اَلْحَيُّ الْقَيَّامُ وَهِيَ مِنْ قُمْتُ...... ''دیارًا'' کے معنی: بسنے والا' یہ ''دور'' سے فاعل ''ذی کذا'' ہے۔ امام بخاری

---

[1] بخاری ج ١ ص ٤٧٢

فرماتے ہیں کہ یہ ''دور'' سے ''فیعال'' کے وزن پر بنا ہے اصل میں ''دَیْوار'' تھا' یا اور واؤ اکٹھے ہوئے' پہلے ساکن واؤ کو ی سے بدلا' یا کا یا میں ادغام کردیا' ''دَیَّار'' ہوا' جیسا کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ''الحیّ القیوم'' میں ''القیوم'' کو ''القیام'' پڑھا' یہ ''قوام'' سے بنا ہے۔ ''فیعال'' کے وزن پر'' وَقَالَ غَيْرُهٗ ﴿دَيَّارًا﴾ اَحَدًا''...... اور اس کے غیر نے کہا کہ ''دیار'' کے معنی ''احدًا'' کے ہیں یعنی کسی کو۔

تنبیہ

''وَقَالَ غَيْرُهٗ'' بتا رہا ہے کہ اوپر ''دیارا'' کی جو تفسیر ہے اس کے قائل کا نام امام بخاری نے لکھا ہوگا جو ناقلین کی غفلت کی وجہ سے رہ گیا ﴿تَبَارًا﴾ (آیت:٢٨) هَلَاكًا...... ہلاکت ''وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ ﴿مِدْرَارًا﴾ (آیت:١١) يَتْبَعُ بَعْضُهَا بَعْضًا''...... موسلا دھار کہ یکے بعد دیگرے برستا ہے ﴿وَقَارًا﴾ (آیت:١٣) عَظَمَةً...... عظمت۔

بَابٌ [نوح:٢٣ کی تفسیر]

﴿وَدًّا وَّلَا سُوَاعًا وَّلَا يَغُوْثَ وَيَعُوْقَ وَنَسْرًا﴾ (آیت:٢٣). (ص ٧٣٢)

اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی تفسیر: اور ہرگز نہ چھوڑنا وَدّ اور سواع اور یغوث اور یعوق اور نسر کو۔

٢٣٣٠ - وَقَالَ عَطَاءٌ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا صَارَتِ الْاَوْثَانُ الَّتِي كَانَتْ فِي قَوْمِ نُوْحٍ فِي الْعَرَبِ بَعْدُ اَمَّا وَدٌّ كَانَتْ لِكَلْبٍ بِدَوْمَةِ الْجَنْدَلِ وَاَمَّا سُوَاعٌ كَانَتْ لِهُذَيْلٍ وَّاَمَّا يَغُوْثُ كَانَتْ لِمُرَادٍ ثُمَّ لِبَنِي غُطَيْفٍ بِالْجَوْفِ عِنْدَ سَبَا' وَاَمَّا يَعُوْقُ فَكَانَتْ لِهَمْدَانَ وَاَمَّا نَسْرٌ فَكَانَتْ لِحِمْيَرَ لِاٰلِ ذِي الْكَلَاعِ اَسْمَاءُ رِجَالٍ صَالِحِيْنَ مِنْ قَوْمِ نُوْحٍ فَلَمَّا هَلَكُوْا اَوْحَى الشَّيْطَانُ اِلٰى قَوْمِهِمْ اَنِ انْصِبُوْا اِلٰى مَجَالِسِهِمُ الَّتِي كَانُوْا يَجْلِسُوْنَ اَنْصَابًا وَّسَمُّوْهَا بِاَسْمَاءِ هِمْ فَفَعَلُوْا فَلَمْ تُعْبَدْ حَتّٰى اِذَا هَلَكَ اُولٰئِكَ وَتَنَسَّخَ الْعِلْمُ عُبِدَتْ.

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے: وہ بت جو قوم نوح میں تھے بعد میں عرب میں آ گئے لیکن وَدّ دومۃ الجندل میں بنی کلب کے لیے تھا اور سواع ہذیل کے لیے اور یغوث مراد کے لیے پھر بنی غطیف کے لیے جوف میں سباء کے پاس اور یعوق ہمدان کا اور نسر حمیر آل ذوالکلاع کا' یہ پانچوں قوم نوح کے صالحین کے نام تھے۔ جب یہ لوگ وفات پا گئے تو شیطان نے ان کی قوم کے دل میں ڈالا کہ جہاں تم بیٹھتے ہو ان کے مجسمے نصب کرو اور ان کے نام پر نام رکھو۔ قوم نے ایسے ہی کیا اور ان کی پرستش نہیں ہوئی یہاں تک کہ جب یہ لوگ مر گئے اور علم کم ہو گیا تو ان کی پوجا ہونے لگی۔

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ صالحین کی تصویریں بنا کر گھر میں رکھنا بہ نسبت عوام کے زیادہ مضر ہے۔ قوم نوح نے اپنے ان صالحین کی تصویریں ابتداءً برکت ہی کے لیے بنا کر رکھی تھیں اور اس لیے کہ ان کی زیارت کریں لیکن رفتہ رفتہ ان کی پوجا ہونے لگی۔ عوام کی تصویریں گھر میں ہوتی ہیں تو اس کی کوئی تعظیم نہیں کرتا لیکن مشاہدہ سے معلوم ہے کہ اگر کسی بزرگ کی تصویر ہوتی ہے تو لوگ اس کی حد درجہ تعظیم و تکریم کرتے ہیں۔ اسے سلام کرتے ہیں' چومتے ہیں' خوشبو لگاتے ہیں' اگربتی سلگاتے ہیں' اس لیے بزرگوں کی تصویریں گھر میں رکھنا بہ نسبت عوام کے زیادہ حرام ہے۔

سُوْرَةُ الْجِنِّ ﴿قُلْ اُوْحِيَ اِلَيَّ﴾ (ص ٧٣٢)

اس سورۃ کا نام سورۂ جن بھی ہے۔ یہ مکی ہے اس میں بائیس آیتیں ہیں۔

''قَالَ الْحَسَنُ ﴿جَدُّ رَبِّنَا﴾ (آیت:٣) غِنَا رَبِّنَا وَقَالَ عِكْرِمَةُ جَلَالُ رَبِّنَا وَقَالَ اِبْرَاهِيْمُ اَمْرُ رَبِّنَا'' ارشاد تھا: ''تعالیٰ

جدُّ رَبِّنَا" ہمارے رب کی شان بہت بلند ہے۔ امام بخاری نے فرمایا کہ "جد" کے معنی "غنا" ہے اور عکرمہ نے کہا: جلال ہے اور ابراہیم نے کہا: حکم ہے۔

"قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ ﴿لِبَدًا﴾ (آیت:۱۹) أَعْوَانًا" ...... "لِبَدًا" کے معنی: مددگار نیز اس کے معنی ہیں: بھیڑ کرنا، ٹھٹھ کے ٹھٹھ لگ جانا۔

سُوْرَةُ الْمُزَّمِّلِ (ص ۷۳۲)

یہ سورت مکی ہے، مقاتل نے کہا: سوائے ایک آیت: "يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ" (المزمل:۲۰) اس میں بیس آیتیں ہیں۔

"وَقَالَ مُجَاهِدٌ ﴿وَتَبَتَّلْ﴾ (آیت:۸) أَخْلِصْ" ...... سب سے الگ ہو کر اسی کے ہو رہو "وَقَالَ الْحَسَنُ ﴿أَنْكَالًا﴾ (آیت:۱۲) قُيُوْدًا" ...... بیڑیاں ﴿مُنْفَطِرٌ بِهٖ﴾ (آیت:۱۸) مُثْقَلَةٌ بِهٖ ...... اس کی وجہ سے بھاری ہو جائے "وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ ﴿كَثِيْبًا مَّهِيْلًا﴾ (آیت:۱٤) الرَّمْلُ السَّائِلُ" ...... اُڑتی ہوئی ریت ﴿وَبِيْلًا﴾ (آیت:۱٦) شَدِيْدًا ...... سخت۔

سُوْرَةُ الْمُدَّثِّرِ (ص ۷۳۲)

یہ سورت مکی ہے، اس میں چھپن آیتیں ہیں۔

"قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ ﴿عَسِيْرٌ﴾ (آیت:۹) شَدِيْدٌ" ...... سخت ﴿قَسْوَرَةٍ﴾ (آیت:۵۱) رِكْزُ النَّاسِ وَأَصْوَاتُهُمْ ...... لوگوں کا شوروغل "وَقَالَ أَبُوْ هُرَيْرَةَ الْأَسَدُ وَكُلُّ شَدِيْدٍ قَسْوَرَةٌ" ...... حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا: شیر اور ہر سخت چیز "قسورہ" ہے ﴿مُسْتَنْفِرَةٌ﴾ (آیت:۵۰) نَافِرَةٌ مَّذْعُوْرَةٌ ...... بھڑکے ہوئے۔

۲۳۳۱- ح: [أَيُّ السُّوْرَةِ نَزَلَ أَوَّلًا] کون سی سورت پہلے نازل ہوئی؟

۲۳۳۱- عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِيْ كَثِيْرٍ سَأَلْتُ أَبَا سَلَمَةَ بْنَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ أَوَّلِ مَا نَزَلَ مِنَ الْقُرْآنِ قَالَ ﴿يَا أَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ﴾ (آیت:۱) قُلْتُ يَقُوْلُوْنَ ﴿اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِيْ خَلَقَ﴾ (العلق:۱۰) فَقَالَ أَبُوْ سَلَمَةَ سَأَلْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا عَنْ ذٰلِكَ وَقُلْتُ لَهٗ مِثْلَ الَّذِيْ قُلْتَ فَقَالَ جَابِرٌ لَا أُحَدِّثُكَ إِلَّا مَا حَدَّثَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ جَاوَرْتُ بِحِرَاءٍ فَلَمَّا قَضَيْتُ جِوَارِيْ هَبَطْتُ فَنُوْدِيْتُ فَنَظَرْتُ عَنْ يَمِيْنِيْ فَلَمْ أَرَ شَيْئًا وَنَظَرْتُ عَنْ شِمَالِيْ فَلَمْ أَرَ شَيْئًا وَنَظَرْتُ أَمَامِيْ فَلَمْ أَرَ شَيْئًا وَنَظَرْتُ خَلْفِيْ فَلَمْ أَرَ شَيْئًا فَرَفَعْتُ رَأْسِيْ فَرَأَيْتُ شَيْئًا فَأَتَيْتُ خَدِيْجَةَ فَقُلْتُ دَثِّرُوْنِيْ وَصُبُّوْا عَلَيَّ مَاءً بَارِدًا قَالَ فَدَثَّرُوْنِيْ وَصَبُّوْا عَلَيَّ مَاءً بَارِدًا قَالَ فَنَزَلَتْ ﴿يَا أَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ ۝ قُمْ فَأَنْذِرْ ۝ وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ ۝﴾ (آیت:۱-۳)

یحییٰ بن کثیر سے روایت ہے کہ میں نے حضرت ابو سلمہ بن عبدالرحمٰن سے پوچھا کہ قرآن میں سب سے پہلے کیا نازل ہوا؟ تو انہوں نے کہا: "يَا أَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ" میں نے کہا: لوگ کہتے ہیں "اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِيْ خَلَقَ" تو حضرت ابو سلمہ نے کہا: میں نے حضرت جابر بن عبداللہ سے اس کے بارے میں پوچھا اور تو نے جو کہا ہے میں نے ان سے کہا تو حضرت جابر نے فرمایا کہ میں تجھ سے وہی بیان کروں گا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے بیان فرمایا ہے۔ حضور نے فرمایا: میں نے حراء میں اعتکاف کیا، جب اعتکاف پورا ہو چکا تو نیچے اُترا، کسی نے مجھے پکارا، میں نے دائیں طرف نظر دوڑائی تو کچھ نہیں دیکھا، بائیں طرف نظر دوڑائی تو کچھ نہیں دیکھا، میں نے سامنے نظر دوڑائی تو کچھ نہیں دیکھا، میں نے اپنے پیچھے نظر دوڑائی تو کچھ نہیں دیکھا، پھر میں نے اپنا سر اُٹھایا تو کچھ دیکھا، اس کے بعد میں خدیجہ کے پاس آیا اور میں نے کہا کہ مجھے چادر اوڑھاؤ اور مجھ پر ٹھنڈا پانی ڈالو، لوگوں نے چادر اوڑھا دی

اور مجھ پر ٹھنڈا پانی ڈالا تو یہ آیت کریمہ نازل ہوئی: اے بالا پوش
اوڑھنے والے!O کھڑے ہو جاؤ' پھر ڈر سناؤO اور اپنے رب ہی
کی بڑائی بولوO

اس کے بعد بہ طریق ابن شہاب نیز بہ طریق ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن جو روایت ہے کہ میں نے سر اٹھایا تو اس فرشتے کو دیکھا جو میرے پاس حرا میں آیا تھا' جو زمین و آسمان کے درمیان کرسی پر بیٹھا تھا' اسے دیکھ کر میرے اوپر خوف طاری ہوا' اتنا کہ میں زمین پر آ رہا۔ صحیح یہ ہے کہ مطلقا سب سے پہلے سورۂ اقراء نازل ہوئی ہے جیسا کہ بدء الوحی میں امّ المؤمنین کی حدیث گزری اور سورۂ مدثر کا نزول فترت وحی کے بعد سب سے پہلے ہوا ہے۔ اس کی پوری تحقیق نزہۃ القاری' جلد اول' کتاب بدء الوحی میں گزر چکی ہے۔

سُوْرَةُ الْقِيَامَةِ (ص ٧٣٣)

یہ سورت مکی ہے' اس کی چالیس آیتیں ہیں۔

بَابٌ [القیامہ:١٦ کی تفسیر]

قَوْلِهٖ ﴿لَا تُحَرِّكْ بِهٖ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهٖO﴾ (آیت:١٦)۔ اللہ عزوجل کے اس ارشاد کی تفسیر: تم یاد کرنے کی جلدی میں قرآن کے ساتھ اپنی زبان کو حرکت نہ کروO

''وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ ﴿سُدًى﴾ (آیت:٣٦) 'هَمَلًا' ...... آزاد ﴿لِيَفْجُرَ اَمَامَهٗ﴾ (آیت:٥) سَوْفَ اَتُوْبُ سَوْفَ اَعْمَلُ ...... انسان چاہتا ہے کہ اس کے سامنے بدی کرے' سوچتا رہتا ہے' جلد توبہ کر لوں گا جلد نیک عمل کروں گا ﴿لَا وَزَرَ﴾ (آیت:١١) لَا حِصْنَ ...... کوئی پناہ نہیں ''اَوْلٰى لَكَ فَاَوْلٰى (القیامہ:٣٤) تَوَعُّدٌ'' تیری خرابی قریب آئی اور قریب آئی' یہ دھمکی ہے۔

سُوْرَةُ الدَّهْرِ ﴿هَلْ اَتٰى عَلَى الْاِنْسَانِ﴾ (ص ٧٣٤)

اس سورت کا نام دہر بھی ہے' یہ سورت مکی ہے۔ اس میں اکتیس آیتیں ہیں۔

''يُقَالُ مَعْنَاهُ اَتٰى عَلَى الْاِنْسَانِ وَهَلْ تَكُوْنُ جَحْدًا وَتَكُوْنُ خَبَرًا' وَهٰذَا مِنَ الْخَبَرِ يَقُوْلُ كَانَ شَيْئًا فَلَمْ يَكُنْ مَذْكُوْرًا. وَذٰلِكَ مِنْ حِيْنِ خَلَقَهٗ مِنْ طِيْنٍ اِلٰى اَنْ يُّنْفَخَ فِيْهِ الرُّوْحُ'' ...... اس کے معنی ہیں کہ انسان پر ایسا وقت گزرا اور ''ھل'' انکار کے لیے ہوتا ہے اور خبر کے لیے ہوتا ہے اور یہ خبر سے ہے۔ فرماتا ہے: انسان کچھ تھا لیکن قابل ذکر نہ تھا اور یہ مٹی سے پیدا ہونے کے وقت سے لے کر روح پھونکنے تک ہے ﴿اَمْشَاجٍ﴾ (آیت:٢) اَلْاَخْلَاطُ مَاءُ الْمَرْاَةِ وَمَاءُ الرَّجُلِ الدَّمُ وَالْعَلَقَةُ وَيُقَالُ اِذَا خُلِطَ مَشِيْجٌ كَقَوْلِكَ خَلِيْطٌ وَّمَمْشُوْجٌ مِّثْلُ مَخْلُوْطٍ ...... ''امشاج'' ملی ہوئی' عورت اور مرد کی منی' خون اور بستہ خون' اور کہا جاتا ہے جب چند چیزوں کو ملایا جائے ''مشیج'' جیسے ''خلیط'' اور ''ممشوج'' ''مخلوط'' کے مثل ہے' بتانا یہ چاہتے ہیں کہ ''مشیج'' ''فعیل'' کے وزن پر اسم مفعول کے معنی میں ہے ''وَيُقَالُ ﴿سَلَاسِلًا وَّاَغْلَالًا﴾ (آیت:٤) وَلَمْ يُجِزْهُ بَعْضُهُمْ'' ...... اور بعضوں نے اس کو جائز نہیں رکھا ﴿مُسْتَطِيْرًا﴾ (آیت:٧) مُمْتَدًّا الْبَلَاءُ ...... لمبی بلاء ﴿وَالْقَمْطَرِيْرُ﴾ (الدھر:١٠) اَلشَّدِيْدُ يُقَالُ يَوْمٌ قَمْطَرِيْرٌ وَّيَوْمٌ قُمَاطِرٌ وَّالْعَبُوْسُ وَالْقَمْطَرِيْرُ وَالْقُمَاطِرُ وَالْعَصِيْبُ اَشَدُّ مَايَكُوْنُ مِنَ الْاَيَّامِ فِى الْبَلَاءِ ''قمطریر'' کے معنی: سخت' کہا جاتا ہے ''یوم قمطریر و یوم قماطر'' اور ''عبوس'' اور ''قمطریر'' اور ''قماطر'' اور ''عصیب'' بلاء کے سب سے سخت دنوں کو کہتے ہیں'' وَقَالَ مَعْمَرٌ ﴿اَسْرَهُمْ﴾ (آیت:٢٨) شِدَّةُ الْخَلْقِ وَكُلُّ شَيْءٍ شَدَدْتَّهٗ مِنْ قَتَبٍ فَهُوَ مَاْسُوْرٌ'' ...... ''اسر'' کے معنی: مضبوط پیدائش اور ہر وہ چیز جس کو مضبوطی سے باندھا جائے جیسے پالان وغیرہ فرمایا گیا

" وَشَدَدْنَا أَسْرَهُمْ " ہندوستانی نسخے میں " وَقَالَ غَيْرُهُ " ہے یہاں وہی شبہ وارد ہوتا ہے کہ پہلے جو کچھ ذکر کیا اس میں کہیں قائل کا نام نہیں لیا غالباً یہ بھی ناسخوں کی غلطی ہے لیکن فتح الباری' عمدۃ القاری' ارشاد الساری میں " غیرہ " کے بجائے " قَالَ مَعْمَرٌ " ہے۔

سُوْرَةُ الْمُرْسَلٰتِ (ص ۷۳۴)

یہ سورت مکی ہے' اس میں پچاس آیتیں ہیں۔

﴿جِمَالَاتٌ﴾ (آیت:۳۳) حِبَالٌ ...... رسیاں' یہاں دو قراءتیں ہیں " جُمالات " یہ " جُمالة " کی جمع ہے' اس کے معنی وہ پہاڑ جو کشتی کے مشابہ ہوتے ہیں اور ایک قراءت " جِمَالات " ہے یہ " جِمالة " کی جمع ہے' اونٹنی ﴿ارْكَعُوا﴾ (آیت:٤٨) صَلُّوْا لَا يَرْكَعُوْنَ وَلَا يُصَلُّوْنَ ...... افادہ فرمایا کہ یہاں رکوع سے مراد نماز ہے " وَسُئِلَ ابْنُ عَبَّاسٍ ﴿لَا يَنْطِقُوْنَ﴾ (آیت:۳۵) ﴿وَاللّٰهِ رَبِّنَا مَا كُنَّا مُشْرِكِيْنَ﴾ (الانعام:۲۳) ﴿اَلْيَوْمَ نَخْتِمُ﴾ (یٰس:٦٥) فَقَالَ إِنَّهُ ذُو أَلْوَانٍ مَرَّةً يَنْطِقُوْنَ وَمَرَّةً يُخْتَمُ عَلَيْهِمْ " ...... حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سوال ہوا: ایک جگہ فرمایا کہ وہ بولیں گے نہیں اور فرمایا گیا: اور ہم ان کے مونہوں پر مہر کر دیں گے' اور ایک جگہ فرمایا: تو وہ کہیں گے: بخدا! اے ہمارے رب! ہم مشرک نہیں تھے' یہ کیا معاملہ ہے؟ حضرت ابن عباس نے فرمایا: قیامت بہت لمبا دن ہے اور اس میں مختلف مواقع آئیں گے' کسی وقت کسی جگہ بولیں گے اور کسی وقت کسی جگہ نہیں بولیں گے۔

بَابٌ [المرسلٰت: ۳۲ کی تفسیر]

قَوْلِهٖ ﴿إِنَّهَا تَرْمِيْ بِشَرَرٍ كَالْقَصْرِ۝﴾ (آیت: ۳۲)

اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی تفسیر: دوزخ چنگاریاں اُڑاتی ہے اونچے محل کے مثل۝

۲۳۳۲ - حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَابِسٍ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ عَامِرٍ يَقُوْلُ ﴿إِنَّهَا تَرْمِيْ بِشَرَرٍ كَالْقَصْرِ﴾ قَالَ كُنَّا نَرْفَعُ الْخَشَبَ بِقَصَرٍ ثَلَاثَةِ أَذْرُعٍ أَوْ أَقَلَّ فَنَرْفَعُهُ لِلشِّتَاءِ فَنُسَمِّيْهِ الْقَصَرَ.

عبد الرحمٰن بن عابس نے کہا: میں نے ابن عامر سے آیۃ کریمہ " إِنَّهَا تَرْمِيْ بِشَرَرٍ كالقصر " کی تفسیر یہ سنی' انہوں نے کہا کہ ہم لوگ تین ہاتھ کے برابر یا اس سے کچھ کم جاڑے کے لیے لکڑی اُٹھا رکھتے تھے' اس کو ہم قصر کہتے تھے۔

ہندوستانی نسخوں میں " سَمِعْتُ ابْنَ عامر " ہے' دوسرے نسخے کا نشان لگا کر حاشیہ میں ابن عباس ہے' فتح الباری' عمدۃ القاری' ارشاد الساری میں بھی ابن عباس ہی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم!

اس کے بعد والی روایت میں یہ ہے کہ ہم تین ہاتھ یا اس سے کچھ اوپر لکڑی جاڑے کے لیے اُٹھا رکھتے تھے جس کو ہم قصر کہتے تھے ﴿كَأَنَّهٗ جِمَالَاتٌ صُفْرٌ﴾ حِبَالُ السُّفُنِ تُجْمَعُ حَتّٰى تَكُوْنَ كَأَوْسَاطِ الرِّجَالِ " ...... کشتیوں کی رسیاں' گویا وہ زرد رنگ کی کشتی کی رسیاں ہیں جو اتنی جمع کی جائیں جو متوسط قد کے آدمی کے برابر ہو جائیں۔

بَابٌ [المرسلٰت: ۳۵ کی تفسیر]

قَوْلِهٖ ﴿هٰذَا يَوْمُ لَا يَنْطِقُوْنَ۝﴾ (آیت:۳۵)۔ (ص ۷۳۵)

اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی تفسیر: اس دن یہ لوگ بولیں گے نہیں۝

تنبیہ

اس کے تحت امام بخاری حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی وہ حدیث لائے ہیں جس میں یہ مذکور ہے کہ ہم لوگ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے

ساتھ منٰی کے غار میں تھے کہ سورۂ والمرسلات نازل ہوئی۔ حضور اس کی تلاوت فرمارہے تھے اور ہم اسے حضور سے سن کر یاد کر رہے تھے کہ ایک سانپ نکلا۔ حضور ﷺ نے فرمایا: اسے مار ڈالو! سانپ بھاگ گیا تو نبی ﷺ نے فرمایا: وہ تمہارے شر سے بچ گیا جیسا کہ تم اس کے شر سے بچ گئے۔ اس حدیث کو باب سے کوئی مناسبت نہیں جیسا کہ ظاہر ہے سوائے اس کے کہ یہ آیت سورۂ مرسلات کی ہے اور اس حدیث میں اس کے نزول کی جگہ بیان کی گئی ہے۔ اگر اس باب کے ضمن میں وہ تعلیق ذکر کرتے ''وَسُئِلَ ابْنُ عَبَّاسٍ لَا يَنطِقُوْنَ إِلَى اٰخِرِهٖ''. تو زیادہ مناسب تھا' غالباً نُسَّاخ سے تقدیم وتاخیر ہوگئی ہے۔

﴿عَمَّ يَتَسَاءَلُوْنَ﴾ سُوْرَةُ النَّبَا (ص ۷۳۵)

اس سورت کا نام سورۂ نبا بھی ہے' یہ مکی ہے' اور اس میں چالیس آیتیں ہیں۔

''قَالَ مُجَاهِدٌ ﴿لَا يَرْجُوْنَ حِسَابًا﴾ (آیت:۲۷) لَا يَخَافُوْنَهٗ''...... یعنی وہ لوگ حساب سے نہیں ڈرتے ﴿لَا يَمْلِكُوْنَ مِنْهُ خِطَابًا﴾ (آیت:۳۷) لَا يُكَلِّمُوْنَهٗ إِلَّا أَنْ يَّأْذَنَ لَهُمْ...... اس سے بات کرنے کا اختیار نہیں رکھیں گے۔ اس سے بات نہیں کر پائیں گے مگر یہ کہ انہیں اجازت دے ''وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ ﴿وَهَّاجًا﴾ (آیت:۱۳) مُضِيْئًا''...... نہایت چمکتا ﴿عَطَآءً حِسَابًا﴾ (آیت:۳٦) جَزَاءً كَافِيًا. أَعْطَانِيْ مَا أَحْسَبَنِيْ أَيْ كَفَانِيْ...... مجھے کافی عطا کیا اتنا جو مجھے کافی ہے۔

سُوْرَةُ النّٰزِعٰتِ (ص ۷۳۵)

اس سورت کا نام سورۂ ساہرہ بھی ہے' یہ مکی ہے' اس میں چھیالیس آیتیں ہیں۔

''وَالنّٰزِعَاتِ غَرْقًا'' قسم ان کی کہ سختی سے جان کھینچیں' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول یہ ہے کہ اس سے مراد فرشتے ہیں جو روح قبض کرتے ہیں اور سعید بن جبیر نے کہا کہ اس سے مراد موت ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد ستارے ہیں جو نکلتے اور ڈوبتے ہیں اور عطاء و عکرمہ نے کہا کہ اس سے مراد تیر انداز مجاہدین ہیں۔

''وَقَالَ مُجَاهِدٌ ﴿الْاٰيَةَ الْكُبْرٰى﴾ (آیت:۲۰) عَصَاهُ وَيَدُهٗ''...... ''الْاٰيَةَ الْكُبْرٰى'' سے مراد حضرت موسیٰ علیہ السلام کا عصا اور ان کا دست مبارک ہے ''يُقَالُ النَّاخِرَةُ وَالنَّخِرَةُ سَوَاءٌ مِثْلُ الطَّامِعِ وَالطَّمِعِ وَالْبَاخِلِ وَالْبَخِيْلِ' وَقَالَ بَعْضُهُمُ النَّخِرَةُ الْبَالِيَةُ وَالنَّاخِرَةُ: الْعَظْمُ الْمُجَوَّفُ الَّذِيْ يَمُرُّ فِيْهِ الرِّيْحُ فَيَنْخَرُ''...... ''ناخرہ'' اور ''نخرہ'' کے ایک معنی ہیں: گلی ہوئی ہڈیاں جیسے ''طامع'' اور ''طمع'' اور ''باخل'' اور ''بخیل'' اور بعض نے کہا: ''نخرہ'' کے معنی گلی ہوئی اور ''ناخرہ'' کے معنی: وہ کھوکھلی ہڈی جس میں ہوا گزرتی ہے اور آواز کرتی ہے۔ ''وَالطَّامَّةُ (النازعات:۳۴) تَطُمُّ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ'' وہ مصیبت جو سب کو عام ہو ''وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ ﴿الْحَافِرَةِ﴾ (آیت:۱۰) الَّتِيْ أَمْرُنَا الْأَوَّلُ إِلَى الْحَيَاةِ''...... الٹے قدم لوٹنے والے' پہلی حالت کی طرف یعنی زندگی کی طرف ''وَقَالَ غَيْرُهٗ. ﴿أَيَّانَ مُرْسَاهَا﴾ (آیت:۴۲) مَتٰى مُنْتَهَاهَا وَمُرْسَى السَّفِيْنَةِ حَيْثُ تَنْتَهِيْ''...... اس کا منتہٰی ''مرسی السفینۃ'' کہتے ہیں جہاں کشتی پہنچے۔

۲۳۳۳- ح: [بُعِثْتُ وَالسَّاعَةُ كَهَاتَيْنِ]

میری بعثت اور قیامت ان دونوں انگلیوں کی طرح ہے

۲۳۳۳ - حَدَّثَنَا سَهْلُ بْنُ سَعْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ بِإِصْبَعَيْهِ

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ حضور نے اشارہ فرمایا اپنی دو انگلیوں سے ایسے درمیان

هٰكَذَا بِالْوُسْطٰى وَالَّتِيْ تَلِي الْاِبْهَامَ بُعِثْتُ وَالسَّاعَةُ كَهَاتَيْنِ. والی انگلی سے اور اس سے جو انگوٹھے سے ملی ہوئی ہے: میری بعثت اور قیامت ان دونوں انگلیوں کی طرح ہیں۔

(بخاری۔ کتاب الطلاق۔ باب: اللعان ص ۷۹۹ ’باب:قول النبی بعثت انا والساعة کهاتین ص ۹٦۳)

حضور اقدس ﷺ نے کلمہ کی انگلی اور درمیانی انگلی ملا کر اشارہ کر کے بتایا کہ میری بعثت اور قیامت ملی ہوئی ہیں یعنی دونوں میں کوئی فاصلہ نہیں اور ایک مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ان دونوں انگلیوں کے طول میں جو فرق ہے وہ میری بعثت اور قیامت کے درمیان ہے۔ اس معنی پر قتادہ کی یہ روایت دلالت کرتی ہے کہ فرمایا: ’’كفضل احدهما‘‘۔

سُوْرَةُ عَبَسَ (ص ۷۳۵)

اس کا نام سورۃ السفرہ بھی ہے اور یہ مکی سورۃ ہے۔ اس میں بیالیس آیتیں ہیں۔

﴿عَبَسَ﴾ (آیت:۱) كَلَحَ وَاَعْرَضَ...... تیوری چڑھائی اور منہ پھیر لیا ’’وَقَالَ غَيْرُهُ ﴿مُطَهَّرَةٍ﴾ (آیت:١٤) لَا يَمَسُّهَا اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ وَهُمُ الْمَلَائِكَةُ وَهٰذَا مِثْلُ قَوْلِهِ ﴿فَالْمُدَبِّرَاتِ اَمْرًا﴾ (النازعات:۵) جَعَلَ الْمَلَائِكَةَ وَالصُّحُفَ مُطَهَّرَةً لِاَنَّ الصُّحُفَ يَقَعُ عَلَيْهَا التَّطْهِيْرُ فَجُعِلَ التَّطْهِيْرُ لِمَنْ حَمَلَهَا اَيْضًا‘‘...... پاک صحیفے جسے صرف پاک لوگ چھوتے ہیں اور وہ فرشتے ہیں اور یہ ایسے ہی ہے جیسے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ’’فَالْمُدَبِّرَاتِ اَمْرًا‘‘ فرشتوں کو اور صحیفوں کو پاک کہا گیا اس لیے کہ صحیفوں پر پاک کرنا صادق نہیں آتا‘ اس لیے ’تطهیر‘‘ اس کے حاملین کے لیے بھی ثابت کی گئی‘ بتانا یہ چاہتے ہیں کہ جب صحیفے پاک ہیں تو صحیفے اٹھانے والوں یعنی فرشتوں کو بھی پاک کہا گیا۔ یہ ایسے ہی ہے جیسے فرمایا: قسم ہے ان گھوڑوں کی جو کاموں کی تدبیر کرنے والے ہیں۔ اس سے مراد غازیوں کے گھوڑے ہیں‘ تدبیر گھوڑے نہیں کرتے گھوڑوں پر محمول یعنی ان پر سوار غازی کرتے ہیں‘ مگر مقارنت کی وجہ سے گھوڑوں کو ’’مدبرات‘‘ کہا گیا۔ اصل معاملہ یہ ہے کہ ’’مطهر‘‘ باب تفعیل سے ہے‘ اس کا مصدر ’’تطهیر‘‘ ہے جس کے معنی پاک کرنے کے ہیں اور پاک کرنے کو لازم ہے نجس ہونا اور صحیفے پہلے نجس نہیں تھے کہ پاک کیے گئے ہوں‘ تو اشارہ فرمایا کہ یہ ’’مطهره‘‘ معنی میں ’’طاهره‘‘ کے ہیں۔ صحیفے بھی طاہر ہیں اور جو اس کے حاملین ہیں وہ بھی طاہر ہیں ﴿سَفَرَةٍ﴾ اَلْمَلَائِكَةُ وَاحِدُهُمْ سَافِرٌ سَفَرْتُ اَصْلَحْتُ بَيْنَهُمْ. وَجُعِلَتِ الْمَلَائِكَةُ اِذَا نَزَلَتْ بِوَحْيِ اللّٰهِ وَتَادِيَتِهِ كَالسَّفِيْرِ الَّذِيْ يُصْلِحُ بَيْنَ الْقَوْمِ...... اس سے مراد فرشتے ہیں‘ اس کا واحد ’’سافر‘‘ ہے ’’سفرتُ‘‘ کے معنی ہیں: میں نے ان کے درمیان اصلاح کی ان فرشتوں کو جو وحی لے کر اترتے ہیں اور رسولوں تک پہنچاتے ہیں سفیر کے مثل بنایا جو قوم کی اصلاح کرتا ہے ’’وَقَالَ غَيْرُهُ ﴿تَصَدّٰى﴾ تَغَافَلَ عَنْهُ‘‘...... اس سے غفلت برتی ’’وَقَالَ مُجَاهِدٌ ﴿لَمَّا يَقْضِ﴾ لَا يَقْضِيْ اَحَدٌ مَّا اُمِرَ بِهٖ‘‘...... جس کا اسے حکم دیا گیا اس نے وہ ادا نہیں کیا‘‘ وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ ﴿تَرْهَقُهَا﴾ تَغْشَاهَا شِدَّةٌ‘‘...... ان پر شدت چڑھی ﴿مُسْفِرَةٌ﴾ (عبس:٣٨) مُشْرِقَةٌ...... چمکتے ہوئے ﴿بِاَيْدِيْ سَفَرَةٍ﴾ وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ كَتَبَةٍ...... لکھنے والے فرشتے ﴿اَسْفَارًا﴾ كُتُبًا...... کتابیں ﴿تَلَهّٰى﴾ تَشَاغَلَ...... ایک کو چھوڑ کر دوسرے میں مشغول ہوا ’’يُقَالُ وَاحِدُ الْاَسْفَارِ سِفْرٌ‘‘...... ’’اسفار‘‘ کا واحد ’’سفر‘‘ ہے۔

٢٣٣٤- ح [اَلَّذِيْ يَقْرَاُ الْقُرْاٰنَ مَعَ السَّفَرَةِ الْكِرَامِ] جو قرآن پڑھتا ہے سفرۂ کرام کے ساتھ ہے

٢٣٣٤- عَنْ سَعْدِ بْنِ هِشَامٍ عَنْ عَائِشَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَثَلُ الَّذِيْ يَقْرَاُ الْقُرْاٰنَ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: اس شخص کی مثال جو قرآن پڑھتا ہے اور وہ اس کا حافظ

وَهُوَ حَافِظٌ لَّهُ مَعَ السَّفَرَةِ الْكِرَامِ، وَمَثَلُ الَّذِي يَقْرَأُ وَهُوَ يَتَعَاهَدُهُ وَهُوَ عَلَيْهِ شَدِيدٌ فَلَهُ أَجْرَانِ. ہے سفرۃ الکرام کے ساتھ ہے اور اس شخص کی مثال جو پڑھتا ہے اور اسے یاد رکھنے کی کوشش کرتا رہتا ہے حالانکہ وہ اس پر دشوار ہے تو اس کے لیے دو اجر ہیں۔

(مسلم، ابوداؤد۔ کتاب التفسیر، ترمذی، نسائی۔ کتاب فضائل القرآن، ابن ماجہ۔ کتاب ثواب القرآن)

سفرة الكرام

''سفرة الكرام'' سے مراد وہ فرشتے ہیں جو قرآن مجید کو لوحِ محفوظ سے نقل کرتے ہیں۔ ''سفرةٌ'' کے معنی لکھنے والے جیسا کہ ابھی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی تفسیر گزری۔ مراد یہ ہے کہ جس شخص نے قرآن کو اچھی طرح یاد کر لیا اور پھر اسے پڑھتا رہتا ہے وہ ان فرشتوں کے ثواب کا مستحق ہے، لیکن جس شخص کو قرآن یاد رکھنے میں دشواری پیش آتی ہے پھر بھی وہ ہمت نہیں ہارتا۔ کوشش کر کے، مشقت اُٹھا کر اسے یاد رکھنے کی کوشش کرتا ہے اس کے لیے دوہرا ثواب ہے۔

﴿إِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ﴾ سُوْرَةُ التَّكْوِيْرِ (ص ٧٣٥)

یہ سورت مکی ہے، اس کا دوسرا نام سورۂ تکویر بھی ہے، اس میں انتیس آیتیں ہیں۔

﴿اِنْكَدَرَتْ﴾ (آیت:٢) اِنْتَثَرَتْ...... جھڑ پڑیں'' وَقَالَ الْحَسَنُ ﴿سُجِّرَتْ﴾ (آیت:٦) ذَهَبَ مَاؤُهَا فَلَا يَبْقٰى قَطْرَةٌ. وَقَالَ مُجَاهِدٌ ﴿الْمَسْجُوْرِ﴾ (الطور:٦) اَلْمَمْلُوْءُ وَقَالَ غَيْرُهُ ﴿سُجِّرَتْ﴾ اَفْضٰى بَعْضُهَا اِلٰى بَعْضٍ فَصَارَتْ بَحْرًا وَّاحِدًا''...... امام حسن بصری نے کہا کہ اس کا پانی چلا جائے اور ایک قطرہ بھی باقی نہ رہے، اور مجاہد نے کہا: ''مسجور'' سے مراد یہ ہے کہ بھرا ہوا ہے، اور ان کے غیر نے کہا: ''سجرت'' سے مراد یہ ہے کہ بعض بعض سے مل جائیں گے اور وہ ایک سمندر ہو جائے گا ﴿وَالْخُنَّسُ﴾ (آیت:١٥) تَخْنِسُ فِيْ مُجْرَاهَا تَرْجِعُ وَتَكْنِسُ تَسْتَتِرُ كَمَا تَكْنِسُ الظِّبَاءُ...... جو اپنی روش میں اُلٹے پھریں، لوٹیں اور چھپ جائیں جیسا کہ ہرن چھپ جاتا ہے ''اَلْخُنَّسُ''، ''خانس'' کی جمع ہے اور ''كُنَّسٌ''، ''كانس'' کی جمع ہے جیسے ''راكع'' کی جمع ''رُكَّعٌ''، ''خانس''، ''نَصَرَ'' اور ''ضَرَبَ'' سے آتا ہے، اس کا مصدر ''خُنَّسٌ خُنُوْسٌ خِنَاسٌ'' ہے، اس کے معنی پیچھے ہونا، علیحدہ ہونا، سکیڑنا ہے ''كانس''، ''ضرب يضرب'' سے آتا ہے اور اس کا مصدر ''كُنُوْسٌ'' ہے اور اس کا معنی ہے: ہرن کا اپنی جائے پناہ میں گھس جانا ''جَوَارِ جَارِيَةٌ'' کی جمع ہے جس کا معنی ہے: چلنے والی، ارشاد ہے: ''فَلَا اُقْسِمُ بِالْخُنَّسِ الْجَوَارِ الْكُنَّسِ'' تو قسم ہے ان کی جو اُلٹے پھریں، سیدھے چلیں، تھم رہیں۔ اس سے مراد پانچ وہ ستارے ہیں جو سیارے ہیں جن کو خمسۂ متحیرہ بھی کہا جاتا ہے۔ وہ عطارد، زہرہ، مریخ، مشتری، زحل ہیں۔ ان کی رفتار یکساں نہیں، کبھی یہ سیدھے چلتے ہیں، کبھی اُلٹے چلتے ہیں، کبھی ایک جگہ تھمے ہوئے نظر آتے ہیں جیسے کوئی گم کردہ راہ حیران ہو کر کبھی آگے چلتا ہے، کبھی پیچھے چلتا ہے، کبھی کھڑا ہو کر سوچنے لگتا ہے۔ اسی لیے ان کو متحیرہ کہتے ہیں، ان پانچوں کی رفتار کی پوری تحقیق ہماری کتاب ''اسلام اور چاند کے سفر'' میں ملاحظہ کریں۔

﴿تَنَفَّسَ﴾ (آیت:١٨) اِرْتَفَعَ النَّهَارُ...... دن بلند ہو گیا'' وَالظَّنِيْنُ الْمُتَّهَمُ ﴿وَالضَّنِيْنُ﴾ (آیت:٢٤) يَضَنُّ بِهٖ''...... ارشاد ہے: ''وَمَا هُوَ عَلَى الْغَيْبِ بِضَنِيْنٍ ۝'' (التکویر:٢٤) وہ غیب پر بخیل نہیں ۝ اس میں دو قراءتیں ہیں ''ظ'' کے ساتھ ''ظنین'' جس کے معنی ''متهم'' کے ہیں اور ''ض'' کے ساتھ ''ضنین'' جس کے معنی بخیل کے ہیں ''وَقَالَ عُمَرُ ﴿النُّفُوْسُ زُوِّجَتْ﴾ (آیت:٧) يُزَوَّجُ نَظِيْرَهٗ مِنْ اَهْلِ الْجَنَّةِ وَالنَّارِ ثُمَّ قَرَاَ ﴿اُحْشُرُوا الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا وَاَزْوَاجَهُمْ﴾ (الصافات:٢٢)''...... اور

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ''النُّفُوْسُ زُوِّجَتْ'' کی تفسیر میں فرمایا: جنتی اپنے مثل اور دوزخی اپنے مثل کے ساتھ ملا لیے جائیں گے' پھر یہ آیت کریمہ تلاوت فرمائی: ہانکو ظالموں اور ان کے جوڑوں کو ﴿عَسْعَسَ﴾ (آیت:۱۷) اَدْبَرَ...... پیٹھ پھیر لے۔

﴿اِذَا السَّمَآءُ انْفَطَرَتْ﴾ سُوْرَةُ الْاِنْفِطَارِ (ص۷۳۶)

یہ مکی ہے اس سورت کو سورۂ انفطار بھی کہتے ہیں' اس میں انیس آیتیں ہیں۔

''وَقَالَ الرَّبِيْعُ بْنُ خُثَيْمٍ ﴿فُجِّرَتْ﴾ (آیت:۳) فَاضَتْ''...... بہا دیئے جائیں' میٹھا کھاری کے ساتھ اور کھاری میٹھے کے ساتھ مل کر ساتوں سمندر ایک ہو جائیں ''وَقَرَأَ الْاَعْمَشُ وَعَاصِمٌ. ﴿فَعَدَلَكَ﴾ (آیت:۷) بِالتَّخْفِيْفِ. وَقَرَأَهُ اَهْلُ الْحِجَازِ بِالتَّشْدِيْدِ وَاَرَادَ مُعْتَدِلَ الْخَلْقِ. وَمَنْ خَفَّفَ يَعْنِيْ ﴿فِيْ اَيِّ صُوْرَةٍ شَاءَ﴾ (آیت:۸) اِمَّا حَسَنٌ وَّاِمَّا قَبِيْحٌ وَّطَوِيْلٌ وَّقَصِيْرٌ''...... امام اعمش اور امام عاصم نے ''فَعَدَلَكَ بالتخفيف'' پڑھا' اور اہل حجاز کی قراءت تشدید کے ساتھ ہے' یعنی معتدل الخلق بنایا اور جس نے تخفیف کے ساتھ پڑھا اس نے مراد لیا' جس صورت میں چاہا بنایا' اچھی یا بری صورت میں لمبا یا ٹھگنا۔

سُوْرَةُ ﴿وَيْلٌ لِّلْمُطَفِّفِيْنَ﴾ (ص۷۳۶)

یہ سورت مکی ہے' اس میں چھتیس آیتیں ہیں۔

''ویل''، جہنم میں ایک وادی ہے جس کی گہرائی ستر سال کی مسافت ہے جس میں ستر ہزار شاخیں ہیں اور ہر شاخ میں ستر ہزار شگاف ہیں اور ہر شگاف میں ستر ہزار غار ہیں اور ہر غار میں ستر ہزار محل ہیں' لوہے کے تابوتوں میں مقفل۔ ہر تابوت میں ستر ہزار درخت ہیں اور ہر درخت میں ستر ہزار آگ کی شاخیں ہیں اور ہر شاخ میں ستر ہزار پھل ہیں جن کی لمبائی ستر ہزار ہاتھ ہے۔ ہر درخت کے نیچے ستر ہزار اژدہے اور ستر ہزار بچھو ہیں اور ہر اژدہا ایک مہینے کی راہ کی مسافت کے برابر لمبا ہے اور اس کی موٹائی پہاڑ کے مثل ہے۔ اس کے دانت کھجور کے درخت کی مثل ہیں اور اس کی تین سو ستر تھیلیاں ہیں' ہر تھیلی میں ایک مٹکا زہر ہے ''مُطَفِّفِيْنَ'' کے معنی ہیں: کم تولنے والے ''وَقَالَ مُجَاهِدٌ ﴿بَلْ رَانَ﴾ (آیت:۱٤) ثَبْتُ الْخَطَايَا''...... زنگ چڑھ گیا' ان کی کتابیں نقش ہو گئیں' حدیث میں ہے جب کوئی آدمی گناہ کرتا ہے تو اس کے دل میں زنگ لگ جاتا ہے' ﴿ثُوِّبَ﴾ (آیت:٣٦) جُوْزِيَ''...... بدلہ دیا گیا ''وَقَالَ غَيْرُهُ الْمُطَفِّفُ لَا يُوَفِّيْ غَيْرَهُ''...... ''مطفّف'' وہ ہے جو پورا نہیں دیتا ہے۔

۲۳۳۵- ح: [يَغْمِسُ بَعْضُ النَّاسِ فِيْ عُرُوْقِهِمْ اِلَى اَنْصَافِ اُذُنَيْهِمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ]

قیامت کے دن کچھ لوگ آدھے کان تک پسینے میں ڈوبے ہوں گے

۲۳۳۵- عَنْ نَّافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ ﴿يَوْمَ يَقُوْمُ النَّاسُ لِرَبِّ الْعَالَمِيْنَ○﴾ (آیت:٦) حَتّٰى يَغِيْبَ اَحَدُهُمْ فِيْ رَشْحِهِ اِلٰى اَنْصَافِ اُذُنَيْهِ.

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے (آیت:) جس دن سب لوگ رب العالمین کے حضور کھڑے ہوں گے○ (کی تفسیر میں) فرمایا: کوئی اپنے پسینے میں آدھے کان تک ڈوبا ہوگا۔

(بخاری۔ کتاب الرقاق۔ باب: قول اللّٰه الا یظن اولئك الخ ص۹۱۷' مسلم۔ باب: صفة الجهنم)

کتاب الرقاق میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے دن لوگوں کو پسینہ ہوگا' یہاں تک کہ ستر ہاتھ پسینہ زمین میں جذب ہو جائے گا اور ان کے منہ تک پہنچے گا' یہاں تک کہ کانوں تک۔

﴿إِذَا السَّمَاءُ انْشَقَّتْ﴾ سُوْرَةُ الْإِنْشِقَاقِ (ص٧٣٦)

اس سورۃ کا نام سورۂ انشقاق بھی ہے اور اس میں تیئس آیتیں ہیں۔

"قَالَ مُجَاهِدٌ ﴿كِتَابَهُ بِشِمَالِهِ﴾ (الحاقۃ:٢٥) يَأْخُذُ كِتَابَهُ مِنْ وَّرَاءِ ظَهْرِهِ" ...... وہ اپنے اعمال کے دفتر کو بائیں ہاتھ میں لے گا اپنی پیٹھ کے پیچھے سے ﴿وَسَقَ﴾ (آیت:١٧) جَمَعَ مِنْ دَابَّةٍ...... یعنی رات نے جن چوپایوں کو جمع کیا ﴿ظَنَّ اَنْ لَّنْ يَّحُوْرَ﴾ (آیت:١٤) لَا يَرْجِعُ اِلَيْنَا...... "لن يحور" کے معنی ہیں: ہماری طرف نہیں لوٹے گا۔

٢٣٣٦- ح: [لَا يُحَاسَبُ اَحَدٌ اِلَّا هَلَكَ] جس سے بھی حساب لیا جائے گا ہلاک ہو گا

٢٣٣٦ - عَنِ الْقَاسِمِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. لَيْسَ اَحَدٌ يُّحَاسَبُ اِلَّا هَلَكَ قَالَتْ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ جَعَلَنِيَ اللّٰهُ فِدَاءَكَ اَلَيْسَ يَقُوْلُ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ ﴿فَاَمَّا مَنْ اُوْتِيَ كِتَابَهُ بِيَمِيْنِهِ فَسَوْفَ يُحَاسَبُ حِسَابًا يَّسِيْرًا۝﴾ (الانشقاق:٧-٨) قَالَ ذَاكَ الْعَرْضُ يُعْرَضُوْنَ وَمَنْ نُوْقِشَ الْحِسَابَ هَلَكَ.

اُمّ المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس کسی سے بھی حساب کیا جائے گا وہ ہلاک ہو جائے گا۔ میں نے کہا: یا رسول اللہ! اللہ تعالیٰ مجھے آپ پر فدا کرے، کیا اللہ تعالیٰ یہ نہیں فرماتا: تو وہ جسے اپنا نامۂ اعمال داہنے ہاتھ میں دیا جائے اس سے عنقریب سہل حساب لیا جائے گا۝ فرمایا: یہ پیش کرنا ہے، ان کے اعمال ان پر پیش کیے جائیں گے مگر جس سے سختی اور تفصیل سے حساب لیا گیا وہ ہلاک ہوا۔

(بخاری۔ کتاب العلم۔ باب: من سمع شيئا فلم يفهم ص٢١، کتاب الرقاق۔ باب: من نوقش الحساب الخ ص٩٦٧، مسلم۔ کتاب صفۃ النار، ترمذی، نسائی۔ کتاب التفسیر)

یہ حدیث عبداللہ بن ابو ملیکہ نے براہ راست اُم المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے بھی سنی ہے اور بواسطہ قاسم بن محمد بھی۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ حساب یسیر سے مراد ہے کہ اس کے اعمال اس کے سامنے پیش کر دیے جائیں گے اور اس سے کچھ پوچھ گچھ نہ ہو گی کہ تو نے یہ کیوں کیا اور تو نے یہ کیوں نہیں کیا؟ ایسے شخص کو بخش دیا جائے گا، لیکن حساب کے وقت جس سے پوچھ گچھ ہو گی یہ تو نے کیوں نہیں کیا اور یہ کیوں کیا؟ وہ ہلاک ہو جائے گا۔

بَابٌ [الانشقاق:١٩ کی تفسیر]

قَوْلِهٖ ﴿لَتَرْكَبُنَّ طَبَقًا عَنْ طَبَقٍ۝﴾ (آیت:١٩). (ص٧٣٦)

اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی تفسیر: ضرور تم منزل بہ منزل چڑھو گے۝

٢٣٣٧ - عَنْ مُّجَاهِدٍ قَالَ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ ﴿لَتَرْكَبُنَّ طَبَقًا عَنْ طَبَقٍ۝﴾ حَالًا بَعْدَ حَالٍ قَالَ هٰذَا نَبِيُّكُمْ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس ارشاد: تم ضرور منزل بہ منزل چڑھو گے۝ یعنی ایک حال کے بعد دوسرے حال پر۔ یہ تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔

یہاں دو قراءتیں ہیں "لَتَرْكَبُنَّ" اور "لَيَرْكَبُنَّ" خطاب عام انسانوں سے ہے۔ مراد یہ ہے کہ تم لوگ ایک حال پر نہیں رہو گے۔ ایک کے بعد دوسری منزل آتی رہے گی۔ پہلے نطفہ تھے، پھر مضغہ ہوئے، پھر جنین، پھر پیدا ہوئے، بچے تھے جوان ہوئے، بوڑھے ہو گئے، اس کا بھی احتمال ہے کہ حال کو عام رکھا جائے یعنی تم ہمیشہ یکساں حالت میں نہ رہو گے۔ حالات بدلتے رہیں گے۔ دوسری قراءت "لتركبنّ" ہے اور خطاب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے اور طبق سے مراد عالم کے منازل ہیں، مراد ہے کہ اے محبوب! آپ

شب معراج ملاءِ اعلیٰ کے منازل طے کرو گے۔اس قراءت کی بناء پر بھی طبق بہ معنی حالت ہوسکتا ہے اور حال بہ معنی عام ہو یعنی اس وقت جو کفار سے اذیتیں پہنچ رہی ہیں ہمیشہ یہی حال نہیں رہے گا۔رفتہ رفتہ آپ کو فتح ونصرت حاصل ہوگی اور آپ غالب ومنصور ہوں گے۔

سُوْرَةُ الْبُرُوْجِ (ص ٧٣٦)

یہ سورت مکی ہے،اس میں بائیس آیتیں ہیں۔

بروج سے یا تو آسمان کے بارہ برج مراد ہیں جو مشہور ہیں،اور ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد بڑے بڑے ستارے ہیں"وَقَالَ مُجَاهِدٌ ﴿الْأُخْدُوْدِ﴾ (آیت:٤) شَقٌّ فِي الْأَرْضِ"......زمین کا گڑھا،کھائی ﴿فَتَنُوْا﴾ (آیت:١٠) عَذَّبُوْا......ان کو آزمائش میں ڈالا گیا یعنی عذاب دیا گیا۔

سُوْرَةُ الطَّارِقِ (ص ٧٣٦)

یہ سورت مکی ہے،اس میں سترہ آیتیں ہیں۔

"وَقَالَ مُجَاهِدٌ ﴿ذَاتِ الرَّجْعِ﴾ (آیت:١١) سَحَابٌ يَّرْجِعُ بِالْمَطَرِ ﴿ذَاتِ الصَّدْعِ﴾ (آیت:١٢) اَلْأَرْضُ تَتَصَدَّعُ بِالنَّبَاتِ"......اور مجاہد نے کہا:"ذات الرجع" سے مراد وہ بادل ہے جو بارش لے کر آتا ہے اور"ذات الصدع" سے مراد زمین ہے جو نباتات سے پھٹتی ہے۔

سُوْرَةُ ﴿سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ﴾ الْأَعْلَى (ص ٧٣٦)

اس سورۃ کا نام سورۃ الاعلیٰ بھی ہے،یہ مکی ہے اور اس میں اُنیس آیتیں ہیں۔

سُوْرَةُ ﴿هَلْ اَتَاكَ حَدِيْثُ الْغَاشِيَةِ﴾ (ص ٧٣٦)

اس سورۃ کا نام سورۂ غاشیہ بھی ہے،یہ مکی ہے اور اس میں چھبیس آیتیں ہیں۔

"غاشیہ" کے معنی:چھا جانے والی،یہ قیامت کے ناموں میں سے ایک نام ہے"وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ ﴿عَامِلَةٌ نَّاصِبَةٌ﴾ (آیت:٣) اَلنَّصَارٰى"......کام کریں،مشقت جھیلیں،یہ نصاریٰ ہیں"وَقَالَ مُجَاهِدٌ ﴿عَيْنٍ اٰنِيَةٍ﴾ (آیت:٥) بَلَغَ اِنَاهَا وَحَانَ شُرْبُهَا"......اس کے پینے کا وقت آ گیا"اَنَّهٗ" معنی میں"حان" کے ہے،نیز"اَنَّهٗ" کے معنی یہ بھی ہیں کہ اس کی گرمی انتہاء کو پہنچ گئی ﴿حَمِيْمٍ اٰنٍ﴾ (الرحمٰن:٤٤) بَلَغَ اِنَاهُ......جس کی گرمی حد کو پہنچی ہوئی ہو ﴿لَا يُسْمَعُ فِيْهَا لَاغِيَةٌ﴾ (آیت:١١) شَتْمًا......اس میں کوئی بے ہودہ بات نہ سنیں گے،یعنی گالی ﴿الضَّرِيْعُ﴾ (آیت:٦) نَبْتٌ يُقَالُ لَهُ الشِّبْرِقُ،يُسَمِّيْهِ اَهْلُ الْحِجَازِ الضَّرِيْعَ اِذَا يَبِسَ،وَهُوَ سُمٌّ......"ضریع" ایک کانٹے دار گھاس ہے جس کو"شبرق" کہا جاتا ہے،اہل حجاز اسے ضریع کہتے ہیں جب سوکھ جائے اور یہ زہر ہے ﴿بِمُسَيْطِرٍ﴾ (آیت:٢٢) بِمُسَلَّطٍ وَيُقْرَأُ بِالصَّادِ وَالسِّيْنِ......آپ ان پر مسلط نہیں اور یہ صاد اور"سین" دونوں طرح پڑھا جاتا ہے"وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ ﴿اِيَابَهُمْ﴾ (آیت:٢٥) مَرْجِعَهُمْ"......ان کا لوٹنا۔

سُوْرَةُ وَالْفَجْرِ (ص ٧٣٦)

یہ سورت مکی ہے اور ایک قول یہ ہے کہ مدنی ہے۔اس میں تیس آیتیں ہیں۔

"وَقَالَ مُجَاهِدٌ ﴿الْوَتْرِ﴾ (آیت:٣) اَللّٰهُ ﴿اِرَمَ ذَاتِ الْعِمَادِ﴾ (آیت:٧) اَلْقَدِيْمَةِ وَالْعِمَادُ اَهْلُ عَمُوْدٍ لَّا يُقِيْمُوْنَ

يَعْنِي أَهْلَ خِيَامٍ"...... "إِرَمَ" سے مراد قدیمہ یعنی ارم اولیٰ ہیں، ستون والوں سے مراد یہ ہے کہ وہ خیموں میں زندگی بسر کرتے تھے ایک جگہ اقامت پذیر نہیں تھے۔ "عماد" کا ایک معنی وہ ہے جو امام بخاری نے ذکر فرمایا، دوسرا "عماد" کا معنی ہے: لمبائی کے اور طاقت وقوت کے، حدیث میں ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا کہ ان میں سے کوئی پوری چٹان اٹھالاتا اور کسی پر پھینک کر مار ڈالتا۔ کلبی سے منقول ہے کہ وہ چار سو ہاتھ لمبے تھے۔ مقاتل نے کہا: بارہ ہاتھ لمبے تھے، حضرت ابن عباس کی تفسیر میں ہے کہ ان میں سب سے لمبا سو ہاتھ کا تھا اور سب سے چھوٹا بارہ ہاتھ کا ﴿سَوْطَ عَذَابٍ﴾ (آیت:١٣) اَلَّذِيْ عُذِّبُوْا بِهٖ...... "سوط" کے معنی کوڑے کے ہیں، امام بخاری فرماتے ہیں: ہر وہ چیز جس سے عذاب دیا جائے "سوط عذاب" ہے ﴿اَكْلًا لَّمًّا﴾ (آیت:١٩) اَلسَّفُّ وَ ﴿جَمًّا﴾ (آیت:٢٠) اَلْكَثِيْرُ...... "لَمًّا" کا معنی ہے: بلا دریغ کھانا، اور "جمًّا" کے معنی زیادہ کے ہیں۔ "وَقَالَ مُجَاهِدٌ كُلُّ شَيْءٍ خَلَقَهٗ فَهُوَ شَفْعٌ اَلسَّمَاءُ شَفْعٌ وَّالْوِتْرُ اَللّٰهُ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى"...... اور مجاہد نے کہا: ہر وہ چیز جسے اللہ نے پیدا کیا وہ جفت ہے، آسمان زمین کا جفت ہے "وتر" اکیلا صرف اللہ تبارک وتعالیٰ ہے "وَقَالَ غَيْرُهٗ ﴿سَوْطَ عَذَابٍ﴾ (آیت:١٣) كَلِمَةٌ تَقُوْلُهَا الْعَرَبُ لِكُلِّ نَوْعٍ مِّنَ الْعَذَابِ يَدْخُلُ فِيْهِ السَّوْطُ"...... اور ان کے غیر نے کہا: "سوط عذاب" عرب والے ہر قسم کے عذاب کو کہتے ہیں اس میں کوڑا بھی داخل ہے ﴿لَبِالْمِرْصَادِ﴾ (آیت:١٤) اِلَيْهِ الْمَصِيْرُ...... اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے ﴿تَحَاضُّوْنَ﴾ (آیت:١٨) تُحَافِظُوْنَ وَ ﴿تَحُضُّوْنَ﴾ تَاْمُرُوْنَ بِاِطْعَامِهٖ...... "تحاضون" کے معنی ہیں: تم حفاظت کرتے ہو اور "تحضون" کا معنی ہے: تم اس کے کھلانے کا حکم دیتے ہو ﴿اَلْمُطْمَئِنَّةُ﴾ (آیت:٢٧) اَلْمُصَدِّقَةُ بِالثَّوَابِ...... ثواب پر یقین رکھنے والے "وَقَالَ الْحَسَنُ ﴿يٰاَيَّتُهَا النَّفْسُ﴾ (آیت:٢٧) اِذَا اَرَادَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ قَبْضَهَا اطْمَاَنَّتْ اِلَى اللّٰهِ وَاطْمَاَنَّ اللّٰهُ اِلَيْهَا وَرَضِيَتْ عَنِ اللّٰهِ وَرَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا فَاَمَرَ بِقَبْضِ رُوْحِهَا وَاَدْخَلَهَا اللّٰهُ الْجَنَّةَ وَجَعَلَهٗ مِنْ عِبَادِهِ الصَّالِحِيْنَ"...... اور امام حسن بصری نے "يٰاَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ" (الفجر:٢٧) کی تفسیر میں فرمایا: جب اللہ تعالیٰ ایسی جان کو قبض کرنے کا ارادہ فرماتا ہے تو وہ اللہ تعالیٰ پر مطمئن ہو جاتی ہے اور اللہ تعالیٰ اس پر سکون نازل فرماتا ہے، وہ اللہ سے راضی ہو جاتی ہے اور اللہ اس سے راضی ہو جاتا ہے تو اس کی روح کے قبض کرنے کا حکم دیتا ہے اور اسے جنت میں داخل فرماتا ہے اور اسے اپنے نیک بندوں میں شامل کر لیتا ہے "وَقَالَ غَيْرُهٗ ﴿جَابُوْا﴾ (آیت:٩) نَقَبُوْا مِنْ جَيْبِ الْقَمِيْصِ قُطِعَ لَهٗ جَيْبٌ يَّجُوْبُ الْفَلَاةَ يَقْطَعُهَا"...... فرمایا تھا: "وَجَابُوا الصَّخْرَ بِالْوَادِ" جنہوں نے وادی میں پتھر کی چٹانیں کاٹیں، مراد یہ ہے کہ چٹانوں کو کھود کر اس میں مکان بنایا، کہا جاتا ہے "جَيْبُ الْقَمِيْصِ" جب کرتے کے لیے گریبان کاٹا جائے نیز اس کے معنی راستہ طے کرنے کے بھی ہیں، کہا جاتا ہے "يَجُوْبُ الْفَلَاةَ" جب میدان طے کرلے ﴿لَمًّا﴾ (آیت:١٩) لَمَمْتُهٗ اَجْمَعَ، اَتَيْتُ عَلٰى اٰخِرِهٖ...... بولتے ہیں: "لَمَمْتُهٗ اَجْمَعَ" میں اس کے آخر تک پہنچا۔

سُوْرَةُ ﴿لَآ اُقْسِمُ﴾ اَلْبَلَدِ (ص ٧٣٧)

اس سورت کا نام سورۂ بلد بھی ہے۔ اس میں بیس آیتیں ہیں۔

"وَقَالَ مُجَاهِدٌ ﴿بِهٰذَا الْبَلَدِ﴾ (آیت:١) مَكَّةَ لَيْسَ عَلَيْكَ مَا عَلَى النَّاسِ فِيْهِ مِنَ الْاِثْمِ"...... اور مجاہد نے کہا کہ اس شہر سے مراد مکہ ہے، آپ پر اس میں وہ گناہ نہیں جو لوگوں پر ہے ﴿وَوَالِدٍ﴾ (آیت:٣) اٰدَمَ ﴿وَمَا وَلَدَ﴾ (آیت:٣)...... اور حضرت آدم کی قسم اور ان کے اولاد کی ﴿لُبَدًا﴾ (آیت:٦) كَثِيْرًا...... بہت "وَ ﴿النَّجْدَيْنِ﴾ (آیت:١٠) اَلْخَيْرُ وَالشَّرُّ"...... اس سے مراد خیر وشر ہیں ﴿مَسْغَبَةٍ﴾ (آیت:١٤) مَجَاعَةٍ...... بھوک ﴿مَتْرَبَةٍ﴾ (آیت:١٦) اَلسَّاقِطُ فِي التُّرَابِ...... جو مٹی پر پڑا ہوا ہو

يُقَالُ ﴿فَلَا اقْتَحَمَ الْعَقَبَةَ﴾ (آیت:١١) فَلَمْ يَقْتَحِمِ الْعَقَبَةَ فِي الدُّنْيَا ثُمَّ فَسَّرَ الْعَقَبَةَ فَقَالَ ﴿وَمَآ اَدْرَاكَ مَا الْعَقَبَةُ. فَكُّ رَقَبَةٍ اَوْ اِطْعَامٌ فِيْ يَوْمٍ ذِيْ مَسْغَبَةٍ﴾ (آیت:١٢-١٤)...... پھر بے تامل گھاٹی میں نہ کودا دنیا میں' پھر "عقبہ" کی تفسیر فرمائی: اور تو نے کیا جانا وہ گھاٹی کیا ہے؟ غلام آزاد کرنا' یا بھوک کے دن کھانا دینا' مراد یہ ہے کہ نیک اعمال کر کے صالحین میں شامل نہیں ہوا۔ اعمال صالحہ کرنے کو گھاٹی میں کودنے سے تعبیر اس لیے فرمایا کہ وہ نفس پر شاق ہوتے ہیں۔

سُوْرَةُ ﴿وَالشَّمْسِ وَضُحٰهَا﴾ (ص ٧٣٧)

یہ سورت بھی مکی ہے' اس کا نام سورۂ شمس بھی ہے' اس میں پندرہ آیتیں ہیں۔

وَقَالَ مُجَاهِدٌ ﴿بِطَغْوَاهَا﴾ (آیت:١١) بِمَعَاصِيهَا...... ان گناہوں کی وجہ سے ﴿وَلَا يَخَافُ عُقْبَاهَا﴾ (آیت:١٥) عُقْبَى اَحَدٍ...... کسی کے پیچھا کرنے کا اسے خوف نہیں۔

سُوْرَةُ ﴿وَاللَّيْلِ اِذَا يَغْشٰى﴾ (ص ٧٣٧)

اس کا نام سورۃ اللیل بھی ہے' یہ مکی ہے اس میں اکیس آیتیں ہیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: یہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بارے میں نازل ہوئی ہے کہ جب انہوں نے حضرت بلال کو آزاد کیا' اور امیہ بن خلف کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔

"وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ ﴿بِالْحُسْنٰى﴾ (آیت:٩) بِالْخَلَفِ"...... "حسنٰی" سے مراد عطا کی جزا اور عوض ہے" وَقَالَ مُجَاهِدٌ ﴿تَرَدّٰى﴾ (آیت:١١) مَاتَ"...... اور مجاہد نے کہا کہ "تردی" کا معنی ہے: مر گیا" وَ ﴿تَلَظّٰى﴾ (آیت:١٤). تَوَهَّجَ"...... جو بھڑک رہی ہے" وَقَرَاَ عُبَيْدُ بْنُ عُمَيْرٍ تَتَلَظّٰى"...... اور عبید بن عمیر نے اسے "تتلظّی" پڑھا ہے۔

سُوْرَةُ الضُّحٰى (ص ٧٣٨)

یہ سورت مکی ہے' اس میں گیارہ آیتیں ہیں۔

"وَقَالَ مُجَاهِدٌ ﴿اِذَا سَجٰى﴾ اِسْتَوٰى. وَقَالَ غَيْرُهُ اَظْلَمَ وَسَكَنَ"...... "سجٰی" کا معنی ہے: درست ہو جائے اور ان کے غیر نے کہا: جب تاریک ہو جائے اور پرسکون ہو جائے ﴿عَائِلًا﴾ ذُوْ عِيَالٍ...... کے معنی ہیں: کثیر عیال والا۔

"وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ مَا تَرَكَكَ وَمَا اَبْغَضَكَ"...... حضرت ابن عباس نے فرمایا: نہ تو آپ کو چھوڑا ہے اور نہ آپ کو دشمن بنایا ہے۔

سُوْرَةُ ﴿اَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ﴾

اس کا دوسرا نام سورۂ انشراح ہے' یہ مکی ہے' اس میں آٹھ آیتیں ہیں۔

"وَقَالَ مُجَاهِدٌ ﴿وِزْرَكَ﴾ (آیت:٢) فِي الْجَاهِلِيَّةِ"...... یعنی آپ کے وہ کام جو جاہلیت میں ایسے صادر ہوتے تھے جو منصب نبوت کے مناسب نہیں تھے یعنی ترک افضل' اور صحیح تفسیر یہ ہے کہ "وزر" کا معنی بوجھ ہے ﴿اَنْقَضَ﴾ (آیت:٣) اَثْقَلَ...... جو آپ پر بھاری تھے ﴿مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا﴾ (آیت:٥-٦) قَالَ ابْنُ عُيَيْنَةَ اَيْ مَعَ ذٰلِكَ الْعُسْرِ يُسْرًا. اٰخَرَ كَقَوْلِهٖ ﴿هَلْ تَرَبَّصُوْنَ بِنَآ اِلَّآ اِحْدَى الْحُسْنَيَيْنِ﴾ (التوبہ:٥٢) وَلَنْ يَغْلِبَ عُسْرٌ يُسْرَيْنِ...... دشواری کے ساتھ آسانی ہے' یعنی اس دشواری کے ساتھ دوسری آسانی بھی ہے۔ اللہ عزوجل کے اس ارشاد کی تفسیر کی وجہ سے تم دو بھلائیوں میں سے ایک کا انتظار کر رہے

تھے اور حضور اقدس ﷺ کے اس ارشاد کی وجہ سے کہ ایک دشواری دو آسانیوں پر غالب نہیں آسکتی۔

توضیح

اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ ایک دشواری کے ساتھ دو آسانیاں ہیں۔ یہ اس قاعدے پر مبنی ہے کہ جب کوئی اسم معرف باللام مکرر ہوگا تو دوسرے سے بعینہٖ وہی پہلا مراد ہوگا اور اگر کوئی اسم نکرہ مکرر ہو تو دونوں کے دو الگ الگ مصداق ہوں گے۔ ان دونوں آیتوں میں ''العُسر'' معرف باللام ہے اور ''یسرًا'' نکرہ اس لیے حاصل یہ ہوا کہ ایک دشواری میں دو آسانیاں ہیں۔ اسی کو کسی شاعر نے کہا ہے:

إِذَا اشْتَدَّتْ بِكَ الْبَلْوٰى فَفَكِّرْ فِيْ أَلَمْ نَشْرَحْ
فَعُسْرٌ بَيْنَ يُسْرَيْنِ إِذَا فَكَّرْتَهٗ فَافْرَحْ

''جب تم پر مصیبت سخت ہو تو ''الم نشرح'' میں غور کرو دو آسانیوں کے درمیان ایک سختی ہے اسے سمجھ کر خوش ہو۔''

''وَقَالَ مُجَاهِدٌ ﴿فَانْصَبْ﴾ (آیت:۷) فِيْ حَاجَتِكَ إِلٰى رَبِّكَ''...... تو اپنے رب کی طرف اپنی حاجت طلب کرنے میں پوری کوشش کرو یعنی جب عبادت سے فارغ ہو جاؤ تو حاجتوں کے لیے دعاء کرنے میں کوشش کرو۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ جب فرض نمازوں سے فارغ ہو جاؤ تو اللہ سے مانگو اور اس کی طرف راغب ہو اور اس کے لیے کوشش کرو اور قتادہ نے کہا: حضور ﷺ کو حکم ہوا کہ جب اپنی نماز سے فارغ ہو لو تو دعاء میں مبالغہ کرو ''وَيُذْكَرُ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ ﴿أَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ﴾ (آیت:۱) شَرَحَ اللّٰهُ صَدْرَهٗ لِلْإِسْلَامِ''...... حضرت ابن عباس نے فرمایا: مراد یہ ہے کہ اللہ نے حضور کا سینہ اسلام کے لیے کھول دیا۔

سُوْرَةُ ﴿وَالتِّيْنِ﴾ (ص۷۳۹)

اس کا نام سورہ تین ہے یہ مکی ہے اور ایک قول یہ ہے کہ مدنی ہے اس میں آٹھ آیتیں ہیں۔

''وَقَالَ مُجَاهِدٌ هُوَ التِّيْنُ وَالزَّيْتُوْنُ الَّذِيْ يَأْكُلُ النَّاسُ''...... اور امام مجاہد نے کہا: اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد: قسم ہے انجیر اور زیتون کی جسے لوگ کھاتے ہیں ''يُقَالُ ﴿فَمَا يُكَذِّبُكَ﴾ (آیت:۷) فَمَا الَّذِيْ يُكَذِّبُكَ بِأَنَّ النَّاسَ يُدَانُوْنَ بِأَعْمَالِهِمْ كَأَنَّهٗ قَالَ وَمَنْ يَّقْدِرُ عَلٰى تَكْذِيْبِكَ بِالثَّوَابِ وَالْعِقَابِ؟''...... ارشاد ہے: ''فَمَا يُكَذِّبُكَ بَعْدُ بِالدِّيْنِ'' اب کیا چیز انصاف کے جھٹلانے پر باعث ہے؟ یعنی کس چیز نے ابھارا کہ وہ آپ کی اس بات کی تکذیب کریں کہ لوگوں کو ان کے اعمال کا بدلہ دیا جائے گا گویا اللہ نے فرمایا: آپ جو ثواب عقاب کی باتیں کرتے ہیں اس کے جھٹلانے پر کون قادر ہے؟

سُوْرَةُ ﴿اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِيْ خَلَقَ﴾

اس سورت کا نام سورہ علق بھی ہے یہ سورت مکی ہے اس میں بیس آیتیں ہیں۔

''عَنِ الْحَسَنِ قَالَ اُكْتُبْ فِي الْمُصْحَفِ فِيْ أَوَّلِ الْإِمَامِ: بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ وَاجْعَلْ بَيْنَ السُّوْرَتَيْنِ خَطًّا''...... امام حسن بصری نے فرمایا: مصحف میں امام یعنی سورۂ فاتحہ کے شروع میں ''بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ'' لکھو اور اسے دو سورتوں کے درمیان فصل کے لیے لکھو۔

''امــام'' سے مراد قرآن ہے یعنی قرآن کے شروع میں بسم اللہ لکھو یعنی سورۂ فاتحہ کے شروع میں۔ یہ جو فرمایا کہ ہر دو سورتوں کے درمیان خط بنا یعنی دونوں سورتوں میں فصل کی علامت ہے۔ اس کا ایک مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ دو سورتوں کے درمیان خط کھینچ

تاکہ وہ فصل کی علامت رہے۔ یہ بھی مطلب ہوسکتا ہے کہ بسم اللہ لکھو اس کو فصل کی علامت بناؤ۔ حضرت امام حسن بصری کا مذہب پہلا ہے لیکن جمہور کا مذہب یہ ہے کہ بسم اللہ ہر سورت کے درمیان فصل کے لیے لکھا جائے اور صحیح یہ ہے کہ بسم اللہ قرآن کا جزء ہے جو سورتوں کے درمیان فصل کے لیے نازل ہوئی۔ ہمارا مذہب یہ ہے کہ بسم اللہ سورۂ فاتحہ یا کسی سورت کا جزء نہیں۔ ہاں! قرآن مجید کا جزء ہے۔ ہاں! امام شافعی کا مذہب یہ ہے کہ بسم اللہ سورۂ فاتحہ اور ہر سورۃ کا جزء ہے۔ ابن قصار مالکی نے کہا کہ بسم اللہ جو سورتوں کے شروع میں ہے وہ قرآن نہیں' لیکن صحیح یہ ہے کہ یہ مستقل قرآن مجید کی آیت ہے اس لیے کہ یہ مصاحف میں لکھا ہے اور اس پر اجماع ہے کہ مصحف میں قرآن کے علاوہ کچھ اور نہیں لکھا گیا۔

''وَقَالَ مُجَاهِدٌ ﴿نَادِيَهُ﴾ (آیت:١٧) عَشِيْرَتَهُ. ﴿الزَّبَانِيَةَ﴾ (آیت:١٨) اَلْمَلٰئِكَةَ'' ...... ''نادیه'' سے مراد قبیلہ والے ہیں ''الزبانیة'' سپاہی' مراد فرشتے ہیں ''وَقَالَ مَعْمَرٌ ﴿الرُّجْعٰى﴾ (آیت:٨). اَلْمَرْجِعُ'' ......لوٹنے کی جگہ ﴿لَنَسْفَعَنْ﴾ (آیت:١٥) لَنَاْخُذَنْ وَلَنَسْفَعَنْ بِالنُّوْنِ وَهِيَ الْخَفِيْفَةُ سَفَعْتُ بِيَدِهٖ اَخَذْتُ...... ''لَنسفعًا'' کے معنی ہیں: ہم ضرور پکڑیں گے۔ یہ نون خفیفہ تاکید کے ساتھ ہے۔ بولتے ہیں ''سَفَعْتُ بِيَدِهٖ'' میں نے اس کو ہاتھ سے پکڑا۔

بَابٌ [العلق:١٥-١٦ کی تفسیر]

قَوْلِهٖ ﴿كَلَّا لَئِنْ لَّمْ يَنْتَهِ لَنَسْفَعًا بِالنَّاصِيَةِ O نَاصِيَةٍ كَاذِبَةٍ خَاطِئَةٍ O﴾ (آیت:١٥-١٦). (ص٧٤٠)

اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی تفسیر: ہاں ہاں! اگر باز نہ آیا تو ضرور ہم پیشانی کے بال پکڑ کر کھینچیں گے O کیسی پیشانی' جھوٹی' خطا کار O

٢٣٣٨- عَنْ عِكْرِمَةَ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ قَالَ اَبُوْ جَهْلٍ لَئِنْ رَاَيْتُ مُحَمَّدًا يُصَلِّيْ عِنْدَ الْكَعْبَةِ لَاَطَاَنَّ عَلٰى عُنُقِهٖ فَبَلَغَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَوْ فَعَلَهٗ لَاَخَذَتْهُ الْمَلَائِكَةُ. (ترمذی' نسائی۔ کتاب التفسیر)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ ابوجہل نے کہا: اگر میں محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کعبہ کے پاس نماز پڑھتے ہوئے دیکھ لوں تو ان کی گردن کو پاؤں سے روند دوں گا۔ اس کی خبر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پہنچی تو فرمایا: اگر وہ ایسا کرتا تو فرشتے اس کو ضرور پکڑ لیتے۔

''زبانیه'' یہ اللہ کے بارہ فرشتے ہیں' ان کے سر آسمان میں ہیں اور پاؤں زمین میں ہیں۔ نسائی میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک بار کعبہ کے پاس نماز پڑھ رہے تھے۔ ابوجہل بڑھا مگر پھر اُلٹے قدم پھرا اور ہاتھوں سے ایسے اشارہ کر رہا تھا جیسے کسی چیز سے بچ رہا ہو۔ اس سے پوچھا گیا: کیا بات ہے؟ اس نے کہا: میرے اور ان کے درمیان آگ کی خندق ہے اور سخت ہولناک چیزیں ہیں اور کچھ بازو ہیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اگر وہ قریب ہوتا تو فرشتے اس کے عضو عضو کو اچک لیتے۔

سُوْرَةُ ﴿اِنَّا اَنْزَلْنٰهُ فِيْ لَيْلَةِ الْقَدْرِ﴾ (ص٧٤٠)

اس کا نام سورۂ قدر بھی ہے۔ یہ سورۃ مدنی ہے اور ماوردی نے حکایت کی کہ یہ مکی ہے' اور یہی ابوالعباس نے کہا۔ اس میں پانچ آیتیں ہیں۔

''يُقَالُ الْمَطْلَعُ هُوَ الطُّلُوْعُ وَالْمَطْلِعُ الْمَوْضِعُ الَّذِيْ يُطْلَعُ مِنْهُ'' ...... ''مطلع'' مصدر میمی ہے اور اسم ظرف بھی۔ طلوع ہونے کی جگہ ﴿اِنَّآ اَنْزَلْنَاهُ﴾ (آیت:١) اَلْهَاءُ كِنَايَةٌ عَنِ الْقُرْاٰنِ ﴿وَاَنْزَلْنَاهُ﴾ مَخْرَجَ الْجَمِيْعِ وَالْمُنْزِلُ هُوَ اللّٰهُ وَالْعَرَبُ تُؤَكِّدُ فِعْلَ الْوَاحِدِ فَتَجْعَلُهٗ بِلَفْظِ الْجَمِيْعِ لِيَكُوْنَ اَثْبَتَ وَاَوْكَدَ...... ہم نے اس کو نازل فرمایا' اس سے مراد قرآن ہے ''انزلنا'' جمع کا صیغہ استعمال فرمایا حالانکہ نازل فرمانے والا اللہ (ایک) ہے۔ اہل عرب بطور تاکید واحد کو جمع سے تعبیر کرتے ہیں

تا کہ وہ اثبت (زیادہ تاکید کے ساتھ ہو)۔ جمع کا صیغہ بطور تعظیم ہے۔

سُوْرَةُ لَمْ يَكُنْ ﴿الْبَيِّنَةِ﴾ (ص ۷۴۰)

اس سورت کا نام سورۂ منفکین بھی ہے اور سورۂ بینہ بھی' یہ سورت مدنی ہے لیکن حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ایک قول مروی ہے کہ یہ مکی ہے۔ اس میں آٹھ آیتیں ہیں۔

﴿مُنفَكِّيْنَ﴾ (آیت:۱) زَائِلِيْنَ...... چھوڑنے والا ﴿قَيِّمَةٌ﴾ اَلْقَائِمَةُ ﴿دِيْنُ الْقَيِّمَةِ﴾ (آیت:۵) اَضَافَ الدِّيْنَ اِلَى الْمُؤَنَّثِ...... "القيمة" کا معنی سیدھا' اصل عبارت یہ تھی "دِيْنُ الْمِلَّةِ الْقَيِّمَةِ" دین کی اضافت ملت کی طرف تھی جو مونث ہے اسی کی صفت ہے "اَلْقَيِّمَةِ"۔

سُوْرَةُ ﴿اِذَا زُلْزِلَتِ الْاَرْضُ زِلْزَالَهَا﴾ (ص ۷۴۱)

اس کا نام سورۂ زلزال بھی ہے' یہ سورت مکی ہے' اس میں آٹھ آیتیں ہیں۔

"يُقَالُ ﴿اَوْحٰى لَهَا﴾ (آیت:۵) اَوْحٰى اِلَيْهَا وَوَحٰى لَهَا وَوَحٰى اِلَيْهَا وَاحِدٌ"...... اسے حکم بھیجا "اوحٰی" اور "وحٰی" یعنی مجرد و مزید فیہ ہم معنی ہیں اس کا صلہ لام بھی آتا ہے اور الٰی بھی۔

سُوْرَةُ ﴿وَالْعٰدِيٰتِ﴾ (ص ۷۴۱)

یہ سورت مکی ہے' اس میں گیارہ آیتیں ہیں۔ "عادیات" سے مراد وہ گھوڑے ہیں جو راہِ خدا میں دوڑتے ہیں۔ "ضَبْحًا" کے معنی گھوڑے کے سینے کی وہ آواز جو تیز دوڑتے وقت نکلتی ہے۔

"وَقَالَ مُجَاهِدٌ ﴿الْكَنُوْدُ﴾ (آیت:٦) اَلْكَفُوْرُ"...... ناشکری کرنے والا "يُقَالُ ﴿فَاَثَرْنَ بِهٖ نَقْعًا﴾ (آیت:٤) رَفَعْنَا بِهٖ غُبَارًا"...... غبار اڑاتے ہیں ﴿لِحُبِّ الْخَيْرِ﴾ (آیت:۸) مِنْ اَجْلِ حُبِّ الْخَيْرِ...... مال کی چاہت کی وجہ سے ﴿لَشَدِيْدٌ﴾ (آیت:۸) لَبَخِيْلٌ وَيُقَالُ لِلْبَخِيْلِ شَدِيْدٌ...... "شدید" کے معنی بخیل کے ہیں ﴿حُصِّلَ﴾ (آیت:۱۰) مُيِّزَ...... ممتاز کر دی جائے گی۔

سُوْرَةُ الْقَارِعَةِ (ص ۷۴۱)

یہ سورۃ مکی ہے' اس میں گیارہ آیتیں ہیں۔

﴿كَالْفَرَاشِ الْمَبْثُوْثِ﴾ (آیت:٤) كَغَوْغَاءِ الْجَرَادِ يَرْكَبُ بَعْضُهٗ بَعْضًا' كَذٰلِكَ النَّاسُ يَجُوْلُ بَعْضُهُمْ فِيْ بَعْضٍ...... بکھرے ہوئے پتنگے جیسے ٹڈی کا دل بعض بعض پر چڑھا ہوتا ہے' اسی طرح قیامت کے دن لوگ ایک دوسرے پر گریں گے ﴿كَالْعِهْنِ﴾ (آیت:۵) كَاَلْوَانِ الْعِهْنِ' وَقَرَاَ عَبْدُ اللّٰهِ كَالصُّوْفِ...... جیسے رنگ برنگ کے اون' اور حضرت عبد اللہ ابن مسعود نے "عهن" کی جگہ پر "صوف" پڑھا۔

سُوْرَةُ ﴿اَلْهٰكُمُ التَّكَاثُرُ﴾ (ص ۷۴۱)

اس کا نام سورۂ تکاثر بھی ہے' یہ مکی ہے' اس میں آٹھ آیتیں ہیں۔

"وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ ﴿التَّكَاثُرُ﴾ (آیت:۱) مِنَ الْاَمْوَالِ وَالْاَوْلَادِ"...... مال اور اولاد کی بہت کثرت۔

سُوْرَةُ الْعَصْرِ (ص ٧٤١)

یہ سورۃ مکی ہے اس میں تین آیتیں ہیں۔

"وَقَالَ يَحْيٰى اَلدَّهْرُ اَقْسَمَ بِهٖ"...... کہا جاتا ہے کہ عصر سے مراد زمانہ ہے جس کی اللہ نے قسم یاد فرمائی۔

سُوْرَةُ ﴿وَيْلٌ لِّكُلِّ هُمَزَةٍ﴾ (ص ٧٤٢)

اس کا نام سورۂ ھمزہ بھی ہے یہ سورت مکی ہے اس میں نو آیتیں ہیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: "هُمَزَة" سے مراد چغل خور ہیں جو دوستوں کے درمیان جدائی کرتے ہیں۔ قتادہ سے روایت ہے کہ اس کے معنی ہیں: غیبت کرنے والے اور "لُمَزَة" کے معنی ہیں: طعنہ دینے والے ﴿اَلْحُطَمَةُ﴾ (آیت: ٤) اِسْمُ النَّارِ، مِثْلُ ﴿سَقَرَ﴾ (المدثر: ٤٢) وَ﴿لَظٰى﴾ (المعارج: ١٥)...... "حطمة" ایک جہنم کا نام ہے جیسے "سقر" اور "لظی" "حطمه" کے معنی ہیں: روندنے والی۔

سُوْرَةُ ﴿اَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ﴾ (ص ٧٤٢)

اس کا دوسرا نام سورۂ فیل بھی ہے اس میں پانچ آیتیں ہیں۔

"قَالَ مُجَاهِدٌ ﴿اَبَابِيْلَ﴾ (آیت: ٣) مُتَتَابِعَةً مُّجْتَمِعَةً"...... "اَبابیل" "اِبالة" کی جمع ہے اور ایک قول ہے کہ اس کا واحد نہیں اس کا معنی ہے: پے در پے اکٹھی ہو کر "وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ ﴿مِنْ سِجِّيْلٍ﴾ (آیت: ٤) هِيَ سَنْكٍ وَكِلٍ"...... پتھر اور مٹی کی۔

سُوْرَةُ ﴿لِاِيْلَافِ قُرَيْشٍ﴾ (ص ٧٤٢)

اس کا نام سورۂ قریش بھی ہے یہ سورت مکی ہے لیکن ضحاک اور عطاء بن سائب نے کہا: یہ مدنی ہے۔ اس میں چار آیتیں ہیں۔

"وَقَالَ مُجَاهِدٌ ﴿لِاِيْلَافِ﴾ (آیت: ١) اَلِفُوْا ذٰلِكَ فَلَا يَشُقُّ عَلَيْهِمْ فِي الشِّتَاءِ وَالصَّيْفِ"...... خوگر ہونے کی وجہ سے وہ اس کے خوگر تھے اس لیے ان پر گرمی اور جاڑوں میں سفر کرنا شاق نہیں تھا ﴿وَاٰمَنَهُمْ﴾ (آیت: ٤) مِنْ كُلِّ عَدُوِّهِمْ فِيْ حَرَمِهِمْ...... اور انہیں ہر دشمن سے امن دیا ان کے حرم میں "قَالَ ابْنُ عُيَيْنَةَ لِاِيْلَافِ: لِنِعْمَتِيْ عَلٰى قُرَيْشٍ"...... اور ابن عیینہ نے کہا: "ایلاف" سے مراد نعمت ہے۔

سُوْرَةُ ﴿اَرَءَيْتَ الَّذِيْ يُكَذِّبُ بِالدِّيْنِ﴾ (ص ٧٤٢)

اس کا دوسرا نام سورۂ ماعون بھی ہے۔ یہ مکی ہے اس میں سات آیتیں ہیں۔

"وَقَالَ مُجَاهِدٌ ﴿يَدُعُّ﴾ يَدْفَعُ (آیت: ٢) عَنْ حَقِّهٖ يُقَالُ هُوَ مِنْ دَعَعْتُ ﴿يُدَعُّوْنَ﴾ (الطور: ١٣) يُدْفَعُوْنَ"...... اور مجاہد نے کہا: حق وصول کرنے سے دھکا دیتا ہے اور کہا جاتا ہے یہ "دَعَعْتُ" سے ہے "يُدَعُّوْنَ" کا معنی ہے: دھکے دیئے جاتے ہیں ﴿سَاهُوْنَ﴾ (آیت: ٥) لَاهُوْنَ...... غافل ہیں، بھولے ہوئے ہیں "وَ﴿الْمَاعُوْنَ﴾ (آیت: ٧) اَلْمَعْرُوْفُ كُلُّهٗ وَقَالَ بَعْضُ الْعَرَبِ الْمَاعُوْنُ: اَلْمَاءُ وَقَالَ عِكْرِمَةُ اَعْلَاهَا الزَّكٰوةُ الْمَفْرُوْضَةُ وَاَدْنَاهَا عَارِيَّةُ الْمَتَاعِ"...... "ماعون" ہر اچھی بات اور بعض عرب نے کہا کہ ماعون سے مراد پانی ہے اور عکرمہ نے کہا: اس کا سب سے اعلیٰ فرض زکوۃ ہے اور ادنیٰ مانگا ہوا برتن۔

سُوْرَۃُ ﴿اِنَّا اَعْطَیْنَاکَ الْکَوْثَرَ﴾ (ص ۷۴۲)

اس کا ایک نام سورۂ کوثر بھی ہے، جمہور کا قول یہ ہے کہ یہ مکی ہے اور قتادہ، حسن بصری اور عکرمہ نے کہا کہ یہ مدنی ہے، اس اختلاف کا سبب یہ ہے کہ اس کے شانِ نزول میں اختلاف ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ یہ عاص بن وائل کے بارے میں نازل ہوئی۔ جب حضور اقدس ﷺ کے شہزادے حضرت قاسم کا وصال ہوا تو عاص بن وائل یا عقبہ بن ابی معیط یا ابوجہل یا قریش کی ایک جماعت نے حضور ﷺ کو ابتر کہا۔ سہیلی نے کہا کہ کعب بن اشرف کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ اس تقدیر پر یہ سورت مدنی ہوگی مگر اس میں کچھ کلام ہے اس لیے کہ اگر کعب بن اشرف نے یہ کہا ہوگا تو حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کے وصال کے موقع پر کہا ہوگا حالانکہ کعب بن اشرف حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کی ولادت سے پہلے ہی مارا جا چکا تھا واللہ اعلم! اس میں تین آیتیں ہیں۔

''وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ ﴿شَانِئَكَ﴾ (آیت:۳) عَدُوَّكَ''...... تیرا دشمن۔

۲۳۳۹- ح: [مَا الْکَوْثَرُ]

۲۳۳۹ - حَدَّثَنَا قَتَادَةُ عَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ لَمَّا عُرِجَ بِالنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلَى السَّمَاءِ قَالَ اَتَيْتُ عَلٰى نَهَرٍ حَافَتَاهُ قِبَابُ اللُّؤْلُؤِ مُجَوَّفًا فَقُلْتُ مَاهٰذَا يَاجِبْرِيْلُ قَالَ هٰذَا الْكَوْثَرُ. (مسلم)

۲۳۴۰ - عَنْ اَبِيْ اِسْحَاقَ عَنْ اَبِيْ عُبَيْدَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَ سَاَلْتُهَا عَنْ قَوْلِهٖ تَعَالٰى ﴿اِنَّا اَعْطَيْنَاكَ الْكَوْثَرَ﴾ قَالَتْ نَهَرٌ اُعْطِيَهُ نَبِيُّكُمْ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَاطِئَاهُ عَلَيْهِ دُرٌّ مُّجَوَّفٌ اٰنِيَتُهٗ كَعَدَدِ النُّجُوْمِ.

(نسائی۔ کتاب التفسیر، کتاب الرقاق۔ باب: الحول ص ۹۷۴)

۲۳۴۱ - عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّهٗ قَالَ فِي الْكَوْثَرِ هُوَ الْخَيْرُ الَّذِيْ اَعْطَاهُ اللّٰهُ اِيَّاهُ قَالَ اَبُوْبِشْرٍ قُلْتُ لِسَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ فَاِنَّ النَّاسَ يَزْعُمُوْنَ اَنَّهٗ نَهَرٌ فِي الْجَنَّةِ فَقَالَ سَعِيْدٌ اَلنَّهَرُ الَّذِيْ فِي الْجَنَّةِ مِنَ الْخَيْرِ الَّذِيْ اَعْطَاهُ اللّٰهُ اِيَّاهُ.

کوثر سے کیا مراد ہے؟

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ جب نبی ﷺ کو آسمان پر لے جایا گیا (معراج کی شب تو) فرمایا: میں ایک نہر پر گیا جس کے دونوں کناروں پر جوف دار موتی کے گول خیمے تھے، میں نے پوچھا یہ کیا ہے اے جبریل؟ عرض کیا: یہ کوثر ہے۔

ابوعبیدہ نے کہا: میں نے اُمّ المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے قول ''انا اعطینك الکوثر'' کی تفسیر پوچھی، تو فرمایا: یہ ایک نہر ہے جو تمہارے نبی ﷺ کو عطا کی گئی ہے جس کے کناروں پر جوف دار موتی ہیں، اس کے برتن ستاروں کی تعداد کے مثل ہیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کوثر کی تفسیر میں فرمایا: اس سے مراد وہ خیر ہے جو اللہ نے حضور کو عطا فرمایا۔ ابوبشر نے کہا: میں نے سعید ابن جبیر سے پوچھا: لوگ گمان کرتے ہیں کہ وہ جنت میں ایک نہر کا نام ہے تو سعید نے فرمایا: یہ جنت کی نہر بھی اسی خیر سے ہے جو اللہ نے حضور کو عطا فرمایا۔

سُوْرَۃُ ﴿قُلْ یٰٓاَیُّهَا الْکٰفِرُوْنَ﴾ (ص ۷۴۲)

اس کا دوسرا نام سورۂ کافرون بھی ہے، یہ مکی ہے، اس میں چھ آیتیں ہیں۔

ولید بن مغیرہ، عاص بن وائل، حارث بن قیس سہمی، اسود بن عبد یغوث اور اسود بن عبدالمطلب امیہ بن خلف نے کہا: اے محمد (ﷺ)! آپ ہمارے دین کی پیروی کیجیے تو ہم آپ کے دین کی پیروی کریں گے اور ہم آپ کو اپنے ہر معاملے میں شریک کرلیں گے۔ ایک سال آپ ہمارے معبودوں کی پرستش کیجیے ایک سال ہم آپ کے معبود کی پرستش کریں گے۔ حضور ﷺ نے فرمایا: معاذ اللہ! میں اللہ کے ساتھ کسی اور کو شریک کروں؟

يُقَالُ ﴿لَكُمْ دِيْنُكُمْ﴾ اَلْكُفْرُ. ﴿وَلِيَ دِيْنِ﴾ (آیت:٦) اَلْإِسْلَامُ وَلَمْ يَقُلْ دِيْنِي لِاَنَّ الْاٰيَاتِ بِالنُّوْنِ، فَحُذِفَتِ الْيَاءُ كَمَا قَالَ ﴿يَهْدِيْنِ﴾ (الشعراء:٧٨) وَ﴿يَشْفِيْنِ﴾ (الشعراء:٨٠)''...... کہا گیا: مراد یہ ہے کہ تمہارے لیے تمہارا دین کفر ہے اور میرے لیے میرا دین اسلام ہے اور'' دینی ''نہیں فرمایا' اس لیے کہ شروع آیتوں کے آخر میں نون تھا تو ان کی رعایت کی وجہ سے یاء کو حذف کردیا گیا' جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے قول'' یھدین و یسقین ''میں ہے کہ اصل میں'' یھدینی و یسقینی ''تھا' رعایت فصل کے لیے یاء کو حذف کردیا گیا۔ اسی طرح یہاں'' دینی '' تھا' یاء کو حذف کردیا'' وَقَالَ غَيْرُهُ ﴿لَا اَعْبُدُ مَا تَعْبُدُوْنَ﴾ (آیت:٢) اَلْاٰنَ وَلَا اُجِيْبُكُمْ فِيْمَا بَقِيَ مِنْ عُمُرِيْ''...... یعنی جن کو تم پوجتے ہو ان کی پرستش نہ اب کروں گا اور نہ عمر بھر ﴿وَلَا اَنْتُمْ عَابِدُوْنَ مَا اَعْبُدُ﴾ (آیت:٣-٥) وَهُمُ الَّذِيْنَ قَالَ ﴿وَلَيَزِيْدَنَّ كَثِيْرًا مِّنْهُمْ مَا اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ طُغْيَانًا وَّكُفْرًا﴾ (المائدہ:٦٤-٦٨)...... اور نہ تم لوگ اس کی پرستش کرو گے جس کی میں عبادت کرتا ہوں' یہی وہ لوگ ہیں جن کے بارے میں فرمایا: تمہاری جانب تمہارے رب کی طرف سے جو کچھ اتارا گیا کافروں میں سے بہتوں کے کفر اور سرکشی کو زیادہ کردیتا ہے۔

سُوْرَةُ ﴿اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ﴾ (ص ٧٤٢)

اس کا نام سورۂ نصر اور سورۂ فتح بھی ہے۔ پوری سورۃ سب سے آخری یہی نازل ہوئی ہے۔ حنین سے واپس ہوتے وقت نازل ہوئی تھی۔ اس کے بعد رسول اللہ ﷺ قریب قریب دو سال حیاتِ ظاہری میں رہے۔ یہ سورۃ جب نازل ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کو سنائی لیکن حضرت عبداللہ بن عباس نے سنا تو روئے۔ حضور ﷺ نے ان سے پوچھا: کیوں رو رہے ہو؟ تو انہوں نے عرض کیا کہ حضور نے اپنے دنیا سے تشریف لے جانے کی اس میں خبر دی ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا: تو نے سچ کہا۔ رسول اللہ ﷺ نے ان کے سر پر ہاتھ پھیرا اور دُعا کی: اے اللہ! اس کو دین میں سمجھ عطا فرما اور اس کو تاویل سکھا۔ اس میں تین آیتیں ہیں۔

بَابُ [النصر:٣ کی تفسیر]

قَوْلِهٖ ﴿فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ اِنَّهٗ كَانَ تَوَّابًا ○﴾ (آیت:٣). (ص ٧٤٣)

اللہ تعالیٰ کے اس قول کی تفسیر: تو اپنے رب کی ثناء کرتے ہوئے اس کی پاکی بولو اور اس سے بخشش چاہو بے شک وہ بہت توبہ قبول کرنے والا ہے○

''تَوَّابٌ عَلَى الْعِبَادِ وَالتَّوَّابُ مِنَ النَّاسِ التَّائِبُ مِنَ الذَّنْبِ''...... بندوں کی توبہ قبول فرمانے والا ہے اور لوگوں میں ''تواب'' وہ ہے جو گناہ سے توبہ کرنے یعنی توبہ کی نسبت جب اللہ تعالیٰ کی طرف ہوتی ہے تو اس کے معنی ہوتے ہیں: توبہ قبول کرنے والا اور جب بندوں کی طرف ہوتی ہے تو اس کے معنی ہوتے ہیں: گناہوں سے توبہ کرنے والا' گناہ چھوڑنے والا۔

سُوْرَةُ ﴿تَبَّتْ يَدَآ اَبِيْ لَهَبٍ وَّتَبَّ﴾ (ص ٧٤٣)

اس کا نام سورۂ لہب بھی ہے یہ مکی ہے اس میں پانچ آیتیں ہیں۔

یہ سورت ابولہب کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ ابولہب کا نام عبدالعزیٰ تھا۔ ابولہب اس کی کنیت ہے اس بناء پر کہ اس کے ایک بیٹے کا نام لہب تھا یا اس لیے کہ اس کا چہرہ بہت سرخ تھا۔ انجام کار میں اس کی کنیت اس پر حقیقی معنی کے اعتبار سے صادق ہوئی' وہ بھڑکتی ہوئی آگ میں گیا ﴿تَبَابٌ﴾ (الغافر:٣٧) خُسْرَانٌ. ﴿تَتْبِيْبٌ﴾ (ھود:١٠١) تَدْمِيْرٌ...... ''تباب'' کے معنی ہیں: نقصان اور ''تتبیب'' کے معنی ہیں: ہلاک کرنا۔

بَابٌ [اللہب: ۴ کی تفسیر]

قَوْلِهٖ ﴿وَامْرَاَتُهٗ حَمَّالَةَ الْحَطَبِ O﴾ (آیت:٤). اللہ تعالیٰ کے اس قول کی تفسیر: اور اس کی جورو لکڑیوں کا گٹھا سر پر اٹھاتی O (ص ۷۴۳)

''وَقَالَ مُجَاهِدٌ ﴿حَمَّالَةَ الْحَطَبِ﴾ تَمْشِيْ بِالنَّمِيْمَةِ''...... ''حَمَّا لَةَ الْحَطَبِ'' سے مراد چغلی کرتی پھرتی ہے ﴿فِيْ جِيْدِهَا حَبْلٌ مِّنْ مَّسَدٍ﴾ (آیت:٥) يُقَالُ مِنْ مَّسَدٍ لِيْفِ الْمُقْلِ وَهِيَ السِّلْسِلَةُ الَّتِيْ فِي النَّارِ...... اس کی گردن میں مونج کی رسی ہے' یعنی گوگل کی چھال کی رسی اور یہ وہ زنجیر ہے جو جہنم میں ہوگی۔

سُوْرَةُ ﴿قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ﴾ (ص ۷۴۳)

اس سورت کا دوسرا نام سورۂ اخلاص بھی ہے' یہ مکی ہے اور ایک قول یہ ہے کہ یہ مدنی ہے۔ اس میں چار آیتیں ہیں۔ جب قریش یا کعب بن اشرف یا مالک بن سعد یا عامر بن طفیل عامری نے کہا: ہمارے رب کا نسب بیان کیجئے یا یہ کہا: ہمارے رب کا حلیہ بیان کیجئے تو اس پر یہ سورت نازل ہوئی۔

''يُقَالُ لَا يُنَوَّنُ ﴿اَحَدٌ﴾ اَيْ وَاحِدٌ''...... کہا گیا کہ ''احد'' پر تنوین نہیں پڑھی جائے گی' ہمیشہ وقف کیا جائے گا' یعنی وہ ایک ہے۔

بَابٌ [الاخلاص: ۲ کی تفسیر]

قَوْلِهٖ ﴿اَللّٰهُ الصَّمَدُ O﴾ (آیت:٢). (ص ۷۴۴) اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی تفسیر: اللہ بے نیاز ہے O

''وَالْعَرَبُ تُسَمِّيْ اَشْرَافَهَا الصَّمَدَ قَالَ اَبُوْ وَائِلٍ هُوَ السَّيِّدُ الَّذِيْ اِنْتَهٰى سُؤْدَدُهٗ''...... اہل عرب اپنے رؤسا کو ''صمد'' کہا کرتے تھے' ابووائل نے کہا: ''صمد'' کے معنی ہیں: وہ سردار جو سیادت میں انتہا کو پہنچا ہو۔

اقول: اسی لیے ''صمد'' کا اطلاق کسی مخلوق پر جائز نہیں بلکہ فقہاء نے کفر لکھا ہے'' ''كُفُوًا وَ كَفِيْئًا وَكِفَاءً وَاحِدٌ'' سب کا معنی ایک ہے' یعنی جوڑ۔

سُوْرَةُ ﴿قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ﴾ (ص ۷۴۴)

اس کا دوسرا نام سورۂ فلق بھی ہے۔ یہ مدنی ہے اس میں پانچ آیتیں ہیں۔

''وَقَالَ مُجَاهِدٌ ﴿غَاسِقٍ﴾ اَللَّيْلُ. ﴿اِذَا وَقَبَ﴾ (آیت:٣) غُرُوْبُ الشَّمْسِ يُقَالُ اَبْيَنُ مِنْ فَرَقِ الصُّبْحِ وَفَلَقِ الصُّبْحِ ﴿وَقَبَ﴾ اِذَا دَخَلَ فِيْ كُلِّ شَيْءٍ وَّاَظْلَمَ''...... اور مجاہد نے کہا: ''غاسق'' اندھیری ڈالنے والی' اس سے مراد رات ہے ''اِذَا وَقَبَ'' جب سورج ڈوب جائے' کہا جاتا ہے وہ ''فرقُ الصبح' فلقُ الصبح'' سے زیادہ ظاہر ہے' یعنی لفظ ''فلق''، ''وَقَبَ'' کے معنی میں ہے' جب ہر چیز میں داخل ہو جائے اور اسے تاریک کر دے۔

٢٣٤٢ - عَنْ زِرِّ بْنِ حُبَيْشٍ قَالَ سَاَلْتُ اُبَيَّ بْنَ كَعْبٍ عَنِ الْمُعَوِّذَتَيْنِ فَقَالَ سَاَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ قِيْلَ لِيْ فَقُلْتُ' فَنَحْنُ نَقُوْلُ كَمَا قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ. (نسائی۔ کتاب التفسیر)

زر سے روایت ہے: انہوں نے کہا کہ میں نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے معوذتین کے بارے میں پوچھا: یہ قرآن سے ہے یا نہیں؟ تو انہوں نے بتایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ پوچھا تو آپ نے فرمایا: مجھ سے کہا گیا: کہو! تو میں نے کہا حضرت

ابی نے فرمایا: پس ہم بھی وہی کہتے ہیں جو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ معوذتین قرآن سے نہیں، اسی لیے انہوں نے اسے اپنے مصحف میں نہیں لکھا۔ اسی کو دوسری روایت میں یوں بیان کیا کہ زر نے حضرت ابن ابی کعب سے یوں کہا: آپ کے بھائی ابن مسعود ایسا ایسا کہتے ہیں، یہ قرآن کا جزء نہیں، یہ تو حضور ﷺ کو حکم ہوا تھا کہ ان کلمات کے ساتھ تعوذ کریں۔ حضرت ابی بن کعب کے جواب کا حاصل یہ ہے کہ یہ قرآن سے ہے جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے، اسی پر اُمت کا اجماع ہے کہ معوذتین قرآن مجید کا جزء ہیں اور یہ رسول اللہ ﷺ سے بتواتر منقول ہیں اور سارے مصاحف میں مکتوب ہیں اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے جو کچھ فرمایا اپنے اجتہاد سے فرمایا۔ ہوسکتا ہے کہ ان کو تواتر کا علم نہ رہا ہو اور ایک دو آدمیوں کے اختلاف سے اجماع میں کوئی خلل نہیں پڑتا۔

سُوْرَةُ ﴿قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ﴾ (ص ۷۴۴)

اس کا دوسرا نام سورۂ ناس بھی ہے، یہ سورت مدنی ہے، اس میں چھ آیتیں ہیں۔

"وَيُذْكَرُ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ ﴿الْوَسْوَاسِ﴾ (آیت:٤) إِذَا وُلِدَ خَنَسَهُ الشَّيْطَانُ فَإِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ ذَهَبَ وَإِذَا لَمْ يُذْكَرِ اللّٰهُ ثَبَتَ عَلٰى قَلْبِهِ"......اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ذکر کیا جاتا ہے کہ دلوں میں برے خطرے ڈالنے والا یہ وہ شیطان ہے کہ جب بچہ پیدا ہوتا ہے تو اسے کونچے مارتا ہے۔ جب اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے تو چلا جاتا ہے اور اگر اللہ کا ذکر نہ کیا جائے تو دل پر جم جاتا ہے۔

توضیح

"خَنَسَ" کے معنی لوٹنے کے ہیں جو یہاں بنتا نہیں۔ امام قاضی عیاض نے فرمایا کہ کاتبوں کی تصحیف ہے، یہ اصل میں "نخسهٗ" تھا۔ واللہ اعلم!

❁❁❁❁❁

بسم اللہ الرحمن الرحیم

٦٦- کِتَابُ [اَبْوَابِ] فَضَائِلِ الْقُرْاٰنِ (ص ۷۴۴)

[قرآن کے فضائل کا بیان]

بَابُ كَيْفَ نُزُوْلُ الْوَحْيِ، وَاَوَّلُ مَا نَزَلَ (ص ۷۴۴)

اس کا بیان کہ وحی کیسے نازل ہوئی اور پہلے کیا نازل ہوا؟

''قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ اَلْمُهَيْمِنُ اَلْاَمِيْنُ اَلْقُرْاٰنُ اَمِيْنٌ عَلٰى كُلِّ كِتَابٍ قَبْلَهٗ''...... ''مھیمن'' کے معنی امین کے ہیں؛ قرآن اپنے سے پہلے ہر کتاب پر امین ہے۔

ارشاد تھا: ''وَ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ الْكِتٰبِ وَ مُهَيْمِنًا عَلَيْهِ'' (المائدہ:۴۸) اور ہم نے آپ پر کتاب اُتاری حق کے ساتھ جو اپنے سامنے کی تمام کتابوں کی تصدیق کرنے والی ہے اور ان کی محافظ ہے۔

۲۳۴۳- ح: [مَا مِنَ الْاَنْبِيَاءِ نَبِيٌّ اِلَّا اُعْطِيَ مَامِثْلُهٗ اٰمَنَ عَلَيْهِ الْبَشَرُ]

ہر نبی کو اسی کے مطابق معجزے دیئے گئے جتنے لوگ ان پر ایمان لائے

۲۳۴۳- حَدَّثَنَا سَعِيْدٌ الْمَقْبُرِيُّ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا مِنَ الْاَنْبِيَاءِ نَبِيٌّ اِلَّا اُعْطِيَ مَامِثْلُهٗ اٰمَنَ عَلَيْهِ الْبَشَرُ وَاِنَّمَا الَّذِيْ اُوْتِيْتُ وَحْيًا اَوْحَاهُ اللّٰهُ اِلَيَّ فَاَرْجُوْ اَنْ اَكُوْنَ اَكْثَرَهُمْ تَابِعًا يَّوْمَ الْقِيَامَةِ.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر نبی کو اسی کے مطابق معجزے دیئے گئے جتنے لوگ ان پر ایمان لائے اور مجھے وہ وحی دی گئی جو اللہ نے میری طرف کی؛ اور میں اُمید کرتا ہوں کہ قیامت کے دن میرے متبعین سب سے زیادہ ہوں گے۔

(بخاری۔ کتاب الاعتصام۔ باب: قول النبی بعثت بجوامع الکلم ص ۱۰۸۰؛ مسلم۔ کتاب الایمان؛ نسائی۔ کتاب التفسیر وفضائل القرآن)

مراد یہ ہے کہ ہر نبی کو دعوائے نبوت کے ثبوت کے لیے معجزہ دیا گیا اور یہ معجزہ اس نبی کے عہد کے مطابق ہوتا تھا جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں جادوگروں کا زور تھا تو آپ کو عصا دیا گیا جو اژدہا ہو جاتا تھا جس نے تمام ساحروں کے سحر کو باطل کر دیا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں طب کا زور تھا تو ان کو مردہ جلانے کا معجزہ عطا فرمایا گیا جس سے تمام اطباء عاجز تھے اور ہمارے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں بلاغت کا زور تھا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو قرآن مجید دیا گیا جس کی چھوٹی سی سورت سورۂ کوثر کے معارضہ سے پوری دنیا عاجز رہی۔

٢٣٤٤- ح: [اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى تَتَابَعَ عَلٰى رَسُوْلِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْوَحْىَ قَبْلَ وَفَاتِهٖ]

٢٣٤٤- عَنْ صَالِحِ ابْنِ كَيْسَانَ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ: اَخْبَرَنِىْ اَنَسُ بْنُ مَالِكٍ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ: اَنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى تَابَعَ عَلٰى رَسُوْلِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْوَحْىَ قَبْلَ وَفَاتِهٖ حَتّٰى تَوَفَّاهُ اَكْثَرَ مَا كَانَ الْوَحْىُ، ثُمَّ تُوُفِّىَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْدُ.

(مسلم، نسائی۔ کتاب فضائل القرآن)

اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے قریب مسلسل وحی بھیجنی شروع کی

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے کہا کہ بے شک اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول پر وفات کے قریب مسلسل وحی بھیجنی شروع کی، پہلے کی بہ نسبت بہت زیادہ، پھر اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اُٹھا لیا گیا۔

بَابُ تَاْلِيْفِ الْقُرْاٰنِ (ص ٧٤٧)

٢٣٤٥- وَاَخْبَرَنِىْ يُوْسُفُ بْنُ مَاهَكٍ قَالَ اِنِّىْ عِنْدَ عَائِشَةَ اُمِّ الْمُؤْمِنِيْنَ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهَا اِذْ جَاءَهَا عِرَاقِىٌّ فَقَالَ اَىُّ الْكَفَنِ خَيْرٌ؟ قَالَتْ وَيْحَكَ وَمَا يَضُرُّكَ؟ قَالَ يَا اُمَّ الْمُؤْمِنِيْنَ اَرِيْنِىْ مُصْحَفَكِ. قَالَتْ لِمَ؟ قَالَ لَعَلِّىْ اُؤَلِّفُ الْقُرْاٰنَ عَلَيْهِ فَاِنَّهٗ يُقْرَاُ غَيْرَ مُؤَلَّفٍ قَالَتْ وَمَا يَضُرُّكَ اَيَّةَ قَرَاْتَ قَبْلُ اِنَّمَا نَزَلَ اَوَّلَ مَا نَزَلَ مِنْهُ سُوْرَةٌ مِّنَ الْمُفَصَّلِ فِيْهَا ذِكْرُ الْجَنَّةِ وَالنَّارِ، حَتّٰى اِذَا ثَابَ النَّاسُ اِلَى الْاِسْلَامِ نَزَلَ الْحَلَالُ وَالْحَرَامُ، وَلَوْ نَزَلَ اَوَّلَ شَىْءٍ لَا تَشْرَبُوا الْخَمْرَ لَقَالُوْا لَا نَدَعُ الْخَمْرَ اَبَدًا، وَلَوْ نَزَلَ لَا تَزْنُوْا لَقَالُوْا لَا نَدَعُ الزِّنَا اَبَدًا، لَقَدْ نَزَلَ بِمَكَّةَ عَلٰى مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاِنِّىْ لَجَارِيَةٌ اَلْعَبُ ﴿بَلِ السَّاعَةُ مَوْعِدُهُمْ وَالسَّاعَةُ اَدْهٰى وَاَمَرُّ۝﴾ (القمر ٤٦)، وَمَا نَزَلَتْ سُوْرَةُ الْبَقَرَةِ وَالنِّسَاءِ اِلَّا وَاَنَا عِنْدَهٗ، قَالَ فَاَخْرَجَتْ لَهُ الْمُصْحَفَ فَاَمْلَتْ عَلَيْهِ اٰىَ السُّوَرِ. (نسائی۔ کتاب التفسیر و فضائل القرآن)

قرآن کے جمع کرنے کا بیان

یوسف بن ماہک نے کہا: میں حضرت عائشہ اُمّ المؤمنین کی خدمت میں حاضر تھا کہ ایک عراقی آیا اور اس نے پوچھا: کون سا کفن بہتر ہے؟ فرمایا: تیرے لیے خرابی ہو اور تجھے کیا چیز ضرر دے گی؟ اس نے کہا: اے اُمّ المؤمنین! اپنا مصحف مجھے دکھائیے! فرمایا: کیوں؟ اس نے کہا: تاکہ میں اس کے مطابق قرآن کی ترتیب دے لوں اس لیے کہ قرآن بغیر ترتیب کے پڑھا جاتا ہے۔ فرمایا: تیرا کچھ نقصان نہیں جو بھی پہلے پڑھے۔ پہلے قرآن سے سورۂ مفصل نازل ہوئی جس میں جنت و دوزخ کا ذکر ہے یہاں تک کہ جب لوگ اسلام کی طرف بڑھے تو حلال و حرام نازل ہوا۔ اگر پہلے ہی نازل ہو جاتا کہ شراب نہ پیو تو لوگ کہتے: ہم کبھی بھی شراب نہیں چھوڑیں گے اور اگر نازل ہوتا کہ زنا مت کرو، تو لوگ کہتے: ہم زنا کبھی بھی نہیں چھوڑیں گے۔ مکہ میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر اس وقت یہ آیت نازل ہوئی جب میں بچی تھی کھیلا کرتی تھی: بلکہ قیامت ان کے وعدے کا وقت ہے اور قیامت سخت ہولناک اور کڑوی ہے۝ اور سورۂ بقرہ اور نساء اس وقت نازل ہوئیں کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھی۔ اس کے بعد اُمّ المؤمنین نے مصحف نکالا اور اسے سورتوں کی آیتیں لکھوائیں۔

یوسف بن ماہک غیر منصرف ہے عجمہ اور علیت کی وجہ سے "وَمَا يَضُرُّكَ" یعنی جب تو مر گیا تو تجھے کیسا ہی کفن دیا جائے

تجھے کیا تکلیف ہو گی؟ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے اپنے اہتمام سے مصاحف لکھوا کر بلاد اسلامیہ میں بھیجے اور یہ حکم صادر فرمایا کہ اسی کے مطابق قرآن پڑھا جائے اور لکھا جائے اور بقیہ دوسرے مصاحف کو ضائع کر دیا جائے' جب کوفہ میں یہ مصحف عثمانی پہنچا تو حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے اس سے موافقت نہیں فرمائی' تو اپنا مصحف ضائع کیا اور نہ اپنی قراءت سے رجوع کیا۔ غالباً اس عراقی کے پاس ایسا ہی کوئی مصحف تھا جو مصحف عثمانی کی تالیف سے الگ تھا۔ اُم المومنین کے فرمانے کا مطلب یہ تھا کہ تمہارے پاس جو مصحف ہے اس کے مطابق پڑھو اس میں کوئی حرج نہیں۔

لیکن اس پر اجماع منعقد ہو گیا کہ قرآن مجید کو مصحف عثمانی کے مطابق لکھا جائے اور اسی کے مطابق پڑھا جائے اور اب اس کے خلاف لکھنا اور پڑھنا جائز نہیں۔

بَابُ الْقُرَّاءِ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (ص ٧٤٨)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں سے قاریوں کا بیان

٢٣٤٦- ح: [كَانَ عَبْدُ اللّٰهِ اَعْلَمَ بِكِتَابِ اللّٰهِ]

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما کتاب اللہ کے سب سے بڑے عالم تھے

٢٣٤٦ - حَدَّثَنَا شَقِيقُ بْنُ سَلَمَةَ قَالَ خَطَبَنَا عَبْدُ اللّٰهِ فَقَالَ وَاللّٰهِ لَقَدْ اَخَذْتُ مِنْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِضْعًا وَّسَبْعِيْنَ سُوْرَةً وَاللّٰهِ لَقَدْ عَلِمَ اَصْحَابُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنِّيْ مِنْ اَعْلَمِهِمْ بِكِتَابِ اللّٰهِ وَمَا اَنَا بِخَيْرِهِمْ قَالَ شَقِيقٌ فَجَلَسْتُ فِي الْحَلَقِ اَسْمَعُ مَا يَقُوْلُوْنَ فَمَا سَمِعْتُ رَادًّا يَّقُوْلُ غَيْرَ ذٰلِكَ. (مسلم۔ کتاب الفضائل)

شقیق بن سلمہ نے کہا: حضرت عبداللہ بن مسعود نے ہمیں خطبہ دیا اور فرمایا: بخدا! میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دہن پاک سے ستر سے اوپر کچھ سورتیں سیکھی ہیں۔ بخدا! صحابہ جانتے ہیں میں ان سب سے زیادہ کتاب اللہ کا جاننے والا ہوں اور میں ان سے بہتر نہیں ہوں۔ شقیق نے کہا: میں حلقے میں بیٹھا تھا تاکہ سنوں لوگ کیا کہتے ہیں؟ میں نے نہیں سنا کہ کسی رد کرنے والے نے اس کے علاوہ کچھ اور کہا۔

٢٣٤٧- ح: [اِعْتِرَاضُ الرَّجُلِ عَلٰى قِرَاءَةِ عَبْدِ اللّٰهِ]

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی قراءت پر ایک شخص کا اعتراض

٢٣٤٧ - عَنْ عَلْقَمَةَ قَالَ كُنَّا بِحِمْصَ فَقَرَاَ ابْنُ مَسْعُوْدٍ سُوْرَةَ يُوْسُفَ فَقَالَ رَجُلٌ مَّا هٰكَذَا اُنْزِلَتْ قَالَ قَرَاْتُ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اَحْسَنْتَ وَوَجَدَ مِنْهُ رِيْحَ الْخَمْرِ فَقَالَ: اَتَجْمَعُ اَنْ تُكَذِّبَ بِكِتَابِ اللّٰهِ وَتَشْرَبَ الْخَمْرَ؟ فَضَرَبَهُ الْحَدَّ.

علقمہ سے روایت ہے کہ ہم حمص میں تھے' حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے سورۂ یوسف پڑھی' ایک شخص نے کہا: اس طرح نہیں نازل کی گئی ہے' حضرت ابن مسعود نے فرمایا: میں نے اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر پڑھا ہے۔ اس نے کہا: اچھا کیا۔ آپ نے اس کے منہ سے شراب کی بو محسوس کی۔ فرمایا: تو دو جرم اکٹھے کرتا ہے کتاب اللہ کو جھٹلاتا ہے اور شراب پیتا ہے' پھر اس پر حد جاری کی۔

کہا گیا ہے کہ یہ کہنے والے نہیک بن سنان تھے۔ اس حدیث پر دو اشکال ہیں۔ اس پر اجماع ہے کہ اگر کسی نے قرآن مجید کے کسی ایک حرف کا انکار کیا تو وہ کافر ہے۔ اس کا جواب یہ دیا گیا کہ اس شخص کا انکار لاعلمی کی بناء پر تھا' وہ نہیں جانتا تھا کہ جس طرح

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ نے پڑھا ہے اسی طرح نازل ہوا ہے۔ اس عہد میں مصاحف کا اختلاف اور قراءتوں کا اختلاف سب کو معلوم تھا۔ اس کا بھی احتمال ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ نے کوئی قراءت شاذہ پڑھی ہو۔ دوسرا اشکال یہ ہے کہ محض شراب کی بو منہ سے آنے کی بناء پر حد قائم کرنا جائز نہیں۔ کبھی کبھی بعض چیزیں کھانے کے بعد منہ سے شراب کی بو آتی ہے۔ حد جاری کرنے کے لیے ضروری ہے یا تو اقرار کرے یا گواہوں سے ثابت ہو نیز حد جاری کرنا حاکم اسلام کا کام ہے۔ اس کا جواب یہ دیا گیا کہ جب اس سے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ نے کہا کہ تو شراب پیتا ہے تو اس نے انکار نہیں کیا۔ اپنے اجتہاد سے انہوں نے اس سکوت کو اقرار سمجھا' اور اس کا بھی امکان ہے کہ امیر کی جانب سے انہیں حد جاری کرنے کی اجازت رہی ہو' پھر وہ مجتہد تھے' ہو سکتا ہے ان کا مذہب یہ ہو کہ جو عالم مقتدیٰ ہو وہ حد جاری کر سکتا ہے۔

٢٣٤٨- ح: [قَوْلُ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنْ لَّا اَحَدَ اَعْلَمُ بِكِتَابِ اللّٰهِ مِنِّيْ]

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما کا قول: مجھ سے زیادہ کتاب اللہ کا علم رکھنے والا کوئی نہیں

٢٣٤٨- عَنْ مَّسْرُوْقٍ قَالَ قَالَ عَبْدُاللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: وَاللّٰهِ الَّذِيْ لَا اِلٰهَ غَيْرُهٗ مَا اُنْزِلَتْ سُوْرَةٌ مِّنْ كِتَابِ اللّٰهِ اِلَّا اَنَا اَعْلَمُ اَيْنَ اُنْزِلَتْ وَلَا اُنْزِلَتْ اٰيَةٌ مِّنْ كِتَابِ اللّٰهِ اِلَّا اَنَا اَعْلَمُ فِيْمَ اُنْزِلَتْ وَلَوْ اَعْلَمُ اَحَدًا اَعْلَمَ مِنِّيْ بِكِتَابِ اللّٰهِ تُبَلِّغُهُ الْاِبِلُ لَرَكِبْتُ اِلَيْهِ.

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ نے کہا: اس اللہ کی قسم جس کے سوا کوئی معبود نہیں! کتاب اللہ کی جو سورت بھی نازل ہوئی اس کے بارے میں' میں جانتا ہوں کہاں نازل ہوئی اور کتاب اللہ کی کوئی آیت بھی نازل ہوئی تو میں جانتا ہوں کس بارے میں نازل ہوئی اور اگر میں کسی کو جانتا کہ وہ مجھ سے زیادہ کتاب اللہ کا علم رکھتا ہے اور وہ دور دراز ہوتا جہاں اونٹ سے جانا پڑتا تو میں سوار ہو کر اس کے پاس جاتا۔

[قراء صحابہ کی تعداد]

باب تھا صحابہ کرام میں قراء کتنے تھے؟ اس سلسلے میں پہلے امام بخاری نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی یہ حدیث ذکر کی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قرآن چار اشخاص سے سیکھو (١) عبداللہ بن مسعود (٢) سالم (٣) معاذ بن جبل (٤) ابی بن کعب رضی اللہ عنہم لیکن یہ حصر کے لیے نہیں' خلفاء اربعہ بھی قراء میں شامل تھے۔ اسی طرح اس حدیث کے بعد مذکور ہے کہ حضرت انس رضی اللہ نے فرمایا کہ قرآن کو چار اشخاص کے علاوہ اور کسی نے جمع نہیں کیا' ابوالدرداء' معاذ بن جبل' زید بن ثابت اور ابو زید رضی اللہ عنہم۔ یہ بھی حصر کے لیے نہیں' مفہوم عدد حجت نہیں۔ علامہ عینی نے فرمایا کہ ان کے علاوہ خلفاء اربعہ اور عبداللہ بن عمرو بن عاص' عبادہ بن صامت' ابو ایوب انصاری' ابو موسیٰ اشعری' قیس بن ابی صعصعہ' عمرو بن زید انصاری بدری اور ان کے علاوہ اور حضرات کے نام بھی شمار کرائے ہیں حتیٰ کہ امہات المومنین میں سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ کو بھی ذکر کیا ہے۔

بَابُ فَضْلِ ﴿قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ﴾ (ص٧٥٠)

"قل هو الله احد" کی فضیلت کا بیان

٢٣٤٩- عَنْ اَبِيْ سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ اَنَّ رَجُلًا سَمِعَ رَجُلًا يَقْرَاُ ﴿قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ﴾ (الاخلاص:١) يُرَدِّدُهَا' فَلَمَّا اَصْبَحَ جَاءَ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ ذٰلِكَ لَهٗ وَكَاَنَّ الرَّجُلَ يَتَقَالُّهَا' فَقَالَ رَسُوْلُ

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ سے روایت ہے کہ ایک صاحب نے ایک صاحب کو سنا کہ "قل هو الله احد" پڑھ رہے ہیں اور اسے بار بار دہرا رہے ہیں تو جب صبح ہوئی تو انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر اس کا تذکرہ کیا' وہ صاحب گویا

اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ، اِنَّھَا لَتَعْدِلُ ثُلُثَ الْقُرْاٰنِ.

اسے کم سمجھ رہے تھے تو رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے! یہ تہائی قرآن کے برابر ہے۔

(بخاری۔ کتاب التوحید۔ باب: دعاء النبی صلی اللہ علیہ وسلم ص۱۰۹۷، کتاب الایمان والنذور۔ باب: کیف کانت یمین النبی ص ۹۸۳)

[''قل ھو اللہ احد'' ایک تہائی قرآن کے برابر ہے]

اس کے بعد والی روایت میں ہے کہ وہ صبح تک ''قل ھو اللہ احد'' پڑھتے رہے۔ اس پر کچھ زیادہ نہیں کیا' اور تیسری روایت میں یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب سے فرمایا: کیا تم اس سے عاجز ہو کہ ایک رات میں تہائی قرآن پڑھو' یہ لوگوں پر شاق ہوا۔ لوگوں نے عرض کیا: ہم میں سے کون اس کی طاقت رکھتا ہے یارسول اللہ! فرمایا: ''اللّٰہ الواحد الصمد'' ثلث قرآن ہے۔ مراد یہ ہے کہ اس کا ثواب تہائی قرآن پڑھنے کے برابر ہے۔

بَابُ فَضْلِ الْمُعَوِّذَاتِ (ص۷۵۰)

معوذات کی فضیلت کا بیان

''معوذات'' میں ''قل اعوذ برب الفلق' قل اعوذ برب الناس'' کے ساتھ ''قل ھو اللہ احد'' بھی داخل ہے' اسی لیے جمع کا صیغہ لائے۔

٢٣٥٠- ح: [اَلنَّفْثُ بِالْمُعَوِّذَاتِ عَلَی الْمَرِیْضِ]

بیمار پر معوذات پڑھ کر دم کرنا

٢٣٥٠ - عَنْ عُرْوَۃَ عَنْ عَائِشَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ اِذَا اشْتَکٰی یَقْرَأُ عَلٰی نَفْسِہٖ بِالْمُعَوِّذَاتِ وَیَنْفُثُ، فَلَمَّا اشْتَدَّ وَجَعُہٗ کُنْتُ اَقْرَأُ عَلَیْہِ، وَاَمْسَحُ بِیَدِہٖ رَجَاءَ بَرَکَتِھَا.

(مسلم' ابوداؤد' نسائی' ابن ماجہ۔ کتاب الطب)

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب بیمار پڑے تو معوذات پڑھ کر اپنے اوپر دم فرماتے۔ پس جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بیماری سخت ہوئی تو میں حضور پر پڑھتی اور حضور کے ہاتھ کو حضور کے جسم پر پھیرتی اس کی برکت کی امید پر۔

٢٣٥١- ح: [عَمَلُ وَقْتِ النَّوْمِ]

سوتے وقت کا عمل

٢٢٥١ - عَنْ عُرْوَۃَ عَنْ عَائِشَۃَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ اِذَا اَوٰی اِلٰی فِرَاشِہٖ کُلَّ لَیْلَۃٍ جَمَعَ کَفَّیْہِ ثُمَّ نَفَثَ فِیْھِمَا، فَقَرَأَ فِیْھِمَا ﴿قُلْ ھُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ﴾ وَ﴿قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ﴾ وَ﴿قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ﴾ ثُمَّ یَمْسَحُ بِھِمَا مَا اسْتَطَاعَ مِنْ جَسَدِہٖ، یَبْدَأُ بِھِمَا عَلٰی رَأْسِہٖ وَوَجْھِہٖ، وَمَا اَقْبَلَ مِنْ جَسَدِہٖ، یَفْعَلُ ذٰلِکَ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ.

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب اپنے بچھونے پر تشریف لے جاتے تو ہر رات اپنی دونوں ہتھیلیوں کو جمع فرماتے' پھر ان میں پھونکتے' پھر اس میں ''قل ھو اللہ احد' قل اعوذ برب الفلق'' اور ''قل اعوذ برب الناس'' پڑھتے' پھر جہاں تک ہاتھ پہنچتا اپنے جسم پر ہتھیلیوں کو پھیرتے' شروع کرتے سر اور چہرے سے اور اپنے جسم کے اگلے حصے سے' تین مرتبہ کرتے۔

(بخاری۔ کتاب الطب۔ باب: النفث فی الرقیۃ ص۸۵۵، کتاب الدعوات۔ باب: التعوذ والقراءۃ عند النوم ص۹۳۵)

کتاب الطب کی روایت میں ہے کہ ام المومنین نے فرمایا کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم بیمار ہوتے تو مجھے حکم دیتے میں ایسا ہی کرتی

یونس نے کہا: میں دیکھتا تھا ابن شہاب بھی ایسا ہی کرتے تھے جب بچھونے پر جاتے۔

مظہری نے شرح المصابیح میں کہا کہ حدیث اس پر دلالت کرتی ہے کہ حضور ﷺ پہلے اپنی ہتھیلی میں پھونکتے پھر پڑھتے۔ غالبًا یہ راوی کا سہو ہے۔ تلاوت کے بعد پھونکنا چاہیے تا کہ قرآن کی برکت پہنچے۔ علامہ طیبی نے اس پر یہ تعقب فرمایا کہ جو روایت صحیح ہو اس میں طعن جائز نہیں، پھر یہ تاویل ہو سکتی ہے کہ ''فَقَرَأَ'' معنی میں ارادۂ قراءت کے ہے جیسے آیت کریمہ: ''فَاِذَا قَرَاْتَ الْقُرْاٰنَ فَاسْتَعِذْ'' (النحل:٩٨) میں ہے۔

اقول: اس تاویل کی بھی حاجت نہیں۔ جب روایت میں صراحت ہے کہ ہتھیلی میں پھونکنا قراءت سے مقدم ہے تو اس کے تسلیم کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ غالبًا اس سے جادوگروں کی مخالفت مقصود ہوگی کہ وہ منتر پڑھ کر پھر کسی چیز پر پھونکتے ہیں۔

بَابُ مَنْ قَالَ لَمْ يَتْرُكِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلَّا مَا بَيْنَ الدَّفَّتَيْنِ (ص٧٥١)

جس نے یہ کہا کہ نبی ﷺ نے دفتین کے درمیان جو کچھ ہے اس کے علاوہ کچھ نہیں چھوڑا

٢٣٥٢- ح: [تَصْرِيْحُ ابْنِ عَبَّاسٍ وَ ابْنِ الْحَنَفِيَّةِ]

حضرت ابن عباس اور حضرت ابن حنفیہ کی تصریح

٢٣٥٢- عَنْ عَبْدِ الْعَزِيْزِ بْنِ رُفَيْعٍ قَالَ دَخَلْتُ اَنَا وَشَدَّادُ بْنُ مَعْقِلٍ عَلَى ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، فَقَالَ لَهُ شَدَّادُ بْنُ مَعْقِلٍ اَتَرَكَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ شَيْءٍ؟ قَالَ مَا تَرَكَ اِلَّا مَا بَيْنَ الدَّفَّتَيْنِ قَالَ وَدَخَلْنَا عَلَى مُحَمَّدِ ابْنِ الْحَنَفِيَّةِ فَسَاَلْنَاهُ فَقَالَ مَا تَرَكَ اِلَّا مَا بَيْنَ الدَّفَّتَيْنِ.

عبدالعزیز بن رفیع نے کہا: میں اور شداد بن معقل حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس گئے۔ ان سے شداد بن معقل نے پوچھا: کیا نبی ﷺ نے کچھ چھوڑا ہے؟ فرمایا: دفتین کے درمیان جو کچھ ہے اس کے علاوہ کچھ نہیں چھوڑا۔ عبدالعزیز نے کہا: ہم محمد بن حنفیہ کے پاس گئے اور ان سے بھی پوچھا تو انہوں نے بھی یہی کہا کہ دفتین کے درمیان جو کچھ ہے اس کے سواء اور کچھ نہیں چھوڑا۔

روافض یہ کہتے ہیں کہ قرآن مجید چالیس پارے تھا جس میں ایک سورۂ امامت بھی تھی۔ یہ دس پارے مع سورۂ امامت کے حضور ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو عطا فرمایا۔ اس کے علاوہ اور کچھ مخصوص مکتوبات بھی عطا فرمائے تھے۔ اسی سلسلے میں ان لوگوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور حضرت محمد بن حنفیہ رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا۔ ان دونوں حضرات نے روافض کے اس قول کی تردید فرمائی اور فرمایا کہ ما بین الدفتین جو کچھ ہے اس کے علاوہ قرآن کا اور کوئی حصہ کسی کے پاس نہیں۔

بَابُ فَضْلِ الْقُرْاٰنِ عَلٰى سَائِرِ الْكَلَامِ (ص٧٥١)

قرآن مجید کی فضیلت تمام کلام پر

٢٣٥٣- حَدَّثَنَا اَنَسٌ، عَنْ اَبِي مُوْسٰى، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَثَلُ الَّذِيْ يَقْرَاُ الْقُرْاٰنَ كَالْاُتْرُجَّةِ طَعْمُهَا طَيِّبٌ وَرِيْحُهَا طَيِّبٌ. وَالَّذِيْ لَا يَقْرَاُ الْقُرْاٰنَ كَالتَّمْرَةِ طَعْمُهَا طَيِّبٌ وَلَا رِيْحَ لَهَا، وَمَثَلُ الْفَاجِرِ الَّذِيْ يَقْرَاُ الْقُرْاٰنَ كَمَثَلِ الرَّيْحَانَةِ

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نبی ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: اس کا حال جو قرآن پڑھتا ہے ترنج کے مثل ہے کہ اس کا مزہ اچھا ہے اور اس کی بو بھی اچھی ہے اور وہ جو قرآن نہیں پڑھتا مثل کھجور کے ہے کہ اس کا مزہ اچھا ہے اور اس میں خوشبو نہیں، اور اس بدکار کی مثال جو قرآن پڑھتا ہے پھول کے مثل

رِيْحُهَا طَيِّبٌ وَطَعْمُهَا مُرٌّ. وَمَثَلُ الْفَاجِرِ الَّذِيْ لَا يَقْرَأُ الْقُرْآنَ، كَمَثَلِ الْحَنْظَلَةِ طَعْمُهَا مُرٌّ وَلَا رِيْحَ لَهَا.

ہے اس کی بو اچھی ہے مزا کڑوا ہے اور اس بدکار کی مثال جو قرآن نہیں پڑھتا اندرائن کے مثل ہے اس کا مزہ بھی کڑوا ہے اور اس میں کوئی بو بھی نہیں۔

(بخاری۔ کتاب فضائل القرآن۔ باب: من رای بقراءۃ القرآن ص۷۵۷' باب: ذکر الطعام ص۸۱۶' کتاب التوحید۔ باب: قراءۃ الفاجر والمنافق الخ ص۱۱۲۸' مسلم۔ کتاب الصلوٰۃ' ابوداؤد۔ کتاب الادب' ترمذی۔ کتاب الامثال' نسائی۔ باب: الولیمہ' ابن ماجہ)

[قرآن مجید پڑھنے والے کی مثل]

صفحہ ۷۵۸ پر جو روایت ہے اس میں یہ ہے: اس مومن کی مثال جو قرآن پڑھتا ہے اور اس پر عمل کرتا ہے نارنگی کے مثل ہے کہ اس کا مزہ اچھا ہے اور خوشبو بھی اچھی ہے نیز حجم میں بھی بڑی ہوتی ہے نیز دیکھنے میں اچھی لگتی ہے۔ اسی طرح جو مومن قرآن پڑھتا ہے اور اس پر عمل کرتا ہے اس کا ظاہر بھی اچھا ہے اور باطن بھی' اور وہ مومن جو قرآن پڑھتا نہیں مگر اس پر عمل کرتا ہے وہ کھجور کے مثل ہے کہ اس کا مزہ اچھا ہے مگر اس میں خوشبو نہیں ہوتی۔ اور آگے بجائے فاجر کے یہ ہے کہ اس منافق کی مثال جو قرآن پڑھتا ہے پھول کے مثل ہے' اس سے ظاہر ہوا کہ فاجر سے مراد منافق ہے۔ اس کا بھی امکان ہے کہ فاجر سے مراد معنی عام ہے اور منافق سے بھی اس کا معنی عام مراد ہو یعنی منافق فی الاعتقاد اور منافق فی العمل' ظاہر ہے کہ جو مسلمان بدکار ہو قرآن پر عمل نہیں کرتا تو اس کا قرآن پڑھنا مثل پھول کی خوشبو کے ہے اور باطن پھول کے مزے کی طرح کڑوا۔

[''اترجہ'' کا صحیح ترجمہ]

''اترجۃ'' کا ترجمہ مصباح اللغات میں لیموں کیا ہے لیکن یہ صحیح نہیں۔ منجد میں ہے کہ لیموں کی قسم سے ایک پھول ہے جس کو عوام کُبّاد کہتے ہیں اور کُبّاد کا ترجمہ مصباح میں چکوترہ کیا ہے۔

بَابُ مَنْ لَّمْ يَتَغَنَّ بِالْقُرْآنِ

اس کا بیان جو قرآن خوش آوازی سے نہ پڑھے

وَقَوْلُهُ تَعَالٰى ﴿أَوَلَمْ يَكْفِهِمْ أَنَّآ أَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ يُتْلٰى عَلَيْهِمْ﴾ (العنکبوت: ۵۱). (ص۷۵۱)

اور اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی تفسیر: کیا انہیں یہ کافی نہیں کہ ہم نے ان پر کتاب اتاری جو ان پر پڑھی جاتی ہے۔

توضیح باب...... (تغنی کے معنی)

تغنی سے کیا مراد ہے؟ اس میں دو قول ہیں۔ ایک یہ کہ قرآن اسے دوسری کتابوں سے مستغنی کرنے والا ہے' اور ایک یہ کہ خوش آوازی کہ اچھی آواز اور اچھے لہجے سے پڑھا جائے۔ امام بخاری نے باب میں آیۃ کریمہ ذکر کر کے یہ افادہ فرمایا کہ ان کے نزدیک تغنی سے مراد غنا یعنی بے پرواہ ہونا ہے۔ یعنی جو قرآن پر اکتفا کرے اور اس کے علاوہ دوسری کتابوں کی ضرورت محسوس نہ کرے' لیکن جمہور کے نزدیک صحیح یہ ہے کہ تغنی سے مراد اچھے لہجے اور خوش آوازی سے پڑھنا ہے۔ اس کی تائید اس حدیث سے بھی ہوتی ہے جسے امام بخاری نے کتاب التوحید میں تعلیقاً ذکر فرمایا: ''زَيِّنُوا الْقُرْآنَ بِأَصْوَاتِكُمْ'' قرآن کو اپنی آوازوں سے زینت دو' نیز اسی میں یہ حدیث بھی ذکر فرمائی: ''مَا أَذِنَ اللّٰهُ لِشَيْءٍ مَا أَذِنَ لِنَبِيٍّ حُسْنَ الصَّوْتِ بِالْقُرْآنِ يَجْهَرُ بِهِ'' اللہ کسی چیز کو اتنی پسندیدگی سے نہیں سنتا جتنا کسی اچھی آواز والے نبی کے بلند آواز سے قرآن پڑھنے کو سنتا ہے۔

۲۳۵۴- ح: [اَلتَّغَنِّيْ بِالْقُرْآنِ] اچھی آواز سے قرآن پڑھنا

٢٣٥٤- اَخْبَرَنِیْ اَبُوْ سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّهٗ كَانَ يَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يَاْذَنِ اللّٰهُ لِشَیْءٍ مَا اَذِنَ لِلنَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَغَنّٰى بِالْقُرْاٰنِ وَقَالَ صَاحِبٌ لَّهٗ يُرِيْدُ يَجْهَرُ بِهٖ.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: وہ کہتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ نے کسی نبی کا قول اتنی توجہ سے نہیں سنا جتنا نبی ﷺ کا خوش آوازی سے قرآن پڑھنا سنا' ان کے ایک ساتھی نے کہا کہ مراد یہ ہے کہ جب وہ قرآن بلند آواز سے پڑھتے ہیں۔

قَالَ سُفْيَانُ تَفْسِيْرُهٗ يَسْتَغْنِیْ بِهٖ.

سفیان بن عیینہ نے کہا: اس کی تفسیر یہ ہے کہ قرآن پر اکتفا کرے۔

(بخاری۔ کتاب التوحید۔ باب: قوله ولا تنفع الشفاعة ص ١١١٥' باب: قول النبی صلی اللّٰه علیه وسلم الماهر بالقرآن ص ١١٢٦)

مَا اَذِنَ

"اذن"، "ذ" کے فتحہ کے ساتھ' اس کے معنی ہیں: کسی کی بات کو بغور سننا' کان لگانا' اللہ تعالیٰ اس سے منزہ ہے۔ یہ بھی متشابہات میں سے ہے۔ اس کے اصل معنی اللہ اور اس کے رسول جانیں۔ تاویل میں یہ کہا جاتا ہے کہ مراد خصوصی رحمت کا نزول ہے اور قاری کا اکرام اور اسے زیادہ سے زیادہ ثواب دینا مراد ہے اور اس کا بھی احتمال ہے کہ "اذن"، "ذ" کے کسرہ کے ساتھ ہو جس کے معنی اجازت دینے کے ہیں۔ اب اس کے معنی یہ ہوں گے کہ اللہ تعالیٰ نے کسی نبی کو تغنی یعنی اچھے لہجے کے ساتھ پڑھنے کی اجازت نہیں دی۔ ہاں! نبی ﷺ کو اس کی اجازت دی کہ قرآن مجید اچھے لہجے کے ساتھ پڑھیں۔

صَاحِبٌ لَّهٗ

اس کا بھی احتمال ہے کہ "صاحب" سے مراد حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے کوئی تلمیذ ہوں لیکن فتح الباری اور عینی وغیرہ نے کہا کہ "لہٗ" کی ضمیر ابوسلمہ کی طرف لوٹ رہی ہے اور مراد عبدالحمید بن عبدالرحمٰن بن زید بن خطاب ہیں جیسا کہ زبیدی نے ابن شہاب سے اسی حدیث میں روایت کیا ہے۔ "یجهر به" سے مراد یہ ہے کہ آواز کو اچھی کر کے' اچھے لہجے میں بلند آواز سے پڑھیں اور سفیان بن عیینہ نے "یتغنی بالقرآن" کی تفسیر کی "یستغنی به" یعنی قرآن کے ہوتے ہوئے اور کتابوں سے مستغنی ہو جائیں پھر قرآن پر اکتفا کریں۔

بَابُ اِغْتِبَاطِ صَاحِبِ الْقُرْاٰنِ (ص ٧٥١)

صاحب قرآن پر رشک ہونا

٢٣٥٥- حَدَّثَنِیْ سَالِمُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ اَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لَا حَسَدَ اِلَّا عَلَى اثْنَتَيْنِ رَجُلٌ اٰتَاهُ اللّٰهُ الْكِتَابَ وَقَامَ بِهٖ اٰنَاءَ اللَّيْلِ، وَرَجُلٌ اَعْطَاهُ اللّٰهُ مَالًا فَهُوَ يَتَصَدَّقُ بِهٖ اٰنَاءَ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ.

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: حسد نہیں مگر دو پر' ایک وہ شخص جس کو اللہ نے کتاب دی' وہ اس پر رات بھر قائم رہا اور وہ شخص جسے اللہ نے مال دیا اور وہ رات و دن صدقہ کرتا ہے۔

(بخاری۔ کتاب التوحید۔ باب: قول النبی رجل اتاه الله القرآن ص ١١٢٣)

٢٣٥٦- ح [لَا حَسَدَ اِلَّا عَلَى اثْنَتَيْنِ]

دو شخصوں پر رشک

۲۳۵٦ - سَمِعْتُ ذَكْوَانَ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا حَسَدَ اِلَّا فِى اثْنَتَيْنِ رَجُلٌ عَلَّمَهُ اللّٰهُ الْقُرْاٰنَ فَهُوَ يَتْلُوْهُ اٰنَاءَ اللَّيْلِ وَاٰنَاءَ النَّهَارِ، فَسَمِعَهُ جَارٌ لَّهُ فَقَالَ لَيْتَنِىْ اُوْتِيْتُ مِثْلَ مَا اُوْتِىَ فُلَانٌ، فَعَمِلْتُ مِثْلَ مَا يَعْمَلُ، وَرَجُلٌ اٰتَاهُ اللّٰهُ مَالًا فَهُوَ يُهْلِكُهُ فِى الْحَقِّ، فَقَالَ رَجُلٌ لَيْتَنِىْ اُوْتِيْتُ مِثْلَ مَا اُوْتِىَ فُلَانٌ، فَعَمِلْتُ مِثْلَ مَا يَعْمَلُ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حسد نہیں مگر دو شخصوں پر۔ ایک وہ ہے جسے اللہ نے قرآن کا علم دیا تو وہ شب و روز اس کی تلاوت کرتا ہے جسے اس کے پڑوسی نے سنا تو کہا: کاش! کہ مجھے بھی اس کے مثل دیا گیا ہوتا جو فلاں کو دیا گیا ہے تو میں بھی اسی جیسا عمل کرتا اور وہ شخص جسے اللہ نے مال دیا جسے وہ حق میں خرچ کرتا ہے جسے دیکھ کر ایک شخص نے کہا: کاش! مجھے بھی اس کے مثل دیا گیا ہوتا جو فلاں کو دیا گیا ہے تو میں بھی اسی جیسا عمل کرتا۔

(بخاری۔ کتاب التمنی۔ باب: تمنی القرآن والعلم ص ۱۰۷۴، کتاب التوحید۔ باب: قول النبی رجل اتاہ اللّٰہ القرآن ص ۱۱۲۳)

اس حدیث کی پوری شرح کتاب العلم میں گزر چکی ہے۔ ''حسد'' کے معنی ہیں کسی کے فضل و کمال کو دیکھ کر یہ تمنا کرنا کہ اس سے زائل ہو جائے اور مجھے مل جائے یہ حرام ہے، اس لیے حدیث کی تاویل میں یہ کہا جائے گا کہ حسد سے مراد ''غبطہ'' یعنی رشک ہے۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ کسی کے فضل و کمال کو دیکھ کر یہ آرزو کرنا کہ مجھے بھی یہ فضل و کمال ملے بغیر اس کے کہ اس سے زائل ہو، یہ جائز ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث اس معنی کی دلیل ہے کہ فرمایا گیا کہ پڑوسی نے یہ دیکھ کر یہ تمنا کی: کاش! مجھے بھی اس کے مثل دیا گیا ہوتا ''مثل شیء''، ''شیء'' کی ضد ہوتی ہے، اسی لیے دقیق اشارہ ہے کہ اسے جو فضل و کمال ملا ہے وہ اس کے پاس رہے اور مجھے بھی اس کے مثل عطا کیا جائے۔

بَابٌ خَيْرُكُمْ مَّنْ تَعَلَّمَ الْقُرْاٰنَ وَعَلَّمَهٗ (ص ۷۵۲)

تم میں سب سے بہتر وہ ہے جس نے قرآن کا علم حاصل کیا اور دوسروں کو تعلیم دی

۲۳۵۷ - عَنْ اَبِىْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ السُّلَمِىِّ، عَنْ عُثْمَانَ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِىِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ خَيْرُكُمْ مَّنْ تَعَلَّمَ الْقُرْاٰنَ وَعَلَّمَهٗ. قَالَ وَاَقْرَاَنِىْ اَبُوْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ فِىْ اِمْرَةِ عُثْمَانَ حَتّٰى كَانَ الْحَجَّاجُ، قَالَ وَذَاكَ الَّذِىْ اَقْعَدَنِىْ مَقْعَدِىْ هٰذَا.

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: تم میں سے سب سے بہتر وہ ہے جو قرآن کا علم حاصل کرے اور دوسرے کو سکھائے۔ سعد بن عبیدہ نے کہا: مجھے ابو عبدالرحمٰن نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت میں پڑھایا۔ یہاں تک کہ حجاج ہوا، انہوں نے کہا: اسی چیز نے مجھ کو اس جگہ بٹھایا ہے۔

(ابوداود۔ کتاب الصلوٰۃ، ترمذی، نسائی۔ کتاب فضائل القرآن، ابن ماجہ۔ کتاب السنۃ)

اس کے بعد والی روایت میں ہے: ''اِنَّ اَفْضَلَكُمْ مَنْ تَعَلَّمَ الْقُرْاٰنَ وَعَلَّمَهٗ'' یعنی تم میں سب سے افضل وہ ہے جس نے قرآن کا علم حاصل کیا اور دوسرے کو تعلیم دی۔

قَالَ وَ اَقْرَاَنِىْ

یعنی مجھے ابو عبدالرحمٰن نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں پڑھایا اور وہ اس وقت سے لے کر آج تک جب کہ حجاج کی حکومت قائم ہے لوگوں کو قرآن پڑھا رہے ہیں۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت اور حجاج کی شروع ولایت کے درمیان ۳۸ سال کی مدت ہے۔ مطلب یہ ہے کہ حضرت ابو عبدالرحمٰن سلمی اتنی مدت سے لوگوں کو قرآن کی تعلیم دے رہے ہیں جو بہر حال ۳۸ سال

سے زیادہ کی ہے۔ "قال وذاك الذی" یہ ابوعبدالرحمٰن سلمی کا قول ہے۔ اس کا ایک مطلب یہ ہے کہ وہ یہ فرمانا چاہتے ہیں کہ قرآن کی تعلیم کی جو فضیلت مذکور ہوئی اسی کی وجہ سے میں اتنی طویل مدت سے قرآن پڑھا رہا ہوں اور ایک مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ "ذا" کا اشارہ ہو اتنی طویل مدت تک قرآن کی تعلیم دینے کی جانب اور مراد یہ ہو کہ آج میرا جو مرتبہ ہے وہ اسی وجہ سے ہے کہ میں اتنی مدت سے قرآن کی تعلیم دے رہا ہوں۔

بَابُ اِسْتِذْكَارِ الْقُرْاٰنِ وَتَعَاهُدِهٖ (ص ۷۵۲)

قرآن کو یاد کرتے رہنا اور اس کو پابندی سے پڑھنا

۲۳۵۸- ح: [اِنَّمَا مَثَلُ صَاحِبِ الْقُرْاٰنِ كَمَثَلِ الْاِبِلِ الْمُعَقَّلَةِ]

قرآن کے حافظ کی مثال بندھے ہوئے اونٹ کی

۲۳۵۸ - عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّمَا مَثَلُ صَاحِبِ الْقُرْاٰنِ كَمَثَلِ صَاحِبِ الْاِبِلِ الْمُعَقَّلَةِ اِنْ عَاهَدَ عَلَيْهَا اَمْسَكَهَا، وَاِنْ اَطْلَقَهَا ذَهَبَتْ.

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قرآن یاد کرنے والے کی مثال باندھے ہوئے اونٹ کے مالک کی ہے، اگر اس کی دیکھ بھال کرتا رہے گا تو اونٹ کو روکے رہے گا اور اگر کھول دے گا تو چلا جائے گا۔

(مسلم۔ کتاب الصلوٰۃ، ترمذی۔ کتاب الفضائل)

۲۳۵۹- ح: [بِئْسَ لِاَحَدٍ اَنْ يَّقُوْلَ نَسِيْتُ اٰيَةَ كَيْتَ وَكَيْتَ]

یہ کہنا برا ہے کہ میں قرآن کی فلاں فلاں آیت بھول گیا

۲۳۵۹ - عَنْ اَبِيْ وَائِلٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِئْسَ مَا لِاَحَدِهِمْ اَنْ يَّقُوْلَ نَسِيْتُ اٰيَةَ كَيْتَ وَكَيْتَ، بَلْ نُسِّيَ وَاسْتَذْكِرُوا الْقُرْاٰنَ، فَاِنَّهٗ اَشَدُّ تَفَصِّيًا مِّنْ صُدُوْرِ الرِّجَالِ مِنَ النَّعَمِ.

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بری بات ہے کہ کوئی یہ کہے: میں فلاں فلاں آیت بھول گیا بلکہ وہ بھلا دیا گیا، اس لیے قرآن کو یاد کرتے رہا کرو اس لیے کہ وہ لوگوں کے سینوں سے تیزی کے ساتھ نکل جانے والا ہے بہ نسبت جانوروں کے۔

(بخاری۔ باب: نسیان القرآن ص ۷۵۳، مسلم۔ کتاب الصلوٰۃ، ترمذی۔ کتاب فضائل القرآن، نسائی۔ کتاب الصلوٰۃ وفضائل القرآن)

بئس ما

یعنی یہ کہنا ناپسندیدہ ہے، اچھا نہیں کہ کوئی یہ کہے کہ میں فلاں فلاں آیت بھول گیا، کیونکہ یہ قرآن کی تلاوت میں غفلت اور تساہل میں ہو گا تو اس کہنے کا مطلب یہ ہوا کہ گویا وہ اعلان کر رہا ہے کہ میں قرآن کی تلاوت پابندی سے نہیں کرتا اور یہ بھی مطلب ہو سکتا ہے کہ برائی حالت کی طرف راجع ہو یعنی اس شخص کا حال برا ہے جو قرآن یاد کر کے بھول جائے پھر یہ کہے کہ میں فلاں فلاں آیت بھول گیا۔

بَابُ تَعْلِيْمِ الصِّبْيَانِ الْقُرْاٰنَ (ص ۷۵۳)

بچوں کو قرآن کی تعلیم دینے کا بیان

۲۳۶۰- ح: [قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ قَدْ قَرَاْتُ الْمُحْكَمَ قَبْلَ اَنْ تُوُفِّيَ رَسُوْلُ اللّٰهِ

حضرت ابن عباس نے کہا: میں عہد نبوی میں محکم

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ]

پڑھ چکا تھا

٢٣٦٠ - عَنْ أَبِي بِشْرٍ، عَنْ سَعِيْدِ ابْنِ جُبَيْرٍ قَالَ إِنَّ الَّذِي تَدْعُوْنَهُ الْمُفَصَّلُ هُوَ الْمُحْكَمُ. قَالَ وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ تُوُفِّيَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَأَنَا ابْنُ عَشْرِ سِنِيْنَ وَقَدْ قَرَأْتُ الْمُحْكَمَ.

حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا: جس کو تم لوگ مفصل کہتے ہو وہی محکم ہے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصال ہوا اور میں دس سال کا تھا اور میں محکم پڑھ چکا تھا۔

یہاں محکم سے مراد وہ آیتیں ہیں جو منسوخ نہ ہوں۔ اس روایت میں مفصل کی تفسیر محکم کے ساتھ حضرت سعید بن جبیر کی ہے اور اس کے بعد والی روایتوں میں محکم کی تفسیر مفصل کے ساتھ حضرت ابن عباس سے منقول ہے۔ اس کا حاصل یہ نکلا کہ حضرت سعید بن جبیر نے جو تفسیر کی ہے وہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سن کر کی ہے۔ اس روایت میں یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے وقت حضرت ابن عباس کہتے ہیں کہ میں دس سال کا تھا یہ صحیح نہیں۔ غالباً کسی راوی کا وہم ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال کے وقت بروایت صحیحہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی عمر تیرہ سال تھی۔

بَابُ مَدِّ الْقِرَاءَةِ (ص ٧٥٤)

قراءت میں مد کا بیان

٢٣٦١- ح: [قِرَاءَةُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَمُدُّ مَدًّا]

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مد کے ساتھ قرآن پڑھتے تھے

٢٣٦١ - حَدَّثَنَا قَتَادَةُ قَالَ سَأَلْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ عَنْ قِرَاءَةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ كَانَ يَمُدُّ مَدًّا.

حضرت قتادہ نے کہا کہ میں نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قراءت کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے فرمایا: حضور مد کے ساتھ پڑھتے تھے۔

٢٣٦٢ - عَنْ قَتَادَةَ قَالَ سُئِلَ أَنَسٌ كَيْفَ كَانَتْ قِرَاءَةُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ فَقَالَ كَانَتْ مَدًّا، ثُمَّ قَرَأَ ﴿بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ﴾ يَمُدُّ بِبِسْمِ اللّٰهِ، وَيَمُدُّ بِالرَّحْمٰنِ، وَيَمُدُّ بِالرَّحِيْمِ.

قتادہ نے کہا کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قراءت کیسی تھی؟ تو فرمایا کہ "مد" کے ساتھ تھی پھر "بسم اللہ الرحمٰن الرحیم" پڑھا اور "بسم اللہ" پر آواز کھینچی اور "رحمٰن" پر بھی آواز کھینچی اور "رحیم" پر بھی آواز کھینچی۔

[مد کی تفصیل]

مراد یہ ہے کہ ہر حرف کو عرب کے تلفظ کے مطابق جتنا کھینچنا چاہیے اتنا کھینچ کر ادا کرتے تھے یہاں تک کہ جہاں اہل عرب آواز دوسرے حروف کی بہ نسبت زیادہ کھینچتے تھے وہ آواز کو زیادہ کھینچتے۔ قراء کے نزدیک مد کی دو قسمیں ہیں: طبعی اور سببی۔ طبعی تین جگہ ہے۔ حرف علت ساکن جس کے ماقبل کی حرکت اس کے موافق ہو واؤ یا اور الف۔ ان کو دوسرے حروف کی بہ نسبت دوگنا ادا کیا جائے گا۔ دوسرے سببی، اس کی دو قسمیں ہیں: "مد لازم"، "حرف علت" ساکن کے ماقبل جس کی حرکت اس کے موافق ہو اس کے بعد ہمزہ ہو جیسے "جَاءَ"۔ "غیر لازم" جس میں ایسے حرف علت کے بعد کوئی حرف ساکن ہو، جیسے "ضَالِّيْن"۔ ایسے مد کو دوسرے حروف کی بہ نسبت تین گنا سے پانچ گنا تک دراز پڑھا جاتا ہے، اسم جلالت پر تعظیماً مد پڑھا جاتا ہے۔ حدیث کا مطلب یہ ہے کہ جہاں جیسی مد ہونی چاہیے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اسی کے مطابق مد فرمایا کرتے تھے، مثلاً "بسم اللہ" پر اسم جلالت کی مد اور "رحمٰن" کے الف پر مد طبعی

اور "رحیم" میں وقف کی وجہ سے مد سببی پیدا ہو جاتی ہے۔ اس میں اس قسم کی مد فرماتے۔

بَابُ حُسْنِ الصَّوْتِ بِالْقِرَاءَةِ (ص ٧٥٥) قرآن پڑھتے وقت آواز کو اچھی کرنا

٢٣٦٣- ح: [لَقَدْ أُوتِيَ أَبُو مُوسَى مِزْمَارًا مِّنْ مَزَامِيرِ آلِ دَاوُدَ] حضرت ابو موسیٰ اشعری کو آل داؤد کے مزامیر میں سے ایک مزمار دیا گیا

٢٣٦٣- عَنْ أَبِي مُوسَى رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَهُ يَا أَبَا مُوسَى، لَقَدْ أُوتِيتَ مِزْمَارًا مِّنْ مَزَامِيرِ آلِ دَاوُدَ.

حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا: اے ابو موسیٰ! تم کو داؤد علیہ السلام کے مزماروں میں سے ایک مزمار دیا گیا ہے۔

(مسلم۔ کتاب المسافرین، ترمذی۔ کتاب المناقب، نسائی۔ باب: افتتاح الصلوٰۃ، ابن ماجہ، باب: الاقامۃ، مسند احمد۔ ج ٢)

مزمار کے معنی بانسری کے ہیں یہاں مراد خوش آوازی ہے اور آلِ داؤد میں آلِ مقحم ہے مراد حضرت داؤد علیہ السلام ہیں اس لیے کہ ان کی اولاد میں کسی کے بارے میں مروی نہیں کہ اس کی آواز اتنی اچھی رہی ہو۔ حضرت داؤد علیہ السلام زبور کو ستر لہجوں میں پڑھتے تھے اور ایسا عمدہ پڑھتے تھے کہ غمزدہ بھی سن کر ہشاش بشاش ہو جاتا اور جب پڑھتے تو آپ پر گریہ طاری ہو جاتا، خشکی اور تری کے تمام جانور خاموش ہو جاتے اور اسے بغور سنتے اور روتے۔

بَابٌ اِقْرَءُوا الْقُرْآنَ مَا ائْتَلَفَتْ عَلَيْهِ قُلُوبُكُمْ (ص ٧٥٧) اس وقت تک قرآن پڑھو جب تک دلجمعی رہے

٢٣٦٤- عَنْ أَبِي عِمْرَانَ الْجَوْنِيِّ، عَنْ جُنْدَبِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِقْرَءُوا الْقُرْآنَ مَا ائْتَلَفَتْ قُلُوبُكُمْ، فَإِذَا اخْتَلَفْتُمْ فَقُومُوا عَنْهُ.

جندب بن عبداللہ رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ فرمایا: جب تک دلجمعی رہے قرآن پڑھو اور جب دل اچاٹ ہو جائے تو اُٹھ جاؤ۔

(اس سے متصل حدیث، کتاب الاعتصام بالکتاب والسنۃ۔ باب: کراھیۃ الاختلاف ص ١٠٩٥، دو طریقے سے، مسلم۔ کتاب القدر، نسائی۔ کتاب فضائل القرآن)

اس حدیث کی سند میں دو اختلاف ہیں۔ ایک یہ کہ حضرت جندب بن عبداللہ سے مروی ہے یا حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے۔ مشہور اور کثیر روایت یہ ہے کہ حضرت جندب سے مروی ہے۔ چنانچہ امام بخاری نے سلام بن ابو مطیع، حارث بن عبید اور سعید بن زید کی متابعت ذکر کی کہ یہ سب بہ طریق ابو عمران حضرت جندب سے مرفوعا روایت کرتے ہیں، نیز حماد بن سلمہ اور ابان بھی حضرت جندب سے روایت کرتے ہیں، مگر یہ دونوں اسے حضرت جندب پر موقوف بتاتے ہیں اور غندر نے شعبہ سے، ابو عمران ہی سے روایت کیا کہ میں نے جندب سے یہ سنا یعنی غندر بھی اسے موقوف بتاتے ہیں۔ یہ چھ رواۃ اسے جندب سے روایت کرتے ہیں۔ تین مرفوع بتاتے ہیں اور تین موقوف۔ البتہ ابن عون عن ابی عمران عن عبداللہ بن صامت عن عمر روایت کرتے ہیں، امام بخاری نے فرمایا: اور جندب سے اس کی روایت زیادہ صحیح اور زیادہ ہے اس لیے یہی راجح ہے۔ ابوبکر بن ابوداؤد نے کہا کہ ابن عون نے کبھی غلطی نہیں کی مگر اس روایت میں۔ صحیح یہی ہے کہ جندب سے مروی ہے، نیز صحیح یہ ہے کہ یہ روایت مرفوع ہے اس لیے کہ اس کے مرفوع بتانے والے ثقہ اور حافظ ہیں۔

اِقْرَؤُوا مَا ائْتَلَفَتْ

اس کا ایک مطلب یہ ہے کہ جب تک تمہیں نشاط ہو دل و دماغ حاضر ہوں اس وقت تک قرآن پڑھو اور جب تکان طاری ہو جائے اور حضور قلب نہ ہو تو پڑھنا چھوڑ دو۔ دوسرا مطلب یہ ہے کہ جس قراءت پر تمہارے اصحاب کا اتفاق ہو اس کو پڑھو اور اگر اختلاف ہو جائے تو چپ چاپ وہاں سے اُٹھ جاؤ نہ اس کا انکار کرو نہ اقرار، اسی دوسرے احتمال کی بناء پر حضرت امام بخاری نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی وہ حدیث ذکر کی جس میں یہ ہے کہ انہوں نے ایک شخص کو ایک آیت پڑھتے ہوئے سنا جس کو انہوں نے خود نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے اس کے خلاف سنا تھا تو اس کو لے کر کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے دونوں کی قراءت سن کر فرمایا کہ تم دونوں ٹھیک ہو۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

٦٧- كِتَابُ النِّكَاحِ (ص ۷۵۷)

[نکاح کا بیان]

[نکاح کی حکمت]

نسل انسانی کی بقاء توالد و تناسل پر ہے اور باتفاق تمام عقلائے عالم و مذاہب دنیا اس کی بنیاد نکاح پر ہے۔ انسان کسی بھی مذہب کا ہو کسی بھی قوم کا ہو وہ اپنے طور پر شادی اور بیاہ کو ضروری قرار دیتا ہے۔ بغیر بیاہ شادی کے اگر مرد عورت اختلاط رکھیں تو پوری دنیا اس کو معیوب جانتی ہے۔ شادی بیاہ اور نکاح گویا انسان کی فطری ضرورت ہے۔ اسی وجہ سے اسلام نے نکاح کے اصول و ضوابط بہت تفصیل سے بیان فرمائے ہیں۔ نکاح کی خصوصیت یہ ہے کہ سب سے پہلا عقد عقد نکاح ہی وجود میں آیا ہے۔ حضرت آدم و حضرت حواء علیہما السلام آپس میں اجنبی تھے۔ عقد نکاح ہی کی بدولت رشتۂ زوجیت میں منسلک ہوئے۔ اس طرح پہلا عقد عقد نکاح ہوا۔ پہلا رشتہ جو وجود میں آیا وہ زن و شوہر کا ہے اور نکاح من وجہ عبادت ہے اور من وجہ معاملہ۔

[نکاح کے احکام]

اعتدال کی حالت میں یعنی نہ شہوت کا بہت زیادہ غلبہ ہو نہ عنین (نامرد) ہو اور مہر و نفقہ پر قدرت بھی ہو تو نکاح سنت مؤکدہ ہے۔ اس صورت میں نکاح نہ کرنے پر اڑا رہنا گناہ ہے اور اگر حرام سے بچنے یا اتباع سنت و تعمیل حکم یا اولاد حاصل کرنے کی نیت سے نکاح کرے گا تو ثواب بھی پائے گا اور اگر محض لذت یا قضاء شہوت منظور ہو تو ثواب نہیں۔ شہوت کا غلبہ ہے اس کا اندیشہ قوی ہے کہ اگر نکاح نہ کرے گا تو زنا یا حرام کاری میں مبتلا ہو جائے گا اور مہر و نفقہ پر قدرت بھی ہو تو نکاح واجب ہے اور اگر اس کا یقین ہو کہ اگر نکاح نہیں کرے گا تو حرام کاری میں ضرور مبتلا ہو جائے گا تو فرض ہے اور اگر یہ اندیشہ ہے کہ اگر نکاح کرے گا تو نان و نفقہ نہ دے سکے گا یا حقوق واجبہ ادا نہ کر پائے گا تو مکروہ ہے اور اگر ان باتوں کا یقین ہو تو حرام۔ نکاح اور اس کے حقوق ادا کرنے میں اور اولاد کی تربیت میں مشغول رہنا نوافل میں مشغولی سے بہتر ہے۔ (بہار شریعت، ہفتم۔ ص: ۵، بحوالہ درمختار و ردالمحتار)

بَابُ التَّرْغِيبِ فِي النِّكَاحِ — نکاح میں رغبت دلانے کا بیان

لِقَوْلِهِ تَعَالَى ﴿فَانْكِحُوا مَا طَابَ لَكُمْ مِنَ النِّسَاءِ﴾ (النساء: ٣) (ص ۷۵۷)

اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی وجہ سے: عورتوں میں سے جو تمہیں پسند ہوں ان سے نکاح کرو۔

علامہ ابن حجر نے فرمایا: اس آیت سے نکاح کی ترغیب یوں ثابت ہوئی کہ "فانکحوا" امر ہے جو طلب پر دلالت کرتا ہے اور طلب کا ادنیٰ درجہ استحباب ہے۔ علامہ عینی نے اس پر یہ تعقب فرمایا کہ ہمیں یہ تسلیم نہیں کہ اس آیت میں امر استحباب کے لیے ہے اس

لیے کہ اس کا سیاق یہ بیان کرنے کے لیے ہے کہ تم ایک سے زیادہ عورتوں سے نکاح کرو اور یہ بالاتفاق مباح ہے' مستحب نہیں' اور امر بہ کثرت اباحت کے لیے وارد ہے۔ ارشاد ہے: "وَاِذَا حَلَلْتُمْ فَاصْطَادُوْا" (المائدہ:٢) جب احرام کھول دو تو شکار کرو' اس پر سب کا اتفاق ہے کہ اس وقت شکار مستحب بھی نہیں' صرف مباح ہے۔

٢٣٦٥- ح: [جَآءَ ثَلَاثَةُ رَهْطٍ اِلٰى اَزْوَاجِ النَّبِيِّ يَسْاَلُوْنَ عَنْ عِبَادَةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ]

تین شخص ازواجِ مطہرات کے پاس آئے اور نبی ﷺ کی عبادت کے متعلق پوچھنے لگے

٢٣٦٥- ح: [فَمَنْ رَغِبَ عَنْ سُنَّتِيْ فَلَيْسَ مِنَّا]

جو میری سنت سے اعراض کرے وہ ہم میں سے نہیں

٢٣٦٥- اَخْبَرَنَا حُمَيْدُ بْنُ اَبِيْ حُمَيْدٍ الطَّوِيْلُ اَنَّهٗ سَمِعَ اَنَسَ بْنَ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يَقُوْلُ جَآءَ ثَلَاثَةُ رَهْطٍ اِلٰى بُيُوْتِ اَزْوَاجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ' يَسْاَلُوْنَ عَنْ عِبَادَةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ' فَلَمَّا اُخْبِرُوْا كَاَنَّهُمْ تَقَالُّوْهَا' فَقَالُوْا وَاَيْنَ نَحْنُ مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ قَدْ غُفِرَ لَهٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ وَمَا تَاَخَّرَ' قَالَ اَحَدُهُمْ اَمَّا اَنَا فَاِنِّيْ اُصَلِّي اللَّيْلَ اَبَدًا' وَقَالَ 'اٰخَرُ اَنَا اَصُوْمُ الدَّهْرَ وَلَا اُفْطِرُ' وَقَالَ 'اٰخَرُ اَنَا اَعْتَزِلُ النِّسَاءَ فَلَا اَتَزَوَّجُ اَبَدًا' فَجَاءَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اَنْتُمُ الَّذِيْنَ قُلْتُمْ كَذَا وَكَذَا؟ اَمَّا وَاللّٰهِ اِنِّيْ لَاَخْشَاكُمْ لِلّٰهِ وَاَتْقَاكُمْ لَهٗ' لٰكِنِّيْ اَصُوْمُ وَاُفْطِرُ' وَاُصَلِّيْ وَاَرْقُدُ' وَاَتَزَوَّجُ النِّسَاءَ' فَمَنْ رَغِبَ عَنْ سُنَّتِيْ فَلَيْسَ مِنِّيْ.

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ تین شخص نبی ﷺ کی ازواج کے گھروں کے پاس آئے اور نبی ﷺ کی عبادت کا پوچھنے لگے۔ جب انہیں بتایا گیا تو ایسا محسوس ہوا گویا انہوں نے حضور کی عبادت کو کم سمجھا' اور انہوں نے کہا: حضور کے سامنے ہم لوگ کیا ہیں؟ ان کو زمانہ گزشتہ میں بھی اور آئندہ بھی گناہوں سے بچایا گیا ہے۔ ان میں سے ایک نے کہا: میں رات بھر نماز پڑھوں گا' دوسرے نے کہا: میں ہمیشہ روزہ رکھوں گا کبھی نہیں چھوڑوں گا۔ تیسرے نے کہا: میں عورتوں سے علیحدہ رہوں گا کبھی بھی شادی نہیں کروں گا۔ اس کے بعد رسول اللہ ﷺ ان کے پاس تشریف لائے اور فرمایا: تم لوگوں نے ایسا ایسا کہا ہے؟ سنو! بخدا میں تم لوگوں سے زیادہ اللہ سے ڈرنے والا ہوں پھر بھی میں روزہ رکھتا ہوں اور چھوڑتا ہوں اور نماز پڑھتا ہوں اور سوتا ہوں اور عورتوں سے نکاح کرتا ہوں' جو میری سنت سے اعراض کرے گا وہ مجھ سے نہیں۔

اسی کے ہم معنی ایک حدیث کتاب الایمان کے شروع میں اُمّ المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے' وہیں اس پر مفصل کلام گزر چکا ہے۔

["غفر له ما تقدم" کی تشریح]

"غَفَرَ" کے معنی "سَتَرَ" کے بھی ہیں' مراد یہ ہے کہ حضور معصوم ہیں' حضور ﷺ سے گناہ صادر نہیں ہو سکتا' اس لیے حضور ﷺ کم عبادت کرتے ہیں۔ حضور اقدس ﷺ نے جو جواب ارشاد فرمایا وہ بلاغت کے حد اعجاز تک پہنچا ہوا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ عبادت کا باعث معبود کی عظمت کا عقیدہ اور اس سے خشیت ہے۔ بندے کے دل میں معبود کی جتنی زیادہ عظمت ہوگی جتنی زیادہ خشیت

ہوگی اتنی ہی زیادہ اس کی عبادت کرے گا۔ چونکہ میں تم سب سے زیادہ اللہ کی معرفت رکھتا ہوں جیسا کہ اُمّ المؤمنین کی حدیث میں ''اعلمکم باللہ'' ہے اور تم سب سے زیادہ اللہ کا خوف بھی میرے دل میں ہے اس لیے میں تم سب سے زیادہ اللہ کی عبادت کرتا ہوں۔ اصل عبادت میری اتباع ہے، میں روزہ رکھتا بھی ہوں چھوڑتا بھی ہوں، رات کو نماز پڑھتا ہوں اور سوتا بھی ہوں اور عورتوں سے نکاح کیے ہوئے ہوں۔ یہ سب عبادت ہے، جو میرے طریقے سے اعراض کرے وہ ہم میں سے نہیں۔

فائدہ

نکاح کے خطبے میں یہ حدیث پڑھی جاتی ہے: ''اَلنِّکَاحُ مِنْ سُنَّتِیْ فَمَنْ رَّغِبَ عَنْ سُنَّتِیْ فَلَیْسَ مِنِّیْ'' یہ دونوں ٹکڑے اکٹھے ان الفاظ کے ساتھ مجھے کہیں نہیں ملے۔ ہاں دونوں جزء الگ الگ مروی ہیں۔ یہاں یہ ہے: ''فَمَنْ رَغِبَ عَنْ سُنَّتِیْ فَلَیْسَ مِنِّیْ'' ہاں! ابن ماجہ میں ''اَلنِّکَاحُ مِنْ سُنَّتِیْ فَمَنْ لَّمْ یَعْمَلْ بِسُنَّتِیْ فَلَیْسَ مِنِّیْ'' ہے۔

(ابن ماجہ۔ کتاب النکاح۔ باب: ماجاء فی فضل النکاح ص ۱۳۴)

مراد یہ ہے کہ جو میرے طریقہ سے اسے ہلکا اور معمولی جانتے ہوئے اعراض کرے وہ ہمارے گروہ میں سے نہیں یا مراد یہ ہے کہ میرے طریقہ سے اعراض کر کے کوئی اور طریقہ اختیار کرے، مثلاً رہبانیت اختیار کرے اس اعتقاد کے ساتھ کہ رہبانیت نکاح سے بہتر ہے۔

بَابُ كَثْرَةِ النِّسَآءِ (ص ۷۵۸)

بیویوں کی کثرت کا بیان

۲۳۶٦- ح: [فَإِذَا رَفَعْتُمْ نَعْشَهَا فَلَا تُزَعْزِعُوْهَا]

جب ان کے جنازہ کو اٹھاؤ تو اسے ہلانا مت

۲۳۶٦ - اَخْبَرَنِیْ عَطَاءٌ قَالَ حَضَرْنَا مَعَ ابْنِ عَبَّاسٍ جَنَازَةَ مَيْمُوْنَةَ بِسَرِفَ، فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ هٰذِهٖ زَوْجَةُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَإِذَا رَفَعْتُمْ نَعْشَهَا فَلَا تُزَعْزِعُوْهَا وَلَا تُزَلْزِلُوْهَا وَارْفُقُوْا، فَإِنَّهٗ كَانَ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تِسْعٌ، كَانَ يَقْسِمُ لِثَمَانٍ وَلَا يَقْسِمُ لِوَاحِدَةٍ. (مسلم، نسائی۔ کتاب النکاح)

عطاء نے کہا: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے ساتھ ہم لوگ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے جنازے پر سرف میں حاضر تھے۔ حضرت ابن عباس نے فرمایا: یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ ہیں۔ جب تم ان کے جنازے کو اٹھاؤ تو اسے ہلانا مت، آہستگی سے اُٹھانا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نو بیبیاں تھیں۔ آٹھ کی باری مقرر تھی اور ایک کی نہیں۔

سرف

مکہ معظمہ کے قریب بارہ میل کے فاصلہ پر ایک جگہ کا نام ہے۔ اس جگہ کی خصوصیت یہ ہے کہ اسی جگہ ٦ ہجری میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حالت احرام میں اُمّ المؤمنین حضرت میمونہ سے نکاح کیا تھا اور پھر مکہ سے واپسی کے بعد اسی جگہ ان کے ساتھ زفاف فرمایا اور یہیں ۵۱ ہجری یا ۵۳ ہجری یا ٦٦ ہجری میں ان کا وصال ہوا اور یہیں وہ مدفون ہیں۔ یہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی خالہ بھی تھیں۔

تسع (نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نو بیویاں تھیں)

یعنی وصال کے بعد حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجیت میں نو خواتین تھیں۔ حضرت سودہ، عائشہ، حفصہ، ام سلمہ، زینب بنت جحش، ام حبیبہ، جویریہ، صفیہ، میمونہ رضی اللہ عنہن۔ ان میں سے اُمّ المؤمنین حضرت سودہ رضی اللہ عنہا نے اپنی باری بہ خوشی اُمّ المؤمنین حضرت

عائشہ رضی اللہ عنہا کو ہبہ کر دی تھی، اس لیے باری صرف آٹھ ازواج کی تھی۔ ازواجِ مطہرات کی کل تعداد گیارہ ہے۔ نو یہ اور اُم المومنین حضرت خدیجہ الکبری اور اُم المومنین حضرت زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہما۔

حضرت خدیجہ کا وصال مکہ معظمہ میں ہی ہو گیا تھا اور حضرت زینب بنت خزیمہ سے نکاح مدینہ طیبہ میں ہوا اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ ظاہری میں مدینہ طیبہ میں ہی ۴ ہجری میں ان کا وصال ہو گیا تھا۔ چار سے زیادہ عورتوں سے بیک وقت نکاح یہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے خصائص میں سے ہے۔ امتی کو چار سے زیادہ کی اجازت نہیں۔ کثرتِ نساء کا باب باندھ کر امام بخاری نے یہ افادہ فرمایا کہ عورتوں کی کثرت کی جتنی شریعت نے اجازت دی ہے معیوب نہیں بلکہ بہ نیت حسن مستحسن ہے بلکہ بعض دفعہ ایک سے زیادہ عورتیں کرنا ضروری ہو جاتا ہے۔ ہمارے ہندوستان کے مسلمانوں پر ہندو تہذیب غالب ہے اس لیے ایک سے زیادہ عورتوں کو معیوب سمجھا جاتا ہے، اتنا کہ اگر کوئی ایک سے زیادہ عورت کر لے تو اس پر طرح طرح سے طعن کیا جاتا ہے۔ یہ اسلامی تعلیمات کے خلاف ہے، بلکہ ہندوستان میں جن لوگوں کو وسعت ہو انہیں مناسب ہے کہ ایک سے زائد بیویاں کریں تا کہ مسلمانوں کی تعداد بڑھے۔ میرا ذوق یہ ہے کہ اگر کوئی شخص مسلمانوں کی تعداد بڑھانے کی نیت سے ایک سے زیادہ عورتوں سے نکاح کرے اور ان کے درمیان عدل کرے تو وہ ثواب کا مستحق ہوگا۔

٢٣٦٧ ح: [فَإِنَّ خَيْرَ هٰذِهِ الْأُمَّةِ أَكْثَرُهَا نِسَاءً]

اس اُمت کے سب سے بہتر سب سے زیادہ عورتوں والے تھے

٢٣٦٧ - عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ قَالَ قَالَ لِيَ ابْنُ عَبَّاسٍ هَلْ تَزَوَّجْتَ؟ قُلْتُ لَا، قَالَ فَتَزَوَّجْ، فَإِنَّ خَيْرَ هٰذِهِ الْأُمَّةِ أَكْثَرُهَا نِسَاءً.

حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مجھ سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے پوچھا: کیا تو نے شادی کی ہے؟ میں نے کہا: نہیں! فرمایا: شادی کر لے اس لیے کہ اس امت کے سب سے بہتر سب سے زیادہ عورتوں والے تھے۔

اس سے مراد حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ "ھذہ الامۃ" کی قید سے حضرت داؤد علیہ السلام نکل گئے کہ ان کی ننانوے بیویاں تھیں، اور حضرت سلیمان علیہ السلام بھی جن کی ایک ہزار بیویاں تھیں، تین سو آزاد اور سات سو کنیزیں، اس کا بھی احتمال ہے کہ اُمت سے مراد امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہو۔ مطلب یہ ہے کہ اس امت میں جن کی زیادہ بیویاں ہوں گی وہ سب سے بہتر ہوں گے جب کہ کوئی اور وجہ ترجیح نہ ہو۔

بَابُ مَا يُكْرَهُ مِنَ التَّبَتُّلِ وَالْخِصَاءِ (ص ٧٥٩)

غیر شادی شدہ رہنا اور خصی ہونا مکروہ ہے

٢٣٦٨ - سَمِعْتُ سَعْدَ بْنَ أَبِيْ وَقَّاصٍ يَقُوْلُ رَدَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى عُثْمَانَ بْنِ مَظْعُوْنٍ التَّبَتُّلَ، وَلَوْ أَذِنَ لَهُ لَاخْتَصَيْنَا.

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کہتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان ابن مظعون کی غیر شادی شدہ رہنے کی درخواست کو رد فرما دیا، اگر آپ انہیں اجازت دے دیتے تو ہم خصی ہو جاتے۔

٢٣٦٩- ح: [أَلْإِسْتِخْصَاءُ حَرَامٌ]

خصی ہونا حرام ہے

۲۳۶۹ - قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ كُنَّا نَغْزُوْ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَيْسَ لَنَا شَيْءٌ، فَقُلْنَا اَلَا نَسْتَخْصِيْ؟ فَنَهَانَا عَنْ ذٰلِكَ ثُمَّ رَخَّصَ لَنَا اَنْ نَنْكِحَ الْمَرْاَةَ بِالثَّوْبِ، ثُمَّ قَرَاَ عَلَيْنَا ﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُحَرِّمُوْا طَيِّبٰتِ مَاۤ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوْا اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ۝﴾ (المائدہ:۸۷).

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا: ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہ کر غزوہ کرتے تھے اور ہمارے پاس کچھ نہیں تھا تو ہم نے عرض کیا: کیا ہم خصی نہ ہو جائیں؟ تو ہمیں اس سے منع فرمایا، پھر ہمیں رخصت دی کہ ہم عورت سے کپڑے کے عوض نکاح کریں، پھر ہم پر یہ آیت تلاوت کی: اے ایمان والو! ان پاک چیزوں کو حرام نہ کرو جو اللہ نے تمہارے لیے حلال فرمائی ہیں اور حد سے آگے نہ بڑھو بے شک اللہ حد سے آگے بڑھنے والوں کو دوست نہیں رکھتا ۝

بالثّوب

یہ اشارہ ہے متعہ کی طرف، ہوسکتا ہے اس وقت متعہ حرام نہ کیا گیا ہو، یا اس روایت کے وقت تک حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو متعہ کی حرمت کا علم نہ رہا ہو۔

ت٦٢٦- وَقَالَ اَصْبَغُ اِلَى اَنْ قَالَ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنِّيْ رَجُلٌ شَابٌّ، وَاَنَا اَخَافُ عَلٰى نَفْسِي الْعَنَتَ، وَلَا اَجِدُ مَا اَتَزَوَّجُ بِهِ النِّسَاءَ، فَسَكَتَ عَنِّيْ، ثُمَّ قُلْتُ مِثْلَ ذٰلِكَ، فَسَكَتَ عَنِّيْ، ثُمَّ قُلْتُ مِثْلَ ذٰلِكَ، فَسَكَتَ عَنِّيْ، ثُمَّ قُلْتُ مِثْلَ ذٰلِكَ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا اَبَا هُرَيْرَةَ، جَفَّ الْقَلَمُ بِمَا اَنْتَ لَاقٍ فَاخْتَصِ عَلٰى ذٰلِكَ اَوْ ذَرْ.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! میں جوان مرد ہوں اور میں اپنے اوپر زنا سے ڈرتا ہوں اور میں وہ نہیں پاتا جس سے عورتوں سے شادی کروں تو حضور خاموش رہے، پھر میں نے وہی عرض کیا، پھر آپ خاموش رہے، پھر میں نے وہی عرض کیا تو حضور چپ رہے، پھر میں نے وہی عرض کیا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے ابو ہریرہ! قلم سوکھ چکا اس پر جس سے تو ملاقات کرنے والا ہے، اب تو اسی پر اختصار کر یا چھوڑ دے۔

اصبغ

اس سے مراد ''اصبغ بن فرج'' ہیں۔ منفرج عبداللہ ابن وہب کے وراق ہیں۔ بخاری کے اساتذہ میں کوئی اصبغ نام کے نہیں۔ اسماعیلی نے اس کو یوں روایت کیا ہے: ''حدثنا ابن الحار حدثنا اصبغ''۔

فاختصر

ہندوستانی نسخوں میں ''فاختصر'' ہے لیکن فتح الباری اور عمدۃ القاری میں یہاں ''فاختصّ'' ہے۔ علامہ عینی وغیرہ نے لکھا ہے کہ بعض اصول میں ''اقتصر'' ہے۔ ''اختص'' کی روایت پر مطلب یہ ہوا کہ تم جو کچھ کرنے والے ہو سب لوح محفوظ میں لکھا جا چکا، تم خصی ہو جاؤ ہے نہ ہو وہ ہو کر رہے گا اور ''اختصر'' اور ''اقتصر'' کا مطلب یہ ہے کہ میں نے جو کچھ ذکر کر دیا اس پر اختصار کرو اور اللہ کی قضا پر راضی رہو۔ یا اسے جانے دو اور جو تم چاہو کرو، چاہو تو خصی ہو جاؤ، بہر تقدیر یہ تہدید ہے جیسے فرمایا گیا: ''فَمَنْ شَآءَ فَلْيُؤْمِنْ وَّمَنْ شَآءَ فَلْيَكْفُرْ'' (الکہف:۲۹) جس کا جی چاہے مومن ہو، جس کا جی چاہے کافر ہو۔

بَابُ نِكَاحِ الْاَبْكَارِ (ص٧٦٠) کنواری عورتوں سے نکاح کرنا

٢٣٧٠- ح: [لَمْ يَتَزَوَّجْ بِكْرًا غَيْرَ عَائِشَةَ]

حضرت عائشہ صدیقہ کے علاوہ اور کسی کنواری عورت سے شادی نہیں کی

٢٣٧٠ - عَنْ هِشَامِ ابْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيْهِ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، أَرَأَيْتَ لَوْ نَزَلْتَ وَادِيًا وَفِيْهِ شَجَرَةٌ قَدْ أُكِلَ مِنْهَا، وَوَجَدْتَّ شَجَرًا لَمْ يُؤْكَلْ مِنْهَا، فِيْ أَيِّهَا كُنْتَ تُرْتِعُ بَعِيْرَكَ؟ قَالَ فِي الَّذِيْ لَمْ يُرْتَعْ مِنْهَا. تَعْنِيْ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يَتَزَوَّجْ بِكْرًا غَيْرَهَا.

اُمّ المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! مجھے بتائیے اگر آپ کسی میدان میں جائیں اور اس میں کچھ درخت ایسے ہوں جن میں سے کھایا گیا ہو اور آپ ایسے درخت بھی پائیں جن سے کچھ نہیں کھایا گیا، ان میں سے کہاں آپ اپنے اونٹ کو چرائیں گے؟ فرمایا: وہاں جو چرا نہیں گیا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے علاوہ اور کسی کنواری عورت سے شادی نہیں کی ہے۔

بَابُ تَزْوِيْجِ الصِّغَارِ مِنَ الْكِبَارِ (ص ٧٦٠)

چھوٹی عمر والوں کا بڑی عمر والوں سے شادی کرنا

٢٣٧١- ح: [قَالَ لِأَبِيْ بَكْرٍ أَنْتَ أَخِيْ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ]

حضرت ابوبکر سے ارشاد: تو اللہ تعالیٰ کے دین میں میرا بھائی ہے

٢٣٧١ - عَنْ عِرَاكٍ، عَنْ عُرْوَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَطَبَ عَائِشَةَ إِلٰى أَبِيْ بَكْرٍ، فَقَالَ لَهُ أَبُوْ بَكْرٍ، إِنَّمَا أَنَا أَخُوْكَ، فَقَالَ أَنْتَ أَخِيْ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ وَكِتَابِهِ، وَهِيَ لِيْ حَلَالٌ.

حضرت عروہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر سے عائشہ کی منگنی کی بات کی تو حضرت ابوبکر نے عرض کیا: میں تو آپ کا بھائی ہوں، فرمایا: تم اللہ کے دین اور اس کی کتاب میں میرے بھائی ہو اور وہ میرے لیے حلال ہے۔

مطابقت

یہ سب کو معلوم و مشہور ہے کہ نکاح کے وقت اُمّ المومنین کی عمر چھ سال تھی اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر مبارک اس وقت پچاس سے متجاوز تھی۔ یہ حدیث بہ ظاہر مرسل ہے اس لیے کہ عروہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ نہیں پایا، لیکن حقیقت میں متصل ہے۔ عروہ نے یہ حدیث اُمّ المؤمنین سے سنی ہے، جیسا کہ ابوالعباس طرقی نے اپنی کتاب میں ذکر کیا ہے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے جو خصوصی تعلق تھا وہ حقیقی بھائیوں کے تعلق سے بڑھا ہوا تھا۔ اس بناء پر ان کو خیال ہوا کہ جیسے حقیقی بھائی کی بچی حلال نہیں اسی طرح یہاں بھی ہوگا، مگر جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے بات صاف کر دی اور فرمادیا کہ ہماری اور تمہاری اخوت دینی ہے نسبی نہیں اس لیے عائشہ میرے لیے حلال ہے تو حضرت صدیق اکبر نے بلا تامل نکاح کر دیا۔

بَابُ الْأَكْفَاءِ فِي الدِّيْنِ

شادی کرنے والوں کا دین میں برابر ہونا

وَقَوْلِهِ ﴿وَهُوَ الَّذِيْ خَلَقَ مِنَ الْمَآءِ بَشَرًا فَجَعَلَهٗ نَسَبًا وَّصِهْرًا وَّكَانَ رَبُّكَ قَدِيْرًا﴾ (الفرقان: ٥٤). (ص ٧٦٢)

اور اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی تفسیر: اللہ وہی ہے جس نے نطفہ سے بشر بنایا، پھر اس کو خاندان اور سسرال والا بنایا اور تیرا رب قدرت والا ہے۔

٢٣٧٢- ح: [قَالَ لِضُبَاعَةَ حُجِّيْ]

ضباعہ سے فرمایا: حج کر اور یہ شرط کر لے:

وَاشْتَرِطِي وَقُولِي اَللّٰهُمَّ مَحِلِّي حَيْثُ حَبَسْتَنِي]

اے اللہ! جہاں تو روک لے گا وہی میرے احرام کھولنے کی جگہ ہے

٢٣٧٢ - عَنْ هِشَامٍ عَنْ اَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ دَخَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى ضُبَاعَةَ بِنْتِ الزُّبَيْرِ فَقَالَ لَهَا لَعَلَّكِ اَرَدْتِّ الْحَجَّ. قَالَتْ وَاللّٰهِ لَا اَجِدُنِي اِلَّا وَجِعَةً فَقَالَ لَهَا حُجِّي وَاشْتَرِطِي قُولِي اَللّٰهُمَّ مَحِلِّي حَيْثُ حَبَسْتَنِي. وَكَانَتْ تَحْتَ الْمِقْدَادِ بْنِ الْاَسْوَدِ.

اُمّ المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ضباعہ بنت زبیر کے پاس تشریف لے گئے اور ان سے فرمایا: شاید تو نے حج کا ارادہ کیا ہے۔ انہوں نے کہا: بخدا! میں اپنے آپ کو بیمار پاتی ہوں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا: حج کر اور شرط کر دے اور کہہ: اے اللہ! میرے احرام کھولنے کی جگہ وہی ہے جہاں تو مجھے روکے اور یہ حضرت مقداد بن اسود کی زوجیت میں تھیں۔

یہ حدیث کتاب الحج میں گزر چکی ہے۔ حج سے متعلق بحث کتاب الحج میں ہو چکی ہے۔ یہاں ہم نے اس لیے ذکر کیا ہے کہ باب سے امام بخاری کا رجحان یہ معلوم ہوتا ہے کہ نکاح کے لیے نسب میں کفاءت شرط نہیں صرف دین میں کفاءت شرط ہے اس لیے کہ حضرت ضباعۃ بنت الزبیر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا زبیر بن عبدالمطلب کی صاحب زادی قرشیہ ہاشمیہ تھیں اور حضرت مقداد بن اسود قریشی نہیں تھے یہ اصل میں کندی تھے۔ اسود بن عبد یغوث کے حلیف تھے اور اس نے ان کو اپنا متبنٰی بنالیا تھا لیکن یہاں دو باتیں ہیں۔ یہ ابتدائے اسلام کی بات ہے بلکہ ہوسکتا ہے کہ یہ نکاح اسلام سے پہلے ہوا ہو علاوہ ازیں حضرت مقداد بن اسود سابقین اولین میں سے اکابر وافاضل صحابہ میں سے تھے۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ سب سے پہلے اسلام کو سات افراد نے ظاہر کیا۔ ان میں سے ایک مقداد بن اسود بھی تھے اور اس پر اجماع ہے کہ اگر مرد میں علم، فضل، تقویٰ، ورع ہو تو وہ اپنے سے اعلیٰ نسب کا کفو ہوسکتا ہے۔

٢٣٧٣- ح: [تُنْكَحُ الْمَرْاَةُ لِاَرْبَعٍ]

عورتوں سے چار باتوں کی وجہ سے نکاح کیا جاتا ہے

٢٣٧٣ - عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ تُنْكَحُ الْمَرْاَةُ لِاَرْبَعٍ لِمَالِهَا وَلِحَسَبِهَا وَجَمَالِهَا وَلِدِيْنِهَا فَاظْفَرْ بِذَاتِ الدِّيْنِ تَرِبَتْ يَدَاكَ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: عورت سے چار باتوں کی وجہ سے نکاح کیا جاتا ہے: اس کے مال کی وجہ سے اس کی عزت کی وجہ سے اور اس کی خوبصورتی کی وجہ سے اور اس کے دین کی وجہ سے تو دین والی کو حاصل کر تیرا ہاتھ خاک آلود ہو۔

٢٣٧٤- ح: [بَيَانُ الْمُتَمَوِّلِ وَالْمُحْتَاجِ]

مال دار اور محتاج کا بیان

٢٣٧٤ - عَنْ سَهْلٍ قَالَ مَرَّ رَجُلٌ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ مَا تَقُوْلُوْنَ فِي هٰذَا؟ قَالُوْا حَرِيٌّ اِنْ خَطَبَ اَنْ يُّنْكَحَ وَاِنْ شَفَعَ اَنْ يُّشَفَّعَ وَاِنْ قَالَ اَنْ يُّسْتَمَعَ قَالَ ثُمَّ سَكَتَ فَمَرَّ رَجُلٌ مِّنْ فُقَرَاءِ

حضرت سہل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب سے گزرا تو حضور نے پوچھا: ان کے بارے میں کیا کہتے ہو؟ لوگوں نے کہا: یہ اس لائق ہیں کہ اگر منگنی کریں تو ان سے نکاح کیا جائے اور اگر شفاعت کریں تو ان کی شفاعت قبول

الْمُسْلِمِيْنَ، فَقَالَ مَا تَقُوْلُوْنَ فِيْ هٰذَا؟ قَالُوْا حَرِيٌّ اِنْ خَطَبَ اَنْ لَّا يُنْكَحَ، وَاِنْ شَفَعَ اَنْ لَّا يُشَفَّعَ، وَاِنْ قَالَ اَنْ لَّا يُسْتَمَعَ. فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هٰذَا خَيْرٌ مِّنْ مِلْءِ الْاَرْضِ مِثْلَ هٰذَا.

(بخاری۔ کتاب الرقاق۔باب: فضل الفقر ص ۹۹۴، ابن ماجہ۔کتاب الزہد)

کی جائے اور اگر کچھ کہیں تو ان کی بات بغور سنی جائے۔ یہ سن کر حضور ﷺ کچھ دیر خاموش رہے، پھر غریب مسلمانوں میں سے ایک صاحب گزرے تو حضور نے پوچھا: ان کے بارے میں کیا کہتے ہو؟ لوگوں نے کہا: یہ ایسے ہیں کہ اگر منگنی کریں تو ان کا نکاح نہ کیا جائے اور اگر سفارش کریں تو قبول نہ کی جائے اور اگر کچھ کہیں تو سنا نہ جائے۔ اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: یہ اس شخص جیسے زمین بھر سے بہتر ہے۔

بَابُ مَا يُتَّقٰى مِنْ شُؤْمِ الْمَرْاَةِ وَقَوْلِهٖ تَعَالٰى ﴿اِنَّ مِنْ اَزْوَاجِكُمْ وَاَوْلَادِكُمْ عَدُوًّا لَّكُمْ﴾ (التغابن:١٤). (ص ٧٦٣)

اس کا بیان کہ عورت کی نحوست سے بچا جائے

اور اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی تفسیر: بے شک تمہاری بیویوں اور تمہاری اولاد میں سے تمہارے دشمن ہیں۔

توضیح......(نحوست کے معنی)

تحقیق یہ ہے کہ نحوست کسی چیز میں نہیں جیسا کہ باب میں ذکر کی ہوئی دوسری حدیث سے ظاہر ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ اگر نحوست کسی چیز میں ہوتی تو گھر میں اور عورت میں اور گھوڑے میں ہوتی۔ بعض لوگوں نے یہ تاویل کی ہے کہ عورت کی نحوست یہ ہے کہ وہ بانجھ ہو، اس کا مہر بہت ہو اور وہ بد خلق ہو۔

٢٣٧٥- ح: [لَافِتْنَةَ اَضَرُّ عَلَى الرِّجَالِ مِنَ النِّسَاءِ]

عورتوں سے زیادہ مردوں کو مضر کوئی فتنہ نہیں

٢٣٧٥ - عَنْ اُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا تَرَكْتُ بَعْدِيْ فِتْنَةً اَضَرَّ عَلَى الرِّجَالِ مِنَ النِّسَاءِ.

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما نبی ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: میں نے اپنے بعد کوئی فتنہ عورتوں سے زیادہ مردوں کو نقصان پہنچانے والا نہیں چھوڑا۔

بَابُ الْحُرَّةِ تَحْتَ الْعَبْدِ (ص ٧٦٣)

آزاد عورت غلام کی زوجیت میں ہو

٢٣٧٦- ح: [اَلْوَلَاءُ لِمَنْ اَعْتَقَ]

ولاء اس کے لیے جو آزاد کرے

٢٣٧٦ - عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ كَانَ فِيْ بَرِيْرَةَ ثَلَاثُ سُنَنٍ عَتَقَتْ فَخُيِّرَتْ، وَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْوَلَاءُ لِمَنْ اَعْتَقَ. وَدَخَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَبُرْمَةٌ عَلَى النَّارِ، فَقُرِّبَ اِلَيْهِ خُبْزٌ وَاُدْمٌ مِّنْ اُدْمِ الْبَيْتِ، فَقَالَ لَمْ اَرَ الْبُرْمَةَ. فَقِيْلَ لَحْمٌ تُصُدِّقَ بِهٖ عَلٰى بَرِيْرَةَ، وَاَنْتَ لَا تَاْكُلُ الصَّدَقَةَ. قَالَ هُوَ عَلَيْهَا

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ بریرہ کی ذات سے تین احکام معلوم ہوئے۔ وہ آزاد ہوئیں ان کو اختیار دیا گیا اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ولاء اس کے لیے ہے جو آزاد کرے اور رسول اللہ ﷺ گھر میں تشریف لائے اور ہانڈی آگ پر تھی۔ روٹی اور گھر کے سالنوں میں سے کوئی سالن حضور کے قریب کیا گیا۔ فرمایا: کیا میں نے ہانڈی کو نہیں دیکھا؟ عرض کیا گیا: یہ صدقہ کا گوشت ہے جو بریرہ کے پاس آیا تھا اور آپ صدقہ نہیں کھاتے۔

صَدَقَةٌ وَلَنَا هَدِيَّةٌ. فرمایا: وہ ان کے لیے صدقہ ہے ہمارے لیے ہدیہ ہے۔

(بخاری۔ کتاب الطلاق۔ باب: لایکون بیع الامۃ طلاق ص ٧٩٥ 'کتاب الاطعمہ' باب: الادم ص ٨١٦ 'مسلم۔ کتاب الزکوٰۃ 'نسائی۔ کتاب الطلاق)

[بریرہ کے شوہر مغیث غلام تھے یا آزاد؟]

یہ حدیث گزر چکی ہے' اس کے متعلق ابحاث بھی گزر چکی ہیں۔ یہاں صرف یہ بتانے کے لیے میں نے اس کو ذکر کیا ہے کہ حضرت بریرہ کے شوہر کا نام مغیث تھا' وہ غلام تھے کہ آزاد اس سلسلہ میں دونوں روایتیں آئی ہیں۔ ابوداؤد' ترمذی' نسائی' ابن ماجہ' بیہقی نے روایت کیا ہے کہ وہ آزاد تھے' لیکن خود ابوداؤد میں دوسری روایت میں یہ ہے کہ وہ غلام تھے اور یہی مسلم میں بھی ہے۔ پھر بخاری میں باب الطلاق میں حضرت ابن عباس سے مروی ہے کہ وہ غلام تھے جن کا نام مغیث تھا۔ ان روایات کی تطبیق میں شراح نے بہت کوشش کی ہے۔ علامہ عینی کی رائے یہ ہے کہ پہلے وہ غلام تھے۔ جب حضور ﷺ نے حضرت بریرہ کو اختیار دیا اس وقت آزاد تھے۔ یہاں یہ بتانا ہے کہ باندی اگر کسی کے نکاح میں ہو خواہ وہ آزاد ہو یا غلام' جب وہ آزاد ہو جائے گی تو اسے اختیار ہے خواہ سابق شوہر کے نکاح میں رہے خواہ اس سے الگ ہو جائے۔

گوشت کے بارے میں کتاب الاطعمہ میں یہ زائد ہے کہ اُمّ المؤمنین نے فرمایا کہ بریرہ نے یہ گوشت ہمیں ہدیہ میں دے دیا ہے۔ پہلے ہی گوشت حضور کی خدمت میں اس لیے نہیں پیش کیا کہ بہر حال وہ حقیقت میں صدقہ تھا۔ اُمّ المؤمنین نے یہ خیال فرمایا کہ اگرچہ بریرہ نے ہم کو ہدیہ کر دیا ہے شاید اب بھی حضور نہ تناول فرمائیں۔

بَابٌ ﴿وَاُمَّهَاتُكُمُ اللَّاتِيْ اَرْضَعْنَكُمْ﴾ (النساء:٢٣) وَيَحْرُمُ مِنَ الرَّضَاعَةِ مَايَحْرُمُ مِنَ النَّسَبِ (ص ٧٦٤)

اور تم پر تمہاری مائیں حرام ہیں جنہوں نے تم کو دودھ پلایا ہے' اور رضاعت سے بھی وہ حرام ہیں جو نسب سے حرام ہیں

٢٣٧٧- اَخْبَرَنِيْ عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ اَنَّ زَيْنَبَ ابْنَةَ اَبِيْ سَلَمَةَ اَخْبَرَتْهُ اَنَّ اُمَّ حَبِيْبَةَ بِنْتَ اَبِيْ سُفْيَانَ اَخْبَرَتْهَا اَنَّهَا قَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ' اَنْكِحْ اُخْتِيْ بِنْتَ اَبِيْ سُفْيَانَ' فَقَالَ اَوَتُحِبِّيْنَ ذٰلِكَ؟ فَقُلْتُ نَعَمْ' لَسْتُ لَكَ بِمُخْلِيَةٍ' وَاَحَبُّ مَنْ شَارَكَنِيْ فِيْ خَيْرٍ اُخْتِيْ' فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ ذٰلِكِ لَا يَحِلُّ لِيْ. قُلْتُ فَاِنَّا نُحَدَّثُ اَنَّكَ تُرِيْدُ اَنْ تَنْكِحَ بِنْتَ اَبِيْ سَلَمَةَ؟ قَالَ بِنْتَ اُمِّ سَلَمَةَ؟ قُلْتُ نَعَمْ' فَقَالَ لَوْ اَنَّهَا لَمْ تَكُنْ رَبِيْبَتِيْ فِيْ حَجْرِيْ مَا حَلَّتْ لِيْ' اِنَّهَا لَابْنَةُ اَخِيْ مِنَ الرَّضَاعَةِ' اَرْضَعَتْنِيْ وَاَبَا سَلَمَةَ ثُوَيْبَةُ' فَلَا تَعْرِضْنَ عَلَيَّ بَنَاتِكُنَّ وَلَا اَخَوَاتِكُنَّ. قَالَ عُرْوَةُ وَثُوَيْبَةُ مَوْلَاةٌ لِاَبِيْ لَهَبٍ' كَانَ اَبُوْ لَهَبٍ اَعْتَقَهَا' فَاَرْضَعَتِ النَّبِيَّ صَلَّى

زینب بنت ابی سلمہ نے خبر دی کہ حضرت ام حبیبہ بنت ابی سفیان نے انہیں خبر دی کہ انہوں نے عرض کیا: یارسول اللہ! میری بہن ابوسفیان کی بیٹی سے نکاح فرمالیں تو حضور نے فرمایا: کیا تم اس کو پسند کرتی ہو؟ میں نے عرض کیا: جی ہاں! آپ کے لیے تنہا میں ہی نہیں ہوں اور میں پسند کرتی ہوں کہ خیر میں میری بہن میری شریک ہو' تو نبی ﷺ نے فرمایا کہ وہ میرے لیے حلال نہیں' تو میں نے عرض کیا: ہمیں بتایا گیا ہے کہ حضور ابوسلمہ کی بیٹی سے نکاح کرنا چاہتے ہیں۔ فرمایا: ام سلمہ کی لڑکی سے؟ میں نے عرض کیا: جی ہاں! فرمایا: اگر وہ میری گود میں ربیبہ نہ ہوتی تو بھی وہ میرے لیے حلال نہ ہوتی' اس لیے کہ وہ میری رضاعی بھتیجی ہے۔ مجھے اور ابوسلمہ کو ثویبہ نے دودھ پلایا ہے۔ تم ہرگز اپنی بہنوں' بیٹیوں کو مجھ پر پیش نہ کرو۔ عروہ نے کہا: ثویبہ ابولہب کی آزادہ کردہ لونڈی

اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَلَمَّا مَاتَ اَبُوْ لَهَبٍ اُرِيَهُ بَعْضُ اَهْلِهِ بِشَرِّ حِيبَةٍ، قَالَ لَهُ مَاذَا لَقِيتَ؟ قَالَ اَبُوْ لَهَبٍ لَمْ اَلْقَ بَعْدَكُمْ خَيْرًا غَيْرَ اَنِّيْ سُقِيتُ فِيْ هٰذِهِ بِعَتَاقَتِيْ ثُوَيْبَةَ.

تھیں۔ ابولہب نے انہیں آزاد کر دیا تھا۔ انہوں نے نبی ﷺ کو دودھ پلایا۔ جب ابولہب مر گیا تو اس کے بعض اہل کو خواب میں دکھایا گیا بدترین حالت میں، انہوں نے ابولہب سے پوچھا: کیا ملا؟ تو ابولہب نے کہا: تمہارے بعد مجھ کو خیر نہیں ملا سوائے اس کے کہ اس کے ذریعہ سے مجھ کو پلایا جاتا ہے، ثویبہ کے آزاد کرنے کی وجہ سے۔

(بخاری۔ باب: ربائبکم اللاتی ص ٧٦٥، باب: وان تجمعوا بین الاختین ص ٧٦٦، باب: عرض الانسان ابنتہ ص ٧٦٨، کتاب النفقات۔ باب: المراضع من المواليات وغيرهن ص ٨٠٩، مسلم، نسائی۔ کتاب النکاح)

زَيْنَبَ ابْنَةَ اَبِيْ سَلَمَةَ

یہ حضرت اُمّ المؤمنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی صاحب زادی تھیں جو ان کے سابق شوہر حضرت ابوسلمہ عبداللہ بن عبدالاسد سے تھیں۔ اُمّ المؤمنین حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کی ان بہن کا نام یا تو عزّہ تھا یا حمنہ یا دُرّہ۔

''ان ذالك لا يحل لى يعنى زينب'' میرے لیے دو وجہ سے حرام ہے، ایک تو یہ کہ وہ میری زوجہ ام سلمہ کی بیٹی ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ''وَرَبَائِبُكُمُ اللَّاتِيْ فِيْ حُجُوْرِكُمْ مِنْ نِسَآئِكُمُ اللَّاتِيْ دَخَلْتُمْ بِهِنَّ'' اور حرام ہیں تم پر ان کی وہ بیٹیاں جو تمہاری گود میں ہیں ان بیویوں سے جن سے تم صحبت کر چکے ہو۔ دوسرے اس بناء پر کہ وہ میری رضاعی بھتیجی ہیں۔ مجھے اور اس کے باپ ابوسلمہ کو ابولہب کی لونڈی ثویبہ نے دودھ پلایا ہے۔

قال عروة...... (جہنم میں ابولہب کو انعام)

یہ تعلیق نہیں سند مذکور کے ساتھ متصل ہے۔ قصہ یہ ہوا کہ جب حضور اقدس ﷺ پیدا ہوئے تو ابولہب کی لونڈی ثویبہ نے اسے بشارت دی۔ اس پر خوش ہو کر ابولہب نے اسے آزاد کر دیا۔ جب وہ مر گیا تو حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے سال بھر کے بعد اس کو خواب میں دیکھا، پوچھا: کیا حال ہے؟ اس نے کہا: برے حال میں ہوں، مگر ہر دوشنبہ کو عذاب میں تخفیف ہو جاتی ہے، اور اس نے اپنے انگوٹھے اور کلمے کی انگلی کے درمیان ایک سوراخ کی طرف اشارہ کر کے کہا: اس سے تھوڑا سا پانی مل جاتا ہے۔

ائمہ دین نے تصریح فرمائی ہے کہ یہ اصل ہے ان لوگوں کے لیے جو میلاد شریف منعقد کرتے ہیں کہ جب ایک کافر کو جہنم میں ولادت کی خوشی پر یہ انعام ملا ہے تو جو مسلمان صدق نیت کے ساتھ میلاد پاک کی خوشی منائے گا اسے کیا کچھ انعام نہ ملے گا۔

[ابوطالب کو بھی خدمت کا صلہ ملا]

امت کا اس پر اجماع ہے کہ کسی کافر کو اس کے کسی عمل خیر پر آخرت میں کوئی اجر نہ ملے گا، لیکن یہ حضور اقدس ﷺ کے خصائص میں سے ہے کہ ابوطالب نے حضور ﷺ کی خدمت کی تو انہیں آخرت میں اجر ملا۔ فرمایا: ''لو لا انا لكان فى الدرك الاسفل'' اگر میں نہ ہوتا تو ابوطالب جہنم کے نچلے طبقے میں ہوتے، اسی طرح ابولہب کو بھی ملا۔

بَابُ مَا يَحِلُّ مِنَ النِّسَاءِ وَمَا يَحْرُمُ — عورتوں میں سے کون حلال ہیں اور کون حرام ہیں؟

وَقَوْلِهِ تَعَالٰى ﴿حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ اُمَّهَاتُكُمْ — اور اللہ تعالیٰ کے اس قول کا بیان: حرام کی گئیں تم پر تمہاری

وَبَنَاتُكُمْ وَأَخَوَاتُكُمْ وَعَمَّاتُكُمْ وَخَالَاتُكُمْ وَبَنَاتُ الْأَخِ وَبَنَاتُ الْأُخْتِ﴾ إِلَى آخِرِ الْآيَتَيْنِ إِلَى قَوْلِهِ ﴿إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلِيمًا حَكِيمًا﴾ (النساء:٢٣-٢٤)

مائیں اور تمہاری بیٹیاں اور تمہاری بہنیں اور تمہاری پھوپھیاں اور تمہاری خالائیں اور بھتیجیاں اور بھانجیاں' اللہ تعالیٰ کے قول: ''إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلِيمًا حَكِيمًا'' تک۔

توضیح

اس آیت میں ہے: اور حرام کی گئیں تم پر تمہاری وہ مائیں جنہوں نے تم کو دودھ پلایا اور دودھ کی بہنیں اور عورتوں کی مائیں اور ان کی بیٹیاں جو تمہاری گود میں ہیں ان بیویوں سے جن سے تم صحبت کر چکے ہو پھر اگر تم نے ان سے صحبت نہ کی ہو تو ان کی بیٹیوں میں حرج نہیں اور تمہارے نسلی بیٹوں کی بیویاں اور دو بہنیں اکٹھی کرنا مگر جو ہو گزرا' بے شک اللہ بخشنے والا مہربان ہے' اور حرام ہیں شوہر دار عورتیں مگر کافروں کی عورتیں جو تمہاری ملک میں آ جائیں۔ یہ اللہ کا نوشتہ ہے تم پر اور ان کے سوا جو عورتیں ہیں وہ تمہیں حلال ہیں کہ اپنے مالوں کے عوض تلاش کرو' قید لاتے نہ پانی گراتے' تو جن عورتوں کو نکاح میں لانا چاہو ان کے بندھے ہوئے مہر انہیں دو اور قرارداد کے بعد اگر تمہارے آپس میں کچھ رضامندی ہو جاوے تو اس میں گناہ نہیں' بے شک اللہ علم و حکمت والا ہے۔

اس آیت کریمہ میں صراحت کے ساتھ چودہ قسم کی عورتوں کے بارے میں فرمایا گیا کہ وہ تم پر حرام ہیں' لیکن انہیں میں حصر نہیں۔ جس طرح دو بہنوں کا جمع کرنا حرام ہے اسی طرح پھوپھی اور اس کی بھتیجی اور بھانجی اور خالہ اور اس کی بھتیجی اور بھانجی کو بھی جمع کرنا حرام ہے۔ اس کا قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ ہر ایسی دو عورتوں کو جمع کرنا حرام ہے جن میں سے کسی ایک کو اگر مرد فرض کریں تو دوسری سے اس کا نکاح ہمیشہ ہمیشہ کے لیے حرام ہو۔ اسی طرح رضاعی پھوپھی' رضاعی خالہ وغیرہ بھی حرام ہیں۔ جن کی تفصیل کتب فقہ میں درج ہے۔

ت ٦٢٧ - وَقَالَ أَنَسٌ ﴿وَالْمُحْصَنَاتُ مِنَ النِّسَاءِ﴾ ذَوَاتُ الْأَزْوَاجِ الْحَرَائِرُ حَرَامٌ ﴿إِلَّا مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ﴾ لَا يَرَى بَأْسًا أَنْ يَنْزِعَ الرَّجُلُ جَارِيَتَهُ مِنْ عَبْدِهِ. وَقَالَ ﴿وَلَا تَنْكِحُوا الْمُشْرِكَاتِ حَتَّى يُؤْمِنَّ﴾ (البقرة:٢٢١). (ص٧٦٥)

اور حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اس آیت میں محصنات سے مراد وہ عورتیں ہیں جو آزاد شوہروں کے نکاح میں ہوں۔ یہ حرام ہیں' ہاں! باندیاں حلال ہیں' مثلاً مسلمانوں نے جہاد میں کفار کی عورتوں پر قبضہ کر لیا اور وہ باندیاں ہو گئیں تو وہ حلال ہیں اگرچہ ان کے شوہر زندہ ہوں جنہوں نے ان کو طلاق نہ دی ہو اسی طرح اس میں بھی حرج نہیں کہ کسی کی باندیاں اس کے غلام کے نکاح میں ہوں اور اس کا آقا اس کے غلام شوہر کے نکاح سے الگ کر کے اپنے پاس رکھے اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اور مشرکہ عورتوں سے نکاح نہ کرو یہاں تک کہ وہ ایمان لائیں۔

مطلب یہ ہے کہ ان چودہ قسم کی عورتوں کے علاوہ مشرکہ عورتوں سے بھی نکاح حرام ہے۔ اس آیت میں مشرکہ بہ معنی کافرہ ہے اور یہود و نصاریٰ کی اہل کتاب اس سے مستثنیٰ ہیں کہ فرمایا گیا: ''وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ الَّذِيْنَ أُوْتُوا الْكِتَابَ مِنْ قَبْلِكُمْ'' (المائدہ:۵) اور پارسا عورتیں ان میں سے جن کو تم سے پہلے کتاب ملی' اور اہل کتاب خاص ہیں یہود و نصاریٰ کے ساتھ' ان دو کے علاوہ کسی بھی کافرہ عورت سے نکاح صحیح نہیں اگرچہ وہ مشرکہ نہ ہو۔

ت ٦٢٨ - وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ مَا زَادَ عَلَى أَرْبَعٍ فَهُوَ

حضرت ابن عباس نے فرمایا: جو چار سے زیادہ ہوں وہ بھی

حَرَامٌ كَأُمِّهِ وَابْنَتِهِ وَأُخْتِهِ. حرام ہیں ماں اور بیٹی اور بہن کی طرح۔

۲۳۷۸- ح: [حَرُمَ مِنَ النَّسَبِ سَبْعٌ، وَمِنَ الصِّهْرِ سَبْعٌ]

نسب سے سات رشتے حرام ہیں اور صہر سے بھی سات۔

۲۳۷۸- وَقَالَ لَنَا اَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ، عَنْ سُفْيَانَ حَدَّثَنِي حَبِيْبٌ، عَنْ سَعِيْدٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ حَرُمَ مِنَ النَّسَبِ سَبْعٌ، وَمِنَ الصِّهْرِ سَبْعٌ. ثُمَّ قَرَأَ ﴿حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ اُمَّهَاتُكُمْ﴾ (النساء:۲۳) اَلْاٰيَةَ.

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نسب سے سات حرام کی گئیں اور مہر سے سات حرام کی گئیں' پھر انہوں نے تلاوت کیا کہ حرام کی گئیں تم پر تمہاری مائیں' پوری آیت۔

وَقَالَ لَنَا اَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ

اس حدیث کو امام بخاری نے حضرت امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ سے مذاکرۃً سنا ہے۔ "صِهْرٍ" سے مراد سسرالی رشتہ ہے' مثلاً زید نے ہندہ سے نکاح کیا تو ہندہ کی ماں' ہندہ کی دادی' ہندہ کی نانی زید پر حرام ہو جاتی ہیں۔ آیت میں نسب سے جو سات عورتیں حرام ہیں وہ تو تصریح کے ساتھ مذکور ہیں: (۱) مائیں (۲) بیٹیاں (۳) بہنیں (۴) پھوپھیاں (۵) خالائیں (۶) بھتیجیاں (۷) بھانجیاں۔ لیکن "صِهر" سے جو سات عورتیں حرام ہیں وہ سب صراحۃً مذکور نہیں' صرف تین مذکور ہیں: (۱) بیویوں کی مائیں (۲) مدخولہ کی بیٹیاں (۳) اور بیٹوں کی بیویاں' اس لیے اس کے استشہاد میں آیۂ کریمہ کی تلاوت درست نہیں۔ علامہ ابن حجر نے فرمایا کہ "صِهْر" سے مراد یہاں سبب ہے۔ تو اب اس میں رضائی مائیں' رضائی بہنیں اور جمع بین الاختین اور شوہر والیاں بھی داخل ہو جائیں گی۔ اس طرح سات ہوئیں۔

طبرانی نے حضرت ابن عباس ہی سے اس حدیث کے آخر میں یوں روایت کیا ہے: پھر حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے پڑھا: حرام کی گئیں تم پر تمہاری مائیں' یہاں تک کہ "بنات الاخ و بنات الاخت" تک پہنچے' پھر فرمایا: یہ نسب ہے' پھر پڑھا: اور تمہاری وہ مائیں جنہوں نے تم کو دودھ پلایا' یہاں تک کہ پہنچے: اور یہ کہ تم دونوں بہنوں کو جمع کرو' اور پڑھا: اوران سے نکاح نہ کرو جن عورتوں سے تمہارے باپ نے نکاح کیا ہے' فرمایا: یہ "صِهْر" ہے۔

اس روایت میں "والمحصنٰت" مذکور نہیں۔ اس کے بجائے "وَلَا تَنْكِحُوْا مَا نَكَحَ اٰبَآؤُكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ" (النساء:۲۲) مذکور ہے۔ رضاعت پر "صِهر" کا اطلاق یا تو تغلیباً ہے یا مجازاً۔ مصاہرت کی وجہ سے مزید چار یہ عورتیں حرام ہیں: زوجہ کی دادیاں' نانیاں' اُصول باپ دادا وغیرہ کی بیبیاں' فروع بیٹے' پوتوں وغیرہما کی بیبیاں۔

ت۶۲۹- وَجَمَعَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ جَعْفَرٍ بَيْنَ ابْنَةِ عَلِيٍّ وَامْرَأَةِ عَلِيٍّ، وَقَالَ ابْنُ سِيْرِيْنَ لَا بَأْسَ بِهِ، وَكَرِهَهُ الْحَسَنُ مَرَّةً ثُمَّ قَالَ لَا بَأْسَ بِهِ.

اور جمع کیا عبداللہ بن جعفر نے حضرت علی کی صاحبزادی اور حضرت علی کی بیوی کے درمیان اور ابن سیرین نے کہا: اس میں کوئی حرج نہیں اور حسن نے اس کو ایک مرتبہ مکروہ کہا' پھر کہا: اس میں حرج نہیں۔

[دو چچا کی لڑکیوں کو نکاح میں جمع کرنا جائز ہے]

حضرت عبداللہ بن جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی زینب سے نکاح کیا اور انہیں کے ساتھ ان کی بیوی لیلہ بنت مسعود سے نکاح کیا اور جب زینب کا انتقال ہو گیا تو حضرت علی کی دوسری صاحبزادی حضرت اُم کلثوم سے نکاح کیا۔

ان نکاح میں کوئی حرج نہیں' اس کے جواز پر سب کا اتفاق ہے۔ حضرت امام حسن بصری سے کراہت منقول ہے مگر رجوع بھی ثابت ہے۔ ہاں! ابن بطال نے کہا: ابن ابی لیلیٰ نے کہا: یہ نکاح جائز نہیں' لیکن پوری اُمت کا اتفاق ہے کہ یہ درست ہے اور از روئے اُصول اس میں کوئی حرج نہیں۔

ت ٦٣٠- وَجَمَعَ الْحَسَنُ ابْنُ الْحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ بَيْنَ ابْنَتَيْ عَمٍّ فِي لَيْلَةٍ.

اور حسن بن حسن بن علی (حسن مثنیٰ) نے چچا کی دو بیٹیوں کے درمیان ایک رات میں جمع کیا۔

امام حسن مثنیٰ نے اپنے چچا محمد بن علی کی صاحب زادی اور دوسرے چچا عمر بن علی کی صاحبزادی سے ایک رات میں نکاح کے بعد ہم بستری کی۔

ت ٦٣١- وَكَرِهَهُ جَابِرُ بْنُ زَيْدٍ لِلْقَطِيعَةِ' وَلَيْسَ فِيهِ تَحْرِيمٌ' لِقَوْلِهِ تَعَالَى ﴿وَأُحِلَّ لَكُمْ مَا وَرَآءَ ذٰلِكُمْ﴾ (النساء:٢٤).

جابر بن زید نے اس کو مکروہ جانا قطع رحمی کی وجہ سے' اور اس میں تحریم نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تمہارے لیے حلال کی گئیں اس کے ماسوا۔

ابن بطال نے کہا کہ امام مالک نے بھی اس کو مکروہ جانا' حرام نہیں کہا' اور یہی عطا کا بھی قول ہے۔ ایک حدیث ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اس سے منع فرمایا کہ عورت کی کسی رشتہ دار عورت سے نکاح نہ کیا جائے قطع رحمی کے اندیشے سے اس لیے کہ سوکنوں میں عموماً جھگڑا ہو جاتا ہے جو قطع رحم کا سبب بنے گا۔

ت ٦٣٢- عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ إِذَا زَنٰى بِأُخْتِ امْرَأَتِهِ لَمْ تَحْرُمْ عَلَيْهِ امْرَأَتُهُ.

حضرت ابن عباس نے فرمایا: جب اپنی عورت کی بہن کے ساتھ زنا کرے تو اس پر اس کی بیوی حرام نہیں۔

ت ٦٣٣- وَيُرْوٰى عَنْ يَحْيَى الْكِنْدِيِّ' عَنِ الشَّعْبِيِّ وَأَبِي جَعْفَرٍ فِيمَنْ يَلْعَبُ بِالصَّبِيِّ إِنْ أَدْخَلَهُ فِيهِ' فَلَا يَتَزَوَّجَنَّ أُمَّهُ.

یحییٰ کندی' شعبی اور ابو جعفر سے روایت کرتے ہیں کہ اگر کوئی لڑکے سے لواطت کرے تو اس کی ماں سے شادی نہ کرے۔

لواطت سے حرمت مصاہرت ثابت ہوتی ہے یا نہیں اس بارے میں علماء کے درمیان اختلاف ہے۔ احناف اور امام مالک اور امام شافعی فرماتے ہیں کہ اس سے حرمت مصاہرت ثابت نہیں ہوتی۔ امام ثوری اور امام اوزاعی نے فرمایا: اس سے حرمت مصاہرت ثابت ہو جاتی ہے اور یہی امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا بھی قول ہے۔

وَيَحْيٰى هٰذَا غَيْرُ مَعْرُوفٍ' لَمْ يُتَابَعْ عَلَيْهِ.

اور یہ یحییٰ معروف نہیں ہیں' ان کی متابعت نہیں کی گئی۔

امام بخاری کی مراد یہ ہے کہ ان کی عدالت مشہور نہیں' ورنہ ان سے ثوری' ابو عوانہ اور شریک نے روایت کی ہے' نیز امام بخاری نے اپنی تاریخ میں اور ابن ابی حاتم نے ان کا تذکرہ کیا ہے' اور ان کے بارے میں کوئی جرح ذکر نہیں کی اور ابن حبان نے ثقات میں ان کا ذکر کیا ہے اور یحییٰ کندی کا یہ قول سفیان ثوری اور اوزاعی اور امام احمد نے بھی کیا ہے۔

ت ٦٣٤- وَقَالَ عِكْرِمَةُ' عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ إِذَا زَنٰى بِهَا لَمْ تَحْرُمْ عَلَيْهِ امْرَأَتُهُ.

اور عکرمہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہوئے کہا: جب کوئی اپنی بیوی کی ماں کے ساتھ زنا کرے تو اس پر اس کی بیوی حرام نہیں ہوگی۔

ت ٦٣٥- وَيُذْكَرُ عَنْ أَبِي نَصْرٍ أَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ حَرَّمَهُ

اور ابو نصر سے روایت کرتے ہوئے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما

وَاَبُوْ نَصرٍ هٰذَا لَمْ يُعْرَفْ بِسَمَاعِهٖ مِنِ ابْنِ عَبَّاسٍ.

سے ذکر کیا جاتا ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ حرام ہو جائے گی اور ان ابونصر کا حضرت ابن عباس سے سماع ثابت نہیں۔

لیکن ابوزرعہ نے کہا کہ یہ اسدی ہیں اور ثقہ ہیں اور انہوں نے حضرت ابن عباس سے روایت بھی کی ہے کہ انہوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اللہ عزوجل کے اس قول کے معنی پوچھے: "وَالْفَجْرِ O وَلَيَالٍ عَشْرٍ O" (الفجر:١-٢)۔

ت ٦٣٦ - وَيُرْوٰى عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ، وَجَابِرِ بْنِ زَيْدٍ، وَالْحَسَنِ، وَبَعْضِ اَهْلِ الْعِرَاقِ تَحْرُمُ عَلَيْهِ.

اور عمران بن حصین اور جابر بن زید اور حسن بصری اور بعض اہل عراق سے مروی ہے کہ اس پر حرام ہو جائے گی۔

ت ٦٣٧ - وَقَالَ اَبُوْ هُرَيْرَةَ لَا تَحْرُمُ حَتّٰى يُلْزِقَ بِالْاَرْضِ، يَعْنِيْ يُجَامِعَ.

اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اس پر حرام نہیں ہوگی یہاں تک کہ زمین سے چپکا دے یعنی ہم بستری کر لے۔

ت ٦٣٨ - وَجَوَّزَهُ ابْنُ الْمُسَيَّبِ وَعُرْوَةُ وَالزُّهْرِيُّ.

اور ابن مسیب، عروہ اور زہری بھی یہی کہتے ہیں کہ حرام نہیں۔

ت ٦٣٩ - وَقَالَ الزُّهْرِيُّ قَالَ عَلِيٌّ لَا تَحْرُمُ، وَهٰذَا مُرْسَلٌ.

اور زہری نے کہا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یہ حرام نہیں، اور یہ روایت مرسل ہے۔

[ہمارا مذہب ہے کہ زنا اور دواعی زنا دونوں سے حرمت مصاہرت ثابت ہوتی ہے]

اگر کوئی معاذ اللہ اپنی ساس کے ساتھ زنا کرے تو اس کی بیوی اس پر حرام ہوگی یا نہیں۔ یہ فرع ہے اس بات کی کہ زنا سے حرمت مصاہرت ہوتی ہے یا نہیں۔ سلف کا اس میں اختلاف رہا۔ ہمارے یہاں ثابت ہوتی ہے، اس لیے اگر کوئی شخص کسی عورت سے زنا کرے تو زانی کے اُصول و فروع مزنیہ پر اور مزنیہ کے اُصول و فروع زانی پر حرام ہو جائیں گے۔ جو لوگ کہتے ہیں کہ زنا سے حرمت مصاہرت ثابت نہیں ہوتی ان کا قیاس یہ ہے کہ حرمت ایک نعمت ہے اور حرام سے نعمت نہیں ثابت ہوتی جیسا کہ حضرت علی، عروہ بن زبیر اور سعید بن المسیب نے فرمایا کہ حرام کسی حلال کو حرام نہیں کرتا۔

بَابٌ ﴿وَرَبَآئِبُكُمُ اللَّاتِيْ فِيْ حُجُوْرِكُمْ مِّنْ نِّسَآئِكُمُ اللَّاتِيْ دَخَلْتُمْ بِهِنَّ﴾

(النساء:٢٣)(ص ٧٦٥)

اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی تفسیر: اور جن بیبیوں سے تم صحبت کر چکے ہو ان کی وہ بیٹیاں جو تمہاری گود میں ہیں تم پر حرام ہیں

ت ٦٤٠ - وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ الدُّخُوْلُ وَالْمَسِيْسُ وَاللِّمَاسُ هُوَ الْجِمَاعُ.

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ قرآن مجید میں "دخول" اور "مسیس" اور "لماس" سب سے مراد جماع ہے۔

وَمَنْ قَالَ بَنَاتُ وَلَدِهَا مِنْ بَنَاتِهٖ فِي التَّحْرِيْمِ. لِقَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِاُمِّ حَبِيْبَةَ لَا تَعْرِضْنَ عَلَيَّ بَنَاتِكُنَّ وَلَا اَخَوَاتِكُنَّ.

اور جس نے کہا: عورت کی اولاد کی بیٹیاں اس کی بیٹیاں ہیں تحریم کے معاملے میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کی وجہ سے کہ حضرت ام حبیبہ سے فرمایا: مجھ پر اپنی بیٹیوں اور بہنوں کو نہ پیش کرو۔

[مدخولہ کی بیٹیاں حرام ہیں]

مقصد یہ ہے کہ ربائب سے مراد صرف اپنی زوجہ کی بیٹیاں ہی نہیں بلکہ پوتیاں اور نواسیاں بھی مراد ہیں اور حدیث سے استدلال کی بنیاد لفظ "بنات" کا عموم ہے کہ اس سے مراد بیٹیاں بھی ہیں اور پوتیاں اور نواسیاں بھی۔

وَكَذٰلِكَ حَلَائِلُ وَلَدِ الْأَبْنَاءِ هُنَّ حَلَائِلُ الْأَبْنَاءِ. اور ایسے ہی پوتوں کی بیویاں، بیٹوں کی بیویوں کے حکم میں ہیں۔

حاصل کلام یہ نکلا کہ بیویوں کی فروع، اسی طرح فروع کی بیویاں سب حرام ہیں۔

وَهَلْ تُسَمَّى الرَّبِيبَةَ وَإِنْ لَّمْ تَكُنْ فِي حَجْرِهِ. اور کیا عورت کی اس لڑکی کو بھی ربیبہ کہیں گے جو شوہر کی پرورش میں نہ ہو؟

جمہور کا مسلک اس خصوص میں یہ ہے کہ "فِي حُجُوْرِكُمْ" کی قید واقعی ہے احترازی نہیں، چونکہ اکثر یہی ہوتا ہے کہ عورت دوسرے شوہر کی چھوٹی بچی کو عقد ثانی کے بعد بھی اپنے پاس رکھتی ہے، لہٰذا بیوی کی لڑکی مطلقاً حرام ہے اگرچہ شوہر کی پرورش میں نہ ہو۔ ظاہریہ یہ کہتے ہیں کہ اگر شوہر کی پرورش میں نہیں تو حرام نہیں۔ ان کے نزدیک یہ قید احترازی ہے۔

وَدَفَعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَبِيبَةً لَهُ إِلٰى مَنْ يَكْفُلُهَا. اور نبی ﷺ نے اپنی ایک ربیبہ اس شخص کے حوالہ کی جو اس کی کفالت کرے۔

بزار اور حاکم نے بہ طریق ابواسحاق، فروہ ابن نوفل، اشجعی عن ابیہ سے روایت کیا کہ نبی ﷺ نے زینب بنت ام سلمہ کو انہیں دیا اور فرمایا کہ تم میری دایہ ہو۔ وہ لے گئے، پھر آئے تو حضور ﷺ نے پوچھا کہ بچی کو کیا کیا؟ تو انہوں نے عرض کیا: وہ اپنی رضاعی ماں کے پاس ہے۔ بحث یہ چل رہی تھی کہ ربیبہ اگر کسی کی پرورش میں نہ ہو تو وہ حرام ہے کہ نہیں؟ امام بخاری نے یہ افادہ فرمایا کہ زینب بنت ام سلمہ حضور اقدس ﷺ کی پرورش میں نہیں تھیں پھر بھی ابھی حدیث گزری کہ حضور نے فرمایا کہ اگر وہ میری ربیبہ میری پرورش میں نہ ہوتی۔ الیٰ آخرہ۔ اس سے معلوم ہوا کہ اس کے باوجود کہ زینب بنت ام سلمہ حضور کی پرورش میں نہیں تھیں مگر وہ حضور کے لیے حلال نہیں تھیں ربیبہ ہونے کی وجہ سے۔ اس سے معلوم ہوا کہ پرورش ہونے کی قید احترازی نہیں واقعی ہے، اس کے لیے مفہوم نہیں۔

وَسَمَّى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ابْنَ ابْنَتِهِ ابْنًا. اور نبی ﷺ نے اپنے نواسہ کو بیٹا فرمایا۔

کتاب المناقب میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی حدیث گزری کہ حضور اقدس ﷺ نے حضرت حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ کے بارے میں فرمایا: یہ میرا بیٹا سردار ہے۔

بَابُ لَا تُنْكَحُ الْمَرْأَةُ عَلٰى عَمَّتِهَا (ص ٧٦٦) — پھوپھی کے نکاح میں ہوتے ہوئے اس کی بھتیجی سے نکاح نہ کیا جائے

٢٣٧٩- **عَنِ الشَّعْبِيِّ سَمِعَ جَابِرًا رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ تُنْكَحَ الْمَرْأَةُ عَلٰى عَمَّتِهَا أَوْ خَالَتِهَا.** (نسائی۔ کتاب النکاح)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے اس سے منع فرمایا کہ بیوی اور اس کی پھوپھی یا اس کی خالہ کو نکاح میں جمع کیا جائے۔

حدیث میں صرف پھوپھی اور خالہ کا ذکر ہے لیکن انہیں کی تخصیص نہیں۔ ہر ایسی دو عورتوں کو جمع کرنا جائز نہیں کہ ان میں سے اگر

ایک کو مرد فرض کر لیا جائے تو ان کا آپس میں ہمیشہ ہمیشہ کے لیے نکاح حرام ہو اور اس صورت میں حرمت عارضی ہے دوامی نہیں' مثلاً عورت کو طلاق دے دی' یا مرگئی تو عدت کے بعد اس کی بہن' پھوپھی' خالہ وغیرہ سے نکاح حرام نہیں۔

٢٣٨٠- ح: [حَرِّمُوْا مِنَ الرَّضَاعَةِ مَا يَحْرُمُ مِنَ النَّسَبِ]

رضاعت سے اس کو حرام جانو جو نسب سے حرام ہے

٢٣٨٠ - حَدَّثَنِيْ قَبِيْصَةُ بْنُ ذُؤَيْبٍ اَنَّهُ سَمِعَ اَبَا هُرَيْرَةَ يَقُوْلُ نَهَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ تُنْكَحَ الْمَرْاَةُ عَلٰى عَمَّتِهَا وَالْمَرْاَةُ وَخَالَتُهَا. فَنَرٰى خَالَةَ اَبِيْهَا بِتِلْكَ الْمَنْزِلَةِ لِاَنَّ عُرْوَةَ حَدَّثَنِيْ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ حَرِّمُوْا مِنَ الرَّضَاعَةِ مَا يَحْرُمُ مِنَ النَّسَبِ.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا کہ عورت کے ساتھ اس کی پھوپھی سے اور اس کی خالہ سے نکاح کیا جائے۔ (زہری نے کہا:) ہم جانتے ہیں کہ اس کے باپ کی خالہ بھی اسی مرتبہ میں ہے اس لیے کہ عروہ نے مجھ سے حدیث بیان کی اُمّ المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہوئے کہ انہوں نے فرمایا کہ رضاعت سے اس کو حرام جانو جو نسب سے حرام ہے۔

[بیوی کے باپ کی خالہ کو بھی جمع کرنا حرام ہے]

یہ تو صحیح ہے کہ عورت کے باپ کی خالہ عورت کے نکاح میں ہوتے ہوئے حرام ہے' اس لیے کہ اگر ان میں سے عورت کو مرد فرض کیا جائے تو اس کا نکاح باپ کی خالہ سے درست نہیں لیکن امام زہری نے اس پر حدیث رضاعت سے جو استدلال فرمایا ہے وہ محل نظر ہے۔

بَابُ الشِّغَارِ (ص٧٦٦)

شغار کا بیان

٢٣٨١ - عَنْ نَافِعٍ' عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنِ الشِّغَارِ. وَالشِّغَارُ اَنْ يُّزَوِّجَ الرَّجُلُ ابْنَتَهٗ عَلٰى اَنْ يُّزَوِّجَهُ الْاٰخَرُ ابْنَتَهٗ لَيْسَ بَيْنَهُمَا صَدَاقٌ.

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نکاح شغار سے منع فرمایا' اور شغار یہ ہے کہ ایک شخص اپنی بچی کی شادی کسی سے اس شرط پر کرے کہ وہ اپنی بچی کی شادی اس کے ساتھ کر دے اور مہر کچھ نہ ہو۔

(بخاری۔ کتاب الحیل۔ ص١٠٢٩' مسلم' ابوداؤد' ترمذی' نسائی' ابن ماجہ' کلھم فی کتاب النکاح)

شغار کی جو تفسیر مذکور ہوئی یہ حضرت امام مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے لیکن کتاب الحیل میں یہ تصریح ہے کہ عبید اللہ نے نافع سے پوچھا کہ شغار کیا ہے تو انہوں نے مذکورہ بالا تفسیر ذکر کی اور یہ اضافہ کیا کہ کوئی شخص اپنی بہن کا نکاح کسی سے کرے اس شرط پر کہ وہ اپنی بہن کا نکاح اس کے ساتھ کر دے بغیر مہر کے۔ امام شافعی نے فرمایا کہ میں نہیں جانتا کہ حدیث میں شغار کی تفسیر نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے یا حضرت ابن عمر سے ہے یا نافع سے یا مالک سے ہے۔ بہر حال یہ تفسیر کسی کی بھی ہو شغار کے یہی معنی ہیں کہ کوئی شخص اپنی کسی عورت کا نکاح کسی اور کے ساتھ کرے جو اس کی ولیہ ہو اس شرط پر کہ دوسرا اپنی ولیہ کا نکاح اس کے ساتھ کر دے اور مہر کچھ نہ ہو۔ یہ نکاح ممنوع ہے یعنی کرنے والا گناہ گار ہوگا لیکن اگر کوئی کرے گا تو نکاح منعقد ہو جائے گا اور دونوں پر مہر مثل واجب ہوگا۔

بَابُ نَهْيِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے متعہ سے

عَنْ نِكَاحِ الْمُتْعَةِ اٰخِرًا (ص٧٦٦)

آخر میں منع فرما دیا تھا

٢٣٨٢- اَخْبَرَنِی الْحَسَنُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ عَلِيٍّ، وَاَخُوْهُ عَبْدُ اللّٰهِ عَنْ اَبِيْهِمَا اَنَّ عَلِيًّا رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ لِابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنِ الْمُتْعَةِ، وَعَنْ لُحُوْمِ الْحُمُرِ الْاَهْلِيَّةِ، زَمَنَ خَيْبَرَ.

حسن بن محمد بن علی اور ان کے بھائی عبداللہ اپنے والد (محمد بن حنفیہ) سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے فرمایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے متعہ اور دیسی گدھوں کے گوشت سے خیبر کے زمانہ میں منع فرمایا۔

٢٣٨٣- ح: [رُخِّصَ اَوَّلًا لِلْمُتْعَةِ اِبْتِلَاءً فِی الْحَالِ الشَّدِيْدِ وَ فِیْ قِلَّةِ النِّسَاءِ]

شدت میں اور عورتوں کی کمی کے وقت ابتداء میں متعہ کی اجازت تھی

٢٣٨٣- عَنْ اَبِیْ جَمْرَةَ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ سُئِلَ عَنْ مُتْعَةِ النِّسَاءِ، فَرَخَّصَ، فَقَالَ لَهٗ مَوْلًى لَهٗ اِنَّمَا ذٰلِكَ فِی الْحَالِ الشَّدِيْدِ، وَفِی النِّسَاءِ قِلَّةٌ؟ اَوْ نَحْوَهٗ، فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ نَعَمْ.

ابوجمرہ سے روایت ہے کہ میں نے سنا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے متعہ کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے اجازت دی، اس پر ان کے غلام نے کہا کہ یہ اجازت سخت حالت میں تھی اور عورتوں میں کمی تھی یا اور کسی ضرورت سے۔ حضرت ابن عباس نے کہا: ہاں!

٢٣٨٤- عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ وَسَلَمَةَ بْنِ الْاَكْوَعِ قَالَا كُنَّا فِیْ جَيْشٍ، فَاَتَانَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اِنَّهٗ قَدْ اُذِنَ لَكُمْ اَنْ تَسْتَمْتِعُوْا، فَاسْتَمْتِعُوْا.

حضرت جابر بن عبداللہ اور حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہم سے روایت ہے کہ ہم لوگ ایک لشکر میں تھے کہ ہمارے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور فرمایا کہ تم لوگوں کو متعہ کی اجازت دے دی گئی ہے تو متعہ کرو۔

ت ٦٤١- وَقَالَ ابْنُ اَبِیْ ذِئْبٍ حَدَّثَنِیْ اِيَاسُ بْنُ سَلَمَةَ بْنِ الْاَكْوَعِ، عَنْ اَبِيْهِ، عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَيُّمَا رَجُلٍ وَامْرَاَةٍ تَوَافَقَا، فَعِشْرَةُ مَا بَيْنَهُمَا ثَلَاثُ لَيَالٍ، فَاِنْ اَحَبَّا اَنْ يَتَزَايَدَا، اَوْ يَتَتَارَكَا تَتَارَكَا. فَمَا اَدْرِیْ اَشَیْءٌ كَانَ لَنَا خَاصَّةً، اَمْ لِلنَّاسِ عَامَّةً.

اور ابن ابی ذئب نے حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ ہی سے روایت کرتے ہوئے کہا اور انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا کہ آپ نے فرمایا: جو مرد اور عورت آپس میں طے کر لیں وہ تین رات آپس میں گزار لیں اور اگر چاہیں تو زیادہ کر لیں یا چاہیں چھوڑ دیں تو چھوڑ دیں، تو میں نہیں جانتا کہ ہمارے لیے خاص تھا یا سب کے لیے عام۔

قَالَ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ وَبَيَّنَهٗ عَلِیٌّ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ مَنْسُوْخٌ.

اور ابوعبداللہ (یعنی امام بخاری) نے کہا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہوئے بیان فرمایا کہ وہ منسوخ ہے۔

متعہ کے سلسلہ میں بہ قدر ضرورت پہلے گفتگو ہو چکی ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ ابتداء میں متعہ کی اجازت تھی۔ غزوۂ خیبر کے موقع پر اسے حرام فرمایا، پھر بہ ضرورت غزوۂ اوطاس میں اجازت دی، پھر ہمیشہ کے لیے حرام فرما دیا۔

بَابُ عَرْضِ الْمَرْاَةِ نَفْسَهَا عَلٰی

کسی عورت کا اپنے آپ کو کسی

الرَّجُلِ الصَّالِحِ (ص ٧٦٧)
نیک شخص پر پیش کرنا

٢٣٨٥- حَدَّثَنَا مَرْحُوْمٌ، قَالَ سَمِعْتُ ثَابِتًا الْبُنَانِيَّ قَالَ كُنْتُ عِنْدَ اَنَسٍ، وَعِنْدَهٗ ابْنَةٌ لَهٗ، قَالَ اَنَسٌ جَاءَتِ امْرَاَةٌ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَعْرِضُ عَلَيْهِ نَفْسَهَا، قَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، اَلَكَ بِيْ حَاجَةٌ؟ فَقَالَتْ بِنْتُ اَنَسٍ مَا اَقَلَّ حَيَاءَ هَا، وَاسَوْاَتَاهُ، وَاسَوْاَتَاهُ، قَالَ هِيَ خَيْرٌ مِنْكِ، رَغِبَتْ فِي النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَعَرَضَتْ عَلَيْهِ نَفْسَهَا. (بخاری۔ کتاب الادب۔ باب: ما لا يستحي من الحق ص ٩٠٤، نسائی، ابن ماجہ۔ کتاب النکاح)

ثابت بنانی نے کہا کہ میں حضرت انس رضی اللہ عنہ کے یہاں بیٹھا تھا اور وہاں ان کی ایک صاحبزادی بھی تھیں تو حضرت انس رضی اللہ عنہ نے یہ حدیث بیان کی کہ ایک عورت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور حضور پر اپنے آپ کو پیش کیا اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ! کیا حضور کو میری حاجت ہے؟ اس پر حضرت انس کی صاحبزادی نے کہا: کتنی بے حیا تھی وہ؟ ہائے برائی ہائے برائی! حضرت انس نے فرمایا: وہ تجھ سے بہتر تھی، اس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف رغبت کی اور اپنے آپ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر پیش کیا۔

یہ عورت کون تھیں؟ ان کا نام معلوم نہیں ہوسکا۔ علامہ ابن حجر نے قیاس سے فرمایا: یہ لیلیٰ بنت قیس بنت خطیم تھیں۔ علامہ عینی نے اس پر تعقب فرمایا کہ لیلیٰ بنت قیس کا قصہ حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ وہ قصہ اور ہے اور حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حدیث میں جو قصہ مروی ہے یہ قصہ اور ہے۔

اقول وھو المستعان: دونوں قصوں کو مختلف کہنا محل نظر ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حدیث میں اختصار کے ساتھ صرف پیش کرنے کا ذکر ہے، پوری تفصیل مذکور نہیں۔ اس کا احتمال ہے کہ یہ لیلیٰ بنت قیس ہی ہوں۔

بَابٌ
[البقرۃ: ٢٣٥ کی تفسیر]

قَوْلِ اللّٰهِ جَلَّ وَعَزَّ ﴿وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيْمَا عَرَّضْتُمْ بِهٖ مِنْ خِطْبَةِ النِّسَآءِ اَوْ اَكْنَنْتُمْ فِيْٓ اَنْفُسِكُمْ عَلِمَ اللّٰهُ﴾ . اَلْاٰيَةَ . اِلٰى قَوْلِهٖ . ﴿غَفُوْرٌ حَلِيْمٌ﴾ (البقرہ: ٢٣٥). (ص ٧٦٨)

اللہ عزوجل کے اس ارشاد کی تفسیر: تم پر گناہ نہیں کہ تم عورتوں سے منگنی کنایۃً کرو یا اپنے جی میں چھپاؤ" سے "غفور حلیم" تک۔

عورتیں جب عدت میں ہوں تو انہیں صراحۃً نکاح کا پیغام دینا حرام ہے ہاں اشارہ کنایہ میں کوئی حرج نہیں یا اپنے جی میں طے کرلیا جائے کہ اس مطلقہ سے نکاح کرنا ہے۔

﴿اَكْنَنْتُمْ﴾ اَضْمَرْتُمْ......یعنی تم نے چھپایا "وَكُلُّ شَيْءٍ صُنْتَهٗ فَهُوَ مَكْنُوْنٌ"......اور جس چیز کو تم چھپالو وہ مکنون ہے۔

ت ٦٤٢ - وَقَالَ لِيْ طَلْقٌ حَدَّثَنَا زَائِدَةُ، عَنْ مَنْصُوْرٍ، عَنْ مُجَاهِدٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ ﴿فِيْمَا عَرَّضْتُمْ﴾، يَقُوْلُ اِنِّيْ اُرِيْدُ التَّزْوِيْجَ، وَلَوَدِدْتُ اَنَّهٗ تَيَسَّرَ لِي امْرَاَةٌ صَالِحَةٌ.

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ تعریض سے مراد یہ ہے کہ کہے کہ میں شادی کا ارادہ رکھتا ہوں اور میں چاہتا ہوں کہ مجھے کوئی نیک عورت میسر آئے۔

ت ٦٤٣ - وَقَالَ الْقَاسِمُ يَقُوْلُ اِنَّكِ عَلَيَّ كَرِيْمَةٌ، وَاِنِّيْ فِيْكِ لَرَاغِبٌ، وَاِنَّ اللّٰهَ لَسَائِقٌ اِلَيْكِ خَيْرًا، اَوْ نَحْوَ هٰذَا.

اور قاسم نے کہا کہ یوں کہے: تو میرے نزدیک بزرگ ہے میں تیرے اندر خواہش رکھتا ہوں بے شک اللہ تجھ تک خیر ہی پہنچائے گا، یا اس جیسی باتیں۔

ت ٦٤٤ - وَقَالَ عَطَاءٌ يُعَرِّضُ وَلَا يَبُوحُ، يَقُولُ إِنَّ لِي حَاجَةً وَأَبْشِرِي. وَأَنْتِ بِحَمْدِ اللّٰهِ نَافِقَةٌ. وَتَقُولُ هِيَ قَدْ أَسْمَعُ مَا تَقُولُ، وَلَا تَعِدُ شَيْئًا، وَلَا يُوَاعِدُ وَلِيُّهَا بِغَيْرِ عِلْمِهَا، وَإِنْ وَاعَدَتْ رَجُلًا فِي عِدَّتِهَا، ثُمَّ نَكَحَهَا بَعْدُ لَمْ يُفَرَّقْ بَيْنَهُمَا.

اور عطاء نے کہا: اشارہ کنایہ میں بات کرے اور صراحۃً نہ کرے، مثلاً یوں کہے: بے شک مجھے ضرورت ہے اور تجھے بشارت ہو اور تو بحمد اللہ سکۂ رائج الوقت ہے اور وہ عورت کہے: میں سنتی ہوں جو تو کہتا ہے اور وہ وعدہ نہ کرے اور نہ اس کا ولی وعدہ کرے اگر عورت کو علم نہ ہو اور اگر کسی عورت نے عدت میں کسی مرد سے نکاح کا وعدہ کر لیا پھر عدت گزرنے کے بعد نکاح کر لیا (تو نکاح صحیح ہے) ان کے درمیان تفریق نہ کی جائے گی۔

ت ٦٤٥ - وَقَالَ الْحَسَنُ ﴿لَا تُوَاعِدُوهُنَّ سِرًّا﴾ (البقرة:٢٣٥) الزِّنَا.

اور حسن نے کہا: ان سے خفیہ وعدہ نہ لو، اس سے مراد زنا ہے۔

ت ٦٤٦ - وَيُذْكَرُ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ ﴿الْكِتَابُ أَجَلَهُ﴾ (البقرة:٢٣٥) تَنْقَضِي الْعِدَّةُ.

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہوئے ذکر کیا جاتا ہے کہ ''الکتاب اجلہ'' سے مراد یہ ہے کہ اس کی عدت پوری ہو جائے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی تعلیق میں ''تَنْقَضِيَ الْعِدَّةِ'' ہے۔ ہندوستانی کتب خانہ رشیدیہ کے مطبوع میں ''العدۃ'' پر کسرہ ہے اس کی وجہ سمجھ میں نہیں آئی (اس لیے کہ ''العدۃ''، ''تنقضی'' کا فاعل ہے)۔ یہاں دوسرا نسخہ ''اِنْقِضَاءُ الْعِدَّةِ'' ہے، اس نسخے کے اعتبار سے کسرہ صحیح ہے۔

بَابُ مَنْ قَالَ لَا نِكَاحَ إِلَّا بِوَلِيٍّ

جس نے کہا کہ بغیر ولی کے نکاح نہیں

لِقَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى ﴿وَإِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَاءَ فَبَلَغْنَ أَجَلَهُنَّ فَلَا تَعْضُلُوهُنَّ﴾ (البقرة:٢٣٢). (ص ٧٦٩) فَدَخَلَ فِيهِ الثَّيِّبُ، وَكَذٰلِكَ الْبِكْرُ وَقَالَ ﴿وَلَا تُنْكِحُوا الْمُشْرِكِينَ حَتّٰى يُؤْمِنُوا﴾ (البقرة:٢٢١) وَقَالَ ﴿وَأَنْكِحُوا الْأَيَامٰى مِنْكُمْ﴾ (النور:٣٢).

اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی وجہ سے: اور جب تم عورتوں کو طلاق دو اور ان کی میعاد پوری ہو جائے تو انہیں نہ روکو۔ اس ارشاد میں ثیب بھی داخل ہے اور ایسے ہی کنواری اور فرمایا: مشرکین سے نکاح نہ کرو یہاں تک کہ وہ ایمان لائیں، اور فرمایا: اور نکاح کر دو اپنوں میں ان کا جو بے نکاح ہوں۔

توضیح

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب یہی ہے کہ عورت خواہ کنواری ہو یا ثیب، بالغ ہو یا نابالغ بغیر ولی کی اجازت کے اگر وہ نکاح کرے تو نکاح نہ ہوگا۔ یہی مذہب امام بخاری کا بھی ہے۔ اس کی دلیل میں ابوداؤد اور ترمذی کی وہ حدیث پیش کرتے ہیں جو حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''لَا نِكَاحَ إِلَّا بِوَلِيٍّ'' بغیر ولی کے نکاح نہیں۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اسی حدیث کو باب کا عنوان قرار دیا، لیکن اس کو اپنی کتاب میں درج نہیں کیا اس لیے کہ یہ حدیث ان کی شرط پر نہیں اسی طرح امام مسلم نے بھی اس کی تخریج نہیں کی۔

علامہ بدر الدین محمود عینی نے اس پر بہت کلام فرمایا ہے۔

پھر امام بخاری نے ان آیتوں سے استدلال فرمایا۔ پہلی آیت سورۂ بقرہ کی ہے کہ فرمایا:

وَإِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَاءَ فَبَلَغْنَ أَجَلَهُنَّ فَلَا تَعْضُلُوهُنَّ أَنْ يَنْكِحْنَ أَزْوَاجَهُنَّ. (البقرہ:۲۳۲)

جب تم عورتوں کو طلاق دو اور ان کی عدت پوری ہو جائے تو انہیں اپنے سابق شوہروں کے ساتھ نکاح کرنے سے نہ روکو۔

امام بخاری کا مقصد یہ ہے کہ اگر اولیاء کو نکاح کرنے کا حق نہ ہوتا تو روکنے کا حق بھی نہ ہوتا۔ ہمارا یہ کہنا ہے کہ اس آیت میں خطاب طلاق دینے والے سابق شوہروں سے ہے کہ جب تم اسے طلاق دے چکے تو تم کو یہ حق نہ رہا کہ اگر وہ کسی پسندیدہ شخص سے نکاح کرنا چاہیں تو انہیں روکو اور انہیں ازواج بہ اعتبار مایؤل کے کہا گیا ہے' یا خطاب اولیاء ہی سے مانا جائے تو اس کا حاصل یہ ہے کہ بعض دفعہ اولیاء عورتوں کو بلا استحقاق کے بھی اپنی خواہش کا پابند رکھنا چاہتے ہیں اور عرف میں شادی کے معاملے میں بلا اجازت شرع سارا حق اپنے لیے محفوظ رکھتے ہیں۔ اب آیت کا مطلب یہ ہوا کہ تمہیں نکاح کرنے سے روکنے کا حق نہیں تم نے زبردستی یہ اپنا حق بنا لیا ہے یعنی لوگوں کی عادت کی بناء پر یہ حکم دیا گیا ہے۔ اس طرح یہ آیت ہماری مؤید ہو جائے گی۔ مطلب یہ ہوگا کہ تمہیں روکنے کا حق نہیں۔

دوسری آیت یہ پیش کی ہے ''وَلَا تَنْكِحُوا الْمُشْرِكِينَ حَتَّى يُؤْمِنُوا'' اور مشرکین سے نکاح نہ کرو یہاں تک کہ وہ ایمان لائیں۔ ہمارا جواب یہ ہے کہ یہ آیت منسوخ ہے' اس ارشاد سے کہ فرمایا: ''وَالْمُحْصَنَاتُ مِنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ مِنْ قَبْلِكُمْ'' (المائدہ:۵)[۱] نیز ایسی صورت میں اولیاء کے لیے حق نکاح ثابت کرنا صحیح نہ ہوگا۔

تیسری آیت یہ پیش کی ہے کہ ''وَأَنْكِحُوا الْأَيَامَى مِنْكُمْ وَالصَّالِحِينَ مِنْ عِبَادِكُمْ'' () اپنے میں سے بے شوہر عورتوں کا اور اپنے نیک غلاموں کا نکاح کرو۔ اس کا جواب یہ ہے کہ ''أَيِّم'' جس کی جمع ''ایامیٰ'' ہے اس عورت کو بھی کہتے ہیں جس کا شوہر نہ ہو' اور اس مرد کو بھی کہتے ہیں جس کی بیوی نہ ہو تو اگر ''انکحوا'' سے ولایت نکاح مراد لی جائے تو لازم آئے گا کہ مرد کا بھی نکاح بغیر ولی کے صحیح نہ ہو حالانکہ اس کا قائل کوئی نہیں۔

۲۳۸۶- ح: [أَنَّ النِّكَاحَ فِي الْجَاهِلِيَّةِ كَانَ عَلَى أَرْبَعَةِ أَنْحَاءٍ]

زمانۂ جاہلیت میں چار قسم کا نکاح رائج تھا

۲۳۸۶- أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ أَنَّ عَائِشَةَ زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَخْبَرَتْهُ أَنَّ النِّكَاحَ فِي الْجَاهِلِيَّةِ كَانَ عَلَى أَرْبَعَةِ أَنْحَاءٍ فَنِكَاحٌ مِنْهَا نِكَاحُ النَّاسِ الْيَوْمَ يَخْطُبُ الرَّجُلُ إِلَى الرَّجُلِ وَلِيَّتَهُ أَوِ ابْنَتَهُ فَيُصْدِقُهَا ثُمَّ يَنْكِحُهَا. وَنِكَاحٌ آخَرُ كَانَ الرَّجُلُ يَقُولُ لِامْرَأَتِهِ إِذَا طَهُرَتْ مِنْ طَمْثِهَا أَرْسِلِي إِلَى فُلَانٍ فَاسْتَبْضِعِي مِنْهُ وَيَعْتَزِلُهَا زَوْجُهَا وَلَا يَمَسُّهَا أَبَدًا، حَتَّى يَتَبَيَّنَ حَمْلُهَا مِنْ ذَلِكَ الرَّجُلِ الَّذِي تَسْتَبْضِعُ مِنْهُ فَإِذَا تَبَيَّنَ حَمْلُهَا أَصَابَهَا زَوْجُهَا إِذَا أَحَبَّ، وَإِنَّمَا يَفْعَلُ ذَلِكَ رَغْبَةً فِي نَجَابَةِ الْوَلَدِ، فَكَانَ هَذَا النِّكَاحُ نِكَاحَ

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی رفیقہ حیات نے خبر دی کہ جاہلیت میں نکاح کے چار طریقے تھے۔ ایک تو وہی نکاح تھا جو آج ہے کہ ایک شخص اپنی ولیہ یا بیٹی کی منگنی کرتا کسی شخص کے ساتھ' پھر مہر مقرر کرتا' پھر نکاح کرتا' اور دوسرا نکاح یہ تھا کہ ایک شخص اپنی عورت سے کہتا: جب تو حیض سے پاک ہو جائے تو فلاں کو اپنے پاس بلا لے اور اس سے جماع کرا اور اس کا شوہر اس سے الگ رہتا' اس وقت تک اسے نہیں چھوتا جب تک اس شخص کا اس سے حمل ظاہر نہ ہوتا' اور جب حمل ظاہر ہو جاتا تو اس کا شوہر اس کے قریب جاتا اگر چاہتا' اور یہ اچھا لڑکا حاصل کرنے کی رغبت میں کیا جاتا۔ یہ نکاح نکاح استبضاع کہلاتا' اور تیسرا نکاح یہ تھا کہ کچھ

[۱] اس کا بھی احتمال ہے کہ یہ خطاب اولیاء سے نہیں بلکہ عورتوں سے ہو۔

اِسْتِبْضَاعِ وَنِكَاحٌ اٰخَرُ يَجْتَمِعُ الرَّهْطُ مَا دُوْنَ الْعَشَرَةِ فَيَدْخُلُوْنَ عَلَى الْمَرْاَةِ كُلُّهُمْ يُصِيْبُهَا فَاِذَا حَمَلَتْ وَوَضَعَتْ وَمَرَّ عَلَيْهَا لَيَالِيَ بَعْدَ اَنْ تَضَعَ حَمْلَهَا اَرْسَلَتْ اِلَيْهِمْ فَلَمْ يَسْتَطِعْ رَجُلٌ مِّنْهُمْ اَنْ يَّمْتَنِعَ حَتّٰى يَجْتَمِعُوْا عِنْدَهَا تَقُوْلُ لَهُمْ قَدْ عَرَفْتُمُ الَّذِيْ كَانَ مِنْ اَمْرِكُمْ وَقَدْ وَلَدْتُّ فَهُوَ ابْنُكَ يَا فُلَانُ تُسَمِّيْ مَنْ اَحَبَّتْ بِاسْمِهٖ فَيَلْحَقُ بِهٖ وَلَدُهَا لَا يَسْتَطِيْعُ اَنْ يَّمْتَنِعَ بِهِ الرَّجُلُ. وَنِكَاحُ الرَّابِعِ يَجْتَمِعُ النَّاسُ الْكَثِيْرُ فَيَدْخُلُوْنَ عَلَى الْمَرْاَةِ لَا تَمْتَنِعُ مِمَّنْ جَاءَهَا وَهُنَّ الْبَغَايَا كُنَّ يَنْصِبْنَ عَلٰى اَبْوَابِهِنَّ رَايَاتٍ تَكُوْنُ عَلَمًا فَمَنْ اَرَادَهُنَّ دَخَلَ عَلَيْهِنَّ فَاِذَا حَمَلَتْ اِحْدَاهُنَّ وَوَضَعَتْ حَمْلَهَا جُمِعُوْا لَهَا وَدَعَوْا لَهُمُ الْقَافَةَ ثُمَّ اَلْحَقُوْا وَلَدَهَا بِالَّذِيْ يَرَوْنَ فَالْتَاطَ بِهٖ وَدُعِيَ ابْنَهٗ لَا يَمْتَنِعُ مِنْ ذٰلِكَ فَلَمَّا بُعِثَ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْحَقِّ هَدَمَ نِكَاحَ الْجَاهِلِيَّةِ كُلَّهٗ اِلَّا نِكَاحَ النَّاسِ الْيَوْمَ.

لوگ جن کی تعداد دس سے کم ہوتی کسی عورت کے پاس جاتے اور اس سے ہم بستری کرتے، پس جب وہ حاملہ ہو جاتی اور بچہ پیدا ہو لیتا اور اس پر بچے کی پیدائش کے بعد کچھ راتیں گزر جاتیں تو وہ عورت ان سب کو بلواتی، ان میں سے سب کو آنا پڑتا۔ سب اکٹھے ہوتے تو وہ عورت ان سے کہتی: تم جانتے ہو جو تمہارا معاملہ ہوا اور میرے ہاں بچہ پیدا ہوا، ان میں سے جس کو چاہتی نام لے کر کہتی: اے فلاں! یہ تیرا بچہ ہے، تو وہ بچہ اسی کا مانا جاتا اور وہ شخص اس سے انکار نہیں کر سکتا تھا۔ چوتھا نکاح یہ تھا کہ بہت سے لوگ اکٹھے ہوتے اور ایک عورت کے یہاں جاتے، وہ کسی آنے والے کو روکتی نہیں، یہ بغایا تھیں (زانیہ عورتیں) اپنے دروازوں پر جھنڈے کھڑے کیے رہتیں تاکہ علامت ہو، پس جو چاہتا ان کے پاس جاتا، جب اُن میں سے کوئی حاملہ ہو جاتی اور بچہ پیدا ہو جاتا تو اس عورت کے پاس جمع ہو جاتے اور قیافہ شناس کو بلایا جاتا۔ قیافہ شناس جس کے بارے میں کہہ دیتا کہ یہ اس کا بچہ ہے تو وہ اسی کا بچہ مانا جاتا اور اسی کا بیٹا پکارا جاتا تو وہ شخص اس سے انکار نہیں کر سکتا تھا، جب محمد ﷺ حق کے ساتھ مبعوث ہوئے تو جاہلیت کے تمام نکاحوں کو ختم کر دیا مگر وہ نکاح جو آج باقی ہے۔

ام المومنین نے چار قسمیں بیان فرمائی ہیں۔ داودی نے تین قسموں کا اور ذکر کیا ہے۔ پہلے نکاح خدن۔ ایک شخص کسی عورت کے پاس چپکے چپکے جاتا اور کوشش یہی کرتا کہ کوئی جان نہ پائے۔ اسی کو اللہ عزوجل نے "وَلَا مُتَّخِذَاتِ اَخْدَانٍ" (النساء:٢٥) میں بیان فرمایا ہے۔

دوسرے نکاح متعہ جو معلوم و مشہور ہے۔ تیسرے نکاح بدل۔ اس کی صورت یہ تھی کہ ایک شخص کسی سے کہتا کہ تو اپنی عورت کے حق سے دستبردار ہو کر مجھے دے دے اور میں اپنی عورت سے دستبردار ہو کر تجھے دے دوں اور میں تجھے میعاد کچھ زیادہ دوں گا۔

باب سے مطابقت

حدیث کے آخری جملے سے مطابقت ہے کہ فرمایا: جاہلیت کے تمام نکاحوں کو ختم کر دیا سوائے اس نکاح کے جو آج باقی ہے جس کی تفسیر پہلے بیان فرما چکی ہیں کہ ایک شخص اپنی ولیہ یا بیٹی کی منگنی کسی کے ساتھ کرتا، پھر اس سے نکاح کرتا۔ اس سے معلوم ہوا کہ عورت کے نکاح کا حق ولی کو حاصل ہے لیکن یہ استدلال مفہوم مخالف سے ہے جو حجت نہیں۔ یہ عام رواج اور طریقہ کار کا بیان ہے۔

بَابُ اِذَا كَانَ الْوَلِيُّ هُوَ الْخَاطِبُ (ص٧٧٠) جب ولی ہی منگنی کرنے والا ہو

مقصد یہ بتانا ہے کہ ولی اپنے لیے اس عورت کی منگنی کر سکتا ہے یا نہیں جو اس کی ولایت میں ہو۔

ت ٦٤٧- وَخَطَبَ الْمُغِيْرَةُ بْنُ شُعْبَةَ امْرَاَةً هُوَ اور حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے ایک عورت کی منگنی کی

اَوْلَى النَّاسِ بِهَا، فَاَمَرَ رَجُلًا فَزَوَّجَهُ.

حالانکہ وہ اس عورت کے سب سے قریبی ولی تھے، پھر انہوں نے ایک دوسرے صاحب کو حکم دیا۔ انہوں نے حضرت مغیرہ کا نکاح اس عورت کے ساتھ کیا۔

اس تعلیق کو سعید بن منصور نے بہ طریق شعبی یوں روایت کیا ہے کہ حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے اپنے چچا عروہ بن مسعود کی لڑکی سے منگنی کی اور عبداللہ بن ابی عقیل کو بلایا اور کہا: اس سے میرا نکاح کردے۔ انہوں نے کہا: میں ایسا نہیں کروں گا' آپ شہر کے امیر ہیں اور اس کے چچا کے لڑکے ہیں (مقصد یہ تھا کہ آپ خود نکاح کرلیں) میری کیا ضرورت؟ اس کے بعد حضرت مغیرہ نے عثمان بن ابی العاص کو بلایا۔ انہوں نے اس عورت کا نکاح مغیرہ کے ساتھ کردیا۔

ت٦٤٨ - وَقَالَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَوْفٍ لِاُمِّ حَكِيْمٍ بِنْتِ قَارِظٍ اَتَجْعَلِيْنَ اَمْرَكِ اِلَيَّ؟ قَالَتْ نَعَمْ، فَقَالَ قَدْ تَزَوَّجْتُكِ.

اور عبدالرحمٰن بن عوف نے ام حکیم بنت قارظ سے کہا: کیا تو اپنا معاملہ میرے سپرد کرتی ہے' تو انہوں نے کہا: ہاں! تو فرمایا: میں نے اپنا نکاح تجھ سے کرلیا۔

اس اثر کو ابن سعد نے بہ طریق ابن ابی ذئب سعید بن خالد سے یوں روایت کیا ہے کہ ام حکیم بنت قارظ نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف سے کہا: مجھے بہت سے لوگوں نے نکاح کا پیغام دیا ہے تو آپ ان میں سے جن کے ساتھ چاہیں میرا نکاح کردیں تو حضرت عبدالرحمٰن بن عوف نے کہا: کیا تو یہ حق مجھے دیتی ہے تو ام حکیم نے کہا: ہاں! تو انہوں نے کہا: میں نے اپنا نکاح تجھ سے کرلیا۔ ابن ابی ذئب نے کہا: یہ نکاح جائز رہا' لیکن اس اثر میں اس کا کوئی نشان نہیں کہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف اس عورت کے ولی تھے بلکہ سیاق سے ظاہر ہو رہا ہے کہ ام حکیم نے ان کو اپنا وکیل بنا دیا تھا۔ اب صورت یہ ہوئی کہ ایک ہی شخص وکیل اور اصیل دونوں رہا۔

ت٦٤٩ - وَقَالَ عَطَاءٌ لِيُشْهِدْ اِنِّيْ قَدْ نَكَحْتُكِ، اَوْ لِيَاْمُرْ رَجُلًا مِّنْ عَشِيْرَتِهَا.

اور عطاء نے کہا: گواہ بنائے کہ میں نے تجھ سے نکاح کیا یا اس عورت کے قبیلے میں سے کسی کو حکم دے۔

مسند عبدالرزاق میں ابن جریج سے ہے کہ انہوں نے کہا: میں نے عطاء سے پوچھا: ایک عورت کو اس کے چچا کے لڑکے نے پیغام دیا ہے اور اس شخص کے علاوہ اس عورت کا اور کوئی مرد قریبی نہیں تو عطاء نے کہا کہ وہ گواہ بنائے کہ فلاں نے اس کو نکاح کا پیغام دیا اور میں تم کو گواہ بناتا ہوں کہ میں نے اس سے نکاح کیا یا اپنے قبیلے میں سے کسی شخص کو حکم کرے۔

بَابُ اِنْكَاحِ الرَّجُلِ وَلَدَهُ الصِّغَارَ

مرد کا اپنی چھوٹی اولاد کا نکاح کرنا جائز ہے

لِقَوْلِهٖ تَعَالٰى ﴿وَالّٰٓـئِيْ لَمْ يَحِضْنَ﴾ (الطلاق:٤) فَجَعَلَ عِدَّتَهَا ثَلَاثَةَ اَشْهُرٍ قَبْلَ الْبُلُوْغِ. (ص٧٧١)

اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی وجہ سے: اور جن عورتوں کو حیض نہ آیا ہو (ان کی عدت تین ماہ ہے)' تو اللہ تعالیٰ نے ان کی عدت بالغ ہونے سے قبل تین مہینہ رکھی۔

توضیح

''وَلَدَهُ الصِّغَارَ'' اس میں دو روایتیں ہیں ''وُلْدَهُ''، ''وَلَدٌ'' کی جمع' دوسرے ''وَلَدَهُ'' یہ واحد ہے۔ اب اس کی صفت ''صغار'' لانا بہ ظاہر صحیح نہیں' لیکن ''وَلَدٌ'' ایسا لفظ ہے جس کا اطلاق واحد' تثنیہ' جمع سب پر ہوتا ہے۔ اس لحاظ سے اس کی صفت جمع لانا درست ہے۔

آیۂ کریمہ کے ساتھ باب کی مطابقت کی جانب حضرت امام بخاری نے اپنے اس قول سے اشارہ فرمایا: اللہ عزوجل نے نابالغ

عورتوں کی عدت تین مہینے مقرر فرمائی۔ عدت فرع ہے طلاق کی اور طلاق نکاح کے بعد ہی ہوتی ہے اس لیے کہ طلاق نکاح کی قید اٹھانے کو کہتے ہیں اگر نکاح نہ ہوتو پھر طلاق کیسی؟ تو ثابت ہوا کہ نابالغہ کا نکاح صحیح ہے۔ نابالغہ عورت خود نکاح نہیں کر سکتی۔ اس کا کوئی ولی کرے گا۔ باپ دادا بھی اولیاء میں ہیں تو ثابت ہو گیا کہ باپ دادا کا اپنی نابالغ اولاد کا نکاح کرنا صحیح ہے۔

بَابٌ لَا يُنْكِحُ الْأَبُ وَغَيْرُهُ الْبِكْرَ وَالثَّيِّبَ إِلَّا بِرِضَاهَا (ص۱۷۷)

باپ یا کوئی بھی بکر اور ثیب کا نکاح بغیر اس کی رضا کے نہیں کرے گا

۲۳۸۷- عَنْ أَبِي سَلَمَةَ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ حَدَّثَهُمْ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تُنْكَحُ الْأَيِّمُ حَتَّى تُسْتَأْمَرَ، وَلَا تُنْكَحُ الْبِكْرُ حَتَّى تُسْتَأْذَنَ. قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، وَكَيْفَ إِذْنُهَا؟ قَالَ أَنْ تَسْكُتَ. (بخاری کتاب الحیل۔ باب: في النكاح ص ۱۰۳۰۔ ۱۰۳۱، مسلم نسائی۔ کتاب النکاح)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے ان لوگوں سے حدیث بیان کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ثیب کا نکاح نہ کیا جائے جب تک کہ اس سے پوچھ نہ لیا جائے اور کنواری کا نکاح نہ کیا جائے جب تک کہ اس سے اذن نہ لے لیا جائے۔ لوگوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! کیسے اس سے اذن لیا جائے؟ فرمایا کہ چپ رہے۔

"ایّم" کے اصل معنی وہ عورت جو شادی شدہ ہو یا وہ مرد جو شادی شدہ ہو' لیکن یہاں مراد ثیب ہے۔ اس پر قرینہ یہ ہے کہ اس کے مقابلے میں بکر آیا ہے۔ یہ حدیث ہماری دلیل ہے کہ عورت اگر بالغہ ہو تو بغیر اس کی اجازت کے ولی اس کا نکاح نہیں کر سکتا' وہ بالغہ خواہ ثیب ہو یا کنواری یعنی بالغہ عورت پر اولیاء کو ولایت اجبار حاصل نہیں۔

۲۳۸۸- ح: [رِضَا الْبِكْرِ صَمْتُهَا]

بالغہ کا چپ رہنا اذن ہے

۲۳۸۸- عَنِ ابْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ، عَنْ أَبِي عَمْرٍو مَوْلَى عَائِشَةَ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّهَا قَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ إِنَّ الْبِكْرَ تَسْتَحِي، قَالَ.

اُمّ المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: یا رسول اللہ! کنواری عورت حیاء کرتی ہے۔ فرمایا: اس کی رضا اس کی خاموشی ہے۔

(بخاری۔ کتاب الاکراہ۔ باب: لا يجوز نكاح المكره ص ۱۰۲۷' کتاب الحیل ص ۱۰۳۱' مسلم نسائی۔ کتاب النکاح)

حضرت اُمّ المؤمنین رضی اللہ عنہا کے ان غلام ابو عمرو کا نام ذکوان تھا۔ یہ بہت ہی اعلیٰ درجہ کے قاری تھے۔ اُمّ المؤمنین نے ان کو مدبر بنا دیا تھا۔

بَابٌ إِذَا زَوَّجَ ابْنَتَهُ وَهِيَ كَارِهَةٌ، فَنِكَاحُهُ مَرْدُوْدٌ (ص۱۷۷)

جب کسی نے اپنی لڑکی کی شادی کی اور وہ اسے پسند نہ کرے تو نکاح رد کر دیا جائے

۲۳۸۹- عَنْ خَنْسَاءَ بِنْتِ خِذَامٍ الْأَنْصَارِيَّةِ أَنَّ أَبَاهَا زَوَّجَهَا وَهِيَ ثَيِّبٌ فَكَرِهَتْ ذٰلِكَ، فَأَتَتْ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرَدَّ نِكَاحَهُ.

حضرت خنساء بنت خذام الانصاریہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ان کے والد نے ان کی شادی کر دی تھی اور وہ ثیب تھیں' تو انہوں نے اس کو ناپسند کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں تو حضور نے ان کے نکاح کو رد فرما دیا۔

یہ نکاح رد کرنا اس بناء پر تھا کہ جب ان کے والد کو ولایت اجبار حاصل نہیں تھی تو اس کا کیا ہوا نکاح فضول ہوا۔ وہ خنساء کی اجازت پر موقوف تھا۔ جب انہوں نے اس کو ناپسند کیا تو ختم ہو گیا۔

بَابُ تَزْوِيجِ الْيَتِيمَةِ

یتیمہ کے نکاح کا بیان

لِقَوْلِهِ ﴿وَإِنْ خِفْتُمْ أَنْ لَّا تُقْسِطُوْا فِي الْيَتَامٰى فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ﴾ (النساء:۳).

اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی وجہ سے: اگر تم کو یہ اندیشہ ہو کہ یتیموں کے بارے میں انصاف نہ کرسکو گے تو عورتوں میں سے جو تمھیں پسند ہوں ان سے نکاح کرو۔

(ص ۷۷۲)

وَإِذَا قَالَ لِلْوَلِيِّ زَوِّجْنِي فُلَانَةَ فَمَكُثَ سَاعَةً أَوْ قَالَ مَا مَعَكَ؟ فَقَالَ مَعِي كَذَا وَكَذَا أَوْ لَبِثَا ثُمَّ قَالَ زَوَّجْتُكَهَا فَهُوَ جَائِزٌ فِيهِ سَهْلٌ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

جب ولی سے کہا کہ فلاں سے میری شادی کردے اور وہ کچھ دیر رکا یا پوچھا: تیرے پاس کیا ہے؟ اس نے کہا: میرے پاس اتنا اور اتنا ہے یا دونوں کچھ دیر رکے پھر ولی نے کہا: میں نے تیری شادی اس سے کردی تو یہ نکاح صحیح ہے اس میں حضرت سہل سے نبی ﷺ سے ایک حدیث مروی ہے۔

امام بخاری یہ افادہ کرنا چاہتے ہیں کہ اگر کسی نے اپنے ولی سے کہا: میرا نکاح فلاں سے کردے تو اس نے کچھ دیر سکوت اختیار کیا یا اسی مجلس میں کچھ آپس میں بات چیت کی جو نکاح ہی سے متعلق تھی، نکاح میں کچھ تاخیر بھی ہوگئی، اور ولی نے اسی مجلس میں یہ کہا کہ میں نے تیرے ساتھ اس کا نکاح کردیا تو نکاح صحیح ہوگیا، اس لیے کہ ایجاب وقبول ایک مجلس میں پایا گیا، مجلس نہیں بدلی۔ اس کا حاصل یہ ہوا کہ اگر ایجاب وقبول ایک ہی مجلس میں ہو اور ایجاب وقبول کے درمیان کچھ تخلل ہو جائے تو نکاح صحیح ہے۔ ہاں! اگر ایجاب وقبول کی مجلس بدل جائے تو نکاح صحیح نہیں، اور حضرت سہل کی حدیث سے مراد وہ حدیث ہے جو بخاری میں کئی ایک جگہ مذکور ہے کہ ایک خاتون نے اپنے آپ کو حضور اقدس ﷺ کی خدمت میں پیش کیا تو حضور نے قبول نہیں فرمایا تو ایک صاحب نے کھڑے ہو کر عرض کیا: حضور ان کی شادی میرے ساتھ کردیں تو حضور نے ان سے پوچھا: کیا تیرے پاس کچھ ہے؟ تو انہوں نے کہا: میرے پاس کچھ نہیں ہے تو حضور ﷺ نے فرمایا: گھر جاؤ دیکھو کچھ ہو۔ گئے اور لوٹ کر آئے اور عرض کیا: کچھ نہیں ہے تو فرمایا: جاؤ دیکھو اگرچہ لوہے کی انگوٹھی ہی ہو تو انہوں نے آکر عرض کیا کہ لوہے کی انگوٹھی بھی نہیں۔ ہاں! میرا یہ تہبند ہے، میں اس کو آدھا دے دوں گا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اس سے کیا ہوگا؟ اگر تو پہنے گا تو اس کے پاس کچھ نہیں رہے گا اور اگر وہ پہنے گی تو تیرے پاس کچھ نہیں رہے گا۔ اب وہ بیٹھ گئے، بہت دیر تک بیٹھے رہے، پھر وہ اٹھ کر جانے لگے تو حضور اقدس ﷺ نے ان کو بلوایا۔ جب وہ آئے تو پوچھا: کیا تجھے کچھ قرآن یاد ہے؟ تو انہوں نے عرض کیا کہ ہاں فلاں فلاں سورتیں یاد ہیں۔ پوچھا: کیا تم ان کو زبانی پڑھ لیتے ہو؟ تو انہوں نے عرض کی: ہاں! حضور ﷺ نے فرمایا: جاؤ میں نے تیرے ساتھ اس کی شادی کردی اس قرآن کے عوض جو تجھے یاد ہے۔

اس حدیث میں تصریح ہے کہ ان صاحب کے اس عرض کرنے کی مجلس اور تھی کہ میری اس سے شادی کردیجیے اور حضور کے شادی کرنے کی مجلس جس مجلس میں ان کی شادی کی وہ دوسری مجلس تھی۔ مجلس بدل چکی تھی۔ غالباً حضرت امام بخاری یہ افادہ کرنا چاہتے ہیں کہ اگر ایجاب وقبول کی مجلس بھی بدل جائے تو نکاح صحیح ہے حالانکہ یہ کسی کا مذہب نہیں۔

بَابُ الْخُطْبَةِ (ص ۷۷۳)

خطبہ کا بیان

۲۳۹۰- ح: [إِنَّ مِنَ الْبَيَانِ سِحْرًا]

بعض بیان جادو ہیں

۲۳۹۰- عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ عُمَرَ يَقُوْلُ جَاءَ رَجُلَانِ مِنَ الْمَشْرِقِ فَخَطَبَا فَقَالَ النَّبِيُّ

زید بن اسلم نے کہا: میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ دو شخص مشرق سے آئے دونوں نے خطبہ دیا تو نبی ﷺ

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ مِنَ الْبَيَانِ سِحْرًا. نے فرمایا: بے شک بعض بیان جادو ہیں۔

(بخاری۔ کتاب الطب۔ باب: من البیان سحر ص ۸۵۸)

[نکاح میں خطبہ سنت ہے، فرض نہیں]

اس حدیث کو یہاں ذکر کرنا کس مناسبت سے ہے؟ اس پر شراح نے بہت زور آزمائی کی ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ کوئی شارح مناسبت نہیں پیدا کر سکا۔ ان تقریروں میں کچھ لگتی ہوئی علامہ عینی کی بات ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ ان دونوں نے حضور اقدس ﷺ کے سامنے جو خطبہ دیا یہ کسی نہ کسی مقصد کے حصول کے لیے تھا۔ وہ حضور اقدس ﷺ کی خدمت میں کوئی مقصد لے کر آئے ہوں گے۔ اس سے یہ ثابت ہوا کہ کسی مقصد سے پہلے خطبہ دیا جائے اور نکاح ایک اہم مقصد ہے اس کے لیے بھی خطبہ ہونا چاہیے۔ تعجب ہے خاص نکاح کے لیے خطبہ مسنون ہے۔ اس سلسلے میں صریح حدیثیں موجود ہیں جن میں سے سب سے مشہور حدیث حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ ہم کو رسول اللہ ﷺ نے ہر چیز میں تشہد سکھایا' نماز میں تشہد اور حاجت میں تشہد' اور حاجت میں تشہد یہ ہے "الحمدلله نستعينه و نستغفره" اس حدیث کو امام ترمذی نے حسن کہا اور اس پر باب قائم فرمایا "باب ما جاء في خطبة النكاح" لیکن غالباً یہ امام بخاری علیہ الرحمہ کی شرط پر نہیں اس لیے اس کو ذکر نہیں فرمایا۔ اصحاب ظاہر نے کہا کہ نکاح میں خطبہ فرض ہے۔ ان کی دلیل یہ ہے کہ حضور ﷺ نے حضرت سیدہ فاطمہ زہراء کے نکاح کے وقت خطبہ پڑھا تھا اور حضور کے افعال دلیل وجوب ہیں۔ ہمارا یہ کہنا ہے کہ یہی صحیح نہیں کہ حضور اقدس ﷺ کے تمام افعال دلیل وجوب ہیں۔ ہاں حضور اقدس ﷺ کے وہ افعال جو آپ نے پوری پابندی کے ساتھ کیے جن میں تخلف نہ ہوا ہو وہ دلیل وجوب ہیں اور یہاں تخلف ثابت ہے۔ ابھی حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ کی حدیث گزری کہ حضور اقدس ﷺ نے ایک خاتون کا نکاح ایک صاحب کے ساتھ کیا اور خطبہ نہیں پڑھا' بلکہ نکاح کے وقت خطبہ کا دوام ہی ثابت نہیں۔

بَابُ قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى ﴿وَاٰتُوا النِّسَآءَ صَدُقٰتِهِنَّ نِحْلَةً﴾ (النساء: ٤) وَكَثْرَةِ الْمَهْرِ وَاَدْنٰى مَا يَجُوْزُ مِنَ الصَّدَاقِ

اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی تفسیر: اور عورتوں کو ان کے مہر دو' اور مہر کی کثرت اور کم سے کم مہر کا بیان

وَقَوْلِهٖ تَعَالٰى ﴿وَاٰتَيْتُمْ اِحْدٰهُنَّ قِنْطَارًا فَلَا تَاْخُذُوْا مِنْهُ شَيْئًا﴾ (النساء: ٢٠) وَقَوْلِهٖ جَلَّ ذِكْرُهٗ ﴿اَوْ تَفْرِضُوْا لَهُنَّ﴾ (البقرة: ٢٣٦). (ص ٧٨٣)

اور اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی تفسیر: اور تم میں ان میں سے کسی ایک کو ڈھیروں مال دے چکے ہو تو اس میں سے کچھ واپس نہ لو اور اللہ جل ذکرہ کے اس ارشاد کی تفسیر: یا تم ان کے لیے کچھ مقرر کرو۔

اور حضرت سہل رضی اللہ عنہ نے کہا کہ نبی ﷺ نے فرمایا کہ اگرچہ لوہے کی انگوٹھی ہو۔

حسب عادت حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے یہ واضح نہیں فرمایا کہ ان کا مذہب اس سلسلے میں کیا ہے کہ اکثر مہر یا اقل مہر کی کوئی مقدار ہے یا نہیں؟ سیاق سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ ان کا مذہب بھی یہی ہے کہ اکثر مہر کی جس طرح کوئی مقدار نہیں اقل مہر کی بھی اسی طرح کوئی مقدار نہیں۔ ہمارے یہاں اکثر مہر کی کوئی حد نہیں' مگر اقل مہر کی حد دس درہم ہے' جس کو ہم پہلے تفصیل سے بتا چکے۔

٢٣٩١- ح: [اَلْفَرِيْضَةُ عَلٰى وَزْنِ نَوَاةٍ] کھجور کی گٹھلی کے ہم وزن مہر

٢٣٩١ - عَنْ عَبْدِ الْعَزِيْزِ بْنِ صُهَيْبٍ، عَنْ اَنَسٍ اَنَّ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ عَوْفٍ تَزَوَّجَ امْرَاَةً عَلٰى وَزْنِ نَوَاةٍ، فَرَاَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَشَاشَةَ الْعُرْسِ، فَسَاَلَهُ، فَقَالَ اِنِّيْ تَزَوَّجْتُ اِمْرَاَةً عَلٰى وَزْنِ نَوَاةٍ.

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے کھجور کی گٹھلی کے برابر مہر پر ایک عورت سے شادی کی۔ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت عبدالرحمن بن عوف کے چہرہ پر شادی کی بشاشت دیکھی تو پوچھا تو انہوں نے کہا: میں نے ایک عورت سے کھجور کی گٹھلی کے ہم وزن مہر پر نکاح کیا ہے۔

بہ طریق قتادہ جو روایت ہے اس میں یہ ہے کہ کھجور کی گٹھلی کے ہم وزن سونے پر نکاح کیا ہے۔ ''نواۃ'' کے معنی کھجور کی گٹھلی کے ہیں۔ اس کا وزن کتنا تھا؟ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اس کی قیمت پانچ درہم تھی اور ایک روایت میں ہے ۳ ۱/۳ درہم تھی، اس باب میں اور بھی اقوال ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم!

ہمارے یہاں مہر کی مقدار کم از کم دس درہم ہے جیسا کہ دار قطنی[1] نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عورتوں کا نکاح صرف کفو سے کرو اور ان کی شادیاں صرف ولی کریں اور دس درہم سے کم مہر نہیں۔ یہ حدیث کئی سندوں کے ساتھ مروی ہے اور سب ضعیف ہیں لیکن چند طرق ملنے سے حسن ہوگئی جیسا کہ علامہ نووی نے شرح مہذب میں ذکر کیا ہے، نیز حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ فرمایا کہ کم از کم جس کے عوض عورت حلال ہوگی دس درہم ہے۔ اسے امام بیہقی اور ابو عمر بن عبدالبر نے روایت کیا ہے۔

بَابُ الشُّرُوْطِ الَّتِيْ لَا تَحِلُّ فِي النِّكَاحِ (ص ٧٧٤)

ان شروط کا بیان جو نکاح میں حلال نہیں

ت ٦٥٠ - وَقَالَ ابْنُ مَسْعُوْدٍ لَا تَشْتَرِطِ الْمَرْاَةُ طَلَاقَ اُخْتِهَا.

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ عورت اپنی بہن کی طلاق کی شرط نہ کرے۔

اس حدیث میں ''اخت'' سے مراد حقیقی بہن نہیں بلکہ دینی بہن ہے۔ مراد وہ عورت ہے جو پہلے سے مرد کے نکاح میں ہو۔

٢٣٩٢ - عَنْ اَبِيْ سَلَمَةَ، عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَحِلُّ لِامْرَاَةٍ تَسْاَلُ طَلَاقَ اُخْتِهَا، لِتَسْتَفْرِغَ صَحْفَتَهَا، فَاِنَّمَا لَهَا مَا قُدِّرَ لَهَا.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: کسی عورت کو یہ حلال نہیں کہ اپنی بہن کی طلاق کا سوال کرے تاکہ اس کے برتن کو انڈیل لے اس لیے کہ اس کے لیے وہی ہے جو اس کا مقدر ہو چکا ہے۔

بَابُ النِّسْوَةِ اللَّاتِيْ يُهْدِيْنَ الْمَرْاَةَ اِلٰى زَوْجِهَا (ص ٧٧٥)

ان عورتوں کا بیان جو بیوی کو شوہر کی طرف زفاف کے لیے بھیجیں

٢٣٩٣- ح: [اَللَّهْوُ وَقْتَ الزِّفَافِ جَائِزٌ]

زفاف کے وقت جائز طور پر دف بجانا جائز ہے

٢٣٩٣ - عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ اَبِيْهِ، عَنْ عَائِشَةَ اَنَّهَا زَفَّتِ امْرَاَةً اِلٰى رَجُلٍ مِّنَ الْاَنْصَارِ، فَقَالَ نَبِيُّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا عَائِشَةُ، مَا كَانَ مَعَكُمْ لَهْوٌ؟

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ انہوں نے ایک عورت کو ایک انصاری کے یہاں زفاف کے لیے بھیجا تو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہارے ساتھ کھیل نہیں تھا اس لیے کہ انصار

فَاِنَّ الْاَنْصَارَ يُعْجِبُهُمُ اللَّهْوُ. کو کھیل پسند ہے۔

شریک کی روایت میں ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا تھا کہ کیا تم نے کسی بچی کو بھیجا جو دف بجاتی اور گاتی ہو۔ اس سے ظاہر ہو گیا کہ "لھو" سے مراد یہ ہے کہ چھوٹی نابالغ بچی دف بجائے اور گائے...... بغیر جھانجھ کا دف بجانا جائز ہے اور یہی مراد ہے یہاں۔

بَابُ مَنْ اَوْلَمَ بِاَقَلَّ مِنْ شَاةٍ (ص ٧٧٧) — جس نے ایک بکری سے کم کا ولیمہ کیا

٢٣٩٤- عَنْ مَنْصُوْرِ بْنِ صَفِيَّةَ عَنْ اُمِّهِ صَفِيَّةَ بِنْتِ شَيْبَةَ قَالَتْ اَوْلَمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى بَعْضِ نِسَائِهِ بِمُدَّيْنِ مِنْ شَعِيْرٍ.

حضرت صفیہ بنت شیبہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے اپنی بعض بیویوں کے ولیمہ میں دو مد جو صرف فرمایا تھا۔

یہ اُمّ المؤمنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کے وقت میں ہوا تھا۔ دو مد ایک سو چوالیس روپے بھر ہوتا ہے اور روپیہ سوا گیارہ ماشے کا۔

بَابُ حَقِّ اِجَابَةِ الْوَلِيْمَةِ وَالدَّعْوَةِ، وَمَنْ اَوْلَمَ سَبْعَةَ اَيَّامٍ وَّنَحْوَهٗ — ولیمہ اور دعوت کا قبول کرنا حق ہے اور جس نے سات دن یا کم و بیش ولیمہ کیا

وَلَمْ يُوَقِّتِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمًا وَلَا يَوْمَيْنِ. (ص ٧٧٧)

اور نبی ﷺ نے ولیمہ کے لیے نہ ایک دن مقرر فرمایا ہے نہ دو دن۔

٢٣٩٥- ح: [اِذَا دُعِيْتُمْ اِلَى الْوَلِيْمَةِ فَلْتَأْتُوْا] — جب تم ولیمہ کے لیے بلائے جاؤ تو حاضر ہو

٢٣٩٥- عَنْ نَافِعٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا دُعِيَ اَحَدُكُمْ اِلَى الْوَلِيْمَةِ فَلْيَأْتِهَا.

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی ولیمہ کے لیے بلایا جائے تو وہ وہاں جائے۔

(بخاری۔ کتاب النکاح۔ باب: اجابة الداعی فی العرس ص ٧٧٨، ابوداؤد۔ کتاب الاطعمة، نسائی۔ کتاب الولیمہ)

فَلْيَأْتِهَا

یہ امر وجوب کے لیے نہیں بلکہ یہ استحباب کے لیے ہے۔ امام بخاری نے یہ فرمایا کہ ولیمہ کے لیے حضور اقدس ﷺ نے نہ ایک دن مقرر فرمایا ہے نہ دو دن، حالانکہ ابوداؤد میں حدیث ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ولیمہ پہلے دن حق ہے اور دوسرے دن اچھا ہے اور تیسرے دن ریاء اور سمعہ ہے۔ یہ حدیث عام لوگوں کے مزاج کے مطابق ارشاد فرمائی کہ زیادہ دنوں تک ولیمہ کرنے والے اپنی شان و شوکت ظاہر کرنے ہی کے لیے کرتے ہیں ورنہ حقیقت میں یہ تحدید نہیں اور نہ ممانعت ہے۔ اگر کوئی شخص بغیر ریاء و سمعہ کے دو دن سے زیادہ ولیمہ کرے یا دعوت کرے تو اس میں کوئی حرج نہیں۔

٢٣٩٦- ح: [دَعَا اَبُوْ اُسَيْدٍ السَّاعِدِيُّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ عُرْسِهٖ] — حضرت ابو اسید نے رسول اللہ ﷺ کو اپنی شادی کی دعوت میں بلایا

٢٣٩٦- عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ دَعَا اَبُوْ اُسَيْدٍ

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت ابو اسید

اَلسَّاعِدِيُّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ عُرْسِهٖ، وَكَانَتِ امْرَأَتُهٗ يَوْمَئِذٍ خَادِمَهُمْ، وَهِيَ الْعَرُوْسُ، قَالَ سَهْلٌ تَدْرُوْنَ مَا سَقَتْ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ اَنْقَعَتْ لَهٗ تَمَرَاتٍ مِّنَ اللَّيْلِ، فَلَمَّا اَكَلَ سَقَتْهُ اِيَّاهُ.

ساعدی رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی شادی میں دعوت دی اور ان کی بیوی ہی اس دن ان کی خادمہ تھیں اور حالانکہ وہی دلہن تھیں۔ سہیل نے کہا: تم لوگ جانتے ہو کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کیا پلایا تھا؟ رات کو انہوں نے کچھ کھجوریں پانی میں بھگو دی تھیں جب حضور کھانا کھا چکے تو یہی حضور کو پلایا تھا۔

(بخاری۔ کتاب الاشربۃ۔ باب: نقيع التمر مالم يسكر ص ٨٣٨، مسلم۔ کتاب الاشربہ، ابن ماجہ۔ کتاب النکاح۔ باب: قيام المرأة على الرجال في العرس ص ٧٧٨، باب: النقيع والشراب الذي لا يسكر ص ٧٧٩، باب: الانتباذ في الاوعية ص ٨٣٧، کتاب الایمان والنذور۔ باب: ان حلف ان لا يشرب نبيذا ص ٩٨٩)

لفظ ''خـــادم'' مذکر اور مونث دونوں پر بولا جاتا ہے، اسی طرح لفظ ''عـــروس'' بھی دولہا دلہن دونوں پر بولا جاتا ہے۔ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ نبیذ پینا جائز ہے جب کہ اس میں نشہ نہ ہو۔

بَابُ مَنْ تَرَكَ الدَّعْوَةَ فَقَدْ عَصَى اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ (ص ٧٧٨)

جس نے دعوت چھوڑی اس نے اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کی

٢٣٩٧- ح: [شَرُّ الطَّعَامِ طَعَامُ الْوَلِيْمَةِ]

بدترین کھانا ولیمہ کا کھانا ہے

٢٣٩٧ - عَنِ الْاَعْرَجِ، عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّهٗ كَانَ يَقُوْلُ شَرُّ الطَّعَامِ طَعَامُ الْوَلِيْمَةِ، يُدْعٰى لَهَا الْاَغْنِيَاءُ، وَيُتْرَكُ الْفُقَرَاءُ، وَمَنْ تَرَكَ الدَّعْوَةَ فَقَدْ عَصَى اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے تھے: بدترین کھانا ولیمہ کا کھانا ہے جس میں مال داروں کو بلایا جاتا ہے اور فقیروں کو چھوڑ دیا جاتا ہے اور جس نے دعوت چھوڑی اس نے اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کی۔

محقق یہ ہے کہ دعوتِ ولیمہ سنت ہے جب کہ منہیات شرعیہ سے خالی ہو اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے جو فرمایا وہ عارض کی بناء پر، کہ چاہیے تو یہ کہ ولیمہ کی دعوت میں فقیر و غنی کا امتیاز نہ رہے لیکن اب لوگوں نے طریقہ بنا رکھا ہے کہ مال داروں کو بلاتے ہیں اور غریبوں کو چھوڑ دیتے ہیں جس سے فقیروں کی دل آزاری ہوتی ہے اس لیے اب یہ شر ہو گئی۔ سابقاً گزر چکا کہ ولیمہ کی دعوت قبول کرنا مستحب ہے یا سنت ہے، جب کہ وہاں کوئی شرعی منکر نہ ہو گناہ نہیں۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے جو فرمایا: اس نے اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کی، یہ استحباب کی تاکید کے لیے ہے۔

یہاں جو سند درج ہے اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ حدیث موقوف ہے اور امام مالک سے اکثر راویوں نے اسی طرح روایت کی ہے البتہ ایک طریقے سے مرفوع مروی ہے۔ ابن بطال نے کہا: اس حدیث کا پہلا حصہ موقوف ہے اور آخر حصہ کو مرفوع ہونا چاہیے اس لیے کہ کسی چیز پر عصیان کا حکم رائے سے نہیں ہو سکتا۔

بَابُ اِجَابَةِ الدَّاعِيْ فِي الْعُرْسِ وَغَيْرِهَا (ص ٧٧٨)

دعوت دینے والے کی دعوت قبول کرنا شادی وغیرہ میں

٢٣٩٨- ح: [اَجِيْبُوا الدَّعْوَةَ]

دعوت کو قبول کرو

۲۳۹۸- عَنْ نَافِعٍ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا يَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَجِيْبُوْا هٰذِهِ الدَّعْوَةَ اِذَا دُعِيْتُمْ لَهَا. قَالَ كَانَ عَبْدُ اللّٰهِ يَاْتِي الدَّعْوَةَ فِي الْعُرْسِ وَغَيْرِ الْعُرْسِ وَهُوَ صَائِمٌ.

نافع نے کہا: میں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو فرماتے ہوئے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس دعوت کو قبول کرو جب بلائے جاؤ اور حضرت عبداللہ دعوت میں شریک ہوتے تھے شادی کی ہو یا کچھ اور حالانکہ وہ روزہ دار ہوتے۔

روزے کی حالت میں دعوت میں جانے سے دعوت دینے والے کی دل داری مقصود تھی۔ دین دار لوگ علماء و مشائخ کو صرف کھانے ہی کے لیے نہیں بلاتے تھے بلکہ حصولِ برکت اور دعاء خیر کے لیے بھی بلاتے تھے۔ اگر کھانا نہ کھانے سے صاحب دعوت کی دل شکنی ہو تو نفلی روزے کو توڑ سکتا ہے جیسا کہ درمختار وغیرہ میں ہے۔

بَابٌ هَلْ يَرْجِعُ اِذَا رَاٰى مُنْكَرًا فِي الدَّعْوَةِ (ص ۷۷۸)

اگر دعوت میں کوئی ناگوار بات دیکھے تو کیا لوٹ سکتا ہے؟

ت ۶۵۱- وَرَاَى ابْنُ مَسْعُوْدٍ صُوْرَةً فِي الْبَيْتِ فَرَجَعَ.

اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے گھر میں تصویر دیکھی تو لوٹ گئے۔

ت ۶۵۲- وَدَعَا ابْنُ عُمَرَ اَبَا اَيُّوْبَ فَرَاٰى فِي الْبَيْتِ سِتْرًا عَلَى الْجِدَارِ فَقَالَ ابْنُ عُمَرَ غَلَبَنَا عَلَيْهِ النِّسَاءُ فَقَالَ مَنْ كُنْتُ اَخْشٰى عَلَيْهِ فَلَمْ اَكُنْ اَخْشٰى عَلَيْكَ وَاللّٰهِ لَا اَطْعَمُ لَكُمْ طَعَامًا فَرَجَعَ.

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کو دعوت دی تو انہوں نے گھر میں دیوار پر پردہ دیکھا۔ حضرت ابن عمر نے معذرت میں کہا: ہم پر اس معاملے میں عورتیں غالب ہو گئی ہیں۔ حضرت ابوایوب نے کہا: اس سے میں ڈرتا تھا مگر آپ کے بارے میں کوئی اندیشہ نہیں تھا۔ بخدا! میں تمہارے ساتھ کھانا نہیں کھاؤں گا تو واپس ہو گئے۔

دیواروں پر پردہ ڈالنا بہ نیت زینت سلف ناپسند فرماتے تھے۔ اسی لیے حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ نے اسے ناپسند فرمایا اور لوٹ آئے۔

بَابُ الْمُدَارَاةِ مَعَ النِّسَاءِ (ص ۷۷۹)

عورتوں کے ساتھ مدارات کا بیان

۲۳۹۹- ح: [اَلْمَرْاَةُ كَالضِّلَعِ]

عورت پسلی کے مثل ہے

۲۳۹۹- عَنْ اَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْاَعْرَجِ عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْمَرْاَةُ كَالضِّلَعِ اِنْ اَقَمْتَهَا كَسَرْتَهَا وَاِنِ اسْتَمْتَعْتَ بِهَا اسْتَمْتَعْتَ بِهَا وَفِيْهَا عِوَجٌ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عورت پسلی کے مثل ہے اگر اسے سیدھی کرنا چاہو گے تو توڑ دو گے اور اگر اس سے فائدہ حاصل کرنا چاہتے ہو تو کجی کے باوجود اس سے نفع حاصل کرو۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہی مروی دوسری حدیث میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عورتوں کے بارے میں خیر کی وصیت قبول کرو۔ وہ پسلی سے پیدا کی گئی ہیں اور پسلی میں سب سے ٹیڑھی اوپر والی ہے اور ایک روایت میں ہے کہ اس کا توڑنا طلاق ہے۔

٢٤٠٠- ح: [يَتَّقِي الصَّحَابَةُ الْكَلَامَ وَالْإِنْبِسَاطَ إِلَى نِسَائِهِمْ عَلَى عَهْدِ النَّبِيِّ]

٢٤٠٠ - عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ دِينَارٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ كُنَّا نَتَّقِي الْكَلَامَ وَالْإِنْبِسَاطَ إِلَى نِسَائِنَا عَلَى عَهْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، هَيْبَةَ أَنْ يُّنْزَلَ فِينَا شَيْءٌ، فَلَمَّا تُوُفِّيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَكَلَّمْنَا وَانْبَسَطْنَا.

صحابہ کرام عہد رسالت میں عورتوں سے خوش طبعی کے ساتھ کلام کرنے سے ڈرتے تھے

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں ہم عورتوں سے بات کرنے اور ان کے ساتھ خوش طبعی کرنے سے بچتے تھے اس ڈر کی وجہ سے کہ کہیں ہمارے بارے میں کچھ نازل نہ کر دیا جائے، جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہو گیا تو ہم کھل کر عورتوں سے بات کرتے اور خوش طبعی کرتے۔

بَابُ حُسْنِ الْمُعَاشَرَةِ مَعَ الْأَهْلِ (ص۷۷۹)

٢٤٠١- ح: [حَدِيثُ أُمِّ زَرْعٍ]

٢٤٠١ - عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ جَلَسَ إِحْدَى عَشْرَةَ امْرَأَةً فَتَعَاهَدْنَ وَتَعَاقَدْنَ أَنْ لَّا يَكْتُمْنَ مِنْ أَخْبَارِ أَزْوَاجِهِنَّ شَيْئًا، قَالَتِ الْأُوْلَى زَوْجِي لَحْمُ جَمَلٍ غَثٌّ، عَلَى رَأْسِ جَبَلٍ لَا سَهْلٍ فَيُرْتَقَى وَلَا سَمِينٍ فَيُنْتَقَلُ. قَالَتِ الثَّانِيَةُ زَوْجِي لَا أَبُثُّ خَبَرَهُ، إِنِّي أَخَافُ أَنْ لَّا أَذَرَهُ، إِنْ أَذْكُرْهُ أَذْكُرْ عُجَرَهُ وَبُجَرَهُ. قَالَتِ الثَّالِثَةُ زَوْجِي الْعَشَنَّقُ، إِنْ أَنْطِقْ أُطَلَّقْ، وَإِنْ أَسْكُتْ أُعَلَّقْ. قَالَتِ الرَّابِعَةُ زَوْجِي كَلَيْلِ تِهَامَةَ، لَا حَرٌّ وَلَا قُرٌّ، وَلَا مَخَافَةَ وَلَا سَآمَةَ. قَالَتِ الْخَامِسَةُ زَوْجِي إِنْ دَخَلَ فَهِدَ، وَإِنْ خَرَجَ أَسِدَ، وَلَا يَسْأَلُ عَمَّا عَهِدَ. قَالَتِ السَّادِسَةُ زَوْجِي إِنْ أَكَلَ لَفَّ، وَإِنْ شَرِبَ اشْتَفَّ، وَإِنِ اضْطَجَعَ الْتَفَّ، وَلَا يُوْلِجُ الْكَفَّ لِيَعْلَمَ الْبَثَّ، قَالَتِ السَّابِعَةُ زَوْجِي غَيَايَاءُ، أَوْ عَيَايَاءُ، طَبَاقَاءُ، كُلُّ دَاءٍ لَهُ دَاءٌ، شَجَّكِ أَوْ فَلَّكِ أَوْ جَمَعَ كُلًّا لَّكِ. قَالَتِ الثَّامِنَةُ زَوْجِي الْمَسُّ مَسُّ أَرْنَبٍ، وَالرِّيحُ رِيحُ زَرْنَبٍ، قَالَتِ التَّاسِعَةُ زَوْجِي رَفِيعُ الْعِمَادِ، طَوِيلُ النِّجَادِ، عَظِيمُ الرَّمَادِ، قَرِيبُ الْبَيْتِ مِنَ النَّادِ. قَالَتِ الْعَاشِرَةُ زَوْجِي مَالِكٌ وَمَا مَالِكٌ، مَالِكٌ خَيْرٌ مِنْ ذٰلِكَ، لَهُ إِبِلٌ كَثِيرَاتُ الْمَبَارِكِ، قَلِيلَاتُ الْمَسَارِحِ، وَإِذَا سَمِعْنَ

اہل کے ساتھ اچھا معاملہ کرنے کا بیان

حدیث ام زرع

اُمّ المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ گیارہ عورتیں بیٹھیں اور آپس میں عہد و پیمان کیا کہ اپنے شوہروں کے حالات سے کچھ چھپائیں گی نہیں۔ پہلی نے کہا: میرا شوہر پہاڑ کی چوٹی پر پڑے ہوئے دبلے اونٹ کا گوشت ہے، نہ راستہ ہموار ہے کہ آسانی سے وہاں چڑھا جائے اور اسے لایا جائے اور نہ گوشت فربہ ہے جس کی رغبت ہو کہ مشقت اٹھا کر پہاڑ کی چوٹی سے اسے منتقل کیا جائے۔ دوسری نے کہا: میں اپنے شوہر کی خبر کو پھیلاؤں گی نہیں، مجھے ڈر ہے کہ میں کہیں اس کو چھوڑ نہ دوں، اگر میں اس کا تذکرہ کروں تو اس کے ظاہری و باطنی عیوب کو ذکر کروں گی۔ تیسری نے کہا: میرا شوہر بے ڈھنگا لمبا ہے، اگر میں کچھ بولوں تو طلاق دے دی جاؤں اور اگر چپ رہوں تو معلق چھوڑ دی جاؤں۔ چوتھی نے کہا: میرا شوہر تہامہ کی رات کے مثل ہے، جس میں نہ گرمی ہے نہ بہت سردی اور نہ ڈر اور نہ ملال۔ پانچویں نے کہا: میرا شوہر اگر گھر میں آئے تو چیتا ہے (یعنی لاپرواہی سے سو جاتا ہے) اور اگر باہر نکلتا ہے تو شیر ہے اور جو کچھ گھر میں ہے اس کے بارے میں کچھ پوچھتا نہیں ہے۔ چھٹی نے کہا: میرا شوہر اگر کھاتا ہے تو سب چٹ کر جاتا ہے اور اگر پیتا ہے تو برتن خالی کر دیتا ہے اور اگر سوتا ہے تو تنہا چادر میں لپٹ کر سوتا ہے اور ہاتھ داخل نہیں کرتا تا کہ بے چینی کو جانے۔ ساتویں نے کہا: میرا شوہر بودا ہے۔ نامرد احمق ہے، ہر بیماری

صَوْتَ الْمِزْهَرِ، اَیْقَنَّ اَنَّهُنَّ هَوَالِكُ. قَالَتِ الْحَادِیَةَ عَشْرَةَ زَوْجِی اَبُوْ زَرْعٍ، فَمَا اَبُوْ زَرْعٍ، اَنَاسَ مِنْ حُلِیٍّ اُذُنَیَّ، وَمَلَاَ مِنْ شَحْمٍ عَضُدَیَّ، وَبَجَّحَنِی فَبَجِحَتْ اِلَیَّ نَفْسِیْ، وَجَدَنِی فِی اَهْلِ غُنَیْمَةٍ بِشِقٍّ، فَجَعَلَنِیْ فِی اَهْلِ صَهِیْلٍ وَاَطِیْطٍ، وَدَائِسٍ وَمُنَقٍّ، فَعِنْدَهٗ اَقُوْلُ فَلَا اُقَبَّحُ، وَاَرْقُدُ فَاَتَصَبَّحُ، وَاَشْرَبُ فَاَتَقَنَّحُ. اُمُّ اَبِی زَرْعٍ، فَمَا اُمُّ اَبِی زَرْعٍ، عُكُوْمُهَا رَدَاحٌ، وَبَیْتُهَا فَسَاحٌ. اِبْنُ اَبِی زَرْعٍ، فَمَا ابْنُ زَرْعٍ، مَضْجَعُهٗ كَمَسَلِّ شَطْبَةٍ، وَیُشْبِعُهٗ ذِرَاعُ الْجَفْرَةِ. بِنْتُ اَبِی زَرْعٍ، فَمَا بِنْتُ اَبِی زَرْعٍ، طَوْعُ اَبِیْهَا، وَطَوْعُ اُمِّهَا، وَمِلْءُ كِسَائِهَا، وَغَیْظُ جَارَتِهَا. جَارِیَةُ اَبِی زَرْعٍ، فَمَا جَارِیَةُ اَبِی زَرْعٍ، لَا تَبُثُّ حَدِیْثَنَا تَبْثِیْثًا، وَلَا تُنَقِّثُ مِیْرَتَنَا تَنْقِیْثًا، وَلَا تَمْلَاُ بَیْتَنَا تَعْشِیْشًا. قَالَتْ خَرَجَ اَبُوْ زَرْعٍ وَالْاَوْطَابُ تُمْخَضُ، فَلَقِیَ امْرَاَةً مَعَهَا وَلَدَانِ لَهَا كَالْفَهْدَیْنِ، یَلْعَبَانِ مِنْ تَحْتِ خَصْرِهَا بِرُمَّانَتَیْنِ، فَطَلَّقَنِیْ وَنَكَحَهَا، فَنَكَحْتُ بَعْدَهٗ رَجُلًا سَرِیًّا، رَكِبَ شَرِیًّا، وَاَخَذَ خَطِّیًّا، وَاَرَاحَ عَلَیَّ نَعَمًا ثَرِیًّا، وَاَعْطَانِیْ مِنْ كُلِّ رَائِحَةٍ زَوْجًا، وَقَالَ كُلِیْ اُمَّ زَرْعٍ، وَمِیْرِیْ اَهْلَكِ، قَالَتْ فَلَوْ جَمَعْتُ كُلَّ شَیْءٍ اَعْطَانِیْهِ، مَا بَلَغَ اَصْغَرَ اٰنِیَةِ اَبِی زَرْعٍ. قَالَتْ عَائِشَةُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ كُنْتُ لَكِ كَاَبِیْ زَرْعٍ لِاُمِّ زَرْعٍ.

(مسلم۔ کتاب الفضائل' نسائی۔ باب: عشرة النساء' ترمذی۔ شمائل)

اس میں ہے' تیرا سر پھوڑ دے گا یا تیرا عضو توڑ دے گا یا سب جمع کر دے گا۔ آٹھویں نے کہا: میرے شوہر کا چھونا خرگوش کا چھونا ہے اور اس کی خوشبو زرنب کی خوشبو ہے۔ نویں نے کہا: میرا شوہر اونچے ستون کی عمارت والا ہے' لمبے پرتلے والا ہے' بہت زیادہ راکھ والا ہے۔ اس کی بیٹھک گھر کے قریب ہے۔ دسویں نے کہا: میرا شوہر مالک ہے اور تم کیا جانو کیا ہے مالک۔ مالک اس سے بہتر ہے' اس کے اونٹ زیادہ تر تھان پر رہتے ہیں' چراگاہ میں کم جاتے ہیں اور جب وہ مزہر کی آواز سنتے ہیں یقین کر لیتے ہیں کہ یہ ذبح ہونے والے ہیں۔ گیارہویں نے کہا: میرا شوہر ابوزرع ہے اور تم کیا جانو کیا ہے ابوزرع؟ اس نے میرے کانوں کو زیوروں سے جھلا دیا' میرے بازوؤں کو چربی سے بھر دیا۔ اس نے مجھ کو خوش کیا اور میں خوش ہوگئی۔ اس نے مجھے مقام شق میں تھوڑی سی بکریوں والوں میں پایا تو اس نے مجھ کو کر دیا گھوڑے اور کجاوے اور گاہنے والے اور صاف کرنے والوں میں۔ میں اس کے یہاں بولتی ہوں تو بری نہیں مانی جاتی اور سوتی ہوں تو صبح کر دیتی ہوں اور پیتی ہوں تو خوب سیر ہو کر پیتی ہوں۔ ابی زرع کی ماں! تو کیا جانے کیا ہے ابوزرع کی ماں' اس کے توشہ دان بھرے ہوئے ہیں اور اس کا گھر کشادہ ہے۔ ابوزرع کا بیٹا اور تو کیا جانے کیا ہے۔ ابوزرع کا بیٹا اس کی خواب گاہ چوکور منارے کے مثل تخت ہے' اس کا پیٹ چار مہینے کی بکری کا دست بھر دیتا ہے۔ ابوزرع کی بیٹی اور تو کیا جانے کیا ہے ابوزرع کی بیٹی۔ اپنے ماں باپ کی فرماں بردار' اتنی موٹی کہ اپنی چادر بھرے ہوئے ہے اور اپنی پڑوسن کی جلن۔ ابوزرع کی لونڈی اور تو کیا جانے کیا ہے ابوزرع کی لونڈی۔ ہماری بات قطعاً نہیں پھیلاتی اور ہمارے اندوختہ کو ضائع نہیں کرتی اور ہمارے گھر کو کوڑا کرکٹ سے بھرتی نہیں۔ اس نے کہا: ابوزرع صبح کو اس وقت نکلا کہ دودھ بلوئے جا رہے' تھے تو اس نے ایک ایسی عورت سے ملاقات کی جس کے ساتھ چیتے کے مثل اس کے دو بچے تھے جو اس کی کوکھ کے نیچے دو اناروں سے کھیل رہے تھے۔ ابوزرع نے مجھے طلاق دے دی اور اس عورت سے نکاح کر لیا۔ ابوزرع کے بعد میں

نے ایک شریف آدمی سے نکاح کیا جو عمدہ گھوڑے پر سوار ہوا اور نیزہ لیا اور بعد زوال مجھے بہت سے مویشی دیئے اور ہر آرام دہ چیز کا جوڑا دیا اور کہا: اے ام زرع! کھا اور اپنے اہل کو بھی بھیج۔ اس نے کہا: اس نے مجھ کو جو کچھ دیا اگر میں سب کو جمع کروں تو ابوزرع کے سب سے چھوٹے برتن کے برابر بھی نہیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں تیرے لیے ایسا ہی ہوں جیسا ابوزرع ام زرع کے لیے تھا۔ (وفی روایۃ) (اس نے اسے طلاق دے دی لیکن میں تجھے طلاق نہیں دوں گا۔)

ہیثم بن عدی کی روایت کے آخر میں یہ ہے: میں تمہارے لیے ایسا ہی ہوں جیسے ابوزرع ام زرع کے لیے تھا الفت اور وفا میں نہ کہ فرقت اور جدائی میں، اور زبیر کی روایت کے آخر میں ہے: سوائے اس کے کہ ابوزرع نے ام زرع کو طلاق دے دی تھی اور میں تمہیں طلاق نہیں دوں گا اور اسی کے مثل طبرانی کی روایت میں ہے۔ نسائی نے اپنی ایک روایت میں اور طبرانی نے یہ زیادہ کیا کہ حضرت عائشہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! بلکہ حضور ابوزرع سے بہتر ہیں۔ صحیحین میں اس حدیث کا اکثر حصہ اُمّ المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر موقوف ہے اور مرفوع صرف آخر کا یہ حصہ ہے ''كُنْتُ لَكِ كَأَبِي زَرْعٍ لِأُمِّ زَرْعٍ'' لیکن پوری حدیث مرفوع معنوی ہے اس لیے کہ آخر میں جو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا یہ اُمّ المومنین نے شروع سے آخر تک جو کچھ ذکر کیا اسے سن کر ذکر فرمایا ہے۔ تو یہ حقیقت میں حدیث تقریری ہوئی لیکن صحیحین کے علاوہ میں یہ حدیث مرفوعاً مروی ہے۔ نسائی میں ہے کہ اُمّ المومنین فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھ سے فرمایا کہ میں تیرے لیے ایسا ہی ہوں جیسے ابوزرع ام زرع کے لیے تو اُمّ المومنین نے عرض کیا: آپ پر میرے ماں باپ قربان! یا رسول اللہ! کون تھا ابوزرع؟ اس کے بعد پوری حدیث حضور نے بیان فرمائی۔ اس کے علاوہ اور محدثین نے مرفوعاً روایت کی ہے۔

اس حدیث کے ارشاد کا سبب یہ ہے کہ حضرت اُمّ المومنین فرماتی ہیں کہ میں نے اس مال پر جو جاہلیت میں میرے والد کے پاس تھا فخر کیا اور یہ دس لاکھ اوقیہ تھا۔ اس پر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے عائشہ! چپ رہ میں تیرے لیے ایسا ہی ہوں جیسا کہ ابوزرع ام زرع کے لیے تھا۔

ابوالقاسم عبدالحکیم ابن حبان نے اسود بن جبیر مغافری سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت عائشہ و فاطمہ کے پاس تشریف لائے اور ان میں کچھ ہوگیا تھا تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے حمیرا! میری بیٹی سے باز نہیں رہے گی، میری اور تیری مثل، مثل ابوزرع کے ہے ام زرع کے ساتھ۔ اس پر اُمّ المومنین نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ان دونوں کا واقعہ بیان فرمایئے۔ فرمایا: ایک بستی میں گیارہ عورتیں تھیں اور ان کے مرد غائب تھے تو انہوں نے کہا: آؤ! ہم اپنے شوہروں کے حالات بیان کریں۔ الی آخرہ۔

''جلس احدی عشرۃ'' کی توجیہ

قاعدے کے اعتبار سے ''جلست'' ہونا چاہیے تھا جیسا کہ ابوعوانہ کی روایت میں ہے مگر یہاں تقدیر عبارت یہ ہے ''جلس جماعۃ احدی عشرۃ'' اور ''جماعۃ'' چونکہ مونث غیر حقیقی ہے اس لیے فعل کو مذکر لانا درست ہے۔ مسلم کی ایک روایت میں ''جلس'' ہے اور ابویعلیٰ کی ایک روایت میں ''اجتمعن'' ہے۔ امام قرطبی نے فرمایا کہ جمع مونث لانا ''اکلونی البراغیث'' کی

لغت پر ہے۔ اس کی نظیر خود قرآن مجید میں ہے، فرمایا: ''وَأَسَرُّوا النَّجْوَى الَّذِينَ ظَلَمُوا'' (الانبیاء:۳) اور فرمایا: ''ثُمَّ عَمُوا وَصَمُّوا كَثِيرٌ مِّنْهُمْ'' (المائدہ:۷۱) اور حدیث میں ہے: ''یتعاقبون فیکم ملائکة''۔ یہ عورتیں یمن کی تھیں اور قبیلہ خثعم کی اور یہ زمانہ جاہلیت کی بات ہے۔

غَثٌّ

غین کو فتحہ، ثاء کو تشدید اس کو ''جمل'' کی صفت مان کر کسرہ پڑھنا بھی درست ہے اور ''لحم'' کی صفت مان کر ضمہ پڑھنا بھی درست ہے۔ علامہ ابن جوزی نے فرمایا: مشہور کسرہ ہے، ابن ناصر نے کہا: عمدہ رفع پڑھنا ہے۔ اس کے معنی اتنا دبلا کہ جو ناگوار ہو جسے لوگ چھوتے نہ ہوں۔

علی رأس جبل

ابوعبید اور ترمذی کی روایت میں ''علی جبل وعرٍ'' ہے اور زبیر ابن بکار کی روایت میں ''جبل وَعْثٍ'' ہے اور یہ سجع کے زیادہ موافق ہے۔ ''وعر'' کے معنی بہت سخت ''وعث'' ایسی بلند جگہ جس پر چڑھنا دشوار ہو، قدم پھسلتے ہوں۔

لاسهل

فتح کے ساتھ بغیر تنوین کے اور ایسے ہی ''ولا سمین'' ان دونوں میں رفع بھی جائز ہے اس بناء پر کہ یہ مبتدائے مقدر کی خبر ہو یعنی ''لا ھو سھل ولا سمین'' اور ان میں جر بھی جائز ہے اس بناء پر کہ یہ ''جمل'' اور ''جبل'' کی صفت ہے۔ نسائی میں بہ طریق عقبہ ابن خالد جو روایت ہے وہ تنوین اور نصب کے ساتھ ہے ''لا سھلًا ولا سمینًا'' امام قاضی عیاض نے فرمایا: میرے نزدیک دونوں کلموں میں رفع احسن ہے سیاق کلام کی مناسبت سے، مطلب یہ ہوا کہ میرا شوہر ایسا ہے جس میں کوئی نفع نہیں کوئی کشش نہیں۔ کسی شارح نے اس پہلی عورت کا نام نہیں بتایا ہے۔ ''ان لا اذرہ'' ضمیر منصوب میں دو احتمال ہیں۔ ایک یہ کہ اس کا مرجع خبر ہو۔ اب معنی یہ ہوں گے کہ میرے شوہر کے حالات اتنے کثیر ہیں کہ میں اگر سب کو بیان کرنا چاہوں تو کچھ نہ کچھ رہ جائیں گے سب بیان نہ کر پاؤں گی۔ دوسرا احتمال یہ ہے کہ اس کا مرجع خود شوہر ہو۔ اب مطلب یہ ہوگا کہ مجھے یہ اندیشہ ہے کہ اگر میں اپنے شوہر کے حالات بیان کروں اور اسے معلوم ہو جائے تو وہ مجھے جدا کر دے گا۔ اس دوسری عورت کا نام عمرہ بنت عمرو تھا۔

عجرہ و بجرہ

یہ ''عجرة'' اور ''بجرة'' کی جمع ہے۔ ''عجرة'' کا معنی گرہ ہے خواہ جسم میں ہو یا کہیں اور۔ ''بجرة'' وہ گرہ جو پیٹ میں ہو نیز ''عجرة'' کا معنی پیٹھ کا کبڑا ہونا اور ''بجرة'' کا معنی ناف کا اُبھرا ہونا۔ ابن ابی اویس نے کہا: ''عجرة'' وہ گرہ ہے جو پیٹ یا زبان میں ہو ''بجرة'' کا معنی ہے عیب۔ یہ اس کا اصل لغوی معنی ہے۔ عرف عام میں غم و اندوہ ظاہر کرنے کے لیے بولا جاتا ہے۔ امیر المومنین مولی المسلمین علی رضی اللہ عنہ نے یوم جمل میں عرض کیا تھا: ''اشکو الی اللہ عجری وبجری''۔ یہاں مراد عیوب ظاہرہ و باطنہ ہیں۔

عشنق

بے تکا لمبا، لمبی گردن والا، جرأت کے ساتھ بڑھ کر ہر کام کرنے والا۔ مراد یہ ہے کہ بے ڈھنگا لمبائی کے ساتھ، وہ بد خلق بھی ہے۔ اس تیسری عورت کا نام حیی بنت اخطب ہے۔

لاحر و لاقر

اس میں دو روایتیں ہیں۔ فتح کے ساتھ بغیر تنوین' رفع تنوین کے ساتھ۔ اس کی نظیر اس آیت کریمہ میں ہے: ''لَا بَيْعٌ فِيْهِ وَلَا خُلَّةٌ وَلَا شَفَاعَةٌ'' اور ''لَا رَفَثَ وَلَا فُسُوْقَ وَلَا جِدَالَ فِي الْحَجِّ''۔ اس چوتھی عورت کا نام مهدد بنت ابی ھزومہ تھا۔ پانچویں عورت کا نام کبشہ تھا۔ چھٹی کا ہند' ساتویں کا حیی بنت علقمہ' آٹھویں کا یاسر بنت اوس بن عبد۔ ان عورتوں میں پہلی اور نویں کا نام معلوم نہ ہو سکا۔

غيا ياء او عيا ياء' طباقاء

''غيـايـاء. أو عياياء'' یہ عیسیٰ بن یونس سے شک ہوا جیسا کہ ابویعلیٰ نے اس کی تصریح کی ہے اور نسائی میں ''غـيـايـاء'' بغیر شک کے ہے۔ یہ اور دونوں اور ''طباقاء'' صفت مشبہ کے صیغے ہیں۔[1] ''غياياء'' کا مادہ ''غياية'' ہے۔ اس کے معنی وہ بودہ ہے جو معاملات کو سمجھ نہ سکے۔ ''عياياء'' کا مادہ ''عَيٌّ'' ہے۔ اس کا معنی وہ اونٹ ہے جو جفتی پر قدرت نہ رکھے۔ ''طباقاء'' کا مادہ ''طبقٌ'' ہے۔ اس کا معنی بھی بیوقوف ہے' نیز وہ جو اچھی طرح جماع نہ کر سکے' اور جاحظ نے کہا: اس کا معنی وہ شخص ہے جو جماع کے وقت اپنا سینہ عورت کے سینے پر چپکا لے اور نچلا حصہ اٹھا لے' عورتیں ایسے شخص کو ناپسند کرتی ہیں۔ امرء القیس کی بیوی اس کی برائی بیان کرتے ہوئے کہتی ہے: وہ بھاری سینے والا' ہلکی سرین والا' سریع الانزال ہے۔

اب اس کا ترجمہ یہ ہوا: میرا شوہر بودا' ناسمجھ' نامرد اور بے وقوف ہے۔

کچھ لوگوں نے ''غياياء'' کا ترجمہ کیا ''گم راہ'' انہوں نے یہ سمجھا کہ یہ ''غيٌّ'' سے مشتق ہے۔ اس کا مادہ ''غوی'' ہے اور یہ نہیں سوچا کہ پھر ''غـيـايـاء'' میں ''واؤ'' یا سے کیسے بدل گیا؟ ''كـل داء له داء'' یعنی جو عیوب لوگوں میں متفرق ہیں وہ سب اس میں اکٹھے جمع ہیں اس تقدیر پر کہ ''لـه داء' كل داء'' کی خبر ہو گی اور اس کا بھی احتمال ہے کہ ''له داء'' کی صفت ہو اور صرف ''داء كل'' کی خبر ہو۔ مراد یہ ہے کہ ہر عیب اس میں پورا پورا ہے جیسے بولتے ہیں کہ بے شک زید زید ہے اور یہ گھوڑا گھوڑا ہے۔

زرنب

ایک پتلی خوشبودار گھاس ہے۔

مبارك

یہ ''مبرك'' اسم ظرف کی جمع ہے' اونٹ کی بیٹھنے کی جگہ۔

مسارح

''مسرح'' کی جمع ہے' چراگاہ۔

مزهر

ایک قسم کا باجا' عرب کی عادت تھی کہ جب کوئی مہمان آجاتا تو اونٹ کے ذبح سے پہلے یہ باجا بجاتے تھے۔

اناس

اس کا مادہ ''نـوسٌ'' ہے جس کا معنی ہے: ہر لٹکی ہوئی چیز کا ہلنا۔ مراد یہ ہے کہ میرے کانوں میں بہ کثرت زیور پہنائے جو لٹکے

[1] رکاز الاصول

ہوئے ال جائیں۔

وَبَجَّحَنِي فَبَجِحْتُ

یعنی اس نے مجھ کو ہر طرح خوش کیا اور میں خوش ہوں۔ ابن الانباری نے کہا: اس کا معنی یہ ہے کہ اس نے مجھ کو بڑا بنایا اور میں اپنے آپ کو بڑی سمجھنے لگی۔

بِشِقٍّ

خطابی نے کہا کہ روایت ش کے کسرہ کے ساتھ ہے، مگر صحیح "شَقٌّ" ہے۔ یہ ایک جگہ کا نام ہے۔ ابن ابی اویس اور ابن حبیب نے کہا کہ کسرہ کے ساتھ "شِقٍّ" ہے مراد پہاڑ کا ایک کونا ہے۔ اس کا بھی احتمال ہے کہ مراد یہ ہو کہ بہت ہی تنگ دستی میں تھے۔

صهيل

بہ معنی گھوڑا "وَأَطِيطٍ" اونٹ پر رکھے ہوئے کجاوے اور محملوں کی آواز، مراد یہاں پر اونٹ ہیں۔

دائس

غلہ گاہنے والا "ومُنَقٍّ" علامہ کرمانی نے کہا: اس سے مراد وہ ہے جو غلے کو بھس سے صاف کرنے والا ہو۔ اس صورت میں اس کا مادہ "نَقِيَ" ہے۔ مراد یہ ہے کہ وہ ایک بڑا کاشت کار ہے، جس کے یہاں ہر شعبے کے الگ الگ ملازم ہیں۔ گاہنے والا الگ ہے، پھٹکنے والا الگ اور یہی معنی یہاں زیادہ مناسب ہے۔ ابن ابی اویس نے کہا: یہ لفظ "مُنِقٍّ" ہے جس کا مادہ "نقيقٌ" ہے جس کا معنی مویشیوں کی آواز کے ہیں یعنی اس کے پاس بہ کثرت مویشی ہیں۔

فأتقنح

امام قاضی عیاض نے فرمایا کہ صحیحین کی روایت میں نون ہی کے ساتھ ہے۔ فتح الباری، عمدۃ القاری، ارشاد الساری میں آخر حدیث میں یہ زائد ہے: "قال ابو عبدالله قال بعضهم فاتقمح بِالْمِيْم وهٰذا اصح" امام بخاری نے کہا: "اقتمح" میم کے ساتھ ہے اور یہ زیادہ صحیح ہے۔ ابو عبید نے کہا: میں اتنا پیتی ہوں کہ پینے سے منہ بھر جاتا ہے یہ ماخوذ ہے عرب کے اس قول سے "الناقة القامح" وہ اونٹنی جو حوض پر آئے اور پانی نہ پیے سر اٹھا دے۔

عُكُومُهَا رَدَاحٌ

"عكوم عِكْمٌ" کی جمع ہے۔ وہ بوریاں اور جھولے جن میں کپڑے وغیرہ رکھے جاتے ہیں "رداحٌ" بڑے بھرے ہوئے۔

كمسلِّ شَطْبَةٍ

"مَسَلٍّ سَلَّ يَسُلُّ" سے مصدر میمی بھی ہو سکتا ہے یعنی کسی چیز سے کسی چیز کو آہستہ آہستہ نکالا "سَلَّ السَّيْفَ" تلوار کو سونتا اور یہ اسم ظرف بھی ہو سکتا ہے نیز فراعنہ کے بنوائے ہوئے اہرام مصر کو بھی کہتے ہیں۔ "شَطْبَةٌ" چٹائی بننے کے لیے کھجور کی پتیوں کو چیرتے ہیں۔ اس کے ایک ٹکڑے کو "شطبة" کہتے ہیں۔ فتح الباری میں ہے کہ ابن حبیب نے کہا: "شطبة" ستون کے مثل چوکور لکڑی کو کہتے ہیں۔ اس احقر کے خیال میں ان کا سب سے زیادہ مناسب معنی یہ ہے کہ اس کی خواب گاہ چوکور منارے کے مثل تخت تھی، بلکہ "شطبة" سے کھجور سے نصف چری ہوئی پتی مراد لی جائے۔ اب معنی یہ ہوں گے کہ اس کی خواب گاہ مینارے کے مثل کھجور کی پتی سے بنی ہوئی تھی۔

الجفرة

چار مہینے کا بکری کا بچہ جس کو ماں سے جدا کر کے چرائی میں لگا دیا گیا ہو مراد یہ ہے کہ وہ کم خوراک ہے۔

ملء كساء ها

وہ اپنی چادر کو بھرے ہوئے ہے یعنی وہ بہت تندرست موٹی تازی ہے کہ اس کا لباس اس پر تنگ ہے۔ اہل عرب موٹی عورت کو پسند کرتے تھے۔

لا تبث حديثنا تبثيثاً

اور ایک روایت میں باء کی جگہ نون ہے۔ دونوں کا معنی ایک ہے "ولا تنقث ميرتنا"۔ "تنقيث" کا معنی ہے خیانت کرنا اور چرانا۔ "ميرة" کا معنی ہے: گھر میں جمع کیا ہوا مال۔ زیادہ تر اس کا استعمال غلے اور کھانے پینے کے سامان پر ہوتا ہے یعنی ہمارے جمع کیے ہوئے مال کو چرا کر دوسرے کو نہیں دیتی۔

تعشيش

اس کا ماعدہ "عشٌ" ہے، اس کے معنی سوکھی گھاس کے بھی ہیں اور پھپھوند لگی ہوئی روٹی کے بھی یعنی وہ ہمارے گھر کو صاف ستھرا رکھتی ہے گھر میں کوڑا کرکٹ جمع نہیں کرتی۔

والأوطاب تمخض

"اوطاب"، "وطبٌ" کی جمع ہے، دودھ کا برتن "مخض" کا معنی دودھ کو بلو کر مکھن نکالنا چونکہ عموماً صبح کو دودھ بلو کر مکھن نکالا جاتا ہے اس لیے اس سے مراد یہ ہے کہ وہ صبح کو نکلا۔

شريًّا

شریف انسان "شریا" عمدہ گھوڑا "خطيًّا" موضوع خط کا نیزہ۔ خط بحرین کے نواح میں ایک جگہ کا نام ہے، جہاں کے نیزے مشہور ہیں اور ایک قول یہ ہے کہ اصل میں یہ نیزے ہندوستان کے ہوتے ہیں جو کشتیوں کے ذریعہ مقام خط میں آتے ہیں۔

أُراح عليّ

یعنی بعد زوال اس نے مجھ کو دیا۔

نَعَمْ

ایک ایسی جمع ہے جس کے لفظ سے واحد نہیں۔ اس کے معنی خاص اونٹ کے ہیں لیکن تمام مویشیوں پر اس کا اطلاق ہوتا ہے جب ان میں اونٹ ہوں۔ "ثريًّا" بہت زیادہ۔

رائحة

اس کا مادہ "رواح" ہے، شام کے وقت آنے والی چیز۔ مراد یہ ہے کہ شام کو گھر واپس آتا تو جو کچھ لاتا اس میں سے دو (۲) دیتا ہے۔ وہ اونٹ جو شام کو چرکر اپنے باڑے کی طرف واپس آئیں مطلقاً مویشی کہا جاتا ہے "ماله سارحة ولا رائحة" یعنی اُن کے پاس مویشیوں میں سے کچھ نہیں۔ اس کا بھی احتمال ہے کہ یہ "راحت" سے بنا ہو یعنی خوش کرنے والی چیز۔

مِيْرَى اَهْلَكَ

''مِيْرَى'' کا مادہ ''الْمِيْرَةُ'' ہے جس کے معنی غلے کے ہیں۔ یہاں مراد یہ ہے کہ اپنے رشتہ داروں کو دے۔

بَابُ صَوْمِ الْمَرْاَةِ بِاِذْنِ زَوْجِهَا تَطَوُّعًا (ص ۷۸۲)

عورت کا اپنے شوہر کی اجازت سے نفلی روزہ رکھنا

٢٤٠٢ - عَنْ هَمَّامِ بْنِ مُنَبِّهٍ، عَنْ اَبِى هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَصُوْمُ الْمَرْاَةُ وَبَعْلُهَا شَاهِدٌ اِلَّا بِاِذْنِهِ.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: عورت کا شوہر موجود ہو تو وہ اس کی بلا اجازت روزہ نہ رکھے۔

اس سے مراد نفلی روزہ ہے۔ رمضان کے فرض روزے میں شوہر کی اجازت کی ضرورت نہیں۔

بَابٌ لَا تَاْذَنُ الْمَرْاَةُ فِيْ بَيْتِ زَوْجِهَا لِاَحَدٍ اِلَّا بِاِذْنِهِ

عورت شوہر کی بلا اجازت شوہر کے گھر میں کسی کو آنے کی اجازت نہ دے

٢٤٠٣ - عَنِ الْاَعْرَجِ، عَنْ اَبِى هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَحِلُّ لِلْمَرْاَةِ اَنْ تَصُوْمَ وَزَوْجُهَا شَاهِدٌ اِلَّا بِاِذْنِهِ، وَلَا تَاْذَنَ فِيْ بَيْتِهٖ اِلَّا بِاِذْنِهٖ، وَمَا اَنْفَقَتْ مِنْ نَفَقَةٍ عَنْ غَيْرِ اَمْرِهٖ فَاِنَّهٗ يُؤَدّٰى اِلَيْهِ شَطْرُهٗ.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کسی عورت کو یہ حلال نہیں کہ اس کا شوہر موجود ہو تو وہ اس کی اجازت کے بغیر روزہ رکھے اور اس کی اجازت کے بغیر کسی کو اس کے گھر میں نہ آنے دے اور بغیر اس کی اجازت کے جو کچھ خرچ کرے گی تو اسے اس کا آدھا ملے گا۔

(بخاری۔ کتاب النفقات۔ باب: نفقة المرأة اذا غاب عنها زوجها ص ۸۰۷)

''عن غير امره'' سے مراد یہ ہے کہ صریح اجازت نہ ہو بلکہ اجازت عام ہو خواہ صراحۃً یا عرفاً مثلاً یہ کہ مسلمانوں میں رواج ہے کہ عورتیں شوہر کے مال سے غرباء مساکین کو دیتی رہتی ہیں اور تمام شوہر اس کو جانتے ہیں اور اس کو برا نہیں مانتے، یہ عرفاً اجازت ہے۔

''يؤدى اليه شطره'' اس سے مراد یہ ہے کہ اسے آدھا ثواب ملے گا جیسا کہ بیوع و نفقات کی حدیث میں تصریح ہے۔ فرمایا: ''فلها نصف اجره''۔

بَابٌ (ص ۷۸۲)

باب

٢٤٠٤- ج. [عَامَّةُ الْجَنَّةِ الْمَسَاكِيْنُ]

جنت میں زیادہ تر مساکین داخل ہوں گے

٢٤٠٤ - عَنْ اُسَامَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ قُمْتُ عَلٰى بَابِ الْجَنَّةِ فَكَانَ عَامَّةَ مَنْ دَخَلَهَا الْمَسَاكِيْنُ، وَاَصْحَابُ الْجَدِّ مَحْبُوْسُوْنَ، غَيْرَ اَنَّ اَصْحَابَ النَّارِ قَدْ اُمِرَ بِهِمْ اِلَى النَّارِ، وَقُمْتُ عَلٰى بَابِ النَّارِ فَاِذَا عَامَّةُ مَنْ دَخَلَهَا النِّسَاءُ،

حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: میں جنت کے دروازے پر کھڑا ہوا تو دیکھا کہ اس کے اندر عام داخل ہونے والے مساکین ہیں اور مال دار روکے ہوئے ہیں۔ ہاں! جہنمیوں کو جہنم میں لے جانے کا حکم ہو چکا ہوگا، اور میں جہنم کے دروازے پر کھڑا ہوا تو دیکھا کہ اس میں داخل

ہونے والی عام طور پر عورتیں ہیں۔

(بخاری۔ کتاب الرقاق۔ باب: صفة الجنة والنار ص ٩٦٩' مسلم۔ کتاب الدعوات' نسائی۔ کتاب عشرة النساء)

''جَدٌّ'' کے معنی مال داری اور حصہ اور دادا کے ہیں' ''جِدٌّ'' کے معنی کوشش کرنے کے ہیں۔ مال داروں کو اپنے اموال کے حساب کے لیے روک لیا جائے گا۔ مطلب یہ ہے کہ مساکین اور فقراء امت مال داروں سے پہلے جنت میں جائیں گے۔

بَابُ هِجْرَةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نِسَاءَهُ فِي غَيْرِ بُيُوْتِهِنَّ (ص ٧٨٣)

نبی ﷺ کا اپنی بیویوں سے ان کے گھروں کے علاوہ کہیں اور الگ رہنا

ت ٦٥٣ - وَيُذْكَرُ عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ حَيْدَةَ رَفَعَهُ غَيْرَ اَنْ لَّا تُهْجَرَ اِلَّا فِي الْبَيْتِ . وَالْاَوَّلُ اَصَحُّ.

حضرت معاویہ بن حیدہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہوئے ذکر کیا جاتا ہے جس کو انہوں نے مرفوع کیا سوائے اس حصے کے کہ عورت سے قطع تعلق کر کے اس کے گھر ہی میں رہا جائے' اول زیادہ صحیح ہے۔

توضیح

حضور اقدس ﷺ ناراض ہو کر ایک مہینے تک ازواجِ مطہرات سے الگ رہے اور ان کے حجروں سے الگ ایک بالا خانے پر تشریف رکھتے تھے۔ یہ روایت صحیح ہے' پھر امام بخاری نے یہ تعلیق ذکر کی۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ اگر کوئی عورتوں سے قطع تعلق کرے تو ان کے گھروں کے علاوہ کہیں اور نہ رہے۔ اس پر اشکال یہ ہے کہ ازواجِ مطہرات سے ایک ماہ تک علیحدگی کی روایت حضرت معاویہ بن حیدہ رضی اللہ عنہ سے مروی نہیں' پھر امام بخاری کا یہ کہنا کہ پہلی روایت بہ نسبت اس کے زیادہ صحیح ہے کیسے درست ہے؟ علامہ عینی نے فرمایا کہ اگر کسی شارح کو یہ روایت نہیں ملی اس سے کہاں لازم آتا ہے کہ یہ حدیث مروی ہی نہیں۔ جب امام بخاری فرما رہے ہیں تو انہیں کوئی روایت ملی ہو گی۔ ابوداؤد میں انہیں سے یہ مروی ہے کہ انہوں نے حضور اقدس ﷺ سے پوچھا کہ ہم پر زوجہ کا کیا حق ہے؟ فرمایا: جب تم کھاؤ تو اسے بھی کھلاؤ اور جب پہنو تو اسے بھی پہناؤ اور اس کے چہرے پر مت مارو اور اسے سخت سست نہ کہو اور اسے گھر کے علاوہ کہیں مت چھوڑو۔ صاحب تلویح نے کہا: امام بخاری کی مراد یہی حدیث ہے۔ عورتوں سے قطع تعلق کر کے انہیں کے گھر میں رہنا اُن کے لیے زیادہ تکلیف دہ ہو گا بہ نسبت اس کے کہ کسی اور گھر میں رہے' اس لیے یہ فرمایا کہ قطع تعلق کرے تو ان کے گھروں ہی میں رہے تاکہ صلح جلد ہو جائے لیکن بروایہ صحیحہ ثابت ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے ازواجِ مطہرات سے قطع تعلق کیا اور علیحدہ مکان میں تشریف فرما رہے۔ ان دونوں سے نتیجہ یہ نکلا کہ شوہر کی صوابِ دید پر موقوف ہے۔ اگر وہ مناسب سمجھے تو انہیں کے گھروں میں رہے تو اس کی بھی اجازت ہے اور اگر یہ مناسب سمجھے کہ علیحدہ دوسرے گھر میں رہے تو اس کی بھی اجازت ہے۔ امام بخاری نے جو یہ فرمایا کہ ''والاول اَصَحُّ'' اس سے مراد یہ ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی جو روایت ہے کہ نبی ﷺ ناراضگی کے زمانے میں ازواجِ مطہرات کے حجروں سے الگ ایک بالا خانے میں تشریف فرما تھے یہ بہ نسبت روایت معاویہ بن حیدہ کی حدیث کے زیادہ صحیح ہے۔

بَابُ لَا تُطِيْعُ الْمَرْاَةُ زَوْجَهَا فِيْ مَعْصِيَةٍ (ص ٧٨٤)

عورت گناہ میں اپنے شوہر کی اطاعت نہ کرے

٢٤٠٥- ح: [اِنَّهٗ قَدْ لُعِنَ الْمُوْصِلَاتُ]

بال ملانے والیوں پر لعنت کی گئی ہے

٢٤٠٥- عَنْ صَفِيَّةَ عَنْ عَائِشَةَ اَنَّ امْرَاَةً مِّنَ الْاَنْصَارِ زَوَّجَتِ ابْنَتَهَا فَتَمَعَّطَ شَعْرُ رَأْسِهَا فَجَاءَتْ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَتْ ذٰلِكَ لَهٗ فَقَالَتْ اِنَّ زَوْجَهَا اَمَرَنِيْ اَنْ اَصِلَ فِيْ شَعْرِهَا فَقَالَ لَا. اِنَّهٗ قَدْ لُعِنَ الْمُوْصِلَاتُ. (بخاری۔ کتاب اللباس۔ باب:الوصل فی الشعر ص ٨٧٨، مسلم۔ کتاب اللباس، نسائی۔ کتاب الزینۃ)

اُمّ المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ایک انصاری عورت نے اپنی لڑکی کی شادی کی، اس کے بعد اس کے بال جھڑ گئے، وہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور حضور سے اس کا تذکرہ کیا اور کہا کہ میرے شوہر نے مجھے حکم دیا ہے کہ دوسرے بال اپنے بالوں میں ملاؤں۔ فرمایا: نہیں! بال ملانے والیوں پر لعنت کی گئی ہے۔

بَابُ الْعَزْلِ (ص ٧٨٤)

عزل کا بیان

٢٤٠٦ - عَنْ عَطَاءٍ عَنْ جَابِرٍ قَالَ كُنَّا نَعْزِلُ عَلٰى عَهْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالْقُرْاٰنُ يَنْزِلُ.

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں عزل کرتے تھے اور قرآن کا نزول ہوتا رہتا۔

"عزل" کے معنی یہ ہیں کہ بوقت جماع منی باہر گرائی جائے۔ اس کے بارے میں محقق حکم یہ ہے کہ یہ جائز ہے۔ باندیوں سے مطلقاً ان سے اجازت لینے کی بھی حاجت نہیں اور آزاد عورتوں سے ان کی اجازت کے بعد۔ اس بارے میں روایتیں مختلف ہیں۔ مسلم میں حضرت جذامہ بنت وہب رضی اللہ عنہا کی حدیث مروی ہے کہ لوگوں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عزل کے بارے میں پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ یہ وَئدِ خفی ہے۔ وَئد کے معنی ہیں زندہ درگور کرنا۔ مطلب یہ ہے کہ عزل اسی لیے کیا جاتا ہے کہ بچہ پیدا نہ ہو۔ یہ ایسے ہی ہے جیسے بچے کے پیدا ہونے کے بعد اسے زندہ درگور کر دیا جائے۔ اس حدیث سے حرمت ثابت ہو رہی ہے اور حضرت جابر کی ایک حدیث میں ہے کہ ہم نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ہم عزل کرتے ہیں تو یہود نے گمان کیا کہ یہ مَوؤدۃ صغریٰ ہے۔ فرمایا: یہود جھوٹے ہیں اللہ تعالیٰ جب کوئی چیز پیدا کرنا چاہے اسے کوئی روک نہیں سکتا۔ شارحین نے اس کے مختلف جواب دیئے ہیں۔ پہلا یہ کہ جیسے پہلے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ یہود غلط کہتے ہیں کہ قبر میں عذاب ہوگا کیونکہ اس وقت تک عذاب قبر پر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مطلع نہیں فرمایا گیا تھا۔ اسی طرح یہ احتمال ہے کہ بعد میں عزل میں اجازت دے دی گئی۔

دوسرا جواب امام طحاوی نے یہ دیا کہ جذامہ بنت وہب کی حدیث حضرت جابر کی حدیث سے منسوخ ہے۔

تیسرا جواب یہ دیا گیا کہ حضرت جابر کی حدیث جذامہ کی حدیث کے بہ نسبت زیادہ صحیح ہے اور اس کی موید اور بھی حدیثیں ہیں جو حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ اور دوسرے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مروی ہیں۔

بَابُ الْقُرْعَةِ بَيْنَ النِّسَاءِ اِذَا اَرَادَ سَفَرًا (ص ٧٨٤)

جب سفر کا ارادہ کرے تو عورتوں کے درمیان قرعہ اندازی کرے

٢٤٠٧- عَنِ الْقَاسِمِ عَنْ عَائِشَةَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ اِذَا خَرَجَ اَقْرَعَ بَيْنَ نِسَائِهٖ فَطَارَتِ الْقُرْعَةُ لِعَائِشَةَ وَحَفْصَةَ وَكَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا كَانَ بِاللَّيْلِ سَارَ مَعَ عَائِشَةَ

اُمّ المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب باہر تشریف لے جانے کا ارادہ فرماتے تو اپنی بیویوں کے درمیان قرعہ ڈالتے۔ ایک دفعہ قرعہ حضرت عائشہ اور حضرت حفصہ کے نام نکلا اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رات میں عائشہ کے ساتھ سفر فرماتے، ان

يَتَحَدَّثُ، فَقَالَتْ حَفْصَةُ اَلَا تَرْكَبِيْنَ اللَّيْلَةَ بَعِيْرِيْ وَاَرْكَبُ بَعِيْرَكِ، تَنْظُرِيْنَ وَاَنْظُرُ؟ فَقَالَتْ بَلٰى، فَرَكِبَتْ، فَجَاءَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلٰى جَمَلِ عَائِشَةَ وَعَلَيْهِ حَفْصَةُ، فَسَلَّمَ عَلَيْهَا، ثُمَّ سَارَ حَتّٰى نَزَلُوْا، وَافْتَقَدَتْهُ عَائِشَةُ، فَلَمَّا نَزَلُوْا جَعَلَتْ رِجْلَيْهَا بَيْنَ الْاِذْخِرِ وَتَقُوْلُ يَا رَبِّ سَلِّطْ عَلَيَّ عَقْرَبًا اَوْ حَيَّةً تَلْدَغُنِيْ، وَلَا اَسْتَطِيْعُ اَنْ اَقُوْلَ لَهُ شَيْئًا.

(مسلم۔ کتاب الفضائل، نسائی۔ کتاب عشرۃ النساء)

سے باتیں کرتے۔ ایک دفعہ حضرت حفصہ نے حضرت عائشہ سے کہا: کیا آج رات تم میرے اونٹ پہ سوار نہیں ہو جاؤ گی اور میں تیرے اونٹ پر سوار ہو جاؤں، تو بھی دیکھے اور میں بھی دیکھوں۔ حضرت عائشہ نے کہا: ٹھیک ہے اور وہ حضرت حفصہ کے اونٹ پر سوار ہو گئیں۔ نبی ﷺ عائشہ کے اونٹ کے پاس آئے اور اس پر حضرت حفصہ سوار تھیں انہیں سلام کیا، پھر چلے پھر ایک جگہ اُترے۔ حضرت عائشہ نے حضور ﷺ کو اپنے پاس نہیں پایا، جب لوگ اترے تو حضرت عائشہ نے اپنے دونوں پاؤں کو اذخر کے درمیان کر دیا اور کہتی تھیں: اے رب! مجھ پر بچھو یا سانپ مسلط کر دے جو مجھے ڈس لے اور میں حضور کو کچھ نہیں کہہ سکتی تھی۔

جس کی چند بیویاں ہوں جب وہ سفر کرنا چاہے اور اپنی بیویوں میں سے کسی کو ساتھ لے جانا چاہے تو مستحب یہ ہے کہ قرعہ اندازی کرے لیکن اگر قرعہ نہیں ڈالا اور اپنی مرضی سے کسی کو ساتھ لے لیا تو بھی کوئی حرج نہیں۔ صحیح یہ ہے کہ حضور اقدس ﷺ پر باری واجب نہیں تھی۔ حضور اقدس ﷺ غایت کرم اور شفقت کی بناء پر باری کی پابندی کرتے تھے۔ اسی طرح سفر کے وقت قرعہ اندازی واجب نہیں تھی۔ قرعہ اندازی غایت کرم کی بناء پر تھی۔

بَابُ الْمَرْاَةِ تَهَبُ يَوْمَهَا مِنْ زَوْجِهَا لِضَرَّتِهَا، وَكَيْفَ يُقْسَمُ ذٰلِكَ (ص ٧٨٤)

عورت اپنی باری اپنی سوکن کو بخش دے تو کیسے باری مقرر کی جائے گی؟

٢٤٠٨ - عَنْ هِشَامٍ، عَنْ اَبِيْهِ، عَنْ عَائِشَةَ اَنَّ سَوْدَةَ بِنْتَ زَمْعَةَ وَهَبَتْ يَوْمَهَا لِعَائِشَةَ، وَكَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْسِمُ لِعَائِشَةَ بِيَوْمِهَا وَيَوْمِ سَوْدَةَ.

(مسلم۔ کتاب النکاح)

اُمّ المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضرت سودہ بنت زمعہ نے اپنی باری حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو بخش دی تھی اور نبی ﷺ نے حضرت عائشہ کے لیے دو دن مقرر فرما دیے تھے۔ ایک حضرت عائشہ کا، ایک حضرت سودہ کا۔

بَابُ اِذَا تَزَوَّجَ الثَّيِّبَ عَلَى الْبِكْرِ (ص ٧٨٥)

جب کنواری کی موجودگی میں ثیب سے نکاح کرے

٢٤٠٩ - عَنْ اَبِيْ قِلَابَةَ، عَنْ اَنَسٍ قَالَ مِنَ السُّنَّةِ اِذَا تَزَوَّجَ الرَّجُلُ الْبِكْرَ عَلَى الثَّيِّبِ اَقَامَ عِنْدَهَا سَبْعًا وَقَسَمَ، وَاِذَا تَزَوَّجَ الثَّيِّبَ عَلَى الْبِكْرِ اَقَامَ عِنْدَهَا ثَلَاثًا ثُمَّ قَسَمَ. قَالَ اَبُوْ قِلَابَةَ وَلَوْ شِئْتُ لَقُلْتُ اِنَّ اَنَسًا رَفَعَهُ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا: سنت یہ ہے کہ جب کوئی ثیب بیوی کے ہوتے ہوئے کنواری سے نکاح کرے تو اس کے پاس سات دن رہے، اس کے بعد باری کی پابندی کرے اور جب کنواری کے ہوتے ہوئے ثیب سے نکاح کرے تو اس کے پاس تین دن قیام کرے، پھر باری کی پابندی کرے۔ ابوقلابہ نے کہا: اگر میں چاہوں تو کہوں کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے اس کو نبی ﷺ سے

مرفوع کیا۔

حضرت انس رضی اللہ کا یہ فرمانا کہ یہ سنت ہے یہی دلیل ہے کہ یہ حدیث مرفوع ہے' مزید براں ابوقلابہ اور خالد کا یہ کہنا کہ اگر میں چاہوں تو کہوں کہ حضرت انس رضی اللہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک اس کو مرفوع کیا تو کہہ سکتا ہوں۔ یہ دلیل ہے کہ حدیث مرفوع ہے۔

بَابُ الْمُتَشَبِّعِ بِمَا لَمْ يَنَلْ، وَمَا يُنْهٰى مِنِ افْتِخَارِ الضَّرَّةِ (ص٧٨٥)

جو اسے نہ ملا ہو اس پر آسودگی ظاہر کرنے والا اور سوکنوں کے فخر کرنے سے ممانعت کا بیان

٢٤١٠- ح: [اَلْمُتَشَبِّعُ بِمَا لَمْ يُعْطَ كَلَابِسِ ثَوْبَيْ زُوْرٍ]

ایسا شخص فریب کے دو کپڑے پہننے والا ہے

٢٤١٠- حَدَّثَتْنِیْ فَاطِمَةُ، عَنْ أَسْمَاءَ أَنَّ امْرَأَةً قَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، إِنَّ لِیْ ضَرَّةً فَهَلْ عَلَیَّ جُنَاحٌ إِنْ تَشَبَّعْتُ مِنْ زَوْجِیْ غَيْرَ الَّذِیْ يُعْطِيْنِیْ؟ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْمُتَشَبِّعُ بِمَا لَمْ يُعْطَ كَلَابِسِ ثَوْبَیْ زُوْرٍ. (مسلم نسائی)

حضرت اسماء رضی اللہ عنہا سے روایت ہے' ایک عورت نے عرض کیا: یا رسول اللہ! میری ایک سوکن ہے تو کیا مجھ پر کوئی گناہ ہے کہ میں یہ ظاہر کروں کہ شوہر نے مجھے یہ دیا حالانکہ اس نے مجھے نہیں دیا ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو اسے نہ دیا گیا ہو اس کے حصول کو ظاہر کرنے والا ایسے ہی ہے جیسے فریب کے دو کپڑے پہننے والا۔

مطلب یہ ہے کہ اپنی سوکن کو چڑانے کے لیے کوئی سوکن اس سے یہ کہے کہ میرے شوہر نے مجھ کو یہ دیا ہے وہ دیا ہے حالانکہ شوہر نے نہ دیا ہو' یا یہ کہے کہ شوہر میرے ساتھ یہ خصوصیت برتتا ہے وہ خصوصیت برتتا ہے' حالانکہ ایسا نہ ہو۔ فرمایا کہ یہ جائز نہیں' یہ فریب دینا ہے' جیسے کوئی شخص ریاکاری کے لیے صلحاء اور زہاد کا لباس پہنے حالانکہ صالح اور زاہد نہ ہو۔

بَابُ الْغَيْرَةِ (ص٧٨٥)

غیرت کا بیان

٢٤١١- ح: [لَا شَیْءَ أَغْيَرُ مِنَ اللّٰهِ]

اللہ سے زیادہ غیرت والا کوئی نہیں

٢٤١١- أَنَّ عُرْوَةَ بْنَ الزُّبَيْرِ حَدَّثَهُ عَنْ أُمِّهِ أَسْمَاءَ أَنَّهَا سَمِعَتْ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لَا شَیْءَ أَغْيَرُ مِنَ اللّٰهِ.

حضرت اسماء رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ کوئی بھی اللہ سے زیادہ غیرت والا نہیں۔

٢٤١٢- عَنْ أَبِیْ سَلَمَةَ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ إِنَّ اللّٰهَ يَغَارُ، وَغَيْرَةُ اللّٰهِ أَنْ يَّأْتِیَ الْمُؤْمِنُ مَا حَرَّمَ اللّٰهُ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ غیرت کرتا ہے اور اللہ کی غیرت یہ ہے کہ مومن وہ کام کرے جو اللہ نے حرام فرمایا۔

بَابُ غَيْرَةِ النِّسَاءِ وَوَجْدِهِنَّ (ص٧٨٧)

عورتوں کی غیرت اور ان کی ناراضگی کا بیان

٢٤١٣- ح: [أَعْلَمُ إِذَا كُنْتِ عَنِّیْ رَاضِيَةً، وَإِذَا كُنْتِ عَلَیَّ غَضْبٰی]

جب تم مجھ سے خوش یا ناخوش رہتی ہو تو میں جان لیتا ہوں

٢٤١٣- عَنْ هِشَامٍ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ

اُم المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: مجھ سے رسول اللہ

اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ قَالَ لِیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنِّیْ لَاَعْلَمُ اِذَا كُنْتِ عَنِّیْ رَاضِیَةً وَاِذَا كُنْتِ عَلَیَّ غَضْبٰی. قَالَتْ فَقُلْتُ مِنْ اَیْنَ تَعْرِفُ ذٰلِكَ؟ فَقَالَ اَمَّا اِذَا كُنْتِ عَنِّیْ رَاضِیَةً فَاِنَّكِ تَقُوْلِیْنَ لَا وَرَبِّ مُحَمَّدٍ وَاِذَا كُنْتِ غَضْبٰی قُلْتِ لَا وَرَبِّ اِبْرَاهِیْمَ. قَالَتْ قُلْتُ اَجَلْ وَاللّٰهِ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَا اَهْجُرُ اِلَّا اسْمَكَ.

ﷺ نے فرمایا: میں جانتا ہوں جب تم مجھ سے راضی رہتی ہو اور جب تم خفا رہتی ہو۔ میں نے پوچھا: یہ آپ کیسے پہچانتے ہیں؟ حضور ﷺ نے فرمایا: جب تو مجھ سے خوش رہتی ہو تو کہتی ہو: رب محمد کی قسم! اور جب ناراض رہتی ہو تو کہتی ہو: رب ابراہیم کی قسم! میں نے عرض کیا: ہاں، بخدا یا رسول اللہ! یہی بات ہے، لیکن میں صرف حضور کا نام نہیں لیتی۔

(بخاری۔ کتاب الادب۔ باب: ما یجوز من الھجران ص ٨٩٧، مسلم۔ باب: فضائل عائشة)

یہ حدیث اُمّ المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی اعلیٰ درجہ کی ذہانت وذکاوت کے ساتھ ساتھ انتہائی باادب ہونے کی بھی دلیل ہے کہ ناراضگی کی حالت میں بھی کوئی ایسا فعل ان سے سرزد نہیں ہوتا جس سے ناراضگی ظاہر ہو ورنہ حضور بتاتے، لیکن انتہائی خوبصورت پیرائے میں ناراضگی کو ظاہر بھی کر دیتیں جس میں نہ تو حضور کی دل آزاری اور نہ کوئی بے ادبی ہوتی۔ ناراضگی سے شبہہ ہوتا ہے کہ شاید محبت کا تعلق قطع ہو گیا، اس شبہہ کو اُم المؤمنین نے اپنی اس عرض سے دفع فرما دیا کہ ناراضگی کے وقت بھی آپ کے ساتھ محبت اسی طرح باقی رہتی ہے، اس میں کوئی کمی نہیں آتی۔ حقیقت یہ ہے کہ اس ناراضگی کو ناراضگی کہنا ہی غلط ہے۔ اس کے لیے اردو میں سب سے زیادہ موزوں لفظ ''روٹھنا'' ہے۔ محبوب کے روٹھنے میں بھی ایک لذت ہوتی ہے جس سے اہل دل خوب واقف ہیں۔ یہ حدیث اس کی دلیل ہے کہ اسم مسمّٰی عین نہیں مغائر ہیں، ہاں ذات باری تعالیٰ میں عین ہیں۔

بَابٌ لَا یَخْلُوَنَّ رَجُلٌ بِامْرَاَةٍ اِلَّا ذُوْ مَحْرَمٍ، وَالدُّخُوْلُ عَلَی الْمُغِیْبَةِ (ص ٨٧٧)

محرم کے علاوہ کوئی مرد کسی عورت کے ساتھ تنہائی میں اکٹھا نہ ہو اور جن عورتوں کے شوہر غائب ہوں ان کے پاس جانے کا حکم

٢٤١٤ - عَنْ اَبِی الْخَیْرِ، عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِیَّاكُمْ وَالدُّخُوْلَ عَلَی النِّسَاءِ. فَقَالَ رَجُلٌ مِنَ الْاَنْصَارِ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، اَفَرَاَیْتَ الْحَمْوَ؟ قَالَ اَلْحَمْوُ الْمَوْتُ.

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: عورتوں کے پاس جانے سے بچو۔ ایک انصاری نے عرض کیا: یا رسول اللہ! دیور کے بارے میں کیا فرماتے ہیں؟ فرمایا: دیور موت ہے۔

(مسلم۔ کتاب السلام، ترمذی۔ کتاب الرضاع، نسائی۔ کتاب عشرۃ النساء)

''حمو'' شوہر کے رشتہ دار۔ یہ اپنے اطلاق کے اعتبار سے باپ کو بھی شامل ہے لیکن یہاں بقرینۂ عقلیہ باپ مراد نہیں۔ اس لیے کہ وہ محرم ہے۔ شوہر کے بھائی، چچا، چچا کی اولاد وغیرہ مراد ہیں۔ ہمارے ہندوستان میں ہندوؤں سے سیکھ کر مسلمانوں میں بھی یہ بلا عام ہے کہ شوہر کے بھائی وغیرہ سے پردہ نہیں کرتے۔ پردہ کیا کرتے اپنی بھابی کو آدھی بیوی سمجھتے ہیں۔ دیور اور بھابی آپس میں انتہائی بے تکلفی سے ملتے جلتے اور بلا جھجک ہنسی مذاق کرتے ہیں، یہ سب حرام وگناہ ہے اور انتہائی خطرناک۔ اسی طرح عورت کی بہن سے بھی پردہ نہیں ہوتا بلکہ ہر بہنوئی اپنی سالی کو اپنی آدھی بیوی سمجھتا ہے جس کے انتہائی خطرناک نتائج آئے دن نکلتے رہتے ہیں۔ یہ بھی ہندو تہذیب کی دین ہے۔ مسلمانوں پر لازم ہے کہ اسلامی تعلیمات پر عمل کریں، ہندو تہذیب اپنے گھروں سے نکالیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

٦٨- كِتَابُ الطَّلَاقِ (ص ٧٩٠)

[طلاق کا بیان]

بَابُ قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى ﴿يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ اِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَطَلِّقُوْهُنَّ لِعِدَّتِهِنَّ وَاَحْصُوا الْعِدَّةَ﴾ (الطلاق:١)

اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی تفسیر: اے نبی! جب تم عورتوں کو طلاق دو تو ان کی عدت کے وقت پر دو اور عدت شمار کرو

﴿اَحْصَيْنٰهُ﴾ (یٰس:١٢) حَفِظْنَاهُ وَعَدَدْنَاهُ..... ہم نے اس کو محفوظ رکھا اور گن لیا" وَطَلَاقُ السُّنَّةِ اَنْ يُّطَلِّقَهَا طَاهِرًا مِّنْ غَيْرِ جِمَاعٍ وَيُشْهِدَ شَاهِدَيْنِ"..... طلاق سنت یہ ہے کہ اسے ایسے طہر میں طلاق دے جس میں جماع نہ کیا ہو اور دو گواہ بنا لے۔

[طلاق کی قسمیں]

طلاق کی تین قسمیں ہیں: (١) احسن (٢) حسن (٣) بدعی۔

احسن یہ ہے کہ جس طہر میں وطی نہ کی اس میں ایک طلاق رجعی دے اور چھوڑ دے یہاں تک کہ عدت گزر جائے۔ حسن یہ ہے کہ موطوءہ کو تین طہر میں تین طلاقیں دے بشرطیکہ ان طہروں میں وطی نہ کی ہو اور نہ حیض میں وطی کی ہو یا نابالغہ یا حاملہ یا آئسہ کو تین مہینے میں تین طلاقیں دے۔ بدعی یہ ہے کہ ایک طہر میں دو یا تین طلاقیں دے دے۔ تین دفعہ یا دو دفعہ یا یوں کہہ دیا کہ تجھے تین طلاقیں ہیں۔

اصل حکم یہ ہے کہ طلاق دینا جائز ہے مگر بے وجہ شرعی ممنوع اور وجہ شرعی ہو تو مباح بلکہ بعض صورتوں میں مستحب۔ اگر عورت شوہر کو یا شوہر کے اعزا کو ایذا دیتی ہے یا بدکار ہے تو طلاق دینا مستحب ہے اور اگر شوہر نامرد ہے یا ہجڑا ہے کہ جماع کرنے پر قادر نہیں تو واجب ہے۔

بَابُ مَنْ طَلَّقَ وَهَلْ يُوَاجِهُ الرَّجُلُ امْرَاَتَهُ بِالطَّلَاقِ (ص ٧٩٠)

جس نے طلاق دی اور کیا مرد اپنی عورت کے روبرو طلاق دے

٢٤١٥- حَدَّثَنَا الْاَوْزَاعِيُّ قَالَ سَاَلْتُ الزُّهْرِيَّ اَيُّ اَزْوَاجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اسْتَعَاذَتْ مِنْهُ؟

اوزاعی نے ہم سے حدیث بیان کی انہوں نے کہا: میں نے زہری سے پوچھا کہ نبی ﷺ کی بیویوں میں سے کس نے حضور

قَالَ اَخْبَرَنِی عُرْوَةُ عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا اَنَّ ابْنَةَ الْجَوْنِ لَمَّا اُدْخِلَتْ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَدَنَا مِنْهَا قَالَتْ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْكَ فَقَالَ لَهَا لَقَدْ عُذْتِ بِعَظِیْمٍ اِلْحَقِی بِاَهْلِكِ.

سے پناہ مانگی تھی تو انہوں نے کہا: مجھے عروہ نے خبر دی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہوئے کہ جون کی لڑکی جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بھیجی گئی خلوت میں اور حضور اس سے قریب ہوئے تو اس نے کہا: میں اللہ کی پناہ مانگتی ہوں آپ سے تو حضور نے اس سے فرمایا: تو نے ایک عظیم ہستی کی پناہ لی' اپنے اہل کے ساتھ مل جا۔

٢٤١٦- ح: [قِصَّةُ بِنْتِ الْجُوْنِيَّةِ]

بنت الجونیہ کا قصہ

٢٤١٦- عَنْ حَمْزَةَ بْنِ اَبِیْ اُسَيْدٍ عَنْ اَبِیْ اُسَيْدٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ خَرَجْنَا مَعَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰی اِنْطَلَقْنَا اِلٰی حَائِطٍ يُقَالُ لَهُ الشَّوْطُ حَتّٰی انْتَهَيْنَا اِلٰی حَائِطَيْنِ فَجَلَسْنَا بَيْنَهُمَا فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِجْلِسُوْا هَا هُنَا. وَدَخَلَ وَقَدْ اُتِیَ بِالْجَوْنِيَّةِ فَاُنْزِلَتْ فِیْ بَيْتٍ فِیْ نَخْلٍ فِیْ بَيْتِ اُمَيْمَةَ بِنْتِ النُّعْمَانِ بْنِ شَرَاحِيْلَ وَمَعَهَا دَايَتُهَا حَاضِنَةٌ لَهَا فَلَمَّا دَخَلَ عَلَيْهَا النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ هَبِیْ نَفْسَكِ لِیْ. قَالَتْ وَهَلْ تَهَبُ الْمَلِكَةُ نَفْسَهَا لِلسُّوْقَةِ؟ قَالَ فَاَهْوٰی بِيَدِهٖ يَضَعُ يَدَهٗ عَلَيْهَا لِتَسْكُنَ فَقَالَتْ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْكَ فَقَالَ قَدْ عُذْتِ بِمَعَاذٍ. ثُمَّ خَرَجَ عَلَيْنَا فَقَالَ يَا اَبَا اُسَيْدٍ اُكْسُهَا رَازِقِيَّتَيْنِ وَاَلْحِقْهَا بِاَهْلِهَا. وَقَالَ الْحُسَيْنُ بْنُ الْوَلِيْدِ النِّيْسَابُوْرِیُّ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ عَبَّاسِ بْنِ سَهْلٍ عَنْ اَبِيْهِ وَاَبِیْ اُسَيْدٍ قَالَا تَزَوَّجَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اُمَيْمَةَ بِنْتَ شَرَاحِيْلَ فَلَمَّا اُدْخِلَتْ عَلَيْهِ بَسَطَ يَدَهٗ اِلَيْهَا فَكَاَنَّهَا كَرِهَتْ ذٰلِكَ فَاَمَرَ اَبَا اُسَيْدٍ اَنْ يُجَهِّزَهَا وَيَكْسُوْهَا ثَوْبَيْنِ رَازِقِيَّيْنِ. (بخاری۔ کتاب الاشربۃ۔ باب: شرب من قدح النبی صلی اللہ علیہ وسلم وآنیتہ ص ٨٤٢)

حضرت ابواُسید رضی اللہ عنہ نے کہا: ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نکلے یہاں تک کہ ایک باغ تک پہنچے جس کو شوط کہا جاتا تھا یہاں تک کہ ہم دو باغوں تک پہنچے' ان دونوں باغوں کے درمیان ہم بیٹھ گئے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہاں بیٹھے رہو اور خود اندر تشریف لے گئے اور جونیہ کو لایا گیا اور اسے ایک نخلستان کے گھر میں اُتارا گیا جس کا نام اُمیمہ بنت نعمان بن شراحیل تھا۔ اس کے ساتھ اس کی وہ دایہ بھی تھی جس نے اُس کو پالا تھا۔ جب حضور اس کے پاس اندر تشریف لے گئے تو حضور نے فرمایا: اپنے آپ کو مجھے بخش دے تو اس نے کہا: کیا ملکہ اپنے آپ کو معمولی لوگوں کو بخشتی ہے۔ پھر حضور نے اپنا ہاتھ بڑھایا اور اس کے اوپر رکھا تاکہ اس کو سکون مل جائے' تو اس نے کہا: میں اللہ کی پناہ مانگتی ہوں آپ سے۔ فرمایا: تو نے ایسے کی پناہ لی جس کی پناہ لی جاتی ہے' پھر حضور ہمارے پاس تشریف لائے اور فرمایا: اے ابواُسید! اس کو دو رازقیہ کپڑے پہنا دے اور اس کو اُس کے اہل کے پاس پہنچا دے۔ دوسرے طریقے سے سہل اور ابواسید سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے امیمہ بنت شراحیل سے شادی کی' جب وہ حضور کی خدمت میں خلوت میں پیش کی گئی اور حضور نے اس کی طرف ہاتھ بڑھایا تو اس نے ایسی حرکت کی جس سے اندازہ ہوا کہ اس نے اس کو ناپسند کیا' ابواسید کو حکم دیا کہ اس کا سامان درست کر دو' اس کو دو رازقیہ کپڑے پہنا دو۔

اس سلسلہ میں شراح کے بیان میں شدید اختلاف ہے۔ یہاں جو روایت ہے اس کے مطابق قسطلانی میں ابن سعد کے حوالے سے یہ واقعہ مذکور ہے۔ نعمان بن جون کندی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور یہ عرض کیا: کیا میں حضور کی شادی عرب کی سب سے زیادہ خوبصورت عورت سے نہ کر دوں؟ انہوں نے اپنی لڑکی اُمیمہ بنت نعمان کی شادی حضور سے کر دی اور ابواسید کے ساتھ

امیمہ کو مدینہ بھیجا۔ انہوں نے اسے لا کر بنی ساعدہ میں اُتارا' اس کے پاس قبیلے کی عورتیں خوش خوش آئیں اور وہاں سے واپس آ کر اس کے جمال کا تذکرہ کیا۔ وہیں حضور اقدس ﷺ اُمیمہ کے پاس گئے۔ امیمہ نے حضور کو پہچانا نہیں اور کہہ دیا: ''اعوذ باللہ منک'' کتاب الاشربہ کی روایت سے ظاہر ہے کہ امیمہ نے حضور کو پہچانا نہیں۔ بعد میں جب اس کو بتایا گیا کہ یہ رسول اللہ ﷺ ہیں تو وہ بہت پچھتائی۔ اس حدیث میں ایک اشکال یہ ہے کہ اگر امیمہ کا رسول اللہ ﷺ سے نکاح ہو گیا تھا جیسا کہ ابن سعد کی روایت سے ظاہر ہے تو پھر حضور کے اس ارشاد کا کیا مطلب؟ ''هَبِي نَفْسَكِ لِيْ؟'' اور یہی یہاں آخری روایت ''تزوج النبی صلی اللہ علیہ وسلم امیمہ بنت شراحیل'' سے ظاہر ہے۔ پھر یہاں کی پہلی حدیث کی ابتداء میں یہ ہے کہ زہری سے یہ پوچھا گیا تھا کہ نبی ﷺ کی بیویوں میں سے کس نے حضور سے پناہ مانگی تھی؟ ان سب سے ظاہر ہوتا ہے کہ نکاح ہو گیا تھا مگر کتاب الاشربہ کی روایت میں یہ ہے کہ ''ذُكِرَ للنبی ﷺ امرأةٌ من العرب فامر ابا اسید الساعدی ان یرسل الیھا فارسل الیھا فقدمت'' کہ نبی ﷺ سے عرب کی ایک عورت کا تذکرہ کیا گیا تو حضور نے ابو اسید ساعدی کو بھیجا' پھر وہیں آخر میں یہ ہے ''ھذا رسول اللہ جاء لیخطبك'' یہ حضور تھے جو تجھے نکاح کا پیغام دینے آئے تھے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ نکاح نہیں ہوا تھا' پھر آخر میں یہ اشکال پیدا ہوتا ہے کہ خلوت صحیحہ ہو چکی تھی۔ خلوت صحیحہ کے بعد پورا مہر مؤکد ہو جاتا ہے اور حضور اقدس ﷺ نے انہیں مہر نہیں دیا صرف متعہ دیا۔ ایک خاص بات یہ ہے کہ شراح نے یہاں پر کثیر روایتیں ذکر کی ہیں مگر اس گتھی کو کسی نے نہیں سلجھایا کہ نکاح ہوا تھا کہ نہیں۔ میں نے جہاں تک اس سلسلہ کی روایات پر گہری نظر ڈالی اس سے یہی ظاہر ہوتا ہے کہ نکاح نہیں ہوا تھا اور ''زوج'' کا اطلاق اور ''تزوّج'' کا اطلاق مجازاً ہوا ہے۔ قصہ یہی ہوا تھا کہ وہ مدینہ طیبہ آئی تھی اور حضور اقدس ﷺ نے اس سے نکاح کا ارادہ فرمایا تھا' مگر اس نے بے ادبی کے کلمات استعمال کیے تو حضور نے اس کو جوڑا دے کر رخصت کر دیا اور یہ متعہ نہیں تھا' اس لیے کہ متعہ اس وقت مشروع ہے جب نکاح ہوا ہو اور مہر مقرر نہ ہو اور خلوت سے پہلے طلاق دے دے۔ اگر نکاح ہوا ہوتا تو خلوت صحیحہ ثابت ہے پھر مہر بھی حضور دیتے اور عدت کا خرچہ بھی دیتے' اور یہ جو حضور نے فرمایا کہ ''الحقی باھلكِ'' یہ طلاق کے لیے نہیں' بلکہ اپنے لغوی معنی پر محمول ہے۔ خلاصہ یہ نکلا کہ سب روایتیں اس پر متفق ہیں کہ امیمہ حضور اقدس ﷺ کے ساتھ تنہائی میں اس طرح اکٹھی ہوئی کہ جماع سے کوئی چیز مانع نہیں تھی اور خلوت صحیحہ پائی گئی۔ تو اگر نکاح ہوا ہوتا اور ''الحقی باھلك'' سے حضور کی مراد طلاق ہوتی تو مہر بھی واجب ہوتا اور عدت کا خرچہ بھی' یہ کیسے ہو سکتا تھا کہ حضور اقدس ﷺ اسے صرف جوڑا دے کر رخصت کر دیتے' اس لیے جن کلمات سے یہ متبادر ہوتا ہے کہ نکاح ہو گیا تھا وہ ارادۂ نکاح پر محمول ہیں اور زوجہ کا اطلاق بہ اعتبار ما یؤول کے ہے۔

[حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی طرف منسوب ایک بے ہودہ روایت کا ردّ]

اس سلسلہ میں ایک بہت بے ہودہ روایت یہ ہے کہ اُم المؤمنین حضرت عائشہ اور اُم المؤمنین حضرت حفصہ بھی اُمیمہ کو دیکھنے گئیں اور ان دونوں نے اس کا بناؤ سنگار بھی کیا اور انہیں میں سے کسی نے اس کو سکھا دیا تھا کہ حضور جب تمہارے پاس آئیں تو یہ کہنا ''اعوذ باللہ منك'' حضور کو یہ جملہ بہت پسند ہے۔ مگر حضور اقدس ﷺ کو دیکھ کر جملۂ مذکورہ کہنا کفر ہے اور کفر کی تلقین بھی کفر' اور اُم المؤمنین حضرت عائشہ اور اُم المؤمنین حضرت حفصہ سے یہ بعید ہے کہ وہ کسی کو کفر کی تلقین کریں۔

اس کی تردید کتاب الاشربہ کی روایت سے صراحۃً ہو رہی ہے جس میں اس کی صراحت ہے کہ اُمیمہ نے حضور کو پہچانا نہیں تھا۔ قصہ یہ ہوا ہو گا کہ وہ ملکہ تھی۔ اس نے سوچا تھا کہ میرا شوہر بھی بڑے آن بان کا ہو گا' زرق برق لباس پہن کر آئے گا' کسی شاہی محل میں تمام لوازمات شاہانہ سے مرصع ہو گا خلوت ہو گی۔ اس کی امیدوں کے برخلاف نخلستان کے گھر میں اس کو ٹھہرایا گیا اور حضور اقدس ﷺ

زمرہ کے لباس میں اس کے پاس تشریف لے گئے تو وہ چڑ گئی اور اس نے وہ کلمات کہہ دیئے' پھر حضور اقدس ﷺ کو پہچانا بھی نہیں پہچانتی تو شاید ایسی گستاخی نہ کرتی۔ ہوسکتا ہے اس کے دماغ میں یہ بات آئی ہو کہ یہ کوئی معمولی آدمی آگیا ہے اس لیے جو منہ میں آیا کہہ دیا۔ واللہ اعلم!

بَابُ مَنْ اَجَازَ طَلَاقَ الثَّلَاثِ — جس نے تین طلاق کو نافذ جانا

لِقَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰی ﴿الطَّلَاقُ مَرَّتَانِ فَاِمْسَاكٌ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ تَسْرِيْحٌ بِاِحْسَانٍ﴾ (البقرۃ:۲۲۹)۔ (ص ۷۹۱)

اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی وجہ سے: طلاق دو بار ہے' پھر بھلائی کے ساتھ روکنا ہے یا اچھائی کے ساتھ چھوڑ دینا ہے۔

توضیح

ایک مجلس میں دی ہوئی تین طلاقیں واقع ہوتی ہیں یا نہیں؟ اور واقع ہوتی ہیں تو تینوں یا ایک؟ جمہور اُمت کا مذہب یہ ہے کہ ایک مجلس میں دی ہوئی تین طلاقیں ہی ہیں خواہ ایک لفظ سے دے مثلاً یوں کہے کہ میں نے تجھے تین طلاقیں دیں خواہ تین جملوں میں کہے یعنی میں نے تجھے طلاق دی' میں نے تجھے طلاق دی' میں نے تجھے طلاق دی۔ ہاں! اگر عورت غیر مدخولہ ہے تو دوسری صورت میں صرف ایک ہی پڑے گی دو لغو ہو جائیں گی اس لیے کہ وہ پہلے ہی جملے سے بائن ہو جائے گی۔ شوہر کے نکاح سے نکل جائے گی۔ بقیہ طلاقوں کے لیے محل ہی نہیں رہے گی لیکن عورت اگر مدخولہ ہے تو تینوں پڑ جائیں گی۔ اسی پر حضرت فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کے عہد مبارک میں صحابہ کرام کا اجماع منعقد ہو چکا ہے اور یہی چاروں ائمہ حضرت امام ابوحنیفہ' حضرت امام مالک' حضرت امام شافعی' حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہم کا مذہب ہے۔ اصحاب ظواہر یہ کہتے ہیں کہ ایک مجلس میں دی ہوئی تین طلاقیں ایک ہی ہیں۔ آج کل غیر مقلدین نے اصحابِ ظواہر کے اسی مذہب کو اختیار کرلیا ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ کوئی طلاق واقع نہیں ہوتی' اس کا قائل اس زمانے میں کوئی نہیں۔ حضرتِ امام بخاری کا مسلک بھی یہی ہے کہ ایک مجلس میں دی ہوئی تین طلاقیں تین ہی ہیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ یہ آیہ کریمہ ''الطلاقُ مرتان'' سے ثابت ہے۔ وجہ استدلال یہ ہے کہ ''الطلاق مرتان'' کے معنی یہ ہیں کہ ایک طلاق کے بعد دوبارہ دینا' جب ایک مجلس میں دی ہوئی دو طلاقیں دو ہیں تو تین بھی تین ہی ہوں گی۔ علامہ عینی وغیرہ نے فرمایا کہ اس کا اثبات ''تسریح باحسان'' سے ہے۔ یہ اپنے عموم کے اعتبار سے جس طرح دو طلاقوں کے بعد عورت کو چھوڑ دینے کو شامل ہے کہ عدت گزر جائے اسی طرح اس کو بھی شامل ہے کہ تین طلاقیں دے کر اس سے پورے طور پر چھٹکارا حاصل کرے۔ یہاں ''احسان'' اسی معنی میں ہے جو فرمایا گیا: ''اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْاِحْسَانَ فِيْ كُلِّ شَيْءٍ فَاِذَا ذَبَحْتُمْ فَاَحْسِنُوا الذَّبِيْحَةَ'' اللہ تعالیٰ ہر چیز میں احسان کو پسند فرماتا ہے سو جب تم ذبح کرو تو اچھی طرح ذبح کرو۔ علاوہ ازیں بعد میں فرمایا گیا: ''فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهٗ مِنْ بَعْدُ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهٗ'' (البقرۃ:۲۳۰) پھر اگر اس کو طلاق دے دی تو اس کے لیے حلال نہیں یہاں تک کہ اس کے علاوہ کسی اور شوہر سے نکاح کرے۔ اس آیت میں ''فا'' ہے۔ فاء تعقیب کے لیے آتی ہے خواہ تراخی کے ساتھ ہو یا بغیر تراخی۔ تو آیت اپنے اطلاق کے اعتبار سے اس صورت کو بھی شامل ہوئی کہ اسی مجلس میں تیسری طلاق دے' اس لیے کہ آیت کے سیاق سے ثابت ہے کہ ایک مجلس میں دی ہوئی تین طلاقیں تین ہی ہیں۔

ت ٦٥٤- وَقَالَ ابْنُ الزُّبَيْرِ فِيْ مَرِيْضٍ طَلَّقَ لَا اَرٰى اَنْ تَرِثَ مَبْتُوْتَةٌ.

ابن زبیر نے کہا: اس مریض کے بارے میں جس نے اپنی عورت کو طلاق دی: میں نہیں جانتا کہ مبتوتہ وارث ہوگی۔

اس پر اتفاق ہے کہ اگر کسی نے اپنی عورت کو مرض الموت میں طلاق رجعی دی اور عدت ہی میں شوہر مر گیا تو وہ عورت وارث

بنے گی لیکن اگر طلاق بائن تھی تو اس میں اختلاف ہے۔ ہمارا مذہب یہ ہے کہ وارث ہوگی اگرچہ یہ طلاق بائن تین ہوں لیکن حضرت عبداللہ بن زبیر کا مذہب یہ ہے کہ وارث نہ ہوگی خواہ یہ طلاقِ بائن ایک ہو یا دو یا تین۔

ت٦٥٥ - **وَقَالَ الشَّعْبِيُّ تَرِثُهُ وَقَالَ ابْنُ شُبْرُمَةَ تَزَوَّجُ إِذَا انْقَضَتِ الْعِدَّةُ؟ قَالَ نَعَمْ قَالَ أَرَأَيْتَ إِنْ مَاتَ الزَّوْجُ الْآخَرُ؟ فَرَجَعَ عَنْ ذٰلِكَ.**

امام شعبی نے کہا کہ وہ وارث ہوگی تو ابن شبرمہ نے کہا: جب اس کی عدت گزر جائے تو وہ شادی کرے گی یا نہیں؟ تو کہا: کرے گی، کہا: بتائیے اگر بعد والا شوہر مر گیا تو، تو انہوں نے اس سے رجوع کر لیا۔

امام شعبی کا پہلے مذہب یہ تھا کہ عورت اس حالت میں بھی وارث ہوگی کہ عدت گزرنے کے بعد شوہر مرے۔ اس پر ابن شبرمہ نے یہ اعتراض کیا کہ یہ عورت عدت گزرنے کے بعد کسی اور سے اگر شادی کر لے اور یہ دوسرا شوہر بھی مر جائے تو لازم آئے گا کہ بحیثیت زوجہ دونوں شوہروں کا ترکہ پائے اور یہ کسی طرح درست نہیں تو انہوں نے رجوع کر لیا یعنی یہ قول کیا کہ بعد عدت اگر اس کا شوہر مرے گا تو میراث نہ پائے گی۔ عدت کے اندر مرے گا تو پائے گی اور اس میں کوئی حرج نہیں اور یہی ہمارا مذہب ہے بشرطیکہ شوہر نے عورت کی رضامندی سے طلاق دی ہو اور طلاق کے وقت عورت وارث ہونے کی صلاحیت رکھتی ہو مثلاً آزاد مسلمان ہو کنیز یا کتابیہ نہ ہو اور شوہر نے جس مرض میں طلاق دی اس مرض کے باقی رہتے ہوئے مرا ہو خواہ اسی مرض کے سبب سے مرا ہو یا کسی اور سبب سے مثلاً قتل کر ڈالا گیا۔

اس کے بعد حضرت امام بخاری نے عویمر عجلانی کی وہ حدیث نقل کی ہے جس میں لعان کے مشروع ہونے کا ذکر ہے۔ اس کے آخر میں ہے "**فَطَلَّقَهَا ثَلَاثًا قَبْلَ أَنْ يَأْمُرَهُ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ**" تو عویمر نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دیں قبل اس کے کہ رسول اللہ ﷺ انہیں حکم دیں۔ حضرت امام بخاری کا اشارہ یہ ہے کہ عویمر نے حضور اقدس ﷺ کے سامنے ایک ساتھ تین طلاقیں دیں مگر حضور نے انکار نہیں فرمایا۔ اس سے معلوم ہوا کہ ایک مجلس میں تین طلاقیں دینی بدعت نہیں۔

اقول وھو المستعان: یہاں ایک نکتہ قابل لحاظ ہے کہ لعان کے بعد عورت مرد پر ہمیشہ کے لیے حرام ہوگئی اگرچہ قاضی تفریق کا حکم نہ کرے تو بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ طلاق کی محل نہ رہی اب اسے طلاق دینا نہ دینا برابر ہے لیکن نظر دقیق سے دیکھا جائے تو وہ اب بھی طلاق کی محل ہے اس لیے کہ قاضی کی تفریق سے پہلے وہ نکاح سے باہر نہیں ہوتی اور جب نکاح میں ہے تو طلاق کی محل بھی ہے۔ یہاں حضرت عویمر نے حضور اقدس ﷺ کی تفریق سے پہلے طلاق دی تھی اس لیے ان کا طلاق دینا صحیح اور اپنے محل میں ہوا۔ زیادہ سے زیادہ یہ کہا جائے گا کہ ایک مجلس میں تین طلاق دینا بدعت اس وقت ہے جب کہ طلاق رجعی کے بعد شوہر کو رجعت کا حق رہے لیکن اگر صورت حال ایسی ہو کہ شوہر کو رجعت کا حق نہ رہے تو ایک ساتھ تین طلاقیں دینے میں کوئی حرج نہیں۔ فلیتامل۔

بَابُ مَنْ خَيَّرَ نِسَاءَهُ — جس نے اپنی عورتوں کو اختیار دے دیا

وَقَوْلُ اللّٰهِ تَعَالٰى ﴿قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ اِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَزِيْنَتَهَا فَتَعَالَيْنَ اُمَتِّعْكُنَّ وَاُسَرِّحْكُنَّ سَرَاحًا جَمِيْلًا﴾ (الاحزاب: ٢٨).

اور اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی تفسیر: اے نبی! اپنی بیویوں سے فرما دیں: اگر تم دنیا کی زندگی اور آرائش چاہتی ہو تو آؤ میں تمہیں مال دوں اور تمہیں اچھی طرح چھوڑ دوں۔

(ص ٧٩١)

٢٤١٧-ح: [اَلتَّخْيِيرُ لَيْسَ الطَّلَاقَ]

٢٤١٧ - عَنْ مَسْرُوْقٍ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ خَيَّرَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَاخْتَرْنَا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهُ، فَلَمْ يَعُدَّ ذٰلِكَ عَلَيْنَا شَيْئًا.

اُمّ المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ ہمیں رسول اللہ ﷺ نے اختیار دیا تو ہم نے اللہ ورسول کو اختیار کیا تو یہ ہم پر کچھ یعنی طلاق نہیں شمار کیا گیا۔

٢٤١٨ - عَنْ مَسْرُوْقٍ قَالَ سَأَلْتُ عَائِشَةَ عَنِ الْخِيَرَةِ، فَقَالَتْ خَيَّرَنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، اَفَكَانَ طِلَاقًا؟ قَالَ مَسْرُوْقٌ لَا اُبَالِيْ اَخَيَّرْتُهَا وَاحِدَةً اَوْ مِائَةً بَعْدَ اَنْ تَخْتَارَنِيْ.

مسروق نے کہا: میں نے اُمّ المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے خیار کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں اختیار دیا تو کیا طلاق ہوئی؟ مسروق نے کہا: مجھے کوئی پرواہ نہیں کہ اپنی بیوی کو ایک اختیار دوں یا سو اس کے بعد کہ وہ مجھے اختیار کرلے۔

جب تک عسرت تھی ازواجِ مطہرات رضوان اللہ تعالیٰ عنہن صبر وشکر کے ساتھ رہیں، جب بعد میں فراخی حاصل ہوئی تو انہوں نے حضور اقدس ﷺ سے نان ونفقے کا سوال کیا جس پر یہ آیت مذکورہ نازل ہوئی۔ اس کے مطابق حضور اقدس ﷺ نے ازواجِ مطہرات کو اختیار دے دیا مگر سب نے حضور اقدس ﷺ کو اختیار کیا۔ اس کا بیان مفصل گزر چکا ہے۔ اگر شوہر نے بیوی سے یہ کہا: تجھے اپنے نفس کا اختیار ہے اور بیوی نے شوہر کو اختیار کرلیا تو طلاق نہیں پڑے گی اور اگر اپنے نفس کو اختیار کرلیا تو اس سے ایک طلاق بائن پڑجائے گی۔

بَابٌ اِذَا قَالَ فَارَقْتُكِ، اَوْ سَرَّحْتُكِ، اَوِ الْخَلِيَّةُ، اَوِ الْبَرِيَّةُ، اَوْ مَا عُنِيَ بِهِ الطَّلَاقُ، فَهُوَ عَلٰى نِيَّتِهِ

کسی نے جب اپنی بیوی سے کہا: میں نے تجھ کو جدا کردیا، یا میں نے تجھ کو علیحدہ کردیا، یا تو خلیہ ہے، یا تو بریہ ہے، یا کوئی ایسا لفظ بولا جس سے طلاق مراد لی جاتی ہو تو وہ اس کی نیت پر ہے

قَوْلِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ ﴿وَسَرِّحُوْهُنَّ سَرَاحًا جَمِيْلًا﴾ (الاحزاب:٤٩) وَقَالَ ﴿وَاُسَرِّحْكُنَّ سَرَاحًا جَمِيْلًا﴾ (الاحزاب:٢٨) وَقَالَ ﴿فَاِمْسَاكٌ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ تَسْرِيْحٌ بِاِحْسَانٍ﴾ (البقرة:٢٢٩) وَقَالَ ﴿اَوْ فَارِقُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ﴾ (الطلاق:٢) (ص ٧٩٢)

اور اللہ عزوجل کے ان ارشادات کی تفسیر: اور انہیں اچھی طرح علیحدہ کردو، اور میں تم کو اچھی طرح علیحدہ کردوں، پھر بھلائی کے ساتھ روکنا ہے یا اچھائی کے ساتھ چھوڑنا ہے۔ یا ان کو بھلائی کے ساتھ جدا کردو۔

توضیح

اس باب سے امام بخاری یہ افادہ فرمانا چاہتے ہیں کہ جس طرح لفظ طلاق سے طلاق پڑجاتی ہے جو طلاق کے معنی میں صریح ہے اسی طرح کنائی الفاظ سے بھی طلاق پڑجاتی ہے جب کہ شوہر نے اسے بہ نیت طلاق کہا ہو اور طلاق کے کنائی الفاظ کی کوئی حد نہیں۔ ہر وہ لفظ جو عرف عام میں بطور کنایہ طلاق کے لیے استعمال ہوجاتا ہے وہ طلاق کنائی کا لفظ ہے۔ حضرت امام بخاری نے ان میں سے چند الفاظ کو شمار کرایا ہے۔ طلاق خصوصاً کنائی طلاق، فقہ کے اہم ابواب میں سے ہے اور اس میں اثبات ونفی دونوں خطرے کا پہلو موجود ہے، مثلاً شوہر نے کوئی لفظ استعمال کیا جس سے واقع میں کوئی طلاق پڑگئی اور کسی خام کار مفتی نے فتویٰ دے دیا کہ طلاق نہیں

پڑی اور وہ دونوں میاں بیوی کی طرح رہے تو حرام کاری میں مبتلا رہے۔ اس کے برعکس اگر جس جملے سے طلاق نہیں پڑی اور کسی نے فتویٰ دے دیا کہ طلاق پڑ گئی تو عورت اور دوسرا شوہر حرام میں مبتلا رہے اور مفتی کے فتویٰ کی آڑ اس موقع پر کام نہ دے گی؛ جو حقیقت میں مفتی نہ ہو اسے مفتی بنانے کے بارے میں حدیث میں فرمایا: ”وَاتَّخَذَ النَّاسُ رُؤُسًا جُهَّالًا فَسُئِلُوْا فَاَفْتَوْا بِغَيْرِ عِلْمٍ فَضَلُّوْا وَاَضَلُّوْا“[1] لوگ جاہلوں کو پیشوا بنالیں گے، ان سے سوال کیا جائے گا تو بغیر علم کے فتویٰ دیں گے، خود بھی گم راہ ہوں گے اور دوسروں کو بھی گم راہ کریں گے۔ عوام یہ نہ گمان کریں کہ ہم بچے رہیں گے ”اَضَلُّوْا“ سے صاف ظاہر ہے کہ جاہل کے فتوے پر عمل کرنے والا گم راہ ہے۔ پھر دوسری حدیث میں نہایت واضح طریقے پر فرمایا: ”مَنْ اُفْتِيَ بِغَيْرِ عِلْمٍ كَانَ اِثْمُهٗ عَلٰى مَنْ اَفْتَاهُ“[2] کسی بے علم سے فتویٰ پوچھا گیا تو گناہ اس پر ہے جس نے اس سے فتویٰ پوچھا[3]

بَابُ مَنْ قَالَ لِامْرَاَتِهٖ اَنْتِ عَلَيَّ حَرَامٌ (ص ٧٩٢)

جس نے اپنی عورت سے کہا: تو مجھ پر حرام ہے

ت ٦٥٦- وَقَالَ الْحَسَنُ نِيَّتُهٗ.

یعنی اگر اس کی نیت طلاق کی ہے تو طلاق ہے ورنہ یمین۔

[یہ ملحق بالصریح ہے]

اور یہی قول امام نخعی، امام شافعی اور امام اسحاق کا ہے اور اسی کے مثل حضرت ابن مسعود، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہم اور طاؤس سے بھی مروی ہے۔ امام مالک کا مشہور مذہب یہ ہے کہ اس سے تین طلاقیں پڑ جائیں گی عورت مدخول بہا ہو یا غیر مدخول بہا، لیکن اگر اس نے تین سے کم کی نیت کی اور عورت غیر مدخول بہا ہے تو جتنی نیت کی اتنی پڑیں گی اور احناف کے یہاں متون میں یہ مذکور ہے کہ یہ طلاق کنائی کا لفظ ہے۔ اگر بہ نیت طلاق کہا تو ایک طلاق بائن پڑ جائے گی، اگر تین کی نیت ہے تو تین اور اگر دو کی نیت ہے تو ایک ہی پڑے گی جیسا کہ ہدایہ میں ہے[4] لیکن درمختار اور ردالمحتار وغیرہ میں ہے کہ یہ ملحق بالصریح ہے، بلانیت بھی اس سے ایک طلاق بائن پڑ جائے گی[5] وجہ یہ تحریر فرمائی کہ اب عرف میں یہ لفظ طلاق صریح کے معنی میں مستعمل ہے۔ مجدد اعظم اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ نے ”فتاویٰ رضویہ“[6] میں بھی یہی فتویٰ دیا۔ نیز حضرت صدر الشریعہ قدس سرہ نے بہار شریعت حصہ ہشتم ص: ١٣ میں اسی کو اختیار فرمایا۔

امام حسن کی تعلیق کو امام عبدالرزاق نے اپنی مصنف میں اور بیہقی نے سند متصل کے ساتھ نقل کیا۔ علامہ عینی نے تحریر فرمایا کہ اس قول میں چودہ مذہب ہیں جیسا کہ توضیح میں ہے۔ قرطبی نے اٹھارہ مذہب ذکر کیے، کچھ لوگوں نے اس سے زیادہ بتایا۔ ابن بطال نے

---

[1] مشکوٰۃ۔ کتاب العلم۔ ص ٣٣ [2] مشکوٰۃ۔ کتاب العلم۔ ص ٣٥

[3] حکیم الامت مفتی احمد یار خاں نعیمی رحمہ اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں:

اس کے دو مطلب ہو سکتے ہیں: ایک یہ کہ جو شخص علماء کو چھوڑ کر جاہلوں سے مسئلہ پوچھے اور وہ غلط بتائیں تو پوچھنے والا بھی گناہ گار ہوگا، یہ عالم کو چھوڑ کر اس کے پاس کیوں گیا؟ نہ یہ پوچھتا نہ وہ غلط بتاتا، اس صورت میں ”اُفْتِيَ“ بہ معنی ”اُسْتُفْتِيَ“ ہے۔ دوسرے یہ کہ جس شخص کو غلط فتویٰ دیا گیا تو اس کا گناہ فتویٰ دینے والے پر ہے اس صورت میں پہلا ”اُفْتِيَ“ مجہول ہے خلاصہ یہ ہے کہ بے علم کو مسئلہ شرعی بیان کرنا سخت جرم ہے۔

(مرآۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، کتاب العلم، ج ١ ص ٢١٢، مطبوعہ نعیمی کتب خانہ، گجرات، پاکستان)

[4] ہدایہ۔ ج ٢ ص ٣٥٤ [5] باب: الصریح ص ٢٥٢، و کنایات۔ ص ٢٩٨ مطبوعہ دار الفکر، بیروت

[6] فتاویٰ رضویہ۔ ج ٥ ص ٥٠٨۔ مطبوعہ سنی دارالاشاعت، مبارک پور

ان میں سے آٹھ مذاہب کو ذکر کیا۔

وَقَالَ اَهْلُ الْعِلْمِ اِذَا طَلَّقَ ثَلَاثًا فَقَدْ حَرُمَتْ عَلَيْهِ، فَسَمَّوْهُ حَرَامًا بِالطَّلَاقِ وَالْفِرَاقِ، وَلَيْسَ هٰذَا كَالَّذِيْ يُحَرِّمُ الطَّعَامَ، لِاَنَّهُ لَا يُقَالُ لِطَعَامِ الْحِلِّ حَرَامٌ، وَيُقَالُ لِلْمُطَلَّقَةِ حَرَامٌ. وَقَالَ فِي الطَّلَاقِ ثَلَاثًا لَا تَحِلُّ لَهُ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهُ.

اور اہل علم نے کہا: جب تین طلاقیں دے تو اس پر اس کی عورت حرام ہوگئی تو انہوں نے اسے طلاق یا فراق کی وجہ سے حرام کہا اور یہ ایسا نہیں جیسے کوئی کھانا حرام کرے اس لیے کہ یہاں حلال کھانے کو حرام نہیں کہا جاتا اور مطلقہ کو حرام کہا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے تین طلاقوں کے بارے میں فرمایا کہ اب اسے حلال نہیں یہاں تک کہ کسی اور شوہر سے نکاح کرے۔

توضیح

امام بخاری نے باب کا عنوان یہ باندھا تھا ''جس نے اپنی عورت سے کہا: تو مجھ پر حرام ہے'' اور اس کا جواب نہیں ذکر فرمایا۔ اب اپنے اس قول سے جواب کی طرف اشارہ فرمایا جس کا حاصل یہ ہے کہ وہ عورت شوہر پر حرام ہوگئی۔ اس قول کا ماحصل یہ ہے کہ طلاق کی وجہ سے عورت کا طلاق دینے والے پر حرام ہونا ایک الگ بات ہے اور اگر کسی نے یہ کہا کہ یہ کھانا مجھ پر حرام ہے تو یہ ایک دوسری بات ہے، اس لیے کہ طلاق کی وجہ سے جو عورت نکاح سے باہر ہو جائے اس کو تو علماء کہتے ہیں کہ حرام ہے لیکن قول مذکور کی وجہ سے کھانے کو حرام نہیں کہتے اور مطلقہ کو حرام کہتے ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جس عورت کو تین طلاقیں دے دی گئیں وہ طلاق دینے والے کے لیے حلال نہیں یہاں تک کہ کسی اور شخص سے نکاح کرے۔ ''حلال نہیں'' کی دوسری تعبیر ہے 'حرام'۔

اقول وهو المستعان: لیکن یہ بات سمجھ میں نہیں آتی کہ اس سے فائدہ کیا حاصل ہوا بلکہ بہ نظر دقیق کوئی فرق نہیں۔ جس کھانے کے نہ کھانے کی قسم کھائی ہے اس کھانے کو بھی یہ کہنا صحیح ہے کہ قسم کھانے والے کو اس کا کھانا حرام ہے اگر چہ یہ حرمت عارضی اور قسم کھانے کی وجہ سے ہے، مگر حرام کا اطلاق تو صحیح ہے۔ میرے خیال میں امام بخاری یہ افادہ کرنا چاہتے ہیں کہ جب عورت کو کہا: تو مجھ پر حرام ہے تو اس سے طلاق بائن پڑ جائے گی، اس میں قسم کا احتمال نہیں کہ اگر اس کی نیت قسم کی ہے تو قسم ہے بہ خلاف اس کے کہ جب کسی کھانے کے لیے کہے کہ یہ مجھ پر حرام ہے تو یہ یمین ہے، اگر کھائے گا تو قسم توڑنے کا اس پر وبال ہوگا مگر کھانا کھانے کو یہ نہیں کہا جائے گا کہ اس نے مال حرام کھایا بہ خلاف عورت کے کہ اگر اسے ہاتھ لگائے تو اس کا یہ فعل حرام ہوگا۔ اس کا بھی احتمال ہے کہ حضرت امام بخاری یہ بتانا چاہتے ہیں کہ اس سے تین طلاقیں پڑ جائیں گی اگر چہ اس کی نیت ایک طلاق کی ہو۔ بہر حال ان کی مراد مخفی ہے بات صاف نہیں ہوئی۔ واللہ تعالیٰ اعلم!

ت٦٥٧ - وَقَالَ اللَّيْثُ، عَنْ نَافِعٍ كَانَ ابْنُ عُمَرَ اِذَا سُئِلَ عَمَّنْ طَلَّقَ ثَلَاثًا، قَالَ لَوْ طَلَّقْتَ مَرَّةً اَوْ مَرَّتَيْنِ، فَاِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَمَرَنِيْ بِهٰذَا، فَاِنْ طَلَّقْتَهَا ثَلَاثًا حَرُمَتْ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَكَ.

نافع سے مروی ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے جب تین طلاقیں دینے والے کے بارے میں سوال ہوتا تو فرماتے: کاش کہ ایک یا دو طلاق دیتا اس لیے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مجھے اس کا حکم دیا پس اگر اپنی عورت کو تین طلاقیں دے دیے تو وہ اس پر حرام ہوگی یہاں تک کہ اس کے علاوہ کسی اور شوہر سے نکاح کرے۔

اس تعلیق کو امام مسلم نے اپنی صحیح مسلم[1] میں روایت کیا ہے، قصہ یہ ہوا کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے اپنی ایک بیوی کو حالت

[1] مسلم۔ ج ا ص ۴٧٦

حیض میں طلاق دے دی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں شکایت عرض کی تو آپ نے فرمایا: اسے حکم دو کہ رجعت کر لے اور اس کے قریب نہ جائے یہاں تک کہ یہ حیض ختم ہو جائے اور طہر کے ایام بھی گزر جائیں، پھر دوسرا حیض آئے اور وہ بھی گزر جائے، پھر اگر وہ چاہے تو اسے طلاق دے دے بشرطیکہ اس طہر میں جماع نہ کیا ہو۔

اَمَرَنِی بِهٰذَا

اس سے بہ ظاہر یہ سمجھ میں آتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں ایک یا دو طلاق کا حکم دیا تھا حالانکہ ایسا نہیں بلکہ رجعت کا حکم دیا تھا اور "بھذا" سے رجعت ہی مراد ہے یعنی مجھے ایک طلاق کے بعد رجعت کا حکم دیا تھا اور اسی کے حکم میں دو طلاقیں بھی ہے اور اگر تین طلاقیں دے دیں تو رجعت کا حکم نہ رہا بلکہ اب بے حلالہ اس سے نکاح بھی جائز نہیں۔

بَابٌ ﴿لِمَ تُحَرِّمُ مَآ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكَ﴾ (التحریم:۱) (ص ۷۹۲)

اللہ نے آپ کے لیے جو حلال فرمایا ہے اسے کیوں حرام فرماتے ہو؟

۲۴۱۹ - عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ اَبِيْهِ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُحِبُّ الْعَسَلَ وَالْحَلْوَاءَ، وَكَانَ اِذَا انْصَرَفَ مِنَ الْعَصْرِ دَخَلَ عَلٰى نِسَائِهٖ، فَيَدْنُوْا مِنْ اِحْدَاهُنَّ، فَدَخَلَ عَلٰى حَفْصَةَ بِنْتِ عُمَرَ، فَاحْتَبَسَ اَكْثَرَ مَا كَانَ يَحْتَبِسُ، فَغِرْتُ، فَسَاَلْتُ عَنْ ذٰلِكَ، فَقِيْلَ لِيْ اَهْدَتْ لَهَا امْرَاَةٌ مِنْ قَوْمِهَا عُكَّةً مِنْ عَسَلٍ، فَسَقَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْهُ شَرْبَةً، فَقُلْتُ اَمَا وَاللّٰهِ لَنَحْتَالَنَّ لَهٗ، فَقُلْتُ لِسَوْدَةَ بِنْتِ زَمْعَةَ اِنَّهٗ سَيَدْنُوْ مِنْكِ، فَاِذَا دَنَا مِنْكِ فَقُوْلِيْ اَكَلْتَ مَغَافِيْرَ؟ فَاِنَّهٗ سَيَقُوْلُ لَكِ لَا، فَقُوْلِيْ لَهٗ مَا هٰذِهِ الرِّيْحُ الَّتِيْ اَجِدُ مِنْكَ؟ فَاِنَّهٗ سَيَقُوْلُ لَكِ سَقَتْنِيْ حَفْصَةُ شَرْبَةَ عَسَلٍ، فَقُوْلِيْ لَهٗ جَرَسَتْ نَحْلُهُ الْعُرْفُطَ، وَسَاَقُوْلُ ذٰلِكِ، وَقُوْلِيْ اَنْتِ يَا صَفِيَّةُ ذَاكِ. قَالَتْ تَقُوْلُ سَوْدَةُ فَوَاللّٰهِ مَا هُوَ اِلَّا اَنْ قَامَ عَلَى الْبَابِ، فَاَرَدْتُ اَنْ اُبَادِيَهٗ بِمَا اَمَرْتِنِيْ بِهٖ فَرَقًا مِنْكِ، فَلَمَّا دَنَا مِنْهَا قَالَتْ لَهٗ سَوْدَةُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، اَكَلْتَ مَغَافِيْرَ؟ قَالَ لَا. قَالَتْ فَمَا هٰذِهِ الرِّيْحُ الَّتِيْ اَجِدُ مِنْكَ؟ قَالَ سَقَتْنِيْ حَفْصَةُ شَرْبَةَ عَسَلٍ. فَقَالَتْ جَرَسَتْ نَحْلُهُ الْعُرْفُطَ. فَلَمَّا دَارَ اِلَيَّ قُلْتُ لَهٗ نَحْوَ ذٰلِكَ، فَلَمَّا دَارَ اِلٰى صَفِيَّةَ قَالَتْ لَهٗ مِثْلَ ذٰلِكَ، فَلَمَّا دَارَ اِلٰى حَفْصَةَ

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شہد یا میٹھے کو پسند فرماتے تھے اور جب عصر سے فارغ ہو جاتے تو اپنی ازواج کے پاس تشریف لے جاتے اور ان میں سے کسی کے قریب ہوتے۔ ایک دن حفصہ بنت عمر کے پاس تشریف لے گئے، جتنی دیر ٹھہرنے کی عادت تھی وہاں اس سے کچھ زیادہ ٹھہرے، اس پر مجھے غیرت آئی تو میں نے اس کے بارے میں پوچھا تو مجھے بتایا گیا کہ ان کی قوم کی کسی عورت نے ان کے پاس ایک کُپّا شہد ہدیہ بھیجا ہے، انہوں نے اس سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو پلایا ہے۔ میں نے اپنے جی میں کہا: بخدا! اس کے سد باب کے لیے ہم ضرور کوئی حیلہ کریں گی۔ یہ سوچ کر میں نے سودہ بنت زمعہ سے کہا کہ حضور تیرے قریب ہوں گے۔ جب حضور تجھ سے قریب ہوں تو کہنا: حضور نے مغافیر کھایا ہے؟ تو تجھ سے فرمائیں گے: نہیں! تم کہنا: آپ کے دہن پاک سے یہ کیسی بو محسوس کر رہی ہوں، اس پر فرمائیں گے: مجھے حفصہ نے شہد پلایا ہے تو تم عرض کرنا: اس کی مکھی نے عرفط کا رس چوسا ہے اور میں بھی یہی کہوں گی، تم بھی اے صفیہ! یہی کہنا۔ حضرت سودہ کہتی ہیں: واللہ! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لا کر دروازے پر ہی کھڑے ہوئے تھے کہ تیرے ڈر سے اس بات کے کہنے کا ارادہ کر لیا جو تو نے مجھ سے کہا تھا۔ پس جب آپ حضرت سودہ کے قریب ہوئے تو انہوں نے کہا: یا رسول اللہ! آپ نے مغافیر کھایا ہے؟ فرمایا: نہیں! عرض کیا: یہ کیسی بو ہے کہ جو حضور کے

قَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، اَلَا اَسْقِيْكَ مِنْهُ؟ قَالَ لَا حَاجَةَ لِيْ فِيْهِ. قَالَتْ تَقُوْلُ سَوْدَةُ وَاللّٰهِ لَقَدْ حَرَمْنَاهُ قُلْتُ لَهَا اُسْكُتِيْ.

دہن پاک سے آ رہی ہے، فرمایا: حفصہ نے مجھے شہد پلایا ہے تو حضرت سودہ نے کہا: اس کی مکھی نے عرفط کا رس چوسا ہے۔ پھر جب حضور میرے پاس تشریف لائے تو میں نے بھی وہی بات کہی پھر جب حضرت صفیہ کے پاس تشریف لے گئے تو صفیہ نے بھی وہی بات کہی۔ اس کے بعد جب آپ حضرت حفصہ کے پاس تشریف لے گئے تو انہوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! کیا آپ کو شہد میں سے کچھ نہ پلاؤں؟ فرمایا: اس کی مجھے حاجت نہیں، اس پر حضرت سودہ کہتی تھیں: بخدا! حضور پر ہم نے شہد کو حرام کر دیا، میں نے حضرت سودہ سے کہا: چپ رہ۔

اکثر روایتوں میں یہی ہے کہ عصر کے بعد یہ دورہ فرماتے لیکن کچھ روایتوں میں یہ آیا ہے کہ صبح کی نماز کے بعد تشریف لے جاتے جیسا کہ عبد بن حمید نے اور ابن مردویہ نے اپنی اپنی تفسیر میں روایت کیا ہے۔ صحیح یہی ہے کہ عصر کے بعد تشریف لے جایا کرتے تھے اور فجر کے بعد والی روایت شاذ ہے اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ فجر کے بعد سب ازواج کے پاس تشریف لے جاتے، صرف سلام اور دعاء پر اکتفا کرتے اور عصر کے بعد کچھ دیر بیٹھتے باتیں کرتے اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ کبھی فجر کے بعد تشریف لے جاتے اور کبھی عصر کے بعد۔ اس روایت میں یہ ہے کہ حضرت حفصہ کے وہاں شہد پیا تھا اور پہلے ایک روایت میں گزرا ہے کہ حضرت زینب کے گھر پیا تھا۔ ابن مردویہ نے بہ طریق ابن ملیکہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ حضرت سودہ کے یہاں شہد پیا تھا، لیکن صحیح یہ ہے کہ حضرت زینب بنت جحش کے یہاں پیا تھا۔

مغافیر

ایک قسم کی گوند ہوتی ہے جس میں تیز ناگوار بو ہوتی ہے۔

عرفط

ایک خاردار درخت ہے، اس میں بھی ناگوار بو ہوتی ہے۔ شہد کی مکھیاں جن پھولوں سے رس چوستی ہیں اگر پھولوں کی بو تیز ہوتی ہے تو شہد میں محسوس ہوتی ہے، یوں ہی کچھ کچھ مزا بھی محسوس ہوتا ہے۔ میں نے خود بعض دفعہ شہد میں گلاب کی خوشبو محسوس کی ہے۔

بہ ظاہر ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی یہ حرکت اچھی نہیں لیکن محبوب و محبت کے ناز و ادا ہمارے اور آپ کی پسند سے بالاتر ہوتے ہیں۔ غیرت ایک خطرناک چیز ہے۔ ایک فارسی شاعر نے کہا ہے:

با سایہ ترانمی پسندم عشق است و ہزار بد گمانی

غالب نے اسی غیرت کو اس طرح بیان کیا کہ کفر ہو گیا۔ کہتا ہے:

غضب یہ ہے کہ ہووے مدعی کا ہم سفر غالب وہ دشمن جو خدا کو بھی نہ سونپا جائے ہے مجھ سے

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا غیرت کے جوش میں جو کچھ کر گئیں اس کی حیثیت محبوبانہ ناز و ادا سے زیادہ نہیں۔ آیہ کریمہ ''لِمَ تُحَرِّمُ مَآ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكَ'' (التحریم:۱) سے کچھ لوگوں نے یہ استدلال کیا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو کسی چیز کو حلال یا حرام کرنے کا

اختیار نہیں تھا ورنہ اللہ تعالیٰ مواخذہ نہ فرماتا۔ یہ نہ فرماتا کہ اللہ نے جو چیز آپ کے لیے حلال کی ہے اسے کیوں حرام کرتے ہو؟

اقول وهو المستعان: اسے مواخذہ سمجھنا ہی غلط فہمی ہے۔ آیت کا سیاق بتا رہا ہے کہ یہاں عتاب نہیں، نہ مواخذہ ہے بلکہ پیار بھرے لہجے میں فرمایا گیا کہ جو چیز تمہیں پسند ہے وہ اپنی بیویوں کی خوشنودی کے لیے کیوں اپنے اوپر حرام فرمائی، اس کی مثال ایسی ہے کہ جیسے جب کوئی خادم اپنی طاقت سے زیادہ کوئی کام کرے تو اسے کہا جاتا ہے کہ اتنا کام کیوں کیا۔ ایک دو نہیں متعدد احادیث سے ثابت ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے بہت سی حرام چیزوں کو حلال فرما دیا، مثلاً حضرت سراقہ کو کسریٰ کا سونے کا کنگن اور حضرت ابوخزیمہ انصاری رضی اللہ عنہ کو ریشمی کپڑا پہننے کی اجازت دے دی۔ اس کے تفصیلی دلائل دیکھنا ہوں تو مجدد اعظم اعلیٰ حضرت قدس سرہ کا رسالہ مبارکہ "منبه اللبيب بان التشريع بيد الحبيب" کا مطالعہ کریں یا اس خادم کے مقالات میں یہ عنوان پڑھ لیں کہ حضور ﷺ قانون ساز بھی ہیں۔

بَابٌ لَا طَلَاقَ قَبْلَ النِّكَاحِ

نکاح سے قبل طلاق نہیں

وَقَوْلُ اللّٰهِ تَعَالٰى ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا نَكَحْتُمُ الْمُؤْمِنٰتِ ثُمَّ طَلَّقْتُمُوْهُنَّ مِنْ قَبْلِ اَنْ تَمَسُّوْهُنَّ فَمَا لَكُمْ عَلَيْهِنَّ مِنْ عِدَّةٍ تَعْتَدُّوْنَهَا فَمَتِّعُوْهُنَّ وَسَرِّحُوْهُنَّ سَرَاحًا جَمِيْلًا۝﴾ (الاحزاب:٤٩). (ص ٧٩٣)

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اے ایمان والو! جب تم مومن عورتوں سے نکاح کرو پھر ان کو ان کے چھونے سے پہلے طلاق دو تو ان پر کوئی عدت نہیں جسے تم شمار کرو، انہیں کچھ سامان دو اور انہیں اچھی طرح چھوڑ دو۝

توضیح

حضرت امام بخاری نے باب باندھ کر اس کا حکم تحریر نہیں فرمایا، لیکن سیاق سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ یہی افادہ فرمانا چاہتے ہیں کہ قبل نکاح طلاق دینے سے طلاق واقع نہ ہوگی۔ یہ ایک طرح صحیح بھی ہے مثلاً کسی اجنبیہ عورت سے کہا: اگر تو فلاں کے گھر گئی تو تجھ کو طلاق پھر اس سے نکاح کر لیا، نکاح کے بعد یہ عورت اس کے گھر گئی تو اس پر طلاق واقع نہیں ہوگی، مگر یہ صورت متنازع فیہ نہیں، سب کا اتفاق ہے کہ طلاق واقع نہ ہوگی۔ متنازع فیہ صورت یہ ہے کہ اگر کسی نے کسی اجنبیہ عورت سے کہا: اگر میں تجھ سے نکاح کروں تو تجھے طلاق، ہمارے یہاں نکاح کرتے ہی طلاق واقع ہو جائے گی۔ کچھ ائمہ فرماتے ہیں کہ واقع نہ ہوگی کیونکہ نکاح سے پہلے طلاق دینے سے طلاق واقع نہ ہوگی۔ ہمارا کہنا یہ ہے کہ یہ صحیح ہے کہ بلا نکاح طلاق نہیں اس لیے کہ طلاق نکاح کی قید اُٹھانے کا نام ہے لیکن جب طلاق نکاح پر معلق ہے، نکاح شرط ہے اور طلاق جزاء اور جزاء کا وجود شرط کے بعد ہی ہوتا ہے تو یہ طلاق قبل نکاح نہ ہوئی۔

ت٦٥٨ - **وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ** جَعَلَ اللّٰهُ الطَّلَاقَ بَعْدَ النِّكَاحِ.

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اللہ نے نکاح کو طلاق کے بعد کیا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا مقصد یہ ہے کہ اللہ عزوجل نے اس آیت میں طلاق کو نکاح کے بعد کیا، فرمایا: جب تم نکاح کرو پھر طلاق دو۔ اس سے ظاہر ہے کہ قبل نکاح طلاق دینا لغو ہے لیکن آیہ کریمہ یا اس تعلیق کو مسئلہ تعلیق سے کوئی لگاؤ نہیں جیسا کہ ہم بتا آئے۔

ت٦٥٩ - **وَيُرْوٰى فِيْ ذٰلِكَ** عَنْ عَلِيٍّ وَسَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ وَعُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ وَاَبِيْ بَكْرِ بْنِ عَبْدِ

حضرت علی اور سعید بن مسیب اور عروہ بن زبیر اور ابوبکر بن عبدالرحمن اور عبیداللہ بن عبداللہ بن عتبہ اور ابان بن عثمان اور علی

الرَّحْمٰنِ، وَعُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُتْبَةَ، وَاَبَانَ بْنِ عُثْمَانَ، وَعَلِيِّ بْنِ حُسَيْنٍ، وَشُرَيْحٍ، وَسَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ، وَالْقَاسِمِ وَسَالِمٍ وَطَاوُسٍ، وَالْحَسَنِ وَعِكْرِمَةَ، وَعَطَاءٍ، وَعَامِرِ بْنِ سَعْدٍ، وَجَابِرِ بْنِ زَيْدٍ، وَنَافِعِ بْنِ جُبَيْرٍ، وَ مُحَمَّدِ بْنِ كَعْبٍ، وَسُلَيْمَانَ بْنِ يَسَارٍ، وَمُجَاهِدٍ وَالْقَاسِمِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، وَعَمْرِو بْنِ هَرِمٍ، وَالشَّعْبِيِّ اَنَّهَا لَا تُطَلَّقُ.

بن حسین اور شریح اور سعید بن جبیر اور قاسم اور سالم اور طاؤس اور حسن اور عکرمہ اور عطاء اور عامر بن سعد اور جابر بن زید اور نافع بن جبیر اور محمد بن کعب اور سلیمان بن یسار اور مجاہد اور قاسم بن عبدالرحمٰن اور عمرو بن ہرم اور شعبی سے اس بارے میں روایت کی گئی ہے کہ اس پر طلاق واقع نہ ہوگی۔

ان سب تعلیقات کا حاصل یہی ہے کہ اگر کسی نے قبل نکاح یہ کہا کہ اگر میں فلاں عورت سے نکاح کروں تو اسے طلاق اور پھر نکاح کرلیا تو اس پر طلاق واقع نہ ہوگی۔ یہی حضرت امام شافعی رضی اللہ عنہ کا بھی مذہب ہے۔ اس بارے میں تین مرفوع حدیثیں بھی وارد ہیں لیکن ان تینوں حدیثوں میں سے ایک بھی لائق احتجاج نہیں۔ ان میں بعض کے راوی وضاع اور بعض کے کذاب تک ہیں جیسا کہ عمدۃ القاری میں علامہ عینی نے بہت فاضلانہ بحث فرمائی ہے۔ رہ گئیں تعلیقات تو خود حضرت امام بخاری نے ان کو "یروی" سے ذکر فرمایا جو صیغہ تمریض ہے۔ اس سے ظاہر ہے کہ امام بخاری کے نزدیک یہ سب تعلیقیں ضعیف ہیں' ان سب کے ضعف کو علامہ عینی نے شرح و بسط کے ساتھ بیان فرمایا ہے۔

بَابُ الطَّلَاقِ فِي الْاِغْلَاقِ وَالْكُرْهِ، وَالسَّكْرَانِ وَالْمَجْنُوْنِ وَاَمْرِهِمَا، وَالْغَلَطِ وَالنِّسْيَانِ فِي الطَّلَاقِ وَالشِّرْكِ وَغَيْرِهِ

گھر میں بند کرنے اور جبر کی حالت میں طلاق کا بیان اور نشے والے اور پاگل کی طلاق کا حکم اور ان دونوں کا حکم ایک ہے یا نہیں؟ اور طلاق اور شرک وغیرہ میں بھول چوک کا بیان

لِقَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْاَعْمَالُ بِالنِّيَّةِ، وَلِكُلِّ امْرِئٍ مَّا نَوٰى. وَتَلَا الشَّعْبِيُّ ﴿لَا تُؤَاخِذْنَا اِنْ نَّسِيْنَا اَوْ اَخْطَاْنَا﴾ (البقرة:٢٨٦)، وَمَا لَا يَجُوْزُ مِنْ اِقْرَارِ الْمُوَسْوِسِ. (ص٧٩٣)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کی وجہ سے: اعمال نیت ہی پر ہیں اور ہر شخص کے لیے وہ ہے جو اس نے نیت کی' اور امام شعبی نے اس آیہ تلاوت کی: اے ہمارے رب! اگر ہم بھول جائیں یا چوک جائیں تو ہم سے مواخذہ نہ فرمانا اور وسوسہ زدہ کا اقرار معتبر نہیں۔

توضیح

باب کا حاصل یہ ہے کہ اگر کسی کو گھر میں بند کر کے یا ڈرا دھمکا کر طلاق لی گئی یا کسی نے نشے کی حالت میں طلاق دی یا جنون کی حالت میں طلاق دی تو طلاق واقع ہوئی یا نہیں اور طلاق کے معاملے میں نشہ اور جنون میں کچھ فرق ہے یا نہیں؟ یا چوک کر طلاق دی مثلاً کہنا کچھ اور چاہتا تھا اور زبان سے طلاق نکل گئی یا بھول کر طلاق دی تو طلاق واقع ہوئی یا نہیں اسی طرح کوئی وسوسے کا بیمار ہے اور اس حال میں کچھ اقرار کرلیا تو یہ اقرار معتبر ہے یا نہیں؟ حضرت امام بخاری نے اپنا کوئی فیصلہ تحریر نہیں فرمایا' لیکن جو دلائل ذکر کیے اس سے ظاہر ہے کہ ان کا مذہب یہ ہے کہ ان صورتوں میں طلاق واقع نہ ہوگی اور وسوسہ زدہ کا اقرار معتبر نہیں' اپنی تائید میں امام بخاری نے مندرجہ ذیل باتیں ذکر کی ہیں:

(۱) مشہور حدیث "الاعمال بالنیه" کہ اعمال نیت پر ہی ہیں۔ امام بخاری "بالنیّة" کا متعلق صحت کو مانتے ہیں۔ ان کے نزدیک صحت کا مطلب یہ ہے کہ اعمال کی صحت نیت پر ہے۔

جلد اول میں ہم اس حدیث کے تحت ثابت کر آئے کہ صحت مقدر ماننا صحیح نہیں' بلکہ یہاں مقدر ثواب ہے اس لیے اس حدیث سے استدلال درست نہیں۔

(۲) عامر بن شرحبیل شعبی سے مخطی اور ناسی کی طلاق کے بارے میں سوال ہوا' یعنی چوکنے والے اور بھولنے والے کی طلاق کے بارے میں تو انہوں نے یہ آیہ کریمہ تلاوت کی: اے ہمارے رب! اگر ہم بھول جائیں یا چوک جائیں تو ہم سے مواخذہ نہ فرمانا۔

لیکن ہر عاقل پر روشن ہے کہ کسی چیز پر مواخذہ نہ ہونا اور بات ہے اور دنیوی حکم شرع کا مرتب ہونا اور بات ہے' مثلاً کسی نے شکار پر گولی چلائی گولی بجائے شکار کے انسان کو لگ گئی اور انسان مر گیا۔ اس صورت میں گولی چلانے والا گنہ گار نہیں مگر دیت واجب ہے۔

(۳) حضرت ماعز اسلمی رضی اللہ عنہ نے جب بارگاہِ اقدس میں حاضر ہو کر زنا کا اقرار کیا تو حضور نے ان سے فرمایا: کیا تجھے جنون ہے؟ اس سے ثابت ہوا کہ مجنون کا اقرار معتبر نہیں۔

مجنون کے سلسلے میں ہمارا بھی یہی مذہب ہے کہ نہ اس کی طلاق واقع ہے نہ اس کا اقرار معتبر۔

(۴) اسد اللہ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اونٹنیوں کی کوکھ پھاڑ ڈالی' اس وقت حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نشے میں تھے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ تو حضرت حمزہ کو سزا دی اور نہ ان پر کوئی تاوان واجب کیا۔ اس سے ثابت ہوا کہ نشے کی حالت میں جرم' جرم نہیں۔ اسی طرح نشے والے کی طلاق' طلاق نہیں' لیکن علماء احناف فرماتے ہیں کہ نشے والے کی طلاق واقع ہے۔ جس پر انتہائی محققانہ بحث علامہ بدر الدین محمود عینی نے عمدۃ القاری اور امام کمال الدین بن ہمام نے فتح القدیر میں فرمائی ہے۔ ہمیں اختصار ملحوظ ہے اس لیے اسے نہیں لکھتے۔

رہ گیا حضرت حمزہ کو کوئی سزا نہ دینا اور ان پر کوئی تاوان واجب نہ کرنا' غالباً اس بناء پر ہے کہ یہ واقعہ ابتداء اسلام کا ہے۔ اس وقت تک ہو سکتا ہے کہ اس سلسلے میں تعزیری حکم مشروع نہ ہوا ہو' یا ہو سکتا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے درگزر فرمایا ہو۔

ت ٦٦٠ - وَقَالَ عُثْمَانُ لَيْسَ لِمَجْنُونٍ وَلَا لِسَكْرَانَ طَلَاقٌ.

اور حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: سکران اور مجنون کے لیے طلاق نہیں۔

اس تعلیق کو امام ابن ابی شیبہ نے سند متصل کے ساتھ روایت کیا ہے۔ سابقاً گزر چکا ہے کہ ہمارے یہاں مجنون اور سکران میں فرق ہے۔ مجنون کی طلاق واقع نہیں اور نشے والے کی واقع ہے۔

ت ٦٦١ - وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ طَلَاقُ السَّكْرَانِ وَالْمُسْتَكْرَهِ لَيْسَ بِجَائِزٍ.

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: نشے والے اور مکرہ کی طلاق نافذ نہیں۔

اس تعلیق کو بھی امام ابن ابی شیبہ نے سند متصل کے ساتھ روایت کیا ہے۔ روایت کے الفاظ یہ ہیں: سکران اور مستکرہ کے لیے طلاق نہیں' ان کے معنی مقہور و مغلوب کے ہیں۔ ہمارے یہاں اگرچہ اکراہ حد شرعی تک پہنچا ہوا ہو' اس حالت میں کوئی طلاق لے تو بھی واقع ہو جائے گی اور یہی مذہب سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا بھی ہے جیسا کہ مروی ہے کہ ایک عورت نے اپنے شوہر کو طلاق دینے پر مجبور کیا تو اس نے طلاق دے دی' معاملہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی بارگاہ میں پیش ہوا' انہوں نے اس طلاق کو نافذ فرما دیا

اور یہی مذہب حضرت ابراہیم نخعی اور ابوقلابہ اور حضرت سعید بن مسیب اور قاضی شریح اور امام زہری اور قتادہ اور سعید بن جبیر کا بھی ہے۔

ت٦٦٢ - **وَقَالَ** عُقْبَةُ بْنُ عَامِرٍ لَا يَجُوْزُ طَلَاقُ الْمُوَسْوِسِ.

اور حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ موسوس کی طلاق درست نہیں۔

یہ صحیح ہے اس لیے کہ وسوسہ کہتے ہیں ان خیالات کو جو آدمی کے دماغ میں پیدا ہوتے ہیں اور اس سے طلاق واقع ہونے کا کوئی سوال ہی نہیں۔ طلاق اس وقت واقع ہوگی جب آدمی اپنی زبان سے اتنی آواز میں طلاق دے کہ خود سن سکے، محض سوچنے سے طلاق واقع نہ ہوگی۔

ت٦٦٣ - **وَقَالَ** عَطَاءٌ إِذَا بَدَا بِالطَّلَاقِ فَلَهُ شَرْطُهُ.

اور امام عطاء نے کہا: جب طلاق دے تو اس کے لیے اس کی شرط ہے۔

توضیح...... (طلاق پہلے بولا اور شرط بعد میں، تو کیا حکم ہے؟)

یعنی طلاق کو کسی شرط پر معلق کر دے خواہ شرط کو مقدم کرے یا مؤخر، مثلاً یوں کہے: اگر تو باہر نکلی تو تجھے طلاق، یا تجھے طلاق ہے اگر تو گھر سے باہر نکلی۔ دونوں صورتوں میں کوئی فرق نہیں۔

ت٦٦٤ - **وَقَالَ** نَافِعٌ طَلَّقَ رَجُلٌ امْرَأَتَهُ الْبَتَّةَ إِنْ خَرَجَتْ، فَقَالَ ابْنُ عُمَرَ إِنْ خَرَجَتْ فَقَدْ بُتَّتْ مِنْهُ وَإِنْ لَّمْ تَخْرُجْ فَلَيْسَ بِشَيْءٍ.

اور نافع نے کہا: ایک شخص نے اپنی عورت کو قطعی طلاق دی اس شرط پر کہ اگر وہ باہر نکلی۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اگر وہ عورت باہر نکلی تو قطعی طلاق پڑ گئی اور اگر نہیں نکلی تو کچھ نہیں۔

ت٦٦٥ - **وَقَالَ** الزُّهْرِيُّ فِيْمَنْ قَالَ إِنْ لَّمْ أَفْعَلْ كَذَا وَكَذَا فَامْرَأَتِيْ طَالِقٌ ثَلَاثًا، يُسْئَلُ عَمَّا قَالَ وَعَقَدَ عَلَيْهِ قَلْبُهُ حِيْنَ حَلَفَ بِتِلْكَ الْيَمِيْنِ؟ فَإِنْ سَمّٰى أَجَلًا أَرَادَهُ وَعَقَدَ عَلَيْهِ قَلْبُهُ حِيْنَ حَلَفَ، جُعِلَ ذٰلِكَ فِيْ دِيْنِهِ وَأَمَانَتِهِ.

اور امام زہری نے کہا: اگر کسی نے یہ کہا: اگر میں ایسا ایسا نہ کروں تو میری بیوی کو تین طلاق، اس نے جو کہا ہے اس کے بارے میں اس سے پوچھا جائے کہ یہ قسم کھاتے وقت اس کے دل میں کیا تھا؟ اب اگر وہ کسی مقررہ مدت کو بتائے جس کا اس نے دل میں پختہ ارادہ کیا تھا قسم کھاتے وقت تو دیانۃً اسے مان لیا جائے گا۔

توضیح

احناف کے نزدیک اگر کوئی قرینہ یمین فور کا ہو یعنی اس بات پر کہ اس کی مراد یہ ہے کہ ابھی اگر نہ کر دوں تو مجلس بدلتے ہی طلاق پڑ جائے گی اور اگر یمین فور پر کوئی قرینہ نہ ہو تو یہ تابید پر محمول ہوگا۔ اب اگر زندگی بھر اس نے یہ کام نہیں کیا تو مرنے کے بعد اس کی زوجہ پر طلاق پڑ جائے گی۔

ت٦٦٦ - **وَقَالَ** إِبْرَاهِيْمُ إِنْ قَالَ لَا حَاجَةَ لِيْ فِيْكِ، نِيَّتُهُ.

اور حضرت ابراہیم نخعی نے فرمایا: اگر یہ کہا: مجھے تیری حاجت نہیں تو اس کی نیت پر موقوف ہے۔

توضیح

یعنی اگر اس نے یہ جملہ بہ نیت طلاق کہا ہے تو طلاق پڑ گئی ورنہ نہیں۔

ت٦٦٧ - **وَطَلَاقُ** كُلِّ قَوْمٍ بِلِسَانِهِمْ.

ہر قوم کی طلاق ان کی زبان میں ہے۔

توضیح

یعنی طلاق واقع ہونے کے لیے یہ ضروری نہیں کہ لفظ طلاق ہی استعمال کرے بلکہ ہر شخص کی زبان یعنی لغت میں ایسا لفظ جو ان کے عرف میں طلاق کے لیے مستعمل ہو جب وہ لفظ عورت کی طرف اضافت کرکے بولا جائے تو وہ طلاق کا لفظ ہے۔ اس کے بولنے سے اس کی زوجہ پر طلاق پڑ جائے گی خواہ اس کی نیت طلاق کی ہو یا نہ ہو جیسے فارسی میں ''ہشتم ترا از زنی'' یا ''بہشتم ترا از زنی'' بلکہ اگر ''از زنی'' نہ کہا تو بھی صرف ''ہشتم ترا'' اور ''بہشتم ترا''[1] اور اردو میں ''میں نے تجھ کو چھوڑا'' بلکہ بہت سی اقوام کے عرف میں ''فارغ خطی'' دی بھی طلاق صریح ہے۔

ت٦٦٨- وَقَالَ قَتَادَةُ إِذَا قَالَ إِذَا حَمَلْتِ فَأَنْتِ طَالِقٌ ثَلَاثًا، يَغْشَاهَا عِنْدَ كُلِّ طُهْرٍ مَرَّةً، فَإِنِ اسْتَبَانَ حَمْلُهَا فَقَدْ بَانَتْ.

اور قتادہ نے کہا: جب کسی نے اپنی عورت سے کہا: جب تجھے حمل ٹھہر جائے تو تجھے تین طلاق، ہر طہر میں اس سے ایک مرتبہ ہم بستری کرے، پس اگر حمل ظاہر ہو جائے تو یہ عورت اس کے نکاح سے نکل گئی۔

حضرت قتادہ کا یہ ارشاد بر بنائے احتیاط ہے اس لیے کہ اس کا احتمال ہے کہ ایک بار جماع سے استقرار حمل ہو گیا ہو اور اس کا علم حیض کے رکنے سے ہی ہوگا، اس لیے ایک طہر میں دو بار ہم بستری نہ کرے، جب حیض آ جائے تو اس سے ثابت ہوگا کہ استقرار حمل نہیں ہوا، اس لیے اس کے بعد والے طہر میں ہم بستری بلا شبہ جائز ہے، لیکن ابن سیرین نے فرمایا کہ جب تک حمل ظاہر نہ ہو طہر میں جتنی بار چاہے جماع کرے اور یہی جمہور کا مذہب ہے۔

ت٦٦٩- وَقَالَ الْحَسَنُ إِذَا قَالَ الْحَقِي بِأَهْلِكِ، نِيَّتُهُ.

اور امام حسن بصری نے فرمایا: جب اپنی عورت سے یہ کہے: اپنے اہل کے ساتھ مل جا تو دار و مدار اس کی نیت پر ہے۔

توضیح

یعنی اگر اس نے یہ قول طلاق کی نیت سے کہا ہے تو طلاق پڑ گئی اور اگر بغیر طلاق کی نیت کے کہا ہے تو طلاق واقع نہ ہوگی۔

ت٦٧٠- وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ الطَّلَاقُ عَنْ وَطَرٍ، وَالْعَتَاقُ مَا أُرِيدَ بِهِ وَجْهُ اللّٰهِ.

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: طلاق ضرورت سے ہے اور عتاق سے صرف اللہ کی رضا مقصود ہوتی ہے۔

یعنی طلاق ضرورت کے وقت دینی چاہیے مثلاً عورت بدکردار ہے یا ناشزہ ہے۔ رہ گیا عتاق یعنی لونڈی اور غلام آزاد کرنا یہ اللہ عزوجل کی رضا ہی کے لیے ہوتا ہے، اس میں آزاد کرنے والے کی کوئی غرض نہیں ہوتی۔

ت٦٧١- وَقَالَ الزُّهْرِيُّ إِنْ قَالَ مَا أَنْتِ بِامْرَأَتِي، نِيَّتُهُ، وَإِنْ نَوَى طَلَاقًا فَهُوَ مَا نَوَى.

اور امام زہری نے فرمایا: اگر کسی نے اپنی بیوی سے کہا: تو میری بیوی نہیں تو اعتبار اس کی نیت کا ہے۔ اگر طلاق کی نیت کی تو وہی ہے جو اس نے نیت کی۔

یعنی یہ کہنا کہ تو میری بیوی نہیں، طلاق کنائی کا جملہ ہے، بغیر نیت اس سے طلاق واقع نہ ہوگی۔ بہ ظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ طلاق صریح کا جملہ ہو لیکن چونکہ زوجیت کا ختم ہونا طلاق ہی پر موقوف نہیں، طلاق کے علاوہ اور بھی صورتیں ہیں جن سے زوجیت ختم ہو جاتی ہے مثلاً شوہر کا مرتد ہونا اور ظاہر الروایہ کے مطابق عورت کا مرتد ہونا یا شوہر کا عورت کی بیٹی یا ماں سے ہم بستری کر لینا یا عورت

---

[1] فتاوی عالمگیری۔ الفصل الرابع فی الطلاق بالالفاظ الفارسیۃ۔ ج ا ص ٩٧٣۔ مطبوعہ پاکستان

کے ساتھ شوہر کے باپ یا بیٹے کا ہم بستری کر لینا، تو جب زوجیت کا ختم ہونا طلاق ہی پر موقوف نہیں، طلاق کے علاوہ اور صورتیں بھی ہیں جن سے زوجیت ختم ہو جاتی ہے تو یہ صیغہ طلاق صریح کا نہ ہوا، کنایہ کا ہوا۔

ت ٦٧٢ - وَقَالَ عَلِيٌّ اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ الْقَلَمَ رُفِعَ عَنْ ثَلَاثَةٍ عَنِ الْمَجْنُوْنِ حَتّٰى يُفِيْقَ، وَعَنِ الصَّبِيِّ حَتّٰى يُدْرِكَ، وَعَنِ النَّائِمِ حَتّٰى يَسْتَيْقِظَ.

اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کیا آپ نہیں جانتے کہ تین شخصوں سے قلم اُٹھا لیا گیا، پاگل سے یہاں تک کہ اس کی عقل درست ہو جائے اور بچے سے یہاں تک کہ بالغ ہو جائے اور سونے والے سے یہاں تک کہ جاگ جائے۔

ابوداؤد میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں ایک عورت لائی گئی جس نے بدکاری کی تھی۔ حضرت عمر نے اس کے سنگ سار کرنے کا حکم دیا۔ اتفاق سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا گزر ہوا تو انہوں نے اسے چھوڑ دیا۔ اس کی خبر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو کی گئی۔ فرمایا: علی کو بلاؤ۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ آئے اور فرمایا: اے امیر المومنین! آپ جانتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تین سے قلم اُٹھا لیا گیا ہے۔ بچے سے یہاں تک کہ بالغ ہو جائے اور سونے والے سے یہاں تک کہ جاگ جائے اور معتوہ (بوہرے سے) یہاں تک کہ وہ شفایاب ہو جائے اور یہ بنی فلاں کی معتوہ ہے، ہوسکتا ہے جو اس کے پاس آیا وہ اس وقت آیا ہو کہ یہ جنون کی حالت میں رہی ہو۔ حضرت عمر نے فرمایا کہ میں نہیں جانتا۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا کہ میں بھی نہیں جانتا، مطلب یہ ہے کہ حضرت عمر نے فرمایا کہ میں نہیں جانتا کہ اس کے ساتھ کب یہ حرکت کی گئی اور یہی حضرت علی کے فرمانے کا مطلب ہے۔ مطلب یہ ہوا کہ اب اس میں شبہہ پیدا ہو گیا کہ اس کے ساتھ زنا افاقے کی حالت میں ہوا یا جنون کی حالت میں اور شبہہ سے حد ساقط ہو جاتی ہے۔

(بخاری۔ کتاب الحدود۔ باب: فی المجنون یسرق اویصیب حدا ص ٢٢٨)

ت ٦٧٣ - وَقَالَ عَلِيٌّ وَكُلُّ الطَّلَاقِ جَائِزٌ، اِلَّا طَلَاقَ الْمَعْتُوْهِ.

ہر طلاق نافذ ہے سوائے معتوہ کی طلاق کے۔

معتوہ حقیقت میں مجنون ہی کی ایک قسم ہے جس کے جنون میں شدت کم ہوتی ہے مگر اچھے برے نفع نقصان کی تمیز ختم ہو جاتی ہے۔

٢٤٢٠- ح: [اِقْرَارُ الْمَجْنُوْنِ لَيْسَ بِمُعْتَبَرٍ]

پاگل کا اقرار معتبر نہیں

٢٤٢٠ - عَنْ جَابِرٍ اَنَّ رَجُلًا مِّنْ اَسْلَمَ اَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ فِي الْمَسْجِدِ فَقَالَ اِنَّهُ قَدْ زَنٰى، فَاَعْرَضَ عَنْهُ فَتَنَحّٰى لِشِقِّهِ الَّذِيْ اَعْرَضَ، فَشَهِدَ عَلٰى نَفْسِهِ اَرْبَعَ شَهَادَاتٍ، فَدَعَاهُ فَقَالَ هَلْ بِكَ جُنُوْنٌ؟ هَلْ اُحْصِنْتَ؟ قَالَ نَعَمْ، فَاَمَرَ بِهِ اَنْ يُّرْجَمَ بِالْمُصَلّٰى، فَلَمَّا اَذْلَقَتْهُ الْحِجَارَةُ جَمَزَ حَتّٰى اُدْرِكَ بِالْحَرَّةِ فَقُتِلَ.

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ قبیلۂ اسلم کے ایک صاحب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور حضور مسجد میں جلوہ فرما تھے اور انہوں نے کہا کہ اس نے زنا کیا ہے۔ حضور نے اپنا رخ انور پھیر لیا تو وہ اس طرف جا کر کھڑے ہو گئے جدھر حضور نے رخ انور پھیرا تھا اور انہوں نے چار بار اقرار کیا۔ اب حضور نے انہیں بلایا اور پوچھا: کیا تجھے جنون ہے؟ کیا تو محصن ہے؟ انہوں نے عرض کیا: ہاں! اب حضور نے ان کے بارے میں حکم دیا کہ اسے عیدگاہ میں لے جا کر سنگسار کیا جائے۔ جب ان پر پتھر پڑنے لگے تو وہ بھاگے یہاں تک کہ حرہ میں پکڑے گئے اور مار ڈالے گئے۔

(اس باب میں ایک حدیث کے بعد کتاب الحدود۔ باب: رجم المحصن ص۱۰۰۶ باب: لایرجم المجنون والمجنونۃ ص۱۰۰۶ باب: الرجم بالمصلی ص۱۰۰۷ باب: مایقول الامام للمقر لعلک لمست ص۱۰۰۸ کتاب الاحکام۔ باب: من حکم فی المسجد ص۱۰۶۲ مسلم ابوداؤد ترمذی۔ کتاب الحدود نسائی۔ کتاب الجنائز)

۲۴۲۱- اَخْبَرَنِی اَبُوْ سَلَمَۃَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ وَسَعِیْدُ بْنُ الْمُسَیَّبِ اَنَّ اَبَا ھُرَیْرَۃَ قَالَ اَتٰی رَجُلٌ مِّنْ اَسْلَمَ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَھُوَ فِی الْمَسْجِدِ فَنَادَاہُ فَقَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اِنَّ الْاٰخِرَ قَدْ زَنٰی یَعْنِیْ نَفْسَہٗ فَاَعْرَضَ عَنْہُ فَتَنَحّٰی لِشِقِّ وَجْھِہِ الَّذِیْ اَعْرَضَ قِبَلَہٗ فَقَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اِنَّ الْاٰخِرَ قَدْ زَنٰی فَاَعْرَضَ عَنْہُ فَتَنَحّٰی لِشِقِّ وَجْھِہِ الَّذِیْ اَعْرَضَ قِبَلَہٗ فَقَالَ لَہٗ ذٰلِکَ فَاَعْرَضَ عَنْہُ فَتَنَحّٰی لَہُ الرَّابِعَۃَ فَلَمَّا شَھِدَ عَلٰی نَفْسِہٖ اَرْبَعَ شَھَادَاتٍ دَعَاہُ فَقَالَ ھَلْ بِکَ جُنُوْنٌ؟ قَالَ لَا فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذْھَبُوْا بِہٖ فَارْجُمُوْہُ . وَکَانَ قَدْ اُحْصِنَ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا: قبیلۂ اسلم کے ایک صاحب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور حضور مسجد میں تشریف فرما تھے۔ اس نے حضور کو پکارا اور کہا: یارسول اللہ! کم ترین نے زنا کرلیا ہے۔ وہ اپنے آپ کو مراد لے رہے تھے تو حضور نے رخ انور پھیرلیا۔ اب وہ اس طرف گئے جدھر حضور نے رخ انور پھیرا تھا اور عرض کیا: یارسول اللہ! کم ترین نے زنا کرلیا ہے۔ اب پھر حضور نے رخ انور پھیرلیا ہے تو یہ اس طرف گئے جدھر حضور نے رخ انور پھیرا تھا اور حضور سے وہی عرض کیا' حضور نے پھر رخ انور پھیرلیا۔ وہ اس طرف گئے چوتھی بار' جب انہوں نے چار بار اقرار کرلیا تو حضور نے انہیں بلایا اور دریافت فرمایا: کیا تجھے جنون ہے؟ انہوں نے عرض کیا: نہیں! اب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ اسے لے جاؤ اور سنگ سار کرو اور وہ محصن تھے۔

(بخاری۔ کتاب المحاربین۔ باب: لایرجم المجنون والمجنونۃ ص۱۰۰۶ باب: ھل یقول الامام للمقر لعلک لمست ص۱۰۰۸ کتاب الاحکام۔ باب: من حکم فی المسجد' مسلم۔ کتاب الحدود' نسائی۔ کتاب الرجم)

یہ صاحب حضرت ماعز بن مالک اسلمی رضی اللہ عنہ تھے۔ امام احمد نے اپنی مسند میں حضرت نعیم بن حذال رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ ماعز بن مالک اسلمی میرے باپ کی پرورش میں تھے۔ انہوں نے قبیلے کی ایک لڑکی کے ساتھ زنا کیا تو ان سے میرے والد نے کہا: تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو اور جو تم نے کیا ہے بتاؤ۔ حضور تمہارے لیے استغفار کریں گے۔ ان کا مقصد یہ تھا کہ ان کی نجات کا کوئی راستہ نکل آئے۔ وہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے الی آخرہ۔ ''اٰخِر'' یعنی جو سعادت سے پیچھے رہ گیا' مراد ذلیل اور کمینہ ہے۔ ''مُحْصَنْ'' سے یہاں مراد وہ شخص ہے جو آزاد' عاقل' بالغ ہو اور اس نے نکاح صحیح کے ساتھ کسی عورت سے وطی کی ہو۔

حضرت ماعز اسلمی کے رجم کی تفصیل جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کی گئی تو حضور نے ازراہ شفقت فرمایا: تم نے اسے کیوں نہیں چھوڑ دیا شاید وہ توبہ کرتا تو اللہ اس کی توبہ قبول فرمالیتا۔ مسند امام احمد میں زائد ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حذال سے فرمایا: اے حذال! اگر تو اس پر پردہ ڈال دیتا تو تیرے لیے بہتر ہوتا۔

بَابُ الْخُلْعِ وَکَیْفَ الطَّلَاقُ فِیْہِ — خلع کا بیان اور خلع میں کیسی طلاق ہوگی؟

وَقَوْلِ اللّٰہِ تَعَالٰی ﴿وَلَا یَحِلُّ لَکُمْ اَنْ تَاْخُذُوْا مِمَّا اٰتَیْتُمُوْھُنَّ شَیْئًا اِلَّا اَنْ یَّخَافَا اَلَّا یُقِیْمَا حُدُوْدَ اللّٰہِ

اور اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی تفسیر: اور تمہیں حلال نہیں کہ تم نے جو عورتوں کو دیا تھا اس میں سے کچھ واپس لو مگر جب دونوں کو

فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا یُقِیْمَا حُدُوْدَ اللّٰہِ فَلَا جُنَاحَ عَلَیْہِمَا فِیْمَا افْتَدَتْ بِہٖ تِلْکَ حُدُوْدُ اللّٰہِ فَلَا تَعْتَدُوْھَا وَ مَنْ یَّتَعَدَّ حُدُوْدَ اللّٰہِ فَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الظّٰلِمُوْنَ﴾ (البقرہ:۲۲۹). (ص ۷۹۴)

اندیشہ ہو کہ اللہ کی حدیں قائم نہ کریں گے پھر اگر تمہیں خوف ہو کہ وہ دونوں حدود الٰہی پر ٹھیک نہ رہیں گے تو ان پر کچھ گناہ نہیں کہ عورت کچھ بدلہ دے کر چھٹی لے یہ اللہ کی حدیں ہیں ان سے آگے نہ بڑھو اور جو اللہ کی حدوں سے آگے بڑھے وہی ظالم ہے○

توضیح......(خلع کی تعریف اور شرط)

کبھی کسی سبب سے اور کبھی بلاسبب بھی میاں بیوی میں محبت پیدا نہیں ہو پاتی بلکہ شدید نفرت رہتی ہے۔ ہزار افہام و تفہیم کے باوجود موانست نہیں ہو پاتی۔ ایسی صورت میں ضروری ہوتا ہے کہ میاں بی بی میں جدائی کر دی جائے۔ اسی حکمت کے پیش نظر طلاق مشروع ہوئی ہے، لیکن کبھی ایسا ہوتا ہے کہ صرف بیوی کو شوہر سے نفرت ہوتی ہے اس کے لیے خلع مشروع ہوا۔ اصطلاح فقہ میں خلع اسے کہتے ہیں کہ نکاح کے رشتے کو مال کے عوض لفظ خلع یا اس کے ہم معنی کسی لفظ سے ختم کر دینا۔ خلع صحیح ہونے کے لیے عورت کا قبول کرنا شرط ہے۔ طلاق کی طرح خلع بھی شرعاً ناپسندیدہ چیز ہے کہ یہ بھی اسی کی ایک قسم ہے۔ امام ابوداؤد نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”ابغض الحلال الی اللہ الطلاق“ اللہ تعالیٰ کو حلال چیزوں میں سب سے ناپسند طلاق ہے۔ (مشکوٰۃ۔ص ۲۸۳)

امام احمد، ابوداؤد، ترمذی، ابن ماجہ اور دارمی حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اَیُّمَا امْرَأَۃٍ سَأَلَتْ زَوْجَھَا طَلَاقًا فِیْ غَیْرِ مَا بَأْسَ فَحَرَامٌ عَلَیْھَا رَائِحَۃُ الْجَنَّۃِ“ جس عورت نے بغیر ضرورت اپنے شوہر سے طلاق کا سوال کیا اس پر جنت کی خوشبو حرام ہے[1] اور خاص خلع کے بارے میں فرمایا: ”اَلْمُنْتَزِعَاتُ وَالْمُخْتَلِعَاتُ ھن المنافقات“[2] شوہروں سے چھٹکارا حاصل کرنے والیاں، خلع کرنے والیاں منافقہ ہیں۔ اس کے باوجود عندالضرورۃ مباح، بعض صورتوں میں مستحب اور بعض صورتوں میں واجب ہے۔

علماء کا اس میں اختلاف ہے کہ خلع جائز ہے یا نہیں؟ بکر بن عبداللہ مزنی تابعی اسے جائز نہیں جانتے تھے۔ امام ابن سیرین اس کو اسی وقت جائز کہتے تھے جب عورت بدکرداری کی مرتکب ہو، لیکن جمہور کا قول وہ ہے جو اوپر گزرا۔ اسی لیے امام بخاری نے خلع کا باب باندھا، خلع سے طلاق واقع ہوتی ہے یا نہیں؟ خلع طلاق ہے یا فسخ؟ اس بارے میں بھی علماء کے مابین اختلاف ہے۔ ہمارے نزدیک خلع اور مال کے عوض دی ہوئی طلاق، طلاق بائن ہے۔ حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا قول قدیم فسخ ہے طلاق نہیں۔ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ یہ طلاق رجعی ہے اور حضرت امام شافعی سے ایک قول یہی مروی ہے مگر حضرت امام شافعی کا صحیح تر قول یہ ہے کہ یہ طلاق بائن ہے جیسا کہ ہمارا مذہب ہے جیسا کہ امام عبدالرزاق اور امام ابن ابی شیبہ نے اپنی اپنی مصنف میں سعید بن مسیب سے روایت کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خلع کو طلاق کہا۔ علاوہ ازیں دارقطنی، بیہقی، ابن عدی نے کامل میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خلع کو طلاق بائن قرار دیا، اگرچہ اس کے ایک راوی عباد بن کثیر ثقفی کے بارے میں کلام کیا گیا ہے نیز دارقطنی نے حضرت ابن عباس ہی سے اس کے برخلاف روایت کیا ہے کہ انہوں نے کہا کہ خلع فرقت ہے اور طلاق نہیں۔ ان روایات سے قطع نظر قیاس کا مقتضیٰ یہی ہے کہ یہ طلاق بائن ہو جیسا کہ ہمارے علماء نے شروح میں ثابت فرمایا ہے۔

امام بخاری نے آیۃ مذکورہ یہ افادہ کرنے کے لیے ذکر فرمائی ہے کہ خلع جائز ہے۔ صاف تصریح ہے۔ ”لَا جُنَاحَ عَلَیْہِمَا“ ان

[1] مشکوٰۃ۔ص ۲۸۳ [2] مشکوٰۃ۔ص ۲۸۴

دونوں پر کچھ گناہ نہیں۔ اگر تفریق شوہر کی طرف سے ہو تو اسے بدل خلع لینا مکروہ ہے اور اگر عورت کی طرف سے ہو تو لینے میں کراہت نہیں البتہ مہر سے زائد لینا بہر حال مکروہ ہے۔ (فتاوی عالمگیری۔ ج ۲ ص ۱۶۹)

ت ٦٧٤ - وَاَجَازَ عُمَرُ الْخُلْعَ دُوْنَ السُّلْطَانِ.

اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے خلع کو سلطان کے بغیر جائز جانا۔

توضیح

یعنی خلع صحیح ہونے کے لیے یہ ضروری نہیں کہ معاملہ بادشاہ یا قاضی کے یہاں پیش کیا جائے اور وہ اس کا فیصلہ کریں۔ زوجین آپس میں بات چیت کر کے بھی خلع کر سکتے ہیں۔

ت ٦٧٥ - وَاَجَازَ عُثْمَانُ الْخُلْعَ دُوْنَ عِقَاصِ رَاْسِهَا.

اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے سر باندھنے کے دھاگے کے ماسوا پر خلع جائز رکھا۔

توضیح

یعنی عورت اپنے سر باندھنے کے دھاگے کو چھوڑ کر اپنا کل مال خلع کے عوض دے سکتی ہے۔

ت ٦٧٦ - وَقَالَ طَاوٗسٌ ﴿اِلَّآ اَنْ يَّخَافَآ اَلَّا يُقِيْمَا حُدُوْدَ اللّٰهِ﴾ (البقرہ: ۲۲۹) فِيْمَا افْتَرَضَ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا عَلٰى صَاحِبِهٖ فِى الْعِشْرَةِ وَالصُّحْبَةِ، وَلَمْ يَقُلْ قَوْلَ السُّفَهَاءِ لَا يَحِلُّ حَتّٰى تَقُوْلَ لَا اَغْتَسِلُ لَكَ مِنْ جَنَابَةٍ.

اور امام طاؤس نے فرمایا: حدود الٰہی قائم نہ کرنے سے مراد یہ ہے کہ زوجین میں سے ہر ایک کا دوسرے پر جو حق ثابت ہے معاشرے میں اسے ادا نہ کرے تو خلع جائز ہے اور بے وقوفوں کی بات نہیں کہی کہ خلع اس وقت حلال ہے جب وہ یہ کہے کہ میں تیرے لیے غسل جنابت نہیں کروں گی۔

٢٤٢٢ - ح: [قِصَّةُ امْرَاَةِ ثَابِتِ بْنِ قَيْسٍ]

ثابت بن قیس کی بیوی کا قصہ

٢٤٢٢ - عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ امْرَاَةَ ثَابِتِ بْنِ قَيْسٍ اَتَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، ثَابِتُ بْنُ قَيْسٍ، مَا اَعْتُبُ عَلَيْهِ فِيْ خُلُقٍ وَلَا دِيْنٍ، وَلٰكِنِّيْ اَكْرَهُ الْكُفْرَ فِي الْاِسْلَامِ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَتَرُدِّيْنَ عَلَيْهِ حَدِيْقَتَهٗ؟ قَالَتْ نَعَمْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِقْبَلِ الْحَدِيْقَةَ وَطَلِّقْهَا تَطْلِيْقَةً.

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ کی بیوی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا: یا رسول اللہ! ثابت بن قیس عادت اور دین کے بارے میں معتوب نہیں لیکن میں اسلام میں کفر کو ناپسند کرتی ہوں۔ یہ سن کر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا اس کا باغ اس کو لوٹا دو گی؟ انہوں نے عرض کیا: ہاں! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ثابت سے فرمایا: اپنا باغ لے لے اور اسے ایک طلاق دے دے۔

یہ حضرت ثابت بن قیس بن شماس رضی اللہ عنہ قبیلۂ خزرج کے فرد تھے۔ بہت عمدہ مقرر تھے۔ اسی لیے ان کا لقب خطیب الانصار بلکہ خطیب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ احد اور اس کے بعد کے تمام مشاہد میں شریک ہوئے۔ سیدنا صدیق اکبر کی خلافت میں جنگ یمامہ میں شہید ہوئے۔

ان کی بیوی کا نام جمیلہ بنت ابی بن سلول تھا۔ یہ راس المنافقین عبد اللہ بن ابی بن سلول کی بہن تھیں جیسا کہ امام بخاری نے اس باب کے آخر میں تصریح کی ہے لیکن دوسری روایتوں میں ان کا نام مریم المغالیہ آیا ہے۔ بعض روایتوں میں زینب بھی آیا ہے، بعض روایتوں میں حبیبہ بنت سہل بھی آیا۔ بعض علماء نے یہ تطبیق دی کہ حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ نے متعدد بار خلع کیا ہے۔

قصہ یہ تھا کہ حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ رنگ و روپ کے اچھے نہ تھے۔ یہ اپنی بیوی کو اس قدر ناپسند تھے کہ انہوں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ اگر خدا کا خوف نہ ہوتا تو جب وہ میرے پاس آتا تو میں اس کے منہ پر تھوک دیتی۔ خلع کی اصل وجہ یہی تھی اور ان کی بیوی نے یہ جو عرض کیا کہ میں اسلام میں کفر کو ناپسند کرتی ہوں اس میں کفر سے مراد شوہر کی ناشکری ہے۔

یہی حدیث خلع کی مشروعیت کی اصل ہے لیکن یہ حقیقت میں مال کے عوض طلاق دینا ہے۔

بَابُ الشِّقَاقِ وَهَلْ يُشِيْرُ بِالْخُلْعِ عِنْدَ الضَّرُوْرَةِ

اختلاف کا بیان، اور کیا ضرورت کے وقت خلع کا اشارہ کرے؟

وَقَوْلِهٖ تَعَالٰى ﴿وَاِنْ خِفْتُمْ شِقَاقَ بَيْنِهِمَا فَابْعَثُوْا حَكَمًا مِّنْ اَهْلِهٖ وَحَكَمًا مِّنْ اَهْلِهَا اِنْ يُّرِيْدَآ اِصْلَاحًا يُّوَفِّقِ اللّٰهُ بَيْنَهُمَا اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا خَبِيْرًا﴾ (النساء: ٣٥). (ص ٧٩٥)

اور اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی تفسیر: اگر تم دونوں کے درمیان جدائی کا اندیشہ کرو تو شوہر کے اہل میں سے ایک حکم اور بیوی کے اہل میں سے ایک حکم بھیجو، یہ دونوں اگر صلح کرانا چاہیں گے تو اللہ ان میں میل کر دے گا، بے شک اللہ جاننے والا خبردار ہے۔

توضیح

باب کا مطلب یہ ہے کہ اگر میاں بیوی میں جھگڑا ہو جائے تو کیا کیا جائے اور کیا اگر رضامندی کی کوئی صورت نہ نکلے تو خلع کا مشورہ دیا جا سکتا ہے؟ آیت کریمہ ذکر کر کے امام بخاری نے یہ افادہ فرمایا کہ میاں بیوی میں ناچاقی کے بعد صلح صفائی کی پوری کوشش کرنی چاہیے۔ اس کی بہتر صورت یہ ہے کہ شوہر والوں کی طرف سے پنچ مقرر ہوں اور بیوی والوں کی طرف سے پنچ مقرر ہوں۔ اس کی تخصیص نہیں ایک یا دو، یہ پنچ جو بھی فیصلہ کریں میاں بیوی مان لیں۔ اگر حالات کے پیش نظر پنچ چاہیں تو خلع کا بھی مشورہ دے سکتے ہیں۔

٢٤٢٣- ح: [اِسْتَاْذَنَ بَنُوْ الْمُغِيْرَةِ اَنْ يَّنْكِحَ عَلِيٌّ اِبْنَتَهُمْ]

بنی مغیرہ نے حضرت علی سے اپنی بیٹی کا نکاح کرنے کے لیے اِذن طلب کیا

٢٤٢٣ - عَنِ الْمِسْوَرِ بْنِ مَخْرَمَةَ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِنَّ بَنِي الْمُغِيْرَةِ اسْتَاْذَنُوْا فِيْ اَنْ يَّنْكِحَ عَلِيٌّ اِبْنَتَهُمْ، فَلَا اٰذَنُ.

حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ بنی مغیرہ نے مجھ سے اجازت طلب کی ہے کہ علی ان کی لڑکی سے نکاح کر لیں، میں انہیں اجازت نہیں دیتا۔

یہ حدیث مناقب حضرت فاطمہ میں گزر چکی ہے۔ یہاں جتنی حدیث مذکور ہے اس سے باب کو کوئی مناسبت نہیں، لیکن کتاب النکاح، باب: ''ذب الرجل عن ابنته'' میں جو تفصیل ہے اس سے یک گونہ مناسبت ہے۔ وہاں یہ ہے: مگر یہ کہ ابن ابی طالب میری بیٹی کو طلاق دے دے اور ان کی بیٹی سے نکاح کر لے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوجہل کی بیٹی سے نکاح کرنے پر اپنی صاحبزادی کی طلاق طلب فرمائی، اور خلع بھی طلاق ہی طلب کرنا ہے۔ نیز یہ افادہ فرمایا کہ زوجین میں اختلاف کا سبب دوسری شادی بھی بن سکتی ہے۔ ظاہر ہے کہ سبب شقاق کو شقاق سے پوری مناسبت ہے۔

بَابُ شَفَاعَةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ زَوْجِ بَرِيْرَةَ (ص ٧٩٥)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا بریرہ کے شوہر کے بارے میں سفارش کرنا

۲۴۲۴- عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ زَوْجَ بَرِيْرَةَ كَانَ عَبْدًا يُقَالُ لَهُ مُغِيْثٌ كَاَنِّىْ اَنْظُرُ اِلَيْهِ يَطُوْفُ خَلْفَهَا يَبْكِيْ وَدُمُوْعُهُ تَسِيْلُ عَلٰى لِحْيَتِهِ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِعَبَّاسٍ يَا عَبَّاسُ اَلَا تَعْجَبُ مِنْ حُبِّ مُغِيْثٍ بَرِيْرَةَ وَمِنْ بُغْضِ بَرِيْرَةَ مُغِيْثًا. فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْ رَاجَعْتِهِ. قَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ تَأْمُرُنِيْ؟ قَالَ اِنَّمَا اَنَا اَشْفَعُ. قَالَتْ لَا حَاجَةَ لِيْ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت بریرہ کے شوہر (حبشی) غلام تھے ان کا نام مغیث تھا گویا میں انہیں دیکھ رہا ہوں کہ (مدینہ کی گلیوں میں) ان کے پیچھے روتے ہوئے گھوم رہے ہیں اتنے کہ ان کے آنسو ڈاڑھی پر بہہ رہے ہیں۔ اس پر نبی ﷺ نے حضرت عباس سے کہا: اے عباس! مغیث کی بریرہ کے ساتھ محبت اور بریرہ کے مغیث کے ساتھ بغض پر آپ کو تعجب نہیں پھر نبی ﷺ نے حضرت بریرہ سے کہا: کاش! تم رجعت کر لیتی حضرت بریرہ نے کہا: یا رسول اللہ! آپ مجھے حکم دیتے ہیں؟ فرمایا: میں سفارش کرتا ہوں تو حضرت بریرہ نے کہا: مجھے اس کی کوئی حاجت نہیں۔

امام بخاری نے اس حدیث کو یہاں چار طریقوں سے روایت کیا ہے۔ چاروں طریقوں میں یہ ہے کہ بریرہ کے شوہر غلام تھے لیکن ترمذی اور نسائی اور ابن ماجہ میں اُمّ المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ بریرہ جب آزاد ہوئیں تو ان کے شوہر آزاد تھے اور ان کو اختیار دیا گیا۔ تطبیق یہ ہے کہ بریرہ کے آزاد ہونے سے پہلے وہ غلام تھے لیکن جس وقت بریرہ آزاد ہوئیں تو وہ آزاد تھے۔ اس سے یہ ثابت ہوا کہ کنیز اگر کسی کی بیوی ہو خواہ اس کا شوہر آزاد ہو یا غلام تو اسے خیار حاصل ہے۔ چاہے تو اپنے سابق شوہر کے نکاح میں رہے اور چاہے تو اپنے نفس کو اختیار کر کے اس سے علیحدہ ہو جائے شوہر آزاد ہو یا غلام۔

قصہ یہ تھا کہ حضرت بریرہ کسی انصاری کی کنیز تھیں۔ اُمّ المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے انہیں خرید کر آزاد کر دیا۔ اس موقع پر انہوں نے اپنے نفس کو اختیار کر لیا اور وہ اپنے شوہر مغیث کے نکاح سے باہر ہو گئیں۔

بَابُ
[البقرہ:۲۲۱ کی تفسیر]

قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى ﴿وَلَا تَنْكِحُوا الْمُشْرِكَاتِ حَتّٰى يُؤْمِنَّ وَلَاَمَةٌ مُّؤْمِنَةٌ خَيْرٌ مِّنْ مُّشْرِكَةٍ وَّلَوْ اَعْجَبَتْكُمْ﴾ (البقرۃ:۲۲۱) (ص۷۹۶)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: مشرکہ عورتوں سے نکاح نہ کرو یہاں تک کہ وہ ایمان لے آئیں اور بے شک مومن باندی مشرکہ سے بہتر ہے اگرچہ ان کا حسن تم کو لبھائے۔

۲۴۲۵- ح: [لَا يُجَوِّزُ عَبْدُ اللّٰهِ ابْنُ عُمَرَ النِّكَاحَ بِالنَّصْرَانِيَّةِ وَالْيَهُوْدِيَّةِ]

حضرت ابن عمر نصرانیہ اور یہودیہ سے نکاح جائز نہیں جانتے تھے

۲۴۲۵- عَنْ نَافِعٍ اَنَّ ابْنَ عُمَرَ كَانَ اِذَا سُئِلَ عَنْ نِكَاحِ النَّصْرَانِيَّةِ وَالْيَهُوْدِيَّةِ قَالَ اِنَّ اللّٰهَ حَرَّمَ الْمُشْرِكَاتِ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ وَلَا اَعْلَمُ مِنَ الْاِشْرَاكِ شَيْئًا اَكْبَرَ مِنْ اَنْ تَقُوْلَ الْمَرْاَةُ رَبُّهَا عِيْسٰى وَهُوَ عَبْدٌ مِّنْ عِبَادِ اللّٰهِ

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے جب نصرانیہ اور یہودیہ سے نکاح کے بارے میں پوچھا جاتا تو وہ کہتے: بے شک اللہ نے مشرک عورتوں کو مومن مردوں پر حرام فرمایا اور میں اس سے زیادہ اور کوئی شرک نہیں جانتا کہ ایک عورت کہے کہ اس کا رب عیسیٰ ہے حالانکہ وہ اللہ کے بندوں میں سے ایک بندے ہیں۔

حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے آیت مذکورہ ذکر کر دی مگر انہوں نے یہ واضح نہیں فرمایا کہ ان کا مقصد کیا ہے؟ یہ آیت

کریمہ اپنے عموم پر ہے یا اس میں تخصیص ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا مذہب یہ ہے کہ یہ اپنے عموم پر ہے اور اس میں یہود و نصاریٰ داخل ہیں اس لیے کہ وہ بھی مشرک ہیں لیکن انہیں چھوڑ کر تمام صحابۂ کرام اور پوری اُمت کا مذہب یہ ہے کہ اہل کتاب اس سے مستثنیٰ ہیں جیسا کہ سورۂ مائدہ میں فرمایا: ''وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتَابَ مِنْ قَبْلِكُمْ'' (المائدہ:۵) اور جن کو تم سے پہلے کتاب دی گئی ان میں سے پارسا عورتیں تمہارے لیے حلال ہیں' اور اس پر بھی اجماع ہے کہ اہل کتاب صرف یہود و نصاریٰ ہیں اور تحقیق یہ ہے کہ یہودیہ و نصرانیہ عورت سے نکاح صحیح ہونے کا مطلب یہ ہے کہ نکاح کے بعد ان سے ہم بستری حرام نہ ہوگی۔ اولاد حرام نہ ہوگی صحیح النسب ہوگی مگر یہودیہ نصرانیہ سے نکاح کرنا مکروہ تحریمی ہے۔ آج کل یورپ کے عیسائی بننے والے عیسائی نہ رہے دہریہ ملحد ہیں۔ جب عیسائی نہ رہے تو اہل کتاب نہ رہے' ان عورتوں سے نکاح کرنا حرام ہے۔

بَابُ نِكَاحِ مَنْ اَسْلَمَ مِنَ الْمُشْرِكَاتِ وَعِدَّتِهِنَّ (ص۷۹۶)

مشرک عورتوں میں سے جو مسلمان ہوں ان کے نکاح اور عدت کا بیان

٢٤٢٦ - وَقَالَ عَطَاءٌ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ كَانَ الْمُشْرِكُوْنَ عَلٰى مَنْزِلَتَيْنِ مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالْمُؤْمِنِيْنَ' كَانُوْا مُشْرِكِيْ اَهْلِ حَرْبٍ' يُقَاتِلُهُمْ وَيُقَاتِلُوْنَهُ' وَمُشْرِكِيْ اَهْلِ عَهْدٍ' لَا يُقَاتِلُهُمْ وَلَا يُقَاتِلُوْنَهُ' وَكَانَ اِذَا هَاجَرَتِ امْرَاَةٌ مِنْ اَهْلِ الْحَرْبِ لَمْ تُخْطَبْ حَتّٰى تَحِيْضَ وَتَطْهُرَ' فَاِذَا طَهُرَتْ حَلَّ لَهَا النِّكَاحُ' فَاِنْ هَاجَرَ زَوْجُهَا قَبْلَ اَنْ تَنْكِحَ' رُدَّتْ اِلَيْهِ' وَاِنْ هَاجَرَ عَبْدٌ مِّنْهُمْ اَوْ اَمَةٌ' فَهُمَا حُرَّانِ' وَلَهُمَا مَا لِلْمُهَاجِرِيْنَ' ثُمَّ ذَكَرَ مِنْ اَهْلِ الْعَهْدِ مِثْلَ حَدِيْثِ مُجَاهِدٍ وَاِنْ هَاجَرَ عَبْدٌ اَوْ اَمَةٌ لِلْمُشْرِكِيْنَ اَهْلِ الْعَهْدِ لَمْ يُرَدُّوْا. وَرُدَّتْ اَثْمَانُهُمْ. وَقَالَ عَطَاءٌ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ كَانَتْ قُرَيْبَةُ بِنْتُ اَبِيْ اُمَيَّةَ عِنْدَ عُمَرَ ابْنِ الْخَطَّابِ' فَطَلَّقَهَا فَتَزَوَّجَهَا مُعَاوِيَةُ بْنُ اَبِيْ سُفْيَانَ' وَكَانَتْ اُمُّ الْحَكَمِ ابْنَةُ اَبِيْ سُفْيَانَ تَحْتَ عِيَاضِ بْنِ غَنْمٍ الْفِهْرِيِّ' فَطَلَّقَهَا فَتَزَوَّجَهَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُثْمَانَ الثَّقَفِيُّ.

اور عطاء نے کہا: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور مومنین کے تعلق سے مشرکین دو فریق تھے۔ ایک اہل حرب جو مسلمانوں سے لڑتے تھے اور مسلمان ان سے لڑتے تھے اور دوسرے مشرکین اہل عہد جو نہ مسلمانوں سے لڑتے تھے اور نہ مسلمان ان سے لڑتے تھے اور جب اہل حرب کی کوئی عورت ہجرت کرتی تو جب اسے حیض آ جاتا اور وہ پاک ہو جاتی تو اسے نکاح کا پیغام دیا جاتا' جب وہ پاک ہو جاتی تو اسے نکاح کرنا حلال ہو جاتا۔ اگر نکاح سے پہلے اس کا شوہر ہجرت کر لیتا تو اسے لوٹا دی جاتی اور اگر ان میں سے کوئی باندی یا غلام ہجرت کرتے تو وہ دونوں آزاد ہو جاتے اور انہیں وہی حقوق حاصل ہوتے جو مہاجرین کو حاصل تھے' پھر ذکر کیا اہل عہد کا قصہ مجاہد کی حدیث کے مثل' اور اگر مشرکین اہل عہد کا کوئی غلام یا باندی ہجرت کرتی تو وہ لوٹائے نہیں جاتے' ان کی قیمتیں دے دی جاتیں۔ عطاء نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہوئے کہا کہ قریبہ بنت ابی امیہ حضرت عمر بن خطاب کے پاس تھی۔ انہوں نے اس کو طلاق دے دی تو اس سے حضرت معاویہ بن ابوسفیان نے نکاح کر لیا اور ابوسفیان کی بیٹی ام الحکم عیاض بن غنم فہری کی زوجیت میں تھی۔ انہوں نے اس کو طلاق دے دی تو عبداللہ بن عثمان ثقفی نے اس سے نکاح کر لیا۔

''مثل حديث مجاهد'' سے کیا مراد ہے؟ اس میں ایک احتمال یہ ہے کہ اس سے مراد بعد کی روایت ہے: ''وان هاجر عبد او امة الخ'' اور ایک احتمال یہ ہے کہ اس سے مراد کوئی اور کلام ہو جو اہل عہد کی عورتوں سے متعلق ہو مگر وہ کیا ہے اس کی تعیین کوئی

نہیں کریں گے۔ امام عبد بن حمید نے "وان فاتکم شیء من ازواجکم الی الکفار فعاقبتم" بہ طریق ابن ابی نجیح امام مجاہد سے یہ تفصیل نقل کی ہے کہ اگر قریش سے مالِ غنیمت ان کو ملے تو جن کی بیویاں چلی گئیں انہیں اُتنا دو جو انہوں نے عوض دیا تھا یعنی مہر۔

بَابٌ إِذَا أَسْلَمَتِ الْمُشْرِكَةُ أَوِ النَّصْرَانِيَّةُ تَحْتَ الذِّمِّيِّ أَوِ الْحَرْبِيِّ (ص٧٩٦)

جب وہ مشرکہ یا نصرانیہ اسلام لائے جو ذمی یا حربی کی زوجیت میں ہو

ت٦٧٧ - عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ إِذَا أَسْلَمَتِ النَّصْرَانِيَّةُ قَبْلَ زَوْجِهَا بِسَاعَةٍ حَرُمَتْ عَلَيْهِ.

نصرانیہ اپنے شوہر سے تھوڑی دیر پہلے اسلام قبول کرے تو اس پر حرام ہو جائے گی۔

ت٦٧٨ - سُئِلَ عَطَاءٌ عَنِ امْرَأَةٍ مِنْ أَهْلِ الْعَهْدِ أَسْلَمَتْ، ثُمَّ أَسْلَمَ زَوْجُهَا فِي الْعِدَّةِ، أَهِيَ امْرَأَتُهُ؟ قَالَ لَا، إِلَّا أَنْ تَشَاءَ هِيَ بِنِكَاحٍ جَدِيدٍ وَصَدَاقٍ.

امام عطاء سے ذمی عورت کے بارے میں سوال ہوا کہ جو مسلمان ہوگئی، پھر عدت میں اس کا شوہر مسلمان ہو گیا۔ کیا یہ اس کی عورت ہے؟ فرمایا: نہیں! مگر یہ کہ وہ عورت چاہے نکاح جدید اور مہر کے ساتھ۔

ت٦٧٩ - وَقَالَهُ مُجَاهِدٌ إِذَا أَسْلَمَ فِي الْعِدَّةِ يَتَزَوَّجُهَا وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى ﴿لَا هُنَّ حِلٌّ لَّهُمْ وَلَا هُمْ يَحِلُّوْنَ لَهُنَّ﴾ (الممتحنہ:١٠).

اور مجاہد نے کہا: جب عدت میں اسلام لائے اس کا شوہر اس سے نکاح کرے اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: کافر عورتیں نہ مسلمانوں کو حلال ہیں اور نہ مسلمان مرد ان کے لیے حلال ہیں۔

امام بخاری یہ آیت امام مجاہد کے قول کی تائید میں لائے ہیں۔ اس کی صورت یہ ہے کہ ایک عورت مسلمان ہوئی اور اس کا شوہر مسلمان نہیں ہوا تو نکاح ختم نہیں ہوا، پھر اس کا شوہر مسلمان ہوا اگرچہ عدت ہی میں تو جدید نکاح کی ضرورت ہے۔

ت٦٨٠ - وَقَالَ الْحَسَنُ وَقَتَادَةُ فِي مَجُوْسِيَّيْنِ أَسْلَمَا هُمَا عَلٰى نِكَاحِهِمَا، وَإِذَا سَبَقَ أَحَدُهُمَا صَاحِبَهُ وَأَبَى الْآخَرُ بَانَتْ، لَا سَبِيْلَ لَهُ عَلَيْهَا.

امام حسن اور قتادہ نے مجوسی مرد و عورت کے بارے میں فرمایا: اگر دونوں ساتھ ساتھ مسلمان ہوئے تو اپنے نکاح پر ہیں اور جب ان میں سے ایک پہلے مسلمان ہوا اور دوسرے نے اسلام لانے سے انکار کیا تو نکاح ختم ہو گیا۔ مرد کے لیے اس پر کوئی راہ نہیں رہی۔

ت٦٨١ - وَقَالَ ابْنُ جُرَيْجٍ قُلْتُ لِعَطَاءٍ امْرَأَةٌ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ جَاءَتْ إِلَى الْمُسْلِمِيْنَ، أَيُعَاوَضُ زَوْجُهَا مِنْهَا لِقَوْلِهِ تَعَالٰى ﴿وَاٰتُوْهُمْ مَّآ أَنْفَقُوْا﴾؟ (الممتحنہ:١٠) قَالَ لَا، إِنَّمَا كَانَ ذَاكَ بَيْنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَبَيْنَ أَهْلِ الْعَهْدِ.

ابن جریج نے کہا: میں عطاء سے پوچھا: مشرکین کی کوئی عورت مسلمانوں کے پاس آئی، کیا اس کے شوہر کو اس کا عوض دیا جائے گا؟ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی وجہ سے: اور انہیں دو جو انہوں نے خرچ کیا ہے۔ فرمایا: نہیں! یہ معاملہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور اہل عہد کے درمیان تھا۔

ت٦٨٢ - وَقَالَ مُجَاهِدٌ هٰذَا كُلُّهُ فِي صُلْحٍ بَيْنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَبَيْنَ قُرَيْشٍ.

اور امام مجاہد نے کہا: یہ سب نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور قریش کی صلح کی مدت میں تھا۔

قول محقق یہ ہے کہ زوجین اگر ساتھ ساتھ ایمان قبول کریں تو دونوں کا سابق نکاح باقی رہے گا اور اگر ان میں سے کسی نے پہلے اسلام قبول کیا تو دوسرے پر اسلام پیش کیا جائے گا۔ اگر وہ اسلام قبول کر لے تو سابق نکاح باقی رہے گا اور اگر انکار کرے تو نکاح فسخ

ہو جائے گا۔ حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ نے فتح مکہ کی رات میں مرّ الظہران میں اسلام قبول کر لیا' جب وہ مکہ گئے تو ان کی زوجہ ہندہ بنت عتبہ نے ان کی ڈاڑھی پکڑ لی اور ان کے مسلمان ہونے کو ناپسند کیا۔ حضرت ابوسفیان نے اشارہ کیا تم بھی مسلمان ہو جاؤ' انہوں نے بھی اسلام قبول کر لیا۔ ان کے علاوہ حضرت حکیم بن حزام' حضرت عکرمہ بن ابوجہل وغیرہ کے بارے میں بھی ہے۔ ان کی اہلیہ نے پہلے ایمان قبول کیا پھر ان کی فرمائش پر حضرت عکرمہ نے قبول کیا۔ اس کے علاوہ اور بھی صحابہ اور صحابیات ایسے ہیں جن کے اسلام قبول کرنے میں تقدم اور تاخر ہوا مگر کسی میں تفریق نہیں کی گئی اور نہ تجدید نکاح ہوا۔

بَابٌ [البقرہ:۲۲۶۔۲۲۷ کی تفسیر]

قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى ﴿لِلَّذِيْنَ يُؤْلُوْنَ مِنْ نِّسَائِهِمْ تَرَبُّصُ اَرْبَعَةِ اَشْهُرٍ﴾ .اِلٰى قَوْلِهِ ﴿سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ﴾ (البقرہ: ۲۲۶-۲۲۷).

اللہ تعالیٰ کے ارشاد کی تفسیر: ''جو لوگ اپنی عورتوں کے پاس جانے کی قسم کھا بیٹھتے ہیں انہیں چار مہینے کی مہلت ہے'' سے آخر ''تو اللہ سنتا جانتا ہے'' تک۔

فَاِنْ فَاءُوْا رَجَعُوْا. (ص ۷۹۷)

''فاؤوا'' کا معنی ہے کہ وہ رجوع کر لیں۔

توضیح......(ایلاء کا بیان)

زمانۂ جاہلیت میں یہ دستور تھا کہ کچھ بے غیرت مرد اپنی عورتوں سے مال طلب کرتے۔ اگر وہ مال دے دیتیں تو فبہا ورنہ سال دو سال' تین سال اور اس سے زائد عرصے تک ان کے پاس نہ جانے اور ہم بستری نہ کرنے کی قسم کھا لیتے اور انہیں معلق چھوڑ دیتے۔ نہ وہ بے شوہر تھیں کہ کہیں اپنا ٹھکانہ کر لیں نہ شوہر دار کہ شوہر سے آرام پاتیں۔ اسلام نے اس ظلم کو مٹایا اور ایسی قسم کھانے والوں کے لیے چار مہینے کی مدت معین فرما دی کہ ان لوگوں کے لیے چار مہینے انتظار کی مہلت ہے۔ اس عرصے میں شوہر خوب سوچ سمجھ لے۔ اگر اسے رکھنا چاہے تو اس مدت کے اندر رجوع کرے' اس صورت میں نکاح باقی رہے اور شوہر پر قسم کا کفارہ لازم ہوگا اور اس مدت میں رجوع نہیں کیا اور قسم نہ توڑی تو عورت نکاح سے باہر ہو گئی اور اس پر طلاق بائن واقع ہو گئی۔ اس صورت میں رجوع ہم بستری ہی سے ہوگا اور اگر کسی وجہ سے مرد ہم بستری پر قادر نہ ہو تو شوہر یہ کہہ دے کہ جب ہم بستری کی قدرت ہو گی ہم بستری کروں گا' یہ بھی رجوع ہے۔ اس کو اصطلاح فقہ میں ایلاء کہتے ہیں۔ ایلاء کے لغوی معنی قسم کھانے کے ہیں۔ فقہ کی اصطلاح میں ایلاء اسے کہتے ہیں کہ شوہر یہ قسم کھا لے کہ میں عورت سے چار مہینے یا اس سے زائد ہم بستری نہیں کروں گا یا کسی مدت کا ذکر کیے بغیر یوں کہے: میں تجھ سے صحبت نہیں کروں گا۔ اس کی پوری بحث ''کتاب الصلوٰۃ'' میں گزر چکی ہے۔

۲۴۲۷- ح: [يَجِبُ عَلَى الْبَعْلِ اَنْ يُّطَلِّقَ زَوْجَتَهٗ بِالْمَعْرُوْفِ بَعْدَ مُدَّةِ الْاِيْلَاءِ]

ایلاء کی مدت ختم ہونے کے بعد شوہر پر واجب ہے کہ بیوی کو بھلائی کے ساتھ طلاق دے دے

۲۴۲۷ - عَنْ نَّافِعٍ اَنَّ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا كَانَ يَقُوْلُ فِي الْاِيْلَاءِ الَّذِيْ سَمَّى اللّٰهُ لَا يَحِلُّ لِاَحَدٍ بَعْدَ الْاَجَلِ اِلَّا اَنْ يُّمْسِكَ بِالْمَعْرُوْفِ' اَوْ يَعْزِمَ الطَّلَاقَ كَمَا اَمَرَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ.

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما اس ایلاء کے بارے میں کہتے تھے جس کو اللہ تعالیٰ نے ذکر فرمایا ہے: میعاد پوری ہونے کے بعد کسی کو حلال نہیں مگر یہ کہ بھلائی کے ساتھ روکے یا طلاق کا پختہ ارادہ کر لے جیسا کہ اللہ عزوجل نے اس کو حکم دیا ہے۔

۲۴۲۸- ح: [لَا يُطَلَّقُ بَعْدَ مُدَّةِ الْاِيْلَاءِ

ایلاء کی مدت گزرنے کے بعد طلاق نہیں پڑنے کی

حَتّٰی یُطَلِّقَ الرَّجُلُ] جب تک شوہر طلاق نہ دے گا

٢٤٢٨- عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ إِذَا مَضَتْ أَرْبَعَةُ أَشْهُرٍ يُوْقَفُ حَتّٰی يُطَلِّقَ، وَلَا يَقَعُ عَلَيْهِ الطَّلَاقُ حَتّٰی يُطَلِّقَ.

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا: جب چار مہینے گزر جائیں تو موقوف رہے گی یہاں تک کہ شوہر طلاق دے دے اور طلاق واقع نہیں ہوگی یہاں تک کہ شوہر طلاق دے دے۔

ت ٦٨٣- وَيُذْكَرُ ذٰلِكَ عَنْ عُثْمَانَ، وَعَلِيٍّ، وَأَبِي الدَّرْدَاءِ، وَعَائِشَةَ، وَاثْنَيْ عَشَرَ رَجُلًا مِّنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

اور یہی یعنی توقف حضرت عثمان، حضرت علی، حضرت ابودرداء اور حضرت عائشہ اور بارہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ذکر کیا جاتا ہے۔

[ہمارا مذہب اور اس کے دلائل]

ہمارا مذہب وہ ہے جو اوپر مذکور ہوا کہ اگر شوہر نے مدت میں رجوع نہیں کیا تو عورت پر طلاق پڑ جائے گی جیسا کہ طبرانی نے سند صحیح کے ساتھ حضرت ابن مسعود سے اور دوسری غیر مجروح سند کے ساتھ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ فرمایا: ایلاء میں اگر چار مہینے گزر جائیں اور شوہر رجوع نہ کرے تو اس پر طلاق بائن پڑ جائے گی۔ نیز سند حسن کے ساتھ حضرت علی اور حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہما سے اسی کے مثل مروی ہے نیز امام سعید بن منصور نے بہ طریق جابر بن زید روایت کیا کہ جب ایلاء کرے اور چار مہینے گزر جائیں تو اس پر طلاق بائن پڑ جائے گی اور اس پر عدت نہیں اور امام قاضی اسماعیل نے سند صحیح کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی اسی کے مثل روایت کیا۔ ہدایہ میں فرمایا کہ ہمارا مذہب حضرت عثمان، حضرت علی اور عبادلہ ثلثہ اور زید بن ثابت سے مروی ہے۔ عینی میں ہے کہ یہی حضرت عمر بن خطاب، حضرت عثمان بن عفان اور حضرت علی بن ابی طالب اور حضرت عبداللہ بن مسعود اور حضرت عبداللہ بن عباس اور حضرت عبداللہ بن عمر و اور حضرت زید بن ثابت سے مروی ہے اور درایت کا بھی مقتضیٰ یہی ہے۔ سابقاً گزر چکا کہ آیت ایلاء زمانۂ جاہلیت کے اس ظلم کو دفع کرنے کے لیے نازل ہوئی ہے۔ اگر میعاد گزرنے کے بعد توقف ہی رہے گا تو خدا ناترس حریص عورت کو لٹکائے رہیں گے ان کے ظلم کا دفعیہ اسی طرح ہوگا کہ مدت ایلاء ختم ہونے کے بعد عورت نکاح سے باہر ہو جائے۔ یہ مفصل ہے اور حضرت امام بخاری نے جو فرمایا وہ مبہم ہے، نیز انہوں نے اسے صیغۂ تمریض سے ذکر فرمایا ہے۔

بَابُ حُكْمِ الْمَفْقُوْدِ فِيْ أَهْلِهٖ وَمَالِهٖ (ص ٧٩٧)

مفقود کا حکم اس کے اہل اور مال کے بارے میں

توضیح

مفقود وہ مرد ہے جس کا کچھ پتہ نہ ہو یہ بھی معلوم نہیں کہ زندہ ہے یا مر گیا۔ ہمارا مذہب مفقود کے بارے میں یہ ہے کہ عورت شوہر کے ہم جولیوں کی موت تک انتظار کرے گی۔ سالوں کی تعیین کے بارے میں ایک قول یہ ہے کہ ایک سو بیس سال کی عمر تک انتظار کرے گی یعنی جب شوہر کی عمر ایک سو بیس سال کی ہو جائے تو قاضی اس کی موت کا حکم کرے گا، لیکن فتویٰ اس پر دیا جاتا ہے کہ جب شوہر کی عمر ستر سال کی ہو جائے تو اس کی موت کا حکم دیا جائے گا اس لیے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اَعْمَارُ اُمَّتِيْ مَا بَيْنَ سِتِّيْنَ اِلٰى سَبْعِيْنَ" میری امت کی عمریں ساٹھ سال سے ستر تک ہیں[1]۔ لیکن اب زمانے کا لحاظ کرتے ہوئے اور فتنوں سے بچنے

[1] ترمذی۔ کتاب الدعوات ابن ماجہ۔ کتاب الزھد

کے سلسلے ہمارے علماء نے بھی حالت ملجئہ کے وقت عورت کے لیے جب کوئی چارۂ کار نہ ہو تو حضرت امام مالک کے مذہب پر عمل کرنے کی اجازت دی ہے۔

بعض ترقی یافتہ ہمارے علماء یہ فرماتے ہیں کہ جب ضرورت شرعیہ کی بناء پر امام مالک کے مذہب پر عمل کی اجازت ہے تو کیوں نہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے مذہب پر عمل کی اجازت دی جائے' اس میں زیادہ آسانی ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ مذہب امام شافعی میں زیادہ آسانی ہے کہ چٹ منگنی پٹ بیاہ ہو جائے لیکن اس پر عمل اس کے بہ نسبت امام مالک کے مذہب پر عمل کرنے میں ''لِم'' یہ ہے کہ بعض دفعہ آپس کے مناقشہ یا اور الجھنوں کی بناء پر شوہر اپنے آپ کو چھپائے رکھتا ہے اور جب اس کو یہ معلوم ہو جائے کہ اگر میں اپنے آپ کو ظاہر نہیں کروں گا تو میری بیوی دوسرا نکاح کر لے گی تو ظاہر کر دیتا ہے اور حضرت امام مالک کے مذہب پر عمل کرنے میں اس کا زیادہ موقع ہے' اس لیے ہمارے علماء نے اس کو اختیار کیا۔ عورت قاضی کے یہاں دعویٰ کرے گی۔ قاضی تحقیق حال کرے گا' پھر چار سال مہلت دی جائے گی۔ اس میں ظن غالب ہے کہ شوہر کو یہ سب علم ہو جائے گا اور وہ ظاہر ہونا چاہے تو وہ ظاہر ہو جائے گا' اس لیے حضرت امام مالک کا مذہب حضرت امام شافعی کی بہ نسبت احتیاط کے زیادہ قریب ہے۔

ان کا مذہب یہ ہے کہ مفقود الخبر کی عورت قاضی کے یہاں درخواست کرے۔ قاضی اس کو مزید چار سال انتظار کا حکم کرے۔ چار سال پورا ہونے پر بھی کچھ پتہ نہ چلے تو قاضی مفقود کی موت کا حکم کرے۔ اس حکم کے بعد عورت عدتِ وفات چار ماہ دس دن گزار کر کہیں نکاح کر سکتی ہے۔ واللہ اعلم!

یہ حکم بہ ضرورت صرف نکاح کے لیے ہے لیکن میراث کے سلسلے میں اب بھی فتویٰ وہی ہے کہ جب اس کی عمر کے ستر سال پورے ہو جائیں تو میراث کے احکام جاری کیے جائیں۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ جب اس کی عمر کے ستر سال پورے ہو جائیں اس وقت اس کے جو وارث موجود ہوں گے انہیں میں اس کی میراث تقسیم ہو گی اور جو اس سے پہلے مر گئے وہ وارث نہ ہوں گے۔ اسی طرح مفقود بھی ان کا وارث نہ ہو گا جو اس اثناء میں مرے ہوں۔

ت٦٨٤ - وَقَالَ ابْنُ الْمُسَيَّبِ إِذَا فُقِدَ فِي الصَّفِّ عِنْدَ الْقِتَالِ تَرَبَّصُ امْرَأَتُهُ سَنَةً.

اور ابن مسیب نے کہا کہ جب کوئی لڑائی کے وقت صف میں مارا جائے تو اس کی عورت سال بھر انتظار کرے۔

ت٦٨٥ - وَاشْتَرَى ابْنُ مَسْعُوْدٍ جَارِيَةً وَالْتَمَسَ صَاحِبَهَا سَنَةً، فَلَمْ يَجِدْهُ، وَفُقِدَ، فَاَخَذَ يُعْطِي الدِّرْهَمَ وَالدِّرْهَمَيْنِ، وَقَالَ اَللّٰهُمَّ عَنْ فُلَانٍ فَإِنْ اَتٰى فُلَانٌ فَلِيْ وَعَلَيَّ، وَقَالَ هٰكَذَا فَافْعَلُوْا بِاللُّقْطَةِ.

اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے ایک لونڈی خریدی اور اس کے مالک کو سال بھر تلاش کیا' اسے نہیں پایا اور وہ غائب ملا تو وہ مسکینوں کو ایک' دو درہم دیتے اور کہتے: اے اللہ! یہ فلاں کی طرف سے ہے۔ پس اگر وہ آ گیا تو میرے لیے اس کا ثواب ہے اور مجھ پر اس کی قیمت ہے اور کہا: ایسے ہی لقطہ میں کرو۔

ت٦٨٦ - وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ نَحْوَهُ.

اور حضرت ابن عباس نے بھی اسی کے مثل فرمایا۔

اس کا حاصل یہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اور حضرت سعید بن مسیب کا مذہب یہ تھا کہ مفقود کا سال بھر تک انتظار کیا جائے۔ اگر سال پورا ہو جائے اور وہ نہ آئے تو اس کی عورت دوسرا نکاح کر سکتی ہے اور اس کی میراث تقسیم کر دی جائے گی۔

ت٦٨٧ - وَقَالَ الزُّهْرِيُّ فِي الْاَسِيْرِ يُعْلَمُ مَكَانُهُ لَا تَتَزَوَّجُ امْرَاَتُهُ، وَلَا يُقْسَمُ مَالُهُ، فَإِذَا انْقَطَعَ خَبَرُهُ

اور امام زہری نے اس اسیر کے بارے میں فرمایا کہ جس کی جگہ جانی جاتی ہو: اس کی عورت شادی نہیں کرے گی اور اس کا مال

فَسُنَّتُهُ سُنَّةُ الْمَفْقُوْدِ. تقسیم نہیں کیا جائے گا۔ جب اس کی خبر منقطع ہو جائے تو اس پر مفقود کا حکم جاری کیا جائے گا۔

باب سے یہ نہیں ظاہر ہوتا کہ امام بخاری کا مفقود کے بارے میں کیا مذہب ہے لیکن باب کے ضمن میں جو تعلیقات لائے ہیں پھر لقطے والی جو حدیث ذکر کی ہے اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ان کا مذہب بھی یہی ہے کہ سال بھر تک اس کا انتظار کیا جائے گا اور سال بھر کے بعد اس کی موت کا حکم دیا جائے گا' لیکن علامہ عینی نے امام بخاری کا مذہب یہ بتایا کہ جب تک مفقود کی وفات کا علم نہ ہو جائے نہ اس کی عورت دوسری شادی کر سکتی ہے نہ اس کا مال تقسیم کیا جائے گا۔

مفقود کی زوجہ کا مسئلہ بڑا سنگین اور حساس ہے۔ اگر اس کی عورت دوسرا نکاح کر لے اور اس کا پہلا شوہر آ جائے تو سنسنی پھیل جاتی ہے۔ خود میرے یہاں ایک معاملہ پیش ہوا۔ کچھ لوگ ایک عورت کو لے کر آئے اور یہ بیان دیا کہ اس کا شوہر برسوں سے غائب ہے۔ چار یا چھ سال بتایا تھا کہ اس کی کوئی خبر نہیں ملتی۔ بہت تلاش کیا گیا کہیں پتہ نہیں' کچھ معلوم نہیں زندہ ہے یا مر گیا۔ اس عورت نے بھی یہی بیان دیا۔ میں نے اس سے جرحی سوالات کیے لیکن کہیں سے بھی کوئی شبہہ نہیں ہوا کہ یہ غلط بیانی کر رہی ہے۔ دو متشرع مردوں نے اس پر گواہی بھی دی۔ جب مجھے ہر طرح اطمینان ہو گیا کہ اس عورت کا شوہر مفقود الخبر ہے میں نے ان سے کہا کہ جائیے ایک ہفتے کے بعد فلاں تاریخ کو اس کے باپ کو لے کر آیئے۔ ان لوگوں نے کہا کہ ہمارے بلانے پر نہیں آئے گا' آپ کچھ لکھ دیجیے۔ میں نے ان کو شوہر کے باپ کی طلبی کی تحریر لکھ کر دی' وہ لوگ چلے گئے۔ غالباً چوتھے یا پانچویں دن ایک شخص دو آدمیوں کو لے کر آیا۔ اس نے بتایا کہ میں اس عورت کا شوہر ہوں اور میں امرتسر ایک سکھ کے قبضے میں تھا۔ وہ مجھے آنے نہیں دیتا تھا۔ اتفاق ایسا ہوا کہ برسوں اس کا باپ مر گیا۔ وہ اس سب کا کریا کرم کرنے لے گئے۔ مجھے گھر کی حفاظت کے لیے چھوڑ گئے۔ اس طرح میں بھاگ کر آ گیا۔ گھر آنے کے بعد والد صاحب نے یہ قصہ سنایا تو میں آپ کے پاس آیا ہوں' اس لیے ہمارے علماء احناف نے اس باب میں بہت احتیاط برتی ہے۔

اس سلسلہ میں لوگ طرح طرح کے بہانے پیش کرتے ہیں لیکن اس کی صدہا نظیریں ہیں کہ جوانی کی حالت میں کسی عورت کا شوہر مر گیا۔ اس نے پارسائی و انتہائی شرافت کے ساتھ پوری زندگی گزار دی اور اب بھی عرفی شرفاء میں نکاح ثانی معیوب سمجھا جاتا ہے لیکن اس سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ کبھی کبھی مفقود کی زوجہ کے لیے نکاح ثانی کے لیے ضرورت شرعیہ درپیش ہو جاتی ہے۔ اسی لیے موجودہ علماء احناف نے خاص نکاح کے لیے حضرت امام مالک کے مذہب پر عمل کی اجازت دی ہے۔

بَابُ الظِّهَارِ [ظہار کا بیان]

وَقَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى ﴿قَدْ سَمِعَ اللّٰهُ قَوْلَ الَّتِیْ تُجَادِلُكَ فِیْ زَوْجِهَا وَتَشْتَكِیْٓ اِلَى اللّٰهِ وَاللّٰهُ يَسْمَعُ تَحَاوُرَكُمَا اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ بَصِيْرٌ ۝ اَلَّذِيْنَ يُظٰهِرُوْنَ مِنْكُمْ مِّنْ نِّسَآئِهِمْ مَّا هُنَّ اُمَّهٰتِهِمْ اِنْ اُمَّهٰتُهُمْ اِلَّا الّٰٓـىِٔیْ وَلَدْنَهُمْ وَاِنَّهُمْ لَيَقُوْلُوْنَ مُنْكَرًا مِّنَ الْقَوْلِ وَزُوْرًا وَاِنَّ اللّٰهَ لَعَفُوٌّ غَفُوْرٌ ۝ وَالَّذِيْنَ يُظٰهِرُوْنَ مِنْ نِّسَآئِهِمْ ثُمَّ يَعُوْدُوْنَ لِمَا قَالُوْا فَتَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّتَمَآسَّا ذٰلِكُمْ

اور اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی تفسیر: بے شک اللہ نے اس کی بات سنی جو تم سے اپنے شوہر کے معاملے میں بحث کرتی ہے اور اللہ سے شکایت کرتی ہے اور اللہ تم دونوں کی گفتگو سن رہا ہے' بے شک اللہ سنتا دیکھتا ہے ۝ اور تم میں جو لوگ اپنی بیویوں کو اپنی ماں کی جگہ کہہ بیٹھتے ہیں وہ ان کی مائیں نہیں' ان کی مائیں تو وہی ہیں جن سے وہ پیدا ہیں اور وہ بے شک بری اور جھوٹی بات کہتے ہیں' اور بے شک اللہ ضرور معاف کرنے والا اور بخشنے والا ہے ۝ اور جو لوگ اپنی

تُوْعَظُوْنَ بِهٖ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌO فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ مِنْ قَبْلِ اَنْ يَّتَمَاسَّا فَمَنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ فَاِطْعَامُ سِتِّيْنَ مِسْكِيْنًا﴾ (المجادلہ: ١-٤).

بیویوں کو اپنی ماں کی جگہ کہہ بیٹھیں پھر وہی کرنا چاہیں جس پر اتنی بڑی بات کہہ چکے تو ان پر ایک غلام آزاد کرنا لازم ہے قبل اس کے کہ ایک دوسرے کو ہاتھ لگائیں' یہ ہے جو نصیحت تمہیں کی جاتی ہے اور اللہ تمہارے کاموں سے خبر دار ہےO پھر جسے غلام نہ ملے تو لگاتار دو مہینے کے روزے اس پر ہیں قبل اس کے کہ ایک دوسرے کو ہاتھ لگائیں' پھر جس سے روزے بھی نہ ہو سکیں تو اس پر ساٹھ مسکینوں کو (دونوں وقت پیٹ بھر) کھانا کھلانا ہے۔

توضیح

عہد رسالت میں عرب میں ایک رسم ''ظہار'' کی تھی۔ شوہر اپنی بیوی سے خفا ہوتا تو ظہار کر لیا کرتا اور یہ زمانۂ جاہلیت میں طلاق تھا۔

ایک بی بی خولہ بنت ثعلبہ تھیں' ایک بار ان کے شوہر حضرت اوس بن صامت رضی اللہ عنہ نے ان کو اپنی طرف بلایا۔ انہوں نے انکار کر دیا' وہ کچھ زود رنج تھے۔ انہوں نے کہہ دیا: تو مجھ پر میری ماں کی پیٹھ کی مثل ہے' چونکہ زمانۂ جاہلیت میں ظہار طلاق میں شمار ہوتا تھا اس لیے وہ پچھتائے۔ ان کی زوجہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت عالی میں حاضر ہوئیں' سارا قصہ عرض کیا۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تو اس پر حرام ہوگئی' انہوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ پر کتاب نازل فرمائی! وہ طلاق کا لفظ نہیں بولا ہے اور وہ مجھے سب سے زیادہ پیارا ہے۔ اس پر بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تو اس پر حرام ہوگئی۔ اب انہوں نے عرض کیا: میں اپنے فاقہ اور تنہائی کی شکایت اللہ تعالیٰ سے کرتی ہوں۔ وہ زمانۂ دراز تک میرے ساتھ رہا۔ میرے بطن سے اس کے بہت بچے پیدا ہوئے۔ یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں یہی جانتا ہوں کہ تو اس پر حرام ہوگئی ہے۔ حضرت خولہ بار بار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض معروض کرتی رہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہی فرماتے رہے کہ تو اس پر حرام ہوگئی ہے۔

حضرت خولہ نے بے قرار ہو کر بلند آواز میں کہا: میں اپنے فاقہ اور سختی کی اللہ تعالیٰ سے شکایت کرتی ہوں: اے اللہ! اپنے نبی کی زبان پر کچھ نازل فرما' جس پر سورۂ مجادلہ نازل ہوئی۔

اصطلاحِ فقہ میں ظہار کے معنی یہ ہیں کہ اپنی بیوی یا اس کے کسی جزء شائع کو مثلاً آدھے یا تہائی جزء کو یا ایسے جزء کو جس سے کل کی تعبیر ہوتی ہو ایسی عورت سے تشبیہ دینا جو اس پر ہمیشہ کے لیے حرام ہو یا اس کے کسی ایسے عضو سے تشبیہ دینا جس کا دیکھنا حرام ہو' مثلاً یہ کہا کہ تو مجھ پر میری ماں کے مثل ہے یا تیرا سر یا تیری گردن یا تیرا آدھا جسم میری ماں کی پیٹھ کے مثل ہے۔

اسلام میں ظہار طلاق نہیں' البتہ اس سے عارضی طور پر عورت حرام ہو جاتی ہے۔ اس سے کفارہ لازم آتا ہے۔ جب تک شوہر کفارہ ادا نہیں کرے گا عورت کو ہاتھ نہیں لگا سکتا۔ اس کا کفارہ یہ ہے کہ ایک غلام آزاد کرے اور اگر اس کی استطاعت نہ ہو تو دو مہینے مسلسل بلا ناغہ روزہ رکھے' اس کی بھی استطاعت نہ ہو تو ساٹھ مسکینوں کو دونوں وقت پیٹ بھر کھانا کھلائے۔

ت٦٨٨ - وَقَالَ لِىْ اِسْمَاعِيْلُ حَدَّثَنِىْ مَالِكٌ اَنَّهٗ سَاَلَ ابْنَ شِهَابٍ عَنْ ظِهَارِ الْعَبْدِ فَقَالَ نَحْوُ ظِهَارِ الْحُرِّ.

امام مالک نے کہا: میں نے ابن شہاب سے غلام کے ظہار کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے کہا کہ آزاد کے ظہار کے مثل ہے۔

ت ٦٨٩ - قَالَ مَالِكٌ وَصِيَامُ الْعَبْدِ شَهْرَانِ. امام مالک نے کہا: غلام کا روزہ دو مہینے ہے۔

یعنی ظہار میں جتنا کفارہ آزاد پر ہے اتنا ہی کفارہ غلام پر ہے۔ ایسا نہیں کہ غلام پر آدھا کفارہ واجب ہو جائے۔

ت ٦٩٠ - وَقَالَ الْحَسَنُ ظِهَارُ الْحُرِّ وَالْعَبْدِ مِنَ الْحُرَّةِ وَالْأَمَةِ سَوَاءٌ. اور امام حسن بصری نے کہا کہ آزاد اور غلام کا ظہار آزاد عورت اور باندی کے برابر ہے۔

اس قول میں ''اَمَۃٌ'' سے مراد وہ لونڈی ہے جو کسی کے نکاح میں ہو نہ کہ اپنی مملوکہ لونڈی جو کسی کے نکاح میں نہ ہو اس سے ظہار نہیں۔ ظہار کے لیے ضروری ہے کہ بیوی سے ظہار کے کلمات کہے خواہ آزاد ہو یا باندی۔

ت ٦٩١ - وَقَالَ عِكْرِمَةُ إِنْ ظَاهَرَ مِنْ أَمَتِهِ فَلَيْسَ بِشَيْءٍ، إِنَّمَا الظِّهَارُ مِنَ النِّسَاءِ. اور عکرمہ نے کہا: اگر اپنی باندی سے ظہار کیا تو کچھ نہیں، ظہار صرف بیویوں سے ہوتا ہے۔

وَفِي الْعَرَبِيَّةِ ﴿لِمَا قَالُوا﴾ أَيْ فِيمَا قَالُوا، وَفِي نَقْضِ مَا قَالُوا، وَهٰذَا أَوْلٰى، لِأَنَّ اللّٰهَ لَمْ يَدُلَّ عَلَى الْمُنْكَرِ وَقَوْلِ الزُّوْرِ. اور عربی زبان میں ''لِمَا قَالُوا'' معنی میں ''فِيمَا قَالُوا'' اور ''فِي نَقْضِ مَا قَالُوا'' کے معنی میں وارد ہے اور یہ مراد لینا زیادہ بہتر ہے اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے کسی برے فعل اور جھوٹ کا حکم نہیں دیا ہے۔

ارشاد تھا: ''وَالَّذِيْنَ يُظَاهِرُوْنَ مِنْ نِّسَآءِهِمْ ثُمَّ يَعُوْدُوْنَ لِمَا قَالُوْا فَتَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ. اَلْآيَة'' جو لوگ اپنی عورتوں سے ظہار کریں، پھر وہی کرنا چاہیں جس پر اتنی بڑی بات کہہ چکے تو ان پر ایک غلام آزاد کرنا واجب ہے قبل اس کے کہ ایک دوسرے کو ہاتھ لگائیں۔

اس آیت کریمہ میں ''ثُمَّ يَعُوْدُوْنَ لِمَا قَالُوْا'' سے مراد یہ ہے کہ ظہار کے بعد اپنی عورت سے قربت کرنا چاہیں لیکن ''ظاھر'' لفظ کا جو معنی متعارف ہے وہ اس کے مطابق معلوم نہیں ہوتا۔ ظاہر میں اس کا ترجمہ یہ ہوگا کہ پھر وہ لوگ دوبارہ اسی بات کو کہیں جو کہہ چکے یعنی دوبارہ ظہار کا کلمہ بولیں، جس کا صاف مطلب یہ ہے کہ ظہار کا کفارہ اس وقت واجب ہوگا جب مکرر ظہار کریں اور کفارہ کا جو فائدہ ہے اس کا بیان محذوف ہوگا جو آیت کے سیاق کے بالکل منافی ہے۔ آیت کا صریح سیاق یہ ہے کہ ظہار کے بعد اپنی بیوی سے ہم بستری کرنا چاہیں تو کفارہ دے دیں۔ اس شبہہ کو دور کرنے کے لیے امام بخاری فرماتے ہیں کہ یہاں ''لام'' معنی میں ''فی'' کے ہے یعنی جس کے بارے میں اتنی بڑی بات وہ کہہ چکے، یا یہ کہ ''لام'' معنی میں ''فی'' کے ہے اور مضاف محذوف ہے۔ ''اَيْ فِيْ نَقْضِ مَا قَالُوْا'' یعنی جو کہہ چکے اس کی تلافی کرنا چاہتے ہو اسے ختم کرنا چاہتے ہو۔ امام بخاری نے فرمایا: یہ معنی مراد لینا زیادہ بہتر ہے بہ نسبت اس کے کہ یہ کہا جائے کہ اس سے مراد لفظ ظہار کی تکرار ہے اور ظہار کو پہلے فرما چکا کہ یہ بری اور جھوٹی بات ہے اور ''ثُمَّ يَعُوْدُوْنَ'' سے اشارہ ملتا ہے کہ ایسا کرو۔ تو اگر اس سے مراد لفظ ظہار کی تکرار ہوتی تو لازم آتا کہ اللہ تعالیٰ نے بری اور جھوٹی بات کا حکم دیا ہے۔ یہ داؤد ظاہری کا رد ہے جنہوں نے کہا تھا کہ ''قول'' سے مراد کلمۂ اظہار کا تکرار ہے۔

بَابُ الْإِشَارَةِ فِي الطَّلَاقِ وَالْأُمُوْرِ (ص ٧٩٧)

طلاق اور دوسرے معاملات میں اشارے کا بیان

عام فقہاء نے فرمایا کہ طلاق اور دوسرے دینی معاملات میں ایسا اشارہ جو بالکل واضح ہو، جس میں کوئی خفا نہ ہو، معتبر ہے، خواہ وہ اشارہ تندرست کرے یا گونگا۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ حضور اقدس ﷺ کی خدمت میں ایک حبشیہ باندی لائی گئی تو حضور نے اس

سے پوچھا: اللہ تعالیٰ کہاں ہے؟ تو اس نے آسمان کی طرف اشارہ کیا۔ حضور نے فرمایا کہ اس کو آزاد کرو اس لیے کہ یہ مومنہ ہے۔ جب ایمان میں اشارہ معتبر ہے جو تمام دیانات کی اصل ہے تو سب میں بہ درجۂ اولیٰ معتبر ہوگا۔ امام مالک نے فرمایا: گونگا طلاق کا اشارہ کرے تو اسے لازم ہے اور امام شافعی نے فرمایا: جس شخص کی زبان بیماری کی وجہ سے مختل ہو گئی تو طلاق اور رجعت میں گونگے کی طرح اس کا اشارہ معتبر ہے اور امام اعظم ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب نے فرمایا کہ اگر وہ اشارہ طلاق یا نکاح، بیع وشراء میں مشہور ومعروف ہو یا اس طرح اشارہ کیا کہ اس میں کوئی شک نہ ہو تو معتبر ہے، اور اگر اس میں شک ہو تو باطل ہے اور یہ قیاس نہیں استحسان ہے۔ اس پر ابن منذر نے حضرت امام ابوحنیفہ پر بہت سخت لہجے میں تعریض کی ہے کہ ایک طرف تو امام ابوحنیفہ قیاس کو حق مانتے ہیں اور پھر اس کی ضد میں استحسان کو معتبر مانتے ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ وہ قیاس کو باطل مانتے ہیں۔ علامہ عینی نے اُسی لہجے میں ان کو جواب دیا کہ چونکہ وہ قیاس اور استحسان کے فرق کو نہیں سمجھتے اس لیے انہوں نے امام ابوحنیفہ پر تعریض کی۔ قیاس جلی ہوتا ہے اور قیاس خفی کو استحسان کہتے ہیں۔ استحسان بھی حقیقت میں قیاس ہی ہے لیکن وہ بہ نسبت قیاس کے زیادہ دقیق ہوتا ہے۔

٢٤٢٩- ح: [اِعْتَبَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِشَارَةً فِي الْقَتْلِ]

رسول اللہ ﷺ نے قتل میں اشارے کو معتبر مانا

٢٤٢٩ - عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ عَدَا يَهُوْدِيٌّ فِيْ عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى جَارِيَةٍ، فَاَخَذَ اَوْضَاحًا كَانَتْ عَلَيْهَا، وَرَضَخَ رَاْسَهَا، فَاَتٰى بِهَا اَهْلُهَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهِيَ فِيْ اٰخِرِ رَمَقٍ وَقَدْ اُصْمِتَتْ، فَقَالَ لَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ قَتَلَكِ؟ فُلَانٌ، لِغَيْرِ الَّذِيْ قَتَلَهَا، فَاَشَارَتْ بِرَاْسِهَا اَنْ لَّا، قَالَ فَقَالَ لِرَجُلٍ اٰخَرَ غَيْرِ الَّذِيْ قَتَلَهَا، فَاَشَارَتْ اَنْ لَّا، فَقَالَ فَفُلَانٌ لِقَاتِلِهَا، فَاَشَارَتْ اَنْ نَّعَمْ، فَاَمَرَ بِهٖ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرُضِخَ رَاْسُهٗ بَيْنَ حَجَرَيْنِ.

(بخاری۔ کتاب الدیات۔ باب: من اقاد بالحجر، کتاب الحدود، مسلم، ابوداؤد، نسائی۔ کتاب الدیات)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک یہودی نے رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں ایک بچی پر تعدی کی، اسے پکڑا اور اس کے زیورات لے لیے اور اس کے سر کو پتھر سے کچل دیا۔ بچی کے گھر والے بچی کو رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں لائے۔ وہ اخیر سانس لے رہی تھی، اس کا بولنا بند ہو چکا تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے اس سے پوچھا: تجھے کس نے قتل کیا ہے؟ قاتل کے علاوہ دوسرے کا نام لے کر پوچھا: فلاں نے، لڑکی نے سر کے اشارے سے بتایا کہ نہیں، پھر قاتل کے علاوہ کسی اور کا نام لے کر پوچھا: فلاں نے، لڑکی نے سر کے اشارے سے بتایا کہ نہیں، پھر قاتل کا نام لے کر پوچھا تو اس نے سر کے اشارے سے بتایا کہ ہاں! اب رسول اللہ ﷺ نے اس یہودی کے بارے میں حکم دیا تو اس کا سر بھی دو پتھروں کے بیچ میں رکھ کر کچل دیا گیا۔

بَابُ اللِّعَانِ

لعان کا بیان

وَقَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى ﴿وَالَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ اَزْوَاجَهُمْ وَلَمْ يَكُنْ لَّهُمْ شُهَدَآءُ اِلَّآ اَنْفُسُهُمْ فَشَهَادَةُ اَحَدِهِمْ اَرْبَعُ شَهَادَاتٍ بِاللّٰهِ اِنَّهٗ لَمِنَ الصّٰدِقِيْنَ ۝ وَالْخَامِسَةُ اَنَّ لَعْنَتَ اللّٰهِ عَلَيْهِ اِنْ كَانَ مِنَ الْكٰذِبِيْنَ ۝ وَيَدْرَؤُا عَنْهَا الْعَذَابَ اَنْ تَشْهَدَ اَرْبَعَ شَهَادَاتٍ بِاللّٰهِ اِنَّهٗ لَمِنَ

اور اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی تفسیر: اور جو لوگ اپنی بیویوں پر زنا کا الزام لگائیں اور ان کے پاس سوائے اپنے کوئی گواہ نہ ہوں تو ایسے شخص کی گواہی یہ ہے کہ چار بار اللہ کے نام سے گواہی دے کہ وہ سچا ہے ۝ اور پانچویں بار یہ کہ اس پر اللہ کی لعنت ہو اگر یہ جھوٹا ہے ۝ اور عورت سے سزا یوں ٹل جائے گی کہ وہ اللہ کا نام لے

الْكَاذِبِيْنَ ۝ وَالْخَامِسَةَ اَنَّ غَضَبَ اللّٰهِ عَلَيْهَآ اِنْ كَانَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ۝﴾ (النور:٦-٩). (ص٧٩٨)

کر چار بار گواہی دے کہ مرد جھوٹا ہے ۝ اور پانچویں بار یوں کہ عورت پر اللہ کا غضب ہو اگر مرد سچا ہے ۝

توضیح

لعان باب مفاعلة کا مصدر ہے۔اس کے معنی ایک دوسرے پر لعنت کرنے کے ہیں اور شریعت کی اصطلاح میں لعان اس کو کہتے ہیں کہ اگر کوئی مرد اپنی بیوی پر زنا کا الزام لگائے اور چار گواہ نہ پیش کر سکے اور دونوں اہلِ شہادت سے ہوں اور عورت قاضی کے یہاں مطالبہ کرے تو قاضی پہلے مرد سے چار بار ان الفاظ میں گواہی دلائے: میں شہادت دیتا ہوں کہ میں نے جو اس عورت پر زنا کی تہمت لگائی ہے خدا کی قسم! میں اس میں سچا ہوں۔ پھر پانچویں مرتبہ یہ کہے کہ مجھ پر خدا کی لعنت اگر میں نے اس پر جو زنا کی تہمت لگائی ہے جھوٹا ہوں' اور ہر مرتبہ لفظ ''اس'' سے عورت کی طرف اشارہ کرے۔اس کے بعد قاضی چار مرتبہ عورت سے یہ کہلائے: میں شہادت دیتی ہوں کہ اس نے مجھ پر جو زنا کی تہمت لگائی ہے خدا کی قسم! یہ جھوٹا ہے' اور پانچویں مرتبہ یہ کہے کہ مجھ پر اللہ کا غضب ہو اگر یہ اس بات میں سچا ہو جو مجھ پر زنا کی تہمت لگائی ہے۔اس کے بعد قاضی ان دونوں میں تفریق کر دے گا اور یہ تفریق طلاق بائن ہو گی اور عورت پر عدت ہے' شوہر پر عدت کا نفقہ ہے۔لعان کے بعد اگر قاضی نے تفریق نہ کی جب بھی اس عورت سے وطی اور دواعی وطی حرام ہے۔لعان اور تفریق کے بعد پھر اس عورت سے نکاح نہیں کر سکتا جب تک دونوں لعان کی اہلیت رکھتے ہوں۔اگر شوہر لعان سے انکار کرے تو قاضی شوہر کو قید کر دے گا جب تک لعان نہ کرے یا جھوٹے ہونے کا اقرار نہ کرے۔

فَاِذَا قَذَفَ الْاَخْرَسُ امْرَاَتَهٗ بِكِتَابَةٍ اَوْ اِشَارَةٍ اَوْ بِاِيْمَاءٍ مَّعْرُوْفٍ فَهُوَ كَالْمُتَكَلِّمِ لِاَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ اَجَازَ الْاِشَارَةَ فِي الْفَرَائِضِ وَهُوَ قَوْلُ بَعْضِ اَهْلِ الْحِجَازِ وَاَهْلِ الْعِلْمِ وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى ﴿فَاَشَارَتْ اِلَيْهِ قَالُوْا كَيْفَ نُكَلِّمُ مَنْ كَانَ فِي الْمَهْدِ صَبِيًّا ۝﴾ (مریم:٢٩) وَقَالَ الضَّحَّاكُ ﴿اِلَّا رَمْزًا﴾ (آل عمران:٤١) اِشَارَةً.

جب گونگا اپنی عورت پر زنا کی تہمت لگائے لکھ کر یا مشہور و معروف اشارے سے تو وہ کلام کرنے والے کے مثل ہے۔اس لیے کہ نبی ﷺ نے فرائض میں اشارے کی اجازت دی اور یہی بعض اہل حجاز اور اہل علم کا قول ہے اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: تو مریم نے بچے کی طرف اشارہ کیا' قوم نے کہا: ہم اس سے کیسے بات کریں جو پالنے میں بچہ ہے؟ ۝ امام ضحاک نے فرمایا کہ ''رَمْزًا'' سے مراد اشارہ ہے۔

اور سورۂ آلِ عمران میں حضرت مریم ہی کے واقعے میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''اٰيَتُكَ اَلَّا تُكَلِّمَ النَّاسَ ثَلٰثَةَ اَيَّامٍ اِلَّا رَمْزًا'' (آل عمران:٤١) تیری نشانی یہ ہے کہ تو تین دن تک لوگوں سے بات نہ کر سکے گا مگر اشارے سے۔

امام بخاری یہ افادہ فرمانا چاہتے ہیں کہ گونگا اگر اپنی عورت پر زنا کی تہمت لگائے تو اس پر بھی لعان ہے اور اگر زنا کے ارتکاب کا اقرار کرے تو گونگے پر بھی حد ہے۔اُن کی دلیل یہ ہے کہ جب فرائض میں اشارہ معتبر ہے تو لعان اور حد میں کیوں نہیں معتبر ہوں گا؟ وہ فرماتے ہیں کہ اگر کوئی شخص قیام یا رکوع' سجدہ پر قادر نہیں تو اشارے سے نماز پڑھ لے۔ دوسری دلیل یہ دیتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش کے وقت جب حضرت مریم کی قوم نے ان سے پوچھا: یہ بچہ کیسے ہو گیا؟ تو انہوں نے بچے کی طرف اشارہ کیا۔ قوم نے اس اشارے کو قبول کیا' البتہ یہ عذر کر دیا کہ اتنے چھوٹے بچے سے ہم کیسے بات کریں؟ نیز جب بطور اعجاز حضرت مریم کو کلام کرنے سے عاجز کر دیا گیا تو وہ اپنا مافی الضمیر اشارے میں ادا کرتی تھیں' اگر اشارہ معتبر نہ ہوتا تو وہ ایسا کیوں کرتیں؟

وَقَالَ بَعْضُ النَّاسِ لَا حَدَّ وَلَا لِعَانَ ثُمَّ زَعَمَ

اور بعض الناس نے کہا کہ گونگے پر حد اور لعان نہیں' پھر اس

اَنَّ الطَّلَاقَ بِكِتَابٍ اَوْ اِشَارَةٍ اَوْ اِيْمَاءٍ جَائِزٌ، وَلَيْسَ بَيْنَ الطَّلَاقِ وَالْقَذْفِ فَرْقٌ. فَاِنْ قَالَ اَلْقَذْفُ لَا يَكُوْنُ اِلَّا بِكَلَامٍ، قِيْلَ لَهُ كَذٰلِكَ الطَّلَاقُ لَا يَجُوْزُ اِلَّا بِكَلَامٍ. وَاِلَّا بَطَلَ الطَّلَاقُ وَالْقَذْفُ، وَكَذٰلِكَ الْعِتْقُ، وَكَذٰلِكَ الْاَصَمُّ يُلَاعِنُ.

نے گمان کیا کہ اگر لوگ خط یا اشارے سے طلاق دیں تو وہ نافذ ہے اور طلاق اور قذف میں کوئی فرق نہیں' پس اگر یہ کہے کہ قذف بغیر کلام کے نہیں ہوتا تو اس سے کہا جائے گا کہ طلاق بھی بغیر کلام کے نہیں ہوتی' ورنہ طلاق اور قذف باطل ہو جائے گا۔ ایسے ہی عتق بھی اور ایسے ہی بہرا بھی لعان کرے گا۔

[اس بارے میں ہمارا مذہب]

یہ احناف پر تعریض ہے۔ ہمارے نزدیک گونگے پر نہ حد ہے نہ لعان ہے۔ حضرت امام بخاری احناف کو الزام دیتے ہیں کہ اگر گونگا طلاق لکھ دے اور طلاق کے لیے کوئی ایسا واضح اشارہ کردے جس سے طلاق بغیر کسی شبہہ کے سمجھی جاتی ہو تو طلاق پڑ جائے گی۔ طلاق اور قذف میں کیا فرق ہے کہ گونگے کی طلاق واقع اور زنا کی تہمت لگائے تو اس پر کچھ نہیں۔

اقول وباللہ التوفیق: ان دونوں میں بیّن فرق ہے' حدود شبہات سے ساقط ہو جاتی ہیں۔ ترمذی میں ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا:

ادرؤ الحدود عن المسلمين ما استطعتم فان كان له مخرجٌ فَخَلّه سبيله فان الامام ان يُخطئ في العفو خير من ان يخطئ في العقوبة.

(ترمذی۔ ج ا ص ۱۷۱)

جہاں تک ہو سکے مسلمانوں سے حدود کو دفع کرو' اگر اس کے لیے کوئی مخرج ہو تو اس کا راستہ خالی کر دو اس لیے کہ امام (حاکم) معاف کرنے میں خطا کرے یہ اس سے بہتر ہے کہ سزا میں خطا کرے۔

امام ترمذی نے اس حدیث کو دو طریقوں سے روایت کیا ہے۔ ایک میں یزید بن زیاد دمشقی ہیں۔ اس طریقے میں یہ حدیث مرفوع ہے۔ دوسرے میں یزید بن زیاد کوفی ہیں۔ اس طریق کی روایت کو کہا کہ مرفوع نہیں اور اس روایت کو اصح کہا۔ یزید بن زیاد دمشقی کو ضعیف بتایا۔

اگر اس حدیث کو موقوف بھی مانیں تو یہ حکم میں مرفوع کے ہے اس لیے کہ یہ "ما لا یدرك الا بالسمع" کے قبیل سے ہے۔ گونگا کتنا ہی صریح اشارہ کرے زنا کی ایسی صریح تعبیر نہیں کر سکتا جس میں کوئی شبہہ باقی نہ رہے اور یہی حال لعان کا ہے کہ اس میں بھی شرط ہے کہ شوہر اپنی زوجہ پر صریح زنا کا الزام لگائے۔ علاوہ ازیں لعان میں یہ بھی شرط ہے کہ شوہر چار بار یہ گواہی دے کہ وہ الزام میں سچا ہے' ظاہر ہے کہ گونگا اشارے سے شہادت نہیں دے سکتا۔ اسی لیے اس پر اتفاق ہے کہ کسی معاملے میں گونگے کی گواہی مقبول نہیں۔ اسی لیے کنایۃً زنا کا الزام دینے سے نہ قذف ہے نہ لعان بہ خلاف طلاق کے' اس لیے کہ طلاق کے لیے جو لفظ استعمال کیا گیا اگر وہ عرف میں طلاق کے لیے مستعمل ہے تو طلاق واقع ہو جائے گی۔ آپ خود لفظ طلاق کو لے لیجیے۔ اس کے معنی لغت میں چھوڑنے کے ہیں' بلکہ بول چال میں کچھ بھی چھوڑنے کے معنی میں بولا جاتا ہے مگر عرف میں عورت کی طرف اضافت کر کے یہ لفظ بولا جاتا ہے تو اس سے طلاق صریح مراد لیتے ہیں۔ اس لیے دوسرے معنی کا احتمال رکھتے ہوئے طلاق کا حکم دیا جاتا ہے۔ اگرچہ اس احتمال کی وجہ سے کہ اس کا لغوی معنی چھوڑنا ہے شرعی معنی کے تعین میں ایک قسم کا شبہہ پیدا ہو گیا اور یہی وجہ ہے کہ کنائی الفاظ سے طلاق واقع ہو جاتی ہے بلکہ کسی نے بطور ہزل و مذاق طلاق دی تو واقع ہو جاتی ہے۔ حضرت امام بخاری نے احناف کو الزام دیا کہ اگر احناف یہ کہیں کہ قذف صرف کلام ہی سے ہوگا ان سے کہا جائے گا کہ طلاق بھی بغیر کلام کے نہیں ہوگی۔

اقول وباللہ التوفیق: ہمیں کلیۃً یہ تسلیم نہیں کہ طلاق بغیر کلام کے واقع نہیں ہوتی۔ یہ خاص ہے اس شخص کے ساتھ جو بولنے پر قادر ہے۔ اس کا حاصل یہ ہے کہ کسی نے اپنے جی میں بغیر آواز کے طلاق دی تو طلاق واقع نہ ہوگی۔ ضروری ہے کہ اتنی آواز سے طلاق دے کہ کم از کم خود سن سکے۔ گونگے کے لیے یہ حکم نہیں' اس کے لیے یہی کافی ہے کہ وہ طلاق کے مفہوم کو ایسے اشارے سے ادا کردے' جس سے ہر شخص سمجھ لے کہ وہ طلاق دے رہا ہے۔ اتنا کہا جا سکتا ہے کہ طلاق واقع ہونے کے لیے یہ ضروری ہے کہ طلاق دینے والا طلاق کے مفہوم کو اس طرح ظاہر کردے کہ مخاطب سمجھ جائے۔ اگر بولنے پر قادر ہے تو کلام کے ذریعے اور اگر بولنے کی قدرت نہیں رکھتا تو اشارے کے ذریعے۔

ت٦٩٢ - وَقَالَ الشَّعْبِيُّ وَقَتَادَةُ إِذَا قَالَ اَنْتِ طَالِقٌ، فَاَشَارَ بِاَصَابِعِهٖ، تَبِيْنُ مِنْهُ بِاِشَارَتِهٖ.

اور شعبی اور قتادہ نے کہا: جب کسی نے کہا کہ تجھے طلاق اور اپنی انگلیوں سے اشارہ کیا تو اس کے اشارے کے مطابق طلاق بائن ہو جائے گی۔

یعنی تین انگلیوں سے اشارہ کیا تو تین طلاقیں پڑ جائیں گی۔ اسی طرح اگر دو انگلیوں سے اشارہ کیا تو دو اور ایک سے اشارہ کیا تو ایک۔

ت٦٩٣ - وَقَالَ اِبْرَاهِيْمُ الْاَخْرَسُ اِذَا كَتَبَ الطَّلَاقَ بِيَدِهٖ لَزِمَهٗ.

اور ابراہیم نے کہا کہ گونگا جب اپنے ہاتھ سے طلاق لکھے تو اس پر لازم ہو جائے گی۔

ت٦٩٤ - وَقَالَ حَمَّادٌ الْاَخْرَسُ وَالْاَصَمُّ اِنْ قَالَ بِرَاْسِهٖ جَازَ.

اور حماد نے کہا کہ گونگا اور بہرہ اگر اپنے سر سے اشارہ کرے تو جائز ہے۔

حضرت حماد حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہما کے استاذ ہیں۔ حضرت امام بخاری یہ افادہ فرمانا چاہتے ہیں کہ استاذ گونگے کے اشارے کو تو معتبر جانتے ہیں اور شاگرد اس سے انکار کرتے ہیں۔ یہ الزام کتنا طفلانہ ہے۔ ظاہر ہے حضرت حماد نے یہ کہاں فرمایا ہے کہ ہر معاملے میں گونگے کا اشارہ مقبول ہے اور حضرت امام اعظم یہ کہاں فرماتے ہیں کہ اشارہ کہیں مقبول نہیں؟ اختلاف حدود اور لعان کے سلسلے میں ہے۔ اگر حضرت امام بخاری حیات ظاہری میں تشریف رکھتے تو میں ان سے دریافت کرتا: کیا گونگے کی گواہی مقبول ہے خصوصاً باب زنا میں۔

اس کے بعد امام بخاری نے اشارہ کے مقبول ہونے کے سلسلے میں پانچ حدیثیں ذکر فرمائیں ہیں مگر یہ احادیث ہم پر الزام اس وقت ہوتیں جب ہم کسی موقع پر بھی اشارے کو معتبر نہ جانتے۔ جب ہم خود سوائے مخصوص احکام کے سینکڑوں جگہ اشارے کو معتبر مانتے ہیں تو ان احادیث سے ہم پر کیسے الزام ہوگا؟

٢٤٣٠- ح: [اَنَا وَكَافِلُ الْيَتِيْمِ فِي الْجَنَّةِ هٰكَذَا]

میں اور یتیم کی کفالت کرنے والا جنت میں ایسے رہیں گے

٢٤٣٠- عَنْ سَهْلٍ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَا وَكَافِلُ الْيَتِيْمِ فِي الْجَنَّةِ هٰكَذَا. وَاَشَارَ بِالسَّبَّابَةِ وَالْوُسْطٰى، وَفَرَّجَ بَيْنَهُمَا شَيْئًا.

حضرت سہل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں اور یتیم کی کفالت کرنے والا جنت میں ایسے رہیں گے اور آپ نے کلمہ اور درمیانی انگلیوں سے اشارہ فرمایا اور ان دونوں کے درمیان کچھ فاصلہ رکھا۔

(بخاری۔ کتاب الادب۔ باب: فضل من يعول اليتيم ص ۸۸۸، ترمذی۔ کتاب البر)

بَابٌ اِذَا عَرَّضَ بِنَفْيِ الْوَلَدِ (ص۷۹۹)

جب لڑکے کی نفی کی تعریض کرے

توضیح

یعنی اگر کوئی کنایۃً یہ کہے کہ یہ لڑکا میرا نہیں تو اس پر لعان ہے یا نہیں؟ جو حدیث لائے ہیں اس سے یہ ثابت ہے کہ لعان نہیں۔

٢٤٣١- ح: [يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وُلِدَ لِيْ غُلَامٌ اَسْوَدُ]

یارسول اللہ! میرے ہاں سیاہ بچہ پیدا ہوا ہے

٢٤٣١ - عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَجُلًا اَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، وُلِدَ لِيْ غُلَامٌ اَسْوَدُ، فَقَالَ هَلْ لَكَ مِنْ اِبِلٍ؟ قَالَ نَعَمْ، قَالَ مَا اَلْوَانُهَا؟ قَالَ حُمْرٌ، قَالَ هَلْ فِيْهَا مِنْ اَوْرَقَ؟ قَالَ نَعَمْ، قَالَ فَاَنّٰى ذٰلِكَ؟ قَالَ لَعَلَّهُ نَزَعَهُ عِرْقٌ، قَالَ فَلَعَلَّ ابْنَكَ هٰذَا نَزَعَهُ. (بخاری۔ کتاب المحاربین۔ باب: التعريض ص ۱۰۱۲، کتاب الاعتصام بالکتاب والسنۃ۔ باب: من شبه اصلا معلوما باصل مبين ص۱۰۸۸)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا: یارسول اللہ! میرے ایک سیاہ رنگ کا بچہ پیدا ہوا ہے۔ فرمایا: کیا تیرے پاس کچھ اونٹ ہیں؟ عرض کیا: جی ہاں! دریافت فرمایا: ان کے کیا رنگ ہیں؟ اس نے عرض کیا: سرخ رنگ ہیں۔ دریافت فرمایا: کیا ان میں کوئی خاکی رنگ کا بھی ہے؟ اس نے عرض کیا: ہے، دریافت فرمایا: یہ کہاں سے آ گیا؟ اس نے عرض کیا: شاید کوئی رگ کھینچ لی ہو۔ فرمایا: ہوسکتا ہے تمہارا ابھی لڑکا کھینچی ہوئی رگ ہو۔

حضرت امام بخاری کو اللہ عزوجل احناف کی طرف سے بہترین جزاء عطا فرمائے۔ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ اگر بیوی پر صراحۃً زنا کی تہمت نہ لگائی گئی ہو تعریضاً ہو تو لعان نہیں۔ گونگا کتنا بھی صریح اشارہ کرے گا تعریض سے آگے نہیں بڑھے گا۔

بَابُ قَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْ كُنْتُ رَاجِمًا بِغَيْرِ بَيِّنَةٍ (ص۸۰۰)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کا بیان کہ اگر میں کسی کو بغیر بینہ کے رجم کرتا تو اسے کرتا

٢٤٣٢- ح: [نَتِيْجَةُ تَنْقِيْدِ عَاصِمِ ابْنِ عَدِيٍّ عَلَى اللِّعَانِ]

لعان پر عاصم بن عدی کی تنقید کا نتیجہ

٢٤٣٢ - عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّهُ ذُكِرَ التَّلَاعُنُ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ عَاصِمُ بْنُ عَدِيٍّ فِيْ ذٰلِكَ قَوْلًا ثُمَّ انْصَرَفَ، فَاَتَاهُ رَجُلٌ مِّنْ قَوْمِهٖ يَشْكُوْ اِلَيْهِ اَنَّهُ قَدْ وَجَدَ مَعَ امْرَاَتِهٖ رَجُلًا، فَقَالَ عَاصِمٌ مَا ابْتُلِيْتُ بِهٰذَا اِلَّا لِقَوْلِيْ، فَذَهَبَ بِهٖ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَخْبَرَهُ بِالَّذِيْ وَجَدَ عَلَيْهِ امْرَاَتَهُ، وَكَانَ ذٰلِكَ الرَّجُلُ مُصْفَرًّا قَلِيْلَ اللَّحْمِ سَبْطَ الشَّعَرِ، وَكَانَ الَّذِيْ ادَّعٰى عَلَيْهِ اَنَّهُ وَجَدَهُ عِنْدَ اَهْلِهٖ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے تلاعن (لعان) کا تذکرہ ہوا تو حضرت عاصم بن عدی نے اس بارے میں کچھ کہا، پھر وہ اپنے گھر گئے، ان کے پاس ان کی قوم کا ایک شخص آیا، اس نے ان سے یہ شکایت کی کہ اس نے اپنی عورت کے ساتھ ایک شخص کو (زنا کرتے ہوئے) پایا ہے۔ یہ سن کر حضرت عاصم نے کہا: میں ان میں اپنی اس بات کی وجہ سے مبتلا کیا گیا ہوں۔ حضرت عاصم اس شخص کو لے کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور حضور کو وہ بات بتائی اور یہ شخص زرد رنگ، والے

خَدْلًا آدَمَ كَثِيْرَ اللَّحْمِ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اللّٰهُمَّ بَيِّنْ. فَجَاءَتْ شَبِيْهًا بِالرَّجُلِ الَّذِيْ ذَكَرَ زَوْجُهَا أَنَّهُ وَجَدَهُ، فَلَاعَنَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَهُمَا. قَالَ رَجُلٌ لِابْنِ عَبَّاسٍ فِي الْمَجْلِسِ هِيَ الَّتِي قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْ رَجَمْتُ أَحَدًا بِغَيْرِ بَيِّنَةٍ رَجَمْتُ هٰذِهِ؟ فَقَالَ لَا، تِلْكَ امْرَأَةٌ كَانَتْ تُظْهِرُ فِي الْإِسْلَامِ السُّوْءَ. (بخاری۔ باب: اللھم بیّن ص ۸۰۱، کتاب المحاربین۔ باب: من أظهر الفاحشة ص ۱۰۱۳، کتاب التمنی۔ باب: ماتجوز من اللو ص ۱۰۷۵، مسلم۔ کتاب اللعان، نسائی۔ کتاب الطلاق، کتاب الرجم)

پتلے، سیدھے بال والے تھے اور جس پر الزام لگایا تھا وہ بھری پنڈلیوں والا اور گندم گوں موٹا تھا۔ نبی ﷺ نے فرمایا: اے اللہ! بات کو واضح فرما دے۔ اس عورت کے جو لڑکا پیدا ہوا وہ اس شخص کے مشابہ تھا جس کے بارے میں اس عورت کے شوہر نے کہا تھا کہ اس نے اسے اپنی بیوی کے ساتھ پایا ہے۔ نبی ﷺ نے ان دونوں کے مابین لعان فرمایا۔ مجلس میں بیٹھے ہوئے ایک شخص نے حضرت ابن عباس سے پوچھا: کیا یہی وہ عورت ہے جس کے بارے میں نبی ﷺ نے فرمایا ہے: اگر میں کسی کو بغیر بیّنہ کے سنگسار کرتا تو اسے کرتا؟ فرمایا: نہیں! یہ عورت نہیں، یہ عورت اسلام میں علانیہ برائی ظاہر کرتی تھی۔

حضرت عاصم بن عدی رضی اللہ عنہ بہت جلیل القدر صحابی تھے۔ اُحد، خندق اور تمام مشاہد میں شریک رہے۔ غزوۂ بدر میں میدانِ جنگ میں حاضر نہ تھے چونکہ حضور اقدس ﷺ نے ان کو قبا اور عوالی مدینہ پر اپنی نیابت میں حاکم بنایا تھا، اس لیے ان کا شمار اصحابِ بدر میں ہے اور حضور اقدس ﷺ نے بدر کے مالِ غنیمت میں سے انہیں حصہ بھی عطا فرمایا تھا۔ قریب قریب ایک سو بیس سال کی عمر پائی۔

اَلتَّلَاعُنُ

ابھی آیاتِ لعان نازل نہیں ہوئی تھیں اور نہ اہل عرب لعان سے واقف تھے، اس لیے اس سے مراد لعان کا سبب ہے یعنی یہ ذکر ہوا ہوگا کہ اگر کوئی شخص کسی کو اپنی بیوی کے ساتھ زنا کرتے ہوئے پائے تو کیا ہونا چاہیے؟ چونکہ راوی لعان کے مشروع ہونے کے بعد روایت کر رہے ہیں اس بناء پر انہوں نے "تلاعن" کہہ دیا۔

قَوْلًا

انہوں نے یہ کہہ دیا تھا کہ اگر یہ اپنی عورت کے ساتھ کسی کو پائیں گے تو اس کو تلوار سے مار کر ختم کر دیں گے، چونکہ اس قول میں شدتِ غیرت کی بناء پر ایک نخوت ٹپک رہی ہے اس لیے اللہ تعالیٰ کو یہ بات پسند نہیں آئی۔ حضرت عاصم بن عدی رضی اللہ عنہ نے جو یہ فرمایا کہ میں اس میں مبتلا کیا گیا ہوں حالانکہ وہ قصہ عویمر بن عمرو کا تھا چونکہ حضرت عاصم کی صاحبزادی یا ان کی بھتیجی حضرت عویمر کی زوجیت میں تھیں، جن کا یہ قصہ ہے ان کا نام خولہ تھا۔

قَالَ رَجُلٌ

یہ پوچھنے والے حضرت عبداللہ بن شداد رضی اللہ عنہ تھے جیسا کہ بخاری کی کتاب الحدود وغیرہ کی روایتوں میں ہے۔

بَابُ صَدَاقِ الْمُلَاعَنَةِ (ص ۸۰۰)

جس عورت سے لعان کیا گیا اس کے مہر کا بیان

٢٤٣٣- ح [لَا صُدَاقَ لِلْمُلَاعَنَةِ]

ملاعنہ کو مہر نہیں دلایا

٢٤٣٣- عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ قَالَ قُلْتُ لِابْنِ عُمَرَ رَجُلٌ قَذَفَ امْرَأَتَهُ؟ فَقَالَ فَرَّقَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے پوچھا کہ ایک شخص نے اپنی عورت پر زنا

وَسَلَّمَ بَيْنَ اَخَوَيْ بَنِي الْعَجْلَانِ، وَقَالَ اَللّٰهُ يَعْلَمُ اَنَّ اَحَدَكُمَا كَاذِبٌ، فَهَلْ مِنْكُمَا تَائِبٌ؟ فَاَبَيَا، وَقَالَ اَللّٰهُ يَعْلَمُ اَنَّ اَحَدَكُمَا كَاذِبٌ، فَهَلْ مِنْكُمَا تَائِبٌ؟ فَاَبَيَا، فَقَالَ اَللّٰهُ يَعْلَمُ اَنَّ اَحَدَكُمَا كَاذِبٌ، فَهَلْ مِنْكُمَا تَائِبٌ؟ فَاَبَيَا، فَفَرَّقَ بَيْنَهُمَا. قَالَ اَيُّوْبُ فَقَالَ لِيْ عَمْرُو بْنُ دِيْنَارٍ اَنَّ فِي الْحَدِيْثِ شَيْئًا لَا اَرَاكَ تُحَدِّثُهُ؟ قَالَ قَالَ الرَّجُلُ مَالِيْ؟ قَالَ قِيْلَ لَا مَالَ لَكَ، اِنْ كُنْتَ صَادِقًا فَقَدْ دَخَلْتَ بِهَا، وَاِنْ كُنْتَ كَاذِبًا فَهُوَ اَبْعَدُ مِنْكَ.

(اسی کے متصل۔ باب: المهر للمدخول بها ص۸۰۵، باب: المتعة ص۸۰۵)

کا الزام لگایا (اس کا کیا حکم ہے)؟ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ نبی ﷺ نے بنی عجلان کے دو افراد کے درمیان تفریق کر دی اور فرمایا: اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ تم میں سے ایک ضرور جھوٹا ہے تو کیا تم دونوں میں سے کوئی اپنے قول سے رجوع کرتا ہے؟ دونوں نے انکار کیا، پھر فرمایا: اللہ جانتا ہے کہ تم دونوں میں سے ایک ضرور جھوٹا ہے تو کیا تم میں سے کوئی رجوع کرتا ہے؟ دونوں نے رجوع کرنے سے انکار کر دیا۔ پھر فرمایا: اللہ جانتا ہے کہ تم دونوں میں سے ایک ضرور جھوٹا ہے، تو کیا تم میں سے کوئی رجوع کرتا ہے؟ دونوں نے انکار کیا۔ اس پر نبی ﷺ نے ان دونوں کے درمیان تفریق کر دی۔ ایوب نے کہا کہ مجھ سے عمرو بن دینار نے کہا: حدیث میں کچھ اور ہے جس کو تم بیان نہیں کرتے۔ وہ یہ ہے کہ اس شخص نے کہا: میرا مال؟ کہا گیا: تیرا مال تجھے نہیں ملے گا اگر تو سچا ہے تو تو نے اس کے ساتھ دخول کر لیا اور اگر تو جھوٹا ہے تو مال طلب کرنا بہت دور ہے۔

[لعان کے بعد عورت مہر کی مستحق ہے یا نہیں، اس بارے میں مذہب احناف]

اس بارے میں ہمارا مذہب یہ ہے کہ اگر وہ عورت مدخول بہا ہے تو مہر کی مستحق ہے اور اگر مدخول بہا نہیں تو مستحق نہیں۔ یہ حدیث حضرت سعید بن جبیر سے دو بزرگوں نے روایت کی۔ ایک ایوب سختیانی نے جو مختصر ''فَفَرَّقَ بَيْنَهُمَا'' تک ہے۔ دوسرے عمرو بن دینار نے ان کی روایت میں زیادتی ہے۔ جو روایت ہم نے ذکر کی ہے اس میں یہ ہے ''قِيْلَ لَا مَالَ لَكَ'' یعنی جب اس شخص نے یہ عرض کیا: میرا مال یعنی جو مہر میں نے دیا وہ مجھے ملنا چاہیے ''قِيْلَ لَا مَالَ لَكَ'' اس کے جواب میں کہا گیا: تیرے لیے مال نہیں۔ قائل کا نام مبہم ہے لیکن عمرو بن دینار کی روایت میں بلکہ باب: ''المهر للمدخول عليها'' میں خود یہ طریق اسماعیل ہی کی روایت میں تصریح ہے کہ اس کے قائل خود حضور اقدس ﷺ ہیں۔

قال بين اخوى بني عجلان

''متلاعنین'' میاں بیوی تھے۔ شوہر کا نام عویمر بن عمرو اور بیوی کا نام خولہ تھا۔ ان کو بھائی اس بناء پر کہا گیا کہ اہل عرب کبھی ''اخ'' بول کر فرد مراد لیتے ہیں جیسے اخو تمیم، اخو قریش بولتے ہیں۔ مراد ہوتا ہے قبیلۂ تمیم کا فرد، قبیلۂ قریش کا فرد۔ اسی طرح یہاں پر ''اخ'' بول کر فرد مراد ہے چونکہ دونوں بنی عجلان کے فرد تھے۔

''ثَلٰثَ مَرَّاتٍ'' ہم نے جو متن لیا ہے اس میں ''فَهَلْ مِنْكُمَا تَائِبٌ'' صرف دو بار ہے لیکن بہ طریق سفیان بن عیینہ حضرت عمرو بن دینار کی روایت میں ''ثلاث مرات'' ہے یعنی تین بار یہ فرمایا تھا۔ ظاہر یہ ہے کہ یہ ارشاد لعان سے پہلے کا ہے۔

''قَالَ سُفْيَانُ حَفِظْتُهُ مِنْ عَمْرٍو وَاَيُّوْبَ كَمَا اَخْبَرْتُكَ'' سفیان نے کہا: میں نے اس حدیث کو عمرو بن دینار اور ایوب دونوں سے ویسے ہی سنا ہے جیسا کہ میں نے تجھ کو خبر دی۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

۰۰-[كِتَابُ الۡعِدَّةِ]

[عدت کا بیان]

بَابُ قَوۡلِهٖ ﴿وَاللَّآئِیۡ یَئِسۡنَ مِنَ الۡمَحِیۡضِ مِنۡ نِّسَآئِكُمۡ اِنِ ارۡتَبۡتُمۡ فَعِدَّتُهُنَّ ثَلَاثَةُ اَشۡهُرٍ وَّاللَّآئِیۡ لَمۡ یَحِضۡنَ﴾ (الطلاق:۴)(ص ۸۰۱)

اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی تفسیر: اور تمہاری عورتوں میں جنہیں حیض کی امید نہ رہی اگر تمہیں کچھ شک ہو تو ان کی عدت تین مہینے ہے اور ان کی جنہیں ابھی حیض نہ آیا

توضیح......(نابالغہ اور آئسہ کی عدت تین مہینے ہے)

نابالغہ اور وہ عورت جو سن بلوغ کو پہنچ چکی ہے مگر ابھی اسے حیض نہیں آیا ہے اور وہ بوڑھی عورتیں جن کا بڑھاپے کی وجہ سے حیض منقطع ہو گیا ہے اور اب یہ امید نہ رہی کہ حیض آئے گا ان سب کی عدت تین مہینے ہے۔

اِنِ ارۡتَبۡتُمۡ

اگر تمہیں کچھ شک ہو۔ اس سے مراد یہ ہے کہ ان کے احکام میں شک ہو اس پر قرینہ شانِ نزول ہے۔ جب آیہ کریمہ "وَالۡمُطَلَّقَاتُ یَتَرَبَّصۡنَ بِاَنۡفُسِهِنَّ ثَلَاثَةَ قُرُوۡءٍ" (البقرہ:۲۲۸) نازل ہوئی یعنی جن عورتوں کو طلاق دی گئی وہ اپنے آپ کو تین حیض روکے رہیں تو صحابہ کرام نے عرض کیا: یا رسول اللہ! حیض والیوں کی عدت ہمیں معلوم ہو گئی جو عورتیں حیض والی نہ ہوں ان کی عدت ہمیں معلوم نہیں اس پر آیہ کریمہ نازل ہوئی۔

قَالَ مُجَاهِدٌ اِنۡ لَّمۡ تَعۡلَمُوۡا یَحِضۡنَ اَوۡ لَا یَحِضۡنَ، وَاللَّاتِیۡ قَعَدۡنَ عَنِ الۡحَیۡضِ، وَاللَّاتِیۡ لَمۡ یَحِضۡنَ ﴿فَعِدَّتُهُنَّ ثَلَاثَةُ اَشۡهُرٍ﴾ (الطلاق:۴)...... اور امام مجاہد نے کہا: وہ عورتیں جن کے بارے میں تمہیں معلوم نہیں کہ انہیں حیض آ رہا ہے یا نہیں اور وہ عورتیں جو حیض سے مایوس ہو چکی ہیں اور وہ عورتیں جنہیں حیض نہیں آیا ان سب کی عدت تین حیض ہے۔

بَابُ قَوۡلِ اللّٰهِ تَعَالٰی ﴿وَالۡمُطَلَّقَاتُ یَتَرَبَّصۡنَ بِاَنۡفُسِهِنَّ ثَلَاثَةَ قُرُوۡءٍ﴾ (ص ۸۰۲)

اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی تفسیر: جن عورتوں کو طلاق ہوئی وہ اپنے آپ کو تین حیض تک روکے رہیں

"قروء" اضداد میں سے ہے اس کے معنی حیض کے بھی ہیں اور طہر کے بھی ہیں۔ ہمارے نزدیک مراد حیض ہے۔ امام شافعی کے یہاں اس سے مراد طہر ہے۔ ہر ایک کے دلائل ان کے مذہب کی کتابوں میں درج ہیں۔

ت ٦٩٥ - وَقَالَ اِبْرَاهِيْمُ فِيْمَنْ تَزَوَّجَ فِي الْعِدَّةِ، فَحَاضَتْ عِنْدَهُ ثَلَاثَ حِيَضٍ بَانَتْ مِنَ الْاَوَّلِ، وَلَا تَحْتَسِبُ بِهٖ لِمَنْ بَعْدَهُ، وَقَالَ الزُّهْرِيُّ تَحْتَسِبُ وَهٰذَا اَحَبُّ اِلٰى سُفْيَانَ يَعْنِي قَوْلَ الزُّهْرِيِّ.

اور ابراہیم نے کہا: اس کے بارے میں جس نے عدت میں نکاح کیا اور اس کے پاس اسے تین حیض آ گئے تو پہلے شوہر کے نکاح سے نکل گئی اور یہ حیض بعد والے کی عدت میں شمار نہیں کرے گی اور زہری نے کہا: شمار کرے گی اور یہی یعنی امام زہری کا قول سفیان ثوری کو زیادہ پسند تھا۔

اس پر اتفاق ہے کہ عدت میں نکاح فاسد ہے۔ اگر کوئی عدت میں نکاح کرے تو ان دونوں کو ایک دوسرے سے الگ کر دینا فرض ہے۔ اب مسئلہ کی صورت یوں ہوئی کہ زید نے شہر بانو کو طلاق دی۔ شہر بانو نے عدت ہی میں کاظم سے نکاح کر لیا۔ نکاح کے بعد کچھ دن یہ عورت کاظم کے پاس رہی، پھر دونوں کو الگ کر دیا گیا۔ اس صورت خاص میں حضرت امام ابراہیم نخعی فرماتے ہیں کہ اگر کاظم کے پاس شہر بانو کو تین حیض آ گئے تو زید کے نکاح سے نکل گئی اور عدت پوری ہو گئی۔ اب اگر کاظم اور شہر بانو میں تفریق ہوئی تو یہ تین حیض کاظم کی عدت میں شمار نہ ہوں گے بلکہ شہر بانو کو اس کے لیے مستقل عدت گزارنی ہو گی جس کا حاصل یہ ہوا کہ حضرت ابراہیم نخعی عدت میں تداخل کے قائل نہیں تھے۔ امام زہری قائل تھے اور سفیان ثوری بھی اور ہمارے نزدیک بھی تداخل عدتین ہے۔ فرض کرو زید نے شہر بانو کو پہلی محرم کو طلاق دی، شہر بانو نے دس محرم کو کاظم سے نکاح کیا، کاظم نے وطی کی، پھر شہر بانو کو اپنے سے الگ کر دیا اور متارکہ بھی کر لیا، اس اثناء میں شہر بانو کو حیض نہیں آیا۔ کاظم کے متارکہ کے بعد حیض آیا تو تین حیض گزرتے ہی دونوں عدتیں پوری ہو جائیں گی۔ واللہ اعلم!

"وَقَالَ مَعْمَرٌ يُقَالُ اَقْرَاَتِ الْمَرْاَةُ اِذَا دَنَا حَيْضُهَا، وَاَقْرَاَتْ اِذَا دَنَا طُهْرُهَا، وَيُقَالُ مَا قَرَاَتْ بِسَلًى قَطُّ، اِذَا لَمْ تَجْمَعْ وَلَدًا فِي بَطْنِهَا" ...... معمر نے کہا: عورت کا حیض قریب ہو جب بھی اور طہر قریب ہو جب بھی دونوں موقعوں پر کہا جاتا ہے "اَقْرَاَتِ الْمَرْاَةُ" اور جس عورت کے کبھی حمل نہ ٹھہرا ہو اس کے بارے میں بولتے ہیں: "مَا قَرَاَتْ بِسَلًى قَطُّ"۔ "سَلًى" اس جھلی کو کہتے ہیں جو ماں کے پیٹ میں بچے کے اوپر منڈھی ہوتی ہے۔ مطلب یہ ہوا کہ اس عورت کے پیٹ میں کبھی یہ جھلی پیدا نہیں ہوئی۔ حضرت امام بخاری کا مطلب یہی ہے کہ "قروء" اضداد میں سے ہے، اس کے معنی طہر کے بھی ہیں اور حیض کے بھی ہیں۔

بَابُ قِصَّةِ فَاطِمَةَ بِنْتِ قَيْسٍ

فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا کا قصہ

وَقَوْلِهٖ ﴿وَاتَّقُوا اللّٰهَ رَبَّكُمْ لَا تُخْرِجُوْهُنَّ مِنْ بُيُوْتِهِنَّ وَلَا يَخْرُجْنَ اِلَّآ اَنْ يَّاْتِيْنَ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ وَّتِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ وَمَنْ يَّتَعَدَّ حُدُوْدَ اللّٰهِ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهٗ لَا تَدْرِيْ لَعَلَّ اللّٰهَ يُحْدِثُ بَعْدَ ذٰلِكَ اَمْرًا﴾ (الطلاق:١) ﴿اَسْكِنُوْهُنَّ مِنْ حَيْثُ سَكَنْتُمْ مِّنْ وُّجْدِكُمْ وَلَا تُضَآرُّوْهُنَّ لِتُضَيِّقُوْا عَلَيْهِنَّ وَاِنْ كُنَّ اُولَاتِ حَمْلٍ فَاَنْفِقُوْا عَلَيْهِنَّ حَتّٰى يَضَعْنَ حَمْلَهُنَّ فَاِنْ اَرْضَعْنَ لَكُمْ فَاٰتُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ وَاْتَمِرُوْا بَيْنَكُمْ بِمَعْرُوْفٍ وَاِنْ تَعَاسَرْتُمْ فَسَتُرْضِعُ لَهٗٓ اُخْرٰى ۝ لِيُنْفِقْ ذُوْ سَعَةٍ مِّنْ

اور اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی تفسیر: اور اپنے رب اللہ سے ڈرو، عدت میں عورتوں کو ان کے گھروں سے نہ نکالو اور نہ وہ آپ نکلیں مگر یہ کہ کسی صریح بے حیائی کا ارتکاب کریں اور یہ اللہ کی حدیں ہیں اور جو اللہ کی حدوں سے آگے بڑھا بے شک اس نے اپنی جان پر ظلم کیا، تمہیں نہیں معلوم شاید اللہ اس کے بعد کوئی نیا حکم بھیجے۔ عورتوں کو وہاں رکھو جہاں خود رہتے ہو اپنی طاقت بھر اور انہیں ضرر نہ دو اس طرح کہ ان پر تنگی کرو اور اگر حمل والیاں ہوں تو انہیں نان نفقہ دو یہاں تک کہ ان کے بچے پیدا ہو جائیں، پھر اگر وہ تمہارے لیے بچے کو دودھ پلائیں تو انہیں اس کی اجرت دو اور آپس میں معقول

سَعَتِهٖ وَمَنْ قُدِرَ عَلَيْهِ رِزْقُهٗ فَلْيُنْفِقْ مِمَّآ اٰتٰىهُ اللّٰهُ لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا مَآ اٰتٰىهَا سَيَجْعَلُ اللّٰهُ بَعْدَ عُسْرٍ يُّسْرًا ۝﴾ (الطلاق:٦-٧). (ص ۸۰۲)

طور پر مشورہ کرو اور اگر باہم مضائقہ کرو تو قریب ہے کہ اسے اور دودھ پلانے والی مل جائے گی ۝ مقدور والا اپنے مقدور کے قابل نفقہ دے اور جس پر اس کا رزق تنگ کیا گیا وہ اس میں سے نفقہ دے جو اسے اللہ نے دیا' اللہ کسی پر بوجھ نہیں رکھتا مگر اسی قابل جتنا اسے دیا ہے' قریب ہے کہ اللہ دشواری کے بعد آسانی فرما دے ۝

توضیح

حضرت فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا قریشی خاتون تھیں۔ حضرت ضحاک بن قیس کی بڑی بہن تھیں۔ ان سے دس سال بڑی تھیں۔ سابقین اولین ہجرت کرنے والی خواتین میں تھیں۔ صاحب جمال و عقل اور شریف خاتون تھیں۔ ان کی شادی حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے چچا کے لڑکے ابوعمرو بن حفص سے ہوئی تھی۔ ابوعمرو بن حفص کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ یمن بھیج دیا تھا۔ وہیں سے انہوں نے فاطمہ بنت قیس کو تین طلاقیں دے دی تھیں اور اپنے چچازاد بھائیوں حارث بن ہشام اور عیاش بن ابی ربیعہ کو حکم دیا کہ فاطمہ کو عدت کے نفقہ کے لیے پانچ صاع کھجور اور پانچ صاع جو دے دیں۔ فاطمہ بنت قیس نے اسے کم جانا اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر شکایت کی۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا: تیرے لیے نہ نفقہ ہے نہ سکنیٰ اور تو ام شریک کے گھر جا کر عدت گزار۔ پھر بعد میں کہلایا کہ ام شریک کے گھر مہاجرین اٹھتے بیٹھتے ہیں تو اپنے چچازاد بھائی عبداللہ بن ام مکتوم کے گھر عدت گزارو وہ نابینا ہیں۔ اگر گھر میں بغیر چادر کے بھی رہے تو کوئی حرج نہیں ہے۔ عدت گزر جائے تو مجھے بتانا۔ عدت گزرنے کے بعد خدمت اقدس میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا کہ مجھے دو صاحبوں نے نکاح کا پیغام دیا' ابوجہم اور معاویہ بن ابی سفیان نے' فرمایا: ابوجہم اپنی لاٹھی کندھے پر نہیں رکھتے اور معاویہ قلاش ہیں' ان کے پاس کچھ نہیں۔ تم اسامہ بن زید سے نکاح کر لو۔ انہوں نے اسے ناپسند کیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر فرمایا تو انہوں نے حضرت اسامہ سے نکاح کر لیا۔ یہ نکاح بہت بہتر ہوا یہاں تک کہ عورتیں ان پر رشک کرتی تھیں۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جس عورت کو تین طلاقیں دے دی جائیں وہ نہ رہائشی مکان کی مستحق ہے اور نہ نان نفقہ کی۔

[فاطمہ بنت قیس کی حدیث کو اجلہ صحابہ نے قبول نہیں کیا]

فاطمہ بنت قیس کی اس حدیث کو اجلہ صحابہ کرام نے قبول نہیں فرمایا' مثلاً حضرت عمر' حضرت عائشہ' حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہم۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے صحابہ کرام کے مجمع عام میں فرمایا کہ ہم اپنے رب کی کتاب اور اپنے نبی کی سنت کو ایک عورت کے کہنے سے نہیں چھوڑیں گے جس سے وہم ہوا یا بھول گئی ہو۔ دوسری روایت میں ہے کہ فرمایا: ہم نہیں جانتے ہیں کہ اس نے یاد رکھا یا بھول گئی اور ایسی عورت کے لیے سکنیٰ اور نفقہ کا فیصلہ فرمایا۔

اسی حدیث سے کچھ لوگوں نے یہ استدلال کیا ہے کہ عدت میں عورت اپنے گھر سے باہر نکل سکتی ہے۔ ہمارا مذہب یہ ہے کہ عدت وفات میں اگر اس کے پاس نفقہ نہ ہو تو بہ قدر نفقہ کام کرنے کے لیے دن میں جا سکتی ہے مگر یہ ضروری ہے کہ رات گھر میں آ کے گزارے۔ طلاق کی عدت میں نہیں جا سکتی نہ دن میں نہ رات میں۔

امام بخاری نے جو آیتیں نقل کی ہیں کہ مطلقہ عدت کا نان نفقہ اور سکنیٰ عدت کے دنوں میں شوہر پر واجب ہے جب کہ یہ عدت' عدت طلاق ہو۔

٢٤٣٤- ح: [تَنْقِيْدُ عَائِشَةَ عَلٰى فَاطِمَةَ بِنْتِ قَيْسٍ]

فاطمہ بنت قیس پر حضرت عائشہ کی تنقید

٢٤٣٤- عَنِ الْقَاسِمِ ابْنِ مُحَمَّدٍ وَّسُلَيْمَانَ بْنِ يَسَارٍ اَنَّهُ سَمِعَهُمَا يَذْكُرَانِ اَنَّ يَحْيَى بْنَ سَعِيْدِ بْنِ الْعَاصِ طَلَّقَ بِنْتَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْحَكَمِ، فَانْتَقَلَهَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ فَاَرْسَلَتْ عَائِشَةُ اُمُّ الْمُؤْمِنِيْنَ اِلٰى مَرْوَانَ، وَهُوَ اَمِيْرُ الْمَدِيْنَةِ اِتَّقِ اللّٰهَ وَارْدُدْهَا اِلٰى بَيْتِهَا. قَالَ مَرْوَانُ فِيْ حَدِيْثِ سُلَيْمَانَ اِنَّ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ الْحَكَمِ غَلَبَنِيْ. وَقَالَ الْقَاسِمُ بْنُ مُحَمَّدٍ اَوَ مَا بَلَغَكِ شَاْنُ فَاطِمَةَ بِنْتِ قَيْسٍ؟ قَالَتْ لَا يَضُرُّكَ اَنْ لَّا تَذْكُرَ حَدِيْثَ فَاطِمَةَ. فَقَالَ مَرْوَانُ بْنُ الْحَكَمِ اِنْ كَانَ بِكِ شَرٌّ فَحَسْبُكِ مَا بَيْنَ هٰذَيْنِ مِنَ الشَّرِّ.

قاسم بن محمد اور سلیمان بن یسار سے روایت ہے کہ ان دونوں نے سنا' یہ دونوں ذکر کرتے ہیں کہ یحییٰ بن سعید بن العاص نے عبدالرحمٰن بن حکم کی بیٹی کو طلاق دے دی۔ عبدالرحمٰن اپنی اس لڑکی کو اپنے گھر لایا۔ اس کا علم جب اُمّ المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو ہوا تو انہوں نے مروان کے پاس پیغام بھیجا' وہ اس وقت مدینہ کا امیر تھا کہ اللہ سے ڈر اور عبدالرحمٰن کی لڑکی کو اس کے گھر واپس کر۔ سلیمان کی روایت میں ہے کہ مروان نے کہا: مجھ پر عبدالرحمٰن غالب آ گیا اور قاسم بن محمد کی روایت میں ہے کہ مروان نے کہا: کیا آپ تک فاطمہ بنت قیس کا واقعہ نہیں پہنچا ہے۔ اُمّ المؤمنین نے فرمایا: فاطمہ کی حدیث کو ذکر کرنا تجھے مناسب نہیں تو مروان نے کہا کہ اگر آپ کے علم میں یہ بات ہے کہ فاطمہ کو اس کے گھر سے کسی حرج کی وجہ سے دوسرے گھر میں عدت گزارنے کی اجازت تھی تو آپ کے اطمینان کے لیے یہ کافی ہے کہ ان دونوں کے درمیان بھی شر ہے۔

یحییٰ کا والد سعید بن عاص بن امیہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف سے مدینہ طیبہ کا والی رہ چکا ہے۔ اسی کا بیٹا عمرو بن سعید ہے جس کو لوگ اشدق کہتے تھے۔ یہ یزید کی طرف سے مدینہ طیبہ کا والی تھا۔ عبدالرحمٰن بن حکم مروان کا حقیقی بھائی تھا۔ اس کی اس لڑکی کا نام عمرہ تھا۔

غَلَبَنِيْ

یعنی عبدالرحمٰن نے میری بات نہیں مانی یا مطلب یہ ہے کہ اس نے ایسا عذر بیان کیا جس کے سبب سے وہ یحییٰ کے گھر نہیں رہ سکتی ہے مثلاً یحییٰ کے گھر والے اس کو ستاتے ہوں یا یہ عورت تیز طرار گالی گلوچ بکنے والی ہو۔

لا يضرك

عام شراح نے اس کا مطلب یہ بیان کیا ہے کہ ام المومنین کی مراد یہ تھی کہ فاطمہ کی حدیث سے تجھ کو کوئی فائدہ نہیں پہنچے گا کیونکہ فاطمہ کے شوہر کا مکان مدینہ کے کنارے تھا جہاں فاطمہ کو اکیلے رہنے میں خطرہ تھا یا یہ کہ فاطمہ تیز زبان تھیں اور اپنے دیوروں کو جو گھر میں آتا کہہ ڈالتیں جس سے لڑائی جھگڑے کا ماحول رہتا تھا۔ اس بناء پر ان کو اجازت دی گئی کہ وہ دوسرے گھر میں عدت گزاریں۔ مروان نے جواب میں کہا کہ وہی بات یہاں بھی ہے اس لیے باپ کے ہاں عدت گزارنے میں کوئی حرج نہیں۔

٢٤٣٥- ح: [مَا لِفَاطِمَةَ، اَلَا تَتَّقِي اللّٰهَ]

فاطمہ اللہ سے کیوں نہیں ڈرتی؟

٢٤٣٥ - عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْقَاسِمِ، عَنْ اَبِيْهِ، عَنْ

اُمّ المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: فاطمہ کا کیا حال

عَائِشَةَ أَنَّهَا قَالَتْ مَا لِفَاطِمَةَ؟ أَلَا تَتَّقِي اللَّهَ يَعْنِي فِي قَوْلِهَا لَا سُكْنَى وَلَا نَفَقَةَ.

ہے؟ اپنے اس کہنے میں اللہ سے کیوں نہیں ڈرتی کہ اس کے لیے نہ سکنٰی ہے نہ نفقہ۔

۲۴۳۶- ح: [قَوْلُ عَائِشَةَ أَنْ لَّا خَيْرَ فِي حَدِيْثِ فَاطِمَةَ بِنْتِ قَيْسٍ]

حضرت عائشہ کا قول: فاطمہ بنت قیس کی حدیث کے ذکر میں خیر نہیں

۲۴۳۶- قَالَ عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ لِعَائِشَةَ أَلَمْ تَرَيْنَ إِلَى فُلَانَةَ بِنْتِ الْحَكَمِ، طَلَّقَهَا زَوْجُهَا الْبَتَّةَ فَخَرَجَتْ؟ فَقَالَتْ بِئْسَ مَا صَنَعَتْ، قَالَ أَلَمْ تَسْمَعِي فِي قَوْلِ فَاطِمَةَ؟ قَالَتْ أَمَا إِنَّهُ لَيْسَ لَهَا خَيْرٌ فِي ذِكْرِ هٰذَا الْحَدِيْثِ.

حضرت عروہ بن زبیر نے اُمّ المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا: کیا آپ نے فلانہ بنت حکم کو نہیں دیکھا کہ اس کے شوہر نے اس کو قطعی طلاق دے دی اور وہ اس کے گھر سے چلی آئی۔ اُمّ المؤمنین نے فرمایا: اس نے برا کیا۔ حضرت عروہ نے کہا: کیا آپ نے فاطمہ کا قول نہیں سنا؟ فرمایا: سنو! حکم کی بیٹی کے لیے اس حدیث کے ذکر میں کوئی بھلائی نہیں۔

بھلائی نہیں کا مطلب یہ ہے کہ فاطمہ بنت قیس کا قصہ عبدالرحمٰن بن حکم کی لڑکی کو مفید نہیں۔ اولاً اس بناء پر کہ یہ روایت قرآن کی نص صریح کے معارض ہے یا اس بناء پر کہ فاطمہ کو عذر کی بنا پر دوسری جگہ عدت گزارنے کی اجازت ملی تھی اور حکم کی بیٹی کے لیے وہ عذر نہیں۔

بَابُ الْمُطَلَّقَةِ إِذَا خُشِيَ عَلَيْهَا فِي مَسْكَنِ زَوْجِهَا أَنْ يُّقْتَحَمَ عَلَيْهَا أَوْ تَبْذُوَ عَلَى أَهْلِهَا بِفَاحِشَةٍ (ص ۸۰۲)

مطلقہ کو اپنے شوہر کے گھر میں رہنے پر جب یہ اندیشہ ہو کہ وہاں بھیڑ رہے گی یا وہ عورت گھر والوں سے بدزبانی کرے

۲۴۳۷- ح: [لِمَ رُخِّصَتْ فَاطِمَةُ بِنْتِ قَيْسٍ أَنْ تَعِيْشَ فِي بَيْتِ غَيْرِ زَوْجِهَا]

فاطمہ بنت قیس کو شوہر کے علاوہ دوسرے کے گھر میں رہنے کی اجازت کس بنا پر ملی؟

۲۴۳۷- عَنْ هِشَامٍ، عَنْ أَبِيْهِ عَابَتْ عَائِشَةُ أَشَدَّ الْعَيْبِ، وَقَالَتْ إِنَّ فَاطِمَةَ كَانَتْ فِي مَكَانٍ وَحْشٍ، فَخِيْفَ عَلَى نَاحِيَتِهَا، فَلِذٰلِكَ أَرْخَصَ لَهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

حضرت عروہ سے روایت ہے کہ عدت کے دنوں میں شوہر کے گھر سے نکلنے کو اُمّ المؤمنین حضرت عائشہ نے سخت تر معیوب جانا اور فرمایا کہ فاطمہ اکیلے خوف ناک مکان میں مدینہ کے کنارے تھیں۔ اسی لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو دوسرے مکان میں عدت گزارنے کی اجازت دی۔

بَابُ تُحِدُّ الْمُتَوَفّٰى عَنْهَا زَوْجُهَا أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ وَّعَشْرًا (ص ۸۰۳)

جس عورت کے شوہر کی وفات ہو گئی ہو وہ چار مہینے دس دن سوگ منائے گی

ت۶۹۶- وَقَالَ الزُّهْرِيُّ لَا أَرٰى أَنْ تَقْرَبَ الصَّبِيَّةُ الْمُتَوَفّٰى عَنْهَا الطِّيْبَ، لِأَنَّ عَلَيْهَا الْعِدَّةَ.

اور زہری نے کہا: میں جائز نہیں جانتا جس بچی کے شوہر کی وفات ہو گئی ہو وہ خوشبو کے قریب ہو کیونکہ اس پر عدت ہے۔

٢٤٣٨- ح: [لَا تَكْحَلُ تُوُفِّيَ عَنْهَا زَوْجُهَا فِي الْعِدَّةِ]

جس عورت کے شوہر کی وفات ہوگئی ہو وہ عدت میں سرمہ نہ لگائے

٢٤٣٨ - قَالَتْ زَيْنَبُ وَسَمِعْتُ أُمَّ سَلَمَةَ تَقُوْلُ جَاءَتِ امْرَأَةٌ إِلَى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، إِنَّ ابْنَتِي تُوُفِّيَ عَنْهَا زَوْجُهَا، وَقَدِ اشْتَكَتْ عَيْنُهَا، أَفَنَكْحُلُهَا؟ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا. مَرَّتَيْنِ أَوْ ثَلَاثًا، كُلَّ ذٰلِكَ يَقُوْلُ لَا. ثُمَّ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّمَا هِيَ أَرْبَعَةُ أَشْهُرٍ وَّ عَشْرٌ، وَقَدْ كَانَتْ إِحْدَاكُنَّ فِي الْجَاهِلِيَّةِ تَرْمِي بِالْبَعَرَةِ عَلَى رَأْسِ الْحَوْلِ. قَالَتْ زَيْنَبُ كَانَتِ الْمَرْأَةُ إِذَا تُوُفِّيَ عَنْهَا زَوْجُهَا دَخَلَتْ حِفْشًا، وَلَبِسَتْ شَرَّ ثِيَابِهَا، وَلَمْ تَمَسَّ طِيبًا حَتّٰى تَمُرَّ بِهَا سَنَةٌ، ثُمَّ تُؤْتَى بِدَابَّةٍ حِمَارٍ أَوْ شَاةٍ أَوْ طَائِرٍ فَتَفْتَضُّ بِهِ، فَقَلَّمَا تَفْتَضُّ بِشَيْءٍ إِلَّا مَاتَ، ثُمَّ تَخْرُجُ فَتُعْطَى بَعَرَةً فَتَرْمِي، ثُمَّ تُرَاجِعُ بَعْدُ مَا شَاءَتْ مِنْ طِيبٍ أَوْ غَيْرِهِ. سُئِلَ مَالِكٌ مَا تَفْتَضُّ بِهِ قَالَ تَمْسَحُ بِهِ جِلْدَهَا.

حضرت زینب بنت ابی سلمہ نے کہا کہ میں نے (اپنی والدہ) امّ المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے سنا، آپ فرماتی تھیں کہ ایک عورت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کیا: یا رسول اللہ! میری بیٹی کے شوہر کی وفات ہوگئی ہے اور اس کی آنکھ دکھ رہی ہے تو کیا ہم اسے سرمہ لگا دیں؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نہیں! دو بار یا تین بار، آپ ہر بار فرماتے تھے نہیں، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: شوہر کا سوگ چار مہینے دس دن ہے اور تم جاہلیت میں سال پورا ہونے پر مینگنی پھینکتی تھی۔ (حمید نے زینب سے پوچھا: سال بھر پر مینگنی پھینکنے کا کیا قصہ ہے؟) تو زینب نے کہا: جب کسی عورت کے شوہر کی وفات ہو جاتی تو وہ ایک انتہائی تنگ مکان کے اندر رہتی اور سب سے خراب کپڑے پہنتی اور خوشبو نہیں سونگھتی تھی یہاں تک کہ اس پر سال گزر جاتا۔ پھر کوئی چوپایہ یا گدھا یا بکری، کوئی چڑیا لائی جاتی جس کے پیٹھ اور کھال پر وہ عورت ہاتھ پھیرتی۔ ایسا جانور کم ہی بچتا اکثر مر جاتا، پھر وہ عورت باہر نکلتی، اسے اونٹ کی مینگنی دی جاتی جسے پھینکتی، اس کے بعد یہ عورت خوشبو وغیرہ جو چاہتی استعمال کرتی۔ امام مالک سے پوچھا گیا: "تفتض" کے کیا معنی ہیں؟ فرمایا: اس کی کھال کو چھوتی۔

اس کے بعد والی روایت میں یہ ہے: "تَمْكُثُ فِي شَرِّ أَحْلَاسِهَا أَوْ شَرِّ بَيْتِهَا"۔ وہ سب سے خراب ٹاٹ یا سب سے خراب گھر میں رہتی اور آگے ہے "فَمَرَّ كَلْبٌ" سال گزرنے پر کوئی کتا گزرتا۔ اس روایت کو سامنے رکھتے ہوئے سابقہ روایت میں مذکور لفظ "دابة" کے لغوی معنی مراد ہوں گے عرفی معنی نہیں۔ عرفی معنی کے اعتبار سے "دابة" کا اطلاق کتے پر نہیں ہوتا لیکن لغوی معنی کے اعتبار سے زمین پر ہر چلنے والے اور رینگنے والے کو دابہ کہتے ہیں۔ آنے والی بی بی کا نام عاتکہ بنت نعیم تھا۔ اس حدیث میں آنکھ دکھنے کی حالت میں بھی سرمہ لگانے کی ممانعت تنزیہہ کے لیے ہے۔ اگر تکلیف شدید ہو تو سرمہ لگانے کی اجازت ہے، آج کل آنکھ دکھنے کی بہت سی دوائیں ایجاد ہو چکی ہیں جن میں مطلق زینت نہیں انہیں استعمال کرے اور عہد رسالت میں بھی ایسی دوائیں رہی ہوں گی۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا مقصد یہ تھا کہ سرمے کے بجائے اور کوئی علاج کرو جس میں زینت نہ ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم!

بَابُ مَهْرِ الْبَغِيِّ وَالنِّكَاحِ الْفَاسِدِ (ص ۸۰۵) زانیہ اور نکاح فاسد کا مہر

"بَغِيٌّ"، "فَعِيْلٌ" کے وزن پر "بَغَاءٌ" سے ہے اسم فاعل کے معنی میں۔ یہ مرد و عورت دونوں پر بولا جاتا ہے۔ اس کی جمع "بغایا" ہے۔ زانیہ کا کوئی مہر نہیں یہاں مراد اجرت ہے جو مال خبیث و حرام ہے، البتہ نکاح فاسد میں وطی کے بعد مہر واجب ہے۔

ت٦٩٧ - وَقَالَ الْحَسَنُ إِذَا تَزَوَّجَ مُحَرَّمَةً وَهُوَ لَا يَشْعُرُ فُرِّقَ بَيْنَهُمَا وَلَهَا مَا أَخَذَتْ، وَلَيْسَ لَهَا غَيْرُهُ ثُمَّ قَالَ بَعْدُ لَهَا صَدَاقُهَا.

اور امام حسن بصری نے فرمایا: جب کسی محرم عورت سے شادی کرے اور جانتا نہ ہو تو ان دونوں کے درمیان تفریق کر دی جائے گی اور تفریق سے قبل عورت نے جو کچھ لیا وہ اس کا ہے، پھر بعد میں کہا: اس کو اس کا مہر دے۔

ہمارے نزدیک اگر وطی ہو گئی ہے تو مہر بھی واجب ہے اور عدت کے ایام کا نفقہ اور سکنیٰ بھی۔

بَابُ الْمُتْعَةِ لِلَّتِي لَمْ يُفْرَضْ لَهَا

اس عورت کے لیے متعہ ہے جس کا مہر مقرر نہ ہو

لِقَوْلِهِ تَعَالَى ﴿لَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ إِنْ طَلَّقْتُمُ النِّسَاءَ مَا لَمْ تَمَسُّوهُنَّ﴾ إِلَى قَوْلِهِ ﴿إِنَّ اللّٰهَ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌO﴾ (البقرہ:٢٣٦-٢٣٧) وَقَوْلِهِ ﴿وَلِلْمُطَلَّقَاتِ مَتَاعٌ بِالْمَعْرُوفِ حَقًّا عَلَى الْمُتَّقِينَO﴾ (البقرہ:٢٤١).

(ص٨٠٥)

اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی وجہ سے: "اور تم پر کچھ مطالبہ نہیں اگر تم عورتوں کو طلاق دو حالانکہ ابھی تم نے ان کو ہاتھ نہ لگایا ہو" سے لے کر "بے شک اللہ دیکھنے والا ہے جو تم کرتے ہوO" تک۔ اور اللہ تعالیٰ کے ارشاد کی وجہ سے: جن عورتوں کو طلاق ہو گئی ان کو مناسب طور پر نان ونفقہ دو اور یہ پرہیزگاروں پر واجب ہےO

ت٦٩٨ - وَلَمْ يَذْكُرِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْمُلَاعَنَةِ مُتْعَةً حِينَ طَلَّقَهَا زَوْجُهَا.

اور نبی ﷺ نے لعان کرنے والی عورت کے بارے میں متعہ کا ذکر نہیں فرمایا، جب کہ اس کا شوہر اس کو طلاق دے دے۔

امام بخاری یہ افادہ کرنا چاہتے ہیں کہ لعان کی جو روایتیں نبی ﷺ سے مروی ہیں کسی میں لعان کرنے والی کے لیے متعہ مذکور نہیں۔ ہاں لعان کرنے والا مرد طلاق دے دے تو دوسری بات ہے۔ ہم یہ کہتے ہیں کہ لعان کے بعد تفریق ہو گئی تو نکاح باقی نہ رہا اب طلاق کیسی، اور حدیث میں جو طلاق کا ذکر ہے وہ حضور اقدس ﷺ کے حکم سے نہیں تھی، انہوں نے از خود دی تھی اور تفریق سے پہلے دی تھی۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

٦٩- كِتَابُ النَّفَقَاتِ (ص ٨٠٥)

[نفقات کا بیان]

بَابُ فَضْلِ النَّفَقَةِ عَلَى الْأَهْلِ

﴿وَيَسْأَلُونَكَ مَاذَا يُنْفِقُونَ قُلِ الْعَفْوَ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْآيَاتِ لَعَلَّكُمْ تَتَفَكَّرُونَO فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ﴾ (البقرہ: ٢١٩-٢٢٠).

ت٦٩٩ - وَقَالَ الْحَسَنُ الْعَفْوُ الْفَضْلُ.

اہل وعیال پر خرچ کرنے کی فضیلت

اور تم سے پوچھتے ہیں: کیا خرچ کریں، تم فرمادو: جو فاضل بچے، اسی طرح تم سے اللہ تعالیٰ آیتیں بیان فرماتا ہے تاکہ تم فکر کروO دنیا اور آخرت میں۔

امام حسن بصری نے فرمایا کہ اس آیت میں عفو سے مراد وہ مال ہے جو فاضل ہو۔

٢٤٣٩- ح: [اَلسَّاعِيْ عَلَى الْأَرْمَلَةِ وَالْمَسَاكِيْنِ كَالْمُجَاهِدِ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ]

٢٤٣٩ - عَنْ أَبِي الْغَيْثِ، عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ السَّاعِيْ عَلَى الْأَرْمَلَةِ وَالْمِسْكِيْنِ، كَالْمُجَاهِدِ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ، أَوِ الْقَائِمِ اللَّيْلَ الصَّائِمِ النَّهَارَ.

بیوہ اور مسکینوں کو کھلانے والا اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والے کی مثل ہے

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بیوہ عورتوں اور مسکین کو کما کر کھلانے والا خدا کی راہ میں جہاد کرنے والے یا رات میں قیام کرنے والے دن میں روزہ رکھنے والے کی طرح ہے۔

(بخاری۔ باب: الساعی علی الارملۃ ص ٨٨٨، باب: الساعی علی المسکین ص ٨٨٨، مسلم۔ کتاب الزہد، ترمذی۔ کتاب البر، نسائی۔ کتاب الزکوٰۃ، ابن ماجہ۔ کتاب التجارات، مسند امام احمد۔ ج ٢ ص ٣٦١)

کتاب الادب میں قعنبی کی روایت سے امام مالک سے یہ ہے کہ میں گمان کرتا ہوں کہ فرمایا: مثل اس کے ہے جو شب بیداری کرتا ہے اور تھکتا نہیں اور اس روزہ دار کے مثل ہے جو روزہ چھوڑتا نہیں۔ ساعی سے مراد وہ شخص ہے جو بیوگان اور مسکینوں کی خبر گیری کرتا رہتا ہے ان کی ضرورتیں پوری کرتا رہتا ہے۔

بَابُ وُجُوْبِ النَّفَقَةِ عَلَى الْأَهْلِ وَالْعِيَالِ (ص ٨٠٦)

اہل وعیال پر نفقہ کا واجب ہونا

٢٤٤٠- ح: [اَلْيَدُ الْعُلْيَا خَيْرٌ مِّنَ الْيَدِ السُّفْلَى]

اُوپر والا نیچے والے ہاتھ سے بہتر ہے

٢٤٤٠- حَدَّثَنَا اَبُوْ صَالِحٍ قَالَ حَدَّثَنِیْ اَبُوْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَفْضَلُ الصَّدَقَةِ مَا تَرَكَ غِنًى، وَالْيَدُ الْعُلْيَا خَيْرٌ مِّنَ الْيَدِ السُّفْلَى، وَابْدَأْ بِمَنْ تَعُوْلُ. تَقُوْلُ الْمَرْاَةُ اِمَّا اَنْ تُطْعِمَنِيْ، وَاِمَّا اَنْ تُطَلِّقَنِيْ، وَيَقُوْلُ الْعَبْدُ اَطْعِمْنِيْ وَاسْتَعْمِلْنِيْ، وَيَقُوْلُ الْاِبْنُ اَطْعِمْنِيْ، اِلٰى مَنْ تَدَعُنِيْ. فَقَالُوْا يَا اَبَا هُرَيْرَةَ، سَمِعْتَ هٰذَا مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ قَالَ لَا، هٰذَا مِنْ كِيْسِ اَبِیْ هُرَيْرَةَ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ بہترین صدقہ وہ ہے جو آدمی کو محتاج نہ بنادے اور اوپر کا ہاتھ نیچے کے ہاتھ سے بہتر ہے اور پہلے اس پر خرچ کر جو تیرے عیال میں ہے، ورنہ عورت کہے گی: یا تو مجھے کھانا دے یا تو مجھے طلاق دے اور غلام کہے گا کہ مجھے کھلا اور کام میں لگا اور بیٹا کہے گا کہ مجھے کھانا دے کس کے حوالہ کر کے مجھے چھوڑتا ہے۔ لوگوں نے پوچھا: اے ابوہریرہ! یہ آپ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے؟ فرمایا: یہ ابوہریرہ کی سمجھ سے ہے۔

اس حدیث میں ''تقول المرأة'' سے آخر تک حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے جو انہوں نے حدیث کے اس جملہ سے ''وابدا بمن تعول'' پہلے ان پر خرچ کرو جو تمہارے عیال میں ہیں، سے استنباط فرمایا۔ وہ اس طرح کہ اگر اپنے اہل وعیال کو نفقہ نہ دو گے تو بیوی وہ کہے گی، غلام وہ کہے گا، بیٹا وہ کہے گا، اور یہ استخراج اپنی جگہ پر درست ہے۔ ''وابدا'' فعل امر ہے جو وجوب پر دلالت کرتا ہے۔ اسی بات سے ثابت ہوا کہ اہل وعیال پر نفقہ واجب ہے۔ اس کی پوری تفصیل کتب فقہ میں دیکھی جائے۔

بَابُ حَبْسِ نَفَقَةِ الرَّجُلِ قُوْتَ سَنَةٍ عَلٰى اَهْلِهِ، وَكَيْفَ نَفَقَاتُ الْعِيَالِ (ص٨٠٦)

آدمی کا اپنے اہل کے لیے ایک سال کی خوراک کا روکنا اور اہل وعیال کے نفقات کیسے ہیں؟

٢٤٤١- ح: [يَحْبِسُ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِاَهْلِهِ قُوْتَ سَنَتِهِمْ]

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے اہل کے لیے سال بھر کی خوراک بچا کر رکھتے تھے

٢٤٤١- قَالَ لِیْ مَعْمَرٌ قَالَ لِیَ الثَّوْرِیُّ هَلْ سَمِعْتَ فِی الرَّجُلِ يَجْمَعُ لِاَهْلِهِ قُوْتَ سَنَتِهِمْ اَوْ بَعْضَ السَّنَةِ؟ قَالَ مَعْمَرٌ فَلَمْ يَحْضُرْنِیْ، ثُمَّ ذَكَرْتُ حَدِيْثًا حَدَّثَنَاهُ ابْنُ شِهَابٍ الزُّهْرِیُّ، عَنْ مَالِكِ بْنِ اَوْسٍ، عَنْ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَبِيْعُ نَخْلَ بَنِی النَّضِيْرِ، وَيَحْبِسُ لِاَهْلِهِ قُوْتَ سَنَتِهِمْ.

معمر نے کہا کہ مجھ سے سفیان ثوری نے پوچھا: کیا تو نے اس شخص کے بارے میں کچھ سنا ہے جو اپنے اہل کے لیے سال بھر یا سال کے کچھ حصہ کی خوراک جمع رکھتا ہے تو معمر نے کہا: اس وقت میرے ذہن میں کوئی بات نہیں آئی۔ اس کے بعد مجھے ایک حدیث یاد آئی جسے ابن شہاب زہری نے ہم سے بیان کیا تھا کہ حضرت عمر سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بنی نضیر کے کھجور کے باغ کی (پیداوار) بیچتے تھے اور اپنے اہل کے لیے سال بھر کی خوراک بچا رکھتے تھے۔

بَابٌ

[البقرہ: ٢٣٣، اور الطلاق: ٦۔٧ کی تفاسیر]

قَوْلِهِ ﴿وَالْوَالِدَاتُ يُرْضِعْنَ اَوْلَادَهُنَّ حَوْلَيْنِ كَامِلَيْنِ لِمَنْ اَرَادَ اَنْ يُّتِمَّ الرَّضَاعَةَ وَعَلَى الْمَوْلُوْدِ لَهٗ

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور مائیں اپنی اولاد کو پورے دو سال دودھ پلائیں، یہ حکم اس کے لیے ہے جو رضاعت کی مدت پوری

رِزْقُهُنَّ وَ كِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ لَا تُكَلَّفُ نَفْسٌ اِلَّا وُسْعَهَا لَا تُضَآرَّ وَالِدَةٌ بِوَلَدِهَا وَلَا مَوْلُوْدٌ لَّهٗ بِوَلَدِهٖ وَ عَلَى الْوَارِثِ مِثْلُ ذٰلِكَ فَاِنْ اَرَادَا فِصَالًا عَنْ تَرَاضٍ مِّنْهُمَا وَ تَشَاوُرٍ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا وَ اِنْ اَرَدْتُّمْ اَنْ تَسْتَرْضِعُوْٓا اَوْلَادَكُمْ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ اِذَا سَلَّمْتُمْ مَّآ اٰتَيْتُمْ بِالْمَعْرُوْفِ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ وَ اعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌO﴾. (البقرہ:۲۳۳)

کرنے کا ارادہ رکھتا ہے اور جس کا بچہ ہے اس پر عورتوں کا کھانا پہننا ہے حسب دستور کسی جان پر بوجھ نہ رکھا جائے گا مگر اس کے مقدور بھر ماں کو ضرر نہ دیا جائے اس کے بچے سے اور نہ اولاد والے کو اس کی اولاد سے (یا ماں ضرر نہ دے اپنے بچے کو اور نہ اولاد والا ہی اپنی اولاد کو) اور جو باپ کا قائم مقام ہے اس پر بھی ایسا ہی واجب ہے پھر اگر ماں باپ دونوں آپس کی رضا اور مشورہ سے دودھ چھڑانا چاہیں تو ان پر گناہ نہیں اور اگر تم چاہو کہ دائیوں سے اپنے بچوں کو دودھ پلواؤ تو بھی تم پر مضائقہ نہیں جب کہ جو دینا ٹھہرا تھا بھلائی کے ساتھ انہیں ادا کر دو اور اللہ سے ڈرتے رہو اور جان رکھو کہ اللہ تعالیٰ تمہارے کام دیکھ رہا ہےO

وَقَالَ ﴿وَحَمْلُهٗ وَفِصَالُهٗ ثَلٰثُوْنَ شَهْرًا﴾ (الاحقاف: ١٥). وَقَالَ ﴿وَاِنْ تَعَاسَرْتُمْ فَسَتُرْضِعُ لَهٗٓ اُخْرٰىO لِيُنْفِقْ ذُوْ سَعَةٍ مِّنْ سَعَتِهٖ وَمَنْ قُدِرَ عَلَيْهِ رِزْقُهٗ فَلْيُنْفِقْ مِمَّآ اٰتٰهُ اللّٰهُ لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا مَآ اٰتٰهَا سَيَجْعَلُ اللّٰهُ بَعْدَ عُسْرٍ يُسْرًاO﴾ (الطلاق:٦-٧).

اور فرمایا: اسے اٹھائے پھرنا اور اس کا دودھ چھوڑانا تیس ماہ میں ہے۔ اور فرمایا: اور اگر باہم مضائقہ ہو تو قریب ہے کہ اسے اور دودھ پلانے والی مل جائے گیO مقدور والا اپنے مقدور کے قابل نفقہ دے اور جس پر اس کا رزق تنگ کیا گیا وہ اس میں سے نفقہ دے جو اسے اللہ نے دیا' اللہ کسی جان پر بوجھ نہیں رکھتا مگر اسی قابل جتنا اسے دیا ہے' قریب ہے اللہ دشواری کے بعد آسانی فرمادے گاO

توضیح ...... (رضاعت کے مسائل)

اپنے بچے کو دودھ پلانا ماں پر واجب ہے خواہ وہ بچے کے باپ کے نکاح میں ہو یا نہ ہو' بشرطیکہ باپ کو اجرت پر دودھ پلانے کی قدرت و استطاعت نہ ہو یا کوئی دودھ پلانے والی دایہ نہ مل سکے یا بچہ ماں کے سوا اور کسی کا دودھ نہیں پیتا ہو اور اگر یہ باتیں نہ ہوں یعنی بچے کی پرورش خاص ماں کے دودھ پہ موقوف نہ ہو تو ماں پر دودھ پلانا واجب نہیں مستحب ہے۔

حولین کاملین

پورے دو سال بچے کو دودھ پلانا واجب نہیں۔ اگر اس سے کم میں بچہ بغیر دودھ کے جی سکے تو چھڑایا جا سکتا ہے۔ بچے کی پرورش اور اس کو دودھ پلوانا باپ کے ذمہ واجب ہے۔ اگر باپ کو وسعت ہو تو دودھ پلانے والی مقرر کرے۔ شوہر اپنی زوجہ پر بچے کو دودھ پلانے کے لیے جبر نہیں کر سکتا اور نہ عورت شوہر سے بچے کو دودھ پلانے کی اجرت طلب کر سکتی ہے جب تک اس کے نکاح یا عدت میں ہے۔ ہاں اگر نکاح سے باہر ہو گئی ہے اور عدت گزر چکی ہے تب بچے کو دودھ پلانے کی اجرت لے سکتی ہے۔ اگر باپ نے کسی عورت کو اپنے بچے کو دودھ پلانے پر بااجرت یا بلا اجرت مقرر کیا اور اس کی ماں اسی اجرت پر یا بلا اجرت دودھ پلانے پر راضی ہے تو ماں ہی دودھ پلانے کی زیادہ مستحق ہے اور اگر ماں نے زیادہ اجرت طلب کی تو مستحق نہیں ہے۔

لا تضار والدة

مطلب یہ ہے کہ ماں کا بچے کوضرر دینا یہ ہے کہ اس کو وقت پر دودھ نہ دے یا اس کی نگرانی نہ رکھے یا بلاوجہ زدوکوب کرے یا اپنے ساتھ مانوس کر لینے کے بعد چھوڑ دے اور باپ کا بچے کوضرر دینا یہ ہے کہ جو بچہ ماں سے مانوس ہوا سے ماں سے چھین لے یا ماں کو حق پرورش حاصل ہو تو اس کے پاس رہنے نہ دے یا ماں کے حق میں کوتاہی کرے جس سے بچے کوضرر کا اندیشہ ہو مثلاً پوری خوراک نہیں دیتا جس کی وجہ سے دودھ کم ہو گیا۔

حَمْلُهُ وَفِصَالُهُ

اس آیت سے ثابت ہوا کہ اقل مدت حمل چھ ماہ ہے' اس لیے کہ اوپر گزر چکا ہے کہ مدت رضاعت دو سال ہے۔ امام ابو یوسف اور امام محمد اسی آیت سے استدلال کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ مدت رضاعت دو سال ہے۔ چھ ماہ مدت حمل' دو سال مدت رضاعت۔ حضرت امام اعظم فرماتے ہیں کہ مدت رضاعت اڑھائی سال ہے۔ احتیاطاً فتویٰ یہ دیا جاتا ہے کہ بچے کو دو سال سے زیادہ دودھ پلانا جائز نہیں' لیکن اگر کوئی بچہ اڑھائی سال کی عمر میں کسی عورت کا دودھ پی لے تو حرمت رضاعت ثابت ہو جائے گی۔ اس سلسلے میں "ما له وما عليه" کی پوری بحث اصول فقہ اور فقہ کی شروح میں ہے۔ پس اگر تم اتفاق رائے نہ کر سکو تو دوسری عورت اسے دودھ پلائے۔ وسعت والا اپنی وسعت بھر خرچ کرے۔ مطلب یہ ہے کہ ماں بہ نسبت دائی کے زیادہ اُجرت مانگتی ہو اور باپ زیادہ اُجرت دینے پر راضی نہ ہو تو ماں کو استحقاق نہیں۔

ت ٧٠٠ - وَقَالَ يُونُسُ عَنِ الزُّهْرِيِّ نَهَى اللّٰهُ أَنْ تُضَارَّ وَالِدَةٌ بِوَلَدِهَا وَذٰلِكَ أَنْ تَقُولَ الْوَالِدَةُ لَسْتُ مُرْضِعَتَهُ وَهِيَ أَمْثَلُ لَهُ غِذَاءً وَأَشْفَقُ عَلَيْهِ وَأَرْفَقُ بِهِ مِنْ غَيْرِهَا فَلَيْسَ لَهَا أَنْ تَأْبٰى بَعْدَ أَنْ يُعْطِيَهَا مِنْ نَفْسِهِ مَا جَعَلَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَلَيْسَ لِلْمَوْلُودِ لَهُ أَنْ يُضَارَّ بِوَلَدِهِ وَالِدَتَهُ فَيَمْنَعَهَا أَنْ تُرْضِعَهُ ضِرَارًا لَهَا إِلٰى غَيْرِهَا فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا أَنْ يَسْتَرْضِعَا عَنْ طِيبِ نَفْسِ الْوَالِدِ وَالْوَالِدَةِ ﴿فَإِنْ أَرَادَا فِصَالًا عَنْ تَرَاضٍ مِنْهُمَا وَتَشَاوُرٍ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا﴾ (البقرہ:٢٣٣) بَعْدَ أَنْ يَكُونَ ذٰلِكَ عَنْ تَرَاضٍ مِنْهُمَا وَتَشَاوُرٍ ﴿فِصَالُهُ﴾ (لقمان:١٤) فِطَامُهُ.

یونس نے کہا: امام زہری سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے اس سے منع فرمایا کہ والدہ کو بچے کی وجہ سے ضرر دیا جائے اور یہ ایسے ہے کہ ماں کہے: میں اسے دودھ نہیں پلاؤں گی حالانکہ اس کا دودھ بچے کے لیے بطور غذا زیادہ موافق ہے اور وہ بچے پر زیادہ مہربان ہے بہ نسبت دوسرے کے۔ تو اسے جائز نہیں کہ اگر اس کا شوہر اپنے پاس سے اتنا دے جو اللہ نے مقرر فرمایا ہے کہ دودھ پلانے سے انکار کرے اور اسی طرح باپ کو بھی جائز نہیں کہ بچے کی وجہ سے اس کی ماں کوضرر پہنچائے کہ اسے تکلیف پہنچانے کی نیت سے دودھ پلانے سے روک دے اور کسی عورت کو دے دے' اور ان دونوں پر کوئی حرج نہیں کہ ماں باپ باہمی رضامندی سے کسی اور سے دودھ پلوائیں۔ پس اگر دونوں دودھ چھڑانا چاہیں تو ان دونوں پر کوئی گناہ نہیں جب کہ یہ باہمی رضامندی اور مشورہ سے ہو۔ "فِصَالُهُ" سے مراد بچے کا دودھ چھڑانا ہے۔

بَابُ إِذَا لَمْ يُنْفِقِ الرَّجُلُ فَلِلْمَرْأَةِ أَنْ

جب مرد خرچہ نہ دے تو عورت کو جائز ہے کہ اسے

تَأْخُذَ بِغَيْرِ عِلْمِهٖ مَا يَكْفِيْهَا وَوَلَدَهَا بِالْمَعْرُوْفِ (ص٨٠٨)

جتائے بغیر اتنا لے لے جو اسے اور اس کی اولاد کو دستور کے مطابق کافی ہو

٢٤٤٢ - عَنْ عَائِشَةَ اَنَّ هِنْدَ بِنْتَ عُتْبَةَ قَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، اِنَّ اَبَا سُفْيَانَ رَجُلٌ شَحِيْحٌ، وَلَيْسَ يُعْطِيْنِيْ مَا يَكْفِيْنِيْ وَوَلَدِيْ اِلَّا مَا اَخَذْتُ مِنْهُ وَهُوَ لَا يَعْلَمُ، فَقَالَ خُذِيْ مَا يَكْفِيْكِ وَوَلَدَكِ بِالْمَعْرُوْفِ.

اُمّ المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ہندہ بنت عتبہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ابوسفیان بخیل آدمی ہیں، مجھے اتنا نہیں دیتے جو مجھے اور میرے بچوں کو کافی ہو لیکن وہ جو میں لے لوں بغیر ان کے علم کے، فرمایا: اتنا لے لے جو دستور کے مطابق تجھے اور تیرے بچوں کو کافی ہو۔

بیوی کا نفقہ شوہر پر اور بچوں کا نفقہ باپ پر واجب ہے استطاعت ہوتے ہوئے۔ جب شوہر یا باپ کمی کرے تو بہ قدر ضرورت دستور کے مطابق اس کے مال سے بغیر اسے بتائے ہوئے لینا جائز ہے۔ ضرورت سے زیادہ لینا جائز نہیں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

۷۰- كِتَابُ الْأَطْعِمَةِ (ص۸۰۹)

کھانے کی چیزوں کا بیان

بَابُ قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى ﴿كُلُوْا مِنْ طَيِّبَاتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ﴾ (البقرہ: ۵۷،۱۷۲) وَقَوْلِهٖ ﴿اَنْفِقُوْا مِنْ طَيِّبَاتِ مَا كَسَبْتُمْ﴾ (البقرہ: ۲۶۷) وَقَوْلِهٖ ﴿كُلُوْا مِنَ الطَّيِّبَاتِ وَاعْمَلُوْا صَالِحًا اِنِّىْ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِيْمٌ O﴾ (المومنون: ۵۱) (ص۸۰۹)

اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی تفسیر: ان پاک چیزوں سے کھاؤ جو ہم نے تم کو دیں' اور اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی تفسیر: ان پاک چیزوں سے خرچ کرو جو تم نے کمائیں' اور اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی تفسیر: پاک چیزوں سے کھاؤ اور اچھے کام کرو' بے شک تم جو عمل کرتے ہو میں اس جانتا ہوں O

توضیح

"طیبات" کے معنی: اچھی پاکیزہ چیزیں ہیں اور یہاں مراد حلال چیزیں ہیں۔

۲۴۴۳- ح: [مَاشَبِعَ اٰلُ مُحَمَّدٍ مِنْ طَعَامٍ ثَلَاثَةَ اَيَّامٍ مُتَوَاتِرٍ]

آل محمد نے تین دن تک مسلسل کبھی پیٹ بھر کر کھانا نہیں کھایا

۲۴۴۳- عَنْ اَبِىْ حَازِمٍ' عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ قَالَ مَا شَبِعَ اٰلُ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ طَعَامٍ ثَلَاثَةَ اَيَّامٍ حَتّٰى قُبِضَ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے تین دن تک مسلسل پیٹ بھر کر کھانا نہیں کھایا یہاں تک کہ حضور کا وصال ہو گیا۔

۲۴۴۴- ح: [اَلْعُسُّ الْوَاحِدُ مِنَ اللَّبَنِ كَفٰى سَائِرَ اَصْحَابِ الصُّفَّةِ]

ایک پیالہ دودھ تمام اصحابِ صفہ کو کافی ہو گیا

۲۴۴۴- وَعَنْ اَبِىْ حَازِمٍ' عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ اَصَابَنِىْ جَهْدٌ شَدِيْدٌ فَلَقِيْتُ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ' فَاسْتَقْرَاْتُهٗ اٰيَةً مِنْ كِتَابِ اللّٰهِ فَدَخَلَ دَارَهٗ وَفَتَحَهَا عَلَيَّ' فَمَشَيْتُ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ہی سے روایت ہے (انہوں نے کہا) کہ مجھے فاقہ کی وجہ سے شدید مشقت پہنچی تو میں نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے ملاقات کی اور ان سے اللہ عزوجل کی کتاب سے

غَيْرَ بَعِيْدٍ فَخَرَرْتُ لِوَجْهِيْ مِنَ الْجَهْدِ وَالْجُوْعِ، فَإِذَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَائِمٌ عَلٰى رَأْسِيْ، فَقَالَ يَا أَبَا هُرَيْرَةَ. فَقُلْتُ لَبَّيْكَ رَسُوْلَ اللّٰهِ وَسَعْدَيْكَ، فَأَخَذَ بِيَدِيْ فَأَقَامَنِيْ وَعَرَفَ الَّذِيْ بِيْ، فَانْطَلَقَ بِيْ إِلٰى رَحْلِهٖ، فَأَمَرَ لِيْ بِعُسٍّ مِنْ لَبَنٍ فَشَرِبْتُ مِنْهُ ثُمَّ قَالَ عُدْ يَا أَبَا هِرٍّ فَعُدْتُّ فَشَرِبْتُ، ثُمَّ قَالَ عُدْ فَعُدْتُّ فَشَرِبْتُ، حَتّٰى اسْتَوٰى بَطْنِيْ فَصَارَ كَالْقِدْحِ، قَالَ فَلَقِيْتُ عُمَرَ، وَذَكَرْتُ لَهُ الَّذِيْ كَانَ مِنْ أَمْرِيْ، وَقُلْتُ لَهٗ تَوَلَّى اللّٰهُ ذٰلِكَ مَنْ كَانَ أَحَقَّ بِهٖ مِنْكَ يَا عُمَرُ، وَاللّٰهِ لَقَدِ اسْتَقْرَأْتُكَ الْآيَةَ، وَلَأَنَا أَقْرَأُ لَهَا مِنْكَ. قَالَ عُمَرُ وَاللّٰهِ لَأَنْ أَكُوْنَ أَدْخَلْتُكَ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ أَنْ يَكُوْنَ لِيْ مِثْلُ حُمْرِ النَّعَمِ.

ایک آیت پڑھنے کو کہا۔ وہ اپنے گھر کے اندر چلے گئے اور وہ آیت مجھے پڑھ کر سنا دی۔ میں تھوڑی دور چلا کہ مشقت اور بھوک کی وجہ سے منہ کے بل گر پڑا۔ آنکھ کھلی تو دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ میرے سر پر کھڑے ہیں اور فرمایا: اے ابوہریرہ! میں نے عرض کیا: حاضر ہوں یا رسول اللہ اور حاضر ہوں! حضور نے میرا ہاتھ پکڑ کر مجھے کھڑا کیا اور میرا جو حال تھا پہچان لیا اور مجھے اپنے کاشانہ مبارک کی طرف لے گئے اور حکم دیا کہ مجھے ایک پیالے میں بھر کر دودھ دیا جائے۔ میں نے اس میں سے پیا' پھر فرمایا: دوبارہ پی اے ابوہریرہ! میں نے دوبارہ پیا تو فرمایا: اور پی' میں نے اتنا پیا کہ میرا پیٹ تیر کی طرح سیدھا ہو گیا۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا: پھر میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ملاقات کی اور ان سے پورا واقعہ ذکر کیا اور میں نے ان سے کہا: اللہ نے یہ کام اس کے سپرد فرمایا جو آپ سے زیادہ اس کا حق دار تھا اے عمر! واللہ میں نے آپ سے ایک آیت پڑھنے کو کہا تھا حالانکہ میں اس آیت کا تم سے زیادہ پڑھنے والا تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: واللہ! اس حال میں تم کو اپنے گھر لانا مجھے زیادہ پیارا ہوتا بہ نسبت اس کے کہ میرے لیے سرخ اونٹ ہوتے۔

''وعن ابی حازم'' مطلب یہ ہے کہ یہ حدیث بھی پہلی سند کے ساتھ مروی ہے۔ ''جُھْد'' کے معنی مشقت کے ہیں۔ مراد یہ ہے کہ بھوک کی وجہ سے میں شدید اذیت میں تھا۔ یہ حدیث مفصل گزر چکی ہے۔ یہاں اختصار کے ساتھ ہے مگر کچھ مزید باتیں بھی ہیں اس لیے میں نے اس کو دوبارہ لکھا۔

بَابُ التَّسْمِيَةِ عَلَى الطَّعَامِ وَالْأَكْلِ بِالْيَمِيْنِ (ص۸۰۹)

کھانے پر بسم اللہ پڑھنا اور داہنے ہاتھ سے کھانا

۲۴۴۵ - أَنَّهٗ سَمِعَ وَهْبَ بْنَ كَيْسَانَ أَنَّهٗ سَمِعَ عُمَرَ بْنَ أَبِيْ سَلَمَةَ يَقُوْلُ كُنْتُ غُلَامًا فِيْ حَجْرِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَكَانَتْ يَدِيْ تَطِيْشُ فِي الصَّحْفَةِ، فَقَالَ لِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا غُلَامُ، سَمِّ اللّٰهَ، وَكُلْ بِيَمِيْنِكَ، وَكُلْ مِمَّا يَلِيْكَ. فَمَا زَالَتْ تِلْكَ طِعْمَتِيْ بَعْدُ.

انہوں نے حضرت عمر ابن ابی سلمہ سے سنا کہ میں بچہ تھا رسول اللہ ﷺ کی پرورش میں تھا اور میرا ہاتھ برتن میں ہر طرف جاتا تھا تو مجھے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے بچے! بسم اللہ پڑھ اور اپنے داہنے ہاتھ سے کھاؤ اور اپنے قریب سے کھاؤ۔ اس کے بعد میرے کھانے کا یہی طریقہ رہا۔

بَابُ التَّيَمُّنِ فِي الْأَكْلِ وَغَيْرِهٖ (ص۸۱۰)

کھانے وغیرہ میں داہنے ہاتھ سے شروع کرنا

۲۴۴۶ - عَنْ أَبِيْهِ، عَنْ مَسْرُوْقٍ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے انہوں نے

اللہ عنہا قالت کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یحب التیمن ما استطاع فی طھورہ وتنعلہ وترجلہ وکان قال بواسط قبل ھذا فی شانہ کلہ۔

کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دائیں کو پسند فرماتے جہاں تک ہوسکتا اپنی طہارت میں اور نعلین پہننے میں اور کنگھا کرنے میں۔ اور شعبہ نے واسط میں اس کے پہلے یہ زائد بیان کیا تھا' اپنے ہر کام میں۔

باب من اکل حتی شبع (ص ۸۱۰)

جس نے پیٹ بھر کھانا کھایا

۲۴۴۷- عن عائشۃ رضی اللہ عنھا توفی النبی صلی اللہ علیہ وسلم حین شبعنا من الاسودین التمر والماء۔ (بخاری۔ کتاب الاطعمۃ۔ باب: الرطب و التمر ص ۸۱۸)

اُمّ المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصال اس وقت ہوا جب ہم دو کالی چیزوں یعنی کھجور اور پانی پیٹ بھر کھانے لگے تھے۔

اس حدیث سے ظاہر ہوا کہ ابتداء میں پیٹ بھر کھانا نصیب نہیں ہوتا تھا۔ بعد میں فراخی آئی اور یہ خیبر فتح ہونے کے بعد حاصل ہوئی۔ غزوۂ خیبر میں خود اُمّ المومنین رضی اللہ عنہا کی حدیث گزری۔ فرماتی ہیں: جب خیبر فتح ہوا تو ہم نے کہا: اب ہم پیٹ بھر کھجور کھائیں گے۔ اسی طرح حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث گزری' انہوں نے فرمایا: ہم نے پیٹ بھر نہیں کھایا یہاں تک کہ ہم نے خیبر فتح کیا۔

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ پانی کا رنگ کالا ہے یہی وجہ ہے کہ سفید کپڑے پر پانی کی چھینٹیں پڑتی ہیں تو دھبے سیاہ نظر آتے ہیں۔ احیاء العلوم میں ہے کہ کھانے کی حد سات درجے ہے۔ (۱) جس سے زندگی باقی رہے۔ (۲) اتنا کھائے کہ کھڑے ہوکر نماز پڑھ سکے اور روزہ رکھ سکے یہ دونوں واجب ہیں۔ (۳) اتنا زیادہ کھائے کہ نوافل ادا کرنے کی قوت ہو۔ (۴) اتنا کھائے کہ کسب پر قادر ہو۔ یہ دونوں مستحب ہیں۔ (۵) تہائی پیٹ تک کھائے یہ مباح ہے۔ (۶) یہ کہ اس سے زیادہ کھائے جس سے بدن بوجھل ہو جائے اور نیند زیادہ آئے۔ (۷) یہ کہ اتنا زیادہ کھائے کہ بدہضمی ہو جائے' یہ حرام ہے۔

باب الخبز المرقق والاکل علی الخوان والسفرۃ (ص ۸۱۱)

پتلی روٹی اور خوان اور سفرہ پر کھانے کا بیان

۲۴۴۸- عن قتادۃ قال کنا عند انس وعندہ خباز لہ فقال ما اکل النبی صلی اللہ علیہ وسلم خبزا مرققا ولا شاۃ مسموطۃ حتی لقی اللہ عزوجل۔

قتادہ سے مروی ہے' انہوں نے کہا: ہم حضرت انس کے پاس تھے اور وہیں ان کا روٹی پکانے والا بھی تھا تو انہوں نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پتلی نرم روٹی اور نہ بھنی ہوئی بکری کھائی یہاں تک کہ اللہ عزوجل سے ملاقات کی۔

''خبز مرقق'' ایسی روٹی جو بہت پتلی اور نرم ہو۔ اس عہد میں تنور میں موٹی روٹیاں پکتی تھیں اور چھلنیاں بھی نہیں تھیں۔ موٹے آٹے کی جس میں بھوسا ملا ہوا ہوتا' روٹیاں پکا کرتی تھیں۔ ''مسموطۃ'' اس سے مراد یہ ہے کہ گرم پانی میں بکری کو ڈال کر بال اتار لیتے پھر اسے بھون کر کھاتے۔ اصل میں چھوٹے بچے ذبح کیے جاتے تو ان کے بالوں کو گرم پانی سے اتار دیتے پھر بھون کر کھاتے۔ اب حاصل یہ ہوا کہ بکری کا بہت چھوٹا بچہ جسے لوگ بہ طریق مذکور کھاتے تھے یہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نہیں کھایا اور اس سے مراد یہ بھی ہے کہ اکثر یعنی اس کے کھانے کی عادت نہیں تھی' ورنہ احادیث سے ثابت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بعض اوقات ایسی بھنی ہوئی بکری کھائی ہے۔

۲۴۴۹- ح: [ما اکل النبی صلی اللہ

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کبھی چھوٹی چھوٹی

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى سُكُرُّجَةٍ قَطُّ]

۲۴۴۹ - عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ مَا عَلِمْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَكَلَ عَلٰى سُكُرُّجَةٍ قَطُّ، وَلَا خُبِزَ لَهٗ مُرَقَّقٌ قَطُّ، وَلَا اَكَلَ عَلٰى خِوَانٍ قَطُّ، قِيْلَ لِقَتَادَةَ فَعَلٰى مَا كَانُوْا يَاْكُلُوْنَ؟ قَالَ عَلَى السُّفَرِ.

پیالیوں میں نہیں کھایا

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نہیں جانتا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی چھوٹی پیالیوں میں کھایا ہو اور نہ کبھی حضور کے لیے پتلی نرم روٹی بنائی گئی اور نہ کبھی خوان پر آپ نے کھایا۔ قتادہ سے پوچھا گیا کہ لوگ کس پر کھاتے تھے؟ فرمایا: سفرہ پر۔

سکرجة

اس میں صحیح لغت یہ ہے کہ سین اور کاف اور را مشدد کو ضمہ اور جیم کو فتحہ، اس کے معنی ہیں چھوٹی چھوٹی پیالیاں، چونکہ اس وقت عرب میں کھانے کے لیے چھوٹے چھوٹے برتن نہیں تھے، ان کی عادت تھی کہ بڑے بڑے برتنوں میں کھانا نکال کر سب لوگ اکٹھا کھاتے تھے، اس لیے اس حدیث سے چھوٹے برتنوں میں کھانے کی کراہیت پر دلیل لانا درست نہیں ہے۔

خوان

اس میں دونوں لغتیں ہیں، خاء کو فتحہ اور کسرہ۔ عجمیوں کی عادت تھی کہ وہ تپائی کی طرح دسترخوان اونچا بناتے تھے جس پر کھانا رکھ کر کھاتے تھے تاکہ کھانے میں سر نہ جھکانا پڑے۔ اسی تپائی کو خوان کہتے تھے۔ عرب میں خوان کا رواج نہیں تھا۔ زمین پر چمڑا وغیرہ بچھا کر اس پر رکھ کر کھانا کھاتے تھے۔ خوان پر کھانا کھانا اس بناء پر ناپسندیدہ ہے کہ اس میں متکبرین کے ساتھ مشابہت ہے۔

۲۴۵۰- ح: [سَمّٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْاَسْمَاءَ ذَاتَ النِّطَاقَيْنِ]

۲۴۵۰ - حَدَّثَنَا هِشَامٌ، عَنْ اَبِيْهِ، وَعَنْ وَهْبِ بْنِ كَيْسَانَ، قَالَ كَانَ اَهْلُ الشَّامِ يُعَيِّرُوْنَ ابْنَ الزُّبَيْرِ، يَقُوْلُوْنَ يَا ابْنَ ذَاتِ النِّطَاقَيْنِ، فَقَالَتْ لَهٗ اَسْمَاءُ يَا بُنَيَّ اِنَّهُمْ يُعَيِّرُوْنَكَ بِالنِّطَاقَيْنِ، هَلْ تَدْرِيْ مَا كَانَ النِّطَاقَانِ؟ اِنَّمَا كَانَ نِطَاقِيْ شَقَقْتُهٗ نِصْفَيْنِ، فَاَوْكَيْتُ قِرْبَةَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِاَحَدِهِمَا، وَجَعَلْتُ فِيْ سُفْرَتِهٖ اٰخَرَ، قَالَ فَكَانَ اَهْلُ الشَّامِ اِذَا عَيَّرُوْهُ بِالنِّطَاقَيْنِ، يَقُوْلُ اِيْهًا وَّالْاِلٰهِ تِلْكَ شَكَاةٌ ظَاهِرٌ عَنْكَ عَارُهَا.

حضرت اسماء کا نام ذات النطاقین، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رکھا

عروہ بن زبیر اور وہب بن کیسان سے روایت ہے کہ اہل شام حضرت ابن زبیر کو عار دلانے کے لیے کہتے: اے ذات النطاقین کے بیٹے! اس پر حضرت اسماء نے ان سے کہا: اے بیٹے! وہ تم کو نطاقین کے ساتھ عار دلاتے ہیں، کیا تم جانتے ہو دو نطاق کیا تھا۔ میرا ایک نطاق تھا جس کو میں نے شب ہجرت آدھا آدھا پھاڑا، ایک سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مشک کا منہ باندھا اور دوسرے سے توشہ دان کا منہ باندھا۔ اس کے بعد اہل شام جب حضرت عبداللہ بن زبیر کو نطاقین کے ساتھ عار دلاتے تو کہتے: ہاں! بخدا! یہ سچ ہے۔ یہ جو تم چلا کر کہتے ہو اس میں کوئی عار نہیں۔

ہجرت کے موقع پر جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے گھر تشریف لے گئے تو زاد راہ کے لیے ایک مشک پانی اور تھیلے میں کھانا رکھا گیا۔ مشک کا منہ باندھنے اور توشہ دان کا منہ باندھنے کے لیے کوئی رسی نہیں ملی تو حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نے اپنے پٹکے کو پھاڑ دیا۔ آدھے سے مشک کا منہ باندھا اور آدھے سے توشہ دان۔ اس پر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے خوش ہو کر ان کو فرمایا: تم ذات

النطاقین ہو۔ یہ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کے لیے فخر کی بات تھی جسے حجاج بن یوسف کے لشکری بطور طعن بولتے تھے۔ آزاد شریف عورتیں صرف ایک نطاق باندھتی تھیں اور خادمائیں دو دو نطاق۔

''ذات النطاقین'' کنایہ ہے خادمہ سے' اس طرح یہ طعن ہو گیا۔ ''تلك شكاة ظاهر عنك عارها'' یہ بھی ذؤیب ہذلی کے ایک طویل قصیدے کا ایک مصرعہ ہے جو اس نے نصیبہ بنت عنس بن محرص کے مرثیے میں کہا۔ پورا شعر یہ ہے:

وعيرها الواشون انى احبها　　تلك شكاة ظاهر عنك عارُها

''اور اسے چغل خوروں نے عار دلایا کہ میں اس سے محبت کرتا ہوں' اس شور مچانے میں تیرے لیے کوئی عار نہیں''۔

حضرت عبداللہ بن زبیر کے فرمانے کا مطلب یہ ہے کہ تم لوگ مجھے ابن ذات النطاقین کہہ کر عار دلاتے ہو حقیقت میں یہ عار نہیں فخر کی بات ہے کیونکہ یہ خطاب میری والدہ کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے دیا تھا۔

بَابُ مَا كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَأْكُلُ حَتّٰى يُسَمّٰى لَهٗ فَيَعْلَمَ مَا هُوَ (ص ۸۱۲)

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس وقت تک کوئی چیز نہیں کھاتے جب تک اس کا نام نہ بتا دیا جاتا اور جان لیتے کہ وہ کیا ہے؟

۲۴۵۱- ح: [خَالِدُ بْنُ الْوَلِيْدِ هُوَ سَيْفُ اللّٰهِ]

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ سیف اللہ ہیں

۲۴۵۱- اَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ اَخْبَرَهٗ اَنَّ خَالِدَ بْنَ الْوَلِيْدِ الَّذِيْ يُقَالُ لَهٗ سَيْفُ اللّٰهِ اَخْبَرَهٗ اَنَّهٗ دَخَلَ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى مَيْمُوْنَةَ وَهِيَ خَالَتُهٗ وَخَالَةُ ابْنِ عَبَّاسٍ فَوَجَدَ عِنْدَهَا ضَبًّا مَحْنُوْذًا' قَدِمَتْ بِهٖ اُخْتُهَا حُفَيْدَةُ بِنْتُ الْحَارِثِ مِنْ نَجْدٍ' فَقَدَّمَتِ الضَّبَّ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ' وَكَانَ قَلَّ مَايُقَدِّمُ يَدَهٗ لِطَعَامٍ حَتّٰى يُحَدَّثَ بِهٖ وَيُسَمّٰى لَهٗ' فَاَهْوٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدَهٗ اِلَى الضَّبِّ' فَقَالَتِ امْرَاَةٌ مِّنَ النِّسْوَةِ الْحُضُوْرِ اَخْبِرْنَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا قَدَّمْتُنَّ لَهٗ' هُوَ الضَّبُّ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ' فَرَفَعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدَهٗ عَنِ الضَّبِّ' فَقَالَ خَالِدُ بْنُ الْوَلِيْدِ اَحَرَامٌ الضَّبُّ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ؟ قَالَ لَا' وَلٰكِنْ لَّمْ يَكُنْ بِاَرْضِ قَوْمِيْ فَاَجِدُنِيْ اَعَافُهٗ. قَالَ خَالِدٌ فَاجْتَرَرْتُهٗ فَاَكَلْتُهٗ وَرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَنْظُرُ اِلَيَّ.

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے خبر دی کہ انہیں حضرت خالد بن ولید سیف اللہ نے خبر دی کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ام المؤمنین حضرت میمونہ کے گھر میں گئے اور یہ ان کی اور حضرت ابن عباس کی خالہ تھیں تو انہوں نے وہاں بھنی ہوئی گوہ پائی جسے ام المؤمنین کی بہن حفیدہ بنت حارث نجد سے لائی تھیں۔ حضرت میمونہ نے گوہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے پیش کی اور کم ایسا ہوتا کہ حضور کے سامنے کھانا پیش کیا جاتا تو حضور اسے تناول فرماتے یہاں تک کہ اس کے متعلق بتایا جاتا اور اس کا نام لیا جاتا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا ہاتھ گوہ کی طرف بڑھایا تو موجود عورتوں میں سے ایک نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بتاؤ کہ حضور کے سامنے کیا پیش کیا ہے' یہ گوہ ہے یا رسول اللہ! تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا ہاتھ گوہ سے اٹھا لیا تو اس پر خالد بن ولید نے پوچھا: کیا گوہ حرام ہے؟ یا رسول اللہ! فرمایا: نہیں! لیکن میری قوم کی زمین میں نہیں' مجھے اس سے گھن آتی ہے۔ خالد نے کہا: میں نے اس کو کھینچا اور کھایا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میری جانب دیکھ رہے تھے۔

(بخاری۔ باب: الشواء ص ۸۱۳' کتاب الذبائح۔ باب: الضب ص ۸۳۱' مسلم۔ کتاب الصید' ابوداؤد۔ کتاب الاطعمہ)

[گوہ حلال ہے یا حرام؟]

زمانۂ جاہلیت میں اہل عرب کو حلال و حرام کی تمیز نہ تھی' مردار تک کھاتے تھے۔ اسلام نے بہت سے جانوروں کو حرام بتایا' جس کی خبر سب کو نہ تھی' اس لیے حضور اقدس ﷺ کی عادت کریمہ تھی کہ جب کھانے کے لیے کوئی چیز پیش کی جاتی تو دریافت فرمالیا کرتے کہ یہ کیا چیز ہے۔ ابوداؤد وغیرہ میں ایسی حدیثیں ہیں جن سے گوہ کا حرام ہونا ثابت ہوتا ہے اور جب معاملہ حلت و حرمت میں دائر ہو تو احتیاط اسی میں ہے کہ حرمت کو ترجیح دی جائے۔ اسی کے مطابق احناف کا مذہب یہ ہے کہ گوہ کھانا حرام ہے۔ علامہ عینی نے فرمایا کہ ابتداءً گوہ کھانا مباح تھا پھر اسے منسوخ کر کے حرام کر دیا گیا۔ اگرچہ صراحۃً حرام ہونے کی تاریخ نہیں معلوم لیکن اگر اباحت کو مؤخر مانا جائے تو دو بار نسخ لازم آئے گا اور یہ باتفاق جائز نہیں۔ یہ اس طرح کہ قبل اسلام گوہ مباح تھی' پھر اسے حرام کیا گیا۔ اب اگر مانا جائے کہ بعد میں پھر مباح کیا گیا تو دو بار نسخ لازم آئے گا۔

بَابٌ طَعَامُ الْوَاحِدِ يَكْفِي الْاِثْنَيْنِ (ص ۸۱۲) — ایک کا کھانا دو کو کافی ہے

توضیح

باب کا عنوان ایک حدیث ہے جسے ابن ماجہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ایک کا کھانا دو کو کافی ہے اور دو کا کھانا تین اور چار کو اور چار کا کھانا پانچ اور چھ کو کافی ہے۔

۲۴۵۲- عَنِ الْاَعْرَجِ' عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ طَعَامُ الْاِثْنَيْنِ كَافِي الثَّلَاثَةِ' وَطَعَامُ الثَّلَاثَةِ كَافِي الْاَرْبَعَةِ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: دو کا کھانا تین کو کافی ہے اور تین کا کھانا چار کو۔

بَابٌ اَلْمُؤْمِنُ يَاْكُلُ فِيْ مِعًى وَّاحِدٍ (ص ۸۱۲) — مومن ایک آنت میں کھاتا ہے کافر سات آنتوں میں کھاتا ہے

۲۴۵۳- ح: [اَلْكَافِرُ يَاْكُلُ فِيْ سَبْعَةِ اَمْعَاءٍ]

۲۴۵۳- عَنْ نَافِعٍ قَالَ كَانَ ابْنُ عُمَرَ لَا يَاْكُلُ حَتّٰى يُؤْتٰى بِمِسْكِيْنٍ يَاْكُلُ مَعَهٗ' فَاَدْخَلْتُ رَجُلًا يَاْكُلُ مَعَهٗ فَاَكَلَ كَثِيْرًا' فَقَالَ يَا نَافِعُ' لَا تُدْخِلْ هٰذَا عَلَيَّ' سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اَلْمُؤْمِنُ يَاْكُلُ فِيْ مِعًى وَّاحِدٍ' وَالْكَافِرُ يَاْكُلُ فِيْ سَبْعَةِ اَمْعَاءٍ.

نافع سے روایت ہے: وہ کہتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما اس وقت تک نہ کھاتے جب تک کوئی مسکین نہ لایا جاتا جو ان کے ساتھ کھائے۔ ایک دفعہ ایک شخص کو میں نے کھانے میں شریک کیا تو اس نے بہت کھالیا تو فرمایا: اے نافع! اس کو کبھی مت لانا۔ میں نے نبی ﷺ سے سنا: مومن ایک آنت میں کھاتا ہے اور کافر سات آنتوں میں کھاتا ہے۔

اس کے بعد جو روایت بہ طریق محمد بن سلام ہے اس میں راوی کو شک ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے کافر فرمایا تھا یا منافق۔

۲۴۵۴- عَنْ عَمْرٍو قَالَ كَانَ اَبُوْ نَهِيْكٍ رَجُلًا اَكُوْلًا'

عمرو (بن دینار) نے کہا کہ ابو نہیک بہت کھانے والے شخص

فَقَالَ لَهُ ابْنُ عُمَرَ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ الْكَافِرَ يَاْكُلُ فِىْ سَبْعَةِ اَمْعَاءٍ. فَقَالَ فَاَنَا اُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ.

تھے۔ان سے حضرت ابن عمر نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ کافر سات آنتوں میں کھاتا ہے' ابونہیک نے کہا کہ میں اللہ عزوجل اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان رکھتا ہوں۔

مطلب یہ ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے بہ اعتبار اغلب و اکثر کے فرمایا کہ کافر یا منافق کا یہ حال ہے۔ یہ مطلب نہیں کہ زیادہ کھانا کفر ہے' جو زیادہ کھائے کافر ہو جائے' میں مومن ہوں زیادہ کھاتا ہوں' زیادہ کھانے کی وجہ سے میں کافر نہیں ہو گیا۔

۲۴۵۵ - عَنْ اَبِىْ حَازِمٍ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَجُلًا كَانَ يَاْكُلُ اَكْلًا كَثِيْرًا، فَاَسْلَمَ، فَكَانَ يَاْكُلُ اَكْلًا قَلِيْلًا، فَذُكِرَ ذٰلِكَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اِنَّ الْمُؤْمِنَ يَاْكُلُ فِىْ مِعًى وَّاحِدٍ، وَالْكَافِرَ يَاْكُلُ فِىْ سَبْعَةِ اَمْعَاءٍ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: ایک شخص بہت کھاتا تھا' پھر وہ مسلمان ہو گیا اور تھوڑا کھانے لگا' نبی ﷺ سے یہ ذکر کیا گیا تو فرمایا: مومن ایک آنت میں کھاتا ہے اور کافر سات آنتوں میں۔

امام قاضی عیاض نے اہل طب و تشریح سے حکایت کی کہ انسان کی آنتیں سات ہیں۔ معدہ' پھر اس سے متصل تین آنتیں: بواب' صائم' رقیق' یہ سب پتلی ہیں' پھر تین موٹی ہیں: اعور' قولون' مستقیم۔ اسی کے سرے پر دبر ہے۔

بَابُ الْاَكْلِ مُتَّكِئًا (ص ۸۱۲)

ٹیک لگا کر کھانا

۲۴۵۶ - عَنْ اَبِىْ جُحَيْفَةَ قَالَ كُنْتُ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ لِرَجُلٍ عِنْدَهٗ لَا اٰكُلُ وَاَنَا مُتَّكِئٌ.

حضرت ابوجحیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' انہوں نے کہا: میں نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر تھا تو حضور نے ایک شخص سے فرمایا جو اس جگہ موجود تھا: میں اس حالت میں نہیں کھاتا کہ ٹیک لگائے ہوئے ہوں۔

بَابُ النَّهْسِ وَانْتِشَالِ اللَّحْمِ (ص ۸۱۳)

گوشت کو دانتوں سے نوچنا اور ہانڈی سے نکال کر کھانا

۲۴۵۷- ح: [اَكَلَ اللَّحْمَ وَلَمْ يَتَوَضَّاْ]

آپ (ﷺ) نے گوشت کھایا' تازہ وضو نہیں فرمایا

۲۴۵۷ - عَنْ مُحَمَّدٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ تَعَرَّقَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَتِفًا ثُمَّ قَامَ فَصَلّٰى وَلَمْ يَتَوَضَّاْ. عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ انْتَشَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَرْقًا مِنْ قِدْرٍ فَاَكَلَ ثُمَّ صَلّٰى وَلَمْ يَتَوَضَّاْ.

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک شانے کے اوپر کا گوشت تناول فرمایا' پھر کھڑے ہوئے اور نماز پڑھی' وضو نہیں کیا۔ حضرت ابن عباس سے ہی مروی ہے کہ نبی ﷺ نے گوشت والی ہڈی ہانڈی سے نکالی اور کھائی' پھر نماز پڑھی اور وضو نہیں کیا۔

بَابُ النَّفْخِ فِى الشَّعِيْرِ (ص ۸۱۴)

جو میں پھونکنا

۲۴۵۸- ح: [مَا كَانَ النَّقِيُّ فِىْ زَمَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ]

نبی ﷺ کے زمانہ میں میدہ نہیں تھا

٢٤٥٨ - حَدَّثَنِي اَبُوْحَازِمٍ اَنَّهُ سَاَلَ سَهْلًا هَلْ رَاَيْتُمْ فِيْ زَمَانِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ النَّقِيَّ؟ قَالَ لَا، فَقُلْتُ كُنْتُمْ تَنْخُلُوْنَ الشَّعِيْرَ؟ قَالَ لَا، وَلٰكِنْ كُنَّا نَنْفُخُهُ.

ابوحازم نے حضرت سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ عنہ سے پوچھا: کیا تم نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں میدہ دیکھا تھا؟ انہوں نے فرمایا: نہیں! پھر میں نے پوچھا: کیا تم لوگ جو کو چھانتے تھے؟ انہوں نے کہا کہ نہیں صرف پھونک لیتے تھے۔

دو حدیثوں کے بعد اسی باب میں یہی حدیث تفصیل کے ساتھ یوں ہے: ابوحازم نے کہا: میں نے حضرت سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ عنہ سے پوچھا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے میدہ کھایا؟ انہوں نے فرمایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بعثت کے وقت سے وصال کے وقت تک میدہ نہیں دیکھا۔ انہوں نے کہا: کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں تمہارے پاس چھلنیاں تھیں؟ انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بعثت کے وقت سے وصال کے وقت تک چھلنی نہیں دیکھی۔ ابوحازم نے کہا: پھر میں نے پوچھا کہ تم لوگ بغیر چھنا ہوا کیسے کھاتے تھے؟ انہوں نے کہا: ہم اسے پھونکتے تھے' اُڑنے والی چیز اُڑ جاتی اور جو باقی رہ جاتا اسے سانتے اور کھاتے۔ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ خبز مرقق سے مراد وہ روٹی ہے جو میدے سے بنتی ہے یا جو کے ایسے آٹے سے بنتی ہے جسے چھلنی میں چھان لیا گیا ہو۔ واللہ اعلم!

بَابُ مَا كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَصْحَابُهُ يَاْكُلُوْنَ

نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب کیا کھاتے تھے؟

٢٤٥٩- ح: [لَمْ يَشْبَعْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ خُبْزِ الشَّعِيْرِ]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی پیٹ بھر کر جو کی روٹی نہیں کھائی

٢٤٥٩ - عَنْ سَعِيْدٍ الْمَقْبُرِيِّ، عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّهُ مَرَّ بِقَوْمٍ بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ شَاةٌ مَصْلِيَّةٌ، فَدَعَوْهُ فَاَبٰى اَنْ يَاْكُلَ قَالَ خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الدُّنْيَا وَلَمْ يَشْبَعْ مِنَ خُبْزِ الشَّعِيْرِ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: وہ ایک قوم کے پاس سے گزرے جن کے سامنے بھنی ہوئی بکری تھی۔ انہوں نے ان کو بلایا تو انہوں نے کھانے سے انکار کر دیا اور کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم دنیا سے تشریف لے گئے اور پیٹ بھر کر جو کی روٹی نہیں کھائی۔

٢٤٦٠ - عَنِ الْاَسْوَدِ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ مَا شَبِعَ اٰلُ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، مُنْذُ قَدِمَ الْمَدِيْنَةَ، مِنْ طَعَامِ الْبُرِّ ثَلَاثَ لَيَالٍ تِبَاعًا، حَتّٰى قُبِضَ.

اُمّ المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ مدینہ آنے کے بعد آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلسل تین دن گیہوں کی روٹی پیٹ بھر نہیں کھائی یہاں تک کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے وصال فرمایا۔

(بخاری۔ کتاب الرقاق۔ باب: کیف کان عیش النبی والصحابۃ ص٩٥٦' مسلم۔ آخری کتاب' نسائی۔ کتاب الولیمۃ' ابن ماجہ۔ کتاب الاطعمۃ)

بَابُ التَّلْبِيْنَةِ (ص ٨١٥)

تلبینہ کا بیان

٢٤٦١- ح: [سُنَّةُ التَّلْبِيْنَةِ وَفَائِدَتُهُ]

تلبینہ بنانے کا طریقہ اور اس کا فائدہ

٢٤٦١ - عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهَا كَانَتْ اِذَا مَاتَ الْمَيِّتُ مِنْ اَهْلِهَا، فَاجْتَمَعَ لِذٰلِكَ النِّسَاءُ، ثُمَّ تَفَرَّقْنَ اِلَّا اَهْلَهَا وَخَاصَّتَهَا،

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ اُمّ المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جب کوئی مرتا تو عورتیں جمع ہوتیں' پھر چلی جاتیں سوائے میت کے اہل اور اس کے خاص لوگوں کے' تو ہانڈی میں

اَمَرَتْ بِبُرْمَةٍ مِّنْ تَلْبِيْنَةٍ فَطُبِخَتْ ثُمَّ صُنِعَ ثَرِيْدٌ فَصُبَّتِ التَّلْبِيْنَةُ عَلَيْهَا ثُمَّ قَالَتْ كُلْنَ مِنْهَا فَاِنِّيْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اَلتَّلْبِيْنَةُ مُجِمَّةٌ لِفُؤَادِ الْمَرِيْضِ تَذْهَبُ بِبَعْضِ الْحُزْنِ.

تلبینہ پکانے کا حکم دیتیں، پھر ثرید تیار کیا جاتا اس پر تلبینہ انڈیل دیا جاتا۔ فرماتیں: اسے کھاؤ اس لیے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ تلبینہ مریض کے دل کو آرام پہنچانے والی ہے، اس کے کچھ غم کو دور کر دیتی ہے۔

(بخاری۔ کتاب الطب۔ باب: التلبینة للمریض ص ۸۴۹، مسلم۔ کتاب الطب، ترمذی۔ کتاب الطب، نسائی۔ کتاب الولیمہ والطب)

''تلبینہ'' یہ ایک حریرا تھا جو آٹے یا بھوسے سے تیار کیا جاتا تھا، کبھی اس میں شہد بھی ڈال دیا جاتا تھا۔ ''مجمّۃٌ'' میم، جیم، میم ثانی مشددہ سب کو فتحہ، مصدر میمی، معنی میں استراحت کے ہے۔ ایک روایت میں ''مُـجِـمَّـةٌ'' بھی ہے اسم فاعل، معنی میں آرام پہنچانے والا۔ ''اَمَرَتْ'' اس کی ضمیر مرفوع متصل کا مرجع اُمّ المؤمنین ہیں۔ اس کا تعلق ''زوج النبی انها كانت'' سے ہے۔ اصل عبارت یہ ہے: ''انها كانت اَمَرَتْ'' اس پر قرینہ کتاب الطب کی روایت ہے، جس میں ہے ''كانت تأمر''۔

بَابُ الْاَكْلِ فِيْ اِنَاءٍ مُفَضَّضٍ (ص ۸۱۶)

چاندی کے برتن میں کھانا

۲۴۶۲- ح: [لَا تَلْبَسُوا الْحَرِيْرَ وَلَا الدِّيْبَاجَ وَلَا تَشْرَبُوْا فِيْ اٰنِيَةِ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ]

حریر اور دیباج نہ پہنو، سونے اور چاندی کے برتنوں میں نہ کھاؤ

۲۴۶۲- حَدَّثَنِيْ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ اَبِيْ لَيْلٰى اَنَّهُمْ كَانُوْا عِنْدَ حُذَيْفَةَ فَاسْتَسْقٰى فَسَقَاهُ مَجُوْسِيٌّ فَلَمَّا وَضَعَ الْقَدَحَ فِيْ يَدِهٖ رَمَاهُ بِهٖ وَقَالَ لَوْ لَا اَنِّيْ نَهَيْتُهٗ غَيْرَ مَرَّةٍ وَلَا مَرَّتَيْنِ كَاَنَّهٗ يَقُوْلُ لَمْ اَفْعَلْ هٰذَا وَلٰكِنِّيْ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لَا تَلْبَسُوا الْحَرِيْرَ وَلَا الدِّيْبَاجَ وَلَا تَشْرَبُوْا فِيْ اٰنِيَةِ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ وَلَا تَاْكُلُوْا فِيْ صِحَافِهَا فَاِنَّهَا لَهُمْ فِي الدُّنْيَا وَلَنَا فِي الْاٰخِرَةِ.

عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ نے حدیث بیان کی کہ یہ لوگ حضرت حذیفہ کے پاس (مدائن میں) تھے۔ انہوں نے پینے کے لیے پانی مانگا تو ایک مجوسی نے انہیں پانی دیا۔ جب پیالہ اُس نے اُن کے ہاتھ میں رکھا تو انہوں نے پھینک دیا اور فرمایا: اگر میں نے اس کو بار بار منع نہ کیا ہوتا، گویا وہ فرماتے ہیں: تو میں ایسا نہ کرتا، لیکن میں نے نبی ﷺ سے سنا ہے، آپ فرماتے تھے: حریر اور دیباج نہ پہنو اور سونے اور چاندی کے برتن میں نہ پیو اور ان کے پیالوں میں نہ کھاؤ اس لیے کہ وہ ان (کافروں) کے لیے دنیا میں ہے اور ہمارے لیے آخرت میں۔

(بخاری۔ کتاب الاشربة۔ باب: الشرب فی آنية الذهب ص ۸۴۱، کتاب اللباس۔ باب: لبس الحرير وافتراشه للرجال ص ۸۶۷، باب: افتراش الحرير ص ۸۶۸، مسلم۔ کتاب الاطعمۃ، ابوداؤد، ترمذی۔ کتاب الاشربۃ، نسائی۔ کتاب الزینۃ من السنن۔ باب: ذكر النهي عن لبس الديباج، ابن ماجہ۔ کتاب الاشربۃ واللباس)

جو برتن خالص سونے اور چاندی کے بنے ہوں یا کسی چیز سے مخلوط ہوں اور ان میں سونا چاندی غالب ہو تو اس میں کھانا پینا حرام ہے اور اگر کسی برتن پر سونے چاندی کا کام ہو تو اس میں اس طرح کھانا پینا کہ ہونٹ چاندی یا سونے پر لگیں حرام ہے، اور اگر ہونٹ اس پہ نہ لگیں تو جائز ہے اور جس برتن پر سونے اور چاندی کی پالش ہو تو اس کا استعمال بھی جائز ہے۔ باب میں ''مـفـضـض'' سے مراد

چاندی کا بنا ہوا برتن ہے' پالش کیا ہوا مراد نہیں' ورنہ حدیث کو باب سے مطابقت نہ رہے گی۔

بَابُ الْحَلْوَاءِ وَالْعَسَلِ (ص ۸۱۷)
میٹھی چیز اور شہد کھانے کا بیان

۲٤٦٣ - عَنْ هِشَامٍ قَالَ اَخْبَرَنِی اَبِی، عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُحِبُّ الْحَلْوَاءَ وَالْعَسَلَ.

اُمّ المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ وہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میٹھا اور شہد پسند فرماتے تھے۔

(بخاری۔ کتاب الاشربۃ۔ باب: شراب الحلواء والعسل ص ۸٤۰' کتاب الطب۔ باب: الدواء بالعسل ص ۸٤۸' کتاب الحیل۔ باب: ما یکرہ من احتیال المرأۃ مع الزوج ص ۱۰۳۱' مسلم۔ کتاب الطلاق' ابوداؤد۔ کتاب الاشربۃ' ترمذی۔ کتاب الاطعمۃ' نسائی۔ کتاب الولیمۃ' ابن ماجہ۔ کتاب الاطعمہ)

بَابُ الْقَدِيْدِ (ص ۸۱۷)
سوکھے ہوئے گوشت کا بیان

۲٤٦٤ - عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَابِسٍ، عَنْ اَبِيْهِ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ مَا فَعَلَهٗ اِلَّا فِیْ عَامٍ جَاعَ النَّاسُ، اَرَادَ اَنْ يُّطْعِمَ الْغَنِیُّ الْفَقِيْرَ، وَاِنْ كُنَّا لَنَرْفَعُ الْكُرَاعَ بَعْدَ خَمْسَ عَشَرَةٍ، وَمَا شَبِعَ اٰلُ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ خُبْزِ بُرٍّ مَادُوْمٍ ثَلَاثًا.

اُمّ المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے' انہوں نے کہا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تین دن سے زیادہ قربانی کا گوشت رکھنے سے اس سال منع فرمایا تھا جس سال لوگ بھوکے تھے۔ حضور نے یہ چاہا کہ مال دار فقیر کو کھلائے اور ہم دست کو اس کے بعد پندرہ دن تک رکھتے تھے اور آل محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سالن کے ساتھ گیہوں کی روٹی تین دن تک مسلسل پیٹ بھر کر نہیں کھائی۔

ابتداء میں تین دن سے زیادہ قربانی کا گوشت رکھنا جائز نہیں تھا۔ عام طور پر تنگ دستی تھی۔ مقصد یہ تھا کہ عید کے دنوں میں کوئی بھوکا نہ رہے۔ بعد میں اس کی اجازت ہوگئی کہ تین دن سے زیادہ قربانی کا گوشت رکھ سکتے ہیں۔

بَابُ مَنْ نَاوَلَ اَوْ قَدَّمَ اِلٰی صَاحِبِهٖ عَلَی الْمَائِدَةِ شَيْئًا (ص ۸۱۸)
جس نے دسترخوان سے کچھ لیا یا اپنے ساتھی کے سامنے دسترخوان پر کچھ رکھا

ت ۷۰۱ - وَقَالَ ابْنُ الْمُبَارَكِ لَا بَاْسَ اَنْ يُّنَاوِلَ بَعْضُهُمْ بَعْضًا، وَلَا يُنَاوِلُ مِنْ هٰذِهِ الْمَائِدَةِ اِلٰی مَائِدَةٍ اُخْرٰی.

اور ابن مبارک نے کہا: اس میں کوئی حرج نہیں کہ دسترخوان پر لوگ ایک دوسرے کو کچھ دیں لیکن اس دسترخوان سے دوسرے پر نہ لے جائیں۔

بَابُ الرُّطَبِ بِالْقِثَّاءِ (ص ۸۱۸)
تازہ کھجوریں ککڑی کے ساتھ کھانا

۲٤٦٥ - عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ جَعْفَرِ بْنِ اَبِیْ طَالِبٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ رَاَيْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَاْكُلُ الرُّطَبَ بِالْقِثَّاءِ.

حضرت عبد اللہ بن جعفر بن ابو طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ میں نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ تازہ کھجوریں ککڑی کے ساتھ کھاتے تھے۔

کھجور میں گرمی ہوتی ہے اور ککڑی میں ٹھنڈک' دونوں ملا کر کھانے سے اعتدال پیدا ہو جاتا ہے۔

عبداللہ بن جعفر بن ابی طالب

یہ حبشہ میں پیدا ہوئے تھے جب کہ ان کے والد اور والدہ حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہما ہجرت کر کے وہاں گئے تھے۔ حبشہ میں مسلمانوں میں یہ سب سے پہلے پیدا ہوئے تھے۔ پھر اپنے والد کے ساتھ مدینہ طیبہ آئے۔ نوے سال کی عمر میں ۸۰ ہجری میں مدینہ طیبہ میں وفات پائی۔ ان کی نمازِ جنازہ ابان بن عثمان نے پڑھائی جو اس وقت مدینہ طیبہ کے امیر تھے۔ ان کا لقب بحرالجود تھا۔

بَابُ الرُّطَبِ وَالتَّمْرِ

تازہ اور سوکھی کھجور کا بیان

وَقَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى ﴿وَهُزِّيْٓ اِلَيْكِ بِجِذْعِ النَّخْلَةِ تُسٰقِطْ عَلَيْكِ رُطَبًا جَنِيًّاO﴾ (مریم:۲۵). (ص۸۱۸)

اور اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی تفسیر: اور اے مریم! اپنی طرف کھجور کی ٹہنی ہلاؤ وہ تجھ پر چنی ہوئی تازہ کھجوریں گرائے گیO

۲۴۶۶- ح: [اَلْبَرَكَةُ فِيْ تَمْرِ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ]

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی کھجوروں میں برکت

۲۴۶۶- عَنْ اِبْرَاهِيْمَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِيْ رَبِيْعَةَ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ كَانَ بِالْمَدِيْنَةِ يَهُوْدِيٌّ، وَكَانَ يُسْلِفُنِيْ فِيْ تَمْرِيْ اِلَى الْجِدَادِ، وَكَانَتْ لِجَابِرٍ الْاَرْضُ الَّتِيْ بِطَرِيْقِ رُوْمَةَ، فَجَلَسَتْ، فَخَلَا عَامًا، فَجَاءَنِي الْيَهُوْدِيُّ عِنْدَ الْجِدَادِ وَلَمْ اَجُدَّ مِنْهَا شَيْئًا، فَجَعَلْتُ اَسْتَنْظِرُهُ اِلٰى قَابِلٍ فَيَاْبٰى، فَاُخْبِرَ بِذٰلِكَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ لِاَصْحَابِهِ امْشُوْا نَسْتَنْظِرْ لِجَابِرٍ مِنَ الْيَهُوْدِيِّ فَجَاءُوْنِيْ فِيْ نَخْلِيْ، فَجَعَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُكَلِّمُ الْيَهُوْدِيَّ، فَيَقُوْلُ اَبَا الْقَاسِمِ لَا اُنْظِرُهُ، فَلَمَّا رَاَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَامَ فَطَافَ فِي النَّخْلِ، ثُمَّ جَاءَهُ فَكَلَّمَهُ فَاَبٰى، فَقُمْتُ فَجِئْتُ بِقَلِيْلِ رُطَبٍ، فَوَضَعْتُهُ بَيْنَ يَدَيِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَكَلَ، ثُمَّ قَالَ اَيْنَ عَرِيْشُكَ يَا جَابِرُ، فَاَخْبَرْتُهُ، فَقَالَ افْرُشْ لِيْ فِيْهِ. فَفَرَشْتُهُ، فَدَخَلَ فَرَقَدَ ثُمَّ اسْتَيْقَظَ، فَجِئْتُهُ بِقَبْضَةٍ اُخْرٰى فَاَكَلَ مِنْهَا، ثُمَّ قَامَ فَكَلَّمَ الْيَهُوْدِيَّ فَاَبٰى عَلَيْهِ، فَقَامَ فِي الرِّطَابِ فِي النَّخْلِ الثَّانِيَةَ، ثُمَّ قَالَ يَا جَابِرُ جُدَّ وَاقْضِ. فَوَقَفَ فِي الْجِدَادِ، فَجَدَدْتُ مِنْهَا مَا قَضَيْتُهُ، وَفَضَلَ مِنْهُ فَخَرَجْتُ حَتّٰى جِئْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ

حضرت جابر ابن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مدینہ میں ایک یہودی تھا جو کاٹنے تک میری کھجوروں کو اُدھار لیتا تھا اور حضرت جابر کی ایک زمین تھی رومہ کے راستے میں۔ ایک سال پیداوار کچھ نہیں ہوئی۔ یہودی کھجور کاٹنے کے وقت میرے پاس آیا اور میں نے کھجور میں سے کچھ نہیں کاٹا تھا۔ میں اس سے آئندہ سال تک کے لیے مہلت مانگ رہا تھا اور وہ انکار کرتا تھا۔ اس کی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر دی گئی تو حضور نے اپنے اصحاب سے فرمایا: چلو جابر کے لیے یہودی سے مہلت مانگیں تو وہ حضرات میرے باغ میں آئے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم یہودی سے بات کرنے لگے۔ یہودی کہتا رہا: اے ابوالقاسم! میں اس کو مہلت نہیں دوں گا۔ پس جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دیکھا تو کھڑے ہو گئے اور باغ میں گھومے پھرے، پھر یہودی کے پاس آئے اور یہودی سے کلام کیا، اس نے انکار کیا۔ اب میں کھڑا ہوا اور تھوڑی سی تازہ کھجوریں لا کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے رکھیں جن کو حضور نے کھایا، پھر فرمایا: تیرا چھپر کہاں ہے؟ اے جابر! میں نے حضور کو بتایا، فرمایا: اس میں میرے لیے بچھونا بچھاؤ، میں نے بچھایا۔ اب حضور اس میں تشریف لے گئے اور سوئے، پھر جاگے۔ میں حضور کی خدمت میں ایک اور مٹھی کھجور لایا تو حضور نے اس میں سے کھایا، پھر اٹھ کر یہودی سے بات کی اس نے پھر انکار کیا۔ اب حضور باغ میں دوسری بار گھومے پھر فرمایا: اے جابر! کھجور کاٹ اور اس کو دے۔

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَبَشَّرْتُهُ، فَقَالَ اَشْهَدُ اَنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ.

حضور کھڑے رہے تو میں نے قرض ادا کرنے بھر کاٹا اور اور جتنا ادا کیا تھا اتنا بچ رہا۔ میں وہاں سے چلا یہاں تک کہ نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور حضور کو بشارت دی۔ فرمایا: میں گواہی دیتا ہوں کہ میں بلاشبہہ اللہ کا رسول ہوں۔

قَالَ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ عَرْشٌ وَ عَرِيْشٌ بِنَاءٌ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ مَعْرُوْشَاتٍ مَا يَعْرُشُ مِنَ الْكُرُوْمِ وَغَيْرَ ذَالِكَ عُرُوْشُهَا اَبْنِيَتُهَا.

ابوعبداللہ امام بخاری نے کہا: ''عرش'' اور ''عریش'' کے معنی ہیں عمارت۔ حضرت ابن عباس نے کہا: ''معروشات'' کے معنی یہ ہیں کہ انگور کی بیلوں کے لیے جو چیزیں بنائی جاتی ہیں ''عروشھا'' کے معنی اس کی عمارتیں ہیں۔

[مشہور واقعہ کے علاوہ ایک دوسرا واقعہ]

عام روایتوں میں یہ ہے کہ قرض حضرت جابر کے والد پر تھا اور اس میں یہ ہے کہ خود حضرت جابر پر تھا۔ اسی لیے بعض شارحین نے اس حدیث پہ کلام کیا ہے۔ ایک اور اعتراض یہ کیا گیا ہے کہ یہ بیع سلم کی صورت تھی اور بیع سلم کی صحت کے لیے منجملہ اور شرائط میں سے ایک شرط یہ بھی ہے کہ ادائیگی کی تاریخ معین ہو اور اس میں یہ ہے کہ کھجور کاٹنے تک کی میعاد تھی یہ معین نہیں۔ کھجور کاٹنے کا وقت ہفتہ دو ہفتہ مقدم و متاخر بھی ہو سکتا ہے۔ علامہ عینی نے ان سب باتوں کا جواب یہ دیا کہ قصہ متعدد ہے۔ عام روایتوں میں ان کے والد کے قرض کا ذکر ہے۔ یہ اور واقعہ ہے اور اس حدیث میں جو مذکور ہے یہ دوسرا واقعہ ہے اور میعاد کے بیان میں حضرت جابر نے اختصار سے کام لیا، تاریخ معین ہی رہی ہوگی اختصاراً ''اجذاذ'' سے تاریخ کی تعبیر کر دی۔

اقول وھو المستعان: مشہور واقعہ کے علاوہ یہ دوسرا واقعہ ہے، اس پر اس واقعہ میں مذکور تفسیر دلیل ہے، مشہور روایت میں یہ نہیں کہ اس سال پھل نہیں آیا تھا اور نہ ان روایتوں میں یہ ہے کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے حضور اقدس ﷺ کے سامنے کھجوریں پیش کیں یا عریش میں جا کر سوئے، اس لیے صحیح یہ ہے کہ یہ دوسرا واقعہ ہے۔ واللہ اعلم!

بَابُ الْعَجْوَةِ (ص ۸۱۹)

عجوہ کا بیان

۲۴۶۷- اَخْبَرَنَا عَامِرُ بْنُ سَعْدٍ، عَنْ اَبِيْهِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ تَصَبَّحَ كُلَّ يَوْمٍ سَبْعَ تَمَرَاتٍ عَجْوَةً، لَمْ يَضُرُّهُ فِيْ ذٰلِكَ الْيَوْمِ سُمٌّ وَلَا سِحْرٌ.

حضرت سعد نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص روزانہ صبح کو سات عدد عجوہ کھجور کھائے اس دن اسے نہ زہر ضرر پہنچائے گا نہ جادو۔

(بخاری۔ کتاب الطب۔ باب: الدواء بالعجوة للسحر ص ۸۵۹، دو طریقے، باب: شرب السم والدواء بہ ص ۸۶۰، مسلم۔ کتاب الاطعمہ ابوداؤد۔ کتاب الطب، نسائی کتاب الولیمہ)

بَابُ مَنْ اَدْخَلَ الضِّيْفَانَ عَشَرَةً عَشَرَةً وَالْجُلُوْسِ عَلَى الطَّعَامِ عَشَرَةً عَشَرَةً (ص ۸۱۹)

جس نے دس دس مہمانوں کو اندر بلایا اور دس دس آدمیوں کا کھانے پر بیٹھنا

۲۴۶۸- ح [اَلْبَرَکَةُ فِیْ طَعَامِ اُمِّ سُلَیْمٍ] اُم سلیم کے کھانے میں برکت

۲۴۶۸- عَنْ اَنَسٍ اَنَّ اُمَّ سُلَیْمٍ اُمَّهٗ، عَمَدَتْ اِلٰی مُدٍّ مِّنْ شَعِیْرٍ جَشَّتْهُ وَجَعَلَتْ مِنْهُ خَطِیْفَةً وَعَصَرَتْ عُکَّةً عِنْدَهَا، ثُمَّ بَعَثَتْنِیْ اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَاَتَیْتُهٗ وَهُوَ فِیْ اَصْحَابِهٖ فَدَعَوْتُهٗ۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ان کی والدہ حضرت ام سلیم نے ایک مد جو کا موٹا آٹا پیسا اور اس سے خطیفہ تیار کیا اور ان کے پاس جو کپہ تھا اسے نچوڑا۔ پھر مجھے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیجا، میں حضور کی خدمت میں حاضر ہوا۔ حضور اپنے اصحاب میں تھے تو میں نے حضور کی خدمت میں دعوت پیش کی۔

یہ قصہ علاماتِ نبوت میں پورا گزر چکا ہے۔ یہاں ہم نے صرف چند الفاظ کی وجہ سے اس کو لکھا ہے ''جشّته'' اس کے معنی ہیں جو کا موٹا آٹا پیسنا۔ ''خطیفه'' دودھ پر آٹا چھڑک کر پکایا جاتا ہے جسے لوگ چاٹتے ہیں۔ وہ کپہ جس کو حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا نے نچوڑا تھا وہ گھی کا تھا۔

بَابُ لَعْقِ الْاَصَابِعِ وَمَصِّهَا قَبْلَ اَنْ تُمْسَحَ بِالْمِنْدِیْلِ (ص ۸۲۰)

انگلیوں کا چاٹنا اور ان کا چوسنا رومال سے پونچھنے سے پہلے

توضیح

امام بخاری نے باب میں ''ان تمسح بالمندیل'' کی جو قید بڑھائی ہے یہ مسلم شریف میں ایک حدیث میں وارد ہے جو حضرت جابر سے مروی ہے، فرمایا: ''فلا یمسح یده بالمندیل'' اپنے ہاتھوں کو رومال سے نہ پونچھو اور ''مصھا'' کی قید بھی حضرت جابر کی حدیث کے بعض طرق میں مذکور ہے جیسا کہ ابن ابی شیبہ نے روایت کیا ہے کہ فرمایا: ''اذا طعم احدکم فلا یمسح یده حتّٰی یَمُصَّهَا'' جب تم میں سے کوئی کھائے تو اپنا ہاتھ نہ پونچھے یہاں تک کہ اسے چوس لے۔

۲۴۶۹- عَنْ عَطَاءٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا اَکَلَ اَحَدُکُمْ فَلَا یَمْسَحْ یَدَهٗ حَتّٰی یَلْعَقَهَا اَوْ یُلْعِقَهَا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم کھا چکو تو اپنے ہاتھ کو نہ پونچھو یہاں تک کہ اسے چاٹ لو یا اسے چٹالو۔

(مسلم، ابن ماجہ۔ کتاب الاطعمۃ، نسائی۔ کتاب الولیمۃ)

حدیث کے آخر میں ''حتی یلعقها او یُلعقها'' شک راوی نہیں بلکہ یہ تنویع کے لیے ہے یعنی اسے اختیار ہے خود چاٹ لے یا کسی ایسے شخص سے کہے جسے گھن نہ آتی ہو کہ تو چاٹ لے مثلاً خادم یا بیوی وغیرہ سے کہے۔

کھانے کے بعد انگلیاں صاف کیے بغیر رومال سے پونچھنا رومال کو بلاوجہ گندہ کرنا ہے، اس لیے مستحب یہ ہے کہ انگلیاں صاف کر کے پھر رومال سے پونچھے۔ اس زمانے میں پانی کی بہت کمی تھی، عادت یہ تھی کہ کھانا کھا کر انگلیاں منہ سے صاف کر لیتے اور رومال سے پونچھ لیا کرتے یا ہاتھ مل لیتے، پنڈلیوں اور قدموں پر پونچھ لیتے جیسا کہ حدیث آرہی ہے۔ اب جب کہ ہمارے یہاں پانی بافراط ہے تو مستحب یہ ہے کہ دھولے اور پھر رومال سے پونچھے۔

بَابُ الْمِنْدِیْلِ (ص ۸۲۰)

رومال کا بیان

۲۴۷۰- ح [لَا وُضُوْءَ عَنْ اَکْلِ]

آگ پر پکی ہوئی چیز کھانے

مِمَّا مَسَّتِ النَّارِ]

۲۴۷۰ - عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْحَارِثِ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّهُ سَاَلَهُ عَنِ الْوُضُوْءِ مِمَّا مَسَّتِ النَّارُ، فَقَالَ لَا، قَدْ كُنَّا زَمَانَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا نَجِدُ مِثْلَ ذٰلِكَ مِنَ الطَّعَامِ اِلَّا قَلِيْلًا، فَاِذَا نَحْنُ وَجَدْنَاهُ لَمْ يَكُنْ لَنَا مَنَادِيْلُ اِلَّا اَكُفَّنَا وَسَوَاعِدَنَا وَاَقْدَامَنَا، ثُمَّ نُصَلِّيْ وَلَا نَتَوَضَّأُ.

(ابن ماجہ۔ کتاب الاطعمہ)

سے وضو نہیں ٹوٹتا

حضرت سعید بن حارث نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے پوچھا: آگ پر پکی ہوئی چیز کھانے کے بعد وضو ہے یا نہیں؟ فرمایا: نہیں! ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں ایسا کھانا بہت کم پاتے تھے اگر کبھی پاتے اور ہمارے لیے رومال نہیں تھے ہاں! ہتھیلیاں اور کلائیاں اور قدم تھے (ان سے پونچھ لیتے) پھر نماز پڑھتے اور وضو نہیں کرتے تھے۔

اس کا محمل وہی ہے جو مذکور ہوا کہ پانی کی قلت کی وجہ سے ایسا کرتے تھے۔ نیز اس عہد میں کپڑے کی بھی کمی تھی۔ عام طور پر لوگ رومال نہیں رکھتے تھے اور آج جب کہ پانی کی بھی فراوانی ہے اور کپڑے کی بھی تو مستحب یہ ہے کہ ہاتھ دھولیا جائے اور کپڑے سے پونچھ لیا جائے اس لیے کہ اس میں صفائی زیادہ ہے۔

بَابُ مَا يَقُوْلُ اِذَا فَرَغَ مِنْ طَعَامِهٖ (ص ۸۲۰)

کھانے سے فارغ ہو کر کیا پڑھے؟

۲۴۷۱- ح: [دُعَاءُ الطَّعَامِ]

کھانے کی دعا

۲۴۷۱ - عَنْ اَبِيْ اُمَامَةَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ اِذَا رُفِعَ مَائِدَتُهٗ قَالَ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ كَثِيْرًا طَيِّبًا مُبَارَكًا فِيْهِ، غَيْرَ مَكْفِيٍّ وَلَا مُوَدَّعٍ وَلَا مُسْتَغْنًى عَنْهُ رَبَّنَا. (ابوداود۔ کتاب الاطعمہ، ترمذی۔ کتاب الدعوات، نسائی۔ کتاب الولیمۃ۔ و کتاب عمل الیوم واللیلۃ، ابن ماجہ۔ کتاب الاطعمہ)

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب دسترخوان اٹھالیا جاتا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم یہ پڑھتے: سب تعریف اللہ کے لیے ہے بہت زیادہ پاکیزہ اور برکت والی۔ اے ہمارے رب! یہ کبھی ختم نہ ہو اور نہ ایک بار مل کر دوبارہ نہ ملے اور نہ ایسی کہ جس کی حاجت نہ رہے۔

۲۴۷۲- ح: [دُعَاءُ الطَّعَامِ الْاٰخَرُ]

کھانے کی دوسری دعا

۲۴۷۲ - عَنْ اَبِيْ اُمَامَةَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ اِذَا فَرَغَ مِنْ طَعَامِهٖ، وَقَالَ مَرَّةً اِذَا رَفَعَ مَائِدَتَهٗ، قَالَ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ كَفَانَا وَاَرْوَانَا، غَيْرَ مَكْفِيٍّ وَلَا مَكْفُوْرٍ. وَقَالَ مَرَّةً اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبَّنَا، غَيْرَ مَكْفِيٍّ وَلَا مُوَدَّعٍ وَلَا مُسْتَغْنًى، رَبَّنَا.

حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب کھانے سے فارغ ہوئے اور کبھی کہا: جب دسترخوان اٹھایا جاتا تو کہتے: سب تعریف اس اللہ کے لیے ہے جو ہمیں کافی ہے جس نے ہمیں سیراب کیا جو منقطع نہ ہو جس میں ناشکری نہ کی جائے اور کبھی کہتے: تمام تعریفیں ہمارے پروردگار اللہ کے لیے ہیں جو منقطع نہ ہو اور جو ایک بار آنے کے بعد دوبارہ نہ آئے اور نہ ایسی جس کی طرف حاجت نہ رہے اے ہمارے پروردگار!

[دسترخوان اٹھانے سے پہلے دعا پڑھے یا بعد میں؟]

پہلے طریقے میں صرف یہ ہے: جب دسترخوان اٹھالیا جاتا تو یہ دعا پڑھتے، اور دوسرے طریقے میں یہ ہے کہ جب کھانے سے

فارغ ہوتے' اور کبھی کہا: جب دسترخوان اٹھالیا جاتا۔ اس سے ظاہر ہے کہ اختیار ہے فارغ ہوتے ہی فوراً دعا مانگ لے یا جب دسترخوان اٹھالیا جائے تب دعا مانگے۔ بزرگوں کا طریقہ ہم نے یہ دیکھا ہے کہ کھانے سے فارغ ہونے کے بعد کھانا اٹھانے سے پہلے دعا مانگا کرتے ہیں۔ کھانے کے بعد اسی دعا کی تخصیص نہیں۔ احادیث میں متعدد دعائیں وارد ہیں جن کو حضرت صدر الشریعہ قدس سرہ نے بہار شریعت کی سولھویں جلد میں جمع فرما دیا ہے جسے توفیق ہو سب دعائیں پڑھے ورنہ کوئی ایک پڑھے۔ ''غَيْرَ مَكْفِيٍّ'' یہ کفایت سے اسم مفعول ہے۔ اصل میں ''مکفوی'' تھا ''سید'' کے قاعدہ سے واؤ کو یاء سے بدلا' یاء کا یاء میں ادغام کر دیا اور فاء کے ضمہ کو کسرہ سے بدل دیا۔ مراد یہ ہے کہ منقطع نہ ہو۔

بَابٌ اَلطَّاعِمُ الشَّاكِرُ مِثْلُ الصَّائِمِ الصَّابِرِ (ص ۸۲۰)

کھا کر شکر کرنے والے والا روزہ دار صبر کرنے والے کے مثل ہے

ت ۷۰۲ - فِيْهِ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

اس بارے میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کی ہے۔

ابن حبان نے اپنی صحیح میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''الطاعم الشاكر بمنزلة الصائم الصابر'' اور امام حاکم نے ''مثل الصائم الصابر'' روایت کیا ہے جیسا کہ باب میں ہے۔

بَابُ الرَّجُلِ يُدْعٰى إِلٰى طَعَامٍ فَيَقُوْلُ وَهٰذَا مَعِيَ (ص ۸۲۱)

ایک شخص کھانے کے لیے بلایا گیا اور اس کے ساتھ کوئی اور ہو گیا تو وہ یہ کہے کہ یہ میرے ساتھ ہے

ت ۷۰۳ - وَقَالَ أَنَسٌ إِذَا دَخَلْتَ عَلٰى مُسْلِمٍ لَا يُتَّهَمُ، فَكُلْ مِنْ طَعَامِهِ وَاشْرَبْ مِنْ شَرَابِهِ.

اور حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا: جب تم کسی مسلمان کے پاس جاؤ جو متہم نہ ہو تو اس کے کھانے سے کھاؤ اور اس کے پینے کی چیز سے پیو۔

اس تعلیق کو امام ابن ابی شیبہ نے سند متصل کے ساتھ روایت کیا۔ پوری تفصیل یہ ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا: کوئی مسلمان کسی مسلمان کے پاس گیا خواہ بلایا گیا ہو یا نہ بلایا گیا ہو اور وہاں کھانے یا پینے کی چیز پائی تو کھائے یا نہیں؟ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کھائے اور پیے جب کہ وہ شخص جس کے پاس گیا ہے اپنے دین و مال میں متہم نہ ہو۔ مثلاً بدمذہب نہ ہو یا فاسق معلن نہ ہو اور اس کی آمدنی حرام کی نہ ہو۔

بَابٌ إِذَا حَضَرَ الْعَشَاءُ فَلَا يَعْجَلْ عَنْ عَشَائِهِ (ص ۸۲۱)

جب شام کا کھانا موجود ہو تو کھانا چھوڑ کر نماز پڑھنے میں جلدی نہ کرے

۲۴۷۳- وَعَنْ أَيُّوْبَ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّهُ تَعَشّٰى مَرَّةً، وَهُوَ يَسْمَعُ قِرَاءَةَ الْإِمَامِ.

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ انہوں نے ایک مرتبہ شام کا کھانا کھایا اور وہ امام کی قراءت سن رہے تھے۔

۲۴۷۴- عَنْ عَائِشَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا أُقِيْمَتِ الصَّلٰوةُ وَحَضَرَ الْعَشَاءُ فَابْدَءُوْا بِالْعَشَاءِ.

اُمّ المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب نماز قائم کی جائے اور شام کا کھانا آجائے تو پہلے کھانا کھاؤ۔

بسم الله الرحمن الرحیم

۷۱- کِتَابُ الْعَقِيْقَةِ (ص ۸۲۱)

عقیقہ کا بیان

عقیقہ اس بال کو کہتے ہیں جو ساتویں دن مولود کے سر سے مونڈا جاتا ہے اور عرف میں اس بکری کو کہتے ہیں جو ساتویں دن بچے کی پیدائش کے شکریہ میں ذبح کی جاتی ہے۔

نیز اس خاص ذبح کو عقیقہ کہتے ہیں۔ صحیح یہ ہے کہ عقیقہ مستحب ہے۔ سیدنا امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ سے جو مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا ہے کہ سنت نہیں، اس سے مراد ہے کہ سنت مؤکدہ نہیں۔ عقیقہ ساتویں روز مستحب ہے اور اگر ساتویں دن نہ ہو سکا تو جب توفیق ہو کرے۔ بہتر یہ ہے کہ بچے کی پیدائش کا دن یاد رکھا جائے۔ اس سے ایک دن پہلے کیا جائے مثلاً بچہ ہفتہ کو پیدا ہوا تو جمعہ کے دن کیا جائے۔ عقیقہ کر کے بچے کا بال مونڈا جائے اور بال کو چاندی سے تول کر صدقہ کیا جائے۔ پانی میں زعفران بھگو کر بچے کے سر پہ ملا جائے اور ساتویں دن اس کا نام رکھا جائے جیسا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرات حسنین کریمین رضی اللہ عنہما کا ساتویں دن عقیقہ کیا اور ان کا نام رکھا۔ اگر کسی کا عقیقہ نہ ہوا ہو تو وہ خود اپنی طرف سے عقیقہ کر سکتا ہے، خواہ کتنی ہی عمر ہو گئی ہو۔ فتاویٰ تنقیح الحامدیہ[1] میں ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا عقیقہ کیا۔

بَابُ تَسْمِيَةِ الْمَوْلُوْدِ غَدَاةَ يُوْلَدُ لِمَنْ لَّمْ يَعُقَّ عَنْهُ وَتَحْنِيْكِهِ (ص ۸۲۱)

پیدائش کے دن اس بچے کا نام رکھنا جس کا عقیقہ نہ ہوا ہو اور اس کی تحنیک کرنا

۲٤٧٥ - عَنْ اَبِيْ مُوْسٰى رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ وُلِدَ لِيْ غُلَامٌ، فَاَتَيْتُ بِهِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَمَّاهُ اِبْرَاهِيْمَ، فَحَنَّكَهُ بِتَمْرَةٍ، وَدَعَا لَهُ بِالْبَرَكَةِ، وَدَفَعَهُ اِلَيَّ، وَكَانَ اَكْبَرَ وَلَدِ اَبِيْ مُوْسٰى. (بخاری۔ کتاب الادب۔ باب: من سمى باسماء الانبياء ص ۹۱۵، مسلم۔ کتاب الاستیذان)

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میرے ایک بچہ ہوا۔ میں اس کو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں لایا۔ حضور نے ان کا نام ابراہیم رکھا اور چھوہارا چبا کر ان کے تالو میں چپکایا اور ان کے لیے برکت کی دعاء کی اور ان کو مجھے دیا اور یہ ابو موسیٰ کے سب سے بڑے بیٹے تھے۔

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ عقیقہ کرنے سے پہلے بھی نام رکھنا جائز ہے، مگر افضل وہی ہے جو ہم نے پہلے لکھا۔

تحنیک

"تحنیک" کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ چھوہارا چبا کر بچے کے تالو میں چپکا دیا جائے۔ یہ بھی مستحب ہے کہ جب بچہ پیدا ہو علماء،

[1] فتاویٰ تنقیح الحامدیہ۔ ج ۲ ص ۲۳۳

مشائخ' صالحین میں سے کسی کی خدمت میں پیش کیا جائے اور کھجور یا کوئی میٹھی چیز چبا کر اس کے منہ میں ڈال دیں۔

بَابُ اِمَاطَةِ الْاَذٰى عَنِ الصَّبِيِّ فِى الْعَقِيْقَةِ (ص ۸۲۲)

عقیقہ میں بچے سے گندگی دور کرنا

۲۴۷۶ - حَدَّثَنَا سَلْمَانُ بْنُ عَامِرٍ الضَّبِّيُّ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَعَ الْغُلَامِ عَقِيْقَةٌ فَاهْرِيْقُوْا عَنْهُ دَمًا وَاَمِيْطُوْا عَنْهُ الْاَذٰى.

حضرت سلمان بن عامر ضبی نے کہا: میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا' فرماتے تھے: بچے کے ساتھ عقیقہ ہے۔ اس کی طرف سے خون بہاؤ اور اس سے گندگی دور کرو۔

اس حدیث کی امام بخاری نے یہاں پانچ طریقے سے تخریج کی ہے چار پہلے والے طریقوں میں صرف یہ ہے "مع الغلام عقیقة" اور آخری طریقے میں وہ زیادتی ہے جو ہم نے ذکر کی۔ ان احادیث میں بعض طرق کو شراح نے معلق کہا لیکن صحیح یہ ہے کہ یہ حدیث مرفوع ہے۔

مع الغلام عقیقة...... (بچے کے ساتھ عقیقہ ہے)

اس سے ان لوگوں نے استدلال کیا جو یہ کہتے ہیں کہ عقیقہ واجب ہے۔ نیز امام حسن وقتادہ کا مذہب یہ ہے کہ عقیقہ صرف بچے کی طرف سے کیا جائے گا اور بچی کی طرف سے نہیں۔ صحیح یہ ہے کہ عقیقہ مستحب ہے۔ بچے اور بچی دونوں کی طرف سے کیا جائے گا۔ ترمذی[1] میں ہے کہ حضرت حفصہ بنت عبدالرحمٰن بن ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہم نے خبر دی کہ اُمّ المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے خبر دی کہ رسول اللہ ﷺ نے حکم دیا کہ بچے کی طرف سے دو بکریاں پورے سال کی اور لڑکی کی طرف سے ایک بکری ہے۔ نیز اسی میں ہے کہ حضرت ام کرز نے رسول اللہ ﷺ سے عقیقے کے بارے میں پوچھا' تو فرمایا: بچے کی طرف سے دو بکریاں اور بچی کی طرف سے ایک۔ اس سے تم پر کوئی ضرر نہ ہوگا کہ وہ مادہ ہوں یا نر۔

اذی

"اذی" سے مراد وہ بال ہے جو پیدائش کے وقت سر پر ہوتا ہے۔

۲۴۷۷ - عَنْ حَبِيْبِ بْنِ الشَّهِيْدِ قَالَ اَمَرَنِىْ ابْنُ سِيْرِيْنَ اَنْ اَسْاَلَ الْحَسَنَ مِمَّنْ سَمِعَ حَدِيْثَ الْعَقِيْقَةِ؟ فَسَاَلْتُهُ فَقَالَ مِنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدَبٍ.

حبیب بن شہید نے کہا: مجھے ابن سیرین نے حکم دیا کہ میں حضرت حسن بصری سے پوچھوں کہ عقیقے کی حدیث انہوں نے کس سے سنی تو میں نے ان سے پوچھا تو انہوں نے کہا کہ سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے۔

اس حدیث کے متن کو امام بخاری نے ذکر نہیں کیا۔ اصحاب سنن نے قتادہ کی روایت سے اس کا متن یہ ذکر کیا ہے: "الغلام مرتهن بعقيقته يذبح عنه يوم السابع ويحلق رأسه ويسمى" بچہ اپنے عقیقے میں مرتہن ہے۔ اس کی جانب سے ساتویں دن جانور ذبح کیا جائے اور اس کے سر کو منڈایا جائے اور نام رکھا جائے۔ اس حدیث کی سند پر کچھ کلام کیا گیا ہے ایک یہ کہ عبداللہ بن ابی الاسود کے شیخ قریش بن انس کو خلط ہوتا تھا۔ اسی طرح کچھ لوگوں نے کہا کہ حسن بصری کا سماع سمرہ بن جندب سے ثابت نہیں۔ اس کا جواب کچھ لوگوں نے یہ دیا کہ ہوسکتا ہے کہ عبداللہ بن ابی الاسود نے قریش بن انس سے اختلاط سے پہلے سنا ہو اور ابن حزم نے کہا کہ

---

[1] ترمذی۔ ج ا ص ۱۸۳ باب: ما جاء في العقيقة

امام حسن بصری کا حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے عقیقے کی حدیث کے سوا سماع ثابت نہیں۔ اسی لیے امام ترمذی نے اس حدیث کے بارے میں فرمایا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے اور اسی پر اہل علم کا عمل ہے۔

بَابُ الْفَرَعِ (ص ۸۲۲) فرع کا بیان

۲٤۷۸ - عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا فَرَعَ وَلَا عَتِيْرَةَ. قَالَ وَالْفَرَعُ أَوَّلُ نِتَاجٍ كَانَ يُنْتَجُ لَهُمْ، كَانُوْا يَذْبَحُوْنَهُ لِطَوَاغِيْتِهِمْ، وَالْعَتِيْرَةُ فِيْ رَجَبٍ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: فرع اور عتیرہ نہیں۔ فرع جانور کے اس پہلے بچے کو کہتے تھے جس کو مشرکین اپنے بتوں کے لیے ذبح کرتے تھے اور عتیرہ رجب میں ہوتا تھا۔

عام روایتیں یہی ہیں کہ فرع اور عتیرہ نہیں مگر نسائی کی ایک روایت میں یہ ہے: ''نهى رسول الله صلى الله عليه وسلم عن الفرع والعتيرة'' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرع اور عتیرہ سے منع فرمایا۔ اس کے برخلاف بہت سی حدیثوں میں وارد ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرع اور عتیرہ کی اجازت دی۔ دونوں میں تطبیق یہ ہے کہ عہد جاہلیت میں لوگ اس کو قربت سمجھ کر کرتے تھے اور فرع بتوں کے نام پر ذبح کرتے تھے۔ ممانعت کا محمل یہ ہے کہ بتوں کے نام پر ذبح کرنا مطلقاً منع ہے بلکہ کفر ہے، اللہ کے نام پر ذبح کرنے کی اجازت ہے۔ وہ بھی کوئی قربت نہیں صرف مباح ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

۷۲- كِتَابُ الذَّبَائِحِ وَالصَّيْدِ وَالتَّسْمِيَةِ عَلَى الصَّيْدِ (ص ۸۲۳)

ذبیحہ اور شکار اور بسم اللہ پڑھنے کا بیان

بَابٌ

[اللہ تعالیٰ کے ارشادات کی تفسیر]

وَقَوْلِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ ﴿حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ وَالدَّمُ وَلَحْمُ الْخِنْزِيْرِ وَمَآ اُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ وَالْمُنْخَنِقَةُ وَالْمَوْقُوْذَةُ وَالْمُتَرَدِّيَةُ وَالنَّطِيْحَةُ وَمَآ اَكَلَ السَّبُعُ اِلَّا مَا ذَكَّيْتُمْ وَمَا ذُبِحَ عَلَى النُّصُبِ وَاَنْ تَسْتَقْسِمُوْا بِالْاَزْلَامِ ذٰلِكُمْ فِسْقٌ اَلْيَوْمَ يَئِسَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ دِيْنِكُمْ فَلَا تَخْشَوْهُمْ وَاخْشَوْنِ○﴾ (المائدہ:۳).

اور اللہ عزوجل کا ارشاد ہے: تم پر حرام ہے مردار اور خون اور سور کا گوشت اور وہ جس کے ذبح میں غیر خدا کا نام پکارا گیا اور وہ جو گلا گھونٹنے سے مرے اور بے دھار کی چیز سے مارا ہوا اور جو گر کر مرا اور جسے کسی جانور نے سینگ مارا اور جسے کوئی درندہ کھا گیا مگر جنہیں تم ذبح کر لو اور جو کسی تھان پر ذبح کیا گیا اور پانسے ڈال کر فال نکالنا۔ یہ گناہ کا کام ہے' آج تمہارے دین کی طرف کافروں کی آس ٹوٹ گئی تو ان سے نہ ڈرو اور مجھ سے ڈرو○

وَقَوْلِهٖ ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَيَبْلُوَنَّكُمُ اللّٰهُ بِشَيْءٍ مِّنَ الصَّيْدِ تَنَالُهٗٓ اَيْدِيْكُمْ وَرِمَاحُكُمْ لِيَعْلَمَ اللّٰهُ مَنْ يَّخَافُهٗ بِالْغَيْبِ فَمَنِ اعْتَدٰى بَعْدَ ذٰلِكَ فَلَهٗ عَذَابٌ اَلِيْمٌ○﴾ (المائدہ:۹۴)

اے ایمان والو! ضرور اللہ تمہیں آزمائے گا ایسے بعض شکار سے جس تک تمہارا ہاتھ اور نیزے پہنچیں کہ اللہ پہچان کرا دے ان کی جو اس سے بن دیکھے ڈرتے ہیں' پھر اس کے بعد جو حد سے بڑھے اس کے لیے دردناک عذاب ہے○

ت ۷۰٤- وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ ﴿الْعُقُوْدُ﴾ (المائدہ:۱) الْعُهُوْدُ. مَا اُحِلَّ وَحُرِّمَ ﴿اِلَّا مَا يُتْلٰى عَلَيْكُمْ﴾.

اور حضرت ابن عباس نے فرمایا: یہاں عقود سے مراد جن چیزوں کو حلال فرمایا اسے حلال سمجھنا اور جن چیزوں کو حرام فرمایا اسے حرام سمجھنا اور چوپائے حلال ہیں مگر وہ جن کے حرام ہونے کا ذکر آگے ہے۔

پوری آیت یہ تھی:

یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَوْفُوْا بِالْعُقُوْدِ اُحِلَّتْ لَكُمْ

اے ایمان والو! اپنے قول پورے کرو' تمہارے لیے حلال

بَهِيمَةُ الْاَنْعَامِ اِلَّا مَا يُتْلٰى عَلَيْكُمْ (المائدہ:۱) ہوئے بے زبان مویشی مگر وہ جو تم کو آگے سنایا جائے گا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اس سے مراد خنزیر ہے یعنی چوپاؤں کی نوع میں خنزیر کی حرمت صراحت کے ساتھ مذکور ہے۔ بقیہ جانوروں کا حرام ہونا عوارض کی وجہ سے ہے مثلاً حالت احرام کا شکار یا نطیحہ وغیرہ۔

﴿يَجْرِمَنَّكُمْ﴾ يَحْمِلَنَّكُمْ ﴿شَنَآنُ﴾ عَدَاوَةُ...... تم کو عداوت برانگیختہ نہ کرے ﴿الْمُنْخَنِقَةُ﴾ تُخْنَقُ فَتَمُوْتُ...... جس کا گلا گھونٹ دیا جائے اور وہ مر جائے ﴿الْمَوْقُوْذَةُ﴾ تُضْرَبُ بِالْخَشَبِ يُوْقِذُهَا فَتَمُوْتُ...... جس کو لکڑی سے مارا جائے یہاں تک کہ مر جائے۔ مراد یہ ہے کہ بغیر دھاردار آلے سے مارا جائے ﴿وَالْمُتَرَدِّيَةُ﴾ تَتَرَدّٰى مِنَ الْجَبَلِ...... جو پہاڑ سے گر کر مرے پہاڑ کی تخصیص نہیں، کسی بلندی سے گر کر مرے یا کنویں یا گڑھے میں گر کر مرے ﴿النَّطِيحَةُ﴾ تُنْطَحُ الشَّاةُ، فَمَا اَدْرَكْتَهُ يَتَحَرَّكُ بِذَنَبِهِ اَوْ بِعَيْنِهِ فَاذْبَحْ وَكُلْ...... جسے بکری نے سینگ مار دیا ہو تو جس کو پاؤ تم کہ اس کی دم یا آنکھ ہل رہی ہو اسے ذبح کرو اور کھاؤ۔ بکری کی تخصیص نہیں، کسی بھی جانور نے سینگ مارا ہو یا پاؤں سے روند دیا ہو اور مر جائے تو اس کا کھانا حرام ہے لیکن اگر وہ زندہ ہو تو ذبح کر کے کھایا جا سکتا ہے۔ زندہ ہونے کی علامت یہ ہے کہ وہ دم ہلا رہا ہو، یا پاؤں ہلا رہا ہو، یا آنکھ ہلا رہا ہو۔

بَابُ صَيْدِ الْمِعْرَاضِ (ص ۸۲۳) تیر کی ڈنڈی کا شکار

توضیح

شکار پر تیر چلایا مگر اس کا پھل شکار کو نہ لگا مگر اس کی ڈنڈی اتنی زور سے لگی کہ شکار مر گیا مثلاً پرندہ تھا یا خرگوش، اس کا کھانا حرام ہے۔ اسی طرح لاٹھی یا پتھر وغیرہ سے مارا اور جانور مر گیا تو وہ بھی حرام ہے۔ یہ ''وقیذہ'' میں داخل ہے۔

ت۷۰۵ - وَقَالَ ابْنُ عُمَرَ فِي الْمَقْتُوْلَةِ بِالْبُنْدُقَةِ تِلْكَ الْمَوْقُوْذَةُ. وَكَرِهَهُ سَالِمٌ وَالْقَاسِمُ وَمُجَاهِدٌ وَاِبْرَاهِيمُ وَعَطَاءٌ وَالْحَسَنُ. وَكَرِهَ الْحَسَنُ رَمْيَ الْبُنْدُقَةِ فِي الْقُرٰى وَالْاَمْصَارِ، وَلَا يَرٰى بَاْسًا فِيمَا سِوَاهُ.

اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: جو غلّے سے مارا گیا ہو موقوذہ ہے یعنی حرام ہے اور اسے سالم اور قاسم اور مجاہد اور ابراہیم اور عطاء اور حسن نے مکروہ جانا اور حسن نے یہ بھی مکروہ جانا کہ بستیوں اور شہروں میں غلّے پھینکے جائیں اور بستی کے علاوہ میں کوئی حرج نہیں جانا۔

اس زمانے میں مٹی کے غلّے بنائے جاتے تھے اسی کا یہ حکم مذکور ہے۔ اسی پر قیاس کر کے بندوق کے سیسے کی گولی سے جو جانور شکار کیا جائے وہ بھی حرام ہے۔

بَابُ صَيْدِ الْقَوْسِ (ص ۸۲۳) کمان کے شکار کا بیان

ت۷۰۶ - وَقَالَ الْحَسَنُ وَاِبْرَاهِيمُ اِذَا ضَرَبَ صَيْدًا فَبَانَ مِنْهُ يَدٌ اَوْ رِجْلٌ، لَا يَاْكُلُ الَّذِيْ بَانَ وَيَاْكُلُ سَائِرَهُ.

امام حسن بصری اور ابراہیم نخعی نے فرمایا: جب کسی شکار کو مارا اور اس کا ہاتھ یا پاؤں کٹ کر الگ ہو گیا ہو تو جو الگ ہو گیا اسے نہ کھائے اور بقیہ کو کھائے۔

ت۷۰۷ - وَقَالَ اِبْرَاهِيمُ اِذَا ضَرَبْتَ عُنُقَهُ اَوْ وَسَطَهُ فَكُلْهُ.

اور امام ابراہیم نخعی نے فرمایا: جب تو اس کی گردن کو مارے یا کمر کو مارے تو اسے کھا۔

ت۷۰۸ - وَقَالَ الْاَعْمَشُ، عَنْ زَيْدٍ اِسْتَعْصٰى عَلٰى رَجُلٍ مِّنْ اٰلِ عَبْدِ اللّٰهِ حِمَارٌ، فَاَمَرَهُمْ اَنْ يَّضْرِبُوْهُ

اور اعمش نے کہا: زید بن وہب سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود کی آل کے قبضے سے ایک گورخر نکل گیا تو انہوں

حَيْثُ تَيَسَّرَ دَعُوا مَا سَقَطَ مِنْهُ وَكُلُوهُ.

نے انہیں حکم دیا کہ جہاں ہو سکے اس کو مارو۔ جو اس کے جسم سے کٹ کر گر جائے اسے چھوڑ دو بقیہ کھاؤ۔

ذبح کی دو قسمیں ہیں: (۱) اختیاری اور (۲) اضطراری۔

(۱) اختیاری: یہ ہے کہ جانور اپنے قابو میں ہو تو یہ ضروری ہے کہ بسم اللہ پڑھ کر اس کی گردن کی چار رگیں کاٹی جائیں یا کم از کم تین۔

(۲) اضطراری: یہ ہے کہ جانور قابو میں نہیں مثلاً جانور بھاگ رہا ہے یا گڑھے وغیرہ میں گر گیا ہے اس کا ظنِ غالب ہے کہ گڑھے سے نکالتے نکالتے مر جائے گا تو ایسی حالت میں کسی دھار دار آلے سے جسم کے کسی حصے میں زخم لگا دیا جائے بسم اللہ پڑھ کر۔ ہاں! جسم کا کوئی عضو اگر کٹ کر الگ ہو جائے اس کا کھانا جائز نہیں۔

۲۴۷۹- ح: [صَيْدُ الْكَلْبِ الْمُعَلَّمِ حَلَالٌ]

شکاری کتے کا شکار حلال ہے

۲۴۷۹ - عَنْ أَبِي ثَعْلَبَةَ الْخُشَنِيِّ قَالَ قُلْتُ يَا نَبِيَّ اللّٰهِ، إِنَّا بِأَرْضِ قَوْمِ أَهْلِ الْكِتَابِ، أَفَنَأْكُلُ فِي آنِيَتِهِمْ؟ وَبِأَرْضِ صَيْدٍ، أَصِيدُ بِقَوْسِي، وَبِكَلْبِي الَّذِي لَيْسَ بِمُعَلَّمٍ، وَبِكَلْبِي الْمُعَلَّمِ، فَمَا يَصْلُحُ لِي؟ قَالَ أَمَّا مَا ذَكَرْتَ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ فَإِنْ وَجَدْتُّمْ غَيْرَهَا فَلَا تَأْكُلُوا فِيهَا، وَإِنْ لَمْ تَجِدُوا فَاغْسِلُوهَا وَكُلُوا فِيهَا. وَمَا صِدْتَّ بِقَوْسِكَ فَذَكَرْتَ اسْمَ اللّٰهِ فَكُلْ، وَمَا صِدْتَّ بِكَلْبِكَ الْمُعَلَّمِ فَذَكَرْتَ اسْمَ اللّٰهِ فَكُلْ، وَمَا صِدْتَّ بِكَلْبِكَ غَيْرِ مُعَلَّمٍ فَأَدْرَكْتَ ذَكَاتَهُ فَكُلْ.

(بخاری باب: ما جاء فی التصید ص ۸۲۵۔ باب: آنیۃ المجوس والمیتۃ ص ۸۲۶)

حضرت ابو ثعلبہ خشنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ اے اللہ کے نبی! ہم اہل کتاب کی سرزمین میں ہیں کیا ہم ان کے برتنوں میں کھائیں اور ہم شکار کی سرزمین میں ہیں۔ میں اپنی کمان اور اپنے اس کتے سے شکار کرتا ہوں جو سدھایا ہوا نہیں اور اپنے اس کتے سے جو سدھایا ہوا ہے شکار کرتا ہوں۔ ان میں سے کون میرے لیے درست ہے؟ فرمایا: تم نے جو اہل کتاب کے برتنوں کا ذکر کیا پس اگر تم ان کے علاوہ اور کوئی برتن پاؤ تو ان کے برتنوں میں نہ کھاؤ اور اگر تم دوسرا برتن نہ پاؤ تو ان کے برتنوں کو دھوؤ اور ان میں کھاؤ اور جو تم اپنی کمان سے شکار کرو اور اللہ کا نام ذکر کرو تو اسے کھاؤ اور جو تم نے اپنے سدھائے ہوئے کتے سے شکار کیا اور اللہ کا نام لیا تو کھاؤ اور جو اپنے بغیر سدھائے ہوئے کتے سے شکار کیا پس اگر اسے زندہ پاؤ اور ذبح کر لو تو اسے کھاؤ۔

بَابُ الْخَذْفِ وَالْبُنْدُقَةِ (ص ۸۲۳)

روڑا اور غلّہ مارنا

۲۴۸۰ - عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مُغَفَّلٍ أَنَّهُ رَأَى رَجُلًا يَخْذِفُ، فَقَالَ لَهُ لَا تَخْذِفْ، فَإِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنِ الْخَذْفِ، أَوْ كَانَ يَكْرَهُ الْخَذْفَ، وَقَالَ إِنَّهُ لَا يُصَادُ بِهِ صَيْدٌ وَلَا يُنْكَأُ بِهِ عَدُوٌّ، وَلٰكِنَّهَا قَدْ تَكْسِرُ السِّنَّ، وَتَفْقَأُ الْعَيْنَ. ثُمَّ رَآهُ بَعْدَ ذٰلِكَ يَخْذِفُ فَقَالَ لَهُ أُحَدِّثُكَ عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ نَهَى عَنِ الْخَذْفِ أَوْ كَرِهَ الْخَذْفَ

حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے ایک شخص کو دیکھا کہ روڑا پھینک رہا ہے تو اس سے فرمایا: روڑا مت پھینک اس لیے کہ رسول اللہ ﷺ نے روڑا پھینکنے سے منع فرمایا یا روڑا پھینکنے کو ناپسند فرماتے تھے اور فرمایا کہ اس سے نہ تو شکار ہوتا ہے اور نہ دشمن کو زخم پہنچتا ہے لیکن وہ کبھی دانت توڑ دیتا ہے اور آنکھ پھوڑ دیتا ہے۔ اس کے بعد انہوں نے اس شخص کو دیکھا کہ روڑا پھینک رہا ہے تو اس سے فرمایا: میں نے تجھ سے رسول اللہ ﷺ کی

وَاَنْتَ تَخْذِفُ، لَا اُكَلِّمُكَ كَذَا وَكَذَا.

حدیث بیان کی ہے کہ آپ نے روڑا پھینکنے سے منع فرمایا ہے یا روڑا پھینکنے کو ناپسند فرمایا ہے پھر بھی تو روڑا پھینک رہا ہے، میں تجھ سے اتنے اتنے دن بات نہیں کروں گا۔ (مسلم۔ کتاب الذبائح)

''خــذفٌ'' انگلیوں سے کنکری پھینکنا اور کچھ لوگوں نے کہا کہ انگوٹھے اور کلمے کی انگلی سے کنکری پھینکنا، یا گوپھن وغیرہ سے پھینکنا۔ حدیث سے ثابت ہوا کہ بلاضرورت کنکر ڈھیلا وغیرہ اِدھر اُدھر پھینکنا منع ہے۔

بَابٌ اِذَا اَكَلَ الْكَلْبُ (ص ۸۲۴)

جب شکار کو کتا کھائے (تو اسے نہ کھاؤ)

وَقَوْلُهُ تَعَالٰى ﴿يَسْأَلُوْنَكَ مَاذَآ اُحِلَّ لَهُمْ قُلْ اُحِلَّ لَكُمُ الطَّيِّبَاتُ وَمَا عَلَّمْتُمْ مِّنَ الْجَوَارِحِ مُكَلِّبِيْنَ﴾ (المائدہ:٤) الصَّوَائِدُ وَالْكَوَاسِبُ ﴿اِجْتَرَحُوْا﴾ (الجاثیہ: ۲۱) اِكْتَسَبُوْا. ﴿تُعَلِّمُوْنَهُنَّ مِمَّا عَلَّمَكُمُ اللّٰهُ فَكُلُوْا مِمَّآ اَمْسَكْنَ عَلَيْكُمْ وَاذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهِ وَاتَّقُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ۝﴾ (المائدہ:٤).

اور اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کا بیان: اے محبوب! تم سے پوچھتے ہیں کہ ان کے لیے کیا حلال ہوا؟ تم فرمادو کہ حلال کی گئیں تمہارے لیے پاک چیزیں، اور شکاری جانور جو تم نے سدھا لیے انہیں شکار پر دوڑاتے اور جو علم تمہیں خدا نے دیا انہیں سکھاتے تو کھاؤ اس میں سے جو وہ مار کر تمہارے لیے رہنے دیں اور اس پر اللہ کا نام لو اور اللہ سے ڈرتے رہو، بے شک اللہ کو حساب کرتے دیر نہیں لگتی۝ ''اِجْتَرَحُوْا'' کے معنی یہ ہیں کہ انہوں نے کمایا۔

توضیح

اس آیت میں ''طیبـــات'' سے مراد وہ چیزیں ہیں جنہیں سلیم الطبع لوگ کھائیں تو انہیں گھن نہ آئے۔ اس کے بالمقابل خبیث ہے یعنی گھناؤنی چیزیں جنہیں سلیم الطبع لوگ کھانے سے گھن کریں۔

کلب معلم

وہ شکاری جانور ہے جسے سدھا لیا گیا ہو یعنی اسے اس کا عادی بنا دیا گیا ہے کہ شکار دیکھ کر خود ان پر نہ جھپٹے، جب اسے شکار پر چھوڑا جائے تو جائے اور جب بلایا جائے تو فوراً واپس آ جائے اور شکار کو پکڑ کر اس میں سے کچھ نہ کھائے بلکہ مار کر یا زخمی کر کے چھوڑ دے یا مالک کے پاس اٹھا لائے۔ اگر ان باتوں میں سے کوئی ایک نہ پائی جائے تو وہ معلم نہ ہوگا۔ اس کا کیا ہوا شکار کھانا حرام ہوگا۔ نیز شکار کے حلال ہونے کے لیے مندرجہ ذیل شرطیں ہیں:

وہ جانور مسلمان کا ہو۔ بسم اللہ پڑھ کر اسے چھوڑا گیا ہو۔ اس نے جانور کو دانتوں یا ناخنوں سے زخمی کیا ہو اور اس میں سے خود کچھ نہ کھایا ہو اور اگر وہ جانور شکاری کو زندہ ملا تو اس کو بسم اللہ اللہ اکبر کہہ کر ذبح کرے۔ نیز یہ بھی ضروری ہے کہ اس معلم جانور کے ساتھ غیر معلم شکار میں شریک نہ ہو یا کسی غیر مسلمان کا شکاری جانور شریک نہ ہوا ہو یا بغیر بسم اللہ پڑھے ہوئے چھوڑا ہوا جانور شریک نہ ہوا ہو۔ کتے ہی کی تخصیص نہیں، کسی بھی درندہ جانور کو سدھا لیا جائے خواہ وہ چوپایہ ہو یا پرندہ ہو مثلاً چیتا، شکرہ، باز، شاہین وغیرہ۔

مکلب

یہ ''کـلـب'' سے مشتق ہے۔ اس سے مراد ہے سدھایا ہوا شکاری جانور، چونکہ زیادہ تر کتے ہی سے شکار رائج ہے اس لیے اسی سے یہ لفظ بنایا اور مراد معنی عام ہے۔ سدھایا ہوا شکاری جانور، یا یہ ''تَكْلِيْب'' سے مشتق ہے جس کے معنی سدھانے کے ہیں۔

اجترحوا

''اجترحوا'' کا ذکر یہاں استطراداً ہے۔ یہ بتانا چاہتے ہیں کہ ''اجترح'' کا معنی ''اکتسب'' بھی ہے۔

جوارح

''جوارح''، ''جارحۃ'' کی جمع ہے۔ اس سے مراد شکاری جانور ہے۔ اس کے لفظی معنی ہیں: کمانے والے۔

ت٧٠٩ - وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ إِنْ أَكَلَ الْكَلْبُ فَقَدْ أَفْسَدَهُ، إِنَّمَا أَمْسَكَ عَلَى نَفْسِهِ، وَاللّٰهُ يَقُوْلُ ﴿تُعَلِّمُوْنَهُنَّ مِمَّا عَلَّمَكُمُ اللّٰهُ﴾ فَتُضْرَبُ وَتُعَلَّمُ حَتّٰى يَتْرُكَ. وَكَرِهَهُ ابْنُ عُمَرَ. وَقَالَ عَطَاءٌ إِنْ شَرِبَ الدَّمَ وَلَمْ يَأْكُلْ فَكُلْ.

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اور اگر کتا کھا لے تو اس نے شکار کو خراب کر دیا، اس نے اپنے لیے اسے روکا، اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: تم کو جو علم دیا ہے اس سے انہیں سکھاؤ، تو اسے مارا جائے اور سکھایا جائے یہاں تک کہ چھوڑ دے اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے اسے مکروہ جانا اور عطاء نے کہا: اگر خون پئے اور کھائے نہیں تو کھاؤ۔

جمہور کا مذہب یہی ہے کہ اگر شکاری جانور شکار میں سے کچھ کھائے تو اس کا کھانا جائز نہیں اور یہی صحیح ہے، مگر یہ حکم صرف چوپائے شکاری جانوروں کے لیے ہے۔ اگر وہ شکاری جانور پرندہ ہے جیسے شکرہ یا باز اور اس نے شکار میں سے کچھ کھا لیا تو باقی کے کھانے میں حرج نہیں اور اگر کتے نے صرف خون پیا گوشت نہیں کھایا تو بھی شکار حلال ہے۔

بَابُ [المائدہ:٩٦ کی تفسیر]

قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى ﴿أُحِلَّ لَكُمْ صَيْدُ الْبَحْرِ﴾ (المائدہ:٩٦). (ص٨٢٥)

اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی تفسیر: اور تمہارے لیے دریا کا شکار حلال کیا گیا۔

توضیح

یہ آیت محرم کے بارے میں وارد ہے کہ حالت احرام میں خشکی کا شکار کرنا حرام ہے مگر دریائی جانور کا شکار کرنا حالت احرام میں بھی جائز ہے، مگر اس کے عموم سے حضرت امام شافعی رضی اللہ عنہ وغیرہ نے استدلال کیا کہ دریا کے تمام جانور حلال ہیں۔ صرف مچھلی کی تخصیص نہیں۔

ت٧١٠ - وَقَالَ عُمَرُ صَيْدُهُ مَا اصْطِيْدَ ﴿وَطَعَامُهُ﴾ (المائدہ:٩٦) مَا رَمٰى بِهِ.

اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ''صید'' سے مراد وہ جانور ہے جسے شکار کیا جائے اور طعام سے مراد وہ جانور ہے جسے دریا پھینک دے۔

مثلاً موج اٹھی اور خشکی پر گری، اس میں مچھلیاں آ گئیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ طعام سے مراد وہ ہے جسے زاد راہ کے طور پر ساتھ رکھا جائے۔

ت٧١١ - وَقَالَ أَبُوْ بَكْرٍ الطَّافِيْ حَلَالٌ.

اور حضرت ابوبکر نے فرمایا: جو مچھلی پانی کے اوپر آ جائے وہ حلال ہے۔

یعنی جو مچھلی دریا کے پانی میں مر جائے اور مر کر پانی کے اوپر دریا میں تیرنے لگے اس کے بارے میں علماء کے درمیان اختلاف

ہے۔ ہمارے نزدیک اس کا کھانا جائز نہیں۔ ہماری دلیل حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث ہے: جس کو دریا نے باہر ڈال دیا یا دریا سے نکالی گئی اسے کھاؤ اور جو پانی میں مر جائے اور اوپر آ جائے اسے نہ کھاؤ۔ اس حدیث کی سند پر کلام کیا گیا ہے مگر علامہ عینی نے تحقیق فرمائی کہ یہ حدیث صحیح ہے۔

ت۷۱۲ - وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ طَعَامُهُ مَيْتَتُهُ، إِلَّا مَا قَذِرْتَ مِنْهَا.

اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ آیۂ کریمہ میں طعام سے مراد سمندر کا مردہ جانور ہے مگر وہ جس سے گھن آئے۔

ہمارا مذہب یہ ہے کہ مچھلی کے علاوہ اور کوئی دریائی جانور حلال نہیں، اس لیے کہ سب کے کھانے سے سلیم الطبع لوگوں کو گھن آتی ہے۔ قرآن مجید میں فرمایا گیا: "وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبَائِثَ" (اعراف:۱۵۷) اور ان پر گھناؤنی چیزیں حرام فرماتے ہیں۔

"وَالْجِرِّيْثُ لَا تَأْكُلُهُ الْيَهُوْدُ وَنَحْنُ نَأْكُلُهُ"...... اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ جریث کو یہود نہیں کھاتے اور ہم کھاتے ہیں "جِرِّيْث" ایک قسم کی مچھلی ہے سانپ کے شکل کی جس پر چونیاں نہیں ہوتیں جس کو فارسی میں مار ماہی اور ہماری زبان میں بام کہتے ہیں، یہ حلال ہے۔

ت۷۱۳ - وَقَالَ شُرَيْحٌ، صَاحِبُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُلُّ شَيْءٍ فِي الْبَحْرِ مَذْبُوْحٌ.

حضرت شریح نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی نے فرمایا: سمندر کی ہر چیز ذبح کی ہوئی ہے۔

یعنی اسے کھانے کے لیے ذبح کی ضرورت نہیں۔ اس میں لِم یہ ہے کہ خشکی کے جانور میں خون ہوتا ہے جو ناپاک ہے۔ ذبح کر کے اس کو اس سے نکال دیا جاتا ہے اور دریائی جانور میں خون نہیں ہوتا اس لیے اس کے ذبح کی ضرورت نہیں۔

بخاری کے ہندوستانی نسخوں میں ابوشریح ہے مگر فتح الباری، عمدۃ القاری قسطلانی میں شریح ہے اور یہی صحیح ہے۔

ت۷۱۴ - وَقَالَ عَطَاءٌ أَمَّا الطَّيْرُ فَأَرٰى أَنْ يَذْبَحَهُ.

اور عطاء نے کہا کہ چڑیا کو ذبح کرے۔

ت۷۱۵ - وَقَالَ ابْنُ جُرَيْجٍ قُلْتُ لِعَطَاءٍ صَيْدُ الْأَنْهَارِ وَقِلَاتِ السَّيْلِ، أَصَيْدُ بَحْرٍ هُوَ؟ قَالَ نَعَمْ، ثُمَّ تَلَا ﴿هٰذَا عَذْبٌ فُرَاتٌ سَائِغٌ شَرَابُهُ وَهٰذَا مِلْحٌ أُجَاجٌ وَمِنْ كُلٍّ تَأْكُلُوْنَ لَحْمًا طَرِيًّا﴾ (فاطر:۱۲).

ابن جریج نے کہا: میں نے عطاء سے پوچھا کہ نہروں اور سیلاب کے گڑھوں کا شکار دریا کا شکار ہے؟ انہوں نے کہا: ہاں! پھر تلاوت فرمایا: یہ میٹھا ہے نہایت شیریں اس کا پینا خوشگوار ہے اور یہ کھاری ہے نہایت کڑوا اور ہر ایک میں سے تم تازہ گوشت کھاتے ہو۔

ت۷۱۶ - وَرَكِبَ الْحَسَنُ عَلَيْهِ السَّلَامُ عَلٰى سَرْجٍ مِّنْ جُلُوْدِ كِلَابِ الْمَاءِ.

اور امام حسن رضی اللہ عنہ پانی کے کتوں کی کھال کی زین پر سوار ہوئے۔

غالبًا امام بخاری یہ افادہ کرنا چاہتے ہیں کہ کلب الماء حلال ہے۔ اگر حرام ہوتا تو اس کی کھال ناپاک ہوتی پھر اس کی کھال پر سوار ہونا جائز نہ ہوتا۔

اقول وهو المستعان: کھال کی زین دباغت کے بعد بنائی جاتی ہے اور دباغت کے بعد ہر کھال پاک ہو جاتی ہے سوائے خنزیر کے اگر چہ وہ مردار حرام جانور کی ہو۔

ت۷۱۷ - وَقَالَ الشَّعْبِيُّ لَوْ أَنَّ أَهْلِيْ أَكَلُوا الضَّفَادِعَ لَأَطْعَمْتُهُمْ.

اور امام شعبی نے کہا: اگر میرے اہل مینڈک کھائیں تو میں ان کو کھلاؤں گا۔

امام شعبی کا مذہب یہی تھا مگر صحیح یہ ہے کہ مینڈک کا کھانا جائز نہیں۔ ابوداؤد نے کتاب الطب[1] اور کتاب الادب میں اور نسائی نے کتاب الصید میں عبدالرحمن بن عثمان سے روایت کیا ہے کہ ایک طبیب نے رسول اللہ ﷺ سے مینڈک کے بارے میں پوچھا کہ اسے دوا میں شامل کروں تو حضور نے اس کے قتل کرنے سے منع فرمایا۔ اس حدیث کو امام احمد اور امام اسحاق بن راہویہ اور ابوداؤد طیالسی نے اپنی مسانید میں روایت کیا۔ نیز دارمی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے بھی اسی مضمون کی حدیث روایت کی ہے اور ظاہر ہے کہ مینڈک کو قتل کیے بغیر کھانا ممکن نہیں اس لیے اس کا کھانا جائز نہ ہوگا۔

ت۷۱۸ - وَلَمْ يَرَ الْحَسَنُ بِالسُّلَحْفَاةِ بَأْسًا. اور امام حسن بصری نے کچھوا کھانے میں کوئی حرج نہیں جانا۔

ہمارے نزدیک کچھوا کھانا بھی حرام ہے اس لیے کہ یہ بھی گھناؤنی چیز ہے اور خبائث میں داخل ہے۔

ت۷۱۹ - وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ كُلْ مِنْ صَيْدِ الْبَحْرِ نَصْرَانِيٍّ أَوْ يَهُودِيٍّ أَوْ مَجُوسِيٍّ. اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: دریا کا شکار کھا اگرچہ اسے نصرانی یا یہودی یا مجوسی نے شکار کیا ہو۔

ت۷۲۰ - وَقَالَ أَبُو الدَّرْدَاءِ فِي الْمُرِيِّ ذَبَحَ الْخَمْرَ النِّينَانُ وَالشَّمْسُ. اور حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ نے مُری کے بارے میں فرمایا کہ شراب کو مچھلیوں اور دھوپ نے ذبح کر دیا۔

اہل شام شراب میں مچھلی اور نمک ڈال کر دھوپ میں رکھ دیتے، جب وہ بدل جاتا تو کھاتے۔ حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ کے ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ وہ حلال ہے جیسے وہ شراب جو کہ سرکہ ہو جائے۔

بَابُ أَكْلِ الْجَرَادِ (ص۸۲٦) ٹڈی کھانے کا بیان

۲٤۸۱ - عَنِ ابْنِ أَبِي أَوْفَى رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ يَقُولُ غَزَوْنَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَبْعَ غَزَوَاتٍ أَوْ سِتًّا، كُنَّا نَأْكُلُ الْجَرَادَ مَعَهُ.

حضرت عبداللہ بن ابواوفیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، کہتے ہیں کہ میں نے نبی ﷺ کے ہم رکاب ہو کر سات یا چھ غزوے کیے اور ہم حضور کے ساتھ ٹڈی کھاتے تھے۔

ٹڈی کھانا جائز ہے اور اسے بغیر ذبح کیے ہوئے کھایا جاتا ہے۔

بَابُ التَّسْمِيَةِ عَلَى الذَّبِيحَةِ، وَمَنْ تَرَكَ مُتَعَمِّدًا (ص۸۲٦) ذبیحہ پر بسم اللہ پڑھنا اور جس نے قصداً بسم اللہ پڑھنا چھوڑ دیا

ت۷۲۱ - قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ مَنْ نَسِيَ فَلَا بَأْسَ. وَقَالَ اللَّهُ تَعَالَى ﴿وَلَا تَأْكُلُوا مِمَّا لَمْ يُذْكَرِ اسْمُ اللَّهِ عَلَيْهِ وَإِنَّهُ لَفِسْقٌ﴾ (الانعام:۱۲۱) وَالنَّاسِي لَا يُسَمَّى فَاسِقًا.

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: جو تسمیہ بھول گیا تو کوئی حرج نہیں، اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اور اسے نہ کھاؤ جس پر اللہ کا نام نہ لیا جائے بے شک وہ فسق ہے، اور بھولنے والے کو فاسق نہیں کہتے۔

توضیح

ذبح صحیح ہونے کے لیے ذبح کے وقت بسم اللہ پڑھنا شرط ہے۔ اگر کوئی قصداً نہ پڑھے تو جانور مردار ہو جائے گا اور اگر بھول گیا نہیں پڑھا تو کوئی حرج نہیں۔ امام بخاری نے اس کی تائید میں آیت مذکورہ نقل فرمائی۔ وجہ احتجاج یہ ہے کہ جس جانور میں ذبح کے

[1] ابوداؤد، کتاب الطب۔ ج۲ ص۱۸۵

وقت بسم اللہ نہ پڑھی جائے اس کے نہ کھانے کی وجہ اللہ عزوجل نے یہ بیان فرمائی کہ یہ فسق ہے' فسق اسی وقت ہوگا جب قصداً بسم اللہ نہ پڑھی اور اگر بھول گیا' نہیں پڑھا تو فسق نہیں' جب فسق نہیں تو اس کے کھانے میں حرج نہیں۔

وَقَوْلُهُ ﴿وَاِنَّ الشَّيَاطِيْنَ لَيُوْحُوْنَ اِلَى اَوْلِيَآئِهِمْ﴾ (الانعام:۱۲۱).

اور اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: بے شک شیاطین اپنے اولیاء کے دل میں ڈالتے ہیں (تاکہ وہ تم سے جھگڑا کریں اور اگر تم ان کی اطاعت کروگے تو مشرک ہو جاؤ گے)۔

توضیح.....(ذبیحہ پر بسم اللہ پڑھنا قصداً چھوڑ دیا' کیا حکم ہے؟)

حضرت امام شافعی کے نزدیک ذبح کے وقت بسم اللہ پڑھنا شرط نہیں۔ اگر کوئی شخص قصداً بسم اللہ نہ پڑھے تو بھی جانور حلال ہے اور وہ آیہ کریمہ ''فلا تاکلوا مما لم یذکر اسم الله علیه'' کی تاویل یہ کرتے ہیں کہ اس سے مراد مردار ہے یا وہ جانور ہے جو غیر اللہ کے نام پر ذبح کیا گیا ہے اسی کو فسق کہا گیا ہے' جیسا کہ دوسری آیت میں فرمایا گیا: ''او فسقا اُهِلَّ لغیر الله به'' اور اس پر قرینہ بعد کی آیت ہے۔ فرمایا: شیاطین اپنے دوستوں کے دلوں میں ڈالتے ہیں تاکہ وہ تم سے جھگڑا کریں۔ ان کے دل میں یہ ڈالتے ہیں کہ یہ عجیب بات ہے جسے تم قتل کرتے ہو اسے کھاتے ہو اور جسے اللہ مار ڈالے اسے نہیں کھاتے۔ اس سے سمجھ میں آ گیا کہ شروع آیت میں جو مذکور ہے: جس پر اللہ کا نام نہ لیا جائے اسے نہ کھاؤ' اس سے مراد مردار ہے۔

بَابُ ذَبَائِحِ اَهْلِ الْكِتَابِ وَشُحُوْمِهَا' مِنْ اَهْلِ الْحَرْبِ وَغَيْرِهِمْ

اہل کتاب کے ذبیحے اور ان کی چربیاں وہ حربی ہوں یا کچھ اور

وَقَوْلِهِ تَعَالٰى ﴿اَلْيَوْمَ اُحِلَّ لَكُمُ الطَّيِّبَاتُ وَطَعَامُ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتَابَ حِلٌّ لَّكُمْ وَطَعَامُكُمْ حِلٌّ لَّهُمْ﴾ (المائدہ:۵). (ص۸۲۸)

اور اللہ عزوجل کے ارشاد کی تفسیر: آج تمہارے لیے پاکیزہ چیزیں حلال کر دی گئیں ہیں اور اہل کتاب کا کھانا تمہارے لیے حلال ہے اور تمہارا کھانا ان کے لیے حلال ہے۔

توضیح

اس آیت میں طعام سے مراد ذبیحہ ہے۔ چونکہ اس عہد کے یہود و نصاریٰ بسم اللہ پڑھ کر جانور ذبح کرتے تھے اور یہ ان کی عادت معلوم و مشہور تھی' اس لیے ان کا ذبیحہ مسلمانوں کے لیے کھانا حلال تھا۔ آج کے یورپ کے باشندے اگرچہ اپنے آپ کو عیسائی کہتے ہیں مگر عام طور پر یہ دہریہ ہو چکے ہیں اور یہ بغیر بسم اللہ پڑھے ہوئے جھٹکا دیتے' ہیں۔ اب تو مشینوں سے ذبح کا رواج ہو گیا ہے' اس لیے یورپ کے نصاریٰ کا گوشت کھانا جائز نہیں' یعنی جو گوشت پکاتے ہوں یا بیچتے ہوں ان کا کھانا جائز نہیں۔

ت۷۲۲ - وَقَالَ الزُّهْرِيُّ لَا بَاْسَ بِذَبِيْحَةِ نَصَارَى الْعَرَبِ' وَاِنْ سَمِعْتَهُ يُسَمِّيْ لِغَيْرِ اللّٰهِ فَلَا تَاْكُلْ' وَاِنْ لَّمْ تَسْمَعْهُ فَقَدْ اَحَلَّهُ اللّٰهُ وَعَلِمَ كُفْرَهُمْ.

امام زہری نے کہا: عرب کے نصاریٰ کا ذبیحہ کھانے میں کوئی حرج نہیں اور اگر تم نے سنا اس سے کہ نام لیتا ہے غیر اللہ کا تو نہ کھاؤ اور اگر اس سے نہ سنا تو بلاشبہہ اللہ نے اس کو حلال کیا حالانکہ ان کے کفر کو اللہ جانتا ہے۔

ت۷۲۳ - وَيُذْكَرُ عَنْ عَلِيٍّ نَحْوُهُ.

اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بھی ایسی ہی روایت ذکر کی جاتی ہے۔

یعنی اصل یہ ہے کہ اہل کتاب کا ذبیحہ کھانا جائز ہے لیکن اگر یہ معلوم ہو جائے کہ انہوں نے جانور کو اللہ کے نام پر نہیں ذبح کیا کسی اور کے نام پر ذبح کیا ہے تو پھر اس کا کھانا جائز نہیں ہوگا جیسا کہ آج کل کے نصاریٰ کے بارے میں معلوم ہے کہ وہ بوقتِ ذبح بسم اللہ نہیں پڑھتے ہیں بلکہ اب تو ذبح ہی نہیں کرتے۔ مشینوں کے حوالے کر دیتے ہیں یا ذبح سے پہلے جھٹکا دیتے ہیں جس میں یہ اندیشہ ہے کہ جھٹکا دینے میں ان رگوں کے کٹنے سے پہلے ہی مر نہ گیا ہو جن کا ذبح میں کٹنا ضروری ہے' اس لیے کہ جھٹکا جانور کو اوندھے لٹا کر پیٹھ کی طرف سے دیتے ہیں۔

ت۷۲۴ - وَقَالَ الْحَسَنُ وَإِبْرَاهِيمُ لَا بَأْسَ بِذَبِيحَةِ الْأَقْلَفِ.

حضرت حسن و ابراہیم نے فرمایا کہ غیر مختون کے ذبیحے میں کوئی حرج نہیں۔

ت۷۲۵ - وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ طَعَامُهُمْ ذَبَائِحُهُمْ.

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ آیت کریمہ میں طعام سے مراد ان کا ذبیحہ ہے۔

بَابُ مَا نَدَّ مِنَ الْبَهَائِمِ فَهُوَ بِمَنْزِلَةِ الْوَحْشِ (ص۸۲۸)

چوپایوں میں سے جو بھڑک جائے وہ بہ منزلہ وحشی کے ہے

توضیح

یعنی اس کے حلال ہونے کے لیے ذبح اختیاری ضروری نہیں' اضطراری کافی ہے۔

ت۷۲۶ - وَأَجَازَهُ ابْنُ مَسْعُودٍ.

اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے اسے جائز کہا۔

ت۷۲۷ - وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ مَا أَعْجَزَكَ مِنَ الْبَهَائِمِ مِمَّا فِي يَدَيْكَ فَهُوَ كَالصَّيْدِ وَفِي بَعِيرٍ تَرَدَّى فِي بِئْرٍ مِنْ حَيْثُ قَدَرْتَ عَلَيْهِ فَذَكِّهِ.

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: پالتو چوپایوں میں سے جو تیرے قبضے سے باہر ہو جائے وہ شکار کے مثل ہے' یعنی اس میں اضطراری ذبح کافی ہے اور جو اونٹ کنویں میں گر جائے تو مقدور کے مطابق اس کو جیسے بھی زخمی کر دو تو وہ حلال ہے۔

ت۷۲۸ - وَرَأَى ذَلِكَ عَلِيٌّ وَابْنُ عُمَرَ وَعَائِشَةُ.

اور اس کو جائز جانا حضرت علی اور حضرت عبداللہ بن عمر اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہم نے۔

بَابُ النَّحْرِ وَالذَّبْحِ (ص۸۲۸)

نحر اور ذبح کا بیان

ت۷۲۹ - وَقَالَ ابْنُ جُرَيْجٍ عَنْ عَطَاءٍ لَا ذَبْحَ وَلَا نَحْرَ إِلَّا فِي الْمَذْبَحِ وَالْمَنْحَرِ. قُلْتُ أَيَجْزِي مَا يُذْبَحُ أَنْ أَنْحَرَهُ؟ قَالَ نَعَمْ ذَكَرَ اللَّهُ ذَبْحَ الْبَقَرَةِ فَإِنْ ذَبَحْتَ شَيْئًا يُنْحَرُ جَازَ وَالنَّحْرُ أَحَبُّ إِلَيَّ وَالذَّبْحُ قَطْعُ الْأَوْدَاجِ قُلْتُ فَيُخَلِّفُ الْأَوْدَاجَ حَتَّى يَقْطَعَ النُّخَاعَ؟ قَالَ لَا إِخَالُ وَأَخْبَرَنِي نَافِعٌ أَنَّ ابْنَ عُمَرَ نَهَى عَنِ النَّخْعِ يَقُولُ يَقْطَعُ مَا دُونَ الْعَظْمِ ثُمَّ يَدَعُ حَتَّى يَمُوتَ.

اور ابن جریج نے عطاء سے روایت کی' انہوں نے فرمایا: ذبح اور نحر صرف مذبح اور منحر میں ہے۔ میں نے کہا: کیا یہ کافی ہے کہ جو جانور ذبح کیا جاتا ہے اسے نحر کیا جائے؟ فرمایا: ہاں! اللہ تعالیٰ نے گائے کے ذبح کرنے کا ذکر فرمایا۔ پس اگر تو ایسے جانور کو ذبح کرے جو نحر کیا جاتا ہے تو جائز ہے اور ایسے جانور کو نحر کرنا مجھے زیادہ پسند ہے اور ذبح اوداج کا کاٹنا ہے۔ ابن جریج نے کہا: پھر میں نے پوچھا کہ اگر اوداج سے آگے بڑھ جائے یہاں تک کہ حرام مغز کو

کاٹ دے۔ انہوں نے کہا: میں گمان نہیں کرتا۔ پھر مجھے نافع نے خبر دی کہ بے شک حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے حرام مغز کاٹنے سے منع فرمایا۔ فرماتے تھے کہ ہڈی سے اوپر اوپر کاٹا جائے پھر چھوڑ دے یہاں تک کہ مر جائے۔

وَقَوْلُ اللّٰهِ تَعَالٰى ﴿وَاِذْ قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهٖۤ اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُكُمْ اَنْ تَذْبَحُوْا بَقَرَةً﴾ (البقرہ:٦٧). وَقَالَ ﴿فَذَبَحُوْهَا وَمَا كَادُوْا يَفْعَلُوْنَ﴾ (البقرہ:٧١).

اور اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کا بیان: اور یاد کرو جب موسیٰ نے اپنی قوم سے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ تم کو حکم دیتا ہے کہ کوئی گائے ذبح کرو۔ اور یہاں تک کہ فرمایا: پھر انہوں نے اس کو ذبح کیا اور قریب تھا کہ ایسا نہ کرتے۔

حضرت عطاء کے ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ ذبح اختیاری ذبح کرنے کی جگہ ہی ہونا ضروری ہے اور وہ گردن ہے اور نحر منحر ہی میں ہونا ضروری ہے اور وہ گردن کا نچلا حصہ ہے۔ نحر کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ جانور کی گردن کے نچلے حصے میں جہاں سینے سے گردن ملتی ہے ایک چھوٹا سا گڑھا ہوتا ہے اس میں نیزہ گھونپ کر دائیں بائیں گھما دیا جائے۔ تا کہ ذبح میں جن رگوں کا کٹنا ضروری ہے وہ کٹ جائیں۔ ذبح کی جگہ پورا حلقوم ہے اور اس کے لیے ضروری ہے کہ یہ چار رگیں کٹ جائیں۔ حلقوم جس سے سانس آتی جاتی ہے۔ مَری جس سے کھانا پانی اترتا ہے۔ ودج کی دونوں رگیں جو مری کے اغل بغل ہوتی ہیں جس سے خون کی روانی ہوتی ہے۔ ان میں سے تین رگوں کا کٹنا بھی کافی ہے یعنی حلقوم، مری اور ودجین میں سے ایک، حلقوم اور مری کا کٹنا ضروری ہے اور ودجین میں سے دونوں کا یا ایک کا۔ اگر ودجین کی دونوں رگیں کٹ گئیں اور صرف مری کٹی اور حلقوم نہ کٹا یا حلقوم کٹا اور مری نہ کٹی تو ذبح صحیح نہ ہوا۔ ''نَحر'' حلق کے نچلے حصہ میں نیزہ گھونپ کر رگیں کاٹ دینے کو نحر کہتے ہیں۔ اونٹ میں نحر کرنا سنت ہے اور گائے بکری وغیرہ میں ذبح کرنا اور اگر ان کا الٹا کیا یعنی اونٹ کو ذبح کیا اور گائے بکری کا نحر کیا تو بھی جانور حلال ہو جائے گا مگر ایسا کرنا مکروہ ہے کیونکہ یہ سنت کے خلاف ہے۔ ذبح میں گردن اتنی زیادہ کاٹ دینا کہ حرام مغز تک پہنچ جائے مکروہ ہے یا سر کٹ کے جدا ہو جائے یہ بھی مکروہ ہے مگر ایسے جانور کا کھانا حلال ہے۔

امام عطاء نے جو یہ فرمایا کہ اگر حرام مغز تک کاٹ دیا جائے تو میں نہیں گمان کرتا۔ یعنی میں اس کو اچھا نہیں سمجھتا' کیونکہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا ہے۔

ت ٧٣٠ - وَقَالَ سَعِيْدٌ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَلذَّكَاةُ فِي الْحَلْقِ وَاللَّبَّةِ.

حضرت ابن عباس سے مروی ہے کہ ذبح کرنا حلق اور لبہ میں ہے۔

''لبہ'' گردن کے نچلے حصے کو کہتے ہیں جو سینے سے ملا ہوتا ہے۔ ذبح کی جگہ لبہ سے لے کر پوری گردن ہے۔ البتہ بعض علماء نے فرمایا کہ عقدہ کے اوپر ذبح کیا جائے تو ذبح صحیح نہ ہوگا' مگر یہ مرجوح ہے۔ صحیح یہ ہے کہ فوق العقدہ بھی ذبح کرنے سے مطلوبہ تین رگیں کٹ جائیں تو ذبح صحیح ہے۔

ت ٧٣١- وَقَالَ ابْنُ عُمَرَ، وَابْنُ عَبَّاسٍ، وَاَنَسٌ اِذَا قَطَعَ الرَّاْسَ فَلَا بَاْسَ.

اور حضرت ابن عمر اور حضرت ابن عباس اور حضرت انس رضی اللہ عنہم نے فرمایا کہ جب سر کاٹ دیا جائے تو کوئی حرج نہیں یعنی جانور حلال ہے اگرچہ یہ فعل ممنوع ہے کیونکہ اس میں جانور کو

بلاضرورت ایذا دینا ہے۔

۲۴۸۲- ح: [اَلْفَرَسُ حَلَالٌ]

گھوڑا حلال ہے

۲۴۸۲- اَخْبَرَتْنِیْ فَاطِمَةُ بِنْتُ الْمُنْذِرِ امْرَاَتِیْ، عَنْ اَسْمَاءَ بِنْتِ اَبِیْ بَکْرٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْهُمَا قَالَتْ نَحَرْنَا عَلٰی عَهْدِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَرَسًا فَاَکَلْنَاهُ.

حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں گھوڑے کو نحر کیا پھر ہم نے اس کو کھایا۔

(بخاری۔ باب: لحول الخیل ص ۸۲۹)

بہ طریق عبدہ اس کے بعد جو روایت ہے اس میں "ذبحنا فرسًا" ہے لیکن پھر بعد میں بہ طریق جریر جو روایت ہے اس میں "نحرنا" ہی ہے۔

ہوسکتا ہے کہ دونوں باتیں ہوئی ہوں۔ کبھی گھوڑے کو ذبح کر کے کھایا ہو کبھی گھوڑے کو نحر کر کے کھایا ہو۔ سابقاً گزر چکا کہ جس جانور کو ذبح کرنا مسنون ہے اگر اسے نحر کیا تو بھی وہ حلال ہے۔ اس کا بھی احتمال ہے کہ ہشام کبھی "نحرنا" روایت کرتے کبھی "ذبحنا" اس لیے کہ ایک کی جگہ دوسرے کا اطلاق ان کے طرق میں شائع ذائع تھا۔ اصل حکم یہی ہے کہ گھوڑا حلال ہے مگر ہمارے امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اس کا کھانا مکروہ ہے کیونکہ گھوڑا آلۂ جہاد ہے اس کے کھانے میں آلۂ جہاد کی تقلیل ہے۔

اقول وھو المستعان: اس زمانے میں لڑائی کے لیے گھوڑوں کی کوئی ضرورت نہیں رہی۔ اب فقہائے کرام کو غور کرنا چاہیے کہ اب بھی کراہت باقی ہے یا ختم ہوگئی۔

بَابُ مَا یُکْرَهُ مِنَ الْمُثْلَةِ وَالْمَصْبُوْرَةِ وَالْمُجَثَّمَةِ (ص ۸۲۸)

مثلہ اور مصبورہ اور مجثمہ کرنا مکروہ ہے

توضیح

جسم کے کسی عضو کے کاٹنے کو مثلہ کہتے ہیں۔ جانور کو باندھ کر نشانہ بنانے کو مصبورہ کہتے ہیں اور قریب قریب یہی معنی مجثمہ کے بھی ہیں۔ بعض لوگوں نے یہ فرق کیا کہ مصبورہ عام ہے اور مجثمہ پرندے اور خرگوش کے ساتھ خاص ہے۔

۲۴۸۳- ح: [نَهٰی اَنْ تُصْبَرَ الْبَهَائِمُ]

چوپایوں کو نشانہ بنانے سے منع فرمایا

۲۴۸۳- عَنْ هِشَامِ بْنِ زَیْدٍ قَالَ دَخَلْتُ مَعَ اَنَسٍ عَلَی الْحَکَمِ بْنِ اَیُّوْبَ، فَرَاٰی غِلْمَانًا، اَوْ فِتْیَانًا، نَصَبُوْا دَجَاجَةً یَرْمُوْنَهَا، فَقَالَ اَنَسٌ نَهَی النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَنْ تُصْبَرَ الْبَهَائِمُ.

ہشام بن زید نے کہا کہ میں حضرت انس رضی اللہ عنہ کے ساتھ حکم بن ایوب کے پاس گیا تو حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کچھ ایسے نوجوانوں کو دیکھا کہ ایک مرغی کو زمین میں گاڑ کر اسے تیر مار رہے ہیں تو حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا ہے کہ چوپایوں کو باندھ کر انہیں نشانہ بنایا جائے۔

(مسلم۔ کتاب الذبائح، ابوداود۔ کتاب الاضاحی، ابن ماجہ)

۲۴۸۴- اَخْبَرَنَا اِسْحَاقُ بْنُ سَعِیْدِ بْنِ عَمْرٍو، عَنْ اَبِیْهِ اَنَّهٗ سَمِعَهٗ یُحَدِّثُ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْهُمَا اَنَّهٗ دَخَلَ عَلٰی یَحْیَی بْنِ سَعِیْدٍ، وَغُلَامٌ مِّنْ بَنِیْ یَحْیٰی

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ وہ یحییٰ بن سعید کے پاس تشریف لے گئے۔ بنی یحییٰ میں سے ایک لڑکا ایک مرغی کو باندھ کر اسے تیر مار رہا تھا۔ حضرت ابن عمر مرغی کے پاس گئے اور اسے

رَابِطٌ دَجَاجَةً يَرْمِيهَا، فَمَشٰى اِلَيْهَا ابْنُ عُمَرَ حَتّٰى حَلَّهَا، ثُمَّ اَقْبَلَ بِهَا وَبِالْغُلَامِ مَعَهُ فَقَالَ ازْجُرُوْا غُلَامَكُمْ عَنْ اَنْ يَّصْبِرَ هٰذَا الطَّيْرَ لِلْقَتْلِ، فَاِنِّي سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى اَنْ تُصْبَرَ بَهِيْمَةٌ اَوْ غَيْرُهَا لِلْقَتْلِ.

کھول دیا۔ پھر اسے لے کر آئے اور وہ لڑکا ان کے ساتھ تھا تو فرمایا: اپنے بچوں کو سختی سے روک دو کہ اس چڑیا کو قتل کے لیے باندھیں اس لیے کہ میں نے نبی ﷺ کو چوپائے وغیرہ کو قتل کرنے کے لیے باندھ کر نشانہ بنانے سے منع فرماتے سنا ہے۔

۲۴۸۵- ح: [لَعَنَ رَامِيَ الْبَهِيْمَةِ وَ مُمَثِّلِيهَا]

جانوروں کو نشانہ بنانے والوں اور مثلہ کرنے والوں پر لعنت فرمائی

۲۴۸۵ - عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ قَالَ كُنْتُ عِنْدَ ابْنِ عُمَرَ، فَمَرُّوْا بِفِتْيَةٍ، اَوْ بِنَفَرٍ، نَصَبُوْا دَجَاجَةً يَرْمُوْنَهَا، فَلَمَّا رَاَوُا ابْنَ عُمَرَ تَفَرَّقُوْا عَنْهَا، وَقَالَ ابْنُ عُمَرَ مَنْ فَعَلَ هٰذَا؟ اِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَعَنَ مَنْ فَعَلَ هٰذَا.

حضرت سعید بن جبیر سے روایت ہے کہ میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے پاس تھا۔ یہ لوگ کچھ ایسے جوانوں کے پاس سے گزرے جو ایک مرغی زمین میں گاڑ کر اسے تیر مار رہے تھے۔ جب ان لوگوں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کو دیکھا تو بھاگ گئے اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: کس نے یہ کیا ہے؟ بے شک نبی ﷺ نے اس پر لعنت فرمائی جو ایسا کرے۔

وَفِيْ رِوَايَةٍ لَعَنَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ مَثَّلَ بِالْحَيَوَانِ.

اور دوسری روایت میں ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا کہ جو کسی حیوان کا کوئی عضو بگاڑ دے اس پر لعنت ہے۔

ظاہر ہے کہ اس میں بے زبان مظلوم جانور کو ایذاء پہنچانا ہے اور مال کو ضائع کرنا ہے کیونکہ اس طرح جو جانور مر جائے گا اس کا کھانا جائز نہیں۔

بَابُ اَكْلِ كُلِّ ذِيْ نَابٍ مِّنَ السِّبَاعِ (ص ۸۳۰)

نوکیلے درندوں کے کھانے کا بیان

۲۴۸۶ - عَنْ اَبِيْ اِدْرِيْسَ الْخَوْلَانِيِّ، عَنْ اَبِيْ ثَعْلَبَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنْ اَكْلِ كُلِّ ذِيْ نَابٍ مِّنَ السِّبَاعِ.

حضرت ابو ثعلبہ خشنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ہر نوکیلے درندے کے کھانے سے منع فرمایا۔

[بجو اور لومڑی حرام ہے]

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ ہر نوکیلا درندہ حرام ہے۔ اس میں بجو اور لومڑی بھی داخل ہے۔ بجو کے بارے میں امام حاکم نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے ایک حدیث روایت کی ہے کہ حضور ﷺ نے بجو کھانے کی اجازت دی ہے۔ اسی بناء پر حضرت امام شافعی اسے حلال کہتے ہیں۔ ہماری دلیل حدیث زیر بحث کا عموم ہے اور جب معاملہ حلت و حرمت میں دائر ہو تو احتیاط اسی میں ہے کہ ترجیح حرمت کو دی جائے۔ کتاب الطب میں یہ زائد ہے: امام زہری نے کہا کہ میں نے ابو ثعلبہ خشنی سے یہ حدیث نہیں سنی مگر جب شام میں آیا تو سنی۔ اور بہ طریق لیث یہ زائد ہے کہ ابن شہاب نے یہ کہا کہ میں نے ان سے پوچھا: کیا وضو کرے گا؟ یا گدھیوں کا دودھ یا

درندے کا پتہ یا اونٹ کا پیشاب پیئے گا' تو انہوں نے کہا کہ مسلمان اونٹ کے پیشاب کو دوا کے طور پر استعمال کرتے تھے اور اس میں کوئی حرج نہیں جانتے تھے' لیکن گدھیوں کے دودھ کے بارے میں ہم کو یہ خبر پہنچی ہے کہ ان کے گوشت کھانے سے رسول اللہ ﷺ نے منع فرمایا ہے اور ہم کو ان کے دودھ کے بارے میں نہ اجازت دی ہے نہ ممانعت فرمائی ہے' لیکن درندے کے پتے کے بارے میں فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے ہر نوکیلے درندے کے کھانے سے منع فرمایا ہے۔ اس سے ثابت ہوا ہے کہ درندے کا پتہ کھانا جائز نہیں۔ تحقیق مقام یہ ہے کہ کسی جانور کا پیشاب بطور دوا بھی استعمال کرنا جائز نہیں کیونکہ وہ ناپاک ہے اور عرینہ وغیرہ والوں کا قصہ "مستثنیات" میں سے ہے۔

[جن جانوروں کا گوشت کھانا حرام ہے' ان کے دودھ کا حکم اور بکری کے سات اعضاء کھانے کی ممانعت]

اور جن جانوروں کا گوشت کھانا حرام ہے ان کا دودھ پینا بھی حرام ہے اور پتہ حلال جانوروں کا بھی جائز نہیں۔ صحیح حدیث ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے بکری کے سات عضو کھانے سے منع فرمایا۔ اس میں پتہ بھی ہے۔ ان سب امور پر تحقیقی ابحاث فقہ کی کتابوں میں مذکور ہیں اور ہمارے فتاویٰ میں بھی اختصار و تنقیح کے ساتھ مذکور ہے۔

بَابُ الْوَسْمِ وَالْعَلَمِ فِي الصُّوْرَةِ (ص ۸۳۱)
چہرہ میں داغنا اور نشان لگانا

۲۴۸۷ - عَنْ سَالِمٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّهُ كَرِهَ أَنْ تُعْلَمَ الصُّوْرَةُ.

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ انہوں نے چہرہ پر نشان بنانے کو مکروہ جانا۔

وَفِي رِوَايَةٍ وَقَالَ ابْنُ عُمَرَ نَهَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ تُضْرَبَ. تَابَعَهُ قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا الْعَنْقَزِيُّ عَنْ حَنْظَلَةَ وَقَالَ تُضْرَبُ الصُّوْرَةُ.

ایک روایت میں یہ ہے کہ نبی ﷺ نے چہرے پر مارنے سے منع فرمایا۔

اہل عرب کی عادت تھی کہ جانوروں کے چہرے پر داغ دیا کرتے تھے یا سوئی وغیرہ چبھو کر نیل سے کچھ نشان بنا دیا کرتے تھے اس سے حضور اقدس ﷺ نے منع فرمایا۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی پہلی حدیث موقوف تھی۔ امام بخاری اس کی تائید میں دوسری حدیث مرفوع لائے جس کے ایک طریقے میں صرف "أَنْ تُضْرَبَ" ہے اور دوسرے طریقے میں "أَنْ تُضْرَبَ الصُّوْرَةُ" ہے۔ صورت سے دونوں حدیثوں میں مراد چہرہ ہے اس لیے کہ حدیث گزر چکی کہ علامت کے لیے داغنا جائز ہے۔ چہرے پر مارنے کی ممانعت سے داغنے یا نشان لگانے کی ممانعت بہ درجۂ اولیٰ ثابت ہوتی ہے۔

۲۴۸۸ - ح: [سَمَّ أُذُنَ الشَّاةِ]
آپ (ﷺ) نے ایک بکری کے کان کو داغا

۲۴۸۸ - عَنْ أَنَسٍ قَالَ دَخَلْتُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِأَخٍ لِّي يُحَنِّكُهُ وَهُوَ فِي مِرْبَدٍ لَّهُ فَرَأَيْتُهُ يَسِمُ شَاةً حَسِبْتُهُ قَالَ فِي آذَانِهَا.

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نبی ﷺ کی خدمت میں اپنے ایک بھائی کو لے کر حاضر ہوا تا کہ حضور اس کی تحنیک کر دیں اور حضور اپنے ایک باڑے میں تھے اور ایک بکری کے کان کو داغ رہے تھے (شعبہ نے کہا کہ میں نے گمان کیا کہ ہشام ابن زید نے کہا کہ اس کے کان میں)۔

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ چہرہ کے علاوہ کسی اور جگہ داغنا یا نشان لگانا جائز ہے جب کہ خفیف ہو اور بہ ضرورت ہو۔

بَابٌ اِذَا اَصَابَ قَوْمٌ غَنِيْمَةً، فَذَبَحَ بَعْضُهُمْ غَنَمًا اَوْ اِبِلًا، بِغَيْرِ اَمْرِ اَصْحَابِهِمْ، لَمْ تُؤْكَلْ

جب کسی قوم کو غنیمت ملے اور ان میں سے بعض بکری یا اونٹ کو ذبح کر دیں اپنے ساتھیوں کے بغیر اجازت' تو کھایا نہیں جائے گا

لِحَدِيْثِ رَافِعٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

رافع بن خدیج کی حدیث کی وجہ سے جو نبی ﷺ سے روایت کرتے ہیں۔ (ص ۸۳۱)

توضیح

رافع بن خدیج کی حدیث سے مراد وہ حدیث ہے کہ انہوں نے حضور ﷺ سے عرض کیا: کل ہماری دشمن سے مڈبھیڑ ہوگی اور ہمارے ساتھ چھری نہیں تو فرمایا: جلدی میں وہ چیز لے جو خون بہادے اور اس پر اللہ کا نام لیا جائے تو اسے کھاؤ لیکن وہ دانت یا ناخن نہ ہو اور میں تم کو بیان کرتا ہوں اس کے بارے میں دانت ہڈی ہے اور ناخن اہل حبشہ کی چھری۔ جلد باز لوگ آگے بڑھ گئے اور انہوں نے غنیمتیں حاصل کیں اور نبی ﷺ لوگوں کے آخر میں تھے۔ ان لوگوں نے جانوروں کو ذبح کر کے ہانڈیاں چڑھا دیں تو حضور ﷺ نے حکم دیا تو ہانڈیاں اُلٹ دی گئیں اور حضور نے مالِ غنیمت ان کے درمیان تقسیم فرمایا اور ایک اونٹ دس بکری کے برابر کیا' پھر اگلے حصہ سے ایک اونٹ بھڑک کر بھاگا' ان کے پاس گھوڑے نہیں تھے۔ ایک شخص نے اس کو تیر مارا تو اللہ نے اسے روک دیا' پھر فرمایا: ان چوپایوں میں بھڑکنے کی عادت ہوتی ہے جیسے وحشی جانور بھڑکتے ہیں' اگر چوپائے ایسا کریں تو اس کے ساتھ یوں ہی کرو۔ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ بغیر امام کی اجازت کے مالِ غنیمت میں تصرف جائز نہیں۔

ت ۷۳۲ - وَقَالَ طَاوٗسٌ وَعِكْرِمَةُ فِيْ ذَبِيْحَةِ السَّارِقِ اِطْرَحُوْهُ.

حضرت طاؤس اور حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہما نے چور کے ذبیحے کے بارے میں فرمایا کہ اسے پھینک دو۔

مراد یہ ہے کہ وہ چوری کا جانور ذبح کرے لیکن اگر کوئی چور ہے اور وہ اپنا مملوک جانور ذبح کرے یا کسی اور کا جانور اس کی اجازت سے ذبح کرے تو اس کا ذبح جائز ہے۔

بَابُ اَكْلِ الْمُضْطَرِّ

مضطر کا کھانا

لِقَوْلِهٖ تَعَالٰى ﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُلُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ وَاشْكُرُوْا لِلّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ اِيَّاهُ تَعْبُدُوْنَ ○ اِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَالدَّمَ وَلَحْمَ الْخِنْزِيْرِ وَمَاۤ اُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ فَلَاۤ اِثْمَ عَلَيْهِ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ○﴾ (البقرہ: ۱۷۲-۱۷۳) وَقَالَ ﴿فَمَنِ اضْطُرَّ فِيْ مَخْمَصَةٍ غَيْرَ مُتَجَانِفٍ لِّاِثْمٍ﴾ (المائدہ: ۳) وَقَوْلُهٗ ﴿فَكُلُوْا مِمَّا ذُكِرَ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ اِنْ كُنْتُمْ بِاٰيٰتِهٖ مُؤْمِنِيْنَ○ وَمَا لَكُمْ اَنْ لَّا تَاْكُلُوْا مِمَّا ذُكِرَ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ وَقَدْ فَصَّلَ لَكُمْ مَّا

اللہ عزوجل کے اس ارشاد کی وجہ سے: اے ایمان والو! ہم نے تم کو جو ستھری چیزیں دیں ان کو کھاؤ اور اللہ کا احسان مانو' اگر تم اسی کی عبادت کرتے ہو○ اس نے یہی چیزیں تم پر حرام کی ہیں مردار اور خون اور سور کا گوشت اور وہ جانور جو غیر خدا کا نام لے کر ذبح کیا گیا اور جو ناچار ہو نہ یوں کہ خواہش سے کھائے اور نہ یوں کہ ضرورت سے آگے بڑھے تو اس پر گناہ نہیں' بے شک اللہ بخشنے والا مہربان ہے○ (البقرہ: ۱۷۲-۱۷۳) اور فرمایا: جو بھوک پیاس کی شدت میں ناچار ہو یوں کہ گناہ کی طرف نہ جھکے (المائدہ: ۳)' اور اللہ کا ارشاد: تو کھاؤ اس میں سے جس پر اللہ کا نام لیا گیا اگر تم اس

حَرَّمَ عَلَيْكُمْ اِلَّا مَا اضْطُرِرْتُمْ اِلَيْهِ وَاِنَّ كَثِيْرًا لَّيُضِلُّوْنَ بِاَهْوَآئِهِمْ بِغَيْرِ عِلْمٍ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ بِالْمُعْتَدِيْنَ۝﴾ (الانعام:۱۱۸-۱۱۹). وَقَوْلِهٖ ﴿قُلْ لَّآ اَجِدُ فِيْمَآ اُوْحِيَ اِلَيَّ مُحَرَّمًا عَلٰى طَاعِمٍ يَّطْعَمُهٗٓ اِلَّآ اَنْ يَّكُوْنَ مَيْتَةً اَوْ دَمًا مَّسْفُوْحًا اَوْ لَحْمَ خِنْزِيْرٍ فَاِنَّهٗ رِجْسٌ اَوْ فِسْقًا اُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ فَاِنَّ رَبَّكَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ۝﴾ (الانعام:۱۴۵). وَقَالَ ﴿فَكُلُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ حَلٰلًا طَيِّبًا وَّاشْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ اِيَّاهُ تَعْبُدُوْنَ۝ اِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَالدَّمَ وَلَحْمَ الْخِنْزِيْرِ وَمَآ اُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ۝﴾ (النحل: ۱۱۴-۱۱۵).

کی آیتیں مانتے ہو۝ اور تمہیں کیا ہوا؟ اس میں سے نہیں کھاتے ہو جس پر اللہ کا نام لیا گیا وہ تو اسے مفصل بیان کر چکا جو کچھ تم پر حرام ہوا مگر جب تمہیں اس سے مجبوری ہو اور بے شک بہت سے اپنی خواہشوں سے بغیر علم گم راہ کرتے ہیں اور بے شک تمہارا رب حد سے بڑھنے والوں کو خوب جانتا ہے۝ (الانعام:۱۱۸-۱۱۹) اور فرمایا: تم فرماؤ: میں نہیں پاتا اس میں جو میری طرف وحی ہوئی کسی کھانے والے پر کھانا حرام ہے مگر یہ کہ مردار ہو یا رگوں کا بہتا خون یا سور کا گوشت وہ نجاست ہے یا وہ بے حکمی کا جانور جس کے ذبح میں غیر خدا کا نام پکارا گیا تو جو ناچار ہوا نہ یوں کہ آپ خواہش کرے اور نہ یوں کہ ضرورت سے بڑھے تو بے شک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۝ (الانعام:۱۴۵) اور ارشاد ہے: اللہ کی دی ہوئی روزی حلال پاکیزہ کھاؤ اور اللہ کی نعمت کا شکر ادا کرو اگر تم اس کی عبادت کرتے ہو۝ تم پر یہی حرام کیا ہے مردار اور خون اور بد جانور کا گوشت اور وہ جس کے ذبح کرتے وقت غیر خدا کا نام پکارا گیا ہو پھر جو ناچار ہو نہ خواہش کرتا نہ حد سے بڑھتا' اللہ بخشنے والا مہربان ہے۝ (النحل: ۱۱۴-۱۱۵)

توضیح.....(حالت اضطرار میں جان بچانے کی مقدار حرام کھانے کی اجازت ہے)

حالت اضطرار میں جب کہ اکراہ شرعی پایا جائے بہ قدر ضرورت ان چیزوں کو کھانے پینے کی اجازت ہے جو حرام ہیں اور یہ "فمن اضطر غیر باغ ولا عاد" سے مستفاد ہے۔ اس آیت میں "باغ" سے مراد لغوی معنی ہے یعنی خواہش رکھنے والا اور "عادٍ" سے مراد حد سے بڑھنے والا ہے اور یہ اجازت مقیم کے لیے بھی ہے اور مسافر کے لیے بھی' خواہ اس کا سفر مباح ہو یا معصیت' البتہ امام شافعی "باغ" سے مراد فقہی معنی لیتے ہیں یعنی جو سلطان اسلام پر ناحق خروج کرے اور "عادٍ" سے مراد گناہ کا سفر کرنے والا مثلاً ڈاکہ ڈالنے کے لیے جارہا ہو۔ ان کے یہاں باغی اور معصیت کے سفر میں نکلنے والا اگر مضطر ہو جائے تو بھی ان چیزوں کا کھانا جائز نہیں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

۷۳- کِتَابُ الْاَضَاحِيّ (ص ۸۳۲)

قربانی کا بیان

توضیح

''اَضَاحِي''، ''اُضحیہ'' ہمزہ کو کسرہ وضمہ دونوں کی جمع ہے۔ ''ضحایا'' اسی کے معنی میں ہے۔ ''ضحیة'' کی جمع ہے۔ اسی طرح ''الاضحٰی''، ''الاضحاة'' کی جمع ہے، اس جانور کو کہتے ہیں جو عید کے دن اللہ تعالیٰ کے تقرب کے لیے ذبح کیا جائے۔ اس کو ''اضیحہ'' اس لیے کہتے ہیں کہ عموماً یہ چاشت کے وقت ذبح کیا جاتا ہے ''اضحی'' مذکر بھی مستعمل ہے اور مونث بھی۔

بَابُ سُنَّةِ الْاُضْحِيَّةِ (ص ۸۳۲) — قربانی کا سنت ہونا

ت ۷۳۳ - وَقَالَ ابْنُ عُمَرَ هِيَ سُنَّةٌ وَمَعْرُوْفٌ.

اور حضرت ابن عمر نے فرمایا کہ قربانی سنت ہے اور مشہور ہے۔

ہمارے نزدیک ہر مسلمان، آزاد، عاقل بالغ، مقیم پر یوم اُضحیہ جو مالک نصاب ہو اس پر واجب ہے۔ ہماری دلیل ابن ماجہ اور حاکم کی وہ حدیث ہے جو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''من کان لہٗ سعۃٌ ولم یضحّ فلا یقربن مُصَلَّانا'' جس کو وسعت ہو اور قربانی نہ کرے وہ ہماری عیدگاہ کے قریب نہ ہو۔ حضرت امام شافعی کے نزدیک مستحب ہے۔

۲۴۸۹- ح: [لَا ذِبْحَ قَبْلَ الصَّلٰوةِ] — نماز سے قبل قربانی صحیح نہیں

۲۴۸۹ - عَنْ مُحَمَّدٍ، عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ ذَبَحَ قَبْلَ الصَّلٰوةِ، فَاِنَّمَا ذَبَحَ لِنَفْسِهٖ، وَمَنْ ذَبَحَ بَعْدَ الصَّلٰوةِ فَقَدْ تَمَّ نُسُكُهٗ، وَاَصَابَ سُنَّةَ الْمُسْلِمِيْنَ.

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے نماز سے پہلے ذبح کیا اس نے اپنی ذات کے لیے ذبح کیا اور جس نے نماز کے بعد ذبح کیا اس کی قربانی ہو گئی اور اس نے مسلمانوں کے طریقے کے مطابق کیا۔

بَابُ قِسْمَةِ الْاِمَامِ الْاَضَاحِيَّ بَيْنَ النَّاسِ (ص ۸۳۲) — امام کا قربانی کے جانور کو لوگوں کے درمیان تقسیم کرنا

۲۴۹۰- ح: [اَجَازَ لِعُقْبَةَ اَنْ اَضَحّٰى جَذَعَةً]

حضرت عقبہ کو سال بھر سے کم عمر کی بکری کے بچے کی قربانی کرنے کی اجازت دی

٢٤٩٠- عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ الْجُهَنِيِّ قَالَ قَسَمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَ اَصْحَابِهٖ ضَحَايَا فَصَارَتْ لِعُقْبَةَ جَذَعَةٌ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَارَتْ جَذَعَةٌ؟ قَالَ ضَحِّ بِهَا. (مسلم، ترمذی، نسائی۔ کتاب الاضاحی)

حضرت عقبہ بن عامر جہنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کے درمیان قربانی کے جانور تقسیم کیے اور عقبہ کے حصے میں ایک سال سے کم کا بکری کا بچہ آیا۔ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! (میرے حصے میں) ایک سال سے کم عمر کا بکری کا بچہ آیا ہے۔ فرمایا: تم اسی کی قربانی کرو۔

جمہور کا قول یہ ہے کہ "جذعة" بکری کے اس بچے کو کہتے ہیں جو پورے ایک سال کا ہو اور گائے وہ ہے جس نے دوسرا سال پورا کر لیا ہو اور اونٹ کا وہ بچہ جو چار سال پورے کر چکا ہو لیکن اگر یہی مراد ہو تو پھر حضرت عقبہ کے عرض کی کوئی گنجائش نہیں کیونکہ اس عمر کے جانوروں کی قربانی صحیح ہے۔ لامحالہ یہاں وہ قول مراد ہوگا کہ جذعہ بکری کے اس بچہ کو کہتے ہیں جو ایک سال سے کم کا ہو خواہ چھ مہینے کا ہو یا دس مہینے کا۔ چار بابوں کے بعد یہی حدیث مروی ہے اس میں "عتـــود" ہے جس کے معنی بکری کے بچے کے ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ ان کے حصے میں ایک سال سے کم کا بکری کا بچہ آیا تھا اور ایک سال سے کم کے بکری کے بچے کی قربانی صحیح نہیں۔ اسی لیے انہوں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو خصوصیت سے اجازت دے دی جیسا کہ حضرت ابوبردہ کو اجازت دی تھی۔

باب کے شروع میں حضرت براء رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ ابوبردہ نے کھڑے ہو کر کہا کہ میرے پاس ایک جذعہ ہے۔ فرمایا: اسے ذبح کرا اور تیرے بعد کسی کی طرف سے کافی نہ ہوگا تو اگر جذعہ کے معنی پورے ایک سال کا بکری کا بچہ ہوتا تو اس ارشاد کے کوئی معنی نہیں تھے۔

بَابُ الْاَضْحٰى وَالْمَنْحَرِ بِالْمُصَلّٰى (ص ٨٣٣)

قربانی اور نحر عیدگاہ میں ہونا چاہیے

٢٤٩١- حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ عَنْ نَافِعٍ قَالَ كَانَ عَبْدُ اللّٰهِ يَنْحَرُ فِى الْمَنْحَرِ قَالَ عُبَيْدُ اللّٰهِ يَعْنِى مَنْحَرَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

نافع سے مروی ہے کہ حضرت عبداللہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے منحر میں نحر کرتے تھے۔

٢٤٩٢- عَنْ نَافِعٍ اَنَّ ابْنَ عُمَرَ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَخْبَرَهٗ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَذْبَحُ وَيَنْحَرُ بِالْمُصَلّٰى.

نافع سے روایت ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے خبر دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عیدگاہ میں ذبح کرتے اور نحر کرتے۔

بَابٌ فِىْ اُضْحِيَّةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِكَبْشَيْنِ اَقْرَنَيْنِ وَيُذْكَرُ سَمِيْنَيْنِ (ص ٨٣٣)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا دو سینگ والے اور دو موٹے دنبوں کی قربانی کرنا

٧٣٤- وَقَالَ يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ سَمِعْتُ اَبَا اُمَامَةَ بْنَ سَهْلٍ قَالَ كُنَّا نُسَمِّنُ الْاُضْحِيَّةَ بِالْمَدِيْنَةِ وَكَانَ

حضرت ابوامامہ بن سہل نے کہا کہ ہم لوگ مدینہ میں قربانی کے جانور کو فربہ کرتے تھے اور مسلمان بھی فربہ کرتے تھے۔

الْمُسْلِمُوْنَ يُسَمِّنُوْنَ.

۲۴۹۳ - حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ صُهَيْبٍ قَالَ سَمِعْتُ اَنَسَ بْنَ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُضَحِّيْ بِكَبْشَيْنِ، وَاَنَا اُضَحِّيْ بِكَبْشَيْنِ.

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم دو مینڈھوں کی قربانی کرتے تھے اور میں بھی دو مینڈھوں کی قربانی کرتا ہوں۔

(بخاری۔باب:من ذبح الاضاحی بیدہ ص ۸۳۴، باب:وضع القدم علی صفح الذبیحۃ ص ۸۳۴، باب:التکبیر عند الذبح ص ۸۳۵ کتاب التوحید۔باب: السؤال باسماء اللہ تعالٰی ص ۱۱۰۰)

۲۴۹۴- عَنْ اَبِیْ قِلَابَةَ، عَنْ اَنَسٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ انْكَفَأَ اِلٰى كَبْشَيْنِ اَقْرَنَيْنِ اَمْلَحَيْنِ، فَذَبَحَهُمَا بِيَدِهٖ.

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سینگ والے چتکبرے دو مینڈھوں کی طرف جھکے اور انہیں اپنے ہاتھ سے ذبح فرمایا۔

پہلی حدیث میں صرف یہ تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو مینڈھوں کو ذبح فرمایا۔اس کا کوئی وصف مذکور نہیں تھا۔دوسری حدیث میں اس کے دو وصف مذکور ہیں۔ایک تو یہ کہ سینگ والا تھا دوسرے یہ کہ چتکبرا تھا، اور ابوداؤد میں یہ بھی زائد ہے کہ وہ خصی کیا ہوا تھا۔ بعد کے ابواب میں یہ زائد ہے کہ حضور نے اپنا پاؤں ان دونوں کے کندھے پر رکھا اور بسم اللہ اور تکبیر پڑھی اور دونوں کو اپنے ہاتھ سے ذبح فرمایا، جو شخص اچھی طرح ذبح کرنا جانتا ہو اس کے لیے مستحب یہی ہے کہ خود ذبح کرے۔ابوداؤد کی حدیث سے معلوم ہوا کہ خصی کی قربانی کرنا جائز ہے بلکہ اس بناء پر کہ اس کا گوشت اچھا ہوتا ہے خصی کی قربانی افضل ہے۔

بَابُ مَنْ ذَبَحَ ضَحِيَّةَ غَيْرِهٖ (ص ۸۳۴) جس نے دوسرے کی قربانی ذبح کی

ت۷۳۵ - وَاَعَانَ رَجُلٌ ابْنَ عُمَرَ فِيْ بَدَنَتِهٖ.

اور ایک شخص نے حضرت ابن عمر کی مدد کی ان کے اونٹ کے ذبح کرنے میں۔

امام عبدالرزاق نے عمرو بن دینار سے روایت کی، انہوں نے کہا: میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کو دیکھا کہ منٰی میں ایک اونٹ کو نحر کر رہے ہیں، وہ بیٹھا ہوا ہے۔اس کے پاؤں بندھے ہوئے ہیں اور ایک شخص اس کی نکیل پکڑے ہوئے ہے اور حضرت ابن عمر اسے نیزہ گھونپ رہے ہیں۔اس تعلیق سے باب کا اثبات نہیں ہو رہا ہے۔ذبح کرنا اور چیز ہے اور ذبح میں اعانت اور چیز ہے۔

ت۷۳۶- وَاَمَرَ اَبُوْ مُوْسٰى بَنَاتِهٖ اَنْ يُّضَحِّيْنَ بِاَيْدِيْهِنَّ.

اور حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے اپنی لڑکیوں کو حکم دیا کہ اپنے ہاتھوں سے قربانیاں کریں۔

اس اثر کو امام حاکم نے مستدرک میں روایت کیا ہے کہ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ اپنی لڑکیوں کو حکم دیتے کہ اپنی قربانیاں اپنے ہاتھ سے کریں۔اس تعلیق کو بھی باب سے کوئی مناسبت نہیں، بلکہ مباینت ہے۔اس کو پہلے والے باب میں مذکور ہونا چاہیے تھا، البتہ امام بخاری نے اس ضمن میں جو حدیث ذکر کی ہے اس میں صراحۃً یہ مذکور ہے "ضحی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن نسائہ بالبقر" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ازواج کی طرف سے گائے کی قربانی کی۔یہ حجۃ الوداع میں ہوا تھا۔

بَابُ مَا يُؤْكَلُ مِنْ لُحُوْمِ الْاَضَاحِیِّ قربانی کے گوشت سے جو کھایا جائے

وَمَا يَتَزَوَّدُ مِنْهَا (ص ۸۳۵)

اور آئندہ کے لیے رکھ لیا جائے

۲۴۹۵- عَنْ عَمْرَةَ بِنْتِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ اَلضَّحِيَّةُ كُنَّا نُمَلِّحُ مِنْهُ، فَنَقْدَمُ بِهِ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْمَدِيْنَةِ، فَقَالَ لَا تَاْكُلُوْا اِلَّا ثَلَاثَةَ اَيَّامٍ. وَلَيْسَتْ بِعَزِيْمَةٍ، وَلٰكِنْ اَرَادَ اَنْ يُّطْعِمَ مِنْهُ، وَاللّٰهُ اَعْلَمُ.

اُمّ المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، وہ کہتی ہیں کہ ہم قربانی میں نمک لگا کر رکھ دیتے تھے اور مدینہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے رکھتے تھے تو حضور نے فرمایا: صرف تین دن تک کھاؤ اور یہ قطعی حکم نہیں، لیکن حضور نے اس سے یہ ارادہ فرمایا کہ اس سے دوسروں کو کھلایا جائے اور اللہ خوب جانتا ہے۔

۲۴۹۶- ح: [صَلٰوةُ الْعِيْدَيْنِ قَبْلَ الْخُطْبَةِ]

عیدین کی نماز خطبہ سے پہلے ہے

۲۴۹۶- حَدَّثَنِیْ اَبُوْ عُبَيْدٍ، مَوْلَى ابْنِ اَزْهَرَ اَنَّهٗ شَهِدَ الْعِيْدَ يَوْمَ الْاَضْحٰى مَعَ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، فَصَلّٰى قَبْلَ الْخُطْبَةِ، ثُمَّ خَطَبَ النَّاسَ، فَقَالَ يَآاَيُّهَا النَّاسُ، اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ نَهَاكُمْ عَنْ صِيَامِ هٰذَيْنِ الْعِيْدَيْنِ، اَمَّا اَحَدُهُمَا فَيَوْمُ فِطْرِكُمْ مِنْ صِيَامِكُمْ، وَاَمَّا الْاٰخَرُ فَيَوْمٌ تَاْكُلُوْنَ نُسُكَكُمْ.

ابوعبید، ابن ازہر کے آزاد کردہ غلام نے حدیث بیان کی کہ وہ بقر عید کو حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے ساتھ عید کی نماز کے لیے حاضر ہوئے تو حضرت عمر نے خطبے سے پہلے نماز پڑھی، پھر لوگوں کو خطبہ دیا اور فرمایا: اے لوگو! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تم کو منع کیا ہے ان دونوں عید کے دن روزے رکھنے سے، ان میں سے ایک تو تمہارے روزے چھوڑنے کا دن ہے لیکن دوسرا تو تمہارے قربانیوں کے کھانے کا دن ہے۔

فَقَالَ اَبُوْ عُبَيْدٍ ثُمَّ شَهِدْتُّ مَعَ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ، فَكَانَ ذٰلِكَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ، فَصَلّٰى قَبْلَ الْخُطْبَةِ، ثُمَّ خَطَبَ فَقَالَ يَآاَيُّهَا النَّاسُ، اِنَّ هٰذَا يَوْمٌ قَدِ اجْتَمَعَ لَكُمْ فِيْهِ عِيْدَانِ، فَمَنْ اَحَبَّ اَنْ يَّنْتَظِرَ الْجُمُعَةَ مِنْ اَهْلِ الْعَوَالِيْ فَلْيَنْتَظِرْ، وَمَنْ اَحَبَّ اَنْ يَّرْجِعَ فَقَدْ اَذِنْتُ لَهٗ.

پھر ابوعبید نے کہا: پھر میں حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے ساتھ حاضر ہوا اور یہ جمعہ کا دن تھا تو انہوں نے خطبے سے پہلے نماز پڑھی، پھر خطبہ دیا اور فرمایا: اے لوگو! بے شک یہ وہ دن ہے جس میں تمہارے لیے دو عیدیں جمع ہیں۔ اہل عوالی میں سے جو یہ پسند کرے کہ جمعہ کا انتظار کرے تو وہ انتظار کرے اور جو یہ چاہے کہ لوٹ جائے تو میں نے اس کو اجازت دی۔

قَالَ اَبُوْ عُبَيْدٍ ثُمَّ شَهِدْتُّهٗ مَعَ عَلِيِّ بْنِ اَبِيْ طَالِبٍ، فَصَلّٰى قَبْلَ الْخُطْبَةِ، ثُمَّ خَطَبَ النَّاسَ فَقَالَ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَاكُمْ اَنْ تَاْكُلُوْا لُحُوْمَ نُسُكِكُمْ فَوْقَ ثَلَاثٍ.

ابوعبید نے کہا: پھر میں حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے ساتھ حاضر ہوا۔ انہوں نے خطبہ سے پہلے نماز پڑھی، پھر لوگوں کو خطبہ دیا اور کہا: بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تم کو اس سے منع کیا کہ اب تم اپنی قربانیوں کا گوشت تین دن سے زیادہ تک کھاؤ۔

اس پر بحث گزر چکی کہ ابتداءً تین دن سے زیادہ تک قربانی کا گوشت رکھنے کی اجازت نہیں تھی، پھر بعد میں اجازت ہو گئی، لیکن اس توجیہ پر ابوعبید کی اس روایت سے اشکال وارد ہوتا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس حدیث کو اپنے عہد خلافت میں بیان فرمایا۔ اگر ممانعت منسوخ ہو چکی ہوتی تو حضرت علی رضی اللہ عنہ اس حدیث کو اپنے عہد خلافت میں بیان نہ فرماتے۔ جواب میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ ہو سکتا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اجازت کا علم نہ رہا ہو لیکن یہ صحیح نہیں، اس لیے کہ ممانعت کے منسوخ ہونے کی حدیثیں دوسرے صحابہ کے علاوہ خود حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہیں جیسا کہ امام احمد نے اپنی مسند میں اور امام طحاوی نے معانی الآثار میں روایت کی ہے۔ صحیح

جواب یہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے یہ خطبہ ان ایام میں دیا تھا جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ محصور تھے جیسا کہ طحاوی میں ہے" صليت مع علی العيد وعثمان محصور" چونکہ بلوائیوں کی وجہ سے تنگی تھی اس لیے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے یہ حدیث روایت فرمائی اور پہلے حدیث گزر چکی کہ حضور نے دوسرے سال لوگوں کو قربانی کا گوشت جمع کرنے کی اجازت دے دی اور فرمایا: کھاؤ اور کھلاؤ اور جمع کرو اور سال گزشتہ تنگی تھی، میں نے ارادہ کیا کہ لوگوں کی اس میں مدد کروں۔ واللہ تعالیٰ اعلم!

۲۴۹۷ - عَنْ سَالِمٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُلُوْا مِنَ الْأَضَاحِيِّ ثَلَاثًا. وَكَانَ عَبْدُ اللّٰهِ يَأْكُلُ بِالزَّيْتِ حِيْنَ يَنْفِرُ مِنْ مِّنًى، مِنْ أَجْلِ لُحُوْمِ الْهَدْيِ.

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قربانی کا گوشت تین دن تک کھاؤ اور حضرت عبداللہ جب منیٰ سے لوٹتے تو روغن زیتون سے روٹی کھاتے اور ہدی کا گوشت کھانے سے بچتے۔

ہوسکتا ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کو نسخ کا علم نہ رہا ہو۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

٧٤-كِتَابُ الْاَشْرِبَةِ (ص۸۳٦)

پینے والی چیزوں کا بیان

بَابُ [المائدہ:۹۰ کی تفسیر]

قَوْلِ اللّٰهِ تعالٰی ﴿اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْاَنْصَابُ وَالْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ فَاجْتَنِبُوْهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَO﴾ (المائدہ:۹۰)

اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی تفسیر: بے شک شراب اور جوا اور بت اور پانسے کے تیر ناپاک ہی ہیں اور شیطانی کام تو اس سے بچو تا کہ فلاح پاؤO

توضیح

سابقاً گزر چکا کہ شراب کی حرمت تدریجاً نازل ہوئی ہے۔ پہلے یہ آیت کریمہ نازل ہوئی: ''يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ قُلْ فِيْهِمَا اِثْمٌ كَبِيْرٌ وَّمَنَافِعُ لِلنَّاسِ وَاِثْمُهُمَا اَكْبَرُ مِنْ نَّفْعِهِمَا'' (البقرہ:۲۱۹) تم سے شراب اور جوئے کے بارے میں پوچھتے ہیں فرمادو: ان دونوں میں بھاری گناہ ہے اور لوگوں کے لیے نفع ہے اور ان دونوں کا گناہ ان دونوں کے نفع سے بڑا ہے۔ اس پر حضرت عمر نے عرض کیا: ''اَللّٰهُمَّ بَيِّنْ لَنَا فِي الْخَمْرِ بَيَانًا شَافِيًا'' اے اللہ! ہمارے لیے شراب کے بارے میں واضح بیان فرما دے تو اس پر یہ آیہ کریمہ نازل ہوئی: ''يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوةَ وَاَنْتُمْ سُكَارٰى'' (النساء:۴۳) اے ایمان والو! نماز کے قریب نہ جاؤ نشے کی حالت میں۔ اس آیت کے نازل ہونے کے بعد نماز کے وقت میں ایک منادی پکارتا کہ کوئی نشے میں مست نماز کے قریب نہ ہو، پھر حضرت عمر نے عرض کیا: ''اَللّٰهُمَّ بَيِّنْ لَنَا فِي الْخَمْرِ بَيَانًا شَافِيًا'' اے اللہ! ہمارے لیے شراب کے بارے میں واضح بیان فرما تو آیت مذکورہ نازل ہوئی تو شراب اور جوئے کو قطعی طور پر حرام کر دیا گیا۔ کسی حال میں اس کے پینے کی اجازت نہیں۔

٢٤٩٨-ح: [مَنْ شَرِبَ الْخَمْرَ فِي الدُّنْيَا، حُرِمَهَا فِي الْاٰخِرَةِ]

جو دنیا میں شراب پیئے گا، آخرت میں نہیں پیئے گا

٢٤٩٨- عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ شَرِبَ الْخَمْرَ فِي الدُّنْيَا، ثُمَّ لَمْ يَتُبْ مِنْهَا، حُرِمَهَا فِي الْاٰخِرَةِ.

(مسلم، کتاب الاشربۃ، نسائی، کتاب الاشربۃ، کتاب الولیمہ)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جو دنیا میں شراب پیے اور توبہ نہ کرے تو آخرت میں اس سے محروم رہے گا۔

بعض حضرات نے اس حدیث کی توجیہ یہ کی ہے کہ اس سے مراد یہ ہے کہ وہ جنت میں جانے کے بعد بھی جنتی شراب طہور سے محروم رہے گا، لیکن صحیح توجیہ یہ ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے اسے نہ بخشے تو وہ جہنم میں جائے گا، پھر جنت میں آئے گا تو جنت کی تمام نعمتوں کی طرح شراب طہور بھی پیئے گا۔ یا یہ کہ اللہ تعالیٰ ابتداءً ہی اسے بخش دے اور جہنم سے محفوظ رکھے تو بھی شرابِ طہور سے محروم نہ رہے گا اور یہ وعید تغلیظاً ہے۔ حُرِمَهَا فِي الْآخِرَةِ کنایہ ہے جہنم میں جانے سے یعنی شراب پینا استحقاقِ جہنم کا سبب ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم!

بَابٌ اَلْخَمْرُ مِنَ الْعِنَبِ (ص۸۳۶) — خمر انگور ہی سے ہے

توضیح...... (خمر کسے کہتے ہیں؟)

امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ خمر کا حقیقی معنی انگور کا وہ کچا پانی ہے جو جوش کھا جائے اور اس میں جھاگ آ جائے۔ اس کے علاوہ دوسرے نشہ آور مشروبات بہ معنی حقیقی خمر نہیں۔ ان پر بہ اعتبار معنی عرفی خمر کا اطلاق ہوتا ہے، اور دوسرے حضرات فرماتے ہیں: ہر نشہ آور چیز خمر ہے۔ باب کا عنوان اسی معنی کی تائید کرتا ہے۔ علامہ عینی نے جو نسخہ لیا ہے اس میں ''اَنَّ'' نہیں صرف یہ ہے، باب: ''الخمر من العنب'' اس میں دونوں احتمال ہیں۔ ''بابٌ'' کو تنوین کے ساتھ پڑھا جائے اور الخمر کو مرفوع، تو ترجمہ یہ ہوگا کہ خمر انگور ہی سے ہے۔ یہ ہمارے لیے مؤید ہے اور اگر باب کو مضاف پڑھا جائے اور ''الخمر'' کو کسرہ تو معنی یہ ہوں گے کہ انگور کی شراب کا بیان۔ یہ جمہور کے قول کا مؤید ہوا۔ فتح الباری نے جو نسخہ لیا ہے اس میں ''وغیرہ'' زائد ہے اور ''اَنَّ'' نہیں، یوں ہے باب: ''الخمر من العنب وغیرہ'' یعنی اس کا بیان کہ شراب انگور وغیرہ سے ہوتی ہے، لیکن علامہ ابن حجر نے خود فرمایا کہ ''وغیرہ'' کی زیادتی صرف ابن بطال کی شرح میں ہے، اس کے علاوہ صحیح کے کسی نسخہ میں اور مستخرجات میں اور شروح میں نہیں۔ قسطلانی نے بھی عمدۃ القاری والا نسخہ لیا ہے، البتہ شرح میں فرمایا: ''وفی نسخة ان الخمر من العنب''۔

۲۴۹۹- ح: — شراب کی حرمت نازل ہونے کے وقت مدینہ میں زیادہ تر کھجور کی شراب تھی

۲۴۹۹ - عَنْ ثَابِتِ الْبُنَانِيِّ، عَنْ أَنَسٍ قَالَ حُرِّمَتْ عَلَيْنَا الْخَمْرُ حِينَ حُرِّمَتْ، وَمَا نَجِدُ يَعْنِي بِالْمَدِينَةِ خَمْرَ الْأَعْنَابِ إِلَّا قَلِيلًا، وَعَامَّةُ خَمْرِنَا الْبُسْرُ وَالتَّمْرُ.

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ہم پر شراب حرام کی گئی جب حرام کی گئی تو ہم مدینہ میں انگور کی شراب نہیں پاتے تھے مگر کم اور ہماری عام شراب بسر اور تمر تھی۔

اس سے قبل بہ طریق نافع حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما ہی سے یہ روایت ہے کہ شراب حرام کی گئی اور مدینہ میں ان میں سے کچھ نہ تھی۔ یہ ہماری مؤید ہے کہ خمر صرف انگور کے پانی کو کہتے ہیں، اس لیے کہ شراب کی تحریم کے وقت دوسری شرابیں موجود تھیں۔ مراد یہی ہے کہ بہ معنی حقیقی شراب اسی کو کہتے ہیں جو انگور کے کچے پانی سے بنائی جائے اور دوسری چیزوں کی شراب کو بہ معنی مجازی شراب کہتے ہیں۔ کھجور کے پھل کے پانچ درجے ہیں، پہلے کو طلع کہتے ہیں، دوسرے کو خلال، تیسرے کو بلح، چوتھے کو بسر اور پانچویں کو رطب۔

بَابٌ نَزَلَ تَحْرِيمُ الْخَمْرِ وَهِيَ مِنَ الْبُسْرِ وَالتَّمْرِ — شراب کی حرمت نازل ہوئی اور یہ بسر اور تمر سے ہے

۲۵۰۰ - حَدَّثَنِي بَكْرُ بْنُ عَبْدِ اللهِ أَنَّ أَنَسَ بْنَ

بکر بن عبداللہ نے حدیث بیان کی کہ حضرت انس بن مالک

مَالِكٍ حَدَّثَهُمْ اَنَّ الْخَمْرَ حُرِّمَتْ، وَالْخَمْرُ يَوْمَئِذٍ الْبُسْرُ وَالتَّمْرُ.

رضی اللہ نے ان سے بیان کیا: شراب حرام کی گئی اور شراب اُس دن بُسر اور تمر کی تھی۔

بَابُ الْخَمْرِ مِنَ الْعَسَلِ، وَهُوَ الْبِتْعُ (ص ۸۳۷)

شراب شہد سے ہے اور یہ "بِتْع" ہے

ت۷۳۷ - وَقَالَ مَعْنٌ سَأَلْتُ مَالِكَ بْنَ اَنَسٍ عَنِ الْفُقَّاعِ، فَقَالَ اِذَا لَمْ يُسْكِرْ فَلَا بَأْسَ.

اور معن نے کہا: میں نے مالک بن انس سے فقاع کے بارے میں پوچھا: تو انہوں نے فرمایا: جب نشہ نہ لائے تو کوئی حرج نہیں۔

"فقاع" ایک چوسنے کی چیز تھی جسے شام والے کھجور کے شیرے سے اور یمن والے منقیٰ سے بناتے تھے، کھجور کے شیرے کو یا انگور کو خوب پیس کر باریک کر کے کسی برتن میں بند کر دیتے تھے۔ دو ایک دن کے بعد برتن کا منہ کھول کر اسے چوستے تھے۔ عام طور پر اس میں نشہ نہیں ہوتا، لیکن جب برتن کا منہ کھولتے تو اس میں تیزی ہوتی۔ اگر اس وقت اسے چوسیں تو نشہ آور ہے لیکن اگر برتن کا منہ کھول کر کچھ دیر اسے چھوڑ دیں یہاں تک کہ اس کی تیزی نکل جائے تو نشہ آور نہیں۔

ت۷۳۸ - وَقَالَ ابْنُ الدَّرَاوَرْدِيِّ سَأَلْنَا عَنْهُ فَقَالُوْا لَا يُسْكِرُ، لَا بَأْسَ بِهِ.

اور ابن دراوردی نے کہا: فقاع کے بارے میں ہم نے اہل مدینہ سے پوچھا تو انہوں نے کہا: نشہ نہیں لاتی؛ اس میں کوئی حرج نہیں۔

ابن الدراوردی کا نام عبدالعزیز بن محمد تھا۔ یہ بھی معن بن عیسیٰ کی روایت ہے ان سے۔ ظاہر یہ ہے کہ دراوردی نے اپنے زمانہ میں اہل مدینہ کے فقہاء سے پوچھا تھا۔

۲۵۰۱- ح: [كُلُّ شَرَابٍ اَسْكَرَ فَهُوَ حَرَامٌ]

ہر نشہ آور پینے کی چیز حرام ہے

۲۵۰۱- اَخْبَرَنِي اَبُوْ سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ اَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ سُئِلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْبِتْعِ وَهُوَ نَبِيْذُ الْعَسَلِ، وَكَانَ اَهْلُ الْيَمَنِ يَشْرَبُوْنَهُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُلُّ شَرَابٍ اَسْكَرَ فَهُوَ حَرَامٌ.

اُمّ المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بتع کے بارے میں پوچھا گیا اور یہ شہد کی شراب ہے جسے اہل یمن پیتے تھے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر وہ پینے کی چیز جو نشہ لائے حرام ہے۔

ہمارا بھی صحیح مختار مفتیٰ بہ مذہب یہی ہے کہ جو نشہ لائے حرام ہے، اتنا بھی پینا حرام ہے جتنے سے نشہ نہ آئے اور اس کا قطرہ قطرہ پیشاب کی طرح نجاست غلیظہ ہے۔ امام ابوداؤد اور ترمذی نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "ما اسكر كثيره فقليله حرامٌ" جس کا زیادہ نشہ لائے اس کا تھوڑا بھی حرام ہے۔

۲۵۰۲- ح: [حُرِّمَ النَّبِيْذُ فِي الدُّبَّاءِ وَالْمُزَفَّتِ وَالْحَنْتَمِ وَالنَّقِيْرِ]

دباء، مزفت، حنتم اور نقیر میں نبیذ بنانا منع تھا

۲۵۰۲ - وَعَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ حَدَّثَنِي أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَنْتَبِذُوْا فِي الدُّبَّاءِ، وَلَا فِي الْمُزَفَّتِ. وَكَانَ أَبُوْ هُرَيْرَةَ يُلْحِقُ مَعَهَا الْحَنْتَمَ وَالنَّقِيْرَ.

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے خبر دی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ کدو کے کھوکھلے برتن میں اور روغن زفت ملے ہوئے برتن میں نبیذ نہ بناؤ اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ان کے ساتھ ہرے گھڑے اور لکڑی کے کھوکھلے برتن کو بھی لاحق کرتے تھے۔

اس پر پوری بحث کتاب العلم میں گزر چکی ہے۔ ان برتنوں میں نبیذ بنانے کی ممانعت اس وجہ سے تھی کہ انہیں برتنوں میں شراب بنائی جاتی تھی۔ ان میں نبیذ بنانے میں خطرہ تھا اس لیے منع فرمایا گیا، پھر بعد میں اجازت دے دی گئی۔

بَابُ مَا جَاءَ فِي أَنَّ الْخَمْرَ مَا خَامَرَ الْعَقْلَ مِنَ الشَّرَابِ (ص ۸۳۷)

اس بات کا بیان کہ خمر وہ پینے کی چیز ہے جو عقل کو زائل کر دے

۲۵۰۳- ح: [ثَلَاثَةٌ لَمْ يُحَدِّ كَامِلًا]

تین چیزوں کی پوری تفصیل آپ (ﷺ) نے بیان نہیں فرمائی

۲۵۰۳ - عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، قَالَ خَطَبَ عُمَرُ عَلَى مِنْبَرِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ إِنَّهُ قَدْ نَزَلَ تَحْرِيْمُ الْخَمْرِ وَهِيَ مِنْ خَمْسَةِ أَشْيَاءَ الْعِنَبِ وَالتَّمْرِ وَالْحِنْطَةِ وَالشَّعِيْرِ وَالْعَسَلِ، وَالْخَمْرُ مَا خَامَرَ الْعَقْلَ، وَثَلَاثٌ وَدِدْتُّ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يُفَارِقْنَا حَتّٰى يَعْهَدَ إِلَيْنَا عَهْدًا الْجَدُّ، وَالْكَلَالَةُ، وَأَبْوَابٌ مِّنْ أَبْوَابِ الرِّبَا، قَالَ قُلْتُ يَا أَبَا عَمْرٍو، فَشَيْءٌ يُصْنَعُ بِالسِّنْدِ مِنَ الرُّزِّ؟ قَالَ ذَاكَ لَمْ يَكُنْ عَلَى عَهْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَوْ قَالَ عَلَى عَهْدِ عُمَرَ. وَقَالَ حَجَّاجٌ، عَنْ حَمَّادٍ، عَنْ أَبِي حَيَّانَ مَكَانَ الْعِنَبِ الزَّبِيْبَ.

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کے منبر پر خطبہ دیا اور فرمایا: شراب کی حرمت نازل ہوئی اور یہ پانچ چیزوں سے ہے: انگور اور چھوہارا اور گیہوں اور جو اور شہد، خمر وہ ہے جو عقل کو زائل کر دے۔ تین مسائل ایسے ہیں کہ میں نے چاہا کہ رسول اللہ ﷺ ہم سے جدا نہ ہوتے جب تک ان باتوں کی پوری وضاحت نہ فرما دیں۔ دادا اور کلالہ کی وراثت اور سود کی تفصیلات۔ ابو حیان نے شعبی سے پوچھا: اے عمرو! سندھ میں بعض لوگ چاولوں سے شراب بناتے ہیں، فرمایا کہ وہ نبی ﷺ کے عہد مبارک میں نہیں بنتی تھی یا یہ کہا کہ حضرت عمر کے دور خلافت میں نہ تھی۔

اس حدیث کا ابتدائی حصہ سورۂ مائدہ میں گزر چکا ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے تین مسائل کا ذکر فرمایا، ایک دادا کا۔ دادا کے سلسلہ میں تین اختلاف ہیں۔ آیا وہ بھائی کو محجوب کرے گا یا بھائی اس سے محجوب ہوگا اور کتنی میراث پائے گا۔ اس سلسلے میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے درمیان شدید اختلاف ہے۔ یہاں تک کہ ابو عبید نے روایت کیا کہ میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے دادا کے بارے میں ستر فیصلے سنے اور سب ایک دوسرے کے مخالف ہیں۔ ایک روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے صحابہ کو جمع فرمایا تا کہ دادا کے بارے میں ایک قول پر اجماع کر لیں کہ چھت سے ایک سانپ گرا اور لوگ بھاگ گئے۔ اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کو یہی پسند ہے کہ لوگ دادا کے بارے میں اختلاف رکھیں۔ دوسرا مسئلہ کلالہ کا ہے۔ کلالہ اسے کہتے ہیں جس کے اولاد نہ ہو نہ باپ، یہی حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت علی، حضرت زید و حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہم اور اہل مدینہ و اہل بصرہ و اہل کوفہ کا مذہب ہے اور

حضرت ابن عباس سے مروی ہے کہ جس کے اولاد نہ ہو اگرچہ اس کا باپ ہو۔ قرآن مجید میں صرف یہ ہے: ''يَسْتَفْتُونَكَ قُلِ اللَّهُ يُفْتِيكُمْ فِي الْكَلَالَةِ إِنِ امْرُؤٌ هَلَكَ لَيْسَ لَهُ وَلَدٌ وَلَهُ أُخْتٌ فَلَهَا نِصْفُ مَا تَرَكَ'' (النساء:١٧٦) اے محبوب! تم سے فتویٰ پوچھتے ہیں تم فرمادو: اللہ تمہیں کلالہ کے بارے میں فتویٰ دیتا ہے' اگر کسی مرد کا انتقال ہو جو بے اولاد ہے اور اس کی ایک بہن ہو تو ترکے میں اس کی بہن کا آدھا ہے۔ آیت میں کلالہ کی صرف یہ تفسیر کی: ''لیس لہ ولد''۔ اس سے بہ ظاہر یہ سمجھ میں آتا ہے کہ اگر باپ ہو تو بھی وہ کلالہ ہے لیکن چونکہ مفہوم مخالف معتبر نہیں اس لیے یہ یقینی نہیں۔ اسی بناء پر اس کے بارے میں شدید اختلاف ہوا۔

اسی طرح سود کی پوری تفصیل حضور اقدس ﷺ نے نہیں فرمائی۔ صرف چھ چیزوں کے بارے میں فرمایا کہ اس میں سود ہے: سونا' چاندی' گیہوں' جو' نمک اور کھجور۔ اس کے علاوہ باقی چیزوں میں سود ہے یا نہیں اور ہے تو اس کی بنیاد کیا ہے' یہ بیان نہیں فرمایا۔ اسی لیے سود کے بارے میں علماء کے مابین شدید اختلاف ہے جس کی قدرے تفصیل ہم ''رباء'' کے بیان میں کر چکے ہیں۔

بَابُ مَا جَاءَ فِيمَنْ يَسْتَحِلُّ الْخَمْرَ وَيُسَمِّيهِ بِغَيْرِ اسْمِهِ (ص ٨٣٧)

جو شخص شراب کو حلال جانے اور بدل کر اس کا نام کچھ اور رکھے

٢٥٠٤- ح: [لَيَكُونَنَّ مِنْ أُمَّتِي أَقْوَامٌ يَسْتَحِلُّونَ السَّوْءَةَ وَالْحَرِيرَ، وَالْخَمْرَ وَالْمَعَازِفَ]

میری اُمت میں کچھ تو میں ہوں گی جو شرمگاہ اور ریشمی کپڑا اور شراب اور باجے کو حلال جانیں گی

٢٥٠٤ - حَدَّثَنِي أَبُو عَامِرٍ أَوْ أَبُو مَالِكٍ الْأَشْعَرِيُّ، وَاللَّهِ مَا كَذَبَنِي سَمِعَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ لَيَكُونَنَّ مِنْ أُمَّتِي أَقْوَامٌ يَسْتَحِلُّونَ الْحِرَ وَالْحَرِيرَ، وَالْخَمْرَ وَالْمَعَازِفَ، وَلَيَنْزِلَنَّ أَقْوَامٌ إِلَى جَنْبِ عَلَمٍ، يَرُوحُ عَلَيْهِمْ بِسَارِحَةٍ لَهُمْ، يَأْتِيهِمْ يَعْنِي الْفَقِيرَ لِحَاجَةٍ فَيَقُولُونَ ارْجِعْ إِلَيْنَا غَدًا، فَيُبَيِّتُهُمُ اللَّهُ، وَيَضَعُ الْعَلَمَ، وَيَمْسَخُ آخَرِينَ قِرَدَةً وَخَنَازِيرَ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ.

حضرت عبدالرحمٰن بن غنم اشعری نے کہا کہ مجھ سے حضرت ابو عامر یا حضرت ابو مالک اشعری نے حدیث بیان کی' بخدا! انہوں نے مجھ سے جھوٹ نہیں بیان کیا کہ انہوں نے نبی ﷺ سے سنا: میری امت میں کچھ تو میں ہوں گی جو شرمگاہ اور ریشمی کپڑا اور شراب اور باجے کو حلال جانیں گی اور پہاڑ کے دامن میں کچھ لوگ رہیں گے اور شام کو جب اپنے مویشیوں کا ریوڑ لے کر واپس ہوں گے تو ان کے پاس ایک محتاج اپنی ضرورت کے لیے آئے گا تو کہیں گے: لوٹ جا کل آنا' رات میں اللہ تعالیٰ ان پر پہاڑ گرا دے گا اور باقی ماندہ لوگوں کو بندر اور سور بنا دے گا' قیامت تک ایسے ہی رہیں گے۔

''حِر'' کے معنی شرمگاہ کے ہیں۔ مراد یہ ہے کہ وہ لوگ زنا کو حلال جانیں گے۔ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ اس امت میں کچھ جزوی طور پر مسخ ہوگا اور یہ دوسری بہت سی احادیث سے ثابت ہے۔

بَابُ تَرْخِيصِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْأَوْعِيَةِ وَالظُّرُوفِ بَعْدَ النَّهْيِ (ص ٨٣٧)

نبی ﷺ کا اجازت دینا کچھ برتنوں کے استعمال کی ممانعت کے بعد

٢٥٠٥ - عَنْ سَالِمٍ عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ

حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے کچھ

نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الظُّرُوْفِ، فَقَالَتِ الْاَنْصَارُ اِنَّهُ لَا بُدَّ لَنَا مِنْهَا، قَالَ فَلَا اِذًا.

برتنوں سے منع فرمایا تو انصار نے کہا: یہ برتن ہمارے لیے ضروری ہیں، تو فرمایا: اب نہیں۔

(ابوداؤد، ترمذی، نسائی۔ کتاب الاشربۃ)

یہ حدیث اس کی دلیل ہے کہ جن دو چار برتنوں میں نبیذ بنانے کی ممانعت تھی وہ سدّ ذریعہ کے لیے تھی۔

٢٥٠٦ - عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ لَمَّا نَهَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْاَسْقِيَةِ، قِيْلَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْسَ كُلُّ النَّاسِ يَجِدُ سِقَاءً، فَرَخَّصَ لَهُمْ فِي الْجَرِّ غَيْرِ الْمُزَفَّتِ.

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما نے کہا: جب نبی ﷺ نے برتنوں سے منع فرمایا تو نبی ﷺ سے عرض کیا گیا کہ ہر شخص دوسرا برتن نہیں پاتا تو حضور نے انہیں اس گھڑے کی اجازت دی جس پر روغن زفت نہ ملا گیا ہو۔

(مسلم، ابوداؤد۔ کتاب الاشربۃ، نسائی۔ کتاب الاشربۃ والولیمہ)

٢٥٠٧ - عَنِ الْحَارِثِ بْنِ سُوَيْدٍ، عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ نَهَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الدُّبَّاءِ وَالْمُزَفَّتِ. (مسلم، نسائی۔ کتاب الاشربۃ)

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے کدو کے کھوکھلے برتن اور روغن زفت ملے ہوئے گھڑے منع فرمایا۔

٢٥٠٨- ح: [قَالَتْ عَائِشَةُ نَهَانَا اَنْ نَنْتَبِذَ فِي الدُّبَّاءِ وَالْمُزَفَّتِ]

حضرت عائشہ نے فرمایا: آپ (ﷺ) نے ہم اہل بیت کو دباء اور مزفت میں نبیذ بنانے سے منع فرمایا

٢٥٠٨ - عَنْ اِبْرَاهِيْمَ قُلْتُ لِلْاَسْوَدِ هَلْ سَاَلْتَ عَائِشَةَ اُمَّ الْمُؤْمِنِيْنَ عَمَّا يُكْرَهُ اَنْ يُنْتَبَذَ فِيْهِ؟ فَقَالَ نَعَمْ، قُلْتُ يَا اُمَّ الْمُؤْمِنِيْنَ عَمَّا نَهَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يُنْتَبَذَ فِيْهِ؟ قَالَتْ نَهَانَا فِي ذٰلِكَ اَهْلَ الْبَيْتِ اَنْ نَنْتَبِذَ فِي الدُّبَّاءِ وَالْمُزَفَّتِ، قُلْتُ اَمَا ذَكَرَتِ الْجَرَّ وَالْحَنْتَمَ؟ قَالَ اِنَّمَا اُحَدِّثُكَ مَا سَمِعْتُ، اُحَدِّثُ مَا لَمْ اَسْمَعْ؟ (مسلم، نسائی۔ کتاب الاشربۃ)

ابراہیم بن یزید نخعی سے روایت ہے کہ میں نے اسود سے کہا کہ کیا آپ نے حضرت اُم المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا: کن برتنوں میں نبیذ بنانا ناپسند ہے؟ اسود نے کہا: ہاں! میں نے پوچھا تھا تو اُم المومنین نے فرمایا کہ حضور ﷺ نے ہم اہل بیت کو دباء اور مزفت میں نبیذ بنانے سے منع فرمایا۔ میں نے کہا: آپ نے جرا اور حنتم کو ذکر نہیں کیا، تو اسود نے کہا: میں تم سے وہی بیان کروں گا جو میں نے سنا، کیا تم سے وہ بھی بیان کروں جو نہیں سنا؟

٢٥٠٩- ح: [اَلْجَرُّ الْاَخْضَرُ وَالْجَرُّ الْاَبْيَضُ]

سبز گھڑا اور سفید گھڑا

٢٥٠٩ - حَدَّثَنَا الشَّيْبَانِيُّ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ اَبِيْ اَوْفٰى رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ نَهَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْجَرِّ الْاَخْضَرِ، قُلْتُ اَنَشْرَبُ فِي الْاَبْيَضِ؟ قَالَ لَا. (نسائی۔ کتاب الاشربۃ)

حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ نبی ﷺ نے سبز گھڑے سے منع فرمایا، میں نے کہا: کیا سفید میں پیا جائے؟ فرمایا: نہیں!

''قُلْتُ'' سے مراد شیبانی ہیں اور ''قال'' کے فاعل حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ ہیں۔ مطلب یہ ہوا کہ شیبانی نے حضرت

عبداللہ ابن ابی اوفی رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ حضور نے سبز گھڑے میں نبیذ بنانے سے منع فرمایا ہے تو کیا ہم سفید میں پئیں؟ تو انہوں نے فرمایا کہ نہیں! مطلب یہ ہوا کہ حکم رنگ پر دائر نہیں۔ جن برتنوں میں شراب بنائی جاتی تھی ابتداء میں ان سب برتنوں سے منع فرمایا اور جب شراب کی حرمت دل نشیں ہوگئی اور لوگوں کی طبیعتوں میں شراب سے نفرت پیدا ہو چکی تو ہر برتن کے استعمال کی اجازت ہوگئی۔

بَابُ الْبَاذَقِ وَمَنْ نَّهٰى عَنْ كُلِّ مُسْكِرٍ مِّنَ الْاَشْرِبَةِ (ص۸۳۸)

باذق کا بیان اور جس نے ہر پینے والی نشہ آور چیز سے منع کیا

ت۷۳۹ - وَرَاٰى عُمَرُ وَاَبُوْ عُبَيْدَةَ وَمُعَاذٌ شُرْبَ الطِّلَاءِ عَلَى الثُّلُثِ.

حضرت عمر اور حضرت ابوعبیدہ بن جراح اور حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہم نے طلاء کو جائز جانا یعنی جسے اتنا پکایا جائے کہ دو تہائی جل جائے اور ایک تہائی رہ جائے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اثر کو امام مالک نے مؤطا میں محمود بن لبید انصاری کے طریقے سے روایت کیا کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ جب شام میں تشریف لائے تو لوگوں نے وہاں کی وبا کی شکایت کی اور انہوں نے کہا کہ وباء کا علاج صرف یہ مشروب ہے تو فرمایا کہ شہد پیو تو لوگوں نے عرض کیا: شہد اس کا علاج نہیں۔ وہاں کے باشندوں میں سے ایک شخص نے کہا: ہم ایسا مشروب بنا دیں جس میں نشہ نہ ہو۔ فرمایا: بناؤ' تو انہوں نے اس کو پکایا یہاں تک کہ اس کا دو تہائی جل گیا اور ایک تہائی رہ گیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس لائے۔ انہوں نے اس میں انگلی ڈال کر اٹھایا تو شیرہ کی طرح انگلی میں چمٹا رہا تو فرمایا کہ یہ اونٹ پر ملے جانے والے طلاء کے مثل ہے تو حضرت عمر نے انہیں حکم دیا کہ پیو' پھر فرمایا: جو چیز حرام ہے اسے میں حلال نہیں کر سکتا۔

حضرت ابوعبیدہ اور حضرت معاذ رضی اللہ عنہما کے اثر کو ابومسلم کجی اور سعید بن منصور اور ابن ابی شیبہ نے بہ طریق قتادہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے سے روایت کیا کہ حضرت ابوعبیدہ اور حضرت معاذ بن جبل اور حضرت ابوطلحہ طلاء پیتے تھے یعنی پکا کر جس کے دو تہائی کو جلا دیا گیا ہو اور ایک تہائی باقی ہو۔

ت۷٤٠ - وَشَرِبَ الْبَرَاءُ وَاَبُوْ جُحَيْفَةَ عَلَى النِّصْفِ.

حضرت براء اور حضرت ابوجحیفہ نے اسے پیا جسے آدھا جلا دیا گیا ہو اور آدھا بچ رہا ہو۔

ت۷٤١ - وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ اَشْرَبُ الْعَصِيْرَ مَا دَامَ طَرِيًّا.

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں انگور کے شیرے کو پیوں گا جب تک تازہ رہے یعنی اس میں جوش اور جھاگ نہ آئے۔

ت۷٤٢ - وَقَالَ عُمَرُ وَجَدْتُّ مِنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ رِيْحَ شَرَابٍ وَاَنَا سَائِلٌ عَنْهُ فَاِنْ كَانَ يُسْكِرُ جَلَدْتُّهٗ.

اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے عبیداللہ کے منہ میں شراب کی بو پائی ہے' میں اس کے بارے میں پوچھوں گا' اگر وہ نشہ لاتی ہے تو میں اسے کوڑے ماروں گا۔

عبیداللہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے تھے۔ اس تعلیق کو امام مالک نے بہ طریق مالک حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے فلاں (عبیداللہ) کے منہ سے شراب کی بو پائی ہے۔ حضرت عمر نے گمان کیا کہ انہوں نے طلاء پی تھی' فرمایا: وہ جو پیتا ہے اس کے بارے میں پوچھوں گا' اگر وہ نشہ آور ہے تو اسے حد ماروں گا۔ پھر حضرت عمر نے ان

پر حد جاری فرمائی۔

اس اثر کی دلیل ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے شام میں جو طلائے مثلث پینے کی اجازت دی تھی وہ اس شرط کے ساتھ تھی کہ نشہ نہ لائے۔ اُسی روایت کے ابتداء میں یہ ہے کہ میں ایسی شراب بناؤں گا جو نشہ نہیں لاتی اور اس روایت میں یہ ہے کہ ان کے صاحبزادے عبیداللہ نے طلاء پی تھی مگر وہ چونکہ نشہ آور تھی اس لیے ان پر حد جاری فرمائی۔ منہ سے شراب کی بو آنے سے بلکہ قئی میں شراب گرنے سے بھی حد قائم کرنا جائز نہیں بلکہ ضروری ہے کہ شرابی اقرار کرے۔ وہ بھی ہوش میں آنے کے بعد اس حالت میں اقرار کرے کہ اس کے منہ میں شراب کی بو موجود ہو۔ محض بو پر حد اس لیے نہیں کہ بہت سی چیزوں کی بو ایک دوسرے کے مشابہ ہوتی ہے اور شراب قئی کرنے پر اس لیے نہیں کہ ہو سکتا ہے اس نے لاعلمی میں پی ہو یا جبراً پی ہو یا ایسی غذائیں کھائی ہوں کہ پیٹ میں جانے کے بعد شراب کے رنگ سے بدل گئی ہوں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے محض بو پر حد نہیں قائم فرمائی تھی بلکہ ان سے پوچھا تھا۔ جب پینے کا اقرار کیا تو حد قائم کی جیسا کہ امام عبدالرزاق نے بہ طریق معمر جو روایت کی ہے' اس میں یہ ہے کہ میں نے عبیداللہ سے پوچھا تو اس نے بتایا کہ وہ طلاء تھا جس کے بارے میں اور لوگوں سے پوچھا تو لوگوں نے بتایا کہ یہ نشہ لاتا ہے۔

۲۵۱۰- ح: [مَا اَسْكَرَ فَهُوَ حَرَامٌ]

جو نشہ لائے' وہ حرام ہے

۲۵۱۰ - عَنْ اَبِی الْجُوَيْرِيَةِ قَالَ سَاَلْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ عَنِ الْبَاذَقِ فَقَالَ سَبَقَ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْبَاذَقَ، فَمَا اَسْكَرَ فَهُوَ حَرَامٌ. قَالَ اَلشَّرَابُ الْحَلَالُ الطَّيِّبُ، قَالَ لَيْسَ بَعْدَ الْحَلَالِ الطَّيِّبِ اِلَّا الْحَرَامُ الْخَبِيْثُ.

ابو الجویریہ نے کہا: میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے باذق کے بارے میں پوچھا تو فرمایا: حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے باذق سے پہلے اس کا حکم بیان فرما دیا۔ جو نشہ لائے وہ حرام ہے۔ فرمایا: حلال شراب پاک ہے اور حلال طیب کے بعد صرف حرام خبیث ہے۔

باذق ایک قسم کی شراب تھی جو شہد سے بنائی جاتی تھی۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں کسی شراب کا نام باذق نہیں تھا۔ اسی کو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا۔

باذق کے وجود سے پہلے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا حکم بیان فرما دیا کہ وہ حرام ہے کیونکہ وہ نشہ آور ہے اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے قاعدہ کلیہ بیان فرما دیا: جو نشہ لائے وہ حرام ہے۔

بَابُ مَنْ رَّاٰی اَنْ لَّا يَخْلِطَ الْبُسْرَ وَالتَّمْرَ اِذَا كَانَ مُسْكِرًا، وَاَنْ لَّا يَجْعَلَ اِدَامَيْنِ فِیْ اِدَامٍ (ص۸۳۸)

بسر اور تمر کے ملانے کو جس نے جائز نہیں جانا جب کہ وہ نشہ آور ہو اور یہ کہ دو برتنوں کو ایک برتن میں نہ کیا جائے

۲۵۱۱ - اَخْبَرَنِیْ عَطَاءٌ اَنَّهٗ سَمِعَ جَابِرًا رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ يَقُوْلُ نَهَى النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الزَّبِيْبِ، وَالتَّمْرِ، وَالْبُسْرِ، وَالرُّطَبِ. (مسلم، نسائی۔ کتاب الاشربۃ)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے تھے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم منقی اور چھوہارے اور ادھ پکی کھجور اور تازہ کھجور سے منع فرماتے تھے۔

مراد یہ ہے کہ ان دونوں کو اکٹھا برتن میں رکھ کر نبیذ نہ بنائی جائے۔

۲۵۱۲- ح: [نَهَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يُّجْمَعَ بَيْنَ التَّمْرِ وَالزَّهْوِ، وَالتَّمْرِ وَالزَّبِيْبِ]

نبی ﷺ نے پکی اور ادھ پکی کھجوروں، نیز کھجوروں اور منقیٰ کے شیرے کو ملانے سے منع فرمایا

۲۵۱۲- عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِىْ قَتَادَةَ، عَنْ اَبِيْهِ قَالَ نَهَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يُّجْمَعَ بَيْنَ التَّمْرِ وَالزَّهْوِ، وَالتَّمْرِ وَالزَّبِيْبِ، وَلْيُنْبَذْ كُلُّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا عَلٰى حِدَةٍ. (مسلم، ابوداؤد۔ کتاب الاشربۃ، نسائی۔ کتاب الولیمہ)

حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ نبی ﷺ نے پکی اور ادھ کچی کھجوروں، نیز کھجوروں اور منقیٰ کے شیرے کو ملانے سے منع فرمایا۔ ان میں سے ہر ایک کی نبیذ علیحدہ علیحدہ بنائی جائے۔

دو قسم کی چیزوں کو مثلاً کھجور اور منقیٰ کو ایک برتن میں رکھ کر نبیذ بنانے کی ممانعت تنزیہی ہے اور یہ ممانعت یا تو اس بناء پر ہے کہ اس میں جلد نشہ آ جاتا ہو اور نبیذ بنانے والے کو پتہ نہ چلے اور پی جائے' جیسا کہ امام محمد نے کتاب الآثار میں ابن زیاد سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے یہاں افطار کیا' انہوں نے ان کو ایک مشروب پلایا' اس مشروب نے ان پر کچھ اثر کر دیا۔ صبح کو ابن زیاد حضرت ابن عمر کے پاس گئے اور کہا: یہ کیسا مشروب تھا؟ کہ میں گھر تک راستہ نہیں پا تا تھا تو حضرت ابن عمر نے فرمایا: اس میں اور کچھ نہیں تھا صرف عجوہ اور منقیٰ تھا۔ ظاہر ہے کہ اگر دو پھلوں کو ملا کر نبیذ بنانا حرام ہوتا تو حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما ایسا کبھی نہ کرتے' نیز اگر انہیں یہ معلوم ہوتا کہ اس میں نشہ آ گیا ہے تو انہیں کبھی نہ پلاتے۔ اس سے ثابت ہو گیا کہ جمع سے ممانعت تنزیہہ کے لیے ہے اور اس خطرے سے بچنے کے لیے ہے کہ کہیں جلد نشہ نہ آ جائے ورنہ صحیح احادیث سے ثابت ہے کہ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا منقیٰ اور چھوہارا ملا کر نبیذ بناتیں اور حضور اقدس ﷺ کو پلاتیں۔

بعض متعصبین معاندین نے حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ پر اس بناء پر طعن کیا ہے کہ انہوں نے دو پھلوں کو ملا کر ایک برتن میں نبیذ بنانے کو جائز کہا۔ ان کا یہ طعن اس باب کی تمام احادیث سے ناواقفیت کی بناء پر ہے۔

بَابُ شُرْبِ اللَّبَنِ

دودھ پینے کا بیان

وَقَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى ﴿مِنْ بَيْنِ فَرْثٍ وَّدَمٍ لَّبَنًا خَالِصًا سَائِغًا لِّلشَّارِبِيْنَ۝﴾ (النحل:٦٦). (ص ۸۳۸)

اور اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی تفسیر: ان کے پیٹوں میں جو کچھ ہے اس میں سے ہم لید اور خون کے درمیان سے پلاتے ہیں تم کو خالص دودھ جو پینے والوں کے لیے خوشگوار ہے۝

توضیح

بخاری کے بعض اہم نسخوں میں یہاں یہ ہے "یخرج من بین فرث ودم" حالانکہ یہاں "یخرج" نہیں بلکہ "نسقیکم مما فی بطونہ" ہے۔

دوسری آیت میں شہد کے بارے میں ہے: "يَخْرُجُ مِنْ بُطُوْنِهَا شَرَابٌ مُّخْتَلِفٌ اَلْوَانُهٗ" (النحل:٦٩) یہ غلطی حضرت امام بخاری سے نہیں ہوئی ہے بعد کے کسی ناسخ نے اضافہ کر دیا ہے۔

۲۵۱۳- ح: [جَاءَ رَجُلٌ بِاِنَاءٍ مِّنْ لَبَنٍ اِلَيْهِ فَقَالَ اَلَا خَمَّرْتَهٗ]

ایک صاحب کھلے ہوئے برتن میں دودھ لائے' تو فرمایا: اسے ڈھک کیوں نہیں لیا؟

۲۵۱۳ - سَمِعْتُ اَبَا صَالِحٍ يَذْكُرُ، اُرَاهُ عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ جَاءَ اَبُوْ حُمَيْدٍ رَجُلٌ مِّنَ الْاَنْصَارِ مِنَ النَّقِيْعِ بِاِنَاءٍ مِّنْ لَبَنٍ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلَا خَمَّرْتَهُ، وَلَوْ اَنْ تَعْرُضَ عَلَيْهِ عُوْدًا. (مسلم۔کتاب الاشربة)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، حضرت ابوحمید ایک انصاری نقیع سے ایک برتن میں دودھ لے کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لائے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس کو ڈھانک کیوں نہیں لیا؟ ایک لکڑی ہی اس پر رکھ لیتے۔

نقیع مدینہ طیبہ سے بیس فرسنگ کے فاصلہ پر وادی عقیق میں ایک جگہ کا نام ہے۔

بَابُ شُرْبِ اللَّبَنِ بِالْمَاءِ (ص۸۳۹) دودھ کو پانی کے ساتھ ملا کر پینا

۲۵۱۴ - عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْحَارِثِ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ عَلٰى رَجُلٍ مِّنَ الْاَنْصَارِ وَمَعَهُ صَاحِبٌ لَهُ، فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنْ كَانَ عِنْدَكَ مَاءٌ بَاتَ هٰذِهِ اللَّيْلَةَ فِيْ شَنَّةٍ وَاِلَّا كَرَعْنَا. قَالَ وَالرَّجُلُ يُحَوِّلُ الْمَاءَ فِيْ حَائِطِهِ، قَالَ فَقَالَ الرَّجُلُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، عِنْدِيْ مَاءٌ بَائِتٌ، فَانْطَلِقْ اِلَى الْعَرِيْشِ، قَالَ فَانْطَلَقَ بِهِمَا، فَسَكَبَ فِيْ قَدَحٍ، ثُمَّ حَلَبَ عَلَيْهِ مِنْ دَاجِنٍ لَهُ، قَالَ فَشَرِبَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، ثُمَّ شَرِبَ الرَّجُلُ الَّذِيْ جَاءَ مَعَهُ.

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک انصاری کے یہاں تشریف لائے اور حضور کے ساتھ حضور کے ایک دوست تھے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان انصاری سے فرمایا: اگر تیرے پاس ایسا پانی ہو جو اس رات کو مشک میں رہا ہو تو لا ورنہ ہم چلو سے پی لیں گے اور وہ انصاری اپنے باغ میں پانی چلا رہے تھے۔ ان صاحب نے عرض کیا: یا رسول اللہ! میرے پاس باسی پانی ہے چھپر میں تشریف لے چلیں۔ ان دونوں حضرات کو انصاری لے گئے، ایک پیالے میں پانی انڈیلا، پھر اس پر اپنی بکری کا دودھ دوہا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پیا، پھر ان صاحب نے پیا جو حضور کے ساتھ آئے تھے۔

(ابوداؤد، ابن ماجہ۔کتاب الاشربہ، بخاری۔ ایضًا فی الباب الاتی ای باب الکرع فی الحوض۔ ج ۲ ص ۸۴۰)

جن انصاری کے یہاں حضور تشریف لے گئے تھے ان کا نام ابوالہیثم بن تیہان تھا اور ساتھ میں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ تھے۔

''کرع'' کے معنی ہیں: حوض یا نالی میں منہ سے پانی پینا۔ بعض احادیث میں اس سے ممانعت آئی ہے۔ ابن ماجہ میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ہم ایک گڑھے پر گزرے اور ہم اس میں منہ ڈال کر پینے لگے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: منہ ڈال کر پانی مت پیو، اپنے ہاتھوں کو دھولو پھر پیو۔ اس حدیث کی سند میں ضعف ہے۔ دونوں میں تطبیق یہ ہے کہ ممانعت تنزیہہ کے لیے ہے اور حضور کا فعل بیان جواز کے لیے ہے۔

بَابُ شَرَابِ الْحَلْوَاءِ وَالْعَسَلِ (ص۸۴۰) حلوا اور شہد کا پینا

توضیح

آج کل جو حلوا بنایا جاتا ہے یہ اس زمانے میں عرب میں رائج نہ تھا۔ نیز حلوا پیا بھی نہیں جاتا ہے بلکہ کھایا جاتا ہے اس لیے باب میں حلوا سے مراد کوئی میٹھا مشروب ہے خواہ وہ کھجور وغیرہ کی نبیذ ہو یا کچھ اور بشرطیکہ اس میں جوش نہ آیا ہو۔ ابن تین نے داؤدی سے نقل کیا کہ حلوا سے مراد وہ پانی ہے جس میں کھجور ڈال کر میٹھا بنا لیا گیا ہو۔

تعلیق ۷۴۳ - وَقَالَ الزُّهْرِيُّ لَا يَحِلُّ شُرْبُ بَوْلِ النَّاسِ اور زہری نے کہا: انسانوں کا پیشاب پینا حلال نہیں کسی بھی

لِشِدَّةٍ تَنزِلُ، لِاَنَّهٗ رِجۡسٌ' قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی ﴿اُحِلَّ لَکُمُ الطَّیِّبٰتُ﴾ (المائدہ:۵). ضرورت کے وقت اس لیے کہ وہ ناپاک ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: تمہارے لیے پاک چیزیں حلال کی گئی ہیں۔

اس تعلیق کے یہاں ذکر کرنے پر یہ شبہہ وارد کیا گیا ہے کہ باب تو باندھا ہے حلوا اور شہد پینے کا اور تعلیق کا مطلب یہ ہے کہ انسان کا پیشاب پینا جائز نہیں۔ بہ ظاہر یہ شبہہ بہت قوی ہے لیکن باب کا تعلق ''احل لکم الطیبات'' سے ہے' جب پاک چیزیں حلال کی گئیں تو حلوا اور شہد بھی پاک ہے تو وہ بھی حلال ہے۔

اس تعلیق میں یہ ہے کہ کسی بھی شدت کے وقت انسان کا پیشاب پینا جائز نہیں۔ یہ اپنے عموم کے اعتبار سے مخمصہ و حالت اکراہ کو بھی شامل ہے حالانکہ اکراہ اور مخمصہ بہ نص قرآن مستثنیٰ ہیں۔

اقول وھو المستعان: لامحالہ ''شدۃ'' میں تخصیص کرنی پڑے گی' مثلاً بیماری وغیرہ۔ حرام سے علاج جائز ہے یا نہیں اس کی بحث گزر چکی۔

ت ۷۴۴ - **وَقَالَ** ابۡنُ مَسۡعُوۡدٍ فِی السَّكَرِ اِنَّ اللّٰهَ لَمۡ يَجۡعَلۡ شِفَاءَ كُمۡ فِيۡمَا حَرَّمَ عَلَيۡكُمۡ. اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے سکر کے بارے میں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہاری شفا حرام میں نہیں پیدا کی۔

اس اثر کو امام ابن ابی شیبہ نے روایت کیا ہے۔ ابووائل نے کہا کہ ہم میں سے ایک شخص بیمار ہوا جن کا نام خثیم بن ابی عداء تھا۔ ان کے پیٹ میں ایک بیماری ہوگئی تھی جس کو صفر کہا جاتا تھا۔ کسی نے سکر پینے کو کہا۔ انہوں نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے کسی کے ذریعے پوچھا تو انہوں نے یہ جواب دیا کہ اللہ نے حرام میں شفاء نہیں رکھی ہے۔

''سکر'' سے مراد کیا ہے؟ اس میں اختلاف ہے۔ کچھ لوگوں نے کہا کہ اس سے مراد شراب ہے اور کچھ لوگوں نے کہا کہ اس سے مراد چھوہارے کی نبیذ ہے جب جوش کھا جائے اور اس میں نشہ آ جائے۔

قرآن کریم میں فرمایا گیا ہے: ''وَمِنۡ ثَمَرٰتِ النَّخِيۡلِ وَالۡاَعۡنَابِ تَتَّخِذُوۡنَ مِنۡهُ سَكَرًا وَّرِزۡقًا حَسَنًا'' (النحل:۶۷) اور ہم بناتے ہیں کھجور اور انگور کے پھلوں میں سے کہ تم اس سے نبیذ بناتے ہو اور اچھا رزق۔ اس آیت میں کچھ لوگوں نے کہا کہ ''سکر'' سے مراد شراب ہے اور یہ آیت شراب کے حرام ہونے سے پہلے نازل ہوئی۔ مگر صحیح یہ ہے کہ اس سے مراد ایسی نبیذ ہے جس میں نشہ نہ ہو اور رزق حسن سے مراد سرکہ اور رُبّ وغیرہ ہے۔

اس اثر کو باب سے مطابقت یہ ہے کہ سکر بھی ایک میٹھا مشروب ہے لیکن جب اس میں نشہ آ جائے تو حرام ہے۔ حضرت امام بخاری یہ افادہ کرنا چاہتے ہیں کہ باب میں حلوا سے مراد ایسا میٹھا مشروب ہے جس میں نشہ نہ ہو۔

بَابُ الشُّرۡبِ قَائِمًا (ص ۸۴۰) کھڑے ہو کر پینے کا حکم

۵۶۱۵ - **سَمِعۡتُ** النَّزَّالَ بۡنَ سَبۡرَةَ يُحَدِّثُ' عَنۡ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنۡهُ اَنَّهٗ صَلَّى الظُّهۡرَ' ثُمَّ قَعَدَ فِيۡ حَوَائِجِ النَّاسِ فِيۡ رَحۡبَةِ الۡكُوۡفَةِ' حَتّٰى حَضَرَتۡ صَلٰوةُ الۡعَصۡرِ' ثُمَّ اُتِيَ بِمَاءٍ فَشَرِبَ وَغَسَلَ وَجۡهَهٗ وَيَدَيۡهِ' وَذَكَرَ رَاۡسَهٗ وَرِجۡلَيۡهِ' ثُمَّ قَامَ' فَشَرِبَ فَضۡلَهٗ وَهُوَ قَائِمٌ' ثُمَّ قَالَ اِنَّ نَاسًا يَكۡرَهُوۡنَ الشُّرۡبَ قَائِمًا' وَاِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى

نزال بن سبرہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ظہر کی نماز پڑھی' پھر کوفہ کی جامع مسجد کے صحن میں لوگوں کی ضرورتوں کے لیے بیٹھے۔ یہاں تک کہ عصر کا وقت آ گیا' پھر پانی لایا گیا۔ آپ نے اُسے پیا اور اپنے چہرے اور ہاتھوں کو دھویا اور آدم نے سر اور پاؤں کا بھی ذکر کیا' پھر کھڑے ہوئے اور بچا ہوا پانی کھڑے کھڑے پیا' پھر فرمایا: کچھ لوگ کھڑے

اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَنَعَ مِثْلَ مَا صَنَعْتُ. | ہو کر پینے کو ناپسند کرتے ہیں اور بے شک نبی ﷺ نے ویسے ہی کیا جیسے میں نے کیا۔

(ابوداؤد۔ کتاب الاشربۃ نسائی۔ کتاب الطہارۃ)

''حوائج'' یہ حاجت کی جمع ہے بغیر قیاس۔ قیاس کے مطابق اس کی جمع ''حاجات'' اور ''حاج'' آنی چاہیے۔ اصمعی نے کہا کہ یہ مولد ہے یعنی نوایجاد ہے۔

ذَكَرَ رَأْسَهُ

یعنی اس حدیث کے راوی آدم کو کچھ توقف تھا کہ سر اور پاؤں کو بھی دھویا یا نہیں۔ یہاں روایتیں بہت مضطرب آئی ہیں۔ نسائی میں بہ طریق ''بہز'' یہ ہے کہ اس سے ایک چلو لیا اور اپنے چہرے اور بازوؤں اور سر اور پاؤں کا مسح کیا۔ ابوداؤد طیالسی کی روایت میں ہے کہ اپنے چہرے اور ہاتھ کو دھویا اور اپنے سر اور پاؤں پر مسح کیا' اور بہ طریق اعمش میں ہے کہ اپنے ہاتھوں کو دھویا اور کلی کی اور ناک میں پانی ڈالا اور اپنے چہرے اور بازوؤں اور سر پر مسح کیا' اور اسماعیلی کی روایت میں ہے کہ اپنے چہرے اور سر اور پاؤں پر مسح کیا۔

حقیقت میں یہ وضو نہیں تھا بلکہ تبرید یا تنظیف کے لیے تھا' جیسا کہ نسائی کی روایت میں ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یہ اس کا وضو ہے جسے حدث نہ ہوا ہو۔ صحیح یہ ہے کہ کھڑے ہو کر پینا منع ہے جیسا کہ ترمذی میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے کھڑے ہو کر پینے سے منع فرمایا۔ پوچھا گیا: کھانا؟ فرمایا: یہ زیادہ سخت ہے۔[1] صرف زمزم اور وضو کے بچے ہوئے پانی کا استثناء ہے۔ ان دونوں پانیوں کو کھڑے ہو کر پینا افضل ہے اور بعض احادیث میں جو مذکور ہے بیان جواز کے لیے ہے۔

بَابُ اِخْتِنَاثِ الْاَسْقِيَةِ (ص ۸۴۱) | مشک کا منہ پھاڑ کر منہ موڑ کر اس کے منہ سے پانی پینا

۲۵۱۶ - عَنْ اَبِىْ سَعِيْدِ الْخُدْرِىِّ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ اخْتِنَاثِ الْاَسْقِيَةِ. يَعْنِىْ اَنْ تُكْسَرَ اَفْوَاهُهَا فَيُشْرَبَ مِنْهَا.

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے مشک کا منہ پھاڑ کر موڑ کر اس کے منہ سے پانی پینے سے منع فرمایا۔

(مسلم' ابوداؤد' ترمذی۔ کتاب الاشربۃ)

مطلب یہ ہے کہ اس کا خطرہ رہتا ہے کہ تری یا ٹھنڈک کی وجہ سے مشک کے منہ میں سانپ یا کوئی کیڑا وغیرہ ہو' اس لیے پانی پینے سے پہلے اچھی طرح دیکھ لینا چاہیے۔ ابن ماجہ اور حاکم اور مستدرک میں سلمہ بن وہرام سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مشکوں کا منہ پھاڑ کر موڑ کر پانی پینے سے منع فرمایا۔ ایک صاحب ممانعت کے بعد رات میں مشک سے پانی پینے کے لیے کھڑے ہوئے اور مشک کا منہ پھاڑ کر موڑا تو اس سے سانپ نکلا' ''اختناث'' کی تفسیر بالا مندرج ہے اور امام زہری کا قول ہے۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ امام احمد نے اپنی مسند میں ابن ابی ذئب سے لفظ ''یعنی'' کے حذف کے ساتھ روایت کیا ہے۔ نیز اس کے بعد جو روایت ہے وہ بھی صرف ''اختناث الاسقیہ'' تک ہے اور اس کے بعد امام بخاری نے معمر وغیرہ کا قول نقل کیا ہے کہ اس کا معنی مشک کے منہ کو پھاڑ کر اس سے پانی پینا ہے۔

بَابُ الشُّرْبِ مِنْ فَمِ السِّقَاءِ (ص ۸۴۱) | مشک کے منہ سے پینا

۲۵۱۷ - قَالَ لَنَا عِكْرِمَةُ اَلَا اُخْبِرُكُمْ بِاَشْيَاءَ قِصَارٍ حَدَّثَنَا بِهَا اَبُوْ هُرَيْرَةَ؟ نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی کہ رسول اللہ ﷺ نے مشک کے منہ سے پینے سے منع فرمایا اور اس سے منع فرمایا

[1] ترمذی۔ ج ۲ ص ۱۰۔ باب: ما جاء فی النہی عن الشرب قائما

وَسَلَّمَ عَنِ الشُّرْبِ مِنْ فَمِ الْقِرْبَةِ أَوِ السِّقَاءِ، وَأَنْ يَّمْنَعَ جَارَهُ أَنْ يَّغْرِزَ خَشَبَةً فِي دَارِهِ. (ابن ماجہ۔ کتاب الاشربۃ)

کہ کوئی اپنے پڑوسی کو اپنی دیوار میں لکڑی گاڑنے سے منع کرے۔

قربہ صرف اس مشک کو کہتے ہیں جو پانی کے لیے استعمال ہو اور سقاء ہر اس مشک کو کہتے ہیں جس میں پانی رکھا جاتا ہو یا دودھ، یہ دونوں ممانعتیں تنزیہی ہیں۔

٢٥١٨ - عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ نَهَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الشُّرْبِ مِنْ فِي السِّقَاءِ.

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مشک کے منہ سے پینے سے منع فرمایا۔

بَابُ الشُّرْبِ بِنَفَسَيْنِ أَوْ ثَلَاثَةٍ (ص ٨٤١)

دو یا تین سانسوں میں پینا

٢٥١٩ - أَخْبَرَنِي ثُمَامَةُ ابْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ كَانَ أَنَسٌ يَتَنَفَّسُ فِي الْإِنَاءِ مَرَّتَيْنِ أَوْ ثَلَاثًا، وَزَعَمَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَتَنَفَّسُ ثَلَاثًا.

حضرت انس رضی اللہ عنہ دو یا تین سانسوں میں پانی پیتے تھے اور گمان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم بھی تین سانسوں میں پانی پیتے تھے۔

(مسلم، ترمذی، ابن ماجہ۔ کتاب الاشربۃ، نسائی۔ کتاب الولیمہ)

مراد یہ ہے کہ برتن سے منہ ہٹا کر تین سانس میں پیا جائے۔ یہ مراد نہیں کہ برتن ہی میں منہ لگائے لگائے سانس لی جائے۔ اس لیے کہ کتاب الطہارۃ میں حدیث گزری جسے امام بخاری نے اس سے قبل یہاں بھی ذکر کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب پیو تو برتن میں سانس نہ لو۔

بَابُ آنِيَةِ الْفِضَّةِ (ص ٨٤١)

چاندی کے برتن کا بیان

٢٥٢٠ - عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ الصِّدِّيقِ، عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الَّذِي يَشْرَبُ فِي إِنَاءِ الْفِضَّةِ إِنَّمَا يُجَرْجِرُ فِي بَطْنِهِ نَارَ جَهَنَّمَ.

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو چاندی کے برتن میں پیتا ہے وہ اپنے پیٹ میں جہنم کی آگ گھسیڑتا ہے۔

بَابُ الشُّرْبِ مِنْ قَدَحِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَآنِيَتِهِ (ص ٨٤٢)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پیالے اور حضور کے برتنوں سے پینا

ت ٧٤٥ - وَقَالَ أَبُو بُرْدَةَ قَالَ لِي عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ سَلَامٍ أَلَا أَسْقِيكَ فِي قَدَحٍ شَرِبَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيهِ

حضرت ابو بردہ نے کہا کہ مجھ سے حضرت عبداللہ بن سلام نے کہا: کیا میں تم کو اس پیالے میں نہ پلاؤں جس میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پیا ہے۔

امام بخاری نے باب یہ باندھا ہے کہ "نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پیالے سے پینا" اور حدیث میں اس کی تصریح نہیں کہ یہ پیالہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا تھا۔ ہوسکتا ہے یہ پیالہ حضرت عبداللہ بن سلام ہی کا رہا ہو جس میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پانی پیا ہو۔ اس کا بھی احتمال ہے کہ حضرت امام بخاری کو کسی ذریعہ سے معلوم رہا ہو کہ یہ پیالہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ملک تھا جو حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کے پاس تھا۔

۲۵۲۱- ح: [شَرِبَ الصَّحَابَةُ فِيْ قَدَحِ الَّذِيْ شَرِبَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْهِ]

صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے اس پیالے میں پانی پیا جس میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے پانی پیا تھا

۲۵۲۱ - عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ ذُكِرَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِمْرَاَةٌ مِنَ الْعَرَبِ (اِلٰى اَنْ قَالَ) فَاَقْبَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَئِذٍ حَتّٰى جَلَسَ فِيْ سَقِيْفَةِ بَنِيْ سَاعِدَةَ هُوَ وَاَصْحَابُهُ، ثُمَّ قَالَ اِسْقِنَا يَا سَهْلُ. فَخَرَجْتُ لَهُمْ بِهٰذَا الْقَدَحِ فَاَسْقَيْتُهُمْ فِيْهِ، فَاَخْرَجَ لَنَا سَهْلٌ ذٰلِكَ الْقَدَحَ فَشَرِبْنَا مِنْهُ قَالَ ثُمَّ اسْتَوْهَبَهُ عُمَرُ ابْنُ عَبْدِ الْعَزِيْزِ بَعْدَ ذٰلِكَ فَوَهَبَهُ لَهُ.

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے عرب کی ایک عورت کا تذکرہ کیا گیا' پھر نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اس دن آئے اور سقیفۂ بنی سعدہ میں بیٹھے' حضور بھی اور حضور کے صحابہ بھی' پھر فرمایا: اے سہل! ہمیں پلاؤ' تو میں نے ان کے لیے یہ پیالہ نکالا اور میں نے ان کو اس میں پلایا' پھر سہل نے ہمارے لیے وہ پیالہ نکالا اور ہم نے اس سے پیا' پھر حضرت عمر بن عبد العزیز نے یہ پیالہ ان سے مانگ لیا تو حضرت سہل نے ان کو دے دیا۔

اس حدیث کا ابتدائی حصہ کتاب الطلاق' ص ۷۹۰ پر گزر چکا ہے جس میں جُوینیہ کا قصہ مذکور ہے۔ اخیر میں جو ہے کہ سہل نے ہمارے لیے وہ پیالہ نکالا یہ راوی ابو حازم کا قول ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ حضرت سہل رضی اللہ عنہ نے اس پیالے میں ہمیں پانی بھی پلایا۔

۲۵۲۲- ح: [كَانَ قَدَحُهُ عِنْدَ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ]

حضرت انس رضی اللہ عنہ کے پاس آپ (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کا پیالہ تھا

۲۵۲۲ - عَنْ عَاصِمٍ الْاَحْوَلِ قَالَ رَاَيْتُ قَدَحَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عِنْدَ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، وَكَانَ قَدِ انْصَدَعَ فَسَلْسَلَهُ بِفِضَّةٍ، قَالَ وَهُوَ قَدَحٌ جَيِّدٌ عَرِيْضٌ مِنْ نُضَارٍ، قَالَ قَالَ اَنَسٌ لَقَدْ سَقَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ هٰذَا الْقَدَحِ اَكْثَرَ مِنْ كَذَا وَكَذَا. قَالَ وَقَالَ ابْنُ سِيْرِيْنَ اَنَّهُ كَانَ فِيْهِ حَلْقَةٌ مِنْ حَدِيْدٍ، فَاَرَادَ اَنَسٌ اَنْ يَّجْعَلَ مَكَانَهَا حَلْقَةً مِنْ ذَهَبٍ اَوْ فِضَّةٍ، فَقَالَ لَهُ اَبُوْ طَلْحَةَ لَا تُغَيِّرَنَّ شَيْئًا صَنَعَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَتَرَكَهُ.

حضرت عاصم احول نے کہا: میں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا پیالہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے پاس دیکھا ہے' وہ ٹوٹ گیا تھا' تو چاندی کے تار سے انہوں نے اسے باندھا تھا۔ حضرت عاصم نے کہا کہ وہ پیالہ بہت عمدہ چوڑا اور بہترین لکڑی کا تھا۔ حضرت عاصم نے کہا کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے اس پیالے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو ان گنت مرتبہ پلایا ہے۔ حضرت عاصم نے کہا کہ ابن سیرین نے کہا: اس کے گرد لوہے کا ایک حلقہ تھا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے چاہا کہ اس کے گرد سونے یا چاندی کا حلقہ لگوا لیں تو حضرت ابو طلحہ نے ان سے فرمایا: جس چیز کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے بنایا ہے اس کو ہرگز نہ بدلو' چنانچہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے بدلنے کا ارادہ چھوڑ دیا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

۷۵- کِتَابُ الْمَرْضٰی (ص ۸۴۳)

[مریضوں کے احکام]

بَابُ مَا جَاءَ فِي كَفَّارَةِ الْمَرَضِ (ص ۸۴۳)
وَقَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى ﴿مَنْ يَّعْمَلْ سُوْٓءًا يُّجْزَ بِهٖ﴾ (النساء: ۱۲۳).

اس بات کا بیان کہ بیماری کفارہ ہے

اور اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی تفسیر: جو برائی کرے گا اس کو سزا دی جائے گی۔

توضیح

کفارہ کا مادہ کفر ہے جس کے لغوی معنی چھپانے کے ہیں۔ کفارہ صفت کا صیغہ مبالغہ کے لیے ہے اور یہ اضافت بیانیہ ہے جیسے "شجر الاراك" یا اضافت بہ معنی فیہ ہے یعنی وہ کفارہ جو بیماری میں ہے یا صفت کی اضافت موصوف کی طرف ہے یعنی وہ مرض جو کفارہ ہے۔

آیۂ کریمہ اپنے عموم کے لحاظ سے جس طرح آخرت کی سزا پر مشتمل ہے اسی طرح دنیاوی ابتلاء اور مصائب کو بھی شامل ہے۔ اللہ عزوجل مسلمانوں پر اپنے فضل کی بناء پر گناہوں کے کفارے کے لیے مرض یا اور کوئی افتاد نازل فرما دیتا ہے جیسا کہ آنے والی حدیث میں اس کی طرف اشارہ ہے۔

۲۰۲۳- ح: [مَا مِنْ مُّصِيْبَةٍ تُصِيْبُ الْمُسْلِمَ إِلَّا كَفَّرَ اللّٰهُ بِهَا عَنْهُ]

مسلمان کو جو مصیبت پہنچتی ہے اللہ تعالیٰ اسے اس کے گناہوں کا کفارہ کر دیتا ہے

۲۰۲۳- أَخْبَرَنِيْ عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ أَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا مِنْ مُّصِيْبَةٍ تُصِيْبُ الْمُسْلِمَ إِلَّا كَفَّرَ اللّٰهُ بِهَا عَنْهُ حَتّٰى الشَّوْكَةِ يُشَاكُهَا (مسلم، ترمذی)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مسلمان کو جو بھی مصیبت پہنچتی ہے اس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ اس کے گناہوں کا کفارہ کر دیتا ہے یہاں تک کہ کانٹا بھی جو اسے چبھے۔

ترمذی کے الفاظ یہ ہیں: مسلمان کو کانٹا یا اس سے اوپر کچھ اور بھی چبھے تو اللہ تعالیٰ اس کے ذریعہ سے اس کا درجہ بلند کرتا ہے اور گناہ مٹاتا ہے "اصابہ" کا مصدر "مصیبۃ" ہے جس کا معنی تیر سے مارنا ہے پھر عرف میں ہر افتاد کے لیے استعمال کیا جاتا ہے۔ امام راغب نے کہا کہ "اصابہ" خیر اور شر دونوں میں مستعمل ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "إِنْ تُصِبْكَ حَسَنَةٌ تَسُؤْهُمْ وَإِنْ تُصِبْكَ مُصِيْبَةٌ" (التوبہ:

۵۰)۔

علامہ کرمانی نے فرمایا: لغت میں مصیبت ہر اس چیز کو کہتے ہیں جو اس پر نازل ہو خیر ہو یا شر اور عرف عام میں ناگوار بات کے اترنے کو کہتے ہیں۔

٢٥٢٤ - عَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ الْخُدْرِیّ، وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ، عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا یُصِیبُ الْمُسْلِمَ مِنْ نَصَبٍ وَلَا وَصَبٍ، وَلَا هَمٍّ وَلَا حُزْنٍ وَلَا اَذًی وَلَا غَمٍّ، حَتّٰی الشَّوْكَةِ یُشَاكُهَا، اِلَّا كَفَّرَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ خَطَایَاهُ. (مسلم۔ کتاب الادب، ترمذی۔ کتاب الجنائز)

حضرت ابوسعید خدری اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مسلمان کو جو بھی دکھ اور بیماری یا تکلیف یا پریشانی اور رنج اور غم پہنچتا ہے یہاں تک کہ کانٹا بھی جو اسے چبھتا ہے اللہ تعالیٰ اسے اس کے گناہوں کا کفارہ کر دیتا ہے۔

''نَصَب'' بہ معنی تکان کے ہے ''وَصَب'' کے معنی: بیماری ''هَمّ'' آئندہ کے خطرے سے جو اذیت ہو ''حَزَن'' ماضی میں کسی تکلیف کے پہنچنے سے جو اذیت ہو ''اذی'' غیر کی زیادتی سے اسے جو تکلیف پہنچے ''غـم'' ایسی بات جس سے دل تنگ ہو جائے۔ ایک قول یہ ہے کہ ''هم'' اسے کہتے ہیں جو آئندہ کے خطرے سے پیدا ہو اور ''غم'' وہ تکلیف ہے جو کسی چیز کے حاصل ہونے سے دل کو عارض ہو اور ''حزن'' جو کسی پسندیدہ چیز کے ضائع ہونے سے پیدا ہو۔ کچھ لوگوں نے کہا کہ ''هم'' اور ''حزن'' کے ایک ہی معنی ہیں۔ علامہ کرمانی نے فرمایا: ''هم'' تمام تکالیف کو کہتے ہیں۔

٢٥٢٥- ح: [مَثَلُ الْمُؤْمِنِ كَالْخَامَةِ مِنَ الزَّرْعِ]

مومن کی مثال کھیتی کے پودے کی طرح ہے

٢٥٢٥ - عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ كَعْبٍ، عَنْ اَبِیْهِ، عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَثَلُ الْمُؤْمِنِ كَالْخَامَةِ مِنَ الزَّرْعِ، تُفَیِّئُهَا الرِّیحُ مَرَّةً، وَتَعْدِلُهَا مَرَّةً، وَمَثَلُ الْمُنَافِقِ كَالْاَرْزَةِ، لَا تَزَالُ حَتّٰی یَكُوْنَ انْجِعَافُهَا مَرَّةً وَاحِدَةً. وَقَالَ زَكَرِیَّاءُ حَدَّثَنِیْ سَعْدٌ حَدَّثَنَا ابْنُ كَعْبٍ، عَنْ اَبِیْهِ كَعْبٍ، عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ.

(مسلم۔ کتاب التوبۃ، نسائی۔ کتاب الطب)

حضرت کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ مومن کی مثال کھیتی کے پودے کی طرح ہے۔ ہوا اسے کبھی جھکا دیتی ہے اور کبھی سیدھا کر دیتی ہے اور منافق کی مثال صنوبر کی ہے جو سیدھا کھڑا رہتا ہے۔ یہاں تک کہ ہوا اسے ایک ہی دفعہ اکھاڑ پھینکتی ہے۔

خامة

کھیتی کے ڈنٹھل کو کہتے ہیں جو شروع شروع میں زمین سے اگتا ہے ''تـفـیـاء'' اس کا مادہ ''ف، یا، ء'' ہے ''فـاء یـفـیـا'' ''ضرب یضرب'' سے آتا ہے۔ اس کے معنی لوٹنے کے یا لوٹانے کے ہیں۔ یہاں مراد جھکانا ہے۔ ایک دیہاتی نے ایک بچے سے پوچھا: تیرا باپ کہاں گیا؟ اور کب آئے گا؟ تو اس نے کہا: ''فَـاءَ اَبِیْ اِلَی الْفَیْءِ فَاِذَا یفِیْءُ الْفَیْءُ یفِیْءُ فِیئًا'' میرا باپ جنگل میں گیا ہے، جب سایہ ڈھلے گا تو لوٹ کر آئے گا۔

أرزة

ہمزہ کوفتحہ راء کوسکون زاء کوفتحہ' صنوبر کے درخت کو کہتے ہیں۔ مراد یہ ہے کہ مومن کبھی خوش حال رہتا ہے اور کبھی آزمائش میں مبتلا ہوتا ہے اور منافق عموماً خوش حال ہوتے ہیں۔ زمانے کی گردش سے اس پر اثر نہیں پڑتا۔ اس ''روایت'' میں منافق ہے اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں جواس کے بعد آرہی ہے فاجر ہے اور مسلم کی روایت میں کافر ہے۔

۲۵۲۶- عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَثَلُ الْمُؤْمِنِ كَمَثَلِ الْخَامَةِ مِنَ الزَّرْعِ مِنْ حَيْثُ أَتَتْهَا الرِّيْحُ كَفَأَتْهَا، فَإِذَا اعْتَدَلَتْ تَكَفَّأُ بِالْبَلَاءِ، وَالْفَاجِرُ كَالْأَرْزَةِ، صَمَّاءَ مُعْتَدِلَةً حَتّٰى يَقْصِمَهَا اللّٰهُ إِذَا شَاءَ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مومن کی مثال کھیتی کے پودے کے مثل ہے کہ اسے ہوا آتی ہے تو جھکا دیتی ہے اور جب سیدھا ہو جاتا ہے تو بلا ٹیڑھا کر دیتی ہے اور فاجر صنوبر کی مثل ہے ٹھوس سیدھا یہاں تک کہ اللہ جب چاہتا ہے اسے توڑ دیتا ہے۔

(بخاری۔ کتاب التوحید۔ باب: فی المشیۃ والارادۃ ص ۱۱۱۲)

کتاب التوحید میں یہ ہے: مومن کی مثال کھیتی کے پودے کے مثل ہے' اس کا پتا نکلتا ہے' جب ہوا آتی ہے تو اسے جھکا دیتی ہے اور جب ہوا رک جاتی ہے تو سیدھا ہو جاتا ہے اور ایسے ہی مومن بلاء کا شکار ہوتا رہتا ہے' نیز وہاں فاجر کے بجائے کافر ہے جو اس کی دلیل ہے کہ یہاں فاجر سے مراد کافر ہے۔

۲۵۲۷- ح: [مَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ بِهٖ خَيْرًا يُّصِبْ مِنْهُ]

اللہ جس کے ساتھ بھلائی کا ارادہ کرتا ہے' اسے آزمائش میں ڈالتا ہے

۲۵۲۷- سَمِعْتُ سَعِيْدَ بْنَ يَسَارٍ أَبَا الْحُبَابِ يَقُوْلُ سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ يَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ بِهٖ خَيْرًا يُّصِبْ مِنْهُ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ جس کے ساتھ بھلائی کا ارادہ کرتا ہے اسے آزمائش میں ڈالتا ہے۔

(نسائی۔ کتاب الطب)

یُصِبْ

معروف یاء کو ضمہ صاد کو کسرہ' یہی اکثر کی روایت میں ہے' ابن جوزی نے کہا: میں نے ابن الحباب سے سنا کہ صاد کو فتحہ ہے اور یہ زیادہ بہتر اور مناسب ہے کہ اس میں ابتلاء کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف نہیں جیسا کہ آیہ کریمہ ''وَإِذَا مَرِضْتُ فَهُوَ يَشْفِيْنِO'' (شعراء ۸۰) میں ہے کہ بیمار ہونے کی نسبت اپنی طرف اور شفاء کی اسناد اللہ عزوجل کی طرف کی۔

بَابُ شِدَّةِ الْمَرَضِ (ص ۸۴۳) — بیماری کی سختی

۲۵۲۸- عَنْ مَسْرُوْقٍ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ مَا رَأَيْتُ أَحَدًا أَشَدَّ عَلَيْهِ الْوَجَعُ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا: میں نے کسی کو نہیں دیکھا کہ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ سخت بیماری ہو۔

(مسلم۔ کتاب الادب' نسائی۔ کتاب الطب' ابن ماجہ۔ کتاب الجنائز)

۲۵۲۹- ح: [مَا مِنْ مُّسْلِمٍ يُصِيبُهُ اَذًى اِلَّا حَاتَّ اللّٰهُ عَنْهُ خَطَايَاهُ كَمَا تَحَاتُّ وَرَقُ الشَّجَرِ]

مسلمان کو کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو اس کے گناہ ایسے جھڑتے ہیں جیسے درخت کے پتے

۲۵۲۹- عَنِ الْحَارِثِ بْنِ سُوَيْدٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ اَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي مَرَضِهٖ، وَهُوَ يُوْعَكُ وَعْكًا شَدِيْدًا، وَقُلْتُ اِنَّكَ لَتُوْعَكُ وَعْكًا شَدِيْدًا، وَقُلْتُ اِنَّ ذَاكَ بِاَنَّ لَكَ اَجْرَيْنِ؟ قَالَ اَجَلْ، مَا مِنْ مُّسْلِمٍ يُصِيبُهُ اَذًى اِلَّا حَاتَّ اللّٰهُ عَنْهُ خَطَايَاهُ، كَمَا تَحَاتُّ وَرَقُ الشَّجَرِ.

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بیماری میں خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو سخت بخار تھا۔ میں نے عرض کیا: آپ کو سخت بخار آرہا ہے اور یہ اس بناء پر ہے کہ آپ کے لیے دوگنا اجر ہے۔ فرمایا: ہاں! جس مسلمان کو کوئی تکلیف پہنچے اللہ تعالیٰ اس کے گناہوں کو دور کرتا ہے جیسا کہ درخت کے پتے گرتے ہیں۔

(بخاری۔ باب: اشد الناس بلاء ص ۸۴۳، مسلم۔ کتاب الادب، نسائی۔ کتاب الطب۔ وایضاً بخاری۔ باب: وضع الید علی المریض۔ باب: مایقال للمریض ص ۸۴۵، ابن ماجہ۔ باب: ما قول المریض انی وجع ص ۸۴۶)

''حَاتَّ اللّٰهُ'' یہ ''حتٌّ'' سے باب مفاعلہ ہے، اصل میں ''حاتت'' تھا ''تاء'' کو ''تاء'' میں ادغام کردیا۔

اس کے بعد والی روایت میں یوں ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے اتنا بخار آتا ہے جیسا کہ تم میں سے دو شخصوں کو آتا ہے۔ اس کے جواب میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا: یہ اس بناء پر ہے کہ آپ کے لیے دوگنا اجر ہے۔ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ بیماری رفع درجات کا بھی سبب ہے اور گناہوں کے مٹانے کا بھی۔ ترمذی میں حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! وہ کون ہے جس پر سب سے سخت بلا ہے؟ فرمایا: انبیاء کرام علیہم السلام، پھر وہ جو ان سے قریب ہوں، پھر وہ جو ان سے قریب ہوں۔ نسائی اور مستدرک میں فاطمہ بنت یمان، حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی بہن سے مروی ہے کہ میں کچھ عورتوں کے ساتھ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عیادت کے لیے حاضر ہوئی۔ بخار کی سختی سے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر مشک سے پانی ڈالا جارہا تھا۔ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: سب سے سخت بلا انبیاء کرام پر نازل ہوتی ہے، پھر ان لوگوں پر جو ان سے قریب ہوتے ہیں۔ اسی کو کسی نے کہا ہے:

ع جن کے رتبے ہیں سوا ان کے سوا مشکل ہے

بَابُ فَضْلِ مَنْ يُّصْرَعُ مِنَ الرِّيحِ (ص ۸۴۴)

مرگی کے مریض کی فضیلت

۲۵۳۰- حَدَّثَنِيْ عَطَاءُ بْنُ اَبِيْ رَبَاحٍ قَالَ قَالَ لِيَ ابْنُ عَبَّاسٍ اَلَا اُرِيْكَ امْرَاَةً مِّنْ اَهْلِ الْجَنَّةِ؟ قُلْتُ بَلٰى، قَالَ هٰذِهِ الْمَرْاَةُ السَّوْدَاءُ، اَتَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ اِنِّيْ اُصْرَعُ، وَاِنِّيْ اَتَكَشَّفُ، فَادْعُ اللّٰهَ لِيْ، قَالَ اِنْ شِئْتِ صَبَرْتِ وَلَكِ الْجَنَّةُ، وَاِنْ شِئْتِ دَعَوْتُ اللّٰهَ اَنْ يُّعَافِيَكِ فَقَالَتْ اَصْبِرُ، فَقَالَتْ اِنِّيْ اَتَكَشَّفُ، فَادْعُ اللّٰهَ اَنْ لَّا اَتَكَشَّفَ فَدَعَا لَهَا.

عطاء بن ابی رباح نے کہا کہ مجھ سے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا: کیا میں تمہیں ایک جنتی عورت نہ دکھاؤں؟ انہوں نے عرض کیا: ضرور دکھائیے! فرمایا: یہ حبشی عورت نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور اس نے عرض کیا: میں مرگی کی وجہ سے گر پڑتی ہوں اور بے ستری ہو جاتی ہے، حضور میرے لیے اللہ سے دعا فرمائیں۔ حضور نے فرمایا: اگر تم چاہو تو صبر کرو اور تمہارے لیے جنت ہے اور تم چاہو تو میں اللہ سے دعا کروں کہ تم کو شفا دے دے۔ اس عورت

نے عرض کیا: میں صبر کروں گی۔ میں بے ستر ہو جاتی ہوں، دعا فرمائیے کہ میرا ستر نہ کھلے تو حضور نے اس کے لیے یہ دعا فرمائی۔

اُس عورت کا نام سعیرہ تھا۔ "صرع" کے معنی بے ہوش ہو کر گر پڑنے کے ہیں۔ یہ کبھی اخلاط کے فساد کے سبب ہوتا ہے جسے مرگی کہتے ہیں اور کبھی جن یا خبیث ہمزاد کے اثر سے ہوتا ہے جیسا کہ قرآن کریم میں فرمایا گیا: "یَتَخَبَّطُهُ الشَّیْطَانُ مِنَ الْمَسِّ" (البقرۃ: ۲۷۵) جسے چھو کر شیطان نے مخبوط بنا دیا ہو۔ متعدد حدیثوں میں وارد ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے مصروع کے سینے پر ہاتھ مار کر فرمایا: "اُخْرُجْ یَا عَدُوَّ اللّٰهِ فَاِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ" تو اسے قئی آئی جس میں کوئی کالی چیز گری اور وہ شفایاب ہو گیا۔

۲۵۳۱- ح: [قَالَ عَطَاءٌ اَنَّهُ رَاٰی اِمْرَاَةً عَلٰی سِتْرِ الْكَعْبَةِ]

عطاء نے کہا: میں نے ایک خاتون کو کعبہ کے پردے پر دیکھا

۲۵۳۱- اَخْبَرَنِیْ عَطَاءٌ اَنَّهُ رَاٰی اُمَّ زُفَرَ تِلْكَ، اِمْرَاَةً طَوِیْلَةً سَوْدَاءَ، عَلٰی سِتْرِ الْكَعْبَةِ.

عطاء نے کہا کہ انہوں نے ام زفر اس لمبی حبشی عورت کو کعبہ کے پردے پر دیکھا ہے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ پہلی والی حدیث میں جس عورت کا ذکر ہے اس کی کنیت ام زفر تھی۔ امام بخاری کے سیاق سے معلوم ہوتا ہے کہ اس حدیث میں جس عورت کا قصہ مذکور ہے یہ وہی عورت ہے جو پہلی حدیث میں مذکور ہے لیکن ذہبی اور ابن اثیر کے کلام سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ دونوں دو عورتیں ہیں۔ ام زفر اُمّ المؤمنین حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی مشّاطہ تھیں جو حضور اقدس ﷺ کے پاس آیا کرتی تھیں یہ دوسری بی بی تھیں۔ بزار نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اسی قسم کے قصے میں روایت کیا ہے کہ ام زفر نے عرض کیا کہ میں خبیث سے ڈرتی ہوں کہ وہ مجھے ننگا کر دے گا تو حضور نے ان کے لیے دعا کی۔ جب ان کو ڈر لگتا تو کعبہ کے پردوں میں آ کر چمٹ جاتیں۔ اس سے پتہ چلا کہ ام زفر کو جن کا آسیب تھا، مرگی نہیں تھی۔

بَابُ فَضْلِ مَنْ ذَهَبَ بَصَرُهُ (ص ۸۴۴)

اس کی فضیلت جس کی آنکھ چلی جائے

۲۵۳۲- ح: [عِوَضُهُ الْجَنَّةُ]

اس کا عوض جنت ہے

۲۵۳۲- عَنْ عَمْرٍو مَوْلَی الْمُطَّلِبِ، عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ اِنَّ اللّٰهَ قَالَ اِذَا ابْتَلَیْتُ عَبْدِیْ بِحَبِیْبَتَیْهِ فَصَبَرَ، عَوَّضْتُهُ مِنْهُمَا الْجَنَّةَ. یُرِیْدُ عَیْنَیْهِ.

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ میں نے نبی ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ بے شک اللہ تعالیٰ نے فرمایا: جب میں اپنے بندے کو اس کے دو محبوب اعضاء سے آزماتا ہوں اور وہ اس پر صبر کرتا ہے تو میں ان دونوں کے عوض اس کو جنت دیتا ہوں۔ حضور کی مراد آنکھیں ہیں۔

ترمذی میں یہ زیادہ ہے "واحتسب" مطلب یہ ہے کہ جس کی آنکھوں کی روشنی چلی جائے اور وہ صبر کرے ثواب کی اُمید پر تو اس کو ان کے عوض جنت ملے گی۔

بَابُ عِیَادَةِ الْمَرِیْضِ، رَاكِبًا وَمَاشِیًا، وَرِدْفًا عَلَی الْحِمَارِ (ص ۸۴۵)

سواری پر اپنے ساتھ کسی کو بٹھا کر، یا پیدل مریض کی عیادت کے لیے جانا

۲۵۳۳- ح: [جَاءَنِی النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ

نبی ﷺ میری عیادت کے لیے آئے،

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعُوْدُنِيْ، لَيْسَ بِرَاكِبٍ]

کسی سواری پرنہیں تھے

۲۵۳۳ - عَنْ مُحَمَّدٍ هُوَ ابْنُ الْمُنْكَدِرِ عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ جَاءَنِي النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعُوْدُنِيْ، لَيْسَ بِرَاكِبِ بَغْلٍ وَّلَا بِرْذَوْنٍ.

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم میری عیادت کے لیے تشریف لائے خچر یا گھوڑے پر سوار نہیں تھے۔

اس حدیث سے عیادت کے لیے پیدل جانا ثابت ہوا۔ اسی باب میں اس سے پہلے وہ حدیث ذکر فرمائی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کی عیادت کے لیے گدھے پر سوار ہو کر تشریف لے گئے اور حضرت اُسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کو اپنے ساتھ بٹھایا تھا۔

بَابُ تَمَنِّي الْمَرِيْضِ الْمَوْتَ (ص ۸۴۷)

مریض کا موت کی تمنا کرنا

۲۵۳۴ - حَدَّثَنَا ثَابِتٌ الْبُنَانِيُّ، عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَتَمَنَّيَنَّ اَحَدُكُمُ الْمَوْتَ مِنْ ضُرٍّ اَصَابَهُ، فَاِنْ كَانَ لَا بُدَّ فَاعِلًا، فَلْيَقُلْ اَللّٰهُمَّ اَحْيِنِيْ مَا كَانَتِ الْحَيَاةُ خَيْرًا لِّيْ، وَتَوَفَّنِيْ اِذَا كَانَتِ الْوَفَاةُ خَيْرًا لِّيْ.

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کوئی کسی تکلیف کی وجہ سے موت کی تمنا ہرگز نہ کرے۔ پس اگر ضروری ہی ہو تو یہ دعا کرے: اے اللہ! مجھ کو زندہ رکھ جب تک زندگی میرے لیے بہتر ہو اور مجھے وفات دے جب وفات میرے لیے بہتر ہو۔

(بخاری۔ کتاب الدعوات۔ باب: الدعاء بالموت والحیاۃ ص ۹۴۰، کتاب التمنی۔ باب: مایکرہ من التمنی ص ۱۰۷۴، مسلم۔ کتاب الدعوات)

حدیث میں ''ضُرٍّ'' کا لفظ ہے۔ اس کے معنی تکلیف کے ہیں جو مرض اور غیر مرض سب کو عام ہے۔ موت کی تمنا کی ممانعت کے باوجود حضرت سیدنا فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آخری حج سے واپسی میں انہوں نے مقام ضجنان میں یہ دعا فرمائی تھی: ''اَللّٰهُمَّ اِنْتَشَرَ رَعِيَّتِيْ وَضَعُفَ قُوَّتِيْ فَاقْبِضْنِيْ اِلَيْكَ غَيْرَ مَفْتُوْنٍ'' اے اللہ! میری رعایا بہت ہو گئی اور میری قوت گھٹ گئی۔ اب مجھے اس حال میں اپنی جانب اُٹھا لے کہ میں فتنے سے محفوظ رہوں۔ نیز حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ سے بھی اس قسم کی دعا منقول ہے بلکہ ابھی حدیث آرہی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دعا فرمائی: ''اَللّٰهُمَّ اَلْحِقْنِيْ بِالصَّالِحِيْنَ'' اے اللہ! مجھے نیکوں کے ساتھ ملا دے۔

اقول وھو المستعان: موت کی تمنا کرنے سے ممانعت کا محل یہ ہے کہ کسی بیماری یا مصیبت سے گھبرا کر بطور جزع فزع موت کی تمنا ممنوع ہے لیکن لقاء الٰہی کے شوق یا فتنوں میں مبتلا ہونے کے اندیشے سے موت کی دُعا کرنے کی اجازت ہے۔

۲۵۳۵- ح: [نَهَانَا اَنْ نَّدْعُوَ بِالْمَوْتِ]

آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ہم کو موت کی دعا سے منع فرمایا

۲۵۳۵ - عَنْ قَيْسِ بْنِ اَبِيْ حَازِمٍ قَالَ دَخَلْنَا عَلٰى خَبَّابٍ نَعُوْدُهُ، وَقَدِ اكْتَوٰى سَبْعَ كَيَّاتٍ، فَقَالَ اِنَّ اَصْحَابَنَا الَّذِيْنَ سَلَفُوْا مَضَوْا وَلَمْ تَنْقُصْهُمُ الدُّنْيَا، وَاِنَّا اَصَبْنَا مَا لَا نَجِدُ لَهٗ مَوْضِعًا اِلَّا التُّرَابَ، وَلَوْ لَا اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَانَا اَنْ نَّدْعُوَ بِالْمَوْتِ لَدَعَوْتُ بِهٖ ثُمَّ اَتَيْنَاهُ مَرَّةً اُخْرٰى، وَهُوَ يَبْنِيْ حَائِطًا لَهٗ،

قیس ابن حازم نے کہا کہ ہم حضرت خباب بن ارت رضی اللہ عنہ کی عیادت کے لیے گئے اور وہ سات داغ لگوائے ہوئے تھے۔ انہوں نے کہا: ہمارے وہ ساتھی جو دنیا سے چلے گئے دنیا نے ان کا کچھ نہیں گھٹایا اور ہم کو اتنا ملا ہے جس کے رکھنے کی کوئی جگہ نہیں ملتی سوائے مٹی کے۔ اگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے موت کی دُعا کرنے سے منع نہ فرمایا ہوتا تو میں اس کی دعا کرتا، پھر ہم ان کے پاس دوبارہ حاضر

فَقَالَ اِنَّ الْمُسْلِمَ يُؤْجَرُ فِيْ كُلِّ شَيْءٍ يُنْفِقُهُ، اِلَّا فِيْ شَيْءٍ يَجْعَلُهُ فِيْ هٰذَا التُّرَابِ.

ہوئے تو وہ اپنے باغ بنوا رہے تھے تو فرمایا: مسلمان جو بھی خرچ کرے اس کے لیے اس میں اجر ہے مگر وہ جسے اس مٹی میں ڈال دے۔

(بخاری۔ کتاب الدعوات۔ باب: الدعاء بالموت والحیاۃ ص ۹۴۰۔۹۴۱ دوطریقوں سے کتاب الرقاق۔ باب: مایحذرمن زھرۃ الدنیا ص ۹۵۲ دوطریقوں سے کتاب التمنی۔ باب: مایکرہ من التمنی ص ۱۰۷۴ مسلم۔ کتاب الدعوات نسائی۔ کتاب الجنائز)

حضرت خباب بن ارت رضی اللہ عنہ کے پیٹ میں کوئی تکلیف تھی اس کے لیے انہوں نے داغ لگوایا تھا، بعض احادیث میں بطورِ علاج داغنے سے ممانعت آئی ہے۔ اس کا محمل یہ ہے کہ اگر یہ اعتقاد ہو کہ داغنا ہی حقیقی شفا دینے والا ہے تو ممانعت ہے لیکن جو یہ اعتقاد رکھے کہ شفا دینے والا اللہ عزوجل ہے اور داغنا اس کا سبب ہے تو کوئی حرج نہیں۔

۲۵۳۶- اَخْبَرَنِیْ اَبُوْ عُبَيْدٍ مَوْلٰى عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ اَنَّ اَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لَنْ يُّدْخِلَ اَحَدًا عَمَلُهُ الْجَنَّةَ. قَالُوْا وَلَا اَنْتَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ؟ قَالَ لَا، وَلَا اَنَا، اِلَّا اَنْ يَّتَغَمَّدَنِيَ اللّٰهُ بِفَضْلٍ وَّرَحْمَةٍ، فَسَدِّدُوْا وَقَارِبُوْا، وَلَا يَتَمَنَّيَنَّ اَحَدُكُمُ الْمَوْتَ اِمَّا مُحْسِنًا فَلَعَلَّهُ اَنْ يَّزْدَادَ خَيْرًا، وَاِمَّا مُسِيْئًا فَلَعَلَّهُ اَنْ يَّسْتَعْتِبَ. (مسلم)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ کسی کو اس کا عمل جنت میں داخل نہیں کرے گا۔ لوگوں نے عرض کیا: آپ کو بھی یا رسول اللہ! فرمایا: ہاں! مجھے بھی مگر یہ کہ اللہ عزوجل مجھے اپنے فضل و رحم سے نوازے گا۔ تو صحیح راستے پر چلو اور میانہ روی اختیار کرو اور تم میں کوئی موت کی تمنا نہ کرے۔ اگر وہ نیکوکار ہے تو امید یہ ہے کہ وہ نیکی زیادہ کرے گا اور اگر بدکار ہے تو ہوسکتا ہے کہ وہ اللہ کی رضا طلب کرے۔

ہمارا مذہب یہ ہے کہ ثواب اور عذاب کا ثبوت عقل سے نہیں ہوتا اور اللہ تعالیٰ پر یہ واجب نہیں کہ نیکوکار کو جنت میں بھیجے یا بدکار کو جہنم میں۔ اگر وہ تمام مومنوں پر عذاب کرے تو یہ بتقاضائے عقل ہے لیکن چونکہ اس نے خبر دی ہے کہ مومنوں کو بخشے گا اور کافروں کو عذاب دے گا اس لیے ایسا ہی کرے گا اور معتزلہ کہتے ہیں کہ ثواب اور عذاب کا ثبوت عقل سے ہے۔ اطاعت ثواب کی موجب ہے اور گناہ عذاب کا۔ یہ حدیث معتزلہ کا رد ہے۔

۲۵۳۷- ح: [دُعَاءُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَللّٰهُمَّ اَلْحِقْنِيْ بِالرَّفِيْقِ الْاَعْلٰى]

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دعا فرمائی: اے اللہ! مجھے رفیق اعلیٰ سے لاحق فرما

۲۵۳۷- عَنْ عَبَّادِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الزُّبَيْرِ قَالَ سَمِعْتُ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ مُسْتَنِدٌ اِلَيَّ يَقُوْلُ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِيْ وَارْحَمْنِيْ وَاَلْحِقْنِيْ بِالرَّفِيْقِ الْاَعْلٰى.

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ کہتے ہوئے سنا اور حضور مجھ پر ٹیک لگائے ہوئے تھے: اے اللہ! مجھے بخش دے اور مجھ پر رحم فرما اور رفیق اعلیٰ سے مجھے لاحق فرما۔

اس کی توجیہ گزر گئی کہ اگر اللہ عزوجل سے شوق لقاء میں کوئی دعاء کرے تو منع نہیں۔ منع یہ ہے کہ بیماری یا تکلیف کی وجہ سے بطور جزع فزع موت کی تمنا کرے۔ پھر یہ دعا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وقت فرمائی ہے جب وصال کا یقین ہو چکا تھا اور جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ان فرشتوں کو ملاحظہ فرما لیا تھا جو موت کے وقت آتے ہیں اور مومنین وصالحین کو بشارت دیتے ہیں۔ جو اسی حدیث میں ہے کہ جب حضرت سیدہ فاطمہ زہراء رضی اللہ عنہا نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی تکلیف دیکھ کر یہ کہا تھا: "واکربا اباہ" تو حضور نے فرمایا

کہ آج کے بعد تمہارے باپ پر کوئی تکلیف نہیں۔ یہ دعا ایک طرح سے اپنے وصال کی خبر دینی تھی۔ چنانچہ اس دعا کے بعد ہی آپ کا وصال ہوگیا۔

بَابُ دُعَاءِ الْعَائِدِ لِلْمَرِيْضِ (ص ۸۴۷) عیادت کرنے والے کا مریض کے لیے دعا کرنا

۲۵۳۸- عَنْ مَسْرُوْقٍ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، كَانَ اِذَا اَتٰى مَرِيْضًا اَوْ اُتِيَ بِهٖ، قَالَ اَذْهِبِ الْبَاسَ رَبَّ النَّاسِ، اِشْفِ وَاَنْتَ الشَّافِيْ، لَا شِفَاءَ اِلَّا شِفَاؤُكَ، شِفَاءً لَّا يُغَادِرُ سَقَمًا. (بخاری۔ باب: رقیۃ النبی ص ۸۵۵، باب: مسح الراقی فی الوجع ص ۸۵۴، مسلم، نسائی۔ کتاب الطب)

اُمّ المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ کسی مریض کے پاس تشریف لے جاتے یا حضور کے پاس کوئی مریض لایا جاتا تو فرماتے: تکلیف دور فرمادے لوگوں کے پروردگار! شفا دے اور تو ہی شفا دینے والا ہے، سوائے تیری شفا کے اور کوئی شفا نہیں، ایسی شفا دے جو بیماری کچھ بھی نہ چھوڑے۔

''کان اذا اتی مریضا او اُتِیَ بِهٖ'' کو شارحین نے راوی کا شک قرار دیا ہے۔ ہوسکتا ہے اس سند میں یہی ہو لیکن یہ تنویع کے لیے بھی ہوسکتا ہے، یعنی جب خود حضور اقدس ﷺ مریض کے پاس تشریف لے جاتے تو بھی یہی دعا پڑھتے اور کوئی مریض حضور کی خدمت میں لایا جاتا تو بھی یہی دعا پڑھتے۔ کتاب الطب وغیرہ میں یہی حدیث یوں ہے کہ نبی ﷺ ان میں سے بعض کو بیماری سے بچانے کی دعا کرتے اور اپنے داہنے ہاتھ کو مسح فرماتے اور دعا یوں فرماتے: ''اللّٰھم رب الناس اَذْھِبِ الباس واشفه انت الشافی لا شفاء الا شفاءُ ك شِفاءً لا يُغَادِرُ سُقْمًا''۔

ت۷٤٦ - قَالَ عَمْرُو بْنُ اَبِيْ قَيْسٍ وَاِبْرَاهِيْمُ بْنُ طَهْمَانَ، عَنْ مَنْصُوْرٍ، عَنْ اِبْرَاهِيْمَ وَاَبِي الضُّحٰى اِذَا اُتِيَ بِالْمَرِيْضِ. وَقَالَ جَرِيْرٌ، عَنْ مَنْصُوْرٍ، عَنْ اَبِي الضُّحٰى وَحْدَهٗ، وَقَالَ اِذَا اَتٰى مَرِيْضًا.

منصور نے ابراہیم اور ابوالضحیٰ سے روایت کی کہ حدیث میں یہ ہے ''اِذَا اُتِيَ بِالْمَرِيْضِ'' اور جریر نے کہا: منصور نے ابی الضحیٰ سے تنہا جو روایت کی اس میں یہ ہے: ''اِذَا اَتٰى مَرِيْضًا''۔

اس تعلیق کا حاصل یہ ہے کہ منصور سے اس حدیث میں تین طرح کی روایتیں ہیں: ''بطریق ابراھیم عن منصور عن عائشه'' میں تردید ہے ''کان اذا اتی مریضا او اُتِیَ بِهٖ'' لیکن منصور ہی سے بہ طریق ابراہیم وابوالضحیٰ جو روایت ہے اس میں صرف یہ ہے ''اِذَا اُتِيَ بِالْمَرِيْض'' اور منصور ہی سے تیسری روایت تنہا ابوالضحیٰ سے یہ ہے کہ ''اذا اتی مریضا'' یہ حضرت امام بخاری کی روایت میں اعلیٰ درجہ کی احتیاط ہے کہ اس سلسلہ کی تمام روایتوں کو یکجا کر دیا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

٧٦- كِتَابُ الطِّبِّ (ص ٨٤٧)

[طب کا بیان]

بَابُ مَا أَنْزَلَ اللّٰهُ دَاءً إِلَّا أَنْزَلَ لَهُ شِفَاءً (ص ٨٤٧)

اللہ نے جو بیماری بھی اُتاری ہے اس کے لیے شفاء بھی اُتاری ہے

٢٥٣٩ - حَدَّثَنِي عَطَاءُ بْنُ أَبِي رَبَاحٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا أَنْزَلَ اللّٰهُ دَاءً إِلَّا أَنْزَلَ لَهُ شِفَاءً. (نسائی۔ کتاب الطب)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے کہ آپ نے فرمایا: اللہ عزوجل نے کوئی ایسی بیماری نہیں اُتاری ہے مگر اس کے لیے دوا بھی اُتاری ہے۔

یہ حدیث اپنے عموم پر نہیں۔ اس سے موت اور بڑھاپا مستثنیٰ ہیں جیسا کہ دوسری حدیثوں میں مذکور ہے۔ یہ اللہ عزوجل کا کرم خصوصی ہے کہ ہر بیماری کے لیے دوا اُتاری لیکن یہ ضروری نہیں ہے کہ ہر بیماری میں جو اس کی دوا ہے اس کا معالج کو علم ہو جائے۔ کبھی مرض کی تشخیص میں غلطی ہو جاتی ہے اور کبھی دوا کی تجویز میں۔

بَابُ الشِّفَاءِ فِي ثَلَاثٍ (ص ٨٤٨)

تین چیزوں میں شفاء ہے

٢٥٤٠ - عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ الشِّفَاءُ فِي ثَلَاثَةٍ شَرْبَةِ عَسَلٍ، وَشَرْطَةِ مِحْجَمٍ، وَكَيَّةِ نَارٍ، وَأَنْهَى أُمَّتِي عَنِ الْكَيِّ. رَفَعَ الْحَدِيثَ. وَرَوَاهُ الْقُمِّيُّ، عَنْ لَيْثٍ، عَنْ مُجَاهِدٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْعَسَلِ وَالْحَجْمِ. (ابن ماجہ۔ کتاب الطب)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ شفاء تین چیزوں میں ہے، شہد پینے میں اور سینگی لگوانے میں اور آگ سے داغنے میں اور میں اپنی امت کو داغنے سے منع کرتا ہوں، اور انہوں نے حدیث کو مرفوع کیا اور ''بطریق قمی عن لیث'' جو روایت ہے اس میں تصریح ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں مگر اس میں صرف شہد اور سینگی کا ذکر ہے۔

اس کے بعد امام بخاری نے اسی حدیث کو بہ طریق محمد بن عبدالرحیم روایت کیا ہے۔ اس میں تصریح ہے ''عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال''۔

بَابُ الدَّوَاءِ بِالْعَسَلِ

شہد سے دوا کرنا

وَقَوْلِ اللّٰهِ تَعَالَى ﴿فِيهِ شِفَاءٌ لِلنَّاسِ﴾ (النحل: ٦٩) (ص ٨٤٨)

اور اللہ تعالیٰ کے ارشاد کا بیان: اس میں لوگوں کے لیے شفاء ہے۔

جمہور کا قول یہی ہے کہ ''فیہ شفا للناس'' میں ''فیہ'' کی ضمیر کا مرجع ''عسل'' ہے۔ اس پر یہ شبہہ وارد کیا گیا کہ شہد گرم مزاج والوں کو اور صفراء کی بیماری میں مضر ہے۔ جواب یہ ہے کہ یہ بہ اعتبار اغلب و اکثر کے لیے ہے اور عام مخصوص منہ البعض ہے۔ کچھ لوگوں نے کہا: اس آیت میں ''فیــہ'' کا مرجع قرآن ہے، لیکن آیت کے سیاق میں کہیں قرآن کا ذکر نہیں اس لیے راجح جمہور کا قول ہے۔

۲۵۴۱- ح: [اِنْ كَانَ فِيْ شَيْءٍ مِنْ اَدْوِيَتِكُمْ خَيْرٌ فَفِيْ شَرْطَةِ مِحْجَمٍ اَوْ شَرْبَةِ عَسَلٍ اَوْ لَذْعَةٍ بِنَارٍ]

اگر تمہاری کچھ دواؤں میں خیر ہوتا تو سینگی میں، شہد میں، داغنے میں ہوتا

۲۵۴۱ - عَنْ عَاصِمِ بْنِ عُمَرَ بْنِ قَتَادَةَ قَالَ سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِنْ كَانَ فِيْ شَيْءٍ مِنْ اَدْوِيَتِكُمْ اَوْ يَكُوْنُ فِيْ شَيْءٍ مِّنْ اَدْوِيَتِكُمْ خَيْرٌ فَفِيْ شَرْطَةِ مِحْجَمٍ، اَوْ شَرْبَةِ عَسَلٍ، اَوْ لَذْعَةٍ بِنَارٍ، تُوَافِقُ الدَّاءَ، وَمَا اُحِبُّ اَنْ اَكْتَوِيَ.

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کہا کہ میں نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: اگر تمہاری دواؤں میں سے کسی میں خیر ہے تو سینگی میں ہے یا شہد پینے میں ہے یا آگ سے داغنے میں ہے جو بھی بیماری کے موافق ہو اور میں داغنے کو پسند نہیں کرتا۔

(بخاری۔ کتاب الطب۔ باب: الحجامة من الداء ص۸۴۹، ایضاً۔ باب: الحجامة من الشقيقة ص۸۵۰، ایضاً۔ باب: من اکتوی او اکوی غیرہ ص۸۵۰، مسلم نسائی۔ کتاب الطب)

ابن تین نے کہا کہ اس حدیث میں جو وارد ہے ''اویکون فی شیء'' کی جگہ ''یکن'' ہونا چاہیے، اس لیے کہ یہ ''کان'' پر معطوف ہے جس پر ''اِنْ'' داخل ہے۔ مسند امام احمد کی روایت میں ہے ''ان یکن''۔ اس حدیث میں جو فرمایا کہ میں داغنے کو پسند نہیں فرماتا، یہ اس کی دلیل ہے کہ داغنے سے ممانعت تحریم کے لیے نہیں تنزیہ کے لیے ہے اور اس کی دلیل یہ بھی ہے کہ خود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنے دست مبارک سے داغا تھا۔

۲۵۴۲- ح: [اُعْطِيَ الْعَسَلُ الشِّفَاءَ]

شہد کو شفاء بخشی

۲۵۴۲ - عَنْ اَبِيْ سَعِيْدٍ اَنَّ رَجُلًا اَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اَخِيْ يَشْتَكِيْ بَطْنَهُ، فَقَالَ اِسْقِهِ عَسَلًا. ثُمَّ اَتَى الثَّانِيَةَ، فَقَالَ اِسْقِهِ عَسَلًا. ثُمَّ اَتَاهُ الثَّالِثَةَ فَقَالَ اِسْقِهِ عَسَلًا ثُمَّ اَتَاهُ فَقَالَ فَعَلْتُ، فَقَالَ صَدَقَ اللّٰهُ وَكَذَبَ بَطْنُ اَخِيْكَ، اِسْقِهِ عَسَلًا فَسَقَاهُ فَبَرَاَ. (بخاری۔ باب: دواء المبطون ص۸۵۱، مسلم۔ کتاب الطب، نسائی۔ کتاب الطب والولیمہ)

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک صاحب نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: میرے بھائی کو پیٹ کی تکلیف ہے۔ فرمایا: اس کو شہد پلاؤ، وہ پھر دوبارہ آیا تو فرمایا: اس کو شہد پلاؤ، پھر تیسری بار آیا تو فرمایا: اس کو شہد پلاؤ، پھر وہ آیا اور عرض کیا: میں نے کیا۔ فرمایا: اللہ نے سچ فرمایا اور تیرے بھائی کا پیٹ جھوٹا ہے اس کو شہد پلاؤ، پھر انہوں نے پلایا تو ٹھیک ہو گیا۔

اس روایت میں اختصار ہے۔ مسلم کی روایت میں ہے کہ میرے بھائی کو دست آرہے ہیں تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس

کو شہد پلاؤ۔ اس نے پلایا' پھر آیا اور کہا: میں نے پلایا تو دست اور بڑھ گئے۔ یہی قصہ چار بار ہوا۔ چوتھی بار رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ نے سچ فرمایا اور تیرے بھائی کا پیٹ جھوٹا ہے' پھر اس نے شہد پلایا اور ٹھیک ہوگیا۔ ''صدق اللہ'' سے مراد اللہ عزوجل کا یہ ارشاد ہے کہ شہد کے بارے میں فرمایا: ''فیه شفآءٌ للناس'' (النحل:٦٩)۔

بہ طریق طب دست عموماً بدہضمی سے آتا ہے۔ فاسد مادہ پیٹ میں جمع ہو جاتا ہے۔ شفاء کامل کے لیے ضروری ہے کہ تمام فاسد مادہ نکل جائے۔ ابتداءً شہد پلانے سے یہی ہوا کہ فاسد مادہ تیزی سے نکلنے لگا' جب کُل فاسد مادہ نکل گیا تو وہ تندرست ہوگیا۔

بَابُ الْحَبَّةِ السَّوْدَاءِ (ص ٨٤٨)
کلونجی (منگریلا) کا بیان

٢٥٤٣- ح: [اَلْحَبَّةُ السَّوْدَاءُ شِفَاءٌ مِّنْ كُلِّ دَاءٍ اِلَّا مِنَ السَّامِ]
کلونجی ہر بیماری کی شفاء ہے سوائے موت کے

٢٥٤٣ - عَنْ خَالِدِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ خَرَجْنَا وَمَعَنَا غَالِبُ بْنُ اَبْجَرَ فَمَرِضَ فِي الطَّرِيْقِ' فَقَدِمْنَا الْمَدِيْنَةَ وَهُوَ مَرِيْضٌ' فَعَادَهُ ابْنُ اَبِيْ عَتِيْقٍ' فَقَالَ لَنَا عَلَيْكُمْ بِهٰذِهِ الْحُبَيْبَةِ السَّوْدَاءِ' فَخُذُوْا مِنْهَا خَمْسًا اَوْ سَبْعًا فَاسْحَقُوْهَا' ثُمَّ اقْطُرُوْهَا فِيْ اَنْفِهٖ بِقَطَرَاتِ زَيْتٍ' فِيْ هٰذَا الْجَانِبِ' وَفِيْ هٰذَا الْجَانِبِ' فَاِنَّ عَائِشَةَ حَدَّثَتْنِيْ اَنَّهَا سَمِعَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِنَّ هٰذِهِ الْحَبَّةَ السَّوْدَاءَ شِفَاءٌ مِّنْ كُلِّ دَاءٍ اِلَّا مِنَ السَّامِ. قُلْتُ وَمَا السَّامُ؟ قَالَ الْمَوْتُ. (ابن ماجہ)

حضرت خالد بن سعد رضی اللہ عنہ سے مروی ہے' انہوں نے کہا: ہم باہر گئے ہوئے تھے اور ہمارے ساتھ غالب بن ابجر تھے۔ وہ راستے میں بیمار پڑ گئے۔ ہم مدینہ آئے اور وہ بیمار ہی رہے' ان کو دیکھنے کے لیے ابن ابی عتیق آئے تو انہوں نے ہم سے کہا: اس چھوٹے کالے دانے سے علاج کرو' اس میں سے پانچ یا سات لو اور اسے پیس ڈالو اور پھر روغن زیتون ملا کر اس کے چند قطرے اس کے ناک میں ڈالو۔ اس جانب بھی اور اس جانب بھی۔ اس لیے کہ اُمّ المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے مجھ سے حدیث بیان کی کہ انہوں نے نبی ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ اس کالے دانے میں سام کے سوا ہر بیماری سے شفاء ہے۔ میں نے پوچھا: سام کیا ہے؟ انہوں نے کہا: موت۔

خالد بن سعد' حضرت ابو مسعود بدری انصاری کے غلام ہیں جو صحابی نہیں' اور ابن ابی عتیق سے مراد عبداللہ بن محمد بن عبدالرحمن بن ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہم ہیں۔ کلونجی کا ہر بیماری سے شفاء ہونا بھی بہ اعتبار اغلب و اکثر کے ہے' یا مراد یہ ہے کہ اسے مناسب دواؤں میں ملا کر دیا جائے تو ہر بیماری سے شفاء ہے اور عرفاء نے فرمایا کہ جو اللہ عزوجل اور اس کے رسول ﷺ کے ارشاد کی سچائی پر اعتماد کر کے کسی بھی بیماری میں شہد یا کلونجی کو استعمال کرے تو اسے شفاء حاصل ہوگی۔

٢٥٤٤ - اَخْبَرَنِيْ اَبُوْ سَلَمَةَ وَسَعِيْدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ اَنَّ اَبَا هُرَيْرَةَ اَخْبَرَهُمَا اَنَّهٗ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ فِي الْحَبَّةِ السَّوْدَاءِ شِفَاءٌ مِّنْ كُلِّ دَاءٍ اِلَّا السَّامَ قَالَ ابْنُ شِهَابٍ وَالسَّامُ الْمَوْتُ' وَالْحَبَّةُ السَّوْدَاءُ الشُّوْنِيْزُ.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے خبر دی کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: حبۃ السوداء میں موت کے علاوہ ہر بیماری سے شفاء ہے۔ ابن شہاب نے کہا کہ سام کے معنی موت ہے اور الحبۃ السوداء شونیز کو کہتے ہیں یعنی کلونجی (منگریلا)۔

بَابُ التَّلْبِيْنَةِ لِلْمَرِيْضِ (ص ۸۴۹)

مریض کے لیے تلبینہ پلانا

۲۵۴۵ - عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا اَنَّهَا كَانَتْ تَأْمُرُ بِالتَّلْبِيْنَةِ وَتَقُوْلُ هُوَ الْبَغِيْضُ النَّافِعُ.

اُمّ المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا مریض کو تلبینہ پلانے کا حکم دیتیں اور فرماتیں: یہ ناپسند نفع دینے والا ہے۔

یعنی مریض اس کو پسند نہیں کرتے مگر یہ سود مند ہے۔

بَابُ السُّعُوْطِ بِالْقُسْطِ الْهِنْدِيِّ وَالْبَحْرِيِّ

قسط ہندی اور بحری کو ناک میں ڈالنا

وَهُوَ الْكُسْتُ، مِثْلُ الْكَافُوْرِ، وَالْقَافُوْرِ، مِثْلُ ﴿كُشِطَتْ﴾ (التکویر:۱۱) وَقُشِطَتْ نُزِعَتْ، وَقَرَأَ عَبْدُ اللّٰهِ قُشِطَتْ. (ص ۸۴۹)

اور یہ "کُست" ہے جیسے کافور اور قافور جیسے "کُشِطَتْ" نکال لیا جائے، اور عبداللہ نے "قُشِطَتْ" پڑھا۔

توضیح

"قُسط" دو ہوتی ہیں۔ ایک ہندی جو ہندوستان میں پیدا ہوتی ہے۔ یہ موٹی کالی ہلکی ہوتی ہے اور قسط بحری سفید رنگ کی ہلکی ہوتی ہے جو بلادِ مغرب سے آتی ہے۔ ہندی میں حرارت زیادہ ہوتی ہے۔

۲۵۴۶- ح: [اِنَّ الْعُوْدَ الْهِنْدِيَّ فِيْهِ سَبْعَةُ اَشْفِيَةٍ]

عود ہندی میں سات بیماریوں سے شفاء ہے

۲۵۴۶ - عَنْ اُمِّ قَيْسٍ بِنْتِ مِحْصَنٍ قَالَتْ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ عَلَيْكُمْ بِهٰذَا الْعُوْدِ الْهِنْدِيِّ، فَاِنَّ فِيْهِ سَبْعَةَ اَشْفِيَةٍ يُسْتَعَطُ بِهٖ مِنَ الْعُذْرَةِ، وَيُلَدُّ بِهٖ مِنْ ذَاتِ الْجَنْبِ.

حضرت ام قیس بنت محصن رضی اللہ عنہا نے کہا: میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: تم لوگ اس عود ہندی سے علاج کرو اس میں سات شفاء ئیں ہیں، عذرہ میں یہ ناک میں سڑکی جاتی ہے اور نمونیہ میں منہ میں ڈالی جاتی ہے۔

(بخاری۔ باب: اللدود ص ۸۵۰، ایضاً۔ باب: العذرۃ ص ۸۵۱، ایضاً۔ باب: ذات الجنب ص ۸۵۲، مسلم، ابوداؤد، نسائی۔ کتاب الطب)

باب "العذرۃ" میں ہے کہ ام قیس بنت محصن ان عورتوں میں سے تھیں جنہوں نے پہلے پہل ہجرت کی تھی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کی تھی اور یہ عکاشہ بنت محصن کی بہن تھیں۔ وہ اپنے بیٹے کو لے کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور انہوں نے اس بچے کو عذرہ کی بیماری کی وجہ سے انگلی سے حلق دبا دیا تھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ سے ڈرو! تم کیوں اپنے بچوں کے حلق کو انگلیوں سے دباتی ہو؟

عُذْرَۃ

حلق میں ایک بیماری ہے جس میں کوے میں ورم ہو جاتا ہے، عود ہندی کی تفسیر باب العذرۃ میں قسط سے کی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے قسط میں سات شفائیں بتائیں، پانچ کو چھوڑ دیا، غالباً یہ اس بناء پر ہے کہ عام طور پر جن دو بیماریوں میں وہاں مستعمل تھی ان کو بیان فرمایا۔

بَابُ الْحِجَامَةِ مِنَ الدَّاءِ (ص ۸۴۹)

بیماری سے سینگی لگوانا

۲۵۴۷ - اَخْبَرَنَا حُمَيْدُ الطَّوِيْلُ، عَنْ اَنَسٍ رَضِيَ

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ إِنَّ اَمْثَلَ مَا تَدَاوَيْتُمْ بِهِ الْحِجَامَةُ، وَالْقُسْطُ الْبَحْرِيُّ. وَقَالَ لَا تُعَذِّبُوْا صِبْيَانَكُمْ بِالْغَمْزِ مِنَ الْعُذْرَةِ، وَعَلَيْكُمْ بِالْقُسْطِ.

فرمایا: جن چیزوں سے تم علاج کرتے ہو ان میں سب سے افضل سینگی لگانا ہے اور قسط بحری ہے اور فرمایا: عذرہ سے شفاء کے لیے اپنے بچوں کو چٹکی سے تکلیف مت دو اور قسط استعمال کرو۔

سابقاً گزر چکا کہ عذرہ بچوں کے کوے میں ایک قسم کے ورم کا نام ہے جس کا علاج یہ کرتے تھے کہ انگلی سے اس کو دبا دیتے تھے جس سے بچوں کو بہت تکلیف ہوتی تھی کبھی زخم بھی ہو جاتا۔ اس سے منع فرمایا اور فرمایا کہ قسط پیس کر اس پر لگا دو۔

٢٥٤٨- ح: [قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ فِي الْحِجَامَةِ شِفَاءٌ]

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ سینگی میں شفاء ہے

٢٥٤٨- اَنَّ عَاصِمَ بْنَ عُمَرَ بْنِ قَتَادَةَ حَدَّثَهُ اَنَّ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا دَعَا الْمُقَنَّعَ ثُمَّ قَالَ لَا اَبْرَحُ حَتّٰى تَحْتَجِمَ، فَاِنِّيْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِنَّ فِيْهِ شِفَاءً.

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما مقنع کی بیمار پرسی کے لیے تشریف لے گئے، پھر فرمایا: میں یہاں سے نہیں ٹلوں گا جب تک تو سینگی نہیں لگوا لے گا اس لیے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ بے شک اس میں شفا ہے۔

(مسلم، نسائی۔ کتاب الطب)

بَابُ الْجُذَامِ (ص ٨٥٠)

جذام کا بیان

ت ٧٤٧- حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ مِيْنَاءَ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا هُرَيْرَةَ يَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا عَدْوٰى وَلَا طِيَرَةَ، وَلَا هَامَةَ وَلَا صَفَرَ، وَفِرَّ مِنَ الْمَجْذُوْمِ كَمَا تَفِرُّ مِنَ الْاَسَدِ.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ بیماری کی چھوت نہیں اور نہ بدشگونی اور نہ ہامہ ہے اور نہ صفر اور کوڑھی سے یوں بھاگو جیسے شیر سے بھاگتے ہو۔

(بخاری۔ باب: لاصفر ص ٨٥١، باب: لاهامة ص ٨٥٩، باب: لاعدوی ص ٨٥٩)

اس حدیث کے راوی عفان بن مسلم صفار امام بخاری کے شیوخ میں سے ہیں مگر اکثر ان سے کسی واسطے سے روایت کرتے ہیں۔ اسی لیے یہ تعلیق ہے اور صحیح ہے یعنی ضعیف نہیں۔

عدوٰی

اہل جاہلیت کا اعتقاد تھا کہ بعض بیماریاں ایسی ہیں جو دوسرے کو لگ جاتی ہیں، جیسے جذام، خارش، طاعون وغیرہ۔ اس کی حضور اقدس ﷺ نے نفی فرمائی۔ ایک اعرابی حاضر ہوئے انہوں نے عرض کیا کہ ہمارے اونٹ صاف ستھرے اچھے ہوتے ہیں، اس میں ایک خارش زدہ اونٹ آتا ہے اور سب کو خارش زدہ بنا دیتا ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا: کس نے پہلے کو خارش زدہ بنایا۔ اس نے عرض کیا: اللہ نے۔ فرمایا: اسی طرح سب کو اللہ نے خارش زدہ بنایا۔

طیرۃ

"طیرۃ" اس کا معنی بدشگونی ہے۔ عرب کی عادت تھی کہ جب سفر کے لیے نکلتے تو اگر کوئی پرندہ دائیں طرف سے اڑتا تو اس کو مبارک جانتے اور اگر بائیں طرف اڑتا تو اس کو برا شگون جانتے۔ اس قسم کے اور بھی توہمات پھیلے ہوئے تھے اور آج ہمارے بھی

معاشرے میں پھیلے ہوئے ہیں۔ حضور اقدس ﷺ نے ان تمام توہمات کو دفع فرمایا۔

هامَة

ایک چڑے کا نام ہے۔ ایک قول ہے کہ یہ اُلو ہے۔ اہل جاہلیت کا اعتقاد تھا کہ یہ چڑیا جب کسی گھر پر بیٹھتی ہے تو اس گھر میں کوئی مصیبت نازل ہوتی ہے۔ آج بھی جاہلوں میں یہ مشہور ہے کہ اُلو جس گھر میں بولے یا جس گھر کی چھت پر بولے اس گھر میں کوئی مصیبت نازل ہوگی۔ ایک قول یہ ہے کہ اہل جاہلیت کا اعتقاد تھا کہ مردہ کی ہڈیاں ھامہ ہو کر اُڑتی ہیں۔ ایک قول یہ ہے کہ ان کا اعتقاد یہ تھا کہ جس مقتول کا قصاص نہ لیا جائے وہ ھامہ ہو جاتا ہے اور وہ کہتا رہتا ہے: مجھے پلاؤ مجھے پلاؤ۔ جب اس کا قصاص لے لیا جاتا ہے تو وہ اُڑ جاتا ہے۔ ان سب توہمات کا حضور اقدس ﷺ نے رد فرمایا کہ یہ سب کچھ نہیں ہے۔

صَفَر

عرب والوں کا دستور تھا کہ لڑنے کے لیے کبھی محرم کو صفر سے بدل دیتے۔ ایک قول یہ ہے کہ وہ پیٹ کی بیماری ہے جیسا کہ امام بخاری آگے چل کر باب باندھیں گے ''**باب لا صفر و هو داء یا خذ البطن**''۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ کچھ لوگ صفر کے مہینے کو منحوس سمجھتے ہوں، اس کی نفی فرمائی۔

لاعدوٰی

''**لاعــدوٰی**'' کے عموم میں جذام بھی داخل ہے، پھر مجذوم سے بھاگنے کا حکم کس بناء پر ہے۔ علماء نے اس کی توجیہ یہ کی کہ اگر کوئی مجذوم کے پاس اُٹھے بیٹھے گا اور خدانخواستہ من جانب اللہ اسے جذام ہو جائے گا تو ہو سکتا ہے کہ وہ یہ اعتقاد کرنے لگے کہ مجھے اس کی چھوت لگ گئی۔ ورنہ ابوداؤد میں حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مجذوم کا ہاتھ پکڑا اور اپنے ہاتھ کے ساتھ اس کا ہاتھ پیالے میں رکھا اور فرمایا: کھا، اللہ کے نام سے شروع اور اللہ پر بھروسہ اور توکل ہے۔

مسلم میں بہ طریق علاء بن عبدالرحمٰن اس حدیث میں یہ زیادہ ہے ''**ولا نــوء**'' اور بچھتر نہیں۔ عرب کا اعتقاد تھا کہ ستاروں کو بارش میں دخل ہے۔ جب بارش ہوتی تو کہتے: ''**مُطِرْنَا بِنَوْءِ كَذَا**'' ہم پر فلاں بچھتر سے بارش ہوئی۔ حضور اقدس ﷺ نے اس کو باطل فرمایا۔

بخاری ہی میں دوسرے ابواب میں ہے کہ ایک اعرابی کھڑے ہوئے اور عرض کیا: حضور! کیا حال ہے میرے اونٹوں کا کہ وہ ریگستان میں ہرنوں کی طرح ہوتے ہیں۔ پھر ایک خارش زدہ اونٹ آتا ہے اور پھر ان میں رہنے لگتا ہے اور ان سب کو خارش زدہ کر دیتا ہے۔ حضور نے فرمایا: پہلے اونٹ کو کہاں سے بیماری لگی؟

بَابُ ذَاتِ الْجَنْبِ (ص ۸۵۲) — نمونیا کا بیان

۲۵۴۹ - **حَدَّثَنَا حَمَّادٌ قَالَ قُرِئَ عَلٰی اَيُّوْبَ مِنْ كُتُبِ اَبِي قِلَابَةَ مِنْهُ مَا حَدَّثَ بِهٖ وَمِنْهُ مَا قُرِئَ عَلَيْهِ وَكَانَ هٰذَا فِي الْكِتَابِ عَنْ اَنَسٍ اَنَّ اَبَا طَلْحَةَ وَاَنَسَ بْنَ النَّضْرِ كَوَيَاهُ وَكَوَاهُ اَبُوْ طَلْحَةَ بِيَدِهٖ. وَقَالَ عَبَّادُ بْنُ مَنْصُوْرٍ عَنْ اَيُّوْبَ عَنْ اَبِي قِلَابَةَ عَنْ اَنَسِ بْنِ**

حماد نے کہا: ایوب پر ابوقلابہ کی کتابوں میں سے پڑھا گیا۔ ان میں سے کچھ وہ ہے جس کو ایوب نے ''حَدَّثَ'' کے صیغے سے بیان کیا اور کچھ وہ ہے جو ان پر پڑھا گیا اور جو میں بیان کرتا ہوں بھی اس کتاب میں ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی تھا کہ حضرت ابوطلحہ اور انس بن نضر نے ان کو داغا اور ان کو ابوطلحہ نے اپنے ہاتھ

مَالِكٍ قَالَ اَذِنَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِاَهْلِ بَيْتٍ مِّنَ الْاَنْصَارِ اَنْ يَّرْقُوْا مِنَ الْحُمَةِ وَالْاُذُنِ. قَالَ اَنَسٌ كُوِيْتُ مِنْ ذَاتِ الْجَنْبِ، وَرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَيٌّ، وَشَهِدَنِيْ اَبُوْ طَلْحَةَ وَاَنَسُ بْنُ النَّضْرِ وَزَيْدُ بْنُ ثَابِتٍ، وَاَبُوْ طَلْحَةَ كَوَانِيْ.

سے داغا اور عباد بن منصور نے عن ایوب عن ابی قلابۃ عن انس بن مالک رضی اللہ عنہ روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے انصار کے ایک گھر والے کو زہریلے جانوروں کے کاٹے اور کان کے درد کے لیے دم کرنے کی اجازت فرمائی۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نمونیا کے باعث مجھے رسول اللہ ﷺ کی ظاہری حیاتِ مبارکہ میں داغا گیا اور میرے پاس حضرت ابوطلحہ اور حضرت انس بن نضر اور حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہم موجود تھے اور مجھے ابوطلحہ نے داغا تھا۔

یہ بحث گزر چکی کہ صحیح یہ ہے کہ جس کتاب پر اعتماد ہو کہ یہ فلاں کی ہے اور شرعاً قابل اعتماد ذریعے سے کسی تک پہنچی ہو تو اس سے روایت صحیح ہے۔ اس کی توجیہ گزر چکی کہ ممانعت کے باوجود صحابۂ کرام نے کیوں داغ لگوایا' یہ ممانعت تنزیہا تھی۔

بَابُ مَا يُذْكَرُ فِي الطَّاعُوْنِ (ص ٨٥٢)

جو کچھ طاعون کے بارے میں ذکر کیا جاتا ہے

٢٥٥٠- ح: [اَلْخُرُوْجُ اِلٰى اَرْضِ الطَّاعُوْنِ وَالْفِرَارُ مِنْهُ مَمْنُوْعٌ]

جہاں طاعون ہو وہاں جانا منع ہے اور وہاں سے بھاگنا بھی منع ہے

٢٥٥٠- عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الْحَارِثِ بْنِ نَوْفَلٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ خَرَجَ اِلَى الشَّامِ، حَتّٰى اِذَا كَانَ بِسَرْغَ لَقِيَهُ اُمَرَاءُ الْاَجْنَادِ، اَبُوْ عُبَيْدَةَ بْنُ الْجَرَّاحِ وَاَصْحَابُهُ، فَاَخْبَرُوْهُ اَنَّ الْوَبَاءَ قَدْ وَقَعَ بِاَرْضِ الشَّامِ. قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ فَقَالَ عُمَرُ اُدْعُ لِيَ الْمُهَاجِرِيْنَ الْاَوَّلِيْنَ، فَدَعَاهُمْ فَاسْتَشَارَهُمْ، وَاَخْبَرَهُمْ اَنَّ الْوَبَاءَ قَدْ وَقَعَ بِالشَّامِ، فَاخْتَلَفُوْا، فَقَالَ بَعْضُهُمْ قَدْ خَرَجْتَ لِاَمْرٍ، وَلَا نَرٰى اَنْ تَرْجِعَ عَنْهُ، وَقَالَ بَعْضُهُمْ مَعَكَ بَقِيَّةُ النَّاسِ وَاَصْحَابُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَلَا نَرٰى اَنْ تُقْدِمَهُمْ عَلٰى هٰذَا الْوَبَاءِ فَقَالَ ارْتَفِعُوْا عَنِّيْ، ثُمَّ قَالَ اُدْعُوْا لِيَ الْاَنْصَارَ، فَدَعَوْتُهُمْ فَاسْتَشَارَهُمْ، فَسَلَكُوْا سَبِيْلَ الْمُهَاجِرِيْنَ، وَاخْتَلَفُوْا كَاخْتِلَافِهِمْ، فَقَالَ ارْتَفِعُوْا عَنِّيْ، ثُمَّ قَالَ اُدْعُ لِيْ مَنْ كَانَ هٰهُنَا مِنْ مَشْيَخَةِ قُرَيْشٍ مِنْ مُهَاجِرَةِ الْفَتْحِ، فَدَعَوْتُهُمْ، فَلَمْ يَخْتَلِفْ مِنْهُمْ عَلَيْهِ رَجُلَانِ، فَقَالُوْا نَرٰى اَنْ تَرْجِعَ بِالنَّاسِ وَلَا تُقْدِمَهُمْ عَلٰى هٰذَا الْوَبَاءِ، فَنَادٰى عُمَرُ فِي

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ شام تشریف لے گئے یہاں تک کہ جب مقام سرغ میں پہنچے تو انہیں لشکروں کے امراء حضرت ابوعبیدہ بن الجراح اوران کے ساتھی ملے تو انہوں نے بتایا کہ شام میں وباء پھیل گئی ہے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ مہاجرین اولین کو میرے پاس بلاؤ' کسی نے ان کو بلایا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے مشورہ فرمایا اور ان کو خبر دی کہ شام میں وباء پھیل گئی ہے (آپ لوگوں کی کیا رائے ہے) تو لوگوں نے آپس میں اختلاف کیا۔ کچھ لوگوں نے کہا کہ آپ ایک کام کے لیے نکلے ہیں' ہم مناسب نہیں جانتے کہ آپ بغیر انجام دیئے واپس ہوں اور کچھ لوگوں نے کہا: آپ کے ساتھ بقیہ لوگ اور رسول اللہ ﷺ کے صحابہ ہیں' ہم مناسب نہیں جانتے کہ آپ ان کو وباء پر پیش کریں۔ یہ سن کر فرمایا: آپ لوگ میرے پاس سے جاؤ' پھر فرمایا: انصار کو بلاؤ' میں نے انصار کو بلایا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے مشورہ کیا۔ انہوں نے بھی مہاجرین ہی کی روش پر بات کی اور انہیں کی طرح اختلاف کیا۔ فرمایا: تم لوگ میرے پاس سے جاؤ' پھر فرمایا: میرے لیے ان کو بلاؤ جو فتح کے مہاجرین میں قریش کے مشائخ میں سے ہیں۔ میں نے ان کو بلایا تو ان میں

النَّاسِ اِنِّیْ مُصَبِّحٌ عَلٰی ظَهْرٍ فَاَصْبِحُوْا عَلَیْهِ. قَالَ اَبُوْ عُبَیْدَةَ بْنُ الْجَرَّاحِ اَفِرَارًا مِّنْ قَدَرِ اللّٰهِ؟ فَقَالَ عُمَرُ لَوْ غَیْرُكَ قَالَهَا یَا اَبَا عُبَیْدَةَ؟ نَعَمْ نَفِرُّ مِنْ قَدَرِ اللّٰهِ اِلٰی قَدَرِ اللّٰهِ، اَرَاَیْتَ لَوْ كَانَ لَكَ اِبِلٌ هَبَطَتْ وَادِیًا لَهٗ عُدْوَتَانِ، اِحْدَاهُمَا خَصِبَةٌ وَالْاُخْرٰی جَدْبَةٌ اَلَیْسَ اِنْ رَعَیْتَ الْخَصْبَةَ رَعَیْتَهَا بِقَدَرِ اللّٰهِ، وَاِنْ رَعَیْتَ الْجَدْبَةَ رَعَیْتَهَا بِقَدَرِ اللّٰهِ؟ قَالَ فَجَاءَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَوْفٍ، وَكَانَ مُتَغَیِّبًا فِیْ بَعْضِ حَاجَتِهٖ، فَقَالَ اِنَّ عِنْدِیْ فِیْ هٰذَا عِلْمًا، سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ اِذَا سَمِعْتُمْ بِهٖ بِاَرْضٍ فَلَا تَقْدَمُوْا عَلَیْهِ، وَاِذَا وَقَعَ بِاَرْضٍ وَاَنْتُمْ بِهَا فَلَا تَخْرُجُوْا فِرَارًا مِّنْهُ. قَالَ فَحَمِدَ اللّٰهَ عُمَرُ ثُمَّ انْصَرَفَ.

(بخاری۔ کتاب الحیل۔ باب: مایکرہ من الاحتیال. الخ ص ۱۰۳۲، مسلم۔ کتاب الطب، ابوداود۔ کتاب الجنائز، نسائی۔ کتاب الطب)

سے دو آدمیوں نے بھی اختلاف نہیں کیا اور سب نے متفقہ طور پر کہا کہ ہماری رائے یہ ہے کہ آپ لوگوں کو لے کر لوٹ جائیں اور لوگوں کو اس وباء پر نہ پیش کریں۔ اس کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے لوگوں میں منادی کرادی کہ میں صبح کو سوار ہونے والا ہوں تو سب لوگ صبح کو واپسی کے لیے تیار ہو جائیں تو حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے کہا: (اے عمر!) کیا اللہ کی تقدیر سے بھاگ رہے ہو؟ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے ابوعبیدہ! کاش تمہارے علاوہ کسی اور نے یہ بات کہی ہوتی۔ ہم اللہ کی تقدیر سے اللہ کی تقدیر کی طرف بھاگ رہے ہیں۔ بتاؤ! اگر تیرے لیے کچھ اونٹ ہوں اور تو کسی ایسے نالے میں اُترے جس کے دو کنارے ہوں، ایک ہرا بھرا دوسرا سوکھا۔ کیا ایسا نہیں ہے کہ اگر تم ہرے بھرے میں چراؤ گے تو اللہ کی تقدیر سے چراؤ گے اور اگر خشک حصے پر چراؤ گے تو اللہ کی تقدیر سے چراؤ گے۔ اس کے بعد حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ آئے، اس وقت وہ موجود نہیں تھے۔ اپنی ضرورت کے لیے کہیں گئے ہوئے تھے، انہوں نے کہا: میرے پاس اس بارے میں علم ہے۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ جب تم کسی زمین میں وباء کا سنو تو وہاں نہ جاؤ اور جب کسی زمین میں وباء ہو اور تم وہاں موجود ہو تو وباء سے بھاگنے کی نیت سے کہیں اور نہ جاؤ۔ اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اللہ کی حمد کی اور وہاں سے لوٹ آئے۔

"سَرْغ" سین کو فتحہ راء ساکن، اس کو منصرف بھی پڑھنا جائز ہے اور غیر منصرف بھی۔ اس میں علمیت ہے۔ اگر اس کی یہ تاویل کی جائے کہ یہ (ایک جگہ کا) نام ہے تو یہ منصرف ہے۔ اس میں سوا علمیت کے اور کوئی سبب نہیں اور اگر اس کو "بقعة" کا علم مانا جائے تو غیر منصرف ہوگا علم اور تانیث معنوی کی وجہ سے۔ یہ یرموک کے قریب ایک جگہ کا نام ہے جو مدینہ طیبہ سے تیرہ منزل کے فاصلے پر شام کے راستے پر حجاز کے آخری سرے پر ہے، جس کو حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ نے فتح فرمایا تھا۔ ۱۷ ہجری یا ۱۸ ہجری کے ربیع الآخر میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ سفر ہوا تھا۔ مفتوحہ ممالک کا نظم ونسق اور رعایا کا حال معلوم کرنے کے ارادے سے چلے تھے۔ سَرْغ میں پہنچے تو معلوم ہوا کہ لشکر عمواس میں ٹھہرا ہوا ہے اور لشکر میں شدید طاعون پھیلا ہوا ہے۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ یہیں رک گئے۔ لشکر کے سردار آکر یہیں ملے۔ انہوں نے صورت حال بیان کی جس کی پوری تفصیل حدیث میں موجود ہے۔

[طاعون عمواس کا بیان]

قصہ یہ ہوا کہ مجاہدین صحابہ وتابعین حجاز کے باشندے تھے۔ یہاں کی آب وہوا خشک تھی۔ عمواس نشیبی علاقہ اور مرطوب تھا جس کی وجہ سے لشکر میں طاعون پھیل گیا۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے لشکر کے سرداروں کو حکم دیا کہ لشکر نشیبی علاقے سے ہٹا کر کسی بلند

اور صاف ستھری آب و ہوا والی جگہ میں منتقل کر دیا جائے، لیکن اس وقت لوگوں نے یہ بات قبول نہیں کی جس کے نتیجے میں ہزاروں مجاہدین وباء سے واصل بحق ہو گئے۔ جن میں حضرت ابوعبیدہ بن الجراح اور حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہما جیسے بھی شامل تھے، پھر بعد میں جا کر سمجھدار صحابہ کرام کے سمجھانے بجھانے پر لشکر وہاں سے منتقل ہوا اور جابیہ میں جا کر مقیم ہوا تو عافیت ملی۔

بَابُ الشَّرْطِ فِي الرُّقْيَةِ بِقَطِيعٍ مِّنَ الْغَنَمِ (ص ۸۵۴)

دم کرنے پر بکری کے ایک ریوڑ کی شرط کا بیان

۲۵۵۱- ح: [رَقَى الصَّحَابَةُ الْكِرَامُ رَجُلًا لَدِيغًا بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ وَاَخَذَ ثَلٰثِيْنَ شَاةً اَجْرًا لَهَا]

ایک ڈنک خوردہ پر صحابۂ کرام نے سورۂ فاتحہ پڑھ کر دم فرمایا اور اُجرت میں تیس بکریاں لیں

۲۵۵۱- عَنِ ابْنِ اَبِيْ مُلَيْكَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ نَفَرًا مِّنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرُّوْا بِمَاءٍ فِيْهِمْ لَدِيْغٌ اَوْ سَلِيْمٌ، فَعَرَضَ لَهُمْ رَجُلٌ مِّنْ اَهْلِ الْمَاءِ، فَقَالَ هَلْ فِيْكُمْ مِنْ رَاقٍ؟ اِنَّ فِي الْمَاءِ رَجُلًا لَدِيْغًا اَوْ سَلِيْمًا، فَانْطَلَقَ رَجُلٌ مِّنْهُمْ، فَقَرَاَ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ عَلٰى شَاءٍ، فَبَرَاَ، فَجَاءَ بِالشَّاءِ اِلٰى اَصْحَابِهِ، فَكَرِهُوْا ذٰلِكَ وَقَالُوْا اَخَذْتَ عَلٰى كِتَابِ اللّٰهِ اَجْرًا، حَتّٰى قَدِمُوا الْمَدِيْنَةَ فَقَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، اَخَذَ عَلٰى كِتَابِ اللّٰهِ اَجْرًا، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اَحَقَّ مَا اَخَذْتُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا كِتَابُ اللّٰهِ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ اصحابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں سے کچھ لوگ ایک پانی پر پہنچے۔ ان میں ایک ڈنک خوردہ تھا تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے پاس وہاں کے باشندوں سے ایک شخص آیا اور اس نے کہا: کیا تم میں کوئی دم کرنے والا ہے؟ یہاں ایک شخص ڈنک خوردہ ہے تو ان میں سے ایک صاحب (حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ) گئے اور کچھ بکریوں کی شرط پر سورۂ فاتحہ پڑھی تو وہ شخص ٹھیک ہو گیا۔ وہ صاحب بکریاں لے کر اپنے ساتھیوں کے پاس آئے تو ان کے ساتھیوں نے اس کو ناپسند کیا اور کہا: تم نے کتاب اللہ پر اُجرت لی ہے۔ یہاں تک کہ جب مدینہ طیبہ آئے تو ان لوگوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! اس نے کتاب اللہ پر اُجرت لی ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جن چیزوں پر تم اُجرت لیتے ہو ان میں اللہ کی کتاب سب سے زیادہ اُجرت کی مستحق ہے۔

یہ حدیث حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی روایت سے نزہۃ القاری، ج ۳ ص ۴۹۱، رقم: ۱۳۲۰ پر گزر چکی ہے۔ وہیں اس پر بہ قدر ضرورت کلام گزر چکا ہے۔

آخر میں جو فرمایا: ''ان احق ما اخذتم علیہ اجرا کتاب اللہ'' اس سے وہ لوگ دلیل لاتے ہیں جو قرآن کی تعلیم پر اُجرت لینے کو جائز کہتے ہیں، لیکن یہ صحیح نہیں جیسا کہ جلد سوم میں ہم حدیث سے ثابت کر آئے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اقرؤوا القرآن ولا تاکلوا بہ ولا تستکثروا بہ'' قرآن پڑھو اور اس کا عوض نہ کھاؤ اور اسے کثیر مال جمع کرنے کا ذریعہ نہ بناؤ۔ اس لیے تعلیم قرآن پر اُجرت لینا جائز نہیں۔ یہاں خاص قرآن سے دم کرنے پر اُجرت کا جواز مراد ہے۔

بَابُ رُقْيَةِ الْعَيْنِ (ص ۸۵۴)

نظر لگنے پر دم کرنے کا بیان

توضیح

بعض لوگوں کی آنکھوں میں خلقی طور پر یہ تاثیر ہوتی ہے کہ وہ اگر کسی چیز کو گھور کر دیکھ لیں تو اسے تکلیف پہنچ جاتی ہے۔ اس کا علاج دم کرنا ہے۔

٢٥٥٢- ح: [اَمَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يُسْتَرْقٰى مِنَ الْعَيْنِ]

رسول اللہ ﷺ نے حکم دیا کہ نظر لگنے پر دم کرنے والے کو بلایا جائے

٢٥٥٢ - سَمِعْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ شَدَّادٍ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ اَمَرَنِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ' اَوْ اَمَرَ اَنْ يُسْتَرْقٰى مِنَ الْعَيْنِ.

(مسلم، نسائی، ابن ماجہ۔ کتاب الطب)

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے حکم دیا' یا یہ روایت کیا کہ حکم دیا کہ آنکھ کی تکلیف دور کرنے کے لیے کسی دم کرنے والے کو بلایا جائے۔

٢٥٥٣- ح: [كَانَتْ سَفْعَةٌ فِيْ وَجْهِ جَارِيَةٍ فَقَالَ اِسْتَرْقُوْا لَهَا' فَاِنَّ بِهَا النَّظْرَةَ]

ایک بچی کے چہرے پر دھبہ تھا' فرمایا: اس کے لیے دم کرنے والے کو بلاؤ' اس کو نظر لگ گئی ہے

٢٥٥٣ - عَنْ زَيْنَبَ ابْنَةِ اَبِيْ سَلَمَةَ عَنْ اُمِّ سَلَمَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَاٰى فِيْ بَيْتِهَا جَارِيَةً فِيْ وَجْهِهَا سَفْعَةٌ' فَقَالَ اِسْتَرْقُوْا لَهَا' فَاِنَّ بِهَا النَّظْرَةَ. (مسلم، نسائی، ابن ماجہ۔ کتاب الطب)

ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے ان کے گھر میں ایک لڑکی کو دیکھا جس کے چہرے میں دھبہ تھا۔ فرمایا: اس کے لیے دم کرنے والے کو بلاؤ اس لیے کہ اس کو نظر لگ گئی۔

''سُفْعَةٌ'' چہرے میں سیاہ یا زرد دھبے کو کہتے ہیں۔ نظر جس طرح انسانوں کی لگتی ہے اسی طرح جنوں کی بھی لگتی ہے۔ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کا جب وصال ہوا تو ایک آواز آئی' کوئی کہنے والا کہتا ہے:

نحن قتلنا سيد الخزرج سعد بن عباده
ورميناه بسهم لم يخط فؤاده

ہم نے خزرج کے سردار سعد بن عبادہ کو مار ڈالا' ہم نے ان کو ایسا تیر مارا جو ٹھیک ان کے دل پر لگا۔

بَابُ الْعَيْنُ حَقٌّ (ص ٨٥٤)

نظر کا لگنا حق ہے

٢٥٥٤ - عَنْ هَمَّامٍ' عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَلْعَيْنُ حَقٌّ. وَنَهٰى عَنِ الْوَشْمِ.

(بخاری۔ کتاب اللباس۔ باب: الواشمۃ ص ٨٧٩' مسلم' ابوداؤد۔ کتاب الطب)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: نظر حق ہے' اور گودنے سے منع فرمایا۔

نظر کے حق ہونے اور گودنے سے ممانعت میں کوئی مناسبت نہیں۔ ہوسکتا ہے کہ کسی نے حضور اقدس ﷺ سے دونوں باتوں کا پوچھا ہو یا ایک ہی مجلس میں دو شخصوں نے دونوں باتوں کا پوچھا ہو۔ یا مجلس میں دونوں کا تذکرہ ہو رہا ہو تو حضور نے بیان فرما دیا۔ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ دونوں دو مختلف حدیثیں ہوں۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کسی مصلحت یا ضرورت کی بناء پر دونوں کو ایک ساتھ بیان فرما دیا ہو' مثلاً مجلس میں ایسے لوگ رہے ہوں جو نظر کے حق ہونے کے منکر ہوں اور گودنے کو جائز کہہ رہے ہوں تو حضرت

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے دونوں باتوں کو اکٹھا بیان کر دیا ہو۔

بَابُ رُقْيَةِ الْحَيَّةِ وَالْعَقْرَبِ (ص ۸۵۴)

سانپ اور بچھو کے ڈنگ مارنے پر دم کرنے کا بیان

٢٥٥٥ - حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ الْاَسْوَدِ، عَنْ اَبِيْهِ قَالَ سَاَلْتُ عَائِشَةَ عَنِ الرُّقْيَةِ مِنَ الْحُمَةِ، فَقَالَتْ رَخَّصَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الرُّقْيَةَ مِنْ كُلِّ ذِيْ حُمَةٍ.

(مسلم، نسائی۔ کتاب الطب)

اسود بن یزید نے کہا: میں نے اُم المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے زہریلے جانوروں کے کاٹنے پر دم کرنے کے بارے میں پوچھا تو فرمایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی اجازت دی ہے۔

"رَخَّصَ" کا لفظ بتارہا ہے کہ پہلے ممانعت تھی پھر بعد میں اجازت عطا فرمائی۔ وجہ یہ ہے کہ عہد جاہلیت میں مختلف قسموں کے منتر پڑھتے تھے جن میں ایسے کلمات ہوتے تھے جو کفر و شرک تک ہوتے تھے، اس لیے ابتداءً جھاڑ پھونک سے منع فرمایا۔ جب لوگوں کو یہ معلوم ہو گیا کہ زمانۂ جاہلیت میں رائج منتر پڑھنا منع ہے اور قرآن کریم کی آیات اور احادیث میں وارد دعاؤں سے دم کرنا جائز ہے تو اجازت دے دی۔

ابن وہب نے ابن شہاب زہری سے روایت کی کہ بہت سے اہل علم سے یہ بات مجھ تک پہنچی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جھاڑ پھونک سے منع فرمایا یہاں تک کہ مدینہ تشریف لائے۔ اس زمانے میں بہت سے منتر ایسے تھے جن میں شرک تھا۔ جب مدینہ تشریف لائے تو ایک صحابی کو کسی جانور نے ڈس لیا، لوگوں نے کہا: یارسول اللہ!......

"الِ حزم" زہریلے جانوروں کے کاٹے سے جھاڑ پھونک کرتے تھے۔ جب آپ نے منع کر دیا تو انہوں نے چھوڑ دیا۔ فرمایا: حزم کو بلاؤ اور یہ بدر میں شریک ہوئے تھے۔ فرمایا: اپنی دعا مجھے سناؤ۔ انہوں نے سنائی تو حضور نے اس میں کوئی حرج نہیں جانا اور اجازت دے دی۔ (عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۲۶۸)

بَابُ رُقْيَةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (ص ۸۵۵)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا دم کرنا

٢٥٥٦- ح: [اَلدُّعَاءُ لِلشِّفَاءِ عَنْ كُلِّ دَاءٍ]

ہر بیماری سے شفاء کی دعا

٢٥٥٦ - عَنْ عَبْدِ الْعَزِيْزِ قَالَ دَخَلْتُ اَنَا وَثَابِتٌ عَلٰى اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، فَقَالَ ثَابِتٌ يَا اَبَا حَمْزَةَ، اِشْتَكَيْتُ، فَقَالَ اَنَسٌ اَلَا اَرْقِيْكَ بِرُقْيَةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ؟ قَالَ بَلٰى، قَالَ اَللّٰهُمَّ رَبَّ النَّاسِ، مُذْهِبَ الْبَاسِ، اِشْفِ اَنْتَ الشَّافِيْ، لَا شَافِيَ اِلَّا اَنْتَ، شِفَاءً لَّا يُغَادِرُ سَقَمًا.

(مسلم۔ کتاب الطب، نسائی۔ کتاب الطب۔ باب: امر الیوم و اللیلۃ)

عبدالعزیز نے کہا کہ میں اور ثابت حضرت انس رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو ثابت نے کہا کہ اے ابوحمزہ! میں بیمار ہو گیا ہوں تو حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کیا میں تم پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا پڑھ کر دم نہ کروں؟ انہوں نے عرض کیا: ضرور! انہوں نے کہا: اے اللہ! لوگوں کے پروردگار! تکلیف کو دور فرمانے والے شفا دے، تو شفا دینے والا ہے۔ تیرے سوا کوئی شافی نہیں، ایسی شفا دے جو بیماری کو کچھ بھی نہ چھوڑے۔

"بَاسْ" اس میں باء کے بعد ہمزہ تھا "بَأس" کے تناسب کے لیے ہمزہ کو الف سے بدل دیا "رأس" کے قاعدے سے۔

"مُذْهِبَ الْبَاسِ: اِذْهَاب" سے اسم فاعل ہے۔ عام روایتوں میں "اذهب الباس" ہے۔ اس پر کچھ لوگوں نے یہ کہا کہ اللہ

عزوجل کے اسماء توقیفی ہیں، مُـذهـب ان میں نہیں، لیکن جب حدیث میں وارد ہے تو پھر کسی اعتراض کی گنجائش نہیں۔ دوسری بات یہ ہے کہ کلام بلا اضافت ونسبت میں ہے لیکن اضافت اور نسبت کے بعد ایسے صیغوں کا اطلاق باری تعالیٰ پر جائز ہے۔ جس میں نقص کا احتمال نہ ہو مثلاً معلم کا اطلاق باری تعالیٰ پر جائز نہیں مگر قرآن کریم میں ہے: ''وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ'' (آل عمران:۱۶۴)۔

۲۵۵۷- ح: [اَلدُّعَاءُ الْاٰخَرُ]

دوسری دعا

۲۵۵۷- عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ قَالَ اَخْبَرَنِیْ اَبِیْ، عَنْ عَائِشَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَرْقِيْ يَقُوْلُ اِمْسَحِ الْبَاْسَ، رَبَّ النَّاسِ، بِيَدِكَ الشِّفَاءُ، لَا كَاشِفَ لَهٗ اِلَّا اَنْتَ.

اُمّ المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یہ پڑھ کر مریض پر دم فرماتے تھے: تکلیف دور فرمااے لوگوں کے پروردگار! تیرے دست قدرت میں شفاء ہے۔ سوائے تیرے کوئی مرض دور کرنے والا نہیں۔

۲۵۵۸- ح: [اَلدُّعَاءُ الثَّالِثُ]

تیسری دعا

۲۵۵۸- عَنْ عَمْرَةَ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقُوْلُ لِلْمَرِيْضِ بِسْمِ اللّٰهِ، تُرْبَةُ اَرْضِنَا، وَرِيْقَةُ بَعْضِنَا، يُشْفٰى سَقِيْمُنَا.

(مسلم، ابوداؤد۔ کتاب الطب، نسائی۔ کتاب الطب۔ باب: امر اليوم والليلة)

اُمّ المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یہ پڑھ کر مریض پر دم کرتے تھے: اللہ کے نام سے شفا طلب کر رہا ہوں۔ ہماری زمین کی دھول اور ہمارے بعض کی تھوک ہمارے مریض کو شفا دیتی ہے۔

امام نووی نے فرمایا کہ حدیث کا معنی یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنا لعاب مبارک لیتے اور کلمہ کی انگلی پر رکھتے اور انگلی کو مٹی پر رکھتے جس میں کچھ مٹی چپک جاتی، پھر ماؤف جگہ پر ملتے اور دعاء مذکور پڑھتے۔ ایک قول یہ ہے کہ زمین سے مراد خاص مدینہ کی زمین ہے اور بعض سے مراد خود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں۔ تو ایسی صورت میں یہ حضور کے ساتھ مخصوص ہوا۔ شارحین نے فرمایا کہ اس تخصیص میں نظر ہے۔ اس سے ظاہر ہوا کہ اس میں عموم ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم! اس کے بعد والی روایت میں آخر میں ''باذن ربنا'' زائد ہے۔

بَابُ الطِّيَرَةِ (ص۸۵۶)

بدشگونی کا بیان

۲۵۵۹- اَخْبَرَنِیْ عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُتْبَةَ اَنَّ اَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لَا طِيَرَةَ وَخَيْرُهَا الْفَالُ. قَالُوْا وَمَا الْفَالُ؟ قَالَ اَلْكَلِمَةُ الصَّالِحَةُ يَسْمَعُهَا اَحَدُكُمْ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ بدفالی نہیں اور اس سے اچھی، اچھی فال ہے۔ لوگوں نے پوچھا: فال کیا ہے؟ فرمایا: اچھا کلمہ جو تم کسی سے سنو۔

''خیرھا الفال'' سے بہ ظاہر یہ متبادر ہوتا ہے کہ بدشگونی میں بھی اچھائی ہے حالانکہ اس میں کوئی خیر نہیں۔ یہاں خیر بغیر معنی تفضیلی کے مجرد صفت کے لیے ہے، جیسے ارشاد ہے: ''اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ يَوْمَئِذٍ خَيْرٌ مُّسْتَقَرًّا'' جنتی آج بہترین ٹھکانے میں ہیں۔ یہ ایسے ہی ہے جیسے بولتے ہیں: ''الصيف خير من الشتاء''۔ ''طیرۃ'' بدشگونی کو کہتے ہیں اور فال اچھے شگون لینے کو۔ مثلاً گھر سے باہر نکلے اور کسی کو چھینک آ گئی تو ہندوؤں کا عقیدہ ہے کہ نقصان ہوگا۔ یہ بدشگونی ہے اور گھر سے باہر نکلے اور کوئی ایسا شخص آئے جس کا نام حسن ہے اس سے یہ اخذ کیا: ہمارا کام بن جائے گا' یہ فال ہے۔ ''لا طیرۃ'' کا مطلب یہ ہے کہ اگر اس قسم کی کوئی بات سامنے آ جائے جس سے لوگ بدشگونی لیتے ہوں تو رکے نہیں اللہ پر بھروسہ کر کے اپنے کام پر جائے۔

ازالۂ توہم کے لیے اس موقعہ پر حدیث میں ایک دعا ارشاد ہوئی ہے۔ یہ پڑھ لے ان شاء اللہ کوئی نقصان نہ ہوگا۔ وہ دعا یہ

ہے: ''اللّٰھم لا طیرۃ الا طیرك ولا خیر الا خیرك ولا الہ غیرك اللّٰھم لایاتی بالحسنات الا انت ولا یذھب بالسیات الا انت''۔

بَابُ الْفَأْلِ (ص۸۵٦)

اچھا شگون لینا

۲٥٦٠- عَنْ قَتَادَةَ عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا عَدْوٰی وَلَا طِیَرَةَ وَیُعْجِبُنِی الْفَأْلُ الصَّالِحُ، اَلْکَلِمَةُ الْحَسَنَةُ۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے نبی ﷺ سے روایت کیا کہ نبی ﷺ نے فرمایا: بیماری کی چھوت نہیں اور بدشگونی نہیں اور مجھے اچھی فال اچھی بات پسند ہے۔

(بخاری۔ کتاب الطب۔ باب: لاعدوی ص۸۵۹' ابوداؤد۔ کتاب الطب' ترمذی۔ کتاب السیر)

''فال'' کی مثال یہ ہے کہ جب صلح حدیبیہ کے موقع پر بات چیت کرنے کے لیے سہیل بن عمرو آئے تو حضور ﷺ نے فرمایا: ''قَدْ سَهُلَ لَکُمْ مِنْ اَمْرِکُمْ'' تمہارا کام آسان ہو گیا۔ (بخاری۔ ج۱ ص۳۷۹)

بَابُ الْکِهَانَةِ (ص۸۵۷)

کہانت کا بیان

۲٥٦۱- ح: [اِخْتَصَمَتِ امْرَأَتَانِ مِنْ هُذَیْلٍ فَاَسْقَطَ اِحْدَاهُمَا حَمْلَ الْاُخْرٰی]

ہذیل کی دو عورتیں لڑیں' ایک نے دوسری کا حمل ساقط کر دیا

۲٥٦۱- عَنْ اَبِیْ سَلَمَةَ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَضٰی فِی امْرَاَتَیْنِ مِنْ هُذَیْلٍ اقْتَتَلَتَا، فَرَمَتْ اِحْدَاهُمَا الْاُخْرٰی بِحَجَرٍ، فَاَصَابَ بَطْنَهَا وَهِیَ حَامِلٌ، فَقَتَلَتْ وَلَدَهَا الَّذِیْ فِیْ بَطْنِهَا، فَاخْتَصَمُوْا اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ، فَقَضٰی اَنَّ دِیَةَ مَا فِیْ بَطْنِهَا غُرَّةٌ عَبْدٌ اَوْ اَمَةٌ، فَقَالَ وَلِیُّ الْمَرْاَةِ الَّتِیْ غَرِمَتْ کَیْفَ اَغْرَمُ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، مَنْ لَا شَرِبَ وَلَا اَکَلَ، وَلَا نَطَقَ وَلَا اسْتَهَلَّ؟ فَمِثْلُ ذٰلِكَ بَطَلَ. فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنَّمَا هٰذَا مِنْ اِخْوَانِ الْکُهَّانِ۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ہذیل کی دو عورتوں کے بارے میں فیصلہ فرمایا جو آپس میں لڑی تھیں۔ ان میں سے ایک نے دوسرے کو پتھر پھینک کر مارا جو دوسری کے پیٹ پر لگا' وہ حاملہ تھی جس سے اس کے پیٹ کا بچہ مر گیا۔ انہوں نے نبی ﷺ کی خدمت میں مقدمہ پیش کیا' حضور نے فیصلہ فرمایا کہ اس کے پیٹ کے بچے کی دیت غُرّہ ہے غلام یا باندی۔ اس پر اُس عورت کے ولی نے کہا جس پر دیت واجب کی گئی تھی میں اس کا تاوان کیسے دوں یا رسول اللہ! جس نے نہ پیا نہ کھایا نہ بولا نہ چیخا' ایسے کا خون ھدر ہے۔ تو نبی ﷺ نے فرمایا: یہ کاہنوں کے بھائیوں میں سے ہے۔

(بخاری۔ متصلاً فی ھذا الباب۔ کتاب الفرائض۔ باب: میراث المرأۃ والزوج ص۹۹۸' کتاب الدیات۔ باب: جنین المراۃ و ان العقل علی ص۱۰۲۰' دو طریقوں سے)

''کِہانت'' کاف کے فتحہ اور کسرے دونوں کے ساتھ ہے ''کہانت'' کے معنی ہیں: علم غیب کا دعویٰ کرنا جیسے آئندہ آنے والی باتوں کی خبر دینا کسی سبب کی طرف نسبت کرتے ہوئے' مثلاً علم نجوم' یا عراف پر اعتماد کرتے ہوئے۔ ''کاھن'' اُسے کہتے ہیں جو پوشیدہ باتوں یا آئندہ آنے والی باتوں کی خبر دے۔ خواہ اٹکل پچو سے یا کسی مخصوص علم پر اعتماد کرتے ہوئے۔

''غُرّۃ'' پیشانی کی سفیدی کو کہتے ہیں۔ اس سے مراد پورا جسم ہے یعنی دیت میں پورا انسان دینا ایک غلام یا ایک باندی' اس

نے کاہنوں کی طرح بہ تکلف مقفّٰی، مسجّع عبارت کہی جس پر حضور ﷺ نے فرمایا کہ کاہنوں کے بھائیوں میں سے ہے۔ کاہنوں کی بھی عادت تھی کہ وہ بہ تکلف مقفّٰی مسجّع عبارت بولتے تھے۔ مسجّع کلام بولنا منع نہیں، خود حضور اقدس ﷺ کے بہت سے کلمات مقفّٰی، مسجّع مروی ہیں، جیسے ''صدق الله وعده و نصر عبده وهزم الاحزاب وحده'' یہاں ناپسندیدگی کی بنیاد یہ ہے کہ اس نے حکم شرع رد کرنے کے لیے مقفّٰی، مسجّع عبارت بولی تھی، جیسے کاہن اپنے اباطیل کو مقفّٰی، مسجّع عبارت کے ذریعہ بیان کرتے تھے۔

بَابٌ هَلْ يُسْتَخْرَجُ السِّحْرُ (ص٨٥٨) کیا جادو نکالا جائے گا؟

ت٧٤٨ - وَقَالَ قَتَادَةُ قُلْتُ لِسَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ رَجُلٌ بِهٖ طِبٌّ، اَوْ يُؤَخَّذُ عَنِ امْرَاَتِهٖ، اَيُحَلُّ عَنْهُ اَوْ يُنَشَّرُ؟ قَالَ لَا بَاْسَ بِهٖ، اِنَّمَا يُرِيْدُوْنَ بِهِ الْاِصْلَاحَ، فَاَمَّا مَا يَنْفَعُ فَلَمْ يُنْهَ عَنْهُ.

اور قتادہ نے کہا: میں نے سعید بن مسیب سے پوچھا کہ جس پر جادو کر دیا گیا ہو یا عورت کے پاس جانے سے باندھ دیا گیا ہو کیا اس کا علاج کیا جائے گا؟ فرمایا: کوئی حرج نہیں، اس سے مقصود اصلاح ہے، جس سے لوگوں کو نفع ہو اس سے منع نہیں۔

سوال کا مقصد یہ ہے کہ جادو کرنا منع ہے، مگر جادو کے ازالے کے لیے جو ترکیب کی جاتی ہے وہ بھی جادو کے مشابہ ہے۔ جادو کی طرح اس میں کچھ مخصوص دعائیں پڑھی جاتی ہیں۔ کچھ مخصوص ترکیب کی جاتی ہے تو کیا یہ جائز ہے؟ جواب کا حاصل یہ ہے کہ کسی کو نقصان پہنچانا حرام ہے لیکن کسی کی تکلیف دور کرنے کے لیے کوئی ایسا عمل کرنا جو شرعاً ممنوع نہ ہو جائز ہے۔

بَابٌ لَا هَامَةَ (ص٨٥٩) ھامّہ کچھ نہیں

٢٥٦٢- ح: [لَا يُوْرِدَنَّ مُمْرِضٌ عَلٰى مُصِحٍّ] بیمار جانور کو تندرست کے پاس نہ لایا جائے

٢٥٦٢ - وَعَنْ اَبِيْ سَلَمَةَ سَمِعَ اَبَا هُرَيْرَةَ بَعْدُ يَقُوْلُ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يُوْرِدَنَّ مُمْرِضٌ عَلٰى مُصِحٍّ. وَاَنْكَرَ اَبُوْ هُرَيْرَةَ حَدِيْثَ الْاَوَّلِ، قُلْنَا اَلَمْ تُحَدِّثْ اَنَّهٗ لَا عَدْوٰى. فَرَطَنَ بِالْحَبَشِيَّةِ، قَالَ اَبُوْ سَلَمَةَ فَمَا رَاَيْتُهٗ نَسِيَ حَدِيْثًا غَيْرَهٗ.

اور ابوسلمہ سے روایت ہے کہ انہوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ بیمار جانور کو تندرست جانور کے پاس نہ لایا جائے اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے پہلی حدیث کو چھوڑ دیا تو ہم نے کہا: کیا آپ نے یہ نہیں بیان کیا ہے کہ بیماری کی چھوت نہیں تو (غصہ میں) حبشی زبان میں کچھ کہا؟ ابوسلمہ نے کہا: میں نے اس حدیث کے علاوہ اور کچھ بھولتے ہوئے ان کو نہیں دیکھا۔

مطلب یہ ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہی یہ بھی مروی ہے کہ عدوی نہیں، پھر انہوں نے یہ حدیث بیان کی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ بیمار جانور کو تندرست کے پاس نہ لاؤ۔ جب ہم نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ آپ ہی نے یہ حدیث بیان کی ہے کہ عدوی نہیں تو خفا ہو گئے اور کچھ کہا جو ہماری سمجھ میں نہیں آیا۔ حقیقت میں دونوں حدیثوں میں تعارض نہیں۔ ''لا عدوی'' جو فرمایا وہ اپنی حقیقت پر مبنی ہے اور یہ جو فرمایا کہ بیمار جانور کو تندرست کے پاس نہ لاؤ یہ عوام کے اعتقاد کی صیانت کے لیے ہے۔ اگر بالفرض اور تقدیر الٰہی سے تندرست جانور بیمار ہو گیا تو عوام یہ اعتقاد کریں گے کہ اسے پہلے کی بیماری لگ گئی ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا خفا ہونا اسی بناء پر تھا۔ دونوں میں تعارض نہیں تھا اور ابوسلمہ نے تعارض سمجھ کر اعتراض کر دیا اور حقیقت یہ نہیں کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ پہلی حدیث کو بھول گئے تھے۔ کبھی کبھی اساتذہ پر ایسے احوال طاری ہوتے ہیں کہ وہ اپنے تلامذہ کی سطحی باتوں پر انہیں ڈانٹ دیتے ہیں اور ڈانٹ کر چھوڑ دیتے ہیں اور ابوسلمہ نے جو کہا کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اس حدیث کو بھول گئے یہ انہوں نے اپنی سمجھ سے کہا تھا، وہ حقیقت میں بھولے نہیں تھے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

۷۷- كِتَابُ اللِّبَاسِ (ص ۸۶۰)

لباس کا بیان

بَابُ قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى ﴿قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِيْنَةَ اللّٰهِ الَّتِيْٓ اَخْرَجَ لِعِبَادِهٖ﴾ (الاعراف:۳۲)(ص ۸۶۰)

اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کا بیان: فرمادو: کس نے حرام کی اللہ کی وہ زینت جو اس نے بندوں کے لیے نکالی

ت ۷۴۹ - وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُلُوْا وَاشْرَبُوْا وَالْبَسُوْا وَتَصَدَّقُوْا، فِيْ غَيْرِ إِسْرَافٍ وَلَا مَخِيْلَةٍ.

اور نبی ﷺ نے فرمایا: کھاؤ اور پیو اور پہنو اور صدقہ کرو بغیر اسراف اور تکبر کے۔

ت ۷۵۰ - وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ كُلْ مَا شِئْتَ وَالْبَسْ مَا شِئْتَ، مَا أَخْطَأَتْكَ اثْنَتَانِ سَرَفٌ أَوْ مَخِيْلَةٌ.

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: تو کھا جو چاہے اور پہن جو چاہے البتہ دو غلطیاں نہ کرو اسراف اور تکبر۔

اسراف کے معنی فضول خرچی کے ہیں۔ اس کی حد کیا ہے؟ یہ ایک پیچیدہ مسئلہ ہے۔ مجدد اعظم اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ نے فتاویٰ رضویہ جلد اول صفحہ ۱۸۰ میں سے لے کر کئی صفحات تک اس پر نہایت محققانہ کلام فرمایا ہے۔ جنہیں اس کی تحقیق و تنقیح مطلوب ہو وہ اس کا مطالعہ کرلیں۔

بَابُ مَا أَسْفَلَ مِنَ الْكَعْبَيْنِ فَهُوَ فِي النَّارِ (ص ۸۶۱)

ٹخنوں سے جو کپڑا نیچے ہو وہ آگ میں ہے

۲۵۶۲ - حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ أَبِيْ سَعِيْدٍ الْمَقْبُرِيُّ، عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا أَسْفَلَ مِنَ الْكَعْبَيْنِ مِنَ الْإِزَارِ فَفِي النَّارِ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: تہبند کا جو حصہ ٹخنوں سے نیچے ہو وہ آگ میں ہے۔

مراد یہ ہے کہ جو براہ تکبر اپنے تہبند یا پائجامہ کو ٹخنوں سے نیچے رکھے گا تو قدم کا اتنا حصہ آگ میں ہے۔ براہِ تکبر کی قید اس کے بعد والی حدیث میں آرہی ہے اور اگر بہ نیت تکبر نہ ہو بہ درجۂ مجبوری ہو مثلاً پیٹ کی ساخت ایسی ہے کہ تہبند یا پائجامہ سرک سرک جاتا ہے تو معاف ہے جیسا کہ مناقب میں اور اس باب کی دوسری حدیث میں ہے۔ حدیث گزری کہ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا کہ جو

اپنے کپڑے کو براہِ تکبر گھسیٹے گا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کی طرف نظر رحمت نہیں فرمائے گا تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یارسول اللہ! میرے تہبند کا ایک سرا لٹک جاتا ہے مگر یہ کہ میں اس کا خاص خیال رکھوں۔ فرمایا: تم براہِ تکبر ایسا نہیں کرتے اور بطورِ عادت اور شوق ٹخنوں سے نیچے تہبند اور پائجامہ رکھنا ممنوع ہے کہ یہ فاسقوں کی وضع ہے۔ آج کل کے علماء خصوصاً واعظین اور دینی مدارس کے طلبہ اس وباء میں مبتلا ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں ہدایت دے۔ حدیث میں یہ ہے کہ تہبند کا جو حصہ ٹخنوں سے نیچے ہو وہ آگ میں ہے۔ یہ کنایہ ہے جسم کے اس حصہ سے جس پر ٹکنے سے نیچے کپڑا لٹکے۔

بَابُ مَنْ جَرَّ ثَوْبَهُ مِنَ الْخُيَلَاءِ (ص ۸۶۱)

جو اپنے کپڑے کو تکبر سے گھسیٹے

۲۵٦٤ - عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَنْظُرُ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ إِلٰى مَنْ جَرَّ إِزَارَهُ بَطَرًا.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کی جانب نظر نہیں فرمائے گا جو اپنے تہبند کو براہِ تکبر گھسیٹے گا۔

نسائی اور ترمذی میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ جب حضور نے یہ فرمایا: جو اپنے کپڑے کو براہِ تکبر گھسیٹے گا تو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس کی طرف نظر رحمت نہیں فرمائے گا۔ چونکہ حدیث میں لفظ ''مَـنْ'' عام تھا جو مرد عورت دونوں کو شامل ہے تو اس سے اُمّ المؤمنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے یہ سمجھا کہ عورتیں بھی اس میں داخل ہیں تو انہوں نے عرض کیا کہ عورتیں اپنے دامنوں کے ساتھ کیا کریں۔ فرمایا: ایک بالشت لٹکائیں۔ عرض کیا کہ اتنے سے ان کے قدم کھل جائیں گے۔ فرمایا: ایک ہاتھ لٹکائیں اس سے زیادہ نہ کریں۔

یہاں ایک بات یہ قابل غور ہے کہ عورتیں اپنے دامن تکبراً نہیں لٹکاتی تھیں بلکہ اپنے قدموں کو چھپانے کے لیے لٹکاتی تھیں جو فرض ہے تو اگر ازار کا تکبراً ٹخنوں سے نیچے لٹکانا ممنوع ہوتا تو اُمّ المؤمنین حضرت ام سلمہ کے اس سوال کی کوئی گنجائش ہی نہ تھی۔ اس سے سمجھ میں آیا کہ ٹخنوں کے نیچے تہبند لٹکانا مطلقاً ممنوع ہے اگرچہ براہِ تکبر نہ ہو جیسا کہ علامہ نووی نے افادہ فرمایا۔

۲۵٦۵- ح: [خُسِفَ الرَّجُلُ]

ایسا ایک شخص زمین میں دھنسا دیا جائے گا

۲۵٦۵ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ زِيَادٍ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ يَقُولُ قَالَ النَّبِيُّ أَوْ قَالَ أَبُو الْقَاسِمِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَمَا رَجُلٌ يَمْشِي فِي حُلَّةٍ تُعْجِبُهُ نَفْسُهُ مُرَجِّلٌ جُمَّتَهُ إِذْ خَسَفَ اللّٰهُ بِهِ فَهُوَ يَتَجَلْجَلُ إِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ. (مسلم۔ کتاب اللباس)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم یا (حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا تھا:) ابوالقاسم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (یہ شک حضرت امام بخاری کے استاد آدم سے ہوا ہے) ایک شخص اپنے جوڑے میں اتراتا ہوا اور بالوں میں کنگھا کیے ہوئے جا رہا تھا کہ اللہ نے اُسے زمین میں دھنسا دیا' وہ قیامت تک زمین میں تڑپتا رہے گا۔

جُمَّةٌ

جو بال کندھوں یا اس کے نیچے تک ہوں اس کو جمہ کہتے ہیں۔ جو کانوں کی لو تک ہو اسے ''وفرہ'' کہتے ہیں ''یتجلجل'' اس کے معنی ہیں حرکت کرنے کے۔ یہاں مراد تڑپنا ہے' یعنی زمین میں دھنسنے کے باوجود مر نہیں جائے گا۔ زندہ رہے گا اور تڑپتا رہے گا قیامت تک۔

۲۵۶۶- ح: [مَنْ جَرَّ ثَوْبَهُ مَخِيلَةً لَمْ يَنْظُرِ اللهُ إِلَيْهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ]

جو کپڑا ابرائے تکبر گھسیٹے گا قیامت کے دن اللہ اس پر نظر رحمت نہیں فرمائے گا

۲۵۶۶- حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ لَقِيتُ مُحَارِبَ بْنَ دِثَارٍ عَلَى فَرَسٍ، وَهُوَ يَأْتِي مَكَانَهُ الَّذِي يَقْضِي فِيهِ، فَسَأَلْتُهُ عَنْ هٰذَا الْحَدِيثِ فَحَدَّثَنِي فَقَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ اللهِ بْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا يَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ جَرَّ ثَوْبَهُ مَخِيلَةً لَمْ يَنْظُرِ اللهُ إِلَيْهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ. فَقُلْتُ لِمُحَارِبٍ أَذَكَرَ إِزَارَهُ؟ قَالَ مَا خَصَّ إِزَارًا وَلَا قَمِيصًا. (نسائی۔ کتاب الزینۃ)

شعبہ نے کہا کہ میں نے (کوفہ کے قاضی) محارب بن دثار سے ملاقات کی اور وہ گھوڑے پر سوار وہاں جارہے تھے جہاں بیٹھ کر فیصلہ کرتے تھے۔ میں نے ان سے اس حدیث کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے مجھ سے یہ بیان کیا کہ میں نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو فرماتے ہوئے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو اپنے کپڑے کو براہ تکبر گھسیٹے گا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کی جانب نظر رحمت نہیں فرمائے گا۔ شعبہ نے کہا: میں نے محارب سے پوچھا: کیا انہوں نے تہبند کو ذکر کیا تھا؟ انہوں نے بتایا: نہ تہبند کو خاص کیا نہ کرتے کو۔

یہ حدیث حضرت سالم نے اپنے والد سے بھی روایت کی ہے اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے بھی جیسا کہ امام بخاری نے اس سے قبل بہ طریق عبداللہ بن محمد جریر بن زید سے روایت کیا ہے کہ میں سالم بن عبداللہ کے ساتھ ان کے گھر کے دروازے پر تھا۔ انہوں نے کہا: میں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا کہ انہوں نے کہا کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا۔ الحدیث۔ ابوالقاسم نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے احوال میں اس حدیث کی سند میں "عن عبدالله بن عمر عن ابی هريرة" ذکر کیا ہے جس کا مطلب یہ ہوا کہ سالم نے یہ روایت کیا کہ حضرت عبداللہ بن عمر حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں: یہ وہم ہے۔ صحیح یہ ہے کہ حضرت سالم حضرت عبداللہ بن عمر اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہم دونوں سے روایت کرتے ہیں۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے اس حدیث کو روایت نہیں کیا ہے۔ اسی پر تنبیہ کرنے کے لیے حضرت امام بخاری نے پہلے بہ طریق عبداللہ بن محمد، جریر بن زید کی یہ روایت ذکر کی کہ میں سالم بن عبداللہ ابن عمر کے گھر کے دروازے پر تھا۔ میں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا کہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ حدیث سنی۔ پھر شعبہ کی روایت ذکر کی کہ انہوں نے کہا کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا۔ اس کے بعد امام بخاری نے اس کی تائید میں تین متابعات ذکر کیں۔ ایک زید بن عبداللہ عن ابن عمر اور ایک نافع عن ابن عمر اور ایک سالم عن ابن عمر۔

بَابُ الْإِزَارِ الْمُهَدَّبِ (ص ۸۶۱)

حاشیہ والا ازار

ت ۷۵۱- وَيُذْكَرُ عَنِ الزُّهْرِيِّ، وَأَبِي بَكْرِ بْنِ مُحَمَّدٍ، وَحَمْزَةَ بْنِ أَبِي أُسَيْدٍ، وَمُعَاوِيَةَ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ جَعْفَرٍ أَنَّهُمْ لَبِسُوا ثِيَابًا مُهَدَّبَةً.

زہری اور ابوبکر بن محمد (قاضی مدینہ) اور حمزہ بن ابی اسید اور معاویہ بن عبداللہ بن جعفر بن ابی طالب کے بارے میں ذکر کیا جاتا ہے کہ ان لوگوں نے پھندنے والا کپڑا پہنا۔

"مھدب" کے معنی یہ ہیں کہ کپڑے کے کنارے پر گوٹا بنا دیا جائے۔ گوٹے کو جسم کے چھپانے میں کوئی دخل نہیں۔ یہ صرف زینت کے لیے ہوتا ہے۔ حضرت امام بخاری نے یہ باب اس لیے باندھا ہے کہ کپڑے میں آرائش وزیبائش کے لیے گوٹا بنا لیا جائے یا گل بوٹے کاڑھ لیے جائیں۔ یہ اسراف نہیں زینت ہے۔

بَابُ الْبَرَانِسِ (ص ۸۶۳) برانس کا بیان

توضیح

یہ "بــرنــس" کی جمع ہے۔ یہ ایک قسم کی لمبی ٹوپی تھی جو اہل عرب پہنتے تھے لیکن چونکہ اسی قسم کی ٹوپی نصاریٰ بھی پہنتے تھے تو اس کے جواز اور عدم جواز میں اختلاف ہوا' حضرت امام بخاری نے بہ ظاہر کوئی فیصلہ نہیں فرمایا' لیکن اس باب کے تحت جو تعلیق اور حدیث لائے ہیں اس سے یہی مستفاد ہے کہ یہ جائز ہے۔

ت ۷۵۲ - وَقَالَ لِی مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا مُعْتَمِرٌ سَمِعْتُ اَبِیْ قَالَ رَاَیْتُ عَلَی اَنَسٍ بُرْنُسًا اَصْفَرَ مِنْ خَزٍّ.

اور سلیمان تیمی نے کہا: میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ وہ زرد رنگ کی ریشم اور اون کی برنس پہنتے تھے۔

برنس اگرچہ نصاریٰ بھی پہنتے تھے مگر اہل عرب بھی عام طور پر پہنتے تھے' اس لیے یہ نصاریٰ کا خاص شعار نہ تھا۔ شعار وہ لباس ہے جو کسی قوم کے ساتھ خاص ہو جس سے وہ پہچانے جاتے ہوں۔ خَــزٌ اس کپڑے کو کہتے ہیں جو ریشم اور اون سے بنا جائے' مثلاً تانا ریشم کا ہو اور بانا اون کا۔ ایسے لباس کے جائز اور ناجائز ہونے میں سلف میں اختلاف رہا ہے۔ علامہ عینی نے تیرہ صحابۂ کرام کے بارے میں ذکر کیا ہے کہ وہ خز پہنتے تھے جن میں حضرت صدیق اکبر' حضرت سعد بن ابی وقاص' اُمّ المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہم بھی ہیں۔ ہمارے نزدیک یہ حکم ہے کہ اگر اون یا سوت ریشم پر غالب ہو تو اس کا پہننا جائز ہے' مثلاً تانا ریشم کا ہو اور بانا اون کا یا سوت کا۔ حضرت امام بخاری نے اس ضمن میں وہ حدیث ذکر فرمائی ہے جو کتاب العلم میں گزر چکی ہے جس میں یہ مذکور ہے کہ محرم کرتا' عمامہ' پائجامہ اور برنس اور موزے نہ پہنے۔ اگر برنس کا پہننا مطلقاً حرام ہوتا تو حالت احرام میں پہننے کی ممانعت کی کوئی وجہ نہیں ہوتی جس طرح کرتا وغیرہ احرام کے علاوہ اور حالتوں میں پہننا جائز ہے جسے لوگ عام حالتوں میں پہنا کرتے تھے مگر احرام کی حالت میں منع ہے۔ اسی طرح لوگ عام حالتوں میں برنس بھی پہنا کرتے تھے' اس سے جواز مستفاد ہوا۔

بَابُ الْبُرُوْدِ وَالْحِبَرَةِ وَالشَّمْلَةِ (ص ۸۶۴) دھاری دار کمبل اور یمنی چادر اور کمبل پہننے کا بیان

۲۵۶۷- ح: [كَانَ يُحِبُّ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْحِبَرَةَ] نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یمنی چادر بہت زیادہ پسند تھی

۲۵۶۷ - عَنْ قَتَادَةَ عَنْ اَنَسٍ قَالَ قُلْتُ لَهُ اَیُّ الثِّيَابِ كَانَ اَحَبَّ اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ قَالَ الْحِبَرَةُ. (مسلم' ابوداود۔ کتاب اللباس)

حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' انہوں نے کہا کہ میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ کون سا کپڑا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو زیادہ پسند تھا؟ فرمایا: یمنی چادر۔

۲۵۶۸- ح: [اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِيْنَ تُوُفِّیَ سُجِّیَ بِبُرْدٍ حِبَرَةٍ] رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو وفات کے بعد یمنی چادر اڑھائی گئی

۲۵۶۸- اَنَّ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا زَوْجَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَخْبَرَتْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِيْنَ تُوُفِّیَ سُجِّیَ بِبُرْدٍ حِبَرَةٍ.

(مسلم' ابوداود۔ کتاب الجنائز' نسائی۔ کتاب الوفات)

اُمّ المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے خبر دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جب وفات ہوگئی تو یمنی چادر سے حضور کو ڈھک دیا گیا تھا۔

بَابُ ثِيَابِ الْخُضْرِ (ص۸٦٦)

سبز کپڑوں کا بیان

۲۵٦۹- ح: [جَاءَتْ اِمْرَاَةُ رِفَاعَةَ اِلَيْهِ خِمَارًا اَخْضَرَ]

رفاعہ کی بیوی سبز چادر اوڑھے ہوئے خدمت اقدس میں حاضر ہوئیں

۲۵٦۹- عَنْ عِكْرِمَةَ اَنَّ رِفَاعَةَ طَلَّقَ امْرَاَتَهُ، فَتَزَوَّجَهَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ الزَّبِيْرِ الْقُرَظِيُّ، قَالَتْ عَائِشَةُ وَعَلَيْهَا خِمَارٌ اَخْضَرُ، فَشَكَتْ اِلَيْهَا وَاَرَتْهَا خُضْرَةً بِجِلْدِهَا، فَلَمَّا جَاءَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَالنِّسَاءُ يَنْصُرُ بَعْضُهُنَّ بَعْضًا، قَالَتْ عَائِشَةُ مَا رَاَيْتُ مِثْلَ مَا يَلْقَى الْمُؤْمِنَاتُ، لَجِلْدُهَا اَشَدُّ خُضْرَةً مِّنْ ثَوْبِهَا. قَالَ وَسَمِعَ اَنَّهَا قَدْ اَتَتْ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَجَاءَ وَمَعَهُ ابْنَانِ لَهُ مِنْ غَيْرِهَا، قَالَتْ وَاللّٰهِ مَا لِيْ اِلَيْهِ مِنْ ذَنْبٍ، اِلَّا اَنَّ مَا مَعَهُ لَيْسَ بِاَغْنٰى عَنِّيْ مِنْ هٰذِهٖ، وَاَخَذَتْ هُدْبَةً مِّنْ ثَوْبِهَا، فَقَالَ كَذَبَتْ وَاللّٰهِ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، اِنِّيْ لَاَنْفُضُهَا نَفْضَ الْاَدِيْمِ، وَلٰكِنَّهَا نَاشِزٌ، تُرِيْدُ رِفَاعَةَ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاِنْ كَانَ ذٰلِكَ لَمْ تَحِلِّيْ لَهُ، اَوْ لَمْ تَصْلُحِيْ لَهُ، حَتّٰى يَذُوْقَ مِنْ عُسَيْلَتِكِ. قَالَ وَاَبْصَرَ مَعَهُ ابْنَيْنِ، فَقَالَ بَنُوْكَ هٰؤُلَاءِ؟ قَالَ نَعَمْ، قَالَ هٰذَا الَّذِيْ تَزْعُمِيْنَ مَا تَزْعُمِيْنَ، فَوَاللّٰهِ لَهُمْ اَشْبَهُ بِهٖ مِنَ الْغُرَابِ بِالْغُرَابِ.

عکرمہ سے روایت ہے کہ رفاعہ نے اپنی بیوی کو طلاق دی تو اس سے عبدالرحمٰن بن زبیر قرظی نے شادی کر لی۔ حضرت عائشہ نے کہا کہ یہ عورت ان کے پاس آئی اور وہ سبز رنگ کی اوڑھنی اوڑھے ہوئے تھی۔ اس عورت نے اُمّ المؤمنین سے اپنے شوہر کی زیادتی کی شکایت کی اور اس نے اپنے چمڑے کا سبز نشان اُمّ المؤمنین کو دکھایا۔ جب رسول اللہ ﷺ تشریف لائے اور عورتیں بعض بعض کی مدد کرتی ہیں تو حضرت عائشہ نے کہا کہ مومن عورتیں جتنا ظلم سہتی ہیں اس کے مثل میں نے نہیں دیکھا۔ اس کی کھال اس کے کپڑے سے زیادہ سبز ہے اور عبدالرحمٰن نے سنا کہ ان کی بیوی رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں آئی ہے تو حضور کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان کے ساتھ ان کے دو بیٹے تھے جو دوسری بیوی سے تھے' رفاعہ کی بیوی نے کہا: بخدا! اس کا اور کوئی گناہ نہیں مگر اس کے ساتھ جو ہے وہ اس سے زیادہ کام دینے والا نہیں اور اس نے اپنے کپڑے کا گوٹا لیا تو حضرت عبدالرحمٰن نے کہا: یہ جھوٹ بول رہی ہے۔ بخدا یا رسول اللہ! میں اس کو چمڑے کی طرح رگڑ دیتا ہوں لیکن یہ نافرمان ہے۔ رفاعہ کے پاس جانا چاہتی ہے۔ تو رسول اللہ ﷺ نے اس عورت سے فرمایا: اگر یہ بات ہے تو رفاعہ کے لیے حلال نہیں اور اس سے نکاح کے لائق نہیں یہاں تک کہ تو اس کے شہد میں سے کچھ چکھ لے اور حضور نے حضرت عبدالرحمٰن کے ساتھ ان کے دو بچوں کو دیکھا تو پوچھا: یہ تیرے بچے ہیں؟ انہوں نے عرض کیا: جی ہاں! اب حضور نے اس عورت سے فرمایا کہ تم یہ گمان کرتی ہو جو گمان کرتی ہو۔ بخدا! یہ بچے عبدالرحمٰن کے اس سے بھی زیادہ مشابہ ہیں جیسے کوا کوے کے مشابہ ہوتا ہے۔

یہ حدیث گزر چکی ہے مگر یہاں متن میں کچھ زائد باتیں تھیں اس لیے ہم نے دوبارہ یہاں ذکر کیا۔ رفاعہ کی اس عورت کا نام تمیمہ بنت وہب تھا۔ اس میں یہ بھی مذکور ہے کہ عبدالرحمٰن بن زبیر نے اس کو اتنا مارا تھا کہ اس کے جسم پہ داغ پڑ گئے۔ حدیث میں تصریح ہے کہ عبدالرحمٰن بن زبیر نے اس عورت کے الزام کو قبول نہیں کیا بلکہ رد کر دیا اور اس بات کی تائید میں کہ میری قوت مردی کامل

ہے اپنے دو بچوں کو بھی لائے تھے جو دوسری بیوی سے تھے۔

مگر جب طمیمہ، رفاعہ کی بیوی نے ہم بستری سے انکار کر دیا تو اسی کے مطابق حضور ﷺ نے فیصلہ فرمایا اور یہی ہمارا مذہب ہے کہ اگر شوہر ثانی جماع کا قرار کرے اور عورت انکار کرے تو شوہر اول کے لیے حلال نہ ہوگی۔

بَابُ الثِّيَابِ الْبِيضِ (ص۸٦٦)

سفید کپڑوں کا بیان

۲۵۷۰ - اَنَّ اَبَا الْاَسْوَدِ الدِّيْلِيَّ حَدَّثَهُ اَنَّ اَبَا ذَرٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ حَدَّثَهُ قَالَ اَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَلَيْهِ ثَوْبٌ اَبْيَضُ، وَهُوَ نَائِمٌ، ثُمَّ اَتَيْتُهُ وَقَدِ اسْتَيْقَظَ، فَقَالَ مَا مِنْ عَبْدٍ قَالَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ، ثُمَّ مَاتَ عَلٰى ذٰلِكَ اِلَّا دَخَلَ الْجَنَّةَ. قُلْتُ وَاِنْ زَنٰى وَاِنْ سَرَقَ؟ قَالَ وَاِنْ زَنٰى وَاِنْ سَرَقَ. قُلْتُ وَاِنْ زَنٰى وَاِنْ سَرَقَ؟ قَالَ وَاِنْ زَنٰى وَاِنْ سَرَقَ. قُلْتُ وَاِنْ زَنٰى وَاِنْ سَرَقَ؟ قَالَ وَاِنْ زَنٰى وَاِنْ سَرَقَ عَلٰى رَغْمِ اَنْفِ اَبِي ذَرٍّ. وَكَانَ اَبُوْ ذَرٍّ اِذَا حَدَّثَ بِهٰذَا قَالَ وَاِنْ رَغِمَ اَنْفُ اَبِي ذَرٍّ. قَالَ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ هٰذَا عِنْدَ الْمَوْتِ، اَوْ قَبْلَهُ اِذَا تَابَ وَنَدِمَ، وَقَالَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ، غُفِرَ لَهُ. وَكَانَ قَبْلُ. (مسلم۔ کتاب الایمان)

ابوالاسود دولی نے حدیث بیان کی کہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور حضور سفید کپڑے پہنے ہوئے تھے اور حضور سو رہے تھے، پھر دوبارہ حاضر ہوا تو حضور بیدار ہو چکے تھے۔ اب حضور نے فرمایا: جو بندہ لا الٰہ الا اللہ کہہ لے پھر اس پر اسے موت آئے تو وہ جنت میں داخل ہوگا۔ حضرت ابوذر نے کہا: میں نے عرض کیا: اگرچہ وہ زنا کرے اور چوری کرے، فرمایا: اگرچہ وہ زنا کرے اور چوری کرے، میں نے عرض کیا: اگرچہ وہ زنا کرے اور چوری کرے، فرمایا: اگرچہ وہ زنا کرے اور چوری کرے۔ میں نے عرض کیا: اگرچہ وہ زنا کرے اور چوری کرے۔ فرمایا: اگرچہ وہ زنا کرے اور چوری کرے، ابوذر کی ناک کے خاک آلود ہونے کے باوجود، اور حضرت ابوذر جب یہ حدیث بیان کرتے تو کہتے: اگرچہ ابوذر کی ناک خاک آلود ہو اور ابوعبداللہ (امام بخاری) نے کہا: یہ کہ موت کے وقت یا اس کے پہلے توبہ کر لے اور شرمندہ ہو جائے اور لا الٰہ الا اللہ کہے تو پہلے کے سب گناہ بخش دیے جائیں گے۔

ابوالاسود دؤلی کا نام ظالم بن عمرو تھا۔ یہی وہ بزرگ تھے جنہیں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے نحو کے قواعد کے ایجاد کرنے کا حکم دیا تھا اور انہوں نے سب سے پہلے نحو کے چند ابتدائی قواعد مرتب کیے۔

''ناک خاک آلود ہو'' کا استعمال اصل میں تحقیر کے لیے ہے مگر کبھی کبھی پیار و محبت کے لیے بھی ہوتا ہے اور اس حدیث میں یہی مراد ہے۔ اسی لیے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ جب یہ حدیث بیان کرتے تو فخریہ یہ جملہ بھی بیان کرتے کہ اس میں شفقت جھلکتی ہے۔ حضرت امام بخاری نے اس حدیث کی جو توجیہ کی اس کا مطلب یہ ہے کہ ایمان قبول کرنے سے پہلے جو کچھ بھی ان نے گناہ کیا ہو ایمان لانے سے سب معاف ہو جاتے ہیں، مگر یہ توجیہ حدیث کے سیاق کے خلاف ہے۔ صحیح توجیہ یہ ہے کہ ایمان لانے کے بعد اگر گناہ صادر ہو تو بھی وہ جنت کا مستحق ہے، یا تو اللہ کی رحمت سے بغیر جہنم میں گئے ہوئے یا بطور سزا جہنم میں کچھ دن جانے کے بعد پھر ضرور جنت میں جائے گا۔ اس کا حاصل یہ ہوا کہ گناہ کبیرہ کے ارتکاب سے آدمی کافر نہیں ہوتا جیسے کہ معتزلہ اور خوارج کہتے ہیں۔

ہم نے کتاب الزکوٰۃ میں یہ ذکر کیا ہے کہ لا الٰہ الا اللہ ایمان قبول کرنے سے کنایہ ہے۔ اس زمانے میں لا الٰہ الا اللہ وہی کہتا جو مسلمان ہوتا۔

بَابُ لُبْسِ الْحَرِيْرِ وَافْتِرَاشِهِ لِلرِّجَالِ، وَقَدْرِ مَا يَجُوْزُ مِنْهُ (ص ۸۶۷)

مرد کا ریشمی کپڑا پہننا اور بچھانا اور اس میں کتنا جائز ہے؟

۲۵۷۱ - حَدَّثَنَا قَتَادَةُ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا عُثْمَانَ النَّهْدِيَّ اَتَانَا كِتَابُ عُمَرَ، وَنَحْنُ مَعَ عُتْبَةَ بْنِ فَرْقَدٍ بِاَذْرَبِيْجَانَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنِ الْحَرِيْرِ اِلَّا هٰكَذَا، وَاَشَارَ بِاِصْبَعَيْهِ اللَّتَيْنِ تَلِيَانِ الْاِبْهَامَ، قَالَ فِيْمَا عَلِمْنَا اَنَّهُ يَعْنِي الْاَعْلَامَ.

ابوعثمان نہدی نے کہا کہ ہمارے پاس حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا والا نامہ آیا اور ہم عتبہ بن فرقد کے ساتھ آذر بائیجان میں تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ریشمیں کپڑے سے منع فرمایا، مگر اتنا اور اپنی ان دو انگلیوں سے اشارہ فرمایا جو انگوٹھے سے ملی ہوئی ہیں۔ ہمارے علم میں یہ ہے کہ اس سے مراد نقش ونگار ہے۔

(مسلم، ابوداؤد۔ کتاب اللباس، نسائی، کتاب الزینۃ، ابن ماجہ۔ کتاب الجہاد، کتاب اللباس)

حریر

خالص ریشم کے کپڑے کو کہتے ہیں جس کا تانا بانا دونوں ریشم کا ہوتا ہے۔ مرد کو اس کا پہننا حرام ہے، ہاں! اس کی اجازت ہے کہ کپڑے پر ریشمی کپڑے کا نقش ونگار ہو مگر شرط یہ ہے کہ چار انگلیوں سے زیادہ نہ ہو۔ چار انگلیوں تک کی اجازت ہے۔ اس حدیث میں دو انگلیوں تک کی مقدار کا استثناء ہے، لیکن ابوداؤد میں اسی حدیث کے شروع میں یہ ہے کہ ''الا ما كان هكذا وهكذا اصبعين و ثلاثة واربعة'' مگر جو اتنا اتنا ہو، دو انگلی یا تین انگلی یا چار انگلی۔ مسلم میں سوید بن غفلہ کی حدیث میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے خطبہ دیا اور فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ریشمی کپڑا پہننے سے منع فرمایا، مگر دو انگلی یا تین انگلی یا چار انگلی۔

۲۵۷۲- ح: [مَنْ يَلْبَسُ الْحَرِيْرَ فِي الدُّنْيَا لَمْ يَلْبَسْ مِنْهُ شَيْءٌ فِي الْاٰخِرَةِ]

جو ریشمی کپڑا دنیا میں پہنے گا، وہ آخرت میں نہیں پہنے گا

۲۵۷۲ - عَنِ التَّيْمِيِّ، عَنْ اَبِيْ عُثْمَانَ قَالَ كُنَّا مَعَ عُتْبَةَ فَكَتَبَ اِلَيْهِ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يُلْبَسُ الْحَرِيْرُ فِي الدُّنْيَا اِلَّا لَمْ يُلْبَسْ مِنْهُ شَيْءٌ فِي الْاٰخِرَةِ. حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عُمَرَ، حَدَّثَنَا مُعْتَمِرٌ حَدَّثَنَا اَبِيْ حَدَّثَنَا اَبُوْ عُثْمَانَ، وَاَشَارَ اَبُوْ عُثْمَانَ بِاِصْبَعَيْهِ الْمُسَبِّحَةِ وَالْوُسْطٰى.

ابوعثمان نہدی نے کہا کہ ہم عتبہ کے ساتھ تھے تو ان کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے لکھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ریشمی کپڑا دنیا میں وہی پہنے گا جو آخرت میں نہیں پہنے گا، اور ابوعثمان نے اپنی دو انگلیوں کلمے اور درمیان والی سے اشارہ فرمایا۔

۲۵۷۳ - حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ صُهَيْبٍ قَالَ سَمِعْتُ اَنَسَ بْنَ مَالِكٍ قَالَ شُعْبَةُ فَقُلْتُ اَعَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ فَقَالَ شَدِيْدًا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ مَنْ لَبِسَ الْحَرِيْرَ فِي الدُّنْيَا فَلَنْ يَلْبَسَهُ فِي الْاٰخِرَةِ.

عبدالعزیز بن صہیب نے کہا: میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے سنا، شعبہ نے کہا: میں نے عبدالعزیز بن صہیب سے پوچھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہوئے؟ تو انہوں نے غصے میں کہا نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہوئے: جو ریشمی کپڑا دنیا میں پہنے گا وہ آخرت میں ہرگز نہیں پہنے گا۔

یعنی عبدالعزیز بن صہیب نے جب یہ کہا کہ میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے سنا تو شعبہ نے یہ پوچھا کہ حضرت انس

وَاَنْتَ تَخْذِفُ، لَا اُكَلِّمُكَ كَذَا وَكَذَا.

حدیث بیان کی ہے کہ آپ نے روڑا پھینکنے سے منع فرمایا ہے یا روڑا پھینکنے کو ناپسند فرمایا ہے پھر بھی تو روڑا پھینک رہا ہے، میں تجھ سے اتنے اتنے دن بات نہیں کروں گا۔ (مسلم۔کتاب الذبائح)

''خـذف'' انگلیوں سے کنکری پھینکنا اور کچھ لوگوں نے کہا کہ انگوٹھے اور کلمے کی انگلی سے کنکری پھینکنا، یا گوپھن وغیرہ سے پھینکنا۔ حدیث سے ثابت ہوا کہ بلاضرورت کنکر ڈھیلا وغیرہ اِدھر اُدھر پھینکنا منع ہے۔

بَابٌ اِذَا اَكَلَ الْكَلْبُ (ص ۸۲۴)

جب شکار کو کتا کھائے (تو اسے نہ کھاؤ)

وَقَوْلُهُ تَعَالٰی ﴿يَسْاَلُوْنَكَ مَاذَآ اُحِلَّ لَهُمْ قُلْ اُحِلَّ لَكُمُ الطَّيِّبَاتِ وَمَا عَلَّمْتُمْ مِّنَ الْجَوَارِحِ مُكَلِّبِيْنَ﴾ (المائدہ:٤) الصَّوَائِدُ وَالْكَوَاسِبُ ﴿اِجْتَرَحُوْا﴾ (الجاثیہ: ۲۱) اِكْتَسَبُوْا. ﴿تُعَلِّمُوْنَهُنَّ مِمَّا عَلَّمَكُمُ اللّٰهُ فَكُلُوْا مِمَّآ اَمْسَكْنَ عَلَيْكُمْ وَاذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهِ وَاتَّقُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعُ الْحِسَابِO﴾ (المائدہ:٤).

اور اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کا بیان: اے محبوب! تم سے پوچھتے ہیں کہ ان کے لیے کیا حلال ہوا؟ تم فرمادو کہ حلال کی گئیں تمہارے لیے پاک چیزیں، اور شکاری جانور جوتم نے سدھا لیے انہیں شکار پر دوڑاتے اور جو علم تمہیں خدا نے دیا انہیں سکھاتے تو کھاؤ اس میں سے جو وہ مار کر تمہارے لیے رہنے دیں اور اس پر اللہ کا نام لو اور اللہ سے ڈرتے رہو، بے شک اللہ کو حساب کرتے دیر نہیں لگتیO ''اِجْتَرَحُوْا'' کے معنی یہ ہیں کہ انہوں نے کمایا۔

توضیح

اس آیت میں ''طیبـات'' سے مراد وہ چیزیں ہیں جنہیں سلیم الطبع لوگ کھائیں تو انہیں گھن نہ آئے۔ اس کے بالمقابل خبیث ہے یعنی گھناؤنی چیزیں جنہیں سلیم الطبع لوگ کھانے سے گھن کریں۔

کلب معلم

وہ شکاری جانور ہے جسے سدھا لیا گیا ہو یعنی اسے اس کا عادی بنا دیا گیا ہے کہ شکار دیکھ کر خود ان پر نہ جھپٹے، جب اسے شکار پر چھوڑا جائے تو جائے اور جب بلایا جائے تو فوراً واپس آجائے اور شکار کو پکڑ کر اس میں سے کچھ نہ کھائے بلکہ مار کر یا زخمی کر کے چھوڑ دے یا مالک کے پاس اٹھا لائے۔ اگر ان باتوں میں سے کوئی ایک نہ پائی جائے تو وہ معلم نہ ہوگا۔ اس کا کیا ہوا شکار کھانا حرام ہوگا۔ نیز شکار کے حلال ہونے کے لیے مندرجہ ذیل شرطیں ہیں:

وہ جانور مسلمان کا ہو۔ بسم اللہ پڑھ کر اسے چھوڑا گیا ہو۔ اس نے جانور کو دانتوں یا ناخنوں سے زخمی کیا ہو اور اس میں سے خود کچھ نہ کھایا ہو اور اگر وہ جانور شکاری کو زندہ ملا تو اس کو بسم اللہ اللہ اکبر کہہ کر ذبح کرے۔ نیز یہ بھی ضروری ہے کہ اس معلم جانور کے ساتھ غیر معلم شکار میں شریک نہ ہو یا کسی غیر مسلمان کا شکاری جانور شریک نہ ہوا ہو یا بغیر بسم اللہ پڑھے ہوئے چھوڑا ہوا جانور شریک نہ ہوا ہو۔ کتے ہی کی تخصیص نہیں، کسی بھی درندہ جانور کو سدھا لیا جائے خواہ وہ چوپایہ ہو یا پرندہ ہو مثلاً چیتا، شکرہ، باز، شاہین وغیرہ۔

مکلب

یہ ''کـلـب'' سے مشتق ہے۔ اس سے مراد ہے سدھایا ہوا شکاری جانور، چونکہ زیادہ تر کتے ہی سے شکار رائج ہے اس لیے اس سے یہ لفظ بنایا اور مراد معنی عام ہے۔ سدھایا ہوا شکاری جانور، یا یہ ''کَلَب'' سے مشتق ہے جس کے معنی سدھانے کے ہیں۔

اجترحوا

"اجترحوا" کا ذکر یہاں استطراداً ہے۔ یہ بتانا چاہتے ہیں کہ "اجترح" کا معنی "اکتسب" بھی ہے۔

جوارح

"جوارح"، "جارحۃ" کی جمع ہے۔ اس سے مراد شکاری جانور ہے۔ اس کے لفظی معنی ہیں: کمانے والے۔

ت ۷۰۹ - وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ إِنْ أَكَلَ الْكَلْبُ فَقَدْ أَفْسَدَهُ، إِنَّمَا أَمْسَكَ عَلَى نَفْسِهِ، وَاللّٰهُ يَقُولُ ﴿تُعَلِّمُونَهُنَّ مِمَّا عَلَّمَكُمُ اللّٰهُ﴾ فَتُضْرَبُ وَتُعَلَّمُ حَتّٰى يَتْرُكَ. وَكَرِهَهُ ابْنُ عُمَرَ. وَقَالَ عَطَاءٌ إِنْ شَرِبَ الدَّمَ وَلَمْ يَأْكُلْ فَكُلْ.

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اور اگر کتا کھالے تو اس نے شکار کو خراب کر دیا، اس نے اپنے لیے اسے روکا، اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: تم کو جو علم دیا ہے اس سے انہیں سکھاؤ، تو اسے مارا جائے اور سکھایا جائے یہاں تک کہ چھوڑ دے اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے اسے مکروہ جانا اور عطاء نے کہا: اگر خون پئے اور کھائے نہیں تو کھاؤ۔

جمہور کا مذہب یہی ہے کہ اگر شکاری جانور شکار میں سے کچھ کھائے تو اس کا کھانا جائز نہیں اور یہی صحیح ہے، مگر یہ حکم صرف چوپائے شکاری جانوروں کے لیے ہے۔ اگر وہ شکاری جانور پرندہ ہے جیسے شکرہ یا باز اور اس نے شکار میں سے کچھ کھالیا تو باقی کے کھانے میں حرج نہیں اور اگر کتے نے صرف خون پیا گوشت نہیں کھایا تو بھی شکار حلال ہے۔

بَابُ [المائدہ:۹۶ کی تفسیر]

قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى ﴿أُحِلَّ لَكُمْ صَيْدُ الْبَحْرِ﴾ (المائدہ:۹۶)۔ (ص ۸۲۵)

اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی تفسیر: اور تمہارے لیے دریا کا شکار حلال کیا گیا۔

توضیح

یہ آیت محرم کے بارے میں وارد ہے کہ حالت احرام میں خشکی کا شکار کرنا حرام ہے مگر دریائی جانور کا شکار کرنا حالت احرام میں بھی جائز ہے، مگر اس کے عموم سے حضرت امام شافعی رضی اللہ عنہ وغیرہ نے استدلال کیا کہ دریا کے تمام جانور حلال ہیں۔ صرف مچھلی کی تخصیص نہیں۔

ت ۷۱۰ - وَقَالَ عُمَرُ صَيْدُهُ مَا اصْطِيدَ ﴿وَطَعَامُهُ﴾ (المائدہ:۹۶) مَا رَمٰى بِهِ.

اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ "صید" سے مراد وہ جانور ہے جسے شکار کیا جائے اور طعام سے مراد وہ جانور ہے جسے دریا پھینک دے۔

مثلاً موج اٹھی اور خشکی پر گری، اس میں مچھلیاں آگئیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ طعام سے مراد وہ ہے جسے زاد راہ کے طور پر ساتھ رکھا جائے۔

ت ۷۱۱ - وَقَالَ أَبُوْ بَكْرٍ اَلطَّافِيْ حَلَالٌ.

اور حضرت ابوبکر نے فرمایا: جو مچھلی پانی کے اوپر آجائے وہ حلال ہے۔

یعنی جو مچھلی دریا کے پانی میں مرجائے اور مر کر پانی کے اوپر دریا میں تیرنے لگے اس کے بارے میں علماء کے درمیان اختلاف

عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا انْتَعَلَ اَحَدُكُمْ فَلْيَبْدَأْ بِالْيَمِيْنِ، وَاِذَا نَزَعَ فَلْيَبْدَأْ بِالشِّمَالِ، لِتَكُنِ الْيُمْنٰى اَوَّلَهُمَا تُنْعَلُ وَاٰخِرَهُمَا تُنْزَعُ.

نے فرمایا: جب کوئی جوتا پہنے تو داہنے سے شروع کرے اور جب نکالے تو بائیں سے پہلے نکالے تا کہ داہنے کو پہلے پہنے اور بعد میں نکالے۔

[مسجد میں جاتے ہوئے پہلے کیا کرے؟]

مسجد میں داخل ہوتے وقت حکم یہ ہے کہ پہلے دایاں پاؤں مسجد میں رکھے اور جب مسجد سے نکلے تو پہلے بایاں پاؤں نکالے۔ مسجد کے داخلے کے وقت اس حدیث پر عمل دشوار ہے۔ مجدد اعظم اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ نے اس کا حل یہ ارشاد فرمایا ہے کہ جب مسجد میں جانا ہو تو پہلے بائیں پاؤں کو نکال کر جوتے پر رکھ لے، پھر داہنے پاؤں سے جوتا نکال کر مسجد میں داخل ہو اور جب مسجد سے باہر ہو تو بایاں پاؤں نکال کر جوتے پر رکھ لے، پھر دایاں پاؤں نکال کر دایاں جوتا پہن لے پھر بایاں جوتا پہن لے۔

بَابٌ لَا يَمْشِيْ فِيْ نَعْلٍ وَاحِدٍ (ص ۸۷۰) — ایک جوتے میں نہ چلے

۲۵۷۸ - عَنِ الْاَعْرَجِ، عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَمْشِيْ اَحَدُكُمْ فِيْ نَعْلٍ وَاحِدَةٍ، لِيُحْفِهِمَا اَوْ لِيُنْعِلْهُمَا جَمِيْعًا.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کوئی ایک جوتے میں نہ چلے یا دونوں کو اتار دے یا دونوں کو پہنے۔

(مسلم، ابوداؤد، ترمذی، کتاب اللباس)

حدیث میں ''نعل'' کی صفت ''واحدۃ'' لائے۔ اس سے معلوم ہوا کہ نعل مونث ہے، ایک جوتے میں چلنا دشوار بھی ہوتا ہے۔ آدمی لنگڑاتا ہوا چلے گا۔

بَابُ خَوَاتِيْمِ الذَّهَبِ (ص ۸۷۱) — سونے کی انگوٹھیوں کا بیان

۲۵۷۹ - عَنْ بَشِيْرِ بْنِ نَهِيْكٍ، عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ نَهٰى عَنْ خَاتَمِ الذَّهَبِ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے سونے کی انگوٹھی سے منع فرمایا۔

(بخاری۔ باب: خواتیم الذھب ص ۸۷۱۔ باب: خاتم الفضۃ ص ۸۷۱۔ باب: من جعل فص الخاتم ص ۸۷۳۔ باب: الایمان من حلف علی الشیئ الخ ص ۹۸۴، کتاب الاعتصام۔ باب: الاقتداء بافعال النبی ﷺ ص ۱۰۸۴، مسلم۔ کتاب اللباس، ابوداؤد۔ کتاب الخاتم) ٥

بَابُ خَاتَمِ الْفِضَّةِ (ص ۸۷۱) — چاندی کی انگوٹھی کا بیان

۲۵۸۰ - عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِتَّخَذَ خَاتَمًا مِنْ ذَهَبٍ وَّجَعَلَ فَصَّهٗ مِمَّا يَلِيْ كَفَّهٗ، وَنَقَشَ فِيْهِ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ، فَاتَّخَذَ النَّاسُ مِثْلَهٗ، فَلَمَّا رَاٰهُمْ قَدِ اتَّخَذُوْهَا رَمٰى بِهٖ وَقَالَ لَا اَلْبَسُهٗ اَبَدًا. ثُمَّ اتَّخَذَ خَاتَمًا مِّنْ فِضَّةٍ، فَاتَّخَذَ النَّاسُ خَوَاتِيْمَ الْفِضَّةِ. قَالَ ابْنُ عُمَرَ فَلَبِسَ

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے سونے یا چاندی کی انگوٹھی بنائی اور اس کا نگ اندرونی ہتھیلی کی طرف کیا اور اس میں کندہ کرایا ''محمد رسول اللہ'' تو لوگوں نے ویسی ہی انگوٹھی بنائی۔ جب حضور نے لوگوں کو دیکھا کہ انہوں نے بھی انگوٹھی بنالی ہے تو آپ نے اپنی انگوٹھی پھینک دی اور فرمایا: میں اس کو کبھی نہیں پہنوں گا، پھر چاندی کی انگوٹھی بنائی اور لوگوں نے بھی

الْخَاتَمَ بَعْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَبُوْ بَكْرٍ، ثُمَّ عُمَرُ، ثُمَّ عُثْمَانُ، حَتّٰى وَقَعَ مِنْ عُثْمَانَ فِيْ بِئْرِ اَرِيْسَ.

چاندی کی انگوٹھیاں بنائیں۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد یہ انگوٹھی حضرت ابوبکر نے پہنی، پھر حضرت عمر نے، پھر حضرت عثمان نے یہاں تک کہ یہ انگوٹھی بیئر اریس میں حضرت عثمان سے گر پڑی۔

فَاتَّخَذَ النَّاسُ مِثْلَهٗ

اس کا ایک مطلب یہ ہے کہ لوگوں نے سونے کی ایسی انگوٹھی بنائی جس میں ''محمد رسول اللہ'' کا نقش بھی تھا اور دوسرا مطلب یہ بھی ہوسکتا ہے کہ سونے کی انگوٹھی بنائی جس میں نقش نہیں تھا۔ علامہ عینی نے اسی کو ترجیح دی۔ اس کی تائید ابوداؤد کی روایت سے ہوتی ہے جس میں یہ ہے کہ لوگوں نے سونے کی انگوٹھیاں بنوائیں۔

انگشتری مبارک کے نقش کی ہیئت

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی انگشتری میں نقش مبارک کی صورت یہ تھی، نیچے محمد، بیچ میں رسول اوپر اللہ، اس حدیث سے معلوم ہوا کہ سونے کی انگوٹھی مردوں کو پہننا حرام ہے۔

بِئْرِ اَرِيْسَ

یہ کنواں قبا شریف کے قریب ایک باغ میں تھا۔ یہ انگوٹی معیقب کے ہاتھ سے بئر اریس میں گری تھی۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے انگوٹھی تلاش کرنے کے لیے کنویں کا پانی نکلوا ڈالا حتیٰ کہ کیچڑ بھی نکال کر تلاش کرایا مگر انگوٹھی نہیں ملی، اس انگوٹھی میں حضرت سلیمان علیہ السلام کی انگوٹھی کی طرح تسخیر کی قوت تھی۔ جب تک یہ انگوٹھی موجود رہی خلافت کا معاملہ ہر طرح درست رہا۔ جب سے یہ انگوٹھی غائب ہوئی خلافت کے معاملے میں کچھ خلل پیدا ہوگیا۔

۲۵۸۱- ح: [تَخَتَّمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَاتَمًا مِّنْ وَرِقٍ ثُمَّ اِنَّ النَّاسَ اِصْطَنَعُوا الْخَوَاتِيْمَ مِنْ وَرِقٍ]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چاندی کی انگوٹھی پہنی یہ دیکھ کر اور لوگوں نے بھی چاندی کی انگوٹھی بنائی

۲۵۸۱- حَدَّثَنِيْ اَنَسُ بْنُ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّهٗ رَاٰى فِيْ يَدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَاتَمًا مِّنْ وَرِقٍ يَوْمًا وَّاحِدًا، ثُمَّ اِنَّ النَّاسَ اِصْطَنَعُوا الْخَوَاتِيْمَ مِنْ وَرِقٍ وَلَبِسُوْهَا، فَطَرَحَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَاتَمَهٗ، فَطَرَحَ النَّاسُ خَوَاتِيْمَهُمْ.

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ میں چاندی کی انگوٹھی دیکھی دن بھر۔ پھر لوگوں نے چاندی کی انگوٹھیاں بنائیں اور انہیں پہنا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی انگوٹھی پھینک دی، پھر لوگوں نے بھی اپنی انگوٹھیاں پھینک دیں۔

بظاہر حضرت انس کی یہ حدیث حضرت عبداللہ بن عمر کی حدیث اور خود حضرت انس سے مروی حدیثوں کے معارض ہے۔ اسی لیے کچھ لوگوں نے یہ کہا کہ اس روایت میں امام زہری سے وہم ہوگیا۔ انہوں نے بجائے ''خاتم من ذھب'' کے ''من ورق'' روایت کردیا۔ امام قاضی عیاض اور دوسرے شراح نے اس کی مختلف تاویلیں کی ہیں جو علامہ نووی کی شرح مسلم اور فتح الباری اور عمدۃ القاری وغیرہ میں مذکور ہیں۔ اس کی تلخیص بخاری کے ہندوستانی مطبوعہ کے حاشیہ میں بھی ہے مگر کوئی تاویل چسپاں نہیں ہوتی۔ سب

میں بُعد ہے۔ ہاں! ان میں سے ایک تاویل کچھ لگتی ہوئی ہے۔ ہو سکتا ہے ان لوگوں نے بھی اپنی انگوٹھیوں میں محمد رسول اللہ کندہ کرایا ہوا سے حضور نے ناپسند فرمایا جیسا کہ چند ابواب کے بعد حضرت انس ہی سے مروی ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا کہ ہم نے اپنی انگوٹھی پر محمد رسول اللہ کندہ کرایا ہے تم میں سے کوئی اپنی انگوٹھی پر یہ نقش کندہ نہ کرائے۔ واللہ اعلم!

بَابُ فَصِّ الْخَاتَمِ (ص ۸۷۲) — انگوٹھی کے نگ کا بیان

۲۵۸۲ - سَمِعْتُ حُمَيْدًا يُحَدِّثُ، عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ خَاتَمُهُ مِنْ فِضَّةٍ، وَكَانَ فَصُّهُ مِنْهُ.

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ کی انگوٹھی چاندی کی تھی اور اس کا نگ بھی چاندی کا تھا۔

بَابُ خَاتَمِ الْحَدِيْدِ (ص ۸۷۲) — لوہے کی انگوٹھی کا بیان

توضیح

امام بخاری نے اس باب کے تحت وہ حدیث ذکر کی ہے کہ ایک خاتون حضور اقدس ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا کہ میں اپنے آپ کو حضور کو ہبہ کرتی ہوں۔ حضور اقدس ﷺ نے ان خاتون کو بغور دیکھا پھر نگاہِ مبارک نیچے کر لی اور خاموش ہو گئے۔ کچھ دیر گزرنے کے بعد ایک صاحب نے عرض کیا کہ اگر حضور کو اس عورت کی حاجت نہ ہو تو میرے ساتھ اس کا نکاح کر دیجیے۔ حضور نے ان سے پوچھا: تیرے پاس مہر ادا کرنے کے لیے کچھ ہے؟ انہوں نے عرض کیا: نہیں! حضور نے فرمایا: جاؤ دیکھو، تو وہ گئے اور لوٹ کر آئے اور کہا: بخدا! میں نے کچھ نہیں پایا۔ فرمایا: جاؤ تلاش کرو اگرچہ لوہے کی انگوٹھی ہو۔ (الحدیث) اس سے یہ ظاہر متبادر ہوتا ہے کہ لوہے کی انگوٹھی پہننا جائز ہے۔

اس بارے میں امام بخاری کا کیا مذہب ہے کچھ ظاہر نہیں ہوا، مگر صحیح یہ ہے کہ لوہے کی انگوٹھی پہننا جائز نہیں، جیسا کہ اصحاب سنن اربعہ نے حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ایک صاحب نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور وہ پیتل کی انگوٹھی پہنے ہوئے تھے، فرمایا: کیا بات ہے میں تجھ سے بتوں کی بو پا رہا ہوں۔ انہوں نے اس کو پھینک دیا۔ دوبارہ لوہے کی انگوٹھی پہنے ہوئے آئے تو فرمایا: کیا بات ہے میں تیرے اوپر جہنمیوں کا زیور دیکھ رہا ہوں تو انہوں نے اسے پھینک دیا اور عرض کیا: یا رسول اللہ! کس چیز کی انگوٹھی بناؤں؟ فرمایا: چاندی کی بنا اور ایک مثقال سے کم کی۔

نیز امام احمد نے اپنی مسند میں حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ انہوں نے سونے کی انگوٹھی پہنی۔ رسول اللہ ﷺ نے اسے اس طرح دیکھا گویا اسے ناپسند فرما رہے ہیں تو انہوں نے اس کو پھینک دیا، پھر انہوں نے لوہے کی انگوٹھی پہنی تو ان سے فرمایا: یہ زیادہ خبیث ہے، یہ زیادہ خبیث ہے، پھر انہوں نے چاندی کی انگوٹھی پہنی۔ اس پر حضور نے سکوت فرمایا۔

نیز امام احمد نے اپنی مسند میں عمار بن عمار سے روایت کیا کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک شخص کے ہاتھ میں سونے کی انگوٹھی دیکھی تو فرمایا: اسے پھینک دے، پھر انہوں نے لوہے کی انگوٹھی بنائی تو فرمایا: اس سے زیادہ بری ہے۔ پھر انہوں نے چاندی کی انگوٹھی بنائی تو حضور نے سکوت فرمایا۔

ان سب کا حاصل یہ نکلا کہ مردوں کو صرف چاندی کی انگوٹھی کی اجازت ہے، وہ بھی اس شرط کے ساتھ کہ ایک مثقال یعنی ساڑھے چار ماشے سے کم کی ہو۔ اس کے علاوہ اور دھاتوں کی انگوٹھی جائز نہیں۔ عورتوں کو چاندی کی بھی انگوٹھی جائز ہے اور سونے کی بھی۔ اس کے علاوہ اور دھاتوں کی عورتوں کو بھی جائز نہیں۔ اصل قصہ یہ ہے کہ انگوٹھی زیور ہے، مردوں کو کسی بھی دھات کا زیور پہننا

جائز نہیں۔ صرف ایک مثقال سے کم کی چاندی کی انگوٹھی جائز ہے۔ یہ اس حکم کلی سے مستثنیٰ ہے۔ عورتوں کو سونے چاندی کا زیور جائز ہے تو ان کو چاندی کے ساتھ سونے کی انگوٹھی بھی پہننا جائز ہے اور دوسری دھاتوں کا زیور عورتوں کو بھی پہننا ناجائز ہے تو انگوٹھی بھی ناجائز ہے۔ مردوں کو صرف ایک انگوٹھی کی اجازت ہے' ایک سے زیادہ کی نہیں۔ عورتوں کے لیے کوئی تحدید نہیں۔ مردوں کو صرف وہی انگوٹھی جائز ہے جس میں ایک نگ ہو۔ ایک سے زیادہ نگ کی ہو تو مردوں کو جائز نہیں عورتوں کو جائز ہے۔ وجہ یہ ہے کہ زیور ہونے کی وجہ سے اصل حکم یہی تھا کہ مردوں کو انگوٹھی پہننا جائز نہ ہوتا مگر جب انہیں انگوٹھی پہننے کی اجازت دی تو وہ اجازت اسی قدر منحصر ہوگی جتنے کی اجازت ہے اور یہ منحصر ہے ایک انگوٹھی میں اور ایک نگ کی انگوٹھی میں' لہٰذا ایک سے زائد انگوٹھیاں اور ایک نگ سے زائد کی انگوٹھی اپنے اصل کے اعتبار سے حرام ہوگی۔

بَابُ الْخَاتَمِ فِي الْخِنْصَرِ (ص ۸۷۳)
انگوٹھی چھوٹی انگلی میں

۲۵۸۳- ح: [يَنْقُشَنَّ اَحَدٌ نَقْشَ خَاتِمِنَا]
ہماری انگوٹھی کا نقش کوئی نہ کھدوائے

۲۵۸۳ - حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ صُهَيْبٍ، عَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ صَنَعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَاتَمًا، قَالَ اِنَّا اتَّخَذْنَا خَاتَمًا، وَنَقَشْنَا فِيْهِ نَقْشًا، فَلَا يَنْقُشُ عَلَيْهِ اَحَدٌ. قَالَ فَاِنِّيْ لَاَرٰى بَرِيْقَهٗ فِيْ خِنْصَرِهٖ.

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے چاندی کی انگوٹھی بنائی اور فرمایا: ہم نے چاندی کی انگوٹھی بنائی ہے اور ہم نے اس پر ایک نقش کندہ کرایا ہے' کوئی یہ نقش ہرگز کندہ نہ کرائے' فرماتے ہیں کہ میں اس کی چمک حضور کی چھنگلی میں دیکھ رہا ہوں۔

اس روایت میں صرف یہ ہے کہ حضور نے انگوٹھی بنائی لیکن ایک باب کے بعد جو حدیث آرہی ہے اس میں تصریح ہے کہ چاندی کی انگوٹھی بنوائی تھی اور اس میں محمد رسول اللہ کندہ کرایا تھا۔

بَابُ الْخَاتَمِ لِلنِّسَاءِ (ص ۸۷۳)
عورتوں کے لیے انگوٹھی

ت ۷۵۵ - وَكَانَ عَلٰى عَائِشَةَ خَوَاتِيْمُ ذَهَبٍ.

اُمّ المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سونے کی کئی کئی انگوٹھیاں پہنتی تھیں۔

اس تعلیق کو ابن سعد نے سند متصل کے ساتھ روایت کیا ہے' پوری تعلیق یوں ہے: عمرو بن ابی عمر نے کہا کہ میں نے قاسم بن محمد سے پوچھا تو انہوں نے کہا: میں نے دیکھا ہے بخدا! حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا "کُسُم" سے رنگا ہوا کپڑا پہنتی تھیں اور سونے کی انگوٹھیاں پہنتی تھیں۔

اس سے ثابت ہوا کہ عورتوں کو سونے کی انگوٹھیاں پہننا جائز ہے' نیز ایک سے زائد انگوٹھیاں پہننا بھی جائز ہے۔

بَابُ الْمُتَشَبِّهِيْنَ بِالنِّسَاءِ، وَالْمُتَشَبِّهَاتُ بِالرِّجَالِ (ص ۸۷۴)
عورتوں کی مشابہت کرنے والے مرد اور مردوں کے ساتھ مشابہت کرنے والی عورتیں

۲۵۸۴ - عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ لَعَنَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمُتَشَبِّهِيْنَ مِنَ الرِّجَالِ بِالنِّسَاءِ، وَالْمُتَشَبِّهَاتِ مِنَ النِّسَاءِ بِالرِّجَالِ.

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کے ساتھ مشابہت کرنے والے مردوں پر اور مردوں کے ساتھ مشابہت کرنے والی عورتوں پر لعنت فرمائی۔

(ابوداؤد۔ کتاب اللباس' ترمذی۔ کتاب الاستیذان' ابن ماجہ۔ کتاب النکاح)

بَابُ اِخْرَاجِهِمْ (ص ۸۷۴) ایسے لوگوں کو گھروں سے نکال دینا

۲۵۸۵ - عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ لَعَنَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمُخَنَّثِيْنَ مِنَ الرِّجَالِ، وَالْمُتَرَجِّلَاتِ مِنَ النِّسَاءِ، وَقَالَ اَخْرِجُوْهُمْ مِنْ بُيُوْتِكُمْ قَالَ فَاَخْرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فُلَانَةً، وَاَخْرَجَ عُمَرُ فُلَانًا.

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے زنانہ مردوں پر اور مردانہ عورتوں پر لعنت فرمائی اور فرمایا: ان کو اپنے گھروں سے نکال دو اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فلاں کو اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فلاں کو نکالا۔

(بخاری۔ کتاب المحاربین۔ باب: نفی اهل المعاصی و المخنثین ص ۱۰۱۰' ابوداؤد۔ کتاب الادب' ترمذی۔ کتاب الاستیذان' نسائی۔ کتاب عشرۃ النساء)

مراد یہ ہے کہ جو لباس اور زینت کے طریقے عورتوں کے ساتھ خاص ہیں ان کو کوئی مرد استعمال کرے' اسی طرح جو لباس عادات واطوار اور زینت کے طریقے مردوں کے ساتھ خاص ہیں ان کو کوئی عورت استعمال کرے' یہ حرام ہے مثلاً کوئی عورت مردوں جیسا کرتا پائجامہ' شیروانی' ٹوپی پہنے' عمامہ باندھے یا کوئی مرد عورتوں کا کوئی مخصوص کرتا پہنے' اوڑھنی اوڑھے' عورتوں کی طرح کندھے سے نیچے لمبے لمبے بال رکھے' یہ حرام سخت حرام ہے۔

مخنث

وہ ہے جس کے اندر رفتار و گفتار' عادات واطوار میں زنانہ پن ہو۔ یہ خلقی بھی ہوتا ہے' یہ معاف ہے اور کچھ مرد زنانہ بنتے ہیں یہی حرام ہے۔ جن کے اندر خلقی طور پر زنانہ پن ہو انہیں حکم دیا جائے گا کہ ایسی حرکات وسکنات کو بدلنے کی کوشش کریں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جس کو نکالا تھا اس کا نام الحبشہ تھا' یہ ایک حبشی غلام تھے۔

اس کے بعد امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے بنت غیلان والی حدیث نقل کی ہے۔

بَابُ قَصِّ الشَّارِبِ (ص ۸۷۴) مونچھوں کا کترانا

ت ۷۵۶ - وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ يُحْفِيْ شَارِبَهُ، حَتّٰى يُنْظَرَ اِلٰى بَيَاضِ الْجِلْدِ، وَيَاْخُذُ هٰذَيْنِ، يَعْنِيْ بَيْنَ الشَّارِبِ وَاللِّحْيَةِ.

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما اپنی مونچھ کو اتنی باریک کراتے کہ کھال کی سفیدی نظر آتی اور ان دونوں کے درمیان یعنی مونچھ اور ڈاڑھی کے درمیان کا بال بھی کاٹتے تھے۔

اس تعلیق کو امام طحاوی نے پانچ طریقوں کے ساتھ سند متصل کے ساتھ روایت کیا ہے۔ ظاہر ہے کہ "بین ھذین" سے مراد مونچھوں کے دونوں کنارے ہیں جو ڈاڑھی سے آکر ملتے ہیں۔

علامہ عینی نے فرمایا: اس کا بھی احتمال ہے کہ اس سے مراد بچی کے دونوں طرف کے بال ہوں۔

اقول وھو المستعان: بہار شریعت سولہویں حصہ ص ۱۹۷ میں ہے کہ بچی کے اغل بغل کے بال مونڈانا یا اکھیڑنا بدعت ہے حوالہ عالمگیری کا ہے' مگر عالمگیری میں صرف اکھاڑنے کو بدعت لکھا ہے منڈوانے کا اس میں ذکر نہیں۔ غالباً حضرت صدر الشریعہ قدس سرہ نے اکھاڑنے پر مونڈنے کو قیاس فرمایا ہے اور یہ قیاس ایک حد تک صحیح بھی ہے' اس تقدیر پر حضرت علامہ عینی کا یہ فرمانا کہ یہاں یہ بھی احتمال ہے کہ بچی کے اردگرد کے بال مراد ہوں کی کوئی جگہ نہیں' نیز "بین الشارب واللحیۃ" کا ظاہر بھی اس سے ابا کرتا ہے۔

کہ اس سے بچی کے اردگرد کے بال مراد ہوں۔

۲۵۸۶- ح: [مِنَ الْفِطْرَةِ قَصُّ الشَّارِبِ]

مونچھوں کا کترنا فطرت سے ہے

۲۵۸۶- عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مِنَ الْفِطْرَةِ قَصُّ الشَّارِبِ.

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، وہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: فطرت سے مونچھ کا کترنا ہے۔

سند میں ہے: ''عن حنظلة عن نافع قال اصحابنا عن المكي عن ابن عمر رضى الله تعالىٰ عنهما'' اس کی توجیہ میں شراح مضطرب ہیں۔ سب سے واضح توجیہ یہ ہے کہ امام بخاری نے پہلے یہ ذکر فرمایا کہ مکی بن ابراہیم نے حنظلہ سے اور وہ نافع سے اور وہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتے ہیں، یعنی اس سند میں ارسال ہے، نافع کی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ملاقات نہیں۔ انہوں نے درمیان کے راوی چھوڑ دیئے ''قال اصحابنا'' سے یہ افادہ کرنا چاہتے ہیں کہ ہمارے بعض اصحاب نے اسے موصولاً روایت کیا ہے یعنی ''عن نافع، عن ابن عمر''، ''قص'' کے معنی رات میں کسی کے نشان راہ کے پیچھے چلنا ہے اور کسی واقعہ کو پورے طور سے بیان کرنا ہے۔ نیز کسی چیز کو آری سے کاٹنا ہے۔ یہی آخری معنی یہاں مراد ہے یعنی مونچھوں کو اس طرح کاٹا جائے جس کا کچھ حصہ باقی رہے، یعنی مونڈا نہ جائے۔

۲۵۸۷- ح: [خَمْسٌ مِّنَ الْفِطْرَةِ]

پانچ چیزیں فطرت سے ہیں

۲۵۸۷- عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ، عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رِوَايَةً اَلْفِطْرَةُ خَمْسٌ، أَوْ خَمْسٌ مِّنَ الْفِطْرَةِ اَلْخِتَانُ، وَالْاِسْتِحْدَادُ، وَنَتْفُ الْإِبِطِ، وَتَقْلِيْمُ الْأَظْفَارِ، وَقَصُّ الشَّارِبِ. (یہی ایک حدیث کے بعد، کتاب الاستیذان۔ باب: الختان بعد الکبر ص ۹۳۱)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتے ہوئے فرمایا کہ فطرت پانچ ہیں، یا فطرت سے پانچ چیزیں ہیں: ختنہ کرنا، اور موئے زیر ناف مونڈنا، اور بغل کے بال اُکھاڑنا، اور ناخنوں کو تراشنا، اور مونچھ کو کترنا۔

۲۵۸۸- ح: [مِنَ الْفِطْرَةِ حَلْقُ الْعَانَةِ]

زیر ناف بال مونڈھنا فطرت سے ہے

۲۵۸۸- عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مِنَ الْفِطْرَةِ حَلْقُ الْعَانَةِ، وَتَقْلِيْمُ الْأَظْفَارِ، وَقَصُّ الشَّارِبِ.

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: فطرت سے پیڑو کے بال مونڈنا ہے اور ناخنوں کا کترنا ہے اور مونچھ کا کترنا ہے۔

فطرة

''فطرۃ'' سے مراد وہ پرانا طریقہ ہے جسے انبیاء کرام نے اختیار کیا اور جس پر تمام شریعتیں متفق ہیں۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں پانچ کا ذکر ہے اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث میں تین کا، اور مسلم[1] میں حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ دس چیزیں فطرت سے ہیں: مونچھ کترنا، ڈاڑھی بڑھانا، مسواک کرنا، اور ناک میں پانی ڈالنا، اور ناخن کترنا، اور انگلیوں کے جوڑوں کو دھونا، اور بغل کے بال اُکھاڑنا، اور پیڑو کے بال

---

[1] مسلم، ج ۱، ص ۱۲۹

مونڈھنا' اور پانی سے استنجا کرنا۔ زکریا نے کہا کہ مصعب نے کہا: میں دسواں بھول گیا مگر یہ کہ وہ کلی کرنا ہے۔ مفہوم عدد معتبر نہیں' اس لیے بعض میں اقل اکثر کا رافع نہیں۔

مسلم[1] ہی میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ مونچھ اور ناخن کتروانے اور بغل کا بال اُکھیڑنے اور پیڑو کا بال مونڈنے کے لیے یہ میعاد مقرر کی گئی کہ چالیس دن سے زیادہ نہ چھوڑے۔ اس حدیث میں یہ ہے کہ ''وُقِّتَ لَنَا'' یہ صیغہ بھی احادیث مرفوعہ کے حکم میں ہے جیسے کسی صحابی کا یہ کہنا ''اُمِرْنَا بِکَذَا'' علامہ نووی نے فرمایا کہ صحیح مسلم کے علاوہ میں ہے ''وَقَّتَ لَنَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ''۔

نسیتُ العَشَرَۃَ

لیکن امام قاضی عیاض نے فرمایا کہ ہوسکتا ہے کہ ختان ہو جو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں پانچ چیزوں کے ساتھ مذکور ہے۔ علامہ نووی نے فرمایا: یہ زیادہ بہتر ہے۔

۲۵۸۹- ح: [خَالِفُوا الْمُشْرِكِيْنَ وَفِّرُوا اللِّحٰى' وَاحْفُوا الشَّوَارِبَ]

مشرکین کی مخالفت کرو' ڈاڑھیاں وافر رکھو اور مونچھوں کو پست کراؤ

۲۵۸۹- عَنْ نَافِعٍ' عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ خَالِفُوا الْمُشْرِكِيْنَ وَفِّرُوا اللِّحٰى' وَاَحْفُوا الشَّوَارِبَ. وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ اِذَا حَجَّ اَوِ اعْتَمَرَ قَبَضَ عَلٰى لِحْيَتِهٖ' فَمَا فَضَلَ اَخَذَهٗ.

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ فرمایا: مشرکین کی مخالفت کرو' ڈاڑھیوں کو وافر رکھو اور مونچھوں کو پست کراؤ اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما جب حج یا عمرہ کرتے تو اپنی ڈاڑھی کو مٹھی میں لیتے جو اس سے زیادہ ہوتی اسے کاٹتے۔

(مسلم۔ کتاب خصال الفطرۃ ص ۱۲۹' ترمذی۔ ج ۲ ص ۱۰۰)

اس حدیث میں مشرکین سے مراد مجوس ہیں اس لیے کہ وہی ڈاڑھی کترواتے یا مونڈاتے تھے۔ ''وَفِّرُوْا'' اور بعض حدیثوں میں ''وَاعْفُوْا'' وارد ہے۔ امر وجوب کے لیے ہے' لہٰذا ان حدیثوں سے ثابت ہوا کہ ڈاڑھی کا بڑھانا واجب ہے۔ حدیث کا اطلاق اس کا مقتضی ہے کہ ڈاڑھی کتنی بھی بڑی ہو جائے قطعاً نہ کاٹی جائے لیکن حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ وہ ایک مشت سے زائد ڈاڑھی کو کاٹتے تھے اور یہ ''ما لایدرك الا بالسماع'' ہے' اس لیے ملحق بالمرفوع ہے یعنی اس پر محمول ہے کہ انہوں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے سن کر ہی اس پر عمل کیا ہے اس لیے ''اعفوا اللحی'' والی حدیث کی اس سے تخصیص درست ہے' تو حاصل یہ نکلا کہ ایک مشت ڈاڑھی رکھنا واجب ہے۔ اسی لیے امام ابن الہمام نے فتح القدیر میں فرمایا: ''اما الاخذ منها وهي دون ذلك فلم يبحه احدٌ'' ڈاڑھی اگر ایک مٹھی سے کم ہو تو اس کے کاٹنے کو کسی نے جائز نہیں کیا۔ اس کے بعد والی روایت میں ہے: ''اِنْهَكُوا الشَّوَارِبَ'' اس کے معنی یہ ہیں کہ مونچھوں کو خوب پست کرو۔

بَابُ مَا يُذْكَرُ فِي الشَّيْبِ (ص ۸۷۵)

سفید بال کے بارے میں کیا ذکر کیا جاتا ہے؟

۲۵۹۰- ح: [اِتَّخَذَتْ اُمُّ سَلَمَةَ مِنْ شَعَرَاتِهٖ يَشْفَا مِنْهَا النَّاسُ كَانَتْ هٰذِهٖ

حضرت اُم سلمہ کے پاس آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے کچھ موئے مبارک تھے' جن سے لوگ شفاء حاصل

[1] مسلم۔ ج ۱ ص ۱۲۹

شَعَرَاتٌ حُمْرًا]

۲۵۹۰- عَنْ عُثْمَانَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَوْهَبٍ قَالَ اَرْسَلَنِیْ اَهْلِیْ اِلٰی اُمِّ سَلَمَةَ بِقَدَحٍ مِّنْ مَّاءٍ وَّقَبَضَ اِسْرَائِیْلُ ثَلَاثَ اَصَابِعَ مِنْ قُصَّةٍ، فِیْهِ شَعْرٌ مِنْ شَعَرِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ، وَکَانَ اِذَا اَصَابَ الْاِنْسَانَ عَیْنٌ اَوْ شَیْءٌ بَعَثَ اِلَیْهَا مِخْضَبَهٗ، فَاطَّلَعْتُ فِی الْجُلْجُلِ فَرَاَیْتُ شَعَرَاتٍ حُمْرًا.

عثمان بن عبداللہ بن موہب نے کہا کہ میرے گھر والوں نے مجھے اُمّ المؤمنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس ایک چاندی کا پیالہ دے کر بھیجا۔ اسرائیل نے اپنی تین انگلیاں سکیڑ لیں۔ اس پیالے میں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بالوں میں سے ایک بال تھا۔ جب کسی انسان کو نظر لگ جاتی یا کچھ ہو جاتا تو وہ اُمّ المؤمنین کے یہاں ایک برتن بھیجتا' میں نے پیالے میں جھانکا تو چند سرخ بال دکھائی دیئے۔ کرتے تھے' یہ بال سرخ رنگ کے تھے

(اس کے بعد دو طریقے سے' ابن ماجہ۔ کتاب اللباس)

عثمان بن عبداللہ بن موہب آل طلحہ کے غلام تھے۔

اَرْسَلَنِیْ اَهْلِیْ

میں ''اھل'' سے آل طلحہ بھی مراد ہو سکتے ہیں اور ان کی بیوی بھی ''وَقَبَضَ اِسْرَائِیْلُ'' اس حدیث کے راوی اسرائیل بن یونس نے تین انگلیاں سکیڑ کر بتایا کہ یہ پیالہ بہت چھوٹا تھا۔

مِنْ قُصَّةٍ

یہ ''قدح'' کا بیان ہے۔ فتح الباری' ارشاد الساری کے متن میں اور ہندوستانی مطبوعہ بخاری کے تمام نسخوں میں ''قصة'' ہی ہے لیکن یہاں بنتا نہیں اس لیے کہ ''قصه'' کا معنی پیشانی کے بال ہیں یا بالوں کے گچھے۔ ابوزید کی روایت میں ''من فضةٍ'' ہے۔ عمدۃ القاری کے متن میں اسی کو لیا ہے' نیز فتح الباری میں شرح میں اسی کو لیا۔ ابن وحید نے کہا: اکثر راویوں نے اس کو قاف اور صاد کے ساتھ روایت کیا اور صحیح محققین کے نزدیک فا اور ضاد کے ساتھ ہے اور یہی حمیدی کی جمع بین الصحیحین اور وکیع کی اپنی مصنف کی روایت سے ظاہر ہے۔

فِیْهِ

کشمیہنی کی روایت ہے جو واضح ہے اور ضمیر کا مرجع ''قدحٌ'' ہے لیکن دوسری روایتوں میں ''فیھا'' ہے۔ اس میں یہ اشکال ہے کہ ''قدحٌ'' مذکر ہے۔ اس کی توجیہ میں شارحین نے فرمایا کہ پیالے میں جب پانی ہو تو اس کو ''کاسٌ'' کہتے ہیں اور ''کاسٌ'' مؤنث ہے تو یہاں ضمیر کی تانیث معنیٰ ''قدح'' کی بناء پر ہے کیونکہ روایت میں یہ تصریح ہے کہ اس میں پانی تھا۔

اس روایت سے ظاہر یہ ہوتا ہے کہ اُمّ المؤمنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بعض خواص کو اپنا وہ خاص برتن عنایت فرما دیتیں جس میں موئے مبارک رکھے ہوئے تھے۔ اگرچہ عام طور پر یہی طریقہ تھا کہ لوگ وقت ضرورت اپنا برتن حضرت اُمّ المؤمنین کی خدمت میں بھیج کر وہ پانی منگاتے تھے جس میں موئے مبارک رکھے ہوئے تھے لیکن امام حمیدی کی جمع بین الصحیحین کی روایت یہ ہے کہ عثمان کہتے ہیں کہ میرے گھر والوں نے مجھے اُمّ المؤمنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس ایک پیالے کے ساتھ بھیجا جس میں پانی تھا تو وہ چاندی کی چھوٹی سی پیالی لے کر آئیں جس میں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ایک بال تھا' لیکن بخاری کی مذکورہ بالا روایت میں یہ معنیٰ بہ ظاہر درست نہیں ہوتا۔

واللہ اعلم!

یہاں ایک اشکال یہ ہے کہ چاندی کے برتن میں کھانا پینا حرام ہے پھر اُمّ المؤمنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا چاندی کا برتن کیسے

استعمال کرتی تھیں؟

علامہ ابن حجر نے ایک توجیہ یہ کی کہ ہوسکتا ہے وہ پیالہ کسی اور دھات کا تھا جس پر چاندی کی قلعی کی گئی تھی اور دوسری توجیہ یہ کی کہ ہوسکتا ہے کہ ام المؤمنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا چاندی کے چھوٹے برتن میں کھانے پینے کو جائز سمجھتی ہوں' جیسا کہ بہت سے لوگ جائز سمجھتے ہیں۔ علامہ عینی نے اس دوسری توجیہ کا شدت سے رد کیا ہے اور پہلی توجیہ کو ترجیح دی۔ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والتسلیم اور حضرات اولیاء کرام رضی اللہ عنہم کے موئے مبارک سے برکت حاصل کرنا صحابہ کے زمانے سے معمول ہے اور بال کی طرح دوسرے تبرکات سے بھی مثلاً لباس وغیرہ۔

بَابُ الْجَعْدِ (ص ۸۷۵)

گھنگھریالے بال

۲۵۹۱- ح: [كَانَ يَضْرِبُ شَعَرُهُ مَنْكِبَيْهِ]

گیسو مبارک کندھے تک تھے

۲۵۹۱ - حَدَّثَنَا قَتَادَةُ حَدَّثَنَا اَنَسٌ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَضْرِبُ شَعَرُهُ مَنْكِبَيْهِ.

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے گیسوئے مبارک آپ کے کندھے تک لٹکے تھے۔

(اس کے بعد یہی کئی طریقوں سے' مسلم۔ کتاب الفضائل)

۲۵۹۲- ح: [كَانَ شَعَرُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْسَ بِالسَّبْطِ وَلَا الْجَعْدِ]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گیسو مبارک نہ گھنگھریالے تھے اور نہ بالکل سیدھے

۲۵۹۲ - عَنْ قَتَادَةَ قَالَ سَأَلْتُ اَنَسَ بْنَ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنْ شَعَرِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ كَانَ شَعَرُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجِلًا' لَيْسَ بِالسَّبْطِ وَلَا الْجَعْدِ' بَيْنَ اُذُنَيْهِ وَعَاتِقِهِ.

حضرت قتادہ سے مروی ہے کہ میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بال کے بارے میں سوال کیا تو انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے موئے مبارک درمیانی تھے' نہ بالکل سیدھے تھے نہ گھنگھریالے' کانوں اور کندھوں کے درمیان رہتے تھے۔

(مسلم۔ کتاب الفضائل' ترمذی۔ شمائل' نسائی۔ کتاب الزینۃ' ابن ماجہ۔ کتاب اللباس)

پہلی حدیث میں ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے گیسوئے مبارک کندھوں تک تھے اور اس روایت میں ہے: اور کندھوں کے درمیان تھے۔ ایک روایت میں ہے کہ کانوں تک تھے۔ ان سب میں تعارض نہیں' مختلف اوقات میں مختلف حالت تھی۔ کبھی کانوں تک رہتے' کبھی کندھوں تک' کبھی دونوں کے درمیان۔ مجدد اعظم اعلیٰ حضرت قدس سرہ عرض کرتے ہیں:

گوش تک سنتے تھے فریاد اب آئے تا دوش
کہ بنیں خانہ بدوشوں کو سہارے گیسو

۲۵۹۳ - عَنْ قَتَادَةَ' عَنْ اَنَسٍ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ضَخْمَ الْيَدَيْنِ' لَمْ اَرَ بَعْدَهُ مِثْلَهُ' وَكَانَ شَعَرُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجِلًا' لَا جَعْدَ وَلَا سَبِطَ.

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دونوں دست مبارک پر گوشت تھے۔ میں نے حضور کے بعد حضور جیسا کسی کو نہیں دیکھا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بال درمیانی تھے' نہ گھنگھریالے نہ بالکل سیدھے۔

۲۵۹٤- ح: [كَانَ ضَخْمَ

سر قدس بڑا تھا اور قدمان مبارک

الرَّأْسِ وَالْقَدَمَيْنِ]

پُر گوشت تھے

٢٥٩٤ - عَنْ قَتَادَةَ عَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ضَخْمَ الْيَدَيْنِ وَالْقَدَمَيْنِ، حَسَنَ الْوَجْهِ، لَمْ اَرَ بَعْدَهُ وَلَا قَبْلَهُ مِثْلَهُ، وَكَانَ بَسْطَ الْكَفَّيْنِ.

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے قدمان مبارک پُر گوشت اور چہرہ مبارک نہایت حسین تھا' حضور کے پہلے یا حضور کے بعد حضور جیسا میں نے کسی کو نہیں دیکھا۔ حضور کی ہتھیلیاں کشادہ تھیں۔

٢٥٩٥- ح: [حُلْيَتُهُ الْمُبَارَكَةُ]

حلیہ مبارک

٢٥٩٥ - حَدَّثَنَا قَتَادَةُ، عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، اَوْ عَنْ رَجُلٍ، عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ضَخْمَ الْقَدَمَيْنِ، حَسَنَ الْوَجْهِ، لَمْ اَرَ بَعْدَهُ شِبْهًا لَهُ.

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ یا حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے قدمان مبارک پُر گوشت تھے اور چہرۂ مبارک حسین، میں نے حضور کے بعد حضور جیسا کسی کو نہیں دیکھا۔

(وَفِي رِوَايَةٍ اُخْرٰى) قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَثْنَ الْقَدَمَيْنِ وَالْكَفَّيْنِ.

(اور دوسری روایت میں) حضرت انس سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دونوں قدم اور ہتھیلیاں پُر گوشت تھیں۔

(وَفِي رِوَايَةٍ اُخْرٰى) عَنْ اَنَسٍ، اَوْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ضَخْمَ الْكَفَّيْنِ وَالْقَدَمَيْنِ، لَمْ اَرَ بَعْدَهُ شَبَهًا لَهُ.

(اور ایک روایت میں) حضرت انس یا حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہم سے مروی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی ہتھیلیاں اور قدمان مبارک پُر گوشت تھے۔ میں نے حضور کے بعد حضور کے مشابہ کسی کو نہیں دیکھا۔

ان احادیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حلیہ مبارک جو مذکور ہے وہ یہ ہے کہ سر اقدس بڑا تھا۔ بال نہ بالکل سیدھے تھے اور نہ گھونگھریالے درمیانی تھے۔ گیسو مبارک کبھی کانوں تک رہتے' کبھی کندھوں تک' کبھی دونوں کے درمیان۔ چہرۂ اقدس اتنا حسین تھا کہ جس کی کوئی مثال نہیں۔ ہتھیلیاں کشادہ اور پُر گوشت تھیں' قدم مبارک پُر گوشت تھے۔

شثن

یعنی انگلیاں اور ہتھیلیاں پُر گوشت تھیں' حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی ہتھیلیاں گوشت سے بھری ہوئی تھیں' اس کے باوجود انتہائی نرم تھیں' جیسا کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا: میں نے کسی ریشمی کپڑے کو بھی حضور کی ہتھیلی سے زیادہ نرم نہیں پایا۔ اصمعی سے منقول ہے کہ ''شثن'' کے معنی پُر گوشت سخت ہتھیلی کے ہیں اور جب ان کو یہ حدیث سنائی گئی کہ حدیث میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی ہتھیلیوں اور قدموں کے بارے میں ''شثن'' آیا ہے تو انہوں نے عہد کر لیا کہ آئندہ کبھی حدیث کے الفاظ کی تفسیر نہیں کروں گا۔ فتح الباری میں ہے کہ ''شثن'' کے معنی پُر گوشت کے ہیں وہ نرم ہو یا سخت' اس کے معنی میں نرمی یا سختی ملحوظ نہیں۔

بَابُ التَّلْبِيْدِ (ص ٨٧٦)

بالوں کو گوند وغیرہ سے جمانا

٢٥٩٦- ح: [لَبَّدَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے گوند سے بالوں کو جمایا

۲۵۹۶- اَخْبَرَنِیْ سَالِمُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ اَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ قَالَ سَمِعْتُ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ یَقُوْلُ مَنْ ضَفَّرَ فَلْیَحْلِقْ، وَلَا تَشَبَّهُوْا بِالتَّلْبِیْدِ. وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ یَقُوْلُ لَقَدْ رَاَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مُلَبِّدًا.

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے' انہوں نے کہا کہ میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا' جو بالوں کو گوند وغیرہ سے جمائے اسے چاہیے (حج وعمرہ کے بعد) سر منڈادے حالت احرام میں تلبید کے مشابہ نہ رکھے اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا: میں نے حالت احرام میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو گوند سے بال جمائے ہوئے دیکھا۔

اہل عرب عام طور پر گیسو رکھتے تھے۔ حالت احرام میں بالوں کے منتشر ہونے کا اندیشہ رہتا تھا کیونکہ سر پر عمامہ نہ رہتا تھا نہ ٹوپی' اس لیے احرام کی حالت میں گوند سے بالوں کو جمالیتے تھے۔ عام حالات میں یہ مکروہ تھا۔

بَابُ الذَّوَائِبِ (ص ۸۷۷) — گیسوؤں کا بیان

۲۵۹۷- ح: [قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَخَذَ بِذُؤَابَتِیْ]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے میرے گیسوؤں کو پکڑا

۲۵۹۷- عَنْ سَعِیْدِ بْنِ جُبَیْرٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ بِتُّ لَیْلَةً عِنْدَ مَیْمُوْنَةَ بِنْتِ الْحَارِثِ خَالَتِیْ، وَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عِنْدَهَا فِیْ لَیْلَتِهَا، قَالَ فَقَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یُصَلِّیْ مِنَ اللَّیْلِ، فَقُمْتُ عَنْ یَسَارِهٖ، قَالَ فَاَخَذَ بِذُؤَابَتِیْ فَجَعَلَنِیْ عَنْ یَمِیْنِهٖ.

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ میں ایک رات ام المومنین حضرت میمونہ بنت الحارث رضی اللہ عنہا اپنی خالہ کے یہاں سویا اور اس رات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انہیں کے پاس تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رات میں نماز پڑھنے لگے۔ میں حضور کی بائیں طرف کھڑا ہوا تو حضور نے میرے گیسوؤں کو پکڑا اور مجھے اپنی دائیں طرف کر دیا۔

بَابُ الْقَزَعِ (ص ۸۷۷) — بالوں کو چھوٹے بڑے رکھنا

۲۵۹۸- اَخْبَرَنِیْ عُبَیْدُ اللّٰهِ بْنُ حَفْصٍ اَنَّ عُمَرَ بْنَ نَافِعٍ اَخْبَرَهٗ، عَنْ نَافِعٍ مَوْلٰی عَبْدِ اللّٰهِ اَنَّهٗ سَمِعَ ابْنَ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا یَقُوْلُ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَنْهٰی عَنِ الْقَزَعِ. قَالَ عُبَیْدُ اللّٰهِ قُلْتُ وَمَا الْقَزَعُ؟ فَاَشَارَ لَنَا عُبَیْدُ اللّٰهِ قَالَ اِذَا حُلِقَ الصَّبِیُّ، وَتُرِكَ هَا هُنَا شَعَرَةٌ وَهَا هُنَا وَهَا هُنَا، فَاَشَارَ لَنَا عُبَیْدُ اللّٰهِ اِلٰی نَاصِیَتِهٖ وَجَانِبَیْ رَاْسِهٖ. قِیْلَ لِعُبَیْدِ اللّٰهِ فَالْجَارِیَةُ وَالْغُلَامُ؟ قَالَ لَا اَدْرِیْ، هٰكَذَا قَالَ الصَّبِیُّ. قَالَ عُبَیْدُ اللّٰهِ وَعَاوَدْتُهٗ، فَقَالَ اَمَّا الْقُصَّةُ وَالْقَفَا لِلْغُلَامِ فَلَا بَاْسَ بِهِمَا، وَلٰكِنَّ الْقَزَعَ اَنْ یُّتْرَكَ بِنَاصِیَتِهٖ شَعْرٌ، وَلَیْسَ فِیْ

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے تھے: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے سنا کہ آپ قزع سے منع فرماتے تھے۔ عبیداللہ نے کہا: میں نے پوچھا: قزع کیا ہے؟ تو عبیداللہ نے ہماری طرف اشارہ کیا۔ فرمایا: جب بچے کا سر مونڈا جائے اور یہاں چھوڑ دیا جائے۔ عبیداللہ نے اپنی پیشانی اور اپنے سر کے دونوں کناروں کی طرف اشارہ کیا۔ عبیداللہ سے پوچھا گیا: لڑکی اور لڑکے برابر ہیں؟ تو انہوں نے کہا: میں نہیں جانتا' انہوں نے صبی کہا ہے۔ عبیداللہ نے کہا: میں نے ان سے دوبارہ پوچھا کہ قصہ اور قفا بچے کے لیے حرج نہیں لیکن قزع یہ ہے کہ اس کے پیشانی پر بال چھوڑ دیے جائیں اور اس کے سر میں اور کہیں بال نہ ہوں اور ایسے ہی سر کے بال ادھر ادھر سے

رَأْسِهٖ غَيْرُهٗ، وَكَذٰلِكَ شِقُّ رَأْسِهٖ هٰذَا وَ هٰذَا۔ مونڈنا۔

(مبین متصل مسلم۔ کتاب اللباس ابوداؤد۔ باب: الترجل نسائی۔ کتاب الزینۃ ابن ماجہ۔ کتاب اللباس)

''قزع'' کی تشریح

''قزع'' کے معنی یہ ہیں کہ سر کے بالوں کو کہیں کہیں سے مونڈا جائے کہیں کہیں چھوڑ دیا جائے اور ''قصہ'' کے معنی یہ ہیں کہ کنپٹی کے بال چھوڑ دیئے جائیں اور ''قفا'' کے معنی ہیں: سر کے پچھلے حصے کے بال۔ ''قزع'' منع ہے، مکروہ ہے بچے کے لیے بھی اور بچیوں کے لیے بھی۔ ''صبی'' کا اطلاق بچے اور بچی دونوں پر ہوتا ہے یہ ''فعیلٌ'' کے وزن پر ہے جس میں مذکر مونث دونوں برابر ہیں۔

بَابُ تَطْيِيبِ الْمَرْأَةِ زَوْجَهَا بِيَدَيْهَا (ص ۸۷۷)

بیوی کا اپنے شوہر کو اپنے ہاتھوں سے خوشبو ملنا

۲۵۹۹- ح: [قَالَتْ عَائِشَةُ طَيَّبْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِحُرْمِهٖ]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: میں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو احرام کے وقت خوشبو ملی

۲۵۹۹- اَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ الْقَاسِمِ، عَنْ اَبِيْهِ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ طَيَّبْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِيَدَيَّ لِحُرْمِهٖ، وَطَيَّبْتُهٗ بِمِنًى قَبْلَ اَنْ يُّفِيْضَ.

ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے کہا: میں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو احرام کے وقت اپنے ہاتھوں سے خوشبو لگائی اور میں نے آپ کو منیٰ میں خوشبو لگائی طواف زیارت کے لیے جانے سے پہلے۔

(نسائی کتاب اللباس)

مطلب یہ ہے کہ احرام باندھنے سے پہلے بھی خوشبو لگائی اور احرام کھولنے کے بعد بھی لگائی۔ ۱۰ تاریخ کو جمرۃ العقبہ پر کنکری مارنے کے بعد قربانی کر کے احرام کھولنے کی اجازت ہے۔ اب وہ تمام چیزیں جو احرام میں ممنوع تھیں حلال ہو جاتی ہیں سوائے جماع کے۔ اس وقت بھی خوشبو لگانا مستحب ہے۔

بَابُ الطِّيْبِ فِي الرَّأْسِ وَاللِّحْيَةِ (ص ۸۷۷)

سر اور ڈاڑھی میں خوشبو لگانا

۲۶۰۰- ح: [قَالَتْ عَائِشَةُ وَجَدْتُ وَبِيْصَ الطِّيْبِ فِيْ رَأْسِهٖ وَلِحْيَتِهٖ]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: میں نے خوشبو کی چمک آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے سر اور ڈاڑھی میں پائی

۲۶۰۰- عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْاَسْوَدِ، عَنْ اَبِيْهِ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كُنْتُ اُطَيِّبُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِاَطْيَبِ مَا يَجِدُ، حَتّٰى اَجِدَ وَبِيْصَ الطِّيْبِ فِيْ رَأْسِهٖ وَلِحْيَتِهٖ.

ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خوشبو لگاتی سب سے عمدہ خوشبو جو ہمارے پاس موجود ہوتی یہاں تک کہ میں خوشبو کی چمک حضور کے سر اور ڈاڑھی میں بھی پاتی۔

(بخاری باب: ما یستحب من الطیب مسلم نسائی۔ کتاب الحج)

مرد کو اپنے سر اور اپنی ڈاڑھی میں خوشبو لگانا مستحب ہے، چہرہ پر لگانا ممنوع ہے کہ اس میں عورتوں کے ساتھ مشابہت ہے۔ عورتوں کو سب جائز ہے۔

بَابُ الْاِمْتِشَاطِ (ص۸۷۷)

بالوں میں کنگھا کرنا

۲۶۰۱- ح: [اَنَّ رَجُلًا اطَّلَعَ مِنْ جُحْرٍ فِیْ دَارِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ]

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں ایک شخص نے سوراخ سے جھانک کر دیکھا

۲۶۰۱- عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ اَنَّ رَجُلًا اطَّلَعَ مِنْ جُحْرٍ فِیْ دَارِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ، وَالنَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَحُکُّ رَاْسَهٗ بِالْمِدْرٰی، فَقَالَ لَوْ عَلِمْتُ اَنَّکَ تَنْظُرُ، لَطَعَنْتُ بِهَا فِیْ عَیْنِکَ، اِنَّمَا جُعِلَ الْاِذْنُ مِنْ قِبَلِ الْاَبْصَارِ.

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں ایک سوراخ سے جھانک کر دیکھا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنا سر بال جھاڑنے کی لکڑی سے کھجلا رہے تھے۔ فرمایا: اگر میں جانتا تو دیکھ رہا ہے تو اس کو تیری آنکھ میں گھونپ دیتا، اجازت لینے کا حکم نظروں سے بچنے کے لیے ہی ہے۔

(بخاری۔ کتاب الاستیذان۔ باب: الاستیذان من اجل البصر ص ۹۲۲، کتاب الدیات۔ باب: من اطلع فی بیت قوم ص ۱۰۲۰)

یہ بدنصیب مروان کا باپ حکم بن عاص تھا۔ فتح مکہ کے بعد اس نے کلمہ ضرور پڑھ لیا تھا لیکن یہ بار بار گستاخانہ حرکتیں کرتا۔ ایک بار حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے چلنے کی نقل کر رہا تھا۔ اس کی انہیں حرکتوں کی بناء پر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو طائف جلاوطن کر دیا تھا۔

بَابُ الذَّرِیْرَۃِ (ص۸۷۸)

ذریرہ (یعنی مرکب خوشبو) کا بیان

۲۶۰۲- ح: [قَالَتْ عَائِشَةُ طَیَّبْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِذَرِیْرَۃٍ]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ذریرہ ملا

۲۶۰۲- اَخْبَرَنِیْ عُمَرُ بْنُ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عُرْوَۃَ سَمِعَ عُرْوَۃَ وَالْقَاسِمَ یُخْبِرَانِ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ طَیَّبْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِیَدِیْ بِذَرِیْرَۃٍ فِیْ حَجَّةِ الْوَدَاعِ، لِلْحِلِّ وَالْاِحْرَامِ.

عروہ اور قاسم اُمّ المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہوئے خبر دیتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے ہاتھ سے حجۃ الوداع میں ذریرہ ملا، حل کے لیے بھی اور احرام کے لیے بھی۔

ہندوستان سے ایک خوشبودار چھڑی کی قسم کی خوشبو عرب میں جاتی تھی جو پیس کر اور چھان کر بال اور گردن میں چھڑکی جاتی تھی اسی کو ذریرہ کہتے ہیں۔

بَابُ الْوَصْلِ فِی الشَّعْرِ (ص۸۷۸)

بالوں میں بال ملانا

۲۶۰۳- حَدَّثَنَا مَنْصُوْرُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ قَالَ حَدَّثَتْنِیْ اُمِّیْ، عَنْ اَسْمَاءَ بِنْتِ اَبِیْ بَکْرٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْهُمَا اَنَّ امْرَاَۃً جَاءَتْ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ اِنِّیْ اَنْکَحْتُ ابْنَتِیْ، ثُمَّ اَصَابَهَا شَکْوٰی، فَتَمَرَّقَ رَاْسُهَا، وَزَوْجُهَا یَسْتَحِثُّنِیْ بِهَا، اَفَاَصِلُ رَاْسَهَا؟ فَسَبَّ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ الْوَاصِلَةَ وَالْمُسْتَوْصِلَةَ.

حضرت اسماء بنت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک خاتون رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا کہ میں نے اپنی بیٹی کا نکاح کر دیا، پھر وہ بیمار ہوگئی جس سے اس کے سر کے بال جھڑ گئے اور اس کا شوہر مجھے ابھار رہا ہے۔ کیا میں اس کے سر میں دوسرے بال ملاؤں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے ڈانٹا اور فرمایا کہ اللہ نے بال ملانے والی اور ملوانے والی پر لعنت فرمائی ہے۔

(اس کے بعد متصل ہی باب: الموصولۃ ص۸۷۹، مسلم)

اس حدیث کی راویہ منصور بن عبدالرحمن کی والدہ کا نام صفیہ بنت شیبہ حجبیہ ہے۔ بعد میں یہی حدیث حضرت اسماء ہی سے ہشام کی اہلیہ فاطمہ بنت المنذر بن زبیر بن عوام سے مروی ہے۔ یہ حدیث کتاب النکاح میں گزر چکی ہے، وہیں اس پر مفصل کلام ہو چکا ہے۔

٢٦٠٤-ح: [لَعَنَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ الْوَاصِلَةَ وَالْمُسْتَوْصِلَةَ]

نبی ﷺ نے بال ملانے والی اور ملوانے والی پر لعنت فرمائی

٢٦٠٤- عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَعَنَ اللّٰهُ الْوَاصِلَةَ وَالْمُسْتَوْصِلَةَ وَالْوَاشِمَةَ وَالْمُسْتَوْشِمَةَ. وَقَالَ نَافِعٌ اَلْوَشْمُ فِی اللِّثَةِ.

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ نے بال ملانے والی اور ملوانے والی، گوندنے والی اور گوندوانے والی پر لعنت فرمائی ہے، نافع نے کہا: گوندنا مسوڑے میں ہوتا ہے۔

(بخاری۔ باب: الموصولۃ ص۸۷۹، باب: المستوشمۃ ص۸۸۰، ترمذی۔ کتاب اللباس)

بَابُ الْمُسْتَوْشِمَةِ (ص۸۷۹)

گوندنے والی کا بیان

٢٦٠٥- عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ اُتِیَ عُمَرُ بِامْرَاَةٍ تَشِمُ فَقَامَ فَقَالَ اَنْشُدُکُمْ بِاللّٰهِ، مَنْ سَمِعَ مِنَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فِی الْوَشْمِ؟ فَقَالَ اَبُوْ هُرَیْرَةَ فَقُمْتُ فَقُلْتُ یَا اَمِیْرَ الْمُؤْمِنِیْنَ اَنَا سَمِعْتُ، قَالَ مَا سَمِعْتَ؟ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ لَا تَشِمْنَ وَلَا تَسْتَوْشِمْنَ. (نسائی۔ کتاب الزینۃ)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس ایک عورت لائی گئی جو گدنا گدواتی تھی تو حضرت عمر کھڑے ہوئے اور فرمایا: میں تم لوگوں کو اللہ کی قسم دیتا ہوں، گدنے گدوانے کے بارے میں رسول اللہ ﷺ سے کس نے سنا ہے تو میں کھڑا ہوا اور میں نے کہا: اے امیر المومنین! میں نے سنا ہے۔ فرمایا: تو نے کیا سنا ہے؟ تو انہوں نے کہا: میں نے نبی ﷺ کو فرماتے ہوئے یہ سنا ہے: نہ خود گوندنا گودیں اور نہ دوسروں سے گوندوائیں۔

بَابُ التَّصَاوِیْرِ (ص۸۸۰)

تصویروں کا بیان

توضیح

کتاب اللباس میں تصاویر اور ڈاڑھی مونچھ بڑھانے، کتانے اور بال ملانے اور گوندنا گوندوانے پر کچھ شراح نے یہ تنقید کی ہے کہ ان کو لباس سے کوئی تعلق نہیں۔ علامہ ابن حجر وغیرہ نے یہ توضیح کی کہ ان سب کا جامع زینت ہے۔ اس پر علامہ عینی نے یہ تعقب فرمایا کہ تصاویر کا زینت سے تعلق نہیں۔

اقول وھو المستعان: زینت سے اگر بدن کی زینت مراد لی جائے تو یقیناً تصاویر کا اس سے کوئی تعلق نہیں لیکن اگر زینت کو عام رکھا جائے خواہ بدن کی ہو یا مکان کی تو تصاویر بھی زینت میں داخل ہیں اس لیے کہ تصویروں کو مکان میں زینت کے لیے لگایا کرتے تھے۔

[کیمرے وغیرہ مشینوں سے بنائی ہوئی تصویریں بھی حرام ہیں]

تصویر ذی روح کے چہرے بنانے کا نام ہے' حرام ذی روح کا چہرہ بنانا ہے۔ اس سے حرمت پہ کوئی اثر نہیں پڑتا کہ تصویر کیسے بنائی گئی؟

اس لیے جیسے ہاتھ سے بنائی ہوئی تصویریں حرام ہیں اسی طرح کیمرے وغیرہ مشین سے بنائی ہوئی تصویریں بھی حرام ہیں۔ اسی طرح ٹی وی اور ویڈیو کیسٹ بھی حرام ہے۔ اس سلسلے میں آج کل کے علماء کے مابین بہت طول طویل بحث اٹھ کھڑی ہوئی ہے۔ کچھ حضرات یہ کہتے ہیں یہ تصویر نہیں عکس ہے جیسے آئینے میں انسان کا عکس نظر آتا ہے اس لیے یہ جائز ہے۔ میں بھی ابتداءً یہی فتویٰ دیتا تھا لیکن پھر زیادہ غور وخوض کیا تو اس نتیجے پر پہنچا کہ ٹی وی اور ویڈیو کیسٹ بنانا بھی حرام ہے اس لیے کہ ٹی وی بکس پر جو کچھ نظر آتا ہے وہ عکس نہیں تصویر ہے۔ اس پر واضح قرینہ یہ ہے کہ اگر انسان آئینہ یا پانی کے سامنے سے ہٹ جائے تو آئینہ اور پانی سے اس کی شبیہ غائب ہو جاتی ہے اور ویڈیو کیسٹ میں جس کی تصویر ہوتی ہے وہ غائب ہو جائے بلکہ مر جائے جب بھی ٹی وی کے بکس پر اس کی تصویر نظر آتی ہے۔ تصویر کے وقت کی اصل علت حدیث میں اللہ تعالیٰ کی تخلیق کے ساتھ مشابہت کو قرار دیا گیا ہے۔ فرمایا گیا: ''یضاھئون بخلق اللّٰہ'' اور فرمایا گیا: ''ذھب یخلق کخلقی'' اور یہ بات بالکل واضح ہے کہ عام تصاویر کے بہ نسبت ٹی وی بکس پر نظر آنے والی تصویروں میں اللہ تعالیٰ کی تخلیق کے ساتھ مشابہت زیادہ ہے۔ عام تصویریں منجمد ایک حال میں رہتی ہیں' نہ بولتی نظر آتی ہیں نہ چلتی پھرتی اور ٹی وی بکس کی تصویریں دیکھنے میں ایسی معلوم ہوتی ہیں کہ وہ بول رہی ہیں' چل رہی ہیں' پھر رہی ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ جیسے زندہ ہیں' اس لیے اس میں اللہ کی تخلیق کے ساتھ مشابہت زیادہ ہے' اس لیے یہ عام تصویروں کے بہ نسبت بہ درجہ اولیٰ حرام ہوں گی۔

آج کل نجدیوں نے یہ فتویٰ دے رکھا ہے کہ حرام صرف مجسمے بنانا ہے رہ گئی وہ تصویریں جو کاغذ یا کپڑے پر ہوں حرام نہیں۔ ان کا یہ مذہب صریح احادیث کے خلاف ہے۔ حدیث آرہی ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے پردے پر تصویر دیکھی تو اسے ناپسند فرمایا۔ ظاہر ہے کہ پردے پر مجسمہ نہیں ہوگا۔ بات وہی ہے جو ہم نے شروع میں لکھا کہ حرمت کی وجہ ذی روح کے چہرے کی ساخت ہے۔ وہ جیسے مجسمے میں پائی جاتی ہے اسی طرح کپڑے اور کاغذ کی تصویر میں بھی پائی جاتی ہے۔

بَابُ عَذَابِ الْمُصَوِّرِيْنَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ (ص ۸۸۰)

قیامت کے دن تصویر بنانے والوں کا عذاب

۲۶۰۶ - عَنْ مُسْلِمٍ قَالَ كُنَّا مَعَ مَسْرُوْقٍ فِيْ دَارِ يَسَارِ بْنِ نُمَيْرٍ، فَرَاٰى فِيْ صُفَّتِهٖ تَمَاثِيْلَ، فَقَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ اللّٰهِ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِنَّ اَشَدَّ النَّاسِ عَذَابًا عِنْدَ اللّٰهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ الْمُصَوِّرُوْنَ. (مسلم۔ کتاب اللباس' نسائی۔ کتاب الزینۃ)

مسلم نے روایت ہے کہ ہم مسروق کے ساتھ یسار بن نمیر کے گھر میں تھے تو مسروق نے ایک چبوترے پر کچھ تصویریں دیکھیں تو کہا: میں نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے سنا ہے' انہوں نے کہا: میں نے نبی ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ لوگوں میں اللہ تعالیٰ کے نزدیک قیامت کے دن سب سے سخت عذاب تصویر بنانے والوں پر ہوگا۔

ایک قول یہ ہے کہ صورت اور تمثال میں کوئی فرق نہیں اور علامہ عینی نے فرمایا: صحیح یہ ہے کہ ان دونوں میں فرق ہے۔ صورت حیوان کی تصویر کو کہتے ہیں اور تمثال عام ہے' جاندار کی ہو یا غیر جاندار کی' اور یہ جو کہا گیا کہ تمثال مجسمے کو کہتے ہیں اور صورت' کپڑے یا دیوار کے نقش کو اس کو ''قِيْلَ'' سے بیان فرمایا جو ضعف کی دلیل ہے۔

اقول وھو المستعان: حدیث ابھی مذکور ہوئی کہ تمثال اور صورت ایک ہے اس لیے کہ حدیث میں یہ ہے کہ چبوترے پر تماثیل تھیں۔ ان کی حرمت پر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس ارشاد سے دلیل لائے کہ فرمایا: سب سے سخت عذاب تصویر بنانے والوں پر ہوگا۔ اگر ان دونوں میں مغایرت ہوتی تو یہ استدلال صحیح نہ ہوتا' پھر اس کے بعد مذکور ہے: اُمّ المؤمنین فرماتی ہیں: ''وَقد سترتُ بقرام لی علی سھوۃ لی فیہ تماثیلُ'' میں نے روشن دان پر ایک پردہ لٹکایا تھا جس میں تصویریں تھیں' ظاہر ہے کہ کپڑے پر مجسمے نہیں ہوتے۔ اس پر وہی تصویریں ہوں گی جو دیوار اور کپڑے پر بنائی جاتی ہیں۔

۲۶۰۷- ح: [یُقَالُ الْمُصَوِّرُوْنَ یَوْمَ الْقِیَامَةِ اَحْیُوْا مَاخَلَقْتُمْ]

تصویر بنانے والوں سے قیامت کے دن کہا جائے گا: جو تم نے بنایا ہے اس میں جان ڈالو

۲۶۰۷- عَنْ نَّافِعٍ اَنَّ عَبْدَ اللّٰہِ بْنَ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمَا اَخْبَرَہٗ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ الَّذِیْنَ یَصْنَعُوْنَ ھٰذِہِ الصُّوَرَ یُعَذَّبُوْنَ یَوْمَ الْقِیَامَةِ یُقَالُ لَھُمْ اَحْیُوْا مَاخَلَقْتُمْ۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو لوگ یہ صورتیں بناتے ہیں قیامت کے دن عذاب دیئے جائیں گے۔ ان سے کہا جائے گا: جو تم نے بنایا ہے اس میں جان ڈالو۔

(بخاری۔ کتاب التوحید۔ باب: قول اللّٰہ واللّٰہ خلقکم وما تعملون ص۱۱۲۸' مسلم)

بَابُ نَقْضِ الصُّوَرِ (ص۸۸۰)

تصویروں کو مٹانا

۲۶۰۸- ح: [لَمْ یَکُنْ یَّجِدُ مِنَ التَّصَاوِیْرِ فِیْ بَیْتِہٖ اِلَّا نَقَضَہٗ]

آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) گھر میں جو تصویر بھی پاتے مٹا دیتے

۲۶۰۸- عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حِطَّانَ اَنَّ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھَا حَدَّثَتْہُ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَمْ یَکُنْ یَتْرُکُ فِیْ بَیْتِہٖ شَیْئًا فِیْہِ تَصَالِیْبُ اِلَّا نَقَضَہٗ۔

اُمّ المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حدیث بیان کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گھر میں جو بھی تصویریں پاتے مٹا دیتے۔

(ابوداؤد۔ کتاب اللباس' نسائی۔ کتاب الزینۃ)

''تصالیب''، ''تصلیب'' کی جمع ہے اس سے مراد مطلق تصویریں ہیں بلکہ کشمیہنی کی روایت میں ''تصالیب'' کی بجائے ''تصاویر'' ہے اور علامہ کرمانی نے فرمایا کہ اس سے مراد وہ نقش و نگار ہیں جو صلیب کی طرح کے ہوں۔ یہ بھی حرام ہیں اس لیے کہ صلیب کو نصاریٰ پوجتے ہیں۔

[مطب یا دکان کے بورڈ پر صلیب کا نشان بنانا جائز نہیں]

ڈاکٹر لوگ اپنے مطب پر بورڈ میں صلیب کا نشان بنائے رہتے ہیں یہ جائز نہیں۔

مطب کے بورڈ پر صلیب بنانے کی ابتداء اس طرح ہوئی کہ یورپ نے پہلی جنگ عظیم کے زمانے میں زخمیوں کی امداد و اعانت علاج وغیرہ کے لیے ایک انجمن قائم کی تھی جس کا نام صلیب احمر تھا۔ اس کا ٹریڈ مارک صلیب ہی تھا۔ اسی سے سیکھ کر یورپ کے ڈاکٹروں نے بھی اپنے مطب کے بورڈوں پر صلیب بنانا شروع کر دیا' وہی ہندوستان میں بھی رائج ہو گیا۔ مسلمان ڈاکٹروں کو اس سے بچنا چاہیے۔ اس کی سب سے بڑی خرابی یہ ہے کہ صلیب کا نشان عیسائیوں کے عقیدے کی تائید ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو

یہودیوں نے پھانسی دی تھی اور یہ قرآن مجید کا رد ہے۔ ارشاد ہے: ’’وَمَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ وَلٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ‘‘ (النساء:۱۵۷) نہ تو یہودیوں نے انہیں قتل کیا اور نہ انہیں پھانسی دی بلکہ ان کے لیے حضرت عیسیٰ کی شبیہ کا ایک شخص بنایا گیا۔

علاوہ ازیں عیسائی صلیب کی پوجا کرتے ہیں تو اس کی حیثیت بت کی ہوگئی۔ اس کا رکھنا ایسا ہی ہے جیسے کسی بت کا رکھنا۔

۲۶۰۹- ح: [وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ ذَهَبَ يَخْلُقُ كَخَلْقِ اللّٰهِ]

اس سے بڑھ کر ظالم کون؟ جو اللہ کی تخلیق کی طرح تخلیق کرے

۲۶۰۹ - حَدَّثَنَا اَبُوْ زُرْعَةَ قَالَ دَخَلْتُ مَعَ اَبِىْ هُرَيْرَةَ دَارًا بِالْمَدِيْنَةِ فَرَاٰى اَعْلَاهَا مُصَوِّرًا يُصَوِّرُ فَقَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لَا وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ ذَهَبَ يَخْلُقُ كَخَلْقِيْ، فَلْيَخْلُقُوْا حَبَّةً وَلْيَخْلُقُوْا ذَرَّةً . ثُمَّ دَعَا بِتَوْرٍ مِّنْ مَّاءٍ، فَغَسَلَ يَدَيْهِ حَتّٰى بَلَغَ اِبْطَهٗ، فَقُلْتُ يَا اَبَا هُرَيْرَةَ، اَشَیْءٌ سَمِعْتَهٗ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ قَالَ مُنْتَهَى الْحِلْيَةِ.

(بخاری۔ کتاب التوحید۔ باب: واللہ خلقکم وما تعملون ص۱۱۲۸)

ابوزرعہ نے کہا کہ میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ مدینہ میں ایک گھر کے اندر گیا تو انہوں نے اس کے اوپر ایک مصور کو تصویر بناتے ہوئے دیکھا تو انہوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا (کہ اللہ تعالیٰ فرمائے گا:) اس سے بڑھ کر ظالم کون ہے جو میری تخلیق کی طرح تخلیق کرتا ہے، یہ لوگ کوئی دانہ پیدا کرلیں یا کوئی ذرہ پیدا کرلیں، پھر اس کے بعد حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے طشت میں پانی منگایا اور اپنے ہاتھوں کو دھویا یہاں تک کہ بغل تک دھوڈالا۔ میں نے ان سے کہا: اے ابوہریرہ! کیا ایسی بات ہے جو آپ نے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہے، انہوں نے کہا: میں زیور پہننے کی انتہائی حد تک دھوتا ہوں۔

یہ گھر مروان بن حکم کا تھا یا سعید بن عاص بن سعید اموی کا۔ مسلم میں شک کے ساتھ مروی ہے۔ مروان اور سعید دونوں یکے بعد دیگرے مدینہ طیبہ میں حضرت معاویہ بن سفیان رضی اللہ عنہما کی جانب سے امیر رہ چکے تھے۔ علامہ عینی نے فرمایا: یہ مکان مروان ہی کا تھا یہی روایت یقینی ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے یہ پانی وضو کرنے کے لیے منگوایا تھا، چونکہ وضو میں کہنیوں تک دھونا فرض ہے اور جب وضو میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بغل تک ہاتھ دھویا تو ابوزرعہ کو تعجب ہوا اور پوچھا۔ حضرت ابوہریرہ کے ارشاد کا مطلب یہ تھا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نہیں سنا ہے۔ یہ میرا اجتہاد ہے کہ ہاتھ میں جہاں تک زیور پہنا جاتا ہے سب دھوتا ہوں، اور اس کی اجازت حدیث میں مصرح ہے، ارشاد فرمایا: ’’فمن استطاع منکم ان یطیل غرته فلیفعل‘‘[1] تم میں سے جو چاہے کہ اپنے اعضاء کی سفیدی کو بڑھائے تو ایسا کرسکتا ہے۔

بَابٌ

باب

۲۶۱۰- ح: [مَنْ صَوَّرَ صُوْرَةً فِي الدُّنْيَا كُلِّفَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ اَنْ يَّنْفُخَ فِيْهَا الرُّوْحَ]

جو کوئی دنیا میں تصویر بنائے گا قیامت کے دن اس کو تکلیف دی جائے گی کہ اس میں روح پھونکے

۲۶۱۰ - يُحَدِّثُ قَتَادَةُ قَالَ كُنْتُ عِنْدَ ابْنِ عَبَّاسٍ

قتادہ حدیث بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما

[1] بخاری۔ ج۱ ص۲۵

وَهُمْ يَسْأَلُوْنَهُ، وَلَا يَذْكُرُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى سُئِلَ، فَقَالَ سَمِعْتُ مُحَمَّدًا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَنْ صَوَّرَ صُوْرَةً فِي الدُّنْيَا كُلِّفَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ اَنْ يَّنْفُخَ فِيْهَا الرُّوْحَ، وَلَيْسَ بِنَافِخٍ.

(مسلم۔ کتاب التصاویر۔ ج۲ ص ۲۰۲)

کے پاس حاضر تھا اور لوگ ان سے سوالات کر رہے تھے اور وہ نبی ﷺ کا نام نہیں لیتے تھے یہاں تک کہ ان سے سوال کیا گیا' انہوں نے فرمایا: میں نے حضرت محمد ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: جو دنیا میں کوئی تصویر بنائے گا قیامت کے دن اس کو تکلیف دی جائے گی کہ اس میں روح پھونکے اور وہ پھونک نہیں سکے گا۔

مسلم میں پوری تفصیل یہ ہے: نضر بن انس بن مالک نے کہا: میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس بیٹھا تھا' وہ فتویٰ دیتے تھے اور یہ نہیں کہتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا یہاں تک کہ مجھ سے ایک شخص نے پوچھا اور کہا: میں یہ تصویریں بناتا ہوں۔ حضرت ابن عباس نے مجھ سے کہا: میرے قریب آ۔ میں قریب ہوا تو حضرت ابن عباس نے فرمایا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا۔

سعید بن ابی الحسن کی روایت میں ہے کہ فرمایا: ہر تصویر بنانے والا جہنم میں۔ اس نے جتنی بھی تصاویر بنائی ہوں گی سب کے بدلے ایک جان بنادی جائے گی جو اسے جہنم میں عذاب دے گی۔

بَابُ حَمْلِ صَاحِبِ الدَّابَّةِ غَيْرَهُ بَيْنَ يَدَيْهِ (ص ۸۸۲)

چوپائے کے مالک کا اپنے سامنے دوسرے کو بٹھانا

ت۷۵۷ - وَقَالَ بَعْضُهُمْ صَاحِبُ الدَّابَّةِ اَحَقُّ بِصَدْرِ الدَّابَّةِ اِلَّا اَنْ يَّاْذَنَ لَهُ.

اور ان کے بعض (عامر شعبی) نے کہا کہ چوپائے کا مالک چوپائے کے آگے بیٹھنے کا زیادہ مستحق ہے مگر یہ کہ کسی اور کو اجازت دے دے۔

۲۶۱۱- ح: [اَرْكَبَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْقُثَمَ وَالْفَضْلَ مَعَهُ]

رسول اللہ ﷺ نے قثم اور فضل کو اپنے ساتھ سواری پر بٹھایا

۲۶۱۱ - حَدَّثَنَا اَيُّوْبُ ذُكِرَ الْاَشَرُّ الثَّلَاثَةُ عِنْدَ عِكْرِمَةَ فَقَالَ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ اَتٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَدْ حَمَلَ قُثَمَ بَيْنَ يَدَيْهِ، وَالْفَضْلَ خَلْفَهُ، اَوْ قُثَمَ خَلْفَهُ، وَالْفَضْلَ بَيْنَ يَدَيْهِ، فَاَيُّهُمْ شَرٌّ، اَوْ اَيُّهُمْ خَيْرٌ؟

ایوب نے حدیث بیان کی کہ عکرمہ کے پاس یہ تذکرہ ہوا کہ تینوں میں کون زیادہ بد ہے تو انہوں نے کہا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ تشریف لائے اور قثم کو اپنے آگے اور فضل کو اپنے پیچھے یا قثم کو پیچھے اور فضل کو اپنے آگے بٹھایا تھا تو بتاؤ ان میں کون زیادہ برا ہے اور ان میں کون زیادہ بہتر ہے۔

ایک حدیث میں تین آدمیوں کو ایک چوپائے پر بیٹھنے سے ممانعت آئی ہے۔ اس کے پیش نظر عکرمہ کی مجلس میں سوال ہوا کہ اگر ایک جانور پر تین بیٹھے ہوئے ہوں تو کون سب سے زیادہ برا ہے؟ جواب کا حاصل یہ ہے کہ کوئی برا نہیں۔ جانور میں قوت ہو تو تین آدمی سوار ہو سکتے ہیں اور ممانعت کی صورت یہ ہے کہ جانور میں اتنی طاقت نہ ہو۔

بَابٌ (ص ۸۸۲)

باب

۲۶۱۲- ح: [قَالَ مُعَاذٌ اَنْ يَّرْدِفَ النَّبِيُّ

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نبی ﷺ

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ]

۲۶۱۲ - حَدَّثَنَا اَنَسُ بْنُ مَالِكٍ، عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ بَيْنَا اَنَا رَدِيفُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، لَيْسَ بَيْنِي وَبَيْنَهُ اِلَّا اٰخِرَةُ الرَّحْلِ، فَقَالَ يَا مُعَاذُ. قُلْتُ لَبَّيْكَ رَسُوْلَ اللّٰهِ وَسَعْدَيْكَ، ثُمَّ سَارَ سَاعَةً ثُمَّ قَالَ يَا مُعَاذُ قُلْتُ لَبَّيْكَ رَسُوْلَ اللّٰهِ وَسَعْدَيْكَ، ثُمَّ سَارَ سَاعَةً ثُمَّ قَالَ يَامُعَاذُ قُلْتُ لَبَّيْكَ رَسُوْلَ اللّٰهِ وَسَعْدَيْكَ! قَالَ هَلْ تَدْرِيْ مَا حَقُّ اللّٰهِ عَلٰى عِبَادِهٖ، قُلْتُ اَللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ، قَالَ حَقُّ اللّٰهِ عَلٰى عِبَادِهٖ اَنْ يَّعْبُدُوْهُ وَلَا يُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْئًا. ثُمَّ سَارَ سَاعَةً، ثُمَّ قَالَ يَا مُعَاذُ بْنَ جَبَلٍ. قُلْتُ لَبَّيْكَ رَسُوْلَ اللّٰهِ وَسَعْدَيْكَ، فَقَالَ هَلْ تَدْرِيْ مَا حَقُّ الْعِبَادِ عَلَى اللّٰهِ اِذَا فَعَلُوْهُ. قُلْتُ اَللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ، قَالَ حَقُّ الْعِبَادِ عَلَى اللّٰهِ اَنْ لَا يُعَذِّبَهُمْ ـ (بخاری۔ کتاب الرقاق۔ باب: من جهد نفسه في طاعة الله ص ۹۶۳، کتاب الاستیذان۔ باب: من لبيك وسعديك ص ۹۲۷، مسلم۔ کتاب الایمان، نسائی۔ کتاب عمل الیوم واللیلۃ)

کے پیچھے سواری پر بیٹھا

حضرت انس بن مالک نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہوئے حدیث بیان کی۔ انہوں نے کہا: میں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ پیچھے بیٹھا تھا۔ میرے اور حضور کے درمیان صرف کجاوے کا پچھلا حصہ تھا تو حضور نے فرمایا: اے معاذ! میں نے عرض کی: حاضر ہوں یا رسول اللہ! حاضر ہوں، پھر حضور تھوڑی دیر چلے، پھر فرمایا: اے معاذ! میں نے کہا: حاضر ہوں یا رسول اللہ! حاضر ہوں، پھر تھوڑی دور اور چلے، پھر فرمایا: اے معاذ بن جبل! میں نے عرض کیا: حاضر ہوں یا رسول اللہ! حاضر ہوں، فرمایا: تم جانتے ہو اللہ کا حق بندوں پر کیا ہے؟ میں نے عرض کیا: اللہ اور اس کا رسول خوب جانتے ہیں۔ فرمایا: اللہ کا حق بندوں پر یہ ہے کہ اس کی عبادت کریں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں، پھر تھوڑی دیر چلے اور فرمایا: اے معاذ بن جبل! میں نے عرض کیا: حاضر ہوں یا رسول اللہ! حاضر ہوں، فرمایا: تم جانتے ہو جب بندے وہ کر چکیں تو بندوں کا حق اللہ پر کیا ہے؟ میں نے عرض کیا: اللہ اور رسول اس کا خوب جانتے ہیں۔ فرمایا: اب بندوں کا حق اللہ پر یہ ہے کہ انہیں عذاب نہ دے۔

حق کے معنی یہ ہوتے ہیں: جو کسی پر ثابت اور واجب ہو اور اللہ تعالیٰ پر کچھ واجب نہیں۔ اس حدیث میں جو فرمایا گیا کہ بندوں کا اللہ تعالیٰ پر کیا حق ہے؟ اس سے مراد یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرمالیا تو اس کا وعدہ سچا ہے تو اللہ تعالیٰ بندے کو یہ ضرور عطا فرمائے گا، یا یہ بطور مشاکلت ہے۔ پہلے فرمایا گیا تھا: ”ما حق الله على العباد“ اسی کے مشاکلت میں فرمایا: ”ما حق العباد على الله“۔

❁❁❁❁❁

بسم اللہ الرحمن الرحیم

٧٨ - كِتَابُ الْأَدَبِ (ص ٨٨٢)

[ادب کا بیان]

بَابُ مَنْ اَحَقُّ النَّاسِ بِحُسْنِ الصُّحْبَةِ (ص ٨٨٢)

اچھے سلوک کا سب لوگوں سے زیادہ کون مستحق ہے؟

٢٦١٣- عَنْ اَبِي زُرْعَةَ عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ اِلَى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، مَنْ اَحَقُّ النَّاسِ بِحُسْنِ صَحَابَتِي؟ قَالَ اُمُّكَ قَالَ ثُمَّ مَنْ؟ قَالَ اُمُّكَ. قَالَ ثُمَّ مَنْ؟ قَالَ اُمُّكَ. قَالَ ثُمَّ مَنْ؟ قَالَ ثُمَّ اَبُوْكَ.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک صاحب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: یا رسول اللہ! میرے اچھے سلوک کا سب سے زیادہ مستحق کون ہے؟ فرمایا: تیری ماں! پوچھا: پھر کون؟ فرمایا: تیری ماں! اس نے پوچھا: پھر کون؟ فرمایا: پھر تیری ماں! اس نے پوچھا: پھر کون؟ فرمایا: تیرا باپ۔

(مسلم۔ کتاب الادب، ابن ماجہ۔ کتاب الوصایا)

امام بخاری نے بعد میں کہا: "قال ابن شبرمة ويحيى بن ايوب. الخ" اس میں ابن شبرمہ سے مراد عبداللہ بن شبرمہ کوفہ کے قاضی ہیں جو عمارہ بن قعقاع کے چچا ہیں۔ مراد یہ ہے کہ اس حدیث کو عبداللہ بن شبرمہ اور یحییٰ بن ایوب دونوں نے بھی ابوزرعہ سے روایت کیا ہے۔

بَابُ لَا يَسُبُّ الرَّجُلُ وَالِدَيْهِ (ص ٨٨٣)

کوئی اپنے والدین کو برا نہ کہے

٢٦١٤- ح: [اِنَّ مِنْ اَكْبَرِ الْكَبَائِرِ اَنْ يَّلْعَنَ الرَّجُلُ وَالِدَيْهِ]

سب سے بڑا اکبیرہ گناہ یہ ہے کہ کوئی شخص اپنے ماں باپ پر لعنت کرے

٢٦١٤- عَنْ حُمَيْدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ مِنْ اَكْبَرِ الْكَبَائِرِ اَنْ يَّلْعَنَ الرَّجُلُ وَالِدَيْهِ. قِيْلَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، وَكَيْفَ يَلْعَنُ الرَّجُلُ وَالِدَيْهِ؟ قَالَ يَسُبُّ الرَّجُلُ اَبَا الرَّجُلِ، فَيَسُبُّ اَبَاهُ،

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کبیرہ گناہوں میں سب سے بڑا یہ ہے کہ کوئی اپنے ماں باپ پر لعنت کرے۔ عرض کیا: یا رسول اللہ! کوئی اپنے والدین پر کیسے لعنت کرے گا؟ فرمایا کہ کوئی کسی کے باپ کو برا کہے تو وہ اس کے باپ کو برا کہے، گا کوئی کسی کی ماں کو برا کہے اور وہ اس کی ماں کو

وَيَسُبُّ اُمَّهٗ فَيَسُبُّ اُمَّهٗ.

برا کہے۔

(مسلم۔کتاب الایمان' ابوداؤد۔کتاب الادب' ترمذی۔کتاب البر)

بَابُ اِثْمِ الْقَاطِعِ (ص ۸۸۵)

رشتہ کاٹنے والے کا گناہ

۲۶۱۵ - اَنَّ مُحَمَّدَ بْنَ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ قَالَ اِنَّ جُبَيْرَ بْنَ مُطْعِمٍ اَخْبَرَهٗ اَنَّهٗ سَمِعَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لَايَدْخُلُ الْجَنَّةَ قَاطِعٌ.

حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ نے خبر دی کہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ جنت میں رشتہ کاٹنے والا داخل نہ ہوگا۔

بَابُ مَنْ بُسِطَ لَهٗ فِي الرِّزْقِ بِصِلَةِ الرَّحِمِ (ص ۸۸۵)

صلۂ رحم کی وجہ سے جس کے رزق میں فراخی دی گئی ہو

۲۶۱۶ - عَنْ سَعِيْدِ بْنِ اَبِيْ سَعِيْدٍ' عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَنْ سَرَّهٗ اَنْ يُّبْسَطَ لَهٗ فِيْ رِزْقِهٖ' وَاَنْ يُّنْسَاَ لَهٗ فِيْ اَثَرِهٖ' فَلْيَصِلْ رَحِمَهٗ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: جس کو یہ بات پسند ہو کہ اس کے رزق میں وسعت دی جائے اور اس کی عمر دراز کی جائے تو وہ صلہ رحمی کرے۔

۲۶۱۷ - اَخْبَرَنِيْ اَنَسُ بْنُ مَالِكٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ اَحَبَّ اَنْ يُّبْسَطَ لَهٗ فِيْ رِزْقِهٖ' وَيُنْسَاَ لَهٗ فِيْ اَثَرِهٖ' فَلْيَصِلْ رَحِمَهٗ.

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے یہ خبر دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس کو یہ پسند ہو کہ اس کے رزق کو کشادہ کیا جائے اور اس کی عمر کو بڑھایا جائے تو وہ صلہ رحمی کرے۔

(مسلم۔کتاب الادب)

''اَنْ يُّنْسَاَ'' اس کا مادہ ''نَسَاء'' ہے جس کے معنی مؤخر کرنے کے ہیں۔ ''اثر'' کے معنی پیچھے کے ہیں' مراد اس کی موت ہے اس لیے کہ یہ عمر کے آخر میں ہوتی ہے۔

بَابُ مَنْ وَصَلَ وَصَلَهُ اللّٰهُ (ص ۸۸۵)

جو صلہ رحمی کرے اللہ تعالیٰ اس پر خصوصی کرم فرمائے

۲۶۱۸ - عَنْ اَبِيْ صَالِحٍ' عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ الرَّحِمَ شَجْنَةٌ مِّنَ الرَّحْمٰنِ' فَقَالَ اللّٰهُ مَنْ وَصَلَكِ وَصَلْتُهٗ' وَمَنْ قَطَعَكِ قَطَعْتُهٗ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''رحم'' ''رحمٰن'' سے مشتق ہے۔ اللہ نے فرمایا: جو تجھے ملائے گا میں اسے ملاؤں گا' جو تجھے کاٹے گا میں اسے کاٹوں گا۔

۲۶۱۹ - ح: [اَلرَّحِمُ مُشْتَقَّةٌ مِنَ الرَّحْمٰنِ]

رحم رحمٰن سے مشتق ہے

۲۶۱۹ - عَنْ عُرْوَةَ' عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا' زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ' عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَلرَّحِمُ شِجْنَةٌ' فَمَنْ وَصَلَهَا وَصَلْتُهٗ' وَمَنْ قَطَعَهَا قَطَعْتُهٗ.

اُمّ المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتی ہیں کہ آپ نے فرمایا کہ رشتہ ایک شاخ ہے (اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:) جو اسے جوڑے گا میں اس کے اوپر خصوصی انعام فرماؤں گا اور جو اسے کاٹے گا میں اس کو کاٹوں گا۔

شُجْنَۃٌ

اس میں شین پر کسرہ بھی اور ضمہ بھی اور فتحہ بھی ہے۔ اس کے معنی ہیں درخت کی جڑیں جو آپس میں گتھی ہوئی ہیں۔ مراد یہ ہے کہ اس کا مادہ وہی ہے جو رحمٰن کا ہے۔ ابوداؤد و ترمذی میں حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ سے مروی ہے انہوں نے کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: میں اللہ ہوں، میں رحمٰن ہوں، رحم (رشتہ) کو میں نے پیدا کیا اور اس کو میں نے اپنے نام سے مشتق کیا، جو اسے ملائے گا میں اس کو ملاؤں گا، جو اسے کاٹے گا میں اس کو کاٹوں گا۔

بَابٌ يَبُلُّ الرَّحِمَ بِبَلاَلِهَا (ص ۸۸۶)

رشتہ کو اس کی تری کے ساتھ تر رکھا جائے

۲۶۲۰- ح: [اِنَّ اٰلَ اَبِیْ فُلاَنٍ لَیْسُوْا بِاَوْلِیَائِیْ]

ابی فلاں کی آل میرے اولیاء نہیں

۲۶۲۰- عَنْ قَيْسِ بْنِ اَبِیْ حَازِمٍ اَنَّ عَمْرَو بْنَ الْعَاصِ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جِهَارًا غَيْرَ سِرٍّ يَقُوْلُ اِنَّ اٰلَ اَبِیْ. قَالَ عَمْرٌو فِیْ كِتَابِ مُحَمَّدِ بْنِ جَعْفَرٍ بَيَاضٌ. لَيْسُوْا بِاَوْلِيَائِیْ، اِنَّمَا وَلِيِّیَ اللّٰهُ وَصَالِحُ الْمُؤْمِنِيْنَ. زَادَ عَنْبَسَةُ بْنُ عَبْدِ الْوَاحِدِ، عَنْ بَيَانٍ، عَنْ قَيْسٍ، عَنْ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلٰكِنْ لَهُمْ رَحِمٌ اَبُلُّهَا بِبَلاَئِهَا.

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوشیدہ نہیں کھلے بند سنا، فرماتے تھے: آل ابی، عمرو بن عباس نے کہا: محمد بن جعفر کی کتاب میں یہاں بیاض ہے، میرے اولیاء نہیں۔ میرا ولی صرف اللہ ہے اور نیک مومن۔ یہ طریق عنبسہ جو روایت ہے اس میں یہ ہے کہ حضرت عمرو بن عاص نے کہا کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا لیکن ان سے رشتہ داری ہے جس کو میں اس کی بلاء سے تر رکھوں گا۔

قَالَ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ بِبَلاَئِهَا كَذَا وَقَعَ وَبِبَلاَلِهَا اَجْوَدُ وَاَصَحُّ وَبِبَلاَئِهَا لاَ اَعْرِفُ لَهٗ وَجْهًا.

ابوعبداللہ (امام بخاری) نے کہا: اس روایت میں ایسے ہی ہے لیکن "ببلائھا" کی جگہ "ببلالھا" زیادہ عمدہ اور زیادہ صحیح ہے اور "ببلائھا" کے درست ہونے کی کوئی وجہ میں نہیں پہچانتا۔

(ترمذی۔ کتاب التفسیر، نسائی۔ کتاب الوصایا)

اس حدیث میں "ان آل ابی" کے بعد محمد بن جعفر کی کتاب میں جگہ چھوٹی ہوئی ہے۔ یعنی یہ کون لوگ ہیں یہ مذکور نہیں۔ حضرت امام قاضی عیاض نے فرمایا کہ اس سے مراد حکم بن عاص ہے۔ قسطلانی میں ہے کہ دمیاطی نے اپنے حواشی میں لکھا کہ مراد آل ابی العاص بن امیہ ہیں اور حضرت محی الدین ابن عربی کی کتاب سراج المریدین میں ہے کہ مراد آل ابی طالب ہیں۔ واللہ اعلم!

لیکن آل ابی طالب کا مراد ہونا ظاہر نہیں اس لیے کہ ابوطالب کی اولاد میں حضرت علی اور حضرت جعفر سابقین اولین میں سے ہیں صرف حضرت عقیل نے اسلام لانے میں تاخیر کی۔

كَذَا وَقَعَ

یعنی عنبسہ کی روایت میں "ببلالھا" کی جگہ "ببلائھا" ہے۔ امام بخاری نے فرمایا کہ یہاں "ببلائھا" کے کوئی معنی میری سمجھ میں نہیں آئے اور یہاں "ببلالھا" زیادہ عمدہ اور زیادہ صحیح ہے۔ علامہ کرمانی نے فرمایا کہ "ببلائھا" کے بھی معنی درست ہو سکتے ہیں۔ "بلاء" کے معنی معروف یعنی اچھی چیز اور نعمت کے بھی ہیں۔ مراد یہ ہے کہ میں رشتے کی اچھائی اور اس کی نعمت سے تری

حاصل کرتا ہوں اور ''ابل بلالہا'' کا مطلب یہ ہے کہ میں رشتے کا پاس کرتا ہوں۔

بَابٌ لَيْسَ الْوَاصِلُ بِالْمُكَافِيءِ (ص۸۸۶)

صلہ رحمی کرنے والا بدلہ دینے والا نہیں

۲۶۲۱- ح: [اَلْوَاصِلُ الَّذِیْ اِذَا قُطِعَتْ رَحِمُهٗ وَصَلَهَا]

رشتہ جوڑنے والا وہ ہے کہ جب کاٹا جائے تو وہ جوڑے

۲۶۲۱ - عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَيْسَ الْوَاصِلُ بِالْمُكَافِيءِ، وَلٰكِنِ الْوَاصِلُ، الَّذِیْ اِذَا قَطَعَتْ رَحِمُهٗ وَصَلَهَا.

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما نبی ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: رشتہ ملانے والا بدلہ دینے والا نہیں۔ رشتہ جوڑنے والا وہ ہے کہ جب اس کا رشتہ کاٹا جائے تو وہ جوڑے۔

(ابوداؤد۔ کتاب الزکوٰۃ' ترمذی۔ کتاب البر)

اس حدیث کو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اعمش اور حسن بن عمرو اور فطر تین راویوں کے ذریعہ امام مجاہد سے روایت کیا ہے اور تینوں سے سفیان ثوری روایت کرتے ہیں۔ جیسے: ''قَالَ سُفْيَانُ لَمْ يَرْفَعْهُ الْاَعْمَشُ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرَفَعَهٗ حَسَنٌ وَفِطْرٌ'' سفیان ثوری نے کہا کہ اعمش نے اسے مرفوعاً نہیں روایت کیا ہے۔ ہاں! حسن اور فطر نے مرفوعاً روایت کیا ہے۔

بَابُ رَحْمَةِ الْوَلَدِ وَتَقْبِيْلِهٖ وَمُعَانَقَتِهٖ (ص۸۸۶)

بچے پر مہربانی کرنا اور اسے چومنا اور اس سے معانقہ کرنا

۲۶۲۲- ح: [مَنْ يُّلٰى مِنَ الْبَنَاتِ شَيْئًا فَاَحْسَنَ اِلَيْهِنَّ كُنَّ لَهٗ سِتْرًا مِّنَ النَّارِ]

جو بچیوں کے ساتھ آزمائش میں ڈالا جائے اور اُن کے ساتھ بھلائی کرے تو وہ اس کے لیے آگ سے آڑ ہوں گی

۲۶۲۲ - اَنَّ عُرْوَةَ بْنَ الزُّبَيْرِ اَخْبَرَهٗ اَنَّ عَائِشَةَ زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَدَّثَتْهُ قَالَتْ جَاءَ تْنِیْ اِمْرَاَةٌ مَعَهَا ابْنَتَانِ تَسْاَلُنِیْ، فَلَمْ تَجِدْ عِنْدِیْ غَيْرَ تَمْرَةٍ وَاحِدَةٍ، فَاَعْطَيْتُهَا فَقَسَمَتْهَا بَيْنَ ابْنَتَيْهَا، ثُمَّ قَامَتْ فَخَرَجَتْ، فَدَخَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَحَدَّثْتُهٗ فَقَالَ مَنْ يُّلٰى مِنْ هٰذِهِ الْبَنَاتِ شَيْئًا، فَاَحْسَنَ اِلَيْهِنَّ، كُنَّ لَهٗ سِتْرًا مِّنَ النَّارِ.

اُم المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نبی ﷺ کی اہلیہ نے فرمایا: ایک عورت میرے پاس مانگنے کے لیے آئی' اس کے ساتھ دو لڑکیاں تھیں' اس نے میرے پاس ایک کھجور کے علاوہ کچھ نہیں پایا۔ وہ کھجور میں نے اس کو دے دی۔ اس نے وہ کھجور اپنی دونوں بیٹیوں کے درمیان تقسیم کر دی' پھر اٹھی اور چلی گئی۔ اس کے بعد نبی ﷺ تشریف لائے تو میں نے یہ قصہ بیان کیا تو آپ نے فرمایا: جو ان لڑکیوں کے معاملے میں کچھ بھی آزمایا جائے اور وہ ان کے ساتھ بھلائی کرے تو وہ لڑکیاں اس کے لیے آگ سے پردہ ہو جائیں گی۔

(مسلم۔ کتاب الادب' ترمذی۔ کتاب البر)

اس کے قریب قریب مسلم میں اراک بن مالک کی روایت حضرت اُم المومنین ہی سے یوں ہے کہ ایک مسکین عورت دو بچیوں کو لیے ہوئے میرے پاس آئی' میں نے اس کو تین کھجوریں دیں۔ اس نے ایک ایک کھجور ہر بچی کو دے دی اور وہ ایک کھجور اپنے منہ تک لے گئی کہ کھائے مگر اس نے اس کے دو ٹکڑے کر کے بچیوں کو دی دیئے' اس کی اس حالت نے مجھے تعجب میں ڈالا' ہو سکتا ہے یہ دو واقعے

الگ الگ ہوں۔

۲۶۲۳- ح: [مَنْ لَّا يَرْحَمُ لَا يُرْحَمُ]

جو رحم نہیں کرتا اس پر رحم نہیں کیا جاتا

۲۶۲۳ - حَدَّثَنَا اَبُوْ سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ اَنَّ اَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَبَّلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْحَسَنَ بْنَ عَلِيٍّ وَعِنْدَهُ الْاَقْرَعُ بْنُ حَابِسٍ التَّمِيْمِيُّ جَالِسًا، فَقَالَ الْاَقْرَعُ اِنَّ لِيْ عَشَرَةً مِّنَ الْوَلَدِ مَا قَبَّلْتُ مِنْهُمْ اَحَدًا، فَنَظَرَ اِلَيْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ قَالَ مَنْ لَا يَرْحَمُ لَا يُرْحَمُ.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حسن بن علی کو بوسہ دیا اور وہاں اقرع بن حابس تمیمی بیٹھے ہوئے تھے۔ اقرع بن حابس نے کہا: میرے دس بیٹے ہیں، میں نے ان میں سے کسی کو بھی بوسہ نہیں دیا، یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں دیکھا اور فرمایا: جو رحم نہیں کرتے ان پر رحم نہیں کیا جاتا۔

۲۶۲۴- ح: [قَالَ لِلْاَعْرَابِيِّ اَوَ اَمْلِكُ لَكَ اَنْ نَّزَعَ اللّٰهُ مِنْ قَلْبِكَ الرَّحْمَةَ]

ایک اعرابی سے فرمایا: میں کیا کروں، جب اللہ نے تیرے دل سے رحم نکال دیا

۲۶۲۴ - عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ جَاءَ اَعْرَابِيٌّ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اَتُقَبِّلُوْنَ الصِّبْيَانَ؟ فَمَا نُقَبِّلُهُمْ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَوَ اَمْلِكُ لَكَ اَنْ نَّزَعَ اللّٰهُ مِنْ قَلْبِكَ الرَّحْمَةَ.

اُمّ المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ ایک اعرابی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے، اور انہوں نے کہا: تم لوگ بچوں کا بوسہ لیتے ہو اور ہم بوسہ نہیں لیتے۔ اس پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں کیا کروں جب اللہ نے تیرے دل سے رحم نکال دیا ہے۔

شارحین نے فرمایا کہ ہوسکتا ہے کہ یہ اقرع بن حابس ہوں اور ہوسکتا ہے کہ یہ قیس بن عاصم تمیمی ہوں۔ علامہ عینی نے فرمایا: ہو سکتا ہے کہ یہ عیینہ بن حصن فزاری ہوں اس لیے کہ ان کا قصہ نام کی تصریح کے ساتھ مذکور ہے۔

۲۶۲۵- ح: [اَللّٰهُ اَرْحَمُ بِعِبَادِهٖ]

اللہ اپنے بندوں پر سب سے زیادہ مہربان ہے

۲۶۲۵ - حَدَّثَنِيْ زَيْدُ بْنُ اَسْلَمَ، عَنْ اَبِيْهِ، عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَدِمَ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَبْيٌ، فَاِذَا امْرَاَةٌ مِنَ السَّبْيِ تَحْلُبُ ثَدْيَهَا تَسْقِيْ، اِذَا وَجَدَتْ صَبِيًّا فِي السَّبْيِ، اَخَذَتْهُ فَاَلْصَقَتْهُ بِبَطْنِهَا وَاَرْضَعَتْهُ فَقَالَ لَنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَتَرَوْنَ هٰذِهٖ طَارِحَةً وَلَدَهَا فِي النَّارِ؟ قُلْنَا لَا، وَهِيَ تَقْدِرُ عَلٰى اَنْ لَّا تَطْرَحَهُ، فَقَالَ اللّٰهُ اَرْحَمُ بِعِبَادِهٖ مِنْ هٰذِهٖ بِوَلَدِهَا (مسلم۔ کتاب التوبہ)

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں کچھ قیدی آئے۔ قیدیوں میں سے ایک عورت کا دودھ اُتر کر ٹپکنے لگا۔ وہ قیدیوں میں سے جس بچے کو پاتی اسے لے لیتی اور اپنے پیٹ سے چپکاتی اور اسے دودھ پلاتی۔ یہ دیکھ کر ہم سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بتاؤ کیا یہ اپنے بچے کو آگ میں ڈالے گی؟ ہم نے عرض کیا: نہیں! یہ اپنے بچے کو آگ سے بچائے گی۔ اب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ اپنے بچوں پر جتنی مہربان ہے اس سے کہیں زیادہ اللہ تعالیٰ بندوں پر مہربان ہے۔

بَابٌ (ص ۸۸۶)

باب

۲۶۲۶- ح: [جَعَلَ اللّٰهُ الرَّحْمَةَ مِئَةَ جُزْءٍ]

اللہ نے رحمت کے سو جزء کیے

۲۶۲۶ - اَخْبَرَنَا سَعِيْدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ اَنَّ اَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ جَعَلَ اللّٰهُ الرَّحْمَةَ مِئَةَ جُزْءٍ، فَاَمْسَكَ عِنْدَهٗ تِسْعَةً وَتِسْعِيْنَ جُزْءًا، وَاَنْزَلَ فِي الْاَرْضِ جُزْءًا وَّاحِدًا، فَمِنْ ذٰلِكَ الْجُزْءِ يَتَرَاحَمُ الْخَلْقُ، حَتّٰى تَرْفَعَ الْفَرَسُ حَافِرَهَا عَنْ وَلَدِهَا، خَشْيَةَ اَنْ تُصِيْبَهٗ. (مسلم)

بے شک حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ اللہ تعالیٰ نے رحمت کو سو اجزاء میں تقسیم کیا۔ ننانوے اجزاء اپنے پاس رکھے اور زمین میں ایک جزء کو اُتارا۔ اسی جزء سے مخلوق ایک دوسرے پر مہربانی کرتی ہے یہاں تک کہ گھوڑی اپنے بچے سے اپنا پیر اُٹھائے رکھتی ہے اس ڈر سے کہ کہیں اس کو کچل نہ دے۔

رحمت اللہ عزوجل کی صفت ہے اور اللہ تعالیٰ کی ہر صفت غیر متناہی ہے پھر یہ کہنا کیسے صحیح ہے کہ رحمت کے سو حصے کیے۔ جواب یہ ہے کہ اس سے تحدید و تعیین مقصود نہیں مخاطب کو سمجھانے کے لیے ایک تمثیل ہے۔ مقصود یہ کہ مخلوقات میں جو رحمت ہے وہ اقل ہے بہ نسبت جو اس کے یعنی اللہ تعالیٰ کے حضور ہے۔

بَابُ رَحْمَةِ النَّاسِ وَالْبَهَائِمِ (ص ۸۸۸)

لوگوں اور چوپایوں پر مہربانی کرنا

۲۶۲۷- ح: [قَالَ لِلْاَعْرَابِيِّ لَقَدْ حَجَّرْتَ وَاسِعًا]

آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کا ایک دیہاتی سے ارشاد: تم نے کشادہ چیز میں پتھر بھر دیا

۲۶۲۷ - اَخْبَرَنِيْ اَبُوْ سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ اَنَّ اَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ قَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ صَلٰوةٍ وَقُمْنَا مَعَهٗ، فَقَالَ اَعْرَابِيٌّ وَهُوَ فِي الصَّلٰوةِ اَللّٰهُمَّ ارْحَمْنِيْ وَمُحَمَّدًا، وَلَا تَرْحَمْ مَعَنَا اَحَدًا، فَلَمَّا سَلَّمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِلْاَعْرَابِيِّ لَقَدْ حَجَّرْتَ وَاسِعًا. يُرِيْدُ رَحْمَةَ اللّٰهِ.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں کھڑے ہوئے اور ہم بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کھڑے ہوئے تو ایک اعرابی نے کہا اور وہ بھی نماز میں تھے: اے اللہ! مجھ پر اور محمد پر رحم فرما اور ہمارے ساتھ کسی پر رحم نہ فرما' جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سلام پھیرا تو اعرابی سے کہا: تم نے کشادہ چیز میں پتھر بھر دیا حضور کی مراد تھی اللہ کی رحمت سے۔

یہ اعرابی ذوالخویصرہ یمانی تھے جنہوں نے مسجد میں پیشاب کیا تھا جیسا کہ ابن ماجہ میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ ایک اعرابی مسجد میں آئے اور کہا: اے اللہ! مجھے اور محمد کو بخش اور ہمارے ساتھ کسی کو مت بخش تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تو نے ایک کشادہ چیز کو تنگ کر دیا۔ پھر وہ اعرابی مسجد کے گوشے میں گئے اور وہاں پیشاب کر دیا۔

۲۶۲۸- ح: [مَثَلُ الْمُؤْمِنِيْنَ كَمَثَلِ الْجَسَدِ]

مؤمنین کی مثال جسم جیسی ہے

۲۶۲۸ - سَمِعْتُ النُّعْمَانَ بْنَ بَشِيْرٍ يَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَرَى الْمُؤْمِنِيْنَ فِيْ تَرَاحُمِهِمْ وَتَوَادِّهِمْ، وَتَعَاطُفِهِمْ، كَمَثَلِ الْجَسَدِ، اِذَا اشْتَكٰى عُضْوًا، تَدَاعٰى لَهٗ سَائِرُ جَسَدِهٖ بِالسَّهَرِ وَالْحُمّٰى.

(مسلم۔ کتاب الادب)

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما کو فرماتے ہوئے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم مومنوں کو آپس میں مہربانی اور محبت اور شفقت میں جسم کے مثل دیکھو گے۔ جب کسی عضو کو تکلیف ہوتی ہے تو اس کا پورا جسم بے خوابی اور بخار کو دعوت دیتا ہے۔

۲۶۲۹- ح: [مَنْ لَّا يَرْحَمْ لَا يُرْحَمْ]

جو رحم نہ کرے گا' اس پر رحم نہیں کیا جائے گا

٢٦٢٩ - سَمِعْتُ جَرِيرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ لَّا يَرْحَمُ لَا يُرْحَمُ.

(بخاری۔ کتاب التوحید۔ باب: قل ادعو اللّٰہ ص ۱۰۹۷)

حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو رحم نہ کرے گا' رحم نہ کیا جائے گا۔

ابوداؤد اور ترمذی میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے یوں روایت ہے: ''اَلرَّاحِمُوْنَ يَرْحَمُهُمُ الرَّحْمٰنُ يَرْحَمْ مَنْ فِي الْاَرْضِ يَرْحَمْكُمْ مَنْ فِي السَّمَاءِ'' رحم کرنے والوں پر رحمٰن رحم فرمائے گا' اس پر رحم کرو جو زمین میں ہے تم پر وہ رحم فرمائے گا جو آسمان میں ہے۔

بَابُ الْوَصَاةِ بِالْجَارِ

پڑوسی کے ساتھ حسن سلوک کی وصیت

وَقَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى ﴿وَاعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْئًا وَّبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا﴾ (النساء:٣٦). (ص ۸۸۹)

اور اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کا بیان: اور اللہ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو اور ماں باپ کے ساتھ بھلائی کرو۔

٢٦٣٠- ح: [مَا زَالَ جِبْرِيْلُ يُوْصِيْنِيْ بِالْجَارِ حَتّٰى ظَنَنْتُ سَيُوَرِّثُهٗ]

حضرت جبریل مجھے مسلسل پڑوسی کے بارے میں حکم دیتے رہے' یہاں تک کہ میں نے گمان کیا کہ وہ اسے وارث ٹھہرائیں گے

٢٦٣٠ - عَنْ عَمْرَةَ' عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا' عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا زَالَ يُوْصِيْنِيْ جِبْرِيْلُ بِالْجَارِ' حَتّٰى ظَنَنْتُ اَنَّهٗ سَيُوَرِّثُهٗ.

(مسلم' ابوداؤد' ابن ماجہ۔ کتاب الادب)

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جبریل پڑوسی کے بارے میں مجھے مسلسل حکم دیتے رہے یہاں تک کہ میں نے گمان کیا کہ وہ اسے وارث ٹھہرائیں گے۔

پڑوسی کون ہے؟ اس کو ہر شخص اپنے عرف اور معاملے سے سمجھتا ہے' پھر بھی بزرگوں نے کچھ حد بیان فرمائی ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا: پڑوسی وہ ہے جو پکار سنے۔ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور امام اوزاعی نے فرمایا کہ ہر طرف سے چالیس گھر پڑوس ہے اور ایک قول یہ ہے کہ جو تمہارے ساتھ صبح کی نماز پڑھے۔ پڑوسی کے حق کا مطلب یہ ہے کہ پڑوسی ایک دوسرے کے ساتھ اچھا سلوک کرے' ضرر دفع کرے اور خیر خواہی کرے۔ پڑوسی مسلمان اور کافر' صالح اور فاسق اور دوست' دشمن' اجنبی اور شہری سب کو شامل ہے۔

بَابُ اِثْمِ مَنْ لَّا يَاْمَنُ جَارُهٗ بَوَائِقَهٗ

اس کا گناہ جس کے ضرر سے پڑوسی محفوظ نہ رہے

﴿يُوْبِقْهُنَّ﴾ (الشورىٰ:٣٤) يُهْلِكْهُنَّ ﴿مَوْبِقًا﴾ (الكهف:٥٢) مَهْلِكًا. (ص ۸۸۹)

''یوبقھن'' کا معنی ہے: وہ انہیں ہلاک کردے گا' ''موبقا'' کا معنی ہے: ہلاک کی جگہ۔

٢٦٣١ - عَنْ سَعِيْدٍ' عَنْ اَبِيْ شُرَيْحٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ وَاللّٰهِ لَا يُؤْمِنُ' وَاللّٰهِ لَا يُؤْمِنُ' وَاللّٰهِ لَا يُؤْمِنُ. قِيْلَ وَمَنْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ؟ قَالَ الَّذِيْ لَا

حضرت ابو شریح رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بخدا! وہ مومن نہیں' بخدا! وہ مومن نہیں' بخدا! وہ مومن نہیں۔ عرض کیا: کون؟ یارسول اللہ! فرمایا: وہ جس کے ضرر سے اس کا پڑوسی

يَأْمَنُ جَارُهُ بَوَائِقَهُ. محفوظ نہ رہے۔

ابوشریح رضی اللہ عنہ کا نام مشہور یہ ہے کہ خویلد تھا۔ ایک قول یہ ہے کہ عمرو تھا۔ ایک قول یہ ہے کہ ہانی تھا اور ایک قول یہ ہے کہ کعب تھا ''لا یومن'' سے مراد یہ ہے کہ اس کا ایمان کامل نہیں۔ ''بوائق'' جمع ہے ''بائقۃ'' کی اس کا مادہ ''ب و ق'' ہے جس کے معنی ہلاکت کے ہیں، مراد ہے ضرر۔ یہی حدیث حمید بن اسود عثمان بن عمر، ابوبکر بن عیاش اور شعیب بن اسحاق نے بروایت ابن ابی ذئب بواسطہ مقبری حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے۔ اس کا حاصل یہ نکلا کہ سعید مقبری نے یہ حدیث دو صحابہ سے روایت کی ہے حضرت ابوشریح سے اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے۔ علامہ عینی نے فرمایا کہ ابوشریح والی روایت زیادہ صحیح ہے۔

بَابُ مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ فَلَا يُؤْذِ جَارَهُ (ص۸۸۹)

جو اللہ اور آخری دن پر ایمان لائے وہ اپنے پڑوسی کو ایذا نہ دے

۲۶۳۲ - عَنْ اَبِيْ صَالِحٍ، عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ فَلَا يُؤْذِ جَارَهُ، وَمَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ فَلْيُكْرِمْ ضَيْفَهُ، وَمَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ فَلْيَقُلْ خَيْرًا اَوْ لِيَصْمُتْ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو اللہ اور آخری دن پر ایمان لائے وہ اپنے پڑوسی کو ایذا نہ دے اور جو اللہ اور آخری دن پر ایمان لائے وہ اپنے مہمان کا اکرام کرے اور جو اللہ اور آخری دن پر ایمان لائے وہ اچھی بات کہے یا چپ رہے۔

(بخاری۔ باب: اکرام الضیف۔ ج۲ ص۹۰۶،۵ ' کتاب الرقاق۔ باب: حفظ اللسان ص۹۵۹، مسلم۔ کتاب الایمان، ابن ماجہ۔ کتاب الفتن)

۲۶۳۳ - عَنْ اَبِيْ شُرَيْحٍ الْعَدَوِيِّ قَالَ سَمِعَتْ اُذُنَايَ، وَاَبْصَرَتْ عَيْنَايَ، حِيْنَ تَكَلَّمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ فَلْيُكْرِمْ جَارَهُ، وَمَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ فَلْيُكْرِمْ ضَيْفَهُ، جَائِزَتَهُ. قِيْلَ وَمَا جَائِزَتُهُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ؟ قَالَ يَوْمٌ وَلَيْلَةٌ، وَالضِّيَافَةُ ثَلَاثَةُ اَيَّامٍ، فَمَا كَانَ وَرَاءَ ذٰلِكَ فَهُوَ صَدَقَةٌ عَلَيْهِ، وَمَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ فَلْيَقُلْ خَيْرًا اَوْ لِيَصْمُتْ.

حضرت ابوشریح عدوی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: میرے دونوں کانوں نے سنا اور میری دونوں آنکھوں نے دیکھا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جب یہ فرمایا: جو اللہ اور پچھلے دن پر ایمان لائے وہ اپنے پڑوسی کا اکرام کرے اور جو اللہ اور پچھلے دن پر ایمان لائے وہ اپنے مہمان کی دستور کے مطابق عزت کرے۔ پوچھا: اور اس کا دستور کیا ہے؟ یا رسول اللہ! فرمایا: ایک دن اور ایک رات اور مہمان داری تین دن ہیں اور جو اس کا ماسوا ہو وہ اس کے اوپر صدقہ ہے، اور جو اللہ اور پچھلے دن پر ایمان لائے تو اچھی بات کہے یا چپ رہے۔

(بخاری۔ باب: اکرام الضیف ص۹۰۵-۶، کتاب الرقاق۔ باب: حفظ اللسان ص۹۵۹، مسلم۔ کتاب الاحکام، ابوداود۔ کتاب الاطعمۃ، ترمذی۔ کتاب البر، نسائی۔ کتاب الرقاق، ابن ماجہ۔ کتاب الادب)

''جائزہ'' کے معنی عطا ہے داد و دہش، یہ جواز سے مشتق ہے۔ یہاں مراد یہ ہے کہ ایک دن اور ایک رات اسے اچھے سے اچھا کھانا دے اور حسب استطاعت اسے راحت پہنچائے۔

بَابٌ كُلُّ مَعْرُوْفٍ صَدَقَةٌ (ص۸۹۰)

ہر نیکی صدقہ ہے

۲۶۳۴ - عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ كُلُّ مَعْرُوْفٍ

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر اچھی چیز صدقہ ہے یعنی ثواب کا کام ہے۔

صَدَقَةٌ.

بَابٌ لَمْ يَكُنِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاحِشًا وَّلَا مُتَفَحِّشًا (ص۸۹۱)

نبی ﷺ فحش گو نہ تھے

۲۶۳۵- عَنْ هِلَالِ بْنِ اُسَامَةَ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ لَمْ يَكُنِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَبَّابًا وَّلَا فَحَّاشًا وَّلَا لَعَّانًا كَانَ يَقُوْلُ لِاَحَدِنَا عِنْدَ الْمَعْتِبَةِ مَا لَهٗ تَرِبَ جَبِيْنُهٗ.

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ نبی ﷺ نہ بدگو تھے نہ فحش گو اور نہ لعنت کرنے والے۔ ناراضگی کے وقت ہم کو کہتے: اسے کیا ہو گیا اس کی پیشانی خاک آلود ہو۔

(بخاری- باب: ماینھی عن السباب واللعن ص ۸۹۳)

"سبّاب"، "فحاش" اور "لعّان" مبالغہ کے صیغے ہیں اور مبالغہ کی نفی سے اصل وصف کی نفی نہیں ہوتی تو اس سے لازم آتا ہے کہ بہت زیادہ نہیں تو کچھ ان اوصاف کے ساتھ متصف تھے۔ جواب یہ ہے کہ اہل عرب کبھی کبھی نفی کے موقع پر مبالغہ کا صیغہ استعمال کرتے ہیں اور ان کی مراد ہوتی ہے اصل وصف کی نفی جیسے قرآن مجید میں ہے: "وَمَا رَبُّكَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ۝" (حم السجدہ: ۴۶) تمہارا پروردگار بندوں پر قطعاً ظلم کرنے والا نہیں۝

۲۶۳۶- ح: [اِنَّ شَرَّ النَّاسِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مَنْ تَرَكَهُ النَّاسُ اتِّقَاءَ شَرِّهٖ]

قیامت کے دن سب سے بدتر وہ ہوگا جس کے شر سے بچنے کے لیے لوگ اسے چھوڑ دیں

۲۶۳۶- عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ اَنَّ رَجُلًا اِسْتَاْذَنَ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا رَاٰهُ قَالَ بِئْسَ اَخُو الْعَشِيْرَةِ وَبِئْسَ ابْنُ الْعَشِيْرَةِ. فَلَمَّا جَلَسَ تَطَلَّقَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ وَجْهِهٖ وَانْبَسَطَ اِلَيْهِ فَلَمَّا انْطَلَقَ الرَّجُلُ قَالَتْ لَهٗ عَائِشَةُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ حِيْنَ رَاَيْتَ الرَّجُلَ قُلْتَ لَهٗ كَذَا وَكَذَا ثُمَّ تَطَلَّقْتَ فِيْ وَجْهِهٖ وَانْبَسَطْتَّ اِلَيْهِ؟ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا عَائِشَةُ مَتٰى عَهِدْتِنِيْ فَحَّاشًا اِنَّ شَرَّ النَّاسِ عِنْدَ اللّٰهِ مَنْزِلَةً يَوْمَ الْقِيَامَةِ مَنْ تَرَكَهُ النَّاسُ اتِّقَاءَ شَرِّهٖ.

اُمّ المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ایک شخص نے نبی ﷺ کے پاس آنے کی اجازت طلب کی تو حضور نے فرمایا: قبیلہ کا برا بھائی اور قبیلہ کا برا بیٹا اور وہ جب آ کر بیٹھا تو نبی ﷺ اس سے کشادہ روئی اور خندہ پیشانی کے ساتھ پیش آئے۔ جب وہ چلا گیا تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا: یا رسول اللہ! جب آپ نے اس کو دیکھا تھا تو اس کے بارے میں یہ یہ فرمایا تھا، پھر حضور کشادہ روئی اور خندہ پیشانی کے ساتھ اس سے ملے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے عائشہ! تم نے کب مجھ کو فحش گو پایا ہے۔ بے شک قیامت کے دن سب سے بری جگہ اللہ تعالیٰ کے حضور وہ ہوگا جس کو لوگ اس کے شر سے بچنے کے لیے چھوڑ دیں۔

(بخاری- باب: مایجوز من اغتیاب اهل الفساد والریب ص ۸۹۴، باب: المداراة مع الناس ص ۹۰۵، مسلم، ابوداود- کتاب الادب، ترمذی- کتاب البر)

یہ شخص عیینہ بن حصن بن حذیفہ بدر الفزاری تھا۔ اس کو احمق المطاع بھی کہتے تھے یا مخرمہ بن نوفل تھا۔ راجح پہلا قول ہے۔ حضور اقدس ﷺ نے جو اس کے بارے میں فرمایا: "بئس اخو العشیرۃ و بئس ابن العشیرۃ" یہ غیب کی خبر ہے۔ حضور اقدس ﷺ

کے وصال کے بعد عیینہ مرتد ہو گیا تھا' پھر گرفتار کر کے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی بارگاہ میں پیش کیا گیا۔

پیٹھ پیچھے کسی کو برا کہنا غیبت ہے لیکن اگر کسی فسادی یا شری یا ظالم یا بدکردار کے ظلم اور بدکرداری کو بیان کیا جائے تو یہ غیبت نہیں۔ حدیث میں ہے: ''اذکروا الفاسق بمافیه متی یحذره الناس'' فاسق کے فسق کو بیان کرو' اگر نہیں بیان کرو گے تو لوگ اس سے کیسے بچیں گے؟

بَابُ حُسْنِ الْخُلُقِ وَالسَّخَاءِ، وَمَا يُكْرَهُ مِنَ الْبُخْلِ (ص۸۹۱)

اچھی عادت اور سخاوت کا بیان اور بخل کا ناپسند ہونا

۲۶۳۷- ح: [مَا سُئِلَ عَنْ شَيْءٍ قَطُّ فَقَالَ لَا]

آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے جب کچھ مانگا گیا تو نہیں کبھی نہیں فرمایا

۲۶۳۷ - عَنِ ابْنِ الْمُنْكَدِرِ قَالَ سَمِعْتُ جَابِرًا رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يَقُوْلُ مَا سُئِلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ شَيْءٍ قَطُّ فَقَالَ لَا. (مسلم۔ کتاب الفضائل' ترمذی۔ شمائل)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جب بھی کسی چیز کا سوال کیا گیا تو آپ نے نہیں کبھی نہیں فرمایا۔

مراد یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دنیا کے مال میں سے کچھ طلب کیا گیا تو کبھی یہ نہیں فرمایا کہ نہیں دوں گا۔ دینا منظور ہوتا تو عطا فرما دیتے نہ دینا منظور ہوتا تو خاموش رہتے اور رخ انور پھیر لیتے' جیسا کہ طبرانی نے معجم میں اور خرائطی نے مکارم اخلاق میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔

فرزدق نے عرض کیا:

مَا قَالَ لَا قَطُّ اِلَّا فِيْ تَشَهُّدِهٖ لَوْلَا التَّشَهُّدُ كَانَتْ لَاؤُهٗ نَعَمْ

''حضور نے تشہد کے سوا کبھی ''لا'' نہیں کہا' اگر تشہد نہ ہوتا تو حضور کا ''لا''، ''نعم'' ہوتا''۔

اگر کبھی بہ وجہ مجبوری سائل کو لوٹانا ہوتا تو بہت خوبصورتی کے ساتھ لوٹاتے مثلاً غزوہ تبوک کے موقع پر جب اشعریین کا وفد آیا اور سواری طلب کی تو فرمایا: ''لا اجدما احملکم'' میرے پاس تمہاری سواری کے لیے کچھ موجود نہیں۔

۲۶۳۸- ح: [يَتَقَارَبُ الزَّمَانُ، وَيُنْقَصُ الْعِلْمُ وَيُلْقَى الشُّحُّ]

زمانہ قریب ہو جائے گا' علم گھٹا دیا جائے گا اور لالچ دلوں میں ڈال دی جائے گی

۲۶۳۸ - اَخْبَرَنِيْ حُمَيْدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ اَنَّ اَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَقَارَبُ الزَّمَانُ، وَيَنْقُصُ الْعِلْمُ، وَيُلْقَى الشُّحُّ، وَيَكْثُرُ الْهَرْجُ. قَالُوْا وَمَا الْهَرْجُ؟ قَالَ اَلْقَتْلُ اَلْقَتْلُ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: زمانہ قریب ہو جائے گا اور علم گھٹا دیا جائے گا اور لالچ دلوں میں ڈال دی جائے گی اور ہرج بہت ہو گا۔ لوگوں نے کہا: اے ابوہریرہ! ہرج کیا ہے؟ فرمایا: قتل قتل۔

(بخاری۔ باب: ظہور الفتن ص۱۰۴۶' مسلم کتاب القدر' ابوداؤد کتاب الفتن)

''تقارب زمان'' سے مراد یہ ہے کہ وقت کے گزرنے کا احساس نہیں ہو گا۔ دن اس طرح گزر جائے گا کہ محسوس ہو گا کہ دن چھوٹا ہو گیا ہے۔ ہندوستانی مطبوعہ میں ''ینقص العلم'' ہے۔ یہ کشمیہنی کی روایت ہے اور یہی مشہور ہے اور دوسری روایتوں میں

"ینقص العمل" ہے۔

۲۶۳۹- ح: [قَالَ اَنَسٌ مَا قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لِیْ اُفٍّ قَطُّ]

حضرت انس نے کہا: نبی ﷺ نے مجھے کبھی اُف نہیں کہا

۲۶۳۹- حَدَّثَنَا اَنَسٌ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ خَدَمْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَشْرَ سِنِیْنَ فَمَا قَالَ لِیْ اُفٍّ وَلَا لِمَ صَنَعْتَ وَلَا اَلَّا صَنَعْتَ؟

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا کہ میں نے نبی ﷺ کی دس سال خدمت کی تو آپ نے نہ مجھے کبھی اُف کہا اور نہ یہ فرمایا: کیوں کیا' اور نہ فرمایا کہ کیوں نہیں کیا؟

مسلم میں ہے کہ میں نے حضور ﷺ کی نو سال خدمت کی۔ قصہ یہ ہے کہ حضور اقدس ﷺ کے مدینہ طیبہ تشریف لانے کے کچھ مہینوں کے بعد حضرت انس رضی اللہ عنہ خدمت اقدس میں حاضر ہوئے تھے۔ اس کا حاصل یہ نکلا کہ حضرت انس نے حضور کی خدمت نو سال کچھ مہینہ تک کی ہے۔ کسر چھوڑ کر بیان فرمایا تو نو سال کہا اور کسر کو جوڑ دیا تو دس سال فرمایا۔

بَابُ مَا یُکْرَہُ مِنَ النَّمِیْمَۃِ

کون سی غیبت ناپسند ہے؟

وَقَوْلِہٖ ﴿ھَمَّازٍ مَّشَّآءٍ بِنَمِیْمٍ ۝﴾ (القلم:۱۱) ﴿وَیْلٌ لِّکُلِّ ھُمَزَۃٍ لُّمَزَۃٍ ۝﴾ (الھمزۃ:۱) یَھْمِزُ وَیَلْمِزُ یَعِیْبُ. (ص۸۹۵)

اور اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کا بیان: بہت طعنہ دینے والا' بہت ادھر ادھر کی لگانے والا ۝ خرابی ہے اس کے لیے جو لوگوں کے منہ پر عیب کرے' پیٹھ پیچھے بدی کرے ۝ امام بخاری نے فرمایا: "یَھْمِزُ" کے معنی ہیں ملامت کرے اور عیب لگائے۔

توضیح

"ھَمَّاز' ھَمْزٌ" سے اسم مبالغہ ہے۔ اس کے معنی پیٹھ پیچھے غیبت کرنے' طعنہ کرنے اور عیب جوئی کے ہیں۔ "ھمزۃ" اسی سے "فُعَلَۃٌ" کے وزن پر اسم مبالغہ ہے اور اسی طرح "لُمَزَۃ" بھی۔ "مَشَّاءٍ' مَاشٍ" کا اسم مبالغہ ہے۔ امام بخاری نے افادہ یہ فرمایا کہ "یَھْمِزُ" اور "یَلْمِزُ" دونوں ہم معنی ہیں لیکن کچھ لوگوں نے فرمایا کہ "ھَمْزٌ" منہ پر برائی کرنے کے معنی میں ہے اور "لَمْزٌ" پیٹھ پیچھے برائی کرنے کے۔

اس باب کے قائم کرنے سے امام بخاری کا مقصد یہ ہے کہ غیبت مطلقاً ممنوع نہیں۔ کفار' منافقین' ظالمین' مفسدین کے عیوب بیان کیے جائیں گے جیسا کہ سورۂ قلم میں ولید بن مغیرہ کے دس عیوب گنائے گئے اور اسی طرح سورۂ ھمزہ میں کفار مکہ میں جو شریر تھے ان کے عیوب بیان کیے گئے' جیسا کہ تجسس حرام ہے لیکن کفار کے بلاد میں جاسوس بھیج کر ان کے حالات معلوم کرنا بہ منزلۂ جہاد کے ہے۔

۲۶۴۰- ح: [لَا یَدْخُلُ الْجَنَّۃَ قَتَّاتٌ]

چغل خور جنت میں نہیں جائے گا

۲۶۴۰- عَنْ ھَمَّامٍ قَالَ کُنَّا مَعَ حُذَیْفَۃَ فَقِیْلَ لَہٗ اِنَّ رَجُلًا یَرْفَعُ الْحَدِیْثَ اِلٰی عُثْمَانَ فَقَالَ حُذَیْفَۃُ سَمِعْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ لَا یَدْخُلُ الْجَنَّۃَ قَتَّاتٌ.

ہمام سے روایت ہے کہ ہم حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے۔ ان سے کہا گیا کہ ایک شخص حضرت عثمان تک بات پہنچاتا ہے تو اس سے حضرت حذیفہ نے کہا: میں نے نبی ﷺ سے سنا ہے' آپ فرماتے تھے: جنت میں چغل خور نہیں داخل ہوگا۔

(مسلم۔ کتاب الایمان' ابوداود۔ کتاب الادب' ترمذی۔ کتاب البر' نسائی۔ کتاب التفسیر)

سلطان کو اس کی اجازت ہے کہ کچھ آدمی مقرر کیے رہے کہ لوگ سلطان کے بارے میں اس کی حکومت کے بارے میں جو تنقید کرتے ہوں وہ سلطان تک پہنچائیں اور بہ نیت اصلاح سلطان تک ایسی باتیں بھی پہنچانا حرام نہیں جیسے بدگمانی حرام ہے۔ فرمایا گیا: "ایاکم والظنّ فان الظنّ اکذب الحدیث" بدگمانی سے بچو اس لیے کہ بدگمانی سب سے زیادہ جھوٹی بات ہے۔ اس کے باوجود حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "ان من الحزم لسوء الظن" بدگمانی دانائی میں سے ہے۔

بَابُ مَا يُنْهٰى عَنِ التَّحَاسُدِ وَالتَّدَابُرِ

ایک دوسرے سے حسد کرنا اور ایک دوسرے سے پیٹھ پھیرنا منع ہے

وَقَوْلِهٖ تَعَالٰى ﴿وَمِنْ شَرِّ حَاسِدٍ إِذَا حَسَدَ۝﴾ (الفلق:۵). (ص۸۹۶)

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد: حاسد کے شر سے جب حسد کرے پناہ مانگتا ہوں۝

۲۶۴۱- ح: [إِيَّاكُمْ وَالظَّنَّ، فَإِنَّ الظَّنَّ أَكْذَبُ الْحَدِيْثِ]

بدگمانی سے بچو! اس لیے کہ یہ سب سے جھوٹی بات ہے

۲۶۴۱ - عَنْ هَمَّامِ بْنِ مُنَبِّهٍ، عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِيَّاكُمْ وَالظَّنَّ، فَإِنَّ الظَّنَّ أَكْذَبُ الْحَدِيْثِ، وَلَا تَحَسَّسُوْا، وَلَا تَجَسَّسُوْا، وَلَا تَحَاسَدُوْا، وَلَا تَدَابَرُوْا، وَلَا تَبَاغَضُوْا، وَكُوْنُوْا عِبَادَ اللّٰهِ إِخْوَانًا.

(بخاری۔ باب: قولہ یایھا الذین اجتنبوا کثیرا من الظن ص۹۶۱)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: گمان سے بچو اس لیے کہ گمان سب سے زیادہ جھوٹی بات ہے اور کسی کے پیچھے نہ پڑو' کسی کی جاسوسی نہ کرو اور ایک دوسرے پر حسد مت کرو' ایک دوسرے کو پیٹھ مت دکھاؤ' ایک دوسرے سے بغض نہ رکھو اور اللہ کے بندو ایک دوسرے کے بھائی بھائی بن کے رہو۔

۲۶۴۲- ح: [لَا تَبَاغَضُوْا]

ایک دوسرے سے بغض نہ رکھو

۲۶۴۲ - عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ حَدَّثَنِيْ أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَبَاغَضُوْا، وَلَا تَحَاسَدُوْا، وَلَا تَدَابَرُوْا، وَكُوْنُوْا عِبَادَ اللّٰهِ إِخْوَانًا، وَلَا يَحِلُّ لِمُسْلِمٍ أَنْ يَّهْجُرَ أَخَاهُ فَوْقَ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ. (بخاری۔ باب: الھجرۃ ص۸۹۷)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایک دوسرے سے بغض نہ رکھو' ایک دوسرے سے حسد نہ کرو' ایک دوسرے کو پیٹھ نہ دکھاؤ اور اللہ کے بندو بھائی بھائی بن کر رہو' کسی مسلمان کو حلال نہیں کہ اپنے بھائی کو تین دن سے زیادہ چھوڑے رہے۔

حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ظن کا حکم مطلقاً ممنوع ہے اور آیہ کریمہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ظن مطلقاً حرام نہیں۔ دونوں کا حاصل یہ ہے کہ ظن کی بناء پر کوئی حکم شرعی لگانا جائز نہیں جب تک ثبوت شرعی نہ ملے لیکن مقام احتیاط میں جب قوی قرائن سے کوئی گمان ہو تو اس کے مطابق احتیاط کرنا عقلمندی ہے۔

بَابُ مَا يَكُوْنُ مِنَ الظَّنِّ (ص۸۹۶)

کون سا گمان درست ہے؟

باب کے عنوان میں یہاں نسخے مختلف ہیں۔ ہندوستانی مطبوعہ میں "مایکون" ہے اور ابوذر اور نسفی میں "مایجوز من

الظن'' اور قابوسی اور جرجانی کی روایت میں ''مایکرہ من الظن'' ہے۔علامہ عینی نے فرمایا کہ حدیث کے سیاق کے زیادہ مناسب ابوذر کی روایت ہے۔

۲۶۴۳- ح: [مَا اَظُنُّ فُلَانًا وَفُلَانًا يَعْرِفَانِ مِنْ دِيْنِنَا شَيْئًا]

مجھے یقین نہیں کہ فلاں اور فلاں ہمارے دین کو سمجھتے ہیں

۲۶۴۳ - عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا اَظُنُّ فُلَانًا وَفُلَانًا يَعْرِفَانِ مِنْ دِيْنِنَا شَيْئًا. قَالَ اللَّيْثُ كَانَا رَجُلَيْنِ مِنَ الْمُنَافِقِيْنَ.

اُمّ المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مجھے یقین نہیں کہ فلاں اور فلاں ہمارے دین کو کچھ سمجھتے ہیں۔لیث نے کہا کہ یہ دونوں منافقین میں سے تھے۔

باب کا عنوان ہے کہ کون سا ظن جائز ہے اور حدیث میں ''ما أظن'' نفی ہے۔شارحین نے فرمایا: یہ صیغہ بہ ظاہر نفی کا ہے لیکن عرف میں اثبات کے لیے بولا جاتا ہے جیسے کسی نے کہا: میں گمان نہیں کرتا کہ زید گھر میں ہوگا۔اس سے یہی سمجھ میں آتا ہے کہ وہ کہنا یہ چاہتا ہے کہ میرا گمان یہ ہے کہ وہ گھر میں ہے۔توضیح میں ہے کہ ظن یہاں یقین کے معنی میں ہے اس لیے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ تعالیٰ کے بتانے سے سارے منافقین کو پہچانتے تھے تو ایسی صورت میں باب ثابت نہ ہوگا کہ حدیث میں ظن بہ معنی یقین کے ہے اور باب میں ظن اپنے حقیقی معنی میں ہے۔غالباً لفظ ظن کے ورود کو امام بخاری نے دلیل بنایا ہو'یا ان کا گمان یہ رہا ہو کہ یہ ارشاد پہلے کا ہے جب کہ منافقین کے نام حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بتائے نہیں گئے تھے۔

بَابُ سَتْرِ الْمُؤْمِنِ عَلٰي نَفْسِهٖ (ص ۸۹۶)

مومن کی اپنی پردہ پوشی

۲۶۴۴- ح: [كُلُّ اُمَّتِيْ مُعَافًى اِلَّا الْمُجَاهِرِيْنَ]

میری اُمت کے ہر فرد کو معاف کر دیا جائے گا' مگر ان لوگوں کو جو علانیہ گناہ کرتے ہیں

۲۶۴۴ - عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا هُرَيْرَةَ يَقُوْلُ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ كُلُّ اُمَّتِيْ مُعَافًى اِلَّا الْمُجَاهِرِيْنَ' وَاِنَّ مِنَ الْمُجَانَةِ اَنْ يَّعْمَلَ الرَّجُلُ بِاللَّيْلِ عَمَلًا' ثُمَّ يُصْبِحُ وَقَدْ سَتَرَهُ اللّٰهُ فَيَقُوْلُ يَا فُلَانُ عَمِلْتُ الْبَارِحَةَ كَذَا وَكَذَا' وَقَدْ بَاتَ يَسْتُرُهٗ رَبُّهٗ' وَيُصْبِحُ يَكْشِفُ سِتْرَ اللّٰهِ عَنْهُ.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا' میری امت کے ہر فرد کو معاف کر دیا جائے گا مگر ان لوگوں کو جو علانیہ گناہ کرتے ہیں اور بے باکی یہ ہے کہ رات میں ایک شخص کوئی کام کرتا ہے پھر صبح کو کہتا ہے حالانکہ اللہ اس پر پردہ ڈالے ہوئے تھا: اے فلاں! میں نے گزشتہ رات ایسے اور ایسے کیا ہے۔رات کو اس کے رب نے پردہ ڈالا اور وہ صبح کو اللہ کے پردے کو کھول رہا ہے۔

گناہ کا ارتکاب بہر حال گناہ ہے مگر اس کا اعلان کرنا بھی گناہ ہے بلکہ ارتکاب گناہ سے بڑا گناہ ہے۔یہ گناہ کی اشاعت بھی ہے اور نڈر ہونا بھی ہے۔

بَابُ الْهِجْرَةِ (ص ۸۹۷)

مسلمان سے تعلقات منقطع کرنا

۲۶۴۵ - عَنْ اَبِيْ اَيُّوْبَ الْاَنْصَارِيِّ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ

حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَحِلُّ لِرَجُلٍ اَنْ يَّهْجُرَ اَخَاهُ فَوْقَ ثَلَاثِ لَيَالٍ، يَلْتَقِيَانِ فَيُعْرِضُ هٰذَا وَ يُعْرِضُ هٰذَا، وَخَيْرُهُمَا الَّذِي يَبْدَأُ بِالسَّلَامِ.

اللہ ﷺ نے فرمایا کہ کسی مسلمان کو حلال نہیں کہ اپنے بھائی کو تین دن سے زیادہ چھوڑے رہے۔ دونوں ملاقات کریں تو یہ منہ پھیر لے وہ منہ پھیر لے اور ان دونوں میں بہتر وہ ہے جو پہلے سلام کرے۔

(بخاری۔ کتاب الاستیذان۔ باب: السلام للمعرفة وغير المعرفة ص۹۲۱، مسلم۔ ابوداؤد۔ کتاب الاستیذان، ترمذی۔ کتاب البر)

اس سے مراد یہ ہے کہ کسی دنیوی بات پر آپس میں رنجش ہوگئی ہو لیکن اگر کسی دینی معاملے میں رنجش ہو تو جب تک اصلاح نہ ہو جائے میل کرنا جائز نہیں۔

بَابٌ

[التوبہ: ۱۱۹ کی تفسیر]

قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى ﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَكُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ۝﴾ (التوبہ: ۱۱۹). وَمَا يُنْهٰى عَنِ الْكَذِبِ. (ص۹۰۰)

اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کا بیان کہ اللہ سے ڈرو اور سچوں کے ساتھ ہو جاؤ۝ اور جو جھوٹ سے منع کیا گیا۔

۲۶۴۶- ح: [اِنَّ الصِّدْقَ يَهْدِيْ اِلَى الْبِرِّ وَاِنَّ الْكِذْبَ يَهْدِيْ اِلَى الْفُجُوْرِ]

سچ نیکی تک پہنچاتا ہے اور جھوٹ بدکاری تک

۲۶۴۶- عَنْ اَبِيْ وَائِلٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ الصِّدْقَ يَهْدِيْ اِلَى الْبِرِّ، وَاِنَّ الْبِرَّ يَهْدِيْ اِلَى الْجَنَّةِ، وَاِنَّ الرَّجُلَ لَيَصْدُقُ حَتّٰى يَكُوْنَ صِدِّيْقًا. وَاِنَّ الْكِذْبَ يَهْدِيْ اِلَى الْفُجُوْرِ، وَاِنَّ الْفُجُوْرَ يَهْدِيْ اِلَى النَّارِ، وَاِنَّ الرَّجُلَ لَيَكْذِبُ حَتّٰى يُكْتَبَ عِنْدَ اللّٰهِ كَذَّابًا.

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: سچ نیکی تک پہنچاتا ہے اور نیکی جنت تک لے جاتی ہے۔ ایک شخص سچ بولتا رہتا ہے یہاں تک کہ صدیق ہو جاتا ہے اور جھوٹ بدکاری تک پہنچاتا ہے اور بدکاری جہنم تک لے جاتی ہے اور ایک شخص جھوٹ بولتا رہتا ہے یہاں تک کہ اللہ کے یہاں کذاب لکھ دیا جاتا ہے۔

بَابُ الصَّبْرِ عَلَى الْاَذٰى

تکلیف پر صبر کرنے کا بیان

وَقَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى ﴿اِنَّمَا يُوَفَّى الصّٰبِرُوْنَ اَجْرَهُمْ بِغَيْرِ حِسَابٍ۝﴾ (الزمر: ۱۰). (ص۹۰۱)

اور اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کا بیان: صبر کرنے والے اپنا بدلہ بغیر حساب پورا پائیں گے۝

۲۶۴۷- ح: [لَيْسَ اَحَدٌ اَصْبَرُ مِنَ اللّٰهِ]

اللہ سے زیادہ صبر کرنے والا کوئی نہیں

۲۶۴۷- عَنْ اَبِيْ مُوْسٰى رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَيْسَ اَحَدٌ، اَوْ لَيْسَ شَيْءٌ اَصْبَرَ عَلٰى اَذًى سَمِعَهُ مِنَ اللّٰهِ، اِنَّهُمْ لَيَدْعُوْنَ لَهُ وَلَدًا، وَاِنَّهُ لَيُعَافِيْهِمْ وَيَرْزُقُهُمْ.

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ سے زیادہ اذیت پر صبر کرنے والا کوئی نہیں۔ لوگ اللہ تعالیٰ کے لیے اولاد کا دعویٰ کرتے ہیں پھر بھی اللہ انہیں عافیت دیتا ہے اور روزی دیتا ہے۔

(بخاری۔ کتاب التوحید۔ باب: قول الله تعالى: ان الله هو الرزاق ذو القوة ص۱۰۹۷، مسلم۔ کتاب التوبہ، نسائی۔ کتاب النعوت)

بَابُ مَنْ لَّمْ يُوَاجِهِ النَّاسَ بِالْعِتَابِ (ص۹۰۱)

جو لوگوں کے رو در رو عتاب نہ کرے

۲۶۴۸- ح: [اِنَّ مِنَ النَّاسِ عَمِلُوْا عَلَى الرُّخْصَةِ بِاِجَازَتِهٖ وَتَنَزَّهَ عَنْهُ قَوْمٌ]

آپ (ﷺ) کی اجازت سے کچھ لوگوں نے رخصت پر عمل کیا اور کچھ لوگ اس سے الگ ہو گئے

۲۶۴۸- عَنْ مَسْرُوْقٍ قَالَتْ عَائِشَةُ صَنَعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَيْئًا فَرَخَّصَ فِيْهِ، فَتَنَزَّهَ عَنْهُ قَوْمٌ، فَبَلَغَ ذٰلِكَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَخَطَبَ فَحَمِدَ اللّٰهَ ثُمَّ قَالَ مَا بَالُ اَقْوَامٍ يَتَنَزَّهُوْنَ عَنِ الشَّيْءِ اَصْنَعُهٗ، فَوَاللّٰهِ اِنِّيْ لَاَعْلَمُهُمْ بِاللّٰهِ، وَاَشَدُّهُمْ لَهٗ خَشْيَةً.

اُمّ المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ نبی ﷺ نے کچھ کیا جس میں رخصت پر عمل کیا۔ کچھ لوگ اس سے الگ رہے۔ یہ خبر نبی ﷺ کو پہنچی تو آپ نے خطبہ دیا، اللہ کی حمد کی، پھر فرمایا: کچھ لوگوں کا کیا حال ہے؟ اس چیز سے بچتے ہیں جس کو میں کرتا ہوں۔ بخدا! میں ان لوگوں سے زیادہ اللہ کو جاننے والا ہوں اور ان سب سے زیادہ اللہ سے ڈرنے والا ہوں۔

(بخاری۔ کتاب الاعتصام۔ باب: ما یکرہ من التعمق الخ ص ۱۰۸۴، مسلم۔ کتاب فضائل النبی، نسائی۔ کتاب عمل الیوم واللیلۃ)

ظاہر ہے کہ جو کام نبی ﷺ کریں اس کے جواز میں کیا شبہہ، پھر بھی کچھ لوگ جو الگ رہے انہوں نے شاید یہ تاثر دینا چاہا کہ ہمیں اللہ کی معرفت زیادہ ہے، ہم اللہ سے زیادہ ڈرنے والے ہیں، اس لیے حضور اقدس ﷺ کو جلال آیا اور ان پر عتاب فرمایا۔
اگر کوئی شخص حضور اقدس ﷺ کو ذاتی طور پر اذیت پہنچاتا تو آپ صبر فرماتے جیسا کہ گزرا کہ ایک اعرابی نے حضور اقدس ﷺ کی چادر پکڑ کر کھینچا اتنی زور سے کہ چادر کا نشان گلوئے اقدس پر پڑ گیا، مگر حضور ﷺ نے صبر فرمایا، لیکن جب ایسی کوئی بات ہوتی جس کا تعلق دین سے ہوتا تو ضرور عتاب فرماتے، تنبیہ فرماتے۔

بَابُ مَنْ كَفَّرَ اَخَاهُ بِغَيْرِ تَاْوِيْلٍ، فَهُوَ كَمَا قَالَ (ص ۹۰۱)

جس نے کسی کو بغیر تاویل کے کافر کہا تو وہ ویسا ہی ہے جیسے کہ کہا

یعنی کسی نے کسی اہل قبلہ کو بغیر اس کے کہ اس سے کوئی کفر صادر ہو یا ایسی بات صادر ہو جس میں کفر کا پہلو ہو، کافر کہے تو وہ خود کافر ہے لیکن اگر کسی مدعی اسلام سے کوئی کفر سرزد ہو یا ایسی بات سرزد ہو جس سے کفر ظاہر ہوتا ہو تو کہنے والا کافر نہ ہوگا۔ پہلی صورت میں اگر کافر نہ کہے گا تو وہ خود کافر ہو جائے گا البتہ اس میں ایک تفصیل ہے۔ کبھی کبھی بے پڑھے لکھے عوام بطور گالی کے کافر کہتے ہیں اس صورت میں کافر نہ ہوگا البتہ تعزیر کا مستحق ہوگا۔ ہاں اگر اسے کافر اعتقاد کر کے کہے گا تو ضرور کافر ہو جائے گا۔

۲۶۴۹- عَنْ اَبِيْ سَلَمَةَ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا قَالَ الرَّجُلُ لِاَخِيْهِ يَا كَافِرُ، فَقَدْ بَاءَ بِهٖ اَحَدُهُمَا. (وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ مِثْلَهٗ)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب کوئی شخص اپنے بھائی کو کہے: اے کافر! تو یہ ان میں سے ایک پر لوٹا۔

(مسلم۔ کتاب الایمان، ترمذی۔ کتاب الایمان، موطا امام مالک۔ کتاب الکلام، مسند امام احمد۔ ج ۲)

یعنی جس کو کافر کہا واقعی وہ کافر ہے تو اس نے ٹھیک کہا لیکن اگر وہ واقع میں کافر نہیں تو کہنے والا خود کافر ہو جائے گا۔ علامہ طیبی نے فرمایا کہ یہ حدیث مشکل احادیث میں سے ہے اور حقیقت بھی یہی ہے۔ اس کا ایک پہلو یہ ہے کہ جس کو کافر کہا اس سے کوئی کفر سرزد نہ ہوا تب تو طے ہے کہ کہنے والا کافر ہے۔ دوسرا پہلو یہ ہے کہ جس کو کافر کہا اس سے اس طرح کفر کا صدور ہوا جس میں کسی

تاویل کی گنجائش نہیں، نہ تاویل قریب کی نہ تاویل بعید کی اور کفر کا صدور اس سے قطعی طور پر ثابت ہو جس میں کوئی شبہہ نہ ہو اور نہ قائل سے اس کفر سے توبہ مشہور ہو اس صورت میں جسے کافر کہا وہ یقیناً کافر ہے۔ اشکال اس صورت میں ہے کہ جسے کافر کہا اس سے کفر کا صدور ہوا، مگر اس میں تاویل بعید کی گنجائش ہے یا اس میں کوئی احتمال ہے مثلاً یہ کہ اس کفر کا صدور اس سے قطعی طور پر ثابت نہیں۔ اس میں کچھ شبہہ ہے یا قائل کی توبہ مشہور ہے مگر اس حد تک نہیں کہ اس میں کوئی شبہہ نہ ہو، ایسے شخص کو اگر کسی نے کافر کہا تو نہ قائل کافر اور نہ جسے کافر کہا وہ کافر۔ اس کی مثال حضرت حاطب بن بلتعہ رضی اللہ عنہ کا واقعہ ہے کہ انہوں نے مکہ پر حملہ کی خبر خفیہ طریقے سے مکہ والوں کو کرنی چاہی تھی۔ ایک مومن مخلص سے یہ بعید تھا کہ ایسی اہم خبر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف مرضی مکہ والوں کو کی جاتی۔ اس کی ظاہر صورت دیکھ کر حضرت فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ نے منافق کہا لیکن وہ مومن مخلص تھے۔ نفاق یا کفر کی وجہ سے یہ نہیں کیا تھا بلکہ اپنے بچوں کی محبت میں ایسا کیا تو نہ وہ منافق ہوئے اور نہ حضرت فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہما۔

اس کی دوسری مثال اس زمانہ میں یہ ہے کہ ایک واعظ نے اپنی تقریر میں کہا کہ قیامت کے دن اور لوگ اللہ تعالیٰ کے یہاں حساب دینے جائیں گے اور محبوبانِ بارگاہ حساب لینے جائیں گے۔ یہ استفتاء ایک بہت عظیم مفتی صاحب کے ہاں پیش ہوا جو واقعی مفتی تھے۔ پوری جماعت ان کو معتبر مفتی مانتی ہے۔ انہوں نے فتویٰ دیا کہ یہ واعظ کافر ہو گیا، پھر یہی استفتاء میرے یہاں آیا۔ میں نے جواب لکھا کہ قائل کافر نہیں۔ عرفِ عام میں حساب لینے کا ایک مطلب ہوتا ہے مزدوری وصول کرنا۔ مزدور بولتے ہیں: حساب لینے جا رہا ہوں۔ بولتے ہیں کہ مجھے پورا حساب مل گیا، اس کی روشنی میں یہ تاویل ممکن ہے کہ قائل کی مراد یہ ہے کہ محبوبانِ بارگاہ قیامت کے دن اللہ کی بارگاہ میں اپنے اعمالِ حسنہ کا اجر حاصل کرنے جائیں گے۔ یہاں نہ قائل کافر اور نہ سابق مفتی کافر۔ اسی قسم کی باتوں کو لے کر آج کل صلح کلی، دیوبندیوں کی تکفیر سے بھی بچتے ہیں لیکن یہ ان کا دھوکہ ہے۔ کلمۂ کفر اگر ایسا ہے کہ کفری معنی میں متعین ہے، اس کی کوئی تاویل قریب تو قریب بعید بھی ایسی نہیں جو اس کلمۂ کفر سے بچا سکے۔ ایسی صورت میں تکفیر قطعی ہو گی۔ دیوبندیوں کے وہ کلماتِ کفر جن کی بناء پر حسام الحرمین میں ان کی تکفیر کی گئی ہے ایسے ہی ہیں کہ وہ کفری معنی میں متعین ہیں۔ ان کی کوئی ایسی تاویل نہیں جو ان کو کفر سے بچا سکے۔ تقریباً ایک صدی سے ان کی تکفیر ہو رہی ہے۔ قائلین کی حیات میں بھی ان کی تکفیر ہوئی مگر قائلین بھی اپنے ان کلماتِ کفریہ کا ایسا معنی نہیں بتا سکے جو کفر نہ ہو اور جو معنی بتائے ہیں وہ ان عبارتوں کے معنی نہیں وہ ان کلمات کی تغییر و تحریف ہے جس کا مفصل بیان میں نے ''منصفانہ جائزہ'' میں کر دیا ہے۔ ناظرین اس کو ضرور پڑھیں۔

بَابُ مَنْ لَّمْ يَرَ اِكْفَارَ مَنْ قَالَ ذٰلِكَ مُتَاَوِّلًا اَوْ جَاهِلًا (ص۹۰۱)

جو شخص اسے کافر کہنے کو جائز نہیں جانتا جس نے تاویل کی بناء پر یا لاعلمی کی بناء پر کچھ کہا

۲۶۵۰- ح: [اِنَّ اللّٰهَ يَنْهَاكُمْ اَنْ تَحْلِفُوْا بِاٰبَائِكُمْ]

اللہ تم کو اپنے باپ دادا کی قسم کھانے سے منع کرتا ہے

۲۶۵۰- عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّهٗ اَدْرَكَ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ فِيْ رَكْبٍ وَهُوَ يَحْلِفُ بِاَبِيْهِ، فَنَادَاهُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلَا اِنَّ اللّٰهَ يَنْهَاكُمْ اَنْ تَحْلِفُوْا بِاٰبَائِكُمْ، فَمَنْ كَانَ حَالِفًا فَلْيَحْلِفْ

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ انہوں نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو کچھ سواروں میں دیکھا اور وہ اپنے باپ کی قسم کھا رہے تھے۔ انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پکارا۔ سنو! بے شک اللہ تم کو منع کرتا ہے کہ اپنے باپ دادا کی قسم کھاؤ، اب جو قسم کھائے

بِاللّٰہِ وَاِلَّا فَلْیَصْمُتْ. (مسلم۔ کتاب النذور)

وہ اللہ کی قسم کھائے یا چپ رہے۔

چونکہ اس وقت باپ دادا کے نام کی قسم کھانے کی ممانعت نہیں ہوئی تھی یا ہوئی تھی مگر حضرت فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کو اس کا علم نہیں تھا اس لیے وہ معذور تھے۔ یہ حکم ابتدائے اسلام کا تھا اور اب دار الاسلام میں لاعلمی عذر نہیں۔

بَابُ الْحَذَرِ مِنَ الْغَضَبِ

غصہ سے بچنا

لِقَوْلِ اللّٰہِ تَعَالٰی ﴿وَالَّذِیْنَ یَجْتَنِبُوْنَ کَبٰٓئِرَ الْاِثْمِ وَالْفَوَاحِشَ وَاِذَا مَا غَضِبُوْا ھُمْ یَغْفِرُوْنَ۝﴾ (الشوریٰ:۳۷) وَ﴿اَلَّذِیْنَ یُنْفِقُوْنَ فِی السَّرَّآءِ وَالضَّرَّآءِ وَالْکَاظِمِیْنَ الْغَیْظَ وَالْعَافِیْنَ عَنِ النَّاسِ وَاللّٰہُ یُحِبُّ الْمُحْسِنِیْنَ۝﴾ (آل عمران:۱۳٤). (ص ۹۰۳)

اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی وجہ سے: اور وہ لوگ جو گناہِ کبیرہ اور بے حیائیوں سے بچتے ہیں اور جب غصہ ہوتے ہیں تو معاف کر دیتے ہیں۝ وہ لوگ جو فراخی اور تنگی میں خرچ کرتے ہیں اور غصہ پی جاتے ہیں اور لوگوں کو معاف کر دیتے ہیں اور اللہ احسان کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے۝

۲۶۵۱- ح: [اِنَّمَا الشَّدِیْدُ الَّذِیْ یَمْلِکُ نَفْسَہٗ عِنْدَ الْغَضَبِ]

طاقتور وہ ہے جو غصہ کے وقت اپنے کو قابو میں رکھے

۲۶۵۱- عَنْ سَعِیْدِ بْنِ الْمُسَیَّبِ، عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ لَیْسَ الشَّدِیْدُ بِالصُّرَعَۃِ، اِنَّمَا الشَّدِیْدُ الَّذِیْ یَمْلِکُ نَفْسَہٗ عِنْدَ الْغَضَبِ. (مسلم۔ کتاب الادب)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پچھاڑنے سے کوئی طاقت ور نہیں ہوتا، طاقت ور وہ ہے جو غصے کے وقت خود کو قابو میں رکھے۔

۲۶۵۲- ح: [اِنَّ رَجُلًا قَالَ اَوْصِنِیْ، قَالَ لَا تَغْضَبْ فَرَدَّدَ مِرَارًا]

ایک شخص نے عرض کیا: مجھے وصیت فرمائیے، فرمایا: غصہ مت کر، بار بار فرمایا

۲۶۵۲- عَنْ اَبِیْ صَالِحٍ، عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنَّ رَجُلًا قَالَ لِلنَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَوْصِنِیْ، قَالَ لَا تَغْضَبْ. فَرَدَّدَ مِرَارًا، قَالَ لَا تَغْضَبْ. (ترمذی۔ کتاب البر)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، ایک شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا: مجھے وصیت کیجئے۔ فرمایا: غصہ مت کر، اس نے بار بار لوٹایا۔ فرمایا: غصہ مت کر۔

غالباً یہ صاحب بہت غصے والے تھے، اس لیے ان کو اس کی وصیت فرمائی۔ مطلب یہ ہے کہ بلاوجہ غصہ نہ کرو۔ اس سے صحت پر بھی اثر پڑتا ہے اور دماغ پر بھی، غصہ میں کبھی کبھی بہت غلط کام ہو جاتے ہیں لیکن کسی سبب پر غصہ فطری چیز ہے اسے کون روک سکتا ہے؟

بَابُ الْحَیَاءِ (ص ۹۰۳)

حیاء کا بیان

۲۶۵۳- عَنْ اَبِی السَّوَّارِ الْعَدَوِیِّ قَالَ سَمِعْتُ عِمْرَانَ بْنَ حُصَیْنٍ قَالَ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَلْحَیَاءُ لَا یَاْتِیْ اِلَّا بِخَیْرٍ. فَقَالَ بُشَیْرُ بْنُ کَعْبٍ، مَکْتُوْبٌ

عمران بن حصین رضی اللہ عنہ نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حیاء بھلائی ہی لاتی ہے تو بشیر بن کعب نے کہا: حکمت میں لکھا ہوا ہے کہ حیاء سے وقار ہے اور حیاء سے سکینہ ہے تو ان سے حضرت عمران نے

فِی الْحِکْمَۃِ اِنَّ مِنَ الْحَیَاءِ وَقَارًا، وَاِنَّ مِنَ الْحَیَاءِ سَکِیْنَۃً فَقَالَ لَہٗ عِمْرَانُ اُحَدِّثُکَ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَتُحَدِّثُنِیْ عَنْ صَحِیْفَتِکَ؟

کہا: میں تجھ سے رسول اللہ ﷺ کی حدیث بیان کرتا ہوں اور تو اپنے صحیفے کی بات سناتا ہے۔

بشیر بن کعب تابعی ہیں۔ حضرت عمران کے خفا ہونے کا سبب یہ تھا کہ ایک مسلمان کے لیے رسول اللہ ﷺ کا ارشاد کافی ہے اس کے بعد کسی صحیفے اور کتاب دیکھنے کی حاجت نہیں، لیکن علامہ ابن حجر نے ابوقتادہ عدوی کی جو روایت کی اس کے اخیر میں یہ ہے ''وفیہ ضعف'' اور حیاء میں کمزوری ہے، ظاہر ہے جب حضور اقدس ﷺ نے فرمایا کہ حیاء خیر ہی لاتی ہے اب اس کے بالمقابل یہ کہنا کہ حیاء میں کمزوری ہے یقیناً غصہ کی بات ہے۔

بَابُ الْاِنْبِسَاطِ اِلَی النَّاسِ (ص ۹۰۵)

لوگوں کے ساتھ خندہ پیشانی کے ساتھ ملاقات کرنا

ت۷۵۸ - وَقَالَ ابْنُ مَسْعُوْدٍ خَالِطِ النَّاسَ وَدِیْنَکَ لَا تَکْلِمَنَّہٗ. وَالدُّعَابَۃِ مَعَ الْاَھْلِ.

اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: لوگوں سے ملو جلو اور اپنے دین کو بچائے رہو اور اہل کے ساتھ خوش طبعی کرنا۔

۲۶۵۴- ح: [کَانَ یَقُوْلُ لِصَبِیٍّ یَا اَبَا عُمَیْرٍ مَا فَعَلَ النُّغَیْرُ]

آپ (ﷺ) ایک چھوٹے صاحبزادے سے فرماتے: ''یا ابا عمیر ''نغیر کو کیا ہوا؟

۲۶۵۴ - حَدَّثَنَا اَبُو التَّیَّاحِ قَالَ سَمِعْتُ اَنَسَ بْنَ مَالِکٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ یَقُوْلُ اِنْ کَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَیُخَالِطُنَا، حَتّٰی یَقُوْلَ لِاَخٍ لِیْ صَغِیْرٍ یَا اَبَا عُمَیْرٍ، مَا فَعَلَ النُّغَیْرُ.

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے تھے کہ نبی ﷺ ہم سے ملتے جلتے تھے یہاں تک کہ میرے ایک چھوٹے بھائی سے کہتے: ''یَا اَبَا عُمَیْرٍ مَافَعَلَ النُّغَیْرُ'' کیا ہوا؟

(بخاری۔ باب: الکنیۃ للصبی ص ۹۱۵، مسلم۔ کتاب الصلوٰۃ، کتاب الاستیذان، کتاب فضائل النبی ﷺ، ترمذی۔ کتاب الصلوٰۃ، کتاب البر، نسائی۔ کتاب عمل الیوم واللیلۃ، ابن ماجہ۔ کتاب الادب)

''عمیر''، ''عمرو'' کی تصغیر ہے۔ یہ حضرت ابوطلحہ انصاری کے صاحبزادے تھے۔ ان کا نام زید بن سہل تھا، ان کی والدہ حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا تھیں، یہ حضرت انس کے اخیافی بھائی تھے اور حضور اقدس ﷺ کے زمانے میں ہی انتقال کر گئے۔ حضور اقدس ﷺ ان سے خوش طبعی کی باتیں کرتے تھے۔ انہوں نے ایک چھوٹی چڑیا کو جسے نغیر کہتے تھے پال رکھا تھا۔ اس کے بارے میں ان سے پوچھتے: اے ابا عمیر! نغیر کیا ہوئی؟ ''نغیر''، ''نغرٌ'' کی تصغیر ہے جس کی چونچ سرخ ہوتی ہے اور آواز بہت اچھی۔ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ چھوٹے بچوں کی کنیت رکھنا جائز ہے۔ نیز مدینہ طیبہ کے حرم کا وہ حکم نہیں جو مکہ معظمہ کا ہے۔ مدینہ طیبہ کے جنگلی جانوروں کو پکڑنا اور پالنا جائز ہے۔

تنبیہ

کچھ لوگوں نے اس حدیث پر یہ کہا کہ محدثین بعض ایسی روایتوں کو بھی روایت کر دیتے ہیں جس میں کوئی خاص فائدہ نہیں ہوتا جیسا کہ یہ حدیث ہے۔ علامہ ابن حجر نے فرمایا کہ بعض علماء نے اس حدیث سے ساٹھ مسائل اخذ کیے ہیں۔ فتح الباری میں سب کو ذکر فرمایا اور اپنی طرف سے بھی زیادتی کی۔

۲۶۵۵- ح: [قَالَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا كُنْتُ أَلْعَبُ بِالْبَنَاتِ]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: میں اپنی سہیلیوں کے ہم راہ گڑیوں کے ساتھ کھیلتی

۲۶۵۵- عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ كُنْتُ أَلْعَبُ بِالْبَنَاتِ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَانَ لِي صَوَاحِبُ يَلْعَبْنَ مَعِيَ فَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا دَخَلَ يَتَقَمَّعْنَ مِنْهُ فَيُسَرِّبُهُنَّ إِلَيَّ فَيَلْعَبْنَ مَعِيَ. (مسلم- کتاب الفضائل)

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گڑیوں کے ساتھ کھیلتی اور میری کچھ سہیلیاں تھیں جو میرے ساتھ کھیلتی تھیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب اندر تشریف لاتے تو وہ چھپ جاتیں (اور جب حضور باہر تشریف لے جاتے) حضور ان کو میرے پاس بھیج دیتے تو وہ میرے ساتھ کھیلتیں۔

أَلْعَبُ بِالْبَنَاتِ

یہاں "بنات" سے مراد چھوٹی چھوٹی بچیوں کی تصویریں ہیں جن کے ساتھ بچے کھیلتے ہیں اور اس کا بھی احتمال ہے کہ "بنات" اپنے حقیقی معنی میں ہو اور مراد چھوٹی بچیاں ہوں۔

بَابُ الْمُدَارَاةِ مَعَ النَّاسِ (ص ۹۰۵)

لوگوں کے ساتھ نرمی کرنا

ت ۷۵۹- وَيُذْكَرُ عَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ إِنَّا لَنَكْشِرُ فِي وُجُوْهِ أَقْوَامٍ وَإِنَّ قُلُوْبَنَا لَتَلْعَنُهُمْ.

حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہوئے ذکر کیا جاتا ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ ہم بہت سے لوگوں کو دیکھ کر مسکراتے اور ہمارے دل ان پر لعنت کرتے ہیں۔

بَابٌ لَا يُلْدَغُ الْمُؤْمِنُ مِنْ جُحْرٍ مَرَّتَيْنِ (ص ۹۰۵)

مومن ایک سوراخ سے کبھی دوبار نہیں ڈسا جائے گا

ت ۷۶۰- وَقَالَ مُعَاوِيَةُ لَا حَكِيْمَ إِلَّا ذُوْ تَجْرِبَةٍ.

اور معاویہ نے کہا: تجربہ کار ہی دانا ہوتا ہے۔

۲۶۵۶- عَنِ ابْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ لَا يُلْدَغُ الْمُؤْمِنُ مِنْ جُحْرٍ وَاحِدٍ مَرَّتَيْنِ.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مومن ایک سوراخ سے دو مرتبہ نہیں ڈسا جاتا۔

بَابُ مَا يَجُوْزُ مِنَ الشِّعْرِ وَالرَّجَزِ وَالْحُدَاءِ وَمَا يُكْرَهُ مِنْهُ

شعر اور رجز اور حدی میں کیا جائز ہے اور کیا مکروہ ہے؟

وَقَوْلِهِ تَعَالٰى ﴿وَالشُّعَرَآءُ يَتَّبِعُهُمُ الْغَاوُوْنَ ○ أَلَمْ تَرَ أَنَّهُمْ فِيْ كُلِّ وَادٍ يَّهِيْمُوْنَ ○ وَأَنَّهُمْ يَقُوْلُوْنَ مَا لَا يَفْعَلُوْنَ ○ إِلَّا الَّذِيْنَ آمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَذَكَرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا وَّانْتَصَرُوْا مِنْ بَعْدِ مَا ظُلِمُوْا وَسَيَعْلَمُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا أَيَّ مُنْقَلَبٍ يَّنْقَلِبُوْنَ ○﴾ (الشعراء: ۲۲۴-۲۲۷). (ص ۹۰۷)

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور شاعروں کی پیروی گم راہ کرتے ہیں ○ کیا تم نے نہ دیکھا کہ وہ ہر نالے میں سرگرداں پھرتے ہیں ○ اور وہ کہتے ہیں جو نہیں کرتے ○ مگر وہ جو ایمان لائے اور اچھے کام کیے اور بہ کثرت اللہ کی یاد کی اور بدلہ لیا بعد اس کے کہ ان پر ظلم ہوا اور اب جاننا چاہتے ہیں ظالم کہ کس کروٹ پر پلٹا کھائیں گے ○

توضیح

شعر وہ کلام ہے جو قصداً موزوں اور مقفّٰی کیا گیا ہو اور رجز شعر کی ایک خاص قسم کو کہتے ہیں جس میں شاعر اپنے یا اپنے باپ دادا کے کارناموں کو فخریہ بیان کرتے ہیں یا اپنی عظمت ظاہر کرتے ہیں۔

حدی

اونٹ کو چلانے کے لیے جو گانا گایا جائے۔ سب سے پہلے حدی مضر بن نزار بن معد بن عدنان کے غلام نے کہی تھی۔ قصہ یہ ہوا کہ ایک بار اونٹ چلنے میں سستی کرنے لگے۔ یہ غلام مضر کے اونٹوں میں تھا اور اس نے کچھ کمی کی تو مضر نے اس کے ہاتھ پر مارا۔ وہ تکلیف میں کہنے لگا: ''یَا یَدَیَاهُ یَا یَدَیَاهُ'' اس کی آواز بہت اچھی تھی' یہ سن کر اونٹ تیز چلنے لگے۔ یہیں سے حدی کی ابتداء ہوئی۔

شعر اچھے بھی ہوتے ہیں خراب بھی ہوتے ہیں۔ اگر شعر میں کفریہ فسقیہ مضمون ہوں یا مسلمانوں کی ہجو ہو تو وہ حرام ہیں لیکن حمد و نعت ہو' مسلمانوں کی مدح ہو یا اچھے کام کی ترغیب ہو تو اچھے ہیں۔

ت ۷۶۱ - قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ ﴿فِيْ كُلِّ وَادٍ يَّهِيْمُوْنَO﴾ فِيْ كُلِّ لَغْوٍ يَخُوْضُوْنَ.

حضرت ابن عباس نے فرمایا: ہر وادی میں سرگرداں پھرتے ہیںO یعنی لغو کاموں میں مشغول رہتے ہیں۔

۲۶۵۷- ح: [اِنَّ مِنَ الشِّعْرِ حِكْمَةً]

بعض شعر حکمت ہوتے ہیں

۲۶۵۷ - اَنَّ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ الْاَسْوَدِ بْنِ عَبْدِ يَغُوْثَ اَخْبَرَهٗ اَنَّ اُبَيَّ بْنَ كَعْبٍ اَخْبَرَهٗ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ مِنَ الشِّعْرِ حِكْمَةً.

عبدالرحمٰن بن اسود بن عبد یغوث نے خبر دی کہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے خبر دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک بعض شعر حکمت ہیں۔

حکمت کے معنی دانائی اور عقلمندی کے ہیں۔ مراد یہ ہے کہ بعض شعر واقعہ کے مطابق حق ہوتے ہیں اور اس میں دانائی کی بات ہوتی ہے۔ ایسے اشعار جن میں جاہلیت کی باتیں ہوں پڑھنا منع ہے لیکن قرآن و حدیث کے لغات جاننے کے لیے ان کو پڑھنا' یاد رکھنا مستحسن ہے۔ متعدد صحابۂ کرام سے مروی ہے کہ وہ زمانۂ جاہلیت کے اشعار پڑھتے تھے' سنتے تھے' ان سب کا محمل یہی ہے۔ حاصل کلام یہ ہے کہ ایسے اشعار جن میں حمد و نعت ہو' صحابہ کرام یا علماء کرام یا اولیاء اللہ کی مدح ہو' دینی باتوں کی ترغیب ہو ان کا کہنا بھی جائز' سننا بھی جائز ہے اور پڑھنا بھی جائز اور جن اشعار میں فسق ہو' کفر ہو بے حیائی ہو' جو شہوانی جذبات برانگیختہ کرنے والے ہوں ان کا کہنا بھی حرام' پڑھنا بھی حرام' سننا بھی حرام۔

۲۶۵۸- ح: [يَا اَنْجَشَةُ رُوَيْدَكَ سَوْقُكَ بِالْقَوَارِيْرِ]

اے انجشہ! شیشیوں کو تیز چلانے سے چھوڑ دے

۲۶۵۸ - عَنْ اَبِيْ قِلَابَةَ' عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ اَتَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى بَعْضِ نِسَائِهٖ وَمَعَهُنَّ اُمُّ سُلَيْمٍ' فَقَالَ وَيْحَكَ يَا اَنْجَشَةُ' رُوَيْدَكَ سَوْقًا بِالْقَوَارِيْرِ. قَالَ اَبُوْ قِلَابَةَ فَتَكَلَّمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِكَلِمَةٍ' لَوْ تَكَلَّمَ بَعْضُكُمْ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنی بعض ازواج کے پاس تشریف لائے اور ان کے ساتھ ام سلیم بھی تھیں تو فرمایا: خرابی ہو تیرے لیے اے انجشہ! شیشیوں کے ہانکنے کو چھوڑ دے۔ حضرت ابوقلابہ نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بات کہی اگر تم میں سے کوئی کہتا تو اس کو تم لوگ عیب سمجھتے یعنی حضور

لِعَبْدِهِمَا عَلَيْهِ، قَوْلُهُ سَوْقَكَ بِالْقَوَارِيرِ. کا یہ فرمانا شیشیوں کا چلانا۔

(بخاری۔کتاب الادب۔باب:ماجاء فی قول الرجل ویلک،باب:من دعا صاحبه فنقص من اسمه حرفاً ص ۹۱۵، باب:المعاریض مندوحة عن الکذب ص ۹۱۷، مسلم۔کتاب الفضائل،نسائی۔کتاب عمل الیوم واللیلۃ، دو طریقے سے بلکہ تین طریقے سے)

یہ واقعہ خیبر کا ہے۔حضور اقدس ﷺ کے ایک حبشی غلام تھے جن کا نام انجشہ تھا، وہ بہت شیریں آواز تھے اور حدی پڑھ رہے تھے جس کے اثر سے اونٹ مست ہو کر تیزی سے چل رہے تھے، اس پر حضور اقدس ﷺ نے فرمایا۔اس کے دو مطلب ہو سکتے ہیں کہ اونٹ بہت تیز چل رہے ہیں، عورتیں نازک بدن ہوتی ہیں اس لیے حدی بند کرو۔دوسرا مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ تمہاری آواز بہت شیریں ہے مناسب نہیں کہ عورتیں سنیں۔

بَابُ مَا يُكْرَهُ أَنْ يَكُوْنَ الْغَالِبُ عَلَى الْإِنْسَانِ الشِّعْرُ حَتّٰى يَصُدَّهُ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَالْعِلْمِ وَالْقُرْاٰنِ (ص ۹۰۹)

مکروہ یہ ہے کہ انسان پر غالب شعر ہو یہاں تک کہ اس کو اللہ کے ذکر اور علم اور قرآن سے روک دے

توضیح

یہاں شعر سے مراد ایسے اشعار ہیں جو اللہ کے ذکر اور دینی باتوں سے خالی ہوں۔

۲۶۵۹- ح: [لَأَنْ يَمْتَلِئَ جَوْفُ أَحَدِكُمْ قَيْحًا خَيْرٌ لَهُ مِنْ أَنْ يَمْتَلِئَ شِعْرًا]

کسی کا پیٹ پیپ سے بھرے، یہ بہتر ہے بہ نسبت اس کے کہ شعر سے بھرے

۲۶۵۹ - عَنْ سَالِمٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَأَنْ يَمْتَلِئَ جَوْفُ أَحَدِكُمْ قَيْحًا خَيْرٌ لَهُ مِنْ أَنْ يَمْتَلِئَ شِعْرًا.

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: تم میں سے کسی کا پیٹ پیپ سے بھرے بہتر ہے بہ نسبت اس کے کہ شعر سے بھرے۔

۲۶۶۰ - عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَأَنْ يَمْتَلِئَ جَوْفُ رَجُلٍ قَيْحًا حَتّٰى يَرِيَهُ خَيْرٌ مِّنْ أَنْ يَمْتَلِئَ شِعْرًا.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ کسی شخص کا پیٹ پیپ سے بھر جائے حتیٰ کہ اسے بیمار ڈال دے اس کے لیے بہتر ہے اس سے کہ شعر سے بھرے۔

اس سے مراد ایسے اشعار ہیں جو واہیات خرافات پر مشتمل ہوں یا پھر ایسا انہماک مراد ہے کہ اللہ کے ذکر اور دینی باتوں سے تعلق باقی نہ رہے۔

بَابُ عَلَامَةِ حُبِّ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ لِقَوْلِهِ ﴿إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ﴾ (آل عمران: ۳۱) (ص ۹۱۱)

اللہ تعالیٰ سے محبت کی علامت، اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی وجہ سے: اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری اتباع کرو اللہ تم سے محبت فرمائے گا

۲۶۶۱- ح: [اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ أَحَبَّ]

آدمی کا حشر اسی کے ساتھ ہوگا جس سے وہ محبت کرتا ہے

۲۶۶۱ - قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ جَاءَ رَجُلٌ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، كَيْفَ تَقُوْلُ فِيْ رَجُلٍ اَحَبَّ قَوْمًا، وَلَمْ يَلْحَقْ بِهِمْ؟ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ. (اسی کے متصل تین طریقے سے)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا: یارسول اللہ! ایک شخص ایک قوم سے محبت کرتا ہے لیکن اس سے ملاقات نہیں کرسکا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آدمی کا حشر اسی کے ساتھ ہوگا جس سے وہ محبت کرتا ہے۔

یہاں تین احتمالات ہیں' ایک یہ کہ بندہ اللہ سے محبت کرے بندہ محب ہو اللہ محبوب۔ دوسرے یہ کہ اللہ عزوجل کسی بندے سے محبت کرے اللہ محب ہو بندہ محبوب۔ تیسرے یہ کہ کوئی شخص کسی دینی پیشوا یا دین دار شخص سے دین کے لیے محبت کرے جس میں ریاو سمعہ اور دنیوی غرض کی آلائش نہ ہو' حدیث تینوں صورتوں کو شامل ہے۔

بَابٌ لَا يَقُلْ خَبُثَتْ نَفْسِيْ (ص ۹۱۳)

یہ نہ کہے کہ میرا نفس خبیث ہوگیا

۲۶۶۲ - عَنْ هِشَامٍ، عَنْ اَبِيْهِ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَقُوْلَنَّ اَحَدُكُمْ خَبُثَتْ نَفْسِيْ، وَلٰكِنْ لِيَقُلْ لَقِسَتْ نَفْسِيْ (رُوِيَ عَنْ سَهْلٍ مِثْلُهُ).

اُمّ المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کوئی یہ نہ کہے کہ "خَبُثَتْ نَفْسِيْ" لیکن کہے "لَقِسَتْ نَفْسِيْ"۔

جب آدمی کسی وجہ سے ست کبیدہ ہوتا ہے اور کسی کام کو کرنے کا اس کا جی نہیں چاہتا تو اسے کچھ اچھا نہیں لگتا۔ اُس وقت عرب والے بولتے تھے "خَبُثَتْ نَفْسِيْ" حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا اس لیے کہ خبیث زیادہ تر باطل اعتقاد' جھوٹی بات' برے افعال' حرام اور بری صفات پر بولا جاتا ہے۔ فرمایا: اس کے بجائے کہے "لقست نفسي" اور یہ ممانعت تنزیہہ کے لیے ہے اس لیے کہ خود حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص کے بارے میں جو نماز فجر کے وقت نہ اُٹھے فرمایا: "اَصْبَحَ خَبِيْثُ النَّفْسِ كَسْلَانَ"۔

بَابُ قَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّمَا الْكَرْمُ قَلْبُ الْمُؤْمِنِ (ص ۹۱۳)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد کہ کرم مومن کا دِل ہے

توضیح

اس سے پہلے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث گزری کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ انگور کے درخت کو کرم نہ کہو' پھر ان ہی سے دوسری حدیث آرہی ہے کہ کرم مومن کا دل ہے۔ ممانعت کی وجہ یہ ہے کہ اہل عرب انگور کی بیل کو بھی کرم کہتے تھے اور انگور سے جو شراب تیار کی جاتی تھی اس کو بھی کرم کہتے تھے اس لیے کہ وہ سخاوت اور کرم پر اُبھارتی تھی۔ شارع نے انگور کی بیل کو کرم کہنے سے اس لیے منع فرمایا کہ اس سے شراب کی یاد آجائے گی اور اس کا شوق لوگوں کے دل میں پیدا ہوجائے گا۔ فرمایا کہ مومن کا دل سب سے زیادہ اس کا مستحق ہے کہ اس کو کرم کہا جائے اس لیے کہ وہ کرم' سخاوت' تقویٰ' نور اور ہدایت کا منبع ہے۔

وَقَدْ قَالَ اِنَّمَا الْمُفْلِسُ الَّذِيْ يُفْلِسُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ. اور فرمایا: مفلس وہ ہے جو قیامت کے دن خالی ہاتھ رہے اور

كَقَوْلِهٖ اِنَّمَا الصُّرَعَةُ الَّذِيْ يَمْلِكُ نَفْسَهٗ عِنْدَ الْغَضَبِ. جیسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: پہلوان وہ ہے جو غصہ کے وقت

كَقَوْلِهِ لَا مُلْكَ إِلَّا لِلّٰهِ. فَوَصَفَهُ بِانْتِهَاءِ الْمُلْكِ، ثُمَّ ذَكَرَ الْمُلُوْكَ أَيْضًا فَقَالَ ﴿إِنَّ الْمُلُوْكَ إِذَا دَخَلُوْا قَرْيَةً أَفْسَدُوْهَا﴾ (النمل:٣٤).

اپنے نفس کا مالک ہو اور جیسے حضور کا ارشاد ہے: بادشاہت صرف اللہ کے لیے ہے تو اللہ کا یہ وصف بیان کیا کہ انتہائے ملک اسی تک ہے، پھر ملوک کا تذکرہ بھی فرمایا: پس فرمایا کہ بادشاہ جب کسی بستی میں داخل ہوتے ہیں تو اسے برباد کر دیتے ہیں۔

امام بخاری یہ افادہ فرمانا چاہتے ہیں کہ یہ جو فرمایا کہ کرم صرف مومن کا دل ہے یہ علی سبیل الادّعا ہے یعنی حقیقت میں مومن کا دل ہی کرم کہلانے کے لائق ہے جیسے بادشاہ حقیقی اللہ عزوجل ہے اور مجازاً دوسرے پر بھی اطلاق آیا ہے اور یہ ممانعت تنزیہا ہے۔

٢٦٦٣ - عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَيَقُوْلُوْنَ الْكَرْمُ، إِنَّمَا الْكَرْمُ قَلْبُ الْمُؤْمِنِ.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لوگ انگور کو کرم کہتے ہیں، کرم صرف مومن کا دل ہے۔

بَابُ أَحَبُّ الْأَسْمَاءِ إِلَى اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ وَقَوْلُ الرَّجُلِ لِصَاحِبِهِ يَا بُنَيَّ (ص ۹۱۴)

اللہ تعالیٰ کو کون سا نام بہت زیادہ پسند ہے اور کسی کا اپنے ساتھی سے کہنا: اے بیٹے!

٢٦٦٤ - عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ وُلِدَ لِرَجُلٍ مِنَّا غُلَامٌ فَسَمَّاهُ الْقَاسِمَ، فَقُلْنَا لَا نَكْنِيْكَ أَبَا الْقَاسِمِ وَلَا كَرَامَةَ، فَأَخْبَرَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ سَمِّ ابْنَكَ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ.

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم میں سے ایک شخص کے یہاں لڑکا پیدا ہوا تو اس نے اس کا نام قاسم رکھا۔ ہم نے کہا: ہم تیری کنیت ابو القاسم نہیں رکھیں گے اور یہ عزت تم کو نہیں دیں گے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر کی گئی تو آپ نے فرمایا: اپنے لڑکے کا نام عبدالرحمٰن رکھ۔

(بخاری۔ باب: قول النبی سموا باسمی. الخ ص ۹۱۴، دو طریقے سے باب: من سمّی باسماء الانبیاء ص ۹۱۴، مسلم۔ کتاب الاستیذان)

باب کے ضمن میں جو حدیث ذکر کی ہے اس سے باب کا ثبوت نہیں ہوتا۔ البتہ مسلم میں روایت ہے کہ فرمایا: اللہ تعالیٰ کو یہ نام زیادہ پسند ہیں عبداللہ، عبدالرحمٰن اس حدیث کو اس حدیث سے ملایا جائے تو کسی طرح کچھ مناسبت پیدا ہو جائے گی، مثلاً یوں کہا جائے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا نام عبداللہ رکھا، اور عبدالرحمٰن ان اسماء میں سے ہے جو اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ پسند ہیں۔

قرآن مجید میں لفظ "عبد" کی اسماء حسنیٰ میں سے صرف دو کی طرف اضافت ہے اللہ کی طرف اور رحمٰن کی طرف۔ فرمایا: "وَأَنَّهُ لَمَّا قَامَ عَبْدُ اللّٰهِ يَدْعُوْهُ" اور فرمایا: "وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ" (الفرقان:٦٣) اسی کے حکم میں وہ تمام اسماء ہیں جس میں "عبد" کی اضافت اسماء حسنیٰ کی طرف ہو، مگر باب کے دوسرے جزء سے اس حدیث کو کوئی مناسبت نہیں۔

بَابُ اسْمِ الْحَزْنِ (ص ۹۱۴)

حزن نام رکھنے کا بیان

٢٦٦٥ - عَنِ ابْنِ الْمُسَيَّبِ، عَنْ أَبِيْهِ، أَنَّ أَبَاهُ جَاءَ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ مَا اسْمُكَ. قَالَ حَزْنٌ قَالَ أَنْتَ سَهْلٌ. قَالَ لَا أُغَيِّرُ اسْمًا سَمَّانِيْهِ أَبِي. قَالَ ابْنُ الْمُسَيَّبِ فَمَا زَالَتِ الْحُزُوْنَةُ فِيْنَا بَعْدُ.

حضرت سعید ابن مسیب اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ ان کے والد (یعنی مسیب کے والد) حزن نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضور نے پوچھا: تمہارا کیا نام ہے؟ انہوں نے کہا: حزن۔ فرمایا: تو سہل ہے، انہوں نے کہا: میں وہ نام نہیں بدلوں

گا جو میرے والد نے رکھا ہے۔ ابن مسیب نے کہا: اس کے بعد ہم میں حزونت ہمیشہ رہی۔ (بخاری۔ باب: تحویل الاسم الی الاسم ص ۹۱۴)

سعید بن مسیّب

سعید بن مسیب تابعین میں سے ہیں، قریب قریب چالیس صحابہ سے حدیث روایت کی ہے۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی خلافت کے دوسرے سال پیدا ہوئے اور ۹۴ ہجری میں وصال فرمایا۔ اُن کے والد مسیب صحابی ہیں اور اصحابِ شجرہ میں سے ہیں اور ان کے والد حزن قریشی صحابی ہیں۔ یہ مہاجرین میں سے ہیں اور قریش کے رؤساء میں سے ہیں۔

حزونة

"حزن" کہتے ہیں پتھریلی سخت زمین کو۔ حضرت سعید بن مسیب کے قول میں حزنؔ سے مراد سختی ہے یعنی کج خلقی۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ نام بدلنا استحباباً تھا، اور بطور تفاؤل کسی کے نام رکھنے میں معنی لغوی کے ساتھ مناسبت کا لحاظ نہیں ہوتا اور اس واقعہ میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بات نہ ماننے کا اثر پڑا۔

بَابُ تَحْوِيْلِ الْاِسْمِ اِلَى اسْمٍ اَحْسَنَ مِنْهُ (ص ۹۱۴)

کسی نام کو پہلے والے کے بہ نسبت اچھے نام سے بدلنا

توضیح

یعنی کوئی نام ناپسندیدہ ہو یا مہمل تو بدل کر کوئی اچھا نام اس کا رکھا جائے۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عادت کریمہ تھی کہ جب کسی کا برا نام سنتے تو بدل کر اس سے اچھا نام رکھ دیتے اور فرمایا: تم لوگ قیامت کے دن اپنے اور اپنے باپ کے نام کے ساتھ پکارے جاؤ گے تو اپنے نام اچھے رکھو۔ طبری نے کہا: کسی کو یہ لائق نہیں کہ ایسا نام رکھے کہ اس کا معنی برا ہو اور نہ ایسا نام رکھے جس سے بڑائی اور مدح نکلتی ہو۔

۲۶۶۶- ح: [سَمَّى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الصَّبِيَّ بِالْمُنْذِرِ بِاسْمِهٖ]

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک بچے کا نام بدل کر منذر رکھا

۲۶۶۶ - عَنْ سَهْلٍ قَالَ اُتِيَ بِالْمُنْذِرِ بْنِ اَبِيْ اُسَيْدٍ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِيْنَ وُلِدَ، فَوَضَعَهٗ عَلٰى فَخِذِهٖ، وَاَبُوْ اُسَيْدٍ جَالِسٌ، فَلَهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِشَيْءٍ بَيْنَ يَدَيْهِ، فَاَمَرَ اَبُوْ اُسَيْدٍ بِابْنِهٖ فَاُحْتُمِلَ مِنْ فَخِذِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَاسْتَفَاقَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اَيْنَ الصَّبِيُّ؟ فَقَالَ اَبُوْ اُسَيْدٍ اَقْلَبْنَاهُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، قَالَ مَا اسْمُهٗ؟ قَالَ فُلَانٌ، قَالَ وَلٰكِنْ اِسْمُهُ الْمُنْذِرُ. فَسَمَّاهُ يَوْمَئِذٍ الْمُنْذِرَ.

حضرت سہل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ منذر بن ابی اسید جب پیدا ہوئے تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں انہیں لایا گیا۔ لانے والے نے ان کو حضور کی ران پر رکھا اور حضرت ابو اسید بیٹھے تھے۔ سامنے کی کسی چیز میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مشغول ہو گئے تو حضرت ابو اسید نے اپنے لڑکے کے بارے میں حکم دیا اور وہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ران سے اُٹھا لیے گئے۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب اپنی مشغولیت سے فارغ ہوئے تو پوچھا: بچہ کہاں ہے؟ حضرت ابو اسید نے کہا کہ ہم نے ان کو لے لیا یا رسول اللہ! دریافت فرمایا: اس کا کیا نام ہے؟ انہوں نے کہا: فلاں، فرمایا: لیکن اس کا نام منذر ہے تو اس دن ان کا نام حضور نے

(مسلم۔ کتاب الادب)

منذر رکھا۔

یہ نہیں معلوم ہوسکا کہ ان کے والد نے ان کا نام کیا رکھا تھا؟ ظاہر ہے کہ کوئی اچھا نام نہیں رہا ہوگا اسی لیے حضور نے بدل کر منذر رکھا۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا نام منذر اس لیے رکھا تھا کہ اسی قبیلے کے منذر بن عمرو سہل بن سعد ساعدی خزرجی ایک مشہور صحابی تھے۔

۲۶۶۷- ح: [سَمَّى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِمْرَاَةً بِالزَّيْنَبِ بِاسْمِهَا الْبَرَّةِ]

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک خاتون کا نام برہ سے بدل کر زینب رکھا

۲۶۶۷- عَنْ اَبِي رَافِعٍ عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ اَنَّ زَيْنَبَ كَانَ اسْمُهَا بَرَّةَ فَقِيلَ تُزَكِّي نَفْسَهَا فَسَمَّاهَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ زَيْنَبَ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ زینب کا نام برّہ تھا تو کہا گیا کہ وہ اپنے آپ کو ستھرا جتا رہی ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کا نام نے زینب رکھا۔

(مسلم۔ کتاب الاستیذان؛ ابن ماجہ۔ کتاب الادب)

یہ زینب یا تو اُمّ المؤمنین زینب بنت جحش تھیں یا اُمّ المؤمنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی صاحبزادی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی ربیبہ زینب بنت ابوسلمہ تھیں۔

''برّہ'' کے معنی ہیں نیک' تو اپنا نام لے کر اس نام والا فخر یہ کہہ سکتا ہے کہ میں نیک ہوں' میرا نام ہی برّہ ہے۔

بَابُ مَنْ سَمّٰى بِاَسْمَاءِ الْاَنْبِيَاءِ (ص ۹۱۴)

جس نے انبیاء کے نام پر نام رکھا

۲۶۶۸- ح: [لَوْ قُضِيَ اَنْ يَّكُوْنَ بَعْدَ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَبِيٌّ عَاشَ ابْنُهٗ]

اگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبی ہونا مقدر ہوتا تو آپ کے صاحبزادے ابراہیم زندہ رہتے

۲۶۶۸- حَدَّثَنَا اِسْمَاعِيْلُ قُلْتُ لِابْنِ اَبِي اَوْفٰى رَاَيْتَ اِبْرَاهِيْمَ ابْنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ قَالَ مَاتَ صَغِيْرًا وَلَوْ قُضِيَ اَنْ يَّكُوْنَ بَعْدَ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَبِيٌّ عَاشَ ابْنُهٗ وَلٰكِنْ لَا نَبِيَّ بَعْدَهٗ.

اسماعیل نے کہا: میں نے حضرت ابن اوفی رضی اللہ عنہ سے پوچھا: کیا آپ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحبزادے ابراہیم کو دیکھا تھا؟ فرمایا: ان کا بچپن ہی میں وصال ہوگیا' اگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبی ہونا مقدر ہوتا تو آپ کے صاحب زادے زندہ رہتے لیکن حضور کے بعد کوئی نبی نہیں۔

۲۶۶۹- ح: [اِنَّ لِاِبْرَاهِيْمَ مُرْضِعًا فِي الْجَنَّةِ]

حضرت ابراہیم کے لیے جنت میں ایک دایہ ہے

۲۶۶۹- عَنْ عَدِيِّ بْنِ ثَابِتٍ قَالَ سَمِعْتُ الْبَرَاءَ قَالَ لَمَّا مَاتَ اِبْرَاهِيْمُ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ لَهٗ مُرْضِعًا فِي الْجَنَّةِ.

عدی بن ثابت سے روایت ہے کہ حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ نے کہا کہ جب حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کا وصال ہوا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جنت میں اس کے لیے ایک دایہ ہے جو انہیں دودھ پلائے گی۔

حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کا سولہ مہینے یا اٹھارہ مہینے کی عمر میں انتقال ہوا تھا۔ بلکہ ایک روایت یہ ہے کہ صرف سترہ دن زندہ رہے۔

حدیث کا معنی یہ ہے کہ وہ چونکہ ایام رضاعت میں فوت ہوئے تھے اس لیے جنت میں ان کے لیے ایک دایہ ہے جو مدت رضاعت پوری ہونے تک انہیں دودھ پلائے گی۔ حدیث کو باب سے مناسبت یہ ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے اپنے صاحبزادے کا نام حضرت ابراہیم کے نام پہ رکھا۔

بَابُ اَبْغَضِ الْاَسْمَاءِ اِلَى اللّٰهِ (ص۹۱۶) — اللہ تعالیٰ کو سب سے مبغوض نام

۲۶۷۰ - عَنِ الْاَعْرَجِ، عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَخْنَى الْاَسْمَاءِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ عِنْدَ اللّٰهِ رَجُلٌ تَسَمّٰى مَلِكَ الْاَمْلَاكِ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قیامت کے دن تمام ناموں میں سب سے زیادہ ذلیل اس شخص کا نام ہے جس نے اپنا نام شہنشاہ رکھا۔

دوسری روایت میں اخنع ہے اس کا معنی بھی ہے: سب سے زیادہ ذلیل۔ سفیان نے ملک الاملاک کا ترجمہ شاہان شاہ کیا ہے حالانکہ ہونا چاہیے شاہ شاہاں۔ شاید گلستان بوستاں کی طرح اس میں اضافت مقلوبی ہو۔

بَابُ الْحَمْدِ لِلْعَاطِسِ (ص۹۱۹) — چھینکنے والے کو حمد کرنا

۲۶۷۱ - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ، عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ عَطَسَ رَجُلَانِ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَشَمَّتَ اَحَدُهُمَا، وَلَمْ يُشَمِّتِ الْاٰخَرُ، فَقِيْلَ لَهُ، فَقَالَ هٰذَا حَمِدَ اللّٰهَ، وَهٰذَا لَمْ يَحْمَدِ اللّٰهَ.

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ دو صاحبوں کو نبی ﷺ کی خدمت میں چھینک آئی۔ ان میں سے ایک صاحب نے دعاء خیر کی اور دوسرے نے نہیں کی، حضور سے عرض کیا گیا تو حضور نے فرمایا: اس نے اللہ کی حمد کی اور اس نے نہیں کی۔

(بخاری۔ باب: لَا يُشَمَّتُ الْعَاطِسُ اِذَا لَمْ يَحْمَدِ اللّٰهَ ص۹۱۹، مسلم۔ آخری کتاب، ابوداود۔ کتاب الادب، ترمذی۔ کتاب الاستیذان، نسائی۔ کتاب عمل الیوم واللیلۃ، ابن ماجہ۔ کتاب الادب)

یہ دونوں صاحبان عامر بن طفیل اور ان کے بھتیجے تھے جیسا کہ طبرانی نے سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔

"تشمیت" کے معنی عرف میں چھینکنے والے کے جواب میں "یرحمك الله" کہنا ہے، مگر یہاں مطلقاً دعائے خیر کے معنی میں ہے۔ چھینک صحت کے لیے ستہ ضروریہ میں سے ایک ہے۔ چھینک آنے سے فاسد رطوبت باہر نکل جاتی ہے اس لیے چھینکنے والے کو الحمد للہ کہنے کا حکم ہے۔

بَابُ مَا يُسْتَحَبُّ مِنَ الْعُطَاسِ وَمَا يُكْرَهُ مِنَ التَّثَاؤُبِ (ص۹۱۹) — چھینک پسندیدہ ہے اور جماہی ناپسندیدہ

۲۶۷۲ - عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْعُطَاسَ، وَيَكْرَهُ التَّثَاؤُبَ، فَاِذَا عَطَسَ فَحَمِدَ اللّٰهَ فَحَقٌّ عَلٰى كُلِّ مُسْلِمٍ سَمِعَهُ اَنْ يُشَمِّتَهُ، وَاَمَّا التَّثَاؤُبُ فَاِنَّمَا هُوَ مِنَ الشَّيْطَانِ، فَلْيَرُدَّهُ مَا اسْتَطَاعَ، فَاِذَا قَالَ هَا، ضَحِكَ مِنْهُ الشَّيْطَانُ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ چھینک کو پسند کرتا ہے اور جماہی کو ناپسند فرماتا ہے، جب کوئی چھینکے اور اللہ کی حمد کرے تو ہر سننے والے مسلمان پر واجب ہے کہ اسے جواب دے لیکن جماہی تو یہ شیطان کی طرف سے ہے جہاں تک ہو سکے اسے روکے۔ جماہی لینے والا جب ھا کرتا ہے تو شیطان اس سے ہنستا ہے۔

بَابٌ إِذَا عَطَسَ كَيْفَ يُشَمَّتُ (ص۹۱۹)

جب کوئی چھینکے تو کیسے جواب دیا جائے؟

۲٦۷۳ - عَنْ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا عَطَسَ أَحَدُكُمْ فَلْيَقُلْ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ، وَلْيَقُلْ لَهُ أَخُوهُ أَوْ صَاحِبُهُ يَرْحَمُكَ اللّٰهُ، فَإِذَا قَالَ لَهُ يَرْحَمُكَ اللّٰهُ فَلْيَقُلْ يَهْدِيكُمُ اللّٰهُ وَيُصْلِحُ بَالَكُمْ.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب کوئی چھینکے تو کہے: ''الحمدلله'' اوراس کا بھائی یا ساتھی کہے: ''یرحمك الله'' اور جب وہ ''یرحمك الله'' کہے تو چھینکنے والا کہے: ''یھدیکم الله ویصلح بالکم''۔ ''بال'' کے معنی شان اورحالت کے ہیں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

۷۹- کِتَابُ الْاِسْتِئْذَانِ (ص ۹۱۹)

[اجازت مانگنے کا بیان]

بَابٌ

قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰی ﴿یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُیُوْتًا غَیْرَ بُیُوْتِکُمْ حَتّٰی تَسْتَاْنِسُوْا وَتُسَلِّمُوْا عَلٰٓی اَهْلِهَا ذٰلِکُمْ خَیْرٌ لَّکُمْ لَعَلَّکُمْ تَذَکَّرُوْنَ۝ فَاِنْ لَّمْ تَجِدُوْا فِیْهَآ اَحَدًا فَلَا تَدْخُلُوْهَا حَتّٰی یُؤْذَنَ لَکُمْ وَاِنْ قِیْلَ لَکُمُ ارْجِعُوْا فَارْجِعُوْا هُوَ اَزْکٰی لَکُمْ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِیْمٌ۝ لَیْسَ عَلَیْکُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَدْخُلُوْا بُیُوْتًا غَیْرَ مَسْکُوْنَةٍ فِیْهَا مَتَاعٌ لَّکُمْ وَاللّٰهُ یَعْلَمُ مَا تُبْدُوْنَ وَمَا تَکْتُمُوْنَ۝﴾ (النور:۲۷-۲۹).

[النور: ۲۷-۲۹ کی تفسیر]

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اے ایمان والو! اپنے گھروں کے سوا اور گھروں میں نہ جاؤ جب تک اجازت نہ لے لو اور ان کے ساکنوں پر سلام نہ کرلو، یہ تمہارے لیے بہتر ہے کہ تم دھیان کرو۝ پھر اگر ان میں کسی کو نہ پاؤ جب بھی بے مالکوں کی اجازت کے ان میں نہ جاؤ اور اگر تم سے کہا جائے: واپس جاؤ تو واپس ہو یہ تمہارے لیے بہت ستھرا ہے اللہ تمہارے کاموں کو جانتا ہے۝ اس میں تم پر کچھ گناہ نہیں کہ ان گھروں میں جاؤ جو خاص کسی کی سکونت کے نہیں اور ان کے برتنے کا تمہیں اختیار ہے اور اللہ جانتا ہے جو تم ظاہر کرتے ہو اور جو تم چھپاتے ہو۝

توضیح

''حتی تستانسوا'' یعنی ان سے اذن طلب کرو۔ حضرت اُبی اور حضرت ابن عباس اور اعمش کی قراءت ''تستانسوا'' ہی ہے اور آیت میں تقدیم و تاخیر ہے۔ ہونا یہ چاہیے تھا کہ ''تسلموا علیٰ اهلها و تستانسوا'' سلام کے بعد گھر میں جانے کے لیے بہتر یہی ہے کہ صراحۃً اذن طلب کرلیا جائے، لیکن کھنکھار لینا یا ایسا فعل کرنا جس سے گھر والے سمجھ جائیں کہ سلام کرنے والا اندر آرہا ہے استیذان کے قائم مقام ہے۔ ابن ابی حاتم نے سند ضعیف کے ساتھ حضرت ابو ایوب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! (صلی اللہ علیہ وسلم) یہ سلام ہے استیناس کیا ہے، فرمایا کہ آدمی تسبیح پڑھ لے، تکبیر پڑھ لے۔ کھنکھار لے۔ طبری نے بہ طریق قتادہ روایت کیا کہ استیذان تین بار ہے۔ پہلا اس لیے تاکہ سنے۔ دوسرا اس لیے کہ تیار ہو جائے۔ تیسرا اس لیے کہ چاہے تو اجازت دے چاہے تو لوٹا دے ''بیوتا غیر مسکونة'' سے مراد ایسے مکانات ہیں جو خالی پڑے رہتے ہیں۔ اس میں اجازت عام ہوتی ہے جس کا جی چاہے اس میں ٹھہرے۔

مت ۷۶۲ - وَقَالَ سَعِیْدُ بْنُ اَبِی الْحَسَنِ لِلْحَسَنِ سعید بن ابو الحسن نے امام حسن بصری سے کہا کہ عجم کی عورتیں

أَنَّ نِسَاءَ الْعَجَمِ يَكْشِفْنَ صُدُوْرَهُنَّ وَرُؤُوْسَهُنَّ؟ قَالَ اِصْرِفْ بَصَرَكَ عَنْهُنَّ، يَقُوْلُ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ ﴿قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ وَيَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ﴾ (النور:٣٠) وَقَالَ قَتَادَةُ عَمَّا لَا يَحِلُّ لَهُمْ ﴿وَقُلْ لِّلْمُؤْمِنَاتِ يَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ فُرُوْجَهُنَّ﴾ (النور:٣١) ﴿خَائِنَةَ الْاَعْيُنِ﴾ (الغافر:١٩) مِنَ النَّظَرِ اِلٰى مَا نُهِيَ عَنْهُ.

اپنے سینوں اور سروں کو کھولے رہتی ہیں۔ فرمایا: اپنی نظروں کو ان سے پھیر لے اور اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کا بیان: مومنوں سے فرما دو اپنی نظروں کو نیچی رکھیں اور شرم گاہوں کی حفاظت کریں' قتادہ نے کہا: یعنی ان لوگوں سے جو ان کے لیے حلال نہیں اور (اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:) مومن عورتوں سے فرما دو اپنی نظریں نیچی رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں "خائنة الاعین" سے مراد ایسی چیز دیکھنا ہے جسے دیکھنا منع کیا گیا ہے۔

یہ سعید بن ابی الحسن حضرت امام حسن بصری کے بھائی ہیں۔

توضیح

ارشاد ہے: "یَعْلَمُ خَائِنَةَ الْاَعْیُنِ" (المومن:١٩) اللہ جانتا ہے چوری چھپے کی نگاہ۔ ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس کے طریقے سے روایت کیا کہ یہ وہ شخص ہے جو کسی خوبصورت عورت کی طرف دیکھتا ہے اور جب یہ محسوس کرتا ہے کہ کوئی ہم کو دیکھ رہا ہے تو نظر نیچی کر لیتا ہے۔ اللہ جانتا ہے کہ اس کی خواہش یہ ہے کہ اگر اس کو قدرت ہو جائے تو زنا کر لے۔

ت ٧٦٣ - وَقَالَ الزُّهْرِيُّ فِي النَّظَرِ اِلَى الَّتِيْ لَمْ تَحِضْ مِنَ النِّسَاءِ لَا يَصْلُحُ النَّظَرُ اِلٰى شَيْءٍ مِنْهُنَّ، مِمَّنْ يُشْتَهَى النَّظَرُ اِلَيْهِنَّ، وَاِنْ كَانَتْ صَغِيْرَةً.

امام زہری نے فرمایا کہ نابالغ بچیوں کے بھی ایسے اعضاء کو دیکھنا درست نہیں جنہیں دیکھنے کی خواہش ہو اگر چہ وہ چھوٹی ہوں۔

اسی لیے ابن قاسم نے کہا کہ مرد کو یہ جائز نہیں کہ چھوٹی اجنبیہ بچی کو غسل دے۔

ت ٧٦٤ - وَكَرِهَ عَطَاءٌ النَّظَرَ اِلَى الْجَوَارِيْ يُبَعْنَ بِمَكَّةَ اِلَّا اَنْ يُّرِيْدَ اَنْ يَّشْتَرِيَ.

اور امام عطاء نے ان لونڈیوں کو دیکھنا مکروہ جانا جو مکہ میں بیچی جاتی ہوں مگر یہ کہ ان کے خریدنے کا ارادہ رکھتا ہو۔

بَابُ تَسْلِيْمِ الْقَلِيْلِ عَلَى الْكَثِيْرِ (ص ٩٢١)

تھوڑے لوگ زیادہ لوگوں کو سلام کریں

٢٦٧٤- ح: [يُسَلِّمُ الصَّغِيْرُ عَلَى الْكَبِيْرِ]

چھوٹا بڑے کو سلام کرے

٢٦٧٤ - عَنْ هَمَّامِ بْنِ مُنَبِّهٍ، عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يُسَلِّمُ الصَّغِيْرُ عَلَى الْكَبِيْرِ وَالْمَارُّ عَلَى الْقَاعِدِ وَالْقَلِيْلُ عَلَى الْكَثِيْرِ.

(ترمذی۔ کتاب الاستیذان)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: چھوٹا بڑے کو سلام کرے اور چلنے والا بیٹھنے والے کو اور تھوڑے لوگ زیادہ لوگوں کو۔

بَابُ تَسْلِيْمِ الرَّاكِبِ عَلَى الْمَاشِيْ (ص ٩٢١)

سوار پیدل چلنے والے کو سلام کرے

٢٦٧٥ - اَنَّهُ سَمِعَ ثَابِتًا مَوْلٰى عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ زَيْدٍ، اَنَّهُ سَمِعَ اَبَا هُرَيْرَةَ يَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سوار پیدل کو سلام کرے اور چلنے والا بیٹھنے والے کو اور تھوڑے

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُسَلِّمُ الرَّاكِبُ عَلَى الْمَاشِيْ، وَالْمَاشِيْ عَلَى الْقَاعِدِ، وَالْقَلِيْلُ عَلَى الْكَثِيْرِ.

زیادہ کو۔

بَابُ الْاِسْتِئْذَانُ مِنْ اَجْلِ الْبَصَرِ (ص ۹۲۲)

استیذان دیکھنے سے بچنے کی وجہ سے ہے

۲۶۷۶- ح: [اِطَّلَعَ رَجُلٌ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ بَعْضِ حُجَرِهٖ]

ایک شخص نے نبی ﷺ کو حجرے میں جھانک کر دیکھا

۲۶۷۶ - عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِيْ بَكْرٍ، عَنْ اَنَسِ ابْنِ مَالِكٍ اَنَّ رَجُلًا اِطَّلَعَ مِنْ بَعْضِ حُجَرِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَامَ اِلَيْهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِشْقَصٍ، اَوْ بِمَشَاقِصَ، فَكَاَنِّيْ اَنْظُرُ اِلَيْهِ يَخْتِلُ الرَّجُلَ لِيَطْعَنَهٗ.

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے نبی ﷺ کے کسی حجرے کے سوراخ سے جھانکا تو نبی ﷺ اس کے پاس تیر کا ایک پھل یا کئی پھل لے کر آئے گویا میں حضور کو دیکھ رہا ہوں کہ اس شخص کو گھونپ دیں گے۔

(بخاری۔ کتاب الدیات۔ باب: من اخذ حقہ. الخ ص ۱۰۱۷، وباب: من اطلع فی بیت قوم. الخ ص ۱۰۲۰، مسلم۔ کتاب الاستیذان ابوداؤد۔ کتاب الادب)

یہ شخص حکم بن ابی العاص مروان کا باپ تھا، یہ شخص اگرچہ فتح مکہ کے موقعہ پر کلمہ پڑھ چکا تھا، مگر اس کی حرکات ایسی تھیں جس سے اندازہ ہوتا تھا کہ یہ واقعی مسلمان نہیں ہوا ہے۔ یہ حضور اقدس ﷺ کی نقلیں اُتارتا۔ اسی لیے حضور ﷺ نے اس کو طائف جلا وطن کر دیا۔ ایک قول یہ ہے کہ جھانکنے والے کا نام سعد تھا، بغیر نسبت کے۔

بَابُ زِنَا الْجَوَارِحِ دُوْنَ الْفَرْجِ (ص ۹۲۲)

شرم گاہ کے علاوہ دوسرے اعضاء کا زنا

۲۶۷۷- ح: [زِنَا الْعَيْنِ النَّظَرُ]

آنکھ کا زنا دیکھنا ہے (الحدیث)

۲۶۷۷ - عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ لَمْ اَرَ شَيْئًا اَشْبَهَ بِاللَّمَمِ مِنْ قَوْلِ اَبِيْ هُرَيْرَةَ. وَحَدَّثَنِيْ مَحْمُوْدٌ اَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ اَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ، عَنِ ابْنِ طَاؤُسٍ، عَنْ اَبِيْهِ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ مَا رَاَيْتُ شَيْئًا اَشْبَهَ بِاللَّمَمِ مِمَّا قَالَ اَبُوْ هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ كَتَبَ عَلَى ابْنِ اٰدَمَ حَظَّهٗ مِنَ الزِّنَا، اَدْرَكَ ذٰلِكَ لَا مَحَالَةَ، فَزِنَا الْعَيْنِ النَّظَرُ، وَزِنَا اللِّسَانِ الْمَنْطِقُ، وَالنَّفْسُ تَمَنّٰى وَتَشْتَهِيْ، وَالْفَرْجُ يُصَدِّقُ ذٰلِكَ كُلَّهٗ وَيُكَذِّبُهٗ.

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے نبی ﷺ سے روایت کرتے ہوئے "لَمَم" کے جو معنی بتائے ہیں اس سے بہتر اور کچھ میں نہیں جانتا۔ فرمایا: اللہ تعالیٰ نے بنی آدم پر اس کے زنا کا حصہ لکھ دیا ہے، اس کو وہ ضرور پائے گا، آنکھ کا زنا دیکھنا ہے اور زبان کا زنا بولنا ہے اور نفس آرزو کرتا ہے اور خواہش کرتا ہے اور شرمگاہ اس کی تصدیق کرتی ہے اور تکذیب کرتی ہے۔

(بخاری۔ کتاب القدر۔ باب: قول اللہ وحرام علی قریۃ. الخ ص ۹۷۸)

ارشاد ہے: "اَلَّذِيْنَ يَجْتَنِبُوْنَ كَبٰٓئِرَ الْاِثْمِ وَالْفَوَاحِشَ اِلَّا اللَّمَمَ" (النجم: ۳۲) وہ جو بڑے گناہوں اور بے حیائیوں سے

بچتے ہیں مگر اتنا کہ گناہ کے پاس گئے اور رُک گئے۔ اس آیت کریمہ میں "لَمَم" سے کیا مراد ہے؟ اس کی تفسیر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ سب سے عمدہ وہ ہے جو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے یعنی اجنبیہ کو بری نظر سے دیکھنا اور بری باتیں کرنا۔ بعض علماء نے فرمایا کہ اس سے مراد گناہِ صغیرہ ہیں۔ نظر بد اور کلام حرام پر زنا کا اطلاق مجازاً ہے۔ اس علاقے سے کہ یہ سب دواعی زنا ہیں۔ ایک جاہلی شاعر نے کہا ہے:

"نَظْرَةٌ فَتَبَسُّمٌ فَسَلَامٌ فَكَلَامٌ فَمَوْعِدَةٌ ثُمَّ اللِّقَاءُ" دیکھنا ہے، پھر مسکرانا ہے، پھر سلام کرنا ہے، پھر بات کرنا ہے، پھر وعدہ لینا ہے، پھر ملاقات کرنا ہے۔

حضرت ملا جامی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ

چوں بوید بوئے گل خواہد کہ بیند — چوں بیند روئے گل خواہد کہ چیند

جب پھول کی خوشبو سونگھتا ہے تو دیکھنا چاہتا ہے — اور جب پھول دیکھ لیتا ہے تو اسے توڑنا چاہتا ہے

بَابٌ إِذَا دُعِيَ الرَّجُلُ فَجَاءَ هَلْ يَسْتَأْذِنُ (ص ۹۲۳)

جب کسی شخص کو بلایا گیا اور وہ آیا تو کیا اجازت لے گا؟

ت۷۶۵ - قَالَ سَعِيدٌ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَبِي رَافِعٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ هُوَ إِذْنُهُ.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ اذن ہے۔

یعنی اس کو جدید اذن لینے کی حاجت نہیں، اس کا بلایا جانا ہی اذن ہے۔

۲۶۷۸- ح: [دَعَى رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَهْلَ الصُّفَّةِ]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اصحابِ صفہ کو بلایا

۲۶۷۸ - عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ دَخَلْتُ مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَوَجَدَ لَبَنًا فِي قَدَحٍ فَقَالَ أَبَا هِرٍّ اِلْحَقْ أَهْلَ الصُّفَّةِ فَادْعُهُمْ إِلَيَّ. قَالَ فَأَتَيْتُهُمْ فَدَعَوْتُهُمْ فَأَقْبَلُوا فَاسْتَأْذَنُوا فَأُذِنَ لَهُمْ فَدَخَلُوا.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اندر داخل ہوا تو پیالے میں دودھ پایا۔ فرمایا: اے ابوہر! اہل صفہ کے پاس جاؤ اور انہیں میرے پاس بلاؤ۔ میں گیا تو ان کو بلایا، وہ لوگ آئے اور اجازت طلب کی، حضور نے انہیں اجازت دی۔ تب وہ لوگ اندر داخل ہوئے۔

تعلیق سے یہ سمجھ میں آتا ہے کہ جب کسی کو بلایا اور وہ آیا تو اذن کی حاجت نہیں بلانا ہی اذن ہے اور حدیث میں یہ ہے کہ اصحاب صفہ آئے تو انہوں نے اذن طلب کیا پھر اذن ملنے کے بعد اندر داخل ہوئے۔

تطبیق

تطبیق یہ ہے کہ جنہیں بلایا گیا وہ اگر قاصد کے ساتھ فوراً آئیں تو اذن کی ضرورت نہیں لیکن اگر وہ لوگ کچھ دیر کر کے آئیں تو انہیں اذن لینا پڑے گا۔

بَابُ التَّسْلِيمِ عَلَى الصِّبْيَانِ (ص ۹۲۳)

بچوں کو سلام کرنا

٢٦٧٩ - عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّهٗ مَرَّ عَلٰى صِبْيَانٍ فَسَلَّمَ عَلَيْهِمْ، وَقَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَفْعَلُهٗ.

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ کچھ بچوں پر گزرے اور بچوں کو سلام کیا اور فرمایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایسا ہی کرتے تھے۔

(مسلم۔ کتاب الاستیذان' ترمذی۔ کتاب الاستیذان' نسائی۔ کتاب عمل الیوم واللیلۃ)

بَابٌ اِذَا قَالَ مَنْ ذَا؟ فَقَالَ اَنَا (ص ۹۲۳)

جب کسی نے پوچھا: کون ہے؟ تو دوسرے نے کہا: میں

٢٦٨٠- ح: [لَمْ يُحِبَّهُمُ النَّبِيُّ عَلَيْهِ السَّلَامِ]

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کو ناپسند فرمایا

٢٦٨٠ - عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ قَالَ سَمِعْتُ جَابِرًا رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يَقُوْلُ اَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ دَيْنٍ كَانَ عَلٰى اَبِيْ، فَدَقَقْتُ الْبَابَ، فَقَالَ مَنْ ذَا؟ فَقُلْتُ اَنَا، فَقَالَ اَنَا اَنَا! كَاَنَّهٗ كَرِهَهَا.

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے تھے کہ میرے والد پر قرض تھا' اس سلسلے میں میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور دروازہ پیٹا تو حضور نے پوچھا: کون ہے؟ میں نے کہا: میں ہوں تو حضور نے فرمایا کہ میں بھی میں ہوں۔ گویا حضور نے اس کو ناگوار سمجھا۔

(مسلم۔ کتاب الاستیذان' ابوداود۔ کتاب الادب' ترمذی۔ کتاب الاستیذان' نسائی۔ عمل الیوم واللیلۃ' ابن ماجہ۔ کتاب الادب)

مطلب یہ کہ جب کوئی یہ پوچھے: تم کون ہو تو نام بتانا چاہیے یہ کہنا کہ میں ہوں' لغو ہے۔

بَابُ مَنْ لَّمْ يُسَلِّمْ عَلٰى مَنِ اقْتَرَفَ ذَنْبًا، وَلَمْ يَرُدَّ سَلَامَهٗ، حَتّٰى تَتَبَيَّنَ تَوْبَتُهٗ، وَاِلٰى مَتٰى تَتَبَيَّنُ تَوْبَةُ الْعَاصِيْ (ص ۹۲۵)

جو گناہ کا ارتکاب کرلے اسے کوئی سلام نہ کرے اور اس کے سلام کا جواب نہ دے یہاں تک کہ اس کی توبہ ظاہر ہوجائے' اور گناہ گار کی توبہ کب ظاہر ہوگی؟

توضیح

جمہور کا مذہب یہی ہے کہ کافر بد مذہب فاسق کو سلام نہ کرے۔ امام نووی نے فرمایا: لیکن اگر سلام نہ کرنے سے دینی یا دنیوی ضرر کا اندیشہ ہو تو اجازت ہے' اور اگر کوئی گنہگار توبہ کرے تو اس کی توبہ اس وقت تک قابل قبول نہیں ہوگی جب تک اتنی مدت نہ گزر جائے کہ قرائن سے اطمینان کرلیا جائے کہ اب اس نے وہ گناہ چھوڑ دیا ہے۔ اصل مذہب یہ ہے کہ اس کے لیے کوئی حد نہیں مگر کچھ لوگوں نے کہا کہ اس کی میعاد ایک سال ہے' اور ایک قول یہ ہے کہ چھ ماہ ہے اور ایک قول یہ ہے کہ پچاس دن ہے' جیسا کہ حضرت کعب کے قصے میں ہے' لیکن حضرت کعب رضی اللہ عنہ کے قصے کو اس سے کوئی تعلق نہیں چونکہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عہد فرمایا تھا کہ جب تک اللہ تعالٰی اجازت نہیں دے گا میں ان سے بات نہیں کروں گا۔ صحیح یہ ہے کہ یہ گناہ گار اور گناہ اور ماحول کے اعتبار سے مختلف ہو گا۔ ہر سال یہ قصہ ہوتا ہے کہ ڈاڑھی منڈانے والے یا کترا کر کم کرنے والے حافظ تراویح پڑھانے کے لیے ڈاڑھی منڈانے اور کترانے سے توبہ کرلیتے ہیں اور پھر بعد رمضان حسب سابق ڈاڑھی مونڈاتے ہیں یا کم رکھتے ہیں' ایسے لوگوں کے لیے سال بھر سے کم میعاد مقرر کرنا بے کار ہے۔

ت٧٦٦ - وَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَمْرٍو لَا تُسَلِّمُوْا عَلٰى

اور حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما نے کہا کہ شراب پینے والوں

شَرِبَةِ الْخَمْرِ. کوسلام نہ کرو۔

بَابٌ كَيْفَ يُرَدُّ عَلٰى اَهْلِ الذِّمَّةِ السَّلَامُ (ص۹۲۵)
ذمی کوسلام کا جواب کیسے دیا جائے گا؟

۲۶۸۱ - عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا سَلَّمَ عَلَيْكُمُ الْيَهُوْدُ فَاِنَّمَا يَقُوْلُ اَحَدُهُمُ السَّامُ عَلَيْكَ فَقُلْ وَعَلَيْكَ.

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب یہود تم کوسلام کریں اور کہیں: ''السام عليك'' تو تم کہو: ''وعليك''۔

(بخاری۔ کتاب المرتدین۔ باب: اذا عرض الذمی ص۱۰۲۴)

۲۶۸۲- ح: [رُدُّوْا فِيْ سَلَامِ اَهْلِ الْكِتَابِ وَعَلَيْكَ]
اہل کتاب کے سلام کے جواب میں کہو: ''وعليك''

۲۶۸۲ - حَدَّثَنَا اَنَسُ بْنُ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا سَلَّمَ عَلَيْكُمْ اَهْلُ الْكِتَابِ فَقُوْلُوْا وَعَلَيْكُمْ.

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب اہل کتاب تم کوسلام کریں تو تم بھی کہو: ''وعليك''۔

(بخاری۔ کتاب المرتدین۔ باب: اذا عرض الذمی ص۱۰۲۳)

کتاب المرتدین میں پوری تفصیل یہ ہے: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ ایک یہودی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب سے گزرا اور اس نے کہا: السام علیک تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وعلیک' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تم لوگ جانتے ہو وہ کیا کہتا ہے؟ اس نے السام علیک کہا۔ لوگوں نے عرض کیا: یارسول اللہ! کیا ہم اس سے قطع نہ کرلیں؟ فرمایا: نہیں! جب اہل کتاب تم کوسلام کہیں تو کہو: علیکم۔

''سام'' کے معنی موت کے ہیں اور جب السام علیک کے جواب میں کہا: وعلیک تو بات برابر ہوگئی۔

بَابُ الْمُصَافَحَةِ (ص۹۲۶)
مصافحہ کا بیان

توضیح

مصافحہ باب مفاعلت سے ہے اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ ہتھیلی کو ہتھیلی سے ملایا جائے اور ایک دوسرے کے چہرے پر نظر کی جائے۔

۲۶۸۳- عَنْ قَتَادَةَ قَالَ قُلْتُ لِاَنَسٍ اَكَانَتِ الْمُصَافَحَةُ فِيْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ قَالَ نَعَمْ.

قتادہ نے کہا: میں نے انس رضی اللہ عنہ سے کہا: کیا مصافحہ صحابہ کرام میں تھا؟ انہوں نے کہا: ہاں!

مصافحہ سنت ہے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو مسلمان ملیں اور مصافحہ کرلیں تو ان کی مغفرت ہو جائے گی۔

۲۶۸۴- ح [كَانَ النَّبِيُّ اٰخِذًا بِيَدِ

نبی صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا

عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ]

ہاتھ پکڑے ہوئے تھے

٢٦٨٤ - حَدَّثَنِي اَبُوْ عَقِيلٍ زُهْرَةُ بْنُ مَعْبَدٍ سَمِعَ جَدَّهُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ هِشَامٍ قَالَ كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ، وَهُوَ اٰخِذٌ بِيَدِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ.

حضرت عبداللہ بن ہشام رضی اللہ عنہ نے کہا: ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے اور وہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑے ہوئے تھے۔

بَابُ الْاَخْذِ بِالْيَدَيْنِ (ص ٩٢٦)

مصافحہ میں دونوں ہاتھوں کا پکڑنا

ت٧٦٧ - وَصَافَحَ حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ ابْنَ الْمُبَارَكِ بِيَدَيْهِ.

اور حماد بن زید نے ابن مبارک سے دونوں ہاتھوں سے مصافحہ کیا۔

حضرت عبداللہ بن مبارک حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے مشہور تلمیذ ہیں۔ ۱۸۱ھ میں ان کا وصال ہوا جب کہ وہ غزوے سے واپس آرہے تھے۔ ان کا دونوں ہاتھ سے مصافحہ کرنا اس کی دلیل ہے کہ مصافحہ میں سنت یہی ہے کہ دونوں ہاتھ سے کیا جائے' اور یہی حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث کا مفاد ہے کہ انہوں نے فرمایا: "كَفِّيْ بَيْنَ كَفَّيْهِ" میری ہتھیلی حضور کی دونوں ہتھیلیوں کے درمیان تھی۔ جب کسی سے مصافحہ کیا جائے گا تو ہر ایک کی ایک ہتھیلی دوسرے کی دونوں ہتھیلیوں کے درمیان ہوگی۔

بَابٌ

[المجادلہ:۱۱ کی تفسیر]

قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى ﴿اِذَا قِيْلَ لَكُمْ تَفَسَّحُوْا فِي الْمَجَالِسِ فَافْسَحُوْا يَفْسَحِ اللّٰهُ لَكُمْ وَاِذَا قِيْلَ انْشُزُوْا فَانْشُزُوْا﴾ (المجادلہ:۱۱) الْاٰيَةَ. (ص ٩٢٧)

اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کا بیان: جب تم سے کہا جائے: مجلسوں میں جگہ دو تو جگہ دو اللہ تمہیں جگہ دے گا' اور جب کہا جائے: اٹھ کھڑے ہو' تو اٹھ کھڑے ہو۔

توضیح

اس آیت کا شانِ نزول یہ ہے کہ ایک بار جمعہ کے دن اہل بدر مہاجرین وانصار آئے اور ان کو مجلس میں جگہ نہ ملی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ ایسے لوگوں کو جو بعد میں ایمان لائے تھے کھڑا کر دیا' مہاجرین وانصار کو وہاں بٹھایا' یہ ان پر شاق ہوا۔ منافقین نے اس پر چہ میگوئیاں کیں۔ اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔ (رواہ ابن ابی حاتم عن مقاتل) اس کا مطلب یہی ہے کہ جب لوگ مجلس میں آئیں اور مجلس بھر چکی ہو تو جہاں تک ممکن ہو لوگ سمٹ جائیں اور آنے والوں کو جگہ دیں اور اگر میر مجلس کسی مصلحت کی بناء پر کچھ لوگوں کو اُٹھائے تو اُنھیں اُٹھ جانا چاہیے خصوصاً جب آنے والے دینی معزز ہوں۔

٢٦٨٥ - عَنِ ابْنِ عُمَرَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهُ نَهٰى اَنْ يُّقَامَ الرَّجُلُ مِنْ مَّجْلِسِهِ وَيَجْلِسَ فِيْهِ اٰخَرُ، وَلٰكِنْ تَفَسَّحُوْا وَتَوَسَّعُوْا، وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ يَكْرَهُ اَنْ يَّقُوْمَ الرَّجُلُ مِنْ مَّجْلِسِهِ ثُمَّ يُجْلَسَ مَكَانَهُ.

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا کہ کسی کو اس کی جگہ سے اُٹھایا جائے پھر وہاں کوئی دوسرا بیٹھے۔ ہاں سمٹ کر جگہ دے دو اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ یہ ناپسند کرتے تھے کہ کوئی شخص اپنی جگہ سے اُٹھے اور وہاں دوسرا بیٹھے۔

بَابُ الْاِحْتِبَاءِ بِالْيَدِ، وَهُوَ الْقُرْفُصَاءُ (ص ٩٢٨)

ہاتھ سے احتباء کا بیان' یعنی "قرفصاء"

"احتباء" اس طرح بیٹھنا کہ سرین زمین پر ہو اور گھٹنے کھڑے ہوں' ران پیٹ سے لگی ہو اور ہاتھوں سے پنڈلیوں پر حلقہ باندھ

لیا جائے۔

۲۶۸۶ - عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ رَأَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِفِنَاءِ الْكَعْبَةِ مُحْتَبِيًا بِيَدِهِ هٰكَذَا.

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو کعبہ کے صحن میں اپنے ہاتھ سے احتباء کیے ہوئے اس طرح دیکھا۔

بَابُ مَنْ زَارَ قَوْمًا فَقَالَ عِنْدَهُمْ (ص ۹۲۹)

جو کسی سے ملاقات کے لیے گیا اور وہاں قیلولہ کیا

۲۶۸۷- ح: [حَيْثُ ذَهَبَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ هُنَاكَ]

نبی ﷺ جہاں جاتے قیلولہ فرماتے

۲۶۸۷ - عَنْ ثُمَامَةَ عَنْ أَنَسٍ أَنَّ أُمَّ سُلَيْمٍ كَانَتْ تَبْسُطُ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نِطَعًا فَيَقِيلُ عِنْدَهَا عَلَى ذٰلِكَ النِّطَعِ قَالَ فَإِذَا نَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَخَذَتْ مِنْ عَرَقِهِ وَشَعَرِهِ فَجَمَعَتْهُ فِي قَارُوْرَةٍ ثُمَّ جَمَعَتْهُ فِي سُكٍّ قَالَ فَلَمَّا حَضَرَ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ الْوَفَاةُ أَوْصَى أَنْ يُجْعَلَ فِي حَنُوْطِهِ مِنْ ذٰلِكَ السُّكِّ قَالَ فَجُعِلَ فِي حَنُوْطِهِ.

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ام سلیم نبی ﷺ کے لیے چمڑے کا فرش بچھاتیں۔ حضور ان کے یہاں اس فرش پر قیلولہ فرماتے اور جب نبی ﷺ سو جاتے تو حضور کے پسینے اور بال کو لیتیں اور ایک شیشی میں جمع کرتیں، پھر اس کو خوشبو میں جمع کرتیں۔ جب حضرت انس بن مالک کی وفات کا وقت آیا تو انہوں نے مجھے وصیت کی کہ ان کے حنوط میں اس خوشبو کو ملایا جائے تو ان کے حنوط میں وہ خوشبو ملائی گئی۔

داؤدی نے کہا کہ ام سلیم اور ام حرام رسول اللہ ﷺ کی رضاعی خالہ تھیں، اور ابن وہب نے کہا کہ ام حرام رسول اللہ ﷺ کی خالہ تھیں۔ اسی رشتے کی بناء پر حضور اقدس ﷺ ام حرام اور ام سلیم کے گھر تشریف لے جاتے اور وہاں قیلولہ فرماتے۔

سُكّ

ایک قسم کی خوشبو ہے جو چند خوشبوؤں کو ملا کر بنائی جاتی ہے

حنوط

خاص اس خوشبو کو کہتے ہیں جو کفن اور مردے کو لگانے کے لیے تیار کی جاتی ہے جس میں کافور اور صندل ہوتا ہے۔

بَابُ الْاِسْتِلْقَاءِ (ص ۹۳۰)

چت لیٹنا

۲۶۸۸ - أَخْبَرَنِي عَبَّادُ بْنُ تَمِيمٍ عَنْ عَمِّهِ قَالَ رَأَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْمَسْجِدِ مُسْتَلْقِيًا وَاضِعًا إِحْدَى رِجْلَيْهِ عَلَى الْأُخْرَى.

عباد بن تمیم اپنے چچا سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو مسجد میں چت لیٹے ہوئے دیکھا۔ ایک پیر کو دوسرے پر رکھے ہوئے۔

مسجد میں غیر معتکف کو لیٹنا سونا منع ہے۔ یہ اس پر محمول ہے کہ ہو سکتا ہے کہ حضور اقدس ﷺ جب مسجد میں جاتے ہوں تو اعتکاف کی نیت کر لیتے ہوں۔ کتاب اللباس میں "یضطجع" ہے، اس سے مراد چت لیٹنا ہی ہے، اس لیے کہ یہاں بھی یہ تصریح ہے کہ ایک پاؤں دوسرے پاؤں پر رکھے ہوئے تھے۔ یہ اسی وقت درست ہوگا جب کہ آدمی چت لیٹا ہو۔

بَابٌ لَا يَتَنَاجَى اثْنَانِ دُوْنَ الثَّالِثِ

تیسرے کی موجودگی میں دو شخص سرگوشی نہ کریں

وَقَوْلُهُ تَعَالٰى ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا تَنَاجَيْتُمْ فَلَا تَتَنَاجَوْا بِالْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَمَعْصِيَةِ الرَّسُوْلِ وَتَنَاجَوْا بِالْبِرِّ وَالتَّقْوٰى اِلٰى قَوْلِهٖ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَO﴾ (المجادلہ:٩-١٠) وَقَوْلُهُ ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا نَاجَيْتُمُ الرَّسُوْلَ فَقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَيْ نَجْوٰىكُمْ صَدَقَةً ذٰلِكَ خَيْرٌ لَّكُمْ وَاَطْهَرُ فَاِنْ لَّمْ تَجِدُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ. اِلٰى قَوْلِهٖ. وَاللّٰهُ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَO﴾ (المجادلہ:١٢-١٣). (ص ٩٣٠)

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد: اے ایمان والو! جب سرگوشی کرو تو گناہ اور سرکشی اور رسول کی نافرمانی پر سرگوشی نہ کرو، نیکی اور تقویٰ پر سرگوشی کرو (اِلٰى اَنْ قَالَ) اور اللہ ہی پر مومن بھروسہ کرتے ہیںO اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اے ایمان والو! جب رسول سے سرگوشی کرو تو سرگوشی سے پہلے نذر پیش کرو یہ تمہارے لیے بہتر ہے اور زیادہ پاک کرنے والا ہے} پس اگر کچھ نہ پاؤ تو بے شک اللہ بخشنے والا رحم فرمانے والا ہے۔ (اِلٰى قَوْلِهٖ) اور اللہ تمہارے کاموں کی خبر رکھتا ہےO

توضیح

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سوالات کی کثرت کر دی جو حضور پر شاق گزرا۔ سوالات کی کثرت کو ختم کرنے کے لیے ان کو حکم دیا کہ سرگوشی سے پہلے کچھ نذر پیش کریں تو یہ بات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین پر شاق گزری، پھر یہ حکم منسوخ ہو گیا۔ مکاتب بن حبان نے کہا کہ یہ حکم دس دن تک رہا پھر منسوخ ہو گیا اور کلبی سے روایت ہے کہ پھر تھوڑی دیر رہا، اس اثناء میں صرف حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک دینار نذر کر کے سرگوشی کی تھی۔ اس حکم کا ناسخ اس کے بعد کا ارشاد ہے کہ فرمایا: ''فَاِنْ لَّمْ تَجِدُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌO'' پس اگر نہ پاؤ تو اللہ بخشنے والا مہربان ہےO

بَابُ حِفْظِ السِّرِّ (ص ٩٣١)

راز کو محفوظ رکھنا

٢٦٨٩ - سَمِعْتُ اَنَسَ بْنَ مَالِكٍ يَقُوْلُ اَسَرَّ اِلَيَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سِرًّا، فَمَا اَخْبَرْتُ بِهٖ اَحَدًا بَعْدَهٗ، وَلَقَدْ سَاَلَتْنِيْ اُمُّ سُلَيْمٍ فَمَا اَخْبَرْتُهَا بِهٖ.

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے کہا کہ حضور نے مجھ سے ایک راز کی بات کہی تو میں نے حضور کے بعد بھی کسی کو نہیں بتایا، مجھ سے حضرت ام سلیم نے بھی پوچھا تو ان کو بھی نہیں بتایا۔

بَابٌ اِذَا كَانُوْا اَكْثَرَ مِنْ ثَلَاثَةٍ فَلَا بَاْسَ بِالْمُسَارَّةِ وَالْمُنَاجَاةِ (ص ٩٣١)

جب تین سے زیادہ ہوں تو ان میں سے کسی کے ساتھ رازدارانہ بات کرنے اور سرگوشی کرنے میں کوئی حرج نہیں

٢٦٩٠ - عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا كُنْتُمْ ثَلَاثَةً فَلَا يَتَنَاجٰى رَجُلَانِ دُوْنَ الْاٰخَرِ حَتّٰى تَخْتَلِطُوْا بِالنَّاسِ، اَجْلَ اَنْ يُّحْزِنَهٗ.

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم تین ہو تو دو آدمی آپس میں سرگوشی نہ کریں تیسرے کو چھوڑ کر، یہاں تک کہ تم اور لوگوں سے مل جاؤ، اس لیے کہ یہ بات اس کو غمگین کرے گی۔

تین آدمیوں کی موجودگی میں دو شخص جب آپس میں سرگوشی کریں گے تو تیسرے کو دو باتوں میں سے ایک کا ضرور احساس ہوگا یا تو سوچے گا کہ وہ مجھے حقیر سمجھ رہے ہیں یا میرے خلاف کوئی بات کر رہے ہیں اور جب تین سے زیادہ لوگ ہوں گے تو اس کا شبہہ نہ ہوگا۔

بَابٌ لَا تُتْرَكُ النَّارُ فِي الْبَيْتِ عِنْدَ النَّوْمِ (ص ۹۳۱)

سونے کے وقت گھر میں آگ (جلتی) نہ چھوڑی جائے

۲۶۹۱ - عَنْ سَالِمٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَتْرُكُوا النَّارَ فِي بُيُوتِكُمْ حِينَ تَنَامُونَ.

سالم اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: سونے کے وقت اپنے گھروں میں آگ نہ چھوڑو۔

۲۶۹۲ - ح: [إِنَّ هَذِهِ النَّارَ هِيَ عَدُوٌّ لَكُمْ، فَإِذَا نِمْتُمْ فَأَطْفِئُوهَا]

یہ آگ تمہاری دشمن ہے، جب سو جاؤ تو بجھادو

۲۶۹۲ - عَنْ أَبِي مُوسَى رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ احْتَرَقَ بَيْتٌ بِالْمَدِينَةِ عَلَى أَهْلِهِ مِنَ اللَّيْلِ، فَحُدِّثَ بِشَأْنِهِمُ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ إِنَّ هَذِهِ النَّارَ إِنَّمَا هِيَ عَدُوٌّ لَكُمْ، فَإِذَا نِمْتُمْ فَأَطْفِئُوهَا عَنْكُمْ.

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مدینہ میں ایک گھر رات کے وقت اپنے اہل کے ساتھ جل گیا۔ نبی ﷺ سے ان کا حال بیان کیا گیا تو فرمایا: آگ تمہاری دشمن ہے، جب سوؤ تو اسے بجھادو۔

بَابُ الْخِتَانِ بَعْدَ الْكِبَرِ وَنَتْفِ الْإِبْطِ (ص ۹۳۱)

بڑے ہونے کے بعد ختنہ کرنا اور بغل کے بال اُکھاڑنا

توضیح

ختنہ کرنے کی میعاد بالغ ہونے سے پہلے پہل تک ہے، بالغ ہونے کے بعد صرف بیوی ختنہ کرسکتی ہے یا وہ شخص خود اپنے ہاتھ سے کرے جیسا کہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے اسی سال کی عمر کے بعد اپنا ختنہ کیا تھا اور اگر بالغ ہونے کے بعد نہ وہ خود ختنہ کرسکے اور نہ اس کی بیوی کرسکے تو معاف ہے۔

۲۶۹۳ - ح:

نبی ﷺ کے وصال کے وقت حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا ختنہ نہیں ہوا تھا

۲۶۹۳ - عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ قَالَ سُئِلَ ابْنُ عَبَّاسٍ مِثْلُ مَنْ أَنْتَ حِينَ قُبِضَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ قَالَ أَنَا يَوْمَئِذٍ مَخْتُونٌ، قَالَ وَكَانُوا لَا يَخْتِنُونَ الرَّجُلَ حَتَّى يُدْرِكَ.

حضرت سعید بن جبیر سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے پوچھا گیا کہ آپ کس عمر کے تھے جب نبی ﷺ کا وصال ہوا؟ انہوں نے کہا: میں اس دن ختنہ کیا ہوا تھا اور کہا کہ عرب کی عادت تھی جب تک لڑکا بالغ نہ ہو جاتا ختنہ نہیں کرتے تھے۔

حضور اقدس ﷺ کے وصال کے وقت حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی عمر کیا تھی؟ اس میں تین قول ہیں: دس سال، تیرہ سال، پندرہ سال۔ صحیح اور راجح یہ ہے کہ اس وقت ان کی عمر تیرہ سال تھی، اس لیے کہ صحیح یہ ہے کہ ان کی ولادت اس وقت ہوئی تھی جب مکہ کے ظالموں نے حضور اقدس ﷺ کو شعب ابی طالب میں محصور کر رکھا تھا اور یہ واقعہ ہجرت سے تین سال قبل ہوا تھا۔ ہوسکتا ہے کہ اس وقت بالغ ہوگئے ہوں۔ تیرہ سال کی عمر میں لڑکا بالغ ہوسکتا ہے۔ مشہور حدیث ہے کہ حجۃ الوداع کے موقع پر حضور ﷺ نماز

پڑھ رہے تھے اور یہ گدھی پر سوار ہو کر تشریف لائے' گدھی کو چرنے کے لیے چھوڑ دیا' فرماتے ہیں: ''وَقَدْ نَاهَزْتُ الْاِحْتِلَامَ'' اور میں بالغ ہونے کے قریب تھا۔

بَابُ مَا جَاءَ فِي الْبِنَاءِ (ص ۹۳۲)

عمارت بنانے کے بارے میں کیا آیا ہے؟

۲۶۹۴ - عَنْ سَعِيْدٍ' عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ رَأَيْتُنِيْ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَنَيْتُ بِيَدِيْ بَيْتًا يُكِنُّنِيْ مِنَ الْمَطَرِ' وَيُظِلُّنِيْ مِنَ الشَّمْسِ' مَا اَعَانَنِيْ عَلَيْهِ اَحَدٌ مِّنْ خَلْقِ اللّٰهِ.

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا: میں نے اپنے آپ کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ دیکھا کہ میں نے اپنے ہاتھ سے ایک گھر بنایا جو مجھے بارش سے بچاتا ہے اور دھوپ سے سایہ دیتا ہے جس پر اللہ کی مخلوق سے کسی نے میری مدد نہیں کی۔

۲۶۹۵- ح: [قَالَ ابْنُ عُمَرَ مَا وَضَعْتُ لَبِنَةً عَلٰى لَبِنَةٍ' وَلَا غَرَسْتُ نَخْلَةً' مُنْذُ قُبِضَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ]

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد میں نے کوئی اینٹ اینٹ پر نہیں رکھی اور نہ کوئی کھجور کا درخت بویا

۲۶۹۵ - قَالَ عَمْرٌو قَالَ ابْنُ عُمَرَ وَاللّٰهِ مَا وَضَعْتُ لَبِنَةً عَلٰى لَبِنَةٍ' وَلَا غَرَسْتُ نَخْلَةً' مُنْذُ قُبِضَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. قَالَ سُفْيَانُ فَذَكَرْتُهُ لِبَعْضِ اَهْلِهٖ' قَالَ وَاللّٰهِ لَقَدْ بَنٰى. قَالَ سُفْيَانُ قُلْتُ فَلَعَلَّهٗ قَالَ قَبْلَ اَنْ يَّبْنِيَ.

اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد بخدا! میں نے ایک اینٹ کسی اینٹ پر نہیں رکھی اور نہ کوئی درخت کھجور کا بویا۔ سفیان نے کہا: میں نے اس کو ان کے بعض اہل سے ذکر کیا تو انہوں نے کہا: بخدا! انہوں نے بنایا۔ سفیان نے کہا' میں نے کہا: شاید انہوں نے یہ بات عمارت بنانے سے پہلے کہی ہو۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد ضرورت پر گھر بنوایا تھا پھر بھی یہ فرمایا کہ میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد اینٹ پر اینٹ نہیں رکھی اور کوئی درخت نہیں لگایا۔ اس کی توجیہ سفیان بن عیینہ نے یہ کی کہ ایک زمانے تک نہیں بنایا لیکن جب ضرورت ہوئی تو بنوایا۔ دونوں میں تعارض نہیں۔ جب وہ فرمایا تھا اس وقت تک کوئی عمارت نہیں بنوائی تھی۔ پہلے کی عمارت کافی تھی' اسی میں رہتے تھے' مگر بعد میں جب ضرورت محسوس ہوئی تو بنوایا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

٨٠ - كِتَابُ الدَّعَوَاتِ (ص ٩٣٢)

[دعاؤں کا بیان]

توضیح

"دعوات"، "دعوة" کی جمع ہے جو مصدر ہے۔ اس کے معنی سوال کرنے کے ہیں۔ "دُعَاءٌ" میں الف زائد ہے، اس کا لام کلمہ واؤ تھا، اس کو ہمزہ سے بدل دیا۔ اس کے معنی پکارنے کے بھی ہیں۔

وَقَوْلُ اللّٰهِ تَعَالٰى ﴿اُدْعُوْنِیْٓ اَسْتَجِبْ لَكُمْ اِنَّ الَّذِیْنَ یَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِیْ سَیَدْخُلُوْنَ جَهَنَّمَ دَاخِرِیْنَ۝﴾ (الغافر: ٦٠). (ص ٩٣٢)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: مجھ سے دعا کرو میں قبول کروں گا، بے شک وہ جو میری عبادت سے اونچے کھینچتے ہیں عنقریب جہنم میں جائیں گے ذلیل ہو کر۝

اور جیسے حدیث میں ہے: "لِكُلِّ نَبِيٍّ دَعْوَةٌ مُسْتَجَابَةٌ" اور ہر نبی کے لیے ایک دعا ہے جو قبول ہو گی۔

توضیح

ان آیات سے ثابت ہوا کہ دعا مانگنا مشروع ہے بلکہ دعا مانگنے سے اجتناب مبغوض۔ نیز دعاء مانگنے کے بارے میں احادیث بکثرت ہیں۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

لَيْس شئي اكرم على الله مِنَ الدعاء.

دعا سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ کے نزدیک کوئی شے مکرم نہیں۔

(ترمذی، ابن ماجہ، المستدرک للحاکم)

نیز انہی سے مروی ہے:

مَنْ لَمْ يَسْئَلِ اللّٰهَ يَغْضِبْ عَلَيْهِ.

جو اللہ سے سوال نہ کرے اللہ اس سے ناراض ہو جاتا ہے۔

(امام احمد، ترمذی و ابن ماجہ)

نیز امام ترمذی نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

سَلُوا اللّٰهَ مِنْ فَضْلِهٖ فَاِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ اَنْ يُّسْئَلَ.

اللہ سے اس کے فضل کا سوال کرو، بے شک اللہ پسند کرتا ہے کہ اس سے سوال کیا جائے۔

طبرانی نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی کہ حضور نے فرمایا:

اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُلِحِّيْنَ فِي الدُّعَآءِ.

بے شک اللہ تعالیٰ دعا میں گڑگڑانے والوں کو دوست رکھتا

ہے۔

یہاں تک کہ فرمایا: ''الدعاء هو العبادة'' یعنی دعا کرنا عبادت ہے اور ایک روایت میں ہے:

اَلدُّعَاءُ مُخُّ الْعِبَادَةِ.

دعا عبادت کا مغز ہے۔

بَابُ لِكُلِّ نَبِيٍّ دَعْوَةٌ مُسْتَجَابَةٌ (ص ۹۳۲)

ہر نبی کے لیے ایک دعا ہے جو قبول ہوگی

۲۶۹۶- ح: [اِخْتَبَئْتُ دَعْوَتِيْ شَفَاعَةً لِّاُمَّتِيْ فِي الْاٰخِرَةِ]

میں نے اپنی دعا محفوظ رکھی ہے، آخرت میں اپنی اُمت کی شفاعت کے لیے

۲۶۹۶- عَنِ الْاَعْرَجِ، عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِكُلِّ نَبِيٍّ دَعْوَةٌ يَدْعُوْ بِهَا، وَاُرِيْدُ اَنْ اَخْتَبِئَ دَعْوَتِيْ شَفَاعَةً لِّاُمَّتِيْ فِي الْاٰخِرَةِ. (بخاری۔ کتاب التوحید۔ باب: المشية والارادة ص ۱۱۱۳)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر نبی کے لیے ایک دعا ہے جسے وہ کرے گا اور میں چاہتا ہوں کہ اپنی دعاء محفوظ رکھوں آخرت میں اپنی اُمت کی شفاعت کے لیے۔

۲۶۹۷- سَمِعْتُ اَبِيْ، عَنْ اَنَسٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ كُلُّ نَبِيٍّ سَاَلَ سُؤْلًا، اَوْ قَالَ لِكُلِّ نَبِيٍّ دَعْوَةٌ قَدْ دَعَا بِهَا فَاسْتُجِيْبَ، فَجَعَلْتُ دَعْوَتِيْ شَفَاعَةً لِّاُمَّتِيْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ.

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا کہ ہر نبی نے ایک سوال کیا یا فرمایا: ہر نبی کی ایک دعا ہے جس کو اس نے کیا اور وہ قبول ہوئی اور میں نے اپنی دعا کو قیامت کے دن اپنی امت کی شفاعت کے لیے محفوظ کرلیا ہے۔

اس حدیث کے ظاہر سے یہ معلوم ہو رہا ہے کہ ہر نبی کی ایک ایسی دعا ہے جو مقبول ہوگی جس کا ظاہر یہ ہے کہ بقیہ دعائیں قبول ہوں گی یا نہیں، یہ محل غور ہے، حالانکہ انبیاء کرام کی تمام دعائیں ضرور قبول ہوتی ہیں۔ اس کی توجیہ میں علماء نے فرمایا: اس سے کوئی خاص اہم دعا مراد ہے جو فوراً بلا تاخیر جیسے دعاء مانگیں گے ویسے ہی قبول ہوگی۔ بقیہ دعائیں بھی قبول ہوں گی مگر ان کے قبول ہونے کے لیے کچھ مدت درکار ہوگی یا ان کے قبول ہونے کی نوعیت دوسری ہوگی۔

بَابُ اَفْضَلِ الْاِسْتِغْفَارِ

افضل الاستغفار

وَقَوْلِهٖ تَعَالٰى ﴿اِسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ اِنَّهٗ كَانَ غَفَّارًا ۝ يُرْسِلِ السَّمَآءَ عَلَيْكُمْ مِّدْرَارًا ۝ وَّيُمْدِدْكُمْ بِاَمْوَالٍ وَّبَنِيْنَ وَيَجْعَلْ لَّكُمْ جَنّٰتٍ وَّيَجْعَلْ لَّكُمْ اَنْهٰرًا ۝﴾ (نوح: ۱۰-۱۲) ﴿وَالَّذِيْنَ اِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً اَوْ ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ ذَكَرُوا اللّٰهَ فَاسْتَغْفَرُوْا لِذُنُوْبِهِمْ وَمَنْ يَّغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اللّٰهُ وَلَمْ يُصِرُّوْا عَلٰى مَا فَعَلُوْا وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ ۝﴾ (آل عمران: ۱۳۵)۔ (ص ۹۳۲)

اور اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کا بیان: اور اپنے رب سے مغفرت چاہو بے شک وہ بڑا بخشنے والا ہے ۝ تم پر شرّاٹے کا مینہ بھیجے گا ۝ اور مال اور بیٹوں سے تمہاری مدد کرے گا اور تمہارے لیے باغ بنا دے گا اور تمہارے لیے نہریں بنائے گا ۝ (نوح: ۱۰۔۱۲) اور وہ لوگ جب کسی بے حیائی کا ارتکاب کر بیٹھیں یا اپنی جانوں پر ظلم کریں پھر اللہ کو یاد کریں اور اپنے گناہوں سے معافی چاہیں اور اللہ کے سوا کون ہے جو گناہوں کو بخشے، اور وہ جان بوجھ کر اپنے کیے پر ڈٹے نہ رہیں ۝ (آل عمران: ۱۳۵)

توضیح

اس آیت سے استغفار کی تین فضیلتیں ظاہر ہوئیں۔ ایک تو یہ کہ اگر بارش بند ہو تو بارش ہوگی۔ دوسرے مال اور اولاد میں برکت ہوگی۔ تیسرے زراعت عمدہ ہوگی۔

تنبیہ: امام بخاری نے سورۂ نوح کی آیت کی ابتداء میں واؤ لائے ہیں حالانکہ واؤ نہیں آیت یوں ہے: ''فَقُلْتُ اسْتَغْفِرُوْا''۔

۲۶۹۸- ح: [سَيِّدُ الْاِسْتِغْفَارِ وَفَضْلُهٗ]

سیّد الاستغفار کی فضیلت

۲۶۹۸ - حَدَّثَنِىْ شَدَّادُ بْنُ اَوْسٍ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِىِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ سَيِّدُ الْاسْتِغْفَارِ اَنْ تَقُوْلَ اَللّٰهُمَّ اَنْتَ رَبِّىْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ، خَلَقْتَنِىْ وَاَنَا عَبْدُكَ، وَاَنَا عَلٰى عَهْدِكَ وَوَعْدِكَ مَا اسْتَطَعْتُ، اَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّ مَا صَنَعْتُ، اَبُوْءُ لَكَ بِنِعْمَتِكَ عَلَىَّ وَاَبُوْءُ بِذَنْبِىْ فَاغْفِرْ لِىْ، فَاِنَّهٗ لَا يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اَنْتَ، قَالَ وَمَنْ قَالَهَا مِنَ النَّهَارِ مُوْقِنًا بِهَا، فَمَاتَ مِنْ يَوْمِهٖ قَبْلَ اَنْ يُّمْسِىَ، فَهُوَ مِنْ اَهْلِ الْجَنَّةِ، وَمَنْ قَالَهَا مِنَ اللَّيْلِ وَهُوَ مُوْقِنٌ بِهَا، فَمَاتَ قَبْلَ اَنْ يُّصْبِحَ، فَهُوَ مِنْ اَهْلِ الْجَنَّةِ. (بخاری۔ باب: ما یقول اذا اصبح ص ۹۳۶)

حضرت شداد بن اوس رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سید الاستغفار یہ ہے کہ بندہ کہے: اے اللہ! تو میرا پروردگار ہے، سوائے تیرے کوئی معبود نہیں، تو نے مجھے پیدا کیا اور میں تیرا بندہ ہوں اور میں تیرے عہد اور وعدے پر استطاعت بھر ہوں اور جو برائی میں نے کی اس سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔ میں اقرار کرتا ہوں کہ تیری نعمت مجھ پر ہے اور میں اپنے گناہوں کا اعتراف کرتا ہوں پس مجھے بخش دے اس لیے کہ سوائے تیرے کوئی گناہ نہیں بخشے گا۔ جس نے اس کو اس پر یقین رکھتے ہوئے دن میں کہا اور اسی دن شام سے پہلے مر گیا تو وہ اہل جنت سے ہے اور جس نے اس کو رات میں کہا اس پر یقین رکھتے ہوئے وہ صبح سے پہلے مر گیا تو وہ اہل جنت سے ہے۔

بَابُ اِسْتِغْفَارِ النَّبِىِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِى الْيَوْمِ وَاللَّيْلَةِ (ص ۹۳۳)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا دن رات میں استغفار کرنا

۲۶۹۹ - اَخْبَرَنِىْ اَبُوْ سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ قَالَ قَالَ اَبُوْ هُرَيْرَةَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ وَاللّٰهِ اِنِّىْ لَاَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ وَاَتُوْبُ فِى الْيَوْمِ اَكْثَرَ مِنْ سَبْعِيْنَ مَرَّةً.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ بخدا! میں اللہ سے استغفار اور توبہ کرتا ہوں روزانہ ستر مرتبہ سے بھی زیادہ۔

اس پر اُمت کا اجماع ہے کہ انبیاء کرام خصوصاً سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم گناہوں سے معصوم ہیں پھر استغفار اور توبہ کے کیا معنی؟ علماء نے اس کی مختلف توجیہیں کی ہیں۔ ایک یہ کہ تواضعاً استغفار فرماتے تھے۔ دوسرے یہ کہ اُمت کی تعلیم کے لیے استغفار فرماتے تھے۔ تیسرے یہ کہ خلاف اولیٰ سے۔ چوتھے یہ کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ہر آن ترقی پر ہیں، ارشاد ہے: ''وَلَلْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لَّكَ مِنَ الْاُوْلٰى ○'' (الضحیٰ: ۴) جب اونچے درجے پر پہنچتے اور نیچے درجے پر نظر جاتی تو اس سے استغفار کرتے جیسا کہ کہا گیا ہے ''حسنات الابرار سیئات المقربین''۔ پانچویں یہ کہ اُمت کے لیے استغفار کرتے۔ اس حدیث میں یہ ہے کہ ستر بار سے زیادہ استغفار کرتا ہوں۔ ظاہر یہ ہے کہ یہ مبالغہ کے لیے ہے۔ ستر کی تخصیص نہیں جیسا کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی دوسری روایت ہے کہ فرمایا کہ میں اللہ سے روزانہ سو بار

استغفار کرتا ہوں۔

بَابُ التَّوْبَةِ (ص ۹۳۳)

توبہ کا بیان

ت۷۶۸ - قَالَ قَتَادَةُ ﴿تُوْبُوْٓا اِلَى اللّٰهِ تَوْبَةً نَّصُوْحًا﴾ (التحریم:۸) الصَّادِقَةُ النَّاصِحَةُ.

قتادہ نے کہا کہ ''نصوحًا'' سے مراد سچی توبہ ہے۔

''توبہ'' مصدر ہے۔ اس کے لغوی معنی لوٹنے کے ہیں جیسا کہ حدیث میں ہے ''آئبون تائبون'' اور شریعت میں توبہ گناہ چھوڑنے کے معنی میں ہے۔ توبہ کی بنیاد دو چیزیں ہیں گزشتہ گناہ پر ندامت اور آئندہ گناہ نہ کرنے کا پختہ ارادہ۔

۲۷۰۰- ح: [اِنَّ الْمُؤْمِنَ يَرٰى ذُنُوْبَهٗ كَاَنَّهٗ قَاعِدٌ تَحْتَ جَبَلٍ]

مؤمن اپنے گناہ کو ایسا دیکھتا ہے گویا پہاڑ کے نیچے بیٹھا ہے

۲۷۰۰ - عَنِ الْحَارِثِ بْنِ سُوَيْدٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْعُوْدٍ حَدِيْثَيْنِ اَحَدُهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَالْاٰخَرُ عَنْ نَّفْسِهٖ، قَالَ اِنَّ الْمُؤْمِنَ يَرٰى ذُنُوْبَهٗ كَاَنَّهٗ قَاعِدٌ تَحْتَ جَبَلٍ يَخَافُ اَنْ يَّقَعَ عَلَيْهِ، وَاِنَّ الْفَاجِرَ يَرٰى ذُنُوْبَهٗ كَذُبَابٍ مَرَّ عَلٰى اَنْفِهٖ، فَقَالَ بِهٖ هٰكَذَا، قَالَ اَبُوْ شِهَابٍ بِيَدِهٖ فَوْقَ اَنْفِهٖ. ثُمَّ قَالَ لَلّٰهُ اَفْرَحُ بِتَوْبَةِ عَبْدِهٖ مِنْ رَّجُلٍ نَزَلَ مَنْزِلًا وَبِهٖ مَهْلَكَةٌ، وَمَعَهٗ رَاحِلَتُهٗ، عَلَيْهَا طَعَامُهٗ وَشَرَابُهٗ، فَوَضَعَ رَاْسَهٗ فَنَامَ نَوْمَةً، فَاسْتَيْقَظَ وَقَدْ ذَهَبَتْ رَاحِلَتُهٗ، حَتّٰى اشْتَدَّ عَلَيْهِ الْحَرُّ وَالْعَطَشُ اَوْ مَا شَاءَ اللّٰهُ، قَالَ اَرْجِعُ اِلٰى مَكَانِيْ، فَرَجَعَ فَنَامَ نَوْمَةً، ثُمَّ رَفَعَ رَاْسَهٗ، فَاِذَا رَاحِلَتُهٗ عِنْدَهٗ.

حارث ابن سوید نے کہا: ہم سے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے دو حدیثیں بیان کیں۔ ان میں سے ایک نبی ﷺ سے اور دوسری اپنی طرف سے۔ کہا: مومن اپنے گناہ کو ایسا جانتا ہے گویا وہ پہاڑ کے نیچے بیٹھا ہے، ڈرتا ہے کہ وہ اس پر گر پڑے گا اور بدکار اپنے گناہوں کو ایسا جانتا ہے جیسے مکھی اس کی ناک کے قریب سے گزری تو اس طرح ہانک دیا۔ ابوشہاب نے اپنے ہاتھ سے ناک پر اشارہ کیا، پھر کہا: بے شک اللہ بندہ کی توبہ سے اس شخص سے زیادہ خوش ہوتا ہے جو کسی جگہ اترا جہاں خطرہ تھا اور اس کے ساتھ اس کی سواری تھی جس پر اس کا کھانا اور پینا تھا، اس نے اپنے سر کو رکھا اور سو گیا اور جب جاگا تو اس کی سواری جا چکی تھی اور جب گرمی اور پیاس یا جو اللہ نے چاہا اس پر زیادہ ہوا تو اس نے کہا کہ میں اپنی پہلی جگہ لوٹوں اور لوٹا، پھر سو گیا، پھر اپنے سر کو اُٹھایا تو دیکھا اس کی سواری اس کے پاس ہے۔

۲۷۰۱ - حَدَّثَنَا قَتَادَةُ حَدَّثَنَا اَنَسُ بْنُ مَالِكٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (ح). وَحَدَّثَنَا هُدْبَةُ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ حَدَّثَنَا قَتَادَةُ، عَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَللّٰهُ اَفْرَحُ بِتَوْبَةِ عَبْدِهٖ مِنْ اَحَدِكُمْ، سَقَطَ عَلٰى بَعِيْرِهٖ، وَقَدْ اَضَلَّهٗ فِيْ اَرْضِ فَلَاةٍ.

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ نبی ﷺ نے فرمایا: اللہ اپنے بندہ کی توبہ پر اس شخص سے زیادہ خوش ہوتا ہے جس نے یک بیک اپنے (گمشدہ) اونٹ کو پالیا حالانکہ اس نے اس کو چٹیل میدان میں غائب کر دیا تھا۔

''فرح'' کے معنی خوش ہونا ہے اور خوشی کے لیے تغیر لازم ہے اور اللہ تعالیٰ ہر ایسی صفت سے پاک ہے، جو تغیر کی مقتضی ہو۔ یہاں اس کا لازم معنی مراد ہے۔ جب کوئی شخص کسی سے خوش ہوتا ہے تو اس کی غلطیوں کو معاف کر دیتا ہے اور اس پر انعام و اکرام کرتا

ہے۔ یہاں مراد یہی ہے کہ اللہ عزوجل اس کے گناہوں کو معاف کر دیتا ہے اور اس پر انعام و اکرام کرتا ہے' اور مسلم شریف میں حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حدیث میں یہ ہے کہ اس کا اونٹ اس سے بھاگ گیا اور اس پر اس کا کھانا اور پینا تھا اور وہ اس سے مایوس ہو گیا اور ایک درخت کے پاس آیا اور اس کے سایہ میں لیٹ گیا۔ اتنے میں دیکھا کہ اس کا اونٹ اس کے سامنے کھڑا ہے۔ اس کی لگام کو پکڑا پھر خوشی کی شدت میں کہا: اے اللہ تو میرا بندہ ہے میں تیرا رب ہوں۔ خوشی کی زیادتی کی وجہ سے غلطی کر گیا۔

بَابُ مَا يَقُوْلُ اِذَا نَامَ (ص ۹۳۴) — سوتے وقت کیا کہے؟

۲۷۰۲ - عَنْ رِبْعِيِّ بْنِ حِرَاشٍ، عَنْ حُذَيْفَةَ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اَوٰى اِلٰى فِرَاشِهٖ قَالَ بِاسْمِكَ اَمُوْتُ وَاَحْيَا. وَاِذَا قَامَ قَالَ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ اَحْيَانَا بَعْدَ مَا اَمَاتَنَا وَاِلَيْهِ النُّشُوْرُ.

حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب بستر پر جاتے تو پڑھتے: اے اللہ! تیرے نام کے ساتھ مرتا ہوں اور جیوں گا اور جب سو کر بستر سے اُٹھتے تو پڑھتے: اس اللہ کے لیے حمد ہے جس نے ہم کو زندہ کیا موت دینے کے بعد اور قبر سے اُٹھ کر اسی کی طرف جانا ہے۔

(بخاری۔ باب: وضع الید تحت الخد الیمنی ص ۹۳۴' باب: ما یقول اذا اصبح ص ۹۳۶' کتاب التوحید۔ باب: السؤال باسماء اللّٰہ والاستعاذۃ بھا ص ۱۱۰۰)

یہاں موت سونے سے کنایہ ہے' زندہ کرنا جاگنے سے۔ موت اور نوم میں قدرے مشترک یہ ہے کہ موت نام ہے بدن سے روح کے تعلق کے منقطع ہونے کا اور یہ انقطاع کبھی صرف ظاہری ہوتا ہے اس کا نام نوم ہے اور کبھی ظاہری باطنی دونوں طریقوں سے ہوتا ہے اس کا نام موت ہے۔ زندگی کے لوازم میں دیکھنا سننا سمجھنا ہے' سونے کی حالت میں یہ سب منقطع ہو جاتے ہیں جس طرح موت سے' اس لیے نوم کو موت سے تعبیر فرمایا۔ اسی کے بعد اسی کے مثل حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے۔ اس کے بعد اس حدیث میں یہ زیادہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب رات میں سونا چاہتے تو اپنا ہاتھ اپنے دائیں رخسار کے نیچے رکھتے تھے۔

بَابٌ (ص ۹۳۵) — باب

۲۷۰۳ - حَدَّثَنِيْ سَعِيْدُ بْنُ اَبِيْ سَعِيْدِ الْمَقْبُرِيُّ، عَنْ اَبِيْهِ، عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اَوٰى اَحَدُكُمْ اِلٰى فِرَاشِهٖ فَلْيَنْفُضْ فِرَاشَهٗ بِدَاخِلَةِ اِزَارِهٖ، فَاِنَّهٗ لَا يَدْرِيْ مَا خَلَفَهٗ عَلَيْهِ، ثُمَّ يَقُوْلُ بِاسْمِكَ رَبِّ وَضَعْتُ جَنْبِيْ، وَبِكَ اَرْفَعُهٗ، اِنْ اَمْسَكْتَ نَفْسِيْ فَارْحَمْهَا، وَاِنْ اَرْسَلْتَهَا فَاحْفَظْهَا بِمَا تَحْفَظُ بِهٖ عِبَادَكَ الصَّالِحِيْنَ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم بچھونے پر جاؤ تو اپنے بچھونے کو اندرونِ ازار سے جھاڑ لو اس لیے کہ وہ نہیں جانتا کہ اس کے پیچھے اس پر کیا آیا ہے؟ پھر کہے: اے میرے رب! تیرے نام سے میں نے اپنے پہلو کو رکھا اور تیرے نام ہی کے ساتھ اُٹھاؤں گا۔ اگر تو میری جان کو روک لے تو اس پر رحم فرمانا اور اگر اسے چھوڑے تو اس کی حفاظت فرمانا' اس چیز کے ساتھ جس سے تو اپنے نیک بندوں کی حفاظت فرماتا ہے۔

(بخاری۔ کتاب التوحید۔ باب: السؤال باسماء اللّٰہ والاستعاذۃ بھا ص ۱۰۹۹' مسلم۔ کتاب الدعوات' ابوداؤد۔ کتاب الادب' نسائی۔ کتاب عمل الیوم واللیلۃ)

اس حدیث کا حاصل یہ ہے کہ سونے سے پہلے بستر کو جھاڑ لینا چاہیے اور بجائے ہاتھ کے کسی کپڑے سے جھاڑنا چاہیے۔ ہو سکتا

ہے کہ بستر پر گرد و غبار ہو یا کیڑے مکوڑے بچھو وغیرہ ہوں' لیکن حدیث میں داخلہ ازار کی جو قید ہے اس کی حکمت سمجھ میں نہیں آئی اور نہ صرف مجھے ہی بلکہ علامہ قرطبی نے بھی یہی فرمایا' حتیٰ کہ علامہ ابن حجر نے بھی آخر میں یہی لکھا۔ اس لیے اس خادم کی نظر میں کتاب التوحید کی روایت "بصنفة ثوبه" صحیح ہے یعنی کپڑے کے کنارے سے جھاڑے' البتہ وہاں یہ زیادہ ہے کہ تین مرتبہ جھاڑے۔

بَابُ الدُّعَاءِ فِي الصَّلٰوةِ (ص۹۳۶) نماز میں دعا کا بیان

٢٧٠٤ - عَنْ عَائِشَةَ ﴿وَلَا تَجْهَرْ بِصَلَاتِكَ وَلَا تُخَافِتْ بِهَا﴾ (الاسراء:۱۱۰) اُنْزِلَتْ فِي الدُّعَاءِ.

اُمّ المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ آیۂ کریمہ اور اپنی نماز نہ بہت آواز سے پڑھو نہ بالکل آہستہ۔ دعا کے بارے میں نازل ہوئی۔

یہ حدیث باب کے مطابق اس وقت ہوگی جب دعا سے مراد وہ دعا لی جائے جو نماز میں پڑھی جاتی ہے لیکن پھر اشکال یہ ہوگا کہ نماز میں جو دعا پڑھی جاتی ہے وہ مطلقاً ہر نماز میں آہستہ پڑھی جاتی ہے' پھر مطابقت باقی نہیں رہ جائے گی۔ اس لیے دعا سے مراد عام دعا ہے خواہ نماز میں پڑھی جائے یا نماز کے باہر۔ کتاب التفسیر میں گزرا کہ یہ آیۂ کریمہ خاص نماز کے بارے میں نازل ہوئی ہے اور یہی راجح ہے اس لیے کنز الایمان میں صلوٰۃ کا ترجمہ نماز ہی کیا۔

بَابُ الدُّعَاءِ بَعْدَ الصَّلٰوةِ (ص۹۳۶) نماز کے بعد کی دعا

٢٧٠٥- ح: [اِقْرَؤُوْا بَعْدَ كُلِّ صَلٰوةٍ اَلتَّسْبِيْحَ وَالتَّحْمِيْدَ وَالتَّكْبِيْرَ بِعَشْرٍ عَشْرٍ]

ہر نماز کے بعد دس دس بار تسبیح' تحمید اور تکبیر پڑھ لیا کریں

٢٧٠٥ - عَنْ اَبِيْ صَالِحٍ، عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ذَهَبَ اَهْلُ الدُّثُوْرِ بِالدَّرَجَاتِ وَالنَّعِيْمِ الْمُقِيْمِ. قَالَ كَيْفَ ذَاكَ؟ قَالُوْا صَلَّوْا كَمَا صَلَّيْنَا، وَجَاهَدُوْا كَمَا جَاهَدْنَا، وَاَنْفَقُوْا مِنْ فُضُوْلِ اَمْوَالِهِمْ، وَلَيْسَتْ لَنَا اَمْوَالٌ. قَالَ اَفَلَا اُخْبِرُكُمْ بِاَمْرٍ تُدْرِكُوْنَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ، وَتَسْبِقُوْنَ مَنْ جَاءَ بَعْدَكُمْ، وَلَا يَاْتِيْ اَحَدٌ بِمِثْلِ مَا جِئْتُمْ اِلَّا مَنْ جَاءَ بِمِثْلِهِ؟ تُسَبِّحُوْنَ فِيْ دُبُرِ كُلِّ صَلٰوةٍ عَشْرًا، وَتَحْمَدُوْنَ عَشْرًا، وَتُكَبِّرُوْنَ عَشْرًا.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے' لوگوں نے عرض کیا: یارسول اللہ! مال دار درجات اور نعیم مقیم لے گئے۔ دریافت فرمایا: کیسے؟ لوگوں نے عرض کیا کہ وہ لوگ بھی نماز پڑھتے ہیں جیسے ہم لوگ پڑھتے ہیں اور جہاد بھی کرتے ہیں جیسے ہم لوگ جہاد کرتے ہیں اور اپنے فاضل اموال سے خرچ کرتے ہیں اور ہمارے پاس مال نہیں' فرمایا: کیا میں تم کو ایسی بات نہ بتاؤں جس سے تم لوگ اپنے سے پہلے والوں تک پہنچ جاؤ اور اپنے بعد والوں سے آگے بڑھ جاؤ جو تمہارے مثل نہ کر سکے ہاں جو اس کے مثل کر سکے اس کی بات دوسری ہے۔ ہر نماز کے بعد دس مرتبہ تسبیح پڑھو' دس مرتبہ الحمد للہ پڑھو اور دس مرتبہ تکبیر کہو۔

اسی مضمون کی ایک حدیث کتاب الصلوٰۃ میں گزر چکی ہے' مگر اس میں یہ ہے کہ ہر نماز کے بعد تینتیس بار تسبیح' تینتیس بار تحمید اور تینتیس بار تکبیر۔ دونوں میں منافات نہیں۔ پہلے یوں کہ وہاں درجات علی کے ساتھ مقید ہے اور یہاں اعمال میں صرف نماز و جہاد کا ذکر ہے اور وہاں روزہ حج عمرے کا بھی ذکر ہے اور صحیح بات یہ ہے کہ بار ہا بتایا جا چکا ہے کہ مفہوم عدد معتبر نہیں۔

بَابٌ [التوبہ:۱۰۳ کی تفسیر]

قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى ﴿وَصَلِّ عَلَيْهِمْ﴾ (التوبہ:۱۰۳).
وَمَنْ خَصَّ اَخَاهُ بِالدُّعَاءِ دُوْنَ نَفْسِهِ. (ص ۹۳۷)

اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کا بیان: اور ان کے حق میں دعائے خیر کرو؛ اور جس نے اپنے بھائی کو دعا کے ساتھ خاص کیا اپنے لیے نہیں کیا۔

۲۷۰۶- ح:

حضرت انس رضی اللہ عنہ کے لیے دعا: اس کے مال اور اولاد کو زیادہ کر' اور جو دیا اس میں برکت عطا فرما

۲۷۰۶- عَنْ قَتَادَةَ قَالَ سَمِعْتُ اَنَسًا قَالَ قَالَتْ اُمُّ سُلَيْمٍ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَسٌ خَادِمُكَ، قَالَ اَللّٰهُمَّ اَكْثِرْ مَالَهُ وَوَلَدَهُ، وَبَارِكْ لَهُ فِيْمَا اَعْطَيْتَهُ.

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ام سلیم نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ انس آپ کا خادم ہے' حضور نے دعا فرمائی: اے اللہ! اس کے مال اور اولاد کو زیادہ کر اور اس کو جو دیا ہے اس میں برکت عطا فرما۔

(بخاری۔باب:دعوة النبی صلی اللہ علیہ وسلم لخادمه بطول العمر و کثرة ماله ص ۹۳۹' وباب:الدعاء بکثرت المال ص ۹۴۴' و باب:الدعاء بکثرة الولد ص ۹۴۴)

اس دعا کی برکت یہ ہوئی کہ انہیں کثیر مال ملا۔ بصرہ میں ان کا ایک باغ تھا جو سال میں دو مرتبہ پھل دیتا' اس میں ایک پھول تھا جس سے مشک کی خوشبو آئی اور اولاد کی کثرت اتنی ہوئی کہ ان کے ایک سو بیس اولاد ہوئی جو سب بیٹے تھے۔ صرف دو بیٹیاں تھیں۔ حفصہ اور ام عمرو۔ کعبہ کا طواف کرتے تو ان کے ساتھ ستر سے زیادہ ان کی اولاد ہوتی اور ان کی عمر بروایت ایک سو انیس سال کی ہوئی۔ بہ روایت ایک سو بیس' بروایت ایک سو سات سال' بروایت ایک سو تین سال۔

بَابُ مَا يُكْرَهُ مِنَ السَّجْعِ فِي الدُّعَاءِ (ص ۹۳۸)

دعا میں سجع مکروہ ہے

توضیح

دعاء کی بنیاد خشوع و خضوع اور حضور قلب پر ہے اور جب آدمی قافیہ بندی کی فکر میں رہے گا تو حضورِ قلب جاتا رہے گا اس لیے دعاء میں قافیہ بندی سے منع فرمایا لیکن اگر دعاء میں بلا تکلف مقفّٰی مسجع عبارت آجائے تو کوئی حرج نہیں۔ احادیث میں بہ کثرت ایسی دعائیں آئی ہیں۔

۲۷۰۷- ح: [قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ حَدِّثِ النَّاسَ كُلَّ جُمُعَةٍ مَرَّةً]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: لوگوں سے ہر ہفتہ میں ایک بار حدیث بیان کرو

۲۷۰۷- عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ حَدِّثِ النَّاسَ كُلَّ جُمُعَةٍ مَرَّةً فَاِنْ اَبَيْتَ فَمَرَّتَيْنِ، فَاِنْ اَكْثَرْتَ فَثَلَاثَ مِرَارٍ، وَلَا تُمِلَّ النَّاسَ هٰذَا الْقُرْاٰنَ، وَلَا اُلْفِيَنَّكَ تَاْتِي الْقَوْمَ وَهُمْ فِيْ حَدِيْثٍ مِنْ حَدِيْثِهِمْ فَتَقُصُّ عَلَيْهِمْ فَتَقْطَعُ عَلَيْهِمْ حَدِيْثَهُمْ فَتُمِلُّهُمْ، وَلٰكِنْ اَنْصِتْ، فَاِذَا اَمَرُوْكَ فَحَدِّثْهُمْ وَهُمْ يَشْتَهُوْنَهُ، فَانْظُرِ السَّجْعَ مِنَ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے' انہوں نے فرمایا: لوگوں سے ہر ہفتے میں ایک بار حدیث بیان کرو اور اگر نہ مانو تو دو مرتبہ اور زیادہ بیان کرنا چاہو تو تین بار۔ اس قرآن سے لوگوں کو اکتاؤ مت اور میں تم کو اس حال میں نہ پاؤں کہ قوم کے پاس آؤ اور وہ لوگ اپنی باتوں میں مشغول ہوں تو ان کے پاس وعظ کہنے لگو اور ان کی بات کاٹ دو جس سے انہیں ملال ہو' ہاں! چپ رہو' وہ

الدُّعَاءِ فَاجْتَنِبْهُ، فَإِنِّي عَهِدْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَصْحَابَهُ لَا يَفْعَلُوْنَ اِلَّا ذٰلِكَ.

لوگ تم سے کہیں تو حدیث بیان کرو اتنی دیر تک کہ انہیں خواہش رہے اور دعاء میں قافیہ بندی سے بچو اس لیے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کو اس حال میں پایا ہے کہ وہ لوگ یہ نہیں کرتے تھے۔

واعظین اور مقررین کے لیے یہ حدیث ایک بہترین ہدایت ہے کہ وعظ و تقریر کرتے وقت اس کا لحاظ رکھیں اتنی لمبی تقریر نہ کریں کہ لوگ اُکتا جائیں۔ بعض مقررین کی عادت ہے کہ وہ اس کی قطعاً پرواہ نہیں کرتے کہ حاضرین سننا چاہتے ہیں یا نہیں وہ بولے جاتے ہیں حتیٰ کہ مجمع سو رہا ہوتا ہے اور تقریر جاری رہتی ہے۔ اصل قصہ یہ ہے کہ اب تقریر ایک پیشہ ہو کر رہ گئی ہے اور پیشے کے لحاظ سے ہر مقرر زیادہ سے زیادہ بول کر لوگوں کو یہ بتانا چاہتا ہے کہ میں بہت بڑا مقرر ہوں، پھر ایک خرابی جلسے والوں کے ذوق سے یہ پیدا ہوگئی کہ جلسہ والوں کی خواہش ہوتی ہے کہ جلسہ رات بھر چلے، اس کے لیے مقرر متعین ہوتے ہیں۔ اب اس سے کوئی بحث نہیں کہ مجمع سننا چاہتا ہے یا نہیں، سو رہا ہے یا جاگ رہا ہے۔ ان کو بہرحال پوری رات گزارنی ہے۔

بَابٌ لِيَعْزِمِ الْمَسْأَلَةَ، فَإِنَّهُ لَا مُكْرِهَ لَهُ (ص٩٣٨)

قطعی طور پر سوال کرو اس لیے کہ اللہ کو کوئی مجبور کرنے والا نہیں

٢٧٠٨- ح: یوں دعا نہ مانگے: اگر چاہے دے

٢٧٠٨ - عَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا دَعَا اَحَدُكُمْ فَلْيَعْزِمِ الْمَسْأَلَةَ، وَلَا يَقُوْلَنَّ اَللّٰهُمَّ اِنْ شِئْتَ فَاَعْطِنِيْ، فَإِنَّهُ لَا مُسْتَكْرِهَ لَهُ.

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب کوئی دعا کرے تو قطعی طور پر سوال کرے اور یہ نہ کہے کہ اے اللہ! اگر تو چاہے تو مجھے دے، اس لیے کہ اللہ پر کوئی جبر کرنے والا نہیں۔

(بخاری۔ کتاب التوحید۔ باب: المشیۃ والارادۃ ص ١١١٢، مسلم۔ کتاب الدعوات، نسائی۔ کتاب عمل الیوم واللیلۃ)

٢٧٠٩ - عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَقُوْلَنَّ اَحَدُكُمُ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِيْ، اِنْ شِئْتَ اَللّٰهُمَّ ارْحَمْنِيْ اِنْ شِئْتَ، لِيَعْزِمِ الْمَسْأَلَةَ فَإِنَّهُ لَا مُكْرِهَ لَهُ.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ کوئی یہ نہ کہے: اے اللہ! مجھے بخش دے اگر تو چاہے، اے اللہ! مجھ پر رحم فرما اگر تو چاہے۔ قطعی سوال کرے اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کو کوئی مجبور کرنے والا نہیں۔

(بخاری۔ کتاب التوحید۔ باب: المشیۃ والارادۃ ص ١١١٢)

دُعا میں اس کہنے سے کہ اگر تو چاہے تو دے، استغناء ہے اور دعا کی بنیاد احتیاج اور ذلت ہے اس لیے جو دعا کرنی ہو استغناء نہ کرے بلکہ جو مانگنا ہے قطعی طور پر مانگے۔

بَابٌ يُسْتَجَابُ لِلْعَبْدِ مَا لَمْ يَعْجَلْ (ص٩٣٨)

بندے کی دعا قبول ہوتی ہے جب تک جلدی نہ کرے

٢٧١٠ - عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يُسْتَجَابُ لِاَحَدِكُمْ مَا لَمْ يَعْجَلْ، يَقُوْلُ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تمہاری دعا قبول کی جائے گی جب تک جلدی نہ کرے

دَعَوْتُ فَلَمْ يُسْتَجَبْ لِي۔

کہے: میں نے دعا کی بھی تو قبول نہیں ہوئی۔

بَابُ الدُّعَاءِ عِنْدَ الْكَرْبِ (ص ۹۳۹)

بے چینی کے وقت کی دعا

۲۷۱۱ - عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدْعُو عِنْدَ الْكَرْبِ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ الْعَظِيْمُ الْحَلِيْمُ، لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ رَبُّ السَّمٰوَاتِ وَالْأَرْضِ، وَرَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم بے چینی کے وقت یہ دعا پڑھتے: سوائے اللہ کے کوئی معبود نہیں جو عظمت والا ہے حلم والا ہے سوائے اللہ کے کوئی معبود نہیں جو آسمانوں زمینوں کا رب ہے اور عظمت والے عرش کا رب ہے۔

اس کے بعد متصلا ہی یہ حدیث تھوڑی سی زیادتی و تغیر کے ساتھ یوں ہے: بیچ میں ہے "لا الله الا الله رب العرش العظیم" اور آخر میں "رب العرش العظیم" کے بجائے "رب العرش الکریم" ہے اور "الارض" کے ساتھ لفظ "رب" کی تکرار ہے۔

بَابُ التَّعَوُّذِ مِنْ جَهْدِ الْبَلَاءِ (ص ۹۳۹)

بلا کی مشقت سے پناہ مانگنا

۲۷۱۲ - عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَعَوَّذُ مِنْ جَهْدِ الْبَلَاءِ، وَدَرَكِ الشَّقَاءِ، وَسُوْءِ الْقَضَاءِ، وَشَمَاتَةِ الْأَعْدَاءِ۔ قَالَ سُفْيَانُ الْحَدِيْثُ ثَلَاثٌ، زِدْتُ أَنَا وَاحِدَةً، لَا أَدْرِي أَيَّتُهُنَّ هِيَ۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پناہ مانگتے بلاء کی مشقت اور بدبختی اور قضاء بد سے اور دشمنوں کے خوش ہونے سے۔ سفیان نے کہا: حدیث میں تین باتیں ہیں، ایک میں نے بڑھائی ہے، میں نہیں جانتا ان میں سے کون سی ہے۔

(بخاری۔ کتاب القدر۔ باب: من تعوّذ باللّٰه من درك الشقاء ص ۹۷۹، مسلم۔ کتاب الدعوات، نسائی۔ کتاب الاستعاذہ)

جہد

"جیم" کے فتحہ اور ضمہ کے ساتھ "مشقت"۔ اس سے مراد یہ ہے کہ کوئی ایسی بڑی بلاء نہ نازل ہو جس کو میں خود دفع نہ کر سکوں۔ ایک روایت میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا: جہد بلاء کیا ہے؟ فرمایا: مال کی کمی اور عیال کی کثرت۔ قضاء فیصلۂ الٰہی، وہ بہر حال حسن ہے وہ سوء نہیں ہو سکتا اس لیے قضاء سے یہاں مراد اسم مفعول ہے یعنی مقضی یعنی جس چیز کا حکم ہوا، یہ بندہ کے حق میں اچھا بھی ہو سکتا ہے برا بھی ہو سکتا ہے۔

قال سفیان

اس پر بہت بڑا اشکال یہ ہے کہ حضرت سفیان بن عیینہ کو یہ حق کہاں سے حاصل ہو گیا ہے کہ انہوں نے حدیث میں ایک اضافہ کر دیا۔ علامہ کرمانی نے ان کی طرف سے یہ صفائی دی کہ وہ تین باتیں کیا تھیں؟ ان میں سے کسی ایک کے بارے میں شک ہو گیا کہ حضور نے یہ فرمایا تھا یا یہ فرمایا تھا، مثلاً ان کو یہ شبہہ ہو گیا کہ "سوء القضاء" فرمایا تھا یا "شماتة الاعداء"، تو روایت میں دونوں کو ذکر کر دیا۔ کتاب القدر میں بہ طریق مسند یہ چاروں باتیں بہ طریق مرفوع مذکور ہیں اور سفیان کے شک کا وہاں ذکر نہیں۔ ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ سفیان نے کہا کہ مجھے شک ہے کہ میں نے ایک زیادہ کر دی ہے۔

بَابُ قَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ آذَيْتُهُ فَاجْعَلْهُ لَهُ زَكٰوةً وَّرَحْمَةً (ص ۹۴۱)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد: میں کسی کو ایذاء دوں تو اسے اس کے گناہوں کی پاکی بنا دے اور رحمت کر دے

٢٧١٣ - أَخْبَرَنِي سَعِيدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّهُ سَمِعَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اَللّٰهُمَّ فَأَيُّمَا مُؤْمِنٍ سَبَبْتُهُ، فَاجْعَلْ ذٰلِكَ لَهُ قُرْبَةً إِلَيْكَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ. (مسلم۔ کتاب الادب)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا: اے اللہ! جس مسلمان کو میں برا کہوں اسے اس کے لیے قیامت کے دن اپنی طرف قربت بنا دے۔

شارحین نے یہاں پر تخصیص کی ہے کہ یہ فضیلت اس کے لیے ہے جسے بلاوجہ کچھ سخت وسست فرمایا ہو۔ اس کی دلیل مسلم کی یہ روایت ہے جو حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ فرمایا: میں اپنی اُمت میں سے کسی کے خلاف دعا کروں اور وہ اس کا اہل نہیں تو اسے اس کے لیے پاکیٔ ستھرائی اور قربت کردے اور اپنی بارگاہ میں قیامت کے دن قربت کا ذریعہ بنا دے‘ لیکن اس تخصیص کی کوئی حاجت نہیں۔ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا مقصود یہ ہے کہ کسی نے کوئی خطا کی اور میں نے اس کی سرزنش کر دی تو اس کی خطا معاف فرما اور اس میں کوئی حرج نہیں۔

بَابُ التَّعَوُّذِ مِنَ الْفِتَنِ (ص ٩٤١)

فتنوں سے پناہ مانگنا

٢٧١٤- ح: [أَحْفَى النَّاسُ الْمَسْأَلَةَ مَرَّةً]

ایک بار لوگوں نے سوالوں کی بھرمار کردی

٢٧١٤ - عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ سَأَلُوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى أَحْفَوْهُ الْمَسْأَلَةَ فَغَضِبَ فَصَعِدَ الْمِنْبَرَ، فَقَالَ لَا تَسْأَلُوْنِي الْيَوْمَ عَنْ شَيْءٍ إِلَّا بَيَّنْتُهُ لَكُمْ. فَجَعَلْتُ أَنْظُرُ يَمِيْنًا وَشِمَالًا، فَإِذَا كُلُّ رَجُلٍ لَافٌّ رَأْسَهُ فِي ثَوْبِهِ يَبْكِي، فَإِذَا رَجُلٌ، كَانَ إِذَا لَاحَى الرِّجَالَ يُدْعٰى لِغَيْرِ أَبِيْهِ، فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَنْ أَبِي؟ قَالَ حُذَافَةُ. ثُمَّ أَنْشَأَ عُمَرُ فَقَالَ رَضِيْنَا بِاللّٰهِ رَبًّا، وَبِالْإِسْلَامِ دِيْنًا، وَبِمُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَسُوْلًا، نَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الْفِتَنِ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا رَأَيْتُ فِي الْخَيْرِ وَالشَّرِّ كَالْيَوْمِ قَطُّ، إِنَّهُ صُوِّرَتْ لِيَ الْجَنَّةُ وَالنَّارُ حَتّٰى رَأَيْتُهُمَا وَرَاءَ الْحَائِطِ. وَكَانَ قَتَادَةُ يَذْكُرُ عِنْدَ هٰذَا الْحَدِيْثِ هٰذِهِ الْآيَةَ ﴿يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَسْأَلُوْا عَنْ أَشْيَاءَ إِنْ تُبْدَ لَكُمْ تَسُؤْكُمْ﴾ (المائدہ:١٠١).

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ لوگوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال شروع کیا یہاں تک کہ سوالوں کی بھرمار کردی جس کی وجہ سے حضور غضب ناک ہوگئے اور منبر پر چڑھ گئے اور فرمایا: آج جس چیز کے بارے میں بھی تم پوچھو گے میں اسے تمہارے لیے بیان فرماؤں گا۔ میں دائیں بائیں دیکھنے لگا تو ہر شخص کا یہ حال تھا کہ اپنے سر کو کپڑے میں لپیٹے ہوئے رو رہا تھا۔ ایک صاحب تھے جب لوگوں سے جھگڑا کرتے تو ان کو ان کے والد کے علاوہ کی طرف منسوب کر کے پکارا جاتا۔ انہوں نے پوچھا: یا رسول اللہ؟ میرا باپ کون ہے؟ فرمایا: حذافہ‘ پھر حضرت عمر یہ کہنے لگے: ہم اس پر راضی ہیں کہ اللہ رب ہے اور اسلام دین ہے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم رسول ہیں۔ ہم اللہ کی پناہ مانگتے ہیں فتنوں سے۔ اب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آج کے دن جیسا میں نے خیر و شر کبھی نہیں دیکھا۔ جنت اور دوزخ میرے سامنے پیش کی گئیں‘ یہاں تک میں نے ان دونوں کو دیوار کے پیچھے دیکھا۔ اس حدیث کے وقت قتادہ اس آیہ کریمہ کی تلاوت کرتے تھے: اے ایمان والو! ایسی باتیں نہ پوچھو جو تم پر ظاہر کی جائیں تو تمہیں بری لگیں۔

یہ حدیث مختصراً کتاب العلم میں گزر چکی ہے یہاں پوری تفصیل کے ساتھ تھی۔ یہ صاحب جنہوں نے پوچھا تھا ان کا نام عبد اللہ تھا۔ بلاضرورت سوال ممنوع ہے‘ البتہ ضرورت پر واجب ہے‘ ہوسکتا ہے یہاں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے لوگوں نے بلاضرورت سوالات

کی بوچھاڑ کر دی ہو اس لیے جلال آ گیا ہو۔ اس کا بھی احتمال ہے کہ یہ سوالات دنیاوی باتوں سے متعلق تھے۔ ایک حدیث میں فرمایا کہ وہ آدمی سب سے زیادہ بدبخت ہے کہ ایک چیز حلال تھی (اباحت اصلیہ پر) مگر اس کے سوال کرنے پر حرام کر دی گئی۔ اس آیت سے ثابت ہوا کہ اصل اشیاء میں اباحت ہے یعنی جن چیزوں کے بارے میں منع نہ کیا گیا ہو وہ مباح ہیں۔ یہ شریعت کا ایسا اصل کلی ہے کہ اس پر ہزارہا مسائل کی بنیاد ہے۔

بَابُ التَّعَوُّذِ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ (ص ۹۴۲)

عذابِ قبر سے پناہ مانگنا

۲۷۱۵ - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ عُقْبَةَ قَالَ سَمِعْتُ أُمَّ خَالِدٍ بِنْتَ خَالِدٍ، قَالَ وَلَمْ أَسْمَعْ أَحَدًا سَمِعَ مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَيْرَهَا، قَالَتْ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَعَوَّذُ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ.

موسیٰ بن عقبہ نے کہا: میں نے حضرت ام خالد بنت خالد سے سنا: سفیان بن عیینہ نے کہا کہ ان کے علاوہ میں نے کسی سے یہ نہیں سنا کہ اس نے درج ذیل دعا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنی ہو۔ حضرت ام خالد نے کہا: میں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عذابِ قبر سے پناہ مانگتے ہوئے سنا۔

ام خالد بنت خالد

خالد بن سعید بن عاص کی صاحبزادی ہیں۔ ان کے والدین ہجرت کر کے حبشہ گئے تھے۔ وہیں ان کی پیدائش ہوئی تھی اور جب ان کے والدین مدینہ طیبہ آئے تو یہ بھی مدینہ آئیں۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد میں یہ چھوٹی تھیں، پھر بھی انہوں نے بہت کچھ یاد رکھا۔

قال ولم اسمع

یہ سفیان بن عیینہ کا قول ہے۔ ان کا مطلب یہ ہے کہ یہ حدیث میں نے حضرت ام خالد کے علاوہ اور کسی سے نہیں سنی ہے۔

بَابُ التَّعَوُّذِ مِنَ الْمَأْثَمِ وَالْمَغْرَمِ (ص ۹۴۲)

گناہ اور قرض سے پناہ مانگنا

۲۷۱۶ - عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقُولُ اللّٰهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنَ الْكَسَلِ وَالْهَرَمِ، وَالْمَأْثَمِ وَالْمَغْرَمِ، وَمِنْ فِتْنَةِ الْقَبْرِ، وَعَذَابِ الْقَبْرِ، وَمِنْ فِتْنَةِ النَّارِ وَعَذَابِ النَّارِ، وَمِنْ شَرِّ فِتْنَةِ الْغِنَى، وَأَعُوذُ بِكَ مِنْ فِتْنَةِ الْفَقْرِ، وَأَعُوذُ بِكَ مِنْ فِتْنَةِ الْمَسِيحِ الدَّجَّالِ، اللّٰهُمَّ اغْسِلْ عَنِّي خَطَايَايَ بِمَاءِ الثَّلْجِ وَالْبَرَدِ، وَنَقِّ قَلْبِي مِنَ الْخَطَايَا كَمَا نَقَّيْتَ الثَّوْبَ الْأَبْيَضَ مِنَ الدَّنَسِ، وَبَاعِدْ بَيْنِي وَبَيْنَ خَطَايَايَ كَمَا بَاعَدْتَ بَيْنَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ.

اُمّ المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ دعا پڑھتے تھے: اے اللہ! میں تیری پناہ مانگتا ہوں سستی اور زیادہ بڑھاپے اور گناہ اور قرض سے اور قبر کے فتنے اور قبر کے عذاب سے اور جہنم کے فتنے اور جہنم کے عذاب سے اور مالداری کے فتنے کے شر سے اور میں تیری پناہ مانگتا ہوں محتاجی کے فتنے سے اور میں تیری پناہ مانگتا ہوں مسیح دجال کے فتنے سے۔ اے اللہ! میرے گناہوں کو برف اور اولے کے پانی سے دھو دے اور میرے قلب کو گناہوں سے ستھرا کر دے جیسے تو نے سفید کپڑے کو میل سے ستھرا کیا۔ مجھ میں اور میرے گناہوں میں اتنی دوری کر دے جتنی مشرق و مغرب میں ہے۔

فتنة القبر

فتنہ قبر سے مراد نکیرین کا سوال ہے اور فتنہ نار سے مراد جہنم کے موکلین کی یہ ڈانٹ ہے کہ وہ جہنمیوں سے پوچھیں گے

"اَلَمْ يَاْتِكُمْ نَذِيْرٌO" (الملک:۸) کیا تمہارے پاس ڈرانے والے نہیں گئے؟O

مَغْرَم

"مغرم" سے مراد ہر وہ مال ہے جو کسی کے ذمے لازم ہو خواہ قرض ہو یا نہ ہو جیسے دیت واجب ہونا۔

حدیث میں ہے: اے اللہ! میرے گناہوں کو برف اور اولے سے دھو حالانکہ جب کسی چیز کو خوب اچھی طرح صاف کرنا مقصود ہوتا ہے تو گرم پانی سے دھویا جاتا ہے' ٹھنڈا پانی اتنا میل صاف نہیں کرتا جتنا گرم پانی صاف کرتا ہے۔ علامہ عینی وغیرہ نے یہ توجیہ کی کہ یہاں مقصود کمال طہارت ہے اور اولے اور برف کا پانی سارے پانیوں سے زیادہ طاہر ہوتا ہے۔ اگر بالفرض ان دونوں پر کوئی نجاست پڑ بھی جائے تو چونکہ یہ دونوں پگھلتے رہتے ہیں فوراً پاک ہو جاتے ہیں۔ اس حدیث میں وارد بقیہ الفاظ کی شرح گزر چکی ہے۔

بَابُ قَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِيْ مَا قَدَّمْتُ وَمَا اَخَّرْتُ (ص۹۴۶)

نبی ﷺ کے اس قول کا بیان: اے اللہ! میرے لیے بخش دے جو میں نے پہلے کیا اور جو میں نے بعد میں کیا

توضیح

یہ پوری بحث ہو چکی ہے کہ حضرت انبیاء کرام خصوصاً حضور اقدس ﷺ ہر گناہ سے معصوم ہیں اور وہ نصوص جن میں طلب مغفرت کا ذکر ہے ان سے مراد وہ باتیں ہیں جو شان نبوت کے کچھ نامناسب ہوں۔

۲۷۱۷- عَنِ ابْنِ اَبِيْ مُوْسٰى، عَنْ اَبِيْهِ، عَنِ النَّبِيِّ اَنَّهٗ كَانَ يَدْعُوْا بِهٰذَا الدُّعَاءِ رَبِّ اغْفِرْ لِيْ خَطِيْئَتِيْ وَجَهْلِيْ، وَاِسْرَافِيْ فِيْ اَمْرِيْ كُلِّهٖ، وَمَا اَنْتَ اَعْلَمُ بِهٖ مِنِّيْ. اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِيْ خَطَايَايَ، وَعَمْدِيْ وَجَهْلِيْ وَهَزْلِيْ، وَكُلُّ ذٰلِكَ عِنْدِيْ. اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِيْ مَا قَدَّمْتُ وَمَا اَخَّرْتُ، وَمَا اَسْرَرْتُ وَمَا اَعْلَنْتُ، اَنْتَ الْمُقَدِّمُ وَاَنْتَ الْمُؤَخِّرُ، وَاَنْتَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ.

(مسلم۔ کتاب الدعوات)

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ یہ دعا مانگا کرتے تھے: اے رب! بخش دے میرے لیے لوگوں کی خطاؤں اور نادانی کو اور کسی بھی معاملے میں اسراف کو اور جس کو بھی تو جانتا ہے۔ اے اللہ! میرے لوگوں کی خطائیں بخش دے اور بالقصد گناہ کو بھی بخش دے اور نادانی اور مزاح کو اور سب کچھ کو۔ اے اللہ! میرے لوگوں کے اگلے پچھلے سب گناہ بخش دے جو چھپا کر کیا ہو یا جو اعلانیہ کیا ہو۔ تو آگے کرنے والا ہے اور تو پیچھے کرنے والا ہے اور تو ہر چیز پر قادر ہے۔

یہ حدیث مشکلات حدیث میں سے ہے اس لیے کہ اس پر اہل سنت کا اتفاق ہے کہ حضور اقدس ﷺ سے قصداً کسی گناہ کا صدور درست نہیں اور اس دعا میں یہ تفصیل ہے: "اللھم اغفرلی خطایای و عمدی" اس سے بہ ظاہر متبادر ہوتا ہے کہ حضور ﷺ سے قصداً گناہ کا صدور ہوا۔ امام قاضی عیاض نے شفاء شریف میں اس کی بہت سی توجیہات کی ہیں۔ ان میں سے ایک یہ ہے کہ یہ دعا حضور اقدس ﷺ کی علی سبیل التواضع وخشوع تھی اور ایک توجیہ یہ بھی ہے کہ امت کی تعلیم کے لیے ہے اور ایک توجیہ یہ بھی ہے کہ اس سے مراد اُمت کے گناہ ہیں اور ایک توجیہ یہ بھی ہے کہ غفران کے حقیقی معنی چھپانے کے ہیں۔ اب "اللھم اغفرلی" کا ترجمہ یہ ہوا کہ اے اللہ! مجھے محفوظ رکھ۔

یہ دعا حضور کس وقت مانگا کرتے تھے' اس سلسلے میں مسلم کی روایت میں ہے کہ آخر نماز میں یہ دعا مانگا کرتے تھے۔ سلام سے پہلے یا سلام کے بعد' اس بارے میں روایتیں مختلف ہیں۔ مسلم کی ایک روایت میں یہ تصریح ہے کہ تشہد اور سلام کے درمیان اس دعا کا کچھ حصہ پڑھتے تھے اور اسی کی ایک روایت میں ہے کہ سلام کے بعد' ہوسکتا ہے کہ سلام سے پہلے بھی پڑھتے ہوں اور سلام کے بعد بھی۔ ''قوله خطا یای'' یہ ''خطیئة'' کی جمع ہے۔ ''خطیئة'' اس گناہ کو بھی کہتے ہیں جو بالقصد صادر ہوا اور اسے بھی جو بلا قصد ہو۔ اس اعتبار سے ''عمدی'' کا اس پر عطف عطف خاص علی العام ہے اور کشمیہنی کی روایت میں بہ طریق اسرائیلی خطا بی جو چیز بلا قصد صادر ہو۔ ''عمدی'' کے تقابل کے لحاظ سے یہ روایت زیادہ مناسب ہے۔ اس کی سند میں عن ابن ابی موسیٰ ہے' علامہ کرمانی نے فرمایا کہ اس کے بعد جو طریقہ مذکور ہے اس میں ابو بردہ کی تصریح ہے۔ اس سے سمجھ میں آتا ہے کہ اس سند میں ابن ابی موسیٰ سے یہی مراد ہیں' مگر کلاباذی نے کہا کہ یہ عمرو بن ابی موسیٰ ہیں۔ اس کا حاصل یہ نکلا کہ یہ حدیث حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے تین صاحبزادوں سے مروی ہے۔ عمرو' ابو بردہ' ابو بکر۔

بَابُ فَضْلِ التَّهْلِيْلِ (ص ۹۴۷) تہلیل کی فضیلت

توضیح

تہلیل کے معنی ہیں ''لا الٰه الا الله'' پڑھنا جیسے استرجاع کے معنی ہیں ''انا لله وانا الیه راجعون'' پڑھنا۔ اہل صرف اسے قصر کہتے ہیں۔

۲۷۱۸ - عَنْ اَبِیْ اِسْحَاقَ' عَنْ عَمْرِو بْنِ مَیْمُوْنٍ قَالَ مَنْ قَالَ عَشْرًا کَانَ کَمَنْ اَعْتَقَ رَقَبَةً مِنْ وَلَدِ اِسْمَاعِیْلَ

عمرو بن میمون نے کہا: جس نے دس مرتبہ پڑھا گویا اس نے اولاد اسماعیل کے کسی غلام کو آزاد کیا۔

امام بخاری نے روایت میں اختصار فرمایا مگر مراد وہی دعا ہے جو اوپر حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں مذکور ہے۔ اس میں یہ تھا کہ جو سو مرتبہ پڑھے گا گویا اس نے اولادِ اسماعیل میں سے دس کو آزاد کیا۔ اس میں ہے کہ دس مرتبہ پڑھے تو ایک غلام آزاد کیا حساب وہی رہا۔ امام مسلم نے سلیمان بن عبداللہ غیلانی سے اور اسماعیلی نے بہ طریق علی بن مسلم ابو عامر سے بسند مذکور روایت کیا ہے۔ جس نے ''لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِیْكَ لَهٗ' لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ'' دس مرتبہ پڑھا گویا اس نے اولادِ اسماعیل کے چار غلام آزاد کیے۔ بخاری میں ''رقبة من ولد اسماعیل'' ہے جس کے معنی ہوتے ہیں ایک غلام کے' اور مسلم کی روایت میں چار غلام کی تصریح ہے تو توجیہ میں یہ کہا جائے گا کہ اکثر اقل کا نافی نہیں۔ ''قوله قال ابو عبدالله'' یعنی امام بخاری نے فرمایا کہ عبدالملک بن عمرو کا قول صحیح ہے۔

توضیح

امام بخاری نے حدیث مذکور کو یہاں آٹھ طریقے سے ذکر کیا ہے: (۱) عبداللہ بن مسلمہ' عبدالملک بن عمرو' عمر بن زائدہ' ابو اسحاق سبیعی' عمرو بن میمون۔ یہ طریقہ موقوف ہے اس لیے کہ عمرو بن میمون تابعی ہیں۔ (۲) عمر بن زائدہ تک سند مذکور کے بعد یہ عبداللہ بن ابی السفر عن الشعبی' ربیع بن خثیم' عمرو بن میمون' ابن ابی لیلیٰ' حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ یہ طریقہ مرفوع ہے۔ (۳) ابراہیم بن یوسف عن ابیہ' ابو اسحاق' عمرو بن میمون' عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ' حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ۔ (۴) موسیٰ' وہیب' داؤد' عامر' عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ حضرت ایوب انصاری رضی اللہ عنہ۔ (۵) اسماعیل' شعبی' ربیع۔ (۶) آدم' شعبہ' عبدالملک بن میسرہ' ہلال بن

یسار' ربیع بن خثیم اور عمرو بن میمون' عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ۔ (۷) اعمش اور حصین' ہلال' ربیع عن عبداللہ رضی اللہ عنہ۔ ان سندوں کو امام بخاری نے بجائے ''حدثنا''، ''اخبرنا'' اور ''عن'' کے ''قال'' سے ذکر کیا۔ یہ یا تو اس بناء پر ہے کہ ان احادیث کو امام بخاری نے بہ طریق مذاکرہ سنا ہے یا ان تک بہ طریق نقل پہنچی ہے یا موقوف ہے۔ (۸) ابو محمد حضرمی عن ابی ایوب رضی اللہ عنہ۔ امام بخاری یہ فرماتے ہیں کہ ان تمام طرق میں صحیح عبدالملک بن عمرو کا طریقہ ہے۔ فیہ مافیہ!

بَابُ فَضْلِ التَّسْبِيحِ (ص۹۴۸) — سبحان اللہ کہنے کی فضیلت

۲۷۱۹ - عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ قَالَ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ فِي يَوْمٍ مِئَةَ مَرَّةٍ حُطَّتْ خَطَايَاهُ وَإِنْ كَانَتْ مِثْلَ زَبَدِ الْبَحْرِ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے دن میں سبحان اللہ وبحمدہ سو مرتبہ پڑھا تو اس کے گناہ مٹا دیئے جائیں گے اگرچہ سمندر کی جھاگ کے برابر ہوں۔

(ترمذی۔ کتاب الدعوات' نسائی۔ کتاب عمل الیوم واللیلۃ' ابن ماجہ۔ کتاب ثواب التسبیح)

۲۷۲۰ - عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ كَلِمَتَانِ خَفِيفَتَانِ عَلَى اللِّسَانِ ثَقِيلَتَانِ فِي الْمِيزَانِ حَبِيبَتَانِ إِلَى الرَّحْمٰنِ سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيمِ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دو کلمے ایسے ہیں جو زبان پر ہلکے ہیں' میزان میں بھاری ہیں' رحمٰن کو پیارے ہیں ''سبحان اللہ العظیم سبحان اللہ وبحمدہ''۔

(بخاری۔ کتاب الایمان والنذور۔ باب: اذا قال واللہ لا اتکلم الیوم الخ ص۹۸۸' کتاب التوحید۔ باب: قول اللہ ونضع الموازین القسط لیوم القیامۃ ص۱۱۲۸' مسلم۔ کتاب الدعوات' ترمذی۔ کتاب الدعوات' نسائی۔ کتاب عمل الیوم واللیلۃ' ابن ماجہ۔ کتاب ثواب التسبیح)

[لفظ ''سبحان'' کی تحقیق]

امام بخاری نے اس حدیث کو دو جگہ اور ذکر فرمایا ہے اور ہر جگہ کچھ تغیر و تبدل ہے۔ یہاں ''سبحان اللہ العظیم'' مقدم ہے اور کتاب الایمان والنذور اور کتاب التوحید میں یہ مؤخر ہے اور ''سبحان اللہ وبحمدہ'' مقدم ہے۔ یہاں اور کتاب الایمان والنذور میں ''حبیبتان الی الرحمن'' مؤخر ہے اور کتاب التوحید میں مقدم۔ تسبیح میں قصر ہے' اس کے معنی ہیں سبحان اللہ کہنا۔ سبحان اللہ میں سبحان فعل محذوف ''سَبَّحْتُ'' یا ''اُسَبِّحُ'' کا مفعول مطلق ہے' سماعاً اس کے فعل کا حذف کرنا واجب ہے۔ سبحان ہمیشہ مضاف مستعمل ہوتا ہے مگر بعض عرب کے کلمات میں بغیر اضافت کے بھی آیا ہے۔ جیسے: ''سُبْحَانَهٗ ثم سبحانا یعود لہ وقبلنا سبح الجودی والحمد'' اور ایک شاعر کہتا ہے:

اقول لما جاء نی فخرہ ۔۔۔ سبحان من علقمتہ الفاخر

پہلے شعر میں ''سبحانًا'' تنوین کے ساتھ آیا ہے۔ یہ اس کی دلیل ہے کہ یہ منصرف ہے اور دوسرے شعر میں بغیر تنوین کے یہ اس پر قرینہ ہے کہ غیر منصرف ہے۔ غیر منصرف ماننے کی صورت میں یہ علم مصدر ہو گا اس لیے کہ اس میں الف نون زائدتان تو ہے مگر دوسرا سبب سوائے علمیت کے اور کوئی ممکن نہیں۔ پہلے شعر میں تنوین کے ساتھ آیا ہے اس کی توجیہ میں یہ کہا گیا کہ ضرورت شعری کی وجہ سے تنوین آئی ہے جیسا کہ:

اعد ذکر نعمان لنا ان ذکرہ ۔۔۔ ھو المسک ما کررتہ یتضوع

اسی طرح کچھ لوگوں نے یہ کہا کہ یہ منصرف ہے اور دوسرے شعر میں بغیر تنوین کے بہ طریقہ شذوذ ہے۔ حق کیا ہے' اسے ہم پہلے تحقیق کے ساتھ ذکر کر آئے ہیں۔

وزن اعمال

اہل سنت و جماعت کا اس پر اتفاق ہے کہ قیامت کے دن انسانوں کے اعمال تولے جائیں گے' مگر معتزلہ انکار کرتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ اعمال اعراض ہیں اور اعراض کا تولنا ممکن نہیں۔ (۱) ان میں کوئی ثقل نہیں کہ تولا جائے۔ (۲) اعراض کا خود اپنا کوئی وجود نہیں' یہ جب بھی پائے جاتے ہیں' تو اپنے محل میں پائے جاتے ہیں محل سے جدا ہو کر ان کا پایا جانا ممکن نہیں پھر یہ کیسے تولے جائیں گے؟ پھر ان میں دو گروہ ہوئے۔ ایک گروہ یہ کہتا ہے کہ ان کا تولا جانا محال ہے۔ ایک گروہ یہ کہتا ہے کہ ان کا تولا جانا ممکن ہے مگر واقع نہیں ہوگا۔ (۳) اگر وزنِ اعمال حساب و کتاب سے پہلے ہوں گے تو حساب و کتاب لغو۔ اور اگر حساب و کتاب کے بعد ہوں گے تو تولنا لغو۔

معتزلہ کا رد

اہل سنت فرماتے ہیں کہ وزن اعمال قرآن مجید کی نصوص صریحہ سے ثابت ہے' اول ارشاد ہے: ''وَنَضَعُ الْمَوَازِيْنَ الْقِسْطَ لِيَوْمِ الْقِيٰمَةِ'' (الانبیاء: ۴۷) اور قیامت کے دن ہم میزانِ عدل قائم کریں گے' اور فرمایا: ''وَالْوَزْنُ يَوْمَئِذِ الْحَقُّ'' (الاعراف: ۸) اور آج کے دن وزن حق ہے' اور فرمایا: ''فَمَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِيْنُهٗ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ۝'' (الاعراف: ۸' المومنون: ۱۰۲) جس کا پلہ بھاری ہوگا وہی کامیاب ہے۝ اور فرمایا: ''فَاَمَّا مَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِيْنُهٗ۝ فَهُوَ فِيْ عِيْشَةٍ رَّاضِيَةٍ۝'' (القارعۃ: ۶-۷) جس کا پلہ بھاری ہوگا۝ تو وہی پسندیدہ زندگی میں ہے۝ اور فرمایا: ''وَاَمَّا مَنْ خَفَّتْ مَوَازِيْنُهٗ۝ فَاُمُّهٗ هَاوِيَةٌ۝'' (القارعۃ: ۸-۹) اور جس کا پلہ ہلکا ہوا۝ اس کا ٹھکانہ ہاویہ ہے۝ اور فرمایا: ''وَمَنْ خَفَّتْ مَوَازِيْنُهٗ فَاُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ'' (المومنون: ۱۰۳) اور جس کا پلہ ہلکا ہوا یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے خود اپنا نقصان کیا۔

یہ آٹھ آیات ہیں۔ ان سب سے ثابت ہوتا ہے کہ قیامت کے دن اعمال تولے جائیں گے' اور احادیث اس باب میں اتنی کثیر ہیں کہ ان سب کا استقصا دشوار ہے۔ انہیں میں حدیث زیر بحث بھی ہے۔ اس میں فرمایا گیا: ''ثقیلتان فی المیزان'' یہ دونوں کلمے میزان میں بھاری ہیں اور اس پر اجماع ہے کہ نصوص اپنے ظاہر معنی پر محمول ہوں گے۔ بلا ضرورت ظاہر معنی سے عدول الحاد اور گمراہی ہے۔ رہ گیا یہ کہ وہ اعراض ہیں تو کیسے تولے جائیں گے؟ اس سلسلے میں اہل سنت فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اس پر قادر ہے کہ اعراض کو ان کے محال (جگہوں) سے جدا کر کے موجود کر دے اور ان میں وزن پیدا کر دے۔ یا پھر یہ کہیں گے کہ وزنِ اعمال حق ہے کیفیت' ہمیں معلوم نہیں اور بہت سے علماء نے یہ فرمایا کہ مراد یہ ہے کہ ان کے اعمال نامے کے وہ دفتر تولے جائیں گے جن کو کراماً کاتبین نے تحریر کیا۔

امام احمد اپنی مسند میں' امام ترمذی اپنی جامع میں' ابن ماجہ اپنی سنن میں' ابن حبان نے اپنی صحیح میں' حاکم نے مستدرک میں اور بیہقی نے اپنی دلائل میں حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن علی رؤوس الخلق ایک شخص کو الگ کھڑا کرے گا اور اس کے ننانوے دفتر پھیلائے گا۔ ہر دفتر حد نظر تک لمبا ہوگا۔ پھر اللہ تعالیٰ اس شخص سے فرمائے گا کہ کیا ان میں سے کسی چیز کا انکار کرتا ہے؟ کیا میرے کاتبین نے تم پر کچھ ظلم کیا ہے؟ وہ عرض کرے گا: نہیں' اے پروردگار! فرمائے گا: کیا تیرے لیے کوئی عذر ہے؟ وہ کہے گا: نہیں' اے پروردگار! اس کے بعد اللہ تعالیٰ فرمائے گا: تیری ایک نیکی

ہمارے حضور ہے اور تجھ پر ظلم نہیں۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ ایک کاغذ کا ٹکڑا نکالے گا جس میں لکھا ہوگا: "اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰـهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ" فرمائے گا: میزان پر جا' وہ کہے گا: اے پروردگار! ان دفتروں کے مقابلے میں یہ کاغذ کا ٹکڑا کیا حیثیت رکھتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا: تجھ پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔ وہ سارے دفتر ایک پلے میں رکھے جائیں گے اور وہ کاغذ کا ٹکڑا ایک پلے میں۔ تمام دفتر ہلکے ہو جائیں گے اور یہ کاغذ کا ٹکڑا بھاری ہو جائے گا۔ اللہ کے نام کے مقابلے پر کوئی نہیں آسکتا۔

(ارشاد الساری۔ ج ۱ ص ۴۸۰' مسند امام احمد۔ ج ۲ ص ۲۱۲، ۲۲۲' ترمذی۔ ج ۲ ص ۹۲۔ کتاب الایمان۔ باب: من یموت وھو یشھد' ابن ماجہ۔ کتاب الزہد۔ باب: ما یرجی من رحمۃ ص ۳۲۸)

حساب و کتاب اور وزنِ اعمال سے مقصود مخلوق پر حجت قائم کرنا ہے' اس لیے اگر حساب و کتاب نہیں بھی ہوتا اور اللہ عزوجل اپنے علم کے مطابق جزا و سزا دے دیتا تو بھی کوئی حرج نہیں تھا لیکن اللہ عزوجل نے جس حکمت کے مطابق حساب و کتاب رکھا اسی حکمت کی مزید تائید کے لیے وزن اعمال رکھا۔ اس میں حکمت یہ ہے کہ جو حساب ہوا ہے اس میں کوئی نہ ظلم ہوا ہے نہ غلطی ہوئی ہے۔

کیفیت میزان

قیامت کے دن یہ میزان عرش کے پاس قائم کی جائے گی۔ حسنات کا پلڑا عرش کے دائیں طرف ہوگا جنت کے مقابل اور سیئات کا پلڑا عرش کے بائیں طرف ہوگا جہنم کے مقابل جیسا کہ امام حکیم ترمذی نے نوادر الاصول میں اور امام ابوالقاسم لالکائی نے اپنی مسند میں ذکر کیا ہے۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے موقوفاً مروی ہے کہ صاحب میزان جبریل علیہ السلام ہوں گے اور بیہقی میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً مروی ہے کہ حضرت ملک الموت ہوں گے۔

طبرانی نے جامع صغیر میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ قیامت کے دن حضرت آدم علیہ السلام سے فرمائے گا: اے آدم! میں نے آپ کو اپنے اور آپ کی اولاد کے درمیان حَکم بنا دیا ہے۔ میزان کے پاس کھڑے ہو جاؤ اور دیکھو جس کی نیکی برائی سے ذرے کے برابر بھی زیادہ ہو اس کے لیے جنت ہے۔

امام حاکم حضرت سلیمان رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کرتے ہیں کہ میزان کے پلڑے اتنے بڑے ہیں کہ اگر اس میں سب آسمان و زمین رکھ دیئے جائیں تو وہ سب سما جائیں۔

مشہور یہ ہے کہ جس میزان کا پلہ بھاری ہوگا وہ اوپر اُٹھ جائے گا اور جو ہلکا ہوگا وہ نیچے جھک جائے گا دنیا کی ترازو کے برخلاف' علامہ زرکشی نے بعض علماء سے اسے نقل بھی فرمایا۔ انہوں نے دلیل میں یہ آیت پیش کی "اِلَیْهِ یَصْعَدُ الْکَلِمُ الطَّیِّبُ" (فاطر: ۱۰) اسی کی طرف پاک کلمے بلند ہوتے ہیں' لیکن علامہ احمد خطیب نے فرمایا کہ یہ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کے متصادم ہے کہ فرمایا: "فَاَمَّا مَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِیْنُهٗ" (القارعہ: ۶) اور آیہ کریمہ "اِلَیْهِ یَصْعَدُ الْکَلِمُ الطَّیِّبُ" (فاطر: ۱۰) سے مراد مقبول ہونا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم!

کتاب التوحید میں امام بخاری نے اس حدیث پر جو باب باندھا ہے وہ یہ ہے "اِنَّ اَعْمَالَ بَنِیْ اٰدَمَ وَقَوْلَهُمْ یُوْزَنُ" اس سے بہ ظاہر یہ سمجھ میں آتا ہے کہ ہر انسان کے اعمال و اقوال تولے جائیں گے حالانکہ ایسا نہیں۔ انسان کی تین قسمیں ہوں گی: (۱) کچھ لوگ بلا حساب و کتاب جنت میں جائیں گے جیسا کہ بخاری و مسلم وغیرہ میں حدیث ہے کہ پہلا گروہ جو جنت میں داخل ہوگا جن کی تعداد ستر ہزار ہوگی' ان کے چہرے چودھویں رات کے چاند کی طرح چمکتے ہوں گے۔ (الحدیث) (۲) وہ لوگ ہوں گے جو بلا حساب و کتاب دوزخ میں جائیں گے جیسے کفار۔ بخاری میں ہے کہ قیامت کے دن ایک بڑا موٹا شخص لایا جائے گا جس کی حیثیت

اللہ تعالیٰ کے حضور پسو کے پر کے برابر بھی نہیں ہے' چاہو تو تم لوگ پڑھو' (اللہ تعالیٰ نے فرمایا:) ہم ان کے لیے قیامت کے دن میزان کھڑی نہیں کریں گے۔ (۳) اُن لوگوں کی ہے جو مومن ہیں اور انہوں نے نیکیوں کے ساتھ برائیاں بھی کی ہیں اور جنہیں اول وہلہ میں شفاعت نصیب نہ ہوگی' اُن کا حساب و کتاب بھی ہوگا' ان کے اعمال بھی تولے جائیں گے۔

بَابُ فَضْلِ ذِكْرِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ (ص ۹۴۸)

اللہ تعالیٰ کے ذکر کی فضیلت

۲۷۲۱ - عَنْ اَبِیْ مُوْسٰی رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَثَلُ الَّذِیْ یَذْكُرُ رَبَّهٗ وَالَّذِیْ لَا یَذْكُرُ مَثَلُ الْحَیِّ وَالْمَیِّتِ.

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو اپنے پروردگار کا ذکر کرتا ہے اور جو نہیں کرتا' ان دونوں کی مثال ایسے ہے جیسے زندہ اور مردہ۔

۲۷۲۲- ح: [اِنَّ لِلّٰهِ مَلَآئِكَةً یَطُوْفُوْنَ یَلْتَمِسُوْنَ اَهْلَ الذِّكْرِ]

اللہ کے کچھ فرشتے ہیں جو اہل ذکر کی تلاش میں گھومتے رہتے ہیں

۲۷۲۲ - عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ لِلّٰهِ مَلَآئِكَةً یَطُوْفُوْنَ فِی الطُّرُقِ یَلْتَمِسُوْنَ اَهْلَ الذِّكْرِ، فَاِذَا وَجَدُوْا قَوْمًا یَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ، تَنَادَوْا هَلُمُّوْا اِلٰی حَاجَتِكُمْ، قَالَ فَیَحُفُّوْنَهُمْ بِاَجْنِحَتِهِمْ اِلَی السَّمَاءِ الدُّنْیَا، قَالَ فَیَسْاَلُهُمْ رَبُّهُمْ، وَهُوَ اَعْلَمُ مِنْهُمْ مَا یَقُوْلُ عِبَادِیْ؟ قَالُوْا یَقُوْلُوْنَ یُسَبِّحُوْنَكَ وَیُكَبِّرُوْنَكَ وَیَحْمَدُوْنَكَ وَیُمَجِّدُوْنَكَ، قَالَ فَیَقُوْلُ هَلْ رَاَوْنِیْ؟ قَالَ فَیَقُوْلُوْنَ لَا وَاللّٰهِ مَا رَاَوْكَ، قَالَ فَیَقُوْلُ وَكَیْفَ لَوْ رَاَوْنِیْ؟ قَالَ یَقُوْلُوْنَ لَوْ رَاَوْكَ كَانُوْا اَشَدَّ لَكَ عِبَادَةً وَاَشَدَّ لَكَ تَمْجِیْدًا وَاَكْثَرَ لَكَ تَسْبِیْحًا، قَالَ یَقُوْلُ فَمَا یَسْاَلُوْنِیْ؟ قَالَ یَسْاَلُوْنَكَ الْجَنَّةَ، قَالَ یَقُوْلُ وَهَلْ رَاَوْهَا؟ قَالَ یَقُوْلُوْنَ لَا وَاللّٰهِ یَا رَبِّ مَا رَاَوْهَا. قَالَ یَقُوْلُ فَكَیْفَ لَوْ اَنَّهُمْ رَاَوْهَا؟ قَالَ یَقُوْلُوْنَ لَوْ اَنَّهُمْ رَاَوْهَا كَانُوْا اَشَدَّ عَلَیْهَا حِرْصًا، وَاَشَدَّ لَهَا طَلَبًا، وَاَعْظَمَ فِیْهَا رَغْبَةً، قَالَ فَمِمَّ یَتَعَوَّذُوْنَ؟ قَالَ یَقُوْلُوْنَ مِنَ النَّارِ، قَالَ یَقُوْلُ وَهَلْ رَاَوْهَا؟ قَالَ یَقُوْلُوْنَ لَا وَاللّٰهِ مَا رَاَوْهَا، قَالَ یَقُوْلُ فَكَیْفَ لَوْ رَاَوْهَا؟ قَالَ یَقُوْلُوْنَ لَوْ رَاَوْهَا كَانُوْا اَشَدَّ مِنْهَا فِرَارًا، وَاَشَدَّ لَهَا مَخَافَةً، قَالَ فَیَقُوْلُ فَاُشْهِدُكُمْ اَنِّیْ قَدْ غَفَرْتُ لَهُمْ. قَالَ یَقُوْلُ مَلَكٌ مِنَ الْمَلَآئِكَةِ فِیْهِمْ فُلَانٌ لَیْسَ مِنْهُمْ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے کچھ فرشتے ہیں جو راستوں میں اہل ذکر کی تلاش میں گھومتے رہتے ہیں۔ جب کچھ لوگوں کو اللہ کا ذکر کرتے ہوئے پاتے ہیں تو دوسرے فرشتوں کو آواز دیتے ہیں: آؤ! اپنی حاجت کی طرف۔ پھر فرشتے اہل ذکر کو اپنے بازوؤں سے ڈھک لیتے ہیں آسمانِ دنیا تک۔ (پھر وہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضر ہوتے ہیں) تو ان کا رب فرشتوں سے پوچھتا ہے حالانکہ وہ فرشتوں سے زیادہ جانتا ہے: میرے بندے کیا کہتے تھے؟ فرشتے عرض کرتے ہیں: تیری تسبیح کرتے تھے اور تیری تکبیر کرتے تھے اور تیری حمد کرتے تھے اور تیری بزرگی بیان کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ پوچھے گا: کیا اُن بندوں نے مجھے دیکھا ہے؟ تو عرض کرتے ہیں: بخدا! انہوں نے تجھے نہیں دیکھا ہے' فرماتا ہے: ان کا کیا حال ہوگا اگر وہ مجھے دیکھ لیں تو فرشتے عرض کرتے ہیں: اگر وہ تجھے دیکھ لیں تو اور زیادہ تیری عبادت کریں گے اور تیری بزرگی بیان کریں گے اور تیری تسبیح بیان کریں گے۔ اب اللہ تعالیٰ پوچھتا ہے: کیا مانگتے تھے؟ تو فرشتے کہتے ہیں: تجھ سے جنت مانگتے تھے۔ اللہ تعالیٰ دریافت فرماتا ہے: کیا انہوں نے جنت کو دیکھا ہے؟ فرشتے عرض کرتے ہیں: واللہ! اے پروردگار! انہوں نے جنت کو نہیں دیکھا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اگر وہ لوگ جنت کو دیکھ لیں تو کیا حال ہوگا؟ فرشتے عرض کرتے ہیں: اگر وہ لوگ جنت کو دیکھ لیں تو جنت کا ان کا شوق

إِنَّمَا جَاءَ لِحَاجَةٍ! قَالَ هُمُ الْجُلَسَاءُ لَا يَشْقَى بِهِمْ جَلِيسُهُمْ.

(مسلم۔ج ۲۔باب:فضل مجالس الذکر' ترمذی۔ کتاب الدعوات' مسند احمد ج ۲ ص ۲۵۲' ۳۵۹' ۳۸۲)

اور بڑھ جائے گا اور اس کی طلب زیادہ ہو جائے گی اور اس کی رغبت بڑھ جائے گی' اللہ تعالیٰ دریافت فرماتا ہے: اور کس چیز سے پناہ مانگتے تھے؟ فرشتے عرض کرتے ہیں: دوزخ سے۔ اللہ تعالیٰ دریافت فرماتا ہے: کیا انہوں نے دوزخ کو دیکھا ہے؟ فرشتے عرض کرتے ہیں: واللہ! اے پروردگار! انہوں نے دوزخ کو نہیں دیکھا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اگر وہ لوگ دوزخ کو دیکھ لیں تو ان کا کیا حال ہو گا؟ فرشتے عرض کرتے ہیں: اگر وہ لوگ دوزخ دیکھ لیں تو اس سے اور زیادہ بھاگیں گے اور اس سے اور زیادہ ڈریں گے' پھر اللہ تعالیٰ فرمائے گا: اے فرشتو! میں تم کو گواہ بناتا ہوں میں نے ان کو بخش دیا۔ ان فرشتوں میں سے ایک فرشتہ کہتا ہے: اے رب! ان میں سے ایک شخص تھا جو ان میں سے نہیں تھا' کسی اپنے کام کے لیے آیا تھا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: یہ آپس میں بیٹھنے والے ایسے ہیں کہ ان کے پاس بیٹھنے والا بھی محروم نہیں رہتا۔

مسلم کی روایت میں یہ ہے کہ "ملائکۃ سیارۃ فضلاً" اللہ تعالیٰ کے کچھ فرشتے ہیں جو سیر کرتے ہیں جو فاضل ہیں' یعنی جو فرشتے مختلف خدمات پر مقرر ہیں اُن سے یہ فاضل ہیں یعنی ان کے ذمہ اور کوئی دوسری خدمت سپرد نہیں' صرف یہی ایک خدمت ان کے ذمہ ہے۔

قولہ اهل الذکر

یہ ہر ذکر خیر کو شامل ہے مثلاً نماز' تلاوت' حدیث کی تعلیم' علوم دینیہ کی تدریس' مناظرہ' مجلس وعظ وغیرہ۔

هلموا

جمع کے ساتھ یہ بنی تمیم کی لغت پر ہے کیونکہ وہ واحد کے لیے واحد اور جمع کے لیے جمع استعمال کرتے ہیں اور اہل حجاز واحد جمع سب کے لیے "هَلُمَّ" واحد کا صیغہ استعمال کرتے ہیں۔

قولہ فیسألهم

اس کی دلیل ہے کہ سوال ہمیشہ لاعلمی کی بناء پر نہیں ہوتا ہے بلکہ کبھی کبھی بعض مصلحتوں کی بناء پر سوال ہوتا ہے۔ یہاں سوال کا فائدہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو جیسے اپنا ذکر پسند ہے اسی طرح ذکر کرنے والے بھی محبوب ہیں اور ان کا تذکرہ بھی محبوب ہے۔

بَابٌ لِلّٰهِ مِئَةُ اِسْمٍ غَيْرَ وَاحِدٍ (ص ۹۴۸) — اللہ تعالیٰ کے ایک کم سو نام ہیں

۲۷۲۳- [اَللّٰهُ وِتْرٌ وَيُحِبُّ الْوِتْرَ] — اللہ وتر ہے اور وتر پسند فرماتا ہے

۲۷۲۳- عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ رِوَايَةً قَالَ لِلّٰهِ تِسْعَةٌ وَتِسْعُونَ اِسْمًا' مِئَةٌ اِلَّا وَاحِدًا' لَا يَحْفَظُهَا اَحَدٌ اِلَّا

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کے ننانوے نام ہیں ایک کم سو۔ جو بھی انہیں یاد کرلے گا

دَخَلَ الْجَنَّةَ وَهُوَ وِتْرٌ يُحِبُّ الْوَتْرَ.

جنت میں داخل ہوگا۔ اللہ وتر ہے اور وتر کو پسند فرماتا ہے۔

قَالَ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ مَنْ اَحْصَاهَا مَنْ حَفِظَهَا.

امام بخاری نے فرمایا: ''احصاها'' کے معنی: ''حفظها'' کے ہیں۔

یہ حدیث شروط میں گزر چکی ہے وہیں ہم نے اس پر تفصیلی کلام کر دیا ہے یہاں چونکہ ''وَهُوَ وِتْرٌ يُحِبُّ الْوِتْرَ'' زائد ہے اس لیے اس کو لکھا، یہاں روایت میں ہے: ''لا یحفظها احد'' اور شروط میں ہے ''من احصاها'' امام بخاری نے افادہ یہ فرمایا کہ ''احصاها'' سے مراد ''حفظها'' ہی ہے۔

بَابُ الْمَوْعِظَةِ سَاعَةً بَعْدَ سَاعَةٍ (ص۹۴۹)

وقفہ وقفہ کے بعد نصیحت کرنا

۲۷۲٤ - حَدَّثَنِیْ شَقِيقٌ قَالَ كُنَّا نَنْتَظِرُ عَبْدَ اللّٰهِ اِذْ جَاءَ يَزِيْدُ بْنُ مُعَاوِيَةَ فَقُلْنَا اَلَا تَجْلِسُ؟ قَالَ لَا، وَلٰكِنْ اَدْخُلُ فَاُخْرِجُ اِلَيْكُمْ صَاحِبَكُمْ وَاِلَّا جِئْتُ اَنَا فَجَلَسْتُ، فَخَرَجَ عَبْدُ اللّٰهِ وَهُوَ اٰخِذٌ بِيَدِهٖ، فَقَامَ عَلَيْنَا فَقَالَ اَمَا اِنِّیْ اُخْبَرُ بِمَكَانِكُمْ وَلٰكِنَّهٗ يَمْنَعُنِیْ مِنَ الْخُرُوْجِ اِلَيْكُمْ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَتَخَوَّلُنَا بِالْمَوْعِظَةِ فِی الْاَيَّامِ، كَرَاهِيَةَ السَّاٰمَةِ عَلَيْنَا.

شقیق نے کہا: ہم حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا انتظار کر رہے تھے کہ یزید بن معاویہ نخعی آئے۔ قوم نے کہا: آپ بیٹھیں گے نہیں؟ تو انہوں نے کہا: نہیں! میں اندر جا رہا ہوں تاکہ تمہارے صاحب کو باہر لاؤں اور اگر وہ باہر آنے پر راضی نہ ہوئے تو میں تنہا آؤں گا اور بیٹھوں گا۔ پھر حضرت عبداللہ نکلے اور وہ یزید کا ہاتھ پکڑے ہوئے تھے، پھر ہمارے سامنے کھڑے ہوئے اور فرمایا: مجھے تمہاری موجودگی کی خبر دی گئی لیکن مجھے تمہارے پاس آنے سے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا یہ عمل روک رہا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ناغہ کر کے ہمیں وعظ فرماتے تھے اس اندیشے سے کہ کہیں ہم اُکتا نہ جائیں۔

اس حدیث کا آخری حصہ کتاب العلم میں گزر چکا ہے مگر ابتدائی حصہ وہاں نہیں تھا اس لیے ہم نے دوبارہ لکھا۔ اس حدیث میں یزید بن معاویہ سے مراد یزید پلید نہیں یزید نخعی ہیں جو راسخ العقیدہ تابعی مسلمان اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے تلمیذ خاص تھے۔ یزید پلید کا یہاں مراد ہونا یوں باطل ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا وصال ۳۲ ہجری میں ہو چکا تھا۔ اس وقت یزید بہت چھوٹا بچہ تھا، اس لیے کہ یزید کی پیدائش ۲۵ ہجری میں ہے۔ اس حدیث سے ان واعظین کو ہدایت حاصل کرنی چاہیے جو یہ محسوس کرتے ہوئے بھی کہ سامعین تھک چکے ہیں، اُکتا چکے ہیں، مگر پھر بھی تقریر ختم کرنے کا نام نہیں لیتے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

۸۱ - كِتَابُ الرِّقَاقِ (ص ۹۴۹)

رقت انگیز باتوں کا بیان

توضیح

''رقاق''، ''رقیق'' کی جمع ہے، جو رقت کا صفت مشبہ ہے، جس کے معنی دل پسیجنے اور مہربانی کرنے کے ہیں۔ بخاری کے بعض نسخوں میں برقاق کے بجائے رقائق ہے۔ یہ رقیقہ کی جمع ہے۔ اس کے معنی بھی وہی ہیں۔

بَابُ قَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا عَيْشَ إِلَّا عَيْشُ الْآخِرَةِ (ص ۹۴۹)

نبی ﷺ نے فرمایا: کوئی زندگی نہیں آخرت کی زندگی کے سوا

۲۷۲۵- ح: [نِعْمَتَانِ مَغْبُوْنٌ فِيْهِمَا كَثِيْرٌ مِّنَ النَّاسِ اَلصِّحَّةُ وَالْفَرَاغُ]

دو نعمتیں ایسی ہیں جن میں اکثر لوگ خسارے میں ہوتے ہیں، تندرستی اور فراغت رزق

۲۷۲۵ - **اَخْبَرَنَا** عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ سَعِيْدٍ، هُوَ ابْنُ اَبِيْ هِنْدٍ، عَنْ اَبِيْهِ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نِعْمَتَانِ مَغْبُوْنٌ فِيْهِمَا كَثِيْرٌ مِّنَ النَّاسِ اَلصِّحَّةُ وَالْفَرَاغُ.

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: دو نعمتیں ایسی ہیں جن میں بہت سے لوگ خسارے میں رہتے ہیں تندرستی اور فراغت رزق۔

خسارے کا مطلب یہ ہے کہ جب انہیں صحت بھی ملی تھی اور خوشحالی بھی ملی تھی تو انہیں اللہ کی یاد، عبادات، اذکار زیادہ سے زیادہ کرنا چاہیے تھا، مگر انہوں نے ایسا نہیں کیا جس کی وجہ سے نقصان اُٹھایا۔

بخاری کے ہندوستانی نسخے میں باب صرف اتنا ہی ہے جو اوپر مذکور ہوا۔ اس حدیث کو باب سے مناسبت نہیں مگر یہ کہ تکلف کیا جائے لیکن فتح الباری عمدۃ القاری دونوں میں باب کے دو جزء مذکور ہیں۔ پہلا جزء ہے ''ما جاء فی الصحة و الفراغ'' دوسرا جزء ہے ''لا عيش اِلَّا عَيْشُ الْآخِرَة'' اس حدیث کو پہلے جزء سے صراحۃً مناسبت ہے اور دوسرے جزء کے صراحۃً مناسب امام بخاری نے دو حدیثیں ذکر کی ہیں۔

بَابُ قَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُنْ فِي الدُّنْيَا كَاَنَّكَ غَرِيْبٌ

نبی ﷺ نے فرمایا: دنیا میں یوں رہ گویا تو مسافر ہے یا راستہ

اَوْ عَابِرُ سَبِيْلٍ (ص ۹۴۹) — طے کرنے والا

۲۷۲۶ - عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ اَخَذَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَنْكِبَيَّ فَقَالَ كُنْ فِي الدُّنْيَا كَاَنَّكَ غَرِيْبٌ اَوْ عَابِرُ سَبِيْلٍ. وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ يَقُوْلُ اِذَا اَمْسَيْتَ فَلَا تَنْتَظِرِ الصَّبَاحَ، وَاِذَا اَصْبَحْتَ فَلَا تَنْتَظِرِ الْمَسَاءَ وَخُذْ مِنْ صِحَّتِكَ لِمَرَضِكَ، وَمِنْ حَيَاتِكَ لِمَوْتِكَ.

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے کندھوں کو پکڑا اور فرمایا: دنیا میں یوں رہ گویا تو مسافر ہے یا راستہ چلنے والا' اور حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کہتے تھے: جب تو شام کر لے تو صبح کا انتظار نہ کر اور جب تو صبح کر لے تو شام کا انتظار نہ کر' اور اپنی صحت کے زمانے میں بیماری کے لیے حاصل کر لے اور اپنی زندگی میں اپنی موت کے لیے۔

(ترمذی۔ کتاب الزہد' ابن ماجہ۔ کتاب الزہد' مسند امام احمد۔ ج ۲ ص ۲۵۸)

بَابٌ فِي الْاَمَلِ وَطُوْلِهِ — آرزو اور درازی آرزو کا بیان

وَقَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى ﴿فَمَنْ زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ وَاُدْخِلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ﴾ (آل عمران: ۱۸۵) ﴿ذَرْهُمْ يَاْكُلُوْا وَيَتَمَتَّعُوْا وَيُلْهِهِمُ الْاَمَلُ فَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ﴾ (الحجر: ۳). (ص ۹۴۹)

اور اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کا بیان: جو جہنم سے دور کیا گیا اور جنت میں داخل کر دیا گیا یقیناً وہ کامیاب ہوا اور دنیا کی زندگی نہیں مگر دھوکے کا سامان O انہیں چھوڑ دو کھائیں اور نفع حاصل کریں' اور انہیں آرزو غافل کر دیتی ہے یہ لوگ بہت جلد جان لیں گے O۔

ت ۷۶۹ - وَقَالَ عَلِيٌّ اِرْتَحَلَتِ الدُّنْيَا مُدْبِرَةً، وَارْتَحَلَتِ الْاٰخِرَةُ مُقْبِلَةً، وَلِكُلٍّ وَاحِدَةٍ مِّنْهُمَا بَنُوْنَ، فَكُوْنُوْا مِنْ اَبْنَاءِ الْاٰخِرَةِ، وَلَا تَكُوْنُوْا مِنْ اَبْنَاءِ الدُّنْيَا، فَاِنَّ الْيَوْمَ عَمَلٌ وَلَا حِسَابٌ، وَغَدًا حِسَابٌ وَلَا عَمَلٌ ﴿بِمُزَحْزِحِهِ﴾ (البقرہ: ۹۶) بِمُبَاعِدِهِ.

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: دنیا پیٹھ پھیرے جا رہی ہے اور آخرت سامنے سے آ رہی ہے۔ ان میں سے ہر ایک کے بیٹے ہیں۔ ابناء آخرت سے ہونا اور ابنائے دنیا سے مت ہونا اس لیے کہ آج عمل ہے اور حساب نہیں اور کل حساب ہے عمل نہیں "مزحزحه" کے معنی ہیں: اس سے دور کرنے والا۔

یعنی دنیا گزرتی جا رہی ہے اور آخرت آ رہی ہے۔ دنیا گزر جائے گی آخرت باقی رہے گی۔ کچھ لوگ دنیا کے طلب گار ہیں کچھ لوگ آخرت کے۔ یہاں ابن سے مراد طلب گار ہیں۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ہدایت فرمائی کہ طالب دنیا نہ بننا طالب آخرت بننا۔ دنیا میں کچھ بھی کر و کوئی پوچھ گچھ نہیں اور آخرت میں دنیا کے ہر عمل پر پوچھ گچھ ہے۔ قرآن کریم میں ایک جگہ فرمایا گیا ہے: "وَمَا هُوَ بِمُزَحْزِحِهٖ مِنَ الْعَذَابِ" (البقرہ: ۹۶) اور باب میں جو آیت امام بخاری نے تحریر فرمائی ہے اس میں بھی "فمن زحزح" ہے۔ اپنی عادت کے مطابق امام بخاری نے اس کی تفسیر فرمائی کہ اس کے معنی ہیں: دور کرنے والا۔

۲۷۲۷ - عَنْ رَبِيْعِ بْنِ خُثَيْمٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ خَطَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَطًّا مُرَبَّعًا وَخَطَّ خَطًّا فِي الْوَسَطِ خَارِجًا مِنْهُ وَخَطَّ خُطُطًا صِغَارًا اِلٰى هٰذَا الَّذِيْ فِي الْوَسَطِ مِنْ جَانِبِهِ الَّذِيْ فِي الْوَسَطِ وَقَالَ هٰذَا الْاِنْسَانُ وَهٰذَا اَجَلُهُ مُحِيْطٌ بِهٖ اَوْ قَدْ اَحَاطَ بِهٖ وَهٰذَا الَّذِيْ هُوَ خَارِجٌ اَمَلُهُ وَهٰذِهِ

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک چوکور خط کھینچا اور ایک خط بیچ میں کھینچا جو اس سے خارج تھا اور چھوٹے چھوٹے کئی خط کھینچے بیچ والے خط میں اس کے بیچ والے کنارے سے' پھر فرمایا: یہ انسان ہے اور یہ اس کی موت ہے جو اسے گھیرے ہوئے ہے اور جو باہر ہے اس کی آرزو ہے اور یہ چھوٹے چھوٹے خطوط بیماریاں ہیں۔ اگر یہ چوک جاتی ہے تو یہ نوچ لیتی

اَلْخُطُطُ الصِّغَارُ الْاَعْرَاضُ، فَاِنْ اَخْطَاَهٗ هٰذَا، نَهَشَهٗ هٰذَا، وَاِنْ اَخْطَاَهٗ هٰذَا، نَهَشَهٗ هٰذَا.

(ترمذی۔ کتاب الزہد، نسائی۔ کتاب الرقاق)

ہے اور اگر یہ چوک جاتی ہے تو یہ نوچ لیتی ہے۔

۲۷۲۸ - عَنْ اَنَسٍ قَالَ خَطَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خُطُوْطًا، فَقَالَ هٰذَا الْاَمَلُ وَهٰذَا اَجَلُهٗ، فَبَيْنَمَا هُوَ كَذٰلِكَ اِذْ جَاءَهُ الْخَطُّ الْاَقْرَبُ.

(نسائی۔ کتاب الرقاق)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے چند خطوط کھینچے پھر فرمایا: یہ اس کی آرزو ہے اور یہ اس کی موت۔ وہ اسی طرح رہتا ہے کہ اچانک موت سے قریب والا خط آ جاتا ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود اور حضرت انس رضی اللہ عنہما کی دونوں حدیثوں کا حاصل ایک ہی ہے یعنی انسان مرجاتا ہے مگر اس کی آرزوئیں پوری نہیں ہوتیں۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث پر کچھ لوگوں نے یہ شبہہ پیش کیا ہے کہ لغت کی کسی کتاب میں خط کی جمع ''خطط'' نہیں آئی ہے بلکہ خطوط اور اخطاط آئی ہیں۔ میں یہ کہتا ہوں کہ کوئی بھی زبان لغت کی کتابوں کی پابند نہیں بلکہ لغت اہل زبان کی بول چال اور محاورات سے تیار کی جاتی ہے۔ عربی زبان کے لیے سب سے مستند کتاب اللہ ہے، اس کے بعد سنت رسول اللہ۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد میں ''خطط'' موجود ہے تو یہ سب سے بڑا ثبوت اس بات کا ہے کہ خط کی جمع ''خطط'' ہے۔

بَابُ مَنْ بَلَغَ سِتِّيْنَ سَنَةً، فَقَدْ اَعْذَرَ اللّٰهُ اِلَيْهِ فِي الْعُمُرِ

جو ساٹھ سال تک پہنچ جائے گا اللہ تعالیٰ اس کا عذر قبول نہیں فرمائے گا

لِقَوْلِهٖ ﴿اَوَلَمْ نُعَمِّرْكُمْ مَّا يَتَذَكَّرُ فِيْهِ مَنْ تَذَكَّرَ وَجَآءَكُمُ النَّذِيْرُ﴾ (فاطر:۳۷). (ص ۹۵۰)

اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی وجہ سے: اور کیا ہم نے تمہیں وہ عمر نہ دی تھی جس میں سمجھ لیتا جسے سمجھنا ہوتا اور ڈر سنانے والا تمہارے پاس تشریف لایا۔

۲۷۲۹ - عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَعْذَرَ اللّٰهُ اِلٰى امْرِئٍ اَخَّرَ اَجَلَهٗ حَتّٰى بَلَّغَهٗ سِتِّيْنَ سَنَةً.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ اس شخص کا عذر قبول نہیں فرمائے گا جس کی موت کو مؤخر فرمایا ہے یہاں تک کہ اُسے ساٹھ سال کی عمر کو پہنچایا۔

مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اُسے کافی عمر دی یہاں تک کہ ساٹھ سال کا کردیا۔ اسے لازم تھا کہ اللہ کے احکام کی پابندی کرتا جوانی میں نہیں کیا تھا تو بڑھاپے میں کرتا اور اس نے بڑھاپے میں بھی خدا کا خوف نہیں کیا اس کا کیا عذر۔

۲۷۳۰ - اَخْبَرَنِيْ سَعِيْدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ اَنَّ اَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لَا يَزَالُ قَلْبُ الْكَبِيْرِ شَابًّا فِي اثْنَتَيْنِ فِيْ حُبِّ الدُّنْيَا وَطُوْلِ الْاَمَلِ.

(مسلم۔ کتاب الزکوٰۃ، نسائی۔ کتاب الرقاق)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ بوڑھے کا دل دو چیزوں کی آرزو میں ہمیشہ جوان رہتا ہے، دنیا کی محبت اور خواہش کی درازی میں۔

۲۷۳۱ - حَدَّثَنَا قَتَادَةُ عَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَكْبَرُ ابْنُ

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آدمی بوڑھا ہوتا جاتا ہے اور اس کے ساتھ دو باتیں بھی

اٰدَمَ، وَیَکْبَرُ مَعَهُ اثْنَانِ حُبُّ الْمَالِ، وَطُوْلُ الْعُمُرِ.
(مسلم۔کتاب الزکوٰۃ)

بڑھتی رہتی ہیں، مال کی محبت اور عمر کی درازی کی آرزو۔

بَابٌ

[فاطر:۵۔۶ کی تفسیر]

قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى ﴿يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ فَلَا تَغُرَّنَّكُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا وَلَا يَغُرَّنَّكُمْ بِاللّٰهِ الْغَرُوْرُO اِنَّ الشَّيْطٰنَ لَكُمْ عَدُوٌّ فَاتَّخِذُوْهُ عَدُوًّا اِنَّمَا يَدْعُوْا حِزْبَهٗ لِيَكُوْنُوْا مِنْ اَصْحٰبِ السَّعِيْرِO﴾
(فاطر:۵-۶).(ص ۹۵۲)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اے لوگو! بے شک اللہ کا وعدہ حق ہے اس لیے تم کو دنیا کی زندگی فریفتہ نہ کرے اور ہرگز تمہیں اللہ کے حکم پر فریب نہ دے وہ بڑا فریبیO بے شک شیطان تمہارا دشمن ہے تو تم بھی اسے دشمن سمجھو، وہ تو اپنے گروہ کو اسی لیے بلاتا ہے کہ دوزخیوں میں ہوںO

قَالَ اَبُوْعَبْدِاللّٰهِ اَلسَّعِيْرُ جَمْعُهٗ سُعُرٌ وَقَالَ مُجَاهِدٌ اَلْغَرُوْرُ الشَّيْطَانُ.

ابوعبداللہ (امام بخاری) نے کہا: ''سعیر'' کی جمع ''سُعُر'' آئی ہے، اور مجاہد نے کہا کہ ''غرور'' شیطان ہے۔

توضیح

''سعیر'' فعیل کے وزن پر ''سعر'' سے صفت مشبہ ہے۔ اس کا لغوی معنی بھڑکنے والی آگ کے ہیں، یہاں مراد جہنم ہے۔ امام مجاہد نے کہا: ''الغرور'' فعول کے وزن پر اسم مبالغہ کا صیغہ ہے یعنی جو بہت زیادہ فریب دینے والا ہو۔ اس سے مراد شیطان ہے۔ اشارہ یہ فرمایا کہ ''الغرور'' میں الف لام عہد ذہنی کا ہے۔

۲۷۳۲ - اَخْبَرَنِیْ مُعَاذُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ اَنَّ ابْنَ اَبَانَ اَخْبَرَهٗ قَالَ اَتَیْتُ عُثْمَانَ بِطَهُوْرٍ وَهُوَ جَالِسٌ عَلَی الْمَقَاعِدِ، فَتَوَضَّاَ فَاَحْسَنَ الْوُضُوْءَ، ثُمَّ قَالَ رَاَیْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ تَوَضَّاَ وَهُوَ فِیْ هٰذَا الْمَجْلِسِ، فَاَحْسَنَ الْوُضُوْءَ ثُمَّ قَالَ مَنْ تَوَضَّاَ مِثْلَ هٰذَا الْوُضُوْءِ، ثُمَّ اَتَی الْمَسْجِدَ، فَرَکَعَ رَکْعَتَیْنِ، ثُمَّ جَلَسَ، غُفِرَ لَهٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ. قَالَ وَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَا تَغْتَرُّوْا. (مسلم۔کتاب الطہارۃ، نسائی۔کتاب الصلوٰۃ)

بے شک ابن ابان نے خبر دی کہ میں حضرت عثمان کے پاس وضو کا پانی لایا اور وہ مقاعد میں بیٹھتے ہوئے تھے۔ انہوں نے اچھی طرح وضو کیا، پھر کہا: میں نے نبی ﷺ کو دیکھا کہ اس جگہ وضو کیا اور اچھی طرح وضو فرمایا، پھر فرمایا: جس نے اس طرح وضو کیا، پھر مسجد آیا اور دو رکعت نماز پڑھی، پھر بیٹھا تو اس کے اگلے گناہ بخش دیئے جائیں گے۔ عثمان نے کہا: اور نبی ﷺ نے فرمایا: تم دھوکے میں مت پڑنا۔

یہ ابن ابان حمران ہیں جو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے غلام تھے۔

طَهُوْر

بفتح طاء'' صفت مشبہ کا صیغہ ہے۔ اس کے معنی پاک کرنے والے کے ہیں۔ یہاں مراد وہ پانی ہے جس سے طہارت حاصل کی جائے۔ ''مقاعد'' مدینہ طیبہ میں ایک جگہ کا نام ہے۔ فرکع رکعتین یہ روایت عام ہے خواہ فرض پڑھے یا نفل مگر مسلم کی روایتوں میں فرائض بلکہ بعض روایتوں میں صلوات خمس کی تخصیص ہے۔ اگلے گناہوں سے یہاں مراد حقوق اللہ ہیں، اور وہ بھی ایک قول کی بنا پر صرف صغائر رہ گئے حقوق العباد تو وہ بالاتفاق مراد نہیں۔

لَا تَغْتَرُّوْا

یعنی یہ سمجھ کر کہ اچھی طرح سے وضو کر کے نماز پڑھ لینے سے تمام گناہ معاف ہو جاتے ہیں آدمی گناہوں پر جری نہ ہو اس لیے کہ مغفرت اللہ تعالیٰ کی مشیت پر ہے نیز ہر عمل کا ثواب اسی پر موقوف ہے کہ وہ عمل مقبول ہو اور یہ کسی کو نہیں معلوم۔

بَابُ مَا يُتَّقٰى مِنْ فِتْنَةِ الْمَالِ

اس بات کا بیان کہ مال کے فتنہ سے بچا جائے

وَقَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى ﴿اِنَّمَآ اَمْوَالُكُمْ وَاَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ﴾ (التغابن:۱۵). (ص ۹۵۲)

اور اللہ تعالیٰ کے ارشاد کا بیان: تمہارے مال اور تمہاری اولاد فتنہ ہیں۔

۲۷۳۳- ح: [لَا يَمْلَأُ جَوْفَ ابْنِ اٰدَمَ اِلَّا التُّرَابُ]

ابن آدم کا پیٹ مٹی کے سوا کوئی چیز نہیں بھرے گی

۲۷۳۳ - عَنْ عَطَاءٍ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا يَقُوْلُ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لَوْ كَانَ لِابْنِ اٰدَمَ وَادِيَانِ مِنْ مَّالٍ لَابْتَغٰى ثَالِثًا، وَلَا يَمْلَأُ جَوْفَ ابْنِ اٰدَمَ اِلَّا التُّرَابُ وَيَتُوْبُ اللّٰهُ عَلٰى مَنْ تَابَ. (مسلم۔ کتاب الزکوٰۃ)

عطاء سے روایت ہے کہ میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: اگر بنی آدم کے لیے دو وادیاں مال سے بھری ہوئی ہوں تو وہ تیسری تلاش کرے گا اور ابن آدم کا پیٹ مٹی کے سوا کوئی چیز نہیں بھرے گی اور اللہ تعالیٰ اس شخص کی توبہ قبول فرماتا ہے جو توبہ کرے۔

اسی کے متصل اسی کے ہم معنی ایک روایت یوں ہے کہ اگر ابن آدم کے لیے ایک وادی کے برابر مال ہو تو وہ پسند کرے گا کہ اس کے پاس اتنی ہی اور ہو اور ابن آدم کی آنکھ نہیں بھرے گی مگر دھول اور اللہ اس کی توبہ قبول کرتا ہے جو توبہ کرے۔ حضرت ابن عباس نے کہا: میں نہیں جانتا کہ یہ قرآن سے ہے یا نہیں۔ عطاء نے کہا: میں نے حضرت ابن زبیر سے سنا کہ وہ منبر پر کہتے تھے:

یہ انسان کے انتہائی حریص ہونے کا بیان ہے کہ اسے کتنا ہی مال مل جائے قناعت نہیں کرے گا۔

عطاء سے اسی سند کے ساتھ مروی ہے کہ انہوں نے یہ دوسری حدیث حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہما سے بھی سنی کہ وہ منبر پر بیان کر رہے تھے۔

۲۷۳۴ - عَنْ عَبَّاسِ بْنِ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ الزُّبَيْرِ عَلَى الْمِنْبَرِ بِمَكَّةَ فِيْ خُطْبَتِهٖ يَقُوْلُ يَا اَيُّهَا النَّاسُ، اِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقُوْلُ لَوْ اَنَّ ابْنَ اٰدَمَ اُعْطِيَ وَادِيًا مَلْاً مِّنْ ذَهَبٍ اَحَبَّ اِلَيْهِ ثَانِيًا، وَلَوْ اُعْطِيَ ثَانِيًا اَحَبَّ اِلَيْهِ ثَالِثًا، وَلَا يَسُدُّ جَوْفَ ابْنِ اٰدَمَ اِلَّا التُّرَابُ، وَيَتُوْبُ اللّٰهُ عَلٰى مَنْ تَابَ.

حضرت عباس بن سہل بن سعد سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا: میں نے ابن زبیر کو مکہ میں منبر پر اپنے خطبہ میں یہ فرماتے ہوئے سنا: اے لوگو! نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے: اگر ابن آدم کو سونے سے بھری ایک وادی دی جائے تو چاہے گا کہ ایسی ہی دوسری ملے اور اگر دوسری دے دی جائے تو چاہے گا کہ تیسری ملے اور مٹی کے سوا ابن آدم کا پیٹ کوئی چیز نہیں بھرے گی اور اللہ اس کی توبہ قبول فرمائے گا جو توبہ کرے گا۔

۲۷۳۵ - عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ اَخْبَرَنِيْ اَنَسُ بْنُ مَالِكٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَوْ اَنَّ

حضرت انس بن مالک نے خبر دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر ابن آدم کے لیے سونے سے بھری ایک وادی ہو تو چاہے

لِابْنِ اٰدَمَ وَادِيًا مِّنْ ذَهَبٍ اَحَبَّ اَنْ يَّكُوْنَ لَهٗ وَادِيَانِ، وَلَنْ يَمْلَاَ فَاهُ اِلَّا التُّرَابُ، وَيَتُوْبُ اللّٰهُ عَلٰى مَنْ تَابَ. (ترمذی۔ کتاب الزہد)

گا اس کے لیے دو وادیاں ہوں اور سوائے دھول کے اور کوئی چیز اس کا منہ نہیں بھرے گی اور اللہ اس کی توبہ قبول فرماتا ہے جو توبہ کرتا ہے۔

ت ۷۷۰- وَقَالَ لَنَا اَبُو الْوَلِيْدِ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ عَنْ ثَابِتٍ، عَنْ اَنَسٍ، عَنْ اُبَيٍّ قَالَ كُنَّا نَرٰى هٰذَا مِنَ الْقُرْاٰنِ، حَتّٰى نَزَلَتْ ﴿اَلْهٰكُمُ التَّكَاثُرُ﴾.

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت ابی رضی اللہ عنہ کہتے تھے کہ ہم اس حدیث کو قرآن کا حصہ سمجھتے تھے یہاں تک کہ ''اَلْهٰكُمُ التَّكَاثُرُ'' نازل ہوئی۔

یعنی حدیث مذکور ''لو ان لا بن اٰدم واديا الحديث'' قرآن سے تھا۔ اب اس کی تلاوت منسوخ ہو چکی ہے۔ اسے ''سُوْرَةُ اَلْهٰكُمُ التَّكَاثُرُ'' نے منسوخ کیا۔ ''كنا نرى'' اس میں ایک احتمال یہ ہے کہ یہ بہ معنی ظن ہو۔ اب مطلب یہ ہوگا کہ ہم گمان کرتے تھے، علم یقینی اور قطعی نہیں تھا اور ایک احتمال یہ ہے کہ روایت بہ معنی علم ہو۔ اب معنی یہ ہوئے کہ ہم اس کا اعتقاد رکھتے تھے۔

بَابُ مَا قَدَّمَ مِنْ مَّالِهٖ فَهُوَ لَهٗ (ص ۸۵۳)

اپنا جتنا مال آگے بھیج دیا وہ اس کا ہے

۲۷۳۶- قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَيُّكُمْ مَالُ وَارِثِهٖ اَحَبُّ اِلَيْهِ مِنْ مَّالِهٖ؟ قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، مَا مِنَّا اَحَدٌ اِلَّا مَالُهٗ اَحَبُّ اِلَيْهِ، قَالَ فَاِنَّ مَالَهٗ مَا قَدَّمَ، وَمَالُ وَارِثِهٖ مَا اَخَّرَ. (نسائی۔ کتاب الوصایا)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں کون ہے جسے اس کے وارث کا مال اپنے مال سے زیادہ پیارا ہو؟ لوگوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ہم میں سے ہر شخص کو اپنا مال وارث کے مال سے زیادہ پیارا ہے۔ فرمایا: اس کا مال وہ ہے جو اس نے آگے بھیج دیا اور اس کے وارث کا مال وہ ہے جو پیچھے چھوڑ گیا۔

بَابُ الْغِنٰى غِنَى النَّفْسِ

غنٰی نفس کا غنٰی ہے

وَقَوْلُ اللّٰهِ تَعَالٰى ﴿اَيَحْسَبُوْنَ اَنَّمَا نُمِدُّهُمْ بِهٖ مِنْ مَّالٍ وَّبَنِيْنَ. اِلٰى قَوْلِهٖ تَعَالٰى. مِنْ دُوْنِ ذٰلِكَ هُمْ لَهَا عَامِلُوْنَ﴾ (المومنون:۵۵-۶۳). (ص ۹۵۴)

اور اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کا بیان: کیا یہ خیال کر رہے ہیں کہ وہ جو ہم ان کی مدد کر رہے ہیں مال اور بیٹوں سے یہ جلد جلد ان کو بھلائیاں دیتے ہیں بلکہ انہیں خبر نہیں، سے ''عاملون'' تک۔

ت ۷۷۱- قَالَ ابْنُ عُيَيْنَةَ لَمْ يَعْمَلُوْهَا، لَا بُدَّ مِنْ اَنْ يَعْمَلُوْهَا.

ابن عیینہ نے کہا: جو انہوں نے نہیں کیے حالانکہ ضروری تھا کہ وہ کرتے۔

توضیح

امام بخاری نے باب میں سورۂ توبہ کی نو آیتوں کی جانب اشارہ کیا ہے، یعنی آیت: ۵۵، لغایت: ۶۳، آخری آیت کفار کے بارے میں ہے۔ فرمایا: ''بَلْ قُلُوْبُهُمْ فِيْ غَمْرَةٍ مِّنْ هٰذَا وَلَهُمْ اَعْمَالٌ مِّنْ دُوْنِ ذٰلِكَ هُمْ لَهَا عَامِلُوْنَO'' (المومنون:۵۵) بلکہ ان (کافروں) کے دل اس سے غفلت میں ہیں اور ان کے کام ان کاموں سے جدا ہیں جنہیں وہ کر رہے ہیںO یعنی کافر جو کام کر رہے ہیں وہ مومنوں کے کاموں سے جدا ہیں۔ حضرت سفیان بن عیینہ یہ فرماتے ہیں کہ کافروں نے وہ کام نہیں کیے جو مسلمانوں کے تھے حالانکہ انہیں لازم تھا کہ یہ کام کرتے۔

۲۷۳۷- عَنْ اَبِيْ صَالِحٍ، عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَيْسَ الْغِنٰى عَنْ كَثْرَةِ الْعَرَضِ، وَلٰكِنَّ الْغِنٰى غِنَى النَّفْسِ.

(ترمذی۔ کتاب الزہد' نسائی۔ کتاب الرقاق)

فرمایا کہ مال داری مال کی کثرت سے نہیں۔ ہاں! مال داری نفس کی مال داری ہے۔

بَابٌ كَيْفَ كَانَ عَيْشُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَصْحَابِهٖ، وَتَخَلِّيْهِمْ مِنَ الدُّنْيَا (ص ۹۵۵)

نبی ﷺ اور ان کے اصحاب کی زندگی اور دنیا سے ان کی علیحدگی کیسی تھی؟

۲۷۳۸- ح: [مُعْجِزَةُ الْكَثْرَةِ فِي اللَّبَنِ]

دودھ کے کثیر ہونے کا معجزہ

۲۷۳۸- حَدَّثَنَا مُجَاهِدٌ اَنَّ اَبَا هُرَيْرَةَ كَانَ يَقُوْلُ اَللّٰهُ الَّذِيْ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ، اِنْ كُنْتُ لَاَعْتَمِدُ بِكَبِدِيْ عَلَى الْاَرْضِ مِنَ الْجُوْعِ، وَاِنْ كُنْتُ لَاَشُدُّ الْحَجَرَ عَلٰى بَطْنِيْ مِنَ الْجُوْعِ، وَلَقَدْ قَعَدْتُ يَوْمًا عَلٰى طَرِيْقِهِمِ الَّذِيْ يَخْرُجُوْنَ مِنْهُ، فَمَرَّ اَبُوْ بَكْرٍ، فَسَاَلْتُهٗ عَنْ اٰيَةٍ مِنْ كِتَابِ اللّٰهِ، مَا سَاَلْتُهٗ اِلَّا لِيُشْبِعَنِيْ، فَمَرَّ وَلَمْ يَفْعَلْ، ثُمَّ مَرَّ بِيْ عُمَرُ، فَسَاَلْتُهٗ عَنْ اٰيَةٍ مِّنْ كِتَابِ اللّٰهِ مَا سَاَلْتُهٗ اِلَّا لِيُشْبِعَنِيْ، فَمَرَّ فَلَمْ يَفْعَلْ، ثُمَّ مَرَّ بِيْ اَبُو الْقَاسِمِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَتَبَسَّمَ حِيْنَ رَاٰنِيْ، وَعَرَفَ مَا فِيْ نَفْسِيْ وَمَا فِيْ وَجْهِيْ، ثُمَّ قَالَ، اَبَا هِرٍّ. قُلْتُ لَبَّيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، قَالَ اِلْحَقْ. وَمَضٰى فَتَبِعْتُهٗ، فَدَخَلَ، فَاسْتَاْذَنَ، فَاَذِنَ لِيْ، فَدَخَلَ، فَوَجَدَ لَبَنًا فِيْ قَدَحٍ، فَقَالَ مِنْ اَيْنَ هٰذَا اللَّبَنُ. قَالُوْا اَهْدَاهُ لَكَ فُلَانٌ اَوْ فُلَانَةُ، قَالَ اَبَا هِرٍّ. قُلْتُ لَبَّيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، قَالَ الْحَقْ اِلٰى اَهْلِ الصُّفَّةِ فَادْعُهُمْ لِيْ قَالَ وَاَهْلُ الصُّفَّةِ اَضْيَافُ الْاِسْلَامِ، لَا يَاْوُوْنَ اِلٰى اَهْلٍ وَلَا مَالٍ وَلَا عَلٰى اَحَدٍ، اِذَا اَتَتْهُ صَدَقَةٌ بَعَثَ بِهَا اِلَيْهِمْ وَلَمْ يَتَنَاوَلْ مِنْهَا شَيْئًا، وَاِذَا اَتَتْهُ هَدِيَّةٌ اَرْسَلَ اِلَيْهِمْ وَاَصَابَ مِنْهَا وَاَشْرَكَهُمْ فِيْهَا. فَسَاءَنِيْ ذٰلِكَ، فَقُلْتُ وَمَا هٰذَا اللَّبَنُ فِيْ اَهْلِ الصُّفَّةِ؟ كُنْتُ اَحَقُّ اَنَا اَنْ اُصِيْبَ مِنْ هٰذَا اللَّبَنِ شَرْبَةً اَتَقَوّٰى بِهَا، فَاِذَا جَاءُوْا اَمَرَنِيْ، فَكُنْتُ اَنَا

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے تھے: اس اللہ کی قسم! جس کے سوا کوئی معبود نہیں کہ میں بھوک کی وجہ سے بسا اوقات اپنا پیٹ زمین پر چپکا دیتا تھا اور کبھی کبھی اپنے پیٹ پر پتھر باندھ لیا کرتا تھا۔ ایک دن بھوک سے پریشان ہو کر اس راستے پر بیٹھا جس سے نبی ﷺ اور صحابہ کرام عموماً آتے جاتے تھے کہ حضرت ابوبکر گزرے۔ میں نے ان سے کتاب اللہ میں سے ایک آیت کے بارے میں پوچھا اور میں نے ان سے صرف اس لیے پوچھا تھا (کہ میری آواز کی کمزوری سے میرے بھوکے ہونے کا انہیں علم ہو جائے) تا کہ وہ مجھے کھلائیں' وہ گزر گئے اور کچھ نہیں کیا' پھر میرے پاس سے حضرت عمر گزرے' میں نے ان سے بھی اللہ کی کتاب سے ایک آیت کے بارے میں سوال کیا۔ ان سے میں نے سوال صرف اس لیے کیا تھا کہ وہ مجھے کھانا کھلائیں' وہ بھی گزر گئے اور کچھ نہیں کیا۔ پھر میرے قریب سے حضرت ابوالقاسم ﷺ گزرے۔ مجھے دیکھ کر مسکرائے اور میرے جی میں جو تھا اور جو میرے چہرے میں تھا جان لیا۔ فرمایا: اے ابوہر! میں نے عرض کیا: حاضر ہوں یارسول اللہ فرمایا: میرے پیچھے پیچھے آؤ اور آگے بڑھ گئے۔ میں حضور کے پیچھے رہا یہاں تک کہ حضور کاشانۂ اقدس کے اندر تشریف لے گئے' پھر میں نے اذن طلب کیا تو مجھے اجازت دی۔ اندر تشریف لے جا کر حضور نے پیالے میں دودھ پایا۔ حضور نے گھر والوں سے پوچھا: یہ دودھ کہاں سے آیا؟ لوگوں نے عرض کیا: فلاں مرد یا فلاں عورت نے حضور کے لیے ہدیہ بھیجا ہے۔ حضور نے مجھ سے فرمایا: اے ابوہر!

أَعْطِيهِمْ، وَمَا عَسٰى اَنْ يَبْلُغَنِي مِنْ هٰذَا اللَّبَنِ، وَلَمْ يَكُنْ مِنْ طَاعَةِ اللّٰهِ وَطَاعَةِ رَسُوْلِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بُدٌّ، فَأَتَيْتُهُمْ فَدَعَوْتُهُمْ فَأَقْبَلُوْا، فَاسْتَأْذَنُوْا فَأَذِنَ لَهُمْ، وَاَخَذُوْا مَجَالِسَهُمْ مِنَ الْبَيْتِ، قَالَ يَا اَبَا هِرٍّ. قُلْتُ لَبَّيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، قَالَ خُذْ فَأَعْطِهِمْ. قَالَ فَأَخَذْتُ الْقَدَحَ، فَجَعَلْتُ أُعْطِيهِ الرَّجُلَ فَيَشْرَبُ حَتّٰى يَرْوٰى، ثُمَّ يَرُدُّ عَلَيَّ الْقَدَحَ، أُعْطِيهِ الرَّجُلَ فَيَشْرَبُ حَتّٰى يَرْوٰى، ثُمَّ يَرُدُّ عَلَيَّ الْقَدَحَ، حَتّٰى انْتَهَيْتُ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَدْ رَوِيَ الْقَوْمُ كُلُّهُمْ، فَأَخَذَ الْقَدَحَ فَوَضَعَهٗ عَلٰى يَدِهٖ، فَنَظَرَ اِلَيَّ فَتَبَسَّمَ، فَقَالَ اَبَا هِرٍّ. قُلْتُ لَبَّيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، قَالَ بَقِيْتُ اَنَا وَاَنْتَ. قُلْتُ صَدَقْتَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، قَالَ اقْعُدْ فَاشْرَبْ. فَقَعَدْتُ فَشَرِبْتُ، فَقَالَ اِشْرَبْ. فَشَرِبْتُ، فَمَا زَالَ يَقُوْلُ اِشْرَبْ. حَتّٰى قُلْتُ لَا وَالَّذِيْ بَعَثَكَ بِالْحَقِّ، مَا اَجِدُ لَهٗ مَسْلَكًا، قَالَ فَأَرِنِيْ. فَأَعْطَيْتُهُ الْقَدَحَ، فَحَمِدَ اللّٰهَ وَسَمّٰى وَشَرِبَ الْفَضْلَةَ.

میں نے عرض کیا: حاضر ہوں یا رسول اللہ! فرمایا: اہل صفہ کے پاس جاؤ اور انہیں میرے پاس بلا لاؤ' اہل صفہ اسلام کے مہمان تھے۔ نہ ان کے اہل و عیال تھے نہ مال تھا اور نہ ان کا کوئی ٹھکانہ تھا۔ جب حضور کی خدمت میں صدقہ آتا تو ان کے پاس بھیج دیا کرتے اور صدقہ میں سے حضور کچھ نہ لیتے اور جب ہدیہ آتا تو ان کو بلا لیتے اس میں سے حضور بھی کچھ تناول فرماتے اور اصحاب صفہ کو بھی شامل فرماتے۔ اس وقت اہل صفہ کا بلانا مجھے پسند نہیں آیا' میں نے کہا کہ یہ ایک پیالہ دودھ اہل صفہ میں کیا کام دے گا۔ اس میں میں اس کا حق دار ہوں کہ کل دودھ پی جاؤں جس سے مجھے تقویت ہو۔ جب اہل صفہ آئیں گے تو مجھے حضور حکم دیں گے کہ میں انہیں دوں' مجھے امید نہیں کہ مجھے اس دودھ میں سے کچھ ملے' لیکن اللہ اور اس کے رسول کی فرماں برداری کے سوا کوئی چارہ نہیں تھا۔ میں اصحاب صفہ کے پاس گیا اور ان سب کو بلا لایا۔ وہ سب آئے' انہوں نے اندر حاضری کا اذن طلب کیا' حضور نے انہیں اذن دیا' اندر آ کر وہ لوگ اپنی اپنی جگہ بیٹھ گئے۔ فرمایا: اے ابوہر! میں نے عرض کیا: حاضر ہوں یا رسول اللہ! فرمایا: دودھ کا پیالہ لے اور انہیں دے' میں نے پیالہ لیا۔ میں ایک ایک شخص کو پیالہ دیتا' وہ سیر ہو کر پی لیتا' پھر پیالہ مجھے لوٹا دیتا' پھر پیالہ میں دوسرے کو دیتا' وہ سیر ہو کر پی لیتا' پھر پیالہ مجھے لوٹا دیتا' یہاں تک کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم تک میں پہنچ گیا اور کل اصحاب صفہ سیر ہو چکے تھے۔ حضور نے پیالہ لے لیا اور اپنے ہاتھ پر رکھا۔ پھر میری طرف دیکھا اور مسکرائے اور فرمایا: اے ابوہر! میں نے عرض کیا: حاضر ہوں اے اللہ کے رسول! فرمایا: میں اور تم باقی رہ گئے ہیں۔ میں نے عرض کیا: سچ فرمایا آپ نے یا رسول اللہ! فرمایا: بیٹھ اور پی۔ میں بیٹھ کر پینے لگا' فرمایا: اور پی' میں نے اور پیا' حضور مسلسل فرماتے رہے: پی' یہاں تک کہ میں نے کہا: قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے کہ اب اس کی کوئی گنجائش نہیں پاتا۔ فرمایا: تو اب مجھے دے۔ میں نے پیالہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دے دیا' حضور نے اللہ کی حمد کی' بسم اللہ پڑھی اور سب دودھ پی لیا۔

سند کے شروع میں ہے "حدثنی ابو نعیم بنحو من نصف هذا الحدیث"۔ اس پر اشکال یہ ہے کہ یہاں نصف سے مراد کیا ہے اول یا آخر؟ پھر جب سند کے ساتھ نصف ہی حدیث مذکور ہے، جو مذکور نہیں وہ بغیر سند کے رہ جائے گی۔ اس اشکال کا جواب علامہ کرمانی نے یہ دیا کہ امام بخاری نے اس حدیث کو کتاب الاطعمہ میں یوسف بن عدی مروزی کے طریقہ سے ذکر کیا ہے۔ وہ حدیث اس حدیث کے نصف کے قریب ہے۔ خیال یہ ہے کہ امام بخاری کی مراد یہ ہے کہ یہاں نصف سے مراد تو وہ حصہ ہے جو کتاب الاطعمہ میں مذکور نہیں اور یہاں بہ طریق ابو نعیم مذکور ہے، اب پوری حدیث مسند ہو جائے گی۔ بعض بہ طریق یوسف بن عدی اور بعض بہ طریق ابو نعیم "اللّٰہ الذی" حرف قسم کے حذف کے ساتھ اسم جلالت منصوب اور ایک روایت واؤ کے اظہار کے ساتھ بھی ہے اس صورت میں جر ہوگا اور ایک روایت رفع کے ساتھ بھی ہے۔ پہلی دونوں صورتوں میں تو ظاہر ہے کہ یہ قسم ہے، جو واقعہ مذکور ہے اس کی اہمیت بتانے کے لیے قسم کے ساتھ کلام شروع فرمایا اور رفع کی صورت میں بطور تبرک آیۂ کریمہ کی تلاوت فرمائی۔ ضمنی طور پر اس کا فائدہ بھی واقعہ کی توکید ہے کہ اللہ کا نام لے کر جو بات ذکر کی جا رہی ہے وہ غلط نہیں "اَبَـــا هِـرٍّ" حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی کنیت ابو ہریرہ تھی، اس کی ترخیم "هریر" آئے گی نہ "هِرّ" ایسا کبھی کبھی اہل زبان خلاف قیاس کر دیتے ہیں۔ اس سے ان کا مقصود مونث کو مذکر سے اور مصغر کو "مکبر" سے بدلنا ہوتا ہے۔ "هریرہ" مونث ہے اور "هِرَّةٌ" کی تصغیر ہے۔ "هِرَّةٌ" مونث ہے اور "مکبر" اسی کی ترخیم "هِرٌّ" ہے۔ اس کے راء پر تشدید بھی پڑھ سکتے ہیں اور سکون بھی۔ اسی واقعہ کو سامنے رکھ کر مجدد اعظم اعلیٰ حضرت قدس نے عرض کیا ہے:

کیوں جناب بوہریرہ کیسا تھا وہ جامِ شیر؟ جس سے ستر صاحبوں کا دودھ سے منہ بھر گیا

اس پر شر پسند دیوبندی یہ اعتراض کرتے ہیں یہ کیسے معلوم کہ اس وقت ستر ہی اصحابِ صفہ تھے کیونکہ ان کی تعداد گھٹتی بڑھتی رہتی تھی۔ یہ صحیح ہے کہ ان کی تعداد گھٹتی بڑھتی رہتی تھی، لیکن غالب اور اکثر ان کی تعداد ستر ہی رہتی تھی۔ اسی بخاری کتاب الصلوٰۃ میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے کہ میں نے ستر اصحابِ صفہ کو دیکھا۔ اسی روایت کو سامنے رکھ کر اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے وہ فرمایا۔

۲۷۳۹- ح: [اَلْعُسْرَةُ فِیْ عَهْدِ النَّبِیِّ]

عہد نبوی میں عسرت کا بیان

۲۷۳۹ - عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ مَا اَکَلَ اٰلُ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَکْلَتَیْنِ فِیْ یَوْمٍ اِلَّا اِحْدَاهُمَا تَمْرٌ. (مسلم۔ آخر کتاب)

اُمّ المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے کہا: آلِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی دن دو ایسے لقمے نہیں کھائے جن میں ایک کھجور نہ ہو۔

۲۷۴۰- ح: [کَانَ الْفِرَاشُ مِنْ اَدَمٍ، وَحَشْوُهُ مِنْ لِیْفٍ]

بستر مبارک چمڑے کا تھا، جس میں کھجور کے ریشے بھرے تھے

۲۷۴۰ - عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ کَانَ فِرَاشُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مِنْ اَدَمٍ وَحَشْوُهُ مِنْ لِیْفٍ.

اُمّ المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بچھونا چمڑے کا تھا جس میں کھجور کے ریشے بھرے ہوئے تھے۔

۲۷۴۱- ح: [یَاْتِی الشَّهْرُ وَمَا

کاشانۂ اقدس میں ایک ایک

[استَوْقَدَ النَّارُ فِي بَيْتِهِ]

مہینہ تک آگ نہیں جلتی تھی

٢٧٤١ - عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ كَانَ يَأْتِي عَلَيْنَا الشَّهْرُ مَا نُوْقِدُ فِيْهِ نَارًا، إِنَّمَا هُوَ التَّمْرُ وَالْمَاءُ، إِلَّا أَنْ نُؤْتٰى بِاللُّحَيْمِ.

اُمّ المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ ہم پر ایک مہینہ گزر جاتا جس میں ہم آگ نہیں جلاتے تھے۔ اس میں ہماری غذا کھجور اور پانی ہوتا مگر ہمارے پاس کہیں سے تھوڑا سا گوشت آجاتا۔

٢٧٤٢ - عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَللّٰهُمَّ ارْزُقْ اٰلَ مُحَمَّدٍ قُوْتًا.

(مسلم۔ کتاب الزکوٰۃ، ترمذی۔ کتاب الزہد، نسائی۔ کتاب الرقاق)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دعا فرمائی: اے اللہ! آلِ محمد کو خوراک عطا فرما۔

بَابُ الْقَصْدِ وَالْمُدَاوَمَةِ عَلَى الْعَمَلِ (ص ٩٥٧)

میانہ روی اور عمل پر پابندی

٢٧٤٣ - عَنْ عَائِشَةَ أَنَّهَا قَالَتْ كَانَ أَحَبُّ الْعَمَلِ إِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الَّذِيْ يَدُوْمُ عَلَيْهِ صَاحِبُهُ.

اُمّ المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو وہ عمل سب سے زیادہ پسند تھا جس پر عامل پابندی کرے۔

٢٧٤٤ - عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَنْ يُّنَجِّيَ أَحَدًا مِّنْكُمْ عَمَلُهُ. قَالُوْا وَلَا أَنْتَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ؟ قَالَ وَلَا أَنَا، إِلَّا أَنْ يَّتَغَمَّدَنِيَ اللّٰهُ بِرَحْمَةٍ، سَدِّدُوْا وَقَارِبُوْا، وَاغْدُوْا وَرُوْحُوْا، وَشَيْءٌ مِّنَ الدُّلْجَةِ، وَالْقَصْدَ الْقَصْدَ تَبْلُغُوْا. (بخاری۔ کتاب الرقاق)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے کسی کو اس کا عمل ہرگز نجات نہیں دے گا۔ لوگوں نے عرض کیا: اور نہ آپ کو یا رسول اللہ! فرمایا: اور نہ مجھے مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے مجھے ڈھانپ لے' ٹھیک سے رہو اور معتدل رہو' صبح و شام چلو اور کچھ رات کے اگلے حصے میں' میانہ روی اختیار کرو' میانہ روی اختیار کرو' منزل تک پہنچ جاؤ گے۔

[ایک اشکال اور اس کا حل]

یہ حدیث مشکل ترین احادیث میں سے ہے۔ اس کا ظاہر مفہوم آیت قرآنیہ کے معارض ہے۔ ارشاد ہے: ''وَتِلْكَ الْجَنَّةُ الَّتِيْ أُوْرِثْتُمُوْهَا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝'' (الزخرف: ٧٢) اور یہ ہے وہ جنت جس کے تم وارث کیے گئے اپنے اعمال سے ۝ اور فرمایا: ''سَلَامٌ عَلَيْكُمُ ادْخُلُوا الْجَنَّةَ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝'' (النحل: ٣٢) کہ سلامتی ہو تم پر جنت میں جاؤ بدلہ اپنے کیے کا ۝ یہ دونوں آیتیں اس پر نص ہیں کہ جنت عمل کی جزاء میں ملے گی۔ شارحین نے جو اس کے جوابات دیئے ہیں وہ سب محل نظر ہیں۔ اس خادم کی سمجھ میں یہ آتا ہے کہ بشرط ایمان عمل کی جزاء جنت ہے مگر اس وقت جب کہ وہ قبول ہو اور اعمال کا قبول ہونا اللہ کی مشیت پر ہے تو مآل کار یہی نکلا کہ نجات اللہ تعالیٰ کی مشیت پر ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ ہم کتنے ہی عمل کریں اللہ عزوجل کی نعمتوں کے شکر کے مقابلے میں وہ کم ہی ہیں پھر ان کی جزا کا سوال ہی نہیں۔ جو انعام و اکرام ملے گا وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت ہی سے ملے گا۔

٢٧٤٥ - ح - [إِنَّ أَحَبَّ الْأَعْمَالِ أَدْوَمُهَا إِلَى اللّٰهِ]

اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ محبوب وہ عمل ہے جس پر پابندی کی جائے

٢٧٤٥ - عَنْ عَائِشَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ سَدِّدُوْا وَقَارِبُوْا، وَاعْلَمُوْا اَنْ لَّنْ يُّدْخِلَ اَحَدَكُمْ عَمَلُهُ الْجَنَّةَ، وَاَنَّ اَحَبَّ الْاَعْمَالِ اَدْوَمُهَا اِلَى اللّٰهِ وَاِنْ قَلَّ.

اُمّ المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اعتدال کے ساتھ رہو، میانہ روی اختیار کرو اور جان لو کہ تم میں کسی کو اس کا عمل جنت میں ہرگز داخل نہیں کرے گا اور اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ پسندیدہ عمل وہ ہے جس پر سب سے زیادہ پابندی کی جائے اگرچہ وہ کم ہو۔

٢٧٤٦ - عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا اَنَّهَا قَالَتْ سُئِلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَيُّ الْاَعْمَالِ اَحَبُّ اِلَى اللّٰهِ؟ قَالَ اَدْوَمُهَا وَاِنْ قَلَّ، وَقَالَ اِكْلَفُوْا مِنَ الْاَعْمَالِ مَا تُطِيْقُوْنَ.

اُمّ المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا: اللہ تعالیٰ کو کون سا عمل سب سے زیادہ محبوب ہے؟ فرمایا: جس پر سب سے زیادہ پابندی کی جائے اگرچہ تھوڑا ہو، اور فرمایا: اعمال کی اپنی طاقت کے مطابق پابندی کیا کرو۔

بَابُ حِفْظِ اللِّسَان

زبان کی حفاظت کرنا

وَقَوْلُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ فَلْيَقُلْ خَيْرًا اَوْ لِيَصْمُتْ. وَقَوْلِهِ تَعَالٰى ﴿مَا يَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ اِلَّا لَدَيْهِ رَقِيْبٌ عَتِيْدٌ۝﴾ (ق:١٨). (ص ٩٥٨)

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اور جو اللہ اور پچھلے دن پر ایمان لائے وہ اچھی بات کہے یا چپ رہے، اور اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کا بیان کہ کوئی بات وہ زبان سے نہیں نکالتا کہ اس کے پاس ایک محافظ تیار نہ بیٹھا ہو۝

٢٧٤٧ - عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ، عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ يَّضْمَنْ لِيْ مَا بَيْنَ لَحْيَيْهِ وَمَا بَيْنَ رِجْلَيْهِ اَضْمَنْ لَهُ الْجَنَّةَ.

(بخاری۔ ج ٢۔ کتاب المحاربین)

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو میرے لیے ضامن ہو اس کا جو اس کی دونوں داڑھوں اور دونوں پاؤں کے درمیان ہے تو میں اس کے لیے جنت کا ضامن ہوں۔

٢٧٤٨ - عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِنَّ الْعَبْدَ لَيَتَكَلَّمُ بِالْكَلِمَةِ، مَا يَتَبَيَّنُ فِيْهَا، يَزِلُّ بِهَا فِي النَّارِ اَبْعَدَ مِمَّا بَيْنَ الْمَشْرِقِ.

(مسلم۔ آخر کتاب، ترمذی۔ کتاب الزہد، نسائی۔ کتاب الرقاق)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ بندہ بغیر سوچے سمجھے ایک بات کہہ دیتا ہے جس کے سبب جہنم میں گر پڑتا ہے، دونوں مشرق کے درمیان جو دوری ہے اس سے زیادہ گہرائی میں۔

٢٧٤٩ - عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ الْعَبْدَ لَيَتَكَلَّمُ بِالْكَلِمَةِ مِنْ رِضْوَانِ اللّٰهِ، لَا يُلْقِيْ لَهَا بَالًا، يَرْفَعُ اللّٰهُ بِهَا دَرَجَاتٍ، وَاِنَّ الْعَبْدَ لَيَتَكَلَّمُ بِالْكَلِمَةِ مِنْ سَخَطِ اللّٰهِ، لَا يُلْقِيْ لَهَا بَالًا، يَهْوِيْ بِهَا فِيْ جَهَنَّمَ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بندہ کبھی بلاقصد اللہ کی رضامندی کی بات کہہ دیتا ہے جس سے اللہ اس کے درجے بلند کرتا ہے اور بندہ کبھی بے سوچے سمجھے اللہ کی ناراضگی کی بات کہہ دیتا ہے جس سے جہنم میں گر جاتا ہے۔

پہلی والی حدیث میں تھا: "ابعد ما بین المشرق" لفظ "بین" تعدد چاہتا ہے اور حدیث میں مذکور صرف ایک ہے جب کہ حقیقت میں مشرق متعدد ہیں۔ جاڑے کا الگ مشرق ہے اور گرمی کا الگ، بلکہ بہ نظر دقیق ہر دن کا مشرق الگ الگ ہے، اس لیے قرآن

مجید میں "رَبُّ الْمَشَارِقِ" (الصّٰفّٰت:۵) بھی آیا ہے اور "رَبُّ الْمَشْرِقَيْنِ" (الرحمٰن:۱۷) بھی آیا ہے۔ اس لحاظ سے "بین" کا لفظ لائے ہیں اور کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ اضداد میں سے ایک کو ذکر کر دیتے ہیں اور دوسرے کو چھوڑ دیتے ہیں جیسا کہ فرمایا گیا: "وَجَعَلَ لَكُمْ سَرَابِيلَ تَقِيكُمُ الْحَرَّ" (النحل:۸۱) اور تمہارے لیے کچھ پہناوے بنائے کہ تمہیں گرمی سے بچائیں۔

بَابُ الْاِنْتِهَاءِ عَنِ الْمَعَاصِيْ (ص ۹۵۹)

گناہوں سے باز رہنا

۲۷۵۰- عَنْ اَبِيْ مُوْسٰى قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَثَلِيْ وَمَثَلُ مَا بَعَثَنِيَ اللّٰهُ كَمَثَلِ رَجُلٍ اَتٰى قَوْمًا فَقَالَ رَاَيْتُ الْجَيْشَ بِعَيْنَيَّ وَاِنِّيْ اَنَا النَّذِيْرُ الْعُرْيَانُ فَالنَّجَاءَ النَّجَاءَ فَاَطَاعَتْهُ طَائِفَةٌ فَاَدْلَجُوْا عَلٰى مَهْلِهِمْ فَنَجَوْا وَكَذَّبَتْهُ طَائِفَةٌ فَصَبَّحَهُمُ الْجَيْشُ فَاجْتَاحَهُمْ. (بخاری، کتاب الاعتصام۔ باب: اقتداء بسنن رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم ص ۱۰۸۱، مسلم۔ کتاب فضائل النبی ﷺ)

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میری اور اللہ نے جو کچھ میرے ساتھ بھیجا ہے اس کی مثال اس شخص کی ہے جو کسی قوم کے پاس آیا اور کہا: میں نے اپنی آنکھ سے لشکر دیکھا ہے اور میں نذیر عریان ہوں، پس نجات کی جگہ ڈھونڈ لو تو ایک گروہ نے اس کی بات مانی اور رات کی تاریکی میں اطمینان سے کہیں چلے گئے اور نجات پا گئے اور کچھ لوگوں نے اُس کو جھٹلایا، صبح کو ان پر لشکر آن پڑا اور اس نے ان لوگوں کو بالکلیہ برباد کر ڈالا۔

النذیر العریان

عرب والوں کا دستور تھا کہ جب کوئی بہت اہم ڈراونی بات کی خبر دیتے تو کہتے: "انا النذیر العریان" اگرچہ وہ پورا لباس پہنے رہتا۔ قصہ یہ ہوا کہ ایک دفعہ ایک شخص کو دشمنوں نے پکڑ کر اس کے سب کپڑے چھین لیے، اس کو ننگا کر دیا، اسی طرح وہ اپنی قوم میں آیا اور چیخنے لگا۔ "انا النذیر العریان" اسی وقت سے یہ بطور مثل مستعمل ہونے لگا "النَّجَا" اس میں دونوں لغتیں ہیں "مد" کے ساتھ بھی اور قصر کے ساتھ بھی اور یہ علیٰ سبیل الاغراء منصوب ہے فعل محذوف "اطلبوا" کا مفعول مطلق مان کر۔

بَابُ قَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْ تَعْلَمُوْنَ مَا اَعْلَمُ لَضَحِكْتُمْ قَلِيْلًا وَّلَبَكَيْتُمْ كَثِيْرًا (ص ۹۶۰)

نبی ﷺ کے اس ارشاد کا بیان کہ جو میں جانتا ہوں اگر تم لوگ جانتے تو کم ہنستے اور زیادہ روتے

۲۷۵۱- عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ اَنَّ اَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ كَانَ يَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْ تَعْلَمُوْنَ مَا اَعْلَمُ لَضَحِكْتُمْ قَلِيْلًا وَّلَبَكَيْتُمْ كَثِيْرًا. (بخاری۔ کتاب الایمان والنذور ص ۹۸۲)

حضرت سعید بن مسیب سے روایت ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو میں جانتا ہوں اگر تم لوگ جانتے تو کم ہنستے اور زیادہ روتے۔

بَابُ حُجِبَتِ النَّارُ بِالشَّهَوَاتِ (ص ۹۶۰)

جہنم خواہشات سے گھرا ہوا ہے

۲۷۵۲- عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ حُجِبَتِ النَّارُ بِالشَّهَوَاتِ وَحُجِبَتِ الْجَنَّةُ بِالْمَكَارِهِ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جہنم خواہشات سے گھرا ہوا ہے اور جنت تکلیف دہ باتوں سے گھری ہوئی ہے۔

بَابٌ اَلْجَنَّةُ اَقْرَبُ اِلٰى اَحَدِكُمْ مِنْ شِرَاكِ نَعْلِهٖ، وَالنَّارُ مِثْلُ ذٰلِكَ (ص ۸۶۰)

جنت تمہارے قریب ہے تمہارے چپل کے تسمہ سے بھی زیادہ، اور جہنم بھی اسی کے برابر

۲۷۵۳ - عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْجَنَّةُ اَقْرَبُ اِلٰى اَحَدِكُمْ مِنْ شِرَاكِ نَعْلِهٖ، وَالنَّارُ مِثْلُ ذٰلِكَ.

(مسند احمد بن حنبل۔ ج۱ ص ۳۸۷)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جنت تمہاری چپل کے تسمہ سے بھی زیادہ تم سے قریب ہے اور جہنم بھی اسی کے مثل۔

بَابٌ لِيَنْظُرْ اِلٰى مَنْ هُوَ اَسْفَلَ مِنْهُ، وَلَا يَنْظُرْ اِلٰى مَنْ هُوَ فَوْقَهٗ (ص ۹۶۰)

اس کی جانب دیکھے جو اس سے کم درجہ کا ہے اور اس کی جانب نہ دیکھے جو اس سے اونچے درجہ کا ہے

۲۷۵۴ - عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ، عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا نَظَرَ اَحَدُكُمْ اِلٰى مَنْ فُضِّلَ عَلَيْهِ فِي الْمَالِ وَالْخَلْقِ، فَلْيَنْظُرْ اِلٰى مَنْ هُوَ اَسْفَلَ مِنْهُ.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں کوئی اسے دیکھے جو مال اور خلق میں فضیلت دیا گیا ہے تو اسے دیکھے جو اس سے کم درجے کا ہے۔

بَابُ مَنْ هَمَّ بِحَسَنَةٍ اَوْ بِسَيِّئَةٍ (ص ۹۶۰)

جس نے کسی نیکی یا برائی کا ارادہ کیا

۲۷۵۵ - عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْمَا يَرْوِيْ عَنْ رَبِّهٖ عَزَّوَجَلَّ قَالَ قَالَ اِنَّ اللّٰهَ كَتَبَ الْحَسَنَاتِ وَالسَّيِّئَاتِ ثُمَّ بَيَّنَ ذٰلِكَ، فَمَنْ هَمَّ بِحَسَنَةٍ فَلَمْ يَعْمَلْهَا كَتَبَهَا اللّٰهُ لَهٗ عِنْدَهٗ حَسَنَةً كَامِلَةً، فَاِنْ هُوَ هَمَّ بِهَا فَعَمِلَهَا كَتَبَهَا اللّٰهُ لَهٗ عِنْدَهٗ عَشْرَ حَسَنَاتٍ اِلٰى سَبْعِ مِئَةِ ضِعْفٍ اِلٰى اَضْعَافٍ كَثِيْرَةٍ، وَمَنْ هَمَّ بِسَيِّئَةٍ فَلَمْ يَعْمَلْهَا كَتَبَهَا اللّٰهُ لَهٗ عِنْدَهٗ حَسَنَةً كَامِلَةً، فَاِنْ هُوَ هَمَّ بِهَا فَعَمِلَهَا كَتَبَهَا اللّٰهُ لَهٗ سَيِّئَةً وَاحِدَةً.

(مسلم۔ کتاب الایمان، نسائی۔ کتاب النعوت والرقاق)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے، وہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں اور یہ حضور کی ان روایات میں سے ہے جو آپ اپنے رب سے کرتے ہیں۔ حضور نے فرمایا کہ بے شک اللہ تعالیٰ نے نیکیاں اور برائیاں متعین کر دیں، پھر ان کو بیان فرما دیا، اب اگر کسی نے کسی نیکی کا ارادہ کیا اور اسے کیا نہیں تو اللہ تعالیٰ اپنے حضور اس کی ایک پوری نیکی لکھ دیتا ہے اور اگر اس نے عمل بھی کر لیا تو اللہ تعالیٰ اپنے حضور اس کی دس سے سات سو نیکیوں تک بلکہ اس سے بھی زیادہ کئی گنا لکھتا ہے، اور جس نے کسی برائی کا ارادہ کیا اور اس پر عمل نہیں کیا تو اللہ تعالیٰ اپنے حضور اس کی پوری ایک نیکی لکھتا ہے اور اگر برائی کا ارادہ کر کے اس نے اس کا ارتکاب کیا تو اللہ تعالیٰ ایک برائی لکھے گا۔

پہلی جلد کی پہلی حدیث میں پوری بحث گزر چکی ہے کہ نیکی کے ارادے پر ثواب ہے مگر برائی کے ارادہ پر کوئی گناہ نہیں۔ یہاں اس حدیث میں یہ زائد ہے کہ برائی کا ارادہ کرے اور پھر اللہ کے ڈر سے چھوڑ دے تو نیکی لکھی جائے گی، یہ اللہ تعالیٰ کا ہم گناہ گاروں پر فضل ہے۔

بَابُ مَا يُتَّقٰى مِنْ مُحَقَّرَاتِ الذُّنُوْبِ (ص ۹۶۱)

چھوٹے چھوٹے گناہوں سے بچنا

۲۷۵۶ - عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ اِنَّکُمْ لَتَعْمَلُوْنَ اَعْمَالًا ھِیَ اَدَقُّ فِیْٓ اَعْیُنِکُمْ مِنَ الشَّعْرِ، اِنْ کُنَّا نَعُدُّھَا عَلٰی عَھْدِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ الْمُوْبِقَاتِ. قَالَ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰہِ یَعْنِیْ بِذٰلِکَ الْمُھْلِکَاتِ.

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تم لوگ کچھ کام کرتے ہو جو تمہاری نظروں میں بال سے زیادہ ہلکا ہے اور ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں اس کو ہلاک کرنے والوں میں شمار کرتے تھے۔

یعنی تم لوگ کچھ گناہِ صغیرہ کرتے ہو اور پرواہ نہیں کرتے۔ سوچتے ہو کہ اس سے کچھ نہیں بگڑے گا حالانکہ عہد رسالت میں لوگ صغیرہ گناہوں کو بھی ہلاک کرنے والا جانتے تھے۔ اس کا حاصل یہ ہے کہ ہر گناہ کے ارتکاب سے بچنے کی پوری طرح سے کوشش کرنی چاہیے نہیں معلوم کہ اللہ تعالیٰ کس پر مواخذہ کر دے۔ علاوہ ازیں صغیرہ پر اصرار اسے کبیرہ بنا دیتا ہے' اس لیے صغیرہ گناہوں سے بھی حسب استطاعت بچنے کی پوری کوشش لازم ہے۔

بَابُ رَفْعِ الْاَمَانَةِ (ص ۹۶۱)

امانت کا اُٹھ جانا

۲۷۵۷ - حَدَّثَنَا حُذَیْفَةُ قَالَ حَدَّثَنَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ حَدِیْثَیْنِ، رَاَیْتُ اَحَدَھُمَا وَاَنَا اَنْتَظِرُ الْاٰخَرَ حَدَّثَنَا اَنَّ الْاَمَانَةَ نَزَلَتْ فِیْ جَذْرِ قُلُوْبِ الرِّجَالِ، ثُمَّ عَلِمُوْا مِنَ الْقُرْاٰنِ، ثُمَّ عَلِمُوْا مِنَ السُّنَّةِ. وَحَدَّثَنَا عَنْ رَفْعِھَا قَالَ یَنَامُ الرَّجُلُ النَّوْمَةَ، فَتُقْبَضُ الْاَمَانَةُ مِنْ قَلْبِہٖ، فَیَظَلُّ اَثَرُھَا مِثْلَ اَثَرِ الْوَکْتِ، ثُمَّ یَنَامُ النَّوْمَةَ فَتُقْبَضُ فَیَبْقٰی اَثَرُھَا مِثْلَ الْمَجْلِ، کَجَمْرٍ دَحْرَجْتَہٗ عَلٰی رِجْلِکَ فَنَفِطَ، فَتَرَاہُ مُنْتَبِرًا وَلَیْسَ فِیْہِ شَیْءٌ، فَیُصْبِحُ النَّاسُ یَتَبَایَعُوْنَ، فَلَا یَکَادُ اَحَدٌ یُؤَدِّی الْاَمَانَةَ، فَیُقَالُ اِنَّ فِیْ بَنِیْ فُلَانٍ رَجُلًا اَمِیْنًا، وَیُقَالُ لِلرَّجُلِ مَا اَعْقَلَہٗ وَمَا اَظْرَفَہٗ وَمَا اَجْلَدَہٗ، وَمَا فِیْ قَلْبِہٖ مِثْقَالُ حَبَّةِ خَرْدَلٍ مِّنْ اِیْمَانٍ. وَلَقَدْ اَتٰی عَلَیَّ زَمَانٌ وَمَا اُبَالِیْ اَیُّکُمْ بَایَعْتُ، لَئِنْ کَانَ مُسْلِمًا رَدَّہٗ عَلَیَّ الْاِسْلَامُ، وَاِنْ کَانَ نَصْرَانِیًّا رَدَّہٗ عَلَیَّ سَاعِیْہِ، فَاَمَّا الْیَوْمَ فَمَا کُنْتُ اُبَایِعُ اِلَّا فُلَانًا وَفُلَانًا. (بخاری۔ کتاب الفتن۔ باب: اذا بقی حثالة من الناس ص ۱۰۴۹، کتاب الاعتصام بالکتاب والسنة۔ باب: الاقتداء بسنن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ص ۱۰۷۹، مسلم۔ کتاب الایمان، ترمذی، ابن ماجہ۔ کتاب الفتن)

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے دو حدیثیں بیان فرمائیں ان میں سے ایک کو میں نے دیکھ لیا اور دوسری کا انتظار کر رہا ہوں۔ ہم سے حضور نے یہ حدیث بیان فرمائی کہ امانت لوگوں کے دلوں کی جڑ میں اُتری' پھر لوگوں نے قرآن کا علم حاصل کیا' پھر لوگوں نے سنت کا علم حاصل کیا' اور حضور نے ہم سے امانت کے اٹھنے کو بیان کیا۔ فرمایا: ایسا ہوگا کہ آدمی سوئے گا اور امانت اس کے دل سے اٹھالی جائے گی۔ نقطے کے برابر اس کا اثر رہ جائے گا' پھر سوئے گا تو بقیہ امانت بھی اٹھالی جائے گی تو اس کا نشان آبلے کے مثل رہ جائے گا جیسے چنگاری تیرے پیر پر لڑھکے اور آبلے ڈال دے کہ تو اسے ابھرا ہوا دیکھتا ہے حالانکہ اس میں کچھ نہیں۔ لوگ خرید و فروخت کریں گے اور شاید ہی کسی کو پائیں گے جو امانت ادا کرے۔ کہا جائے گا کہ فلاں قبیلے میں ایک امانت دار شخص ہے اور ایک شخص کو کہا جائے گا کہ وہ کتنا عقل مند ہے اور کتنا ہوشیار ہے اور وہ کتنا بہادر ہے حالانکہ اس کے دل میں رائی کے دانے کے برابر ایمان نہ ہوگا اور میرے اوپر ایک زمانہ گزر چکا ہے میں کوئی پرواہ نہیں کرتا تھا کہ میں کس سے خرید و فروخت کرتا ہوں۔ اگر وہ مسلمان ہوتا تو اسلام اس کو صحیح طریقے پر قائم رکھتا اور اگر نصرانی ہوتا تو اس کے کارندے صحیح طریقے پر قائم رکھتے لیکن آج فلاں اور فلاں کے سوا کسی سے خرید و فروخت نہیں کرتا۔

قوله حديثين

اس سے مراد ایک وہ حدیث ہے جو امانت کے اترنے میں وارد ہے دوسری امانت کے اٹھائے جانے میں وارد ہے۔ "جذر" اس کے معنی ہر چیز کی جڑ کے ہیں۔ اسی سے آتا ہے حساب کی اصل' نسب کی اصل اور درخت کی جڑ کو جذر کہتے ہیں۔ حضرت حذیفہ نے فرمایا کہ ان میں سے ایک کو میں نے دیکھا یعنی لوگوں کے دلوں میں امانت کے اترنے کو کہ لوگ فطری طور پر امانت دار تھے پھر ایمان و اسلام کی برکت سے امانت دار تھے' فرمایا: دوسرے کا انتظار کر رہا ہوں' یعنی امانت کے اٹھائے جانے کا۔

۲۷۵۸ - اَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِنَّمَا النَّاسُ كَالْاِبِلِ الْمِئَةِ' لَا تَكَادُ تَجِدُ فِيْهَا رَاحِلَةً.

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ فرمایا: لوگ اونٹ کے مثل ہیں' سو اونٹ میں بمشکل ایک سواری کے لائق پائے گا تو۔

علامہ قرطبی نے فرمایا: مراد یہ ہے کہ ایسے لوگ جو ذہین فطین صاحب علم و فضل' دین دار' خدا ترس لوگوں کے خیر خواہ ہوں۔

بَابُ الرِّيَاءِ وَالسُّمْعَةِ (ص ۹۶۲) رياء و سمعه کا بيان

۲۷۵۹ - عَنْ سَلَمَةَ قَالَ سَمِعْتُ جُنْدُبًا يَقُوْلُ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ' وَلَمْ اَسْمَعْ اَحَدًا يَقُوْلُ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَيْرَهُ' فَدَنَوْتُ مِنْهُ فَسَمِعْتُهُ يَقُوْلُ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ سَمَّعَ سَمَّعَ اللّٰهُ بِهٖ' وَمَنْ يُّرَائِيْ يُرَائِيْ اللّٰهُ بِهٖ.

حضرت سلمہ سے روایت ہے کہ انہوں نے حضرت جندب رضی اللہ عنہ کو سنا' فرماتے تھے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ان کے علاوہ میں نے کسی کو یہ کہتے ہوئے نہیں سنا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' اس لیے میں ان سے قریب ہوا' میں نے سنا' کہتے تھے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو سنانا چاہے گا اللہ تعالیٰ اسے سنوا دے گا اور جو دکھانا چاہے گا اللہ تعالیٰ اسے دکھا دے گا۔

(بخاری۔ کتاب الاحکام۔ باب: من شاق شاق اللّٰه عليه' مسلم۔ آخر کتاب' ابن ماجہ۔ کتاب الزہد)

کتاب الاحکام میں یہ حدیث مفصل یوں ہے بہ طریق اسحاق واسطی' طریف ابی تمیمہ کہتے ہیں کہ میں صفوان بن محرز اور جندب اور ان کے اصحاب کے پاس حاضر ہوا' اور وہ اپنے اصحاب کو وصیت کر رہے تھے۔ لوگوں نے ان سے پوچھا: آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کچھ سنا ہے؟ انہوں نے کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: جو سنانا چاہے گا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اسے سنائے گا۔ فرمایا: اور جو اختلاف کرے گا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس پر پھوٹ ڈالے گا۔ لوگوں نے کہا: ہمیں وصیت فرمایئے۔ فرمایا: انسان کے جسم میں سب سے پہلے اس کا پیٹ سڑے گا تو جس سے ہو سکے گا پاک کے علاوہ کچھ نہ کھائے تو وہ ایسا ہی کرے اور جو یہ چاہتا ہو اس کے اور جنت کے درمیان ہتھیلی بھر خون جسے اس نے ناحق بہایا ہو' حائل نہ ہو تو ایسا ہی کرے۔ فربری نے کہا: میں نے ابو عبداللہ یعنی امام بخاری سے پوچھا: کون کہتا ہے؟ "سمعت رسول اللّٰه صلی اللہ علیہ وسلم جندب؟" کہا: ہاں! جندب۔ "من سمع سمع اللّٰه" یعنی جو کام اللہ کی خوشنودی کے لیے نہ کیا جائے بلکہ نام و نمود اور شہرت حاصل کرنے کے لیے کیا جائے اس پر کوئی ثواب مرتب نہیں۔ زیادہ سے زیادہ اس کو دنیا میں شہرت اور عزت حاصل ہوگی اور بس! "سمع" کے معنی ہوتے ہیں سنانے کے لیے یعنی اس نیت سے کوئی کام کیا جائے کہ اس کا خوب چرچا ہو' کچھ لوگ ذکر کریں کچھ لوگ سنیں' جس کا حاصل یہ ہے کہ شہرت ہو۔

بَابُ التَّوَاضُعِ (ص ۹۶۲) تواضع کا بیان

۲۷۶۰-ح: [كُنْتُ سَمْعَهُ الَّذِي يَسْمَعُ بِهِ]

میں اس کا کان ہو جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے

۲۷۶۰ - عَنْ عَطَاءٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ اللَّهَ قَالَ مَنْ عَادَى لِي وَلِيًّا فَقَدْ اٰذَنْتُهُ بِالْحَرْبِ، وَمَا تَقَرَّبَ إِلَيَّ عَبْدِي بِشَيْءٍ أَحَبَّ إِلَيَّ مِمَّا افْتَرَضْتُ عَلَيْهِ، وَمَا يَزَالُ عَبْدِي يَتَقَرَّبُ إِلَيَّ بِالنَّوَافِلِ حَتّٰى أُحِبَّهُ، فَإِذَا أَحْبَبْتُهُ كُنْتُ سَمْعَهُ الَّذِي يَسْمَعُ بِهِ، وَبَصَرَهُ الَّذِي يُبْصِرُ بِهِ، وَيَدَهُ الَّتِي يَبْطِشُ بِهَا، وَرِجْلَهُ الَّتِي يَمْشِي بِهَا، وَإِنْ سَأَلَنِي لَأُعْطِيَنَّهُ، وَلَئِنِ اسْتَعَاذَنِي لَأُعِيذَنَّهُ، وَمَا تَرَدَّدْتُ عَنْ شَيْءٍ أَنَا فَاعِلُهُ تَرَدُّدِي عَنْ نَفْسِ الْمُؤْمِنِ، يَكْرَهُ الْمَوْتَ وَأَنَا أَكْرَهُ مَسَاءَتَهُ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: جو میرے کسی ولی سے عداوت رکھے گا تو میں اس کو لڑائی کا چیلنج دیتا ہوں اور میرا بندہ جن چیزوں کے ذریعہ میری قربت چاہتا ہے ان میں سب سے زیادہ فرائض مجھے محبوب ہیں، اور نوافل کے ذریعہ بندہ میرے قریب ہوتا رہتا ہے یہاں تک کہ میں اس کو محبوب بنالیتا ہوں اور میں اس کا کان ہو جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے اور اس کی آنکھ ہو جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے اور اس کا ہاتھ ہو جاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے اور اس کا پاؤں ہو جاتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے۔ اگر وہ مجھ سے مانگے تو میں اس کو ضرور ضرور دوں گا اور اگر وہ مجھ سے پناہ مانگے تو میں اسے ضرور پناہ دوں گا اور میں کسی چیز میں تردّد نہیں کرتا جس کو میں کرنا چاہتا ہوں جتنا تردد کرتا ہوں مومن کی جان کے بارے میں۔ وہ موت کو ناپسند کرتا ہے اور میں اس کے برائی میں پڑنے کو ناپسند کرتا ہوں۔

یہ حدیث قدسی ہے اللہ عزوجل کا ارشاد ہے۔ اس کا بھی احتمال ہے کہ اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اللہ تعالیٰ سے بلا واسطہ اخذ فرمایا ہو یا تو کلام ربانی سن کر عالم بیداری میں یا عالم خواب میں یا اللہ عزوجل نے اپنے ان کلمات کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے قلب مبارک میں القا فرمایا ہو اور اس کا بھی احتمال ہے کہ یہ ارشاد ربانی بواسطۂ جبریل حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تک پہنچا ہو۔

[اس حدیث پر جرح اور اس کا جواب]

اس حدیث کی سند پر کچھ کلام کیا گیا ہے۔ اس کے ایک راوی خالد بن مخلد متکلم فیہ ہیں۔ علامہ ذہبی نے میزان میں ان کے ذکر میں لکھا کہ ان کی کچھ حدیثیں منکر ہیں اور ابوحاتم کا قول نقل فرمایا کہ یہ قابل احتجاج نہیں۔ ابن عدی نے ان کی دس منکر حدیثوں کی تخریج کی۔ اس حدیث کے بارے میں کہا: اگر صحیح کی ہیبت نہ ہوتی تو محدثین اس حدیث کو خالد بن مخلد کے منکرات میں شمار کرتے۔ یہ متن اس سند کے سوا کسی اور سند کے ساتھ مروی نہیں اور سوا بخاری کے اسے کسی نے روایت نہیں کیا۔ علامہ عینی نے فرمایا کہ ابن معین سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا کہ یہ لا باس بہ ہیں اور ابوحاتم نے کہا کہ اس کی حدیث لکھی جائے گی اور ابوداؤد نے کہا: صدوق ہیں لیکن ان میں تشیع ہے اور وہ میرے نزدیک ان شاء اللہ تعالیٰ لا باس بہ ہیں، اور سلف کے قول میں تشیع کا مطلب رافضی ہونا نہیں ہوتا کہ ان کی حدیث نا قابل قبول ہو۔ غیر مقلدین کے شیخ الکل فی الکل اہل حدیث کے نادان دوست میاں نذیر حسین صاحب نے معیار الحق میں جو ان کی زندگی بھر کی کمائی ہے محمد بن فضیل صحیحین کے راوی پر جرح کی کہ وہ منسوب بہ رفض ہیں، شیخ جی کی حدیث دانی کا بھانڈا پھوڑنے کے لیے مجدد اعظم اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ کی یہ تنقید ملاحظہ فرمائیے:

یہ بکف چراغی قابل تماشہ کہ ابن فضیل کے منسوب بہ رفض ہونے کا دعویٰ کیا اور ثبوت میں عبارت تقریب رمی التشیع۔ ملاجی کو بایں سال خوری و دعوائے محدثی آج تک اتنی خبر نہیں۔ زبان متاخرین میں شیعہ روافض کو کہتے ہیں "خذلهم الله تعالى جميعًا" بلکہ آج کل کے بے ہودہ مہذبین روافض کو رافضی کہنا خلاف تہذیب جانتے اور انہیں شیعہ ہی کے لقب سے یاد کرنا ضروری مانتے ہیں۔ خود ملاجی کے خیال میں اپنی ملائی جی کے باعث یہی تازہ محاورہ تھا یا عوام کو دھوکہ دینے کے لیے متشیع کو رافضی بنایا حالانکہ سلف میں جو تمام خلفائے کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ حسن عقیدت رکھتا اور حضرت امیر المومنین مولا علی رضی اللہ عنہ کرم اللہ وجہہ الکریم کو ان میں افضل جانتا شیعی کہا جاتا بلکہ جب صرف امیر المومنین عثمان غنی رضی اللہ عنہ پر تفضیل دیتا اسے بھی شیعی کہتے حالانکہ یہ مسلک بعض علمائے اہل سنت کا تھا اسی بناء پر متعدد کو شیعہ کہا گیا بلکہ کبھی محض غلبۂ محبت اہل بیت کرام رضی اللہ عنہم کو شیعیت سے تعبیر کرتے' حالانکہ یہ محض سنیت ہے۔ امام ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں خود انہیں محمد بن فضیل کی نسبت تصریح کی کہ ان کا تشیع صرف موالات تھا و بس حیث قال۔

محمد بن فضيل بن غزوان المحدث الحافظ كان من علماء هذا الشان وثقه يحى بن معين وقال احمد حسن الحديث شيعي قلت كان متواليا فقط.

محمد بن فضیل محدث حافظ بڑے شان کے علماء میں سے تھے۔ یحیٰ بن معین نے ان کو ثقہ بتایا' امام احمد نے کہا کہ حسن الحدیث ہیں مگر اہل بیت سے بہت زیادہ محبت رکھتے تھے اور بس۔

حاشیے میں میزان سے امام حاکم کے احوال میں پہلے یہ نقل فرمایا کہ کسی نے ان کو رافضی کہا' پھر لکھا: "اللهم يحب الانصاف ما الرجل رافضى بل شيعىٌّ فقط" اللہ انصاف کو پسند فرماتا ہے امام حاکم رافضی نہیں صرف شیعی ہیں۔

(فتاویٰ رضویہ۔ ج ۲ ص ۲۹۶۔ ۲۹۷)

اسی طرح اس حدیث کے دوسرے راوی شریک بن عبداللہ بن ابی نمیر پر بھی کلام کیا گیا ہے۔ یہ بھی معراج کی حدیث کے راوی ہیں جس میں انہوں نے کمی زیادتی کی ہے اور تقدیم و تاخیر کر دی ہے اور ایسی باتیں ذکر کی ہیں جن کو کسی نے ذکر نہیں کیا ہے۔ علامہ عینی نے اس کا جواب یہ دیا کہ یحیٰ بن معین اور نسائی نے فرمایا کہ لا باس بہ ہیں اور ابن سعد نے کہا کہ ثقہ اور کثیر الحدیث ہیں۔ سند الحفاظ علامہ ابن حجر عسقلانی نے ذہبی کے اس قول کو مردود بتایا ہے کہ یہ متن سوائے اس سند کے کسی دوسری کتاب میں مروی نہیں اور یہ کہ سوائے بخاری کے کسی نے اس کی تخریج نہیں کی' وہ لکھتے ہیں:

اس حدیث کے دوسرے بہت سے طریقے بھی ہیں جن سب کا مجموعہ اس پر دلالت کرتا ہے کہ اس حدیث کی اصل ہے۔

(۱) یہ حدیث اُم المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے جس کی تخریج امام احمد نے کتاب الزہد میں و ابن ابی الدنیا ابونعیم نے حلیہ میں اور بیہقی نے زہد میں بہ طریق عبدالواحد بن میمون عن عروہ کی ہے' نیز طبرانی نے بہ طریق یعقوب مجاہد بن عروہ بھی تخریج کی ہے۔

(۲) یہ حدیث حضرت ابو امامہ سے مروی ہے جسے طبرانی نے اور بیہقی نے زہد میں روایت کیا ہے' نیز مولی المسلمین امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بھی یہ حدیث مروی ہے جسے اسماعیلی نے مسند علی میں روایت کیا۔

(۳) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی روایت ہے جس کی تخریج طبرانی نے کی۔

(۴) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے جس کی تخریج ابویعلی اور بزار اور طبرانی نے کی۔

(۵) حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے مختصراً مروی ہے جس کی تخریج طبرانی نے کی ہے۔

(۶) حضرت معاذ بن جبل سے بھی مروی ہے جس کی تخریج ابن ماجہ نے اور ابونعیم نے حلیہ میں کی ہے۔

(۷) حضرت وہب بن منبہ سے بھی مقطوعاً مروی ہے جسے امام احمد نے زہد میں اور ابونعیم نے حلیہ میں تخریج کیا ہے۔ ان میں سے کچھ حدیثوں کی سند ضعیف ہے لیکن کثرت طرق سے ضعف ختم ہو گیا جیسا کہ علامہ ابن حجر نے فرمایا۔ نیز ان میں سے بعض طرق کی حدیثیں مختصر ہیں جیسے حضرت حذیفہ رضی اللہ کی حدیث۔

قولہ مَنْ عَادٰی لِیْ وَلِیًّا

اس حدیث میں ''عَادٰی'' باب مفاعلہ کا صیغہ ہے جو مشارکت چاہتا ہے لیکن یہاں مشارکت مراد نہیں جیسے آیۂ کریمہ ''سَارِعُوْا اِلٰی مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ'' (آل عمران:۱۳۳) میں۔ اسی حدیث سے اہل باطن نے استخراج فرمایا کہ اگر کوئی شخص از خود ظالموں سے ظلم کا بدلہ نہ لے صبر کرے تو اللہ تعالیٰ ظالموں کو ضرور سزا دیتا ہے۔ اس کے نظائر بہ کثرت ہیں۔

ولی

وہ مومن عارف باللہ ہے جو طاعات کو پوری پابندی کے ساتھ ادا کرتا رہے اور محرمات سے بچتا رہے وہ بھی اللہ کی رضا کے لیے نہ کہ عزت و شہرت حاصل کرنے کے لیے اور دکھاوے کے لیے' اس لیے جو شریعت کا پابند نہیں وہ ولی نہیں ہو سکتا اگر چہ ہوا میں اُڑے۔ جوگی جے پال حالت کفر میں قادر تھے کہ اپنے حریف پر پتھر برسائیں' آگ برسائیں' خود ہوا میں اڑیں' کیا اس وقت وہ ولی تھے؟ ارشاد ہے: ''اِنْ اَوْلِيَآؤُهٗۤ اِلَّا الْمُتَّقُوْنَ'' (الانفال:۳۴) اللہ کے ولی وہ لوگ ہیں جو متقی ہیں۔

قولہ وَمَا تَقَرَّبَ

اس سے ثابت ہوا کہ فرائض کی پابندی اور ادائیگی بہ نسبت نوافل کے افضل ہے اور یہ بالکل ظاہر ہے کہ فرائض ادا کرنے میں ثواب کی امید ہے اور ترک میں عذاب کا استحقاق اور نوافل کی ادائیگی میں ثواب کی امید اور ترک پر کوئی گناہ نہیں' نیز فرائض ماموربہ ہیں۔ ان کا کرنے والا تابع فرمان ہے۔ اس میں آمر کی عظمت ظاہر ہے۔ اس میں عبودیت کا تذلل بھی ہے' نیز فرائض اصل ہیں اور نوافل فرع حتیٰ کہ حدیث میں فرمایا گیا کہ جو فرائض ترک کیے ہو اور نوافل ادا کرے تو اس کے سارے نوافل زمین و آسمان کے درمیان معلق رہیں گے مقبول نہ ہوں گے' اسی لیے علماء نے فرمایا: جس کے فرائض قضا ہو گئے ہوں وہ بجائے نوافل کے فرائض کی قضا کرے۔

قولہ ولا یزال عبدی

اس سے مراد یہ ہے کہ فرائض کی کما حقہ ادائیگی کے بعد نوافل ہی کی ادائیگی کرتا ہے۔ یہ مطلب نہیں کہ فرائض چھوڑے اور نوافل ادا کرے پھر بھی محبوب ہوگا' اس لیے کہ جو فرائض چھوڑے فاسق ہوگا' وہ محبوب کیسے ہوگا؟ نوافل چونکہ بندہ اپنی طرف سے بہ خوشی ادا کرتا ہے اس لیے نوافل ادا کرنے والا محبت کا مستحق ہوا۔ اس کی مثال یہ ہے کہ جیسے ایک شخص خدمت پر نوکر ہے جس کی تنخواہ لیتا ہے اور متعلقہ خدمت کے سوا کچھ انجام نہیں دیتا وہ مشاہرے کا ضرور مستحق ہے اور وہ ایک اچھا نوکر بھی کہلائے گا مگر دوسرا نوکر متعلقہ خدمات کے علاوہ مزید اپنی خوشی سے دوسری خدمات بھی انجام دیتا ہے۔ یقیناً مالک اس دوسرے نوکر سے پہلے کی بہ نسبت زیادہ محبت کرے گا۔

قولہ حتی احببتہ

ہندوستانی رشیدیہ کے مطبوع میں ''اَحْبَبْتُهٗ'' ہے لیکن دوسرے نسخوں میں اور فتح الباری وغیرہ میں جو متن لیا گیا ہے اس میں

''اُحِبَّهُ'' ہے اسی طرح دوسرے نسخوں اور فتح الباری وغیرہ میں جو متن لیا گیا ہے اس میں ''فَاِذَا اَحْبَبْتُهُ'' ہے اور رشیدیہ کے مطبوعہ میں نہیں۔

قوله فكنت سمعه الذى يسمع به

اور عبدالواحد کی روایت میں یہ زیادہ ہے ''وَفُؤادَهُ الَّذِیْ يعقل به و لسانه الذى يتكلم به'' اور میمونہ کی روایت میں یہ بھی زائد ہے ''وقلبه الذى يعقل به'' اب پوری حدیث یہ ہوئی ہے: اس کا کان ہو جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے اور اس کی آنکھ ہو جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے اور اس کا ہاتھ ہو جاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے اور اس کا پاؤں ہو جاتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے اور اس کا دل ہو جاتا ہوں جس سے وہ سمجھتا ہے اور اس کی زبان ہو جاتا ہوں جس سے وہ بولتا ہے۔

یہ حدیث متشابہات میں سے ہے۔ اس پر اہل سنت کا اتفاق ہے کہ اللہ عزوجل جسم اور جسمانیات سے منزہ ہے پھر اس حدیث کا کیا مطلب؟ اس کا تحقیقی جواب وہی ہے کہ حقیقی مراد کو اللہ عزّ وجل جانے یا اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم جانیں۔ یہ ارشادِ خدا ہے اور حق ہے اور یہی ہمارا ایمان، تاہم علماء نے اس کی مختلف توجیہیں کی ہیں:

[اس حدیث کی آٹھ توجیہات]

(۱) یہ کہ بندہ بالکلیہ میرے ساتھ مشغول ہے تو وہ اپنے کان سے صرف انہیں باتوں کو سنتا ہے جو مجھے پسند ہیں اور اپنی آنکھ سے صرف انہیں چیزوں کو دیکھتا ہے جن کا دیکھنا مجھے پسند ہے۔ یوں ہی اپنے ہاتھ میں صرف انہی چیزوں کو لیتا ہے جن کی میں نے اجازت دی اور وہیں جاتا ہے جہاں جانے کو میں نے اس کے لیے روا رکھا ہے اور زبان سے وہی نکالتا ہے جو حق ہے اور وہی سوچتا ہے جو میری مرضی ہوتی ہے۔

(۲) میں اس کو اس کے تمام مقاصد عطا فرماتا ہوں گویا وہ اپنے مقاصد کو اپنے جوارح سے حاصل کر لیتا ہے۔ یہ توجیہ حدیث کے آخری حصے ''ان سالنى لاعطينه'' اگر وہ مجھ سے مانگے تو میں ضرور ضرور دوں گا' کے مطابق ہے۔

(۳) میں اس کی مدد فرماتا ہوں جیسے اس کے اعضاء اس کے کام میں لگے رہتے ہیں۔

(۴) اس حدیث میں مصدر بمعنی اسم مفعول ہے معنی یہ ہوئے کہ میں اس کا مسموع ہو جاتا ہوں کہ وہ صرف میرا ذکر سنتا ہے اور میری یاد سے لذت پاتا ہے اور مجھ سے مناجات میں انسیت پاتا ہے اور ہاتھ انہیں چیزوں کی طرف بڑھاتا ہے جس میں میری رضا ہے اور وہیں جاتا ہے جہاں جانا مجھے پسند ہے۔

(۵) طوفی نے کہا: علمائے معتمدین نے اس پر اتفاق کیا کہ یہ کنایہ ہے بندے کی مدد اور اعانت کرنے سے۔ تمثیلاً فرمایا کہ جیسے کوئی دشمن کسی پر حملہ کرے تو بے اختیار اس کے جوارح اس کی حمایت کرتے ہیں اسی طرح بلا تمثیل میں اپنے بندے کی مدد فرماتا ہوں اگرچہ وہ درخواست نہ کرے۔ اس میں بعض معنی بعض کی طرف راجع ہیں لیکن بہ نظر دقیق کچھ فرق بھی ہے۔

(۶) امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ نے سورۂ کہف[1] کی تفسیر میں تحریر فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کی قوت سماعت اتنی قوی کر دیتا ہے کہ بلند و پست، نزدیک و دور کی آوازیں سنتا ہے اور اس کی آنکھ میں اتنی نورانیت پیدا فرما دیتا ہے کہ قریب و بعید کی سب چیزیں دیکھتا ہے اور اس کے ہاتھ میں اتنی قوت پیدا فرما دیتا ہے کہ نرم اور سخت، ہموار اور پہاڑ اور دور و نزدیک میں تصرف کرتا ہے۔ ان کی ایمان افروز اصل عبارت یہ ہے:

---

[1] تفسیر کبیر۔ ج ۲۱ ص ۹۱

وكذالك العبد اذا واظب على الطّاعات بلغ الى المقام الّذى يقول الله كنت له سمعًا و بصرًا فاذا صار نور جلال الله سمعالهٗ سمع القريب والبعيد واذ اصار ذالك النور بصرًا له راى القريب والبعيد واذا صار ذالك النوريدًا له قدر على التصرف فى الصعب والسهل والبعيد والقريب.

اور ایسے ہی بندہ جب طاعات کو پابندی کے ساتھ ادا کرتا رہتا ہے تو اس مقام پر پہنچ جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں اس کا کان ہو جاتا ہوں' میں اس کی آنکھ ہو جاتا ہوں' پس جب اللہ تعالیٰ کے جلال کا نور اس کا کان ہو جاتا ہے تو نزدیک کی بات سنتا ہے اور دور کی بھی' اور جب وہ نور اس کے لیے آنکھ ہو جاتا ہے تو قریب کی چیز بھی دیکھتا ہے اور دور کی بھی' اور جب وہ نور اس کے لیے ہاتھ ہو جاتا ہے تو وہ سخت زمین میں بھی تصرف کی قدرت رکھے گا اور نرم زمین میں بھی اور قریب پر اور دور پر بھی۔

اس معنی کی تائید اس روایت سے ہوتی ہے' جس میں یہ ہے: ''فَبِيْ يَسْمَعُ وَبِيْ يَبْصُرُوَبِيْ يَبْطِشُ وَ بِيْ يَمْشِيْ''۔

(۷) مراد یہ ہے کہ جس قدر جلد اس کا کان سنتا ہے اور اس کی آنکھ دیکھتی ہے اور اس کا ہاتھ پکڑتا ہے اور اس کا پاؤں چلتا ہے اس سے بھی جلد میں اپنے ایسے بندوں کی حوائج کو پوری کرتا ہوں۔

(۸) بعض متاخر صوفیہ نے فرمایا کہ یہ تعبیر ہے مقام فناء اور محو سے جو سلوک کی انتہائی غایت ہے۔

قوله وما ترددت عن شيء

اس کا ظاہر مطلب یہ نکلتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس تردد میں رہتا ہے کہ بندے کو موت دے یا شفا دے مگر یہ معنی کسی طرح صحیح نہیں۔ تردد اسے ہوتا ہے جو قادر نہ ہو اور اسے انجام کا حال معلوم نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ پر یہ محال ہے' پھر جب موت کا وقت مقرر ہے یہ وقت موعود آجائے گا تو نہ ایک سیکنڈ ادھر ہو گا نہ اُدھر' پھر اس میں تردد کیسا؟ علامہ خطابی نے اس کی دو تاویلیں کیں۔ پہلی یہ کہ بندہ کبھی بیماری وغیرہ کی وجہ سے موت کے قریب ہو جاتا ہے۔ اس حال میں اللہ سے دعا کرتا ہے تو اللہ اسے شفا دے دیتا ہے اور اس کی تکلیف دور کر دیتا ہے۔ پہلے اس حال میں مبتلا کرنا کہ وہ موت کے قریب پہنچ گیا پھر اس کو شفا دینا دونوں من جانب اللہ ہیں۔ تو یہ ایسا ہی ہو گیا جیسے کوئی شخص کسی معاملے میں متردد ہے کہ ایک کام کرنے کا ارادہ کرتا ہے پھر اس پر ظاہر ہوتا ہے کہ دوسرا کام بہتر ہے تو اسے چھوڑ کر دوسرا اختیار کرتا ہے۔ پہلے بلا نازل کی کہ ہلاکت کے قریب پہنچ گیا۔ اس سے ظاہر ہو گیا کہ اسے زندگی سے محروم کرنا چاہتا ہے' پھر شفا دیتا ہے جس سے معلوم ہوا کہ زندہ رکھنا چاہتا ہے اس کو تردد سے تعبیر فرمایا' حالانکہ حقیقت میں تردد نہیں۔

دوسری توجیہ یہ ہے کہ یہ اللہ عزوجل کا اپنے محبوب بندوں پر اپنی رحمت اور خصوصی کرم کا اظہار کرنا ہے کہ میں یہ چاہتا ہوں کہ وہ دنیا سے منتقل ہو کر میری بارگاہ میں حاضر ہوتا کہ وہ دنیا کے رنج و محن سے چھٹکارا کر کے میری بارگاہ میں آ کر ابدی راحت اور سرمدی عیش میں رہے مگر چونکہ وہ بتقضائے طبعی موت کو ناپسند اور زندگی کو پسند کرتا ہے تو میں اس کی زندگی کے مطابق چھوڑ دیتا ہوں۔

ایک توجیہ یہ ہے کہ میں بندے کے کسی معاملے میں متردد شخص کی طرح توقف نہیں کرتا ہوں سوائے محبوب بندے کی روح کے قبض کرنے میں کہ میں اس میں اس حد تک توقف کرتا ہوں جب تک وہ موت کا مشتاق نہ ہو تا کہ اس کے سبب مقربین کے گروہ میں شامل ہو کر اعلیٰ علیین میں جگہ پائے۔ ایک توجیہ یہ بھی کی گئی ہے کہ تردد سے مراد لطائف کے ذریعہ موت کی کراہیت کو دور کرنا ہے مثلاً مرض انتہائی بڑھاپے فاقہ اور شدت بلا سے پریشان ہو کر دنیا کی مفارقت آسان ہو جائے اور وہ اس کا امیدوار ہو جائے اس کا جو خدا کے نزدیک ہے اور دار کرامت و نعیم باقی کا اس کے دل میں شوق پیدا ہو جائے' اسی کو اللہ تعالیٰ نے تردد سے تعبیر فرمایا۔

یہ سب توجیہات وتاویلات ہیں اور بنیادی بات وہی ہے جو ہم نے شروع میں تحریر کیا کہ یہ حدیث متشابہات میں سے ہے جیسے تقرب، سمع، بصر، رجل ہے اسی طرح یہ تردد بھی ہے۔ اس کی حقیقی مراد کیا ہے یہ اللہ عزوجل جانے یا اللہ کے رسول ﷺ جانیں۔ ہم بندوں کو راسخین فی العلم کی طرح یہی کہہ کر گزر جانا چاہیے:

اٰمَنَّا بِهٖ كُلٌّ مِّنْ عِنْدِ رَبِّنَا. (آل عمران:٧) ہم اس پر ایمان لائے سب ہمارے رب کی طرف سے ہے۔

قوله يكره الموت

موت کی ناپسندیدگی نزع کی تکالیف کی وجہ سے ہے۔ نزع کی تکلیف کا عالم کیا ہے اس کو ایک حدیث میں بیان فرمایا گیا۔ تلوار کے سو زخموں سے زیادہ تکلیف دہ نزع کا جھٹکا ہے۔ حضرت سیدنا عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے جان کنی کے عالم میں پوچھا گیا تو انہوں نے کہا: سانس لینے میں اتنی تنگی ہے کہ محسوس ہوتا ہے کہ میں سوئی کے سوراخ سے سانس لے رہا ہوں اور گویا کہ کانٹے کی شاخ میری کھوپڑی سے پیر تک گھسیٹی جا رہی ہے۔ گلستاں میں ہے کہ جان کنی کی حالت میں ایک شخص سے پوچھا گیا کہ کیا حال ہے تو اس نے کہا کہ اگر تمہارا کوئی دانت اکھاڑا جائے تو تمہارا کیا حال ہوگا؟ اب جب کہ میرے جسم سے روح کھینچی جا رہی ہے تو میرا کیا حال ہوگا؟ تو حدیث کے اس حصے کا مطلب یہ ہوگا کہ بندہ موت کو ناپسند کرتا ہے تو میں بھی یہ ناپسند کرتا ہوں اور اس کی موت کو مؤخر کر دیتا ہوں لیکن چونکہ کسی کو دنیا میں ہمیشہ نہیں رہنا اس لیے جب وقت موعود آجاتا ہے تو اٹھا لیتا ہوں یہ حصہ حقیقت میں سبب ہے اس تردد کا جو پہلے مذکور ہوا۔ اور ایک توجیہ یہ بھی ہو سکتی ہے جو بالکل ظاہر ہے جس کی طرف پہلے اشارہ بھی ہو چکا کہ بندہ بتقاضائے بشری موت کو ناپسند کرتا ہے اور وہ مرض یا درازی عمر، نقاہت و کمزوری کی وجہ سے اس کو جو اذیتیں پہنچتی ہیں اس کو میں ناپسند کرتا ہوں اور چاہتا ہوں کہ اسے دنیا سے اٹھا لوں مگر چونکہ بندہ دنیا میں رہنے کو پسند کرتا ہے تو اس کی پسند کو ترجیح دیتے ہوئے اسے دنیا میں رہنے دیتا ہوں۔

ایک توجیہ یہ بھی ہو سکتی ہے چونکہ دنیا اللہ عزوجل کے جمال و کمال کی مظہر ہے، وہ ذرے ذرے میں اللہ عزوجل کا جلوہ دیکھتا ہے تو زندہ رہنا چاہتا ہے تاکہ دنیا کے آئینہ خانہ میں اللہ عزوجل کا جلوہ دیکھتا رہے اور اللہ عزوجل کو یہ گوارا نہیں کہ محبوب کی دل شکنی ہو اس لیے اللہ تعالیٰ اس کو دنیا میں باقی رکھتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ کو یہ پسند نہیں کہ میرا محبوب دنیا کے رنج و محن میں گرفتار رہے لیکن اللہ تعالیٰ اپنے محبوب کو اس کی مرضی کے مطابق زندہ رکھتا ہے اور جب بندوں کی نظروں سے یہ حجاب اٹھ جاتا ہے کہ آئینے میں جلوہ دیکھنے میں وہ لطف کہاں جو بلا واسطہ جلوہ دیکھنے میں ہے تو خود اسے موت کا شوق ہو جاتا ہے تو پھر میں اسے موت دیتا ہوں۔ اس کا حاصل یہ نکلا کہ بندے کی دو حالتیں ہوتی ہیں ابتداءً وہ موت کو ناپسند کرتا ہے مگر آخری وقت میں اس بناء پر کہ موت ایک پل ہے جو محبوب کو محب تک پہنچاتا ہے تو موت کو پسند کرنے لگتا ہے جیسا کہ سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے آخری عمر مبارک میں اپنی موت کے لیے دعا مانگی تھی "اللهم ارزقني احسنه"۔

بَابُ قَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بُعِثْتُ اَنَا وَالسَّاعَةُ كَهَاتَيْنِ

نبی ﷺ کا ارشاد: میں مبعوث ہوا اور قیامت مثل ان دونوں کے ہے

﴿وَمَا اَمْرُ السَّاعَةِ اِلَّا كَلَمْحِ الْبَصَرِ اَوْ هُوَ اَقْرَبُ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ﴾ (النحل:٧٧). (ص ٩٦٣) اور قیامت کا معاملہ صرف پلک جھپکنے یا پھر اس سے کم ہے۔ بے شک اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے○

توضیح

قیامت کا دن پچاس ہزار سال ہوگا مگر خاصانِ خدا کے لیے یوں گزر جائے گا جیسے پلک جھپکی۔

۲۷۶۱- عَنْ اَنَسٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ بُعِثْتُ وَالسَّاعَةُ كَهَاتَيْنِ.

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں مبعوث ہوا اور قیامت مثل ان دونوں کے ہے۔

۲۷۶۲- عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ بُعِثْتُ اَنَا وَالسَّاعَةُ كَهَاتَيْنِ. يَعْنِي اِصْبَعَيْنِ.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: میں مبعوث ہوا اور قیامت مثل دونوں کے ہے یعنی انگلیوں کے۔

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ کی روایت میں یہ زائد ہے کہ حضور نے اپنی دو انگلیوں سے اشارہ فرمایا اور ان دونوں کو اُٹھایا۔ مقصود یہ ہے کہ اب قیامت قریب ہے۔

بَابٌ (ص ۹۶۳) — باب

۲۷۶۳- ح: [طُلُوْعُ الشَّمْسِ مِنَ الْمَغْرِبِ] — سورج کا مغرب سے طلوع ہونا

۲۷۶۳- عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰى تَطْلُعَ الشَّمْسُ مِنْ مَغْرِبِهَا، فَاِذَا طَلَعَتْ فَرَاٰهَا النَّاسُ اٰمَنُوْا اَجْمَعُوْنَ، فَذٰلِكَ حِيْنَ ﴿لَا يَنْفَعُ نَفْسًا اِيْمَانُهَا لَمْ تَكُنْ اٰمَنَتْ مِنْ قَبْلُ اَوْ كَسَبَتْ فِيْ اِيْمَانِهَا خَيْرًا﴾ (الانعام:۱۵۸) وَلَتَقُوْمَنَّ السَّاعَةُ وَقَدْ نَشَرَ الرَّجُلَانِ ثَوْبَهُمَا بَيْنَهُمَا فَلَا يَتَبَايَعَانِهِ، وَلَا يَطْوِيَانِهِ، وَلَتَقُوْمَنَّ السَّاعَةُ وَقَدِ انْصَرَفَ الرَّجُلُ بِلَبَنِ لِقْحَتِهِ فَلَا يَطْعَمُهُ، وَلَتَقُوْمَنَّ السَّاعَةُ وَهُوَ يَلِيْطُ حَوْضَهُ فَلَا يَسْقِيْ فِيْهِ، وَلَتَقُوْمَنَّ السَّاعَةُ وَقَدْ رَفَعَ اُكْلَتَهُ اِلٰى فِيْهِ فَلَا يَطْعَمُهَا.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت نہیں قائم ہوگی یہاں تک کہ سورج مغرب سے طلوع کرے جب سورج مغرب سے طلوع ہولے گا اور لوگ اسے دیکھ لیں گے تو سب کے سب ایمان لائیں گے۔ یہی وہ ہے کہ فرمایا: جو اس سے پہلے ایمان نہیں لایا اس کو اس کا ایمان نفع نہیں دے گا یا اپنے ایمان میں بھلائی نہیں کی۔ اور قیامت قائم ہوگی اس حال میں کہ دو شخص اپنے کپڑے پھیلائے ہوں گے نہ انہیں بیچ پائیں گے اور نہ لپیٹ پائیں گے اور قیامت قائم ہوگی اس حال میں کہ ایک شخص اونٹنی کا دودھ لے کر آئے گا مگر پی نہیں پائے گا، اور قیامت قائم ہوگی اس حال میں کہ ایک شخص حوض لیپ رہا ہوگا مگر اس سے پانی نہیں لے سکے گا، اور قیامت قائم ہوگی ایک شخص لقمہ منہ کی طرف لے جاچکا ہوگا مگر کھا نہیں سکے گا۔

ترمذی میں ہے کہ مغرب میں ایک دروازہ کھلا ہوا ہے جو ستر سال کی مسافت کے برابر چوڑا ہے۔ وہ بند نہیں ہوگا یہاں تک کہ سورج مغرب سے نکلے۔ مغرب سے سورج کے طلوع ہونے کے وقت اس عظیم نشانی دیکھ کر بھی ایمان لائیں گے مگر جو کافر ہوں گے ان کا ایمان معتبر نہ ہوگا۔ اسی طرح جو گناہ گار توبہ کریں گے ان کی توبہ قبول نہ ہوگی۔ آخر کے ارشادات کا حاصل یہ ہے کہ قیامت اچانک آئے گی۔ لوگ اپنے اپنے کاموں میں مصروف ہوں گے اور اچانک آجائے گی۔

بَابُ مَنْ اَحَبَّ لِقَاءَ اللّٰهِ اَحَبَّ — جو اللہ تعالیٰ سے ملاقات کو پسند رکھتا ہے اللہ تعالیٰ

اللّٰهُ لِقَاءَهٗ (ص ۹۶۳) | بھی اس سے ملاقات کو پسند فرماتا ہے

۲۷۶۴ - عَنْ اَنَسٍ، عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ اَحَبَّ لِقَاءَ اللّٰهِ اَحَبَّ اللّٰهُ لِقَاءَهٗ، وَمَنْ كَرِهَ لِقَاءَ اللّٰهِ كَرِهَ اللّٰهُ لِقَاءَهٗ. قَالَتْ عَائِشَةُ اَوْ بَعْضُ اَزْوَاجِهٖ اِنَّا لَنَكْرَهُ الْمَوْتَ! قَالَ لَيْسَ ذَاكِ، وَلٰكِنَّ الْمُؤْمِنَ اِذَا حَضَرَهُ الْمَوْتُ بُشِّرَ بِرِضْوَانِ اللّٰهِ وَكَرَامَتِهٖ، فَلَيْسَ شَيْءٌ اَحَبَّ اِلَيْهِ مِمَّا اَمَامَهٗ، فَاَحَبَّ لِقَاءَ اللّٰهِ وَاَحَبَّ اللّٰهُ لِقَاءَهٗ، وَاِنَّ الْكَافِرَ اِذَا حُضِرَ بُشِّرَ بِعَذَابِ اللّٰهِ وَعُقُوْبَتِهٖ، فَلَيْسَ شَيْءٌ اَكْرَهَ اِلَيْهِ مِمَّا اَمَامَهٗ، كَرِهَ لِقَاءَ اللّٰهِ وَكَرِهَ اللّٰهُ لِقَاءَهٗ.

(ترمذی۔ ج ا ص ۲۰۵۔ کتاب الجنائز، ج ۲۔ کتاب الزہد، مسلم۔ کتاب الذکر۔ ص ۳۲۴، نسائی۔ ج ا ص ۲۶۰۔ کتاب الجنائز)

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو اللہ تعالیٰ کی ملاقات کو محبوب رکھتا ہے اللہ تعالیٰ بھی اس کی ملاقات کو محبوب رکھتا ہے اور جو اللہ تعالیٰ سے ملاقات کو ناپسند رکھتا ہے اللہ تعالیٰ بھی اس کی ملاقات کو ناپسند رکھتا ہے۔ یہ سن کر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا یا بعض ازواج مطہرات نے عرض کیا: ہم موت کو ناپسند کرتی ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ مطلب نہیں۔ مطلب یہ ہے کہ جب مومن کی موت یقینی طور پر قریب ہو جاتی ہے تو اسے اللہ تعالیٰ کی خوشنودی اور عنایت کی بشارت دی جاتی ہے تو اس کے آگے جو کچھ ہے اس سے زیادہ کوئی چیز پیاری نہیں ہوتی۔ اب وہ اللہ تعالیٰ کی ملاقات کو محبوب رکھتا ہے اور اللہ تعالیٰ اس کی ملاقات کو محبوب رکھتا ہے اور کافر کی موت جب قریب ہو جاتی ہے تو اسے اللہ تعالیٰ کے عذاب اور سزا کی بشارت دی جاتی ہے۔ اس وقت اس کے آگے جو کچھ ہے اس سے زیادہ کوئی چیز ناپسند نہیں ہوتی۔ وہ اللہ تعالیٰ کی ملاقات کو ناپسند کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ اس کی ملاقات کو ناپسند فرماتا ہے۔

۲۷۶۵ - عَنْ اَبِيْ مُوْسٰى، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ اَحَبَّ لِقَاءَ اللّٰهِ اَحَبَّ اللّٰهُ لِقَاءَهٗ، وَمَنْ كَرِهَ لِقَاءَ اللّٰهِ كَرِهَ اللّٰهُ لِقَاءَهٗ.

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو اللہ تعالیٰ سے ملاقات کو پسند رکھتا ہے اللہ تعالیٰ بھی اس سے ملاقات کو پسند رکھتا ہے اور جو اللہ تعالیٰ سے ملاقات کو ناپسند رکھتا ہے اللہ تعالیٰ بھی اس سے ملاقات کو ناپسند رکھتا ہے۔

ظاہر ہے کہ جس مسلمان کو اس کا اطمینان ہے کہ میں نے فرائض و واجبات اپنی استطاعت کے مطابق کما حقہٗ ادا کیے ہیں گناہوں سے حتی الوسع بچتا رہا ہوں اس کے ضمیر کی آواز یہی ہوگی کہ اللہ تعالیٰ مجھ سے راضی ہے۔ اس کے حضور حاضر ہوں گا تو مجھے انعام و اکرام سے نوازے گا۔ وہ اللہ تعالیٰ سے ملاقات کا ضرور شائق ہوگا اور جس بدنصیب کو اس کا یقین ہوگا کہ میں مومن نہیں جس نے رات دن برائیاں کیں۔ اس کے ضمیر کی آواز یہی ہوگی کہ اللہ عزوجل مجھ سے ناراض ہے، وہ مجھے سزا دے گا تو یقیناً وہ اللہ کے حضور حاضر ہونے کو ناپسند رکھے گا۔ رہ گیا طبعی طور پر موت کو ناپسند رکھنا یہ الگ بات ہے۔ موت کے ناپسند ہونے کا اس ارشاد سے کوئی تعلق نہیں، پھر بھی اللہ تعالیٰ کے بہت سے بندے ہیں وہ موت کو ناپسند نہیں کرتے بلکہ اس کی ہزار جان سے تمنا کرتے ہیں۔

بَابُ سَكَرَاتِ الْمَوْتِ (ص ۹۶۴) | موت کی شدت کا بیان

۲۷۶۶ - عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ رِجَالٌ مِّنَ الْاَعْرَابِ حُفَاةً، يَاْتُوْنَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَيَسْاَلُوْنَهٗ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ کچھ دیہاتی گنوار نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آتے اور قیامت کے بارے میں پوچھتے کہ کب

...بی السَّاعَةُ فَكَانَ يَنْظُرُ إِلَى أَصْغَرِهِمْ فَيَقُولُ إِنْ يَّعِشْ هٰذَا لَا يُدْرِكْهُ الْهَرَمُ حَتّٰى تَقُوْمَ عَلَيْكُمْ سَاعَتُكُمْ. قَالَ هِشَامٌ يَعْنِي مَوْتَهُمْ.

قیامت ہے؟ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان میں سے سب سے چھوٹے کی طرف دیکھتے اور فرماتے: اگر یہ جیے تو اس کو بڑھاپا نہیں پائے گا کہ تم پر تمہاری قیامت قائم ہو جائے گی۔ ہشام نے کہا: یعنی ان کی موت۔

''ساعتکم'' کی تفسیر ''موتھم'' حضرت ہشام نے کی ہے یہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نہیں۔ ایک اور حدیث میں فرمایا: من مات فقد قامت قیامتہ'' جو مر گیا اس کی قیامت قائم ہو گئی۔ اسی کے مطابق یہ ارشاد بھی ہے۔ اس حدیث کو باب سے بہ ظاہر کوئی مطابقت نہیں۔ باب تھا ''سکرات الموت'' اس میں اس کا کوئی ذکر نہیں لیکن بہ تکلف یوں مطابقت پیدا کی جا سکتی ہے کہ ''ساعتھم'' سے مراد ''موتھم'' ہے اور ہر موت کے لیے سکرات ہے۔

۲۷۶۷ - عَنْ أَبِي قَتَادَةَ بْنِ رِبْعِيٍّ الْأَنْصَارِيِّ أَنَّهُ كَانَ يُحَدِّثُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُرَّ عَلَيْهِ بِجَنَازَةٍ فَقَالَ مُسْتَرِيْحٌ وَمُسْتَرَاحٌ مِّنْهُ. قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، مَا الْمُسْتَرِيْحُ وَالْمُسْتَرَاحُ مِنْهُ؟ قَالَ الْعَبْدُ الْمُؤْمِنُ يَسْتَرِيْحُ مِنْ نَصَبِ الدُّنْيَا وَأَذَاهَا إِلٰى رَحْمَةِ اللّٰهِ، وَالْعَبْدُ الْفَاجِرُ يَسْتَرِيْحُ مِنْهُ الْعِبَادُ وَالْبِلَادُ، وَالشَّجَرُ وَالدَّوَابُّ. (اس کے بعد متصلا، مسلم، نسائی)

حضرت ابو قتادہ بن ربعی انصاری رضی اللہ عنہ حدیث بیان کرتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب سے ایک جنازہ گزرا۔ فرمایا: آرام پایا ہوا ہے یا اس سے لوگ آرام پائے ہوئے ہیں۔ لوگوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! مستریح اور مستراح کیا ہے؟ فرمایا: موت سے مومن بندہ دنیا کی مشقت اور اس کی اذیت سے آرام پا جاتا ہے اور بدکار بندے سے بندے اور شہر اور درخت اور چوپائے آرام پا جاتے ہیں۔

عبد مومن سے مراد مومن کامل یعنی متقی ہے۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ مطلقاً ہر مومن مراد ہو۔ اسی طرح فاجر میں دو احتمال ہیں، یا تو اس سے مراد کافر ہے یا ہر فاسق، خواہ وہ کافر ہو یا مومن۔ کافر اور فاسق سے بندوں کی راحت ظاہر ہے کہ بندے اس کی ایذاء رسانی اور ظلم سے محفوظ ہو جاتے ہیں۔ بلاد کی راحت سے مراد یہ ہے کہ وہ غضب سے، فساد سے محفوظ ہو جاتا ہے اور اس کی پیداوار غلط جگہ خرچ نہیں ہوتی۔ درخت کی راحت یہ ہے کہ وہ غصبا کاٹے جانے اور پھل لینے سے محفوظ ہو جاتے ہیں، چوپاؤں کی راحت یہ ہے کہ ظالم اسے کم خوراک دیتے ہیں اور طاقت سے زیادہ کام لیتے ہیں، وہ اس سے محفوظ ہو جاتے ہیں۔

۲۷۶۸ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ أَبِي بَكْرِ بْنِ عَمْرِو بْنِ حَزْمٍ سَمِعَ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ يَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتْبَعُ الْمَيِّتَ ثَلَاثَةٌ فَيَرْجِعُ اثْنَانِ وَيَبْقٰى مَعَهُ وَاحِدٌ يَتْبَعُهُ أَهْلُهُ وَمَالُهُ وَعَمَلُهُ، فَيَرْجِعُ أَهْلُهُ وَمَالُهُ وَيَبْقٰى عَمَلُهُ. (مسلم، ترمذی، کتاب الزہد، نسائی، کتاب الرقائق، کتاب الجنائز، مسند احمد، ج ۳ ص ۲۸۷، ص ۲۹۶)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میت کے ساتھ یا پیچھے تین چیزیں جاتی ہیں۔ دو لوٹ آتی ہیں اور ایک باقی رہ جاتی ہے۔ اس کے پیچھے اس کے اہل، اس کے مال اور اس کے عمل جاتے ہیں۔ اہل اور مال لوٹ آتے ہیں اور اس کا عمل باقی رہتا ہے۔

میت کے ساتھ اہل اور عمل کا جانا تو صحیح ہے مال کے جانے کا کیا مطلب ہے؟ میت کا مال تو اس کے گھر رہ جاتا ہے۔ شارحین نے فرمایا کہ یہ عرب کی عادت کے مطابق تھا کہ میت کے ساتھ اس کے چوپاؤں کو بھی قبرستان تک لے جاتے تھے اور غلام تو سب ہی ساتھ جاتے تھے۔ قبر میں انسان کے اچھے عمل حسین مرد کی شکل میں عمدہ کپڑے بہترین خوشبو کے ساتھ آتے ہیں اور کہتے ہیں:

تجھ کو اس چیز کی بشارت ہو جو تجھے خوش کرے گی۔ وہ کہے گا: تم کون ہو؟ وہ کہیں گے: ہم تیرے اچھے عمل ہیں' اور کافر اور فاسق کے عمل برے مرد کی شکل میں آئیں گے اور کہیں گے: میں تیرا برا عمل ہوں' جیسا کہ مسند امام احمد میں ہے۔

۲۷۶۹- ح: [إِذَا مَاتَ أَحَدُكُمْ عُرِضَ عَلَيْهِ مَقْعَدُهُ غُدْوَةً وَّعَشِيًّا]

جب کوئی مرجاتا ہے تو اس پر اس کا ٹھکانہ صبح و شام پیش کیا جاتا ہے

۲۷۶۹ - عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا مَاتَ أَحَدُكُمْ عُرِضَ عَلَيْهِ مَقْعَدُهُ غُدْوَةً وَّعَشِيًّا' إِمَّا النَّارُ وَإِمَّا الْجَنَّةُ' فَيُقَالُ هٰذَا مَقْعَدُكَ حَتّٰى تُبْعَثَ.

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی مرجاتا ہے تو اس کے ٹھکانے کو اس پر صبح شام پیش کیا جاتا ہے یا تو جہنم یا جنت' پھر کہا جاتا ہے: یہ تیرا ٹھکانہ ہے یہاں تک کہ تو قبر سے اٹھایا جائے۔

بَابُ نَفْخِ الصُّوْرِ (ص ۹۶۵)

صور پھونکنے کا بیان

ت۷۷۲ - قَالَ مُجَاهِدٌ اَلصُّوْرُ كَهَيْئَةِ الْبُوْقِ' ﴿زَجْرَةٌ﴾ (الصافات:۱۹) صَيْحَةٌ.

حضرت مجاہد نے کہا: ''صور'' قرناء (نرسنگھا) کے مثل ہے ''زجرة'' کا معنی ''صيحة'' ہے۔

یعنی چیخ' ارشاد ہے: ''فَإِنَّمَا هِيَ زَجْرَةٌ وَّاحِدَةٌ O'' (النزعت:۱۳) یہ تو ایک جھڑک ہے O یعنی نفخ ثانیہ کے وقت ایک چیخ سنائی دے گی اور سب لوگ زندہ ہو کر اٹھ کھڑے ہوں گے۔

ت۷۷۳ - وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ ﴿النَّاقُوْرُ﴾ (المدثر:۸) الصُّوْرُ ﴿الرَّاجِفَةُ﴾ (النازعات:۶) النَّفْخَةُ الْأُوْلٰى' وَ﴿الرَّادِفَةُ﴾ (النازعات:۷) النَّفْخَةُ الثَّانِيَةُ.

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: ''ناقور'' سے مراد صور ہے ''الراجفة'' سے مراد نفخۂ اولیٰ اور ''رادفه'' سے مراد نفخۂ ثانیہ ہے۔

ارشاد ہے: ''فَإِذَا نُقِرَ فِي النَّاقُوْرِ O'' (المدثر:۸) جب صور میں پھونکا جائے O اور ارشاد ہے: ''يَوْمَ تَرْجُفُ الرَّاجِفَةُ O تَتْبَعُهَا الرَّادِفَةُ O'' (النازعات:۶-۷) جس دن تھرتھرائے گی تھرتھرانے والی O اس کے پیچھے آئے گی آنے والی O حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ پہلی آیت میں ''ناقور'' سے مراد ''صور'' ہے اور دوسری آیت میں ''الراجفة'' سے مراد نفخۂ اولیٰ ہے اور تیسری آیت میں ''رادفه'' سے مراد نفخۂ ثانیہ ہے۔

قیامت کے سلسلے میں دو مرتبہ صور پھونکا جائے گا۔ پہلی بار پھونکا جائے گا تو اس کے اثر سے جو بے ہوشی طاری ہوگی اس کا یہ اثر ہوگا کہ ملائکہ اور زمین والوں میں سے اس وقت جو لوگ زندہ ہوں گے جن پر موت نہ آئی ہوگی وہ اس سے مرجائیں گے اور جن پر موت وارد ہو چکی پھر اللہ تعالیٰ نے انہیں حیات عنایت کی' وہ اپنی قبروں میں زندہ ہیں جیسے کہ انبیاء و شہداء ان پر اس نفخہ سے بے ہوشی کی سی کیفیت طاری ہوگی اور جو لوگ قبروں میں مرے پڑے ہیں انہیں اس نفخہ کا شعور بھی نہ ہوگا۔ پھر دوسری بار صور پھونکا جائے گا جس سے مردے زندہ کیے جائیں گے۔ ارشاد ہے:

وَنُفِخَ فِي الصُّوْرِ فَصَعِقَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْأَرْضِ إِلَّا مَنْ شَاءَ اللّٰهُ ثُمَّ نُفِخَ فِيْهِ أُخْرٰى فَإِذَا هُمْ قِيَامٌ يَّنْظُرُوْنَ O (الزمر:۶۸)

اور صور پھونکا جائے گا تو بے ہوش ہو جائیں گے جتنے آسمانوں میں ہیں اور جتنے زمین میں ہیں مگر جسے اللہ چاہے پھر وہ دوبارہ پھونکا جائے گا جبھی وہ دیکھتے ہوئے کھڑے ہو جائیں گے O

اس آیت میں ''الا من شاء الله'' سے کیا مراد ہے؟ اس میں مفسرین کے بہت سے اقوال ہیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے

فرمایا کہ نفخہ صعق سے تمام آسمان اور زمین والے مرجائیں گے سوائے جبریل، میکائیل، اسرافیل و ملک الموت کے۔ پھر اللہ تعالیٰ دونوں نفخوں کے درمیان جو چالیس برس کی مدت ہے اس میں ان فرشتوں کو بھی موت دے گا۔ دوسرا قول یہ ہے کہ مستثنیٰ شہداء ہیں جن کے لیے قرآن مجید میں ''بَلْ اَحْیَاءٌ'' آیا ہے۔ تیسرا قول یہ ہے کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ مستثنیٰ حضرت موسیٰ علیہ السلام ہیں چونکہ آپ طور پر بے ہوش ہو چکے ہیں اس لیے اس نفخہ سے آپ بے ہوش نہ ہوں گے بلکہ آپ مستیقظ و ہوشیار رہیں گے۔ چوتھا قول یہ ہے کہ مستثنیٰ جنت کی حوریں اور عرش و کرسی کے رہنے والے ہیں۔ ضحاک کا قول ہے کہ مستثنیٰ رضوان اور حوریں ہیں اور وہ فرشتے جو جہنم پر مامور ہیں وہ اور جہنم کے سانپ بچھو ہیں۔

بَابُ يَقْبِضُ اللّٰهُ الْاَرْضَ (ص ۹۶۵)

اللہ تعالیٰ زمین کو مٹھی میں لے گا

۲۷۷۰ - عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّ قَالَ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ تَكُوْنُ الْاَرْضُ یَوْمَ الْقِیَامَةِ خُبْزَةً وَّاحِدَةً یَتَكَفَّؤُهَا الْجَبَّارُ بِیَدِهٖ، كَمَا یَكْفَأُ اَحَدُكُمْ خُبْزَتَهٗ فِی السَّفَرِ، نُزُلًا لِاَهْلِ الْجَنَّةِ. فَاَتٰی رَجُلٌ مِّنَ الْیَهُوْدِ فَقَالَ بَارَكَ الرَّحْمٰنُ عَلَیْكَ یَا اَبَا الْقَاسِمِ، اَلَا اُخْبِرُكَ بِنُزُلِ اَهْلِ الْجَنَّةِ یَوْمَ الْقِیَامَةِ؟ قَالَ بَلٰی. قَالَ تَكُوْنُ الْاَرْضُ خُبْزَةً وَّاحِدَةً كَمَا قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَنَظَرَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِلَیْنَا ثُمَّ ضَحِكَ حَتّٰی بَدَتْ نَوَاجِذُهٗ، ثُمَّ قَالَ اَلَا اُخْبِرُكَ بِاِدَامِهِمْ؟ قَالَ اِدَامُهُمْ بَالَامٌ وَّنُوْنٌ، قَالُوْا وَمَا هٰذَا؟ قَالَ ثَوْرٌ وَّ نُوْنٌ، یَاْكُلُ مِنْ زَائِدَةِ كَبِدِهِمَا سَبْعُوْنَ اَلْفًا. (مسلم۔ کتاب التوبۃ)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن زمین ایک روٹی کی طرح ہو جائے گی جسے اللہ تعالیٰ اپنے دست قدرت سے پھیلائے گا جیسے تم میں سے کوئی اپنی روٹی دسترخوان پر پھیلاتا ہے اہل جنت کی میزبانی کے لیے۔ پھر ایک یہودی آیا۔ اس نے کہا: اے ابوالقاسم! تم کو اللہ برکت دے، کیا میں تم کو نہ بتاؤں کہ قیامت کے دن اہل جنت کی پہلی میزبانی کیا چیز ہے؟ فرمایا: ہاں! بتا۔ اس نے کہا: زمین ایک روٹی ہوگی (اس نے بھی وہی کہا) جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا، پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہماری طرف دیکھا، پھر مسکرائے یہاں تک کہ حضور کے نوکیلے دانت ظاہر ہو گئے، پھر یہودی نے کہا کہ کیا میں آپ کو نہ بتاؤں کہ ان کا سالن کیا ہوگا تو اس نے کہا: ان کا سالن بالام اور نون ہے۔ لوگوں نے کہا: یہ کیا ہے؟ اس نے کہا: بیل اور مچھلی۔ اس کے جگر کے زائدہ سے ستر ہزار کھائیں گے۔

نُزُلًا

اس کھانے کو کہتے ہیں جو مہمان کے سامنے پہلی بار پیش کیا جاتا ہے جس کو ہمارے عرف میں ناشتہ کہتے ہیں۔ اللہ عزوجل قیامت کے دن پوری زمین کو ایک روٹی بنا دے گا جو اس کے قدموں کے نیچے ہوگی جسے وہ لوگ کھائیں گے جس کے مقدر میں جنت میں جانا ہے تاکہ میدان حشر میں بھوکے نہ رہیں۔ قبروں سے اٹھنے کے بعد اللہ عزوجل کی طرف سے سب سے پہلے یہی غذا ملے گی۔ اسی لیے اس کو ''نُزُلٌ'' سے تعبیر فرمایا گیا ہے۔ بالام عبرانی لفظ ہے جس کے معنی بیل کے ہیں اور نون یعنی مچھلی۔ مچھلی کے جگر میں ایک حصہ علیحدہ ہوتا ہے اس کو زائدہ کہتے ہیں، یہی اس وقت لوگوں کا سالن ہوگا ''نواجد''، ''ناجذہ'' کی جمع ہے یہ آخر کے دانتوں کو کہتے ہیں۔ دانتوں کی تقسیم یہ ہے: بیچ کے دو ثنایا، دونوں کی طرف اس کے بغل والے رباعیات، پھر ''ضواحك'' پھر ''ارحاء'' پھر ''نواجذ''۔ کتاب الصوم میں ہے حتیٰ ''بدت انیابه''، ''انیاب'' نوکیلے دانتوں کو کہتے ہیں جو رباعی کے بعد ہوتے ہیں۔ اس حدیث میں اور باب کی حدیث میں منافات نہیں، اس لیے کہ نواجذ کا اطلاق انیاب اور اضراس پر بھی ہوتا ہے۔

۲۷۷۱ - حَدَّثَنِي اَبُوْ حَازِمٍ قَالَ سَمِعْتُ سَهْلَ بْنَ سَعْدٍ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ يُحْشَرُ النَّاسُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ عَلٰى اَرْضٍ بَيْضَاءَ عَفْرَاءَ كَقُرْصَةِ نَقِيٍّ. قَالَ سَهْلٌ اَوْ غَيْرُهُ لَيْسَ فِيْهَا مَعْلَمٌ لِاَحَدٍ. (مسلم۔ کتاب التوبۃ)

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ قیامت کے دن لوگ جمع کیے جائیں گے سفید سرخی مائل زمین پر جیسے میدے کی روٹی۔ حضرت سہل نے کہا یا ان کے علاوہ کسی اور نے کہا: اس میں کسی کے لیے کوئی نشان نہیں ہوگا۔

یہ زمین جس پر حشر ہوگا دنیا کی زمین کے علاوہ ہے۔ عبد بن حمید نے حکم بن ابان کے طریقے سے عکرمہ سے روایت کیا کہ انہوں نے کہا کہ یہ دنیا کی زمین لپیٹ دی جائے گی اور اس کے پہلو میں دوسری زمین ہوگی جس پر حشر ہوگا۔ بیہقی نے شعب الایمان میں بہ طریق عمرو بن میمون حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے آیۂ کریمہ "يَوْمَ تُبَدَّلُ الْاَرْضُ غَيْرَ الْاَرْضِ" (ابراہیم:۴۸) جس دن زمین دوسری زمین سے بدل دی جائے گی' کی تفسیر میں فرمایا: زمین ایسی زمین کے ساتھ بدل دی جائے گی گویا وہ چاندی ہے جس پر کوئی حرام خون نہیں بہایا گیا اور جس پر کوئی گناہ نہیں کیا گیا۔

بَابٌ كَيْفَ الْحَشْرُ (ص ۹۶۵)

حشر کیسے ہوگا؟

۲۷۷۲ - عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يُحْشَرُ النَّاسُ عَلٰى ثَلَاثِ طَرَائِقَ رَاغِبِيْنَ رَاهِبِيْنَ، وَاثْنَانِ عَلٰى بَعِيْرٍ، وَثَلَاثَةٌ عَلٰى بَعِيْرٍ، وَاَرْبَعَةٌ عَلٰى بَعِيْرٍ، وَعَشَرَةٌ عَلٰى بَعِيْرٍ، وَيُحْشَرُ بَقِيَّتَهُمُ النَّارُ تَقِيْلُ مَعَهُمْ حَيْثُ قَالُوْا، وَتَبِيْتُ مَعَهُمْ حَيْثُ بَاتُوْا، وَتُصْبِحُ مَعَهُمْ حَيْثُ اَصْبَحُوْا، وَتُمْسِيْ مَعَهُمْ حَيْثُ اَمْسَوْا.

(مسلم۔ باب: یحشر الناس علی طرائق)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لوگ قیامت کے دن تین راستوں سے جمع کیے جائیں گے رغبت رکھتے ہوئے اور ڈرتے ہوئے اور دو ایک اونٹ پر اور تین ایک اونٹ پر اور چار ایک اونٹ پر اور دس ایک اونٹ پر اور بقیہ کو آگ جمع کرے گی جو ان کے ساتھ قیلولہ کے وقت رہے گی اور جہاں رات گزاریں گے وہاں رہے گی اور جہاں صبح کریں گے وہاں رہے گی اور جہاں شام کریں گے وہاں رہے گی۔

حشر چار ہیں: دو دنیا میں اور دو آخرت میں' دنیا کے دو حشروں میں ایک وہ ہے جسے اس آیت کریمہ میں بیان فرمایا: "هُوَ الَّذِيْ اَخْرَجَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتَابِ مِنْ دِيَارِهِمْ لِاَوَّلِ الْحَشْرِ" (الحشر:۲) وہی ہے جس نے ان کافر کتابیوں کو ان کے گھروں سے نکالا ان کے پہلے حشر کے لیے۔ دوسرا وہ جو قیامت کی نشانیوں میں مذکور ہے کہ ایک آگ آئے گی اور سب کو ہانک کر شام میں جمع کر دے گی اور دو آخرت کے یہ ہیں: پہلا مردوں کا زندہ ہو کر اپنے ٹھکانے سے نکل کر موقف میں جانا۔ دوسرے جنت میں یا دوزخ میں جانا۔ "قوله ثلاث طرائق" اس سے مراد یہ ہے کہ تین گروہ ہوں گے پہلے راغبین' راہبین' دوسرے جو اونٹوں پر سوار ہو کر چلیں گے اور تیسرے وہ جن کو آگ ہانک کر لے جائے گی۔

۲۷۷۳ - اَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تُحْشَرُوْنَ حُفَاةً عُرَاةً غُرْلًا. قَالَتْ عَائِشَةُ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، اَلرِّجَالُ وَالنِّسَاءُ يَنْظُرُ بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضٍ؟ فَقَالَ الْاَمْرُ اَشَدُّ مِنْ اَنْ

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لوگ ننگے پاؤں ننگے بدن غیر مختون جمع کیے جائیں گے۔ ام المومنین نے کہا: اس پر میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! مرد عورت ایک دوسرے کو دیکھیں گے؟ فرمایا: معاملہ اتنا سخت ہے کہ

يُهِمُّهُمْ ذَاكَ. کوئی اس کا قصد نہ کر پائے گا۔

(مسلم۔ آخر کتاب نسائی۔ کتاب الجنائز' ابن ماجہ۔ کتاب الزہد)

۲۷۷۴- ح: [تَكُوْنُ هٰذِهِ الْاُمَّةُ نِصْفَ اَهْلِ الْجَنَّةِ]

یہ اُمت جنتیوں کی آدھی ہوگی

۲۷۷۴- عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ قُبَّةٍ فَقَالَ اَتَرْضَوْنَ اَنْ تَكُوْنُوْا رُبُعَ اَهْلِ الْجَنَّةِ؟ قُلْنَا نَعَمْ' قَالَ تَرْضَوْنَ اَنْ تَكُوْنُوْا ثُلُثَ اَهْلِ الْجَنَّةِ؟ قُلْنَا نَعَمْ' قَالَ اَتَرْضَوْنَ اَنْ تَكُوْنُوْا شَطْرَ اَهْلِ الْجَنَّةِ؟ قُلْنَا نَعَمْ' قَالَ وَالَّذِيْ نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهٖ' اِنِّيْ لَاَرْجُوْ اَنْ تَكُوْنُوْا نِصْفَ اَهْلِ الْجَنَّةِ' وَذٰلِكَ اَنَّ الْجَنَّةَ لَا يَدْخُلُهَا اِلَّا نَفْسٌ مُّسْلِمَةٌ' وَمَا اَنْتُمْ فِيْ اَهْلِ الشِّرْكِ اِلَّا كَالشَّعْرَةِ الْبَيْضَاءِ فِيْ جِلْدِ الثَّوْرِ الْاَسْوَدِ' اَوْ كَالشَّعْرَةِ السَّوْدَاءِ فِيْ جِلْدِ الثَّوْرِ الْاَحْمَرِ.

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ہم نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ ایک گول خیمے میں تھے۔ حضور نے فرمایا: تم لوگ اس پر راضی ہو کہ اہل جنت کی چوتھائی رہو؟ ہم نے عرض کیا: ہاں! ہم راضی ہیں۔ فرمایا: کیا تم اس پر راضی ہو کہ اہل جنت کی ایک تہائی رہو؟ ہم نے کہا: ہاں! فرمایا: کیا تم اس پر راضی ہو کہ تم نصف اہل جنت رہو؟ ہم نے کہا: ہاں! فرمایا: قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں محمد کی جان ہے! میں امید کرتا ہوں کہ تم لوگ آدھے اہل جنت ہو گے اور یہ اس وجہ سے ہے کہ جنت میں صرف مسلمان ہی داخل ہوگا اور تمہاری تعداد اہل شرک کے مقابلے میں ایسی ہی ہے جیسے ایک سفید بال سیاہ بیل کی کھال میں یا ایک کالا بال لال بیل کی کھال میں۔

(بخاری۔ کتاب الایمان والنذور۔ باب: کیف کان یمین النبی صلی اللہ علیہ وسلم ص ۹۸۳' مسلم۔ کتاب الایمان' ترمذی۔ کتاب صفۃ الجنۃ' ابن ماجہ۔ کتاب الزہد)

یہ ارشاد منٰی میں فرمایا تھا[1] اور اس وقت خیمہ میں چالیس آدمی کے قریب تھے۔

۲۷۷۵- عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ' اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَوَّلُ مَنْ يُّدْعٰى يَوْمَ الْقِيَامَةِ اٰدَمُ' فَتَرَاءٰى ذُرِّيَّتُهٗ' فَيُقَالُ هٰذَا اَبُوْكُمْ اٰدَمُ' فَيَقُوْلُ لَبَّيْكَ وَسَعْدَيْكَ' فَيَقُوْلُ اَخْرِجْ بَعْثَ جَهَنَّمَ مِنْ ذُرِّيَّتِكَ' فَيَقُوْلُ يَا رَبِّ كَمْ اُخْرِجُ؟ فَيَقُوْلُ اَخْرِجْ مِنْ كُلِّ مِائَةٍ تِسْعَةً وَّتِسْعِيْنَ. فَقَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ' اِذَا اُخِذَ مِنَّا مِنْ كُلِّ مِائَةٍ تِسْعَةٌ وَّتِسْعُوْنَ' فَمَاذَا يَبْقٰى مِنَّا؟ قَالَ اِنَّ اُمَّتِيْ فِي الْاُمَمِ كَالشَّعْرَةِ الْبَيْضَاءِ فِي الثَّوْرِ الْاَسْوَدِ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے دن سب سے پہلے آدم علیہ السلام کو بلایا جائے گا تو ان کے سامنے ان کی اولاد ظاہر ہوگی۔ کہا جائے گا: اے لوگو! یہ تمہارے والد آدم ہیں۔ حضرت آدم عرض کریں گے: لبیک اور سعدیک' اب فرمائے گا: اپنی اولاد میں سے جہنم میں ڈالے جانے والوں کو نکالو تو پوچھیں گے کہ اے پروردگار! کتنوں کو نکالوں؟ فرمائے گا: ہر سو میں سے ننانوے کو نکالو۔ لوگوں نے عرض کیا: یارسول اللہ! جب ہم میں سے ہر سو میں سے ننانوے نکال لیے جائیں گے تو ہم میں سے کیا باقی رہے گا؟ فرمایا: میری امت اور امتوں کے مقابلے میں ایسی ہے جیسے سفید بال سیاہ بیل میں۔

[1] بخاری۔ کتاب الایمان والنذور۔ ص ۹۸۳

بَابٌ [المطففین: ۴-۶ کی تفسیر]

قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰی ﴿اَلَا يَظُنُّ اُولٰٓئِكَ اَنَّهُمْ مَّبْعُوْثُوْنَ ۝ لِيَوْمٍ عَظِيْمٍ ۝ يَوْمَ يَقُوْمُ النَّاسُ لِرَبِّ الْعَالَمِيْنَ ۝﴾ (المطففین: ۴-۶). (ص ۹۶۷)

اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کا بیان: کیا وہ لوگ گمان نہیں کرتے کہ وہ لوگ اُٹھائے جائیں گے ۝ ایک بڑے دن کے لیے ۝ جس دن لوگ رب العالمین کے لیے کھڑے ہوں گے؟ ۝

توضیح

ھناد بن سری نے زہد میں عبداللہ بن حارث کے بہ طریق حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ انہوں نے فرمایا: ایک شخص نے ان سے کہا: مدینہ والے پورا ناپتے ہیں تو انہوں نے فرمایا: وہ ایسا کیوں نہیں کریں گے جب کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: خرابی ہے ڈنڈی مارنے والے کے لیے' انہوں نے یہاں تک تلاوت کی۔ جس دن لوگ رب العالمین کے لیے کھڑے ہوں گے اور پسینہ آدھے کانوں تک پہنچا ہوگا قیامت کے دن کی وحشت کی وجہ سے۔ یہ حدیث امام بخاری کی شرط پر نہیں تھی' اس لیے اس کو اپنی کتاب میں درج نہیں کیا۔

ت ۷۷۴ - وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ ﴿وَتَقَطَّعَتْ بِهِمُ الْاَسْبَابُ ۝﴾ (البقرۃ: ۱۶۶) قَالَ الْوُصْلَاتُ فِي الدُّنْيَا.

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ سارے اسباب کٹ گئے ۝ یہاں اسباب سے مراد دنیا کے تعلقات ہیں۔

۲۷۷۶- عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَعْرَقُ النَّاسُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ حَتّٰى يَذْهَبَ عَرَقُهُمْ فِي الْاَرْضِ سَبْعِيْنَ ذِرَاعًا، وَيُلْجِمُهُمْ حَتّٰى يَبْلُغَ اٰذَانَهُمْ.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن لوگوں کو پسینہ آئے گا یہاں تک کہ ان کا پسینہ ستر ہاتھ زمین میں جذب ہوگا اور ان کے منہ میں لگام بن جائے گا یہاں تک کہ ان کے کانوں تک پہنچ جائے گا۔

بَابُ الْقِصَاصِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ (ص ۹۶۷) قیامت کے دن بدلہ

"وَهِيَ الْحَاقَّةُ، لِاَنَّ فِيْهَا الثَّوَابَ وَحَوَاقَّ الْاُمُوْرِ، اَلْحَقَّةُ وَالْحَاقَّةُ وَاحِدٌ، وَالْقَارِعَةُ وَالْغَاشِيَةُ وَالصَّاخَّةُ، وَالتَّغَابُنُ غَبْنُ اَهْلِ الْجَنَّةِ اَهْلَ النَّارِ" ...... اور قیامت ہی حاقہ ہے اس لیے کہ اس میں ثواب ہے اور ثابت شدہ باتیں ہیں یعنی اس میں محقق ہوں گی۔ جزا ثواب اور سزا اور تمام باتیں جو ثابت اور حق ہیں "اَلْحَقَّةُ" اور "اَلْحَاقَّةُ" ایک ہی ہیں' یعنی دونوں قیامت کے نام ہیں۔ مراد یہ ہے کہ یہ جن سے ثابت ہے اس میں کوئی شک نہیں اور قیامت ہی کا نام "قارعہ" ہے' اس لیے کہ قیامت کے ہولناک مناظر دلوں کو ہلا دیں گے' اور قیامت ہی کا نام غاشیہ ہے اس لیے کہ وہ ہر چیز پر چھا جائے گی اور قیامت ہی کا نام صاخہ ہے۔ اصل میں اس کے معنی بڑی مصیبت کے ہیں اور اس کے معنی چیخ کے بھی ہیں اور اس کا نام تغابن بھی ہے کیونکہ جنتی جہنمیوں کے وہ مقامات لیں گے جو ان کو ملتے اگر وہ مومن ہوتے۔

۲۷۷۷ - حَدَّثَنِيْ شَقِيْقٌ سَمِعْتُ عَبْدَ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَوَّلُ مَا يُقْضٰى بَيْنَ النَّاسِ بِالدِّمَاءِ.

شقیق نے یہ حدیث بیان کی کہ میں نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے سنا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن سب سے پہلا فیصلہ خونوں کے بارے میں کیا جائے گا۔

(بخاری۔ کتاب الدیات۔ باب: ص ۱۰۱۴' مسلم۔ کتاب الحدود' ترمذی۔ کتاب الدیات' نسائی۔ کتاب المحاربہ' ابن ماجہ۔ کتاب الدیات)

اس کے معارض وہ حدیث مشہور ہے کہ فرمایا: "اول ما یحاسب به العبد یوم القیامة صلاته" قیامت کے دن بندے

سے سب سے پہلے اس کی نماز کے بارے میں حساب کیا جائے گا۔

تطبیق

حقوق اللہ میں سب سے پہلے نماز کا سوال ہوگا اور حقوق العباد میں سب سے پہلے خون ناحق کا۔ سود کی حدیث طویل میں ہے جو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً مروی ہے کہ قیامت کے دن لوگوں کے درمیان سب سے پہلا معاملہ خون کے بارے میں پیش ہو گا۔ ہر مقتول اپنا سر لادے ہوئے آئے گا اور عرض کرے گا: اے رب! اس سے پوچھ اس نے مجھ کو کیوں قتل کیا۔ حضرت ابن عباس کی حدیث میں ہے کہ مقتول اپنے ایک ہاتھ میں اپنا سر لے کر اور دوسرے سے قاتل کو چادر میں لپیٹ کر گھسیٹتا ہوا لائے گا اور اس کی رگوں سے خون بہہ رہا ہوگا' یہاں تک کہ دونوں اپنے رب اللہ عزوجل کے حضور کھڑے ہوں گے۔

بَابٌ يَدْخُلُ الْجَنَّةَ سَبْعُوْنَ اَلْفًا بِغَيْرِ حِسَابٍ (ص ۹۶۸)

جنت میں بغیر حساب ستر ہزار داخل ہوں گے

۲۷۷۸ - حَدَّثَنِیْ سَعِيْدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ اَنَّ اَبَا هُرَيْرَةَ حَدَّثَهُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ يَدْخُلُ مِنْ اُمَّتِیْ زُمْرَةٌ هُمْ سَبْعُوْنَ اَلْفًا' تُضِيْءُ وُجُوْهُهُمْ اِضَاءَةَ الْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ. وَقَالَ اَبُوْ هُرَيْرَةَ فَقَامَ عُكَّاشَةُ بْنُ مِحْصَنٍ الْاَسَدِیُّ يَرْفَعُ نَمِرَةً عَلَيْهِ' فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ' اُدْعُ اللّٰهَ اَنْ يَّجْعَلَنِیْ مِنْهُمْ' قَالَ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْهُ مِنْهُمْ. ثُمَّ قَامَ رَجُلٌ مِّنَ الْاَنْصَارِ' فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ' اُدْعُ اللّٰهَ اَنْ يَّجْعَلَنِیْ مِنْهُمْ' فَقَالَ سَبَقَكَ عُكَّاشَةُ. (مسلم۔ کتاب الایمان)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ میری امت کا ایک گروہ جنت میں داخل ہو گا اور وہ ستر ہزار ہے۔ ان کے چہرے چودہویں رات کے چاند کی طرح چمکتے ہوں گے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا: یہ سن کر عکاشہ بن محصن اسدی کھڑے ہوئے اپنے کمبل کو اٹھاتے ہوئے اور عرض کیا: یارسول اللہ! اللہ سے دعا کر دیجئے کہ مجھے بھی ان میں کر دے تو حضور نے دعا کی کہ اے اللہ! اس کو ان میں کر دے۔ اس کے بعد انصار میں سے ایک صاحب کھڑے ہوئے' انہوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! دعا کر دیجئے کہ اللہ مجھے ان میں کر دے تو فرمایا: عکاشہ تم سے سبقت کر گئے۔

نمرة

وہ کمبل جس میں سیاہ سفید دھاری ہو جیسے کہ چیتے کے جسم پر ہوتی ہے۔ اس روایت میں صرف یہ ہے کہ ستر ہزار داخل ہوں گے دوسری روایتوں میں ہے کہ ان میں سے ہر شخص کے ساتھ ستر ہزار ہوں گے اور یہ سب لوگ بلا حساب جنت میں جائیں گے' جیسا کہ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے اور اسی میں یہ بھی ہے کہ یہ وہ لوگ ہیں جو اپنے جسم کو داغتے نہیں اور جھاڑ پھونک نہیں کراتے اور برا شگون نہیں لیتے اور نہ ہی بدفالی لیتے ہیں اور صرف اپنے رب پر بھروسہ کرتے ہیں' یعنی وہ لوگ جو ہر حال میں راضی بقضاء رہتے ہیں جیسا کہ حضرت نظام الشریعۃ والحقیقۃ والدین محبوب الٰہی قدس سرہ نے فرمایا:

چون درد بلائے تست برجانم بادا

اور جیسا کہ ابو الانبیاء حضرت سیدنا ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے آتش نمرود میں جاتے ہوئے جبریل امین سے فرمایا تھا: "علمہ بحالی کفانی عن سوالی" میرے حال کا اس کو علم ہے' سوال کی حاجت نہیں۔ اس سے دواء علاج یا جھاڑ پھونک کی

حرمت پر استدلال جہالت ہے جیسا کہ وہابی کرتے ہیں' اس لیے کہ خود حضور اقدس ﷺ نے علاج فرمایا اور بہت سے امراض کے علاج کے واسطے دعائیں بتائیں کہ مریض پر دم کیا جائے۔ معوذتین پڑھ کر خود دوسروں پر دم فرمایا۔ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کے زخم کو خود داغا۔ اگر دعا' دواء' جھاڑ پھونک' داغنا حرام ہوتا تو حضور اقدس ﷺ کیوں کرتے؟ یہاں اس حدیث میں مراد یہی ہے کہ اللہ کے وہ مخصوص بندے ہیں جو ہر حال میں راضی برضائے الٰہی رہتے ہیں۔

۲۷۷۹ - عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا' عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا دَخَلَ اَهْلُ الْجَنَّةِ الْجَنَّةَ وَاَهْلُ النَّارِ النَّارَ' ثُمَّ یَقُوْمُ مُؤَذِّنٌ بَیْنَهُمْ یَا اَهْلَ النَّارِ لَا مَوْتَ' وَیَا اَهْلَ الْجَنَّةِ لَا مَوْتَ' خُلُوْدٌ.

(مسلم۔ کتاب صفۃ النار)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: جنتی جنت میں اور دوزخی دوزخ میں داخل ہو جائیں گے تو ان کے درمیان ایک نداء دینے والا کھڑا ہوگا اور کہے گا: اے جہنم والو! موت نہیں اور اے جنت والو! موت نہیں' ہمیشہ تم لوگ اپنی جگہوں میں رہو گے۔

بَابُ صِفَةِ الْجَنَّةِ وَالنَّارِ (ص۹۶۹) جنت و دوزخ کا بیان

﴿عَدْنٌ﴾ (التوبہ:۷۲) خُلْدٌ...... "عَدْنٌ" کے معنی ہمیشہ رہنا ہے۔ بولتے ہیں "عَدَنْتُ بِاَرْضٍ اَقَمْتُ"...... یعنی میں نے وہاں سکونت اختیار کر لی اور اس سے "مَعْدِنٌ" بنا ہے ﴿فِیْ مَقْعَدِ صِدْقٍ﴾ (القمر:۵۵) فِیْ مَنْبَتِ صِدْقٍ۔

۲۷۸۰ - عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یُقَالُ لِاَهْلِ الْجَنَّةِ خُلُوْدٌ لَا مَوْتَ' وَلِاَهْلِ النَّارِ یَا اَهْلَ النَّارِ خُلُوْدٌ لَا مَوْتَ.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: جنتیوں سے کہا جائے گا: اے جنتیو! ہمیشہ رہو گے تمہیں موت نہیں اور جہنم والوں سے کہا جائے گا: اے جہنمیو! ہمیشہ رہو گے موت نہیں۔

جب میدانِ محشر میں سب کا پورا حساب و کتاب ہو جائے گا اور جہنمیوں میں سے جن کو نکل کر جنت میں آنا مقدر تھا وہ جہنم سے نکل کر جنت میں داخل ہو لیں گے تو موت کو مینڈھے کی شکل میں لا کر ایسی جگہ ذبح کر دیا جائے گا جہاں سب جنتی اور دوزخی دیکھیں گے۔ اس کے بعد وہ کہا جائے گا جو اوپر والی حدیث میں مذکور ہے جیسا کہ اسی بخاری میں تین حدیثوں کے بعد حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے۔

۲۷۸۱ - عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ یَقُوْلُ لِاَهْلِ الْجَنَّةِ یَا اَهْلَ الْجَنَّةِ' یَقُوْلُوْنَ لَبَّیْكَ رَبَّنَا وَسَعْدَیْكَ' فَیَقُوْلُ هَلْ رَضِیْتُمْ؟ فَیَقُوْلُوْنَ وَمَا لَنَا لَا نَرْضٰی وَقَدْ اَعْطَیْتَنَا مَا لَمْ تُعْطِ اَحَدًا مِّنْ خَلْقِكَ' فَیَقُوْلُ اَنَا اُعْطِیْكُمْ اَفْضَلَ مِنْ ذٰلِكَ' قَالُوْا یَا رَبِّ' وَاَیُّ شَیْءٍ اَفْضَلُ مِنْ ذٰلِكَ؟ فَیَقُوْلُ اُحِلُّ عَلَیْكُمْ رِضْوَانِیْ' فَلَا اَسْخَطُ عَلَیْكُمْ بَعْدَهٗ اَبَدًا. (بخاری۔ کتاب التوحید۔ باب: کلام الرب مع اهل الجنة' مسلم' ترمذی۔ کتاب صفۃ النار' نسائی۔ کتاب النعوت)

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ جنتیوں سے فرمائے گا: اے جنتیو! وہ عرض کریں گے: حاضر ہیں ہم اے پروردگار ہمارے! حاضر ہیں۔ فرمائے گا: کیا تم لوگ راضی ہو گئے؟ وہ عرض کریں گے: ہم کیوں نہ راضی ہوں گے؟ اور تو نے ہم کو وہ دیا جو اپنی مخلوق میں سے کسی کو نہیں دیا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: اب میں تم کو اس سے بھی بہتر دوں گا۔ وہ عرض کریں گے: اے پروردگار! اور اس سے افضل کیا ہے؟ فرمائے گا: میں تم سے راضی ہوں اور اس کے بعد کبھی ناراض نہیں ہوں گا۔

۲۷۸۲ - عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا بَیْنَ مَنْكِبَیِ الْكَافِرِ مَسِیْرَةُ ثَلَاثَةِ اَیَّامٍ لِلرَّاكِبِ الْمُسْرِعِ. (مسلم۔ کتاب صفۃ النار)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کافر کے دونوں کندھوں کے درمیان تیز دوڑنے والے سوار کے لیے تین دن کی مسافت ہے۔

اس حدیث میں کافروں کے دونوں کندھوں کے درمیان فاصلہ تین دن کی مسافت ہے اور کچھ روایتوں میں ہے: پانچ دنوں کی۔ اسی طریقے سے اس کے دوسرے اعضاء کی لمبائی چوڑائی کے بارے میں مختلف روایتیں آئی ہیں۔ ایک روایت میں ہے کہ اس کی کان کی لو سے کندھے تک کا فاصلہ سات سو سال کی مسافت ہے اور ایک روایت میں ہے کہ ستر سال اور ایک روایت میں ہے کہ کافر کی ڈاڑھ قیامت کے دن اُحد پہاڑ سے بڑی ہوگی۔ ان سب کا حاصل یہ ہے کہ جہنم میں کافروں کا جسم بہت بڑا کر دیا جائے گا تا کہ وہ زیادہ سے زیادہ عذاب چکھیں۔

۲۷۸۳ - عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ فِی الْجَنَّةِ لَشَجَرَةً یَسِیْرُ الرَّاكِبُ فِیْ ظِلِّهَا مِئَةَ عَامٍ لَا یَقْطَعُهَا.

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جنت میں ایک درخت ہے جس کے سایہ میں سوار سو سال چلے جب بھی اس کو طے نہ کر پائے (سند مذکور کے ساتھ)۔

قَالَ اَبُوْ حَازِمٍ فَحَدَّثْتُ بِهِ النُّعْمَانَ بْنَ اَبِیْ عَیَّاشٍ فَقَالَ حَدَّثَنِیْ اَبُوْ سَعِیْدٍ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ فِی الْجَنَّةِ لَشَجَرَةً یَسِیْرُ الرَّاكِبُ الْجَوَادَ الْمُضَمَّرَ السَّرِیْعَ مِئَةَ عَامٍ مَا یَقْطَعُهَا. (مسلم)

ابوحازم نے نعمان بن ابی عیاش کے بہ طریق حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک جنت میں ایک درخت ہے کہ عمدہ مضمر تیز رفتار گھوڑے کا سوار سو سال چلے تو بھی اسے طے نہ کر پائے۔

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ کی حدیث میں صرف 'راکب تھا' جو عام تھا وہ سوار اونٹ پر ہو یا گھوڑے پر یا خچر پر۔ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی روایت میں اس کی تعیین ہوگئی کہ بہت عمدہ تیز رفتار مضمر گھوڑے کا سوار مراد ہے "مُضَمَّر" اس گھوڑے کو کہتے ہیں جسے کچھ دن خوب کھلایا جائے یہاں تک کہ موٹا ہو جائے پھر رفتہ رفتہ اس کا چارہ کم کیا جائے یہاں تک کہ معتاد خوراک تک آ جائے۔ اس عمل سے گھوڑا بہت تیز رفتار ہو جاتا ہے۔ اس کا بدن بھی چھریرا ہو جاتا ہے۔ حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں گھوڑ دوڑ کے لیے مضمر گھوڑے کی حد سات میل تھی اور غیر مضمر کی ایک میل۔

۲۷۸۴ - عَنْ سَهْلٍ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ اَهْلَ الْجَنَّةِ لَیَتَرَاءَوْنَ الْغُرَفَ فِی الْجَنَّةِ كَمَا تَتَرَاءَوْنَ الْكَوْكَبَ فِی السَّمَاءِ.

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا کہ جنتی جنت کے جھروکوں سے ایک دوسرے کو دیکھیں گے جیسے تم لوگ تارے کو آسمان میں دیکھتے ہو۔

قَالَ اَبِیْ فَحَدَّثْتُ النُّعْمَانَ بْنَ اَبِیْ عَیَّاشٍ فَقَالَ اَشْهَدُ لَسَمِعْتُ اَبَا سَعِیْدٍ یُحَدِّثُ وَیَزِیْدُ فِیْهِ كَمَا تَرَاءَوْنَ الْكَوْكَبَ الْغَارِبَ فِی الْاُفُقِ الشَّرْقِیِّ وَالْغَرْبِیِّ.

عبدالعزیز نے کہا کہ میرے والد ابوحازم نے کہا کہ میں نے نعمان بن ابی عیاش سے یہ حدیث بیان کی تو انہوں نے کہا: میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے سنا' یہ حدیث بیان کرتے تھے اور اس میں یہ زیادہ کرتے تھے: جیسے تم لوگ

لوگ شرقی یا غربی اُفق میں ڈوبنے والے تارے کو دیکھتے ہو۔

۲۷۸۵ - عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَخْرُجُ مِنَ النَّارِ بِالشَّفَاعَةِ كَأَنَّهُمُ الثَّعَارِيرُ. قُلْتُ مَا الثَّعَارِيرُ؟ قَالَ الضَّغَابِيسُ، وَكَانَ قَدْ سَقَطَ فَمُهُ، فَقُلْتُ لِعَمْرِو بْنِ دِينَارٍ اَبَا مُحَمَّدٍ، سَمِعْتَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ يَقُولُ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ يَخْرُجُ بِالشَّفَاعَةِ مِنَ النَّارِ؟ قَالَ نَعَمْ. (مسلم۔ کتاب الایمان)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: شفاعت کی بدولت جہنم سے کچھ لوگ نکالے جائیں گے گویا وہ چھوٹی ککڑیاں ہیں جن کے منہ جھڑ گئے ہوں۔ میں نے عمرو بن دینار سے پوچھا: اے ابو محمد! آپ نے حضرت جابر بن عبداللہ سے سنا ہے کہ وہ یہ کہتے ہیں: میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ شفاعت کے ذریعہ جہنم سے کچھ لوگ نکالے جائیں گے۔ انہوں نے کہا: ہاں!

حدیث کا لفظ یہ تھا: ''كَأَنَّهُمُ الثَّعَارِيرُ قُلْتُ مَا الثَّعَارِيرُ قَالَ الضَّغَابِيسُ وَكَانَ قَدْ سَقَطَ فَمُهُ'' وہ لوگ ایسے ہوں گے گویا ثعاریر ہیں (حماد نے کہا:) میں نے پوچھا: ثغاریر کیا چیز ہے؟ تو انہوں نے کہا: ضغابیس اور ان کے دانت گر چکے تھے یعنی حضرت عمرو بن دینار نے یہ حدیث اس وقت بیان کی جب ان کے دانت جا چکے تھے۔

''ثغاریر''، ''ثغرور'' کی جمع ہے، چھوٹی ککڑی کو کہتے ہیں اور ''ضغابیس''، ''ضغبوس'' کی جمع ہے اس کے معنی بھی چھوٹی ککڑی کے ہیں۔ نیز دونوں ایک گھاس کے نام بھی ہیں جو ہلیون کے مثل ہوتی ہے۔ مراد یہ ہے کہ بہت کمزور نحیف ہوں گے۔ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ کچھ لوگ جہنم میں اپنے گناہوں کی کچھ سزا پا کر کسی کی شفاعت سے جہنم سے نکالے جائیں گے۔ ابوعبیدہ نے کہا: ایک قول یہ ہے کہ ثاء مثلثہ کے بجائے شین معجمہ سے ہے چونکہ حضرت عمرو بن دینار کے دانت نہیں تھے تو وہ شین معجمہ ادا نہ کر پائے اس کے بجائے ثاء مثلثہ سنائی دی۔

۲۷۸۶ - حَدَّثَنَا اَنَسُ بْنُ مَالِكٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَخْرُجُ قَوْمٌ مِّنَ النَّارِ بَعْدَ مَا مَسَّهُمْ مِنْهَا سَفْعٌ، فَيَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ، فَيُسَمِّيهِمْ اَهْلُ الْجَنَّةِ الْجَهَنَّمِيِّينَ.

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کچھ لوگ جہنم سے نکالے جائیں گے بعد اس کے کہ ان کو داغ پڑ گیا ہوگا اور جنت میں داخل ہوں گے، جنتی ان کا نام جہنمی رکھیں گے۔

(بخاری۔ کتاب التوحید۔ باب: ماجاء فی قول اللہ تعالٰی ان رحمت اللہ قریب من المحسنین ص ۱۱۱۰)

''سَفْعٌ'' سیاہ داغ جس میں نیلا پن یا سرخی ہو یعنی آگ میں جلنے کی وجہ سے ان پر داغ ہوگا۔

۲۷۸۷ - عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيرٍ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ اِنَّ اَهْوَنَ اَهْلِ النَّارِ عَذَابًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ رَجُلٌ عَلَى اَخْمَصِ قَدَمَيْهِ جَمْرَتَانِ، يَغْلِي مِنْهُمَا دِمَاغُهُ كَمَا يَغْلِي الْمِرْجَلُ وَالْقُمْقُمُ. (مسلم۔ کتاب الایمان ترمذی۔ کتاب صفۃ الجہنم)

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ قیامت کے دن جہنم میں سب سے ہلکا عذاب اس شخص کو ہوگا جس کے قدموں کے تلووں پر دو انگارے ہوں گے جن سے اس کا دماغ کھولتا ہوگا جیسا کہ ہانڈی اور قمقم کھولتا ہے۔

اس سے پہلی والی روایت میں جو بہ طریق محمد بشار ہے ''جَمْرَةٌ'' ہے لیکن مسلم کی روایت میں ''جمرتان'' ہے اور حدیث میں ''قَدَمَيْهِ'' کا لفظ بھی اسی کو بتا رہا ہے، نیز ہماری مبحوث حدیث میں بھی ''جمرتان'' ہی ہے۔ تاویل وہی ہے جو ''سرابیل تقیکم''

الحَرّ" (النحل:۸۱) کی ہے کہ کبھی اضداد میں سے ایک کو ذکر کرتے ہیں اور مراد مقابل بھی ہوتا ہے۔

۲۷۸۸ - عَنْ عَدِيِّ ابْنِ حَاتِمٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَكَرَ النَّارَ فَاَشَاحَ بِوَجْهِهٖ فَتَعَوَّذَ مِنْهَا، ثُمَّ ذَكَرَ النَّارَ فَاَشَاحَ بِوَجْهِهٖ فَتَعَوَّذَ مِنْهَا، ثُمَّ قَالَ اِتَّقُوا النَّارَ وَلَوْ بِشِقِّ تَمْرَةٍ، فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَبِكَلِمَةٍ طَيِّبَةٍ.

حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے جہنم کا تذکرہ فرمایا اور اپنا چہرہ پھیر لیا اور اس سے پناہ مانگی، پھر جہنم کا تذکرہ فرمایا اور اپنا چہرہ پھیر لیا اور اس سے پناہ مانگی، پھر فرمایا: جہنم سے بچو اگرچہ چھوہارے کا ایک ٹکڑا صدقہ کر کے اور جو نہ پائے تو اچھی بات کہہ کر۔

"فَاَشَاحَ بِوَجْهِهٖ" کا مطلب یہ ہے کہ جیسے کوئی ناگوار چیز دیکھ کر انسان منہ پھیر لیتا ہے اسی طرح حضور اقدس ﷺ نے بھی رخ انور پھیر لیا۔ اس سے متبادر ہوتا ہے کہ جہنم متمثل ہو کر حضور اقدس ﷺ کے سامنے پیش ہوا تھا۔

۲۷۸۹ - حَدَّثَنَا عِمْرَانُ بْنُ حُصَيْنٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَخْرُجُ قَوْمٌ مِّنَ النَّارِ بِشَفَاعَةِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَيَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ، يُسَمَّوْنَ الْجَهَنَّمِيِّيْنَ.

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی کہ نبی ﷺ نے فرمایا کہ محمد ﷺ کی شفاعت کی بدولت کچھ لوگ جہنم سے نکالے جائیں گے اور جنت میں داخل ہوں گے جن کا جہنمیین نام رکھا جائے گا۔

(ابوداود۔ کتاب السنۃ۔ باب: فی الشفاعۃ، ترمذی۔ کتاب صفۃ النار، ابن ماجہ۔ کتاب الزہد)

۲۷۹۰ - عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَدْخُلُ اَحَدٌ الْجَنَّةَ اِلَّا اُرِيَ مَقْعَدَهٗ مِنَ النَّارِ لَوْ اَسَاءَ، لِيَزْدَادَ شُكْرًا، وَلَا يَدْخُلُ النَّارَ اَحَدٌ اِلَّا اُرِيَ مَقْعَدَهٗ مِنَ الْجَنَّةِ لَوْ اَحْسَنَ، لِيَكُوْنَ عَلَيْهِ حَسْرَةً.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جنت میں کوئی بھی داخل نہیں ہوگا مگر اس کا جہنم کا وہ ٹھکانہ دکھایا جاتا ہے اگر وہ برائی کرتا تو پاتا تاکہ زیادہ شکر کرے اور جہنم میں کوئی داخل نہیں ہوگا مگر یہ کہ اس کو جنت کا وہ ٹھکانہ دکھایا جائے گا کہ اگر وہ نیکی کرتا تو پاتا تاکہ اس پر حسرت ہو۔

ابن ماجہ کی حدیث میں تصریح ہے کہ یہ قبر میں سوال کے وقت ہوگا۔ ابن ماجہ کی حدیث میں ہے کہ مومن میت کے لیے جہنم سے ایک سوراخ کر دیا جائے گا جس سے وہ جہنم کو دیکھے گا۔ اس سے کہا جائے گا: دیکھ تجھ کو اللہ نے کس چیز سے بچایا۔ بخاری ہی میں حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حدیث کتاب الجنائز میں گزری ہے کہ اس سے کہا جائے گا کہ جہنم میں جو تیرا ٹھکانہ ہوتا اس کو دیکھ۔ ابوداود کی روایت میں ہے: جہنم میں تیرا یہ گھر تھا لیکن اللہ نے تجھے بچا لیا تجھ پر رحم کیا۔ حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ کی حدیث میں یہ ہے: یہ تیرا گھر تھا اگر تو اپنے رب کے ساتھ کفر کرتا۔ اس حدیث میں "اَسَاءَ" سے مراد کفر ہے اور "اَحْسَنَ" سے مراد اسلام ہے۔

۲۷۹۱ - عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنِّيْ لَاَعْلَمُ اٰخِرَ اَهْلِ النَّارِ خُرُوْجًا مِّنْهَا، وَاٰخِرَ اَهْلِ الْجَنَّةِ دُخُوْلًا، رَجُلٌ يَّخْرُجُ مِنَ النَّارِ كَبْوًا، فَيَقُوْلُ اللّٰهُ اذْهَبْ فَادْخُلِ الْجَنَّةَ، فَيَاْتِيْهَا، فَيُخَيَّلُ اِلَيْهِ اَنَّهَا مَلْاٰى، فَيَرْجِعُ فَيَقُوْلُ يَا رَبِّ وَجَدْتُّهَا مَلْاٰى، فَيَقُوْلُ اذْهَبْ فَادْخُلِ الْجَنَّةَ فَيَاْتِيْهَا فَيُخَيَّلُ

حضرت عبداللہ (بن مسعود) رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: جہنم سے سب سے بعد میں نکلنے والے اور جنت میں سب سے آخر میں داخل ہونے والے کو میں جانتا ہوں۔ ایک شخص جہنم سے نکلے گا ہاتھ اور سرین کے بل چلتا ہوا۔ اللہ تعالیٰ اس سے فرمائے گا: جنت میں جا، وہ جنت کے قریب آئے گا، اس کو ایسا محسوس ہوگا کہ وہ بھری ہوئی ہے، پھر وہ لوٹے گا اور کہے گا: اے

اِلَیْهِ اَنَّهَا مَلْاٰی، فَیَرْجِعُ فَیَقُوْلُ یَا رَبِّ وَجَدْتُّهَا مَلْاٰی، فَیَقُوْلُ اِذْهَبْ فَادْخُلِ الْجَنَّةَ فَاِنَّ لَکَ مِثْلَ الدُّنْیَا وَعَشَرَةَ اَمْثَالِهَا، اَوْ اِنَّ لَکَ مِثْلَ عَشَرَةِ اَمْثَالِ الدُّنْیَا، فَیَقُوْلُ تَسْخَرُ مِنِّیْ، اَوْ تَضْحَکُ مِنِّیْ وَاَنْتَ الْمَلِکُ؟ فَلَقَدْ رَاَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ ضَحِکَ حَتّٰی بَدَتْ نَوَاجِذُهٗ، وَکَانَ یُقَالُ ذٰلِکَ اَدْنٰی اَهْلِ الْجَنَّةِ مَنْزِلَةً. (بخاری۔ کتاب التوحید۔ باب: کلام الرب یوم القیامة ص۱۱۱۹، مسلم۔ کتاب الایمان، ترمذی۔ کتاب صفة الجہنم، ابن ماجہ۔ کتاب الزہد)

رب! میں نے اس کو بھری ہوئی پایا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: جا جنت میں داخل ہو جا تو وہ جنت میں آئے گا، اس کو ایسا محسوس ہو گا کہ وہ بھری ہوئی ہے۔ لوٹے گا اور کہے گا: اے رب! میں نے اس کو بھری ہوئی پایا۔ فرمائے گا: جا اور جنت میں داخل ہو جا بے شک تیرے لیے دنیا کے برابر اور اس کی دس گنا ہے یا فرمایا: بے شک تیرے لیے دنیا کی دس گنا کے برابر ہے تو وہ بندہ کہے گا: کیا تو مجھ سے ٹھٹھا کرتا ہے یا تو مجھ سے ہنسی کرتا ہے حالانکہ تو بادشاہ ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ حضور ہنسے اتنا کہ آپ کے نوکیلے دانت ظاہر ہو گئے۔ کہا جاتا تھا کہ یہ جنت میں سب سے کم درجے کا ہو گا۔

عشرۃ امثالھا

قرآن مجید میں فرمایا گیا: ''وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ'' (آل عمران: ۱۳۳) اور جنت کی جانب تیزی سے بڑھو جو آسمانوں اور زمین کے برابر ہے، اور دنیا میں آسمان بھی داخل، پھر حدیث میں جو فرمایا کیسے درست ہو گا کہ اللہ تعالیٰ اس کو جنت میں اتنی جگہ دے گا جو دنیا کے دس گنا ہے۔ یہ اس حدیث پر انتہائی سنگین اشکال ہے۔ شارحین نے جواب میں زیادہ سے زیادہ جو بات کہی ہے وہ یہ ہے کہ یہ ''عشرة امثالها'' معنی حقیقی پر نہیں، اس سے مراد کثرت و وسعت ہے۔ ''التسخر'' بندے نے اپنے زعم کے مطابق عرض کیا۔ اتنا بڑا انعام واکرام سن کر اس کی سمجھ میں یہی آیا کہ میں گناہ گار تھا، جہنم میں تھا، جہنم سے نجات دے دی یہی بہت ہے۔ اتنا بڑا انعام واکرام سن کر کے اس نے یہی سمجھا جسے اس نے عرض کیا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

٠٠-کِتَابُ الْحَوْضِ (ص ۹۷۳)

حوض کا بیان

حوض کے لغوی معنی گڑھے کے ہیں اور عرف میں اس سے مراد خاص وہ گڑھے ہوتے ہیں جو پانی اکٹھا کرنے کے لیے بنائے جاتے ہیں اور احادیث میں اس مقام پر وہ مخصوص حوض مراد ہے جو اللہ عزوجل نے اپنے حبیب ﷺ کو عطا فرمایا ہے' جس سے قیامت کے دن پیاسوں کو سیراب فرمائیں گے۔ اس کا نام کوثر ہے اور وہ آج مخلوق ہے جس کی دلیل یہ ہے کہ ارشاد فرمایا: ''اِنَّآ اَعْطَيْنٰكَ الْكَوْثَرَO'' (الکوثر:۱) ہم نے آپ کو کوثر عطا فرمایا ہےO اگر مخلوق نہ ہوتا تو عطا فرمانا درست نہ ہوتا۔ حوض کوثر صراط سے پہلے ہے یا بعد؟ علماء کے دونوں اقوال ہیں۔ علامہ قرطبی نے تذکرہ میں فرمایا کہ صحیح یہ ہے کہ حضور ﷺ کے لیے دو حوض ہیں۔ ایک موقف میں رہے گا اور ایک جنت میں۔

[بَابٌ فِي الْحَوْضِ]

۲۷۹۲-ح: [لَيُرْفَعَنَّ رِجَالٌ مِّنْكُمْ عَلَى الْحَوْضِ ثُمَّ لَيُخْتَلَجُنَّ دُوْنِيْ]

۲۷۹۲- عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَنَا فَرَطُكُمْ عَلَى الْحَوْضِ، وَلَيُرْفَعَنَّ رِجَالٌ مِّنْكُمْ ثُمَّ لَيُخْتَلَجُنَّ دُوْنِيْ، فَاَقُوْلُ يَا رَبِّ اَصْحَابِيْ؟ فَيُقَالُ اِنَّكَ لَا تَدْرِيْ مَا اَحْدَثُوْا بَعْدَكَ.

(بخاری۔ کتاب الفتن۔ ج ۲ ص ۱۰۴۵، مسلم۔ کتاب فضائل النبی ﷺ)

[حوضِ کوثر کا بیان]

کچھ لوگ حوض کی طرف آئیں گے' پھر میرے قریب سے کھینچ لیے جائیں گے

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: میں تمہارا پیش رو' کارساز حوض پر ہوں گا۔ تم میں سے کچھ لوگ حوض کی طرف آئیں گے' پھر میرے قرب سے کھینچ لیے جائیں گے' میں عرض کروں گا: اے رب! یہ میرے اصحاب ہیں تو کہا جائے گا: آپ کو نہیں معلوم کہ آپ کے بعد ان لوگوں نے کیا نئی چیزیں پیدا کیں؟

اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو حضور اقدس ﷺ کے بعد مرتد ہو گئے اور حالت ارتداد ہی میں مرے۔ وہابی اس حدیث سے استدلال کرتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ کو ''جَمِيْعَ مَا كَانَ وَمَا يَكُوْنُ'' کا علم نہیں تھا ورنہ ان لوگوں کو پہچان لیتے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ واقعہ قیامت کے دن واقع ہوگا اور حضور اقدس ﷺ نے اپنی حیات ظاہری میں اس کی خبر دے دی۔ یہ خود غیب کی خبر ہے اور اس کی دلیل ہے کہ حضور اقدس ﷺ کو قیامت کے دن ہونے والے واقعات کی خبر ہے۔ رہ گیا اس وقت ان لوگوں کو نہ پہچاننا یہ کثرت ازدحام اور قیامت کے پریشان کن احوال کی بناء پر عدم توجہ کی وجہ سے ہے' یہ عدم علم کی دلیل نہیں۔

۲۷۹۳- ح: [حَوْضِي كَمَا بَيْنَ جَرْبَاءَ وَاَذْرُحَ]

میرا حوض اتنا بڑا ہے جتنی جرباء اور اذرح کے درمیان مسافت ہے

۲۷۹۳ - عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَمَامَكُمْ حَوْضٌ كَمَا بَيْنَ جَرْبَاءَ وَاَذْرُحَ.

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہارے آگے میرا حوض ہے اتنا بڑا جتنی مسافت جرباء اور اذرح کے درمیان ہے۔

[اس باب کی مختلف احادیث کے درمیان تطبیق]

جرباء اور اذرح دو جگہوں کا نام ہے۔ صحیح مسلم میں ہے کہ حدیث کے راوی عبیداللہ نے کہا کہ میں نے نافع سے پوچھا تو انہوں نے کہا: یہ شام میں دو بستیاں ہیں جن کے درمیان تین راتوں کی مسافت ہے لیکن عام طور پر لوگوں نے فرمایا کہ یہ دونوں دو موضع بیت المقدس کے قریب ہیں جن کے درمیان ایک گھنٹے کی مسافت ہے تقریباً، تین رات کی نہیں۔ یہاں مراد حقیقی تحدید نہیں بلکہ حوض کی وسعت اور کشادگی کو بتانا ہے۔ شارحین نے فرمایا کہ حدیث میں اختصار ہے۔ اصل حدیث یہ ہے جیسا کہ مدینہ اور جرباء اور اذرح کے درمیان فاصلہ ہے۔ یہ دونوں موضع چونکہ قریب ہیں اس لیے ایک موضع کے حکم میں ہو گئے جیسا کہ دارقطنی کی روایت میں صراحۃً آیا ہے کہ فرمایا: ''ما بين ناحيتي حوضي كما بين المدينة وجرباء واذرح''۔ حوض کی لمبائی چوڑائی کے بارے میں روایتیں مختلف آئی ہیں۔ اسی بخاری میں یہیں ایک حدیث کے بعد حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث میں ہے: ''حوضي مسيرة شهر'' اس کے بعد حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں ہے: ''كما بين ايلة و صنعا''۔ ایک حدیث میں ہے: ''كما بين المدينة و صنعا''۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے: ''من ايلة الٰى عدن''۔ حضرت جابر کی حدیث میں ہے، جیسا کہ صنعاء سے مدینہ تک کا فاصلہ ہے۔ ان شہروں کے درمیان کے فاصلے نصف ماہ سے لے کر ایک ماہ تک کے ہیں۔ ان سب کا حاصل یہ ہے کہ حوض بہت لمبا چوڑا ہوگا۔ واللہ اعلم بالصواب!

۲۷۹۴- ح: [مَاءُ حَوْضِي اَبْيَضُ مِنَ اللَّبَنِ]

میرے حوض کا پانی دودھ سے زیادہ سفید ہے

۲۷۹۴ - قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَمْرٍو قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَوْضِي مَسِيرَةُ شَهْرٍ، مَاؤُهُ اَبْيَضُ مِنَ اللَّبَنِ، وَرِيحُهُ اَطْيَبُ مِنَ الْمِسْكِ، وَكِيزَانُهُ كَنُجُومِ السَّمَاءِ، مَنْ شَرِبَ مِنْهَا فَلَا يَظْمَأُ اَبَدًا.

(مسلم۔ کتاب الحوض)

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرا حوض ایک ماہ کی مسافت جتنا لمبا چوڑا ہے۔ اس کا پانی دودھ سے زیادہ سفید ہے اور اس کی خوشبو مشک سے زیادہ اچھی ہے اور اس کے پیالے آسمان کے ستاروں کے مثل ہیں، جو اس سے پی لے گا پھر کبھی پیاسا نہ ہوگا۔

مسلم میں ہے ''وزواياه سواء'' اور اس کے سب کونے برابر ہوں گے۔ ''ابيض من اللبن'' اس پر یہ شبہ وارد کیا گیا کہ لون وعیب سے تفضیل نہیں آتا۔ لہٰذا ہونا چاہیے ''اشد بياضاً'' اسی لیے علامہ عسقلانی نے فرمایا: یہ کسی راوی کا تصرف ہے جیسا کہ حضرت ابوذر کی روایت میں مسلم ہے ''اشد بياضاً''۔ علامہ عینی نے بیان فرمایا کہ اسے راویوں کا تصرف قرار دینا تحکم ہے اور نحویوں کے قاعدے کا لحاظ کر کے اسے قلت پر محمول کرنا بے جا ہے۔ جب حدیث میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد آیا ہے تو پھر اس میں کسی کلام کی کوئی گنجائش نہیں۔

۲۷۹۵- ح: [اَلْحَوْضُ مِنَ الْاَبَارِيْقِ مِثْلُ عَدَدِ النُّجُوْمِ]

حوض میں ستاروں کے برابر لوٹے ہیں

۲۷۹۵- حَدَّثَنِیْ اَنَسُ بْنُ مَالِكٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ قَدْرَ حَوْضِیْ كَمَا بَيْنَ اَيْلَةَ وَصَنْعَاءَ مِنَ الْيَمَنِ، وَاِنَّ فِيْهِ مِنَ الْاَبَارِيْقِ كَعَدَدِ نُجُوْمِ السَّمَاءِ.

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے مجھ سے حدیث بیان کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے حوض کی مقدار اتنی ہے کہ جتنا ایلہ اور یمن کے صنعاء کے درمیان ہے اس میں آسمان کے ستاروں کی تعداد کے برابر لوٹے ہیں۔

(مسلم۔ کتاب فضائل النبی صلی اللہ علیہ وسلم)

"من الیمن" کی قید اس لیے ذکر فرمائی کہ شام میں بھی ایک شہر کا نام صنعاء ہے۔

۲۷۹۶- عَنْ اَنَسٍ، عَنِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَيَرِدَنَّ عَلَیَّ نَاسٌ مِّنْ اَصْحَابِیْ الْحَوْضَ، حَتّٰى اِذَا عَرَفْتُهُمْ اُخْتُلِجُوْا دُوْنِیْ، فَاَقُوْلُ اَصْحَابِیْ؟ فَيَقُوْلُ لَا تَدْرِیْ مَا اَحْدَثُوْا بَعْدَكَ.

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرے پاس حوض پر میرے صحابہ میں سے کچھ لوگ آئیں گے یہاں تک کہ میں ان کو پہچان لوں گا تو میرے پاس سے کھینچ لیے جائیں گے۔ میں کہوں گا: میرے صحابہ ہیں تو کہنے والا کہے گا: آپ کو نہیں معلوم کہ آپ کے بعد ان لوگوں نے کیا بات پیدا کی۔

۲۷۹۷- ح: [لَمْ يَظْمَاْ اَبَدًا الَّذِیْ شَرِبَ الْمَاءَ مِنْ حَوْضِیْ]

جو میرے حوض سے پانی پی لے گا، کبھی پیاسا نہ ہوگا

۲۷۹۷- عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنِّیْ فَرَطُكُمْ عَلَى الْحَوْضِ، مَنْ مَرَّ عَلَیَّ شَرِبَ، وَمَنْ شَرِبَ لَمْ يَظْمَاْ اَبَدًا، لَيَرِدَنَّ عَلَیَّ اَقْوَامٌ اَعْرِفُهُمْ وَيَعْرِفُوْنِیْ، ثُمَّ يُحَالُ بَيْنِیْ وَبَيْنَهُمْ.

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں حوض پر تمہارا پیش رو، کارساز ہوں جو میرے قریب سے گزرے گا پیے گا اور جو پیے گا کبھی پیاسا نہیں ہوگا۔ میرے پاس کچھ لوگ آئیں گے جنہیں میں پہچانوں گا اور وہ مجھے پہچانیں گے، پھر میرے اور ان کے درمیان میں آڑ کر دی جائے گی۔

قَالَ اَبُوْ حَازِمٍ فَسَمِعَنِی النُّعْمَانُ بْنُ اَبِیْ عَيَّاشٍ فَقَالَ هٰكَذَا سَمِعْتَ مِنْ سَهْلٍ؟ فَقُلْتُ نَعَمْ فَقَالَ اَشْهَدُ عَلٰى اَبِیْ سَعِيْدِ الْخُدْرِیِّ، لَسَمِعْتُهُ وَهُوَ يَزِيْدُ فِيْهَا فَاَقُوْلُ اِنَّهُمْ مِنِّیْ، فَيُقَالُ اِنَّكَ لَا تَدْرِیْ مَا اَحْدَثُوْا بَعْدَكَ، فَاَقُوْلُ سُحْقًا سُحْقًا لِمَنْ غَيَّرَ بَعْدِیْ. وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ ﴿سُحْقًا﴾ (الملک: ۱۱) بُعْدًا، يُقَالُ ﴿سَحِيْقٌ﴾ (۳۱) بَعِيْدٌ وَاَسْحَقَهٗ اَبْعَدَهٗ.

ابوحازم نے کہا: مجھ سے نعمان بن ابی عیاش نے سنا تو انہوں نے کہا: کیا ایسے ہی تم نے سہل سے سنا ہے تو میں نے کہا: ہاں! اور انہوں نے کہا: میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے بھی اس کو سنا، وہ اس حدیث میں اتنا زیادہ کرتے تھے: میں کہوں گا: وہ لوگ مجھ سے ہیں تو کہا جائے گا: آپ نہیں جانتے آپ کے بعد ان لوگوں نے کیا نئی باتیں نکالیں، تو میں کہوں گا: ان لوگوں کے لیے دوری ہو دوری ہو جنہوں نے میرے بعد بدل دیا۔ اور ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: "سحقا" کے معنی دور ہونے کے ہیں

(بخاری۔ کتاب الفتن۔ باب:۱، ص۱۰۴۵)

اور ''سحیق'' کے معنی بعید ہونے کے ہیں'' سَحقَهٗ'' اور ''اَسْحَقَهٗ'' کے معنی ''ابعده'' کے ہیں یعنی اس کو دور کیا۔

ت۷۷۵ - عَنْ اَبِی هُرَیْرَةَ اَنَّهٗ کَانَ یُحَدِّثُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ یَرِدُ عَلَیَّ یَوْمَ الْقِیَامَةِ رَهْطٌ مِّنْ اَصْحَابِیْ، فَیُحَلَّؤُوْنَ عَنِ الْحَوْضِ، فَاَقُوْلُ یَا رَبِّ اَصْحَابِیْ؟ فَیَقُوْلُ اِنَّكَ لَا عِلْمَ لَكَ بِمَا اَحْدَثُوْا بَعْدَكَ، اِنَّهُمْ ارْتَدُّوْا عَلٰی اَدْبَارِهِمُ الْقَهْقَرٰی.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ حدیث بیان کرتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن میرے صحابہ کا ایک گروہ میرے پاس آئے گا۔ وہ لوگ حوض سے بھگا دیئے جائیں گے۔ میں کہوں گے: اے میرے رب! میرے صحابہ ہیں تو فرمائے گا: آپ کو نہیں معلوم آپ کے بعد ان لوگوں نے کیا نئی بات کی۔ یہ لوگ اپنی ایڑیوں کے بل پیٹھ پھیر کر پلٹ گئے۔

بہ طریق شعیب عن الزہری کی روایت میں ''فَیَجْلُوْنَ'' ہے اور عقیل نے کہا: ''فَیَجْلَئُوْنَ'' ہے۔ ''فَیُحَلَّئُوْنَ''، ''تَحْلِئَةٌ'' مصدر سے باب تفعیل کا مضارع مجہول کا صیغہ ہے یعنی حوض سے روک دیئے جائیں گے اور بھگا دیئے جائیں گے۔ اس کا مادہ ''حَلأٌ'' ہے بولتے ہیں'' حَلَئَهٗ عَنِ الْمَاءِ'' جب پانی پر جانے سے روک دیا جائے اور بھگا دیا جائے اور دوسری روایت میں ''فَیُجْلَوْنَ'' ہے۔ اس کے معنی بھی وہی ہیں۔ اس حدیث کے آخر میں جو ارشاد فرمایا: ''انهم ارتدوا علی ادبارهم القهقریٰ'' یہ اس پر نص ہے کہ حدیث میں مذکورہ افراد سے مراد وہ بدنصیب افراد ہیں جو مرتد ہو گئے اور ارتداد ہی پر مرے۔

۲۷۹۸ - عَنِ ابْنِ الْمُسَیَّبِ اَنَّهٗ کَانَ یُحَدِّثُ، عَنْ اَصْحَابِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ یَرِدُ عَلَی الْحَوْضِ رِجَالٌ مِّنْ اَصْحَابِیْ، فَیُحَلَّؤُوْنَ عَنْهُ، فَاَقُوْلُ یَا رَبِّ اَصْحَابِیْ؟ فَیَقُوْلُ اِنَّكَ لَا عِلْمَ لَكَ بِمَا اَحْدَثُوْا بَعْدَكَ، اِنَّهُمْ ارْتَدُّوْا عَلٰی اَدْبَارِهِمُ الْقَهْقَرٰی.

حضرت سعید بن المسیب اصحاب نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے پاس حوض پر میرے صحابہ میں سے کچھ لوگ آئیں گے پھر وہ حوض سے بھگا دیئے جائیں گے تو میں کہوں گا: اے میرے رب! یہ میرے اصحاب ہیں تو فرمائے گا: آپ کو علم نہیں! آپ کے بعد ان لوگوں نے کیا نئی باتیں دین میں پیدا کیں۔ یہ اپنی ایڑیوں پر پیٹھ پھیر کر پلٹ گئے۔

۲۷۹۹ - عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ بَیْنَا اَنَا قَائِمٌ اِذَا زُمْرَةٌ حَتّٰی اِذَا عَرَفْتُهُمْ خَرَجَ رَجُلٌ مِّنْ بَیْنِیْ وَبَیْنِهِمْ، فَقَالَ هَلُمَّ، فَقُلْتُ اَیْنَ؟ قَالَ اِلَی النَّارِ وَاللّٰهِ، قُلْتُ وَمَا شَاْنُهُمْ؟ قَالَ اِنَّهُمْ ارْتَدُّوْا بَعْدَكَ عَلٰی اَدْبَارِهِمُ الْقَهْقَرٰی. ثُمَّ اِذَا زُمْرَةٌ حَتّٰی اِذَا عَرَفْتُهُمْ خَرَجَ رَجُلٌ مِّنْ بَیْنِیْ وَبَیْنِهِمْ فَقَالَ هَلُمَّ. قُلْتُ اَیْنَ؟ قَالَ اِلَی النَّارِ وَاللّٰهِ، قُلْتُ مَا شَاْنُهُمْ؟ قَالَ اِنَّهُمْ ارْتَدُّوْا بَعْدَكَ عَلٰی اَدْبَارِهِمُ الْقَهْقَرٰی، فَلَا اُرَاهُ یَخْلُصُ مِنْهُمْ اِلَّا مِثْلُ هَمَلِ النَّعَمِ.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ فرمایا: میں کھڑا رہوں گا۔ اچانک ایک گروہ آئے گا یہاں تک کہ جب میں ان کو پہچان لوں گا تو ان کے اور میرے درمیان سے ایک شخص باہر ہوگا۔ وہ کہے گا: آؤ۔ میں کہوں گا: کہاں؟ کہے گا: جہنم کی طرف۔ بخدا! میں کہوں گا: ان کا کیا حال ہے؟ کہے گا: یہ لوگ آپ کے بعد اپنی ایڑیوں پر پیٹھ کے بل پلٹ گئے۔ پھر ایک گروہ آئے گا یہاں تک کہ جب میں ان کو پہچان لوں گا تو میرے اور ان کے درمیان سے ایک شخص باہر ہوگا اور ان لوگوں سے کہے گا: آؤ۔ میں پوچھوں گا: کہاں؟ وہ کہے گا: جہنم کی جانب۔ بخدا! میں پوچھوں گا

ان کا کیا حال ہے؟ کہے گا: یہ لوگ اپنی ایڑیوں پر پیٹھ پھیر کر پلٹ گئے، میں گمان نہیں کرتا کہ ان میں سے کچھ لوگ نجات پائیں گے مگر بہت تھوڑے جیسے گمشدہ اونٹ۔

بینا انا قائم

یہ کشمیہنی کی روایت میں ہے یعنی میں حوض پر کھڑا رہوں گا اور اکثر کی روایت "نائم" ہے یعنی میں نے یہ خواب میں دیکھا جو قیامت کے دن ہونے والا ہے "خَرَجَ رَجُلٌ" اس سے مراد فرشتہ ہے جو ان لوگوں کو جہنم میں لے جانے پر مقرر ہے۔ یہ انسان کی صورت میں ظاہر ہوگا۔ "هَلُمَّ" اسم فعل امر حاضر کے معنی میں ہے یعنی آؤ۔ یہ خطاب اس گروہ سے ہے۔ سابقاً گزر چکا کہ اہل حجاز کی لغت میں "هَلُمَّ" واحد تثنیہ جمع سب کے لیے آتا ہے۔ "هَمَلُ النَّعَمِ"، "هَمَلٌ" اس اونٹ کو کہتے ہیں جس کو چھوڑ دیا جاتا ہے۔ دیکھ ریکھ نہیں کی جاتی تاکہ وہ ضائع اور ہلاک ہو جائے۔ خطابی نے کہا: "هَمَلٌ" گم شدہ اونٹوں کو کہتے ہیں اور ایک قول یہ ہے کہ اس اونٹ کو کہتے ہیں جو بغیر چرواہے کے رہتا ہے۔ مراد یہ ہے کہ بہت تھوڑے لوگ نجات پائیں گے۔ اس سے ظاہر ہوا کہ اس گروہ میں دونوں قسم کے ہوں گے کفار اور مسلمان گناہ گار نیز اس سے ظاہر ہوا کہ ہر مومن کو حوض کوثر نصیب نہ ہوگا۔

۲۸۰۰- سَمِعْتُ جُنْدُبًا قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اَنَا فَرَطُكُمْ عَلَى الْحَوْضِ.
(مسلم۔ کتاب الفضائل)

حضرت جندب رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ میں حوض کوثر پر تمہارا پیش رو کارساز ہوں۔

۲۸۰۱- عَنْ مَعْبَدِ بْنِ خَالِدٍ اَنَّهُ سَمِعَ حَارِثَةَ بْنَ وَهْبٍ يَقُوْلُ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَذَكَرَ الْحَوْضَ فَقَالَ كَمَا بَيْنَ الْمَدِيْنَةِ وَصَنْعَاءَ.

حضرت حارثہ بن وہب رضی اللہ عنہ کہتے تھے کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا اور حضور نے حوض کا تذکرہ فرمایا اور فرمایا: حوض اتنا لمبا چوڑا ہے جیسا کہ مدینہ اور صنعاء کے درمیان فاصلہ ہے۔

وَزَادَ ابْنُ اَبِيْ عَدِيٍّ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ مَعْبَدِ بْنِ خَالِدٍ عَنْ حَارِثَةَ سَمِعَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَوْلَهُ حَوْضُهُ مَا بَيْنَ صَنْعَاءَ وَالْمَدِيْنَةِ. فَقَالَ لَهُ الْمُسْتَوْرِدُ اَلَمْ تَسْمَعْهُ قَالَ الْاَوَانِيُّ؟ قَالَ لَا، قَالَ الْمُسْتَوْرِدُ تُرٰى فِيْهِ الْاٰنِيَةُ مِثْلَ الْكَوَاكِبِ. (مسلم۔ کتاب الفضائل)

اور ابن عدی نے زیادہ کیا حضرت حارثہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہوئے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ فرمایا کہ ان کا حوض اتنا بڑا ہے جتنا صنعاء اور مدینہ کا فاصلہ ہے۔ ان سے مستورد نے پوچھا: کیا آپ نے ان سے یہ نہیں سنا کہ "الاوانی" کہا؟ انہوں نے کہا کہ نہیں! مستورد نے کہا: اس میں برتن دیکھے جائیں گے ستاروں کے مثل۔

مستورد صحابی ہیں۔ یہ حدیث ان سے بھی مروی ہے۔ ان کی روایت کا حاصل یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے "الاوانی فیہ کذا وکذا" نہیں فرمایا ہے فرمایا ہے: "يُرٰى فِيْهِ الْاٰنِيَةُ"۔

۲۸۰۲- عَنْ اَسْمَاءَ بِنْتِ اَبِيْ بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَتْ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنِّيْ عَلَى الْحَوْضِ حَتّٰى اَنْظُرَ مَنْ يَّرِدُ عَلَيَّ مِنْكُمْ، وَسَيُؤْخَذُ نَاسٌ دُوْنِيْ، فَاَقُوْلُ يَا رَبِّ مِنِّيْ وَمِنْ اُمَّتِيْ، فَيُقَالُ هَلْ شَعَرْتَ مَا

حضرت اسماء بنت ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں حوض پر تشریف فرما رہوں گا تاکہ دیکھوں تم میں سے مجھ پر کون آتا ہے اور میرے قریب ہی کچھ لوگوں کو پکڑ لیا جائے گا۔ میں کہوں گا: اے رب! مجھ سے ہیں

عَمِلُوْا بَعْدَكَ؟ وَاللّٰهِ مَا بَرِحُوْا يَرْجِعُوْنَ عَلٰى اَعْقَابِهِمْ. فَكَانَ ابْنُ اَبِى مُلَيْكَةَ يَقُوْلُ اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَعُوْذُ بِكَ اَنْ نَّرْجِعَ عَلٰى اَعْقَابِنَا' اَوْ نُفْتَنَ عَنْ دِيْنِنَا.

اور میری اُمت سے ہیں تو کہا جائے گا: کیا آپ کو معلوم ہے کہ انہوں نے آپ کے بعد کیا کیا۔ واللہ! یہ اپنی ایڑیوں کے بل پلٹتے رہے۔ ابن ابی ملیکہ یہ دعا مانگا کرتے تھے: اے اللہ! ہم تیری پناہ مانگتے ہیں کہ اپنی ایڑیوں کے بل پلٹیں یا دین کے بارے میں فتنے میں ڈالے جائیں۔

قَالَ اَبُوْعَبْدُ اللّٰهِ ﴿عَلٰى اَعْقَابِكُمْ تَنْكِصُوْنَ۝﴾ (المومنون:٦٦) تَرْجِعُوْنَ عَلَى الْعَقِبِ.

(بخاری۔ کتاب الفتن۔ باب:ا۔ص ۱۰۴۵)

ابوعبداللہ (امام بخاری) نے کہا: ''تنکصون'' کے معنی ''ترجعون'' ہے یعنی لوٹتے ہیں۔ پلٹتے ہیں' پھرتے ہیں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

۸۲ - کِتَابُ الْقَدْرِ (ص ۹۷۵)

تقدیر کا بیان

تقدیر حق ہے اس کا منکر گم راہ ہے' تقدیر ایک سربستہ راز ہے جس کا سمجھنا عام عقلوں سے باہر ہے۔ اس کی قدرے تفصیل جلد اول حدیث جبریل میں بیان کردی گئی ہے۔

بَابٌ جَفَّ الْقَلَمُ عَلٰی عِلْمِ اللّٰہِ ﴿وَاَضَلَّہُ اللّٰہُ عَلٰی عِلْمٍ﴾ (الجاثیہ:۲۳) (ص ۹۷۶)

اللہ تعالیٰ کے علم کے مطابق قلم سوکھ گیا اور اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کا بیان: اور اس کو اللہ تعالیٰ نے اپنے علم کے مطابق گم راہ کر دیا

توضیح

مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کو قیامت تک جو کچھ ہونے والی ہے سب لکھ دیا ہے۔ اگر اس میں سے کچھ بدلنا چاہتا ہے تو اسے مٹا دیتا ہے جیسا کہ فرماتا ہے: ''یَمْحُو اللّٰہُ مَا یَشَآءُ وَ یُثْبِتُ وَعِنْدَہٗ اُمُّ الْکِتٰبِ O'' (الرعد:۳۹) اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے مٹاتا ہے اور جسے چاہتا ہے ثابت رکھتا ہے اور اس کے پاس اصل کتاب ہے O یہاں علم اللہ سے مراد حکم الٰہی ہے' اس لیے کہ اس کے معلوم کا واقع ہونا لازم ہے ورنہ جہل لازم آئے گا تو اس کے علم کو لازم ہے معلوم کے وقوع کا حکم۔ ''واضلہ اللّٰہ علی علم'' کی ایک تفسیر یہ ہے کہ ازل میں اس کے بارے میں جو علم تھا اس کو ظاہر کیا اور ایک تفسیر یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اسے علم عطا فرمایا تھا اس کے باوجود وہ گم راہ ہو گیا۔

ت ۷۷۶ - قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ ﴿لَھَا سَابِقُوْنَ O﴾ (المومنون: ۶۱) سَبَقَتْ لَھُمُ السَّعَادَۃُ۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور یہی لوگ بھلائی کی طرف پہلے پہنچنے والے ہیں O حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: یعنی سعادت سب سے پہلے ان کے حصے میں آئی۔

ارشاد ہے: ''اُولٰٓئِکَ یُسَارِعُوْنَ فِی الْخَیْرَاتِ وَھُمْ لَھَا سَابِقُوْنَ O'' (المومنون:۶۱) یعنی وہ لوگ نیکیاں کرنے میں تیزی دکھاتے ہیں اور وہ سبقت لے جانے والے ہیں O حضرت ابن عباس کی تفسیر سے ظاہر ہو رہا ہے کہ سعادت سابق ہے' اور آیت اس پر دلالت کر رہی ہے کہ خیرات یعنی سعادت مسبوق ہے۔ اس کی توجیہ یہ ہے کہ آیت کا مطلب یہ ہے کہ سعادت کی وجہ سے وہ لوگ دوسرے افراد سے آگے بڑھ گئے۔ یہ مراد نہیں کہ سعادت سے آگے بڑھ گئے۔

۲۸۰۲ - عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَیْنٍ قَالَ قَالَ رَجُلٌ یَا

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص

رَسُوْلَ اللّٰهِ اَيُعْرَفُ اَهْلُ الْجَنَّةِ مِنْ اَهْلِ النَّارِ؟ قَالَ نَعَمْ. قَالَ فَلِمَ يَعْمَلُ الْعَامِلُوْنَ؟ قَالَ كُلٌّ يَّعْمَلُ لِمَا خُلِقَ لَهٗ اَوْ لِمَا يُسِّرَ لَهٗ. (بخاری۔کتاب التوحید۔باب: قول اللّٰه ولقد یسرنا القران للذکر ص۱۱۲۶)

نے پوچھا: یا رسول اللہ! کیا جنتی جہنمیوں سے ممتاز ہو کر پہچانے جاتے ہیں؟ فرمایا: ہاں! تو اس نے عرض کیا: پس عمل کرنے والے عمل کیوں کرتے ہیں؟ فرمایا: آدمی جس کے لیے پیدا کیا گیا اسی کے مطابق عمل کرتا ہے یا اسی کے مطابق اسے توفیق دی جاتی ہے۔

مطلب یہ ہے کہ یہ طے ہو چکا ہے کہ کون جنت میں جائے گا اور کون دوزخ میں؟ اسی کے مطابق جنتی ایسے اعمال کرتا ہے جس کے سبب جنت کا مستحق ہے اور دوزخی ایسے عمل کرتا ہے جس کے سبب وہ دوزخ کا مستحق ہوتا ہے۔

بَابٌ [الاحزاب:۳۸ کی تفسیر]

قَوْلِهٖ ﴿وَكَانَ اَمْرُ اللّٰهِ قَدَرًا مَّقْدُوْرًا۝﴾ (الاحزاب:۳۸)۔ (ص۹۷۶)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور اللہ کا کام مقرر تقدیر ہے۝

۲۸۰۴- ح: [خَطَبَ حَتّٰى مَا تَرَكَ فِيْهَا شَيْئًا اِلٰى قِيَامِ السَّاعَةِ اِلَّا ذَكَرَهٗ]

آپ (ﷺ) نے ایسا خطبہ دیا جس میں قیامت تک کی کسی چیز کا ذکر نہیں چھوڑا

۲۸۰۴- عَنْ حُذَيْفَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ لَقَدْ خَطَبَنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خُطْبَةً مَا تَرَكَ فِيْهَا شَيْئًا اِلٰى قِيَامِ السَّاعَةِ اِلَّا ذَكَرَهٗ، عَلِمَهٗ مَنْ عَلِمَهٗ وَجَهِلَهٗ مَنْ جَهِلَهٗ، اِنْ كُنْتُ لَاَرَى الشَّيْءَ قَدْ نَسِيْتُ، فَاَعْرِفُ مَا يَعْرِفُ الرَّجُلُ اِذَا غَابَ عَنْهُ فَرَاٰهُ فَعَرَفَهٗ. (مسلم۔کتاب الفتن، ابوداود)

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ نبی ﷺ نے ایک خطبہ دیا جس میں کسی ایک ایسی چیز کا ذکر نہیں چھوڑا جو قیامت قائم ہونے تک ہوگی مگر ان سب کا تذکرہ فرمایا۔ اس کو جانا جس نے جانا اور جو بھول گیا بھول گیا۔ میں کسی بھولی ہوئی چیز کو دیکھتا ہوں تو پہچان لیتا ہوں جیسے غائب شخص کو آدمی دیکھ کر پہچان لیتا ہے۔

یہ حدیث اس کی دلیل ہے کہ حضور اقدس ﷺ جمیع "مَا كَانَ وَمَا يَكُوْنُ" کے عالم تھے، حتی کہ حضور اقدس ﷺ نے صحابۂ کرام کو بتا بھی دیا جسے یاد رہا یاد رہا جو بھول گیا بھول گیا۔

بَابُ اِلْقَاءِ النَّذْرِ الْعَبْدَ اِلَى الْقَدَرِ (ص۹۷۸) منت بندے کو تقدیر ہی کی طرف ڈال دیتی ہے

توضیح

یعنی منت سے تقدیر کا نوشتہ نہیں بدلتا ہے بلکہ منت ماننا بھی تقدیر الٰہی سے ہے۔

۲۸۰۵- عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ نَهَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ النَّذْرِ، قَالَ اِنَّهٗ لَا يَرُدُّ شَيْئًا، وَاِنَّمَا يُسْتَخْرَجُ بِهٖ مِنَ الْبَخِيْلِ.

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے منت سے منع فرمایا اور فرمایا: یہ تقدیر کو نہیں بدلتی ہے ہاں! بخیل سے اس کا مال نکلوا لیتی ہے۔

۲۸۰۶- عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَاْتِ ابْنَ اٰدَمَ النَّذْرُ بِشَيْءٍ لَمْ يَكُنْ قَدْ قَدَّرْتُهٗ، وَلٰكِنْ يُلْقِيْهِ الْقَدَرُ وَقَدْ قَدَّرْتُهٗ لَهٗ، اَسْتَخْرِجُ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا کہ منت بنی آدم کو ایسی کوئی چیز نہیں دیتی ہے جو اس کے مقدر میں نہ ہو لیکن تقدیر اس کو نذر کی طرف لے جاتی ہے اور میں نے

بِهٖ مِنَ الْبَخِيْلِ.

اس کے لیے منت مقدر کر دی ہے کہ اس کے ذریعے بخیل سے کچھ میں نکلوالیتا ہوں۔

یعنی قضاء مبرم میں نذر سے کوئی تغیر و تبدل نہیں ہوتا۔

بَابُ الْمَعْصُوْمُ مَنْ عَصَمَ اللّٰهُ (ص۹۷۸)

معصوم وہ ہے جسے اللہ بچائے رکھے

﴿عَاصِمٌ﴾ (ھود:۴۳) مَانِعٌ...... عاصم کے معنی ہیں: منع کرنے والا، روکنے والا۔

ت۷۷۷- قَالَ مُجَاهِدٌ ﴿سُدًى﴾ (القیامۃ:۳۶) عَنِ الْحَقِّ، يَتَرَدَّدُوْنَ فِي الضَّلَالَةِ.

امام مجاہد نے کہا: "سُدًی" یعنی گم راہی میں بھٹکتے پھرتے ہیں۔

سورۂ قیامہ میں فرمایا گیا: "اَيَحْسَبُ الْاِنْسَانُ اَنْ يُّتْرَكَ سُدًىO" کیا انسان گمان کرتا ہے کہ اسے آزاد چھوڑ دیا جائے گاO اس آیت میں وارد "سدًی" کی تفسیر میں امام مجاہد نے یہ فرمایا کہ وہ خاص گم راہی میں بھٹکتا رہے گا۔

﴿دَسّٰهَا﴾ (الشمس:۱۰) اَغْوَاهَا...... یعنی اس کو گم راہ کر دیا۔ سورۂ شمس میں فرمایا گیا: "وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰهَاO" اور وہ نقصان میں رہا جس نے اسے معصیت میں چھپایاO امام بخاری فرماتے ہیں: "دَسّٰهَا" کے معنی ہیں "اَغْوَاهَا" یعنی اس کو گم راہ کیا۔

۲۸۰۷- ح: [مَا اسْتُخْلِفَ خَلِيْفَةٌ اِلَّا لَهٗ بِطَانَتَانِ]

ہر خلیفہ کے اندرونی دو کارگزار ہوتے ہیں

۲۸۰۷- عَنْ اَبِيْ سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا اسْتُخْلِفَ خَلِيْفَةٌ اِلَّا لَهٗ بِطَانَتَانِ بِطَانَةٌ تَاْمُرُهٗ بِالْخَيْرِ وَتَحُضُّهٗ عَلَيْهِ، وَبِطَانَةٌ تَاْمُرُهٗ بِالشَّرِّ وَتَحُضُّهٗ عَلَيْهِ، وَالْمَعْصُوْمُ مَنْ عَصَمَ اللّٰهُ. (بخاری۔ کتاب الاحکام۔ باب: بطانۃ الامام ص ۱۰۶۸، نسائی۔ کتاب البیعۃ)

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو بھی خلیفہ بنایا جاتا ہے اس کے دو اندرونی کارگزار ہوتے ہیں۔ ایک اس کو بھلائی کا حکم دیتا ہے اور اس پر ابھارتا ہے اور ایک برائی کا حکم دیتا ہے اور اس پر ابھارتا ہے۔ معصوم وہ ہے جسے اللہ اپنی حفاظت میں رکھے۔

کتاب الاحکام میں یہ زائد ہے "مَا مِنْ نَبِيٍّ" یعنی ہر نبی اور ہر خلیفہ کے دو باطنی رازدار مشیر کار ہوتے ہیں۔ "بِطَانَةٌ" کے اصل معنی کپڑے کے استر کے ہیں اور یہاں مراد مخصوص معتمد مشیر کار ہیں۔

بَابُ ﴿وَحَرَامٌ عَلٰى قَرْيَةٍ اَهْلَكْنٰهَا اَنَّهُمْ لَا يَرْجِعُوْنَO﴾ (الانبیاء:۹۵)

اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کا بیان: اور حرام ہے اس بستی پر جسے ہم نے ہلاک کر دیا کہ پھر لوٹ کر آئیںO

﴿اَنَّهٗ لَنْ يُّؤْمِنَ مِنْ قَوْمِكَ اِلَّا مَنْ قَدْ اٰمَنَ﴾ (ھود:۳۶) ﴿وَلَا يَلِدُوْا اِلَّا فَاجِرًا كَفَّارًاO﴾ (نوح:۲۷).

تمہاری قوم سے مسلمان نہیں ہوں گے مگر جتنے ایمان لا چکے اور اس ارشاد کا بیان: ان کے اولاد ہوگی تو وہ بھی نہ ہوگی، مگر بدکار بڑی ناشکرO

ت۷۷۸- وَقَالَ مَنْصُوْرُ بْنُ النُّعْمَانِ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ وَحِرْمٌ بِالْحَبَشِيَّةِ وَجَبَ.

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: "حِرْمٌ" حبشی زبان میں "وَجَبَ" کے معنی میں ہے۔

آیہ کریمہ "وَحَرَامٌ علی قَرْيَةٍ" میں ایک قراءت "حِرْمٌ" بھی ہے، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ یہ حبشی زبان کا لفظ ہے۔ اس کے معنی "وَجَبَ" کے ہیں یعنی یہ بات اُن کو واجب ہو چکی ہے کہ وہ لوگ لوٹیں گے نہیں۔

بَابٌ [الانفال:۲۴ کی تفسیر]

﴿يَحُوْلُ بَيْنَ الْمَرْءِ وَقَلْبِهٖ﴾ (الانفال:۲۴). (اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:) انسان اور اس کے دل میں حائل ہو جاتا ہے۔ (ص۹۷۹)

۲۸۰۸ - عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ كَثِيْرًا مَّا كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَحْلِفُ لَا وَمُقَلِّبِ الْقُلُوْبِ.

حضرت عبداللہ (ابن عمر) رضی اللہ عنہما سے روایت ہے: نبی صلی اللہ علیہ وسلم اکثر یہ قسم کھایا کرتے تھے، قسم ہے دلوں کے بدلنے والے کی۔

(بخاری۔ کتاب الایمان والنذور۔ باب: قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم وایم اللہ ص۹۸۱ کتاب التوحید، باب: ص۱۰۹۹، ترمذی۔ کتاب الایمان، نسائی، ابن ماجہ۔ کتاب الکفارات)

مطابقت

جب اللہ تعالیٰ دلوں کا پھیرنے والا ہے تو اس نے اگر کسی کے دل کو ایمان سے پھیر کر کفر کی طرف موڑ دیا تو وہ اس میں اور اس کے ایمان کے درمیان حائل ہو گیا۔ اسی طرح اگر اللہ تعالیٰ نے کسی کے دل کو ایمان کی طرف پھیر دیا تو اس میں اور کفر کے درمیان حائل ہو گیا۔

بَابٌ [التوبہ:۵۱ کی تفسیر]

﴿قُلْ لَّنْ يُّصِيْبَنَآ اِلَّا مَا كَتَبَ اللّٰهُ لَنَا﴾ (التوبہ: ۵۱). قَضٰى. (ص۹۷۹)

(اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:) فرما دو: ہمیں نہیں پہنچتی لیکن وہی جو اللہ نے ہمارے لیے لکھ دیا ہے (یعنی جو ہمارے حق میں فیصلہ کر دیا ہے)۔

ت۷۷۹ - قَالَ مُجَاهِدٌ ﴿بِفَاتِنِيْنَ﴾ (الصافات:۱۶۲) بِمُضِلِّيْنَ اِلَّا مَنْ كَتَبَ اللّٰهُ اَنَّهٗ يَصْلَى الْجَحِيْمَ.

اور حضرت مجاہد نے کہا: "فاتنین" سے مراد "مضلین" ہے مگر انہیں جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے لکھ دیا ہے کہ وہ جہنم میں جلے گا۔

سورۂ صافات میں ارشاد تھا: "مَآ اَنْتُمْ عَلَيْهِ بِفَاتِنِيْنَ○ اِلَّا مَنْ هُوَ صَالِ الْجَحِيْمِ○" (الصافات:۱۶۲-۱۶۳)۔ تم اس کے خلاف کسی کو بہکانے والے○ نہیں مگر اسے جو بھڑکتی ہوئی آگ میں جانے والا ہے○ یہ خطاب کفار سے تھا۔ "فاتنین" کا معنی "مضلین" ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اے کفار! تم کسی کو بہکا نہیں سکتے، مگر ان لوگوں کو جن کے مقدر میں جہنم میں جلنا ہے۔

﴿قَدَّرَ فَهَدٰى﴾ (الاعلیٰ:۳) قَدَّرَ الشَّقَاءَ وَالسَّعَادَةَ وَهَدَى الْاَنْعَامَ لِمَرَاتِعِهَا...... یعنی اللہ تعالیٰ نے بدبختی اور خوش بختی مقدر کر دی ہے اور چوپایوں کو چراگاہ کا راستہ دکھایا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

۸۳ - كِتَابُ الْاَيْمَانِ وَالنُّذُوْرِ (ص ۹۸۰)

قسم اور منّت کا بیان

توضیح

''اَیمان''، ''یمین'' کی جمع ہے۔ ''یمین'' کے معنی قوت کے ہیں، ارشاد ہے: ''وَلَاَخَذْنَا مِنْهُ بِالْيَمِيْنِ'' (الحاقۃ:۴۵) ضرور ان سے ہم بقوت بدلہ لیں گے، نیز دائیں ہاتھ کو بھی کہتے ہیں اور شرع میں قسم کو کہتے ہیں، یعنی کسی چیز کے دو طرفوں میں سے ایک کو تقویت دینا مقسم بہ کے ذریعہ۔ اور نذر منت ماننا کسی عبادت یا صدقہ کو اپنے اوپر واجب کرنا تبرعاً۔ یعنی جو چیز واجب نہ ہو اس کو اپنے ذمہ واجب کرنا۔

بَابٌ

قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى ﴿لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللّٰهُ بِاللَّغْوِ فِيْ اَيْمَانِكُمْ وَلٰكِنْ يُّؤَاخِذُكُمْ بِمَا عَقَّدْتُّمُ الْاَيْمَانَ فَكَفَّارَتُهٗ اِطْعَامُ عَشَرَةِ مَسٰكِيْنَ مِنْ اَوْسَطِ مَا تُطْعِمُوْنَ اَهْلِيْكُمْ اَوْ كِسْوَتُهُمْ اَوْ تَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ ثَلٰثَةِ اَيَّامٍ ذٰلِكَ كَفَّارَةُ اَيْمَانِكُمْ اِذَا حَلَفْتُمْ وَاحْفَظُوْا اَيْمَانَكُمْ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ۝﴾ (المائدۃ:۸۹)۔

[المائدہ:۸۹ کی تفسیر]

اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کا بیان: اللہ تمہیں نہیں پکڑتا ان قسموں میں جو بے ارادہ زبان سے نکل جائیں۔ ہاں! ان قسموں پر گرفت فرماتا ہے جنہیں تم نے مضبوط کیا تو ایسی قسم کا بدلہ دس مسکینوں کو کھانا دینا اپنے گھر والوں کو جو کھلاتے ہو اس کے اوسط میں سے یا انہیں کپڑے دینا یا ایک غلام آزاد کرنا تو جو ان میں سے کچھ نہ پائے تو تین دن کے روزے، یہ بدلہ ہے تمہاری قسموں کا جب قسم کھاؤ اور اپنی قسموں کی حفاظت کرو، اسی طرح اللہ تم سے اپنی آیتیں بیان فرماتا ہے تاکہ تم احسان مانو۝

توضیح ...... (قسم کی اقسام اور ان کے احکام)

قسم کی تین قسمیں ہیں: غموس، لغو، منعقدہ۔

غموس: جان بوجھ کر جھوٹی قسم کھانے کو غموس کہتے ہیں، مثلاً قسم کھائی کہ فلاں شخص آیا حالانکہ وہ جانتا ہے کہ وہ اب تک نہیں آیا۔

لغو: اگر اپنی دانست میں جو قسم کھائی ہے وہ سچی ہے مگر حقیقت میں جھوٹی ہے، مثلاً جانتا تھا کہ زید نہیں آیا اور قسم کھائی کہ نہیں آیا اور حقیقت میں زید آ گیا ہے، اسے لغو کہتے ہیں۔

منعقدہ: اگر آئندہ کے لیے قسم کھائی مثلاً یوں کہا: خدا کی قسم! یہ کام کروں گا یا نہ کروں گا تو اسے منعقدہ کہتے ہیں۔ غموس میں

سخت گناہ گار ہوگا' استغفار اور توبہ فرض ہے' مگر کفارہ لازم نہیں' اور لغو میں نہ گناہ ہے نہ کفارہ اور منعقدہ میں اگر قسم توڑے گا تو کفارہ دینا پڑے گا اور بعض صورتوں میں گناہ گار بھی ہوگا۔

۲۸۰۹- ح:[إِذَا رَأَيْتَ نَقْضَ الْيَمِينِ خَيْرًا فَانْقُضْ]

جب قسم توڑنا بہتر ہو تو توڑ دے

۲۸۰۹ - حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ سَمُرَةَ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ سَمُرَةَ، لَا تَسْأَلِ الْإِمَارَةَ، فَإِنَّكَ إِنْ أُوْتِيْتَهَا عَنْ مَسْأَلَةٍ وُكِلْتَ إِلَيْهَا، وَإِنْ أُوْتِيْتَهَا مِنْ غَيْرِ مَسْأَلَةٍ أُعِنْتَ عَلَيْهَا، وَإِذَا حَلَفْتَ عَلٰى يَمِيْنٍ، فَرَأَيْتَ غَيْرَهَا خَيْرًا مِّنْهَا، فَكَفِّرْ عَنْ يَمِيْنِكَ وَأْتِ الَّذِيْ هُوَ خَيْرٌ.

حضرت عبدالرحمٰن بن سمرہ رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے عبدالرحمٰن بن سمرہ! امارت کا سوال نہ کرنا اس لیے کہ اگر سوال کے بعد تجھے امارت دی گئی وہ تیرے ہی سپرد رہے گی اور اگر بغیر مانگے دی گئی تو تیری مدد کی جائے گی اور جب تو کوئی قسم کھائے اور دیکھے کہ اس کا غیر اس سے بہتر ہے تو اپنی قسم کا کفارہ دے دے اور وہ چیز کر جو بہتر ہے۔

(بخاری۔کتاب الکفارات۔باب: قبل الحنث وبعدہ ص ۹۹۵' کتاب الاحکام۔باب: من لم یسال اللّٰہ الامارۃ ص ۱۰۵۸' باب: من سال الامارۃ و کل الیھا ص ۱۰۵۸' مسلم۔کتاب الایمان' ابوداؤد۔کتاب الخراج' ترمذی۔کتاب الایمان' نسائی۔کتاب السیر)

إِذَا حَلَفْتَ

یہ حکم یمین منعقدہ کا ہے اگر کسی نے قسم کھائی مثلاً کہ فلاں کام کروں گا پھر اس کو سمجھ میں آیا کہ اس کا نہ کرنا بہتر ہے تو قسم توڑنا جائز ہے اس پر کوئی گناہ نہیں' البتہ قسم کا کفارہ بہر حال واجب ہوگا۔ حدیث میں فرمایا: اپنی قسم کا کفارہ دے اور وہ لا جو بہتر ہے۔ اس سے بہ ظاہر سمجھ میں آتا ہے کہ قسم توڑنے سے پہلے کفارہ دینا جائز ہے' حالانکہ ایسا نہیں۔ قسم توڑنے سے پہلے جو کفارہ دے گا وہ تبرع ہوگا کفارہ نہ ہوگا۔ قسم توڑنے کے بعد کفارہ دینا واجب ہوگا۔ ''واؤ'' مطلق جمع کے لیے آتا ہے ترتیب کے لیے نہیں آتا ہے کہ پہلے ذکر کرنے سے پہلے ہونے پر استدلال کیا جائے۔

۲۸۱۰- حَدَّثَنَا أَبُوْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ نَحْنُ الْآخِرُوْنَ السَّابِقُوْنَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت بیان کرتے ہوئے کہ آپ نے فرمایا: ہم سب میں پچھلے ہیں اور قیامت کے دن سب سے آگے بڑھ جانے والے ہیں۔

فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاللّٰهِ، لَأَنْ يَّلَجَّ أَحَدُكُمْ بِيَمِيْنِهٖ فِيْ أَهْلِهٖ آثَمُ لَهٗ عِنْدَ اللّٰهِ مِنْ أَنْ يُّعْطِيَ كَفَّارَتَهُ الَّتِيْ افْتَرَضَ اللّٰهُ عَلَيْهِ.

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بخدا! تم اپنے اہل کے بارے میں قسم پر قائم رہو تو اللہ کے نزدیک زیادہ گناہ گار رہو گے بہ نسبت اس کے کہ قسم کا وہ کفارہ دے دے جو اللہ نے مقرر فرمایا ہے۔

(ابن ماجہ۔کتاب الکفارات)

نحن الآخرون السابقون

یعنی ہم دنیا میں سب کے بعد آئے مگر قیامت کے دن حساب اور جنت میں داخل ہونے میں سب سے پہلے رہیں گے۔ ہمام بن منبہ کے پاس ایک صحیفہ تھا جس میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیثیں درج تھیں جس کی پہلی حدیث تھی ''نحن الآخرون

السابقون یوم القیامۃ"۔ ان کی عادت تھی کہ جب اس صحیفے سے کوئی حدیث روایت کرتے تو پہلے اس حدیث کو ذکر کرتے پھر حدیث روایت کرتے یعنی کسی نے اپنی اہل کے بارے میں کوئی قسم کھائی جس میں اس کے اہل کا ضرر ہو اس کے باوجود وہ قسم پر اڑا رہا ہو تو یہ بڑا گناہ ہے بہ نسبت اس کے کہ قسم توڑ کر کفارہ ادا کرے۔ حاصل یہ نکلا کہ کسی بات کی قسم کھائی پھر اس کو سمجھ میں آیا کہ یہ بات اچھی نہیں اس سے بہتر اس کا خلاف ہے تو اسے چاہیے کہ قسم توڑ دے کفارہ ادا کرے جیسا کہ ابھی گزرا۔ ایسی صورت میں قسم پر اڑا رہنا بعض صورتوں میں گناہ ہوگا۔

بَابُ كَيْفَ كَانَتْ يَمِيْنُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (ص ۹۸۱)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قسم کیسی تھی؟

ت ۷۸۰- وَقَالَ اَبُوْ قَتَادَةَ قَالَ اَبُوْ بَكْرٍ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَاهَا اللّٰهِ اِذًا.

حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کہا: نہیں بخدا! اس وقت۔

کتاب الخمس میں گزری ہوئی ایک طویل حدیث کا جزء ہے "یقال واللّٰہ و باللّٰہ و تاللّٰہ"۔ کہا جاتا ہے: "واللہ وباللہ و تاللہ" مطلب یہ ہے کہ حا' واؤ' با' تا' یہ سب حروف قسم ہیں۔

۲۸۱۱- عَنْ اَبِیْ ذَرٍّ قَالَ اِنْتَهَيْتُ اِلَيْهِ وَهُوَ يَقُوْلُ فِیْ ظِلِّ الْكَعْبَةِ هُمُ الْاَخْسَرُوْنَ وَرَبِّ الْكَعْبَةِ هُمُ الْاَخْسَرُوْنَ وَرَبِّ الْكَعْبَةِ. قُلْتُ مَا شَاْنِیْ اَيُرٰی فِیَّ شَیْءٌ؟ مَا شَاْنِیْ؟ فَجَلَسْتُ اِلَيْهِ وَهُوَ يَقُوْلُ، فَمَا اسْتَطَعْتُ اَنْ اَسْكُتَ، وَتَغَشَّانِیْ مَا شَاءَ اللّٰهُ فَقُلْتُ مَنْ هُمْ بِاَبِیْ اَنْتَ وَاُمِّیْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ؟ قَالَ الْاَكْثَرُوْنَ اَمْوَالًا اِلَّا مَنْ قَالَ هٰكَذَا، وَهٰكَذَا، وَهٰكَذَا.

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ کعبہ کے سائے میں بیٹھے ہوئے فرمار ہے تھے: وہ لوگ سب سے زیادہ نقصان اٹھانے والے ہیں' رب کعبہ کی قسم! وہ لوگ سب سے زیادہ نقصان اٹھانے والے ہیں' رب کعبہ کی قسم! میں نے کہا: میرا کیا حال ہے؟ کیا میرے اندر ایسی کوئی بات دیکھی جارہی ہے؟ میرا کیا حال ہے؟ میں بیٹھ گیا اور حضور فرماتے رہے۔ مجھے چپ رہنے کی طاقت نہیں رہی اور مجھ پر غم و اندوہ چھا گیا جتنا اللہ تعالیٰ نے چاہا تو میں نے عرض کیا: کون ہیں وہ لوگ؟ میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں یا رسول اللہ! فرمایا: بہت زیادہ مال والے مگر جس نے ایسا کیا اور ایسے کیا اور ایسے کیا۔

مراد یہ ہے کہ جو لوگ اپنے مالوں کی زکوٰۃ نہ دیتے ہوں یا مال کی وجہ سے ان پر جو حقوق آتے ہوں وہ ادا نہ کرتے ہوں۔

بَابٌ لَا تَحْلِفُوْا بِاٰبَائِكُمْ (ص ۹۸۳)

اپنے باپ دادا کی قسم نہ کھاؤ

۲۸۱۲- عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَدْرَكَ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ وَهُوَ يَسِيْرُ فِیْ رَكْبٍ، يَحْلِفُ بِاَبِيْهِ، فَقَالَ اَلَا اِنَّ اللّٰهَ يَنْهَاكُمْ اَنْ تَحْلِفُوْا بِاٰبَائِكُمْ، مَنْ كَانَ حَالِفًا فَلْيَحْلِفْ بِاللّٰهِ اَوْ لِيَصْمُتْ.

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم' عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے ملے اور وہ کچھ سواروں کے ساتھ سفر کر رہے تھے اور اپنے باپ کی قسم کھا رہے تھے تو فرمایا: سنو! اللہ تعالیٰ تم کو اس سے منع فرماتا ہے کہ اپنے باپ دادا کی قسم کھاؤ۔ جس کو قسم کھانی ہو تو اللہ تعالیٰ کی قسم کھائے یا چپ رہے۔

۲۸۱۳- قَالَ ابْنُ عُمَرَ سَمِعْتُ عُمَرَ يَقُوْلُ قَالَ لِیْ

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو

رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ اللّٰهَ يَنْهَاكُمْ أَنْ تَحْلِفُوْا بِآبَائِكُمْ. قَالَ عُمَرُ فَوَاللّٰهِ مَا حَلَفْتُ بِهَا مُنْذُ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، ذَاكِرًا وَلَا آثِرًا.

فرماتے ہوئے سنا کہ مجھ سے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تم کو اس بات سے منع کرتا ہے کہ اپنے باپ دادا کی قسم کھاؤ، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جب سے میں نے نبی ﷺ سے سنا بخدا! باپ دادا کی قسم نہیں کھائی نہ یاد آتے ہوئے اور نہ کسی سے نقل کرتے ہوئے۔

ت ۷۸۱ - قَالَ مُجَاهِدٌ ﴿أَوْ أَثَارَةٍ مِّنْ عِلْمٍ﴾ (الاحقاف: ٤) يَأْثُرُ عِلْمًا.

اور مجاہد نے کہا: "أَوْ أَثَرَةٍ مِنْ عِلْمٍ" کے معنی ہیں کہ علم کی روایت کرے۔

سورۂ احقاف میں فرمایا تھا: "اِئْتُوْنِي بِكِتَابٍ مِّنْ قَبْلِ هٰذَا أَوْ أَثَرَةٍ مِّنْ عِلْمٍ إِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ O" میرے پاس لاؤ اس سے پہلے کی کوئی کتاب یا کچھ بچا کھچا علم اگر تم سچے ہو O حضرت امام مجاہد نے یہ افادہ فرمایا کہ "إثرة" اور "أثرة" کا معنی دوسرے کی بات نقل کرنا ہے۔

۲۸۱۴ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ دِيْنَارٍ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا يَقُوْلُ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَحْلِفُوْا بِآبَائِكُمْ.

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اپنے باپ دادا کی قسم نہ کھاؤ۔

قسم صرف اللہ عزوجل کے اسماء کریمہ اور صفات کی کھانی چاہیے، اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور کے نام کی قسم کھانا جائز نہیں بلکہ بعض کفر ہے، مثلاً لات وعزیٰ بتوں کی قسم کھانا اور جو بعض حدیثوں میں آیا ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا: "افلح و ابیه" یہ بلا قصد زبان اقدس پر جاری ہو گیا۔ اس سے مقصود قسم نہیں۔

بَابُ الْيَمِيْنِ الْغَمُوْسِ

یمین غموس کا بیان

﴿وَلَا تَتَّخِذُوْا أَيْمَانَكُمْ دَخَلًا بَيْنَكُمْ فَتَزِلَّ قَدَمٌ بَعْدَ ثُبُوْتِهَا وَتَذُوْقُوا السُّوْءَ بِمَا صَدَدْتُّمْ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلَكُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ O﴾ (النحل: ٩٤) دَخَلًا مَكْرًا وَخِيَانَةً. (ص ۹۸۷)

(اور اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کا بیان:) اور تم اپنی قسموں کو آپس میں بے اصل بہانہ نہ بناؤ کہ کہیں کوئی پاؤں جمنے کے بعد لغزش نہ کرے اور تمہیں برائی چکھنی ہو بدلہ اس کا کہ اللہ کی راہ سے روکتے تھے اور تمہیں بڑا عذاب ہو O "دخلاً" کے معنی مکر اور خیانت ہے، یعنی کسی کو دھوکا اور فریب دینے کے لیے جھوٹی قسمیں نہ کھاؤ۔

۲۸۱۵ - عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْكَبَائِرُ الْإِشْرَاكُ بِاللّٰهِ، وَعُقُوْقُ الْوَالِدَيْنِ، وَقَتْلُ النَّفْسِ، وَالْيَمِيْنُ الْغَمُوْسُ.

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: گناہ کبیرہ یہ ہیں: اللہ کے ساتھ شرک کرنا، ماں باپ کی نافرمانی کرنا، ناحق قتل کرنا اور جھوٹی قسم کھانا۔

(بخاری۔ کتاب الدیات۔ باب: قول الله من احیاها ص ۱۰۱۵، کتاب استتابة المعاندین والمرتدین ص ۱۰۲۲)

استتابۃ المعاندین میں یہ حدیث مفصل یوں ہے: ایک اعرابی نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور پوچھا: یا رسول اللہ! کبائر کیا ہیں؟ فرمایا: اللہ کے ساتھ شریک کرنا، اس نے پوچھا: پھر کیا ہے؟ فرمایا: ماں باپ کی نافرمانی۔ اس نے پوچھا: پھر کیا ہے؟

فرمایا: یمین غموس۔ میں نے پوچھا: یمین غموس کیا ہے؟ فرمایا: وہ شخص جو قسم کھا کر مسلمان کا مال حاصل کرے حالانکہ وہ اس میں جھوٹا ہے۔ اس میں صرف تین ہی ذکر ہیں خون ناحق مذکور نہیں جس سے ظاہر ہو گیا کہ حصر مقصود نہیں۔ کبائر کی تعریف کیا ہے اور کبائر کتنے ہیں اس کی پوری بحث گزر چکی ہے۔

بَابٌ اِذَا قَالَ وَاللّٰهِ لَا اَتَكَلَّمُ الْيَوْمَ فَصَلّٰى اَوْ قَرَاَ اَوْ سَبَّحَ اَوْ كَبَّرَ اَوْ حَمِدَ اَوْ هَلَّلَ فَهُوَ عَلٰى نِيَّتِهٖ (ص ۹۸۸)

جب کہا: بخدا! میں آج بات نہیں کروں گا' پھر نماز پڑھی یا قرآن مجید پڑھا یا سبحان اللہ پڑھا یا اللہ اکبر پڑھا یا حمد کی یا لا الٰہ الا اللہ پڑھا تو وہ اپنی نیت پر ہے

توضیح

علامہ کرمانی نے کہا کہ امام بخاری کی مراد یہ ہے کہ اگر اس نے کلام سے کلام عرفی مراد لیا تو ان اذکار سے حانث نہ ہوگا اور اگر معنی عام مراد لیا خواہ کلام عرفی ہو یا حقیقی تو ان اذکار سے حانث ہو جائے گا۔ ابن بطال نے فرمایا کہ یہاں کلام محمول ہے کلام الناس پر' تلاوت اور تسبیح مراد نہیں ہے' اس لیے تلاوت و تسبیح سے مطلقاً حانث نہ ہوگا۔ علامہ عینی نے فرمایا کہ ہمارے اصحاب نے کہا: اگر نماز میں قرآن یا تسبیح وغیرہ پڑھا تو حانث نہ ہوگا اور اگر نماز کے باہر پڑھا تو حانث ہو جائے گا۔ فقیہ ابو اللیث نے فرمایا: اگر عربی میں قسم کھائی تھی تو یہی حکم ہے اور اگر فارسی میں قسم کھائی تھی تو نماز کے باہر بھی قرآن اور تسبیح پڑھنے سے حانث نہ ہوگا۔

ت ۷۸۲ - وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَفْضَلُ الْكَلَامِ اَرْبَعٌ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ.

اور نبی ﷺ نے فرمایا: سب سے افضل کلام چار ہیں: سبحان اللہ...... الحمد للہ...... لا الٰہ الا اللہ...... اللہ اکبر۔

تسبیح' تہلیل' تکبیر' تحمید پر کلام کا اطلاق فرمایا۔

ت ۷۸۳ - وَقَالَ اَبُوْ سُفْيَانَ كَتَبَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلٰى هِرَقْلَ ﴿تَعَالَوْا اِلٰى كَلِمَةٍ سَوَآءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ﴾ (آل عمران: ٦٤).

حضرت ابو سفیان رضی اللہ عنہ نے کہا کہ نبی ﷺ نے ہرقل کو لکھا: ایسے کلمہ کی طرف آؤ جو ہم میں تم میں یکساں ہے۔

اس کے بعد یہ تحریر تھا کہ عبادت نہ کریں مگر اللہ کی اور اس کا شریک کسی کو نہ کریں اور ہم میں کوئی ایک دوسرے کو رب نہ بنائے اللہ کے سوا پھر اگر وہ نہ مانیں تو کہہ دو: تم گواہ رہو کہ ہم مسلمان ہیں۔ مقصود یہ ہے کہ یہ ارشاد دنیوی بات نہ تھی خالص دینی تھی۔ اس پر بھی کلمہ کا اطلاق فرمایا۔

ت ۷۸٤ - وَقَالَ مُجَاهِدٌ ﴿كَلِمَةَ التَّقْوٰى﴾ (الفتح: ٢٦) لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ

اور امام مجاہد نے "لا الٰہ الا اللہ" کو کلمہ کہا۔

امام بخاری کا مقصود یہ ہے کہ تسبیح و اذکار اور دینی باتوں پر بھی کلمہ کا اطلاق ہوتا ہے' اس لیے ان کا تلفظ کلام کرنا ہوا تو اگر "لَا اَتَكَلَّمُ" سے اس کی نیت معنی عام ہے تو قراءت' تسبیح و تہلیل وغیرہ سے حانث ہو جائے گا۔ صحیح یہ ہے کہ قرآن مجید اور اذکار پڑھنے سے حانث نہ ہوگا کیونکہ عرف میں اس کو کلام کرنا نہیں کہتے۔

بَابٌ اِنْ حَلَفَ اَنْ لَّا يَشْرَبَ نَبِيْذًا' فَشَرِبَ

اگر قسم کھائی کہ نبیذ نہیں پیئے گا پھر طلاء

طِلَاءً اَوْ سَكَرًا اَوْ عَصِيرًا

یا سکر یا شیرہ پی لیا

لَمْ يَحْنَثْ فِي قَوْلِ بَعْضِ النَّاسِ، وَلَيْسَتْ هٰذِهِ بِأَنْبِذَةٍ عِنْدَهُ. (ص۹۸۹)

تو بعض الناس کے قول میں حانث نہیں ہوگا' اس لیے کہ یہ چیزیں ان کے نزدیک نبیذ نہیں۔

توضیح

کھجور منقّٰی وغیرہ پانی میں بھگو دیا جائے تا کہ ان کی مٹھاس پانی میں آجائے' اسے نبیذ کہتے ہیں' خواہ وہ نشہ آور ہو یا نہ ہو۔

طلاء

انگور کو اتنا پکایا جائے کہ اس کا تہائی حصہ جل جائے اور اگر اس کا صرف آدھا حصہ جلا ہو تو اس کو منصّف کہتے ہیں اور اگر تھوڑا پکا ہے تو باذق کہتے ہیں۔ سکر' کھجور کو پانی میں بھگو دیا جائے اور جب وہ خوب اچھی طرح بھیگ جائے تو اسے سکر کہتے ہیں۔ عصیر انگور کے شیرے کو کہتے ہیں۔

بعض الناس سے مراد امام اعظم سیدنا ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ ہیں۔ انہوں نے فرمایا کہ طلاء اور عصیر نبیذ نہیں اس لیے کہ نبیذ اسے کہتے ہیں جو پانی میں ڈال کر بھگو یا جائے اور طلاء پکایا جاتا ہے۔ علامہ عینی نے فرمایا کہ امام بخاری نے یہ قول حضرت امام اعظم کی طرف منسوب کر دیا لیکن اس کے صحیح ہونے کے لیے دلیل چاہیے' اور اگر ہم یہ صحت تسلیم بھی کر لیں تو جب کہ عرف میں ان سب کا الگ الگ نام ہے تو عرف میں سب متقابل ہوئے اگر چہ اصل کے اعتبار سے سب پر نبیذ کا اطلاق ہوتا ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ حکم یہ ہونا چاہیے کہ قسم کھانے والے نے اگر علی سبیل التعیین نبیذ مراد لیا معنی خاص کے اعتبار سے اور طلاء وغیرہ پیا تو حانث نہیں ہوگا۔ اگر اس کی مراد عرفی معنی نہیں تھی اصل معنی مراد تھی تو حانث ہو جائے گا۔

۲۸۱۶ - عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا عَنْ سَوْدَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ مَاتَتْ لَنَا شَاةٌ، فَدَبَغْنَا مَسْكَهَا، ثُمَّ مَا زِلْنَا نَنْبِذُ فِيهِ حَتّٰى صَارَتْ شَنًّا.

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ام المومنین حضرت سودہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی رفیقہ حیات نے کہا کہ ہماری ایک بکری مر گئی تو ہم نے اس کے چمڑے کی دباغت کر لی' پھر ہم اس میں ہمیشہ نبیذ بناتے رہے یہاں تک کہ وہ پرانی ہو گئی۔

اس سے ثابت ہوا کہ مردار جانور کا چمڑا دباغت کے بعد پاک ہو جاتا ہے اور اس کا استعمال جائز ہے۔ دباغت کے لیے یہ ضروری نہیں ہے کہ اسے پکایا جائے۔ دھوپ میں اتنا سکھا دیا جائے کہ اس کی رطوبت ختم ہو جائے یہ بھی کافی ہے۔

بَابُ النَّذْرِ فِي الطَّاعَةِ

منت طاعت ہی میں ہے

﴿وَمَآ اَنْفَقْتُمْ مِّنْ نَّفَقَةٍ اَوْ نَذَرْتُمْ مِّنْ نَّذْرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُهٗ وَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ اَنْصَارٍ۝﴾ (البقرۃ: ۲۷۰). (ص۹۹۰)

(اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کا بیان:) اور تم نے جو کچھ خرچ کیا یا منت مانی تو بے شک اللہ اس کو جانتا ہے اور ظالموں کا کوئی مددگار نہیں۝

۲۸۱۷ - عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ نَذَرَ اَنْ يُّطِيعَ اللّٰهَ فَلْيُطِعْهُ، وَمَنْ نَذَرَ اَنْ يَّعْصِيَهٗ فَلَا يَعْصِهٖ.

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے منت مانی کہ اللہ کی اطاعت کرے گا تو اس کی اطاعت کرے اور جو منت مانے کہ نافرمانی کرے گا تو اس کی نافرمانی

نہ کرے۔

(بخاری۔ج ۲ص ۹۹۱۔باب: النذر فیما لا یملک ص۹۹۱' ابوداؤد' ترمذی' نسائی۔کتاب النذر' ابن ماجہ۔کتاب الکفارات۔باب: النذر فیما لایملک)

اسی نذر کا پورا کرنا واجب ہے جس میں معصیت نہ ہو اور اگر ایسی منت مانی جو معصیت ہے تو اس کا پورا کرنا حرام ہے۔

بَابُ مَنْ مَّاتَ وَعَلَيْهِ نَذْرٌ (ص ۹۹۱) جو مر گیا اور اس پر منت ہو

ت۷۸۵- وَاَمَرَ ابْنُ عُمَرَ اِمْرَأَةً جَعَلَتْ اُمُّهَا عَلٰى نَفْسِهَا صَلٰوةً بِقُبَاءٍ' فَقَالَ صَلِّيْ عَنْهَا.

ایک عورت نے قباء میں نماز پڑھنے کی منت مانی تھی' حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے اس کی بیٹی کو حکم دیا کہ اپنی ماں کی طرف سے نماز پڑھ لے۔

(مؤطا امام مالک۔باب: النذر فی الصیام ص ۹۴)

اس اثر کے مطابق ظاہر یہ یہی کہتے ہیں کہ اگر کسی پر منت تھی اور وہ مر گیا تو اس کے وارثین پر اس کی قضاء واجب ہے۔ حضرت امام شافعی فرماتے ہیں کہ نماز اور حج میں بھی نیابت جائز ہے۔ ہم احناف کا مذہب یہ ہے کہ خالص بدنی عبادات میں نیابت صحیح نہیں۔ حج اور مالی عبادات میں صحیح ہے۔ مؤطا امام مالک میں خود حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا یہ ارشاد مذکور ہے کہ وہ فرماتے تھے کہ کوئی کسی کی طرف سے نہ نماز پڑھے نہ روزہ رکھے' اسی پر ہمارا عمل ہے۔

۲۸۱۸- عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ اَتٰى رَجُلُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَهٗ اِنَّ اُخْتِيْ نَذَرَتْ اَنْ تَحُجَّ' وَاِنَّهَا مَاتَتْ' فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْ كَانَ عَلَيْهَا دَيْنٌ اَكُنْتَ قَاضِيَهٗ؟ قَالَ نَعَمْ' قَالَ فَاقْضِ اللّٰهَ' فَهُوَ اَحَقُّ بِالْقَضَاءِ.

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک صاحب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور حضور سے عرض کیا کہ میری بہن نے منت مانی تھی کہ حج کرے گی اور وہ مر گئی ہے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بتا اگر اس پر قرض ہوتا تو اس کو تو ادا کرتا؟ اس نے کہا: ضرور ادا کرتا۔ فرمایا: اللہ کا حق ادا کر وہ ادا کیے جانے کا زیادہ مستحق ہے۔

اواخر کتاب الحج' باب: "الحج عن المیت" میں یوں ہے کہ ایک عورت آئی اور اس نے کہا کہ میری ماں نے منت مانی تھی۔ ان دونوں میں کوئی منافات نہیں' دونوں دو واقعے ہیں۔ دو واقعے ہونے پر یہ بھی قرینہ ہے کہ کتاب الحج میں ہے کہ ایک عورت نے کہا اور اس حدیث میں ہے کہ ایک مرد آیا۔

قولہ احق بالقضاء

یہ متفق علیہ ہے کہ اگر حق اللہ وحق العبد دونوں جمع ہوں تو پہلے حق العبد کا ادا کرنا واجب ہے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ حق العبد زیادہ مستحق ہے۔ جواب یہ ہے کہ جب تو حق الناس کی رعایت کرتا ہے تو حق اللہ کی رعایت کرنا اولیٰ و بہتر ہے۔

بَابُ النَّذْرِ فِيْمَا لَا يَمْلِكُ وَفِيْ مَعْصِيَةٍ (ص ۹۹۱) اس چیز کے بارے میں منت ماننا جس کا مالک نہ ہو اور گناہ کی منت ماننا

۲۸۱۹- عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ بَيْنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْطُبُ' اِذَا هُوَ بِرَجُلٍ قَائِمٍ فَسَاَلَ عَنْهُ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ دے رہے تھے کہ دیکھا کہ حضور کے سامنے ایک شخص کھڑا ہے۔ اس کے بارے

فَقَالُوْا اَبُوْ اِسْرَائِيْلَ نَذَرَ اَنْ يَّقُوْمَ وَلَا يَقْعُدَ وَلَا يَسْتَظِلَّ وَلَا يَتَكَلَّمَ وَيَصُوْمَ. فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُرْهُ فَلْيَتَكَلَّمْ وَلْيَسْتَظِلَّ وَلْيَقْعُدْ وَلْيُتِمَّ صَوْمَهٗ.

(ابوداؤد۔ کتاب الایمان، ابن ماجہ۔ کتاب الکفارات)

میں حضور نے پوچھا تو لوگوں نے بتایا کہ یہ ابواسرائیل ہے۔ اس نے منت مانی ہے کہ کھڑا رہے گا، بیٹھے گا نہیں اور سائے میں نہیں رہے گا اور بات نہیں کرے گا اور روزہ رکھے گا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اسے حکم دو کہ بات کرے اور سائے میں رہے اور بیٹھے اور اپنا روزہ پورا کرے۔

باب سے مطابقت

اس باب میں ایک عجیب معاملہ ہے۔ باب کے دو جزء ہیں، جو چیز ملک نہ ہو اس کی منت مان لے۔ باب میں جتنی بھی حدیثیں امام بخاری نے ذکر کی ہیں ان میں سے کسی کو باب کے پہلے جزء سے کوئی مناسبت نہیں۔ ہاں! دوسرے جزء سے ہے وہ بھی اس مقدمے کے ملانے کے بعد جو چیز مامور بہ نہ ہو اسے عبادت سمجھنا گناہ ہے، یوں ہی بلاضرورت نفس کو ایذاء پہنچانا بھی معصیت ہے۔

بَابُ مَنْ نَّذَرَ اَنْ يَّصُوْمَ اَيَّامًا، فَوَافَقَ النَّحْرَ اَوِ الْفِطْرَ (ص۹۹۱)

جس نے منت مانی کہ فلاں دنوں میں روزہ دار رہے گا اُن دنوں میں ایامِ نحر یا یومِ فطر پڑ گیا تو کیا کرے

۲۸۲۰ - حَدَّثَنَا حَكِيْمُ بْنُ اَبِيْ حُرَّةَ الْاَسْلَمِيُّ اَنَّهٗ سَمِعَ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا سُئِلَ عَنْ رَجُلٍ نَذَرَ اَنْ لَّا يَاْتِيَ عَلَيْهِ يَوْمٌ اِلَّا صَامَ، فَوَافَقَ يَوْمَ اَضْحٰى اَوْ فِطْرٍ، فَقَالَ ﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ﴾ (الاحزاب:۲۱) لَمْ يَكُنْ يَصُوْمُ يَوْمَ الْاَضْحٰى وَالْفِطْرِ، وَلَا يَرٰى صِيَامَهُمَا.

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے اس شخص کے بارے میں سوال ہوا جس نے یہ منت مانی کہ اگر فلاں دن آئے گا تو میں اس دن روزہ رکھوں گا۔ اتفاق سے وہ یوم اضحیٰ یا یوم الفطر پڑ گیا تو اب کیا کرے؟ فرمایا: بے شک تمہارے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات میں نمونۂ عمل ہے۔ حضور یوم فطر اور یوم اضحیٰ میں روزہ نہیں رکھتے تھے اور نہ ان دنوں میں روزہ رکھنے کو جائز جانتے تھے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے جواب سے ظاہر ہو گیا کہ اس دن روزہ نہ رکھے۔ اب ان روزوں کی دوسرے دن قضا کرے یا کفارہ ادا کرے اس کو انہوں نے واضح نہیں فرمایا، ہمارے نزدیک یہ حکم ہے کہ دوسرے دن اس کی قضا کرے، اس میں کفارہ نہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

٨٤- [كِتَابُ] بَابُ كَفَّارَاتِ الْاَيْمَانِ

قسموں کے کفارے کا بیان

بَابُ كَفَّارَاتِ الْاَيْمَانِ

وَقَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى ﴿فَكَفَّارَتُهٗۤ اِطْعَامُ عَشَرَةِ مَسٰكِيْنَ﴾ (المائدہ:٨٩) وَمَا اَمَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِيْنَ نَزَلَتْ ﴿فَفِدْيَةٌ مِّنْ صِيَامٍ اَوْ صَدَقَةٍ اَوْ نُسُكٍ﴾ (البقرہ:١٩٦)۔ (ص ٩٩٢)

قسموں کے کفارے کا بیان

اور اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کا بیان: تو اس کا کفارہ دس مسکینوں کو کھانا کھلانا ہے۔ الآیۃ اور جس چیز کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا جب آیہ کریمہ "فَفِدْيَةٌ مِنْ صِيَامٍ اَوْ صَدَقَةٍ اَوْ نُسُكٍ" نازل ہوئی یعنی اس کا فدیہ روزہ ہے یا صدقہ یا قربانی

توضیح ..... (کفارے کی ترتیب)

قسم کے کفارے کے بارے میں ارشاد ہوا تھا:

وَقَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى ﴿فَكَفَّارَتُهٗۤ اِطْعَامُ عَشَرَةِ مَسٰكِيْنَ مِنْ اَوْسَطِ مَا تُطْعِمُوْنَ اَهْلِيْكُمْ اَوْ كِسْوَتُهُمْ اَوْ تَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ ثَلٰثَةِ اَيَّامٍ﴾ (المائدہ:٨٩)

تو ایسی قسم کے توڑنے کا کفارہ دس مسکینوں کو کھانا کھلانا ہے اپنے گھر والوں کو جو کھلاتے ہو اس کے اوسط میں سے یا نئے کپڑے دینا یا غلام آزاد کرنا ہے جو ان میں سے کچھ نہ پائے تو اس کا کفارہ تین دن کا روزہ ہے۔

حضرت امام بخاری یہ افادہ فرمانا چاہتے ہیں کہ روزہ چھوڑ کر بقیہ تین چیزوں میں اسے اختیار ہے چاہے تو دس مسکینوں کو کھانا کھلا دے چاہے تو انہیں کپڑے پہنا دے چاہے تو غلام آزاد کر دے۔ ایسا نہیں کہ ان میں ترتیب ہو کہ پہلے یہ واجب ہو کہ دس مسکینوں کو کھانا کھلائے اس کی استطاعت نہ ہو تو دس مسکینوں کو کپڑا پہنائے اس کی بھی استطاعت نہ ہو تو روزہ رکھے بلکہ دس مسکینوں کو کھانا کھلانے کی استطاعت کے باوجود چاہے تو کپڑے سے کفارہ دے چاہے تو غلام آزاد کر دے۔ اسی طرح دس مسکینوں کو کپڑا دینے کی استطاعت ہوتے ہوئے چاہے تو غلام آزاد کر دے کیونکہ آیت کریمہ میں اس کو لفظ "او" سے بیان فرمایا گیا ہے اور یہ تخییر کے لیے آتا ہے جیسا کہ حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا تھا۔ قصہ یہ ہوا کہ حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ احرام باندھے ہوئے تھے اور ان کے سر میں بہت زیادہ جوئیں پڑ گئیں تھیں یہاں تک کہ بالوں سے جھڑ کر ان کے منہ پر آ جاتی تھیں۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو حکم دیا کہ سر منڈوا لو اور اس کا فدیہ دو جیسا کہ آیت کریمہ: "فِدْيَةٌ مِنْ صِيَامٍ اَوْ صَدَقَةٍ اَوْ نُسُكٍ" (البقرہ:١٩٦) میں مذکور ہے تو اس کا بدلہ اس پر واجب ہے روزہ یا خیرات یا قربانی۔ روزہ تین دن کا ہے اور کھانا چھ مسکین کو۔ ہر مسکین کو

نصف صاع گیہوں یا ایک صاع جو ہے۔ موجودہ اعشاریہ وزن سے 2 کلو سینتالیس گرام نصف صاع ہے اور چار کلو چورانوے گرام پورا صاع اور نسک سے مراد بکری کی قربانی ہے اور انہیں اس کا اختیار دیا کہ ان تینوں میں سے جو چاہیں ادا کریں۔ روزہ رکھنے کی استطاعت ہو تو وہ چاہیں صدقہ کریں چاہیں تو قربانی کریں کیونکہ آیتِ کریمہ میں لفظ ''او'' ہے جو تخییر کے لیے آتا ہے۔

تنبیہ

حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ کا سر منڈانا جوؤں کی نا قابل برداشت تکلیف کی بناء پر تھا' یہ غیر اختیاری تھا' اس لیے فدیہ میں انہیں اختیار تھا' چاہیں تو روزہ رکھیں' چاہیں تو مسکینوں کو کھانا کھلائیں' چاہیں تو دم دیں' لیکن اگر کوئی بلا عذر احرام کی حالت میں سر منڈائے گا کل یا چوتھائی تو اس پر دم واجب ہے کہ یہ جرم اختیاری ہے۔

ت٧٨٦ - وَيُذْكَرُ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ وَعَطَاءٍ وَعِكْرِمَةَ مَا كَانَ فِي الْقُرْاٰنِ اَوْ اَوْ فَصَاحِبُهُ بِالْخِيَارِ، وَقَدْ خَيَّرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَعْبًا فِي الْفِدْيَةِ.

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور عطاء اور عکرمہ سے مروی ہے کہ ان لوگوں نے کہا کہ جہاں قرآن میں ''اَوْ' اَوْ'' ہے تو اس کے مامور کو اختیار ہے ان چند چیزوں میں سے جسے چاہے کرے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت کعب بن عجرہ کو فدیہ میں اختیار دیا تھا۔

جیسے یہاں فدیہ میں لفظ ''اَوْ' اَوْ'' ہونے کی وجہ سے اختیار تھا ویسے ہی روزے کے کفارے میں ''اَوْ' اَوْ'' ہے تو اسے اختیار ہے کہ ان تینوں میں سے جو چاہے دے' البتہ قسم کے کفارے میں روزہ رکھنا مشروط ہے کہ جب ان تینوں میں سے کسی کی استطاعت نہ ہو تو روزے کی اجازت ہے۔

٢٨٢١ - عَنْ اَيُّوْبَ قَالَ صِيَامُ ثَلَاثَةِ اَيَّامٍ، وَالنُّسُكُ شَاةٌ، وَالْمَسَاكِيْنُ سِتَّةٌ.

ایوب سختیانی نے کہا کہ روزہ تین دن ہے اور قربانی سے مراد بکری کی قربانی ہے اور صدقہ چھ مسکینوں کو دینا ہے۔

آیت کریمہ میں صرف صیام تھا یا صدقہ یا نسک' یہ تفصیل نہیں تھی کہ کتنے دن کا روزہ ہے اور صدقہ کی مقدار کیا ہے اور قربانی کا جانور کون سا واجب ہے؟ تو حضرت امام بخاری نے ایوب سختیانی کا قول نقل کیا کہ روزہ تین دن ہے اور قربانی بکری کی ہے اور صدقہ چھ مسکینوں کو دینا ہے۔ اسماعیلی[1] کی روایت میں آخر میں یہ ہے کہ ابن عون نے کہا کہ مجاہد نے اس کی تفصیل بیان کی تھی مجھے یاد نہیں تھی۔ میں نے ایوب سے پوچھا تو انہوں نے بتایا کہ روزہ تین دن ہے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ تفصیل مرفوع نہیں۔ امام مجاہد اور ایوب سے موقوفاً مروی ہے لیکن نسائی[2] میں بہ طریق محمد بن سلمہ اور حارث بن مسکین جو روایت ہے اس میں یہ ہے کہ تین دن روزے رکھ دو مسکینوں کو کھانا دے دو دو مد یعنی ہر مسکین کو دو مد یا بکری کی قربانی کر ان میں سے جو بھی کرے گا تو تیرے لیے کافی ہوگا۔

بَابُ صَاعِ الْمَدِيْنَةِ وَمُدِّ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَبَرَكَتِهِ، وَمَا تَوَارَثَ اَهْلُ الْمَدِيْنَةِ مِنْ ذٰلِكَ قَرْنًا بَعْدَ قَرْنٍ (ص ٩٩٣)

مدینہ کا صاع اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مد اور اس کی برکت اور اہل مدینہ کے صاع کا قرناً بعد قرنٍ متوارث ہونا

٢٨٢٢ - قَالَ كَانَ ابْنُ عُمَرَ يُعْطِيْ زَكٰوةَ رَمَضَانَ بِمُدِّ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمُدِّ الْاَوَّلِ، وَفِيْ

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما رمضان کی زکوٰۃ (صدقہ فطر) نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مد سے دیتے تھے پہلے مد سے اور قسم کے کفارے میں بھی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

[1] فتح الباری۔ ج ١١ ص ٥٠٣۔ [2] نسائی۔ ج ٢ ص ٢٧۔ باب: المحرم یوذیہ القمل فی راسہ

كَفَّارَةِ الْيَمِيْنِ بِمُدِّ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. قَالَ اَبُوْ قُتَيْبَةَ قَالَ لَنَا مَالِكٌ مُدُّنَا اَعْظَمُ مِنْ مُدِّكُمْ، وَلَا نَرَى الْفَضْلَ اِلَّا فِيْ مُدِّ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. وَقَالَ لِيْ مَالِكٌ لَوْ جَاءَكُمْ اَمِيْرٌ فَضَرَبَ مُدًّا اَصْغَرَ مِنْ مُدِّ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، بِاَيِّ شَيْءٍ كُنْتُمْ تُعْطُوْنَ؟ قُلْتُ كُنَّا نُعْطِيْ بِمُدِّ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ اَفَلَا تَرٰى اَنَّ الْاَمْرَ اِنَّمَا يَعُوْدُ اِلٰى مُدِّ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟

کے مد سے۔ ابوقتیبہ نے کہا کہ ہم سے مالک نے فرمایا: ہمارا مد تمہارے مد سے برکت میں بڑھا ہوا ہے اور ہم فضیلت نبی ﷺ کے مد ہی میں جانتے ہیں اور مجھ سے مالک نے کہا: اگر تمہارے پاس کوئی بادشاہ آئے اور نبی ﷺ کے مد سے چھوٹا مد مقرر کر دے تو تم لوگ کس سے دوگے؟ میں نے کہا: نبی ﷺ کے مد سے دیں گے تو امام مالک نے کہا: کیا تو نے نہیں دیکھا کہ بات نبی ﷺ کے مد ہی کی طرف لوٹتی ہے۔

مد اور صاع کی پوری تحقیق نزہۃ القاری، ج ۱ ص ۵۱۸۔۵۱۹، رقم: ۱۴۶، میں مذکور ہو چکی ہے۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ نے اپنے عہد میں پیمانوں میں تبدیلی کی تھی۔ نبی ﷺ کے مد سے کچھ بڑا رائج کیا تھا، پھر ہشام بن عبدالملک نے بھی کچھ تبدیلی کے ساتھ صاع اور مد رائج کیا تھا مگر مدینہ طیبہ میں نبی ﷺ ہی کا مد و صاع رائج تھا۔ اب جب تین قسم کے پیمانے رائج تھے تو لامحالہ یہ سوال پیدا ہوگا کہ صدقۂ فطر اور کفارے کس صاع سے ادا کیے جائیں۔ حضرت امام بخاری نے یہ ثابت کرنے کے لیے کہ سب نبی ﷺ کے صاع سے ادا کیے جائیں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا عمل نقل فرمایا اور امام مالک کا قول اور استدلال نقل فرمایا۔ امام مالک کے فرمانے کا حاصل یہ ہے کہ ہمارا مد یعنی جو مدینہ میں رائج ہے نبی ﷺ کا مد تمہارے مد سے برکت اور فضیلت میں بڑھا ہوا ہے اگرچہ تمہارا مد ہمارے مد سے مقدار میں بڑا ہے۔ الزام کے طور پر فرمایا کہ اگر کوئی بادشاہ ایسا مد رائج کرے جو نبی ﷺ کے مد سے مقدار میں چھوٹا ہو تو صدقۂ فطر اور کفارہ کس سے ادا کرو گے۔ ابوقتیبہ نے کہا کہ نبی ﷺ کے مد سے ادا کریں گے۔ امام مالک نے فرمایا کہ اس سے ثابت ہو گیا کہ اعتبار نبی ﷺ کے مد کا ہے تو جیسے جب چھوٹا مد رائج ہو اور اعتبار نبی ﷺ کے مد کا ہے اسی طرح اگر بڑا مد رائج ہو تو بھی اعتبار نبی ﷺ کے مد کا ہوگا۔

بَابُ عِتْقِ الْمُدَبَّرِ وَاُمِّ الْوَلَدِ وَ الْمُكَاتَبِ فِي الْكَفَّارَةِ، وَعِتْقِ وَلَدِ الزِّنَا (ص ۹۹۴)

کفارے میں مدبر اور ام ولد اور مکاتب کو آزاد کرنا اور ولد زنا کا آزاد کرنا

توضیح

کفارے میں غلام آزاد کرنا چاہتا ہے یا لونڈی؟ اور اس کے پاس کوئی مدبر ہے یا مکاتب ہے یا ام ولد ہے اور ان میں سے کسی کو آزاد کیا تو کفارہ ادا ہوا کہ نہیں؟ اس بارے میں علماء کا اختلاف ہے۔ ہمارے نزدیک ام ولد اور مدبر کا آزاد کرنا مطلقاً صحیح ہے، رہ گیا مکاتب تو اگر اس نے بدل کتابت کچھ بھی نہ دیا ہو یا کچھ ادا کیا ہو اور کچھ باقی ہے اور باقی کے ادا کرنے سے عاجز ہے تو اس کا آزاد کرنا بھی صحیح ہے اور اگر مکاتب نے بدل کتابت بہت کچھ ادا کر دیا ہے اور کچھ باقی ہے اور باقی کو ادا کرنے پر قادر ہے اور اسے کفارہ میں آزاد کیا تو کفارہ ادا نہ ہوگا۔ اگر کوئی غلام ولد الزنا ہے تو اس کے آزاد کرنے سے بھی کفارہ ادا ہو جائے گا۔ امام بخاری نے باب کے ثبوت میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث ذکر فرمائی ہے کہ ایک انصاری نے اپنے غلام کو مدبر بنا دیا تھا۔ ان کے پاس سوائے اس کے اور کوئی مال نہیں تھا اس کی خبر نبی ﷺ تک پہنچی تو فرمایا: اس کو مجھ سے کون خریدے گا؟ تو نعیم بن نحام نے آٹھ سو درہم میں خرید لیا۔ اس سے باب کو مناسبت یہ ہے کہ اس غلام کو بیچنے کا جواز اس کی دلیل ہے کہ اس کی رقیت کامل ہے اس لیے کفارے میں اس کو

آزاد کرنا صحیح ہے۔ اسی طرح ام ولد کی رقیت کامل ہے اور اس غلام کی بھی جس نے بدل کتابت کچھ نہیں ادا کیا تو اس کو بھی کفارے میں آزاد کرنا صحیح ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

۸۵- کِتَابُ الْفَرَائِضِ (ص ۹۹۵)

[فرائض کا بیان]

توضیح

''فرائض''، ''فریضہ'' کی جمع ہے، جیسے ''حدیقۃ'' کی جمع ''حدائق''۔ ''فریضۃٌ'' معنی میں ''مفروضہ'' کے ہے۔ یہ اصل میں ''فَرَضٌ'' سے مشتق ہے جس کے معنی قطع اور تقدیر اور بیان کے ہیں، بولتے ہیں: ''فرضت لفلانٍ کذا'' یعنی میں نے اس کو اتنا مال دیا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ''سُوْرَةٌ اَنْزَلْنٰهَا وَفَرَضْنٰهَا'' (النور:۱) یہ ایک سورۃ ہے جسے ہم نے اتارا اور اس میں کچھ احکام بیان کیے۔

اصطلاح شرع میں فرض اس وظیفہ کا نام ہے جو مکلف پر شرعاً لازم کیا گیا ہو، اسی سے فرائض نماز، فرائض زکوٰۃ وغیرہ ہیں۔ میراث کو بھی فرائض کہا جاتا ہے اس لیے کہ یہ وارث کے لیے من جانب اللہ مقرر کردہ ہیں اور اللہ کی کتاب میں بیان کیے ہوئے ہیں اور حصہ مقرر ہے اس میں کمی زیادتی جائز نہیں۔ قرآن کریم میں میراث کے ذکر کے بعد فرمایا: ''فَرِيْضَةً مِّنَ اللّٰهِ'' (النساء:۱۱) یہ اللہ کی طرف سے مقرر کیا ہوا ہے۔

بَابُ [النساء:۱۱ کی تفسیر]

قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى ﴿يُوْصِيْكُمُ اللّٰهُ فِيْٓ اَوْلَادِكُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَيَيْنِ﴾ (النساء:۱۱). (ص ۹۹۵)

اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کا بیان: تمہاری اولاد کے بارے میں اللہ تم کو حکم دیتا ہے کہ مرد کے لیے عورت کا دگنا حصہ ہے۔

توضیح...... (سورۃ النساء میں بارہ اصناف کی میراث کا تذکرہ)

اس باب میں امام بخاری نے سورۂ نساء کی آیت نمبر ۱۱-۱۲ تحریر فرمائی جن میں فرائض کے اُصول مذکور ہیں۔ ان آیتوں میں بارہ اصناف کی میراث مذکور ہے:

(۱) مرد اور عورت جب کہ دونوں عصبہ ہوں مثلاً بیٹا بیٹی، بھائی بہن، ان کا حصہ بیان فرمایا کہ مرد کو عورت کا دگنا حصہ پہلے ملے گا۔

(۲) کسی نے صرف لڑکیاں چھوڑیں یا صرف بہنیں چھوڑیں اگر یہ دو سے زائد ہیں تو ان کو دو ثلث ملے گا۔

(۳) اور اگر یہ ایک ہے تو اس کو میراث کا آدھا ملے گا۔

(۴) اگر میت کے اولاد ہو تو ماں باپ میں سے ہر ایک کو سدس یعنی چھٹا حصہ ملے گا۔

(۵) اگر میت کے اولاد نہ ہو اور اس کے وارث صرف ماں باپ ہوں تو ان کی ماں کو ایک تہائی ملے گا۔

(۶) اس صورت میں اگر اس کے بھائی ہوں تو ماں کو سدس یعنی چھٹا حصہ ملے گا۔

(۷) بیوی مر جائے اور اس کی اولاد نہ ہو تو شوہر کو آدھا حصہ ملے گا۔

(۸) اگر اولاد ہو تو شوہر کو چوتھائی۔

(۹) شوہر مر جائے اور اس کی کوئی اولاد نہ ہو تو بیوی کو چوتھائی ملے گا۔

(۱۰) اگر متوفی شوہر کے اولاد ہو تو بیوی کو آٹھواں حصہ۔

(۱۱) اگر متوفی کلالہ ہو جس کے وارث نہ ماں ہو نہ باپ ہو اور نہ اولاد ماں شریک بھائی یا بہن ہے تو ان میں سے ہر ایک کو چھٹا حصہ ملے گا۔

(۱۲) اگر وہ بھائی بہن ایک سے زیادہ ہوں تو سب ثلث یعنی تہائی حصہ میں شریک ہوں گے' اور جو حصے مقرر ہیں' وہ یہ ہیں۔ نصف' ثلث' ربع' سدس' ثمن۔

اس آیت میں یہ بھی مذکور ہے کہ میت پر اگر قرض ہو یا وہ کوئی صحیح وصیت کر گیا ہے تو ترکہ کی تقسیم پر دین کی ادائیگی اور وصیت مقدم ہوگی۔ احادیث سے ثابت ہے کہ وصیت ایک تہائی یا اس سے کم میں نافذ ہوگی اس سے زائد میں نہیں' نیز یہ بھی ثابت ہوا کہ بہ قدر مسنون تجہیز و تکفین تدفین کا خرچہ سب پر مقدم ہے' پھر دین' پھر وصیت۔

کلالہ

یہ مشتق ہے ''اکـلـیـل'' سے جس کے معنی تاج ہیں جو سر کو ہر طرف سے گھیرے رہتا ہے۔ کلالہ کے وارث اصول و فروع نہیں ہوتے بلکہ اس کے حواشی ہوتے ہیں اس لیے اس کو کلالہ کہا جاتا ہے۔ جمہور اور صحابہ کا مذہب یہ ہے کہ کلالہ سے مراد وہ مرد یا عورت ہے جس کے نہ ماں باپ ہوں اور نہ اولاد۔ یہی ائمہ اربعہ کا مذہب ہے بلکہ بہت سے لوگوں نے اس پر اجماع نقل کیا ہے اور اس آیۂ کریمہ میں یہاں ''اَخٌ'' اور ''اُخْـتٌ'' سے مراد اخیافی ہیں یعنی جن کی ماں ایک ہو باپ دو ہوں۔ اس کی دلیل حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قراءت ہے ''وَلَهٗ اَخٌ او اُخْتٌ مِنْ اُمٍّ'' اس تقدیر پر کلالہ کی تفسیر میں یہ قید بھی بڑھانی ضروری ہوگی کہ ماں باپ اور اولاد کے ساتھ حقیقی بھائی بہن یا علاتی بھائی بہن نہ ہوں۔

بَابُ تَعْلِيْمِ الْفَرَائِضِ (ص ۹۹۵) — فرائض کا سیکھنا

ت۷۸۷ - وَقَالَ عُقْبَةُ بْنُ عَامِرٍ تَعَلَّمُوْا قَبْلَ الظَّانِّيْنَ. يَعْنِي الَّذِيْنَ يَتَكَلَّمُوْنَ بِالظَّنِّ.

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: علم حاصل کرو گمان کرنے والوں سے پہلے یعنی جو لوگ گمان سے کلام کرتے ہیں۔

مراد یہ ہے کہ علم کے مٹنے سے پہلے پہلے علم حاصل کر لو جب علم مٹ جائے گا تو لوگ اپنے گمان سے کلام کریں گے۔ اس میں ''ظن'' سے مراد ایسی بات ہے جو قرآن و حدیث یا قرآن و حدیث سے مستخرج اصول پر مبنی نہ ہو۔

بَابُ قَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا نُوْرَثُ مَا تَرَكْنَا صَدَقَةٌ (ص ۹۹۵)

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اس ارشاد کا بیان: ہمارا کوئی وارث نہیں ہوتا ہم نے جو کچھ چھوڑا صدقہ ہے

۲۸۲۳ - عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا أَنَّ أَزْوَاجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِيْنَ تُوُفِّيَ

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا وصال ہو گیا تو ان کی ازواج نے ارادہ کیا کہ

رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، اَرَدْنَ اَنْ يَّبْعَثْنَ عُثْمَانَ اِلٰى اَبِىْ بَكْرٍ يَسْاَلْنَهٗ مِيْرَاثَهُنَّ، فَقَالَتْ عَائِشَةُ اَلَيْسَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا نُوْرَثُ، مَا تَرَكْنَا صَدَقَةٌ؟

حضرت عثمان کو حضرت ابو بکر کے پاس بھیجیں کہ وہ ابو بکر سے ان کی میراث طلب کریں تو حضرت عائشہ نے فرمایا کہ کیا رسول اللہ ﷺ نے یہ ارشاد نہیں فرمایا ہے کہ ہمارا کوئی وارث نہیں ہوتا، ہم جو کچھ چھوڑیں صدقہ ہے۔

(مسلم۔ کتاب المغازی، ابوداؤد۔ کتاب الخراج، نسائی۔ کتاب الفرائض)

اس مسئلہ پر چوتھی جلد میں کتاب الخمس میں مفصل گفتگو کر چکا ہوں۔ اس حدیث میں ''لا نورث'' جمع متکلم کا صیغہ ہے، لیکن اس سے مراد خاص حضور اقدس ﷺ ہیں۔ اس کی دلیل اسی باب کی دوسری حدیث ہے جس میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

اِنَّا لَا نُوْرَثُ مَا تَرَكْنَا صَدَقَةٌ يُرِيْدُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى الله عليه وسلم عَلَيْهِ وَنَفْسَهٗ.

یعنی ''لا نورث'' سے حضور اقدس ﷺ نے خاص اپنی ذات مراد لی ہے۔ یعنی میرا کوئی وارث نہیں۔

اس سے ثابت ہوا کہ یہ حضور اقدس ﷺ کے خصائص میں سے ہے دیگر انبیاء کرام کے لیے نہیں۔

اشکال

اس پر یہ اشکال ہے کہ اہل اصول وغیرہ کی کتابوں میں یہ حدیث یوں مشہور ہے:

نحن معاشر الانبياء لا نورث. ہم انبیاء کے گروہ ہیں، ہمارا کوئی وارث نہیں ہوتا۔

جواب

سند الحفاظ علامہ ابن حجر عسقلانی نے اس کے جواب میں فرمایا کہ ائمہ کی ایک جماعت نے اس حدیث کا انکار کیا، لیکن اپنی رائے یہ لکھی کہ لفظ ''نحن'' کے ساتھ یہ حدیث مروی نہیں، لیکن نسائی میں اس لفظ کے ساتھ مذکور ہے۔

انا معاشر الانبياء لا نورث. ہم انبیاء کے گروہ ہیں، ہمارا کوئی وارث نہیں ہوتا۔

علاوہ ازیں مسند حمیدی میں بھی اسی لفظ کے ساتھ ہے۔ ہشیم بن کلیب نے اپنی مسند میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے بھی اسی لفظ کے ساتھ روایت کیا۔ نیز طبرانی نے اوسط میں اس کے ہم معنی روایت کیا۔ نیز دار قطنی نے علل میں ام ہانی کی روایت سے، وہ حضرت سیدہ فاطمہ زہراء سے، وہ حضرت ابو بکر صدیق سے اس لفظ کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

ان الانبياء لا يورثون. انبیاء کا کوئی وارث نہیں ہوتا۔

حاصل یہ نکلا کہ یہ حدیث معنی کے اعتبار سے صحیح ہے۔ اس پر بہت بڑا اشکال ہے کہ قرآن مجید میں فرمایا گیا: ''وَوَرِثَ سُلَيْمٰنُ دَاوٗدَ'' (النمل:۱۶) اور سلیمان داؤد کے وارث ہوئے اور حضرت زکریا علیہ السلام کی دعا منقول ہے:

فَهَبْ لِىْ مِنْ لَّدُنْكَ وَلِيًّا ۝ يَّرِثُنِىْ وَيَرِثُ مِنْ اٰلِ يَعْقُوْبَ (مریم:۵-۶)

اور مجھے اپنے پاس سے کوئی ایسا دے جو میرا کام انجام دے ۝ جو میرا اور اولاد یعقوب کا وارث ہو۔

اس کی تاویل ہمارے علماء اہل سنت نے یہ فرمائی کہ اس سے مراد نبوت ہے اور اس آیت کی ابتداء میں جو ہے کہ انہوں نے پہلے یہ عرض کی:

وَاِنِّىْ خِفْتُ الْمَوَالِىَ مِنْ وَّرَآءِىْ (مریم:۵) اور مجھے اپنے بعد اپنے قرابت داروں کا ڈر ہے۔

اس کا ظاہر مفہوم یہ ہے کہ حضرت زکریا علیہ السلام نے یہ اندیشہ ظاہر کیا کہ میرے قرابت دار میرا مال لے لیں گے۔

اقول وباللہ التوفیق: حضرت زکریا علیہ السلام تو نبی تھے۔ ایک شریف انسان جب اس کی کوئی اولاد نہ ہو تو اسے کچھ پرواہ نہیں رہتی کہ میرا مال کون لے رہا ہے؟ خصوصاً اس صورت میں کہ جب اللہ کا حکم ہی یہی ہے کہ جس کے اولاد نہ ہو تو اس کے قرابت دار اس کے مال کے وارث ہوں گے' یہ ڈرنے کی بات نہیں۔ حضرت زکریا علیہ السلام کی مراد یہ تھی کہ مجھے اندیشہ ہے کہ میرے قرابت دار دین میں ردو بدل نہ کریں۔ یہ یقیناً نبی کے لیے بہت بڑے اندیشہ کی بات ہے۔

حاصل

اس کا حاصل یہ نکلا کہ وارث نہ ہونا یہ حضور ﷺ کے خصائص سے نہیں بلکہ تمام انبیاء کرام کو عام ہے۔

دوسرا اشکال

ارشاد ہے: ''یُوْصِیْکُمُ اللّٰہُ فِیْٓ اَوْلَادِکُمْ لِلذَّکَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَیَیْنِ. الایۃ'' تمہاری اولاد کے بارے میں اللہ تم کو حکم دیتا ہے کہ مرد کے لیے عورت کا دگنا حصہ ہے۔ کتاب اللہ کی تخصیص' خبر واحد سے درست نہیں۔ اس کا جواب ہم چھٹی جلد میں تفصیل سے ذکر کر آئے کہ حدیث ''لا نورث ما ترکنا صدقۃ'' خبر واحد نہیں خبر مشہور ہے اور خبر مشہور سے کتاب اللہ کی تخصیص درست۔

بَابُ مِیْرَاثِ الْوَلَدِ مِنْ اَبِیْهِ وَاُمِّهٖ (ص۹۹۷)

باپ اور ماں کی طرف سے ان کے بیٹے کی میراث کا بیان

ت۷۸۸ - وَقَالَ زَیْدُ بْنُ ثَابِتٍ اِذَا تَرَکَ رَجُلٌ اَوِ امْرَاَۃٌ بِنْتًا فَلَهَا النِّصْفُ' وَاِنْ کَانَتَا اثْنَتَیْنِ اَوْ اَکْثَرَ فَلَهُنَّ الثُّلُثَانِ' وَاِنْ کَانَ مَعَهُنَّ ذَکَرٌ بُدِیَ بِمَنْ شَرِکَهُمْ فَیُؤْتٰی فَرِیْضَتَهٗ' فَمَا بَقِیَ فَلِلذَّکَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَیَیْنِ.

اور حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے کہا: جب کوئی مرد یا کوئی عورت ایک بیٹی چھوڑے تو اس کے لیے آدھا ہے۔ اگر دو ہوں یا زیادہ تو ان کے لیے دو ثلث ہے۔ پس اگر ان لڑکیوں کے ساتھ کوئی مرد ہو تو پہلے میراث میں دوسرے شریکوں کو دیا جائے گا اس کے مقررہ حصہ کے مطابق اور جو باقی رہے گا تو مرد کے لیے عورت کا دگنا حصہ۔

متوفی اگر صرف بیٹا اور بیٹی چھوڑے ایک ایک یا کئی کئی تو کل میراث ''للذکر مثل حظ الانثیین'' کے مطابق تقسیم ہوگی یعنی بیٹے کو بیٹیوں کا دگنا' اور اگر بیٹے اور بیٹی کے ساتھ اصحاب فرائض میں سے کوئی ہو تو پہلے ان کا پورا حصہ دیا جائے گا اور جو بچے گا اس میں سے بیٹے کو بیٹیوں کا دگنا' اور بیٹیوں کو بیٹے کا نصف حصہ دیا جائے گا' مثلاً کسی نے ایک ماں چھوڑی اور ایک بیٹا اور ایک بیٹی۔ ماں اصحاب فرائض میں سے ہے اس لیے پہلے ماں کو چھٹا حصہ دیا جائے گا' جو بچے گا اس کے تین حصے کر کے دو حصے بیٹے کو اور ایک حصہ بیٹی کو دیا جائے گا۔ اس صورت میں مسئلہ چھ سے بنے گا' اور اٹھارہ سے تصحیح ہوگی یعنی کل ترکہ کے اٹھارہ حصے کیے جائیں گے۔ اس میں سے ماں کو تین حصے' دس بیٹے کو اور پانچ بیٹی کو دیے جائیں گے۔

۲۸۲۴ - عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْهُمَا' عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَلْحِقُوا الْفَرَائِضَ بِاَهْلِهَا' فَمَا بَقِیَ فَهُوَ لِاَوْلٰی رَجُلٍ ذَکَرٍ.

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: (پہلے) فرائض کو اس کے حق داروں کو دو اور جو باقی رہے وہ سب سے زیادہ قریب مرد کے لیے ہے۔

(مسلم' ابوداؤد' ترمذی' نسائی۔ کتاب الفرائض۔ باب: میراث ابن الابن ص۹۹۶' باب: میراث الجد مع الاب والاخوۃ ص۹۹۷' باب: ابنی

عم احدھما اخ للام والاخر زوج ص۹۹۹)

یعنی ترکہ کی تقسیم کے وقت سب سے پہلے ان رشتہ داروں کو حصہ دیا جائے جن کا حصہ قرآن مجید میں مقرر ہے۔ ان کے دینے کے بعد جو بچے وہ اس مرد کو دیا جائے جو میت کا سب سے زیادہ قریبی رشتہ دار ہو جن کو عصبات کہا جاتا ہے' مثلاً کسی نے انتقال کیا اور ایک ماں' ایک بیٹی اور ایک چچا اور ایک پھوپھی اور ایک چچا کا بیٹا چھوڑا تو پہلے ماں کو ایک سدس دیا جائے گا' پھر بیٹی کو نصف اور جو بچے گا وہ چچا کو ملے گا۔ پھوپھی اور چچا کے لڑکے کو کچھ نہیں ملے گا۔ پھوپھی کو اس لیے کچھ نہیں ملے گا کہ وہ مرد نہیں' عورت ہے اور چچا کے بیٹے کو اس لیے نہیں ملے گا کہ وہ بہ نسبت چچا کے دور ہے۔ چچا اس کی بہ نسبت قریب ہے۔ مسئلہ کی صورت یہ ہوگی: زید نے انتقال کیا' ماں' ایک بیٹی' ایک چچا' ایک پھوپھی' ایک چچا کا بیٹا چھوڑا۔ مسئلہ چھ سے بنے گا یعنی کل ترکہ کے چھ حصے کر کے ایک حصہ ماں کو تین حصے بیٹی کو' دو حصے چچا کو' پھوپھی اور چچا کے لڑکے کو کچھ نہیں ملے گا۔

بَابُ مِيْرَاثِ الْبَنَاتِ (ص۹۹۷)

لڑکیوں کی میراث کا بیان

۲۸۲۵ - عَنِ الْاَسْوَدِ بْنِ يَزِيْدَ قَالَ اَتَانَا مُعَاذُ بْنُ جَبَلٍ بِالْيَمَنِ مُعَلِّمًا اَوْ اَمِيْرًا' فَسَاَلْنَاهُ عَنْ رَجُلٍ تُوُفِّيَ وَتَرَكَ ابْنَتَهُ وَاُخْتَهُ' فَاَعْطَى الْاِبْنَةَ النِّصْفَ وَالْاُخْتَ النِّصْفَ. (بخاری۔ باب: میراث الاخوات مع البنات عصبۃ ص ۹۹۸' ابوداؤد۔ کتاب الفرائض)

حضرت اسود بن یزید نے کہا کہ ہمارے پاس یمن میں تعلیم دینے کے لیے یا امیر کی حیثیت سے حضرت معاذ بن جبل آئے۔ ہم نے ان سے اس شخص کے بارے میں پوچھا کہ جس کی وفات ہو گئی اور اس نے اپنی ایک بیٹی اور ایک بہن چھوڑی ہے تو انہوں نے آدھا بیٹی کو اور آدھا بہن کو دیا۔

اس فیصلہ کی بنیاد اس پر ہے کہ جب میت کی بیٹی کے ساتھ بہن بھی ہو تو بہن عصبہ ہو جاتی ہے جیسا کہ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا ہے: بہنوں کو بیٹیوں کے ساتھ عصبہ کرو۔ بیٹی ذوی الفرائض میں ہونے کی بناء پر نصف پائے گی اور بقیہ جو بچا وہ بہن کا ہے۔ فرض کرو کسی نے انتقال کیا اور دو بیٹیاں ایک بہن چھوڑیں۔ دونوں بیٹیوں میں سے ہر ایک کو ایک ایک ثلث ملے گا اور بہن کو ایک ثلث۔

بَابُ مِيْرَاثِ ابْنِ الْاِبْنِ اِذَا لَمْ يَكُنِ ابْنٌ (ص۹۹۷)

پوتے کی میراث جب کہ بیٹا نہ ہو

ت۷۸۹ - وَقَالَ زَيْدٌ وَلَدُ الْاَبْنَاءِ بِمَنْزِلَةِ الْوَلَدِ اِذَا لَمْ يَكُنْ دُوْنَهُمْ وَلَدٌ' ذَكَرُهُمْ كَذَكَرِهِمْ' وَاُنْثَاهُمْ كَاُنْثَاهُمْ' يَرِثُوْنَ كَمَا يَرِثُوْنَ' وَيَحْجُبُوْنَ كَمَا يَحْجُبُوْنَ' وَلَا يَرِثُ وَلَدُ الْاِبْنِ مَعَ الْاِبْنِ.

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے فرمایا: پوتے بہ منزلہ بیٹے کے ہیں جب کہ ان کے اور میت کے درمیان کوئی بیٹا نہ ہو۔ پوتے بیٹوں کی مثل اور پوتیاں لڑکیوں کی مثل' یہ سب وارث ہوں گے جیسا کہ بیٹے بیٹیاں وارث ہوتی ہیں اور دوسروں کو میراث سے محروم کریں گے جیسا کہ بیٹے اور بیٹیاں کرتے ہیں اور پوتا بیٹے کے ساتھ وارث نہ ہوگا۔

اس تعلیق کو امام سعید بن منصور نے موصولاً روایت کیا ہے۔ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے جو فرمایا ہے' اس پر امت کا اجماع ہے۔

قولہ اذا لم یکن دونھم ولد

یعنی پوتے اور پوتیوں اور میت کے درمیان، میت کا کوئی بیٹا نہ ہو، عام روایتوں میں صرف "ولدٌ" ہے البتہ کشمیہنی کی روایت میں "ولدٌ ذکر" ہے اس لیے ہم نے اس کا ترجمہ بیٹا کیا۔ اس کا مطلب یہ نکلا کہ اگر متوفی کے کوئی بیٹا نہ ہو تو پوتے پوتیاں عصبہ ہوں گے، اور انہیں "للذکر مثل حظ الانثیین" کے حساب سے ترکہ ملے گا، اگرچہ متوفی کی بیٹی موجود ہو، مثلاً کسی نے ایک بیٹی اور پوتا اور ایک پوتی چھوڑی تو نصف بیٹی کو ملے گا اور نصف آخر "للذکر مثل حظ الانثیین" کے مطابق پوتے کو دو حصہ اور پوتی کو ایک ملے گا یعنی کل ترکہ چھ حصے کیا جائے گا۔ تین بیٹی کو، دو پوتے کو، ایک پوتی کو دیا جائے گا۔

بیٹے کے ہوتے ہوئے پوتے اور پوتیاں محروم رہیں گی۔ اس پر آج کل ہندوؤں کے ورغلانے سے نئے تعلیم یافتہ مسلمان بننے والے بھی اعتراض کرتے ہیں کہ ظاہر ہے کہ جب کسی میت کا بیٹا بھی ہو اور پوتا بھی ہو جس کا باپ مر چکا ہو تو وہ زیادہ قابل رحم ہے، اسے آپ لوگ محروم کرتے ہیں اور سب بیٹے کو دیتے ہیں۔ اس پر بڑے لمبے لمبے مقالے لکھے گئے، لمبی لمبی بحثیں ہوئیں لیکن یہ لوگ خاموش نہیں ہوئے۔ میں جب بریلی شریف میں تھا تو علی گڑھ یونی ورسٹی کے ایک پروفیسر صاحب تشریف لائے تھے۔ پہلے انہوں نے اور لوگوں سے گفتگو کی مگر وہ کسی طرح خاموش نہیں ہوئے۔ فر فر بولتے جاتے تھے۔ ایک صاحب ان کو لے کر میرے پاس آئے۔ پروفیسر صاحب نے بڑے زوردار طریقے سے اپنے مدعا کو بیان کیا۔ وہ چپ ہی نہیں ہو رہے تھے۔ میں بار بار ان سے کہتا رہا کہ آپ کا سوال میں سمجھ گیا۔ میری سنیے! لیکن وہ خاموش نہیں ہو رہے تھے۔ آخر میں نے جھنجلا کر کہا کہ جب آپ کو اپنی ہی کہنی ہے میری بات سننی نہیں تو مجلس برخاست کیجیے۔ اس پر وہ جھلائے تو بہت مگر خاموش ہو گئے۔ میں نے ان سے پوچھا کہ میراث کا استحقاق کسی کو اس کی مجبوری یا ضرورت پر ہے یا رشتہ پر۔ انہوں نے فرمایا کہ رشتہ پر، مگر پھر شروع ہو گئے کہ پوتا بھی تو رشتہ دار ہے۔ میت کی نسل سے ہے، اس کا خون ہے۔ میں نے کہا: مجھے ایک منٹ کا اور موقع دیجیے۔ اب میں نے ان سے پوچھا: جب میراث کا استحقاق رشتہ کی بنیاد پر ہے تو کیا ہر رشتہ دار کو میراث ملے گی یا اس میں کچھ تفصیل ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ آپ کا سوال میری سمجھ میں نہیں آیا۔ میں نے کچھ تفصیل سے سوال بیان کیا تو کچھ رکے جھجکے مگر مجبوراً ان کو کہنا پڑا کہ ہر رشتہ دار کو نہیں ملے گی بلکہ خاص خاص رشتہ داروں کو میراث ملے گی۔ میں نے عرض کیا: ان خاص رشتہ داروں کے تعین کے لیے کوئی اصل ہے یا نہیں۔ آدمی بہر حال ذہین تھے۔ اس سوال کے سنتے ہی انہوں نے پینترا بدلا اور پھر بڑے جوش سے انہوں نے تقریر کرنا شروع کر دی۔ میں نے ذرا زوردار آواز میں ان سے پوچھا کہ بتائیے کہ میت کا حقیقی بھائی اپاہج ہے، نادار ہے اور میت کا بیٹا موجود ہے جو کروڑ پتی ہے، لیکن وہ پروفیسر صاحب تھے وہ بھی علی گڑھ یونی ورسٹی کے، مگر ان کے میزبان جو خود ایم اے تھے انہوں نے کہا: پروفیسر صاحب اب خاموش رہیے بات پوری ہو گئی اور مسئلہ صاف ہو گیا۔ میراث کا استحقاق مجبوری اور ضرورت پر نہیں رشتہ پر ہے اور رشتوں میں ترجیح اور اولیت اس کو حاصل ہے جو میت سے زیادہ قریب ہے اور ظاہر ہے کہ بیٹے اور پوتے میں میت سے زیادہ قریب بیٹا ہے۔ پوتا ایک درجہ دور ہے اس لیے بیٹے کے ہوتے ہوئے پوتا کچھ نہیں پائے گا، جیسے کہ بیٹے کے ہوتے ہوئے بھائی کو کچھ نہیں ملے گا۔

بَابُ مِيرَاثِ ابْنَةِ ابْنٍ مَعَ ابْنَةٍ (ص ۹۹۷) — بیٹی کے ساتھ پوتی کی میراث کا بیان

۲۸۲۶ - قَالَ سُئِلَ أَبُو مُوسَى عَنِ ابْنَةٍ وَابْنَةِ ابْنٍ وَأُخْتٍ، فَقَالَ لِلِابْنَةِ النِّصْفُ، وَلِلْأُخْتِ النِّصْفُ، وَأْتِ ابْنَ مَسْعُودٍ فَسَيُتَابِعُنِي، فَسُئِلَ ابْنُ مَسْعُودٍ، وَأُخْبِرَ

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے سوال ہوا کہ اگر کسی متوفی کی ایک بیٹی، ایک پوتی اور ایک بہن ہو تو ترکہ کیسے تقسیم ہوگا؟ تو انہوں نے فرمایا: بیٹی کو آدھا اور بہن کو آدھا اور ابن مسعود کے پاس

بِقَوْلِ اَبِی مُوْسٰی فَقَالَ لَقَدْ ضَلَلْتُ اِذًا وَّمَا اَنَا مِنَ الْمُهْتَدِيْنَ، اَقْضِیْ فِیْهَا بِمَا قَضَی النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لِلْاِبْنَةِ النِّصْفُ، وَلِاِبْنَةِ ابْنِ السُّدُسُ تَکْمِلَةَ الثُّلُثَیْنِ، وَمَا بَقِیَ فَلِلْاُخْتِ، فَاَتَیْنَا اَبَا مُوْسٰی فَاَخْبَرْنَاهُ بِقَوْلِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ، فَقَالَ لَا تَسْاَلُوْنِیْ مَا دَامَ هٰذَا الْحَبْرُ فِیْکُمْ. (ابوداؤد، ترمذی، ابن ماجہ۔ باب: میراث الاخوات مع البنات عصبۃ ص ۹۹۸)

جاؤ مجھے امید ہے کہ وہ بھی یہی فیصلہ کریں گے۔ اب حضرت ابن مسعود سے پوچھا گیا اور انہیں حضرت ابوموسیٰ کی بات بتائی گئی تو انہوں نے فرمایا: ایسا ہے تو میں گم راہ ہو گیا، ہدایت یافتہ لوگوں میں نہ رہا۔ اس بارے میں میں وہی فیصلہ کروں گا جو نبی ﷺ نے فرمایا ہے۔ بیٹی کو نصف اور پوتی کو سدس تا کہ دو ثلث مکمل ہو جائے اور جو بچ رہے وہ بہن کا، اس کے بعد ہم لوگ حضرت ابوموسیٰ کے پاس آئے، ہم نے انہیں ابن مسعود کے قول کی خبر دی۔ انہوں نے فرمایا: جب تک یہ حبر تم میں ہے مجھ سے کچھ مت پوچھنا۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے جو یہ فرمایا: ''لقد ضللت اذا'' وہ اس بنیاد پر فرمایا کہ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے فرمایا تھا کہ ابن مسعود میری اتباع کریں گے چونکہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو اس خصوص میں حضور اقدس ﷺ کا فیصلہ معلوم تھا اس کے باوجود اس کے خلاف قصداً حضرت ابوموسیٰ اشعری کے فیصلے کے مطابق فیصلہ کرتے تو ضرور یہ گم راہی ہوتی۔ صورت مسؤلہ میں تخریج یہ ہوگی: کل ترکہ کے چھ حصے کیے جائیں گے۔ تین بیٹی کو، ایک پوتی کو، دو بہن کو دیے جائیں گے۔

بَابُ مِيْرَاثِ الْجَدِّ مَعَ الْاَبِ وَالْاِخْوَةِ (ص ۹۹۸)

باپ اور بھائیوں کے ساتھ دادا کی میراث کا بیان

ت ۷۹۰- وَقَالَ اَبُوْ بَکْرٍ وَّابْنُ عَبَّاسٍ وَّابْنُ الزُّبَیْرِ اَلْجَدُّ اَبٌ.

اور حضرت ابوبکر و ابن عباس اور ابن زبیر نے فرمایا کہ دادا باپ ہے۔

یعنی جب متوفی کا باپ نہ ہو، دادا ہو تو میراث کے سلسلے میں جو حیثیت باپ کی ہے وہی دادا کی ہوگی۔ یہاں جد سے مراد جد صحیح ہے۔ یہ وہ ہے جس کی میت کی جانب نسبت میں ماں نہ ہو جس کو ہمارے عرف میں دادا کہتے ہیں۔ نانا مراد نہیں۔ عرب میں نانا کو بھی جد کہتے ہیں۔ باپ کی تین حالتیں ہیں۔ صرف فرض جب کہ اولاد ہو۔ اس صورت میں چھٹا حصہ پائے گا۔ فرض اور تعصیب دونوں جب کہ متوفی کے بیٹی یا پوتی ہوں۔ اس صورت میں باپ کو میراث کا نصف ملے گا، وہ اس طرح کہ سدس بحیثیت ذوی الفروض کے اور لڑکی کو نصف اور جو بچا وہ بحیثیت عصبہ کے باپ کو ملے گا۔ حاصل یہ نکلا کہ آدھا بیٹی کو آدھا باپ کو۔ ''تعصیب محض'' جب کہ میت کے نہ بیٹا ہو نہ بیٹی نہ پوتا نہ پوتی۔ جب متوفی کا باپ نہ ہو تو دادا کا بھی یہی حکم ہے مگر چار مسائل میں۔ پہلا: یہ کہ بنی الاعیان اور بنی علات باپ کے ہوتے ہوئے بالاجماع ساقط ہو جاتے ہیں لیکن دادا کے ہوتے ہوئے ساقط نہیں ہوں گے جمہور کے نزدیک، لیکن امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ساقط ہو جائیں گے۔ دوسرا: اگر متوفی کے زوجین میں سے کوئی ہو اور باپ ہو اور ماں تو ماں ثلث مابقی لے گی اور دادا کے ساتھ کل ترکہ کا ثلث۔ تیسرا: باپ کی ماں اور دادی باپ کے ہوتے ہوئے محروم رہیں گی لیکن دادا کے ہوتے ہوئے محروم نہیں رہیں گی۔ چوتھا: ''معتق'' نے ''معتق'' کے باپ اور بیٹے کو چھوڑا تو سدس ولاء باپ کے لیے اور باقی بیٹے کے لیے۔ یہ امام ابویوسف رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب ہے اور طرفین کے نزدیک پوری ولاء بیٹے کے لیے ہے اور اگر مُعتِق نے مُعتَق کے بیٹے اور دادا کو چھوڑا تو بالاتفاق پوری ولاء بیٹے کے لیے ہے۔

ت ۷۹۱- وَقَرَاَ ابْنُ عَبَّاسٍ ﴿یٰبَنِیْٓ اٰدَمَ﴾ (الاعراف:

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس کی دلیل میں دو آیتیں

۲۷﴿وَاتَّبَعْتُ مِلَّةَ اٰبَآئِیْ اِبْرٰهِیْمَ وَاِسْحٰقَ وَیَعْقُوْبَ﴾ (یوسف:۳۸). پڑھیں: یا بنی آدم اور میں نے اپنے آباء کرام ابراہیم اور اسحاق اور یعقوب کی ملت کی پیروی کی۔

توضیح

یعنی تمام انسانوں کو حضرت آدم کا بیٹا کہا گیا حالانکہ وہ موجودہ انسانوں کے دادا ہیں وہ بھی سینکڑوں پشت اوپر' حضرت یوسف علیہ السلام کے باپ حضرت یعقوب ہیں اور حضرت اسحاق دادا اور حضرت ابراہیم پردادا۔ اس سے معلوم ہوا کہ دادا باپ ہے۔

(قَالَ الْبُخَارِیُّ) وَلَمْ یُذْکَرْ اَنَّ اَحَدًا خَالَفَ اَبَا بَکْرٍ فِیْ زَمَانِهٖ، وَاَصْحَابُ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مُتَوَافِرُوْنَ. (امام بخاری نے فرمایا:) اور کہیں مذکور نہیں کہ کسی نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی ان کے زمانے میں مخالفت کی اور اصحاب نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت بہ کثرت تھے۔

توضیح

حضرت امام بخاری رحمہ اللہ یہ افادہ فرمانا چاہتے ہیں کہ حضرت صدیق اکبر کے زمانہ میں صحابہ کرام کا اس پر اجماع سکوتی ہو گیا کہ دادا بہ منزلہ باپ ہے۔

ت۷۹۲ - وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ یَرِثُنِیْ ابْنُ ابْنِیْ دُوْنَ اِخْوَتِیْ وَلَا اَرِثُ اَنَا ابْنَ ابْنِیْ؟ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: میرا پوتا وارث ہوگا نہ میرے بھائی اور میں اپنے پوتے کا وارث نہ ہوں؟

توضیح

کچھ لوگوں نے کہا تھا کہ بھائیوں کے ہوتے ہوئے دادا محروم رہے گا اور کچھ لوگوں نے یہ کہا تھا کہ بھائیوں کے ہوتے ہوئے دادا کے ساتھ بھائیوں کو بھی حصہ ملے گا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما ان دونوں کے رد میں فرماتے ہیں کہ متوفی کے اگر پوتے اور بھائی ہوں تو صرف پوتا پائے گا۔ بھائی بہن نہیں پائیں گے' پھر یہ کیسے معقول ہو سکتا ہے کہ پوتے کے ترکہ سے مجھے حصہ نہ ملے اور پوتے کے بھائیوں کو ملے۔ یہ الٹی بات ہے۔ حاصل یہ نکلا کہ متوفی کے اگر دادا اور بھائی ہوں تو کل میراث دادا کو ملے گی' بھائی محروم ہوں گے۔

ت۷۹۳ - وَیُذْکَرُ عَنْ عُمَرَ وَعَلِیٍّ وَابْنِ مَسْعُوْدٍ وَزَیْدٍ اَقَاوِیْلُ مُخْتَلِفَةٌ. اور حضرت عمر' حضرت علی' وابن مسعود اور زید رضی اللہ عنہم سے روایت کرتے ہوئے مختلف اقوال ذکر کیے جاتے ہیں۔

یہ سارے اقوال مرجوح و متروک ہیں اس لیے ہم ان کے ذکر کرنے سے پرہیز کرتے ہیں۔

۲۸۲۷ - عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ (اِلٰی اِنْ قَالَ) فَاِنَّهٗ اَنْزَلَهٗ اَبًا، اَوْ قَالَ قَضَاهُ اَبًا. حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حضرت ابوبکر نے دادا کو بہ منزلہ باپ کیا' یا راوی نے یہ کہا: حضرت ابوبکر نے فیصلہ فرمایا کہ دادا باپ ہے۔

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا یہ فیصلہ کہ دادا باپ کے نہ ہوتے ہوئے میراث میں باپ کے حکم میں ہے' متعدد صحابہ کرام سے مروی ہے۔ حضرت عبداللہ بن زبیر کا قول مناقب میں گزرا' نیز حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے' نیز حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے بھی' تو حضرت ابن عباس' حضرت ابن زبیر' حضرت عثمان اور حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین یہ چار صحابی ہوئے۔

بَابُ مِيرَاثِ الْمَرْأَةِ وَالزَّوْجِ مَعَ الْوَلَدِ وَغَيْرِهِ (ص ۹۹۸)

عورت اور شوہر کی میراث بیٹے وغیرہ کے ساتھ

۲۸۲۸ - عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَضَى رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي جَنِينِ امْرَأَةٍ مِنْ بَنِي لَحْيَانَ سَقَطَ مَيِّتاً بِغُرَّةٍ عَبْدٍ أَوْ أَمَةٍ، ثُمَّ إِنَّ الْمَرْأَةَ الَّتِي قَضَى عَلَيْهَا بِالْغُرَّةِ تُوُفِّيَتْ، فَقَضَى رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِأَنَّ مِيرَاثَهَا لِبَنِيهَا وَزَوْجِهَا، وَأَنَّ الْعَقْلَ عَلَى عَصَبَتِهَا.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی لحیان کی ایک عورت کے کچے بچے کے بارے میں جو مردہ ساقط ہو گیا تھا یہ فیصلہ فرمایا کہ اس کے خون بہا میں ایک غلام یا ایک باندی دی جائے، پھر وہ عورت جس کے خلاف آپ نے حکم دیا تھا مر گئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا کہ اس کی میراث اس کے بیٹے اور شوہر کے لیے ہے اور خون بہا اس کے عصبہ پر۔

(بخاری۔ کتاب الدیات۔ باب: جنین المرأۃ، مسلم۔ کتاب الحدود، ترمذی۔ کتاب الفرائض، ابوداؤد، نسائی۔ کتاب الدیات)

یہ حدیث کتاب الطب میں گزر چکی ہے اور کتاب الدیات میں آ رہی ہے۔ کتاب الطب میں یہ تفصیل ہے کہ بنی ہذیل کی دو عورتوں نے آپس میں جھگڑا کیا۔ ایک نے دوسری کو پتھر پھینک کر مارا۔ یہ حاملہ تھی، چوٹ کے صدمہ سے اس کا حمل ساقط ہو گیا۔ معاملہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا تو حضور نے یہ فیصلہ فرمایا کہ اس کا خون بہا ایک غلام ہے یا ایک باندی۔ مارنے والی عورت کے باپ بھائی، شوہر نے یہ کہا کہ اس کا خون بہا اس کے بیٹے دیں گے۔ اس پر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فیصلہ فرمایا کہ اس کی میراث اس کے بیٹے اور شوہر کو دی جائے اور دیت بہر حال عصبہ پر ہے۔ عصبہ نے یہ کہا کہ ہمارے پاس کچھ نہیں۔ بنی لحیان کے صدقات وصول ہوں تو ہمیں عطا فرمائیں، چنانچہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا ہی کیا جسے وصول کر کے ان لوگوں نے دیت ادا کی۔ ''غُرّۃٌ'' کے معنی گھوڑے کی پیشانی کی سفیدی، ہر چیز کا ابتدائی اور معظم حصہ، شریف، چہرہ، روشنی، صبح، غلام اور باندی کے ہیں۔ یہاں مراد آخری معنی ہے۔ ''عبدٌ او امۃٌ'' اس کا بیان ہے۔ ''عقل'' معنی مشہور وہ روحانی قوت جس سے شعور ہوتا ہے دل، دیت، یعنی قتل وغیرہ کا مالی معاوضہ جسے خون بہا کہتے ہیں۔

بَابُ ابْنَيْ عَمٍّ أَحَدُهُمَا أَخٌ لِلْأُمِّ، وَالْآخَرُ زَوْجٌ (ص ۹۹۸)

کسی عورت نے چچا کے دو لڑکوں کو چھوڑا، ان میں سے ایک اخیافی بھائی ہے اور دوسرا شوہر ہے

توضیح

یعنی ایک عورت نے اپنے چچا کے لڑکے سے نکاح کیا تھا، وہ مر گئی۔ اس نے اپنے اس شوہر کو چھوڑا اور دوسرے چچا کے لڑکے کو جو اس کا اخیافی بھائی ہے تو ترکہ کیسے تقسیم ہو گا؟

ت ۷۹۴ - وَقَالَ عَلِيٌّ لِلزَّوْجِ النِّصْفُ، وَلِلْأَخِ مِنَ الْأُمِّ السُّدُسُ، وَمَا بَقِيَ بَيْنَهُمَا نِصْفَانِ.

اور سیدنا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ پہلے شوہر کو آدھا دیا جائے گا، پھر اخیافی بھائی کو چھٹا حصہ اور جو بچے گا وہ پھر ان دونوں کے درمیان نصف نصف تقسیم کر دیا جائے گا۔

یعنی چونکہ متوفیہ کی اولاد نہیں اس لیے پہلے شوہر کو نصف دیں گے اور اخیافی بھائی کو سدس، اس لیے کہ دونوں اصحاب فرائض میں سے ہیں۔ اب جو بچا وہ دونوں پر برابر برابر تقسیم کر دیا جائے گا اس لیے کہ دونوں چچا کے بیٹے ہونے کی وجہ سے عصبہ ہیں۔ مسئلہ کا

استخراج چھ سے کیا جائے گا' چھ میں سے تین شوہر کو اور ایک اخیافی بھائی کو۔ اب جو دو بچا وہ ایک ایک دونوں کو دیا جائے گا۔ اس طرح ان میں جو شوہر ہے اس کو چھ میں سے چار ملے گا اور جو اخیافی بھائی ہے اس کو چھ میں سے دو ملے گا۔

بَابُ مِيْرَاثِ الْمُلَاعَنَةِ (ص۹۹۹) جس عورت سے لعان کیا گیا ہے اس کی میراث کا بیان

۲۸۲۹ - عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّ رَجُلًا لَاعَنَ اِمْرَاَتَهٗ فِيْ زَمَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَانْتَفٰى مِنْ وَلَدِهَا' فَفَرَّقَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَهُمَا' وَاَلْحَقَ الْوَلَدَ بِالْمَرْاَةِ.

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانہ میں ایک شخص نے اپنی بیوی سے لعان کیا اور اس کے لڑکے سے انکار کر گیا تو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان دونوں کے درمیان تفریق کر دی اور لڑکے کو عورت کے ساتھ لاحق کر دیا۔

یعنی یہ حکم فرمایا کہ اس کا نسب باپ سے ثابت نہیں' ایسی صورت میں یہ بچہ صرف اپنی ماں کی میراث میں حق دار ہوگا' باپ کی میراث میں نہیں' اسی طرح اس کی میراث صرف ماں پائے گی باپ نہیں پائے گا۔

بَابُ الْوَلَدُ لِلْفِرَاشِ' حُرَّةً كَانَتْ اَوْ اَمَةً (ص۹۹۹) لڑکا صاحب فراش کے لیے ہے اس کی ماں آزاد ہو یا باندی ہو

۲۸۳۰ - عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ زِيَادٍ اَنَّهٗ سَمِعَ اَبَا هُرَيْرَةَ' عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَلْوَلَدُ لِصَاحِبِ الْفِرَاشِ.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا کہ بچہ صاحب فراش کے لیے ہے۔

یعنی ایک عورت کسی کے نکاح میں ہے یا باندی کسی کی ملکیت میں ہے اور ان دونوں کے بچہ پیدا ہوا اور کسی نے دعویٰ کیا کہ میں نے اس کی ماں سے زنا کیا ہے یہ بچہ میرا ہے یا خود بچے کی ماں نے کہا کہ یہ بچہ میرے شوہر اور میرے مالک کا نہیں' فلاں کا ہے' بلکہ اگر شوہر بھی کہے کہ یہ بچہ میرا نہیں' اور لعان نہ ہو تو ان تمام صورتوں میں حکم یہی دیا جائے گا کہ بچہ شوہر یا باندی کے مالک کا ہے۔ اسی سے اس کا نسب ثابت ہوگا۔ ہاں! اگر شوہر نے یہ دعویٰ کیا کہ یہ بچہ میرا نہیں اور عورت نے کہا کہ اسی کا ہے۔ معاملہ قاضی کے یہاں گیا۔ قاضی نے بہ طریق شرعی لعان کرایا اور دونوں میں تفریق کا حکم دیا اور باپ سے بچے کے نسب کی نفی کا حکم دیا تو بچے کا نسب باپ سے ثابت نہ ہوگا۔

علامہ ابن عبدالبر نے فرمایا کہ حدیث ''الولد للفراش'' نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے مروی صحیح ترین احادیث میں سے ایک ہے' یہ بیس سے زائد صحابہ کرام سے مروی ہے۔ اس میں سب سے بڑی حکمت بچہ سے اور اس کی ماں سے عار دفع کرنا ہے' نیز بچہ کو ضائع ہونے سے بچانا ہے۔

بَابُ الْوَلَاءُ لِمَنْ اَعْتَقَ' وَمِيْرَاثُ اللَّقِيْطِ (ص۹۹۹) ولاء اس کے لیے ہے جس نے آزاد کیا اور لقیط کی میراث کا بیان

توضیح

ابھی گزرا کہ اگر کسی نے کسی غلام کو آزاد کیا تو غلام کی میراث آزاد کرنے والا پائے گا۔ لقیط اس بچے کو کہتے ہیں جس کو اس کے گھر والوں نے اپنی تنگ دستی یا بدنامی کے خوف سے پھینک دیا ہو۔ لقیط کے جملہ اخراجات کھانا' کپڑا' رہنے کا مکان' دوا' علاج یہ سب

بیت المال کے ذمہ ہے اور لقیط مر جائے اور کوئی وارث نہ ہو تو میراث بھی بیت المال میں دی جائے گی۔

ت۷۹۵- وَقَالَ عُمَرُ اَللَّقِيطُ حُرٌّ. حضرت عمر رضی اللہ نے فرمایا کہ لقیط آزاد ہے۔

اسی سے ضمناً ثابت ہوتا ہے کہ اگر بہ طریق شرعی ثابت ہو جائے کہ لقیط کا کوئی وارث ہے تو لقیط کی میراث اس وارث کو ملے گی' اور اگر یہ ثابت نہ ہو سکے تو اس کی میراث بیت المال میں جائے گی جیسا کہ آزاد کا حکم ہے۔ اگر وہ بالفرض غلام ہوتا تو اس کی ساری کمائی آقا کو ملتی۔ میراث کا سوال ہی نہیں ہوتا اور اگر آقا اسے آزاد کر دیتا پھر وہ مرتا تو اس کا وارث آزاد کرنے والا آقا ہوتا۔

۲۸۳۱- عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّمَا الْوَلَاءُ لِمَنْ اَعْتَقَ. حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ولاء اس کے لیے ہے جس نے آزاد کیا۔

بَابُ مِيرَاثِ السَّائِبَةِ (ص۹۹۹) سائبہ کی میراث کا بیان

توضیح

سائبہ وہ غلام ہے جس سے اس کے مالک نے یوں کہا ہو: ''لا ولاء لا حد علیك'' یا اس سے کہا: ''انت سائبة'' یا کہے ''اعتقتك سائبة'' یا کہے: ''وانت حرٌّ سائبة'' پہلے دو صیغوں سے اس کی نیت آزاد کرنے کی تھی تو غلام آزاد ہو جائے گا اور بعد کے دو صیغوں سے نیت کی حاجت نہیں۔

۲۸۳۲- عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ اِنَّ اَهْلَ الْاِسْلَامِ لَا يُسَيِّبُوْنَ وَاِنَّ اَهْلَ الْجَاهِلِيَّةِ كَانُوْا يُسَيِّبُوْنَ. حضرت عبداللہ بن مسعود سے مروی ہے: انہوں نے فرمایا کہ اہل اسلام سائبہ نہیں بناتے اور اہل جاہلیت بناتے تھے۔

یہ حدیث مختصر ہے۔ اسماعیلی نے مفصل یوں روایت کیا کہ ایک شخص حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ کی خدمت میں آیا اور اس نے کہا: میں نے ایک غلام کو سائبہ کے طور پر آزاد کیا تھا اور وہ مر گیا اور اس نے کچھ مال چھوڑا ہے اور اس کا کوئی وارث نہیں تو حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ نے فرمایا کہ اہل اسلام سائبہ نہیں بناتے' اور اہل جاہلیت سائبہ بناتے تھے اور تو اس کا ولی نعمت ہے' اس لیے تیرے لیے اس کی میراث ہے۔

بَابُ اِذَا اَسْلَمَ عَلٰى يَدَيْهِ (ص۱۰۰۰) جو کسی کے ہاتھ پر مسلمان ہوا

ت۷۹۶- وَكَانَ الْحَسَنُ لَا يَرٰى لَهٗ وِلَايَةً. اور حضرت امام حسن بصری اس کے لیے ولاء کا حق نہیں مانتے تھے۔

ان کی دلیل حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد تھا: ''اَلْوَلَاءُ لِمَنْ اَعْتَقَ''۔

ت۷۹۷- وَيُذْكَرُ عَنْ تَمِيمٍ الدَّارِيِّ رَفَعَهٗ قَالَ هُوَ اَوْلَى النَّاسِ بِمَحْيَاهُ وَمَمَاتِهٖ. اور حضرت تمیم داری رضی اللہ سے روایت کرتے ہوئے ذکر کیا جاتا ہے کہ انہوں نے مرفوعاً روایت کیا کہ وہ اس شخص کی زندگی اور موت کا سب سے زیادہ مستحق ہے۔

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ کافر جس شخص کے ہاتھ پر مسلمان ہو اس کی ولاء اس سے ثابت ہو جاتی ہے' یہاں تک کہ اگر یہ نو مسلم مر جائے اور اس کا کوئی وارث نہ ہو تو جس شخص کے ہاتھ پر اس نے اسلام قبول کیا تھا وہی وارث ہوگا۔

(قَالَ الْبُخَارِيُّ) وَاخْتَلَفُوْا فِيْ صِحَّةِ هٰذَا الْخَبَرِ. (امام بخاری نے کہا:) اور لوگوں نے اس خبر کے صحیح ہونے میں اختلاف کیا۔

علامہ عینی نے پوری تفصیل کے ساتھ اس کی صحت کے منکرین اور مثبتین کے اقوال نقل فرمائے ہیں اور آخر میں ثابت فرمایا ہے کہ راجح یہی ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے' اسی پر احناف کا عمل ہے۔

بَابُ مَوْلَى الْقَوْمِ مِنْ اَنْفُسِهِمْ، وَابْنُ الْاُخْتِ مِنْهُمْ (ص ۱۰۰۰)

قوم کا آزاد کردہ غلام انہیں میں سے ہے اور بہن کا بیٹا بھی انہیں میں سے ہے

۲۸۳۳ - عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَوْلَى الْقَوْمِ مِنْ اَنْفُسِهِمْ. اَوْ كَمَا قَالَ.

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قوم کا آزاد کردہ غلام انہیں میں سے ہے یا اسی کے ہم معنی فرمایا۔

۲۸۳۴ - عَنْ اَنَسٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِبْنُ اُخْتِ الْقَوْمِ مِنْهُمْ، اَوْ مِنْ اَنْفُسِهِمْ.

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قوم کا بھانجا انہیں میں سے ہے۔

یعنی جب متوفی کے کوئی صاحب فرض اور عصبہ نہ ہو اور بھانجا سے اقرب کوئی ذوی الارحام' تو بھانجا میراث پائے گا۔

بَابُ مِيْرَاثِ الْاَسِيْرِ (ص ۱۰۰۰)

قیدی کی میراث کا بیان

توضیح

اس سے مراد وہ قیدی ہے جو کفار کے ہاتھ میں مقید ہے چونکہ اس کے بارے میں یہ بھی احتمال ہے کہ ظالم اسے شہید کر چکے ہوں اور یہ بھی احتمال ہے کہ وہ زندہ ہو تو اب اشکال یہ ہوتا ہے کہ اس کی میراث تقسیم کی جائے یا نہ تقسیم کی جائے۔ حضرت سعید بن مسیب سے دونوں روایتیں ہیں اور یہی حال حضرت امام زہری کا ہے۔ نیز امام زہری کا ایک قول یہ ہے کہ اسیر کو صرف ثلث ملے گا۔ ابن بطال نے اکثر علماء کا یہ مذہب نقل فرمایا کہ اسیر جب کسی میراث کا مستحق ہو تو اس کا حق موقوف رکھا جائے گا اس لیے کہ قیدی کی دو صورتیں ہیں۔ ایک یہ کہ یہ معلوم ہے کہ وہ زندہ ہے اور فلاں جگہ ہے' اور یہ بھی معلوم ہے کہ وہ مرتد نہیں ہوا ہے اس لیے وہ عام مسلمانوں کی طرح ہے اور اگر یہ معلوم ہے کہ وہ مرتد ہو گیا تو اس کے مال میں مرتد کے احکام جاری کیے جائیں گے اور اگر کچھ خبر نہ ہو کہ زندہ ہے یا مرگیا ہے اور کہاں ہے تو وہ مفقود ہے' اس پر مفقود کے احکام جاری ہوں گے۔

ت۷۹۸ - وَكَانَ شُرَيْحٌ يُوَرِّثُ الْاَسِيْرَ فِيْ اَيْدِى الْعَدُوِّ، وَيَقُوْلُ هُوَ اَحْوَجُ اِلَيْهِ.

اور قاضی شریح اس قیدی کو وارث بناتے تھے جو دشمن کے قبضہ میں ہو اور کہتے تھے: وہ میراث کا زیادہ محتاج ہے۔

ت۷۹۹ - وَقَالَ عُمَرُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيْزِ اَجِزْ وَصِيَّةَ الْاَسِيْرِ وَعَتَاقَهُ، وَمَا صَنَعَ فِيْ مَالِهِ، مَا لَمْ يَتَغَيَّرْ عَنْ دِيْنِهِ، فَاِنَّمَا هُوَ مَالُهُ يَصْنَعُ فِيْهِ مَا يَشَاءُ.

اور حضرت عمر بن عبدالعزیز نے فرمایا: اسیر کی وصیت اور اس کے آزاد کرنے کو نافذ کر دیا اپنے مال میں جو بھی کرے سب نافذ کرو جب تک دین نہ بدلے اس لیے کہ وہ اس کا مال ہے اس میں جو چاہے کرے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

۸۶ - كِتَابُ الْحُدُوْدِ (ص ۱۰۰۱)

حدود کا بیان

توضیح

"حدود"، "حد" کی جمع ہے اس کے اصل معنی روکنے اور منع کرنے کے ہیں۔ اسی وجہ سے دربان کو حداد بھی کہا جاتا ہے اس لیے کہ وہ لوگوں کو اندر آنے سے روکتا ہے اور شریعت میں حد کچھ مخصوص گناہوں پر من جانب شرع مقررہ سزا کو کہتے ہیں۔ اس کا فائدہ لوگوں کو اس گناہ سے روکنا ہے جس کی یہ سزا ہے بلکہ بہ نظر دقیق ہر گناہ سے روکنا ہے کہ جب ایک چور کا ہاتھ کاٹا گیا اور لوگوں کو معلوم ہے کہ زنا کی سزا یہ ہے شراب پینے کی سزا یہ ہے تو لوگ یقیناً ڈریں گے۔

حدود کفارہ ہیں

عام کتب اصول وفقہ میں یہی ہے کہ حدود کفارہ نہیں حتیٰ کہ بہارِ شریعت حصہ نہم صفحہ ۸۱ میں بھی یہی ہے۔ اسی بناء پر ہم نے جلد اول میں اس کی تائید میں پورا زور دیا ہے لیکن جلد اول چھپنے کے بعد مجدد اعظم اعلیٰ حضرت احمد رضا قدس سرہ کا یہ ارشاد نظر سے گزرا کہ حد اس گناہ سے پاک کر دینے کی ہوتی ہے[۱] اور الملفوظ میں ہے: حد سے پاک ہو جاتا ہے قصاص سے نہیں۔

(الملفوظ۔ ج ۱ ص ۶۵)

اس ارشاد کے بعد میرے لیے دوسرے قول کی گنجائش نہیں اس کی دلیل حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے کہ فرمایا: "ومن اصاب من ذلك شيئا فعوقب به فهو كفارة له"[۲] اور جس نے اس میں سے کسی چیز کا ارتکاب کیا پھر اسے اس کی سزا دے دی گئی تو وہ اس کے لیے کفارہ ہے اور کتاب الحدود باب: "توبة السارق" میں یہ زائد ہے "وطهور" اور پاک کرنے والی ہے۔

بَابُ الزِّنَا وَشُرْبِ الْخَمْرِ (ص ۱۰۰۱) — زنا اور شراب پینے کا بیان

۸۰۰ - وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ يُنْزَعُ مِنْهُ نُوْرُ الْاِيْمَانِ فِي الزِّنَا

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: زنا کرنے سے نورِ ایمان نکال لیا جاتا ہے۔

امام ابوبکر بن ابی شیبہ نے کتاب الایمان میں سند متصل کے ساتھ مفصل یوں روایت کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اپنے

---

۱ فتاوی رضویہ۔ ج ۵ ص ۹۸۱

۲ بخاری کتاب الایمان۔ کتاب مناقب الانصار۔ کتاب المغازی۔ کتاب الحدود۔ کتاب الاحکام، مسلم۔ کتاب الحدود، ترمذی، نسائی، سنن دارمی

ایک ایک غلام کو بلاتے اور فرماتے: کیا میں تمہاری شادی نہ کردوں؟ جو بندہ بھی زنا کرے گا اللہ اس سے ایمان کا نور نکال دے گا' نیز حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما ہی سے اس مضمون کی حدیث مرفوع بھی مروی ہے جسے امام طبری نے روایت کیا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے: انہوں نے کہا کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جو زنا کرے گا اللہ تعالیٰ اس کے دل سے ایمان کا نور نکال لے گا چاہے تو لوٹا ئے چاہے نہ لوٹائے۔

بَابُ مَا جَاءَ فِي ضَرْبِ شَارِبِ الْخَمْرِ (ص ۱۰۰۲)

شراب پینے والوں کو مارنے کا بیان

۲۸۳۵ - عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ضَرَبَ فِي الْخَمْرِ بِالْجَرِيْدِ وَالنِّعَالِ، وَجَلَدَ أَبُوْ بَكْرٍ أَرْبَعِيْنَ.

(مسلم' ابوداؤد' ترمذی' ابن ماجہ۔ کتاب الحدود)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے شراب پینے کی سزا میں کھجور کی ٹہنیوں اور جوتوں سے مارا اور حضرت ابوبکر نے چالیس کوڑے مارے۔

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ شراب کی حد چالیس کوڑے مارتے تھے اور یہی حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے ابتدائی زمانہ میں بھی تھا۔ پھر ایک بار حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس مسئلہ میں صحابہ کرام سے مشورہ طلب کیا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جب شراب پئے گا تو اسے نشہ آئے گا اور جب نشہ آئے گا تو بکواس کرے گا اور جب بکواس کرے گا تو افتراء کرے گا اور مفتری پر اسی کوڑے ہیں تو حضرت عمر نے حضرت علی کو حکم دیا کہ اسے اسی کوڑے ماریں۔ چنانچہ انہوں نے اسی کوڑے مارے اور یہ واقعہ صحابہ کرام کے مجمع عام میں ہوا تھا۔ کسی نے اس کی مخالفت نہیں کی تو اس پر قریب قریب اجماع سکوتی ہو گیا۔

بَابُ الضَّرْبِ بِالْجَرِيْدِ وَالنِّعَالِ (ص ۱۰۰۲)

شرابی کو کھجور کی ٹہنی اور جوتوں سے مارنا

۲۸۳۶ - عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ أُتِيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِرَجُلٍ قَدْ شَرِبَ، قَالَ اضْرِبُوْهُ. قَالَ أَبُوْ هُرَيْرَةَ فَمِنَّا الضَّارِبُ بِيَدِهِ، وَالضَّارِبُ بِنَعْلِهِ، وَالضَّارِبُ بِثَوْبِهِ، فَلَمَّا انْصَرَفَ، قَالَ بَعْضُ الْقَوْمِ أَخْزَاكَ اللَّهُ، قَالَ لَا تَقُوْلُوْا هٰكَذَا، لَا تُعِيْنُوْا عَلَيْهِ الشَّيْطَانَ. (ابوداؤد۔ کتاب الحدود)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک شخص کو لایا گیا جو شراب پیے ہوئے تھا' فرمایا: اس کو مارو۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ہم میں سے کچھ لوگ اپنے ہاتھ سے اسے مار رہے تھے اور کچھ لوگ اپنی چپل سے اور کچھ لوگ اپنے کپڑے سے' جب وہ پلٹنے لگا تو کسی نے کہا: تجھ کو اللہ رسوا کرے۔ حضور نے فرمایا: ایسا مت کہو اس پر شیطان کو مدد مت دو۔

یہ کون شخص تھا؟ یہ متعین نہیں ہو سکا۔ اس پر دعاء بد کرنے سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اس لیے منع فرمایا کہ اس کا اندیشہ تھا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے جس پر دعاء بد کی گئی اس سے اس کے دل میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے نفرت پیدا ہو جائے۔

۲۸۳۷ - سَمِعْتُ عُمَيْرَ بْنَ سَعِيْدٍ النَّخَعِيَّ قَالَ سَمِعْتُ عَلِيَّ بْنَ أَبِي طَالِبٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ مَا كُنْتُ لِأُقِيْمَ حَدًّا عَلَى أَحَدٍ فَيَمُوْتَ، فَأَجِدَ فِي نَفْسِي، إِلَّا صَاحِبَ الْخَمْرِ، فَإِنَّهُ لَوْ مَاتَ وَدَيْتُهُ، وَذٰلِكَ أَنَّ رَسُوْلَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يَسُنَّهُ.

حضرت عمیر بن سعید نخعی نے کہا کہ میں نے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے سنا کہ میں کسی پر حد قائم کرتا اور مر جاتا تو اس سے میرے جی میں کوئی خدشہ نہیں پیدا ہوتا سوائے شرابی کے اگر وہ مر جاتا تو میں اس کی دیت دیتا اور یہ اس لیے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی حد مقرر نہیں فرمائی۔

(مسلم' ابوداؤد' ابن ماجہ)

صحیح یہی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے شرابی کی حد مقرر نہیں فرمائی' لیکن طحاوی میں بہ طریق داناج عن حصین بن منذر الرقاشی' حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قول مذکور ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے شراب میں چالیس کوڑے مارے اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے بھی چالیس کوڑے مارے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کو اسی پورا کیا اور سب سنت ہے۔ ابوداؤد میں بھی اسی کے ہم معنی ہے۔ حضرت امام طحاوی نے اس حدیث پر بہت طویل کلام فرمایا ہے اور اسے معلول قرار دیا ہے۔

٢٨٣٨ - ح: [حَدَّدَ عُمَرُ حَدَّ الشَّرَابِ مِنْ اَرْبَعِيْنَ اِلٰى ثَمَانِيْنَ جَلْدَةً]

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے شراب کی حد چالیس سے اسی تک مقرر فرمائی

٢٨٣٨ - عَنِ السَّائِبِ ابْنِ يَزِيْدَ قَالَ كُنَّا نُؤْتٰى بِالشَّارِبِ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاِمْرَةِ اَبِيْ بَكْرٍ وَصَدْرًا مِّنْ خِلَافَةِ عُمَرَ' فَنَقُوْمُ اِلَيْهِ بِاَيْدِيْنَا وَ نِعَالِنَا وَاَرْدِيَتِنَا' حَتّٰى كَانَ اٰخِرُ اِمْرَةِ عُمَرَ' فَجَلَدَ اَرْبَعِيْنَ' حَتّٰى اِذَا عَتَوْا وَفَسَقُوْا جَلَدَ ثَمَانِيْنَ.

حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ کے عہد مبارک میں اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت میں اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت کے شروع میں ہم شرابی کو لاتے تو ہم اسے اپنے ہاتھوں' چپلوں اور چادروں سے مارتے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی خلافت کے آخری دور میں چالس کوڑے مارے۔ اس کے باوجود جب لوگوں نے سرکشی کی اور شراب پی تو اسی کوڑے مارے۔

امام عبدالرزاق نے عبید بن عمیر سے اسی مضمون کی حدیث روایت کی ہے۔ اس کے آخر میں یہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے شراب کی حد چالیس کوڑے مقرر کی' جب دیکھا کہ باز نہیں رہتے تو ساٹھ کوڑے کر دیا۔ جب دیکھا کہ باز نہیں آتے تو اسی کوڑے کر دیئے اور فرمایا: حدود میں یہ سب سے کم درجہ کی ہے۔ علامہ بدرالدین محمود عینی نے فرمایا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اگر آج کے زمانے میں ہوتے تو اسی کے دوگنا کوڑے مارتے۔

میں کہتا ہوں: اگر آج کے زمانے میں ہوتے تو کیا کرتے یہ پوشیدہ نہیں۔

بَابُ مَا يُكْرَهُ مِنْ لَعْنِ شَارِبِ الْخَمْرِ' وَاَنَّهٗ لَيْسَ بِخَارِجٍ مِّنَ الْمِلَّةِ (ص ١٠٠٢)

شرابی کو لعنت کرنا ناپسندیدہ ہے اور یہ کہ وہ مذہب سے خارج نہیں

٢٨٣٩ - عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ اَنَّ رَجُلًا عَلٰى عَهْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ اسْمُهٗ عَبْدَ اللّٰهِ' وَكَانَ يُلَقَّبُ حِمَارًا' وَكَانَ يُضْحِكُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ' وَكَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ جَلَدَهٗ فِي الشَّرَابِ' فَاُتِيَ بِهٖ يَوْمًا فَاَمَرَ بِهٖ فَجُلِدَ' فَقَالَ رَجُلٌ مِّنَ الْقَوْمِ اَللّٰهُمَّ الْعَنْهُ' مَا اَكْثَرَ مَا يُؤْتٰى بِهٖ؟ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَلْعَنُوْهُ' فَوَاللّٰهِ مَا عَلِمْتُ اِلَّا اَنَّهٗ يُحِبُّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ.

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ کے زمانہ میں ایک صاحب تھے جن کا نام عبداللہ تھا اور لقب حمار۔ وہ رسول اللہ ﷺ کو ہنسا دیا کرتے تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے ان کو شراب کی سزا میں کوڑے مارے' اس کے بعد ایک دن پھر لائے گئے۔ حضور نے ان کے بارے میں حکم دیا تو پھر ان کو کوڑا مارا گیا۔ ایک شخص نے کہا: اے اللہ! اس پر لعنت کر۔ کتنی کثرت سے لایا جاتا ہے۔ اس پر نبی ﷺ نے فرمایا: اس پر لعنت مت کر۔ بخدا! اس کے بارے میں جو میں جانتا ہوں وہ یہ ہے کہ اللہ اور اس کے

رسول سے محبت کرتا ہے۔

کسی کا برا لقب رکھنا منع ہے۔ ارشاد ہے: "وَلَا تَنَابَزُوْا بِالْأَلْقَابِ" (الحجرات:۱۱) ایک دوسرے کے بُرے نام نہ رکھو پھر ان کا لقب اس عہد مبارک میں حمار کیسے تھا؟ برا لقب رکھنا ایذا اور اہانت کا سبب ہوتا ہے لیکن کبھی کبھی اس قسم کے نام کسی خاص وجہ سے لوگوں کو پیارے ہو جاتے ہیں، مثلاً کسی دینی بزرگ نے یہ لقب رکھ دیا جیسے امیر المؤمنین، مولی المسلمین حضرت علی رضی اللہ عنہ کا نام حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوتراب رکھا۔ ظاہر ہے کہ معنی لغوی کے اعتبار سے یہ جملہ توہین کا ہے، لیکن حضرت علی رضی اللہ عنہ کو یہ نام سب سے زیادہ پسند تھا۔ اسی قبیل سے ابو ہریرہ ہے۔ ذات النطاقین عرب کے عرف میں توہین کا لفظ تھا، لیکن جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کو ذات النطاقین کہہ دیا یہ ان کے لیے سرمایۂ افتخار ہو گیا۔ اسی طرح امکان ہے کہ ہو سکتا ہے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ان کو حمار فرما دیا ہو یا کسی اور معزز نے حمار کہہ دیا ہو جس کی وجہ سے انہیں یہ نام پسند آ گیا۔

کیوں ہنس کے کہہ دیا میرے در کا فقیر ہے میرا مزاج اور بھی شاہانہ ہو گیا

علامہ ابن عبد البر نے فرمایا کہ ہو سکتا ہے حضرت عقبہ بن حارث کی حدیث میں[1] ابن النعیمان مبہم آیا تھا ہو سکتا ہے وہ یہی عبد اللہ ہوں۔ علامہ کرمانی نے کہا کہ یہ کسی دکاندار کے یہاں سے گھی کا کپہ یا شہد کا کپہ لے آتے اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ہدیہ پیش کر دیتے اور جب دکان دار تقاضا کے لیے ان کے پاس آتا تو اسے لے کر خدمت اقدس میں حاضر ہوتے عرض کرتے: یا رسول اللہ! اسے قیمت دے دیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسکرا دیتے اور حکم دیتے کہ اس کی قیمت ادا کی جائے۔ اس حدیث کو ابو یعلیٰ موصلی نے زید بن اسلم سے روایت کیا۔

بَابُ السَّارِقِ حِيْنَ يَسْرِقُ (ص ۱۰۰۲)

چور جب چوری کرتا ہے تو وہ مسلمان رہتا ہے یا نہیں؟

۲۸۴۰ - عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَزْنِي الزَّانِي حِيْنَ يَزْنِي وَهُوَ مُؤْمِنٌ، وَلَا يَسْرِقُ حِيْنَ يَسْرِقُ وَهُوَ مُؤْمِنٌ.

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: زانی زنا نہیں کرتا اس حال میں کہ وہ مومن ہو اور چور چوری نہیں کرتا اس حال میں کہ وہ مومن ہو۔

(بخاری۔ کتاب المحاربین۔ باب: اثم الزناۃ ص ۱۰۰۶، نسائی۔ کتاب الرجم)

محاربین میں یہ زیادہ ہے: اور کوئی قاتل قتل نہیں کرتا اس حال میں کہ وہ مومن ہو۔ عکرمہ نے کہا کہ میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے پوچھا: اس سے ایمان کیسے نکل جاتا ہے؟ فرمایا: ایسے، اور انگلیوں کو ایک دوسرے میں گتھ لیا، پھر ان کو علیحدہ کر دیا۔ اب اس کے بعد اگر توبہ کرتا ہے تو ایمان لوٹ آتا ہے، اور انگلیوں کو آپس میں گتھ لیا۔

اس حدیث پر پوری بحث کتاب المظالم میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں گزر چکی ہے۔ یہ بھی مراد ہو سکتی ہے کہ کامل الایمان ہوتے ہوئے کوئی ان گناہوں کا ارتکاب نہیں کر سکتا، یا یہ کہ مومن کی یہ شان نہیں کہ ان گناہوں کا ارتکاب کرے۔

بَابُ لَعْنِ السَّارِقِ إِذَا لَمْ يُسَمَّ (ص ۱۰۰۳) بغیر نام لیے ہوئے چور پر لعنت کرنا

۲۸۴۱ - عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَعَنَ اللّٰهُ السَّارِقَ، يَسْرِقُ الْبَيْضَةَ فَتُقْطَعُ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ چور پر لعنت کرے۔ بیضہ چراتا ہے تو اس کا ہاتھ

---

[1] نزہۃ القاری۔ کتاب الوکالۃ۔ ج ۳، ص ۵۲۳، رقم: ۱۲۰۴..... میں یہ حدیث گزر چکی ہے

يَدُهُ، وَيَسْرِقُ الْحَبْلَ فَتُقْطَعُ يَدُهُ. قَالَ الْأَعْمَشُ كَانُوْا يَرَوْنَ أَنَّهُ بَيْضُ الْحَدِيْدِ، وَالْحَبْلُ كَانُوْا يَرَوْنَ أَنَّهُ مِنْهَا مَا يُشْتَرِى دَرَاهِمَ.

کاٹ لیا جاتا ہے' رسی چراتا ہے تو اس کا ہاتھ کاٹ لیا جاتا ہے۔ حضرت اعمش نے فرمایا کہ محدثین اس حدیث میں بیضہ سے مراد خود لیتے تھے اور رسی سے ایسی رسی مراد لیتے تھے جو کئی درہم کی ہو۔

(مسلم۔کتاب الحدود' نسائی۔باب: القطع' ابن ماجہ۔کتاب الحدود)

کسی پر بھی نام لے کر لعنت کرنا منع ہے' ہاں! جن بدنصیبوں کے بارے میں یہ قطعی طور پر ثابت ہو کہ یہ کفر پر مرے ہیں ان پر لعنت کی جاسکتی ہے جیسے فرعون' ابوجہل وغیرہ لیکن کسی گناہ کے مرتکب کو بغیر نام لیے لعنت کرنا جائز ہے جیسے جھوٹوں پر لعنت' چوروں پر لعنت' چونکہ تھوڑی سی چیز میں قطع ید نہیں بلکہ اس کے لیے ایک مقدار معین ہے۔ حضرت امام اعمش وغیرہ کے نزدیک اس کی مقدار کم از کم تین درہم ہے اور ہمارے نزدیک کم از کم دس درہم۔ "بیضۃ" کے معنی انڈے کے بھی ہیں' انڈا نہایت حقیر چیز ہے۔ رسی بھی بہت معمولی چیز ہے اس لیے حضرت امام اعمش نے فرمایا: اس حدیث کے راوی بیضہ سے مراد لوہے کا خود لیتے ہیں اور رسی سے مراد ایسی رسی جس کی قیمت کم از کم تین درہم ہو۔

بَابٌ [المائدہ:۳۸ کی تفسیر]

قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى ﴿وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوْٓا اَيْدِيَهُمَا﴾ (المائدہ:۳۸). وَفِىْ كَمْ يُقْطَعُ. (ص ۱۰۰۳)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: چور مرد ہو یا عورت ان دونوں کے ہاتھ کاٹو' اور کتنی مقدار میں کاٹا جائے گا؟

توضیح

علماء کا اس میں اختلاف ہے کہ کتنی مقدار چوری کرنے پر ہاتھ کاٹا جائے گا۔ ظاہریہ نے کہا: اس کے لیے کوئی نصاب نہیں۔ تھوڑی چیز چرائے یا زیادہ سب میں کاٹا جائے گا اور ہمارے نزدیک اس کا نصاب دس درہم ہے' اس سے کم میں نہیں کاٹا جائے گا' اور حضرت امام شافعی کے نزدیک ربع دینار اور حضرت امام مالک کے نزدیک تین درہم۔

ت ۸۰۱ - وَقَطَعَ عَلِيٌّ مِنَ الْكَفِّ. اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ہتھیلی سے اس کا ہاتھ کاٹا۔

امام ابوبکر نے روایت کیا کہ سمرہ بن معبد نے کہا کہ میں نے ابوحیوہ کو جوڑ سے ہاتھ کٹا ہوا دیکھا تو میں نے اس سے پوچھا: کس نے کاٹا ہے؟ تو انہوں نے کہا: اسے مرد صالح علی نے کاٹا ہے۔ یہی جمہور کا قول ہے' یہی ہمارا مذہب ہے اور کچھ لوگوں نے کہا کہ بغل سے پورا ہاتھ کاٹا جائے گا' اس لیے کہ عرب کے عرف میں ید کا اطلاق اسی پر ہوتا ہے اور کچھ لوگوں نے کہا کہ کہنی سے کاٹا جائے گا جیسا کہ وضو میں دھونے کا حکم ہے اور بعض لوگوں نے کہا: صرف انگلیاں کاٹی جائیں گی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بھی یہ ایک طریقہ مروی ہے۔ رافضیوں کا یہی مذہب ہے۔

ت ۸۰۲ - وَقَالَ قَتَادَةُ فِى امْرَاَةٍ سَرَقَتْ فَقُطِعَتْ شِمَالُهَا لَيْسَ اِلَّا ذٰلِكَ. حضرت قتادہ نے اس عورت کے بارے میں حکم دیا جس نے چوری کی تھی اور اس کا بایاں ہاتھ کاٹ ڈالا گیا تھا اس کے سوا اور کچھ نہیں۔

اسے امام احمد نے اپنی تاریخ میں روایت کیا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ واجب تو یہ تھا کہ اس کا دایاں ہاتھ کاٹا جاتا مگر کسی نے بایاں کاٹ ڈالا۔ معاملہ حضرت قتادہ کی خدمت میں پیش ہوا کہ اب کیا کیا جائے؟ دایاں ہاتھ کاٹا جائے یا نہیں؟ فرمایا: نہیں' جو ہونا تھا ہو گیا۔

چور کا دایاں ہاتھ کاٹا جائے گا' حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ کی قراءت "فاقطعوا ایمانهما" ہے۔ اس پر قریب قریب اجماع ہے۔ ہاں! کچھ لوگوں نے کہا ہے کہ اگر بایاں ہاتھ کاٹ لیا گیا تو کافی ہے مگر یہ شاذ غیر معتبر ہے۔ امام مالک نے فرمایا کہ اگر کسی نے قصداً چور کا بایاں ہاتھ کاٹ لیا تو قاطع پر قصاص ہے اور چور کا دایاں ہاتھ کاٹا جائے گا اور اگر خطاء ہے تو قاطع پر دیت واجب ہے اور چور کی سزا ہو گئی' دایاں ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔ یہی ہمارا بھی مذہب ہے اور حضرت امام شافعی اور حضرت امام احمد رحمۃ اللہ علیہم اجمعین سے دونوں قول مروی ہیں۔

۲۸۴۲- عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تُقْطَعُ الْيَدُ فِي رُبْعِ دِيْنَارٍ فَصَاعِدًا.

حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہاتھ ربع دینار اور اس سے زیادہ میں کاٹا جائے۔

(اسی کے متصل دو طریقے سے' مسلم' ابوداؤد' ترمذی۔ کتاب الحدود' نسائی۔ باب: القطع' ابن ماجہ۔ کتاب الحدود)

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے اسی حدیث کو لیا۔ حضرت امام احمد نے فرمایا کہ اگر سونا چرائے تو ربع دینار میں کاٹا جائے گا اور درہم چرائے تو تین درہم میں۔ ان کا ایک قول یہ ہے کہ اس کا نصاب ربع دینار ہے یا تین درہم یا تین درہم کا سامان۔ اگر سامان چرائے گا تو ضروری ہے کہ اس کی قیمت تین درہم ہو۔ سامان کی قیمت دراہم ہی سے لگائی جائے گی اور ان کا ایک قول یہ ہے کہ اس کا نصاب تین درہم ہے یا اس کی قیمت کا سونا یا سامان۔ ہمارے نزدیک اس کا نصاب دس درہم ہے' جیسا کہ حضرت امام ابوجعفر طحاوی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے جس ڈھال کی چوری پر چور کا ہاتھ کاٹا تھا اس کی قیمت دس درہم تھی[۱] نیز امام نسائی نے بھی انہیں سے یہی روایت کیا۔ نیز نسائی میں عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ کی حدیث میں بھی یہی روایت ہے۔ (ایضاً)

۲۸۴۳- اَخْبَرَتْنِيْ عَائِشَةُ اَنَّ يَدَ السَّارِقِ لَمْ تُقْطَعْ عَلٰى عَهْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلَّا فِيْ ثَمَنِ مِجَنٍّ حَجَفَةٍ اَوْ تُرْسٍ. (اسی کے متصل' مسلم۔ کتاب الحدود)

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالٰی عنہا نے خبر دی کہ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے عہد میں ایک ڈھال کی قیمت سے کم میں چور کا ہاتھ نہیں کاٹا گیا۔

"مِجَنّ"، "حَجَفَة" اور "تُرس" سب کے معنی ڈھال کے ہیں۔ علامہ عینی نے فرمایا: ڈھال وہ ہے جو تہ بہ تہ چمڑوں سے بنی ہو اور "حَجَفَة" کبھی اس ڈھال کو بولتے ہیں جو لکڑی یا ہڈی کی ہو جس پر چمڑا وغیرہ چڑھا دیا گیا ہو۔

بعد کے طرق میں یہ زائد ہے کہ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے زمانے میں چور کا ہاتھ ایک ڈھال کی قیمت سے کم میں نہیں کاٹا گیا۔

۲۸۴۴- عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ قَطَعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ مِجَنٍّ ثَمَنُهٗ ثَلَاثَةُ دَرَاهِمَ. (اسی کے متصل تین طریقے سے' مسلم)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے چور کا ہاتھ ایک ڈھال کی چوری میں کاٹا جس کی قیمت تین درہم تھی۔

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالٰی عنہا کی حدیث سے یہ ثابت ہوا کہ ایک ڈھال سے کم قیمت کی چیز میں رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے کسی چور کا ہاتھ نہیں کاٹا۔ ڈھال کی قیمت اس عہد مبارک میں کیا تھی اس میں روایات مختلف ہیں۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما کی روایت میں ہے کہ تین درہم تھی۔ یہ روایت حضرت امام شافعی کے مذہب کی مؤید ہے لیکن نسائی اور طحاوی دونوں میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما کا قول یہ ہے کہ جس ڈھال کی چوری پر رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ہاتھ کاٹا تھا اس کی قیمت دس درہم تھی' نیز نسائی میں حضرت ام ایمن رضی اللہ تعالٰی عنہا

[۱] نسائی۔ کتاب القدر۔ باب: القدر الذی یده اذا سرقه السارق قطعت۔ ج ۲ ص ۲۵۹

اور حضرت عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ کی حدیث میں بھی یہی ہے۔ اس حدیث کی رو سے دس درہم سے کم قیمت کی چیز میں ہاتھ کاٹا جائے یا نہ کاٹا جائے اس میں شبہہ ہے' اور دس درہم اور اس سے زائد قیمت کی چیز پر ہاتھ کاٹنا متفق علیہ ہے' اسی لیے احناف نے اسی کو ترجیح دی۔

بَابُ تَوْبَةِ السَّارِقِ (ص ١٠٠٣) — چور کی توبہ کا بیان

قَالَ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ اِذَا تَابَ السَّارِقُ بَعْدَ مَا قُطِعَ يَدُهٗ قُبِلَتْ شَهَادَتُهٗ، وَكُلُّ مَحْدُوْدٍ كَذٰلِكَ اِذَا تَابَ قُبِلَتْ شَهَادَتُهٗ.

اور ابو عبداللہ یعنی امام بخاری نے فرمایا: ہاتھ کاٹنے کے بعد چور توبہ کر لے تو اس کی گواہی قبول کی جائے گی اور ایسے ہی ہر محدود ہے جب توبہ کر لے تو اس کی گواہی قبول کی جائے گی۔

توضیح

اس پر مفصل کلام کتاب الشہادات میں گزر چکا ہے۔ ہمارے یہاں قاذف کے علاوہ ہر محدود کی گواہی توبہ کے بعد مقبول ہے مگر قاذف کی نہیں اس لیے کہ اللہ عزوجل نے فرمایا: ''وَلَا تَقْبَلُوْا لَهُمْ شَهَادَةً اَبَدًا'' (النور: ۴) اور ان کی کوئی گواہی کبھی بھی قبول نہ کرو۔ واللہ اعلم!

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

۸۷- كِتَابُ الْمُحَارِبِيْنَ مِنْ اَهْلِ الْكُفْرِ وَالرِّدَّةِ (ص۱۰۰۵)

لڑنے والے کفار اور مرتدین کا بیان

بَابٌ

[المائدہ: ۳۳ کی تفسیر]

قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى ﴿اِنَّمَا جَزٰٓؤُا الَّذِيْنَ يُحَارِبُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَيَسْعَوْنَ فِى الْاَرْضِ فَسَادًا اَنْ يُّقَتَّلُوْٓا اَوْ يُصَلَّبُوْٓا اَوْ تُقَطَّعَ اَيْدِيْهِمْ وَاَرْجُلُهُمْ مِّنْ خِلَافٍ اَوْ يُنْفَوْا مِنَ الْاَرْضِ﴾ (المائدہ:۳۳).

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: جو اللہ اور اس کے رسول سے لڑتے ہیں اور زمین میں فساد کرتے پھرتے ہیں ان کا بدلہ یہی ہے کہ گن گن کر قتل کیے جائیں یا سولی دیے جائیں یا ان کے ایک طرف کے ہاتھ اور دوسری طرف کے پاؤں کاٹے جائیں یا جلا وطن کر دیے جائیں۔

توضیح

امام بخاری کے سیاق سے ظاہر ہو رہا ہے کہ ان کی تحقیق یہ ہے کہ یہ آیت کفار کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ ڈاکوؤں کے بارے میں نہیں اور جمہور نے فرمایا کہ یہ ڈاکوؤں کے حق میں نازل ہوئی ہے۔ یہی حضرات امام ابوحنیفہ، امام مالک، امام شافعی اور امام ابوثور کا قول ہے۔ امام حسن بصری، امام ضحاک، امام عطاء، امام زہری نے کہا کہ مشرکین کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ ان ذمیوں کے بارے میں نازل ہوئی ہے جو بدعہدی کریں اور ایک قول یہ ہے کہ مرتدین کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ صحیح جمہور کا قول ہے کہ ڈاکوؤں کے بارے میں نازل ہوئی ہے جس پر عکل و عرینہ کی حدیث دلیل ہے۔

بَابُ رَجْمِ الْمُحْصَنِ (ص۱۰۰۶) محصن کو سنگسار کرنا

توضیح...... (محصن کے معنی)

محصن صاد کے فتحہ کے ساتھ احصان کا اسم مفعول ہے۔ احصان کے معنی ہیں روکنا، حفاظت کرنا، اس میں صاد کا کسرہ بھی جائز ہے یعنی جو شخص شادی کر کے اپنی ذات کو بدکرداری سے روکے ہوئے ہے۔ ثعلب نے کہا: پاکباز کے معنی میں محصِن اور محصَن دونوں ہیں اور شادی شدہ کو صرف محصن صاد کے فتحہ کے ساتھ کہتے ہیں۔ یہاں مراد یہ ہے کہ وہ شخص آزاد عاقل بالغ ہو جس نے نکاح صحیح کے ساتھ وطی کی ہو۔ رجم صرف محصن کے لیے ہے۔

ت۸۰۳- وَقَالَ الْحَسَنُ مَنْ زَنٰى بِاُخْتِهٖ حَدُّهٗ حَدُّ الزَّانِىْ. اور امام حسن بصری نے فرمایا: جو بہن کے ساتھ زنا کرے گا اس کی حد زانی کی حد کی مثل ہے۔

توضیح

اگر کسی نے اپنی بہن کے ساتھ بغیر نکاح کے زنا کیا تو بالاتفاق اس پر حد ہے لیکن اگر کسی نے اپنی بہن یا محارم سے نکاح کیا اور ہم بستری کی تو اس پر حد نہیں جیسا کہ شامی[1] میں خانیہ سے ہے بشرطیکہ اس کا گمان ہو کہ وطی حلال ہے۔

۲۸۴۵- سَمِعْتُ الشَّعْبِيَّ يُحَدِّثُ، عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ حِيْنَ رَجَمَ الْمَرْأَةَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَقَالَ قَدْ رَجَمْتُهَا بِسُنَّةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

(نسائی۔ کتاب الرجم)

امام شعبی حضرت علی رضی اللہ عنہ سے حدیث بیان کرتے ہیں کہ جب انہوں نے جمعہ کے دن عورت کو سنگسار کیا تو فرمایا: میں نے اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے مطابق سنگسار کیا ہے۔

ائمہ محدثین کے نزدیک امام شعبی کا حضرت علی رضی اللہ عنہ سے سماع ثابت نہیں جیسا کہ حازمی نے کہا ہے۔ امام دارقطنی سے پوچھا گیا کہ شعبی نے حضرت علی سے سنا ہے تو انہوں نے کہا: ان سے صرف ایک حرف سنا ہے اس کے علاوہ کچھ نہیں سنا ہے۔ اسی لیے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کو مسنداً تحریر فرمایا۔ قصہ یہ ہوا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے شریحہ نامی ایک عورت کو زنا کی سزا میں جمعرات کو کوڑا مارا اور جمعہ کو اسے سنگسار کر دیا اور فرمایا: اللہ کی کتاب کے مطابق میں نے اس کو کوڑا مارا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے مطابق اسے سنگسار کیا۔ اس کی تشریح یہ ہے کہ قرآن مجید میں صرف زانی کو کوڑے مارنے کا حکم ہے۔ ارشاد ہے: ''اَلزَّانِيَةُ وَالزَّانِيْ فَاجْلِدُوْا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ'' (النور:۲) زانی مرد اور عورت ہر ایک کو سو کوڑے مارو۔ قرآن مجید میں رجم کا ذکر نہیں مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زانی مرد کو اور زانیہ عورت کو سنگسار فرمایا ہے۔ کتاب اللہ میں مذکور حکم کے مطابق میں نے اس کو کوڑے مارے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل کے مطابق اس کو سنگسار کیا۔

چند ابواب کے بعد باب الاعتراف بالزنا میں تفصیل سے مذکور ہوگا کہ آیت رجم آیت منسوخ التلاوۃ ہے مگر اس کا حکم باقی ہے۔

۲۸۴۶- ح: [رَجَمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رجم فرمایا

۲۸۴۶- عَنِ الشَّيْبَانِيِّ قَالَ سَأَلْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ أَبِيْ أَوْفٰى هَلْ رَجَمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ قَالَ نَعَمْ، قُلْتُ قَبْلَ سُوْرَةِ النُّوْرِ أَمْ بَعْدُ؟ قَالَ لَا أَدْرِيْ.

(مسلم۔ کتاب الحدود)

ابو اسحاق سلیمان بن ابو سلیمان شیبانی نے کہا: میں نے حضرت عبداللہ بن ابی اوفی سے پوچھا: کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سنگسار کیا؟ انہوں نے بتایا: ہاں! میں نے پوچھا: سورۂ نور کے نازل ہونے کے پہلے یا اس کے بعد؟ انہوں نے کہا: میں یہ نہیں جانتا۔

ابو اسحاق شیبانی کے سوال کا مطلب یہ تھا کہ کہیں ایسا تو نہیں کہ رجم سورۂ نور کی آیت کریمہ ''فَاجْلِدُوْا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ'' سے منسوخ ہے۔ صحیح یہ ہے کہ سورۂ نور کے نزول کے بعد حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے زانی کے سنگسار کرنے کا حکم فرمایا۔ اس لیے کہ سورۂ نور حضرت ام المومنین کی براءت میں نازل ہوئی جو علیٰ اختلاف روایت سن چار یا پانچ یا چھ میں نازل ہوئی ہے اور سنگسار کرنے کا حکم اس کے بعد فرمایا ہے۔

---

[1] فتاویٰ شامی۔ ج ۳ ص ۱۴۲

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ۷ ہجری میں غزوۂ خیبر کے بعد مدینہ طیبہ حاضر ہوئے تھے۔ وہ حضرت ماعز اسلمی کے واقعہ کے بارے میں کہتے ہیں:

رایت ماعز بن مالك حين جيء به الى النبي صلى الله عليه وسلم. (مسلم۔ ج۲ص۶۶)

میں نے ماعز بن مالک اسلمی کو دیکھا جب وہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں لائے گئے۔

بَابٌ لَا يُرْجَمُ الْمَجْنُوْنُ وَالْمَجْنُوْنَةُ (ص۱۰۰۶)

مجنون اور مجنونہ کو سنگسار نہیں کیا جائے گا

ت ۸۰۴ - وَقَالَ عَلِيٌّ لِعُمَرَ اَمَا عَلِمْتَ اَنَّ الْقَلَمَ رُفِعَ عَنِ الْمَجْنُوْنِ حَتّٰى يُفِيْقَ، وَعَنِ الصَّبِيِّ حَتّٰى يُدْرِكَ، وَعَنِ النَّائِمِ حَتّٰى يَسْتَيْقِظَ.

اور حضرت علی نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے فرمایا: کیا آپ نہیں جانتے کہ قلم اٹھالیا گیا ہے مجنون سے یہاں تک کہ اسے افاقہ ہو اور بچے سے یہاں تک کہ بالغ ہو جائے، اور سونے والے سے یہاں تک کہ بیدار ہو جائے۔

اس تعلیق کو امام نسائی نے روایت کیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا گزر ایک قبیلہ کی مجنونہ عورت پر ہوا جس نے زنا کیا تھا جس کے بارے میں حضرت عمر نے حکم دے دیا تھا کہ اس کو سنگسار کیا جائے۔ حضرت علی اسے لوٹا کر لائے اور حضرت عمر سے فرمایا: کیا آپ کو نہیں یاد کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ تین شخصوں سے قلم اٹھالیا گیا ہے: اس مجنون سے جو مغلوب ہو اور سونے والے سے یہاں تک کہ بیدار ہو جائے اور بچہ سے یہاں تک کہ وہ بالغ ہو جائے۔ حضرت عمر نے فرمایا: آپ نے سچ کہا، پھر اس کو چھوڑ دیا۔

مجنون اور مجنونہ اگر حالت جنون میں زنا کریں تو ان پر رجم نہیں اور نہ انہیں کوڑے مارنا ہے لیکن اگر صحت کی حالت میں ارتکاب کیا اور جنون کی حالت میں پکڑے گئے تو جمہور کا مذہب یہ ہے کہ انہیں سنگسار کیا جائے گا، افاقہ کا انتظار نہیں کیا جائے گا۔ البتہ اگر وہ محصن نہ ہوں تو حالت جنون میں کوڑے نہیں مارے جائیں گے جب تک انہیں افاقہ نہ ہو جائے اس لیے کہ رجم سے مقصود اتلاف ہے۔ مجنون مر جائے یہ اس کے لیے بہتر ہے اور کوڑے مارنے سے مقصود زجر اور تنبیہ ہے۔ حالت جنون میں کوڑے مارنے سے یہ بات حاصل نہیں ہوگی۔ مجنون پر رجم نہیں جس کی دلیل حضرت ابو ہریرہ سے مروی حضرت ماعز اسلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث ہے جس میں یہ ہے کہ حضور نے ان سے پوچھا: ''اَبِكَ جُنُوْنٌ قَالَ لَا'' کیا تجھے جنون ہے؟ انہوں نے عرض کیا: نہیں! اس سے ثابت کہ اگر جنون ہوتا تو سنگسار نہ فرماتے۔

بَابُ الرَّجْمِ بِالْمُصَلّٰى (ص۱۰۰۷)

عیدگاہ میں سنگسار کرنا

توضیح

اس کے ضمن میں حضرت ماعز اسلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا واقعہ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایت سے ذکر کیا جس میں یہ ہے: ''فَرُجِمَ بِالْمُصَلّٰى'' ان کو نماز عید پڑھنے کی جگہ سنگسار کیا گیا۔

جنت البقیع کے کنارے ایک میدان میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نماز عیدین اور جنازے پڑھا کرتے تھے وہی مصلیٰ کے نام سے مشہور ہے۔ یہیں حضرت ماعز اسلمی کو سنگسار کیا گیا تھا۔ اس سے ثابت ہوا عیدگاہ تمام احکام میں مسجد کے مثل نہیں اس لیے کہ مسجد میں حد قائم کرنے سے خود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے منع فرمایا۔

اس حدیث کے آخر میں یہ تھا:

وَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَيْرًا، وَصَلَّى عَلَيْهِ، لَمْ يَقُلْ يُوْنُسُ وَابْنُ جُرَيْجٍ، عَنِ الزُّهْرِيِّ فَصَلَّى عَلَيْهِ.

اور نبی ﷺ نے حضرت ماعز کے بارے میں کلمہ خیر فرمایا اور ان کی نمازِ جنازہ پڑھی۔ یونس اور ابن جریج نے امام زہری سے یہ حدیث روایت کی تو اس میں "فصلی علیہ" نہیں روایت فرمایا۔

سُئِلَ اَبُوْعَبْدِاللّٰهِ صَلَّى عَلَيْهِ يَصِحُّ. قَالَ رَوَاهُ مَعْمَرٌ فَقِيْلَ لَهُ رَوَاهُ غَيْرُ مَعْمَرٍ قَالَ لَا.

ابوعبداللہ یعنی امام بخاری سے سوال ہوا کہ اس حدیث میں "صلی علیہ" کی روایت صحیح ہے؟ تو انہوں نے فرمایا: اسے معمر نے امام زہری سے روایت کیا ہے۔ ان سے پوچھا گیا: ان کے علاوہ بھی کسی نے روایت کیا ہے تو فرمایا: نہیں۔

سنگسار کیے جانے کے بعد حضرت ماعز اسلمی رضی اللہ عنہ کے بارے میں دو گروہ ہو گئے۔ ایک گروہ نے کہا: وہ ہلاک ہو گئے۔ اس کے گناہ نے اس کو گھیر لیا اور ایک گروہ نے کہا: ماعز کی توبہ سے افضل کوئی توبہ نہیں۔ یہ سب سن کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ماعز نے ایسی توبہ کی ہے کہ اگر قوم پر تقسیم کی جائے تو سب کو پہنچ جائے[1] نسائی میں ہے کہ میں نے اسے دیکھا ہے کہ جنت کی نہروں میں غوطے لگا رہا ہے اور ابوداؤد اور نسائی میں ہے: اسے خبیث مت کہو وہ اللہ کے نزدیک مشک سے زیادہ اطیب ہے۔ اس روایت کے بنیادی راوی حضرت امام زہری ہیں۔ ان سے اس روایت کو یونس اور ابن جریج اور معمر نے روایت کیا ہے۔ معمر کی روایت میں "فصلی علیہ" ہے بقیہ کی روایت میں نہیں۔ اسی طرح منذری نے کہا کہ امام عبدالرزاق سے آٹھ اشخاص نے اس کو روایت کیا ہے کسی نے "فصلی علیہ" نہیں روایت کیا، صرف محمود بن غیلان نے روایت کیا۔ اگر بات یہیں تک رہتی تو کوئی خاص اشکال نہیں تھا۔ معمر بھی ثقہ ہیں اور محمود بن غیلان بھی ثقہ ہیں۔ ثقہ کی زیادتی مقبول ہے جس نے یاد رکھا، یاد رکھا، جو بھول گیا، بھول گیا۔ لیکن محمد بن یحییٰ زہری اور ایک جماعت نے امام عبدالرزاق ہی سے روایت کی کہ اس پر حضور نے نماز نہیں پڑھی۔ اس پر یہ کہا جا سکتا ہے کہ حدیث کے اصول کے مطابق مثبت نافی پر مقدم ہے لیکن اس کی یہ توجیہ بھی ہے کہ رجم کے بعد فوراً نہیں پڑھی، اس کے بعد نماز پڑھی۔ امام عبدالرزاق ہی نے ابوامامہ بن سہل بن حنیف کی حدیث میں یہ روایت کی کہ حضور سے عرض کیا گیا: یارسول اللہ! کیا آپ اس کی نمازِ جنازہ پڑھیں گے؟ فرمایا: نہیں! لیکن دوسرے دن فرمایا: لوگو! اپنے ساتھی کی نمازِ جنازہ پڑھو، پھر حضور نے اور لوگوں نے نمازِ جنازہ پڑھی۔ صحیح یہ ہے کہ زانی کی نمازِ جنازہ بھی فرض کفایہ ہے اگرچہ سنگسار کرنے میں مرا ہو، اس لیے کہ زنا اور زنا کی سزا پانے کی وجہ سے وہ دائرہ اسلام سے خارج نہیں ہوا مسلمان ہی رہا۔

بَابُ مَنْ اَصَابَ ذَنْبًا دُوْنَ الْحَدِّ، فَاَخْبَرَ الْاِمَامَ، فَلَا عُقُوْبَةَ عَلَيْهِ بَعْدَ التَّوْبَةِ، اِذَا جَاءَ مُسْتَفْتِيًا (ص ۱۰۰۷)

جب کسی نے کسی ایسے گناہ کا ارتکاب کیا جس پر حد نہیں اور امام کو خبر دی اس پر توبہ کے بعد کوئی سزا نہیں جب کہ وہ فتویٰ پوچھنے کے لیے آیا ہو

توضیح

کسی بھی گناہ کے ارتکاب کے بعد توبہ کر کے امام کے پاس آیا یا پکڑ کر لایا گیا تو اس کو کوئی سزا نہ دی جائے گی، خواہ وہ گناہ ایسا ہو

[1] مسلم ج ۲ ص ۶۸

جس پر حد واجب ہو یا ایسا ہو جس پر حد واجب نہیں' البتہ کچھ علماء ان گناہوں کو مستثنیٰ کرتے ہیں جن پر حد واجب ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ توبہ کرنے کے بعد بھی اگر امام کے یہاں آئے گا تو امام اس پر حد جاری کرے گا۔

ت۸۰۵ - قَالَ عَطَاءٌ لَمْ يُعَاقِبْهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. امام عطاء نے کہا: اسے نبی ﷺ نے کوئی سزا نہیں دی۔

توضیح

حدیث گزری ہے کہ ایک صاحب حضور اقدس ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ انہوں نے بتایا کہ مجھ سے یہ گناہ ہو گیا ہے۔ حضور اقدس ﷺ نے سکوت فرمایا یہاں تک کہ نماز کا وقت آ گیا۔ انہوں نے حضور اقدس ﷺ کے پیچھے نماز پڑھی۔ نماز کے بعد پھر عرض کیا۔ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا: کیا تو نے میرے ساتھ نماز نہیں پڑھی ہے؟ یہ نماز گناہوں کا کفارہ ہو گئی۔

ت۸۰۶ - وَقَالَ ابْنُ جُرَيْجٍ وَلَمْ يُعَاقِبِ الَّذِىْ جَامَعَ فِىْ رَمَضَانَ. اور ابن جریج نے کہا کہ نبی ﷺ نے اسے سزا نہیں دی جس نے رمضان میں روزے کی حالت میں جماع کر لیا تھا۔

ت۸۰۷ - وَلَمْ يُعَاقِبْ عُمَرُ صَاحِبَ الظَّبْيِ. اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ہرن کے قصہ والے کو سزا نہیں دی۔

حضرت قبیصہ بن جابر رضی اللہ عنہ حالت احرام میں تھے' اسی حالت میں انہوں نے ہرن کا شکار کیا۔ حضرت عمر نے اس کے کفارے کا حکم دیا مگر انہیں کوئی سزا نہیں دی۔

ت۸۰۸ - وَفِيْهِ عَنْ اَبِىْ عُثْمَانَ' عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ' عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. اور اس بارے میں ایک حدیث حضرت ابو عثمان نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔

یہ حدیث کتاب مواقیت الصلوٰۃ' باب: ''الصلوٰۃ کفارۃ'' میں گزر چکی ہے' وہ یہ ہے کہ ایک صاحب نے ایک عورت کا بوسہ لیا۔ وہ نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ کو خبر دی۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت کریمہ نازل فرمائی' دن کے دونوں کناروں میں اور رات کے کچھ حصے میں نماز قائم کرو' نیکیاں برائیوں کو ضرور لے جاتی ہیں۔ انہوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! کیا یہ صرف میرے لیے ہے؟ فرمایا: میری پوری امت کے لیے ہے۔

بَابُ الْاِعْتِرَافِ بِالزِّنَا (ص۱۰۰۸) زنا کے اعتراف کا حکم

توضیح

اس باب کے ضمن میں امام بخاری حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اور حضرت زید بن خالد رضی اللہ عنہ کی وہ حدیث لائے ہیں کہ دو شخص خدمت اقدس میں حاضر ہوئے۔ ایک نے کہا: میرا بیٹا اس کے یہاں نوکر تھا۔ اس نے اس کی عورت کے ساتھ زنا کیا تو میں نے اس کے فدیہ میں سو بکریاں اور ایک خادم دیا' پھر میں نے کچھ اہل علم سے پوچھا تو ان لوگوں نے مجھے خبر دی کہ میرے بیٹے کی سزا سو کوڑے ہے اور ایک سال جلاوطنی۔ نبی ﷺ نے یہ فیصلہ فرمایا کہ سو بکریاں اور خادم تجھ پر واپس ہیں اور تیرے بیٹے کی سزا سو کوڑے اور ایک سال جلاوطن ہونا ہے اور اے انیس! تم اس کی عورت کے پاس جاؤ' پس اگر اعتراف کرے تو اس کو سنگسار کرو۔ حضرت انیس گئے اور اس عورت نے اعتراف کیا تو انہوں نے اس کو سنگسار کیا۔ حدیث کے بعد امام بخاری فرماتے ہیں:

قُلْتُ لِسُفْيَانَ لَمْ يَقُلْ فَاَخْبَرُوْنِىْ اَنَّ عَلٰى ابْنِى الرَّجْمَ؟ فَقَالَ اَشُكُّ فِيْهَا مِنَ الزُّهْرِيِّ' فَرُبَّمَا قُلْتُهَا' علی بن عبداللہ نے کہا: میں نے سفیان بن عیینہ سے پوچھا: اس نے ''فاخبرونی ان علی ابنی الرجم'' نہیں کہا تھا؟

وَرُبَّمَا سَكَتُّ.

انہوں نے کہا: مجھے اس میں شک ہے کہ زہری نے یہ کہا تھا کہ نہیں، میں کبھی کہتا ہوں اور کبھی چپ رہتا ہوں۔

اس کا حاصل یہ ہے کہ اس شخص نے یہ کہا تھا: "فاخبرونی ان علی ابنی جلد مائۃ و تغریب عام" یا یہ کہا تھا: "فاخبرونی ان علی ابنی الرجم" سفیان بن عیینہ نے بتایا: مجھے اس میں شک ہے کہ امام زہری نے دوسرا جملہ کہا تھا یا نہیں۔

۲۸۴۷ - عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ قَالَ عُمَرُ لَقَدْ خَشِيْتُ اَنْ يَّطُوْلَ بِالنَّاسِ زَمَانٌ حَتّٰى يَقُوْلَ قَائِلٌ لَا نَجِدُ الرَّجْمَ فِيْ كِتَابِ اللّٰهِ، فَيَضِلُّوْا بِتَرْكِ فَرِيْضَةٍ اَنْزَلَهَا اللّٰهُ اَلَا وَاِنَّ الرَّجْمَ حَقٌّ عَلٰى مَنْ زَنٰى وَقَدْ اَحْصَنَ، اِذَا قَامَتِ الْبَيِّنَةُ، اَوْ كَانَ الْحَمْلُ اَوِ الْاِعْتِرَافُ. قَالَ سُفْيَانُ كَذَا حَفِظْتُ اَلَا وَقَدْ رَجَمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرَجَمْنَا بَعْدَهٗ.

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: مجھے ڈر ہے کہ کچھ زمانہ گزرنے کے بعد کچھ لوگ کہیں: ہم رجم کتاب اللہ میں نہیں پاتے تو اس فریضے کے ترک کے سبب جو اللہ نے اتارا ہے وہ گمراہ ہو جائیں گے۔ سنو! بے شک رجم ثابت ہے اس زانی پر جو محصن ہو جب کہ ثبوت شرعی قائم ہو یا عورت کو حمل رہ جائے یا ملزم اعتراف کر لے۔ سفیان بن عیینہ نے کہا: میں نے یہ بھی یاد کیا ہے کہ فرمایا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رجم کی سزا دی اور ان کے بعد ہم نے بھی دی۔

بَابُ رَجْمِ الْحُبْلٰى مِنَ الزِّنَا اِذَا اَحْصَنَتْ (ص۱۰۰۹)

زنا سے حاملہ جب محصن ہو اس کو سنگسار کرنا

توضیح

زنا سے جو عورت حاملہ ہو یا حمل سے پہلے اس نے زنا کیا تھا اور حاکم اسلام کے پاس اس وقت وہ لائی گئی جب وہ حاملہ تھی تو جب تک بچہ پیدا نہ ہو جائے اس پر حد جاری نہیں کی جائے گی پیدائش کے بعد جاری کی جائے گی۔ اب اگر وہ محصنہ ہے تو بچے کی پیدائش کے فوراً بعد سنگسار کر دی جائے گی اگر بچے کی پرورش کرنے والا کوئی ہو تو، ورنہ بچے کی پیدائش کے دو سال بعد، اور اگر وہ محصنہ نہیں اور اسے کوڑے کی سزا دینی ہے تو نفاس سے پاک ہونے کے بعد حد جاری کی جائے گی۔ (درمختار، ردالمختار)

۲۸۴۸ - ح: [اَلرَّجْمُ حَقٌّ وَثَابِتٌ]

رجم حق اور ثابت ہے

۲۸۴۸ - عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ كُنْتُ اُقْرِئُ رِجَالًا مِّنَ الْمُهَاجِرِيْنَ، مِنْهُمْ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَوْفٍ، فَبَيْنَمَا اَنَا فِيْ مَنْزِلِهٖ بِمِنًى، وَهُوَ عِنْدَ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ فِيْ اٰخِرِ حَجَّةٍ حَجَّهَا، اِذْ رَجَعَ اِلَيَّ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ فَقَالَ لَوْ رَاَيْتَ رَجُلًا اَتٰى اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ الْيَوْمَ، فَقَالَ يَا اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ، هَلْ لَكَ فِيْ فُلَانٍ؟ يَقُوْلُ لَوْ قَدْ مَاتَ عُمَرُ لَقَدْ بَايَعْتُ فُلَانًا، فَوَاللّٰهِ مَا كَانَتْ بَيْعَةُ اَبِيْ بَكْرٍ اِلَّا فَلْتَةً فَتَمَّتْ، فَغَضِبَ عُمَرُ، ثُمَّ قَالَ اِنِّيْ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ لَقَائِمٌ الْعَشِيَّةَ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ میں کچھ مہاجرین کو قرآن شریف پڑھاتا تھا۔ انہیں میں عبدالرحمٰن بن عوف بھی تھے۔ میں منٰی میں ان کے پڑاؤ پر تھا اور وہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے پاس گئے ہوئے تھے۔ یہ واقعہ حضرت عمر کے آخری حج کا ہے (جو ۲۳ ہجری میں ہوا تھا)۔ جب عبدالرحمٰن لوٹ کر میرے پاس آئے تو انہوں نے کہا: تعجب ہے آج امیر المومنین کے پاس ایک شخص آیا اور اس نے کہا: اے امیر المومنین! فلاں کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے جو کہتا ہے: اگر عمر مر گئے تو میں فلاں کی بیعت کر لوں گا،

فِي النَّاسِ، فَمُحَذِّرُهُمْ هٰؤُلَاءِ الَّذِينَ يُرِيدُونَ اَنْ يَّغْصِبُوْهُمْ اُمُوْرَهُمْ. قَالَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ فَقُلْتُ يَا اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ لَا تَفْعَلْ، فَإِنَّ الْمَوْسِمَ يَجْمَعُ رَعَاعَ النَّاسِ وَغَوْغَاءَ هُمْ، فَإِنَّهُمْ هُمُ الَّذِيْنَ يَغْلِبُوْنَ عَلٰى قُرْبِكَ حِيْنَ تَقُوْمُ فِي النَّاسِ، وَاَنَا اَخْشٰى اَنْ تَقُوْمَ فَتَقُوْلَ مَقَالَةً يُّطَيِّرُهَا عَنْكَ كُلُّ مُطَيِّرٍ، وَاَنْ لَّا يَعُوْهَا، وَاَنْ لَّا يَضَعُوْهَا عَلٰى مَوَاضِعِهَا، فَاَمْهِلْ حَتّٰى تَقْدَمَ الْمَدِيْنَةَ، فَإِنَّهَا دَارُ الْهِجْرَةِ وَالسُّنَّةِ، فَتَخَلَّصَ بِاَهْلِ الْفِقْهِ وَاَشْرَافِ النَّاسِ، فَتَقُوْلُ مَا قُلْتَ مُتَمَكِّنًا، فَيَعِيَ اَهْلُ الْعِلْمِ مَقَالَتَكَ، وَيَضَعُوْنَهَا عَلٰى مَوَاضِعِهَا. فَقَالَ عُمَرُ اَمَا وَاللّٰهِ إِنْ شَاءَ اللّٰهُ لَاَقُوْمَنَّ بِذٰلِكَ اَوَّلَ مَقَامٍ اَقُوْمُهُ بِالْمَدِيْنَةِ. قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ فَقَدِمْنَا الْمَدِيْنَةَ فِيْ عُقْبِ ذِي الْحَجَّةِ، فَلَمَّا كَانَ يَوْمُ الْجُمُعَةِ عَجَّلْنَا الرَّوَاحَ حِيْنَ زَاغَتِ الشَّمْسُ، حَتّٰى اَجِدَ سَعِيْدَ بْنَ زَيْدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ نُفَيْلٍ جَالِسًا اِلٰى رُكْنِ الْمِنْبَرِ، فَجَلَسْتُ حَوْلَهُ تَمَسُّ رُكْبَتِيْ رُكْبَتَهُ، فَلَمْ اَنْشَبْ اَنْ خَرَجَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ، فَلَمَّا رَاَيْتُهُ مُقْبِلًا، قُلْتُ لِسَعِيْدِ بْنِ زَيْدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ نُفَيْلٍ لَيَقُوْلَنَّ الْعَشِيَّةَ مَقَالَةً لَمْ يَقُلْهَا مُنْذُ اسْتُخْلِفَ، فَاَنْكَرَ عَلَيَّ وَقَالَ مَا عَسَيْتَ اَنْ يَقُوْلَ مَا لَمْ يَقُلْ قَبْلَهُ، فَجَلَسَ عُمَرُ عَلَى الْمِنْبَرِ، فَلَمَّا سَكَتَ الْمُؤَذِّنُوْنَ قَامَ، فَاَثْنٰى عَلَى اللّٰهِ بِمَا هُوَ اَهْلُهُ، ثُمَّ قَالَ اَمَّا بَعْدُ، فَإِنِّيْ قَائِلٌ لَكُمْ مَقَالَةً قَدْ قُدِّرَ لِيْ اَنْ اَقُوْلَهَا، لَا اَدْرِيْ لَعَلَّهَا بَيْنَ يَدَيْ اَجَلِيْ، فَمَنْ عَقَلَهَا وَوَعَاهَا فَلْيُحَدِّثْ بِهَا حَيْثُ انْتَهَتْ بِهِ رَاحِلَتُهُ، وَمَنْ خَشِيَ اَنْ لَّا يَعْقِلَهَا فَلَا اُحِلُّ لِاَحَدٍ اَنْ يَّكْذِبَ عَلَيَّ إِنَّ اللّٰهَ بَعَثَ مُحَمَّدًا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْحَقِّ، وَاَنْزَلَ عَلَيْهِ الْكِتَابَ، فَكَانَ مِمَّا اَنْزَلَ اللّٰهُ اٰيَةُ الرَّجْمِ، فَقَرَاْنَاهَا وَعَقَلْنَاهَا وَوَعَيْنَاهَا، فَلِذَا رَجَمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرَجَمْنَا بَعْدَهُ، فَاَخْشٰى اِنْ طَالَ بِالنَّاسِ زَمَانٌ اَنْ يَّقُوْلَ قَائِلٌ وَاللّٰهِ

بخدا! حضرت ابوبکر کی بیعت اچانک ہی تھی جو پوری ہوئی۔ یہ سن کر حضرت عمر جلال میں آ گئے' پھر فرمایا: ان شاء اللہ شام کو میں لوگوں کو خطبہ دوں گا اور ان لوگوں کو ڈراؤں گا جو مسلمانوں کے امور کو غصب کرنا چاہتے ہیں۔ حضرت عبدالرحمٰن نے بتایا کہ اس پر میں نے کہا: اے امیر المومنین! آپ ایسا نہ کریں اس لیے کہ حج کا موسم رذیلوں اور بے وقوفوں کو بھی اکٹھا کر دیتا ہے۔ جب آپ خطبہ کے لیے کھڑے ہوں گے تو یہی لوگ غلبہ کر کے آپ کے قریب ہوں گے۔ مجھے اندیشہ ہے کہ آپ خطبہ میں کوئی بات کہیں جسے لوگ اناپ شناپ اڑا لے جائیں اور اس کو غلط معنی پہنا کر لوگوں تک پہنچائیں۔ آپ ٹھہر جائیں یہاں تک کہ مدینہ پہنچ جائیں۔ مدینہ دار ہجرت اور سنت ہے۔ وہاں سمجھ دار اور شریف لوگوں کو منتخب کر کے ان کے سامنے جو بھی کہنا ہو بہت سوچ سمجھ کر کہیں۔ آپ کی اس بات کو اہل علم محفوظ رکھیں گے' اور صحیح طریقہ سے اس کو اس کی جگہ رکھیں گے۔ یہ سن کر حضرت عمر نے کہا: بخدا! ان شاء اللہ مدینہ پہنچ کر سب سے پہلے خطبہ دوں گا۔ حضرت ابن عباس نے کہا کہ ہم مدینہ ذوالحجہ کے آخری عشرہ میں آئے (بدھ کے دن)۔ جب جمعہ کا دن آیا تو سورج ڈھلتے ہی جلدی سے میں مسجد نبوی پہنچا۔ جب میں مسجد میں آیا تو میں نے سعید بن زید بن عمرو بن نفیل کو منبر کے کونے کے پاس بیٹھا ہوا پایا۔ میں ان کے پاس بیٹھ گیا اتنا قریب کہ میرا گھٹنا ان کے گھٹنے کو چھو رہا تھا۔ تھوڑی دیر نہیں گزری تھی کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تشریف لائے۔ جب میں نے ان کو سامنے سے آتا ہوا دیکھا تو میں نے سعید بن زید بن عمرو بن نفیل سے کہا: آج شام کو یہ ایک ایسی بات کہیں گے جس کو انہوں نے خلیفہ بنائے جانے کے بعد سے اب تک نہیں کہا ہے۔ انہوں نے میری بات تسلیم نہیں کی اور کہا: مجھے امید نہیں کہ وہ ایسی بات کہیں گے جسے اس کے پہلے نہیں کہا۔ حضرت عمر منبر پر بیٹھے اور جب موذن چپ ہو گئے تو کھڑے ہوئے' اللہ کی وہ ثناء کی جس کا وہ اہل ہے' پھر فرمایا: اما بعد! میں تم سے ایک ایسی بات کہنے والا ہوں جس کا کہنا میری تقدیر میں لکھا ہوا تھا۔ میں نہیں جانتا شاید یہ میرے سامنے میری

مَا نَجِدُ آيَةَ الرَّجْمِ فِي كِتَابِ اللّٰهِ، فَيَضِلُّوا بِتَرْكِ فَرِيضَةٍ أَنْزَلَهَا اللّٰهُ، وَالرَّجْمُ فِي كِتَابِ اللّٰهِ حَقٌّ عَلٰى مَنْ زَنٰى إِذَا أُحْصِنَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ، إِذَا قَامَتِ الْبَيِّنَةُ، أَوْ كَانَ الْحَبَلُ أَوِ الِاعْتِرَافُ، ثُمَّ إِنَّا كُنَّا نَقْرَأُ فِيمَا نَقْرَأُ مِنْ كِتَابِ اللّٰهِ أَنْ لَا تَرْغَبُوا عَنْ آبَائِكُمْ فَإِنَّهُ كُفْرٌ بِكُمْ أَنْ تَرْغَبُوا عَنْ آبَائِكُمْ، أَوْ إِنَّ كُفْرًا بِكُمْ أَنْ تَرْغَبُوا عَنْ آبَائِكُمْ، أَلَا ثُمَّ إِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تُطْرُونِي كَمَا أُطْرِيَ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ، وَقُولُوا عَبْدُ اللّٰهِ وَرَسُولُهُ. ثُمَّ إِنَّهُ بَلَغَنِي أَنَّ قَائِلًا مِنْكُمْ يَقُولُ وَاللّٰهِ لَوْ مَاتَ عُمَرُ بَايَعْتُ فُلَانًا، فَلَا يَغْتَرَّنَّ امْرُؤٌ أَنْ يَقُولَ إِنَّمَا كَانَتْ بَيْعَةُ أَبِي بَكْرٍ فَلْتَةً وَتَمَّتْ، أَلَا وَإِنَّهَا قَدْ كَانَتْ كَذٰلِكَ، وَلٰكِنَّ اللّٰهَ وَقَى شَرَّهَا، وَلَيْسَ مِنْكُمْ مَنْ تُقْطَعُ الْأَعْنَاقُ إِلَيْهِ مِثْلُ أَبِي بَكْرٍ، مَنْ بَايَعَ رَجُلًا عَنْ غَيْرِ مَشُورَةٍ مِنَ الْمُسْلِمِينَ فَلَا يُبَايَعُ هُوَ وَلَا الَّذِي بَايَعَهُ، تَغِرَّةً أَنْ يُقْتَلَا، وَإِنَّهُ قَدْ كَانَ مِنْ خَيْرِنَا حِينَ تَوَفَّى اللّٰهُ نَبِيَّهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَّا أَنَّ الْأَنْصَارَ خَالَفُونَا، وَاجْتَمَعُوا بِأَسْرِهِمْ فِي سَقِيفَةِ بَنِي سَاعِدَةَ، وَخَالَفَ عَنَّا عَلِيٌّ وَالزُّبَيْرُ وَمَنْ مَعَهُمَا، وَاجْتَمَعَ الْمُهَاجِرُونَ إِلٰى أَبِي بَكْرٍ، فَقُلْتُ لِأَبِي بَكْرٍ يَا أَبَا بَكْرٍ انْطَلِقْ بِنَا إِلٰى إِخْوَانِنَا هٰؤُلَاءِ مِنَ الْأَنْصَارِ، فَانْطَلَقْنَا نُرِيدُهُمْ، فَلَمَّا دَنَوْنَا مِنْهُمْ لَقِيَنَا مِنْهُمْ رَجُلَانِ صَالِحَانِ، فَذَكَرَا مَا تَمَالَى عَلَيْهِ الْقَوْمُ، فَقَالَا أَيْنَ تُرِيدُونَ يَا مَعْشَرَ الْمُهَاجِرِينَ؟ فَقُلْنَا نُرِيدُ إِخْوَانَنَا هٰؤُلَاءِ مِنَ الْأَنْصَارِ، فَقَالَا لَا عَلَيْكُمْ أَنْ لَا تَقْرَبُوهُمْ، اقْضُوا أَمْرَكُمْ، فَقُلْتُ وَاللّٰهِ لَنَأْتِيَنَّهُمْ، فَانْطَلَقْنَا حَتّٰى أَتَيْنَاهُمْ فِي سَقِيفَةِ بَنِي سَاعِدَةَ، فَإِذَا رَجُلٌ مُزَمَّلٌ بَيْنَ ظَهْرَانَيْهِمْ، فَقُلْتُ مَنْ هٰذَا؟ فَقَالُوا هٰذَا سَعْدُ بْنُ عُبَادَةَ، فَقُلْتُ مَا لَهُ؟ قَالُوا يُوعَكُ، فَلَمَّا جَلَسْنَا قَلِيلًا تَشَهَّدَ خَطِيبُهُمْ، فَأَثْنٰى عَلَى

موت ہے تو جو اس کو سمجھ لے اور کما حقہ یاد کرے تو جہاں بھی جائے اس کو بیان کرے اور جسے اس کا خدشہ ہو کہ اس نے اس کو سمجھا نہیں تو میں کسی کے لیے یہ حلال نہیں کرتا کہ مجھ پر جھوٹ باندھے۔ بے شک اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد ﷺ کو حق کے ساتھ بھیجا اور ان پر کتاب نازل فرمائی۔ اللہ نے جو کچھ نازل فرمایا تھا اس میں آیت رجم بھی تھی۔ ہم نے اس کو پڑھا اور سمجھا اور خوب اچھی طرح یاد رکھا۔ رسول اللہ ﷺ نے رجم کیا اور ہم نے حضور کے بعد رجم کیا۔ مجھے اندیشہ ہے کہ ایک طویل زمانہ کے گزرنے کے بعد کوئی کہنے والا یہ کہے کہ بخدا! ہم رجم کی آیت کتاب اللہ میں نہیں پاتے اور اس فریضے کے ترک کے سبب گم راہ ہو جائیں جو اللہ نے نازل فرمایا اور رجم اللہ کی کتاب میں ثابت ہے اس پر جو زنا کرے جب کہ وہ محصن ہو، مرد ہو یا عورت جب کہ ثبوت فراہم ہو جائے یا حمل ہو یا اقرار، پھر ہم کتاب اللہ سے جو پڑھتے تھے اس میں یہ بھی پڑھتے تھے کہ اپنے باپ دادا کے نسب سے اعراض مت کرو کیونکہ یہ تمہارا کفرانِ نعمت ہے کہ اپنے باپ دادا کے نسب سے اعراض کرو، یا یہ تھا: بے شک تمہارا کفران نعمت ہے کہ اپنے باپ دادا کے نسب سے اعراض کرو۔ سنو! پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میری تعریف میں مبالغہ نہ کرو جیسا کہ عیسیٰ بن مریم کے بارے میں کیا گیا۔ ہاں! یہ کہو: اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں اور سنو! مجھ تک یہ خبر پہنچی ہے کہ تم میں سے ایک کہنے والا کہتا ہے: بخدا! اگر عمر مر جائیں تو میں فلاں کی بیعت کر لوں گا اور تمہیں وہ شخص ہرگز دھوکے میں نہ ڈالے کہ کہے کہ حضرت ابوبکر کی بیعت اچانک تھی اور وہ تام ہوئی۔ سنو! بے شک وہ ایسی ہی تھی لیکن اللہ نے اس کے شر سے بچا لیا اور تم میں کوئی ایسا نہیں جس میں حضرت ابوبکر جیسی فضیلت ہو۔ جس نے کسی شخص کی مسلمانوں کے مشورے کے بغیر بیعت کی تو اس کی بیعت نہ کی جائے نہ اس کے متبعین کی بیعت کی جائے اس خوف سے کہ کہیں وہ دونوں قتل نہ کر دیے جائیں۔ جس وقت اللہ نے اپنے نبی کو اٹھایا اس وقت حضرت ابوبکر ہم سب میں بہتر تھے۔ انصار نے ہماری مخالفت کی اور کل انصار سقیفہ بنی ساعدہ میں جمع

اللّٰهِ بِمَا هُوَ اَهْلُهُ، ثُمَّ قَالَ اَمَّا بَعْدُ، فَنَحْنُ اَنْصَارُ اللّٰهِ وَكَتِيْبَةُ الْاِسْلَامِ، وَاَنْتُمْ مَعْشَرَ الْمُهَاجِرِيْنَ رَهْطٌ، وَقَدْ دَفَّتْ دَافَّةٌ مِنْ قَوْمِكُمْ، فَاِذَا هُمْ يُرِيْدُوْنَ اَنْ يَّخْتَزِلُوْنَا مِنْ اَصْلِنَا، وَاَنْ يَّحْضُنُوْنَا مِنَ الْاَمْرِ، فَلَمَّا سَكَتَ اَرَدْتُّ اَنْ اَتَكَلَّمَ، وَكُنْتُ زَوَّرْتُ مَقَالَةً اَعْجَبَتْنِيْ اُرِيْدُ اَنْ اُقَدِّمَهَا بَيْنَ يَدَيْ اَبِيْ بَكْرٍ، وَكُنْتُ اُدَارِيْ مِنْهُ بَعْضَ الْحَدِّ، فَلَمَّا اَرَدْتُّ اَنْ اَتَكَلَّمَ، قَالَ اَبُوْ بَكْرٍ عَلٰى رِسْلِكَ، فَكَرِهْتُ اَنْ اُغْضِبَهُ، فَتَكَلَّمَ اَبُوْ بَكْرٍ، فَكَانَ هُوَ اَحْلَمَ مِنِّيْ وَاَوْقَرَ، وَاللّٰهِ مَا تَرَكَ مِنْ كَلِمَةٍ اَعْجَبَتْنِيْ فِيْ تَزْوِيْرِيْ، اِلَّا قَالَ فِيْ بَدِيْهَتِهٖ مِثْلَهَا اَوْ اَفْضَلَ مِنْهَا حَتّٰى سَكَتَ، فَقَالَ مَا ذَكَرْتُمْ فِيْكُمْ مِنْ خَيْرٍ فَاَنْتُمْ لَهُ اَهْلٌ، وَلَنْ يُعْرَفَ هٰذَا الْاَمْرُ اِلَّا لِهٰذَا الْحَيِّ مِنْ قُرَيْشٍ، هُمْ اَوْسَطُ الْعَرَبِ نَسَبًا وَدَارًا، وَقَدْ رَضِيْتُ لَكُمْ اَحَدَ هٰذَيْنِ الرَّجُلَيْنِ، فَبَايِعُوْا اَيَّهُمَا شِئْتُمْ، فَاَخَذَ بِيَدِيْ وَبِيَدِ اَبِيْ عُبَيْدَةَ بْنِ الْجَرَّاحِ، وَهُوَ جَالِسٌ بَيْنَنَا، فَلَمْ اَكْرَهْ مِمَّا قَالَ غَيْرَهَا، كَانَ وَاللّٰهِ اَنْ اُقَدَّمَ فَتُضْرَبَ عُنُقِيْ، لَا يُقَرِّبُنِيْ ذٰلِكَ مِنْ اِثْمٍ، اَحَبَّ اِلَيَّ مِنْ اَنْ اَتَاَمَّرَ عَلٰى قَوْمٍ فِيْهِمْ اَبُوْ بَكْرٍ، اَللّٰهُمَّ اِلَّا اَنْ تُسَوِّلَ اِلَيَّ نَفْسِيْ عِنْدَ الْمَوْتِ شَيْئًا لَا اَجِدُهُ الْاٰنَ. فَقَالَ قَائِلٌ مِّنَ الْاَنْصَارِ اَنَا جُذَيْلُهَا الْمُحَكَّكُ، وَعُذَيْقُهَا الْمُرَجَّبُ، مِنَّا اَمِيْرٌ، وَمِنْكُمْ اَمِيْرٌ، يَا مَعْشَرَ قُرَيْشٍ، فَكَثُرَ اللَّغَطُ، وَارْتَفَعَتِ الْاَصْوَاتُ، حَتّٰى فَرِقْتُ مِنَ الْاِخْتِلَافِ، فَقُلْتُ اُبْسُطْ يَدَكَ يَا اَبَا بَكْرٍ، فَبَسَطَ يَدَهُ فَبَايَعْتُهُ، وَبَايَعَهُ الْمُهَاجِرُوْنَ، ثُمَّ بَايَعَتْهُ الْاَنْصَارُ، وَنَزَوْنَا عَلٰى سَعْدِ بْنِ عُبَادَةَ، فَقَالَ قَائِلٌ مِّنْهُمْ قَتَلْتُمْ سَعْدَ بْنَ عُبَادَةَ، فَقُلْتُ قَتَلَ اللّٰهُ سَعْدَ بْنَ عُبَادَةَ، قَالَ عُمَرُ وَاِنَّا وَاللّٰهِ مَا وَجَدْنَا فِيْمَا حَضَرْنَا مِنْ اَمْرٍ اَقْوٰى مِنْ مُّبَايَعَةِ اَبِيْ بَكْرٍ، خَشِيْنَا اِنْ فَارَقْنَا الْقَوْمَ وَلَمْ تَكُنْ بَيْعَةٌ اَنْ يُّبَايِعُوْا رَجُلًا مِّنْهُمْ بَعْدَنَا، فَاِمَّا بَايَعْنَاهُمْ عَلٰى مَا لَا نَرْضٰى، وَاِمَّا نُخَالِفُهُمْ فَيَكُوْنُ

ہوئے اور ہماری مخالفت علی و زبیر اور ان کے ساتھیوں نے کی اور مہاجرین حضرت ابوبکر کے یہاں اکٹھے ہوئے۔ میں نے حضرت ابوبکر سے کہا: اے ابوبکر! آؤ! ہم ان انصاری بھائیوں کے یہاں چلیں۔ اس کے بعد ہم لوگ چلے، جب ہم ان کے قریب پہنچے تو ان کے دو نیک مرد ہم کو ملے اور بتایا کہ پوری قوم کس پر متفق ہو چکی ہے۔ ان دونوں نے پوچھا: اے مہاجرین کے گروہ! کہاں کا ارادہ رکھتے ہو؟ ہم نے کہا: ہم ان انصاری بھائیوں کے یہاں جانا چاہتے ہیں تو ان دونوں نے کہا: ان کے پاس نہ جاؤ، تم پر کوئی حرج نہیں تم خود اپنے معاملہ کا فیصلہ کر لو۔ میں نے کہا: بخدا! ہم ضرور جائیں گے۔ اس کے بعد ہم چلے اور سقیفہ بنی ساعدہ میں انصار کے پاس آئے۔ میں نے دیکھا کہ ایک صاحب کمبل اوڑھے ان کے بیچ میں ہیں۔ میں نے پوچھا: یہ کون ہیں؟ لوگوں نے بتایا: یہ سعد بن عبادہ ہیں۔ میں نے پوچھا: انہیں کیا ہو گیا ہے؟ لوگوں نے کہا: انہیں بخار آرہا ہے۔ ہم تھوڑی ہی دیر بیٹھے تھے کہ انصار کے خطیب نے شہادتیں پڑھیں اور اللہ کی وہ ثنا کی جس کا وہ مستحق ہے۔ اس کے بعد اس نے کہا: اما بعد! ہم اللہ کے انصار اور اسلام کے لشکر ہیں اور تم اے مہاجرین کے گروہ! تھوڑے چند نفر ہو اور تمہاری قوم کے چند لوگ اپنی قوم سے جدا ہو کر ہمارے پاس آئے ہیں اور چاہتے ہیں کہ ہمیں جڑ سے اکھاڑ دیں اور حکومت ہم سے چھین لیں۔ جب وہ خاموش ہو گئے تو میں نے چاہا کہ بولوں اور میں نے ایک مضمون ذہن میں سوچ لیا تھا جو مجھے بہت اچھا لگ رہا تھا۔ میں چاہتا تھا کہ اسے حضرت ابوبکر کے سامنے بیان کر دوں۔ میری منشا یہ تھی کہ انصار کے خطیب کی بات سے انہیں جو غصہ وغیرہ آیا ہوا سے کچھ دور کر دوں۔ جب میں نے چاہا کہ بولوں تو حضرت ابوبکر نے کہا: جیسے بیٹھے ہو بیٹھے رہو۔ میں نے یہ ناپسند کیا کہ انہیں ناراض کروں، اس لیے چپکا بیٹھا رہا۔ اب حضرت ابوبکر نے بات کی۔ وہ مجھ سے زیادہ متحمل اور باوقار تھے۔ بخدا! انہوں نے میں نے جو کچھ سوچ رکھا تھا اس میں سے ایک بات بھی نہیں چھوڑی۔ انہوں نے سب بداہتہً کہا اس کے مثل یا اس سے بھی بہتر یہاں تک کہ چپ ہوئے۔

فَسَادٌ فَمَنْ بَايَعَ رَجُلًا عَلٰى غَيْرِ مَشُوْرَةٍ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ، فَلَا يُتَابَعُ هُوَ وَلَا الَّذِىْ بَايَعَهُ، تَغِرَّةً اَنْ يُّقْتَلَا.

انہوں نے یہ کہا: اے انصار! تم نے اپنے جو فضائل بیان کیے تم اس کے اہل ہو اور یہ چیز یعنی خلافت سوائے قبیلہ قریش کے کسی اور کے لیے سوچی بھی نہیں جاسکتی۔ قریش ہی پورے عرب میں نسب اور گھر کے اعتبار سے افضل ہیں۔ میں تمہارے لیے ان دو آدمیوں میں سے ایک پر راضی ہوں کہ ان میں سے ایک کی بیعت کرلو جس کی بھی چاہو۔ انہوں نے میرا اور ابوعبیدہ بن جراح کا ہاتھ پکڑا، یہ بھی وہیں بیٹھے ہوئے تھے۔ حضرت ابوبکر نے جو کچھ کہا ان میں سے سوائے اس کے اور کوئی بات مجھے ناپسند نہیں ہوئی۔ بخدا! مجھے یہ زیادہ پسند ہے کہ مجھے آگے کر کے بغیر کسی گناہ کے میری گردن اڑا دی جائے بہ نسبت اس کے کہ ایسی قوم کا امیر بنوں جن میں ابوبکر ہوں۔ ہاں! موت کے وقت میرا نفس مجھے بہکا دے تو دوسری بات ہے اس وقت ایسا نہیں۔ اس کے بعد انصار میں سے ایک صاحب نے کہا: میں اس کا جذیل محکک ہوں اور عذیق مرجب ہوں۔ ایک امیر ہم سے ہو اور ایک امیر تم سے ہو اے قریش کے گروہ! اس کے بعد شور بہت ہونے لگا، آوازیں بلند ہوگئیں یہاں تک کہ مجھے اختلاف کا اندیشہ ہوا۔ یہ دیکھ کر میں نے کہا: اپنا ہاتھ پھیلاؤ اے ابوبکر! انہوں نے اپنا ہاتھ پھیلایا اور میں نے ان سے بیعت کرلی اور مہاجرین نے بیعت کرلی، پھر انصار نے ان کی بیعت کرلی اور ہم سعد بن عبادہ پر غالب آگئے۔ انصار میں سے ایک شخص نے کہا: تم نے سعد بن عبادہ کو مار ڈالا۔ میں نے کہا: سعد بن عبادہ کو اللہ نے مار ڈالا۔ حضرت عمر نے کہا: بخدا! ہم جس معاملے میں پڑے ان میں سب سے قوی حضرت ابوبکر کی بیعت ہے۔ ہمیں یہ ڈر تھا کہ اگر ہم قوم کو چھوڑ دیں اور اگر کسی کی بیعت نہ ہو تو کہیں یہ لوگ ہمارے بعد ان میں سے کسی کی بیعت کرلیں۔ اس کے بعد پھر ہم یا تو ایسی بات میں ان کی بیعت کرلیں جو ہمیں پسند نہیں یا ہم ان کی مخالفت کریں تو فساد ہو۔ مسلمانوں کے مشورے کے بغیر کسی شخص سے جو بھی بیعت کرے تو نہ اس کی پیروی کی جائے نہ اس کے متبعین کی، اس اندیشے سے کہ کہیں دونوں قتل نہ کر دیئے جائیں۔

[حضرت صدیق اکبر کی بیعت کی تفصیل]

قوله كنت اقرئ

کبار صحابہ حضور اقدس ﷺ کی حیات طیبہ میں جہاد اور دوسرے اہم کاموں میں مصروف تھے اس لیے بہت ہی کم صحابہ کرام نے پورا قرآن مجید حفظ کیا اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اگر چہ حضور کے وصال کے وقت صرف تیرہ سال کے تھے اور غالباً ہجرت بھی فتح مکہ کے بعد کی اس طرح ان کو حضور اقدس ﷺ کی صحبت بہت مختصر نصیب ہوئی مگر چونکہ انتہائی ذہین و فطین تھے اور حضور اقدس ﷺ نے ان کے لیے یہ دعا بھی فرمائی تھی "اَللّٰهُمَّ عَلِّمْهُ الْكِتَابَ" اے اللہ! اسے کتاب یعنی قرآن کا علم عطا فرما' وہ بھی اس شان سے کہ ان کے سر پر ہاتھ پھیرا اور سینے سے لگایا۔ اس دعا کی برکت یہ تھی کہ وہ حبر امت سید المفسرین ہوئے اور اکابر صحابہ حتیٰ کہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف جیسے جلیل القدر بزرگ بھی ان سے قرآن پڑھتے تھے۔ اس سے آج کل کے علماء کو سبق حاصل کرنا چاہیے کہ اگر کسی چھوٹی عمر والے کے پاس ایسا علم ہو جو اس کے پاس نہیں تو حیا نہ کرے' حاصل کرے۔

قوله بايعتُ فلاناً

اس سے مراد حضرت طلحہ بن عبیداللہ رضی اللہ عنہ ہیں۔ یہ کہنے والے انصار کے کچھ لوگ تھے۔

قوله فلتة

فاء کے فتحہ لام کے سکون کے ساتھ' پھر تاء مطولہ پھر تاء مدورہ۔ اس کے معنی اچانک کے ہیں۔ چونکہ بیعت سے پہلے اس قسم کی کوئی بات نہیں آئی تھی کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بنایا جائے گا' نہ تو اس کا چرچا ہوا اور نہ عام طور پر باہمی مشورہ ہوا' بلکہ سقیفہ بنی ساعدہ میں انصار کرام میں اور مہاجرین میں بحث طول پکڑ گئی اور شور ہونے لگا۔ آوازیں بلند ہو گئیں تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے فرمایا: اپنا ہاتھ پھیلایئے تو انہوں نے اپنا ہاتھ پھیلا دیا۔ سب سے پہلے حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے ان کی بیعت کی' پھر مہاجرین نے' پھر انصار کرام رضی اللہ عنہم اجمعین نے جیسا کہ تفصیل آگے آ رہی ہے' اور اس میں کوئی حرج نہیں۔ اگر اچانک ہی کوئی کام اچھا ہو جائے تو محض اس بناء پر کہ یہ کام اچانک ہوا ہے اس کو برا کہنا حماقت ہے۔

قوله رعاع الناس و غوغائهم

رعاع' جاہل' رذیل' نوعمر" غوغاء" ٹڈی کے چھوٹے بچے جو اڑنا شروع کریں' عرف میں اس کے معنی ہیں: بیچ' شرپسند۔

قوله عقب ذي الحجة

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی حج سے واپسی بدھ کے دن ہوئی تھی۔ اس کے دو دن بعد جمعہ تھا جمعہ کے دن یہ خطبہ دیا تھا۔

قوله لا ادري

ابو معشر کی روایت میں یہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے اسی خطبہ میں یہ فرمایا: میں نے خواب دیکھا ہے کہ ایک مرغ نے مجھ کو چونچ ماری ہے جس سے میں سمجھتا ہوں میری موت قریب ہے' چنانچہ یہی ہوا۔ ذی الحجہ کا مہینہ ختم بھی نہیں ہوا کہ آپ شہید کر دیے گئے۔

قوله اية الرجم

یعنی "الشيخ و الشيخة اذا زنيا فارجموهما نكالا من الله" یہ ان آیتوں میں سے ہے جن کی تلاوت منسوخ ہے اور حکم

باقی ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اس کا اندیشہ تھا کہ چونکہ آیت رجم قرآن متلو میں نہیں' تو ہو سکتا ہے کچھ لوگ اس کا انکار کر بیٹھیں اس لیے پورے اہتمام کے ساتھ اس اہم موقع پر آیت رجم کو بیان فرمایا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا اندیشہ صحیح نکلا۔ خوارج کے ایک گروہ اور بعض معتزلہ نے اس کا انکار کیا بلکہ نسائی میں ہے کہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے اسی خطبے میں فرمایا تھا کہ کچھ لوگ کہتے ہیں کہ رجم کیا چیز ہے؟ کتاب اللہ میں صرف کوڑے مارنا ہے۔

قولہ لا ترغبوا

یہ بھی ان آیتوں میں سے ہے جن کا حکم باقی ہے اور تلاوت منسوخ ہو چکی ہے جیسا کہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا یہ ارشاد ''ان کنا نقرء فیما نقرء من کتاب اللہ ان لا ترغبوا عن ابائکم ''ہم کتاب اللہ میں جو پڑھتے تھے اس میں یہ بھی پڑھتے تھے'' ان لا ترغبوا عن ابائکم'' اس پر نص ہے۔

قولہ وانھا قد کانت کذالک...... (حضرت صدیق اکبر کی بیعت اچانک تھی' اس کی توجیہ)

یعنی حضرت صدیق اکبر کی بیعت اچانک ہی ہوئی تھی۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ نہ تو پہلے سے اس سلسلے میں کوئی باہمی مشورہ ہوا تھا اور نہ رائے عامہ ہموار کرنے کی کوشش کی گئی تھی۔ سقیفہ بنی ساعدہ میں یک بیک بغیر اس کے کہ لوگوں کی رائے معلوم کروں میں نے جب دیکھا کہ آپس میں اختلاف ہو جائے گا تو میرے ذہن میں یہی حل آیا کہ حضرت ابوبکر صدیق کی بیعت شروع کر دی جائے۔ اسی کے مطابق میں نے ان سے کہا کہ آپ اپنا ہاتھ پھیلایئے میں بیعت کروں۔ چنانچہ میری یہ رائے صحیح نکلی۔ میرے بیعت کرتے ہی سارے مہاجرین اور انصار نے جتنے لوگ وہاں موجود تھے سب نے بیعت کر لی' نہ کسی نے اس پر اعتراض کیا اور نہ بیعت میں توقف کیا جس سے معلوم ہو گیا کہ سب کے دل کی آواز یہی تھی کہ حضرت ابوبکر صدیق کو خلیفہ بنایا جائے' سقیفہ بنی ساعدہ میں تو کوئی کیا اعتراض کرتا وہاں سے اٹھنے کے بعد لوگ اپنے اپنے گھروں اور محلوں میں گئے کہیں سے ان کے خلاف کچھ سنائی نہیں دیا یہاں تک کہ پوری رات گزری اور دوسرے دن مسجد نبوی میں بیعت عامہ ہوئی۔ کوئی اعتراض کیا سنائی دیتا کسی نے بیعت کرنے میں ذرا بھی جھجک اور تردد نہیں کیا۔ سب نے بہ خوشی بیعت کی۔ صرف حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نہیں آئے تھے۔ حضرت ابوبکر صدیق نے ان دونوں کو بلوایا۔ دونوں بلا تردد آئے' آکر ان لوگوں نے بھی یہ نہیں کہا کہ آپ کو خلافت کا حق نہیں تھا۔ آپ کی بیعت غلط تھی۔ آپ نے جلدی جلدی چپکے سے بیعت کرالی۔ کہا تو یہ کہا کہ ہمیں صرف اس بات کی تکلیف ہے کہ سقیفہ بنی ساعدہ میں ہم کو بلایا نہیں گیا۔ اس کا جواب ظاہر ہے کہ سقیفہ بنی ساعدہ میں حضرت صدیق اکبر وغیرہ کو بھی نہیں بلایا گیا تھا۔ یہ سن کر کہ وہاں انصار کرام جمع ہیں یہ حضرات خود ہی وہاں تشریف لے گئے۔ حضرت علی و حضرت زبیر رضی اللہ عنہما بھی اگر اس وقت وہاں تشریف لے جاتے تو انہیں کون روکتا' پھر بربنائے تحقیق اسی مجمع میں حضرت علی اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہما نے بھی بیعت کر لی جسے میں پہلے تفصیل سے لکھ چکا ہوں۔

قولہ ولکن اللہ وقی شرھا

یعنی عموماً ایسا ہوتا ہے کہ بلا سوچے سمجھے اچانک کوئی کام ہوتا ہے وہ بھی اتنا اہم' اس سے نقصانات ہوتے ہیں۔ اچانک کام کرنے سے جو شر پیدا ہو سکتا تھا اس سے اللہ نے بچا لیا اور یہ بیعت سراپا خیر و برکت ثابت ہوئی' یہ بیعت ایسی باعث خیر و برکت ثابت ہوئی کہ دنیا کی تاریخ میں جو چند بہت اہم دوررس صحیح فیصلے ہوئے ہیں ان میں سے ایک یہ بھی ہے حتیٰ کہ حضرت ابو حصین نے حضرت

صدیق اکبر کے کارنامے دیکھ کر کہا:

لقد قام ابوبکر یوم الردۃ مقام نبی من الانبیاء

''ابوبکر نے یومِ ردت ایک نبی کی جانشینی کا حق ادا کر دیا''۔

حتیٰ کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا:

والذی لا الٰہ الا ھو لولا ابوبکر اُسْتُخْلِف ما عبداللہ

''قسم ہے اس ذات کی! جس کے سوا کوئی معبود نہیں اگر ابوبکر خلیفہ نہ بنائے گئے ہوتے تو اللہ کی عبادت نہ ہوتی''۔

ایسے اہم اور مفید کام کا اچانک ہونا اس کی دلیل ہے کہ یہ من جانب اللہ تھا جسے اللہ تعالیٰ نے پہلے حضرت عمر کے دل میں ڈالا پھر تمام صحابہ کرام کے دل میں ڈالا' پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی شان تو یہ تھی کہ بیس سے زیادہ ایسے مواقع ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جو کچھ کہا وہ وحی الٰہی کے مطابق تھا۔ ان کے فرمانے کے بعد اسی کے مطابق قرآن نازل ہوا۔ اس کی روشنی میں میرا ایمان ہے کہ اگر نزول وحی کا سلسلہ بند نہ ہو گیا ہوتا تو حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے اس فیصلے کے مطابق وحی الٰہی نازل ہوتی۔

قولہ عن غیر مشورۃ

یعنی کسی ایک شخص کو یہ حق حاصل نہیں کہ مسلمانوں سے مشورہ کیے بغیر ان کی رضا حاصل کیے بغیر اپنی طبیعت سے جسے چاہے خلیفہ منتخب کر لے اگر کوئی ایسا کرے بھی تو اس کی خلافت صحیح نہیں ہو گی۔

قولہ ان الانصار خالفونا

مطلب یہ ہے کہ انصار کرام کو چاہیے تھا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے کاشانۂ اقدس میں یا مسجد نبوی میں حاضر ہو کر مشورہ کرتے' یہی مرکز اسلام تھا۔ ہم یہاں بیٹھے تھے اور وہ سقیفہ بنی ساعدہ میں اکٹھے ہوئے اور یہی مطلب اس کا بھی ہے جو آگے آ رہا ہے ''خالفنا علی والزبیر'' یہ لوگ حضرت سیدتنا فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کے کاشانۂ اقدس میں جمع ہو کر مشورہ کرنے لگے۔ ایک روایت میں بجائے حضرت زبیر کے حضرت عباس ہے۔ انصار کرام کا خیال یہ تھا کہ ہم تعداد میں زیادہ ہیں مہاجرین تھوڑے ہیں۔ یہ لوگ ہجرت کر کے ہمارے پاس آئے تھے۔ ہم نے ان کو پناہ دی۔ جان مال ہر طرح سے ان کی مدد کی۔ جنگوں کے موقعوں پر ہر لشکر میں ہماری اکثریت رہی' اس لیے ہم خلافت کے زیادہ مستحق ہیں لیکن معاملہ صرف مدینہ طیبہ کا نہیں تھا پورے عرب کا تھا۔ عرب کے لوگ سوائے قریش کے کسی کی بالادستی قبول کرنے پر راضی نہ ہوتے' نیز جب کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: ''الائمۃ من قریش'' تو شرعاً بھی یہ جائز نہیں تھا کہ انصار کرام میں کوئی خلیفہ ہوتا۔ بنی ہاشم کا خیال یہ تھا کہ اس وقت پوری دنیا کا دستور یہی ہے کہ کسی بادشاہ کے مرنے کے بعد اس کا جانشین اس کا بیٹا ہوتا اور اگر بیٹا نہ ہو تو عصبات میں سے جو سب سے قریب تر ہو وہ ہوتا۔ عصبات میں سب سے قریب حضرت عباس رضی اللہ عنہ تھے لیکن انہیں خلافت کی آرزو نہیں تھی۔ وہ یہ چاہتے تھے کہ حضرت علی کو خلیفہ بنایا جائے جیسا کہ اسی بخاری میں حدیث گزر چکی کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے حضرت علی سے کہا: میں بنی ہاشم کا حال جانتا ہوں' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرے پر ایسی علامتیں ظاہر ہیں جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ آخری دن ہیں' چلو حضور سے کہہ کر اپنے لیے لکھوا لو حضرت علی نے فرمایا: میں ایسا کبھی نہیں کروں گا' اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرما دیا تو پھر یہ ہمیں کبھی نہ ملے گی۔

[حضرت علی کی یہ خواہش تھی کہ انہیں خلیفہ بنایا جائے]

علاوہ ازیں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی پرورش بھی فرمائی تھی اور اس کے باوجود کہ ان کے پاس کچھ نہیں تھا' رہنے کے لیے

گھر بھی نہیں تھا پھر بھی اپنی سب سے چہیتی صاحبزادی کا نکاح ان سے کر دیا۔ بے شمار ذاتی فضائل کے ساتھ ساتھ ان کے بے شمار کارنامے تھے' اس لیے حضرت علی رضی اللہ کے ذہن مبارک میں یہ خیال آیا کہ خلافت مجھے ملنی چاہیے اور بنی ہاشم کا یہ سوچنا کہ حضرت علی کو خلیفہ ہونا چاہیے ایک طرح سے بجا بھی تھا۔

لیکن ایک اہم سوال یہاں یہ پیدا ہوتا ہے کہ انصار کرام سقیفہ بنی ساعدہ میں آئے تو خود ایک انصاری نے حضرت ابوبکر اور حضرت عمر فاروق کو کیوں اطلاع دی حضرت علی رضی اللہ کو کیوں اطلاع نہیں دی؟ یا سقیفہ بنی ساعدہ میں کسی نے انصار کو جانے دیجیے مہاجرین ہی میں سے کسی نے حضرت علی کا نام کیوں نہیں پیش کیا؟ اس سے ظاہر ہے کہ بنی ہاشم کے سوا صحابہ میں سے خواہ وہ مہاجرین ہوں یا انصار کسی کے ذہن میں یہ بات نہیں تھی کہ حضرت علی رضی اللہ کو خلیفہ بنایا جائے اور بادشاہ مر جائے تو اس کے بیٹے یا عصبہ ہی کو اس کی جگہ بٹھایا جائے' یہ جاہلی نظام تھا' اسلامی نظام میں اس کی کوئی گنجائش نہیں۔ اسلامی نظام یہ ہے کہ جو اس کا سب سے زیادہ اہل ہو' جسے اہل حل وعقد منتخب کریں اگرچہ انتخاب وقتی طور پر ہو وہی خلیفہ ہوگا۔

اور صحیح بات یہ ہے کہ اسلام کے پہلے حج کا امیر الحج حضور اقدس ﷺ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ کو بنایا اور جب مسجد میں تشریف لے جانے کی طاقت نہ رہی تو حضرت ابوبکر رضی اللہ کو اپنی جگہ امام بنا کر کھڑا کیا۔ یہ دونوں باتیں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ کی خلافت کی طرف بہت واضح اشارہ کر رہی ہیں۔ حضرت علی رضی اللہ ان دنوں مدینہ طیبہ میں ہی تھے' کہیں باہر نہیں تھے' مگر انہیں امام نہیں بنایا۔ ان کے ہوتے ہوئے اپنے مصلّٰی اور منبر پر بلافصل حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ کو کھڑا کیا۔ یہ دلیل ہے کہ میرے خلیفہ بلافصل یہی ہوں گے۔ ان دونوں باتوں کو تمام صحابۂ کرام جانتے تھے اسی لیے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ کا نام پیش ہوتے ہی تمام صحابہ کرام نے ان کی بیعت کر لی حتی کہ ان انصار کرام نے بھی بیعت کر لی جنہوں نے طے کر لیا تھا کہ خلیفہ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ ہوں گے۔

خاص نکتہ قابل غور یہ ہے کہ سقیفہ بنی ساعدہ میں انصار کرام کے جمع ہونے کی اطلاع دینے والے بھی انصاری ہیں اور راستے میں جو دو صاحبان ملے تھے جنہوں نے یہ بتایا تھا کہ سقیفہ بنی ساعدہ میں اس پر اتفاق ہو گیا ہے کہ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ کو خلیفہ بنایا جائے اور جنہوں نے سقیفہ بنی ساعدہ میں جانے سے منع کیا تھا یہ بھی انصاری تھے۔

[سقیفہ بنی ساعدہ پر رافضیوں کے اعتراض کا جواز]

رافضیوں کو سقیفہ بنی ساعدہ کے فیصلوں پر بڑا اعتراض ہے' کوئی ان سے پوچھے کہ اگر حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما سقیفہ بنی ساعدہ نہ گئے ہوتے تو کیا حضرت علی رضی اللہ خلیفہ منتخب ہو جاتے؟ حالات کا رخ بتا رہا ہے کہ اگر حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما سقیفہ بنی ساعدہ میں نہ گئے ہوتے تو انصار کرام اپنی قرارداد کے بموجب حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ کو خلیفہ منتخب کر لیتے' ان کی بیعت کر لیتے' پھر کیا ہوتا؟

ان سب باتوں پر جو بھی دانش مند ذرا بھی غور کرے گا وہ بھی اس نتیجے پر پہنچے گا کہ یہ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کا وہ اعلیٰ دانش مندانہ برمحل اقدام ہے جس کی مثال دنیا کی تاریخ میں شاید و باید ہی مل سکے۔ جویریہ کی روایت میں جو حضرت مالک سے ہے یہ ہے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے گھر میں تھے کہ ایک صاحب نے دیوار کے پیچھے سے پکارا: اے ابن خطاب! نکلو۔ حضرت عمر نے کہا: ہم مشغول ہیں۔ اس نے کہا: میرے پاس آؤ اس لیے کہ ایک نئی بات پیدا ہو گئی ہے۔ انصار اکٹھے ہو گئے ہیں تو آپ ان کے پاس جاؤ ان کو سنبھالو قبل اس کے کہ کوئی ایسی بات پیدا ہو جائے جس کی وجہ سے تمہارے درمیان لڑائی ہو جائے۔ یہ دو انصاری صاحبان جو راستے میں ملے تھے جنہوں نے ان لوگوں کو سقیفہ بنی ساعدہ میں جانے سے منع کیا تھا دونوں انصاری بدری تھے۔ ان میں سے ایک

صاحب کا نام عُیین بن ساعدہ تھا اور دوسرے صاحب کا معن بن عدی' پھر ایک بات یہ بھی قابل غور ہے کہ سقیفہ بنی ساعدہ میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بیعت ہو جانے کے بعد ایک انصاری ہی نے کہا تھا: تم نے سعد بن عبادہ کو مار ڈالا۔ اس سے مترشح ہوتا ہے کہ تمام انصار کرام اس پر متفق نہیں تھے کہ حضرت سعد بن عبادہ کو خلیفہ بنایا جائے۔

قوله بعض الحد

حد کے معنی تیزی کے ہیں یہاں مراد اشتعال کے ہیں' چونکہ انصاری خطیب کے بعض الفاظ مہاجرین کے لیے تکلیف کا باعث ہو سکتے تھے اس سے فطری طور پر یہ خیال درست تھا کہ کسی کو اشتعال آ جائے۔ یہ موقعہ اشتعال کا نہیں تھا۔ حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے محسوس کیا کہ ہو سکتا ہے کہ بتقاضائے بشری کوئی اس کے جواب میں سخت بات کہہ دے جس سے ماحول گرم ہو جائے اور بات بگڑ جائے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ میں جلال زیادہ تھا لیکن اپنے موقعے پر۔ یہ ان کی ذہانت و فطانت ہے کہ موقع کی نزاکت کو سمجھتے ہوئے نرم تھے لیکن حقیقت میں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے فہم و فراست و تدبر و موقع شناسی میں بھی بدرجہا زائد تھے جس کی ایک نظیر یہی خطبہ ہے جو اس موقع پر حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے دیا۔

قوله انا جذيلها المحكك

جذیل' جذل کی تصغیر ہے اور یہ تصغیر تعظیم کے لیے ہے۔ اس کے معنی درخت کے اس تنے کے ہیں جس کی شاخیں جھڑ گئی ہوں اور اس لکڑی کو بھی کہتے ہیں جو اس لیے گاڑی جاتی تھی کہ خارش زدہ اونٹ اس پر اپنا بدن رگڑیں۔ ''مـحـكك''، ''حك'' کا باب تفعیل سے اسم مفعول ہے۔ یعنی وہ لکڑی جس پر کھجلایا گیا ہو اور اسم ظرف بھی ہو سکتا ہے کھجلانے کی جگہ۔ اس سے مراد مجا مجایا تجربہ کار ہے یعنی میں بہت تجربہ کار ہوں۔

قوله عذيقها المرجب عذيق

''عِذَق''، کی تصغیر ہے ''عذق'' کھجور کا گچھا ''عَذْق'' کھجور کا درخت اور ''مـرجـب''، ''رجـب'' کا باب تفعیل سے اسم مفعول ہے۔ بولتے ہیں: ''رجبت النخلة'' جب کہ اسے تھونی لگا دی جائے یعنی جب کہ اس کے گرنے کا اندیشہ ہو خواہ زیادہ لمبائی کی وجہ سے یا پھلوں کے بوجھ کی وجہ سے' اس سے مراد سہارا اور معتمد ہے۔ یہ کہنے والے حباب بن منذر تھے۔ بحث کے دوران حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا تھا: ہم امراء ہیں اور آپ لوگ وزراء' اس پر حباب ابن منذر نے کہا: بخدا! ہم ایسا نہیں ہونے دیں گے۔ ہم میں سے ایک امیر ہوگا اور تم سے ایک امیر ہوگا' اس کے جواب میں حضرت عمر نے فرمایا: دو تلواریں ایک نیام میں نہیں رہ سکتیں۔ ہم سے امراء ہوں اور تم میں سے وزراء۔

قوله ثُمَّ بايعته الانصار

فتح الباری میں ابن اسحاق کے حوالے سے مذکور ہے کہ جب حضرت سیدنا صدیق اکبر نے اپنا ہاتھ بڑھایا تو مجھ سے پہلے انصار کے ایک صاحب نے بیعت کر لی۔ یہ صاحب بشیر بن سعد تھے حضرت نعمان کے والد (رضی اللہ عنہما)۔

بَابُ الْبِكْرَانِ يُجْلَدَانِ وَيُنْفَيَانِ

کنوارے زانی مرد اور عورت کو کوڑا مارا جائے گا اور جلاوطن کیا جائے گا

﴿الزَّانِيَةُ وَالزَّانِيْ فَاجْلِدُوْا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا بدکار مرد و عورت میں سے ہر ایک کو سو کوڑے لگاؤ اور اللہ کے

مِائَةَ جَلْدَةٍ وَّلَا تَأْخُذْكُم بِهِمَا رَأْفَةٌ فِي دِينِ اللَّهِ إِن كُنتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَلْيَشْهَدْ عَذَابَهُمَا طَائِفَةٌ مِّنَ الْمُؤْمِنِينَO اَلزَّانِي لَا يَنكِحُ إِلَّا زَانِيَةً أَوْ مُشْرِكَةً وَّالزَّانِيَةُ لَا يَنكِحُهَا إِلَّا زَانٍ أَوْ مُشْرِكٌ وَحُرِّمَ ذَٰلِكَ عَلَى الْمُؤْمِنِينَO﴾ (النور:۲-۳)۔ (ص۱۰۱۰)

دین کے معاملے میں تمہیں ان پر ترس نہ آئے اگر تم اللہ اور پچھلے دن پر ایمان رکھتے ہو اور چاہیے کہ ان کی سزا کے وقت مسلمانوں کا ایک گروہ حاضر ہوO بدکار مرد نکاح نہ کرے گا مگر بدکار یا مشرک عورت سے اور بدکار عورت سے نکاح نہ کرے گا مگر بدکار مرد یا مشرک اور یہ کام ایمان والوں پر حرام ہےO

توضیح

باب میں ''بِکر'' سے مراد وہ مرد ہے جس نے نکاح کے ساتھ کسی عورت سے ہم بستری نہ کی ہو' اسی طرح بکر عورت سے مراد وہ عورت ہے جس کے ساتھ نکاح صحیح کے ساتھ جماع نہ کیا گیا ہو۔ باب کا عنوان ایک حدیث موقوف کا عنوان ہے جسے امام ابن ابی شیبہ نے روایت کیا ہے اس زیادتی کے ساتھ ''والثیبان یجلدان ویرجمان'' اور ثیب مرد اور عورت کو کوڑا بھی مارا جائے گا اور سنگسار بھی کیا جائے گا۔

ابن منذر نے زیادتی کو ان الفاظ میں روایت کیا: ''والثیبان یرجمان والذان بلغا سنا یجلدان ثم یرجمان'' اور ثیب کو سنگسار کیا جائے گا اور جو بوڑھے ہو چکے ہوں انہیں کوڑا مارا جائے گا پھر سنگسار کیا جائے گا۔

اور امام عبدالرزاق نے بہ طریق ثوری عن الاعمش عن مسروق یوں روایت کیا:

البکران یجلدان وینفیان والثیبان یرجمان ولا یجلدان والشیخان یجلدان ثم یرجمان.

بکر کو کوڑا مارا جائے گا اور جلاوطن کیا جائے گا اور ثیب کو سنگسار کیا جائے گا اور کوڑا نہیں مارا جائے گا اور بوڑھے مرد اور عورت کو کوڑا مارا جائے گا پھر سنگسار کیا جائے گا۔

علامہ ابن حجر نے فرمایا: اس کے رجال صحیح کے رجال ہیں۔

مذہب احناف

اس خصوص میں یہ ہے کہ غیر محصن مرد اور عورت کے زنا کی حد صرف کوڑا مارنا ہے جلاوطن کرنا حد میں داخل نہیں۔ البتہ اگر حاکم اسلام جلاوطن کرنے کی ضرورت محسوس کرتا ہو تو سیاسۃً جلاوطن کر سکتا ہے' اور جن احادیث میں جلاوطن کرنے کا ذکر ہے ان سب سے مراد یہی ہے کہ عندالضرورت ان کو جلاوطن کیا گیا۔ علامہ ابن حجر نے محمد بن نصر کی کتاب الاجماع سے نقل فرمایا کہ زانی کے جلاوطن کیے جانے پر کوفیوں کے علاوہ سب کا اتفاق ہے حتیٰ ائمہ احناف میں سے امام ابو یوسف کا بھی یہی قول ہے۔

ت۸۰۹- قَالَ ابْنُ عُيَيْنَةَ رَأْفَةٌ إِقَامَةُ الْحُدُودِ.

ابن عیینہ نے فرمایا: ترس نہ آئے حد قائم کرنے میں۔

ت۸۱۰- قَالَ ابْنُ شِهَابٍ وَأَخْبَرَنِي عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ غَرَّبَ، ثُمَّ لَمْ تَزَلْ تِلْكَ السُّنَّةَ.

عروہ بن زبیر نے خبر دی کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے زانی کو جلاوطن کیا اور پھر یہی طریقہ ہمیشہ رہا۔

یہ حدیث منقطع ہے اس لیے کہ عروہ کا سماع حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ثابت نہیں لیکن ترمذی میں ہے: ''عن عبیداللہ عن نافع عن ابن عمر ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم ضرب و غرب و ان ابابکر ضرب و غرب وان عمر ضرب و غرب'' کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے زانی کو مارا اور جلاوطن کیا اور حضرت ابوبکر نے مارا اور جلاوطن کیا اور حضرت عمر نے مارا اور جلاوطن کیا۔ اسے نسائی' ابن خزیمہ اور حاکم نے بھی روایت کیا اور حاکم نے اس کی تصحیح کی۔

قوله تلك السنة

حتیٰ کہ مروان نے بھی جلاوطن کیا۔ اس کے بعد اسے اہل مدینہ نے ترک کر دیا۔

۲۸۴۹ - عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَضٰى فِيْمَنْ زَنٰى وَلَمْ يُحْصَنْ بِنَفْيِ عَامٍ، بِاِقَامَةِ الْحَدِّ عَلَيْهِ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص کے بارے میں جس نے زنا کیا اور محصن نہیں تھا سال بھر جلاوطن ہونے کا حکم دیا اس پر حد قائم ہونے کے ساتھ ساتھ۔

(نسائی۔ کتاب الرجم)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا یہ فرمانا کہ حد قائم فرمانے کے ساتھ ساتھ ایک سال کے لیے جلاوطن ہونے کا حکم دیا یہ اس کی دلیل ہے کہ جلاوطن کرنا حد میں داخل نہیں۔

بَابٌ كَمِ التَّعْزِيْرُ وَالْاَدَبُ (ص ۱۰۱۲)

سزا اور ادب کتنا دیا جائے گا؟

۲۸۵۰ - عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ، عَنْ اَبِيْ بُرْدَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لَا يُجْلَدُ فَوْقَ عَشْرِ جَلَدَاتٍ اِلَّا فِيْ حَدٍّ مِّنْ حُدُوْدِ اللّٰهِ.

حضرت ابوبردہ انصاری رضی اللہ عنہ نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ کسی سزا میں دس کوڑے سے زیادہ نہ مارا جائے سوائے اللہ کی حدود میں سے کسی حد میں۔

(اسی کے متصل دو طریقے سے، مسلم، ابوداؤد، ترمذی، ابن ماجہ۔ کتاب الحدود، نسائی۔ کتاب المحاربہ)

اس حدیث میں حد سے کیا مراد ہے؟ اس سلسلے میں شراح کے مختلف اقوال ہیں۔ ظاہر یہ ہے کہ اس سے مراد وہ سزا ہے جو شریعت نے کسی جرم پر مقرر فرمائی ہے۔ حدیث میں یہ تصریح ہے کہ حد کے علاوہ کسی اور جرم کی سزا میں دس کوڑے سے زیادہ نہ مارا جائے لیکن اسلاف سے اس سے زائد کوڑے مارنے کی روایتیں موجود ہیں، اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو لکھا کہ تعزیر میں بیس کوڑے سے زیادہ کسی کو مت مارو اور حضرت عثمان سے تیس تک تعداد مروی ہے، نیز حضرت عمر سے ایک روایت یہ بھی ہے کہ انہوں نے سو کوڑے تک کی اجازت دی ہے اور ایسے ہی حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے۔

اسی بناء پر اس سلسلہ میں ائمہ کرام کے مختلف اقوال ہیں۔ صحیح اور محقق یہ ہے کہ اس کی کوئی تحدید نہیں کہ یہ جرم اور مجرم کی حیثیت کے لحاظ سے مختلف ہوسکتا ہے۔ شریف اور سلیم الطبع افراد کے لیے کبھی صرف پوچھ لینا کافی ہوتا ہے کہ کیا آپ نے ایسا کیا ہے؟ بلکہ کبھی اتنا کہنا ہی بہت ہوتا ہے کہ یہ آپ کی شان کے لائق نہیں۔ کبھی معمولی سرزنش کافی ہوتی ہے اور کبھی دس بیس کوڑے ناکافی، پھر گناہ کبیرہ کی سزا مختلف ہوگی بہ نسبت گناہ صغیرہ کے، پھر ایک عادی مجرم کی سزا الگ ہوگی بہ نسبت اس کے کہ اس سے پہلی بار کوئی جرم سرزد ہوا ہو، اس لیے محقق اور راجح یہی ہے کہ تعزیر حاکم کی صواب دید پر ہے۔

پھر تادیب کا معاملہ تعزیر سے الگ ہے مثلاً باپ بیٹے کو، استاد شاگرد کو، آقا غلام کو کسی ایسی بات پر بھی سزا دے سکتا ہے جو حقیقت میں گناہ نہیں لیکن اب سوال یہ رہ جاتا ہے کہ جب حدیث میں دس کی تحدید مذکور ہے تو اس سے زیادہ تعزیر کی اجازت کیسے ہوگی؟

اس لیے اس حدیث میں حد سے اوامر اور نواہی مراد لیے جائیں یعنی کسی فرض اور واجب کے ترک پر یا کسی ناجائز اور حرام کے ارتکاب پر دس کوڑوں سے زیادہ سزا دی جا سکتی ہے۔ اس حدیث کی امام بخاری نے دو اور طریقوں سے تخریج کی ہے۔ ایک بہ طریق

عمرو بن علی اس میں یہ ہے کہ عبدالرحمٰن بن جابر نے اس سے روایت کرتے ہوئے جس نے نبی ﷺ سے سنا ہے مجھ سے حدیث بیان کی۔ دوسرے بہ طریق یحییٰ بن سلیمان اس میں یہ ہے کہ ابن وہب نے کہا: مجھ سے عمرو نے حدیث بیان کی کہ بکیر نے ان سے حدیث بیان کی کہ میں سلیمان بن یسار کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ عبدالرحمٰن بن جابر آئے اور سلیمان بن یسار سے حدیث بیان کی اس کے بعد سلیمان بن یسار ہماری طرف متوجہ ہوئے اور کہا: مجھ سے عبدالرحمٰن بن جابر نے حدیث بیان کی کہ ان کے والد نے حدیث بیان کی کہ انہوں نے ابو بردہ انصاری سے سنا کہ انہوں نے کہا: میں نے نبی ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا۔

تینوں طریقوں میں فرق یہ ہے کہ پہلے طریقے میں عبدالرحمٰن بن جابر براہ راست حضرت ابو بردہ انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔ دوسرے طریقے میں عبدالرحمٰن بن جابر نے ان صاحب کا نام نہیں لیا جن سے انہوں نے روایت کی جنہوں نے نبی ﷺ سے سنا۔ اس میں عبدالرحمٰن بن جابر کے شیخ کا نام مذکور نہیں مگر اس سے کچھ فرق نہیں پڑتا کہ جب یہ تصریح ہے کہ انہوں نے نبی ﷺ سے سنا۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ وہ صحابی تھے اور صحابہ کل کے کل عادل ہیں اور اس کا بھی امکان ہے کہ یہ حضرت ابو بردہ انصاری رضی اللہ عنہ ہی ہوں جیسا کہ دوسرے طریقے میں تصریح ہے۔

تیسرے طریقے میں عبدالرحمٰن بن جابر اور حضرت ابو بردہ انصاری رضی اللہ عنہ کے درمیان حضرت جابر رضی اللہ عنہ بھی ہیں۔ اس سے بھی کوئی خلل نہیں واقع ہوتا۔ ہو سکتا ہے کہ عبدالرحمٰن بن جابر نے اس کو اپنے والد حضرت جابر سے بھی سنا ہو اور براہِ راست حضرت ابو بردہ انصاری رضی اللہ عنہ سے بھی سنا ہو البتہ ہر روایت کے الفاظ مختلف ہیں۔ پہلی روایت جو بہ طریق عبداللہ بن یوسف ہے اس میں یہ ہے "لا یجلد فوق عشر جلدات"۔ دوسری روایت بہ طریق عمرو بن علی اس میں ہے لا عقوبة فوق عشر ضربات" اور تیسری روایت بہ طریق یحییٰ بن سلیمان ہے اس میں ہے "لا یجلد فوق عشر اسواط" مگر معنی تینوں کا ایک ہے۔ "ضربة" اگر چہ معنی کے اعتبار سے عام ہے مگر چونکہ عادت یہی تھی کہ کوڑوں ہی سے سزا دی جاتی تھی اس لیے "ضربة" سے مراد کوڑا مارنا ہی ہے۔

اس کے بعد حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی مشہور حدیث صوم وصال ذکر فرمائی جس میں یہ مذکور ہے کہ حضور ﷺ نے صوم وصال سے لوگوں کو منع کیا تو کچھ لوگوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ صوم وصال رکھتے ہیں۔ فرمایا: تم میں کون مجھ جیسا ہے؟ مجھے میرا رب کھلاتا ہے اور پلاتا ہے۔ جب لوگ نہیں مانے تو حضور نے دو دن صوم وصال رکھا پھر چاند نظر آ گیا تو فرمایا کہ اگر چاند ابھی نظر نہ آتا تو میں اور بھی صوم وصال رکھتا۔ یہ ارشاد ایسا تھا جیسے کہ ان کی سزا کے لیے فرما رہے ہوں۔ مطلب یہ تھا کہ میں تو مسلسل صوم وصال رکھتا اور تم لوگ عاجز آ جاتے۔ اس سے ثابت ہوا کہ تعزیر صرف مارنے ہی میں منحصر نہیں تعزیر کبھی زجر و توبیخ اور کبھی دوسرے طریقے سے بھی ہوتی ہے۔

بَابُ قَذْفِ الْعَبِيْدِ (ص ۱۰۱۳) غلاموں پر زنا کی تہمت لگانا

توضیح

یہاں مصدر کی اضافت مفعول بہ کی طرف ہے۔ اس کے تحت جو حدیث مذکور ہے وہ اس کی دلیل ہے یعنی اگر کسی نے غلام پر زنا کی تہمت لگائی تو کیا حکم ہے۔ اگر چہ لفظ اس کا بھی احتمال رکھتا ہے کہ اضافت فاعل کی طرف ہو یعنی غلام اگر کسی پر زنا کی تہمت لگائے تو کیا حکم ہے؟ جمہور کا مذہب یہ ہے کہ غلام کو چالیس کوڑے مارے جائیں گے لیکن حضرت عمر بن عبدالعزیز، امام زہری، امام اوزاعی اور اہل ظاہر کا مذہب یہ ہے کہ اس کو اسی کوڑے مارے جائیں گے۔ عنوان میں اگر چہ عبید کا لفظ ہے مگر یہی حکم باندیوں کا بھی ہے۔

٢٨٥١ - عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا الْقَاسِمِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ مَنْ قَذَفَ مَمْلُوْكَهٗ وَهُوَ بَرِیْءٌ مِمَّا قَالَ جُلِدَ یَوْمَ الْقِیَامَةِ اِلَّا اَنْ یَكُوْنَ كَمَا قَالَ.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ میں نے ابوالقاسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: جو شخص اپنے غلام پر زنا کی تہمت لگائے گا اور غلام اس سے پاک ہوگا تو اسے قیامت کے دن کوڑا مارا جائے گا مگر یہ کہ غلام ایسا ہی ہو جیسا کہ اس نے کہا۔

(مسلم۔ کتاب الایمان والنذور' ابوداؤد۔ کتاب الادب' ترمذی۔ کتاب البر' نسائی۔ کتاب الرجم)

اس پر اجماع ہے کہ اگر کوئی شخص غلام پر زنا کی تہمت لگائے تو اس پر حد نہیں' دلیل یہی حدیث ہے' کیوں کہ اگر دنیا میں اس پر حد ہوتی تو اسے ضرور ذکر فرماتے جب کہ حد گناہوں کا کفارہ ہے تو جس جرم پر حد جاری کر دی گئی تو قیامت کے دن اس پر پھر سزا کا سوال ہی نہیں۔

بسم الله الرحمن الرحيم

۸۸- كِتَابُ الدِّيَاتِ (ص ۱۰۱۴)

دیات کا بیان

بَابُ قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى ﴿وَمَنْ يَّقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآؤُهٗ جَهَنَّمُ﴾ (النساء:۹۳)

اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کا بیان: اور جو کسی مومن کو قصداً قتل کرے تو اس کی سزا جہنم ہے

توضیح

''دیات''، ''دیۃ'' کی جمع ہے جیسے ''عدۃ'' کی جمع ''عدات'' اس کی اصل ''ودی'' تھی۔ یہ لفیف مفروق ہے واؤ کو حذف کر کے اس کے عوض آخر میں تا بڑھا دی گئی اور فا کلمہ کو کسرہ دیا گیا جیسے ''وعد'' سے ''عدۃ'' اور ''وزن'' سے ''زنۃ''۔ اس کے معنی ہیں: جان یا زخم کے عوض مال دینا جس کو اردو میں خون بہا کہتے ہیں، قصاص کے معنی بدلہ لینا ہے، مثلاً مقتول کے عوض قاتل کو قتل کرنا۔ دانت توڑنے کے عوض دانت توڑنا۔ حقیقت میں قصاص دیت سے الگ ایک قسم ہے لیکن جن جرائم میں قصاص واجب ہوتا ہے ان میں یہ اختیار ہوتا ہے کہ اولیاء مقتول یا مجروح مال لے لیں اور قصاص چھوڑ دیں۔ اس مناسبت کی بناء پر امام بخاری نے دیات کے ضمن میں قصاص کو بھی ذکر فرمایا ہے۔

۲۸۵۲- ح: [وَعِيْدُ الْقَتْلِ مِنْ غَيْرِ وَجْهٍ]

ناحق قتل کی وعید

۲۸۵۲ - عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَنْ يَّزَالَ الْمُؤْمِنُ فِيْ فُسْحَةٍ مِّنْ دِيْنِهٖ مَا لَمْ يُصِبْ دَمًا حَرَامًا.

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مومن اس وقت تک اپنے دین میں کشادگی کے ساتھ رہے گا جب تک خون ناحق نہیں کرے گا۔

۲۸۵۳ - عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ إِنَّ مِنْ وَرْطَاتِ الْأُمُوْرِ الَّتِيْ لَا مَخْرَجَ لِمَنْ أَوْقَعَ نَفْسَهٗ فِيْهَا، سَفْكَ الدَّمِ الْحَرَامِ بِغَيْرِ حِلِّهٖ.

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا: ان تباہ کن باتوں میں سے جن میں پھنسنے کے بعد آدمی نکل نہیں سکتا خون ناحق ہے۔

یہی مضمون قرآن مجید میں قریب قریب ہے۔ ارشاد ہے: ''وَمَنْ قُتِلَ مَظْلُوْمًا فَقَدْ جَعَلْنَا لِوَلِيِّهٖ سُلْطٰنًا فَلَا يُسْرِفْ فِّي الْقَتْلِ إِنَّهٗ كَانَ مَنْصُوْرًا ۝'' (بنی اسرائیل:۳۳) اور جو ناحق مارا جائے تو بے شک ہم نے اس کے وارث کو قابو دیا ہے تو وہ قتل میں حد سے نہ بڑھے ضرور اس کی مدد ہونی ہے ۝

جب حضرت ذوالنورین عثمان غنی رضی اللہ عنہ شہید کیے گئے تو حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ اب شدید فتنے اٹھیں گے

اور اسی آیت کریمہ کی تلاوت فرمائی۔

اسلام کی تاریخ شاہد ہے کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ کی شہادت تک پوری دنیا کے مسلمان متفق اور متحد تھے۔ ان کی شہادت کے بعد فتنے اٹھنے شروع ہوئے تو تقریباً پندرہ سو سال گزرنے کے باوجود بند نہیں ہو سکے۔ جنگ جمل، جنگ صفین، خوارج کے محاربات، حادثہ کربلا، حادثہ حرہ، مکہ معظمہ پر بار بار لشکر کشی وغیرہ وغیرہ سب اسی کی فرع ہیں۔

الفخری وغیرہ نے ذکر کیا ہے کہ جب عثمان غنی رضی اللہ شہید ہوئے تو حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ نے کہا: ''لا ینطح فیہ عنزان'' اس میں دو مینڈھے نہیں لڑیں گے۔ یہ جنگ صفین میں امیر المومنین علی رضی اللہ کے ساتھ تھے۔ ایک تیر آ کر ان کی آنکھ میں لگا اور آنکھ جاتی رہی۔ حضرت امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ کے مابین صلح کے بعد جب حالات معتدل ہو گئے تو حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ ایک بار حضرت معاویہ رضی اللہ کے یہاں گئے۔ حضرت معاویہ رضی اللہ نے ان سے پوچھا کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ کی شہادت پر تم نے یہ کہا تھا: ''لا ینطح فیہ عنزان'' انہوں اقرار کیا۔ حضرت معاویہ نے فرمایا: ''ھل نطح فیہ عنز قال نعم التیس الاکبر'' کیا اس معاملہ میں کسی مینڈھے نے سینگ مارا؟ انہوں نے کہا: ہاں! بہت بڑے بوتک نے۔

بَابُ قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى ﴿وَمَنْ اَحْيَاهَا فَكَاَنَّمَا اَحْيَا النَّاسَ جَمِيْعًا﴾ (المائدہ:۳۲)(ص ۱۰۱۴)

اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کا بیان: اور جس نے اسے زندہ رکھا گویا اس نے سب لوگوں کو زندہ رکھا

توضیح

سورۂ مائدہ میں فرمایا: ''مَنْ قَتَلَ نَفْسًا بِغَيْرِ نَفْسٍ اَوْ فَسَادٍ فِي الْاَرْضِ فَكَاَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيْعًا وَّمَنْ اَحْيَاهَا فَكَاَنَّمَا اَحْيَا النَّاسَ جَمِيْعًا'' جس نے کسی کو قتل کیا بغیر قصاص یا زمین میں فساد کے تو گویا اس نے سب لوگوں کو قتل کیا اور جس نے ایک شخص کو زندہ رکھا گویا اس نے سب لوگوں کو زندہ رکھا۔

مطلب یہ ہے کہ خون ناحق کرنے کے بعد مقتول کے اولیاء قتل کا بدلہ لینے کے لیے اٹھیں گے اور قاتل کے اولیاء قاتل کو بچانے کے لیے زور لگائیں گے، پھر آپس میں لڑائی ہوگی اور خون ریزی بڑھ جائے گی جیسا کہ زمانہ جاہلیت میں بنی بکر اور بنی تغلب میں ایک خون ناحق کے پیچھے پچاس سال تک لڑائی ہوتی رہی۔ حضرت امام بخاری رحمہ اللہ نے آیت کریمہ کے ایک حصے کو باب کا عنوان بنایا ہے۔

ت ۸۱۱ - قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ مَنْ حَرَّمَ قَتْلَهَا اِلَّا بِحَقٍّ حَيِيَ النَّاسُ مِنْهُ جَمِيْعًا. حضرت ابن عباس رضی اللہ نے فرمایا: جس نے قتل ناحق کو حرام جانا اس نے سب لوگوں کو زندہ رکھا۔

اس تعلیق کو اسماعیل بن زیاد سلمی نے اپنی تفسیر میں روایت کیا اور امام وکیع نے بھی روایت کیا۔

بَابُ قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى ﴿اَنَّ النَّفْسَ بِالنَّفْسِ﴾ (المائدہ:۴۵) اَلْاٰيَةَ (ص ۱۰۱۶)

اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کا بیان: بے شک جان جان کے عوض ہے

توضیح

اصل ارشاد یہ ہے:

﴿وَكَتَبْنَا عَلَيْهِمْ فِيْهَا اَنَّ النَّفْسَ بِالنَّفْسِ وَالْعَيْنَ اور (تورات میں) ہم نے بنی اسرائیل پر فرض فرمایا کہ جان

بِالْعَيْنِ وَالْأَنْفَ بِالْأَنْفِ وَالْأُذُنَ بِالْأُذُنِ وَالسِّنَّ بِالسِّنِّ وَالْجُرُوْحَ قِصَاصٌ ﴾ (المائدۃ:۴۵)

کے بدلے جان قتل کی جائے اور آنکھ کے بدلے آنکھ پھوڑی جائے اور ناک کے بدلے ناک اور کان کے بدلے کان کاٹا جائے اور دانت کے بدلے دانت توڑا جائے اور زخموں میں قصاص لیا جائے۔

یہ حکم اگرچہ بنی اسرائیل کے لیے تھا مگر اس قاعدہ کلیہ کے بموجب کہ اگلی شریعتوں کے احکام جب اللہ عزوجل اور رسول اللہ ﷺ بیان فرمائیں اور اس کے نسخ کو ظاہر نہ فرمائیں تو وہ ہماری شریعت کے بھی احکام ہیں۔

۲۸۵۴ - عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَحِلُّ دَمُ امْرِئٍ مُّسْلِمٍ، يَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ، وَاَنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ، اِلَّا بِاِحْدٰى ثَلَاثٍ اَلنَّفْسِ بِالنَّفْسِ، وَالثَّيِّبِ الزَّانِيْ، وَالْمَارِقِ مِنَ الدِّيْنِ التَّارِكِ الْجَمَاعَةَ. (مسلم ابوداود۔ کتاب الحدود ترمذی۔ کتاب الدیات نسائی۔ کتاب المحاربہ والقود)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ کسی ایسے مسلمان کا خون حلال نہیں جو اس بات کی گواہی دیتا ہو کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں بے شک اللہ کا رسول ہوں مگر تین باتوں میں سے ایک کی وجہ سے: جان کے بدلے جان اور زانی ثیب اور اپنے دین سے جدا ہونے والا جو مسلمانوں کی جماعت چھوڑ کر علیحدہ ہو جائے۔

''ثیب'' سے مراد ''محصن'' ہے یعنی جس نے نکاح صحیح کے بعد کسی عورت سے وطی کی ہو۔ اس پر مسلمانوں کا اجماع ہے کہ اسے سنگسار کیا جائے گا اور دین کے مفارق سے مراد مرتد ہے۔ اس پر بھی اجماع ہے کہ وہ واجب القتل ہے بعض روایتوں میں بجائے ''المفارق'' کے ''المارق'' ہے۔ اس کے معنی بھی دین سے نکلنے والے کے ہیں۔

بَابُ مَنْ طَلَبَ دَمَ امْرِئٍ بِغَيْرِ حَقٍّ (ص ۱۰۱۶)

جو کسی مسلمان کے خون کا بغیر حق کے طلب گار ہو

۲۸۵۵ - حَدَّثَنَا نَافِعُ بْنُ جُبَيْرٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَبْغَضُ النَّاسِ اِلَى اللّٰهِ ثَلَاثَةٌ مُلْحِدٌ فِي الْحَرَمِ، وَمُبْتَغٍ فِي الْاِسْلَامِ سُنَّةَ الْجَاهِلِيَّةِ، وَمُطَّلِبُ دَمِ امْرِئٍ بِغَيْرِ حَقٍّ لِيُهْرِيْقَ دَمَهُ.

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ مبغوض تین قسم کے لوگ ہیں: حرم میں ظلم کرنے والے، اسلام میں جاہلیت کا طریقہ ڈھونڈنے والے اور کسی مسلمان کو ناحق قتل کرنے کے درپے ہونے والے۔

اس حدیث میں ''ابغض'' اسم تفضیل معنی مفعول کی زیادتی کے لیے ہے یعنی مبغوض ترجیسے ''اشہر'' بہ معنی مشہور تر۔ الحاد کے معنی ہیں ٹیڑھا ہونا، یہاں مراد ہے کہ حق چھوڑ کر باطل اختیار کرنا، ظلم کرنا۔

بَابُ الْقِصَاصِ بَيْنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ فِي الْجِرَاحَاتِ (ص ۱۰۱۷)

مردوں اور عورتوں کے درمیان زخموں میں قصاص ہے

توضیح

اس پر قریب قریب اتفاق ہے کہ مرد اور عورت کے مابین قصاص ہے اگرچہ بعض اکابر کا یہ مذہب ہے کہ اگر مقتول عورت کے اولیاء مرد کو قتل کریں تو نصف دیت دیں۔ اسی طرح مرد مقتول کے اولیاء اگر عورت کو قتل کریں تو نصف دیت دیں۔ امام حسن بصری، امام عطاء، امام شعبی وغیرہ کا یہی مذہب ہے لیکن مرد اور عورت کے درمیان زخموں میں قصاص ہے یا نہیں اس میں اختلاف ہے۔

حضرت امام مالک اور حضرت امام شافعی وغیرہ کا مذہب ہے کہ قصاص ہے' اور امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا مذہب ہے کہ زخموں میں قصاص نہیں اس لیے کہ قصاص میں مساوات ضروری ہے اور مرد اور عورت کے اعضاء میں مساوات نہیں۔ اگر کسی نے کسی کا شل ہاتھ کاٹ دیا تو اس کے عوض میں اس کا تندرست ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا اور اگر کسی مریض نے کسی تندرست کو قتل کر دیا تو اس کو قصاص میں قتل کیا جائے گا۔

وَقَالَ اَهْلُ الْعِلْمِ يُقْتَلُ الرَّجُلُ بِالْمَرْاَةِ. وَيُذْكَرُ عَنْ عُمَرَ تُقَادُ الْمَرْاَةُ مِنَ الرَّجُلِ فِيْ كُلِّ عَمْدٍ يَبْلُغُ نَفْسَهُ فَمَا دُوْنَهَا مِنَ الْجِرَاحِ. وَبِهٖ قَالَ عُمَرُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيْزِ، وَاِبْرَاهِيْمُ، وَاَبُو الزِّنَادِ عَنْ اَصْحَابِهٖ.

اور اہل علم نے کہا کہ مرد کو عورت کے عوض قتل کیا جائے گا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہوئے ذکر کیا جاتا ہے کہ عورت کا قصاص مرد سے لیا جائے گا ہر بالقصد جنایت میں' جان ہو یا اس سے کچھ کم زخم۔ یہی عمر بن عبدالعزیز اور ابراہیم نخعی نے کہا اور ابوالزناد نے بھی یہی اپنے اساتذہ سے روایت کرتے ہوئے کہا۔

اس عبارت میں اصحاب سے مراد اساتذہ ہیں مثلاً حضرت قاسم بن محمد' عروہ بن زبیر' عبدالرحمٰن بن ہرمز اعرج وغیرہ۔

امام بخاری نے باب کے اثبات کے لیے حضرت اُمّ المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی وہ حدیث ذکر کی کہ مرض وصال میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے منہ میں دوا ٹپکائی تھی۔ افاقہ کے بعد حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ عباس کو چھوڑ کر گھر میں جتنے لوگ ہیں سب کے منہ میں دوا ٹپکائی جائے اور اس وقت گھر میں زیادہ تر عورتیں ہی تھیں۔ یہ عمل ایک طریقہ سے قصاص تھا۔ اس سے ثابت ہوا کہ اگر عورت جنایت کرے تو اس سے قصاص لیا جائے گا۔

اقول وھو المستعان: باب ہے زخموں سے قصاص کے متعلق اور حدیث میں زخم کا کوئی ذکر ہی نہیں اور نہ یہ قصاص تھا' بلکہ یہ بطور تادیب ارشاد فرمایا تھا۔

بَابُ مَنْ اَخَذَ حَقَّهٗ، اَوِ اقْتَصَّ دُوْنَ السُّلْطَانِ (ص۱۰۱۷)

جس نے بادشاہ کے بغیر اپنا حق لیا یا قصاص لیا

۲۸۵۶- اَنَّ الْاَعْرَجَ حَدَّثَهٗ اَنَّهٗ سَمِعَ اَبَا هُرَيْرَةَ يَقُوْلُ اِنَّهٗ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ نَحْنُ الْاٰخِرُوْنَ السَّابِقُوْنَ.

اعرج نے حدیث بیان کی کہ انہوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ کہتے ہوئے سنا' انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: ہم سب میں پچھلے اور سب سے سبقت کرنے والے ہیں۔

وَبِاِسْنَادِهٖ لَوِ اطَّلَعَ فِيْ بَيْتِكَ اَحَدٌ، وَلَمْ تَاْذَنْ لَهٗ، خَذَفْتَهٗ بِحَصَاةٍ، فَفَقَاْتَ عَيْنَهٗ مَا كَانَ عَلَيْكَ مِنْ جُنَاحٍ.

اسی اسناد کے ساتھ اس کو بھی بیان کیا: بغیر اجازت طلب کیے اگر تیرے گھر میں کوئی جھانکے اور تو کنکری پھینک کر اسے مارے جس سے اس کی آنکھ پھوٹ جائے تو تجھ پر کوئی گناہ نہیں۔

اس حدیث کو باب سے اس طرح مناسبت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کو تعلیم دی ہے۔

فقہاء کرام فرماتے ہیں کہ اس صورت میں قصاص ہے ورنہ امن باقی نہیں رہے گا اور حدیث میں جو فرمایا ہو وہ تغلیظاً ہے۔

بَابُ اِذَا عَضَّ رَجُلًا فَوَقَعَتْ

جب کسی نے کسی کو دانت کاٹا اور اس کے

ثَنَایَاہُ (ص۱۰۱۸) اگلے دانت جھڑ گئے

۲۸۵۷ - عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَیْنٍ اَنَّ رَجُلًا عَضَّ یَدَ رَجُلٍ، فَنَزَعَ یَدَہٗ مِنْ فَمِہٖ، فَوَقَعَتْ ثَنِیَّتَاہُ، فَاخْتَصَمُوْا اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ یَعَضُّ اَحَدُکُمْ اَخَاہُ کَمَا یَعَضُّ الْفَحْلُ؟ لَا دِیَۃَ لَہٗ.

(مسلم۔ کتاب الحدود، ترمذی۔ کتاب الدیات، نسائی۔ کتاب القصاص، ابن ماجہ۔ کتاب الدیات)

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے ایک شخص کے ہاتھ کو دانت سے کاٹا، اس نے اپنا ہاتھ اس کے منہ سے کھینچا تو اس کے اگلے دانت اکھڑ گئے۔ ان لوگوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں معاملہ پیش کیا تو آپ نے فرمایا: تم اپنے بھائی کو یوں دانت کاٹتے ہو جیسے نر اونٹ کاٹتا ہے، اس کے لیے دیت نہیں۔

دانت کاٹنے والے حضرت یعلیٰ بن امیہ رضی اللہ عنہ ہی تھے اور جسے انہوں نے دانت کاٹا تھا وہ ان کا نوکر تھا۔ شراح نے بڑی عرق ریزی سے ان دونوں باتوں کی تعیین کی ہے۔ بخاری ہی میں باب غزوۂ تبوک میں ہے کہ حضرت یعلیٰ کہتے ہیں کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جیش عسرت میں شریک ہوا۔ میرا ایک مزدور تھا، اس نے ایک شخص سے جھگڑا کیا، اس میں سے ایک نے دوسرے کے ہاتھ میں دانت کاٹ لیا۔ (الحدیث) مسلم اور نسائی میں حضرت عطاء کی روایت میں ہے کہ یعلیٰ کے ایک نوکر کی کلائی کسی نے دانت سے کاٹی، نیز نسائی میں سفیان کی روایت میں ہے: میرے نوکر نے ایک شخص سے لڑائی کی تو اسے دوسرے نے دانت کاٹ لیا، نیز نسائی ہی میں سلمیٰ بن امیہ اور یعلیٰ بن امیہ سے مروی ہے کہ دونوں نے کہا: ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے غزوۂ تبوک میں گئے۔ ہمارا ایک ساتھی تھا، اس نے ایک مسلمان سے جھگڑا کیا۔ اس شخص نے ہمارے ساتھی کی کلائی دانت سے کاٹ لی۔ ان سب روایتوں سے ثابت ہوتا ہے کہ جس کو دانت کاٹا گیا تھا وہ حضرت یعلیٰ بن امیہ رضی اللہ عنہ کا اجیر تھا اور دانت کاٹنے والے حضرت یعلیٰ بن امیہ ہی تھے۔ اس کا سراغ اس سے ملتا ہے کہ عبید بن عقیل سے نسائی میں روایت ہے کہ بنی تمیم کے ایک شخص نے دانت کاٹا اور بنی تمیم سے یعلیٰ بن امیہ ہیں۔ ان کا اجیر کس قبیلے سے ہے پتہ نہیں۔

بَابُ دِیَۃِ الْاَصَابِعِ (ص۱۰۱۸) انگلیوں کی دیت کا بیان

۲۸۵۸ - عَنْ عِکْرِمَۃَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ ھٰذِہٖ وَھٰذِہٖ سَوَاءٌ. یَعْنِی الْخِنْصَرَ وَالْاِبْھَامَ.

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ فرمایا: یہ اور یہ برابر ہیں یعنی چھوٹی انگلی اور انگوٹھا۔

مطلب یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے چھوٹی انگلی اور انگوٹھے کی طرف اشارہ کرکے فرمایا کہ دیت کے معاملے میں یہ دونوں برابر ہیں یعنی دیت میں کمی بیشی نہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آل عمرو بن حزم کے لیے جو کتاب الدیات لکھی تھی اس میں یہ ہے کہ ہاتھ میں پچاس اونٹ ہیں، ہر انگلی میں دس اونٹ۔ اب باب کی حدیث کا مطلب یہ ہوا کہ جس طرح انگوٹھے کی دیت دس اونٹ ہے اسی طرح چھوٹی انگلی کی بھی دیت دس اونٹ ہے۔ انگلیوں کے پوروں میں ایک انگلی کی دیت کا ثلث ہے جیسا کہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے فیصلہ فرمایا۔

بَابٌ اِذَا اَصَابَ قَوْمٌ مِّنْ رَجُلٍ، ھَلْ یُعَاقَبُ اَوْ یُقْتَصُّ مِنْھُمْ کُلِّھِمْ (ص۱۰۱۸) جب ایک قوم کسی شخص کو مارے یا زخمی کرے تو کیا سب کو سزا دی جائے گی یا سب سے قصاص لیا جائے گا

ت ۸۱۲ - وَقَالَ مُطَرِّفٌ، عَنِ الشَّعْبِيِّ فِي رَجُلَيْنِ شَهِدَا عَلَى رَجُلٍ اَنَّهُ سَرَقَ، فَقَطَعَهُ عَلِيٌّ، ثُمَّ جَاءَ ابِاخَرَ وَقَالَا اَخْطَانَا، فَاَبْطَلَ شَهَادَتَهُمَا، وَاُخِذَا بِدِيَةِ الْاَوَّلِ، وَقَالَ لَوْ عَلِمْتُ اَنَّكُمَا تَعَمَّدْتُمَا لَقَطَعْتُكُمَا.

امام شعبی سے دو ایسے شخصوں کے بارے میں روایت ہے جنہوں نے ایک شخص کے بارے میں گواہی دی کہ اس نے چوری کی ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے چور کا ہاتھ کاٹ لیا، پھر وہ دونوں ایک دوسرے شخص کو لے کر آئے اور کہا: ہم چوک گئے (چور وہ نہیں تھا یہ ہے) تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان دونوں کی گواہی باطل کر دی، اور ان دونوں سے پہلے شخص کی دیت لی اور فرمایا: اگر میں جانتا کہ تم لوگوں نے قصداً ایسا کیا ہے تو تم دونوں کا ہاتھ کاٹتا۔

ت ۸۱۳ - عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّ غُلَامًا قُتِلَ غِيلَةً، فَقَالَ عُمَرُ لَوِ اشْتَرَكَ فِيهَا اَهْلُ صَنْعَاءَ لَقَتَلْتُهُمْ.

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک غلام چپکے سے قتل کر دیا گیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اگر اس میں اہل صنعاء شریک ہوتے تو میں سب کو قتل کرتا۔

''غِيلَةً'' کا مطلب یہ ہے کہ ظاہر نہیں تھا کہ قاتل کون ہے۔ یہ قتل صنعا میں ہوا تھا۔ اس تعلیق کو امام ابوبکر بن ابی شیبہ نے سند متصل کے ساتھ روایت کیا ہے۔ اس میں یہ ہے کہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے صنعا کے سات باشندوں کو ایک شخص کے قصاص میں قتل کیا اور فرمایا: اگر اس میں کل اہل صنعا شریک ہوتے تو میں سب کو قتل کر دیتا۔

ت ۸۱۴ - وَقَالَ مُغِيرَةُ بْنُ حَكِيمٍ، عَنْ اَبِيهِ اِنَّ اَرْبَعَةً قَتَلُوا صَبِيًّا، فَقَالَ عُمَرُ مِثْلَهُ.

اور مغیرہ بن حکیم نے اپنے والد سے روایت کرتے ہوئے کہا کہ چار شخصوں نے ایک بچے کو قتل کر دیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے وہ فرمایا۔

امام طحاوی اور بیہقی نے بہ طریق ابن وہب روایت کی کہ حکیم صنعانی نے بیان کیا کہ صنعا کی ایک عورت کا شوہر غائب ہو گیا اور اس عورت کی گود میں اصیل نام کا ایک چھوٹا بچہ تھا جو دوسری بیوی سے تھا۔ اس عورت نے آشنا بنا لیا۔ اس عورت نے اپنے آشنا سے کہا: کہیں یہ ہمیں رسوا نہ کر دے۔ اس آشنا نے پہلے اس سے انکار کیا جس پر وہ عورت آشنا سے روٹھ گئی، اسے راضی کرنے کے لیے یہ شخص بچے کے قتل پر راضی ہو گیا۔ یہ شخص اور ایک اور شخص اور یہ عورت اور اس کے خادم چاروں نے اس بچے کو قتل کیا پھر اسے ٹکڑے ٹکڑے کر کے چمڑے کے تھیلے میں باندھ کر بستی کے کنارے ایک کنویں میں ڈال دیا۔ یہ آشنا پکڑا گیا اور اس کی نشان دہی پر بقیہ قاتل پکڑے گئے۔ معاملہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی خدمت میں پیش ہوا، آپ نے چاروں کے قتل کرنے کا حکم دیا۔

ت ۸۱۵ - وَاَقَادَ اَبُو بَكْرٍ وَابْنُ الزُّبَيْرِ وَعَلِيٌّ وَسُوَيْدُ بْنُ مُقَرِّنٍ مِنْ لَطْمَةٍ.

اور حضرت ابوبکر اور ابن زبیر اور علی اور سوید بن مقرن نے طمانچہ مارنے پر بدلہ لینے کا حکم دیا۔

ابن ابی شیبہ نے روایت کیا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو تھپڑ مارا، اس کے بعد اس سے کہا کہ تو اپنا بدلہ لے لے اس شخص نے معاف کر دیا۔ حضرت عبداللہ بن زبیر اور حضرت علی رضی اللہ عنہم کے اثر کو ابوبکر بن ابی شیبہ نے روایت کیا ہے اور سوید بن مقرن کے اثر کو امام وکیع نے روایت کیا ہے۔

ت ۸۱۶ - وَاَقَادَ عُمَرُ مِنْ ضَرْبَةٍ بِالدِّرَّةِ.

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مارنے پر درہ کی سزا دی۔

ت ۸۱۷ - وَاَقَادَ عَلِيٌّ مِنْ ثَلَاثَةِ اَسْوَاطٍ.

اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حد میں تین کوڑے زیادہ مارنے پر

بدلہ لینے کا حکم دیا۔

امام ابوبکر بن ابی شیبہ نے عبداللہ بن معقل سے روایت کیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس ایک شخص آیا، اس نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے چپکے سے کچھ کہا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے غلام قنبر سے کہا: لے جاؤ اسے کوڑے مارو۔ اس کے بعد سزا یافتہ حاضر ہوا اور عرض کیا کہ اس نے تین کوڑے زیادہ مارا ہے۔ حضرت علی نے قنبر سے پوچھا تو انہوں نے تصدیق کی تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے سزا یافتہ سے کہا: جاؤ اس کو تین کوڑے مارو، پھر فرمایا: اے قنبر! جب کسی کو تم کوڑا مارو تو مقررہ حد سے آگے نہ بڑھو۔

ت۸۱۸ - وَاقْتَصَّ شُرَيْحٌ مِّنْ سَوْطٍ وَخُمُوْشٍ. حضرت قاضی شریح نے کوڑا مارنے اور چہرے کی خراش پر قصاص کا حکم دیا۔

امام سعید بن منصور نے امام نخعی کے بہ طریق روایت کیا ہے کہ ایک شخص قاضی شریح کے پاس آیا اور کہا: مجھے اپنے سپاہی سے بدلہ دلایئے۔ انہوں نے اپنے سپاہی سے پوچھا تو انہوں نے کہا: ان لوگوں نے آپ پر بھیڑ کر دی تھی تو میں نے اس کو کوڑے سے مارا۔

قصاص اور دیت کے مسائل کچھ پیچیدہ بھی ہیں اور مشکل بھی جو فقہ کی کتابوں میں پوری تشریح کے ساتھ درج ہیں۔ باب سے متعلق یہ مسئلہ ہے کہ اگر ایک شخص کو مل کر چند آدمیوں نے قتل کیا اور یہ قتل قتل عمد ہے تو سب سے قصاص لیا جائے گا، بشرطیکہ شرکاء میں مقتول کا کوئی ایسا رشتہ دار نہ ہو کہ اگر وہ تنہا قتل کرتا تو اس پر قصاص واجب نہ ہوتا، مثلاً باپ نے اگر کسی اجنبی سے مل کر بیٹے کو قتل کیا تو کسی پر قصاص نہیں کیونکہ تنہا باپ اگر بیٹے کو قتل کرے تو باپ پر قصاص نہیں۔ زخموں میں قصاص کا قاعدۂ کلیہ یہ ہے کہ جس زخم کی مماثلت ہو سکتی ہے اس میں قصاص ہے ورنہ نہیں بلکہ دیت ہے مثلاً ہاتھ پیر کو جڑ سے اکھاڑ کر الگ کر دیا اس میں قصاص ہے لیکن اگر کلائی پر زخم لگایا تو قصاص نہیں۔ بناء علیہ ہمارے نزدیک تھپڑ مارنے پر قصاص نہیں، گھونسہ مارنے پر قصاص نہیں، حاکم کو اختیار ہے جتنی چاہے سزا دے۔

بَابُ الْقَسَامَةِ (ص ۱۰۱۸)　قسامت کا بیان

توضیح

اگر کسی جگہ کوئی شخص مقتول پایا جائے اور قاتل کا پتہ نہ ہو اور مقتول کے اولیاء محلہ والوں پر قتل عمد یا قتل خطا کا دعویٰ کریں اور محلہ والے انکار کریں پھر مقتول کے اولیاء قسامت کا مطالبہ کریں تو حاکم محلہ کے پچاس عاقل بالغ آزاد مردوں سے قسم لے گا کہ نہ ہم نے اس کو قتل کیا ہے اور نہ ہم کو قاتل کا علم ہے۔ اگر اس محلہ کے پچاس مرد عاقل بالغ قسم کھا لیں کہ نہ ہم نے اس کو قتل کیا ہے اور نہ ہم کو قاتل کا علم ہے۔ اگر دعویٰ قتل عمد کا ہے تو محلہ والوں پر دیت لازم ہے اور اگر دعویٰ قتل خطا کا ہے تو محلہ والوں کے عاقلہ پر دیت لازم ہوگی جس کی مدت ادا تین سال ہے اور اگر انکار کریں تو ان کو قید کیا جائے گا یہاں تک کہ قسم کھائیں یا قتل کا اقرار کریں۔

شرائط

قسامت واجب ہونے کی چند شرائط ہیں:

(۱) مقتول کے جسم پر زخم یا مار کے نشانات ہوں یا گلا گھونٹنے کی علامات پائی جائیں یا ایسی جگہ سے خون بہا ہو جہاں سے عادتاً نہیں نکلتا مثلاً آنکھ کان سے بہا ہو، (۲) قاتل کا پتہ نہ ہو، (۳) مقتول انسان ہو، (۴) مقتول کے اولیاء دعویٰ کریں، (۵) اہل محلہ قتل سے انکار کریں، (۶) مدعی قسامت کا مطالبہ کرے، (۷) جس جگہ مقتول پایا گیا ہو وہ کسی کی ملکیت یا قبضہ میں ہو یا محلہ میں پایا جائے یا آبادی کے اتنے قریب پایا جائے کہ وہاں کی آواز بستی میں سنی جا سکے، (۸) مقتول اس زمین کے مالک یا قابض کا مملوک نہ ہو۔

ت ۸۱۹ - وَقَالَ ابْنُ اَبِیْ مُلَیْکَۃَ لَمْ یُقِدْ بِھَا مُعَاوِیَۃُ.

اور ابن ابی ملیکہ نے کہا کہ قسامت کی صورت میں حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قصاص نہیں لیا۔

عبداللہ بن ابی ملیکہ کا نام زہیر تھا' ان کے والد کا نام عبدالرحمٰن تھا اور ابوملیکہ ان کے دادا تھے۔ یہ اپنے دادا کی طرف منسوب ہیں۔ یہ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے قاضی تھے۔

اس تعلیق کو حماد بن سلمہ نے اپنی مصنف میں یوں روایت کیا ہے کہ ابن ملیکہ نے کہا کہ مجھ سے حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قسامت کے بارے میں پوچھا تو میں نے بتایا کہ حضرت عبداللہ بن زبیر نے قصاص لیا اور حضرت معاویہ نے قصاص نہیں لیا۔

علامہ عینی نے فرمایا: امام بیہقی نے کہا کہ حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اس کے خلاف بھی مروی ہے اور ابن بطال نے کہا کہ حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ روایت صحیح ہے کہ انہوں نے قسامت میں قصاص لیا۔

[بَابُ الْقَسَامَۃِ]

[قسامت (مدعیٰ علیہ کا قسم کھانا)]

ت ۸۲۰ - وَكَتَبَ عُمَرُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيْزِ اِلٰى عَدِيِّ بْنِ اَرْطَاۃَ وَكَانَ اَمَّرَہٗ عَلَى الْبَصْرَۃِ فِیْ قَتِیْلٍ وُجِدَ عِنْدَ بَیْتٍ مِّنْ بُیُوْتِ السَّمَّانِیْنَ اِنْ وَجَدَ اَصْحَابُہٗ بَیِّنَۃً وَاِلَّا فَلَا تَظْلِمِ النَّاسَ فَاِنَّ ھٰذَا لَا یُقْضٰی فِیْہِ اِلٰی یَوْمِ الْقِیَامَۃِ.

حضرت عمر بن عبدالعزیز نے عدی بن ارطاۃ کو لکھا جنہیں انہوں نے بصرہ کا امیر بنایا تھا اس مقتول کے بارے میں جو گھی بیچنے والوں کے گھر کے پاس پایا گیا تھا' اگر مقتول کے اولیاء کوئی بینہ پائیں فبہا ورنہ کسی پر ظلم مت کرنا اس لیے کہ یہ ایسا معاملہ ہے جس میں قیامت تک فیصلہ نہیں کیا جاسکتا۔

۲۸۵۹ - حَدَّثَنَا اَبُوْ قِلَابَۃَ اَنَّ عُمَرَ بْنَ عَبْدِ الْعَزِیْزِ اَبْرَزَ سَرِیْرَہٗ یَوْمًا لِلنَّاسِ ثُمَّ اَذِنَ لَھُمْ فَدَخَلُوْا فَقَالَ مَا تَقُوْلُوْنَ فِی الْقَسَامَۃِ؟ قَالَ نَقُوْلُ الْقَسَامَۃُ الْقَوْدُ بِھَا حَقٌّ وَقَدْ اَقَادَتْ بِھَا الْخُلَفَاءُ . قَالَ لِیْ مَا تَقُوْلُ یَا اَبَا قِلَابَۃَ وَنَصَبَنِیْ لِلنَّاسِ؟ فَقُلْتُ یَا اَمِیْرَ الْمُؤْمِنِیْنَ عِنْدَكَ رُءُوْسُ الْاَجْنَادِ وَاَشْرَافُ الْعَرَبِ اَرَاَیْتَ لَوْ اَنَّ خَمْسِیْنَ مِنْھُمْ شَھِدُوْا عَلٰی رَجُلٍ مُّحْصَنٍ بِدِمَشْقَ اَنَّہٗ قَدْ زَنٰی لَمْ یَرَوْہُ اَكُنْتَ تَرْجُمُہٗ؟ قَالَ لَا . قُلْتُ اَرَاَیْتَ لَوْ اَنَّ خَمْسِیْنَ مِنْھُمْ شَھِدُوْا عَلٰی رَجُلٍ بِحِمْصَ اَنَّہٗ سَرَقَ اَكُنْتَ تَقْطَعُہٗ وَلَمْ یَرَوْہُ؟ قَالَ لَا قُلْتُ فَوَاللّٰہِ مَا قَتَلَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَحَدًا قَطُّ اِلَّا فِیْ اِحْدٰی ثَلَاثِ خِصَالٍ رَجُلٌ قَتَلَ بِجَرِیْرَۃِ نَفْسِہٖ فَقُتِلَ اَوْ رَجُلٌ زَنٰی بَعْدَ اِحْصَانٍ اَوْ رَجُلٌ حَارَبَ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ وَارْتَدَّ عَنِ الْاِسْلَامِ فَقَالَ الْقَوْمُ اَوَلَیْسَ قَدْ حَدَّثَ اَنَسُ بْنُ مَالِكٍ اَنَّ رَسُوْلَ

ابوقلابہ نے ہم سے حدیث بیان کی کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز نے ایک دن دربار عام کیا۔ لوگوں کو عام طور پر اجازت دے دی کہ وہ حاضر ہوں' چنانچہ لوگ حاضر ہوئے۔ انہوں نے لوگوں سے پوچھا: قسامت کے بارے میں کیا جانتے ہو؟ لوگوں نے کہا: قسامت پر قصاص لینا حق ہے' اس پر سابق خلفاء نے قصاص لیا ہے۔ اس کے بعد مجھ سے کہا: اے ابوقلابہ! تم کیا کہتے ہو اور انہوں نے مجھے لوگوں کے سامنے کھڑا کیا۔ میں نے عرض کیا: اے امیر المؤمنین! آپ کی بارگاہ میں لشکروں کے سردار ہیں اور عرب کے معزز لوگ ہیں۔ آپ مجھے بتائیے اگر ان میں سے پچاس آدمی کسی پاک دامن کے خلاف دمشق میں گواہی دیں کہ اس نے زنا کیا ہے مگر ان لوگوں نے دیکھا نہ ہو تو کیا آپ اس شخص کو سنگسار کریں گے؟ انہوں نے فرمایا: نہیں! میں نے کہا: مجھے بتائیے! اگر ان میں سے پچاس حمص کے کسی شخص کے خلاف گواہی دیں کہ اس نے چوری کی ہے تو کیا آپ اس کا ہاتھ کاٹیں گے جب کہ ان لوگوں نے دیکھا نہ ہو؟ انہوں نے فرمایا: نہیں! میں نے کہا: بخدا! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَطَعَ فِي السَّرَقِ، وَسَمَرَ الْاَعْيُنَ، ثُمَّ نَبَذَهُمْ فِي الشَّمْسِ؟ فَقُلْتُ اَنَا اُحَدِّثُكُمْ حَدِيْثَ اَنَسٍ، حَدَّثَنِي اَنَسٌ اَنَّ نَفَرًا مِّنْ عُكْلٍ ثَمَانِيَةً قَدِمُوْا عَلَى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَبَايَعُوْهُ عَلَى الْاِسْلَامِ، فَاسْتَوْخَمُوا الْاَرْضَ فَسَقِمَتْ اَجْسَامُهُمْ، فَشَكَوْا ذٰلِكَ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ اَفَلَا تَخْرُجُوْنَ مَعَ رَاعِيْنَا فِي اِبِلِهٖ، فَتُصِيْبُوْنَ مِنْ اَلْبَانِهَا وَاَبْوَالِهَا. قَالُوْا بَلٰى، فَخَرَجُوْا فَشَرِبُوْا مِنْ اَلْبَانِهَا وَاَبْوَالِهَا، فَصَحُّوْا، فَقَتَلُوْا رَاعِيَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَطْرَدُوا النَّعَمَ، فَبَلَغَ ذٰلِكَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَرْسَلَ فِي اٰثَارِهِمْ، فَاُدْرِكُوْا فَجِيْءَ بِهِمْ، فَاَمَرَ بِهِمْ فَقُطِّعَتْ اَيْدِيْهِمْ وَاَرْجُلُهُمْ، وَسَمَرَ اَعْيُنَهُمْ، ثُمَّ نَبَذَهُمْ فِي الشَّمْسِ حَتّٰى مَاتُوْا، قُلْتُ وَاَيُّ شَيْءٍ اَشَدُّ مِمَّا صَنَعَ هٰؤُلَاءِ، اِرْتَدُّوْا عَنِ الْاِسْلَامِ، وَقَتَلُوْا وَسَرَقُوْا. فَقَالَ عَنْبَسَةُ بْنُ سَعِيْدٍ وَاللّٰهِ اِنْ سَمِعْتُ كَالْيَوْمِ قَطُّ. فَقُلْتُ اَتَرُدُّ عَلَيَّ حَدِيْثِيْ يَا عَنْبَسَةُ؟ قَالَ لَا، وَلٰكِنْ جِئْتَ بِالْحَدِيْثِ عَلٰى وَجْهِهٖ، وَاللّٰهِ لَا يَزَالُ هٰذَا الْجُنْدُ بِخَيْرٍ مَا عَاشَ هٰذَا الشَّيْخُ بَيْنَ اَظْهُرِهِمْ، قُلْتُ وَقَدْ كَانَ فِي هٰذَا سُنَّةٌ مِّنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، دَخَلَ عَلَيْهِ نَفَرٌ مِّنَ الْاَنْصَارِ، فَتَحَدَّثُوْا عِنْدَهٗ، فَخَرَجَ رَجُلٌ مِّنْهُمْ بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ فَقُتِلَ، فَخَرَجُوْا بَعْدَهٗ، فَاِذَا هُمْ بِصَاحِبِهِمْ يَتَشَحَّطُ فِي الدَّمِ، فَرَجَعُوْا اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، صَاحِبُنَا كَانَ يُحَدِّثُ مَعَنَا، فَخَرَجَ بَيْنَ اَيْدِيْنَا، فَاِذَا نَحْنُ بِهٖ يَتَشَحَّطُ فِي الدَّمِ، فَخَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ بِمَنْ تَظُنُّوْنَ، اَوْ تَرَوْنَ، قَتَلَهٗ؟ قَالُوْا نَرٰى اَنَّ الْيَهُوْدَ قَتَلَتْهُ، فَاَرْسَلَ اِلَى الْيَهُوْدِ فَدَعَاهُمْ، فَقَالَ اَنْتُمْ قَتَلْتُمْ هٰذَا؟ قَالُوْا لَا، قَالَ اَتَرْضَوْنَ نَفَلَ

کسی کو کبھی قتل نہیں فرمایا سوائے تین باتوں کے۔ ایک وہ جس نے بلاقصور کسی کو قتل کیا تو وہ قتل کیا گیا یا وہ شخص جس نے احصان کے بعد زنا کیا۔ یا وہ شخص جس نے اللہ اور اس کے رسول سے لڑائی کی اور اسلام سے پھر گیا۔ لوگوں نے کہا: کیا حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے یہ حدیث نہیں بیان کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چوری کے جرم میں اعضاء کاٹے اور آنکھوں میں سلائی پھیروائی، پھر ان کو دھوپ میں ڈال دیا، میں نے کہا کہ میں حضرت انس رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث بیان کرتا ہوں۔ عکل کے آٹھ شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اسلام قبول کرنے کی بیعت کی۔ اس کے بعد وہاں کی آب و ہوا ان کے لیے ناموافق ہوگئی اور وہ بیمار ہو گئے۔ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں شکایت کی۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے فرمایا: کیا تم یہ پسند نہیں کرتے کہ ہمارے چرواہے کے ساتھ اس کے اونٹوں میں چلے جاؤ اور اونٹوں کے دودھ اور پیشاب کو پیو۔ انہوں نے کہا: ہمیں منظور ہے۔ وہ چراگاہ میں چلے گئے اور اونٹوں کا دودھ اور پیشاب پیا اور تندرست ہو گئے۔ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چرواہے کو قتل کیا اور اونٹ ہانک کر لے گئے۔ اس کی خبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پہنچی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے تعاقب میں فوج بھیجی اور وہ پکڑ کر لائے گئے۔ ان کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حکم دیا۔ ان کے ہاتھ اور پاؤں کاٹ دیئے گئے اور ان کی آنکھوں میں سلائی پھیر دی گئی، پھر ان کو دھوپ میں ڈال دیا یہاں تک کہ مر گئے۔ میں نے کہا: انہوں نے جو کچھ کیا تھا اس سے سخت اور کیا بات ہوگی کہ یہ اسلام سے پھر گئے۔ انہوں نے قتل کیا اور چوری کی۔ اس پر عنبسہ بن سعید نے کہا: بخدا! آج جیسی بات میں نے کبھی نہیں سنی۔ میں نے کہا: کیا میری بات کو رد کر رہا ہے اے عنبسہ؟ تو اس نے کہا: نہیں! تو نے بات ٹھیک کی ہے، قسم خدا کی! یہ لوگ (اہل شام) ہمیشہ خیر میں رہیں گے جب تک یہ شیخ ان میں موجود رہیں گے۔ میں نے کہا: اس بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا طریقہ کار بھی ہے۔ انصار کے کچھ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کچھ دیر وہاں بات چیت کی۔ اس

خَمْسِيْنَ مِنَ الْيَهُوْدِ مَا قَتَلُوْهُ. فَقَالُوْا مَا يُبَالُوْنَ اَنْ يَقْتُلُوْنَا اَجْمَعِيْنَ، ثُمَّ يَنْتَفِلُوْنَ، قَالَ اَفَتَسْتَحِقُّوْنَ الدِّيَةَ بِاَيْمَانِ خَمْسِيْنَ مِنْكُمْ؟ قَالُوْا مَا كُنَّا لِنَحْلِفَ، فَوَدَاهُ مِنْ عِنْدِهٖ، قُلْتُ وَقَدْ كَانَتْ هُذَيْلٌ خَلَعُوْا خَلِيْعًا لَهُمْ فِي الْجَاهِلِيَّةِ، فَطَرَقَ اَهْلَ بَيْتٍ مِنَ الْيَمَنِ بِالْبَطْحَاءِ، فَانْتَبَهَ لَهٗ رَجُلٌ مِّنْهُمْ، فَحَذَفَهٗ بِالسَّيْفِ فَقَتَلَهٗ، فَجَاءَتْ هُذَيْلٌ، فَاَخَذُوا الْيَمَانِيَّ فَرَفَعُوْهُ اِلٰى عُمَرَ بِالْمَوْسِمِ، وَقَالُوْا قَتَلَ صَاحِبَنَا، فَقَالَ اِنَّهُمْ قَدْ خَلَعُوْهُ، فَقَالَ يُقْسِمُ خَمْسُوْنَ مِنْ هُذَيْلٍ مَا خَلَعُوْهُ، قَالَ فَاَقْسَمَ مِنْهُمْ تِسْعَةٌ وَاَرْبَعُوْنَ رَجُلًا، وَقَدِمَ رَجُلٌ مِّنْهُمْ مِنَ الشَّامِ، فَسَاَلُوْهُ اَنْ يُّقْسِمَ، فَافْتَدٰى يَمِيْنَهٗ مِنْهُمْ بِاَلْفِ دِرْهَمٍ، فَاَدْخَلُوْا مَكَانَهٗ رَجُلًا اٰخَرَ، فَدَفَعَهٗ اِلٰى اَخِي الْمَقْتُوْلِ، فَقُرِنَتْ يَدُهٗ بِيَدِهٖ، قَالُوْا فَانْطَلَقْنَا وَالْخَمْسُوْنَ الَّذِيْنَ اَقْسَمُوْا، حَتّٰى اِذَا كَانُوْا بِنَخْلَةَ، اَخَذَتْهُمُ السَّمَاءُ، فَدَخَلُوْا فِي غَارٍ فِي الْجَبَلِ، فَانْهَجَمَ الْغَارُ عَلَى الْخَمْسِيْنَ الَّذِيْنَ اَقْسَمُوْا فَمَاتُوْا جَمِيْعًا، وَاَفْلَتَ الْقَرِيْنَانِ، وَاتَّبَعَهُمَا حَجَرٌ فَكَسَرَ رِجْلَ اَخِي الْمَقْتُوْلِ، فَعَاشَ حَوْلًا ثُمَّ مَاتَ، قُلْتُ وَقَدْ كَانَ عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ مَرْوَانَ اَقَادَ رَجُلًا بِالْقَسَامَةِ، ثُمَّ نَدِمَ بَعْدَ مَا صَنَعَ، فَاَمَرَ بِالْخَمْسِيْنَ الَّذِيْنَ اَقْسَمُوْا، فَمُحُوْا مِنَ الدِّيْوَانِ، وَسَيَّرَهُمْ اِلَى الشَّامِ.

کے بعد ان میں سے ایک شخص ان کے سامنے نکلا اور قتل کر دیا گیا۔ اس کے بعد بقیہ لوگ نکلے تو وہ دیکھ رہے ہیں کہ ان کا ساتھی خون میں تڑپ رہا ہے۔ یہ دیکھ کر وہ لوگ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور بتایا: یا رسول اللہ! ہمارا وہ ساتھی جو ابھی ہمارے ساتھ بات کر رہا تھا ہمارے سامنے سے نکلا اور اب وہ خون میں تڑپ رہا ہے۔ یہ سن کر رسول اللہ ﷺ باہر تشریف لائے اور فرمایا: تم کس کے بارے میں گمان کرتے ہو کہ اس نے اسے قتل کیا ہے تو ان لوگوں نے عرض کیا: ہمارا یہ گمان ہے کہ اسے یہود نے قتل کیا ہے' حضور اقدس ﷺ نے آدمی بھیج کر یہود کو بلوایا اور ان سے پوچھا کہ تم نے اس کو قتل کیا ہے؟ انہوں نے کہا: نہیں! ہم سے فرمایا: کیا تم یہ پسند کرتے ہو کہ پچاس یہود اس بات پر قسم کھائیں کہ ہم نے اُس شخص کو نہیں قتل کیا ہے۔ لوگوں نے عرض کیا: یہود کوئی پرواہ نہیں کریں گے کہ ہم سب کو قتل کر کے پھر قسم کھا جائیں کہ ہم نے نہیں قتل کیا ہے۔ فرمایا: تم میں سے پچاس آدمی قسم کھا لیں تو تم لوگ دیت کے مستحق ہو گے۔ انہوں نے عرض کیا کہ ہم قسم نہیں کھا سکتے۔ حضور ﷺ نے اپنے پاس سے ان کو دیت دی۔ میں نے کہا کہ ھذیل نے زمانۂ جاہلیت میں ایک شخص کو اپنے قبیلے سے نکال دیا تھا۔ بطحا میں یمن کے کچھ لوگوں نے رات میں آ کر اس پر حملہ کر دیا اور تلوار سے اس کو قتل کر دیا۔ ھذیل آئے اور انہوں نے اس یمنی کو پکڑا اور ایامِ حج میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے سامنے پیش کیا۔ ان لوگوں نے عرض کیا: اس یمنی نے ہمارے آدمی کو قتل کر دیا۔ اس یمنی نے کہا: ان لوگوں نے اس کو قبیلے سے علیحدہ کر دیا تھا تو حضرت عمر نے فرمایا: ھذیل کے پچاس آدمی قسم کھائیں کہ ہم نے اس کو علیحدہ نہیں کیا تھا۔ ان میں سے انچاس آدمیوں نے قسم کھائی۔ ھذیل کا ایک شخص شام سے آیا۔ اس سے لوگوں نے کہا کہ قسم کھا لے' اس نے انکار کر دیا اور اپنی قسم کے بدلے ہزار درہم دیئے۔ ھذیل نے اس کی جگہ دوسرے آدمی کو دیا اور مقتول کے بھائی کے پاس لے جا کر اس کا ہاتھ اس کے ہاتھ سے ملا دیا۔ راوی نے کہا: ہم اور وہ پچاس جنہوں نے جھوٹی قسم کھائی تھی جب نخلہ میں پہنچے تو بارش ہونے لگی۔

یہ پچاسوں پہاڑ کے اندر ایک غار میں چلے گئے۔ وہ غار گر گیا اور یہ پچاسوں جنہوں نے جھوٹی قسم کھائی تھی سب کے سب مر گئے اور وہ دونوں جنہوں نے آپس میں ہاتھ ملائے تھے بچ گئے۔ پیچھے سے ایک پتھر آ کر مقتول کے بھائی کی ٹانگ میں لگا جس سے ٹانگ ٹوٹ گئی۔ یہ ایک سال جیا پھر مر گیا۔ میں نے کہا: اور عبدالملک بن مروان نے ایک شخص سے قسامت پر قصاص لیا' اس کے بعد اس پر شرمندہ ہوا' اور ان پچاسوں کے نام جنہوں نے قسم کھائی تھی دفتر سے مٹا دیے اور انہیں شام جلاوطن کر دیا۔

یہاں امام بخاری رحمہ اللہ علیہ نے چار حدیثیں اکھٹی ملا کر ذکر کی ہیں:

پہلی حدیث: عنبسہ بن سعید کے اس قول تک "ماعاش هذا الشيخ بين اظهرهم"۔ یہ پوری حدیث پہلے گزر چکی ہے اور اس پر بہ قدر ضرورت کلام کیا جا چکا ہے۔

دوسری حدیث: "وقد كان في هذا سنة" سے لے کر "فواده من عنده" تک۔

تیسری حدیث: "قد كان هذيل خلعوا" سے لے کر "فعاش حولا ثم مات" تک۔

اور چوتھی حدیث: "وقد كان عبد الملك بن مروان" سے آخر تک اور یہ چاروں حدیثیں ابوقلابہ سے سند مذکور کے ساتھ مروی ہیں۔

قوله الخلفاء

اس سے مراد حضرت معاویہ بن ابوسفیان اور حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہم اور عبدالملک بن مروان سفاک مراد ہیں۔

قوله نصبني للناس

ابوقلابہ کو حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ نے اپنے تخت کے پیچھے بٹھا رکھا تھا' ان کو حکم دیا کہ کھڑے ہو کر لوگوں سے بات کرو۔

قوله رؤس الاجناد

سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ نے امین امت سیدنا عبیدہ بن جراح اور حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہما کے طاعون عمواس میں انتقال فرمانے کے بعد شام پر متعین لشکر کے چار حصے کر دیے تھے۔ فلسطین' دمشق' حمص' قنسرین' جن میں سے ایک پر سیف اللہ خالد بن ولید کو اور ایک پر یزید بن ابی سفیان کو اور ایک پر شرحبیل بن حسنہ کو اور ایک پر عمرو بن عاص رضی اللہ عنہم کو امیر مقرر فرمایا تھا۔ ان حضرات کے وصال کے بعد ان لشکروں کے سردار بدلتے رہے مگر بنیادی طور پر چار لشکر رہے۔

قوله لو ان خمسين منهم

ابوقلابہ کے استدلال کی بنیاد اس پر ہے کہ بغیر شرعی بینہ کے جرم ثابت نہیں ہوگا اور مجرم کو سزا دینا جائز نہ ہوگا۔ بینہ کے لیے ضروری ہے کہ چشم دید گواہ گواہی دیں اور جب کہ قسامت والے قصہ میں کسی نے قاتل کو قتل کرتے ہوئے نہیں دیکھا ہے تو پچاس آدمیوں کی گواہی غیر معتبر ہے کیونکہ وہ حقیقت میں گواہ ہی نہیں۔

اس پر حضرت عمر بن عبد العزیز کے دربار میں اس وقت کے حاضرین نے عکل وعرینہ والے مرتدین اور ڈاکوؤں سے استدلال پیش کیا کہ روایت کے بموجب یہ کہیں مذکور نہیں کہ ان مرتدین اور ڈاکوؤں کے خلاف کوئی چشم دید گواہی گزری ہو پھر بھی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو سزا دی جس کا جواب ابوقلابہ نے یہ دیا کہ اس قصہ کا قسامت سے کوئی تعلق نہیں تھا۔ ان کے جرم تین تھے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چرواہے کا ناحق قتل کیا۔ اس کی آنکھ پھوڑی' ڈاکہ ڈالا اور اسلام سے مرتد ہو گئے اور سرکاری اونٹ ان کے یہاں سے برآمد ہوئے۔ اپنے مقصود پر استدلال میں حضرت ابوقلابہ نے حدیث پیش کی کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں جب اس مقتول کا مقدمہ پیش ہوا جس کے قاتل کا حال معلوم نہیں تھا تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پہلے مدعیوں سے قسم نہیں طلب فرمائی بلکہ یہ فرمایا کہ اگر پچاس یہود قسم کھالیں کہ ہم نے اس کو قتل نہیں کیا ہے تو تم لوگ یہود پر سے اپنا دعویٰ اٹھا لو گے۔ ان لوگوں نے جب یہ عرض کیا کہ یہود کا کیا اعتبار؟ ہم سب کو قتل کر کے جھوٹی قسم کھالیں گے تو اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں سے پچاس آدمی قسم کھالیں تو میں یہود سے دیت دلا دوں تو اس پر ان لوگوں نے قسم کھانے سے انکار کیا۔

شرّاح کو اس پر حیرت ہے کہ ابوقلابہ نے ایک ہی مجلس میں اپنی کہی ہوئی بات کو خود رد کر دیا۔ پہلے تو یہ کہا کہ اگر ایسے پچاس آدمی کسی مجرم کے بارے میں گواہی دیں جنہوں نے جرم کرتے نہیں دیکھا ہے تو ان کی گواہی مقبول نہیں اور جو حدیث بیان کی اس میں تصریح ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اگر تم لوگوں میں سے پچاس آدمی قسم کھالیں تو تم دیت کے مستحق ہو جاؤ گے۔ اسی لیے بعض حضرات نے فرمایا کہ ابوقلابہ روایت میں کتنے ہی ثقہ ہوں مگر اہل علم سے نہیں۔

قولہ فوداہ من عندہ

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے از راہ کرم اولیاء مقتول پر مہربانی فرماتے ہوئے اپنے پاس سے اس کی دیت ادا فرمائی۔ اس کا ایک فائدہ یہ بھی ہے کہ اس کا اندیشہ تھا کہ اولیاء مقتول اشتعال میں آکر یہود کو قتل کر دیتے۔ دیت پانے کے بعد بہر حال ان کا اشتعال ختم نہیں تو کم ضرور ہو گیا ہوگا۔ بعض روایتوں میں ہے کہ یہ دیت حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صدقہ کے اونٹوں سے دی تھی۔

''قولہ خلیعًا'' یہ خلع ''یخلع'' سے ''خلیع'' بہ معنی مفعول ہے۔ قبیلہ والے جب کسی سے ناراض ہو کر اسے قبیلہ سے باہر کر دیتے ہیں تو اسے خلیع کہتے ہیں۔

قولہ قد خلعوہ

قاتل کی صفائی کا حاصل یہ تھا کہ جب ھذیل نے اس شخص کو اپنے قبیلہ سے نکال دیا تھا تو اس کے قصاص کے مطالبہ کرنے کا حق انہیں نہیں۔ ھذیل نے اس سے انکار کیا کہ انہوں نے اسے اپنے قبیلے سے نکال دیا تھا۔ اس بناء پر ان سے قسم لی گئی۔

قولہ بنخلۃ

نخلہ مکہ معظمہ کے قریب ایک رات کی مسافت پر ایک جگہ کا نام ہے۔

اس قصہ کے ذکر کا مقصد صرف یہ ہے کہ جھوٹی قسم کھانے کا انجام ہلاکت ہوتا ہے لیکن ابوقلابہ کے مقصود پر اس سے استدلال کی طرح واضح نہیں کیونکہ یہ مذکور ہی نہیں کہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے فیصلہ کیا کیا۔ قاتل سے قصاص کا حکم دیا یا دیت کا۔ اس واقعہ سے بھی ابوقلابہ کے مقصود پر کوئی روشنی نہیں پڑتی اس لیے کہ یہ قصہ باب قسامت سے ہے ہی نہیں کیونکہ قسامت تو وہاں ہوتی ہے جہاں قاتل کا پتہ نہ ہو اور یہاں تو قاتل پکڑا آگیا۔ اسے عدالت عالیہ میں پیش کیا گیا۔ اسے خود قتل کا اقرار بھی تھا۔ واللہ اعلم!

رہ گیا عبد الملک بن مروان سفاک کا عمل کہ اس نے قسامت پر قصاص لیا' پھر بعد میں شرمندہ ہوا۔ یہ ہمارے نزدیک کوئی قابل

اقتداء بات نہیں۔ سیاق سے یہ ظاہر ہو رہا ہے کہ اس نے پچاس آدمیوں سے اس پر قسم لی تھی کہ فلاں شخص نے یا فلاں قوم نے قتل کیا ہے، لیکن جب عبدالملک اس پر نادم ہوا اور ان قسم کھانے والوں کو سزا دی وہ بھی جلاوطنی کی تو اس کی طرف یہ نسبت کرنا کہ عبدالملک سفاک نے قسامت پر قصاص لیا درست نہیں۔

قولہ سیرہم الی الشام

غالباً یہ قصہ اس وقت پیش آیا تھا جب یہ سفاک حضرت مصعب بن زبیر رضی اللہ عنہ سے جنگ کرنے عراق آیا تھا۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس نے یہ حکم دمشق میں دیا ہو اور یہ قسم کھانے والے کسی اور جگہ کے تھے۔ ان پر پابندی لگادی کہ اب یہ شام ہی میں رہیں گے اپنے وطن نہیں جائیں گے۔ واللہ اعلم!

علامہ قابسی نے فرمایا کہ انہوں نے صرف ابن ابی قلابہ کے کہنے سے قسامت کو باطل جانا جب کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فیصلے اور خلفاء راشدین کے عمل سے ثابت ہے جب کہ ابو قلابہ کا سوئے حفظ اس سے ظاہر ہے کہ انصار کے قصے کو خیبر کے قصے سے بدل دیا اور سوء فہم اس سے ظاہر ہے کہ خلیع کی حکایت ذکر کی جس کو قسامت سے کوئی لگاؤ نہیں۔

مذاہب

باب المناقب میں مذکور ہو چکا ہے کہ قسامت زمانہ جاہلیت سے چلی آرہی تھی۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی اس کو باقی رکھا۔ اب علماء کے اس بارے میں تین مذہب ہیں۔ اول یہ کہ قسامت کے مطابق فیصلہ میں توقف کیا جائے۔ یہ حضرت سالم بن عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہم اور ابو قلابہ اور عمر بن عبدالعزیز اور حکم بن عتیبہ کا مذہب ہے اور جو لوگ قسامت کو تسلیم کرتے ہیں ان میں بھی دو گروہ ہیں۔ پہلا گروہ یہ کہتا ہے کہ قتل کے مدعیوں سے قسم لی جائے گی۔ جب وہ قسم کھالیں گے تو ان کا دعویٰ ثابت ہو جائے گا۔ یہ یحییٰ بن سعید ابوالزناد اور ربیعہ اور امام مالک اور امام شافعی اور امام احمد اور لیث بن سعد کا مذہب ہے لیکن یہ مذہب حدیث مشہور "البینۃ علی المدعی والیمین علی من انکر" کے معارض ہے۔ اس کا جواب یہ لوگ یہ دیتے ہیں کہ عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ سے جو روایت آئی ہے اس میں قسامت کا استثناء ہے جسے بیہقی نے روایت کیا۔ عثمان بن حسن بن صالح، سفیان ثوری، عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ، عبداللہ بن شبرمہ، عامر شعبی، ابراہیم نخعی اور امام اعظم ابو حنیفہ اور امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہم اللہ تعالیٰ کا مذہب یہ ہے کہ قسامت میں مدعی پر قسم نہیں صرف مدعیٰ علیہم پر قسم ہے اور قسم کھانے کے بعد بری نہ ہوئے ان پر دیت واجب ہوگی اور یہی سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہم سے بھی مروی ہے۔

اور عمرو بن شعیب کی حدیث کا جواب یہ دیا کہ وہ لائق احتجاج نہیں، اس میں پانچ علت قادحہ ہیں جس کو علامہ عینی نے تفصیل سے ذکر کیا ہے۔

ایک اشکال اور اس کا جواب

حضرت بشیر بن یسار رضی اللہ عنہ کی حدیث سعید بن عبید کے بہ طریق امام بخاری نے روایت کی ہے۔ اس میں یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مدعیوں سے فرمایا: کیا تم لوگ کوئی بینہ پیش کرتے ہو؟ انہوں نے عرض کیا: ہمارے پاس کوئی بینہ نہیں، لیکن مسلم میں جو روایت بہ طریق یحییٰ بن سعید ہے اس میں یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ کیا تم پچاس شخص قسم کھا سکتے ہو؟

ان دونوں روایتوں میں تعارض ہے۔ سعید بن عبید کی حدیث میں یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھ سے بینہ طلب فرمایا اور بہ طریق یحییٰ بن سعید یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مدعیوں سے قسم کھانے کو کہا۔

حل

علامہ عینی وغیرہ نے متعدد محدثین سے نقل فرمایا کہ یحییٰ بن سعید کی روایت سعید بن عبید کی روایت کے بالمقابل زیادہ صحیح ہے بلکہ ابوعمرو نے کہا کہ بہت سے محدثین نے کہا کہ سعید بن عبید کی روایت میں خطا ہے اور ان لوگوں نے امام بخاری پر اس وجہ سے تنقید کی کہ انہوں نے سعید بن عبید کی حدیث ذکر کی اور یحییٰ بن سعید کی حدیث ترک کی۔ اصیلی نے کہا کہ یحییٰ سے اس حدیث کو شعبہ' سفیان بن عیینہ' عبدالوہاب ثقفی' عیسیٰ بن حماد' بشر بن مفضل نے مسنداً روایت متصل کے ساتھ ذکر کیا اور امام مالک نے مرسلاً۔ انہوں نے بشیر بن یسار سے روایت کیا اور سہل بن ابی حثمہ کو ذکر نہیں کیا۔ امام احمد نے فرمایا کہ قسامت میں میرا مذہب وہ حدیث ہے۔ جو یحییٰ بن سعید نے بشیر سے روایت کی۔ اسے بہت سے حفاظ نے موصولاً روایت کیا اور یہ سعید بن عبید کی تحدیث سے زیادہ صحیح ہے۔ امام نسائی نے فرمایا کہ سعید بن عبید کی اس روایت پر کسی نے متابعت نہیں کی۔

لیکن اس کے برخلاف ابوالقاسم بلخی نے معرفت الرجال میں ذکر کیا کہ ابن اسحاق نے کہا کہ میں نے عمرو بن شعیب کو مسجد حرام میں قسم کھاتے ہوئے سنا کہ سہل بن ابی حثمہ کی حدیث قسامت کے بارے میں اس طرح نہیں جیسا انہوں نے بیان کیا' ان کو وہم ہوا۔

اقول وھو المستعان: ابوعمرو نے کہا: رسول اللہ ﷺ سے جو احکام مروی ہیں ان میں میں نے اتنا اضطراب نہیں دیکھا جتنا قسامت میں ہے۔ آثار اس میں آپس میں متضاد ہیں۔ ایک دوسرے کے خلاف ہیں' حالانکہ واقعہ ایک ہی ہے۔ اسی بناء پر احناف نے حدیث مشہور ''البینة علی المدعی والیمین علی من انکر'' کے مطابق مدعی پر قسم کو نہیں رکھا۔ صرف مدعیٰ علیہم پر قسم کو رکھا۔ واللہ اعلم!

بَابُ جَنِينِ الْمَرْأَةِ (ص ۱۰۲۰)

عورت کے حمل کو ساقط کرنے کا حکم

۲۸۶۰- عَنِ الْمُغِيرَةِ بْنِ شُعْبَةَ، عَنْ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّهُ اسْتَشَارَهُمْ فِي إِمْلَاصِ الْمَرْأَةِ، فَقَالَ الْمُغِيرَةُ قَضَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْغُرَّةِ، عَبْدٍ أَوْ أَمَةٍ. فَشَهِدَ مُحَمَّدُ بْنُ مَسْلَمَةَ أَنَّهُ شَهِدَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَضَى بِهِ.

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عورت کے حمل کے ساقط کرنے کے بارے میں لوگوں سے مشورہ کیا تو حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اس کے بارے میں نبی ﷺ نے غرہ دینے کا حکم دیا' غلام ہو یا باندی۔ حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے گواہی دی کہ یہ اس وقت موجود تھے جب نبی ﷺ نے یہ فیصلہ فرمایا تھا۔

(بخاری میں ایک حدیث کے بعد' ابوداود۔ کتاب الدیات)

اس کے بعد والی حدیث میں جو بہ طریق ہشام عن ابیہ مروی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو قسم دے کر پوچھا کہ تم میں سے کسی نے اسقاط کے بارے میں نبی ﷺ سے کچھ سنا ہے تو حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نے سنا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے غرہ کا حکم دیا تھا غلام ہو یا باندی۔ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اس پر کوئی گواہ لاؤ تو حضرت محمد بن مسلمہ نے گواہی دی۔

غرّۃ

گھوڑے کی پیشانی کی سفیدی کو کہتے ہیں۔ یہاں مراد وہ غلام یا باندی ہے جس کی قیمت دیت کا بیسواں حصہ ہو' ابوعمرو بن یعلی نے کہا کہ غرّہ کے معنی گورے غلام یا گوری باندی کے ہیں۔ وہ کہتے تھے کہ یہاں کالا غلام یا کالی لونڈی دینا کافی نہیں۔ حمل ساقط کرنے میں غرہ اس وقت واجب ہے جب حمل مردہ گرا ہو اور اگر زندہ ساقط ہوا پھر مر گیا تو پوری دیت واجب ہے۔ اگر کسی نے حاملہ

عورت کو ایسا مارا یا ڈرایا یا دھمکایا یا کوئی ایسا کام کیا جس کی وجہ سے حمل ساقط ہو گیا اگر چہ اس کے اعضاء کی خلقت مکمل نہیں ہوئی تھی بلکہ صرف بعض اعضاء ظاہر ہوئے تھے تو مارنے والے کے عاقلہ پر مرد کی دیت کا بیسواں حصہ یعنی پانچ سو درہم واجب ہوں گے جو سال بھر میں ادا کیے جائیں گے۔ عاقلہ سے قاتل کے آبائی رشتے دار مراد ہیں۔

بَابُ جَنِيْنِ الْمَرْاَةِ وَاَنَّ الْعَقْلَ عَلَى الْوَالِدِ وَعَصَبَةِ الْوَالِدِ لَا عَلَى الْوَلَدِ (ص ۱۰۲۰)

عورت کے حمل کے ساقط کرنے کا بیان اور یہ کہ اس کی دیت والد پر ہے اور والد کے عصبہ پر ہے، لڑکے پر نہیں

۲۸۶۱ - عَنِ ابْنِ الْمُسَيَّبِ وَاَبِيْ سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ اَنَّ اَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ اِقْتَتَلَتِ امْرَاَتَانِ مِنْ هُذَيْلٍ، فَرَمَتْ اِحْدَاهُمَا الْاُخْرٰى بِحَجَرٍ قَتَلَتْهَا وَمَا فِيْ بَطْنِهَا، فَاخْتَصَمُوْا اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَضٰى اَنَّ دِيَةَ جَنِيْنِهَا غُرَّةٌ عَبْدٌ اَوْ وَلِيْدَةٌ وَقَضٰى دِيَةَ الْمَرْاَةِ عَلٰى عَاقِلَتِهَا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ھذیل کی دو عورتیں آپس میں لڑیں۔ ان میں سے ایک نے دوسری کو پتھر پھینک کر مارا۔ پس اسے بھی مار ڈالا اور اس کے پیٹ کے بچے کو بھی مار ڈالا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں معاملہ پیش ہوا تو آپ نے فیصلہ فرمایا کہ بچہ کی دیت غرہ ہے غلام ہو یا باندی اور عورت کی دیت عاقلہ پر ہے۔

یہ حدیث کتاب الفرائض میں گزر چکی ہے یہاں تھوڑی سی تفصیل ہے اس لیے اس کو یہاں بھی لکھا۔ یہاں یہ ہے کہ ھذیل کی دو عورتوں نے لڑائی کی اور دوسری روایتوں میں یہ ہے کہ یہ بنی لحیان کی تھیں، دونوں میں تعارض نہیں اس لیے کہ بنی لحیان ھذیل ہی کی شاخ ہیں۔ یہاں پتھر مارنے والی عورت سے دو جرم ثابت ہوئے ایک تو اسقاط کا، دوسرے حاملہ کے قتل کا۔ اسقاط پر غرہ واجب ہے اور اس قتل پر دیت، اور دونوں قاتلہ کے عاقلہ پر ہیں اور عاقلہ سے مراد باپ اور باپ کے ذریعہ سے دوسرے رشتہ دار مراد ہیں۔ اس روایت میں "عاقلتها" ہے اور دوسری روایتوں میں "عصبتها" ہے۔ دونوں کا حاصل ایک ہے۔ گزر چکا کہ عاقلہ باپ اور باپ کے ذریعہ دوسرے رشتہ دار کو کہتے ہیں۔

دیت باپ اور اس کے عصبہ پر ہے بیٹے پر نہیں۔ اس کے ثبوت میں علامہ ابن حجر نے فرمایا کہ حضرت اسامہ بن عمیر رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ قاتلہ کے باپ نے کہا کہ اس کی دیت اس کے بیٹے دیں گے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دیت عصبہ پر ہے۔ تقابل سے ثابت ہو گیا کہ بیٹے پر دیت نہیں۔

بَابُ مَنِ اسْتَعَانَ عَبْدًا اَوْ صَبِيًّا (ص ۱۰۲۱)

جس نے غلام یا بچے کو کام کرنے کے لیے مانگا

ت ۸۲۱ - وَيُذْكَرُ اَنَّ اُمَّ سُلَيْمٍ بَعَثَتْ اِلٰى مُعَلِّمِ الْكُتَّابِ اِبْعَثْ اِلَيَّ غِلْمَانًا يَنْفُشُوْنَ صُوْفًا وَلَا تَبْعَثْ اِلَيَّ حُرًّا۔

اور ذکر کیا جاتا ہے کہ حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا نے مکتب کے معلم کے پاس آدمی بھیجا کہ میرے پاس کچھ بچوں کو بھیج دے کہ اون دھن دیں اور کسی آزاد کو مت بھیجنا۔

اس تعلیق کو امام وکیع بن جراح نے بروایت معمر عن سفیان عن ابن المنکدر عن ام سلمہ رضی اللہ عنہا روایت کیا ہے، لیکن یہ منقطع ہے اس لیے کہ محمد بن منکدر نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے نہیں سنا ہے۔

باب میں "استعار" "ر" کے ساتھ نسفی اور اسماعیلی کی روایت ہے لیکن اکثر روایت "استعان" ہے۔ اس باب کو امام بخاری

نے کتاب الدیات میں اس مناسبت سے ذکر کیا ہے کہ اگر یہ لڑکا مر گیا تو اس کی دیت ہے یا نہیں اور ہے تو کس پر ہے۔ توضیح میں ہے کہ اگر کسی آزاد بالغ سے کوئی کام لیا خواہ مفت یا اجارہ پر اور اس کو چوٹ وغیرہ لگ گئی تو اس میں کسی کے نزدیک ضمان نہیں۔ اگر وہ کام ایسا ہے جس میں خطرہ نہ ہو البتہ جس نے اس پر جنایت کی اور زیادتی کی اس پر ضمان ہے اور اگر کسی بالغ غلام سے کام لیا اور وہ ہلاک ہو گیا تو اگر وہ کام پر خطر ہے اور اگر اس کے آقا کے پوچھے بغیر وہ کام لیا تھا تو اس پر ضمان ہے' مثلاً کنواں کھدوانے لگا یا سفر میں بھیج دیا۔ امام مالک کا قول یہ ہے کہ اس پر ضمان نہیں خواہ مالک نے اجازت دی ہو یا نہ دی ہو۔ ہاں! اگر زیادہ خطرناک کام میں لگایا تو اس پر ضمان ہے اور جمہور کا مذہب یہ ہے کہ اگر آزاد نابالغ بچے سے کام لیا یا مولیٰ کے بغیر اجازت غلام سے کام لیا اور وہ ہلاک ہو گئے تو وہ غلام کی قیمت کا ضامن ہے اور آزاد بچے کی دیت کا بھی اور یہ دیت اس کے عاقلہ پر ہوگی۔ حضرت ام المؤمنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے غلاموں کی تخصیص فرمائی اس لیے کہ انہیں معلوم تھا کہ ان کے آقا میرا کام کرنے پر برا نہیں مانیں گے۔

بَابٌ اَلْعَجْمَاءُ جُبَارٌ (ص۱۰۲۱) جانوروں کی جنایت پر کچھ نہیں

توضیح

امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جانور اگر کسی کو مار ڈالیں یا کوئی چیز تلف کر دیں نہ اس میں قصاص ہے نہ ضمان خواہ زخم پہنچا ہو یا نہ پہنچا ہو' رات ہو یا دن' خواہ اس کے ساتھ کوئی ہو یا نہ ہو۔ ہاں! اگر اس کے ساتھ کوئی ہو اور وہ قصداً جانور کو نقصان کرنے پر ابھارے تو اب وہ ضامن ہوگا' اور بقیہ تینوں ائمہ نے فرمایا کہ اگر جانور کے ساتھ کوئی ہو تو وہ ضامن ہوگا۔ ہماری دلیل باب کی حدیث ہے کہ فرمایا: ''اَلْعَجْمَاءُ عَقْلُهَا جُبَارٌ'' جانور کی جنایت کی دیت ساقط ہے۔

''العجماء''، ''اعجم'' کا مونث ہے اور امام ترمذی نے فرمایا کہ بعض اہل علم نے کہا کہ عجماء وہ جانور ہے جو مالک سے بھاگا ہو اور اس حالت میں جو نقصان کرے تو کسی پر تاوان نہیں۔

ت ۸۲۲ - **وَقَالَ** ابْنُ سِيرِينَ كَانُوا لَا يُضَمِّنُونَ مِنَ النَّفْحَةِ، وَيُضَمِّنُونَ مِنْ رَدِّ الْعِنَانِ.

اور ابن سیرین نے فرمایا: صحابہ و تابعین کے علماء جانور کے ٹانگ مارنے میں ضامن نہیں بناتے تھے اور لگام کھینچنے پر ضامن بناتے تھے۔

اس تعلیق کو امام سعید بن منصور نے سند متصل کے ساتھ روایت کیا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ کوئی شخص جانور پر سوار ہو کر جا رہا ہے اور جانور نے کسی کو ٹانگ ماردی تو سوار پر کوئی جرم عائد نہیں ہوتا لیکن اگر سوار نے لگام کھینچی اس پر جانور نے کسی کو ٹانگ ماری یا جانور سے کوئی کچل گیا تو سوار ضامن ہے' اس سے ارش لی جائے گی۔

ت ۸۲۳ - **وَقَالَ** حَمَّادٌ لَا تُضْمَنُ النَّفْحَةُ إِلَّا أَنْ يَنْخُسَ إِنْسَانٌ الدَّابَّةَ.

اور امام حماد نے فرمایا: ٹانگ مارنے پر ضمان نہیں مگر یہ کہ کوئی انسان چوپائے کو کونچے۔

ت ۸۲۴ - **وَقَالَ** شُرَيْحٌ لَا تُضْمَنُ مَا عَاقَبَتْ، أَنْ يَضْرِبَهَا فَتَضْرِبَ بِرِجْلِهَا.

اور امام شریح نے کہا: جانور اگر بدلہ دے تو ضامن نہیں' مثلاً اسے کسی نے مارا جس پر وہ اپنے پاؤں سے مار دے۔

ت ۸۲۵ - **وَقَالَ** الْحَكَمُ وَحَمَّادٌ إِذَا سَاقَ الْمُكَارِيُّ حِمَارًا عَلَيْهِ امْرَأَةٌ فَتَخِرُّ، لَا شَيْءَ عَلَيْهِ.

اور حکم و حماد نے کہا کہ کرایہ دار جب گدھے کو ہانکے اور اس پر کوئی عورت تھی جو گر پڑی تو کرایہ دار پر کچھ نہیں۔

ت ۸۲۶ - **وَقَالَ** الشَّعْبِيُّ إِذَا سَاقَ دَابَّةً فَأَتْعَبَهَا، فَهُوَ

امام شعبی نے فرمایا کہ ہانکنے والا جب جانور کو تھکا ڈالے اور

ضَامِنٌ لِمَا اَصَابَتْ، وَاِنْ كَانَ خَلْفَهَا مُتَرَسِّلًا لَمْ يَضْمَنْ. وہ کوئی نقصان کردے تو ہانکنے والا ضامن ہوگا اور اگر پیچھے ہے اور ہانک نہیں رہا ہے تو ضامن نہ ہوگا۔

اس تعلیق کو امام ابن ابی شیبہ نے سند متصل کے ساتھ روایت کیا ہے۔ ''مترسلا'' کا معنی یہ ہے کہ جانور کو نہ ہانک رہا ہے اور نہ روک رہا ہے بلکہ اس کو اس کی مرضی پر چھوڑ دیا ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

۸۹ - كِتَابُ اِسْتِتَابَةِ الْمُرْتَدِّيْنَ وَالْمُعَانِدِيْنَ وَقِتَالِهِمْ

مرتدین ومعاندین سے توبہ کروانے اور اُن سے لڑنے کا بیان

بَابُ اِثْمِ مَنْ اَشْرَكَ بِاللّٰهِ وَعُقُوْبَتِهٖ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ (ص ۱۰۲۲)

جو اللہ کے ساتھ شرک کرے اس کی دنیا وآخرت میں سزا

معاندین سے مراد وہ لوگ ہیں جو جان بوجھ کر حق بات کو رد کریں اور اہل سنت کے طریقے سے ہٹے ہوئے ہوں اور مرتدین سے مراد وہ لوگ ہیں جو اسلام قبول کر کے کفر اختیار کریں یا دعویٰ اسلام کے ساتھ کفر کا ارتکاب کریں۔ شرک سے مراد یہ ہے کہ اللہ کی ذات یا صفات یا افعال یا عبادت میں کسی کو شریک کرے۔

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى ﴿اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ۝﴾ (لقمان:۱۳) ﴿لَئِنْ اَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ وَلَتَكُوْنَنَّ مِنَ الْخَاسِرِيْنَ۝﴾ (الزمر:٦٥).

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: بے شک شرک بھاری ظلم ہے۝ اور اے مخاطب! (کسے باشد) اگر تم شرک کرو گے تو تمہارے عمل اکارت ہو جائیں گے اور تم نقصان اٹھانے والوں میں ہو جاؤ گے۝

توضیح

"لئن اشرکت" میں اگرچہ خطاب بہ ظاہر حضور اقدس ﷺ سے ہے لیکن مراد دوسرے لوگ ہیں۔ علماء کا اس میں اختلاف ہے کہ اگر کوئی ایمان لانے کے بعد مرتد ہو جائے اور پھر ایمان لائے تو مرتد ہونے سے پہلے کے اس کے اعمال حسنہ معتبر ہیں یا نہیں۔ ہمارا مذہب یہ ہے کہ وہ معتبر نہیں۔ اس کی دلیل یہ آیہ کریمہ ہے۔ جب اعمال اکارت ہو گئے تو پھر اس کے اعتبار کے کیا معنی؟

۲۸٦۲ - عَنْ اَبِيْ وَائِلٍ عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَجُلٌ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَنُؤَاخَذُ بِمَا عَمِلْنَا فِي الْجَاهِلِيَّةِ؟ قَالَ مَنْ اَحْسَنَ فِي الْاِسْلَامِ لَمْ يُؤَاخَذْ بِمَا عَمِلَ فِي الْجَاهِلِيَّةِ وَمَنْ اَسَاءَ فِي الْاِسْلَامِ اُخِذَ بِالْاَوَّلِ وَالْاٰخِرِ. (مسلم۔ کتاب الایمان)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ہم نے زمانہ جاہلیت میں جو برائیاں کی ہیں ان پر ہم سے مواخذہ ہوگا؟ فرمایا: جس نے اسلام میں اچھا کام کیا تو اس سے زمانہ جاہلیت کی برائیوں پر مواخذہ نہیں ہوگا اور جس نے برا کام کیا اس سے اگلے پچھلے سب پر مواخذہ ہوگا۔

"اساء" کے معنی برائی کے ہیں اور برائی معاصی کو بھی شامل ہے تو حدیث کا ظاہر یہ چاہتا ہے کہ کوئی کافر اسلام قبول کر لے اور حالت اسلام میں گناہ کا ارتکاب کر لے تو اس سے زمانہ کفر کے معاصی پر بھی مواخذہ ہوگا حالانکہ یہ قرآن مجید اور احادیث صحیحہ اور اجماع کے خلاف ہے کیونکہ اسلام سے زمانہ کفر کے تمام گناہ مع کفر کے ختم ہو جاتے ہیں۔ ارشاد ہے:

قُلْ لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِنْ يَّنْتَهُوْا يُغْفَرْ لَهُمْ مَّا قَدْ سَلَفَ. (الانفال:۳۸)

کافروں سے کہہ دیجئے کہ اگر یہ لوگ اپنے کفر سے باز آ جائیں گے تو ان کے سارے وہ گناہ جو اسلام سے پہلے ہو چکے ہیں سب معاف کر دیئے جائیں گے۔

حدیث میں ہے: ''اَلْاِسْلَامُ يَهْدِمُ مَا قَبْلَهٗ'' اسلام پہلے کے سارے گناہ دھو دیتا ہے۔ جواب یہ ہے کہ ''اساء'' سے مراد یہاں یہ ہے کہ اس نے دل سے ایمان قبول نہیں کیا' منافق رہا۔

بَابُ حُكْمِ الْمُرْتَدِّ وَالْمُرْتَدَّةِ (ص ۱۰۲۲) مرتد مرد و عورت کا حکم

ت ۸۲۷ - وَقَالَ ابْنُ عُمَرَ وَالزُّهْرِيُّ وَاِبْرَاهِيْمُ تُقْتَلُ الْمُرْتَدَّةُ وَاسْتِتَابَتِهِمْ.

حضرت ابن عمر اور زہری اور ابراہیم نے کہا: مرتد عورت کو قتل کیا جائے گا۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی تعلیق کو ابن ابی شیبہ نے اور امام زہری و امام نخعی کی تعلیق کو امام عبدالرزق نے سند متصل کے ساتھ روایت کیا ہے۔ ان آثار کے ذکر کرنے سے مقصود امام بخاری کا یہ ہے کہ مرتد مرد ہو یا عورت دونوں کا حکم ایک ہے' دونوں کو قتل کیا جائے گا' لیکن حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اگر عورت مرتد ہو جائے تو اسے قتل نہیں کیا جائے گا۔ یہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے۔ اسے قید کیا جائے گا' یہاں تک کہ اسلام قبول کرے یا مر جائے۔

(۱) وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى ﴿كَيْفَ يَهْدِى اللّٰهُ قَوْمًا كَفَرُوْا بَعْدَ اِيْمَانِهِمْ وَشَهِدُوْٓا اَنَّ الرَّسُوْلَ حَقٌّ وَّجَآءَهُمُ الْبَيِّنٰتُ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ۝ اُولٰٓئِكَ جَزَآؤُهُمْ اَنَّ عَلَيْهِمْ لَعْنَةَ اللّٰهِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ۝ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا لَا يُخَفَّفُ عَنْهُمُ الْعَذَابُ وَلَا هُمْ يُنْظَرُوْنَ۝ اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ وَاَصْلَحُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ۝ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بَعْدَ اِيْمَانِهِمْ ثُمَّ ازْدَادُوْا كُفْرًا لَّنْ تُقْبَلَ تَوْبَتُهُمْ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الضَّآلُّوْنَ۝﴾ (آل عمران:۸۶-۹۰)

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اللہ ایسی قوم کو کیسے ہدایت دے گا جو ایمان لانے کے بعد کافر ہو گئے اور یہ گواہی دے چکے تھے کہ رسول حق پر ہیں اور انہیں کھلی نشانیاں آ چکی تھیں اور اللہ ظالموں کو ہدایت نہیں دیتا۝ ان کا بدلہ یہ ہے کہ اُن پر اللہ اور فرشتوں سب کی لعنت ہے۝ ہمیشہ اس میں رہیں گے' نہ ان پر سے عذاب ہلکا ہوگا اور نہ انہیں ہدایت دی جائے گی۝ مگر جنہوں نے اس کے بعد توبہ کی اور درست رہے تو ضرور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۝ بے شک جو ایمان لا کر کافر ہوئے' پھر کفر میں اور بڑھے ان کی توبہ ہرگز قبول نہ ہوگی' اور یہی لوگ بہکے ہوئے ہیں۝

(۲) وَقَالَ ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ تُطِيْعُوْا فَرِيْقًا مِّنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ يَرُدُّوْكُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ كٰفِرِيْنَ۝﴾ (آل عمران:۱۰۰)

اور فرمایا: اگر تم کچھ اہل کتاب کے کہنے پر چلو تو وہ تمہارے ایمان کے بعد تمہیں کافر بنا کر چھوڑیں گے۝

(۳) وَقَالَ ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ثُمَّ كَفَرُوْا ثُمَّ اٰمَنُوْا ثُمَّ كَفَرُوْا ثُمَّ ازْدَادُوْا كُفْرًا لَّمْ يَكُنِ اللّٰهُ لِيَغْفِرَ لَهُمْ وَلَا لِيَهْدِيَهُمْ سَبِيْلًا۝﴾ (النساء:۱۳۷)

اور فرمایا: بے شک وہ لوگ جو ایمان لائے' پھر کافر ہوئے' پھر ایمان لائے' پھر کافر ہوئے' پھر اور کفر میں بڑھے' اللہ انہیں ہرگز نہیں بخشے گا اور نہ انہیں راہ دکھائے گا۝

(۴) وَقَالَ ﴿مَنْ يَّرْتَدَّ مِنْكُمْ عَنْ دِيْنِهٖ فَسَوْفَ يَاْتِى اللّٰهُ بِقَوْمٍ يُّحِبُّهُمْ وَيُحِبُّوْنَهٗٓ اَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اَعِزَّةٍ

اور فرمایا: تم میں جو بھی اپنے دین سے پھرے گا تو عنقریب اللہ ایسے لوگ لائے گا کہ وہ اللہ کے پیارے ہوں گے اور اللہ ان کا

عَلَى الْكٰفِرِيْنَ﴾ (المائدہ:٥٤).

پیارا ہوگا' جو مسلمانوں پر نرم اور کافروں پر سخت ہوں گے۔

(٥) وَقَالَ ﴿وَلٰكِنْ مَّنْ شَرَحَ بِالْكُفْرِ صَدْرًا فَعَلَيْهِمْ غَضَبٌ مِّنَ اللّٰهِ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌO ذٰلِكَ بِاَنَّهُمُ اسْتَحَبُّوا الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا عَلَى الْاٰخِرَةِ وَاَنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الْكَافِرِيْنَO اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ طَبَعَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ وَسَمْعِهِمْ وَاَبْصَارِهِمْ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْغَافِلُوْنَOلَا جَرَمَ اَنَّهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ هُمُ الْخَاسِرُوْنَO ثُمَّ اِنَّ رَبَّكَ لِلَّذِيْنَ هَاجَرُوْا مِنْ بَعْدِ مَافُتِنُوْا ثُمَّ جَاهَدُوْا وَصَبَرُوْا اِنَّ رَبَّكَ مِنْ بَعْدِهَا لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌO﴾ (النحل:١٠٦-١١٠).

اور فرمایا: ہاں! جو دل کھول کر کافر ہو تو ان پر اللہ کا غضب ہے اور ان کے لیے اللہ کا عذاب ہےO یہ اس لیے کہ انہوں نے دنیا کی زندگی آخرت سے پیاری جانی' اور اس لیے کہ اللہ ایسے کافروں کو ہدایت نہیں دیتاO یہ وہ ہیں جن کے دل اور کان اور آنکھوں پر اللہ نے مہر کر دی ہے اور یہ لوگ غفلت میں پڑے ہیںO ضرور یہ لوگ آخرت میں نقصان اٹھانے والے ہیںO پھر بے شک تمہارا رب ان کے لیے جنہوں نے اپنے گھر چھوڑے ستائے جانے کے بعد اور اس کے بعد انہوں نے جہاد کیا اور صابر رہے بے شک تمہارا رب اس کے بعد ضرور بخشنے والا مہربان ہےO

(٦) وَقَالَ ﴿وَلَا يَزَالُوْنَ يُقَاتِلُوْنَكُمْ حَتّٰى يَرُدُّوْكُمْ عَنْ دِيْنِكُمْ اِنِ اسْتَطَاعُوْا وَمَنْ يَّرْتَدِدْ مِنْكُمْ عَنْ دِيْنِهٖ فَيَمُتْ وَهُوَ كَافِرٌ فَاُولٰٓئِكَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَاُولٰٓئِكَ اَصْحَابُ النَّارِ هُمْ فِيْهَا خَالِدُوْنَO﴾ (البقرہ:٢١٧).

اور فرمایا: اور یہ لوگ ہمیشہ تم سے لڑتے رہیں گے یہاں تک کہ تمہیں تمہارے دین سے پھیر دیں اگر ان سے بن پڑے اور تم میں جو کوئی اپنے دین سے پھرے' پھر کافر ہو کر مرے تو ان کے سارے اعمال اکارت ہیں دنیا اور آخرت میں' اور یہ دوزخی ہیں انہیں دوزخ میں ہمیشہ رہنا ہےO

توضیح

پانچویں نمبر کی آیت نمبر ۲ میں تھا: ''لَا جَرَمَ اَنَّهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ'' امام بخاری نے ''لَا جَرَمَ'' کے بعد یہ اضافہ کیا ہے: ''يَقُوْلُ حَقًّا'' یہ ''وَلَا جَرَمَ'' کے معنی بتائے ہیں۔ ان آیات میں ایمان کے بعد ارتداد کی متعدد سزائیں مذکور ہیں۔ ان پر اللہ کی لعنت ہے' ان پر فرشتوں کی لعنت ہے' سب لوگوں کی لعنت ہے' وہ لعنت میں ہمیشہ رہیں گے' اللہ ان کی مغفرت نہیں فرمائے گا' انہیں سیدھی راہ نہیں دکھائے گا' ان پر اللہ کا غضب ہے' ان کے لیے بھاری عذاب ہے' یہ لوگ کافر ہیں' یہ لوگ نقصان میں ہیں' ان کے اعمال صالحہ سب اکارت ہو گئے۔ یہ لوگ جہنمی ہیں' یہ لوگ جہنم میں ہمیشہ رہیں گے۔ یہ مرتدین کا آخرت کا عذاب ہے۔ دنیا میں ان کی کیا سزا ہے وہ اس باب کے ضمن میں جو حدیثیں لائے ہیں ان سے ظاہر ہے کہ ان میں مذکور ہے کہ ان کی سزا قتل ہے۔

بَابٌ اِذَا عَرَّضَ الذِّمِّيُّ وَغَيْرُهٗ بِسَبِّ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَمْ يُصَرِّحْ، نَحْوَ قَوْلِهٖ اَلسَّامُ عَلَيْكَ (ص ١٠٢٣)

جب ذمی وغیرہ نبی ﷺ کو کنایۃً برا کہیں اور صراحت نہ کریں جیسے کہیں: السام علیک

توضیح

ذمی وغیرہ سے مراد مستامن اور معاہد ہے۔ تعریض سے مراد یہ ہے کہ ایسی بات کہے جس کا ایک معنی تنقیص کا ہو اور دوسرا معنی تنقیص سے خالی ہو اور امام بخاری نے یہ تصریح نہیں فرمائی کہ اس بارے میں ان کا مذہب کیا ہے بلکہ اس کے ضمن میں جو حدیثیں

لائے ہیں ان سے یہ ظاہر ہو رہا ہے کہ ان کا مذہب یہ ہے کہ اسے قتل نہیں کیا جائے گا' بلکہ اسے کوئی سزا بھی نہیں دی جائے گی بلکہ جیسا جملہ کہے اسی کے مناسب تعریضی جملہ کہہ دیا جائے مگر اس پر اُمت کا اجماع ہے کہ جو بدبخت رسول اللہ ﷺ کی شان میں گستاخی کرے اس کی سزا قتل ہے اگرچہ توبہ کر لے جیسا کہ کعب بن اشرف اور ابورافع کا واقعہ مشہور ہے۔ امام عبدالرزاق نے روایت کی کہ ایک شخص نے نبی ﷺ کو برا کہا تو حضور اقدس ﷺ نے فرمایا: کون میرے دشمن سے میری کفایت کرے گا؟ حضرت زبیر نے کہا: میں! حضرت زبیر نے اسے قتل کر دیا۔ ایسا ہی ایک واقعہ اور بھی ہے کہ ایک شخص نے تنقیص شان کی تو حضور ﷺ نے حضرت خالد بن ولید کو بھیج کر اسے قتل کرا دیا۔

۲۸۶۳ - عَنْ هِشَامِ بْنِ زَيْدِ بْنِ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ سَمِعْتُ اَنَسَ بْنَ مَالِكٍ يَقُوْلُ مَرَّ يَهُوْدِيٌّ بِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اَلسَّامُ عَلَيْكَ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَلَيْكَ. فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَتَدْرُوْنَ مَا يَقُوْلُ؟ قَالَ اَلسَّامُ عَلَيْكَ. قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، اَلَا نَقْتُلُهُ؟ قَالَ لَا، اِذَا سَلَّمَ عَلَيْكُمْ اَهْلُ الْكِتَابِ، فَقُوْلُوْا وَعَلَيْكُمْ.

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک یہودی رسول اللہ ﷺ کے قریب سے گزرا اور اس نے کہا: السام علیک (تم پر موت ہو) تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: وعلیک (اور تجھ پر) پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کیا تم لوگوں کو معلوم ہے کہ یہ کیا کہہ رہا ہے؟ اس نے کہا ہے: تم پر موت ہو' صحابہ کرام نے عرض کیا: یارسول اللہ! کیا ہم اسے قتل کر دیں؟ فرمایا: نہیں! جب اہل کتاب تمہیں سلام کریں تو جواب میں تم لوگ وعلیکم کہہ دو۔

(نسائی۔ کتاب عمل الیوم واللیلۃ)

جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ ذمی اگر حضور اقدس ﷺ کی شان میں گستاخی کرے تو اسے قتل نہیں کیا جائے گا ان کی دلیل یہی حدیث ہے۔ اس میں صراحۃً ہے کہ اسے قتل نہ کرو۔ نیز اسی مضمون کی حدیث اُم المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے بھی مروی ہے' اگرچہ اس میں یہ مذکور نہیں کہ حضور اقدس ﷺ نے اس گستاخ کے قتل کرنے سے منع فرمایا' لیکن اگر اس کی سزا قتل ہوتی تو اس کے قتل کرنے کا ضرور حکم ہوتا' اس سے بھی یہی ثابت ہو رہا ہے کہ ذمی وغیرہ اگر گستاخی کریں تو انہیں قتل نہیں کیا جائے گا۔

بَابُ قَتْلِ الْخَوَارِجِ وَالْمُلْحِدِيْنَ بَعْدَ اِقَامَةِ الْحُجَّةِ عَلَيْهِمْ

خارجیوں اور ملحدوں کو حجت قائم کرنے کے بعد قتل کر دینا

وَقَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى ﴿وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُضِلَّ قَوْمًا بَعْدَ اِذْ هَدٰهُمْ حَتّٰى يُبَيِّنَ لَهُمْ مَّا يَتَّقُوْنَ﴾ (التوبہ:۱۱۵)۔

اور اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کا بیان: اور اللہ کی یہ شان نہیں کہ کسی قوم کو ہدایت کر کے گم راہ فرمائے جب تک انہیں صاف صاف بتا نہ دے کہ کس چیز سے انہیں بچنا ہے۔ (ص ۱۰۲۴)

توضیح

خوارج "خارجۃ" کی جمع ہے جو صفت ہے "طائفۃ" کی' مشہور باطل فرقہ جس کی ابتداء امیر المومنین مولی المسلمین حضرت علی رضی اللہ عنہ کے عہد مبارک میں واقعہ تحکیم کے بعد ہوئی جن کے کچھ مخصوص عقائد ہیں جو اہل سنت کے خلاف ہیں مثلاً گناہِ کبیرہ کے مرتکب کو کافر کہنا اور خلافت کے لیے قریشی ہونے کی شرط نہ ہونا وغیرہ وغیرہ۔

"ملحدین"، "ملحد" کی جمع ہے۔ "ملحد" کے معنی حق سے ہٹ کر باطل کی طرف جھکنے والا ہے۔ جب معاذ اللہ کوئی

خارجی یا ملحد ہو جائے تو سلطانِ اسلام پر فرض ہے کہ ان سے جنگ کرے مگر جنگ سے پہلے ضروری ہے کہ افہام و تفہیم کر لی جائے جیسا کہ مولی المسلمین حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کیا تھا۔ پہلے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کو بھیجا کہ انہیں سمجھائیں۔ انہوں نے خوارج سے پوچھا تو انہوں نے بتایا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حکم مان کر شرک کیا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ''اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ'' (یوسف:۴۰) صرف اللہ ہی کے لیے حکم ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جب میاں بیوی میں جھگڑا ہو جائے تو شوہر اپنی طرف سے ایک کو حکم بنائے اور بیوی اپنی طرف سے۔ ارشاد ہے: ''فَابْعَثُوْا حَكَمًا مِّنْ اَهْلِهٖ وَحَكَمًا مِّنْ اَهْلِهَا'' (النساء:۳۵) ایک حکم شوہر کے اہل سے بھیجو اور ایک بیوی کے اہل سے بھیجو۔ یہ سن کر تقریباً تین ہزار خوارج تائب ہو کر حضرت علی رضی اللہ عنہ سے آ ملے۔ بقیہ اپنی ضد پر اڑے رہے۔ اس کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان سے جنگ کر کے تقریباً سبھی کو تہ تیغ کر دیا۔

چونکہ خوارج اپنے آپ کو مسلمان کہتے تھے اس لیے کچھ لوگوں پر خوارج کا قتل کیا جانا گراں گزرا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: خارجی مقتولین میں تلاش کرو ایک شخص ایسا ہوگا جس کا ہاتھ عورت کے پستان کے مثل ہوگا۔ اگر مقتولین میں ایسا شخص مل گیا تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشین گوئی کے مطابق تم نے بدترین خلائق کو قتل کیا۔ لاشوں کے ڈھیر میں ایسا مقتول ملا جس سے سب لوگوں کو اطمینان ہو گیا جیسا کہ باب من ترك قتل الخوارج میں خود امام بخاری نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے جو حدیث روایت فرمائی ہے اس میں بالاختصار مذکور ہے۔

ت۸۲۸ - وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ يَرَاهُمْ شِرَارَ خَلْقِ اللّٰهِ، وَقَالَ اِنَّهُمُ انْطَلَقُوْا اِلٰى اٰيَاتٍ نَزَلَتْ فِي الْكُفَّارِ، فَجَعَلُوْهَا عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ.

اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما خوارج کو بدترین مخلوق جانتے تھے اور فرمایا کہ یہ لوگ ان آیتوں کو جو کفار کے بارے میں نازل ہوئی ہیں مسلمانوں پر ڈھالنے لگے۔

اس تعلیق کو امام طبری نے تہذیب الآثار میں سند متصل کے ساتھ روایت کیا ہے۔ اس میں یہ زیادہ ہے کہ بکیر بن عبداللہ بن اسد نے حضرت نافع سے پوچھا کہ حروریہ کے بارے میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی کیا رائے تھی تو انہوں نے کہا کہ وہ انہیں بدترین مخلوق جانتے تھے۔ حروریہ خارجیوں ہی کا دوسرا نام ہے اس وجہ سے کہ خارجی پہلی بار حروراء میں اکٹھے ہوئے تھے اور اپنی تنظیم قائم کی تھی۔ یہ ایسے ہی ہے جیسے وہابیوں کی سب سے بڑی شاخ کو دیوبندی کہا جاتا ہے۔

اس عہد میں ان کا سب سے بڑا پیشوا عبداللہ بن کوی تھا۔ بعد میں خوارج کے بیس فرقے ہوئے۔ یہاں خلق سے مراد کلمہ گو افراد ہیں اس لیے کہ کھلے ہوئے کفار کتاب اللہ کی تاویل نہیں کرتے کہ جو آیات کفار کے بارے میں نازل ہوئی ہیں انہیں مسلمانوں پر چسپاں کریں۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما قدریہ سے نفرت کرتے تھے اور انہیں بدترین مخلوق میں سے جانتے تھے۔

اور توضیح میں امام اسفرائینی کی کتاب سے ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر اور حضرت ابن عباس اور حضرت ابن ابی اوفی اور حضرت جابر، حضرت انس بن مالک اور حضرت ابوہریرہ اور حضرت عقبہ بن عامر اور ان کے معاصر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اپنے بعد والی نسلوں کو یہ وصیت کرتے تھے کہ قدریہ پر نہ تو سلام کریں نہ ان کی عیادت کے لیے جائیں، نہ ان کے پیچھے نماز پڑھیں اور نہ ان کے جنازے کی نماز پڑھیں۔ حضرت امام بخاری نے اس کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی اس حدیث کو ذکر کیا ہے کہ آخر زمانے میں ایک قوم نکلے گی جو نوعمر اور بے وقوف ہوگی۔ مخلوق کے بہترین کے قول کی بات کرے گی اور ان کا ایمان ان کے حلق سے آگے نہیں بڑھے گا۔ دین سے نکل جائیں گے جیسا کہ تیر نشانے سے نکل جاتا ہے۔ انہیں جہاں پاؤ قتل کرو اس لیے کہ ان کے قتل کرنے میں قتل کرنے والوں کے لیے ثواب ہے۔ اسی سے باب کی مطابقت ہے۔ اس حدیث میں یہ تھا کہ یہ لوگ آخر زمانے میں نکلیں گے۔ اس

سے مراد خلافت راشدہ کا آخری زمانہ ہے اس لیے کہ حضرت سفینہ مولیٰ رسول اللہ ﷺ کی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ خلافت میرے بعد تیس سال ہے پھر بادشاہت ہوگی اور خوارج کے نہروان میں قتل کا قصہ ۳۰ھ میں پیش آیا تھا جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت کا قریب قریب آخری زمانہ تھا۔ یہ حدیث فضائل قرآن اور علامات نبوت میں گزر چکی ہے۔

بَابُ مَنْ تَرَكَ قِتَالَ الْخَوَارِجِ لِلتَّأَلُّفِ، وَاَنْ لَّا يَنْفِرَ النَّاسُ عَنْهُ (ص ۱۰۲۴)

جو خوارج کو تالیف قلب کی خاطر اور اس لیے قتل نہ کرے کہ لوگ اس سے بھڑکنے لگیں گے

۲۸۶۴ - حَدَّثَنَا يُسَيْرُ بْنُ عَمْرٍو قَالَ قُلْتُ لِسَهْلِ بْنِ حُنَيْفٍ هَلْ سَمِعْتَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ فِي الْخَوَارِجِ شَيْئًا؟ قَالَ سَمِعْتُهٗ يَقُوْلُ، وَاَهْوٰى بِيَدِهٖ قِبَلَ الْعِرَاقِ يَخْرُجُ مِنْهُ قَوْمٌ يَقْرَءُوْنَ الْقُرْاٰنَ، لَا يُجَاوِزُ تَرَاقِيَهُمْ، يَمْرُقُوْنَ مِنَ الْاِسْلَامِ مُرُوْقَ السَّهْمِ مِنَ الرَّمِيَّةِ.

یسیر بن عمرو نے کہا کہ میں نے حضرت سہیل بن حنیف رضی اللہ عنہ سے پوچھا: کیا آپ نے نبی ﷺ سے خوارج کے بارے میں کچھ سنا ہے؟ تو انہوں نے کہا: میں نے حضور ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا اور حضور نے عراق کی طرف اشارہ فرمایا: وہاں سے ایک قوم نکلے گی جو قرآن پڑھے گی جو ان کے حلق سے آگے نہیں بڑھے گا' اسلام سے اس طرح نکل جائیں گے جیسے تیر شکار کو پار کر کے نکل جاتا ہے۔

بخاری کی روایت میں عراق ہے اور مسلم کی ایک روایت میں ''نحو المشرق'' ہے اور مراد نجد کے باشندے بنی تمیم کے افراد ہیں۔ علامہ عینی نے تحریر فرمایا:

هولاء القوم خرجوا من نجدٍ موضع التميمين. یہ قوم نجد سے نکلی جہاں تمیمی بستے ہیں۔

خوارج کے بارے میں یہ ارشاد کہ دین سے یا ایمان سے یا اسلام سے ایسے نکل جائیں گے جیسے تیر نشانے کو چھید کر پار نکل جاتا ہے پینتیس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین سے مروی ہے۔ طبرانی نے اوسط میں سند جید کے ساتھ فرزدق شاعر کے بہ طریق کہ انہوں نے حضرت ابوہریرہ اور حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہما سے پوچھا کہ میں مشرق کا باشندہ ایک شخص ہوں اور کچھ لوگ ہم سے نکل گئے ہیں اور جو لا الہ الا اللہ کہتا ہے اسے قتل کرتے ہیں اور ان کے ماسوا کو امن دیتے ہیں تو ان دونوں نے مجھے بتایا کہ ہم نے نبی ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا:

من قتلهم فله اجر شهيد ومن قتلوه فله اجر شهيد. جو ان کو قتل کرے اسے شہید کا ثواب اور جس کو وہ لوگ قتل کریں اس کے لیے بھی شہید کا ثواب۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

۹۰- کِتَابُ الْاِکْرَاہِ (ص۱۰۲۶)

[مجبور کیے جانے کا بیان]

وَقَوْلِ اللّٰہِ تَعَالٰی ﴿اِلَّا مَنْ اُکْرِہَ وَقَلْبُہٗ مُطْمَئِنٌّۢ بِالْاِیْمَانِ وَلٰکِنْ مَّنْ شَرَحَ بِالْکُفْرِ صَدْرًا فَعَلَیْہِمْ غَضَبٌ مِّنَ اللّٰہِ وَلَہُمْ عَذَابٌ عَظِیْمٌ۝﴾ (النحل:۱۰۶).

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: مگر وہ جو مجبور کیا جائے اور اس کا دل ایمان پر جما ہوا ہو'ہاں! جو دل کھول کر کافر ہو تو ایسے لوگوں پر اللہ کا غضب ہوگا اور ان کو بڑا عذاب ہوگا۝

وَقَالَ ﴿اِلَّآ اَنْ تَتَّقُوْا مِنْہُمْ تُقٰۃً﴾ (آل عمران:۲۸)' وَ ہِیَ تَقِیَّۃٌ.

اور فرمایا: مگر یہ کہ تم ان سے ڈرو۔

وَقَالَ ﴿اِنَّ الَّذِیْنَ تَوَفّٰھُمُ الْمَلٰٓئِکَۃُ ظَالِمِیْٓ اَنْفُسِہِمْ قَالُوْا فِیْمَ کُنْتُمْ قَالُوْا کُنَّا مُسْتَضْعَفِیْنَ فِی الْاَرْضِ قَالُوْٓا اَلَمْ تَکُنْ اَرْضُ اللّٰہِ وَاسِعَۃً فَتُہَاجِرُوْا فِیْہَا فَاُولٰٓئِکَ مَاْوٰہُمْ جَہَنَّمُ وَ سَآءَتْ مَصِیْرًا۝اِلَّا الْمُسْتَضْعَفِیْنَ مِنَ الرِّجَالِ وَ النِّسَآءِ وَ الْوِلْدَانِ لَا یَسْتَطِیْعُوْنَ حِیْلَۃً وَّ لَا یَہْتَدُوْنَ سَبِیْلًا۝ فَاُولٰٓئِکَ عَسَی اللّٰہُ اَنْ یَّعْفُوَ عَنْہُمْ وَکَانَ اللّٰہُ عَفُوًّا غَفُوْرًا۝﴾ (النساء:۹۷-۹۹).

اور فرمایا: وہ لوگ جن کی جانیں فرشتے نکالتے ہیں اس حال میں کہ وہ لوگ اپنے اوپر ظلم کرتے تھے'ان سے فرشتے کہتے ہیں: تم کاہے میں تھے' کہتے ہیں کہ ہم زمین میں کم زور تھے'فرشتے کہتے ہیں: کیا اللہ کی زمین کشادہ نہ تھی کہ تم اس میں ہجرت کرتے'ایسے لوگوں کا ٹھکانہ جہنم ہے اور یہ پلٹنے کی بہت بری جگہ ہے۝ مگر جو مرد اور عورتیں اور بچے دبا لیے گئے جن سے نہ کوئی تدبیر بن پڑے نہ راستہ جانیں۝ تو قریب ہے کہ اللہ ایسوں کو معاف فرمائے اور اللہ معاف فرمانے والا' بخشنے والا ہے۝

وَقَالَ ﴿وَالْمُسْتَضْعَفِیْنَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَآءِ وَالْوِلْدَانِ الَّذِیْنَ یَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اَخْرِجْنَا مِنْ ہٰذِہِ الْقَرْیَۃِ الظَّالِمِ اَہْلُہَا وَاجْعَلْ لَّنَا مِنْ لَّدُنْکَ نَصِیْرًا۝﴾ (النساء:۷۵).

اور فرمایا: اور کم زور مردوں اور عورتوں اور بچوں کے واسطے جو یہ دعا کر رہے ہیں کہ اے ہمارے رب! ہمیں اس بستی سے نکال جس کے باشندے ظالم ہیں اور ہمیں اپنے پاس سے کوئی حمایتی دے اور ہمیں اپنے پاس سے کوئی مددگار دے دے۝

توضیح......(''اکراہ'' کے معنی)

''اکراہ'' کے معنی ہیں: کسی کو اس کی مرضی کے خلاف کسی کام پر مجبور کیا جائے'اسی کو جبر بھی کہتے ہیں۔''اکراہ'' کی دو قسمیں ہیں: ایک تام اور اس کو ملجی بھی کہتے ہیں۔ دوسری ناقص اور اس کو غیر ملجی بھی کہتے ہیں۔

"اکراہ تام" یہ ہے کہ مار ڈالنے یا کسی عضو کے کاٹ ڈالنے یا ضرب شدید کی دھمکی دی جائے۔ ضرب شدید کا مطلب یہ ہے کہ اس سے جان جانے کا یا کسی عضو کے بے کار یا تلف ہو جانے کا اندیشہ ہے' مثلاً ظالم کہتا ہے کہ یہ کام کر ورنہ تجھے مارتے مارتے بے کار کر دوں گا۔

"اکراہ ناقص" یہ ہے کہ جس میں اس سے کم کی دھمکی ہو مثلاً جوتے ماروں گا' کوڑے ماروں گا' مکان میں بند کر دوں گا یا ہاتھ پاؤں باندھ کر ڈال دوں گا۔

اکراہ کی شرائط یہ ہیں:

(۱) "مکرِہ" جس فعل کی دھمکی دیتا ہو اس پر قادر ہو۔

(۲) "مکرَہ" کو (یعنی جسے دھمکی دی گئی) اس کا غالب گمان ہو کہ اگر میں اس کام کو نہ کروں گا تو یہ جس کی دھمکی دے رہا ہے اسے کر گزرے گا۔

(۳) جس چیز کی دھمکی ہے وہ جان لینا ہے یا عضو کاٹنا ہے یا ایسا غم پیدا کرنا ہے جس کی وجہ سے وہ کام خوشی اور رضامندی سے نہ ہو۔

(۴) "مکرَہ" پہلے سے وہ کام نہ کرنا چاہتا تھا خواہ اپنے حق کی وجہ سے یا کسی دوسرے شخص کے حق کی وجہ سے یا حق شرع کی وجہ سے۔

اس کی فروع اور احکام بہت کثیر ہیں جو فقہ کی کتابوں میں تفصیل کے ساتھ مذکور ہیں۔

قولہ الا من اکرہ

یہ آیت کریمہ حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کے بارے میں نازل کی ہوئی ہے۔ انہیں کافروں نے پکڑا اور ان کو مجبور کیا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کفر کرو۔ ظالموں نے انہیں پانی میں غوطے دیئے اتنے زیادہ کہ بدحواس ہو گئے۔ اسی حالت میں ظالموں نے جو چاہا کہلا لیا۔ اس کے بعد وہ روتے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے' سرگزشت سنائی۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے آنسوؤں کو پونچھا اور فرمایا: کوئی حرج نہیں۔ ایسے موقع پر آئندہ بھی اجازت ہے۔ اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔

ایک بار ظالموں نے انہیں آگ میں جلایا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ادھر سے گزر ہوا تو آپ نے اپنے دست مبارک کو ان کے جسم پر پھیرا اور دعا فرمائی: اے آگ! عمار اور آل عمار پر ٹھنڈی اور سلامت ہو جا جیسا کہ ابراہیم علیہ السلام پر ہوئی تھی۔ "قولہ الا ان تتقوا" اس سے پہلے ہے۔

لَا يَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُوْنَ الْكَافِرِيْنَ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَلَيْسَ مِنَ اللّٰهِ فِيْ شَيْءٍ اِلَّآ اَنْ تَتَّقُوْا مِنْهُمْ تُقٰةً. (آل عمران:۲۸)

مومن' کافروں کو دوست نہ بنائیں مومنوں کے سوا اور جو ایسا کرے گا تو اللہ کی طرف سے کسی چیز میں نہیں مگر یہ کہ ان سے تمہیں کچھ خوف ہو۔

یعنی اگر اکراہ کی صورت پیدا ہو جائے تو اس کی اجازت ہے کہ بہ ظاہر کافروں سے میل جول کر لو۔

(قَالَ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ) فَعَذَرَ اللّٰهُ الْمُسْتَضْعَفِيْنَ الَّذِيْنَ لَا يَمْتَنِعُوْنَ مِنْ تَرْكِ مَا اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖ وَالْمُكْرَهُ لَا يَكُوْنُ اِلَّا مُسْتَضْعَفًا، غَيْرَ مُمْتَنِعٍ مِّنْ فِعْلِ مَا اُمِرَ بِهٖ.

(ابو عبد اللہ امام بخاری نے کہا کہ) اللہ تعالیٰ نے ان کمزوروں کو معذور رکھا جو اپنے آپ کو جس چیز کے چھوڑنے سے بچا نہیں سکتے اس کے کرنے کا حکم دیا اور مکرہ بھی اس معنی کو مستضعف ہوتا ہے کہ اسے جس کام کے کرنے کا حکم دیا ہے اس سے اپنے آپ کو

کو بچا نہیں سکتا۔

توضیح

یعنی کافروں کے قبضہ میں پھنسا ہوا شخص جس طرح مجبور ہے کہ کافر جو چاہیں اس سے کہلوائیں، جو چاہیں کرائیں۔ اسے اس پر قدرت نہیں کہ اللہ عزوجل نے جن چیزوں کے کرنے کا حکم دیا ہے انہیں کر سکے۔ مجبور ہے کہ اسے چھوڑ دے۔ یہی حال مکرہ کا ہے کہ وہ بھی مجبور ہے کہ اسے جس کام کے کرنے کا حکم دیا جائے وہ کرے، اس لیے جیسے مستضعف خلاف شرع کسی کام کے کرنے سے گناہ گار نہیں اسی طرح مکرہ بھی گناہ گار نہیں، اس لیے جو حکم مستضعف کا ہے وہی مکرہ کا بھی ہونا چاہیے۔

ت ۸۲۹ - وَقَالَ الْحَسَنُ اَلتَّقِيَّةُ اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ. اور حسن بصری نے فرمایا: تقیہ قیامت تک ہے۔

''تقیہ'' کے معنی یہ ہیں کہ اپنے دل کی بات کسی کے سامنے ظاہر کرنے سے بچنا۔ تقیہ کے اصل معنی بچنا ہے۔ اس تعلیق کو امام عبد بن حمید اور ابن ابی شیبہ نے سند متصل کے ساتھ روایت کیا ہے۔ اصل عبارت یہ ہے کہ مومن کے لیے تقیہ قیامت تک جائز ہے مگر قتل میں تقیہ نہ کیا جائے، اور عبد بن حمید کا لفظ یہ ہے، مگر اس نفس کے قتل میں جسے اللہ نے حرام فرمایا ہے۔ یعنی کسی کو مجبور کیا گیا یہاں تک کہ قتل کی دھمکی دی گئی کہ کسی مسلمان کو قتل کرو مکرَہ کو جائز نہیں کہ اسے قتل کرے۔ امام بیہقی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ تقیہ صرف زبان سے ہے اور قلب ایمان کے ساتھ مطمئن ہو۔ دوسرے کو قتل کرنے کے لیے ہاتھ نہ بڑھائے۔

ت ۸۳۰ - وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ فِيْمَنْ يُكْرِهُهُ اللُّصُوْصُ فَيُطَلِّقُ لَيْسَ بِشَيْءٍ. وَبِهٖ قَالَ ابْنُ عُمَرَ وَابْنُ الزُّبَيْرِ وَالشَّعْبِيُّ وَالْحَسَنُ. اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا اس شخص کے بارے میں جسے چوروں نے مجبور کیا: وہ اپنی بیوی کو طلاق دے دے، یہ کچھ نہیں، اور یہی ابن عمر، ابن زبیر اور شعبی و حسن بصری نے فرمایا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی تعلیق کو امام ابن ابی شیبہ اور امام عبدالرزاق نے روایت کیا ہے اور حضرت ابن عمر اور حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہم کے قول کو حمیدی نے اپنی جامع میں، بیہقی نے اور امام عبدالرزاق نے روایت کیا ہے اور امام شعبی کے قول کو امام عبدالرزاق نے اس تفصیل کے ساتھ روایت کیا ہے کہ اگر چوروں نے اس کو بیوی کو طلاق دینے پر مجبور کیا تو طلاق نہیں اور اگر بادشاہ نے مجبور کیا تو طلاق واقع ہو جائے گی۔ امام ابن عیینہ نے اس فرق کی توجیہ یہ کی کہ چور اسے قتل کر دے گا اور امام حسن بصری کے قول کو امام سعید بن منصور نے روایت کیا تو انہوں نے فرمایا کہ مکرہ کی طلاق واقع نہیں ہوتی، اور ابن بطال نے ابن منذر کے تابع ہو کر کہا کہ اس پر اجماع ہے کہ جو کفر پر مجبور کیا گیا یہاں تک کہ اس کو اپنی جان کا اندیشہ ہو اور وہ کفر کر دے اور اس کا دل ایمان پر مطمئن ہو تو اس کو کافر نہیں کہا جائے گا اور اس کی بیوی اس کے نکاح سے نہیں نکلے گی۔

جمہور کا مذہب یہ ہے کہ مکرہ کی طلاق واقع نہیں لیکن امام زہری یا قتادہ یا ابوقلابہ کا قول ہے کہ واقع ہے اور یہی ہمارا مذہب ہے۔ البتہ اس میں یہ تفصیل ہے کہ اگر زبان سے طلاق دے تو واقع ہوگی اور حالت اکراہ میں تحریری طلاق دے اور زبان سے کچھ نہ کہے تو طلاق واقع نہیں۔

بَابٌ لَا يَجُوْزُ نِكَاحُ الْمُكْرَهِ (ص ۱۰۲۷) مکرَہ کا نکاح جائز نہیں

وَقَالَ اللّٰهُ ﴿وَلَا تُكْرِهُوْا فَتَيٰتِكُمْ عَلَى الْبِغَآءِ اِنْ اَرَدْنَ تَحَصُّنًا لِّتَبْتَغُوْا عَرَضَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَمَنْ يُّكْرِهْهُّنَّ فَاِنَّ اللّٰهَ مِنْۢ بَعْدِ اِكْرَاهِهِنَّ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ﴾ اور مجبور نہ کرو اپنی کنیزوں کو بدکاری پر جب کہ وہ بچنا چاہیں تاکہ تم دنیوی زندگی کا کچھ مال چاہو اور جو انہیں مجبور کرے گا تو بے شک اللہ بعد اس کے کہ وہ مجبوری ہی کی حالت پر رہیں بخشنے والا

(النور:۳۳) مہربان ہےO

توضیح

یہ آیت کریمہ رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی کی دو کنیزوں کے بارے میں نزل ہوئی جن کا نام معاذہ اور مسیکہ تھا۔ ابن ابی منافق ان دونوں کو مجبور کرتا تھا کہ اجرت لے کر زنا کرائیں اور جاہلیت میں یہ عام رواج تھا اور جب اسلام آیا تو معاذہ نے مسیکہ سے کہا: ہم جس حال میں ہیں اگر یہ بہتر ہے تو ہم نے بہت زیادہ کما لیا اور اگر برا ہے تو اب وقت آ گیا کہ اسے چھوڑ دیں۔ اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔

اس آیت میں ''ان اردن تحصنا'' قید احترازی نہیں بلکہ بیان واقعہ ہے کیونکہ اس عہد کے جفاکار انہیں زنا پر مجبور کرتے تھے اگرچہ وہ پاک دامن رہنا چاہتی تھیں۔ یہ مطلب نہیں کہ اگر وہ پاک دامن نہ رہنا چاہیں تو انہیں زنا پر مجبور کرنا جائز ہے۔ امام بخاری نے اس آیت کو اس باب کے ضمن میں کس مقصد کے لیے ذکر کیا ہے یہ بات سمجھ میں نہیں آئی۔ صاحب توضیح نے مذکورہ بالا بات کہہ کر یہ مناسبت پیدا کی کہ جب حرام چیزوں میں اکراہ مکروہ ہے تو حلال چیزوں میں بہ درجۂ اولیٰ مکروہ ہوگا لیکن یہ بات میری سمجھ میں نہیں آئی۔

اس آیت پر ایک شبہہ ہے کہ اکراہ کے بعد فعل حرام کا ارتکاب گناہ نہیں، پھر ''غفور الرحیم'' کے ذکر کا کیا محل؟ جواب یہ ہے کہ زنا حقیقت میں گناہ ہے اور یہ بتانے کے لیے کہ اکراہ کے بعد گناہ نہیں رہتا، ارشاد فرمایا: ''فان اللہ غفور رحیم'' جیسے ''فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ فَلَا اِثْمَ عَلَيْهِ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ الرَّحِيْمٌO'' (البقرہ:۱۷۳) میں ہے۔

جمہور کا مذہب یہی ہے کہ مکرہ کا نکاح باطل ہے اور احناف کے نزدیک صحیح ہے جس کی تفصیل کتب فقہ میں موجود ہے۔

بَابُ اِذَا اُكْرِهَ حَتّٰى وَهَبَ عَبْدًا اَوْ بَاعَهُ لَمْ يَجُزْ (ص ۱۰۲۷)

جب مجبور کیا گیا یہاں تک کہ غلام کو ہبہ کر دیا یا بیچ دیا تو نافذ نہیں

وَقَالَ بَعْضُ النَّاسِ فَاِنْ نَذَرَ الْمُشْتَرِيْ فِيْهِ نَذْرًا، فَهُوَ جَائِزٌ بِزَعْمِهٖ، وَكَذٰلِكَ اِنْ دَبَّرَهٗ.

اور یہی مذہب بعض الناس کا ہے اور اگر مشتری نے اس میں منت مان لی تو اس کے زعم میں یہ جائز ہے اور ایسے ہی اگر اس کو مدبر بنا لیا جائے تو صحیح ہے۔

توضیح..... (امام بخاری کی احناف پر مہربانی اور اس پر ہماری عرض)

عام طور پر مشہور ہے کہ امام بخاری جب ''بعض الناس'' کہتے ہیں تو ان کی مراد اس سے احناف ہوتے ہیں۔ اگر یہاں بھی ان کی مراد احناف ہی ہیں تو حسب تحقیق علامہ عینی ان سے فروگزاشت ہوئی ہے۔ احناف کا مذہب یہ ہے کہ اگر کوئی شخص اپنے مال کے بیچنے یا ہبہ کرنے یا کسی اقرار پر مجبور کیا گیا اور اس نے اپنا مال بیچ دیا یا کسی کو ہبہ کر دیا یا مال کا اقرار کر لیا تو اکراہ دور ہونے کے بعد اس کو اختیار ہے اگر چاہے تو ان عقود کو نافذ کر دے اور اگر چاہے تو فسخ کر دے اس لیے کہ یہ عقد اس کے اہل سے اس کے محل میں صادر ہوا اس لیے مفید ملک ہے۔ ہاں! ان میں تراضی نہیں پائی گئی تو اس کا حکم وہ ہو گیا جو ایسے تمام عقود کا ہے جن میں شرط فاسد پائی جائے کہ اگر مشتری قبضہ کر کے اس میں کوئی تصرف کر دے جو قابل نقض نہ ہو جیسے آزاد اور مدبر کرنا وہ نافذ ہو جائے گا اور مشتری پر قیمت لازم ہوگی اور اگر بائع جائز کر دے تو صحیح ہے کیوں کہ اب تراضی پائی گئی ہے۔

بَابٌ إِذَا اسْتُكْرِهَتِ الْمَرْأَةُ عَلَى الزِّنَا فَلَا حَدَّ عَلَيْهَا

جب عورت کو زنا پر مجبور کیا جائے تو اس پر حد نہیں

فِيْ قَوْلِهٖ تَعَالٰى ﴿وَمَنْ يُّكْرِهْهُنَّ فَإِنَّ اللّٰهَ مِنْ بَعْدِ إِكْرَاهِهِنَّ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ۝﴾ (النور:۳۳). (ص۱۰۲۷)

اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: اور جس نے انہیں مجبور کیا تو بے شک اللہ ان کے مجبور کیے جانے کے بعد بخشنے والا مہربان ہے۝

ت ۸۳۱ - وَقَالَ اللَّيْثُ حَدَّثَنِيْ نَافِعٌ أَنَّ صَفِيَّةَ ابْنَةَ أَبِيْ عُبَيْدٍ أَخْبَرَتْهُ أَنَّ عَبْدًا مِّنْ رَقِيْقِ الْإِمَارَةِ وَقَعَ عَلٰى وَلِيْدَةٍ مِنَ الْخُمُسِ، فَاسْتَكْرَهَهَا حَتّٰى اقْتَضَّهَا، فَجَلَدَهٗ عُمَرُ الْحَدَّ وَنَفَاهُ، وَلَمْ يَجْلِدِ الْوَلِيْدَةَ مِنْ أَجْلِ أَنَّهٗ اِسْتَكْرَهَهَا.

صفیہ بنت ابی عبید نے خبر دی کہ خلیفہ وقت کے غلاموں میں سے ایک غلام نے خمس کی ایک باندی کے ساتھ زنا کیا اور اسے مجبور کیا اور اس کا پردہ بکارت پھاڑ ڈالا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس پر حد جاری کی اور اس کو جلا وطن کر دیا اور لونڈی کو حد نہیں لگائی اس لیے کہ غلام نے اسے مجبور کیا تھا۔

یہ صفیہ بنت ابی عبید، حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی زوجہ تھیں۔ رقیق امارت سے مراد یہ ہے کہ وہ خلیفۂ وقت حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا مملوک تھا۔ ”ولیدۃ من الخمس“ سے مراد یہ ہے کہ مال غنیمت میں سے جو خمس بیت المال میں جمع ہوتا ہے یہ لونڈی اس میں تھی۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے اس غلام کو پچاس کوڑے لگوائے اور چھ مہینے کے لیے جلاوطن کر دیا اس لیے کہ غلام کی حد آزاد کی آدھی ہے اور باندی پر حد نہیں جاری فرمائی۔ اس سے ثابت ہوا کہ مکرہ پر حد نہیں خواہ مکرہ مرد ہو یا عورت۔

ت ۸۳۲ - قَالَ الزُّهْرِيُّ فِي الْأَمَةِ الْبِكْرِ يَفْتَرِعُهَا الْحُرُّ يُقِيْمُ ذٰلِكَ الْحَكَمُ مِنَ الْأَمَةِ الْعَذْرَاءِ بِقَدْرِ قِيْمَتِهَا وَيُجْلَدُ، وَلَيْسَ فِي الْأَمَةِ الثَّيِّبِ فِيْ قَضَاءِ الْأَئِمَّةِ غُرْمٌ، وَلٰكِنْ عَلَيْهِ الْحَدُّ.

اور امام زہری نے فرمایا کہ کنواری باندی جس کا پردہ بکارت کوئی آزاد شخص پھاڑ ڈالے تو حاکم اس لونڈی کی قیمت میں جو کمی ہو گئی ہے وہ زانی سے وصول کرے اور کوڑا بھی مارے اور اگر لونڈی کنواری نہیں تو ائمہ کے فیصلے میں کوئی مالی تاوان نہیں لیکن اس پر حد ہے۔

امام زہری کے قول کا مطلب یہ ہے کہ زنا کرنے کی وجہ سے پردۂ بکارت پھٹنے کی وجہ سے اس کی قیمت میں جو کمی پیدا ہو گئی حاکم زانی سے اس کو بھی وصول کرے گا اور اس زانی پر حد بھی جاری کرے گا بشرطیکہ زانی آزاد ہو۔ امام زہری نے اگرچہ فرمایا ہے: ”ویُجْلد“ مگر اس سے مراد حد ہے۔ اگر زانی محصن ہے تو اسے سنگسار کریں گے اور محصن نہیں تو کوڑے ماریں گے۔

بَابُ يَمِيْنِ الرَّجُلِ لِصَاحِبِهٖ أَنَّهٗ أَخُوْهُ، إِذَا خَافَ عَلَيْهِ الْقَتْلَ أَوْ نَحْوَهٗ

کسی کا اپنے ساتھی کے بارے میں یہ قسم کھانا کہ یہ اس کا بھائی ہے جب کہ یہ ڈر ہو کہ کوئی اسے قتل نہ کر دے یا عضو نہ توڑ دے

وَكَذٰلِكَ كُلُّ مُكْرَهٍ يَخَافُ، فَإِنَّهٗ يَذُبُّ عَنْهُ الْمَظَالِمَ، وَيُقَاتِلُ دُوْنَهٗ وَلَا يَخْذُلُهٗ، فَإِنْ قَاتَلَ دُوْنَ الْمَظْلُوْمِ فَلَا قَوَدَ عَلَيْهِ وَلَا قِصَاصَ. (ص۱۰۲۸)

اور ایسے ہی ہر مکرہ کا حکم ہے جو ڈرتا ہو، اس سے ظلم کو دور کرے اور اس کی حمایت میں لڑے اور اسے چھوڑ نہ دے۔ اب اگر مظلوم کی حمایت میں کسی کو قتل کر دیا تو اس پر قصاص نہیں۔

وَاِنْ قِيْلَ لَهٗ لَتَشْرَبَنَّ الْخَمْرَ، اَوْ لَتَاْكُلَنَّ الْمَيْتَةَ، اَوْ لَتَبِيْعَنَّ عَبْدَكَ، اَوْ تُقِرُّ بِدَيْنٍ، اَوْ تَهَبُ هِبَةً، وَتَحُلُّ عُقْدَةً، اَوْ لَنَقْتُلَنَّ اَبَاكَ اَوْ اَخَاكَ فِي الْاِسْلَامِ، وَسِعَهٗ ذٰلِكَ، لِقَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْمُسْلِمُ اَخُو الْمُسْلِمِ.

اور اگر کہا گیا کہ تو ضرور ضرور شراب پی یا مردار کھا یا اپنے غلام کو بیچ یا قرض کا اقرار کر یا کچھ ہبہ کر یا کسی بھی عقد کے بارے میں کہا ورنہ ہم تیرے باپ کو یا تیرے اسلامی بھائی کو قتل کر دیں گے تو اسے ایسا کرنا جائز ہے کیونکہ نبی ﷺ نے فرمایا: مسلمان مسلمان کا بھائی ہے۔

وَقَالَ بَعْضُ النَّاسِ لَوْ قِيْلَ لَهٗ لَتَشْرَبَنَّ الْخَمْرَ، اَوْ لَتَاْكُلَنَّ الْمَيْتَةَ، اَوْ لَنَقْتُلَنَّ ابْنَكَ اَوْ اَبَاكَ، اَوْ ذَا رَحِمٍ مَحْرَمٍ، لَمْ يَسَعْهُ، لِاَنَّ هٰذَا لَيْسَ بِمُضْطَرٍّ، ثُمَّ نَاقَضَ فَقَالَ اِنْ قِيْلَ لَهٗ لَنَقْتُلَنَّ اَبَاكَ اَوِ ابْنَكَ اَوْ لَتَبِيْعَنَّ هٰذَا الْعَبْدَ، اَوْ تُقِرُّ بِدَيْنٍ اَوْ تَهَبُ، يَلْزَمُهٗ فِي الْقِيَاسِ، وَلٰكِنَّا نَسْتَحْسِنُ وَنَقُوْلُ الْبَيْعُ وَالْهِبَةُ، وَكُلُّ عُقْدَةٍ فِيْ ذٰلِكَ بَاطِلٌ. فَرَّقُوْا بَيْنَ كُلِّ ذِيْ رَحِمٍ مَحْرَمٍ وَغَيْرِهٖ، بِغَيْرِ كِتَابٍ وَلَا سُنَّةٍ. وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِبْرَاهِيْمُ لِامْرَاَتِهٖ هٰذِهٖ اُخْتِيْ، وَذٰلِكَ فِي اللّٰهِ.

اور بعض لوگوں نے کہا: اگر اس سے کہا گیا کہ شراب پی یا مردار کھا ورنہ ہم تیرے بیٹے یا باپ یا ذو رحم محرم کو قتل کر دیں گے تو اسے یہ جائز نہیں اس لیے کہ یہ مضطر نہیں، پھر اس کے خلاف کہا۔ اگر اس سے کہا گیا: ہم تیرے باپ یا بیٹے کو قتل کر دیں گے یا اس غلام کو بیچ یا دین یا ھبہ کا اقرار کر تو اسے لازم ہے قیاس کے مطابق لیکن ہم استحسان کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ بیع اور ھبہ اور ہر عقد اکراہ کی صورت میں باطل ہے۔ ان لوگوں نے ذی رحم محرم اورر دوسرے میں تفریق کی جب کہ یہ تفریق نہ کتاب اللہ میں ہے نہ سنت رسول اللہ میں، حالانکہ نبی ﷺ نے فرمایا کہ ابراہیم علیہ السلام نے اپنی بی بی کے بارے میں کہا: یہ میری بہن ہے اور یہ اللہ کے دین میں۔

توضیح..... (امام بخاری کی احناف پر مہربانی اور اس پر ہماری عرض)

کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ یہاں بھی ''بعض الناس'' سے مراد حنفیہ ہیں، یہ تعریض ہے۔ امام بخاری کا کہنا یہ ہے کہ بعض الناس کے قول میں تناقض ہے۔ وہ اس طرح کہ اگر کسی ظالم نے کسی مجبور سے یہ کہا کہ شراب پیو یا یہ کہا کہ مردار کھاؤ ورنہ ہم تمہارے باپ یا بیٹے یا کسی ذو رحم محرم کو قتل کر دیں گے تو اسے اس حال میں شراب پینا یا مردار کھانا جائز نہیں، اس لیے کہ یہ مضطر نہیں اور یہ بالکل کھلی ہوئی بات ہے۔ مضطر اس وقت ہوتا جب وہ خود اس کے قتل کی دھمکی دیتا، دوسروں کے قتل کی دھمکی دی تو اضطرار کہاں سے پایا گیا۔

امام بخاری کہتے ہیں: پھر یہ لوگ کہتے ہیں کہ اگر کسی ظالم نے یہ دھمکی دی کہ ہم تمہارے باپ یا بیٹے کو قتل کر دیں گے اگر تم اس غلام کو نہیں بیچو گے اور دین کا اقرار نہیں کرو گے یا ھبہ نہیں کرو گے تو قیاس اس کا مقتضی ہے کہ اس حال میں جو عقد کرے وہ لازم ہو جائے، لیکن ہم استحسانًا یہ کہتے ہیں کہ اس حال میں ہر عقد باطل ہے۔ یہ صریح تناقض ہے کہ پہلی صورت میں کہا کہ اکراہ نہیں اور دوسری صورت میں کہا کہ قیاس اس کا مقتضی ہے کہ اکراہ پایا جا رہا ہے حالانکہ دونوں صورتیں یکساں ہیں۔ اس کا جواب علامہ عینی نے یہ دیا کہ یہاں مناقضہ نہیں ہے اس لیے کہ مجتہد کو جائز ہے کہ استحسان کی بناء پر قیاس کو ترک کرے اور استحسان حنفیہ کے نزدیک حجت ہے۔

''قوله فرقوا'' دوسری تعریض یہ کی کہ حنفیہ کا مذہب یہ ہے کہ اگر کسی سے کہا گیا: اس اجنبی شخص کو قتل کر یا فلاں چیز کو بیچ دے اس نے اس چیز کو بیچ دیا تو بیع لازم ہے اور اگر کسی ذی رحم محرم کے بارے میں یہی بات کہی اور اس نے اس چیز کو بیچ دیا تو عقد لازم نہیں۔ یہ تفریق نہ کتاب اللہ سے ثابت ہے نہ احادیث سے ثابت ہے۔ اس کا جواب علامہ بدر الدین محمود عینی نے یہ دیا کہ یہ کتاب اللہ سے بھی ثابت ہے اور سنت سے بھی ثابت ہے۔ اللہ عزوجل نے فرمایا: ''اَلَّذِيْنَ يَسْتَمِعُوْنَ الْقَوْلَ فَيَتَّبِعُوْنَ اَحْسَنَهٗ'' (الزمر:

۱۸) وہ لوگ جو بات سن کر سب سے اچھی بات کی پیروی کرتے ہیں اور حدیث یہ ہے: ”مَا رَاٰهُ الْمُسْلِمُوْنَ حَسَنًا فَهُوَ عِنْدَ اللّٰهِ حَسَنٌ“ جس کو مسلمان اچھا سمجھیں وہ اللہ کے نزدیک بھی اچھا ہے۔

حضرت سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے ظالم بادشاہ کے روبرو اپنی اہلیہ حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں کہا: یہ میری بہن ہے۔ سارہ رشتے کے اعتبار سے ان کی بہن نہیں تھیں کہ ذی رحم محرم ہوتیں بلکہ دینی بہن تھیں تو اس سے ثابت ہوا کہ اکراہ کی حالت میں قریب و بعید کے لحاظ سے کچھ فرق نہیں پڑتا صرف مسلمان ہونا کافی ہے۔ ”فی دين الله“ حضرت امام بخاری کا قول ہے کہ مراد یہ ہے کہ اللہ کے دین میں میری بہن ہے۔

ت۸۳۳ - وَقَالَ النَّخَعِيُّ إِذَا كَانَ الْمُسْتَحْلِفُ ظَالِمًا فَنِيَّةُ الْحَالِفِ، وَإِنْ كَانَ مَظْلُوْمًا فَنِيَّةُ الْمُسْتَحْلِفِ.

امام نخعی نے فرمایا: اگر قسم کھلانے والا ظالم ہو تو قسم کھانے والے کی نیت کا اعتبار ہے اور اگر مظلوم ہو تو قسم لینے والے کی نیت کا اعتبار ہے۔

اس تعلیق کو امام محمد بن حسن رضی اللہ عنہ نے کتاب الآثار میں روایت کیا ہے۔ مستحلف کے مظلوم ہونے کی صورت یہ ہے کہ ایک شخص کا کوئی حق کسی پر ہے اور صاحب حق کے پاس بینہ نہیں تو وہ مدعیٰ علیہ سے قسم لے گا۔ یہاں مدعی مظلوم ہے تو قسم میں مدعی کی نیت کا اعتبار ہوگا۔ حضرت امام مالک اور جمہور کا مذہب یہی ہے اور ہمارے نزدیک ہمیشہ قسم کھانے والے کی نیت کا اعتبار ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

۹۱- کِتَابُ الْحِیَلِ (ص ۱۰۲۸)

[حیلوں کا بیان]

توضیح

''حیل''، ''حیلہ'' کی جمع ہے۔ حیلہ اس خفیہ طریقہ کار کو کہتے ہیں جس سے مقصود کو حاصل کیا جائے۔ حیلہ جس بنیاد پر کیا جاتا ہے اس کے اعتبار سے اس کی کئی قسمیں ہیں۔ (۱) کسی مباح طریقہ کو کسی حق کے باطل کرنے یا باطل کے اثبات کا ذریعہ بنایا جائے تو وہ حرام ہے۔ (۲) کسی حق کے ثابت کرنے یا باطل کے دفع کرنے کا ذریعہ ہو۔ یہ کبھی واجب ہوتا ہے، کبھی مستحب۔ (۳) اگر کسی ناپسندیدہ چیز میں واقع ہونے سے بچنے کے لیے کیا جائے تو یہ کبھی مستحب ہوتا ہے اور کبھی مباح۔ (۴) اگر کسی مستحب کے ترک کا ذریعہ بنایا جائے تو یہ مکروہ ہے۔

[حیلہ کا ثبوت]

حیلہ کی اصل قرآن مجید اور احادیث میں موجود ہے۔ سیدنا ایوب علیہ السلام جب آزمائش میں مبتلا تھے اور سب نے انہیں چھوڑ دیا تھا اور صرف ان کی اہلیہ ان کی خدمت کرتی تھیں، ایک بار دیر میں حاضر ہوئیں تو سیدنا ایوب علیہ السلام نے قسم کھائی کہ تم کو صحت کے بعد سو ضربیں ماروں گا، اللہ عزوجل نے ان سے فرمایا:

وَخُذْ بِيَدِكَ ضِغْثًا فَاضْرِبْ بِّهٖ وَلَا تَحْنَثْ. اور اپنے ہاتھ میں (سو تنکوں والا) ایک جھاڑو لے کر مارو اور قسم نہ توڑو۔ (ص: ۴۴)

ابوداؤد اور دوسری سنن میں حضرت ابوعبادہ بن سہل بن حنیف سے مروی ہے کہ ایک انصاری بیماری کی وجہ سے اتنے کم زور ہو گئے تھے کہ صرف ہڈی پر چمڑا رہ گیا تھا۔ اسی حال میں انہوں نے زنا کر لیا، پھر اس پر نادم ہوئے اور حضور اقدس ﷺ کی خدمت میں عرض کرایا۔ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا: ان کو سو کوڑے مارے جائیں۔ انہوں نے عرض کیا کہ وہ اتنے کمزور ہیں کہ ہڈی پر صرف چمڑا رہ گیا ہے تو حضور اقدس ﷺ نے فرمایا کہ باریک باریک سوٹہنیاں لے کر انہیں ایک دفعہ مار دیا جائے۔ بخاری وغیرہ میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے بنی نجار کے ایک شخص کو جن کا نام سواد غزیہ تھا، خیبر پر عامل مقرر فرمایا تو وہ جنیب وصول کر کے لائے جو خیبر کی کھجوروں میں سب سے عمدہ قسم تھی۔ ان سے رسول اللہ ﷺ نے پوچھا: کیا خیبر کی تمام کھجوریں ایسی ہی ہیں؟ تو انہوں نے عرض کیا: نہیں! ہم اس کھجور کا ایک صاع دو صاع کے عوض خریدتے ہیں اور دو صاع کو تین صاع کے عوض۔ فرمایا: ایسا مت کر، ساری کھجوروں کو درہم کے عوض بیچو، پھر درہم کے بدلے میں جنیب خریدو۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا واقعہ سبھی کو معلوم ہے اس لیے بہ ضرورت حیلہ کرنے میں کوئی حرج نہیں بلکہ بعض دفعہ ضروری ہو جاتا ہے مثلاً زکوٰۃ اور فطرہ کی رقوم کا دینی مدارس میں صرف کرنا اصل کے اعتبار سے جائز نہیں اس لیے کہ زکوٰۃ کی ادائیگی کے لیے تملیک مستحق شرط ہے۔ ارشاد ہے: ''اِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَآءِ'' (التوبہ: ٦٠) لیکن اگر آج زکوٰۃ اور فطرہ کی رقوم مدرسوں میں قبول نہ کی جائیں تو دینی مدارس کی بقاء سخت خطرے میں پڑ جائے گی۔

میرے طالب علمی کے زمانے میں دینی مدارس کا بہت برا حال تھا۔ خود ہمارا یہ اشرفیہ موت و زیست کی کش مکش میں تھا۔ ایسا بھی دور گزرا ہے کہ چھ چھ سات سات مہینے تک کچھ مدرسین کو تنخواہیں نہیں ملی ہیں' لیکن جب سے زکوٰۃ اور فطرہ کی رقوم دینی مدارس میں قبول کی جانے لگیں اور حیلہ تملیک کر کے صرف کی جانے لگیں صرف جامعہ اشرفیہ ہی نہیں سارے مدارس مالا مال ہیں۔ جس کی وجہ سے دینی مدارس کو کافی استحکام حاصل ہوا اور ہو رہا ہے جسے دیکھ کر مذہب دشمن عناصر زکوٰۃ اور فطرہ پر للچائی ہوئی نظریں رکھتے ہیں اور سیدھے سادے مسلمانوں سے مختلف حیلوں سے انجمنیں قائم کر کے زکوٰۃ اور فطرہ کی رقوم وصول کر کے مزے سے ٹھاٹ باٹ کرتے ہیں۔

بہرحال قرآن مجید اور احادیث کی روشنی میں بوقت حاجت حیلہ کی اجازت ہے اور خود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کی تعلیم دی۔

اس کے برخلاف بعض آیات اور احادیث سے حیلہ کی مذمت بھی ظاہر ہوتی ہے مثلاً اصحاب سبت کا قصہ اور یہود کے بارے میں جو حدیث ہے کہ ان کے اوپر چربی حرام کی گئی ہے تو انہوں نے چربی کو پگھلایا' پھر بیچا اور اس کی قیمت کھائی' لیکن ہم نے اس سے پہلے حیلے کے جواز کے سلسلہ میں جو حدیثیں نقل کی ہیں اُن میں اور اصحاب سبت کے قصے اور یہود کے چربیوں کے بیچنے میں ایک واضح فرق موجود ہے' مثلاً حضرت سوید بن غزیہ کی حدیث میں بالکل واضح ہے کہ معمولی کھجوروں کو درہم کے ساتھ بیچا اس میں کسی طرح کوئی بھی نقص نہیں' پھر ان دراہم سے جنیب خریدا اس میں بھی کوئی شرعی نقص نہیں لیکن اصحاب سبت دریا کے کنارے گڑھا کھود کر پانی سے بھرا رکھتے جس کا راستہ دریا سے رہتا اور سنیچر (ہفتہ) کی شام کو جا کر اس راستہ کو بند کر دیتے جدھر سے پانی دریا میں جاتا تھا۔ یہ ایک طرح سے مچھلیوں کو شکار کر لینا تھا کیونکہ گڑھے میں آ جانے کے بعد مچھلیاں اُن کے قبضے میں آ جاتی تھیں اور یہودیوں پر جس طرح چربی کا کھانا حرام تھا اسی طرح اس کا بیچنا بھی حرام تھا۔ انہوں نے چربی کو بیچا جو اُن کی شریعت میں مال نہیں تھا' اس لیے اس کی جو قیمت لی وہ مال خبیث ہوئی۔ اس سلسلہ میں صاحب محیط کا ارشاد بنیادی حیثیت رکھتا ہے کہ حیلہ اگر حرام و گناہ سے بچنے کے لیے ہو تو اچھا ہے اور اگر کسی مسلمان کا حق باطل کرنے کے لیے ہو تو اچھا نہیں بلکہ گناہ و ظلم ہے۔

اور امام نسفی نے کافی میں فرمایا کہ حضرت امام محمد بن حسن نے فرمایا: مومن کے اخلاق میں سے یہ نہیں کہ حیلوں کے ذریعہ اللہ کے احکام سے فرار کرے' اس طرح کہ اس سے حق کا ابطال لازم آئے۔

بَابٌ فِیْ تَرْکِ الْحِیَلِ' وَاَنَّ لِکُلِّ امْرِیٍٔ مَّا نَوٰی فِی الْاَیْمَانِ وَغَیْرِھَا (ص١٠٢٨)

حیلوں کے چھوڑنے کے بیان میں اور یہ کہ ہر شخص کے لیے وہ ہے جو اس نے نیت کی' قسم ہو یا کچھ اور

توضیح

کتاب الحیل کہنے سے کچھ نہیں سمجھ میں آ رہا تھا کہ حضرت امام بخاری کا مذہب کیا ہے کہ وہ حیلہ کو جائز سمجھتے ہیں یا ناجائز؟ اس لیے انہوں نے ترک الحیل کا باب باندھا کہ واضح ہو جائے کہ حضرت امام بخاری حیلہ کے جواز کے قائل نہیں۔ اس باب کے ثبوت کے لیے حدیث ''انما الاعمال بالنیات'' لائے۔ اس سے دو باتیں ثابت ہوئیں کہ حضرت امام بخاری اعمال کو عبادات کے

ساتھ خاص نہیں مانتے بلکہ وہ ہر عمل کو اس میں شامل مانتے ہیں جن میں معاملات بھی داخل ہیں اور وہ "بالنیات" یا "بالنیة" کا مقدر صحت یا ثواب کو نہیں مانتے بلکہ اعتبار مانتے ہیں۔ اب ان کی تحقیق کا حاصل یہ ہوا کہ اگر کوئی نیک کام کسی دنیوی مقصد کے لیے کرے تو اعتبار اس کی نیت کا ہوگا جیسا کہ اُمّ قیس کی حدیث سے ظاہر ہے۔ طبرانی نے معجم کبیر میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ ہم میں ایک صاحب تھے جنہوں نے اُمّ قیس نامی ایک عورت کو نکاح کا پیغام دیا۔ ان خاتون نے یہ جواب دیا کہ اگر ہمارے ساتھ ہجرت کرو تو پیغام منظور ہے۔ انہوں نے اس خاتون کے ساتھ ہجرت کی اور ان کا نکاح ام قیس کے ساتھ ہو گیا۔ ہم لوگ انہیں مہاجر اُمّ قیس کہا کرتے تھے۔

اس کا حاصل یہ نکلا کہ حضرت امام بخاری کے نزدیک اعتبار معنی کا ہے لفظ کا نہیں۔ ہمارا کہنا یہ ہے کہ یہ صاحب ہجرت کر کے ثواب سے محروم رہے لیکن اس وقت ہجرت فرض تھی وہ فرض ادا ہو گیا' ورنہ لازم آئے گا کہ یہ صاحب اور ام قیس دونوں فرض کے تارک ہونے کی وجہ سے فاسق ہوئے۔

ہم نے اول کتاب میں ثابت کیا ہے کہ نیت کا متعلق ثواب ہے۔

بَابٌ فِي الصَّلٰوةِ (ص ۱۰۲۸) نماز کا بیان

توضیح

اس باب کے ثبوت میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث ذکر کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تمہاری نماز نہیں قبول فرمائے گا جب وہ حدث کرے یہاں تک کہ وضو کر لے۔

یہ حدیث کتاب الطہارۃ میں گزر چکی ہے۔ یہاں کتاب الحیل میں اس حدیث کو ذکر کر کے امام بخاری احناف پر تعریض کر رہے ہیں۔

سیدنا امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے نزدیک نماز سے باہر ہونے کے لیے لفظ السلام فرض نہیں' واجب ہے۔ اس لیے کہ فرض کے ثبوت کے لیے خبر واحد کافی نہیں۔ ہاں! واجب کے ثبوت کے لیے کافی ہے۔ فرض کے ثبوت کے لیے دلیل قطعی الثبوت' قطعی الدلالۃ ضروری ہے اور لفظ سلام کے بارے میں ایسی کوئی نص نہیں۔ نماز سے باہر ہونے کے لیے خروج بصنعہ فرض ہے یعنی بالقصد ایسا کام کرنا جو نماز کے منافی ہو مثلاً کام کرنا' کھانا کھانا یا پینا وغیرہ۔ اس پر بعض مخالفین نے از راہ تمسخر احناف پر طنز کیا کہ اگر کوئی شخص نماز کے ارکان پورا کرنے کے بعد بالقصد ہوا خارج کرے۔ یہ خروج بصنعہ ہوا یا نہیں۔ اب مخالفین نے اس کو رنگ آمیزی کے ساتھ بیان کرنا شروع کیا۔ اللہ عز وجل رحم فرمائے' امام بخاری رحمہ اللہ بھی انہیں لوگوں میں ہیں۔ فرمانا یہ چاہتے ہیں کہ احناف کا یہ قول حدیث صحیح کے معارض ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر کوئی حدث کرے تو جب تک وضو نہیں کرے گا اس کی نماز قبول نہیں ہوگی۔ ہمارا یہ کہنا ہے کہ یہ حکم اثنائے نماز کا ہے یا ابتدائے نماز کا یعنی اگر کوئی بے وضو نماز شروع کرے' نماز نہ ہوگی یا اثنائے نماز میں حدث ہو جائے تو نماز نہ ہوگی لیکن نماز پوری ہونے کے بعد حدث سے نماز پر کوئی اثر نہیں پڑے گا۔

مشہور حدیث ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک صاحب کو دیکھا کہ وہ جلدی جلدی نماز پڑھ رہے ہیں' تعدیل ارکان نہیں کر رہے ہیں تو انہیں نماز کی تعلیم دی۔ آخر میں فرمایا: "ثم اجلس حتى تطمئن جالسا" پھر بیٹھ یہاں تک کہ اطمینان سے بیٹھ جائے' اور فرمایا: "اذا فعلت هذا فقد تمت صلوتك" [1] جب تو نے یہ کر لیا تو تیری نماز پوری ہو گئی۔ یہ حدیث سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اور

---

[1] ابوداؤد۔ ص ۱۲۴ ترمذی۔ ص ۴۰

سیدنا رفاعہ بن رافع سے مروی ہے۔ حضور ﷺ نے قعدۂ اخیرہ کر لینے کے بعد فرمایا: جب تو نے یہ کر لیا تو تو نے اپنی نماز پوری کر لی۔ اس سے ثابت ہوا کہ قعدۂ اخیرہ سے نماز پوری ہوگئی، لیکن نماز سے باہر آنے کے لیے بالقصد کوئی فعل منافی نماز کرنا ضروری ہے اس لیے خروج بصنعہ فرض ہے۔ رہ گیا لفظ السلام تو یہ فرض نہیں واجب ہے۔ جو شخص اس کے علاوہ کسی اور طریقہ سے نماز سے باہر ہوگا تو اس کی نماز مکروہ تحریمی واجب الاعادہ ہوگی۔

صحیح بات یہ ہے کہ اس باب کے ضمن میں حضرت امام بخاری جو حدیث لائے ہیں اس کا باب سے کوئی تعلق نہیں۔ باب کا مطلب ہے نماز چھوڑنے کے لیے حیلہ، اور ہمارا مسلک جو ہے اس میں نماز چھوڑنے کا سوال ہی نہیں۔ بحث اس میں ہے کہ لفظ السلام فرض ہے یا نہیں۔ اگر کوئی شخص لفظ السلام کہنے کے بجائے بالقصد کوئی ایسا فعل کرے جو منافی نماز ہو تو نماز اس معنی میں ہوگئی کہ اس کے ذمہ سے فرض ساقط ہو گیا۔

بَابٌ فِي الزَّكٰوةِ، وَاَنْ لَا يُفَرَّقَ بَيْنَ مُجْتَمِعٍ، وَلَا يُجْمَعَ بَيْنَ مُتَفَرِّقٍ، خَشْيَةَ الصَّدَقَةِ (ص ۱۰۲۸)

زکوٰۃ سے بچنے کے حیلہ کا بیان، اور یہ کہ زکوٰۃ کے ڈر سے مجتمع کو متفرق نہیں کیا جائے گا اور نہ متفرق کو اکٹھا کیا جائے گا

توضیح ...... (امام بخاری کی احناف پر پہلی مہربانی اور ہماری ناز برداری)

لا يجمع بين متفرق الخ۔ یہ ایک حدیث کا جزء ہے جو کتاب الزکوٰۃ میں مفصل گزر چکی ہے اور یہاں بھی امام بخاری رحمہ اللہ نے اس کا ایک حصہ تحریر فرمایا ہے۔ اس کی توضیح یہ ہے کہ دو آدمی ہیں جن میں ہر ایک کے پاس چالیس چالیس بکریاں ہیں تو ان پر ہر چالیس بکری میں ایک بکری واجب ہے تو ان کو اکٹھا نہیں کیا جائے گا۔ اکٹھا کرنے کی صورت میں کل اسی بکریاں ہوں گی جن میں صرف ایک بکری واجب ہے اس طرح اگر دو شریکوں کے درمیان چالیس بکریاں ہو تو ان کو الگ الگ نہیں کیا جائے گا کہ ہر ایک کے حصہ بیس بکریاں مان لی جائیں تا کہ زکوٰۃ واجب نہ ہو۔

اس کے بعد امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ان اعرابی کی حدیث ذکر کی جن کے سوال کرنے پر حضور اقدس ﷺ نے انہیں شرائع اسلام کی تعلیم دی۔ تعلیم حاصل کرنے کے بعد انہوں نے عرض کیا تھا: "ولا انقص مما فرض الله على شيئاً" اللہ تعالیٰ نے جو مجھ پر فرض فرمایا ہے اس میں کوئی کمی نہیں کروں گا۔

امام بخاری یہ افادہ فرمانا چاہتے ہیں کہ فرائض میں کمی کرنا جائز نہیں اگرچہ بہ ذریعہ حیلہ ہو، اس سے ہم کو بھی اتفاق ہے۔

وَقَالَ بَعْضُ النَّاسِ فِيْ عِشْرِيْنَ وَمِئَةِ بَعِيْرٍ حِقَّتَانِ، فَاِنْ اَهْلَكَهَا مُتَعَمِّدًا، اَوْ وَهَبَهَا، اَوِ احْتَالَ فِيْهَا فِرَارًا مِّنَ الزَّكٰوةِ، فَلَا شَيْءَ عَلَيْهِ.

اور بعض لوگوں نے کہا: ایک سو بیس اونٹ میں دو حقے ہیں، پس اگر اسے قصداً ہلاک کر دیا یا کسی کو ہبہ کر دیا یا زکوٰۃ سے بچنے کے لیے کوئی بھی حیلہ اختیار کیا تو اس پر کچھ نہیں۔

حقہ اس اونٹنی کو کہتے ہیں جس کا تیسرا سال پورا ہو گیا ہو۔

یہاں حضرت امام بخاری نے شدت غضب میں "اهلكها" فرمایا۔ کیا دنیا میں کوئی بھی عقل والا ایسا مل سکتا ہے جو دو اونٹنیاں فقراء کو دینے سے بچنے کے لیے ایک سو بیس اونٹوں کو ہلاک کر دے گا۔ ہاں! یہ ضرور ہے کہ اگر سال تمام سے پہلے یہ سب اونٹ کسی کو ہبہ کر دے اور اسے قبضہ بھی دلا دے تو اس پر زکوٰۃ واجب نہ ہوگی، اس لیے کہ زکوٰۃ واجب ہونے کے لیے پورا ایک سال گزرنا شرط

ہے۔ یہ اسقاط زکوٰۃ نہیں اور نہ زکوٰۃ سے فرار ہے۔ جب اس پر زکوٰۃ فرض ہی نہیں ہوئی تو اس سے فرار یا اسقاط کا کوئی سوال ہی نہیں۔ اگر واقعی کوئی شخص زکوٰۃ کے وجوب سے بچنے کے لیے یہ حیلہ کرے تو وہ قابل مذمت ہے' چنانچہ حضرت امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ایسا کرنا مکروہ ہے۔

وَقَالَ بَعْضُ النَّاسِ فِي رَجُلٍ لَهُ إِبِلٌ فَخَافَ أَنْ تَجِبَ عَلَيْهِ الصَّدَقَةُ فَبَاعَهَا بِإِبِلٍ مِثْلِهَا أَوْ بِغَنَمٍ أَوْ بِبَقَرٍ أَوْ بِدَرَاهِمَ فِرَارًا مِنَ الصَّدَقَةِ بِيَوْمٍ احْتِيَالًا فَلَا بَأْسَ عَلَيْهِ. وَهُوَ يَقُولُ إِنْ زَكَّى إِبِلَهُ قَبْلَ أَنْ يَحُولَ الْحَوْلُ بِيَوْمٍ أَوْ بِسَنَةٍ جَازَتْ عَنْهُ.

اور بعض الناس نے کہا: اس شخص کے بارے میں جس کے پاس اونٹ ہیں' اسے ڈر ہوا کہ اس پر زکوٰۃ واجب ہو جائے گی تو اس نے سال پورا ہونے سے ایک دن پہلے ان اونٹوں کو دوسرے اونٹوں سے یا بکری کے عوض یا گائے کے عوض یا دراہم کے عوض زکوٰۃ سے بچنے کے لیے بیچ دیا تو اس پر کچھ نہیں حالانکہ وہی یہ بھی کہتا ہے کہ اگر اپنے اونٹوں کی زکوٰۃ سال پورا ہونے سے ایک دن پہلے یا ایک سال پہلے دے دی تو جائز ہے۔

توضیح...... (دوسری مہربانی اور ناز برداری)

یہ بھی ہم احناف پر تعریض ہے۔ امام بخاری یہ بتانا چاہتے ہیں کہ احناف کے مسائل میں تناقض ہے۔ وہ اس طرح کہ ان کا ایک قول یہ ہے کہ اگر کسی کے پاس بہ قدر نصاب اونٹ ہوں اور سال پورا ہونے سے ایک دن پہلے اُن اونٹوں کو بیچ دے تو اس پر زکوٰۃ نہیں۔ پھر احناف کہتے ہیں کہ اگر کسی نے سال پورا ہونے سے ایک دن پہلے یا سال بھر پہلے زکوٰۃ ادا کر دی تو ادا ہو گئی۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ سال پورا ہونے سے پہلے ان کے یہاں زکوٰۃ واجب ہو جاتی ہے۔ اگر واجب نہ ہوتی تو زکوٰۃ دینا نہ ہوتا بلکہ صدقہ نافلہ ہوتا۔ ہمارا یہ کہنا ہے کہ جس طرح صدقۂ فطر عید سے پہلے دے دینا جائز ہے جیسا کہ اسی بخاری صفحہ ۲۰۵ میں ہے "کانوا یعطون قبل الفطر بیوم او یومین" کہ اہل مدینہ عید سے ایک دو دن پہلے صدقہ فطر دیا کرتے تھے' حالانکہ صدقۂ فطر واجب ہوتا ہے عید کے دن۔ اسی طرح زکوٰۃ بھی اگرچہ واجب ہوگی سال پورا ہونے پر مگر پہلے ادا کر دینا صحیح ہے۔ یہ ایسے ہی ہے جیسے کسی سے قرض لیا تھا اور اسے میعاد سے پہلے ہی ادا کر دیا۔

وَقَالَ بَعْضُ النَّاسِ إِذَا بَلَغَتِ الْإِبِلُ عِشْرِينَ فَفِيهَا أَرْبَعُ شِيَاهٍ فَإِنْ وَهَبَهَا قَبْلَ الْحَوْلِ أَوْ بَاعَهَا فِرَارًا وَاحْتِيَالًا لِإِسْقَاطِ الزَّكَاةِ فَلَا شَيْءَ عَلَيْهِ وَكَذَلِكَ إِنْ أَتْلَفَهَا فَمَاتَ فَلَا شَيْءَ فِي مَالِهِ.

اور بعض الناس نے کہا: جب اونٹ بیس تک پہنچ جائیں تو اُن میں چار بکریاں ہیں۔ اب اگر سال پورا ہونے سے پہلے اس نے کسی کو ھبہ کر دیا یا بیچ دیا زکوٰۃ سے بچنے کے لیے یا زکوٰۃ ساقط کرنے کے لیے حیلہ کے طور پر تو اس پر کچھ نہیں اور ایسے ہی اگر اسے تلف کر دیا پھر مر گیا تو اس کے مال میں اس پر کچھ نہیں۔

توضیح...... (تیسری مہربانی اور ناز برداری)

امام بخاری کے اس قول کے پہلے حصہ کا جواب ابھی گزرا۔ رہ گیا دوسرا حصہ تو ظاہر ہے کہ محل زکوٰۃ وہ اونٹ تھے جب وہ باقی نہ رہے تو زکوٰۃ کس پر واجب ہو گی؟

امام بخاری یہ افادہ فرمانا چاہتے ہیں کہ اس پر زکوٰۃ واجب ہونی چاہیے جیسے کہ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کی والدہ ماجدہ نے منت مانی تھی کہ اچانک ان کا انتقال ہو گیا' منت پوری نہ کر سکیں۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے پوچھا تو

حضور نے فرمایا: اپنی ماں کی طرف سے یہ منت پوری کر دو تو جب منت موت سے ساقط نہ ہوئی تو زکوٰۃ جو منت سے بہ درجہا اہم ہے بہ درجۂ اولیٰ ساقط نہ ہوگی۔

اقول وھو المستعان: دونوں میں فرق واضح ہے۔ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کی والدہ ماجدہ نے جب منت مان لی تھی تو وہ ان پر واجب ہوگئی بہ خلاف یہاں کے کہ جب نصاب پر سال پورا ہی نہیں ہوا تو اس پر زکوٰۃ فرض ہی نہ ہوئی، اس لیے ایک کو دوسرے پر قیاس کرنا درست نہیں۔ علاوہ ازیں نذر حق العبد ہے اور زکوٰۃ حق اللہ، اس لیے ایک کو دوسرے پر قیاس کرنا قیاس مع الفارق ہے۔

وَقَالَ بَعْضُ النَّاسِ اِنِ احْتَالَ حَتّٰى تَزَوَّجَ عَلَى الشِّغَارِ فَهُوَ جَائِزٌ، وَالشَّرْطُ بَاطِلٌ. وَقَالَ فِي الْمُتْعَةِ اَلنِّكَاحُ فَاسِدٌ، وَالشَّرْطُ بَاطِلٌ. وَقَالَ بَعْضُهُمُ الْمُتْعَةُ وَالشِّغَارُ جَائِزٌ، وَالشَّرْطُ بَاطِلٌ.

اور بعض الناس نے کہا: اگر حیلہ کیا یہاں تک کہ شغار پر نکاح کر لیا تو جائز ہے اور شرط باطل ہے اور متعہ میں کہا: نکاح فاسد ہے اور شرط باطل ہے۔ ان کے بعضوں نے کہا: متعہ اور شغار جائز ہے اور شرط باطل ہے۔

توضیح ...... (چوتھی مہربانی اور ناز برداری)

یہ بھی احناف پر تعریض ہے۔ ہمارے نزدیک نکاح شغار منعقد ہے اور مہر مثل واجب۔ نکاح شغار یہ ہے کہ کسی شخص نے کسی شخص کی لڑکی سے نکاح کیا اس شرط پر کہ اپنی لڑکی کا نکاح پہلے شخص سے کر دے اور مہر کچھ نہ ہو۔ اس نکاح سے رسول اللہ ﷺ نے منع فرمایا، جیسا کہ امام بخاری نے یہیں حدیث ذکر کی ہے۔ ہمارے نزدیک شغار کا حکم یہ ہے کہ دونوں نکاح صحیح اور ایک پر مہر مثل واجب ہوگا اور یہ شرط کہ مہر کچھ نہ ہوگا باطل ہے۔ البتہ ایسا نکاح کرنے والے گناہ گار ہوں گے۔ نکاح شغار کے صحیح نہ ہونے کی کوئی وجہ نہیں جب کہ عقد اپنے اہل سے اپنے محل میں صادر ہوا ہے تو اسے کالعدم قرار دینے کی کوئی وجہ نہیں۔ ہاں! البتہ یہ شرط کہ مہر کچھ نہ ہوگا باطل ہے۔ متعہ کے سلسلے میں ہمارا اصل مذہب یہی ہے کہ نا جائز و حرام ہے اور متعہ کے نام سے جو نکاح ہوا ہے وہ فاسد ہے۔ رہ گیا یہ کہ امام بخاری نے فرمایا کہ ان کے بعض نے فرمایا کہ متعہ جائز ہے اور شرط باطل ہے یہ کون ہیں معلوم نہیں ہو سکا۔ بعض شارحین کا خیال ہے کہ یہ امام زفر رحمۃ اللہ علیہ پر تعریض ہے لیکن یہ تعریض اس وقت درست ہوتی ہے جب امام زفر رحمہ اللہ کا یہ مسلک ہوتا کہ متعہ جائز ہے اور شرط باطل ہے۔ متعہ کا حرام ہونا احناف کے نزدیک متفق علیہ ہے۔

حضرت امام بخاری نے اس کے بعد متعہ کی حرمت والی حدیث ذکر کر کے پھر وہی بات لوٹائی ہے جو ابھی مذکور ہوئی۔ اس تکرار سے امام بخاری کا کیا مقصد ہے اس کے سمجھنے سے یہ خادم ہی نہیں سارے شارحین عاجز ہیں، سوائے اس کے اور کیا کہا جا سکتا ہے کہ احناف کے صحیح مذہب سے ناواقف ہونے کی وجہ سے شدت غیظ و غضب میں ایک ہی بات کو بار بار ذکر فرما رہے ہیں۔ زکوٰۃ کے مسئلہ میں بھی یہی کیا اور اب بھی یہی کر رہے ہیں۔

بَابُ مَا يُكْرَهُ مِنَ الْاِحْتِيَالِ فِي الْبُيُوْعِ، وَلَا يُمْنَعُ فَضْلُ الْمَاءِ لِيُمْنَعَ بِهٖ فَضْلُ الْكَلَاِ (ص ۱۰۳۰)

بیوع میں حیلہ کا مکروہ ہونا اور یہ کہ زائد پانی سے لوگوں کو روکا نہ جائے تا کہ اس سے فاضل چراگاہ کو روکا جائے

توضیح

باب کا دوسرا حصہ حدیث کا حصہ ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی قبیلے والا اتنے پانی پر قادر ہے جو اس کی ضروریات سے فاضل ہو تو دوسرے قبیلہ والوں کے جانوروں کو پانی کے استعمال سے نہ روکے۔ قصہ یہ ہے کہ پانی کے تالاب یا کنویں پر جو قابض ہے وہ اس کی ملک ہے۔ وہ چاہے تو دوسرے کو پانی استعمال کرنے نہ دے، اور چراگاہ کسی کی ملک نہیں۔ کسی قبیلہ کے پاس اگر پانی فاضل ہے تو دوسرے قبیلہ والوں کے پانی استعمال کرنے میں ان کا کوئی حرج نہیں، لیکن ہوگا یہ کہ جانور جب پانی پینے آئیں گے تو لامحالہ چراگاہ میں چریں گے اور چونکہ چراگاہ کسی کی ملک نہیں اس لیے کوئی کسی کو چراگاہ میں جانور چرنے سے نہیں روک سکتا۔ اب حدیث کا حاصل یہ ہوا کہ تمہارے پاس اگر پانی زائد ہے تو ضرورت مندوں کو استعمال کرنے سے نہ روکو۔ ان کے مویشیوں کو پانی پینے کے لیے آنے دو اگرچہ وہ پانی پینے کے لیے آتے وقت یا پانی پی کر جاتے وقت چراگاہ میں چریں۔

کچھ لوگ ایسا کرتے تھے کہ زائد پانی دوسرے کو استعمال نہیں کرنے دیتے تھے کہ ان کے جانور ہماری چراگاہ میں چریں گے تو لامحالہ ضرورت مند پانی خریدتے تھے، اور یہ خریداری ذریعہ بنتی تھی چراگاہ میں جانور کے چرنے کا، گویا پانی بیچنے کو حیلہ بناتے تھے چراگاہ میں جانور چرانے کا، اسے اس حدیث میں منع فرمایا گیا۔

بَابُ مَا يُنْهٰى مِنَ الْخِدَاعِ فِي الْبُيُوْعِ (ص ۱۰۳۰)

بیوع میں دھوکہ سے ممانعت کا بیان

ت ۸۳۴ - وَقَالَ اَيُّوْبُ يُخَادِعُوْنَ اللّٰهَ كَمَا يُخَادِعُوْنَ اٰدَمِيًّا، لَوْ اَتَوُا الْاَمْرَ عِيَانًا كَانَ اَهْوَنَ عَلَيَّ.

اور ایوب سختیانی نے کہا: ”یخادعون الله“ سے مراد یہ ہے گویا کہ وہ کسی آدمی کو دھوکہ دیتے ہیں۔ اگر وہ بات صاف صاف کریں تو مجھ پر زیادہ ہلکا ہو۔

توضیح

اس تعلیق کو امام وکیع نے اپنی مصنف میں روایت کیا ہے۔ حضرت ایوب سختیانی کی مراد یہ ہے کہ اگر وہ کھلے بند کہہ دیں کہ میں اتنی زائد قیمت لے رہا ہوں تو زیادہ بہتر تھا۔

امام بخاری کا مقصد غالبًا یہ ہے کہ بازار کے بھاؤ سے زیادہ قیمت لینا بھی خداع میں داخل ہے۔

بَابُ اِذَا غَصَبَ جَارِيَةً فَزَعَمَ اَنَّهَا مَاتَتْ، فَقُضِيَ بِقِيْمَةِ الْجَارِيَةِ الْمَيِّتَةِ، ثُمَّ وَجَدَهَا صَاحِبُهَا فَهِيَ لَهٗ، وَيَرُدُّ الْقِيْمَةَ وَلَا تَكُوْنُ الْقِيْمَةُ ثَمَنًا (ص ۱۰۳۰)

کسی نے کسی کی باندی کو غصب کیا، پھر گمان کیا کہ وہ مرگئی جس کی وجہ سے یہ فیصلہ کیا گیا کہ غاصب مردہ لونڈی کی قیمت مالک کو ادا کرے، اس کے بعد مالک کو لونڈی زندہ مل گئی تو لونڈی مالک کی ہے اور غاصب کو قیمت واپس کردی جائے گی اور یہ قیمت لونڈی کا ثمن نہیں ہوگی

وَقَالَ بَعْضُ النَّاسِ اَلْجَارِيَةُ لِلْغَاصِبِ، لِاَخْذِهٖ

اور بعض الناس نے کہا کہ اس صورت میں لونڈی غاصب کی

الْقِيمَةَ. وَفِي هٰذَا احْتِيَالٌ لِمَنِ اشْتَهٰى جَارِيَةَ رَجُلٍ لَا يَبِيعُهَا، فَغَصَبَهَا وَاعْتَلَّ بِأَنَّهَا مَاتَتْ، حَتّٰى يَأْخُذَ رَبُّهَا قِيمَتَهَا، فَيَطِيبُ لِلْغَاصِبِ جَارِيَةَ غَيْرِهِ. قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَمْوَالُكُمْ عَلَيْكُمْ حَرَامٌ. وَلِكُلِّ غَادِرٍ لِوَاءٌ يَوْمَ الْقِيَامَةِ.

ہے کیونکہ اس نے قیمت لے لی، اس میں اُس شخص کے لیے حیلہ ہے جو کسی شخص کی لونڈی کو چاہے جسے وہ شخص بیچنے پر راضی نہ ہو اور غصب کر لے اور یہ عذر بیان کرے کہ وہ مر گئی تا کہ اس کا مالک اس کی قیمت لے لے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ غاصب کے لیے دوسرے کی لونڈی جائز ہو گئی حالانکہ نبی ﷺ نے فرمایا: تمہارے مال تم پر حرام ہیں اور ہر فریبی کے لیے قیامت کے دن جھنڈا ہو گا۔

توضیح...... (پانچویں مہربانی اور ناز برداری)

حسب عادت یہ بھی احناف پر تعریض ہے اور اس کی بھی بنیاد حضرت امام بخاری کا قلت تفقہ ہے اور احناف کے مسائل سے کما حقہ عدم واقفیت ہے۔

احناف کا صحیح اور مختار مذہب یہ ہے کہ اس صورت میں غاصب پر واجب ہے کہ لونڈی کو واپس کرے، اس لیے سرے سے اس تعریض کی کوئی گنجائش ہی نہیں اور احناف میں سے جو علماء یہ کہتے ہیں کہ لونڈی غاصب کی ہے اس کی بنیاد ایک اصل پر ہے، وہ یہ ہے کہ جھوٹی گواہی پر قاضی کا فیصلہ ظاہراً و باطناً دونوں طرح نافذ ہوتا ہے یا صرف ظاہراً نافذ ہوتا ہے باطناً نہیں۔ اس کو امام سرخسی نے مبسوط میں بہت تفصیل سے بیان فرمایا ہے۔

صورت مجوثہ میں جب قاضی نے یہ فیصلہ کر دیا کہ لونڈی مر چکی ہے اور غاصب مالک کو لونڈی کی قیمت ادا کر دے اور مالک نے غاصب سے لونڈی کی قیمت لے لی اس کے بعد یہ کہنا کہ لونڈی پہلے شخص کی ملک میں ہے، بدل اور مبدل منہ دونوں کا ایک شخص کی ملکیت میں جمع ہونے کا قول کرنا ہے اور یہ نہ عقلاً صحیح ہے نہ شرعاً اور اتنی بات ہم بھی کہتے ہیں کہ لونڈی کے حاصل کرنے کے لیے غاصب نے ایک نہیں کئی جرم کیے۔ غصب کیا، جھوٹ بولا، جھوٹے گواہ پیش کیے اور اس کی بہت سی نظیریں ہیں کہ ایک فعل ناجائز ہے مگر حکم شرعی اس پر مرتب ہوتا ہے، مثلاً حالت حیض میں طلاق جائز نہیں لیکن اگر کوئی دے گا تو طلاق پڑ جائے گی۔

اور حدیث ام سلمہ رضی اللہ عنہا "بعضکم ان یکون الحن بحجته من بعض" کی توجیہ گزر چکی ہے۔

بَابٌ فِي النِّكَاحِ (ص ۱۰۳۰) — نکاح میں حیلہ کا بیان

وَقَالَ بَعْضُ النَّاسِ إِنْ لَّمْ تَسْتَأْذَنِ الْبِكْرُ وَلَمْ تُزَوَّجْ، فَاحْتَالَ رَجُلٌ، فَأَقَامَ شَاهِدَيْ زُوْرٍ أَنَّهٗ تَزَوَّجَهَا بِرِضَاهَا، فَأَثْبَتَ الْقَاضِي نِكَاحَهَا، وَالزَّوْجُ يَعْلَمُ أَنَّ الشَّهَادَةَ بَاطِلَةٌ، فَلَا بَأْسَ أَنْ يَّطَأَهَا، وَهُوَ تَزْوِيجٌ صَحِيحٌ.

اور بعض الناس نے کہا کہ اگر باکرہ بالغہ سے اذن نہیں لیا اور نہ شادی کی اور اس شخص نے حیلہ کیا اور دو جھوٹے گواہ کھڑے کر دیئے کہ اس نے اس عورت کے ساتھ اس کی رضامندی سے نکاح کیا ہے اس پر قاضی نے نکاح ثابت ہونے کا حکم دے دیا حالانکہ شوہر جانتا ہے کہ گواہی باطل ہے پھر بھی کوئی حرج نہیں کہ یہ شخص اس عورت سے وطی کرے اور یہ تزویج صحیح ہے۔

توضیح...... (چھٹی مہربانی اور ناز برداری)

اس مسئلہ کو لے کر آج کل کے غیر مقلدین وہابی بہت احناف پر لعن طعن اور تشنیع کرتے رہتے ہیں، حالانکہ اس قسم کے کیس میں یہی فیصلہ مولی المسلمین امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بھی منقول ہے کہ ایک شخص نے ایک عورت پر دعویٰ کیا کہ میرا اس سے نکاح

ہوا ہے۔ عورت نے انکار کیا۔ مدعی نے دو گواہ پیش کیے جس پر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے نکاح ثابت ہونے کا حکم دیا۔ جب اس نے یہ دیکھا تو عرض کیا: اے امیر المومنین! میرا اس سے نکاح کر دیں تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ان دونوں گواہوں نے تیرا نکاح کر دیا۔ نیز مبسوط ہی میں ہے کہ حضرت امام شعبی رحمۃ اللہ علیہ کا فتویٰ بھی اسی کے مثل ہے۔ حضرت امام بخاری تو یوں معذور سمجھے جا سکتے ہیں کہ ہو سکتا ہے کہ ان کو حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت امام شعبی کے فتوے کا علم نہ رہا ہو لیکن غیر مقلدین سب کچھ جانتے ہوئے صرف اپنے کفریات اور ضلالات پر پردہ ڈالنے کے لیے اس مسئلہ کو احناف کی طرف نسبت کر کے خوب دل کے بخار نکالتے ہیں لیکن انہیں معلوم ہونا چاہیے کہ جب امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت امام شعبی رحمۃ اللہ علیہ کا فتویٰ بھی یہی ہے کہ اس مسئلہ کو لے کر جتنا کیچڑ اچھالیں گے وہ سب حضرت امام شعبی اور حضرت علی رضی اللہ عنہ پر پڑے گا مگر غیر مقلدین کے مذہب کی بنیاد ہی اسی پر قائم ہے۔ وہ تو چاہتے ہی یہ ہیں کہ مسلمان صحابہ کرام تابعین عظام سے کٹ کر ان کے دام تزویر میں پھنسیں۔

[قاضی کا فیصلہ ظاہراً باطناً نافذ ہے یا نہیں؟]

مسئلہ کی توضیح سے پہلے ہمارا ایک سوال ہے کہ قاضی کے فیصلہ کے بعد یہ عورت کیا کرے۔ جب قاضی نے فیصلہ کر دیا کہ مثلاً یہ زید کی بیوی ہے اور وہ کسی اور سے نکاح کرے تو تعزیر بلکہ حد کی مستحق ہو گی اور بہ قول غیر مقلدین زید کے لیے حلال نہیں تو ایسی صورت میں اس عورت کی زندگی برباد ہو گی۔ مولیٰ عزوجل امیر المومنین امام المسلمین حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو جزائے خیر عطا فرمائے کہ اس قسم کی مظلومہ عورتوں کے لیے انہوں نے ایک تدبیر فرما دی کہ اگرچہ پہلے سے نکاح نہیں ہوا مگر قاضی کا فیصلہ بہ منزلہ عقد نکاح کے ہے' بلکہ غور کیجئے کہ نجی ایجاب و قبول سے بڑھ کر قوی قاضی کا فیصلہ ہے۔ کسی نے دو گواہوں کے سامنے عورت کی رضامندی سے نکاح کیا' نکاح اپنی جگہ صحیح پھر کسی وجہ سے مثلاً عورت نے نکاح سے انکار کر دیا۔ معاملہ قاضی کے یہاں پیش ہوا۔ فرض کیجئے! دونوں یا ان میں سے ایک گواہ مر گیا یا دونوں یا ان میں سے ایک قبول شہادت کے لائق نہیں۔ اب قاضی نے عورت کو قسم کھانے کا حکم دیا۔ عورت نے قسم کھالی کہ میرا نکاح اس شخص سے نہیں ہوا ہے۔ قاضی مجبور ہو گا کہ یہ فیصلہ کرے کہ یہ عورت اس کی زوجہ نہیں۔ اس کے برخلاف جب قاضی نے فیصلہ کر دیا کہ نکاح ثابت ہے' یہ عورت اس کی بیوی ہے تو اسے کوئی توڑ نہیں سکتا۔ اس نکتے کو سامنے رکھ کر علمائے احناف نے فرمایا کہ قاضی کا فیصلہ بہ منزلہ عقد ہے۔ پہلے نکاح نہیں ہوا تھا تو قاضی کے فیصلہ کے بعد نکاح منعقد ہو جائے گا۔ اسی لیے تو جب اس عورت نے خود عرض کیا کہ امیر المومنین میرا نکاح اس کے ساتھ کر دیں تو امیر المومنین نے نکاح نہیں کیا۔

اصل میں یہ مسئلہ بھی اسی کی فرع ہے کہ قاضی کا فیصلہ عقود میں ظاہراً باطناً نافذ ہوتا ہے دو شرطوں کے ساتھ' ایک یہ کہ قاضی کو علم نہ ہو کہ گواہ جھوٹے ہیں۔ دوسرے یہ کہ محل قضا قبول کرنے کا اہل ہو مثلاً حق غیر سے فارغ ہو اور اگر محل حق غیر ہے تو قاضی کا فیصلہ باطناً نافذ نہ ہو گا' مثلاً ایک عورت کسی کی زوجہ ہے یا کسی کی عدت میں ہے اس پر کسی نے دعویٰ کیا کہ یہ میری بیوی ہے اور جھوٹے گواہ پیش کر دیئے' اس بناء پر قاضی نے فیصلہ کر دیا' پھر بھی شوہر کو یہ جائز نہیں کہ اس عورت سے وطی کرے اس لیے کہ یہاں عورت کے ساتھ حق غیر متعلق ہے۔ اس کی شریعت میں بہت سی نظیریں ہیں کہ بہت سی باتیں ضمناً لزوماً ثابت ہو جاتی ہیں' جیسے لعان سے طلاق کہ لعان کے بعد قاضی تفریق کا حکم دے گا اور یہ تفریق طلاق بائن کے حکم میں ہے۔ عنین اور اس کی عورت کے درمیان قاضی تفریق کا حکم دے گا اور یہ تفریق طلاق بائن کے حکم میں ہے حالانکہ ان دونوں صورتوں میں شوہر نے طلاق نہیں دی ہے۔ اسی طرح مسئلہ مبحوثہ میں اگرچہ عقد نکاح بہ ظاہر نہیں ہوا مگر قاضی کا حکم بہ منزلہ عقد نکاح کے ہے۔ یہ حضرت امام طحاوی کے افادات سے ہے۔

جزاه الله عنا خير الجزاء!

رہ گئی اس پر بعض متحفین کی نظر وہ کم نظری کی دلیل ہے اور تفقہ سے نابلدی کا ثبوت۔ امام بخاری نے پھر اسی مسئلہ کو صفحہ ۱۰۳۱ پر بھی ذکر کیا ہے۔

بَابٌ فِي الْهِبَةِ وَالشُّفْعَةِ (ص ۱۰۳۲)

ہبہ اور شفعہ میں حیلہ کا بیان

وَقَالَ بَعْضُ النَّاسِ اِنْ وَهَبَ هِبَةً اَلْفَ دِرْهَمٍ اَوْ اَكْثَرَ حَتّٰى مَكَثَ عِنْدَهٗ سِنِيْنَ وَاحْتَالَ فِيْ ذٰلِكَ ثُمَّ رَجَعَ الْوَاهِبُ فِيْهَا فَلَا زَكٰوةَ عَلٰى وَاحِدٍ مِّنْهُمَا. فَخَالَفَ الرَّسُوْلَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْهِبَةِ وَاَسْقَطَ الزَّكٰوةَ.

اور بعض الناس نے کہا: اگر کسی کو ہزار درہم یا زیادہ ہبہ کیا اور وہ اس کے پاس برسوں رہا اس نے اس بارے میں حیلہ کیا پھر واہب نے رجوع کر لیا تو ان دونوں میں سے کسی پر زکوٰۃ نہیں (ابوعبداللہ امام بخاری نے کہا کہ) اس نے ہبہ میں رسول اللہ ﷺ کی مخالفت کی اور زکوٰۃ کو ساقط کر دیا۔

توضیح...... (امام بخاری کی احناف پر ساتویں مہربانی اور اس کی ناز برداری)

یہاں بھی حضرت امام بخاری سیدنا امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ پر تعریض کر رہے ہیں اور دو طریقے سے اعتراض کر رہے ہیں۔ اول ھبہ کے رجوع میں اور دوسرے حیلہ سے زکوٰۃ ساقط کرنے کے حکم پر مگر یہ دونوں اعتراض اپنی جگہ درست نہیں۔ ہبہ میں رجوع کو ہم احناف بھی مکروہ سمجھتے ہیں لیکن اگر کسی نے رجوع کر لیا تو رجوع صحیح ہے جیسا کہ خود حضور اقدس ﷺ نے فرمایا:

اِنْ وَهَبَ هِبَةً فَهُوَ اَحَقُّ بِهَا مَا لَمْ يُثِبْ مِنْهَا.

جس نے کوئی ھبہ کیا تو وہ اس کا زیادہ مستحق ہے جب تک اس کا بدلہ نہ وصول کر چکا ہو۔

اس حدیث کو حاکم نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا اور کہا کہ یہ شیخین کی شرط پر صحیح ہے البتہ رجوع کے چند شرائط ہیں۔ ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ اس ہبہ کا موہوب لہ نے کوئی بدلہ نہ دیا ہو اور وہ چیز باقی ہو وغیرہ وغیرہ اس لیے ہبہ کے رجوع کے قول پر طعن کرنا کسی طرح درست نہیں نیز اس کی اہم شرط یہ ہے کہ موہوب لہ بہ خوشی واپس کرے یا قاضی کے حکم سے واپس کرے۔ رہ گیا زکوٰۃ کا مسئلہ تو جب کہ واہب نے اپنے روپے موہوب لہ کو دے کر اسے قبضہ دے دیا تو جتنے دنوں تک موہوب لہ کے پاس رہے واہب اس کا مالک نہ رہا اس لیے واہب پر زکوٰۃ واجب ہونے کا کوئی سوال ہی نہیں اور رجوع کے بعد اس کو مال ملا تو وہ نئے سرے سے اس کا مالک ہوا تو جب تک اس پر حولان حول نہ ہو جائے زکوٰۃ کیسے واجب ہوگی۔ ہاں! موہوب لہ کے پاس جتنے سال رہا اتنے سالوں کی زکوٰۃ اس پر ان مالوں کی واجب تھی۔ اس پر واجب تھا کہ سال بہ سال زکوٰۃ ادا کرتا رہتا۔ اس نے تاخیر کی اس کا گناہ اس پر ہوا اور جب اس نے بہ خوشی یا قاضی کے حکم سے واہب کو یہ روپے واپس کر دیے تو گویا اس نے مال کو ہلاک کر دیا اور ہلاک شدہ مال پر زکوٰۃ نہیں۔

ہم نے اس مسئلہ سے متعلق جو دو باتیں ذکر کی ہیں ان میں سے کسی سے کسی کو انکار کی گنجائش نہیں پھر دونوں سے جو نتیجہ نکل رہا ہے اس سے انکار کرنا دیانت نہیں۔ ہاں! اگر کوئی بخیل خدا ناترس زکوٰۃ ساقط کرنے کی نیت سے ایسا حیلہ کرے تو یقیناً ہمارے نزدیک بھی وہ سخت قابل ملامت ہے۔

لیکن اگر کوئی بدنیت اپنے اوپر سے زکوٰۃ ساقط کرنا چاہتا ہے تو اس کے لیے یہ کہاں ضروری ہے کہ رقم موہوب لہ کے پاس برسوں رہے بلکہ ایک دن ایک گھنٹہ رہنا بھی ضروری نہیں۔ سال تمام ہونے سے دس منٹ پہلے اگر کوئی اپنا مال کسی کو ہبہ کر دے اسے قبضہ بھی دلا دے پھر فوراً واپس لے لے تو بھی واہب پر زکوٰۃ واجب نہیں ہوگی لیکن بہر حال کوئی بھی زکوٰۃ ساقط کرنے کے لیے ایسا حیلہ

کرے وہ ضرور قابل مذمت ہے۔

وَقَالَ بَعْضُ النَّاسِ الشُّفْعَةُ لِلْجِوَارِ، ثُمَّ عَمَدَ إِلَى مَا شَدَّدَهُ فَأَبْطَلَهُ، وَقَالَ إِنِ اشْتَرَى دَارًا، فَخَافَ أَنْ يَأْخُذَهَا الْجَارُ بِالشُّفْعَةِ، فَاشْتَرَى سَهْمًا مِنْ مِائَةِ سَهْمٍ، ثُمَّ اشْتَرَى الْبَاقِيَ، وَكَانَ لِلْجَارِ الشُّفْعَةُ فِي السَّهْمِ الْأَوَّلِ، وَلَا شُفْعَةَ لَهُ فِي بَاقِي الدَّارِ، وَلَهُ أَنْ يَحْتَالَ فِي ذَلِكَ.

اور بعض لوگوں نے کہا: شفعہ پڑوس کی وجہ سے ہے، پھر اس شخص نے قصد کیا کہ جو ثابت کر چکا ہے اسے باطل کرے اور کہا: اگر کوئی شخص ایک گھر خریدنا چاہتا ہے اور اسے اندیشہ ہے کہ پڑوسی شفعہ سے لے لے گا تو اسے چاہیے کہ پہلے گھر کے سو حصوں میں سے ایک حصہ کو خریدے پھر باقی کو خرید لے۔ پڑوسی کو شفعہ کا حق پہلے حصہ میں تھا بقیہ گھر میں اسے شفعہ کا حق نہیں۔ اسے جائز ہے کہ اس بارے میں یہ حیلہ کرے۔

توضیح...... (آٹھویں مہربانی اور ناز برداری)

ہمیں حیرت ہے کہ امام بخاری نے اس مسئلہ کو کس مقصد سے ذکر فرمایا ہے۔ چونکہ حضرت امام بخاری راہب صفت تارک الدنیا بزرگ تھے اس لیے تمدنی اور معاشرتی دشواریوں پر ان کی نظر مبارک نہیں تھی۔ کبھی کبھی اسقاط شفعہ تمدنی ضرورت ہوتی ہے کبھی شرعی ضرورت ہوتی ہے، مثلاً مالک مکان کے پڑوسی کے پاس ضرورت سے زیادہ مکان ہیں اور جو خریدنا چاہتا ہے اس کے پاس کوئی مکان نہیں اور عام طور پر خریدے گا تو حریص پڑوسی اس کو لے لے گا ایسے موقع پر اس قسم کی ترکیب کی شدید ضرورت ہوتی ہے۔ فرض کیجئے پڑوسی فاسق فاجر ہے، مالک مکان کم زور ضعیف ہے۔ اس کے فسق و فجور سے عاجز ہے۔ اس سے پیچھا چھڑانے کے لیے مکان بیچنا چاہتا ہے۔ کوئی قوی زبردست مکان خرید رہا ہے اور اندیشہ ہے کہ وہ فاسق فاجر شفعہ میں مکان لے لے گا تو اس وقت بھی شفعہ سے بچنے کی ترکیبوں کی ضرورت ہوتی ہے۔

وَقَالَ بَعْضُ النَّاسِ إِذَا أَرَادَ أَنْ يَبِيعَ الشُّفْعَةَ فَلَهُ أَنْ يَحْتَالَ حَتَّى يُبْطِلَ الشُّفْعَةَ. فَيَهَبُ الْبَائِعُ لِلْمُشْتَرِي الدَّارَ وَيَحُدُّهَا، وَيَدْفَعُهَا إِلَيْهِ، وَيُعَوِّضُهُ الْمُشْتَرِي أَلْفَ دِرْهَمٍ، فَلَا يَكُونُ لِلشَّفِيعِ فِيهَا شُفْعَةٌ.

اور کچھ لوگوں نے کہا: جب کوئی شفعہ بیچنا چاہے تو اس کے لیے یہ حیلہ ہے جس سے شفعہ باطل ہو جائے گا کہ بائع مشتری کو گھر ہبہ کر دے اور اس کی حد بندی کر کے مشتری کو دے دے اور مشتری اس ھبہ کے عوض ہزار درہم دے دے تو اب شفیع کو حق شفعہ نہیں رہے گا۔

توضیح

"قولہ ان یبیع الشفعۃ" اصیلی کے نسخے میں یہی ہے۔ کشمیہنی کے علاوہ ابوذر سے جو نسخہ مروی ہے اس میں "یَمْنَعُ" ہے۔ امام قاضی عیاض نے اول کو راجح کیا یعنی نسخے میں "ان یبیع" ہی ہے اور ناسخ کا تغیر ہے۔ علامہ کرمانی نے فرمایا کہ ہو سکتا ہے کہ مراد لازم بیع ہو یعنی کسی کی ملک زائل کرنا۔ بیع میں یہی ہوتا ہے کہ ایک شخص کی ملک زائل کر کے اپنی ملک ثابت کی جاتی ہے۔

بوقت ضرورت شفعہ سے بچنے کی ایک دوسری ترکیب ہے جس پر حضرت امام بخاری خفا ہیں اور شرعاً اس میں کوئی قبح نہیں۔

وَقَالَ بَعْضُ النَّاسِ إِنِ اشْتَرَى نَصِيبَ دَارٍ، فَأَرَادَ أَنْ يُبْطِلَ الشُّفْعَةَ، وَهَبَ لِابْنِهِ الصَّغِيرِ، وَلَا يَكُونُ عَلَيْهِ يَمِينٌ.

اور کچھ لوگوں نے کہا کہ اگر کسی گھر کا کچھ حصہ خریدا اور چاہتا ہے کہ شفعہ باطل کر دے تو مبیع اپنے نابالغ بچے کو ہبہ کر دے اور چھوٹے بچے پر قسم نہیں ہوگی۔

توضیح......(نویں مہربانی اوراس کی ناز برداری)

یہ احناف پر امام بخاری کی مہربانیوں میں سے ایک عظیم مہربانی ہے لیکن کوئی ہمیں بتائے کہ اگر کسی شخص نے کوئی مکان خرید کر اپنے چھوٹے بچے کو ہبہ کیا تو کیا یہ کوئی گناہ ہے؟ نابالغ بچے کو ہبہ کرنے کی قید اس لیے ہے کہ اگر شفعہ کا حق دار مشتری پر دعویٰ کرے اورخریدار یہ کہہ دے کہ میں نے مکان اپنے چھوٹے بچے کو ہبہ کر دیا ہے' حالانکہ یہ حقیقت میں ہبہ نہیں بلکہ شفعہ سے بچنے کا ایک بہانہ ہے اور شفعہ کا دعویدار مطالبہ کرے کہ موہوب لہ قسم کھالے تو اگر اجنبی ہوگا تو اس کو بھی قسم کھانی پڑے گی' بالغ لڑکا ہوگا تو اسے بھی قسم کھانی پڑے گی' نابالغ بچے پر قسم نہیں اس لیے ''لابنه الصغير'' کی قید لگائی۔

بَابُ اِحْتِيَالِ الْعَامِلِ لِيُهْدٰى لَهُ (ص ۱۰۳۲)

وَقَالَ بَعْضُ النَّاسِ اِنِ اشْتَرٰى دَارًا بِعِشْرِيْنَ اَلْفَ دِرْهَمٍ، فَلَا بَأْسَ اَنْ يَّحْتَالَ حَتّٰى يَشْتَرِيَ الدَّارَ بِعِشْرِيْنَ اَلْفَ دِرْهَمٍ، وَيَنْقُدَهُ تِسْعَةَ اٰلَافِ دِرْهَمٍ، وَتِسْعَ مِئَةِ دِرْهَمٍ، وَتِسْعَةً وَّتِسْعِيْنَ، وَيَنْقُدَهُ دِيْنَارًا بِمَا بَقِيَ مِنَ الْعِشْرِيْنَ الْاَلْفَ. فَاِنْ طَلَبَ الشَّفِيْعُ اَخَذَهَا بِعِشْرِيْنَ اَلْفَ دِرْهَمٍ، وَاِلَّا فَلَا سَبِيْلَ لَهُ عَلَى الدَّارِ. فَاِنِ اسْتُحِقَّتِ الدَّارُ رَجَعَ الْمُشْتَرِيْ عَلَى الْبَائِعِ بِمَا دَفَعَ اِلَيْهِ، وَهُوَ تِسْعَةُ اٰلَافِ دِرْهَمٍ وَتِسْعُ مِئَةٍ وَّتِسْعَةٌ وَتِسْعُوْنَ دِرْهَمًا وَدِيْنَارٌ، لِاَنَّ الْبَيْعَ حِيْنَ اسْتُحِقَّ انْتَقَضَ الصَّرْفُ فِي الدِّيْنَارِ، فَاِنْ وَجَدَ بِهٰذِهِ الدَّارِ عَيْبًا، وَلَمْ تُسْتَحَقَّ، فَاِنَّهُ يَرُدُّهَا عَلَيْهِ بِعِشْرِيْنَ اَلْفَ دِرْهَمٍ. قَالَ فَاَجَازَ هٰذَا الْخِدَاعَ بَيْنَ الْمُسْلِمِيْنَ، وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا دَاءَ وَلَا خِبْثَةَ وَلَا غَائِلَةَ.

عامل کا حیلہ کرنا تا کہ اسے ہدیہ دیا جائے

اور کچھ لوگوں نے کہا: جب کوئی گھر بیس ہزار درہم میں خریدا تو کوئی حرج نہیں ہے کہ شفعہ ساقط کرنے کے لیے یہ حیلہ کرے کہ اُس کو نو ہزار نوسو ننانوے درہم دے اور جو بیس ہزار میں سے باقی رہ گیا اس کے عوض ایک دینار دے۔ اب اگر شفعہ کا حق دار طلب کرے تو اس کو یہ گھر بیس ہزار میں لینا پڑے گا ورنہ گھر پانے کی اس کے لیے کوئی سبیل نہیں۔ اب اگر گھر میں کسی اور کا حق نکل آیا تو مشتری بائع سے وہی لے لے گا جو اُس نے مشتری کو دیا ہے اور یہ نو ہزار نوسو ننانوے درہم اور ایک دینار ہے' اس لیے کہ بیع میں جب دوسرے کا حق نکل آیا تو دینار کی بیع صرف ٹوٹ گئی۔ اب اگر اس گھر میں کوئی عیب پایا اور اس میں کسی کا حق نہیں نکلا تو بیس ہزار درہم میں اس کو لوٹائے گا۔ ابوعبداللہ (امام بخاری) نے کہا: تو انہوں نے مسلمانوں کے درمیان دھوکہ جائز کیا۔ نبی ﷺ نے فرمایا ہے: مسلمانوں کی بیع میں نہ بیماری ہونی چاہیے اور نہ ہی کوئی حرام بات اور نہ نقصان۔

توضیح......(دسویں مہربانی اوراس کی ناز برداری)

حسب دستور یہ بھی حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ پر تشنیع ہے۔ ان کے جواب میں ہم صرف یہی عرض کریں گے: ''تِلْكَ اُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَعَلَيْهَا مَا اكْتَسَبَتْ''۔ البتہ افسوس اس کا ہے کہ حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے یہ سب تشنیعات بے جا کی ہیں۔ انہوں نے ان سب تشنیعات کو ذکر کر کے خوب لذت حاصل کی اور یہ نہیں سوچا کہ اہل علم اس کو پڑھیں گے تو ان کے بارے میں کیا رائے قائم کریں گے۔ ہم ابھی ذکر کر آئے کہ کبھی کبھی اس کی شدید ضرورت پیش ہوتی ہے کہ مکان کو شفعہ کے حق دار سے بچایا جائے' بشرطیکہ بچانے میں کوئی شرعی قباحت کا ارتکاب نہ کرنا پڑے۔

اس میں کوئی حرج نہیں کہ کسی چیز کا سودا جتنے میں طے ہوا اس سے کم قیمت ادا کی جائے جب کہ مشتری راضی ہو' وہی صورت یہاں بھی ہے۔ مکان کی قیمت طے ہوئی تھی بیس ہزار' مشتری نے بہ خوشی قیمت کم کر دی تو اس میں کیا جرم ہے اور کیا دھوکہ ہے؟

اسی بخاری میں یہ حدیث گزر چکی ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے اونٹ خریدا اور حضرت بلال سے فرمایا کہ جابر کو اونٹ کی قیمت دے دو اور کچھ زیادہ دے دینا۔ جس طرح مشتری اپنی خوشی سے قیمت کچھ زیادہ دے دے تو کچھ حرج نہیں اسی طرح بائع اپنی خوشی سے قیمت کچھ کم کر دے تو کوئی حرج نہیں۔

اس پر ایک سنگین اعتراض یہ ہے کہ امت کا اس پر اجماع ہے کہ بیع میں استحقاق کے بعد بھی اور عیب نکلنے کے بعد بھی بائع مشتری کو مبیع کی اتنی ہی قیمت واپس کرے گا جتنی اس نے لی ہے۔ اسی طرح شفعہ کا حق دار مکان اسی قیمت پر لے گا جو بائع نے مشتری سے وصول کی ہے۔ اسی کو ذہن میں رکھ کر حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اتنا سخت جملہ استعمال فرمایا: ''فاجاز الخداع بين المسلمين'' اگر ان میں تفقہ ہوتا تو تعریض کے لیے نہ اس مسئلہ کو ذکر کرتے اور نہ اتنا سخت جملہ استعمال کرتے۔

جب مبیع میں کسی کا حق نکل آیا تو ظاہر ہو گیا کہ بیع صحیح نہ تھی' اس لیے کہ بیع مالک کے غیر نے کی تھی اور اس بیع کی صحت ہی پر دس ہزار درہم کے عوض ایک دینار کی بیع صرف ہوئی تھی اور جب اس کا مبنی فاسد تو بیع صرف بھی فاسد' تو لامحالہ مشتری اتنا ہی واپس کرے گا جتنا اس کو ملا ہے اور عیب کی صورت میں بیع تام ہوتی ہے اسی لیے مبیع میں عیب نکلنے کے بعد بیع اس وقت تک فسخ نہ ہوگی جب تک کہ دونوں خود راضی نہ ہوں یا قاضی فسخ کا حکم نہ دے' اس لیے دینار کی دراہم کے عوض جو ضمنی بیع ہوئی وہ باقی رہی۔ لامحالہ مشتری بائع سے بیس ہزار وصول کرے گا کیونکہ یہی قیمت طے تھی۔ اسی طرح شفیع جب لے گا تو بیس ہزار دے گا کیونکہ مکان کی قیمت یہی ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم!

بسم اللہ الرحمن الرحیم

۹۲- کِتَابُ التَّعْبِیْرِ (ص ۱۰۳۳)

[تعبیر کا بیان]

توضیح

تعبیر باب تفعیل کا مصدر ہے۔ اس کا مادہ عبر ہے جس کے معنی ہیں: ایک حال سے دوسرے حال کی طرف تجاوز کرنا۔ عرف عام میں اس کے معنی ہیں پانی سے گزر جانا خواہ تیر کر کشتی سے یا کسی اور چیز سے مگر اس کے لیے زیادہ مستعمل عبور ہے۔ اسی سے ''عبرت اعتبارا'' ہے۔ اس کی نسبت جب خواب کی طرف ہوتی ہے تو اس سے مراد خواب کے اندر جو خفی معنی ہوتے ہیں ان کو بیان کرنا۔

رویا: انسان جو کچھ خواب میں دیکھتا ہے۔ راغب نے کہا کہ رویت کے معنی آنکھ سے دیکھنے کے ہیں اور کبھی تخیل کے معنی میں آتا ہے۔ اسی سے رائے ہے جو غلبۂ ظن کے معنی میں ہے۔

تعبیر رویا بہت اہم فن ہے۔ اس کی بنیاد خود خواب کے سمجھنے پر ہے۔ کچھ خواب، خواب پریشان ہوتے ہیں جسے اضغاث احلام کہتے ہیں۔ جن کی کوئی تاویل نہیں ہوتی۔ اضغاث احلام کی دو قسمیں ہیں: ایک وہ جس میں شیطان کی مداخلت ہو دوسری وہ کہ معدہ وغیرہ میں فساد کی بنیاد پر دماغ پر ابخرات چڑھتے ہیں، وہ متشکل ہو کر خواب میں نظر آتے ہیں۔ رویائے صالحہ یا صادقہ وہ ہوتے ہیں جو منجانب اللہ براہِ راست یا بواسطۂ ملک انسان کو دکھائے جاتے ہیں۔ تعبیر رویائے صالحہ کی ہی ہوتی ہے۔ اس کی بنیادی دو قسمیں ہیں۔

کبھی ایسا ہوتا ہے کہ انسان جو کچھ دیکھتا ہے بعینہ وہی واقع ہوتا ہے جیسا کہ بدء وحی کی حدیث میں ہے کہ حضرت اُمّ المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نزولِ وحی سے پہلے جو خواب دیکھتے سپیدۂ سحر کی طرح واقع ہوتا اور کبھی مناسب اشکال میں دکھایا جاتا جیسا کہ غزوۂ احد کے بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے خواب دیکھا کہ ایک گائے ہے جو ذبح کی جا رہی ہے۔ تعبیر یہ فرمائی ہے کہ احد کے دن مومنین کو جو کچھ پہنچا۔

دوسرا خواب یہ دیکھا کہ میرے دونوں ہاتھوں میں سونے کے دو کنگن ہیں جو مجھے ناگوار ہوا۔ مجھے حکم دیا گیا کہ اسے پھونکو، میں نے ان پر پھونکا تو دونوں اڑ گئے۔ اس کی تعبیر یہ فرمائی کہ یمن میں دو کذاب مدعی نبوت پیدا ہوں گے اسود عنسی اور مسیلمہ کذاب۔ اسود عنسی کو فیروز نے یمن میں قتل کیا اور مسیلمہ کو حضرت وحشی نے جنگ یمامہ میں۔

کبھی خواب بہ ظاہر بہت تشویش ناک ہوتا ہے مگر اس کی تعبیر اچھی ہوتی ہے جیسا کہ سلطان ہارون الرشید کی اہلیہ زبیدہ نے یہ خواب دیکھا کہ ساری مخلوق میرے ساتھ ہم بستری کر رہی ہے۔ وہ انتہائی نیک پاک دامن، پارسا عورت تھیں، بہت پریشان ہوئیں مگر جب اس کی تعبیر پوچھی تو ایک ماہر معبر نے بتایا کہ آپ کوئی ایسا کام کریں گی جس سے پوری دنیا فائدہ اٹھائے گی۔ اب وہ سوچ میں پڑ

گئیں کہ ایسا کون سا کام ہوسکتا ہے۔ بالآخر حج کے لیے گئیں اور انہوں نے محسوس کیا کہ حجاج کو پانی کی کمی ہے تو انہوں نے حکم دیا کہ ایک ایسی نہر نکالی جائے جس سے مکہ معظمہ کے باشندوں اور منیٰ، عرفات، مزدلفہ میں حجاج کو بافراط پانی مل سکے۔ بالآخر نہر زبیدہ بنوائی جو آج تک باقی ہے اور موجودہ نظام سے پہلے نہر زبیدہ ہی کے پانی سے سارے حجاج سیراب ہوتے تھے اور کبھی اس میں پانی کی کمی نہیں ہوئی۔

رویائے صالحہ اچھے خواب دیکھنا صلحاء اتقیاء ہی کے ساتھ خاص نہیں کبھی کبھی عوام بلکہ فساق فجار بھی رویائے صالحہ دیکھ لیتے ہیں۔

انبیائے کرام کے خواب وحی ہوتے ہیں، اگر انہیں خواب میں کوئی حکم دیا جائے تو اس پر ان کو عمل کرنا فرض ہوتا ہے جیسا کہ سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے اپنے لخت جگر سیدنا اسماعیل علیہ السلام کو ذبح کرتے ہوئے خواب میں دیکھا۔

ت ۸۳۵ - قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ ﴿فَالِقُ الْاِصْبَاحِ﴾ (الانعام: ۹۶). ضَوْءُ الشَّمْسِ بِالنَّهَارِ، وَضَوْءُ الْقَمَرِ بِاللَّيْلِ.

حضرت سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ "فالق الاصباح" سے مراد دن میں سورج کی روشنی ہے اور رات میں چاند کی روشنی ہے۔

اس تعلیق کو ابن جریر طبری نے روایت کیا ہے۔ حضرت امام بخاری نے کتاب بدء الوحی کی وہ حدیث جو ام المؤمنین سیّدتنا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے ذکر کی ہے جس کی پوری شرح جلد اول میں گزر چکی ہے۔ اس حدیث میں ایک لفظ یہ تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی کی ابتداء سچے خوابوں سے ہوئی۔

فَكَانَ لَا يَرٰى رُؤْيَا اِلَّا جَاءَتْ مِثْلَ فَلَقِ الصُّبْحِ. حضور جو خواب بھی دیکھتے سپیدۂ سحر کی طرح واقع ہوتا۔

حسب عادت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے لفظ "فلق" کے مناسب آیہ کریمہ میں وارد لفظ "فالق الاصباح" کی تفسیر ذکر فرمائی۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ اس سے مراد دن میں سورج کی روشنی ہے اور رات میں چاند کی روشنی ہے لیکن یہ اصل میں "اصباح" کی تفسیر ہے۔ "فَلَقٌ" کے معنی پھاڑنے کے ہیں تو "فالق الاصباح" کے معنی ہوئے؛ تاریکی چاک کر کے روشنی نکالنے والا اور کبھی فلق بول کر صرف صبح مراد لیتے ہیں جیسا کہ سورۂ فلق میں ہے۔

بَابُ رُؤْيَا الصَّالِحِيْنَ (ص ۱۰۳۴) نیک لوگوں کے خواب

توضیح

صالحین کے خواب اکثر سچ ہوتے ہیں۔ رہ گئے عوام تو ان کے خواب بھی کبھی سچ ہو جاتے ہیں بلکہ کفار کے بھی جیسے نمرود کا خواب، فرعون کا خواب، حضرت یوسف علیہ السلام جب جیل خانے میں تھے تو بادشاہ کے خادموں کا خواب اور خود بادشاہ کا خواب۔

وَقَوْلِهٖ تَعَالٰى ﴿لَقَدْ صَدَقَ اللّٰهُ رَسُوْلَهُ الرُّؤْيَا بِالْحَقِّ لَتَدْخُلُنَّ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ اٰمِنِيْنَ مُحَلِّقِيْنَ رُءُوْسَكُمْ وَمُقَصِّرِيْنَ لَا تَخَافُوْنَ فَعَلِمَ مَا لَمْ تَعْلَمُوْا فَجَعَلَ مِنْ دُوْنِ ذٰلِكَ فَتْحًا قَرِيْبًا۝﴾ (الفتح: ۲۷).

بے شک اللہ نے سچ کر دیا اپنے رسول کا سچا خواب کہ تم لوگ ضرور ضرور مسجد حرام میں داخل ہو گے اگر اللہ چاہے امن و امان کے ساتھ اپنے سروں کے بال منڈاتے یا ترشواتے بے خوف، اللہ نے جانا جو تمہیں نہیں معلوم اس نے اس سے پہلے بہت قریب میں ایک فتح رکھی ہے۝

توضیح

حضرت امام بخاری نے اس آیت کریمہ کو باب کی تائید میں نقل فرمایا ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے جو خواب دیکھا بعینہٖ وہ پورا

ہوا۔ حضور اقدس ﷺ نے حدیبیہ میں صحابہ کرام سے فرمایا کہ میں نے خواب دیکھا ہے کہ میں اور میرے اصحاب مکہ میں داخل ہوئے ہیں لیکن جب صلح حدیبیہ کے بعد قربانی کے جانور حدیبیہ میں ذبح کیے گئے تو صحابہ کرام نے عرض کیا کہ آپ کا خواب کیا ہوا تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ میں نے یہ کب کہا تھا کہ اسی سال داخل ہوں گے۔ اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی اور اس فتح سے مراد خیبر کی فتح ہے جو حدیبیہ سے واپس ہونے کے بعد نصیب ہوئی اور پھر سال بھر کے بعد عمرۃ القضاء کے موقع پر خواب پورا ہوا۔ اس آیت کریمہ میں ''ان شاء اللہ'' استثناء کے لیے نہیں اور نہ شک کے لیے ہے' بیان واقع ہے کہ جو کچھ ہوتا ہے اللہ تعالیٰ کی مشیت سے ہوتا ہے۔ یہ ایسے ہی ہے جیسے فرمایا گیا: ''اِنْ كُنْتُمْ فِيْ رَيْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰى عَبْدِنَا فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ'' (البقرہ: ۲۳) ہم نے اپنے بندے پر جو نازل فرمایا ہے اس میں اگر تم شک میں ہو تو اس کے مثل ایک سورت لاؤ' یہاں ''اِنْ'' شک کے لیے نہیں اس لیے کہ کفار کا شک ثابت و متحقق تھا۔

۲۸۶۵- ح: [اَلرُّؤْيَا الْحَسَنَةُ جُزْءٌ مِّنْ سِتَّةٍ وَّاَرْبَعِيْنَ جُزْاً مِّنَ النُّبُوَّةِ]

اچھا خواب نبوت کے چھیالیس اجزاء میں سے ایک ہے

۲۸۶۵ - عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَلرُّؤْيَا الْحَسَنَةُ مِنَ الرَّجُلِ الصَّالِحِ' جُزْءٌ مِّنْ سِتَّةٍ وَّاَرْبَعِيْنَ جُزْاً مِّنَ النُّبُوَّةِ.

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ نیک شخص کا اچھا خواب نبوت کے چھیالیس حصوں میں سے ایک ہے۔

(نسائی' ابن ماجہ' تعبیر الرؤیا)

رویا حسنہ سے مراد وہ خواب ہے جو اپنے ظاہر و باطن کے اعتبار سے اچھا ہو یعنی اس کی تعبیر اچھی ہو۔ اس حدیث میں یہ ہے کہ نبوت کے چھیالیس اجزاء میں سے ایک جزء ہے لیکن مختلف احادیث پر نظر کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ تحدید قطعی نہیں۔

اس سلسلے میں سولہ روایتیں مروی ہیں:

(۱) پہلی روایت پینتالیس اجزاء میں سے ایک جزء جسے امام مسلم نے سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔

(۲) ستر اجزاء میں سے ایک جزء جسے مسلم نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا' اور ابن ابی شیبہ نے حضرت عبداللہ بن مسعود سے موقوفاً اور طبرانی نے انہیں سے مرفوعاً روایت کیا۔

(۳) چھہتر اجزاء میں سے ایک جزء اسے بھی طبرانی نے انہیں سے روایت کیا' مگر اس کی سند ضعیف ہے۔

(۴) چھبیس اجزاء میں سے ایک جزء اسے علامہ ابن عبدالبر نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا' نیز امام احمد اور ابو یعلیٰ نے بھی۔

(۵) پچاس اجزاء میں سے ایک جزء اسے ابو یعلیٰ نے حضرت عباس بن عبدالمطلب سے روایت کیا۔

(۶) چالیس اجزاء میں سے ایک جزء اسے امام ترمذی نے ابو رزین عقیلی سے روایت کیا۔

(۷) چالیس اجزاء میں سے ایک جزء اسے طبری نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا۔

(۸) چوالیس اجزاء میں سے ایک جزء اسے طبری نے حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔

(۹) انچاس اجزاء میں سے ایک جزء اسے امام احمد نے حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت کیا۔

(۱۰) سینتالیس اجزاء میں سے ایک جزء اسے دار قطنی نے المفہم میں ذکر کیا۔

(۱۱) چوبیس اجزاء میں سے ایک جزء' یہ حضرت عبادہ سے مروی ہے۔

(١٢) چھبیس اجزاء میں سے ایک جزء اور کچھ لوگوں نے کہا کہ......
(١٣) کسی میں بہتر اجزاء۔
(١٤) کسی میں بیالیس۔
(١٥) کسی میں ستائیس۔
(١٦) کسی میں پچیس کی روایت آئی ہے، مگر اکثر روایت چھیالیس کی ہے۔

ان سب روایتوں میں تطبیق یہ ہے کہ مفہوم عدد معتبر نہیں' اس لیے اقل اکثر کا نافی نہیں لیکن پھر بھی ایک خلجان رہ جاتا ہے کہ اعداد میں اختلاف کس بناء پر ہے۔ اس کی سب سے عمدہ توجیہ یہ ہے کہ یہ خواب دیکھنے والے کے اعتبار سے ہے۔ خواب دیکھنے والے کا باطن جتنا مجلّٰی مزکّٰی ہوگا اسی کے اعتبار سے تعداد مختلف آئی ہے۔

نبوت کوئی شئی مرکب نہیں اور نہ متجزی کہ اس کے اجزاء ہوں۔ یہاں مراد یہ ہے کہ نبی غیب کی خبریں دیتا ہے اور اللہ کے نیک بندے جو خواب دیکھتے ہیں اس میں بھی آئندہ کی خبریں بتائی جاتی ہیں تو گویا اچھا خواب نبوت کے اجزاء میں سے ایک جزء ہو گیا اور مذکورہ بالا احادیث میں جو فرق ہے وہ یا تو بہ اعتبار تعبیر کے واضح ہونے کے ہے یا اس اعتبار سے ہے کہ اللہ کے نیک بندے بھی ایسے بہت سے خواب دیکھتے ہیں جن کی کوئی تعبیر نہیں ہوتی۔ وہ غذا اور اعضاء باطنی کے ضعف یا مرض یا دنیوی ایذاء دینے والی باتوں کے اثرات ہوتے ہیں' بہ خلاف انبیاء کرام علیہم السلام کے کہ ان کا ہر خواب حق ہوتا ہے اور امتیوں کے خواب اعدادِ مذکورہ کے تناسب سے حق ہوتے ہیں۔ واللہ اعلم!

بَابُ الرُّؤْيَا مِنَ اللّٰهِ (ص ١٠٣٤)

خواب اللہ کی طرف سے ہوتے ہیں

٢٨٦٦- ح: [إِذَا رَاٰى اَحَدُكُمُ الرُّؤْيَا الْحَسَنَةَ فَلْيُبَيِّنْ وَإِذَا رَاٰى اَحَدُكُمُ الرُّؤْيَا السَّيِّئَةَ فَلَمْ يُبَيِّنْ]

اچھا خواب دیکھے تو بیان کرے' بُرا خواب دیکھے تو کسی کو نہ بتائے

٢٨٦٦- عَنْ اَبِیْ سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ اَنَّهٗ سَمِعَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ إِذَا رَاٰى اَحَدُكُمْ رُؤْيَا يُحِبُّهَا' فَإِنَّمَا هِيَ مِنَ اللّٰهِ' فَلْيَحْمَدِ اللّٰهَ عَلَيْهَا وَلْيُحَدِّثْ بِهَا' وَإِذَا رَاٰى غَيْرَ ذٰلِكَ مِمَّا يَكْرَهُ' فَإِنَّمَا هِيَ مِنَ الشَّيْطَانِ' فَلْيَسْتَعِذْ مِنْ شَرِّهَا' وَلَا يَذْكُرْهَا لِاَحَدٍ' فَإِنَّهَا لَا تَضُرُّهٗ. (ترمذی' نسائی' کتاب الرؤیا)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: جب تم میں سے کوئی ایسا خواب دیکھے جو پسندیدہ ہو تو یہ اللہ کی طرف سے ہے۔ اس پر اللہ کی حمد کرے اور اُسے بیان کرے اور اگر اس کے برخلاف دیکھے جو ناپسندیدہ ہو تو یہ شیطان کی طرف سے ہے تو اللہ کی اس کے شر سے پناہ مانگے اور کسی سے اس کا تذکرہ نہ کرے تو اس کو کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔

اہل سنت کا عقیدہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سونے والے کو کچھ ایسی چیزیں دکھاتا ہے جو علامت ہوتی ہیں ان باتوں کی جو آئندہ پیش ہونے والی ہیں خواہ وہ چیزیں اچھی ہوں یا بری۔ اگر وہ چیزیں اچھی ہیں تو اس کی اسناد اللہ تعالیٰ کی طرف کی جائے اور اگر وہ چیزیں بری ہیں تو تقاضائے ادب یہ ہے کہ ان کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف نہ کی جائے۔

ڈراونا خواب دیکھ کر اللہ کی پناہ مانگنے پر اور تھوک دینے پر خواب میں جو پریشانی کی بات دکھائی گئی ہے وہ واقع نہیں ہوتی۔

بُرے خواب بیان کر دینے کے بعد معبر جو تعبیر بتا دے گا اس کا وقوع اکثر ہوتا ہے اس لیے برے خواب کسی سے بھی بیان نہ کیے جائیں اور اچھا خواب بھی ایسے شخص کے سامنے بیان کیا جائے جو اس کا ہمدرد ہو اور اچھی تعبیر دے۔ مسند امام احمد ابوداؤد ترمذی ابن ماجہ دارمی میں حدیث ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

''اَلرُّؤْيَا عَلٰى رِجْلِ طَائِرٍ مَا لَمْ تُعَبَّرْ'' خواب پرندے کے پیر پر ہے جب تک اس کی تعبیر نہ کی جائے۔

ابوقتادہ کی حدیث میں یہ ہے:

فَلْيَتَعَوَّذْ مِنْهُ وَلْيَبْصُقْ عَنْ شِمَالِهٖ.

جب برا خواب دیکھے تو اس سے اللہ کی پناہ مانگے اور بائیں طرف تھوکے۔

بَابٌ اَلرُّؤْيَا الصَّالِحَةُ جُزْءٌ مِّنْ سِتَّةٍ وَّاَرْبَعِيْنَ جُزْءًا مِّنَ النُّبُوَّةِ (ص ۱۰۳۴)

اچھا خواب نبوت کے چھیالیس اجزاء میں سے ایک جزء ہے

۲۸۶۷ - عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ رُؤْيَا الْمُؤْمِنِ جُزْءٌ مِّنْ سِتَّةٍ وَّاَرْبَعِيْنَ جُزْءًا مِّنَ النُّبُوَّةِ. (ترمذی نسائی۔ کتاب الرؤیا)

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: مسلمان کا خواب نبوت کے چھیالیس اجزاء میں سے ایک جزء ہے۔

۲۸۶۸ - عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ رُؤْيَا الْمُؤْمِنِ جُزْءٌ مِّنْ سِتَّةٍ وَّاَرْبَعِيْنَ جُزْءًا مِّنَ النُّبُوَّةِ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: مؤمن کا خواب نبوت کے چھیالیس اجزاء میں سے ایک جزء ہے۔

بَابُ الْمُبَشِّرَاتِ (ص ۱۰۳۵)

بشارت دینے والے خواب

توضیح

امام ترمذی ابن ماجہ اور حاکم نے حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے کہ آیت کریمہ ''لَهُمُ الْبُشْرٰى فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا'' (یونس: ۶۴) سے مراد اچھے خواب ہیں۔

۲۸۶۹ - حَدَّثَنِيْ سَعِيْدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ اَنَّ اَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لَمْ يَبْقَ مِنَ النُّبُوَّةِ اِلَّا الْمُبَشِّرَاتِ. قَالُوْا وَمَا الْمُبَشِّرَاتُ؟ قَالَ الرُّؤْيَا الصَّالِحَةُ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: نبوت سے باقی نہیں مگر مبشرات۔ لوگوں نے پوچھا: وہ مبشرات کیا ہیں؟ فرمایا: اچھے خواب۔

بَابُ رُؤْيَا اَهْلِ السُّجُوْنِ وَالْفَسَادِ وَالشِّرْكِ

قیدیوں اور فسادیوں اور مشرکین کا خواب

لِقَوْلِهٖ تَعَالٰى ﴿وَدَخَلَ مَعَهُ السِّجْنَ فَتَيٰنِ، قَالَ اَحَدُهُمَآ اِنِّيْٓ اَرٰىنِيْٓ اَعْصِرُ خَمْرًا، وَقَالَ الْاٰخَرُ اِنِّيْٓ اَرٰىنِيْٓ اَحْمِلُ فَوْقَ رَاْسِيْ خُبْزًا تَاْكُلُ الطَّيْرُ مِنْهُ نَبِّئْنَا بِتَاْوِيْلِهٖ اِنَّا نَرٰىكَ مِنَ الْمُحْسِنِيْنَ۝ قَالَ لَا يَاْتِيْكُمَا طَعَامٌ

اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی وجہ سے: اور یوسف کے ساتھ قید خانہ میں دو جوان آئے۔ ان میں سے ایک نے کہا کہ میں نے خواب دیکھا کہ شراب نچوڑتا ہوں اور دوسرے نے کہا: میں نے خواب میں دیکھا کہ میرے سر پر کچھ روٹیاں ہیں جن میں سے پرندے کھاتے

تُرْزَقَانِهٖٓ اِلَّا نَبَّاْتُكُمَا بِتَاْوِيْلِهٖ قَبْلَ اَنْ يَّاْتِيَكُمَا ذٰلِكُمَا مِمَّا
عَلَّمَنِيْ رَبِّيْ اِنِّيْ تَرَكْتُ مِلَّةَ قَوْمٍ لَّا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ
وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ كٰفِرُوْنَ○ وَاتَّبَعْتُ مِلَّةَ اٰبَآئِيْٓ
اِبْرَاهِيْمَ وَاِسْحَاقَ وَيَعْقُوْبَ مَا كَانَ لَنَآ اَنْ نُّشْرِكَ
بِاللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ ذٰلِكَ مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ عَلَيْنَا وَعَلَى النَّاسِ
وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَشْكُرُوْنَ○ يٰصَاحِبَيِ السِّجْنِ
ءَاَرْبَابٌ مُّتَفَرِّقُوْنَ. وَقَالَ الْفُضَيْلُ لِبَعْضِ الْاَتْبَاعِ يَا
عَبْدَ اللّٰهِ اَرْبَابٌ مُّتَفَرِّقُوْنَ خَيْرٌ اَمِ اللّٰهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ○
مَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖٓ اِلَّآ اَسْمَآءً سَمَّيْتُمُوْهَآ اَنْتُمْ وَ
اٰبَآؤُكُمْ مَّآ اَنْزَلَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ سُلْطَانٍ اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا
لِلّٰهِ اَمَرَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ وَلٰكِنَّ
اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ○ يٰصَاحِبَيِ السِّجْنِ اَمَّا
اَحَدُكُمَا فَيَسْقِيْ رَبَّهٗ خَمْرًا وَّاَمَّا الْاٰخَرُ فَيُصْلَبُ
فَتَاْكُلُ الطَّيْرُ مِنْ رَّاْسِهٖ قُضِيَ الْاَمْرُ الَّذِيْ فِيْهِ
تَسْتَفْتِيَانِ○ وَقَالَ لِلَّذِيْ ظَنَّ اَنَّهٗ نَاجٍ مِّنْهُمَا اذْكُرْنِيْ
عِنْدَ رَبِّكَ فَاَنْسَاهُ الشَّيْطَانُ ذِكْرَ رَبِّهٖ فَلَبِثَ فِي السِّجْنِ
بِضْعَ سِنِيْنَ○ وَقَالَ الْمَلِكُ اِنِّيْٓ اَرٰى سَبْعَ بَقَرَاتٍ
سِمَانٍ يَّاْكُلُهُنَّ سَبْعٌ عِجَافٌ وَّسَبْعَ سُنْبُلَاتٍ خُضْرٍ
وَّاُخَرَ يَابِسَاتٍ يٰٓاَيُّهَا الْمَلَاُ اَفْتُوْنِيْ فِيْ رُؤْيَايَ اِنْ كُنْتُمْ
لِلرُّؤْيَا تَعْبُرُوْنَ○ قَالُوْٓا اَضْغَاثُ اَحْلَامٍ وَّمَا نَحْنُ بِتَاْوِيْلِ
الْاَحْلَامِ بِعَالِمِيْنَ○ وَقَالَ الَّذِيْ نَجَا مِنْهُمَا وَادَّكَرَ
بَعْدَ اُمَّةٍ اَنَا اُنَبِّئُكُمْ بِتَاْوِيْلِهٖ فَاَرْسِلُوْنِ○ يُوْسُفُ اَيُّهَا
الصِّدِّيْقُ اَفْتِنَا فِيْ سَبْعِ بَقَرَاتٍ سِمَانٍ يَّاْكُلُهُنَّ سَبْعٌ
عِجَافٌ وَّسَبْعِ سُنْبُلَاتٍ خُضْرٍ وَّاُخَرَ يَابِسَاتٍ لَّعَلِّيْٓ
اَرْجِعُ اِلَى النَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَعْلَمُوْنَ○ قَالَ تَزْرَعُوْنَ سَبْعَ
سِنِيْنَ دَاَبًا فَمَا حَصَدْتُّمْ فَذَرُوْهُ فِيْ سُنْبُلِهٖٓ اِلَّا قَلِيْلًا
مِّمَّا تَاْكُلُوْنَ○ ثُمَّ يَاْتِيْ مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ سَبْعٌ شِدَادٌ
يَّاْكُلْنَ مَا قَدَّمْتُمْ لَهُنَّ اِلَّا قَلِيْلًا مِّمَّا تُحْصِنُوْنَ○ ثُمَّ
يَاْتِيْ مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ عَامٌ فِيْهِ يُغَاثُ النَّاسُ وَفِيْهِ

ہیں۔ ہمیں اس کی تعبیر بتائیے بے شک ہم آپ کو نیکوکار دیکھتے ہیں ○ یوسف نے کہا: تم کو جو کھانا دیا جاتا ہے تم تک اس کے پہنچنے سے پہلے میں تم کو اس کی حقیقت بتادوں گا' یہ ان علوم میں سے ہے جن کو میرے رب نے مجھے سکھایا ہے' جو لوگ اللہ پر ایمان نہیں لاتے اور جو لوگ آخرت کے ساتھ کفر کرنے والے ہیں میں نے ان کے دین کو ترک کر دیا ہے○ اور میں نے اپنے باپ' دادا' ابراہیم اور اسحاق اور یعقوب کے دین کی اتباع کی ہے' ہمارے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ ہم اللہ کے ساتھ کسی چیز کو بھی شریک قرار دیں' یہ ہم پر اور لوگوں پر اللہ کا فضل ہے لیکن اکثر لوگ شکر ادا نہیں کرتے○ اے میرے قید خانے کے دونوں ساتھیو! آیا متعدد خدا بہتر ہیں یا ایک خدا جو غالب ہے؟○ اور فضیل نے بعض سے "يٰصَاحِبَيِ السِّجْنِ ءَاَرْبَابٌ مُّتَفَرِّقُوْنَ" کی جگہ "يَاعَبْدَ اللّٰهِ اَرْبَابٌ مُّتَفَرِّقُوْنَ" روایت کیا ہے۔ تم اللہ کے سوا جن کی عبادت کرتے ہو وہ صرف چند اسماء ہیں جن کو تم نے اور تمہارے باپ دادا نے رکھ لیا ہے' اللہ نے ان کے ساتھ کوئی سند نازل نہیں کی' حکم صرف اللہ کا ہے' اس نے حکم دیا ہے کہ تم اس کے سوا کسی اور کی عبادت نہ کرو' یہی صحیح دین ہے' لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے○ اے قید خانہ کے دونوں ساتھیو! تم میں سے ایک تو اپنے رب (اپنے بادشاہ) کو شراب پلائے گا' رہا دوسرا اس کو سولی دی جائے گی اور پرندے اس کا سر کھائیں گے' حکم ہو چکا جس کا تم سوال کرتے تھے○ اور یوسف نے ان دونوں میں سے اس سے فرمایا جس کے بارے میں گمان کیا کہ وہ نجات پائے گا: اپنے رب (اپنے بادشاہ) کے پاس میرا ذکر کرنا' پھر شیطان نے اسے بھلا دیا کہ اپنے رب (اپنے بادشاہ) کے سامنے یوسف کا ذکر کرے' اس کے نتیجہ میں یوسف کئی برس اور جیل خانہ میں رہے○ اور بادشاہ نے کہا: میں نے خواب میں سات فربہ گائیں دیکھیں کہ انہیں سات دبلی گائیں کھا رہی ہیں اور سات بالیں ہری دیکھی ہیں اور دوسری سات سوکھی؛ اے درباریو! میرے خواب کی تعبیر بتاؤ اگر تمہیں خواب کی تعبیر آتی ہو○ انہوں نے کہا: یہ خواب پریشاں ہے اور ہم خواب پریشاں کی تعبیر نہیں جانتے○ اور اس نے کہا جو دو

يَعْصِرُوْنَO وَقَالَ الْمَلِكُ ائْتُوْنِيْ بِهٖ فَلَمَّا جَآءَهُ الرَّسُوْلُ قَالَ ارْجِعْ اِلٰى رَبِّكَ﴾ (یوسف:۳۶-۵۰).

قیدیوں میں سے بچ گیا تھا اور اسے ایک مدت کے بعد یاد آیا: میں تمہیں اس کی تعبیر بتاؤں گا' مجھے بھیجوO اے یوسف! اے صدیق! ہمیں تعبیر بتائیے' سات فربہ گایوں کی جنہیں سات دبلی گائیں کھا جاتی ہیں اور سات ہری بالیں اور سات سوکھی بالیں' شاید میں لوگوں کی طرف لوٹ کر جاؤں' شاید وہ آگاہ ہوںO فرمایا: تم لوگ سات سال لگاتار کھیتی کرو گے' جو کاٹو اسے اس کی بالوں میں رہنے دو مگر تھوڑا کھانے بھرO اس کے بعد سات کڑے سال آئیں گے کہ جو تم نے ان کے لیے جمع کر رکھا تھا سب کھا جائیں گے مگر تھوڑا سا جو بچا لوO پھر اس کے بعد ایک برس آئے گا جس میں لوگوں کو بارش دی جائے گی اور وہ اس میں رَس نچوڑیں گےO اور بادشاہ نے کہا: انہیں میرے پاس لاؤ تو جب ان کے پاس قاصد آیا فرمایا: اپنے رب (اپنے بادشاہ) کے پاس جاؤ۔

توضیح

اس باب سے امام بخاری یہ افادہ کرنا چاہتے ہیں کہ اگرچہ رویاء صالحہ اکثر مومنین متقین دیکھتے ہیں مگر کبھی کبھی بعض حکمتوں کی بناء پر فساق بلکہ کفار تک دیکھتے ہیں' جیسا کہ سیدنا یوسف علیہ السلام جب جیل خانہ میں تھے تو ان کے سامنے دو کافر قیدیوں نے اپنا خواب بیان کیا۔

واقعہ یہ ہوا کہ اس وقت کے بادشاہ ولید بن نروان العمیقی کے داروغۂ مطبخ اور ساقی پر الزام لگا کہ انہوں نے بادشاہ کو زہر دینا چاہا تھا۔ اس جرم میں دونوں جیل خانہ بھیج دیے گئے۔ حضرت یوسف علیہ السلام قید خانہ میں پانچ برس رہ چکے تھے۔ اس عرصہ میں قیدیوں پر حضرت یوسف علیہ السلام کی عظمت' ان کا علم و فضل ظاہر ہو چکا تھا۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے قیدیوں کو بتایا کہ میں خوابوں کی تعبیر بھی جانتا ہوں۔

بعض روایتوں میں مذکور ہے کہ ان دونوں قیدیوں نے حضرت یوسف علیہ السلام کو آزمانے کے لیے اپنا اپنا خواب گڑھ کر بیان کیا۔ حضرت یوسف علیہ السلام خواب کی تعبیر بیان کر چکے تو ان دونوں نے کہا کہ ہم نے کوئی خواب نہیں دیکھا ہے' آپ کو آزمانے کے لیے ہم نے یہ بیان کیا۔ اس پر فرمایا کہ اب اسی کے مطابق ہوگا' اللہ کا حکم ہو چکا ہے۔ چنانچہ تین دن کے بعد ساقی رہا ہو گیا اور داروغۂ مطبخ کو پھانسی دی گئی۔ اس کی لاش سولی پر چھوڑ دی گئی۔ پرندے اس کے سر کو نوچ نوچ کر کھاتے رہے۔

اس آیت میں بادشاہ مصر کی قیدیوں کی طرف اضافت کر کے "رَبُّهٗ وَرَبُّكَ" فرمایا گیا ہے۔ عرب زبان میں رب بہ معنی آقا و پرورش کرنے والے کے اضافت کے ساتھ بولنا جائز ہے جب کہ اضافت خاص ہو لیکن بلا اضافت مطلق یا مضاف الیہ عام کے ساتھ مثلاً عالمین وغیرہ غیر مخلوق پر اس کا اطلاق کفر ہے اور اُردو میں اضافتِ خاص کے ساتھ بھی ممنوع' حرام' منجر الی الکفر ہے۔ ہر زبان کا عرف الگ الگ ہوتا ہے۔ ایک زبان کے عرف سے دوسری زبان کے عرف پر استدلال صحیح نہیں "وَادَّكَرَ اِفْتَعَلَ مِنْ ذَكَرَ، اُمَّةٍ قَرْنٍ، وَيُقْرَأُ اَمَهٍ نِسْيَانٍ"۔

توضیح

آیت کریمہ میں تھا: ''وادکر بعد امۃ'' حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ ''ذکر'' سے باب افتعال واحد مذکر غائب ماضی کا صیغہ ہے۔ ''ذال'' اور ''تاء'' دونوں کو دال سے بدلا اور ایک کا دوسرے میں ادغام کر دیا ''وادکر'' ہو گیا۔ اسی سے ''مدکر'' بھی ہے اور اس آیت میں ''اُمَّۃ'' سے مراد زمانہ ہے۔ حضرت یوسف علیہ السلام جیل خانہ میں بارہ سال رہے۔ بادشاہ کے ساقی کے جیل خانہ سے نکلنے کے بعد سات سال اور اس سے پہلے پانچ سال۔ یہاں زمانہ سے مراد سات سال کا زمانہ ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے قراءت شاذہ ''اُمَّۃٍ'' کی جگہ ''اَمَہٍ'' مروی ہے۔ ''اَمَہٍ'' کے معنی بھولنے کے ہیں۔

ت ۸۳۶- وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ ﴿يَعْصِرُوْنَ﴾ الْاَعْنَابَ وَالدُّهْنَ ﴿تُحْصِنُوْنَ﴾ تَحْرُسُوْنَ.

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''یعصرون'' سے مراد ہے انگور نچوڑیں گے اور تیل نچوڑیں گے ''تُحْصِنُون'' کے معنی ہیں محفوظ رکھو گے۔

حضرت یوسف علیہ السلام نے بادشاہ کے خواب کی جو تعبیر بتائی تھی اس میں یہ تھا: ''فِيْهِ يُغَاثُ النَّاسُ وَفِيْهِ يَعْصِرُوْنَ''۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ ''عصر'' کے معنی نچوڑنے کے ہیں جیسے انگور سے شیرہ نچوڑنا یا کسی بیج وغیرہ سے تیل نچوڑنا۔ سیدنا یوسف علیہ السلام نے بادشاہ کے خواب کی جو تعبیر بتائی اس میں یہ ہے ''اِلَّا قَلِيْلًا مِّمَّا تُحْصِنُوْنَ'' یعنی بعد کی خشک سالی میں تم نے جو کچھ جمع کیا تھا سب کھا ڈالو گے مگر تھوڑا سا محفوظ رکھ لو گے۔ مقصد یہ ہے کہ ''تُحْصِنُوْنَ'' کے معنی ہیں ''تحرسون'' جس کو تم محفوظ رکھو گے۔

۲۸۷۰- عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْ لَبِثْتُ فِي السِّجْنِ مَا لَبِثَ يُوْسُفُ، ثُمَّ اَتَانِي الدَّاعِيْ لَاَجَبْتُهٗ.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: اگر میں اتنی مدت تک جیل خانہ میں رہتا جتنی مدت تک حضرت یوسف علیہ السلام تھے تو بادشاہ کے ایلچی کی بات مان لیتا۔

یہ حدیث کتاب الانبیاء میں گزر چکی ہے یعنی میں جیل خانہ سے نکلنے میں تاخیر نہ کرتا جیسا کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے توقف فرمایا اور فرمایا: جاؤ اپنے بادشاہ سے پوچھو کہ ان عورتوں کا کیا حال ہے جنہوں نے اپنے ہاتھ کاٹ ڈالے تھے۔ ان کا مقصد یہ تھا کہ جس الزام پر مجھے جیل خانہ بھیجا ہے اس سے براءت ثابت ہو جائے پھر میں جیل خانہ سے نکلوں گا۔

قَالَ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ يَعْنِيْ لَوْ كُنْتُ لَاَجَبْتُهٗ فِيْ اَوَّلِ مَا دُعِيْتُ لَمْ اُؤَخِّرْهُ.

ابو عبداللہ یعنی امام بخاری نے کہا کہ اگر میں (بجائے حضرت یوسف علیہ السلام کے) ہوتا تو پہلے ہی بلاوے پر بادشاہ کے یہاں تشریف لے جاتا، دیر نہ کرتا۔

بَابُ مَنْ رَاَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْمَنَامِ (ص ۱۰۳۵)

جس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا

۲۸۷۱- اَنَّ اَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَنْ رَاٰنِيْ فِي الْمَنَامِ فَسَيَرَانِيْ فِي الْيَقْظَةِ وَلَا يَتَمَثَّلُ الشَّيْطَانُ بِيْ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا: جو مجھ کو خواب میں دیکھے گا تو وہ بہت جلد مجھ کو بیداری میں دیکھے گا اور شیطان میری شکل نہیں اختیار کر سکتا۔

(مسلم۔ کتاب التعبیر' ابوداؤد۔ کتاب الادب)

اس کی پہلی توجیہ یہ ہے کہ یہ حضور اقدس ﷺ کی حیات ظاہری کے ساتھ خاص ہے یعنی جو شخص دور دراز والا ہے جس نے مجھے نہیں دیکھا ہے اسے اللہ تعالیٰ ہجرت کی توفیق دے گا اور میری ظاہری ملاقات سے مشرف ہوگا' اور یہ بھی مراد ہو سکتا ہے کہ بعد وصال بھی اگر کوئی حضور اقدس ﷺ کی خواب میں زیارت سے مشرف ہو تو حضور اقدس ﷺ اس پر کرم فرمائیں گے اور بیداری میں بھی اپنی زیارت سے مشرف فرمائیں گے۔ دوسری تاویل یہ کی گئی ہے کہ وہ آخرت میں حضور اقدس ﷺ کا دیدار کرے گا۔ یعنی مخصوص طریقہ سے قرب خاص میں باریاب ہوگا اور اس کا خاتمہ ایمان پر ہوگا۔

ت۸۳۷ - قَالَ اَبُوْعَبْدِ اللّٰہِ قَالَ ابْنُ سِیْرِیْنَ اِذَا رَاٰہُ فِیْ صُوْرَتِہٖ.

ابوعبداللہ (امام بخاری) نے فرمایا: ابن سیرین نے فرمایا کہ جب آپ کو آپ کی صورت میں دیکھے۔

اس تعلیق کو اسماعیل بن اسحاق قاضی نے روایت کیا ہے کہ حضرت محمد بن سیرین رحمۃ اللہ علیہ کے پاس کوئی شخص اگر یہ بیان کرتا کہ اُس نے خواب میں رسول اللہ ﷺ کی زیارت کی ہے تو اس سے فرماتے: حلیہ مبارک بیان کرو' اگر وہ ایسا حلیہ بیان کرتا جو حضور اقدس ﷺ کا نہ ہوتا تو فرماتے: اس نے نہیں دیکھا۔

اسی لیے ہر مسلمان پر ضروری ہے کہ حضور اقدس ﷺ کے حلیہ مبارکہ کو اپنے ذہن میں رکھے۔ اس خادم کا ذوق یہی ہے کہ اگر کتب حدیث میں حضور اقدس ﷺ کا حلیہ جو مذکور ہے اس کے مطابق ہو تو اس نے اقدس حضور ﷺ کو دیکھا۔

مگر اس کے معارض حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

مَنْ رَاٰنِیْ فِی الْمَنَامِ فَقَدْ رَاٰنِیْ فَاِنِّیْ اُرٰی فِیْ کُلِّ صُوْرَۃٍ.

جس نے مجھ کو خواب میں دیکھا اس نے مجھ کو دیکھا کہ میں کسی بھی صورت میں جلوہ دکھا سکتا ہوں۔

علامہ عینی نے فرمایا کہ اس کے ایک راوی صالح مولی الطامہ ضعیف ہیں۔ آخری عمر میں خلط ملط کرنے لگے تھے اور جس نے اُن سے یہ حدیث سنی ہے اختلاط کے عارضہ کے بعد سنی ہے' اگرچہ بہت سے علماء کا یہ مذہب ہے کہ جس حال میں دیکھے اس نے حضور اقدس ﷺ کو ہی دیکھا۔ علامہ ابن حجر نے فتح الباری میں اس پر حسب عادت بڑی لمبی چوڑی تشریح فرمائی ہے۔ مسلم میں یہ زائد ہے "فَکَاَنَّمَا رَاٰنِیْ فِی الْیَقْظَۃِ" کہ گویا اس نے مجھ کو بیداری میں دیکھا۔ اسماعیلی نے اسی طریقہ سے تخریج کی ہے۔ اس میں "فَقَدْ رَاٰنِیْ فِی الیقظۃ" ہے "فسیرانی" نہیں اور یہی ابن ماجہ نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔

نیز ابن ماجہ میں حضرت جحیفہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے: "فَکَاَنَّمَا رَاٰنِیْ فِی الْیَقْظَۃِ"۔

۲۸۷۲ - عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ رَاٰنِیْ فِی الْمَنَامِ فَقَدْ رَاٰنِیْ، فَاِنَّ الشَّیْطَانَ لَا یَتَخَیَّلُ بِیْ، وَرُؤْیَا الْمُؤْمِنِ جُزْءٌ مِّنْ سِتَّۃٍ وَّاَرْبَعِیْنَ جُزْءًا مِّنَ النُّبُوَّۃِ. (ترمذی۔ کتاب شمائل)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: جس نے مجھے خواب میں دیکھا اس نے ضرور مجھ کو دیکھا' اس لیے کہ شیطان میری صورت نہیں اختیار کر سکتا' اور مومن کا خواب نبوت کے چھیالیس اجزاء میں سے ایک جزء ہے۔

۲۸۷۳ - قَالَ اَبُوْ سَلَمَۃَ قَالَ اَبُوْ قَتَادَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ رَاٰنِیْ فَقَدْ رَاَی الْحَقَّ.

حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ نبی ﷺ نے فرمایا: جس نے مجھے دیکھا اس نے حق دیکھا۔

۲۸۷۴ - عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ سَمِعَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ مَنْ رَآنِي فَقَدْ رَأَى الْحَقَّ، فَإِنَّ الشَّيْطَانَ لَا يَتَكَوَّنُنِي.

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جس نے مجھے (خواب میں) دیکھا تو اس نے حقیقت میں مجھے دیکھا اس لیے کہ شیطان مجھ جیسا نہیں بن سکتا۔

حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس مضمون پر یہاں چار صحابہ کرام سے حدیثیں روایت کیں۔ ان چار حضرات کے علاوہ اور بھی کثیر صحابۂ کرام سے اس مضمون کی احادیث مروی ہیں۔ یہ حدیث لفظاً نہیں تو معنی مشہور ہے۔ اس سے انکار کرنا گم راہی اور بے دینی ہے۔

بَابُ رُؤْيَا اللَّيْلِ (ص۱۰۳۶) — رات کے خواب کا بیان

۲۸۷۵ - عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ أَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ كَانَ يُحَدِّثُ أَنَّ رَجُلًا أَتَى رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ إِنِّي أُرِيتُ اللَّيْلَةَ فِي الْمَنَامِ، وَسَاقَ الْحَدِيثَ.

حضرت عبید اللہ بن عبداللہ سے روایت ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے تھے کہ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ انہوں نے کہا: مجھے آج رات خواب میں دکھایا گیا اور انہوں نے پوری حدیث بیان کی۔

پوری حدیث اس باب کے آخر میں ہندوستانی مطبوعہ بخاری کے ص ۱۰۴۳ پر باب: "مَنْ لَمْ يَرَ الرُّؤْيَا لِأَوَّلِ عَابِرٍ إِذَا لَمْ يُصِبْ" میں مذکور ہے۔

وَتَابَعَهُ سُلَيْمَانُ بْنُ كَثِيرٍ، وَابْنُ أَخِي الزُّهْرِيِّ، وَسُفْيَانُ بْنُ حُسَيْنٍ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

اور سلیمان بن کثیر اور زہری کے بھتیجے اور سفیان بن حسین نے ان کی متابعت کی کہ یہ حدیث اس سند کے ساتھ مروی ہے: "عن الزھری عن عبیداللہ عن ابن عباس عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم"۔

سلیمان بن کثیر کی متابعت کو امام مسلم نے روایت کیا ہے۔ امام زہری کے بھتیجے کا نام محمد بن عبداللہ بن عبداللہ بن مسلم ہے۔ فتح الباری میں ہے کہ اسے زہری نے زہریات میں روایت کیا ہے، لیکن عمدۃ القاری میں ہے کہ میں اس کی صحت کو نہیں جانتا اور سفیان بن حسین واسطی کی متابعت کو امام احمد نے مسند میں روایت کیا ہے۔

وَقَالَ الزُّبَيْدِيُّ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ أَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ أَوْ أَبَا هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

اور زبیدی نے کہا کہ زہری سے روایت ہے، وہ عبیداللہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباس یا حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں۔

اسے امام مسلم نے سند متصل کے ساتھ روایت کیا ہے۔ اس کا حاصل یہ ہے کہ عبیداللہ بن عبداللہ کو اس میں شک ہے کہ حضرت ابن عباس نے اس حدیث کو روایت کیا ہے یا حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے۔

وَقَالَ شُعَيْبٌ، وَإِسْحَاقُ بْنُ يَحْيَى، عَنِ الزُّهْرِيِّ كَانَ أَبُو هُرَيْرَةَ يُحَدِّثُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَكَانَ مَعْمَرٌ لَا يُسْنِدُهُ حَتَّى كَانَ بَعْدُ.

اور شعیب اور اسحاق بن یحییٰ زہری سے یوں روایت کرتے تھے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ (اس حدیث کو) نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے تھے، اور معمر پوری سند نہیں بیان کرتے تھے۔ بعد میں بیان کرنے لگے۔

فتح الباری میں ہے کہ اسے امام زہری نے زہریات میں روایت کیا ہے مگر علامہ عینی نے فرمایا کہ میں اس کی صحت کو نہیں جانتا اور معمر بن راشد اس حدیث کو بیان کرتے تو یوں کہتے کہ حضرت ابن عباس نے یہ بیان کیا' درمیان سے عبداللہ بن عبیداللہ کو چھوڑ دیتے یہاں تک کہ زمعہ ایک کتاب لائے جس میں اس حدیث کی سند یہ تھی: "عن الزهری عن عبیدالله عن ابن عباس"۔ اس کے بعد معمر شک نہیں کرتے۔

امام اسحاق بن راہویہ اپنی مسند میں ایک سند یہ بھی لائے ہیں: "عن ابن عباس کان ابو هریرة یحدث"۔ اسماعیلی نے اس حدیث میں ایک اور اختلاف ذکر کیا ہے۔ انہوں نے بہ طریق صالح بن کیسان روایت کیا اور کہا: "عن سلیمان بن یسار عن ابن عباس" علامہ ابن حجر نے فرمایا کہ محفوظ اس کا قول ہے' جس نے امام زہری کے بعد "عن عبیدالله بن عبدالله بن عتبه" کہا' یعنی امام زہری نے عبیداللہ سے روایت کی اور انہوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے۔

بَابُ الرُّؤْيَا بِالنَّهَارِ (ص ۱۰۳۶) — دن کا خواب

ت ۸۳۸ - وَقَالَ ابْنُ عَوْنٍ' عَنِ ابْنِ سِيْرِيْنَ رُؤْيَا النَّهَارِ مِثْلُ رُؤْيَا اللَّيْلِ.

حضرت ابن سیرین سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا: دن کا خواب رات کے خواب کی مثل ہے۔

اس تعلیق کو علی بن ابی طالب قیروانی نے کتاب التعبیر میں روایت کیا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ دن میں خواب دیکھا جائے یا رات میں' مرد دیکھیں یا عورتیں سب کی تعبیر ہے۔ ایسا نہیں کہ رات کے خواب کی تعبیر ہو اور دن کے خواب کی تعبیر نہ ہو۔ مردوں کے خواب کی تعبیر ہو اور عورتوں کے خواب کی تعبیر نہ ہو۔

بَابُ الْقَيْدِ فِي الْمَنَامِ (ص ۱۰۳۹) — خواب میں قید دیکھنے کا بیان

۲۸۷۶ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سِيْرِيْنَ اَنَّهُ سَمِعَ اَبَا هُرَيْرَةَ يَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اقْتَرَبَ الزَّمَانُ لَمْ تَكَدْ تَكْذِبُ رُؤْيَا الْمُؤْمِنِ وَرُؤْيَا الْمُؤْمِنِ جُزْءٌ مِّنْ سِتَّةٍ وَّاَرْبَعِيْنَ جُزْاً مِّنَ النُّبُوَّةِ. وَمَا كَانَ مِنَ النُّبُوَّةِ فَاِنَّهُ لَا يَكْذِبُ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب قیامت قریب ہوگی تو مومن کا خواب جھوٹا نہیں ہوگا اور مؤمن کا خواب نبوت کے چھیالیس اجزاء میں سے ایک جزء ہے اور جو چیز نبوت سے ہوگی وہ جھوٹی نہیں ہوگی۔

ت ۸۳۹ - قَالَ مُحَمَّدٌ وَاَنَا اَقُوْلُ هٰذِهٖ' قَالَ وَكَانَ يُقَالُ الرُّؤْيَا ثَلَاثٌ حَدِيْثُ النَّفْسِ' وَتَخْوِيْفُ الشَّيْطَانِ' وَبُشْرٰى مِنَ اللّٰهِ' فَمَنْ رَاٰى شَيْئًا يَكْرَهُهٗ فَلَا يَقُصَّهٗ عَلٰى اَحَدٍ وَلْيَقُمْ فَلْيُصَلِّ' قَالَ وَكَانَ يَكْرَهُ الْغُلَّ فِي النَّوْمِ' وَكَانَ يُعْجِبُهُمُ الْقَيْدُ' وَيُقَالُ الْقَيْدُ ثَبَاتٌ فِي الدِّيْنِ.

اور محمد بن سیرین نے کہا: اور میں کہتا ہوں' یہ انہوں نے کہا: کہا جاتا ہے کہ خواب تین قسم کے ہوتے ہیں: ذہنی خیالات' شیطان کی طرف سے ڈرایا جانا اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے بشارت۔ پس جو شخص ایسی بات دیکھے جو اُسے ناپسند ہو تو کسی سے بیان نہ کرے اور اٹھ جائے اور نماز پڑھے۔ انہوں نے کہا: خواب میں طوق دیکھنا اچھا نہیں اور قید ہونا اچھا ہے اور کہتے تھے کہ قید ہونا دین میں ثابت قدمی ہے۔

ت ۸۴۰ - وَرَوٰى قَتَادَةُ' وَيُوْنُسُ' وَهِشَامٌ' وَاَبُوْ هِلَالٍ' عَنِ ابْنِ سِيْرِيْنَ' عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ' عَنِ النَّبِيِّ

قتادہ اور یونس اور ہشام اور ابوہلال ان سب نے ابن سیرین سے روایت کی اور وہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ، وَاَدْرَجَهٗ بَعْضُهُمْ كُلَّهٗ فِي الْحَدِيْثِ، وَحَدِيْثُ عَوْفٍ اَبْيَنُ. وَقَالَ يُوْنُسُ لَا اَحْسِبُهٗ اِلَّا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْقَيْدِ.

اور وہ نبی ﷺ سے اور بعضوں نے سب کو حدیث میں درج کر دیا اور عوف کی حدیث زیادہ ظاہر ہے اور یونس نے کہا: میں قید کی تعبیر نبی ﷺ ہی سے مروی سمجھتا ہوں۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ حدیث ''لایکذب'' تک ہے اور اس کے بعد حضرت امام محمد بن سیرین کا قول ہے، لیکن ہشام بن ابوعبداللہ دستوائی نے ''الرویا ثلث'' سے لے کر آخر تک کو اس طرح روایت کیا گویا وہ حدیث ہے اور عوف سے جو روایت ہے وہ زیادہ واضح ہے کہ انہوں نے مرفوع کو موقوف سے الگ بیان کیا، البتہ قید کی جو تعبیر حدیث میں مذکور ہے اس کے بارے میں یونس کو شک ہے کہ حضور کا ارشاد ہے یا ابن سیرین کا قول ہے۔

قَالَ اَبُوْعَبْدِ اللّٰهِ لَا تَكُوْنُ الْاَغْلَالُ اِلَّا فِي الْاَعْنَاقِ.

ابوعبداللہ نے کہا کہ طوق صرف گردن میں ہوتی ہے۔

اذا اقترب الزمان

علامہ خطابی نے اس کی دو توجیہیں کیں کہ اس سے مراد دن رات کا قریب قریب برابر ہونا ہے یعنی وہ ایام جن میں دن بھی تقریباً بارہ گھنٹے کا ہوتا ہے اور رات بھی۔ یہ اس وقت ہوتا ہے جب سورج خط استواء پر یا اس کے قریب ہوتا ہے۔ ہمارے دیار میں ماہ ستمبر اور مارچ میں دن رات قریب قریب برابر ہوتے ہیں کیونکہ اس وقت جن عناصر اربعہ سے انسان کی تخلیق ہوئی ہے وہ معتدل ہوتے ہیں۔ دوسری توجیہ یہ کی ہے کہ اس سے مراد قیامت کے قریب کے ایام ہیں جب زمانہ قریب الختم ہوگا۔ ابن بطال نے فرمایا کہ دوسرا قول صحیح ہے۔ علامہ داؤدی نے فرمایا: اس سے مراد قرب قیامت کے وہ ایام ہیں جو بہت تیزی سے گزرتے محسوس ہوں گے۔

اور کچھ لوگوں نے کہا: اس سے مراد حضرت مہدی رضی اللہ عنہ کا زمانہ ہے، علامہ قرطبی نے کہا: اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو دجال کے قتل ہونے کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ رہیں گے۔

لا تکاد تکذب

اس سے مراد یہ ہے کہ خواب جس طرح دیکھے گا اسی طرح واقع ہوگا تعبیر کی ضرورت نہیں ہوگی۔

انا اقول

اس سے مراد اس کے بعد والا جملہ ہے، یعنی ''وکان یقال الرویا ثلث'' امام محمد بن سیرین فرماتے ہیں کہ انہوں نے کہا کہ خواب کی تین قسمیں ہیں۔ اس کے قائل کون ہیں؟ کچھ لوگوں نے کہا کہ حضرت ابوہریرہ ہیں لیکن امام احمد اور امام ترمذی اور امام نسائی نے بالفاظ مختلفہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

الرویا ثلث فرویا حق و رویا یحدث بھا الرجل نفسه و رویا تخویف من الشیطان.

خواب تین ہیں: حق اور انسانی خیالات اور شیطان کا ڈرانا۔

مسلم، ابوداؤد اور ترمذی میں یوں ہے:

الرویا ثلث فرویا الصالحة بشری من الله.

خواب تین طرح کے ہیں اور اچھا خواب اللہ کی طرف سے بشارت ہے۔

بقیہ اس کے مثل ہے، انہیں تینوں میں حصر نہیں، احادیث پر نظر کرنے سے اور اقسام بھی ظاہر ہوتے ہیں۔

(۱) حدیث نفس، یہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے، (۲) "تلاعب من الشیطان" شیطان کا کھلنا جیسا کہ مسلم میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ ایک اعرابی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ میرا سر کاٹ لیا گیا ہے اور وہ لڑھکتا بھاگ رہا ہے۔ میں تیزی سے اس کے پیچھے دوڑ رہا ہوں۔ فرمایا: نیند میں شیطان جو کھیل کود کرے اسے کسی کو مت بتا، (۳) آدمی بیداری میں جن باتوں کے کرنے کا عادی ہے اسے خواب میں دیکھے جیسے کسی وقت اسے کھانے کی عادت تھی اور بغیر کھائے سو گیا۔ خواب میں دیکھا کہ وہ کھا رہا ہے جیسے کسی نے پیٹ بھر سے زائد کچھ کھالیا اور سو گیا، پھر دیکھا کہ وہ قے کر رہا ہے اور (۴) اضغاث احلام۔

و کان یکره الغل

یعنی ابن سیرین نے کہا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ خواب میں گلے میں طوق دیکھنے کو برا سمجھتے تھے اس لیے کہ یہ جہنمیوں کی سزاؤں میں سے ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: "اِذِ الْاَغْلٰلُ فِیْٓ اَعْنَاقِهِمْ" (المؤمن:۷۱) جب طوق ان کی گردنوں میں ہوں گے۔ اور کبھی اس کی تعبیر کفر ہے، وغیر ذٰلک۔

علامہ کرمانی نے فرمایا: "کان یقال" سے "فی الدین" تک کس کا قول ہے اس میں شارحین کا اختلاف ہے۔ کچھ لوگوں نے کہا کہ حضرت ابن سیرین کا قول ہے کچھ لوگوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے اور کچھ لوگوں نے کہا: "کان یکره الغل فی النوم" یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔

و کان یعجبهم

"و کان یعجبهم" سے مراد اہل تعبیر ہیں اور پھر "کان یقال القید ثبات فی الدین" یہ بھی معبرین کا قول ہے۔ مہلب نے کہا کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بھی ارشاد ہے۔ ابن ماجہ میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ہی سے مروی ہے کہ خواب میں طوق کو ناپسند کرتا ہوں اور بیڑی کو پسند کرتا ہوں۔

قال ابو عبد الله

یعنی امام بخاری نے فرمایا کہ غل یعنی طوق گردن ہی میں ہوگا۔ امام بخاری اس سے ان لوگوں کا رد کرنا چاہتے ہیں جو کہتے ہیں کہ ہتھکڑی اور بیڑی کو بھی غل کہتے ہیں، لیکن یہ رد صحیح نہیں۔ ابو علی قالی نے کہا کہ غل کے معنی ہتھکڑی ہے اور ابن سیدہ نے کہا کہ غل طوق اور ہتھکڑی دونوں کو کہتے ہیں۔

بَابٌ اِذَا رَاٰی اَنَّهٗ اَخْرَجَ الشَّیْءَ مِنْ كُوْرَةٍ، فَاَسْكَنَهٗ مَوْضِعًا اٰخَرَ (ص ۱۰۴۲)

جب یہ خواب دیکھے کہ اس نے کچھ کسی بستی یا علاقہ سے نکال کر دوسری جگہ رکھ دیا

۲۸۷۷ - عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ، عَنْ اَبِيْهِ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ رَاَيْتُ كَاَنَّ امْرَاَةً سَوْدَاءَ ثَائِرَةَ الرَّاْسِ، خَرَجَتْ مِنَ الْمَدِيْنَةِ، حَتّٰى قَامَتْ بِمَهْيَعَةَ. وَهِيَ الْجُحْفَةُ فَاَوَّلْتُ اَنَّ وَبَاءَ الْمَدِيْنَةِ نُقِلَ اِلَيْهَا.

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے خواب میں دیکھا گویا ایک کالی عورت پریشان بالوں والی مدینہ سے نکلی اور مہیعہ جا کر ٹھہری یعنی جحفہ میں۔ میں نے اس کی تعبیر یہ کی کہ مدینہ کی وبا جحفہ منتقل ہو گئی۔

(اس کے بعد دو طریقے سے نسائی' ابن ماجہ)

باب میں تھا ''اَخْرَجَ الشَّیْءَ'' یعنی یہ کہ کوئی چیز نکالی لیکن حدیث میں ہے ''خَرَجَتْ'' اس کے معنی ہیں نکلی' یہ اصل میں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کے دوسرے طریقہ میں جو ''اُخْرِجَتْ'' وارد ہے اس کی طرف اشارہ کیا ہے بلکہ اسی طریقہ میں ''خَرَجَتْ'' کی جگہ ''اُخْرِجَتْ'' عمدۃ القاری میں بھی ہے۔

مھیعۃ

اس کا دوسرا نام جحفہ ہے جو مصریوں کی میقات ہے۔ کتاب الحج میں حدیث گزری کہ اُمّ المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ ہم مدینہ جب آئے تو اس وقت تک وہ دنیا میں سب سے زیادہ وبا زدہ علاقہ تھا۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی تو اس کی وبا جحفہ منتقل ہو گئی۔ بعض شارحین نے فرمایا کہ جحفہ کی وباء کا یہ عالم ہے کہ شاید ہی کوئی بچہ وہاں جوان ہو پاتا ہے۔

بَابُ مَنْ كَذَبَ فِيْ حُلُمِهٖ (ص ۱۰۴۲)

جو جھوٹا خواب بیان کرے

۲۸۷۸- عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ' عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ تَحَلَّمَ بِحُلُمٍ لَمْ يَرَهُ كُلِّفَ اَنْ يَعْقِدَ بَيْنَ شَعِيْرَتَيْنِ' وَلَنْ يَفْعَلَ' وَمَنِ اسْتَمَعَ اِلٰى حَدِيْثِ قَوْمٍ' وَهُمْ لَهٗ كَارِهُوْنَ' اَوْ يَفِرُّوْنَ مِنْهُ صُبَّ فِيْ اُذُنَيْهِ الْاٰنُكُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَمَنْ صَوَّرَ صُوْرَةً عُذِّبَ' وَكُلِّفَ اَنْ يَّنْفُخَ فِيْهَا' وَلَيْسَ بِنَافِخٍ.

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے ایسا خواب بیان کیا جسے دیکھا نہ ہو تو اس کو قیامت کے دن حکم دیا جائے گا کہ جو کے دو دانوں کے درمیان گرہ لگائے لیکن وہ اس کو نہ لگا سکے گا اور جس نے ان لوگوں کی بات سنی جو اپنی بات سننے کو اچھا نہ سمجھتے تھے یا اس سے بچتے تھے تو اس کے کانوں میں قیامت کے دن سیسہ پگھلا کر ڈالا جائے گا اور جس نے تصویر بنائی اس کو عذاب دیا جائے گا اور یہ حکم دیا جائے گا کہ اُس تصویر میں روح ڈالے لیکن وہ ڈال نہ سکے گا۔

وَمَنِ اسْتَمَعَ

مطلب یہ ہے کہ اگر کچھ لوگ راز کی بات کر رہے ہوں جسے لوگوں سے چھپانا چاہتے ہوں تو اس کا سننا جائز نہیں۔ ''يفرّون'' سے مراد یہی ہے کہ اس بات کو چھپانا چاہتے ہوں۔ جھوٹے خواب پر اتنی سخت وعید اس بناء پر ہے کہ یہ حقیقت میں اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھنا ہے اس لیے کہ خواب اللہ تعالیٰ ہی دکھاتا ہے۔

تکلیف مالایطاق جائز نہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ''لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا'' (البقرۃ:۲۸۶) لیکن اس سے مراد یہ ہے کہ بندے کو ایسا حکم دینا کہ یہ کرو جو بندے کی وسعت میں نہ ہو جائز نہیں۔ یعنی محال چیز کی تکلیف کی تشریع' اور یہاں دو جو کے درمیان گرہ لگانا اور تصویر میں جان ڈالنا بطور عذاب ہے بطور تشریع نہیں۔

ت ۸۴۱- وَقَالَ قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا اَبُوْ عَوَانَةَ' عَنْ قَتَادَةَ' عَنْ عِكْرِمَةَ' عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَوْلَهٗ مَنْ كَذَبَ فِيْ رُؤْيَاهُ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا: جو اپنے خواب میں جھوٹ بولے۔

مطلب یہ ہے کہ بطریق قتادہ یہی حدیث حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے موقوفاً مروی ہے جس کا لفظ یہ ہے: ''مَنْ كَذَبَ فِيْ رُؤْيَاهُ''۔

ت ۸۴۲- قَالَ سُفْيَانُ وَصَلَهٗ لَنَا اَيُّوْبُ.

سفیان بن عیینہ کہتے ہیں کہ ایوب نے ہم سے اس حدیث کو

سند متصل کے ساتھ بیان کیا۔

(ابوداؤد۔ کتاب الادب' ترمذی۔ کتاب اللباس والرؤیا' نسائی۔ کتاب الزینۃ' ابن ماجہ۔ کتاب تعبیر الرؤیا)

ت ۸۴۳ - وَقَالَ شُعْبَةُ عَنْ اَبِیْ هَاشِمِ الرُّمَّانِیِّ سَمِعْتُ عِكْرِمَةَ قَالَ اَبُوْ هُرَيْرَةَ قَوْلَهٗ مَنْ صَوَّرَ، وَمَنْ تَحَلَّمَ، وَمَنِ اسْتَمَعَ.

اور شعبہ نے ابو ہاشم الرمانی سے روایت کرتے ہوئے کہا کہ میں نے عکرمہ سے سنا' حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا: جس نے تصویر بنائی اور جس نے جھوٹا خواب بیان کیا اور جس نے دوسرے کی بات سنی۔

مستملی اور سرخسی کی روایت میں عن ابن ہشام ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ یہ غلط ہے صحیح ابو ہاشم ہے۔ علامہ عینی نے فرمایا کہ یہ تینوں طریقے معلق موقوف ہیں۔ اول قتیبہ سے مروی ہے جس میں عن عکرمہ ہے۔ دوسرے شعبہ سے جس میں ''سمعت عکرمة'' ہے۔ تیسرے ''قال ابوهريرة''۔ فرق یہ ہے کہ پہلے اور دوسرے میں ''من كذب فی رؤياه'' ہے اور دوسرے میں ''من تَحَلَّمَ'' ہے۔

۲۸۷۹ - عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مِنْ اَفْرَى الْفِرٰى اَنْ يُّرِىَ عَيْنَيْهِ مَا لَمْ تَرَ.

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سب سے بڑھ کر جھوٹ یہ ہے کہ کوئی اپنی آنکھ کا دیکھنا وہ بیان کرے جو اس کی آنکھوں نے نہیں دیکھا ہے۔

''مِنْ اَفْرَى الْفِرٰى''...... ''اَفْرٰى''، ''فَرْیٌ'' سے اسم تفضیل ہے اور ''فِرٰى''، ''فِرْيَةٌ'' کی جمع ہے۔ ''فِرْيَةٌ'' کے معنی ہیں ایسا بڑا جھوٹ جس پر لوگوں کو تعجب ہو۔

''ان يُرِىَ''...... یہ رویت کے باب افعال ''اَلْاِرَاءَةُ'' سے مضارع معروف کا صیغہ ہے۔ مراد یہ ہے کہ جو خواب نہ دیکھا ہو اس کو بیان کرے کہ میں نے دیکھا ہے۔ اس کو تمام جھوٹوں سے بڑا جھوٹ اس لیے شمار کیا گیا کہ اللہ عز وجل پر بہتان ہے جیسا کہ گزرا۔

بَابٌ اِذَا رَاٰى مَا يَكْرَهُ فَلَا يُخْبِرْ بِهَا وَلَا يَذْكُرْهَا (ص ۱۰۴۳)

جب ناپسندیدہ خواب دیکھے تو نہ کسی کو بتائے اور نہ کسی سے ذکر کرے

۲۸۸۰ - سَمِعْتُ اَبَا سَلَمَةَ يَقُوْلُ لَقَدْ كُنْتُ اَرَى الرُّؤْيَا فَتُمْرِضُنِیْ، حَتّٰى سَمِعْتُ اَبَا قَتَادَةَ يَقُوْلُ وَاَنَا كُنْتُ لَاَرَى الرُّؤْيَا تُمْرِضُنِیْ، حَتّٰى سَمِعْتُ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ الرُّؤْيَا الْحَسَنَةُ مِنَ اللّٰهِ، فَاِذَا رَاٰى اَحَدُكُمْ مَا يُحِبُّ فَلَا يُحَدِّثْ بِهٖ اِلَّا مَنْ يُّحِبُّ، وَاِذَا رَاٰى مَا يَكْرَهُ فَلْيَتَعَوَّذْ بِاللّٰهِ مِنْ شَرِّهَا، وَمِنْ شَرِّ الشَّيْطَانِ، وَلْيَتْفِلْ ثَلَاثًا، وَلَا يُحَدِّثْ بِهَا اَحَدًا، فَاِنَّهَا لَنْ تَضُرَّهٗ.

ابو سلمہ کہتے تھے کہ میں کوئی خواب دیکھتا تو بیمار ہو جاتا تھا' یہاں تک کہ میں نے حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ میں خواب دیکھتا تو وہ مجھے بیمار کر دیتا یہاں تک کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ اچھا خواب اللہ کی طرف سے ہے۔ جب تم میں سے کوئی پسندیدہ خواب دیکھے تو اسی سے بیان کرے جو اس سے محبت کرتا ہے اور جب برا خواب دیکھے تو اس کے شر سے اور شیطان کے شر سے اللہ کی پناہ مانگے اور تین بار تھوکے اور کسی سے بیان نہ کرے' پھر وہ کوئی ضرر نہیں دے گا۔

کچھ اختصار کے ساتھ یہ حدیث پہلے گزر چکی ہے' یہاں کچھ تفصیل زیادہ ہے۔ بات یہ ہے کہ خواب پہلی بار جس سے بیان کیا

جائے اور وہ کوئی تعبیر بتائے وہ ہو کے رہتی ہے جیسا کہ حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''الرویا لاوّل عابر'' خواب پہلی تعبیر بتانے والے کے مطابق واقع ہوتا ہے اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ خواب صرف عالم یا اپنے مخلص کے سامنے بیان کرو۔

اقول وھو المستعان: یہ قاعدہ کلیہ نہیں کہ پہلی تعبیر بتانے والے کی تعبیر ہی کے مطابق خواب واقع ہو۔ یہ اس وقت ہے جب پہلی تعبیر بتانے والے نے صحیح تعبیر بتائی ہو۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ پہلی تعبیر بتانے والا خطا کرے جیسا کہ خود امام بخاری نے اس کے بعد باب کا عنوان قائم کیا ہے کہ جو اس کا قائل نہ ہو کہ خواب پہلی تعبیر بتانے والے کے لیے ہے اگر وہ تعبیر صحیح نہ بتائے۔ اس کے تحت حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی وہ حدیث ذکر فرمائی ہے کہ ایک شخص نے حضور اقدس ﷺ سے ایک لمبا خواب بیان کیا اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے حضور سے اجازت لے کر اس کی تعبیر بتائی اور پھر حضور سے پوچھا: یا رسول اللہ! میں نے صحیح تعبیر بتائی یا کوئی غلطی کی تو حضور نے ارشاد فرمایا: کچھ صحیح بتائی اور کچھ میں تم نے خطا کی۔

بَابُ مَنْ لَمْ يَرَ الرُّؤْيَا لِأَوَّلِ عَابِرٍ إِذَا لَمْ يُصِبْ (ص ۱۰۴۳)

جو یہ اعتقاد نہ رکھے کہ تعبیر پہلے معبّر کے لیے ہے جب وہ صحیح تعبیر نہ بتائے

توضیح

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ایک حدیث مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اَلرُّؤْيَا لِأَوَّلِ عَابِرٍ'' خواب پہلی تعبیر بتانے والے کے مطابق ہوتا ہے۔

باب کا عنوان قائم کر کے حضرت امام بخاری یہ بتانا چاہتے ہیں کہ یہ حدیث ضعیف ہے لیکن اس حدیث کے شواہد ہیں۔ ابو داؤد اور ترمذی اور ابن ماجہ میں سند حسن کے ساتھ اور حاکم نے افادۂ تصحیح کے ساتھ ابو رزین اور عقیلی نے مرفوعاً روایت فرمایا۔

اَلرُّؤْيَا عَلٰى رِجْلِ طَائِرٍ مَا لَمْ تُعْبَرْ فَإِذَا عُبِّرَتْ وَقَعَتْ.

خواب چڑیا کے پیر پر ہے جب تک تعبیر نہ بیان کی جائے اور جب تعبیر بیان کر دی جاتی ہے تو واقع ہو کر رہتا ہے۔

ابو داؤد کا لفظ اور ترمذی کی روایت میں ''سَقَطَتْ'' ہے۔ اس کی تائید میں بہت سے آثار ہیں، لیکن حضرت امام بخاری اس باب کے ضمن میں جو حدیث لائے ہیں اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اگر پہلی تعبیر بتانے والے نے صحیح بتایا تو ٹھیک ہے لیکن اگر اس نے تعبیر بتانے میں خطا کی تو صحیح نہیں، اس لیے یہ تخصیص کرنا ضروری ہے کہ اگر پہلی تعبیر بتانے والے نے صحیح تعبیر بتائی ہے تو خواب اسی کے مطابق ہوگا لیکن اگر اس نے تعبیر بتانے میں خطا کی تو اس کے مطابق واقع نہ ہوگا۔

۲۸۸۱- ح: [إِشَارَةٌ إِلٰى خِلَافَةِ الْخُلَفَاءِ الثَّلَاثَةِ]

خلفاء ثلاثہ کی خلافت کی طرف اشارہ

۲۸۸۱- اَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا كَانَ يُحَدِّثُ اَنَّ رَجُلًا اَتٰى رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اِنِّيْ رَاَيْتُ اللَّيْلَةَ فِي الْمَنَامِ ظُلَّةً تَنْطُفُ السَّمْنَ وَالْعَسَلَ، فَاَرَى النَّاسَ يَتَكَفَّفُوْنَ مِنْهَا، فَالْمُسْتَكْثِرُ وَالْمُسْتَقِلُّ،

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما حدیث بیان کرتے تھے کہ ایک شخص رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور بیان کیا کہ میں نے آج رات خواب میں ایک چھتری دیکھی جس سے گھی اور شہد ٹپک رہا ہے۔ میں لوگوں کو دیکھ رہا ہوں کہ اپنی ہتھیلیوں میں

وَاِذَا سَبَبٌ وَاصِلٌ مِّنَ الْاَرْضِ اِلَی السَّمَاءِ، فَاَرَاکَ اَخَذْتَ بِهٖ فَعَلَوْتَ، ثُمَّ اَخَذَ بِهٖ رَجُلٌ اٰخَرُ فَعَلَا بِهٖ، ثُمَّ اَخَذَ بِهٖ رَجُلٌ اٰخَرُ فَعَلَا بِهٖ، ثُمَّ اَخَذَ بِهٖ رَجُلٌ اٰخَرُ فَانْقَطَعَ ثُمَّ وُصِلَ. فَقَالَ اَبُوْ بَکْرٍ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، بِاَبِیْ اَنْتَ، وَاللّٰهِ لَتَدَعَنِّیْ فَاَعْبُرَهَا، فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اُعْبُرْ. قَالَ اَمَّا الظُّلَّةُ فَالْاِسْلَامُ، وَاَمَّا الَّذِیْ یَنْطِفُ مِنَ الْعَسَلِ وَالسَّمْنِ فَالْقُرْاٰنُ، حَلَاوَتُهٗ تَنْطُفُ، فَالْمُسْتَکْثِرُ مِنَ الْقُرْاٰنِ وَالْمُسْتَقِلُّ، وَاَمَّا السَّبَبُ الْوَاصِلُ مِنَ السَّمَاءِ اِلَی الْاَرْضِ فَالْحَقُّ الَّذِیْ اَنْتَ عَلَیْهِ، تَاْخُذُ بِهٖ فَیُعْلِیْکَ اللّٰهُ، ثُمَّ یَاْخُذُ بِهٖ رَجُلٌ مِّنْ بَعْدِکَ فَیَعْلُوْ بِهٖ، ثُمَّ یَاْخُذُ بِهٖ رَجُلٌ اٰخَرُ فَیَعْلُوْ بِهٖ، ثُمَّ یَاْخُذُهٗ رَجُلٌ اٰخَرُ فَیَنْقَطِعُ بِهٖ، ثُمَّ یُوَصَّلُ لَهٗ فَیَعْلُوْ بِهٖ، فَاَخْبِرْنِیْ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، بِاَبِیْ اَنْتَ، اَصَبْتُ اَمْ اَخْطَاْتُ؟ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَصَبْتَ بَعْضًا وَاَخْطَاْتَ بَعْضًا. قَالَ فَوَاللّٰهِ لَتُحَدِّثَنِّیْ بِالَّذِیْ اَخْطَاْتُ، قَالَ لَا تُقْسِمْ.

(مسلم۔ کتاب التعبیر، ابوداؤد۔ کتاب الایمان والنذور، نسائی، ابن ماجہ۔ کتاب الرؤیا)

لے رہے ہیں، کچھ زیادہ لینے والے ہیں اور کچھ کم لینے والے۔ اچانک میں نے دیکھا کہ ایک رسی زمین سے آسمان تک تنی ہوئی ہے۔ میں نے حضور کو دیکھا کہ حضور نے اس کو پکڑا اور اوپر چڑھ گئے، پھر دوسرے شخص نے پکڑا اور وہ اوپر چڑھ گیا، پھر دوسرے شخص نے پکڑا اور اوپر چڑھ گیا، پھر دوسرے شخص نے پکڑا تو وہ کٹ گئی، پھر جوڑ دی گئی۔ یہ خواب سن کر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یارسول اللہ! میرا باپ آپ پر قربان، آپ کو اللہ کی قسم! مجھے چھوڑ دیجئے، میں اس کی تعبیر بیان کرتا ہوں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تعبیر بیان کر۔ حضرت ابوبکر نے کہا: چھتری اسلام ہے اور اس سے جو شہد اور گھی ٹپک رہا ہے یہ قرآن ہے، اس کی حلاوت ٹپک رہی ہے، کچھ زیادہ قرآن لینے والے ہیں کچھ کم، اور زمین سے آسمان تک تنی ہوئی رسی وہ حق ہے، جس پر آپ ہیں۔ آپ اسے پکڑے رہیں گے یہاں تک کہ اللہ آپ کو بلالے گا، پھر حضور کے بعد دوسرا شخص پکڑے گا اور اس کے ذریعہ اوپر چلا جائے گا، پھر دوسرا شخص پکڑے گا اور اس کے ذریعہ اوپر چلا جائے گا، پھر دوسرا شخص پکڑے گا اور وہ کٹ جائے گی، پھر اس کو جوڑ دیا جائے گا جس کے ذریعہ وہ اوپر چلا جائے گا۔ اب مجھے بتایئے یارسول اللہ! آپ پر میرے ماں باپ قربان! میں نے صحیح تعبیر بتائی ہے یا کچھ خطا کی؟ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کچھ تم نے ٹھیک بتایا اور کچھ میں خطا کی۔ عرض کیا: آپ کو اللہ کی قسم یا رسول اللہ! مجھے بتایئے میں نے کیا خطا کی۔ فرمایا: قسم نہ دے۔

ظُلَّةٌ

ہر وہ چیز جو دھوپ سے بچائے، چھتری یا چھپر کچھ بھی ہو، یہاں مراد یہ ہے کہ ایک بادل نظر آیا جو چھتری کی طرح تھا۔

خواب میں یہ تھا کہ اس چھتری سے گھی اور شہد ٹپک رہا ہے مگر حضرت صدیق اکبر کی تعبیر میں اس روایت میں صرف حلاوت کا ذکر ہے لیکن دوسرے طرق میں یہ ہے:

اَمَّا الْعَسَلُ وَالسَّمْنُ فَالْقُرْاٰنُ فِیْ حَلَاوَةِ الْعَسَلِ وَلِیْنِ السَّمْنِ. شہد اور گھی قرآن کی حلاوت اور اس کی نرمی ہیں۔

قرآن کے اندر شہد کی مٹھاس ہے اور گھی کی لینت جیسے شہد کے بارے میں وارد ہے "فِیْهِ شِفَاءٌ لِّلنَّاسِ" (نحل:۶۹) اسی طرح گھی کے بارے میں بھی ایک حدیث ہے "اَنَّ فِی السَّمْنِ شِفَاءٌ" گھی میں شفاء ہے۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اسی رسی کو پکڑنے والے حضرت صدیق اکبر ہیں۔ پھر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور "فَانْقَطَعَ" سے

مراد یہ ہے کہ قریب تھا کہ رسی کٹ جاتی۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے یہی مطالبہ تھا کہ خلافت سے دستبردار ہو جایئے مگر انہوں نے فرمایا: میں اس سے دستبردار نہیں ہو سکتا کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ تم کو ایک کرتہ پہنائے گا' لوگ اتروانا چاہیں گے تم مت اتارنا۔ اس پر بلوائیوں نے ان کے ساتھ جو سختیاں کیں اس پر صبر کرنا آسان کام نہیں تھا۔ حالات ایسے تھے کہ اگر کوئی دوسرا ہوتا تو شاید خلافت سے دستبردار ہو جاتا لیکن آپ ثابت قدم رہے یہاں تک کہ شہادت پائی۔ اس لیے "فانقطع ثم وصل" سے مراد یہی ہے کہ قریب تھا کہ رسی کٹ جاتی مگر جڑی رہی۔

اس حدیث میں صرف "ثم وصل" ہے' اس سے حضرت امام قاضی عیاض تک کو یہ شبہہ ہوا کہ "ثم وصل" سے مراد حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت ہے اور "فانقطع" سے مراد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت' لیکن علامتین جلیلیتین عسقلانی اور عینی اس پر متفق ہیں کہ اس سے مراد صرف حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ ہیں اس لیے کہ خود بخاری میں ابوذر اور نسفی کی روایت میں "وصل لہ" پھر مسلم میں' ترمذی میں' نسائی میں' ابن ماجہ میں' مسند امام احمد میں' دارمی میں' ابوعوانہ میں' سب میں ہے اور سلمان بن کثیر کی روایت میں "فَوُصِلَ لَہُ فَاتَّصَلَ" ہے' اس لیے متعین ہے کہ اس سے مراد حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ ہی ہیں۔ امیر المؤمنین مولی المسلمین حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ذکر اس خواب میں نہیں۔

بعض شارحین نے بطور احتمال یہ ذکر کیا ہے کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے اس خواب کی تعبیر میں یہ خطا ہوئی ہے۔ میں اس کو بلا ضرورت سمجھتا ہوں اور سوء ادب کا بھی پہلو ہے' حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو قسم دلائی پھر بھی حضور نے ان کی قسم پوری نہیں فرمائی بلکہ منع فرمادیا کہ قسم مت دے حالانکہ قسم پوری کرنے کا حکم خود حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے دیا ہے۔ اس کی توجیہ یہ ہے کہ ہر قسم پوری کرنی ضروری نہیں۔ خواب کی تعبیر واضح طور پر بیان کرنے میں کوئی ایسی بات رہی ہو جس کا ظاہر کرنا اچھا نہیں تھا اس لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمادیا۔ "لَا تُقْسِمْ" کی توجیہ میں بعض حضرات نے فرمایا کہ دوبارہ قسم مت دینا لیکن اس کی ضرورت نہیں۔ محاورہ ہے کہ جب کوئی شخص کسی کام کے لیے قسم دیتا ہے اور مخاطب یہی مصلحت جانتا ہے کہ یہ کام نہیں کرنا ہے تو کہتے ہیں: قسم مت دے۔

اس حدیث میں یہ اختلاف ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے یا حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے یا دونوں حضرات سے اسی طرح مروی ہے کہ حضرت ابن عباس حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہم سے روایت کرتے ہیں جس کی تفصیل باب رؤیا اللیل میں گزر چکی ہے بہرحال جس طرح بھی روایت ہو یہ مراسیل صحابہ سے ہے اس لیے کہ مسلم میں تصریح ہے کہ احد سے پلٹنے کے وقت یہ خواب دیکھنے والے صاحب حاضر ہوئے تھے اور غزوۂ احد شوال ۳ھ میں ہوا ہے۔ اس وقت نہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما مدینہ طیبہ میں تھے نہ حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما ہجرت سے تین سال پہلے پیدا ہوئے تھے اور غزوۂ احد کے وقت مکہ معظمہ میں تھے اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ غزوۂ خیبر کے موقع پر خدمت اقدس میں حاضر ہوئے تھے اور مراسیل صحابہ بالاتفاق حجت ہیں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

۹۳ - کِتَابُ الْفِتَنِ (ص ۱۰۴۵)

[فتنوں کا بیان]

توضیح

یہ فتنہ کی جمع ہے۔ اس کے اصل معنی آزمائش کے ہیں جیسا کہ قرآن مجید میں ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بارگاہ خداوندی میں عرض کیا: ''اِنْ هِیَ اِلَّا فِتْنَتُكَ'' (الاعراف: ۱۵۵) یہ تیری ہی آزمائش ہے۔ چونکہ آزمائش میں کچھ مشقت، شدت اور تکلیف ضرور ہوتی ہے، اس لیے اس کا عام استعمال عذاب، رسوائی، مشقت اور ناپسندیدہ امور میں ہوتا ہے یا ان کے اسباب میں اگر کوئی رنج والم من جانب اللہ ہو یا دین کے معاملہ میں ہو تو وہ محمود ہے، اور اگر دین کے لیے نقصان دہ ہو یا مسلمانوں کے لیے اذیت، اضطراب، بربادی کا باعث ہو تو مذموم۔

بَابُ قَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَتَرَوْنَ بَعْدِيْ اُمُوْرًا تُنْكِرُوْنَهَا (ص ۱۰۴۵)

تم لوگ میرے بعد کچھ ایسی باتیں دیکھو گے جو تمہیں ناپسند ہوں گی

توضیح

یہ حدیث کا جزء ہے جسے امام بخاری نے علامات نبوت اور پھر اس باب کے ضمن میں ذکر کیا ہے۔ اس کی پوری توضیح علامات نبوت میں گزر چکی ہے۔

۲۸۸۲- ح: [مَنْ فَارَقَ الْجَمَاعَةَ شِبْرًا فَمَاتَ مِيْتَةً جَاهِلِيَّةً]

جو جماعت سے بالشت بھر بھی جدا ہو، وہ جاہلیت کی موت مرے گا

۲۸۸۲ - سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ رَاٰى مِنْ اَمِيْرِهٖ شَيْئًا يَكْرَهُهٗ فَلْيَصْبِرْ عَلَيْهِ فَاِنَّهٗ مَنْ فَارَقَ الْجَمَاعَةَ شِبْرًا فَمَاتَ، اِلَّا مَاتَ مِيْتَةً جَاهِلِيَّةً.

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: جس نے اپنے امیر کی طرف سے کوئی بات دیکھی اور وہ اسے ناپسند ہو تو وہ صبر کرے اس لیے کہ جو شخص شریعت سے ایک بالشت بھی جدا ہوا اور اسی پر مر گیا تو وہ جاہلیت کی موت مرے گا۔

(بخاری۔ کتاب الاحکام۔ باب: السمع والطاعۃ للعام ص ۱۰۵۷، مسلم۔ کتاب المغازی)

یعنی بلا وجہ شرعی سلطان اسلام سے بغاوت حرام ہے۔ اس کی تفصیل کتب فقہ اور عقائد میں مذکور ہے۔ سلطان جب تک اسلام سے خارج نہ ہو جائے یا گمراہی پھیلانے کی بزور شمشیر کوشش نہ کرے اس کے خلاف اعلانِ جنگ کی اجازت نہیں۔

جاہلیت کی موت سے مراد یہ ہے کہ وہ گناہ گار ہو کر مرا۔ یہ مراد نہیں کہ وہ کافر ہو گیا۔

۲۸۸۳- عَنْ جُنَادَةَ بْنِ اَبِيْ اُمَيَّةَ قَالَ دَخَلْنَا عَلٰى عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ وَهُوَ مَرِيْضٌ، قُلْنَا اَصْلَحَكَ اللّٰهُ، حَدِّثْ بِحَدِيْثٍ يَنْفَعُكَ اللّٰهُ بِهٖ، سَمِعْتَهٗ مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ دَعَانَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَبَايَعْنَاهُ.

جنادہ بن امیہ نے کہا: ہم حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کے پاس حاضر ہوئے، وہ مریض تھے۔ ہم نے ان سے عرض کیا: اللہ تعالیٰ آپ کو صلاح بخشے ہم سے کوئی حدیث بیان فرمائیے جس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ آپ کو نفع عطا فرمائے جسے آپ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہو۔ انہوں نے کہا: ہمیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بلایا تو ہم نے حضور سے بیعت کی۔

فَقَالَ فِيْمَا اَخَذَ عَلَيْنَا اَنْ بَايَعَنَا عَلَى السَّمْعِ وَالطَّاعَةِ، فِيْ مَنْشَطِنَا وَمَكْرَهِنَا، وَعُسْرِنَا وَيُسْرِنَا وَاَثَرَةٍ عَلَيْنَا، وَاَنْ لَّا نُنَازِعَ الْاَمْرَ اَهْلَهٗ، اِلَّا اَنْ تَرَوْا كُفْرًا بَوَاحًا، عِنْدَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ فِيْهِ بُرْهَانٌ.

(مسلم۔ کتاب المغازی)

حضور نے ہم سے امیر کی بات سننے اور ماننے پر بیعت لی، ہمیں وہ بات پسند ہو یا ناپسند، ہم تنگی میں ہوں یا کشائش میں، اگرچہ ہم پر دوسروں کو ترجیح دی جاتی ہو، اور حکومت اہل کے ہاتھ میں ہو تو اس سے نزاع نہ کریں، مگر یہ کہ تم خالص کفر دیکھو جس پر تمہارے پاس اللہ کی طرف سے برہان ہو۔

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ اگر سلطانِ اسلام یا خلیفہ اسلام فسق و فجور اور معاصی میں مبتلا ہو جائے تو اس سے جنگ جائز نہیں اور جب کفر سرزد ہو اور استطاعت ہو تو واجب ہے، البتہ ابتداءً فاسق معلن کو خلیفہ بنانا جائز نہیں۔

بَابُ ظُهُوْرِ الْفِتَنِ (ص۱۰۴۶)

فتنوں کا ظاہر ہونا

۲۸۸۴- عَنْ شَقِيْقٍ قَالَ كُنْتُ مَعَ عَبْدِ اللّٰهِ وَاَبِيْ مُوْسٰى فَقَالَا قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ بَيْنَ يَدَيِ السَّاعَةِ لَاَيَّامًا يَنْزِلُ فِيْهَا الْجَهْلُ، وَيُرْفَعُ فِيْهَا الْعِلْمُ، وَيَكْثُرُ فِيْهَا الْهَرْجُ. وَالْهَرْجُ الْقَتْلُ.

شقیق نے کہا: میں حضرت عبداللہ بن مسعود اور حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہما کی خدمت میں تھا کہ دونوں نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت سے پہلے ایک زمانہ ایسا آئے گا جس میں جہالت اُتر آئے گی اور علم اُٹھا لیا جائے گا اور اس میں قتل بہ کثرت ہوگا۔

جہل کے اتارنے سے مراد یہ ہے کہ علم دین سے لوگ بے بہرہ ہوں گے اور علم اٹھانے سے مراد یہ ہے کہ علماء باقی نہ رہیں گے۔ ''ہرج'' حبشی زبان کا کلمہ ہے اس کے معنی قتل کے ہے۔ یہ حدیث حضرت عبداللہ بن مسعود اور حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہما دونوں سے مروی ہیں، اور بعض روایتوں میں صرف حضرت ابوموسیٰ سے اور بعض روایتوں میں صرف حضرت عبداللہ بن مسعود سے۔

ت ۸۴۴- قَالَ ابْنُ مَسْعُوْدٍ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مِنْ شِرَارِ النَّاسِ مَنْ تُدْرِكُهُمُ السَّاعَةُ وَهُمْ اَحْيَاءٌ.

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ آپ فرماتے تھے کہ بدترین لوگ وہ ہیں جن کی زندگی میں قیامت آئے۔

یہ سابق سند کے ساتھ مروی ہے تعلیق نہیں۔ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ قیام قیامت کے وقت روئے زمین پر کوئی مسلمان نہیں

رہے گا' صرف کافروں پر قیامت آئے گی۔ نیز اس حدیث سے ثابت ہوا کہ کفار و منافقین بدترین مخلوق ہیں۔

ابن بطال نے کہا کہ یہ باعتبار اغلب و اکثر کے ہے ورنہ قیام قیامت کے وقت بھی کچھ مسلمان حق پر رہیں گے جس کی دلیل یہ حدیث ہے کہ فرمایا:

لَا يَزَالُ طَائِفَةٌ مِنْ اُمَّتِيْ مَنْصُوْرِيْنَ لَا يَضُرُّهُمْ مَنْ خَذَلَهُمْ حَتّٰى يَقُوْمَ السَّاعَةُ.

میری امت کا ایک گروہ ہمیشہ فتح یاب رہے گا' اس کے مخالفین اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکیں گے یہاں تک کہ قیامت قائم ہو گی۔

بَابٌ لَا يَاْتِيْ زَمَانٌ اِلَّا الَّذِيْ بَعْدَهٗ شَرٌّ مِنْهُ (ص۱۰۴۷)

ہر بعد والا زمانہ پہلے سے بدتر ہوگا

۲۸۸۵ - عَنِ الزُّبَيْرِ بْنِ عَدِيٍّ قَالَ اَتَيْنَا اَنَسَ بْنَ مَالِكٍ' فَشَكَوْنَا اِلَيْهِ مَا نَلْقٰى مِنَ الْحَجَّاجِ' فَقَالَ اِصْبِرُوْا' فَاِنَّهٗ لَا يَاْتِيْ عَلَيْكُمْ زَمَانٌ اِلَّا الَّذِيْ بَعْدَهٗ شَرٌّ مِّنْهُ' حَتّٰى تَلْقَوْا رَبَّكُمْ' سَمِعْتُهٗ مِنْ نَبِيِّكُمْ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. (ترمذی۔ کتاب الفتن)

زبیر بن عدی نے کہا کہ ہم حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ ہم نے ان سے حجاج کے مظالم کی شکایت کی تو فرمایا: صبر کرو اس لیے کہ ہر بعد والا زمانہ پہلے سے بدتر آئے گا یہاں تک کہ تم اپنے پروردگار سے ملاقات کرو گے۔ میں نے اس کو تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے۔

امام شعبی نے فرمایا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ جب کسی مجرم کو پکڑتے تو اسے لوگوں کے سامنے کھڑا کر دیتے اور اس کا عمامہ اتار دیتے۔ ان کے بعد بھی ایک زمانہ تک یہی رہا۔ جب زیاد والی ہوا تو اس نے کوڑوں کی سزا دی۔ اس کے بعد مصعب بن زبیر نے ڈاڑھی مونڈھنے کی سزا دی۔ بشر بن مروان نے مجرم کی ہتھیلی میں کیل ٹھونکی' لیکن جب حجاج آیا تو اس نے کہا: یہ سب کھیل ہے۔ اس نے تلوار سے کام لیا۔

بَابُ قَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ حَمَلَ عَلَيْنَا السِّلَاحَ فَلَيْسَ مِنَّا (ص۱۰۴۷)

جو ہم پر ہتھیار اٹھائے وہ ہم میں سے نہیں

۲۸۸۶- عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ حَمَلَ عَلَيْنَا السِّلَاحَ فَلَيْسَ مِنَّا. (مسلم۔ کتاب الایمان' نسائی۔ کتاب المحاربہ)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو ہم پر ہتھیار اٹھائے وہ ہم میں سے نہیں۔

۲۸۸۷- عَنْ اَبِيْ مُوْسٰى' عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ حَمَلَ عَلَيْنَا السِّلَاحَ فَلَيْسَ مِنَّا.

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو ہم پر ہتھیار اٹھائے وہ ہم میں سے نہیں۔
(مسلم۔ کتاب الایمان' ترمذی۔ کتاب الحدود' ابن ماجہ۔ کتاب الحدود)

اس سے مراد یہ ہے کہ بلاوجہ شرعی ناحق کسی مسلمان سے لڑنے کے لیے ہتھیار اٹھائے۔ "فلیس منا" سے مراد یہ ہے کہ وہ ہمارے طریقہ پر نہیں۔

۲۸۸۸ - عَنْ هَمَّامٍ سَمِعْتُ اَبَا هُرَيْرَةَ' عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يُشِيْرُ اَحَدُكُمْ عَلٰى اَخِيْهِ

ہمام سے روایت ہے کہ میں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں سے کوئی اپنے بھائی پر ہتھیار

بِالسِّلَاحِ، فَإِنَّهُ لَا يَدْرِي، لَعَلَّ الشَّيْطَانَ يَنْزِعُ فِي يَدِهِ، فَيَقَعُ فِي حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ۔ سے اشارہ نہ کرے اس لیے کہ وہ نہیں جانتا شاید شیطان اس کے ہاتھ میں کونچا مار دے اور وہ جہنم کے گڑھے میں گر جائے۔

شروع سند میں تھا: ''حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ''۔ یہ محمد کون ہیں؟ علامہ کرمانی اور ابوعلی جبائی نے فرمایا: یہ محمد بن یحییٰ ذہلی ہیں اور علامہ ابن حجر عسقلانی نے فرمایا کہ اس کا بھی احتمال ہے کہ وہ محمد بن رافع ہوں اس لیے کہ مسلم کتاب الادب میں انہیں سے مروی ہے۔

حدیث کا مطلب یہ ہے کہ کسی مسلمان کی طرف ہتھیار سے اشارہ کیا اور کسی وجہ سے وہ ہتھیار مسلمان کو لگ گیا جس سے وہ زخمی ہو گیا یا مر گیا تو اشارہ کرنے والا مجرم ہوگا۔ اس کے بہت سے قصے ہیں۔ لوگوں نے بندوق خالی سمجھ کر اٹھائی اور چلا دی اور انسان مر گیا۔

ترمذی میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ہی سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو اپنے بھائی کی جانب لوہے سے اشارہ کرے اس پر فرشتے لعنت کرتے ہیں۔

بَابٌ إِذَا الْتَقَى الْمُسْلِمَانِ بِسَيْفَيْهِمَا (ص ۱۰۴۸)

جب دو مسلمان اپنی تلواروں کے ساتھ بھڑیں

۲۸۸۹- حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ رَجُلٍ لَمْ يُسَمِّهِ، عَنِ الْحَسَنِ قَالَ خَرَجْتُ بِسِلَاحِي لَيَالِيَ الْفِتْنَةِ، فَاسْتَقْبَلَنِي أَبُو بَكْرَةَ فَقَالَ أَيْنَ تُرِيدُ؟ قُلْتُ أُرِيدُ نُصْرَةَ ابْنِ عَمِّ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا تَوَاجَهَ الْمُسْلِمَانِ بِسَيْفَيْهِمَا فَكِلَاهُمَا مِنْ أَهْلِ النَّارِ. قِيلَ فَهٰذَا الْقَاتِلُ، فَمَا بَالُ الْمَقْتُولِ؟ قَالَ إِنَّهُ أَرَادَ قَتْلَ صَاحِبِهِ. قَالَ حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ فَذَكَرْتُ هٰذَا الْحَدِيثَ لِأَيُّوبَ وَيُونُسَ بْنِ عُبَيْدٍ، وَأَنَا أُرِيدُ أَنْ يُحَدِّثَانِي بِهِ، فَقَالَا إِنَّمَا رَوَى هٰذَا الْحَدِيثَ الْحَسَنُ، عَنِ الْأَحْنَفِ بْنِ قَيْسٍ، عَنْ أَبِي بَكْرَةَ.

ہم سے حماد نے حدیث بیان کی ایک شخص سے روایت کرتے ہوئے ان کا نام انہوں نے نہیں لیا، حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہوئے اس شخص نے کہا: فتنے کے دنوں میں میں اپنے ہتھیار کے ساتھ نکلا تو میری ملاقات حضرت ابوبکرہ سے ہوئی، انہوں نے پوچھا: کہاں کا ارادہ ہے؟ میں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا کے صاحبزادے کی مدد کا ارادہ رکھتا ہوں۔ حضرت ابوبکرہ نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب دو مسلمان ایک دوسرے کو اپنی تلواروں سے ماریں تو دونوں اہل نار سے ہیں۔ عرض کیا گیا: یہ قاتل ہے مقتول کا کیا قصور؟ فرمایا: اس نے اپنے سامنے والے کے قتل کا ارادہ کیا تھا۔ حماد بن زید نے کہا: میں نے اس حدیث کو ایوب اور یونس بن عبید سے ذکر کیا۔ میرا مقصد یہ تھا کہ اس حدیث کو دونوں مجھ سے بیان کریں۔ ان دونوں نے کہا: اسے حسن نے احنف بن قیس سے روایت کیا۔ انہوں نے حضرت ابوبکرہ سے۔

عن رجل

حافظ مزی کی تہذیب سے علامہ ابن حجر عسقلانی نے نقل کیا کہ یہ معتزلہ کا شیخ عمرو بن عبید تھا۔ اس کا حافظہ کمزور تھا۔ صاحب تلویح و توضیح نے کہا کہ ہشام بن حسان ابوعبداللہ فردوس تھا۔ دوسری کی تائید اسماعیلی کی روایت سے ہوتی ہے جس میں ''حدثنا هشام عن الحسن'' ہے اور نسائی کی روایت سے بھی۔ اس روایت میں یہ سقم ہے کہ ''عن الحسن قال'' سے ظاہر ہوتا ہے کہ ''قال'' کی ضمیر غائب کا مرجع حسن بصری ہیں، حالانکہ ایسا نہیں۔ یہ قول حضرت احنف بن قیس رضی اللہ عنہ کا ہے جیسا کہ بعد میں خود امام بخاری نے اس کو

واضح کر دیا ہے۔اس سند میں انقطاع ہے۔"لیالی فتنة" سے مراد جنگ جمل اور جنگ صفین کے ایام ہیں۔

اہل سنت کا اس پر اتفاق ہے کہ جنگ جمل اور جنگ صفین دونوں میں حق مولی المسلمین امیر المؤمنین حضرت علی مرتضیٰ کے ساتھ تھا اور ان کے متحارب خطا پر تھے مگر چونکہ ان کی خطا اجتہادی تھی جس پر مواخذہ نہیں۔حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ نے جو حدیث ذکر کی وہ حق ہے اور اس سے مراد بلا وجہ شرعی لڑنا ہے۔البتہ اس موقع پر حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ کا اس حدیث کو ذکر کرنا بے محل تھا' یہ ان کی خطا تھی۔

بَابُ التَّعَرُّبِ فِي الْفِتْنَةِ (ص۱۰۵۰)

فتنے کے زمانہ میں دیہات میں رہنا

۲۸۹۰ - عَنْ سَلَمَةَ بْنِ الْاَكْوَعِ اَنَّهُ دَخَلَ عَلَى الْحَجَّاجِ فَقَالَ يَا ابْنَ الْاَكْوَعِ' اِرْتَدَدْتَ عَلٰى عَقِبَيْكَ' تَعَرَّبْتَ؟ قَالَ لَا' وَلٰكِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَذِنَ لِي فِي الْبَدْوِ. وَعَنْ يَزِيْدَ بْنِ اَبِي عُبَيْدٍ قَالَ لَمَّا قُتِلَ عُثْمَانُ بْنُ عَفَّانَ' خَرَجَ سَلَمَةُ بْنُ الْاَكْوَعِ اِلَى الرَّبَذَةِ' وَتَزَوَّجَ هُنَاكَ امْرَاَةً' وَوَلَدَتْ لَهُ اَوْلَادًا' فَلَمْ يَزَلْ بِهَا' حَتّٰى اَقْبَلَ قَبْلَ اَنْ يَّمُوْتَ بِلَيَالٍ' فَنَزَلَ الْمَدِيْنَةَ. (مسلم۔کتاب المغازی' نسائی۔کتاب البیعۃ)

حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میرے پاس حجاج آیا اور کہا: اے ابن اکوع! آپ اپنی ایڑیوں پر پلٹ گئے' گاؤں میں بس گئے تو انہوں نے فرمایا: نہیں' لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے دیہات میں رہنے کی اجازت دی ہے' اور یزید بن ابی عبید ہی سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا: جب حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ شہید کر دیئے گئے تو حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ ربذہ چلے گئے اور وہاں ایک عورت سے شادی کر لی جس سے اولاد ہوئی اور وہ وہیں رہے' وفات سے چند دن پہلے مدینہ آ گئے۔

حجاج کے کہنے کا مطلب طنز تھا چونکہ مدینہ دار الہجرت تھا وہاں کی سکونت چھوڑ کر وہ ربذہ چلے گئے' اس پر اس نے طنز کیا۔

بَابُ الْفِتْنَةِ الَّتِي تَمُوْجُ كَمَوْجِ الْبَحْرِ (ص۱۰۵۱)

وہ فتنہ جو سمندر کی موج کی طرح اُٹھے

ت۸۴۵ - وَقَالَ ابْنُ عُيَيْنَةَ' عَنْ خَلَفِ بْنِ حَوْشَبٍ كَانُوْا يَسْتَحِبُّوْنَ اَنْ يَّتَمَثَّلُوْا بِهٰذِهِ الْاَبْيَاتِ عِنْدَ الْفِتَنِ' قَالَ امْرُؤُ الْقَيْسِ:

خلف بن حوشب نے کہا کہ فتنوں کے وقت لوگ ان اشعار کا پڑھنا پسند کرتے تھے۔امرء القیس نے کہا:

اَلْحَرْبُ اَوَّلُ مَا تَكُوْنُ فَتِيَّةً — لڑائی شروع میں جوان عورت ہوتی ہے
تَسْعٰى بِزِيْنَتِهَا لِكُلِّ جَهُوْلِ — اپنی زینت کے ساتھ ہر نادان کے پاس دوڑتی ہے
حَتّٰى اِذَا اشْتَعَلَتْ وَشَبَّ ضِرَامُهَا — یہاں تک کہ جب مشتعل ہو کر بھڑک اٹھتی ہے
وَلَّتْ عَجُوْزًا غَيْرَ ذَاتِ حَلِيْلِ — اس بڑھیا کی طرح پیٹھ پھیر کر بھاگتی ہے جس کا کوئی شوہر نہیں
شَمْطَاءَ يُنْكَرُ لَوْنُهَا وَتَغَيَّرَتْ — جس کے بال کھچڑی ہو گئے اور رنگ بگڑ گیا
مَكْرُوْهَةً لِلشَّمِّ وَالتَّقْبِيْلِ — جس کا سونگھنا اور جس کا بوسہ لینا ناپسند ہو گیا

یہ اشعار امرؤ القیس کے ہیں جیسا کہ ابوذر کے نسخے میں ہے لیکن صحیح یہ ہے کہ یہ اشعار عمرو بن معدی کرب زبیدی کے ہیں جیسا کہ مبرد نے کامل میں لکھا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ شروع شروع میں لڑائی بڑی اچھی معلوم ہوتی ہے لیکن انجام کار افسوس اور حیرت ہے۔

بَابٌ (ص ۱۰۵۲)

باب

۲۸۹۱- سَمِعْتُ اَبَا وَائِلٍ يَقُوْلُ دَخَلَ اَبُوْ مُوْسٰى وَاَبُوْ مَسْعُوْدٍ عَلٰى عَمَّارٍ، حَيْثُ بَعَثَهُ عَلِيٌّ اِلٰى اَهْلِ الْكُوْفَةِ يَسْتَنْفِرُهُمْ، فَقَالَا مَا رَاَيْنَاكَ اَتَيْتَ اَمْرًا اَكْرَهَ عِنْدَنَا مِنْ اِسْرَاعِكَ فِيْ هٰذَا الْاَمْرِ مُنْذُ اَسْلَمْتَ؟ فَقَالَ عَمَّارٌ مَا رَاَيْتُ مِنْكُمَا مُنْذُ اَسْلَمْتُمَا اَمْرًا اَكْرَهَ عِنْدِيْ مِنْ اِبْطَائِكُمَا عَنْ هٰذَا الْاَمْرِ، وَكَسَاهُمَا حُلَّةً حُلَّةً ثُمَّ رَاحُوْا اِلَى الْمَسْجِدِ۔

ابووائل کہتے ہیں کہ حضرت ابوموسیٰ اور حضرت ابومسعود حضرت عمار کے پاس آئے (رضی اللہ عنہم) جس وقت حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان کو کوفہ والوں کے پاس بھیجا تھا کہ انہیں لڑائی کے لیے آمادہ کریں۔ ان دونوں نے کہا: اے عمار! جب سے تم مسلمان ہوئے اس معاملے میں جلدی کرنے سے زیادہ ناپسندیدہ تمہارا کوئی کام ہم نے نہیں دیکھا' اس پر حضرت عمار نے کہا: جب سے تم دونوں مسلمان ہوئے تم لوگوں کا کوئی کام میرے نزدیک اس سے زیادہ ناپسندیدہ نہیں کہ تم لوگوں نے اس معاملے میں دیر کی۔ حضرت ابو مسعود نے ان دونوں کو ایک ایک جوڑا پہنایا' پھر سب مسجد گئے۔

حضرت مولی المسلمین امیرالمومنین علی رضی اللہ عنہ کو اطلاع ملی کہ حضرت طلحہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہما نے ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو ساتھ لے کر بصرہ میں تیس ہزار کا لشکر جمع کر لیا ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا قصاص لیا جائے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت عمار اور بڑے شہزادے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو کوفہ بھیجا۔ اس وقت حضرت علی رضی اللہ عنہ مدینہ طیبہ میں تھے۔ اس وقت کا یہ قصہ ہے' اس کے بعد یہی مضمون ابووائل سے بھی مروی ہے۔ اس میں یہ ہے کہ حضرت ابومسعود نے حضرت عمار سے کہا: تمہیں چھوڑ کر اگر میں چاہوں تو کہوں' اور آخر میں ہے کہ حضرت ابومسعود مال دار تھے' انہوں نے اپنے غلام سے دو حلے منگا کر ایک ابوموسیٰ کو اور ایک حضرت عمار کو دیا۔ رضی اللہ عنہما

بَابٌ اِذَا اَنْزَلَ اللّٰهُ بِقَوْمٍ عَذَابًا (ص ۱۰۵۳)

جب اللہ تعالیٰ کسی قوم پر عذاب نازل فرمائے

۲۸۹۲- اَخْبَرَنِىْ حَمْزَةُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ اَنَّهُ سَمِعَ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا يَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اَنْزَلَ اللّٰهُ بِقَوْمٍ عَذَابًا، اَصَابَ الْعَذَابُ مَنْ كَانَ فِيْهِمْ، ثُمَّ بُعِثُوْا عَلٰى اَعْمَالِهِمْ۔

(مسلم۔ کتاب صفۃ النار)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کہتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب اللہ تعالیٰ کسی قوم پر عذاب نازل فرماتا ہے تو عذاب ان سب پر پہنچتا ہے جو ان میں ہوتے ہیں' پھر وہ اپنے اعمال پر اٹھائے جائیں گے۔

یعنی جب عذاب کسی قوم پر نازل ہوتا ہے تو عذاب کی لپیٹ میں نیک و بد بھی آجاتے ہیں لیکن قیامت کے دن ان کے اعمال کا ثواب ملے گا۔

بَابُ قَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِلْحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ اِنَّ ابْنِيْ هٰذَا لَسَيِّدٌ، وَلَعَلَّ اللّٰهَ اَنْ يُّصْلِحَ بِهٖ بَيْنَ فِئَتَيْنِ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ (ص ۱۰۵۳)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما کے بارے میں کہ بے شک میرا یہ بیٹا سردار ہے اور امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے ذریعہ مسلمانوں کے دو گروہوں کے درمیان صلح کرا دے گا

۲۸۹۳ - اَخْبَرَنِی مُحَمَّدُ بْنُ عَلِیٍّ اَنَّ حَرْمَلَةَ مَوْلٰی اُسَامَةَ اَخْبَرَهُ قَالَ عَمْرٌو قَدْ رَاَیْتُ حَرْمَلَةَ قَالَ اَرْسَلَنِیْ اُسَامَةُ اِلٰی عَلِیٍّ وَقَالَ اِنَّهُ سَیَسْاَلُكَ الْاٰنَ فَیَقُوْلُ مَا خَلَّفَ صَاحِبَكَ؟ فَقُلْ لَهُ یَقُوْلُ لَكَ لَوْ كُنْتَ فِیْ شِدْقِ الْاَسَدِ لَاَحْبَبْتُ اَنْ اَكُوْنَ مَعَكَ فِیْهِ، وَلٰكِنْ هٰذَا اَمْرٌ لَمْ اَرَهُ، فَلَمْ یُعْطِنِیْ شَیْئًا، فَذَهَبْتُ اِلٰی حَسَنٍ وَ حُسَیْنٍ وَابْنِ جَعْفَرٍ، فَاَوْقَرُوْا اِلٰی رَاحِلَتِیْ.

حضرت محمد بن علی باقر نے خبر دی کہ انہیں حضرت اسامہ کے غلام حرملہ نے خبر دی۔ عمرو نے کہا: اور میں نے حرملہ کو دیکھا ہے حرملہ نے کہا: مجھے حضرت اسامہ نے حضرت علی رضی اللہ کے پاس بھیجا اور کہا: وہ تم سے ابھی پوچھیں گے کہ کس چیز نے تمہارے صاحب کو میری مدد سے پیچھے رکھا تو ان سے کہنا: وہ کہتے ہیں کہ اگر آپ شیر کے جبڑے میں ہوتے تو بھی میں آپ کے ساتھ رہنا پسند کرتا، لیکن یہ معاملہ ایسا ہے جس کو میں نے نہیں دیکھا۔ حرملہ نے کہا: حضرت علی نے مجھ کو کچھ نہیں دیا جس کے بعد میں حضرت حسن اور حسین اور عبداللہ بن جعفر کے پاس گیا تو ان لوگوں نے میرے دونوں اونٹ لاد دیئے۔

جنگ جمل اور صفین کے موقع پر حضرت اسامہ رضی اللہ کسی کے ساتھ نہ تھے۔ اگر چہ حضرت علی رضی اللہ سے غایت درجہ محبت کرتے تھے مگر ان کا ساتھ نہ دیا۔ ضرورت پر اپنے غلام حرملہ کو حضرت علی رضی اللہ کی خدمت میں بھیجا۔ حضرت اسامہ نے اپنی فراست سے جان لیا تھا کہ حضرت علی رضی اللہ حرملہ سے یہ ضرور پوچھیں گے کہ اسامہ نے میرا ساتھ کیوں نہیں دیا اس لیے حضرت اسامہ رضی اللہ نے حرملہ کو اپنا عذر بتا دیا تھا۔ حضرت اسامہ کی عرض داشت کا حاصل یہ تھا کہ میں آپ پر اپنی جان بھی قربان کرنے کو تیار ہوں لیکن یہ لڑائیاں مسلمانوں سے تھیں اس لیے میں شریک نہ ہوا کیونکہ ایک دفعہ میں نے جنگ میں ایک کافر کو قتل کرنا چاہا تو اس نے مسلمان ہونے کا اقرار کرلیا۔ میں نے یہ سمجھا کہ اس نے جان بچانے کے لیے اقرار ایمان کیا ہے دل سے مسلمان نہیں ہوا ہے۔ اس پر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ پر عتاب فرمایا۔ فرمایا: تم اس کا دل چیر کر کیوں نہیں دیکھا؟

اس حدیث کو باب سے صرف اتنا تعلق ہے کہ اس میں حضرت امام حسن رضی اللہ کی سخاوت کا ذکر ہے جو سیادت کی شان ہے۔

بَابٌ اِذَا قَالَ عِنْدَ قَوْمٍ شَیْئًا، ثُمَّ خَرَجَ فَقَالَ بِخِلَافِهِ (ص ۱۰۵۳)

جب کسی کے سامنے کچھ کہے پھر باہر نکل کر اس کے خلاف کہے

توضیح

امام بخاری نے جزاء ذکر نہیں فرمائی کیونکہ وہ ظاہر ہے کہ یہ بات اچھی نہیں۔

۲۸۹۴ - عَنْ اَبِی الْمِنْهَالِ قَالَ لَمَّا كَانَ ابْنُ زِیَادٍ وَمَرْوَانُ بِالشَّامِ، وَوَثَبَ ابْنُ الزُّبَیْرِ بِمَكَّةَ، وَوَثَبَ الْقُرَّاءُ بِالْبَصْرَةِ، فَانْطَلَقْتُ مَعَ اَبِیْ اِلٰی اَبِیْ بَرْزَةَ الْاَسْلَمِیِّ حَتّٰی دَخَلْنَا عَلَیْهِ فِیْ دَارِهٖ، وَهُوَ جَالِسٌ فِیْ ظِلِّ عُلِّیَّةٍ لَهُ مِنْ قَصَبٍ، فَجَلَسْنَا اِلَیْهِ، فَاَنْشَاَ اَبِیْ یَسْتَطْعِمُهُ الْحَدِیْثَ فَقَالَ یَا اَبَا بَرْزَةَ، اَلَا تَرٰی مَا

ابوالمنہال سے روایت ہے کہ جب ابن زیاد اور مروان شام میں والی بن بیٹھے اور حضرت ابن زبیر نے خود کو مکہ میں خلافت حاصل کر لی اور قراء نے بصرہ میں تو میں اپنے باپ کے ساتھ حضرت ابو برزہ اسلمی رضی اللہ کے پاس گیا۔ ہم ان کے گھر میں داخل ہوئے۔ وہ بانس کے بارجے کے سائے میں بیٹھے ہوئے تھے۔ ہم ان کے پاس بیٹھ گئے، میرے باپ نے شروع کیا کہ ان سے کچھ

وَقَعَ فِيهِ النَّاسُ؟ فَاَوَّلُ شَيْءٍ سَمِعْتُهُ تَكَلَّمَ بِهٖ اِنِّيْ اِحْتَسَبْتُ عِنْدَ اللّٰهِ اَنِّيْ اَصْبَحْتُ سَاخِطًا عَلٰى اَحْيَاءِ قُرَيْشٍ، اِنَّكُمْ يَا مَعْشَرَ الْعَرَبِ، كُنْتُمْ عَلَى الْحَالِ الَّذِيْ عَلِمْتُمْ مِّنَ الذِّلَّةِ وَالْقِلَّةِ وَالضَّلَالَةِ، وَاِنَّ اللّٰهَ اَنْقَذَكُمْ بِالْاِسْلَامِ وَبِمُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، حَتّٰى بَلَغَ بِكُمْ مَا تَرَوْنَ، وَهٰذِهِ الدُّنْيَا الَّتِيْ اَفْسَدَتْ بَيْنَكُمْ، اِنَّ ذَاكَ الَّذِيْ بِالشَّامِ، وَاللّٰهِ اِنْ يُّقَاتِلُ اِلَّا عَلَى الدُّنْيَا.

کہلوائیں۔ میرے باپ نے کہا: اے ابو برزہ! آپ دیکھ نہیں رہے ہیں لوگوں میں کیا ہو گیا؟ تو پہلی بات جو میں نے ان سے سنی وہ یہ تھی: میں اللہ کے حضور ثواب کی امید کرتا ہوں؛ میں قریش کے قبائل پر ناراض ہوں۔ اے عرب کے گروہ! تم ذلت اور قلت اور گمراہی کے جس حال پر تھے جانتے ہو اور اللہ نے اسلام اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے تمہیں اس سے نکالا یہاں تک کہ تم وہاں تک پہنچے جو تم دیکھ رہے ہو۔ یہ دنیا ہی ہے جس نے تمہارے درمیان فساد پیدا کر دیا۔ بے شک وہ جو شام میں ہے خدا کی قسم! صرف دنیا کے لیے لڑتا ہے۔

بعض نسخوں میں یہ بھی ہے:

وَاِنَّ هٰؤُلَاءِ الَّذِيْنَ بَيْنَ اَظْهُرِكُمْ وَاللّٰهِ اِنْ يُّقَاتِلُوْنَ اِلَّا عَلَى الدُّنْيَا وَاِنْ ذَاكَ الَّذِيْ بِمَكَّةَ وَاللّٰهِ اِنْ يُّقَاتِلُ اِلَّا عَلَى الدُّنْيَا.

اور یہ لوگ جو تمہارے ارد گرد ہیں اللہ کی قسم! یہ بھی صرف دنیا کے لیے لڑتے ہیں، اور بے شک وہ جو مکہ میں ہے اللہ کی قسم! وہ بھی صرف دنیا کے لیے لڑتا ہے۔

اس حدیث میں ترتیب بدل گئی ہے۔ اصل واقعہ یہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما نے ٦١ھ ہی میں یزید پلید کے زمانے میں اپنی خلافت قائم کر لی تھی۔ یزید کے مرنے کے بعد مروان نے دمشق جا کر اپنی خلافت کا دعویٰ کیا۔ ابن زیاد مروان کا حامی تھا۔ اس نے کبھی خلافت کا دعویٰ نہیں کیا۔ قراء سے مراد سلیمان بن سرد کے ہمراہی تھے جنہوں نے واقعہ کربلا کے بعد حضرت امام عالی مقام رضی اللہ عنہ کے قصاص لینے کی تحریک چلائی تھی۔ حضرت ابو برزہ اسلمی رضی اللہ عنہ نے جو کچھ فرمایا ان کا یہ ارشاد ان کی فہم کے مطابق تھا ورنہ حق یہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کی خلافت برحق تھی۔ مروان باغی اور طاغی تھا۔

"اِنِّيْ اِحْتَسَبْتُ عِنْدَ اللّٰهِ" مطلب یہ ہے کہ میں قریش کے بہت سے قبائل کو ناراض کر کے اللہ سے اجر کی امید رکھتا ہوں۔

اس حدیث کو باب سے مناسبت یہ ہے کہ یہ مقاتلین ظاہر یہ کرتے ہیں کہ ہم دین قائم کرنے اور حق کی مدد کرنے کے لیے لڑ رہے ہیں حالانکہ ان کا مقصود دنیا کی طلب تھی۔

٢٨٩٥- عَنْ حُذَيْفَةَ بْنِ الْيَمَانِ قَالَ اِنَّ الْمُنَافِقِيْنَ الْيَوْمَ شَرٌّ مِّنْهُمْ عَلٰى عَهْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، كَانُوْا يَوْمَئِذٍ يُسِرُّوْنَ وَالْيَوْمَ يَجْهَرُوْنَ.

حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ منافقین آج نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے کے منافقین سے بدتر ہیں۔ اس زمانے میں وہ چھپاتے تھے اور آج اعلان کرتے ہیں۔

عہد رسالت کے منافقین اپنا کفر چھپائے رکھتے تھے اس لیے ان سے ضرر کم تھا اور آج علانیہ کفر ظاہر کرتے ہیں اس لیے ان کا شر زیادہ ضرر رساں ہے۔

٢٨٩٦- ح: [كَانَ النِّفَاقُ اِلٰى عَهْدِ الرِّسَالَةِ]

نفاق صرف عہد رسالت تک تھا

٢٨٩٦- عَنْ حُذَيْفَةَ قَالَ اِنَّمَا كَانَ النِّفَاقُ عَلٰى عَهْدِ

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ نفاق

النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَاَمَّا الْيَوْمَ فَاِنَّمَا هُوَ الْكُفْرُ بَعْدَ الْاِيْمَانِ.
نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں تھا اور آج صرف ایمان کے بعد کفر ہے۔

اکثر روایات میں ''اِنَّمَا هُوَ الْكُفْرُ بَعْدَ الْاِيْمَانِ'' ہے اور ایک روایت میں ہے: ''اِنَّمَا هُوَ الْكُفْرُ اَوِ الْاِيْمَانُ''۔ اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ کسی کے بارے میں یہ حکم لگانا کہ یہ منافق ہے یہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد کے ساتھ خاص تھا کیونکہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کے دلوں کا حال جانتے تھے اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد کسی کے دل کی حالت پر قطعی یقینی علم نہیں رکھ سکتے، اس لیے اب کسی کو قطعی منافق نہیں کہہ سکتے۔ اب تو یہی ہے کہ ایک انسان پر یا تو کافر ہونے کا حکم لگایا جائے گا یا مومن ہونے کا۔ یہاں منافق سے مراد منافق فی الاعتقاد ہے۔ عرف عام میں دہرے کردار کے آدمی کو منافق کہہ دیتے ہیں۔ اس میں کوئی حرج نہیں۔

بَابٌ لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰى يُغْبَطَ اَهْلُ الْقُبُوْرِ (ص ۱۰۵۴)

قیامت قائم نہیں ہوگی جب تک قبر والوں پر رشک نہیں کیا جائے گا

توضیح

کسی کی عزت ونعمت کو دیکھ کر یہ تمنا کرنا کہ کاش! ہمیں بھی مل جائے بغیر اس کے کہ اس سے زائل ہونے کی آرزو کرے غبطہ کہلاتا ہے، اور اس خواہش کے ساتھ کہ اس کی نعمت اور عزت زائل ہو جائے اور ہمیں مل جائے حسد کہلاتا ہے۔ حسد مذموم ہے اور غبطہ مذموم نہیں بلکہ محمود ہے۔

۲۸۹۷ - عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰى يَمُرَّ الرَّجُلُ بِقَبْرِ الرَّجُلِ فَيَقُوْلُ يَا لَيْتَنِيْ مَكَانَهُ. (مسلم۔ کتاب الفتن)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت اس وقت تک قائم نہ ہوگی یہاں تک کہ ایک شخص کسی کی قبر پر گزرے گا اور کہے گا: اے کاش! کہ میں اس کی جگہ ہوتا۔

بَابُ تَغْيِيْرِ الزَّمَانِ حَتّٰى يَعْبُدُوا الْاَوْثَانَ

زمانے کا بدل جانا یہاں تک کہ بت پوجے جائیں

۲۸۹۸ - قَالَ سَعِيْدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ اَخْبَرَنِيْ اَبُوْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰى تَضْطَرِبَ اَلْيَاتُ نِسَاءِ دَوْسٍ عَلٰى ذِي الْخَلَصَةِ. وَذُو الْخَلَصَةِ طَاغِيَةُ دَوْسٍ الَّتِيْ كَانُوْا يَعْبُدُوْنَ فِي الْجَاهِلِيَّةِ.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس وقت تک قیامت نہیں قائم ہوگی جب تک کہ دوس کی عورتوں کے سرین ذوالخلصہ کے گرد ہلنے نہیں لگیں گے اور ذوالخلصہ قبیلہ دوس کا وہ بت تھا جسے وہ زمانۂ جاہلیت میں پوجتے تھے۔

یعنی قیامت سے پہلے زمانۂ جاہلیت کا شرک پھیل جائے گا ''حَتّٰى تَضْطَرِبَ'' سے مراد یہ ہے کہ قبیلۂ دوس کی عورتیں ذوالخلصہ کے گرد طواف کریں گی۔

بَابُ خُرُوْجِ النَّارِ (ص ۱۰۵۴)

آگ کا نکلنا

۲۸۹۹ - قَالَ سَعِيْدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ اَخْبَرَنِيْ اَبُوْ هُرَيْرَةَ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے خبر دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰى تَخْرُجَ نَارٌ مِّنْ اَرْضِ الْحِجَازِ، تُضِيْءُ اَعْنَاقَ الْاِبِلِ بِبُصْرٰى.

فرمایا کہ قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی جب تک سرزمین حجاز سے ایسی آگ نہ نکلے جس کی روشنی میں بصری کے اونٹوں کی گردنیں نہ چمک جائیں۔

علامہ قرطبی نے تذکرہ میں فرمایا کہ ۳ جمادی الآخرہ ۶۵۴ھ میں بدھ کے دن عشاء کے بعد مدینہ طیبہ سے ایک آگ نکلی اور جمعہ کے چاشت کے وقت تک رہی۔ ہوسکتا ہے کہ یہی آگ مراد ہو یا ہوسکتا ہے کہ اس کے علاوہ مزید کوئی آگ مراد ہو۔

بصریٰ دمشق سے تین منزل کے فاصلہ پر ایک شہر ہے۔

۲۹۰۰- ح: [يُوْشِكُ الْفُرَاتُ اَنْ يَّحْسِرَ عَنْ كَنْزٍ مِّنْ ذَهَبٍ]

عنقریب فرات سونے کا خزانہ کھولے گی

۲۹۰۰- عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُوْشِكُ الْفُرَاتُ اَنْ يَّحْسِرَ عَنْ كَنْزٍ مِّنْ ذَهَبٍ، فَمَنْ حَضَرَهٗ فَلَا يَاْخُذْ مِنْهُ شَيْئًا. (وَفِىْ رِوَايَةٍ) يَحْسِرُ عَنْ جَبَلٍ مِّنْ ذَهَبٍ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: عنقریب فرات سونے کا خزانہ کھولے گی۔ جو وہاں موجود ہو تو اس میں سے کچھ نہ لے (اور دوسری روایت میں ہے) کہ سونے کا پہاڑ کھولے گی۔

(مسلم۔ کتاب الفتن، ابوداؤد، ترمذی۔ کتاب صفۃ النار)

اس حدیث کی سند میں تھا: ''حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ عَنْ خُبَيْبِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ جَدِّهٖ حَفْصِ بْنِ عَاصِمٍ'' یہ عبیداللہ حضرت سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی اولاد میں سے ہیں۔ شجرۂ نسب یہ ہے: عبیداللہ بن عمر بن حفص بن عاصم بن عبداللہ بن عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ عمری کر کے مشہور تھے۔ اس سند میں ''عن جدہ'' کی ضمیر عبیداللہ کی طرف راجع ہے خبیب کی طرف نہیں۔ خبیب انصاری بزرگ ہیں۔

اس خزانہ کے لینے سے ممانعت میں راز کیا تھا اللہ جانے یا اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جانیں۔

بَابٌ (ص ۱۰۵۴)

باب

۲۹۰۱- ح: [يُبْعَثُ دَجَّالُوْنَ قَرِيْبٌ مِّنْ ثَلَاثِيْنَ قَبْلَ السَّاعَةِ]

قیامت سے پہلے تیس کے قریب دجال پیدا ہوں گے

۲۹۰۱- عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰى تَقْتَتِلَ فِئَتَانِ عَظِيْمَتَانِ يَكُوْنُ بَيْنَهُمَا مَقْتَلَةٌ عَظِيْمَةٌ دَعْوَتُهُمَا وَاحِدَةٌ وَحَتّٰى يُبْعَثَ دَجَّالُوْنَ كَذَّابُوْنَ قَرِيْبٌ مِّنْ ثَلَاثِيْنَ، كُلُّهُمْ يَزْعُمُ اَنَّهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت قائم نہیں ہوگی یہاں تک کہ آپس میں دو بڑے گروہ نہ لڑیں، ان کے درمیان بہت بڑی لڑائی ہوگی اور دونوں کا دعویٰ ایک ہوگا یہاں تک کہ تیس کے قریب دجال کذاب پیدا ہوں گے۔ سب کے سب یہ گمان کریں کہ وہ اللہ کے رسول ہیں۔

علامہ کرمانی نے فرمایا کہ یہ دونوں بڑے گروہ حضرت علی اور معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما ہیں۔ ایک شخص ابوزرعہ رازی کی خدمت میں آیا اور اس نے کہا: میں معاویہ کو پسند نہیں کرتا۔ پوچھا: کیوں؟ اس نے کہا: اس لیے کہ وہ حضرت علی سے ناحق لڑے تو اس سے ابوزرعہ نے

کہا: معاویہ کا رب رحیم ہے اور معاویہ کے مقابل کریم ہیں تو ان دونوں کے درمیان تیرے داخل ہونے کا کیا مطلب ہے؟ اور ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد خوارج اور حضرت علی رضی اللہ عنہ ہیں اور اس کا بھی احتمال ہے کہ ابھی یہ پیشین گوئی پوری نہ ہوئی ہو۔

''دعوتهما واحد'' سے مراد یہ ہے کہ وہ سب اسلام کا دعویٰ کریں گے اور حق پر ہونے کا۔

''حتی یبعث'' یعنی قیامت سے پہلے تیس کے قریب دجال جھوٹے مدعی نبوت پیدا ہوں گے۔ ان میں اور دجال اکبر کے مابین یہ فرق ہے کہ یہ سب صرف نبوت کا دعویٰ کریں گے' الوہیت کا دعویٰ نہیں کریں گے اور دجال اکبر الوہیت کا دعویٰ کرے گا۔

''دجّالون'' کا مادہ ''دَجْلٌ'' ہے۔ اس کے معنی ہیں دھوکہ دینا۔ اس حدیث میں ہے ''قَرِيْبٌ مِّنْ ثَلَاثِيْنَ'' لیکن دوسری احادیث میں تیس کی تعداد قطعی ہے' چنانچہ حضرت علی' حضرت ابن مسعود' حضرت عبداللہ بن عمرو اور حضرت ثوبان کی حدیث میں یہی ہے۔ امام احمد اور طبرانی نے حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ فرمایا کہ قیامت قائم نہ ہوگی یہاں تک کہ تیس کذاب نکلیں گے' ان کا آخر کانا دجال ہے۔ بعض روایتوں میں ستائیس کا عدد آیا ہے اور بعض میں ستر کا لیکن سب حدیثیں ضعیف ہیں۔

بَابُ ذِكْرِ الدَّجَّالِ (ص ١٠٥٥)

دجال کا ذکر

٢٩٠٢ - حَدَّثَنِیْ قَيْسٌ قَالَ قَالَ لِیَ الْمُغِيْرَةُ بْنُ شُعْبَةَ مَا سَاَلَ اَحَدُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الدَّجَّالِ مَا سَاَلْتُهُ' وَاِنَّهُ قَالَ لِیْ مَا يَضُرُّكَ مِنْهُ؟ قُلْتُ لِاَنَّهُمْ يَقُوْلُوْنَ اِنَّ مَعَهُ جَبَلَ خُبْزٍ وَنَهَرَ مَاءٍ قَالَ هُوَ اَهْوَنُ عَلَی اللّٰهِ مِنْ ذٰلِكَ. (مسلم' ابن ماجہ۔ کتاب الفتن)

قیس نے کہا کہ مجھ سے حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی نے دجال کے بارے میں مجھ سے زیادہ نہیں پوچھا اور حضور نے مجھ سے فرمایا: تجھے اس سے کیا ضرر پہنچے گا؟ میں نے عرض کیا: لوگ کہتے ہیں کہ اس کے ساتھ روٹی کا پہاڑ ہے اور پانی کی نہر ہے' فرمایا کہ یہ اللہ تعالیٰ کے لیے بہت آسان ہے۔

دجال اصل میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک آزمائش ہوگا۔ ایک طرف اللہ تعالیٰ اُسے خرق عادت پر قدرت عطا فرمائے گا یہاں تک کہ مردے جلائے گا' بارش برسائے گا' کھیتی اُگائے گا' زمین کے خزانے اس کے پیچھے پیچھے چلیں گے وغیرہ وغیرہ جس سے کچے ایمان والے اس کے پھندے میں پھنس جائیں گے مگر ساتھ ہی ساتھ ایسی نشانیاں بھی اس کے ساتھ ہوں گی جو اس کے جھوٹے ہونے کی بین دلیل ہوں گی مثلاً کانا ہونا یہ عیب ہے اور معبود وہ ہے جو ہر عیب سے پاک ہے۔ معبود وہ ہے جو ہر چیز پر قادر ہے' اگر یہ معبود ہوتا تو کانا کیوں ہوتا؟ اور بالفرض اس کی آنکھ کانی تھی تو اسے درست کیوں نہیں کرایا۔ نیز اس کی پیشانی پر ک' ف' ر لکھا ہوگا۔ اگر وہ معبود ہوتا تو اسے مٹا کیوں نہیں دیا۔

فائدہ

مدعی الوہیت سے خرق عادت کا صدور ممکن ہے جیسا کہ دجال سے ہوگا مگر کسی مدعی نبوت سے خرق عادت کا ظہور ممکن نہیں۔ وجہ یہ ہے کہ مخلوق معبود نہیں ہو سکتی اس کا محال ہونا اجلی بدیہیات سے ہے تو جب کہ اس کے بطلان کی قطعی دلیل موجود ہے تو خرق عادت کے ظہور سے کچھ نہیں ہوگا' لیکن انبیاء کرام بہ ظاہر بشر ہوتے تھے تو کسی جھوٹے مدعی نبوت انسان سے خرق عادت کے ظہور کے بعد التباس ہو سکتا ہے اس لیے مدعی نبوت کے ہاتھ پر خرق عادت کا ظہور ممکن نہیں۔

حضرت مغیرہ کی عرض داشت کا مطلب یہ تھا کہ جب اس کے ساتھ روٹی کے پہاڑ اور پانی کی نہر ہوگی تو لوگ گمراہ ہو سکتے ہیں۔ جواب کا حاصل یہ ہے کہ ایمان والے جانتے ہیں کہ یہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کے سامنے کچھ نہیں' روٹی کے پہاڑ اور پانی کی نہر

ساتھ ہونے سے کوئی خدا نہیں ہوسکتا۔

۲۹۰۳ - عَنْ نَّافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ اُرَاهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَعْوَرُ عَيْنِ الْيُمْنٰى كَاَنَّهَا عِنَبَةٌ طَافِيَةٌ.

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے امام بخاری نے کہا: میں گمان کرتا ہوں کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ فرمایا کہ دجال دائیں آنکھ کا کانا ہوگا گویا کہ وہ ابھرا ہوا انگور ہے۔

اُرَاهُ عَنِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے لیکن مستملی اور ابوزید مروزی اور ابواحمد جرجانی کے نسخے میں یہ نہیں۔ اس تقدیر پر یہ حدیث موقوف ہو جائے گی لیکن اصل میں مرفوع ہے جیسا کہ مسلم میں ہے۔

طَافِيَةٌ

''طفو'' ناقص واوی سے اسم فاعل مونث ہے اس کے معنی ہیں اوپر آنا ابھرا ہوا ہونا اور اس کا بھی احتمال ہے کہ یہ ''طفوء'' سے مہموز اللام ہو جس کے معنی آگ بجھانا اور آنکھ کا بے نور ہونا ہے۔ اب معنی یہ ہوں گے کہ اس کی دائیں آنکھ میں روشنی نہ ہو گی۔

۲۹۰۴- ح: [يَكُوْنُ الْمُنَافِقُوْنَ وَالْكُفَّارُ فِي الْمَدِيْنَةِ فِيْ وَقْتِ الدَّجَّالِ]

دجال کے وقت مدینہ میں منافق بھی ہوں گے اور کافر بھی

۲۹۰۴ - عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَجِيْءُ الدَّجَّالُ حَتّٰى يَنْزِلَ فِيْ نَاحِيَةِ الْمَدِيْنَةِ ثُمَّ تَرْجُفُ الْمَدِيْنَةُ ثَلَاثَ رَجَفَاتٍ فَيَخْرُجُ اِلَيْهِ كُلُّ كَافِرٍ وَّمُنَافِقٍ.

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دجال مدینہ کے اطراف میں کہیں اترے گا پھر مدینہ میں تین زلزلے آئیں گے جس کی وجہ سے سب کافر اور منافق دجال کے پاس چلے جائیں گے۔

ایک باب کے بعد حدیث آرہی ہے جس میں مذکور ہے کہ مدینہ کے متصل جو شور زمین ہے اس میں کہیں اترے گا اور ایک روایت میں ہے کہ جرف کی شور زمین میں اترے گا۔ وہیں اپنا خیمہ گاڑے گا۔ جرف مدینہ طیبہ سے ایک یا تین میل کے فاصلے پر ایک جگہ کا نام ہے جو شام جاتے ہوئے راستے میں پڑتی ہے اور ابن ماجہ میں حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ سرخ راستے پر اترے گا جہاں شور زمین ختم ہو جاتی ہے۔ علامہ عینی نے فرمایا: اس حدیث میں منافق سے مراد رافضی ہو سکتے ہیں۔ اور میری رائے ہے کہ اس سے ہر بدمذہب مراد ہوسکتا ہے مثلاً وہابی نجدی۔

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ دجال کے خروج کے وقت مدینہ طیبہ میں کافر بھی ہوں گے اور منافق بھی۔

۲۹۰۵ - عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ اَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ قَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي النَّاسِ فَاَثْنٰى عَلَى اللّٰهِ بِمَا هُوَ اَهْلُهُ ثُمَّ ذَكَرَ الدَّجَّالَ فَقَالَ اِنِّيْ لَاُنْذِرُكُمُوْهُ وَمَا مِنْ نَبِيٍّ اِلَّا وَقَدْ اَنْذَرَهُ قَوْمَهُ وَلٰكِنِّيْ سَاَقُوْلُ لَكُمْ فِيْهِ قَوْلًا لَمْ

حضرت سالم بن عبداللہ سے مروی ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کھڑے ہو کر لوگوں کو خطبہ دیا اللہ جس ثنا کا مستحق ہے وہ ثنا کی پھر دجال کا ذکر کیا۔ فرمایا: میں تم لوگوں کو اس سے ضرور ڈراؤں گا ہر نبی نے اپنی قوم کو اس سے ڈرایا ہے لیکن میں اس کے بارے میں تم سے ایک ایسی بات کہتا

يَقُلْهُ نَبِيٌّ لِقَوْمِهِ إِنَّهُ أَعْوَرُ، وَإِنَّ اللّٰهَ لَيْسَ بِأَعْوَرَ.

ہوں جو کسی نبی نے نہیں کہی، بے شک وہ کانا ہے اور اللہ تعالیٰ کانا نہیں۔

٢٩٠٦ - عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا بُعِثَ نَبِيٌّ إِلَّا أَنْذَرَ أُمَّتَهُ الْأَعْوَرَ الْكَذَّابَ، أَلَا إِنَّهُ أَعْوَرُ، وَإِنَّ رَبَّكُمْ لَيْسَ بِأَعْوَرَ، وَإِنَّ بَيْنَ عَيْنَيْهِ مَكْتُوبًا كَافِرٌ.

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کوئی نبی مبعوث نہیں ہوا مگر یہ کہ اس نے اپنی قوم کو کانے کذاب سے ڈرایا۔ سنو! بے شک وہ کانا ہے اور بے شک تمہارا رب کانا نہیں اور بے شک اس کی دونوں آنکھوں کے درمیان لکھا ہوا ہوگا "کافر"۔

(بخاری۔ کتاب التوحید۔ باب: قوله ولتصنع علی عینی، مسلم، ترمذی۔ کتاب الفتن)

دجال کی دونوں آنکھوں کے درمیان "ک اف ر" لکھا ہوگا جیسا کہ مسلم میں ہے، اسی مضمون کی حدیث حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے جو احادیث الانبیاء میں گزر چکی اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی جو باب الملائکہ میں گزری۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

۹۴- کِتَابُ الْاَحْکَامِ (ص ۱۰۵۷)

[احکام کا بیان]

توضیح...... (احکام کی تعریف)

الاحکام حکم کی جمع ہے۔ حکم کے عام معنی یہ ہیں کہ ایک چیز کو دوسری کے لیے ثابت کرنا یا ایک چیز کی دوسرے سے نفی کرنا اور اصولیین کی اصطلاح میں حکم کے معنی یہ ہیں: اللہ عزوجل کا وہ خطاب جو مکلفین کے افعال کے ساتھ متعلق ہے اقتضاء یا تخییر کے ساتھ۔ یعنی اللہ عزوجل مکلفین کو کچھ کرنے کا حکم دیتا ہے اور کچھ چیزوں سے باز رہنے کا حکم دیتا ہے اور کچھ چیزوں میں بندے کو اختیار دیتا ہے وہ چاہے کرے یا نہ کرے۔

بَابٌ [النساء:۵۹ کی تفسیر]

قَوْلِ اللّٰہِ تَعَالٰی ﴿اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِی الْاَمْرِ مِنْکُمْ﴾ (النساء:۵۹). (ص ۱۰۵۷)

اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کا بیان کہ اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو اور تم میں جو بااختیار ہوں ان کی اطاعت کرو۔

توضیح...... (اطاعت کا معنی...... اولوالامر کون ہیں؟...... اور عالم کون ہیں؟)

اطاعت کے معنی بات ماننا ہے یعنی جس چیز کا حکم دیا جائے اسے کرنا اور جس سے منع کیا جائے اس سے باز رہنا' اور ''اولو الامر'' سے مراد یا تو امراء ہیں جیسا کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا یا علماء ہیں جیسا کہ حضرت امام حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔ مجاہد نے کہا: صحابہ مراد ہیں' اور زید بن اسلم نے کہا: اس سے والیانِ ملک مراد ہیں' لیکن ان میں کوئی منافات نہیں سبھی مراد ہو سکتے ہیں۔ مسلمانوں پر امراء اور سلاطین کی اطاعت بھی واجب ہے اور والیانِ ملک کی بھی اور علماء کی بھی اور صحابہ کرام کی بھی' اور ایک حدیث میں فرمایا: ''اَلْقُرْاٰنُ ذُوْ وُجُوْہٍ'' اس لیے قرآن مجید کے جتنے معانی صحیحہ نکل سکیں سب حجت شرعیہ ہیں جب تک کہ آپس میں منافی نہ ہوں اور یہاں منافی نہیں' اس لیے سب مراد ہو سکتے ہیں' اس لیے جس طرح امراء اور والیانِ ملک کی اطاعت رعایا پر واجب ہے جب تک کہ وہ گناہ کا حکم نہ دیں اسی طرح علماء کی بھی اطاعت فرض ہے بشرطیکہ وہ عالم ہوں۔ اس زمانے میں عالم اور عالم نما غیر عالم میں تمیز مشکل ہے۔ عام طور پر لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ دینی مدارس کا ہر فارغ عالم ہے حالانکہ یہ بنیادی غلطی ہے۔ اولاً آج کل دینی مدارس کا جو حال ہے وہ سب کو معلوم ہے۔ مدارس والے اپنی کارکردگی دکھانے کے لیے' فارغین کی تعداد بڑھانے کے لیے ہر کس و ناکس کو پگڑی باندھ دیتے ہیں اور سند دے دیتے ہیں حالانکہ درسِ نظامی کی تکمیل خود عالم ہونے کی دلیل نہیں۔ واقعی جس شخص نے

محنت کے ساتھ کما حقہٗ درسِ نظامی پڑھ بھی لیا تو وہ صرف اتنی استطاعت رکھتا ہے کہ عالم ہو سکے۔ درسِ نظامی عالم ہونے کا پہلا زینہ ہے۔ عالم ہونے کے لیے ابھی بہت کچھ باقی رہ جاتا ہے۔ کثرتِ مطالعہ اصول و فروع کا قدر متعدبہ استحضار پھر خدا ترسی استقامت حق گوئی اور دین کے معاملے میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کی پرواہ نہ کرنے کی عادت ذہانت فطانت معاملہ فہمی وغیرہ ایسے امور ہیں کہ ان سب کا اجتماع شاید و باید کسی میں ہو پاتا ہے۔ یہاں مراد وہ علماء ہیں جو واقعی وارث انبیاء ہوں مرجع فتویٰ ہوں خدا ترسی اور استقامت میں پہاڑ ہوں۔

بَابٌ اَلْاُمَرَاءُ مِنْ قُرَيْشٍ (ص ۱۰۵۷) امراء قریش سے ہوں گے

توضیح

یعنی خلیفۃ المسلمین ہونے کے لیے بنیادی شرط یہ ہے کہ وہ قریش سے ہو۔ غیر قریشی خلیفۃ المسلمین نہیں ہو سکتا۔ باب کا عنوان حدیث ہے۔

باب: ''اذا قال عند قوم شيئاً ثم خرج فقال بخلافه'' کے تحت ابو المنہال سے مروی یہ حدیث گزر چکی ہے کہ حضرت ابو برزہ اسلمی نے فرمایا: ''انی احتسبت عند الله انی اصبحت ساخطا علی احیاء قریش'' یہی حدیث یعقوب بن سفیان اور ابو یعلیٰ اور طبرانی نے سکین بن عبد العزیز کے بہ طریق ابو المنہال ہی سے روایت کی ہے۔ اس کے آخر میں ہے:

''سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی الله علیه وسلم یقول الامراء من قریش''۔ اور طبرانی کا لفظ ہے: ''اَلْاَئِمَّةُ مِنْ قُرَيْشٍ''۔ اس کی شاہد حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی یہ حدیث ہے: ''الا ان الامراء من قریش ما اقاموا ثلاثاً''۔ سنو امراء قریش سے ہوں گے جب تک درست رہیں تین بار فرمایا۔

نیز طبرانی اور طیالسی اور بزار نے اور خود امام بخاری نے تاریخ میں بہ طریق سعد بن ابراہیم حضرت انس رضی اللہ عنہ سے اس لفظ کے ساتھ روایت کیا ہے: ''اَلْاَئِمَّةُ مِنْ قُرَيْشٍ مَا اِذَا حَكَمُوْا فَعَدَلُوْا'' ائمہ قریش سے ہوں گے جب تک فیصلہ میں انصاف کریں۔

نیز نسائی نے اور امام بخاری نے تاریخ میں اور ابو یعلیٰ نے بہ طریق بکیر جزری حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔ یہ حدیث حضرت انس رضی اللہ عنہ سے بہ طرقِ متعددہ مروی ہے۔ اس میں سے ایک وہ ہے جو طبرانی نے بہ طریق قتادہ اس لفظ سے روایت کیا ہے: ''ان الملك فی قریش''۔

نیز امام احمد نے اپنی مسند میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اَلْمُلْكُ فِیْ قُرَيْشٍ''۔

نیز حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''الائمة من قریش''۔ علامہ ابن حجر عسقلانی نے فرمایا: اس کے راوی صحاح کے راوی ہیں لیکن اس کی سند میں انقطاع ہے۔ نیز طبرانی اور حاکم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بھی ان الفاظ میں روایت کیا ہے۔ نیز امام بخاری نے اس باب کے تحت حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا: ''اِنَّ هٰذَا الْاَمْرَ فِیْ قُرَيْشٍ'' بے شک یہ چیز یعنی خلافت قریش میں رہے گی۔ نیز اسی بخاری میں یہیں حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''لَا يَزَالُ هٰذَا الْاَمْرُ فِیْ قُرَيْشٍ مَا بَقِیَ مِنْهُمُ اثْنَانِ'' یہ چیز یعنی خلافت ہمیشہ قریش میں رہے گی جب تک ان میں دو بھی باقی رہیں گے۔

[''الائمة من قریش'' معنًی مشہور ہے]

خلاصہ یہ نکلا کہ یہ حدیث ''اَلْاُمَرَاءُ مِنْ قُرَيْشٍ'' یا ''اَلْاَئِمَّةُ مِنْ قُرَيْشٍ'' اور اس کے ہم معنی حدیث مندرجہ ذیل صحابہ کرام

سے مروی ہے: حضرت ابوبکر صدیق، حضرت علی، حضرت انس، حضرت ابو ہریرہ اور حضرت ابو برزہ اسلمی، حضرت امیر معاویہ، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہم۔ یہ حدیث معنیً بلا شبہہ مشہور ہے۔ اسی حدیث کی روشنی میں اہل سنت کا اس پر اتفاق ہے کہ خلیفہ ہونے کے لیے بنیادی شرط یہ ہے کہ وہ قریشی ہو۔ اس میں معتزلہ کا اختلاف ہے۔

ماضی قریب میں کانگریس کی شاخ خلافت کمیٹی کے افراد نے جس کے میر کارواں مسٹر ابوالکلام آزاد تھے اس شرط سے اختلاف کیا ہے جسے انہوں نے اپنے اس خطبہ صدارت میں ذکر کیا ہے جو انہوں نے پراونشل خلافت کانفرنس بنگال منعقدہ ۲۸/۲۹ فروری ۱۹۲۰ء کو کلکتہ میں دیا تھا۔

اس پر بڑی لمبی چوڑی حسب عادت طولانی تحریر لکھی ہے جس کا مکمل، مدلل، مفصل رد مجدد اعظم اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان قدس سرہ نے ''دوام العیش فی ان الائمة من قریش'' میں کیا ہے۔

قصہ یہ ہوا کہ پہلی جنگ عظیم کے بعد انگریز اور یورپ کی حکومتوں نے ترکی کی سلطنت اسلامی کو تباہ کرنے کی کوشش شروع کی تو اس کے بچانے کی تحریک ہندوستان میں چلی اور اپنی بے علمی اور جہالت کی وجہ سے مدار اس پر رکھا کہ ترکوں کی حکومت خلافت اسلامیہ ہے اور چونکہ وہ قریشی نہیں تھے اس لیے خلیفۃ المسلمین کے لیے اس شرط سے انکار کر دیا۔

حالانکہ یہ انتہائی حماقت تھی۔ احادیث کریمہ سے ثابت اہل سنت کے اجماعی عقیدہ کے خلاف محاذ آرائی کی کوئی ضرورت نہیں تھی۔ ترکوں کی عثمانی حکومت مسلمانوں کی حکومت تھی۔ اس کی عظیم خدمات تھیں۔ اس کی حفاظت وصیانت کے لیے کوشش ہر مسلمان پر بہ قدر وسعت فرض تھی۔ حمایت کے لیے ضروری نہیں تھا کہ اہل سنت کے اجماعی عقیدہ کو ذبح کر کے اس کے تعاون پر مسلمانوں کو اُکسایا جائے لیکن بات یہی ہے کہ:

خدا جب دین لیتا ہے تو عقلیں چھین لیتا ہے۔

بَابُ مَا يُكْرَهُ مِنَ الْحِرْصِ عَلَى الْإِمَارَةِ (ص ١٠٥٨)

امارت کا لالچ ناپسندیدہ ہے

٢٩٠٧ - عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّكُمْ سَتَحْرِصُوْنَ عَلَى الْاِمَارَةِ وَسَتَكُوْنُ نَدَامَةً يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَنِعْمَ الْمُرْضِعَةُ وَبِئْسَتِ الْفَاطِمَةُ.

(نسائی۔ کتاب الفضائل، کتاب البیعۃ۔ کتاب السیر)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بے شک تم لوگ عنقریب امارت کی حرص کرو گے اور وہ قیامت میں ندامت ہوگی اور وہ اچھی دودھ پلانے والی ہے اور بری دودھ چھڑانے والی۔

فَنِعْمَ الْمُرْضِعَةُ

یعنی شروع شروع میں امارت اچھی لگتی ہے کیونکہ اس کے ذریعہ مال و دولت عزت و شہرت حاصل ہوتی ہے لیکن اس کا انجام خراب ہوتا ہے کہ انجام میں یا تو لڑائی جھگڑا ہوتا ہے یا معزول کر دیا جاتا ہے اور آخرت میں اس کا سخت حساب دینا ہوگا۔

بَابُ مَنِ اسْتُرْعِيَ رَعِيَّةً فَلَمْ يَنْصَحْ (ص ١٠٥٨)

جو کسی رعیت کا والی بنایا گیا اور اس میں اس کے ساتھ خیر خواہی نہیں کی

٢٩٠٨ - عَنِ الْحَسَنِ اَنَّ عُبَيْدَ اللّٰهِ بْنَ زِيَادٍ عَادَ

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ عبیداللہ

مَعْقِلَ بْنَ يَسَارٍ فِي مَرَضِهِ الَّذِي مَاتَ فِيهِ، فَقَالَ لَهُ مَعْقِلٌ إِنِّي مُحَدِّثُكَ حَدِيثًا سَمِعْتُهُ مِنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ مَا مِنْ عَبْدٍ اِسْتَرْعَاهُ اللّٰهُ رَعِيَّةً فَلَمْ يَحُطْهَا بِنَصِيحَةٍ، إِلَّا لَمْ يَجِدْ رَائِحَةَ الْجَنَّةِ.

بن زیاد (بدنہاد) نے حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ کی ان کے مرض وصال میں عیادت کی تو حضرت معقل نے اس سے کہا: میں تجھ سے ایک حدیث بیان کر رہا ہوں جس کو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے۔ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ جس بندے کو اللہ تعالیٰ نے رعیت عطا کی اور اس نے خیر خواہی کے ساتھ اس کی نگہبانی نہیں کی تو وہ جنت کی خوشبو نہیں پائے گا۔

عبید اللہ بن زیاد وہ بدنہاد ہے جو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے زمانے میں بصرہ کا اور یزید پلید کے زمانے میں بصرہ کے ساتھ کوفہ کا والی تھا، جس کے حکم سے حادثۂ کربلا واقع ہوا۔ اس کے بعد والی روایت میں یہ لفظ ہے: جو شخص مسلمان رعایا کا والی ہوا اور اس حال میں مرے کہ اس نے رعایا کے ساتھ خیانت کی ہو اس پر جنت حرام ہو گی۔ حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ بہت مشہور صحابی ہیں۔ ان کا وصال بصرہ میں ۶۰ھ اور ۷۰ھ کے درمیان ہوا یزید پلید کے عہد حکومت میں۔

بَابُ الْقَضَاءِ وَالْفُتْيَا فِي الطَّرِيقِ (ص١٠٥٩) راستے میں چلتے ہوئے فیصلہ اور فتویٰ دینا

ت٨٤٦ - وَقَضَى يَحْيَى بْنُ يَعْمُرَ فِي الطَّرِيقِ. اور یحییٰ بن یعمر نے چلتے ہوئے راستے میں فیصلہ کیا۔

اس تعلیق کو محمد بن سعد نے طبقات میں ان الفاظ کے ساتھ ذکر کیا ہے: موسیٰ بن یسار نے کہا کہ یحییٰ بن یعمر جب مرو کے قاضی تھے میں نے ان کو دیکھا کہ بازار میں فیصلہ کرتے تھے، چلتے ہوئے راستے میں فیصلہ کرتے تھے اور کبھی سواری پر بیٹھے بیٹھے فیصلہ کرتے تھے۔

اگر معاملہ پیچیدہ نہ ہو، قاضی و مفتی کو پورا اطمینان ہو تو اس میں کوئی حرج نہیں۔ یہ یحییٰ بن یعمر بصرہ کے باشندے تھے اور جلیل القدر مشہور تابعی ہیں۔ فصیح متقی بزرگ تھے، خراسان کے اکثر شہروں کے قاضی رہے۔

ت٨٤٧ - وَقَضَى الشَّعْبِيُّ عَلَى بَابِ دَارِهِ. اور امام شعبی نے اپنے دروازے پر فیصلہ کیا۔

اس تعلیق کو ابن سعد نے اپنے طبقات میں ذکر کیا ہے۔

امام شعبی کا نام عامر بن شراحیل بن عبد اللہ ہے۔ کنیت ابو عمرو ہے۔ ہمدان میں ایک جگہ ''شعب'' نام کی ہے وہاں کے رہنے والے تھے۔ ستتر سال کی عمر میں ۱۰۶ھ کے شروع میں وصال فرمایا۔ انہوں نے پانچ سو صحابۂ کرام کی زیارت کی ہے۔ انہیں سے یہ حدیث مروی ہے کہ میں نے تین سو صحابہ کرام کو یہ کہتے ہوئے سنا: حضرت علی و طلحہ و زبیر جنت میں ہیں۔ حضرت امام احمد بن حنبل نے ان سے حدیث سنی ہے۔

بَابُ الْحَاكِمِ يَحْكُمُ بِالْقَتْلِ عَلَى مَنْ وَجَبَ عَلَيْهِ دُونَ الْإِمَامِ الَّذِي فَوْقَهُ (ص١٠٥٩) جس کا قتل کرنا واجب ہو اس کے قتل کا حکم اس کا حاکم دے گا نہ کہ وہ امام جو اس کے اوپر ہے

توضیح

اس باب میں علماء کا اختلاف ہے۔ ہمارے نزدیک یہ ہے کہ حدود اور قصاص کا اختیار صرف شہروں کے امراء و حاکموں کو ہے، دیہات کے چھوٹے عاملوں کا کوئی حق نہیں۔

٢٩٠٩ - عَنْ ثُمَامَةَ عَنْ اَنَسٍ اَنَّ قَيْسَ بْنَ سَعْدٍ كَانَ يَكُوْنُ بَيْنَ يَدَيِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَنْزِلَةِ صَاحِبِ الشُّرَطِ مِنَ الْاَمِيْرِ.

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت قیس بن سعد رضی اللہ عنہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ میں اس منصب پر تھے جس پر امیر کا صاحب الشرطہ ہوتا ہے۔

حضرت قیس بن سعد بن عبادہ مشہور صحابی ہیں۔ ان کے والد حضرت سعد قبیلۂ خزرج کے رئیس اعظم تھے۔

''شُرَطٌ''، ''شُرْطَةٌ'' کی جمع ہے جس کے معنی علامت کے ہیں۔ اسی سے شرطی ہے جس کے معنی سپاہی کے ہیں۔ ''صاحب الشرط'' سے مراد سپاہیوں کا افسر ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور خلفاء راشدین کے زمانے میں یہ محکمہ نہیں تھا۔ اس کے ایجاد کا سہرا بنی امیہ کے سر ہے۔ اسی لیے حضرت انس نے ''صاحب الشرط'' نہیں کہا۔ ''بمنزلة صاحب الشرط'' کہا۔ مطلب یہ ہوا کہ جیسے سپاہیوں کا افسر ہوتا ہے اسی طرح حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حضرت قیس بن سعد تھے۔

''كَانَ يَكُوْنُ'' استمرار کا صیغہ ہے، ترمذی میں یہ حدیث ہے مگر اس میں ''كَانَ'' نہیں صرف ''يَكُوْنُ'' ہے۔ اس حدیث کو باب سے کیا مناسبت ہے اس کے سمجھنے سے سارے شراح اب تک عاجز رہے۔

بَابٌ هَلْ يَقْضِى الْحَاكِمُ اَوْ يُفْتِىْ وَهُوَ غَضْبَانُ (ص١٠٥٩)

کیا حاکم غصہ کی حالت میں فیصلہ یا فتویٰ دے سکتا ہے؟

٢٩١٠ - سَمِعْتُ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ ابْنَ اَبِىْ بَكْرَةَ قَالَ كَتَبَ اَبُوْ بَكْرَةَ اِلَى ابْنِهٖ وَكَانَ بِسِجِسْتَانَ بِاَنْ لَّا تَقْضِىَ بَيْنَ اثْنَيْنِ وَاَنْتَ غَضْبَانُ فَاِنِّىْ سَمِعْتُ النَّبِىَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لَا يَقْضِيَنَّ حَكَمٌ بَيْنَ اثْنَيْنِ وَهُوَ غَضْبَانُ.

حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکرہ نے کہا کہ حضرت ابی بکرہ نے اپنے بیٹے کو لکھا اور وہ سجستان میں تھے کہ غصے کی حالت میں دو شخصوں کے درمیان فیصلہ نہ کرنا اس لیے کہ میں نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ آپ فرماتے تھے: کوئی حاکم غصے کی حالت میں دو کے درمیان فیصلہ نہ کرے۔

(مسلم۔ کتاب الاقضیہ، ترمذی، ابن ماجہ۔ کتاب الاحکام)

حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ نے اپنے جن صاحبزادے کو یہ لکھا تھا ان کا نام عبیداللہ ہے جیسا کہ ترمذی میں ہے۔ مسلم کی روایت میں ہے۔ ''كَتَبَ اَبِىْ وَكَتَبْتُ'' ان دونوں میں کوئی تعارض نہیں کہ حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ نے کبھی خود لکھا اور کبھی اپنے صاحبزادے عبدالرحمٰن سے لکھوایا اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ لکھوایا ہو اسی کو ''کتب'' سے تعبیر فرمایا ہو اور یہ عبیداللہ سجستان میں قاضی تھے۔

بَابُ مَنْ رَاَى لِلْقَاضِىْ اَنْ يَّحْكُمَ بِعِلْمِهٖ فِىْ اَمْرِ النَّاسِ اِذَا لَمْ يَخَفِ الظُّنُوْنَ وَالتُّهَمَةَ

جس نے یہ جائز جانا کہ لوگوں کے معاملہ میں قاضی اپنے علم کے مطابق فیصلہ کرے جب کہ بدگمانی اور تہمت کا اندیشہ نہ ہو

كَمَا قَالَ النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِهِنْدٍ خُذِىْ مَا يَكْفِيْكِ وَوَلَدَكِ بِالْمَعْرُوْفِ. وَذٰلِكَ اِذَا كَانَ اَمْرًا مَشْهُوْرًا. (ص١٠٦٠)

جیسا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہندہ سے کہا کہ عرف کے مطابق جو تجھے اور تیرے بچوں کو کافی ہو لے لے اور یہ اس وقت ہے جب کہ یہ بات مشہور ہو۔

توضیح

قاضی کو بغیر بینہ اور حلف کے اپنے علم کے مطابق فیصلہ کرنا جائز ہے یا نہیں؟ قاضی شریح اور امام شعبی اور امام احمد اور امام مالک کا مشہور قول یہ ہے کہ جائز نہیں، اور امام شافعی نے فرمایا کہ حقوق الناس میں جائز ہے خواہ قاضی بنائے جانے سے پہلے اس کا علم ہوا ہو یا بعد میں۔ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اگر قبل قضاء اسے علم ہوا تو اپنے علم کے مطابق فیصلہ نہیں کرے گا اور قاضی بنائے جانے کے بعد علم ہوا تو کر سکتا ہے اور امام ابو یوسف اور امام محمد نے فرمایا: قبل قضا اگر علم ہوا تو کر سکتا ہے۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے لیے دو شرطیں ذکر کی ہیں، ایک یہ کہ بدعنوانی اور تہمت کا اندیشہ نہ ہو، دوسرے یہ کہ وہ معاملہ معلوم و مشہور ہو۔

اس پر امام بخاری اُمّ المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی اس حدیث سے استدلال فرماتے ہیں کہ ایمان لانے کے بعد حضرت ہندہ رضی اللہ عنہا نے یہ عرض کیا کہ یا رسول اللہ! (میرے شوہر) ابوسفیان ممسک شخص ہیں تو کیا اس میں حرج ہے کہ میں ان سے بغیر پوچھے ہوئے ان کے اہل و عیال کو کھلاؤں تو حضور نے انہیں اجازت دی، یہ اجازت حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اس لیے دی کہ سب کو معلوم ہے کہ بچوں کا نان و نفقہ باپ کے ذمے واجب ہے اور یہ بھی معلوم تھا کہ حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ ممسک ہیں۔

بَابُ الشَّهَادَةِ عَلَى الْخَطِّ الْمَخْتُوْمِ، وَمَا يَجُوْزُ مِنْ ذٰلِكَ وَمَا يَضِيْقُ عَلَيْهِمْ، وَ كِتَابِ الْحَاكِمِ اِلٰى عَامِلِهٖ وَالْقَاضِيْ اِلَى الْقَاضِيْ (ص ١٠٢٠)

مہر شدہ خط پر گواہی کا بیان اور اس میں کیا جائز ہے اور کیا جائز نہیں؟ اور حاکم کا اپنے عامل کے پاس خط لکھنا اور قاضی کا قاضی کے پاس

توضیح

یعنی مہر شدہ خط پر اگر شرعی گواہی گزرے کہ فلاں کا خط ہے تو وہ معتبر ہے یا نہیں؟ خط کو مطلقاً غیر معتبر ماننے میں بہت سے حقوق کی تضییع لازم آئے گی اور بلاشرط تسلیم کرنے میں دجل، فریب، دھوکہ دہی کے خطرات ہیں، اس لیے کچھ شرائط کے ساتھ مخصوص صورتوں میں اس کی اجازت ہے۔ پہلی شرط یہ ہے کہ یہ خط قاضی کا ہو، دوسری شرط یہ ہے کہ بہ قدر نصاب گواہوں کے سامنے لکھے، تیسری شرط یہ ہے کہ وہ دونوں گواہ مکتوب الیہ قاضی کو لے جا کر دیں اور یہ گواہی دیں کہ یہ فلاں قاضی کا خط آپ کے نام ہے، چوتھی شرط بعض لوگوں نے یہ بڑھائی ہے کہ وہ خط مہر شدہ ہو اور کاتب نے گواہوں کے سامنے مہر لگائی ہو۔ یہ امام اعظم ابوحنیفہ اور امام محمد رحمہما اللہ کا قول ہے اور حضرت امام ابو یوسف کے نزدیک مہر کی شرط ضروری نہیں اس لیے کہ جب گواہان شرعی شہادت دے رہے ہیں کہ یہ فلاں کا خط ہے تو مہر کی کیا حاجت ہے؟ پھر یہ اطمینان کہ یہ مہر فلاں قاضی کی ہے گواہوں ہی کی شہادت پر ہو گا پھر مہر کی کیا حاجت؟ پانچویں شرط یہ ہے کہ قاضی کاتب اپنا نام عہدہ نیز مکتوب الیہ کا نام اور اس کا عہدہ اس طرح لکھے کہ دونوں کی تعیین ہو جائے۔

وَقَالَ بَعْضُ النَّاسِ كِتَابُ الْحَاكِمِ جَائِزٌ اِلَّا فِي الْحُدُوْدِ، ثُمَّ قَالَ اِنْ كَانَ الْقَتْلُ خَطأً فَهُوَ جَائِزٌ، لِاَنَّ هٰذَا مَالٌ بِزُعْمِهٖ، وَاِنَّمَا صَارَ مَالًا بَعْدَ اَنْ ثَبَتَ الْقَتْلُ، فَالْخَطَأُ وَالْعَمْدُ وَاحِدٌ۔

اور بعض لوگوں نے کہا کہ حاکم کا خط جائز ہے البتہ حدود میں جائز نہیں، پھر کہا: اگر قتل خطا ہو تو جائز ہے اس لیے کہ اس کے زعم میں یہ مال ہے اور یہ نہیں سمجھا کہ یہ قتل ثابت ہونے کے بعد مال ہوا ہے، پس خطا اور عمد ایک ہے۔

توضیح

یہ بھی حسب سابق امام بخاری کی احناف پر عنایت ہے۔ وہ فرمانا یہ چاہتے ہیں کہ احناف کے مذہب میں تناقض ہے اس لیے کہ ایک طرف تو یہ کہا کہ حدود میں کتاب القاضی الی القاضی جائز نہیں اور دوسری طرف یہ کہا کہ قتل خطا میں جائز ہے۔

احناف نے یہ فرمایا کہ قتل تو ہو چکا قاضی کو اس کی سزا کا فیصلہ دینا ہے اور جب قتل خطا ہے تو اس میں قصاص نہیں دیت واجب ہے اور دیت بلاشبہہ مال ہے۔ اس پر امام بخاری یہ فرماتے ہیں کہ یہ مال اس وقت ہے جب قتل ثابت ہو چکا ہو اس لیے جیسے قتل عمد اسی طرح قتل خطا۔ ہمارا یہ کہنا ہے کہ اگر قتل عمد اور خطا ایک ہی ہوتا ہے تو دونوں کی سزا بھی ایک ہی ہوتی' حالانکہ قتل عمد کی سزا قصاص ہے اور قتل خطا پر دیت لازم ہے۔ اس کو دوسرے الفاظ میں یوں کہیے کہ چونکہ حاکم قتل خطا میں یہ فیصلہ کرتا ہے کہ قاتل پر دیت واجب ہے۔ یہ قاتل کے ذمے مال لازم کرتا ہے تو یہ بالکل ایسے ہی ہو گیا کہ زید نے عمرو پر دعویٰ کیا کہ اس نے بالقصد میرے کپڑے کو جلا دیا' ثبوت کے بعد حاکم تاوان کا حکم دے گا' اسی طرح قتل خطا میں بھی ہے۔

ت۸۴۸ - وَقَدْ كَتَبَ عُمَرُ اِلٰى عَامِلِهٖ فِى الْحُدُوْدِ. اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے عامل کے پاس حدود کے بارے میں لکھا۔

یہاں اکثر روایت "فِى الْحُدُوْدِ" ہے لیکن مستملی اور کشمیہنی سے حضرت ابوذر کی روایت میں "فِى الْجَارُوْدِ" ہے۔

جارود بن المعلیٰ' ابوغیاث قبیلہ ابوالقیس کے سردار تھے' پہلے نصرانی تھے۔ ۱۰ھ میں عبدالقیس کے وفد کے ساتھ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ ان کا نام جارود اس لیے پڑا کہ زمانۂ جاہلیت میں قبیلہ بکر بن وائل اور ان کے ہمراہیوں کو ایک بار لوٹا' اُن کے کپڑے اتار کر ننگا کر دیا۔ "جارود"، "جَرِدْ" کا اسم مبالغہ ہے۔ امام عبدالرزاق نے روایت کیا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے قدامہ بن مظعون کو بحرین کا عامل مقرر فرمایا۔ یہ جارود حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور شکایت کی کہ قدامہ نے شراب پی جس سے اس کو نشہ آیا۔ حضرت عمر نے قدامہ کو اپنی بارگاہ میں بلایا۔ جارود اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے گواہی دی جس پر قدامہ کے اوپر حد جاری کی۔

ہمیں نہایت افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ حضرت امام بخاری نے ہمارے اس مذہب کو کہ حدود میں کتاب القاضی الی القاضی کو معتبر نہیں سمجھا' اس لیے کہ اس کا صریح مطلب یہ ہے کہ ایک قاضی کے یہاں ایسے شخص کے خلاف جو اس قاضی کے حدود قضا میں موجود نہیں گواہی گزری کہ اس نے چوری کی ہے مثلاً یہ ملزم جس قاضی کے حدود میں رہتا ہے اس کے پاس اپنا خط بھیجا کہ فلاں شخص کے خلاف میرے یہاں شہادت شرعیہ گزری ہے کہ اس نے چوری کی ہے' اس خط کے مطابق دوسرا قاضی اس کا ہاتھ نہیں کاٹے گا اس لیے کہ خط میں بہر حال وہ وثوق اور یقین نہیں حاصل ہوتا جو روبرو پیش ہونے والے گواہوں سے ہوتا ہے اور یہاں قدامہ کے واقعے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے یہاں گزری گواہی یا اپنا فیصلہ لکھ کر نہیں بھیجا تھا بلکہ قدامہ کو اپنے یہاں طلب فرمایا تھا۔ تحقیق کے لیے دونوں میں کتنا بڑا فرق ہے جو کسی پر پوشیدہ نہیں۔

ت۸۴۹ - وَكَتَبَ عُمَرُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيْزِ فِىْ سِنٍّ كُسِرَتْ. اور حضرت عمر بن عبدالعزیز نے اس دانت کے بارے میں لکھا جو توڑا گیا تھا۔

اس تعلیق کو امام ابوبکر خلال نے کتاب القصاص والدیات میں ذکر کیا ہے۔ یہ خط حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے عامل زریق بن حکیم کے پاس لکھا تھا۔ زریق نے حضرت عمر بن عبدالعزیز کے پاس ایک خط لکھا تھا کہ ایک شخص نے ایک شخص کا دانت

توڑ دیا ہے اور صرف ایک گواہ ہے۔ میں کیا کروں؟ اس کے جواب میں حضرت عمر بن عبدالعزیز نے اس گواہی کے مطابق فیصلہ کرنے کی اجازت دی تھی۔ یہ بھی حدود میں کتاب القاضی الی القاضی کے معتبر ہونے کی دلیل نہیں یہ تو زریق بن حکیم کے ایک استفتاء کا جواب تھا۔

ت ۸۵۰ - **وَقَالَ** اِبْرَاهِيْمُ كِتَابُ الْقَاضِيْ اِلَى الْقَاضِيْ جَائِزٌ اِذَا عَرَفَ الْكِتَابَ وَالْخَاتَمَ.

حضرت ابراہیم نخعی نے فرمایا کہ کتاب القاضی الی القاضی جائز ہے جب کہ دوسرا قاضی خط اور مہر کو پہچانتا ہو۔

اس تعلیق کو امام ابن ابی شیبہ نے ذکر کیا ہے۔

ت ۸۵۱ - **وَيُرْوٰى** عَنِ ابْنِ عُمَرَ نَحْوُهُ.

اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے بھی اسی کے مثل مروی ہے۔

ت ۸۵۲ - **وَقَالَ** مُعَاوِيَةُ بْنُ عَبْدِ الْكَرِيْمِ الثَّقَفِيُّ شَهِدْتُّ عَبْدَ الْمَلِكِ بْنَ يَعْلٰى قَاضِيَ الْبَصْرَةِ، وَاِيَاسَ بْنَ مُعَاوِيَةَ، وَالْحَسَنَ، وَثُمَامَةَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَنَسٍ، وَبِلَالَ بْنَ اَبِيْ بُرْدَةَ، وَعَبْدَ اللّٰهِ بْنَ بُرَيْدَةَ الْاَسْلَمِيَّ، وَعَامِرَ بْنَ عَبِيْدَةَ، وَعَبَّادَ بْنَ مَنْصُوْرٍ، يُجِيْزُوْنَ كُتُبَ الْقُضَاةِ بِغَيْرِ مَحْضَرٍ مِّنَ الشُّهُوْدِ، فَاِنْ قَالَ الَّذِيْ جِيْءَ عَلَيْهِ بِالْكِتَابِ اِنَّهُ زُوْرٌ، قِيْلَ لَهُ اذْهَبْ فَالْتَمِسِ الْمَخْرَجَ مِنْ ذٰلِكَ.

اور معاویہ بن عبدالکریم ثقفی نے کہا کہ میں حاضر ہوا قاضی بصرہ عبدالملک بن یعلیٰ اور ایاس بن معاویہ اور حسن اور ثمامہ بن عبداللہ بن انس اور بلال بن ابی بردہ اور عبداللہ بن ابو بریدہ اسلمی اور عامر بن عبیدہ اور عباد بن منصور کے پاس۔ یہ سب قاضیوں کے خطوط کو گواہوں کی عدم موجودگی میں نافذ کرتے تھے، پھر اگر جس کے خلاف خط آیا ہے اگر وہ کہتا ہے کہ یہ جعلی ہے تو اس سے کہا جاتا: جا اور اس سے چھٹکارا کا راستہ تلاش کر۔

اس تعلیق کو امام وکیع نے اپنی مصنف میں ذکر کیا ہے۔ یہ آٹھ تابعی ہیں اور یہ سب قاضی رہ چکے ہیں۔ ان میں صرف عباد بن منصور ضعیف ہیں جن پر قدریہ ہونے کی تہمت بھی لگائی گئی ہے۔ بقیہ سب جلیل القدر ثقہ تابعی ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ یہ سب حضرات دوسرے شہر کے قاضی کے خط پر فیصلہ کر دیتے اور عینی شاہدوں کو دوبارہ اپنے دارالقضاء میں بلا کر گواہی لینے کی ضرورت محسوس نہیں کرتے، حتیٰ کہ اگر مدعیٰ علیہ کہتا کہ یہ خط جعلی ہے پھر بھی اس پر توجہ نہیں دیتے اور اس سے کہتے ہیں کہ صفائی کا جو شرعی طریقہ ہے اس کو پیش کرو مثلاً خط میں جن گواہوں کا ذکر ہے ان پر جرح پیش کرو۔

ت ۸۵۳ - **وَاَوَّلُ** مَنْ سَاَلَ عَلٰى كِتَابِ الْقَاضِيْ الْبَيِّنَةَ ابْنُ اَبِيْ لَيْلٰى وَ سَوَّارُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ.

اور سب سے پہلے جس نے کتاب القاضی پر بینہ طلب کیا ابن ابی لیلیٰ اور سوار بن عبداللہ ہیں۔

۲۹۱۱ - **وَقَالَ** لَنَا اَبُوْ نُعَيْمٍ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحْرِزٍ جِئْتُ بِكِتَابٍ مِّنْ مُّوْسَى بْنِ اَنَسٍ قَاضِي الْبَصْرَةِ، وَاَقَمْتُ عِنْدَهُ الْبَيِّنَةَ اَنَّ لِيْ عِنْدَ فُلَانٍ كَذَا وَكَذَا، وَهُوَ بِالْكُوْفَةِ، وَجِئْتُ بِهِ الْقَاسِمَ بْنَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ فَاَجَازَهُ.

اور ہم سے ابونعیم نے کہا: ہم سے عبیداللہ بن محرز نے بیان کیا کہ میں بصرہ کے قاضی موسیٰ بن انس کا خط قاسم بن عبدالرحمن کے پاس لے کر آیا۔ انہوں نے اس خط کے مطابق فیصلہ کیا حالانکہ وہ کوفہ میں تھے۔ میں نے موسیٰ بن انس کے پاس بینہ پیش کیا تھا کہ میرا فلاں کے ذمہ اتنا اور اتنا روپیہ ہے اور وہ کوفہ میں ہے (موسیٰ بن انس نے اسی مضمون کا خط لکھ کر مجھے دیا) جسے میں قاسم بن عبدالرحمن کے پاس لے آیا تو انہوں نے فیصلہ کیا۔

یہ ابونعیم فضل بن دکین ہیں۔ یہ امام بخاری کے مشائخ میں سے ہیں۔ ان سے امام بخاری نے یہ مذاکرۃً سنا تھا اس لیے "قَالَ لَنَا" سے ذکر کیا۔ موسیٰ بن انس بن مالک بصرہ کے قاضی تھے۔ ان کے پاس عبیداللہ بن محرز نے دو گواہوں کو پیش کیا کہ فلاں شخص جو کوفہ میں ہے اس کے ذمہ میرا اتنا روپیہ ہے۔ انہوں نے عبیداللہ کا دعویٰ اور گواہی لکھ کر کوفہ کے قاضی قاسم بن عبدالرحمٰن کے نام خط لکھا جس پر انہوں نے فیصلہ کر دیا۔ قاسم بن عبدالرحمٰن حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے پوتے تھے۔ ان کی کنیت ابوعبدالرحمٰن تھی۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز کے زمانہ میں کوفہ کے قاضی تھے۔ (فتح الباری ج ۱۳ ص ۱۴۳)

ت ٨٥٤ - وَكَرِهَ الْحَسَنُ وَأَبُوْ قِلَابَةَ أَنْ يَّشْهَدَ عَلٰى وَصِيَّةٍ حَتّٰى يَعْلَمَ مَا فِيْهَا، لِأَنَّهُ لَا يَدْرِيْ لَعَلَّ فِيْهَا جَوْرًا.

اور امام حسن بصری اور ابوقلابہ اس بات کو ناپسند کرتے تھے کہ وصیت پر گواہی دی جائے جب تک یہ معلوم نہ ہو کہ اس میں کیا ہے اس لیے کہ وہ نہیں جانتا ہو سکتا ہے اس میں ظلم ہو۔

ت ٨٥٥ - وَقَدْ كَتَبَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلٰى أَهْلِ خَيْبَرَ إِمَّا أَنْ تَدُوْا صَاحِبَكُمْ، وَإِمَّا أَنْ تُؤْذِنُوْا بِحَرْبٍ.

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل خیبر کو لکھا: یا تو مقتول کی دیت دو یا لڑائی کا اعلان قبول کرو۔

"تَدُوْا" اس کا مادہ "وَدْيٌ" ہے یہ مضارع کا جمع مذکر حاضر کا صیغہ ہے، اصل میں "تَوْدِيُوْا" تھا۔ "واؤ" فاکلمہ تھا جو "يَعِدُ" کے قاعدہ سے محذوف ہو گیا، پھر یاء کے ضمہ کو نقل کر کے دال کو دیا، اب یاء اور واؤ میں التقاء ساکنین ہوا، یا گر پڑی "تدو" ہو گیا۔

یہ قصہ گزر چکا ہے، معقل بن ابی حسنہ سے مروی ہے کہ عبداللہ بن سہل اور محیصہ خیبر گئے۔ عبداللہ بن سہل کو کسی نے قتل کر کے پھینک دیا، محیصہ نے یہود سے پوچھا، یہود نے قسم کھا کر انکار کیا، پھر عبداللہ اپنے بھائی حویصہ اور عبدالرحمٰن بن سہل کو لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے سارا واقعہ عرض کیا۔ اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کے یہود کو یہ تحریر فرمایا تھا۔

ت ٨٥٦ - وَقَالَ الزُّهْرِيُّ، فِيْ شَهَادَةٍ عَلَى الْمَرْأَةِ مِنْ وَّرَاءِ السِّتْرِ إِنْ عَرَفْتَهَا فَاشْهَدْ، وَإِلَّا فَلَا تَشْهَدْ.

اور امام زہری نے فرمایا پردے میں رہنے والی عورت کے خلاف گواہی دینے کے بارے میں: اگر تو اسے پہچانتا ہے تو گواہی دے ورنہ مت گواہی دے۔

اس تعلیق کو امام ابن ابی شیبہ نے ذکر کیا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی عورت پردے میں ہے تو اس کے حق میں یا اس کے خلاف گواہی دینا اس وقت درست ہے جب گواہ کو اس کا یقین ہو کہ یہ وہی عورت ہے جس کے بارے میں گواہی دینا ہے۔

["کتاب القاضی الی القاضی" ہمارے نزدیک حدود میں معتبر نہیں]

باب یہ تھا کہ کتاب القاضی الی القاضی ہر معاملہ میں معتبر ہے حتیٰ کہ حدود میں بھی۔ یہی حضرت امام بخاری کا مذہب ہے مگر ہمارے نزدیک اور معاملات میں معتبر ہے، حدود میں معتبر نہیں۔ جس پر حضرت امام بخاری نے کوئی دلیل نہیں پیش کی۔ جتنے آثار لائے ان میں سے کسی سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ حدود میں کتاب القاضی الی القاضی معتبر ہے اور آخری اثر کو باب سے کوئی تعلق نہیں۔

بَابُ مَتٰى يَسْتَوْجِبُ الرَّجُلُ الْقَضَاءَ (ص ۱۰۶۱)

مرد کب قاضی بنائے جانے کے لائق ہوتا ہے؟

ت ٨٥٧ - وَقَالَ الْحَسَنُ أَخَذَ اللّٰهُ عَلَى الْحُكَّامِ أَنْ

اور امام حسن بصری نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے حکام پر یہ

لَا يَتَّبِعُوا الْهَوٰى، وَلَا يَخْشَوُا النَّاسَ، وَلَا يَشْتَرُوْا بِاٰيَاتِيْ ثَمَنًا قَلِيْلًا، ثُمَّ قَرَأَ ﴿يَا دَاوٗدُ اِنَّا جَعَلْنَاكَ خَلِيْفَةً فِي الْاَرْضِ فَاحْكُمْ بَيْنَ النَّاسِ بِالْحَقِّ وَلَا تَتَّبِعِ الْهَوٰى فَيُضِلَّكَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اِنَّ الَّذِيْنَ يَضِلُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌ بِمَا نَسُوْا يَوْمَ الْحِسَابِ○﴾ (ص:٢٦). وَقَرَأَ ﴿اِنَّا اَنْزَلْنَا التَّوْرَاةَ فِيْهَا هُدًى وَّنُوْرٌ يَحْكُمُ بِهَا النَّبِيُّوْنَ الَّذِيْنَ اَسْلَمُوْا لِلَّذِيْنَ هَادُوْا وَالرَّبَّانِيُّوْنَ وَالْاَحْبَارُ بِمَا اسْتُحْفِظُوْا﴾ (المائدہ:٤٤). اسْتُوْدِعُوْا. ﴿مِنْ كِتَابِ اللّٰهِ وَكَانُوْا عَلَيْهِ شُهَدَآءَ فَلَا تَخْشَوُا النَّاسَ وَاخْشَوْنِ وَلَا تَشْتَرُوْا بِاٰيَاتِيْ ثَمَنًا قَلِيْلًا وَّمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْكَافِرُوْنَ○﴾ (المائدہ:٤٤). وَقَرَأَ ﴿وَدَاوٗدَ وَ سُلَيْمَانَ اِذْ يَحْكُمَانِ فِي الْحَرْثِ اِذْ نَفَشَتْ فِيْهِ غَنَمُ الْقَوْمِ وَكُنَّا لِحُكْمِهِمْ شَاهِدِيْنَ○ فَفَهَّمْنَاهَا سُلَيْمَانَ وَكُلًّا اٰتَيْنَا حُكْمًا وَّعِلْمًا﴾ (الانبیاء:٧٨-٧٩). فَحَمِدَ سُلَيْمَانَ وَلَمْ يَلُمْ دَاوٗدَ، وَلَوْ لَا مَا ذَكَرَ اللّٰهُ مِنْ اَمْرِ هٰذَيْنِ لَرَاَيْتُ اَنَّ الْقُضَاةَ هَلَكُوْا، فَاِنَّهُ اَثْنٰى عَلٰى هٰذَا بِعِلْمِهِ وَعَذَرَ هٰذَا بِاجْتِهَادِهٖ.

پابندی لگادی ہے کہ خواہش نفس کی پیروی نہ کریں اور لوگوں سے نہ ڈریں اور اللہ کی آیتوں کے عوض تھوڑی پونجی نہ خریدیں، پھر انہوں نے پڑھا: اے داؤد! بے شک ہم نے تمہیں زمین میں نائب کیا تو لوگوں میں سچا حکم کرو اور خواہش کے پیچھے نہ جانا کہ تجھے اللہ کی راہ سے بہکا دے گی، بے شک جو لوگ اللہ کی راہ سے بہکتے ہیں ان کے لیے سخت عذاب ہے اس بناء پر کہ وہ حساب کے دن کو بھول بیٹھے○ اور پڑھا: بے شک ہم نے توریت اتاری جس میں ہدایت اور نور ہے، ہمارے فرماں بردار نبی اور عالم اور فقیہ اس کے مطابق یہود کو حکم دیتے تھے کیونکہ ان سے کتاب اللہ کی حفاظت چاہی گئی تھی اور وہ اس پر گواہ تھے، لوگوں سے خوف نہ کرو اور مجھ سے ڈرو اور میری آیتوں کے بدلے ذلیل قیمت نہ لو، اور جو اللہ کے اتارے پر حکم نہ کرے وہی لوگ کافر ہیں○ اور پڑھا: اور داؤد اور سلیمان کو یاد کرو جب کھیتی کا ایک جھگڑا چکاتے تھے، جب رات کو کچھ لوگوں کی بکریاں چھوٹیں اور ہم ان کے حکم کے وقت موجود تھے○ تو ہم نے وہ جھگڑا سلیمان کو سمجھا دیا اور ہم نے دونوں کو حکومت اور علم عطا کیا۔ اس پر سلیمان کی تعریف کی اور داؤد کو ملامت نہیں کی۔ اگر اللہ ان دونوں کے واقعے کو ذکر نہ فرماتا تو یہی سمجھا جاتا کہ قاضی ہلاک ہو گئے۔ اللہ نے ایک کی اس کے علم کے سبب تعریف کی اور دوسرے کو اس کے اجتہاد پر معذور رکھا۔

توضیح

قاضی مقرر کرنا فرض کفایہ ہے۔ قاضی کے لیے وہی شرائط ہیں جو شہادت کی ہیں، یعنی مسلمان، عاقل، بالغ، آزاد ہونا، اندھا، گونگا بالکل بہرہ نہ ہونا، محدود فی القذف نہ ہونا۔ بہتر یہ ہے کہ قاضی عالم فقیہ کو بنایا جائے، بے علم اور فاسق کو نہ بنایا جائے اور یہ ضروری ہے کہ جسے قاضی بنایا جائے معاملہ فہم ہو، فیصلہ نافذ کرنے پر قادر ہو، بارعب ہو، لوگوں کی باتوں پر صبر کرنے کا عادی ہو، صاحب ثروت ہو تاکہ لالچ میں نہ پھنسے، پاکدامن، عاقل، سمجھ دار، معاملہ فہم ہو، مزاج میں شدت ہو مگر زیادہ شدت نہ ہو، اتنی نرمی نہ ہو کہ لوگوں سے دب جائے۔ قاضی مقرر کرنا سلطان اسلام کا کام ہے یا اس والی کا جسے سلطان اسلام نے قاضی مقرر کرنے کی اجازت دی ہو۔ عوام کو قاضی مقرر کرنے کا حق نہیں۔

مگر اس زمانے میں اعلم علمائے بلد جو سنی صحیح العقیدہ مرجع فتویٰ ہو، قاضی ہے، نیز اسے یہ بھی حق ہے کہ دوسرے کو قاضی مقرر کر سکتا ہے جیسا کہ فتاویٰ عتابیہ اور حدیقہ ندیہ میں ہے۔

جس شخص کے سامنے عہدۂ قضا پیش کیا گیا اگر وہی اس کا اہل ہے دوسرا کوئی اہل نہیں تو اسے یہ عہدۂ قبول کرنا واجب ہے اور اگر

دوسرا بھی ہو مگر کم درجے کا ہو تو مستحب ہے اور اگر کوئی آدمی اس کے اہل ہوں تو قبول کرنا جائز ہے۔

امام حسن بصری کے فرمانے کا مطلب یہ ہے کہ قاضی کو خداترس ہونا ضروری ہے۔ اس پر لازم ہے کہ شریعت کے مطابق فیصلہ کرے اور اس بارے میں کسی کی رو رعایت نہ کرے' اور رشوت ہرگز نہ لے جیسا کہ مذکورہ بالا آیتوں سے ثابت ہے' اور اگر قاضی نے نیک نیتی سے غور کیا اور نیک نیتی کے ساتھ فیصلہ دیا اور اس میں غلطی ہوگئی تو معاف ہے بلکہ اس پر بھی اسے ایک اجر ملے گا اور اگر اس نے صحیح فیصلہ کیا تو دوگنا اجر ملے گا جیسا کہ حدیث میں تصریح ہے اور اس پر حضرت داؤد اور حضرت سلیمان علیہما السلام کا واقعہ شاہد ہے۔ واقعہ یہ ہوا کہ ایک شخص کے کھیت کو کچھ لوگوں کی بکریاں رات میں کھا گئیں۔ معاملہ حضرت داؤد علیہ السلام کی بارگاہ میں پیش ہوا۔ انہوں نے یہ فیصلہ کیا کہ بکریاں کھیتی والے کو دے دی جائیں۔ بکریوں کی قیمت کھیتی کے نقصان کے برابر تھی' پھر یہ معاملہ حضرت سلیمان علیہ السلام کی بارگاہ میں پیش ہوا تو فرمایا کہ بکریاں عارضی طور پر کھیت والے کو دے دی جائیں تاکہ کھیت والا ان کے دودھ اور اون کو استعمال کرے اور بکری کے مالک کو لازم ہے کہ وہ کھیت میں وہی چیز بوئے جو پہلے بوئی گئی تھی اور جب کھیت اس حد کو پہنچ جائے جس حد پر بکریوں نے کھایا تھا تو پھر بکریاں مالکوں کو واپس کر دی جائیں۔ اللہ تعالیٰ نے اس فیصلہ کے بعد حضرت داؤد اور حضرت سلیمان علیہما السلام دونوں کی مدح فرمائی' ارشاد ہے: "وَكُلًّا اٰتَيْنَا حُكْمًا وَّعِلْمًا" (الانبیاء:۷۹) ہر ایک کو ہم نے حکومت اور علم عطا فرمایا۔

ت۸۵۸- وَقَالَ مُزَاحِمُ بْنُ زُفَرَ' قَالَ لَنَا عُمَرُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيْزِ خَمْسٌ اِذَا اَخْطَاَ الْقَاضِيَ مِنْهُنَّ خَصْلَةً كَانَتْ فِيْهِ وَصْمَةٌ اَنْ يَكُوْنَ فَقِيْهًا' حَلِيْمًا' عَفِيْفًا' صَلِيْبًا' عَالِمًا سَؤُوْلًا عَنِ الْعِلْمِ.

مزاحم بن زفر نے کہا کہ مجھ سے عمر بن عبدالعزیز نے فرمایا: قاضی میں پانچ صفتیں ہونی چاہئیں۔ اگر ان میں ایک بھی کم ہوگی تو یہ اس میں عیب ہوگا۔ سمجھ والا ہو' بردبار ہو' پرہیزگار ہو اور سخت ہو' علم والا ہو اور علم کے بارے میں بہت سوال کرنے والا ہو۔

اس تعلیق کو امام سعید بن منصور نے اپنی سنن میں اور محمد بن سعد نے طبقات میں ذکر کیا ہے۔

"صلیبًا"' "صلابت" سے صفت مشبہ ہے' فعیل کے وزن پر' مراد یہ ہے کہ حق پر سختی سے قائم رہے۔ دباؤ' سفارشات سے متاثر نہ ہو۔ "سؤولًا" سوال سے اسم مبالغہ ہے۔ مراد یہ ہے کہ وہ علماء سے مسائل پوچھتا رہے۔ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ بڑے سے بڑے عالم کا ذہن اس طرف نہیں جاتا جس کی طرف ایک چھوٹے کا چلا جاتا ہے' پھر بحث و تمحیص سے بات منقح ہو جاتی ہے۔ عالم ہونے کو لازم ہے کہ وہ اہل علم سے بحث و تمحیص کرتا رہے۔

بَابُ رِزْقِ الْحُكَّامِ وَالْعَامِلِيْنَ عَلَيْهَا (ص ۱۰۶۱)

حاکم اور عاملین کی تنخواہ کا بیان

ت۸۵۹- وَكَانَ شُرَيْحٌ الْقَاضِيْ يَاْخُذُ عَلَى الْقَضَاءِ اَجْرًا.

اور قاضی شریح قضاء پر اجرت لیتے تھے۔

اس تعلیق کو امام عبدالرزاق اور امام سعید بن منصور نے ذکر کیا ہے۔ تلویح میں کہا کہ یہ تعلیق ضعیف ہے اور شارحین کا بھی رجحان یہی ہے' لیکن عمل اسی پر ہے۔ امام ابن ابی شیبہ نے ابن ابی لیلیٰ سے روایت کیا کہ مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے شریح کی پانچ سو تنخواہ مقرر کر دی تھی۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ تعلیق ضعیف ہے اس لیے کہ جب بیت المال سے قاضی کی تنخواہ مقرر ہو تو اسے یہ جائز نہیں کہ متخاصمین سے اجرت لے۔ یہاں یہ بات ذہن نشین رکھنی ضروری ہے کہ اس تعلیق کا مطلب یہ ہے کہ قاضی شریح متخاصمین سے اجرت لیتے تھے اور جب ان کی تنخواہ بیت المال سے مقرر تھی تو انہیں یہ جائز نہیں تھا کہ وہ متخاصمین سے اجرت لیتے'

حالانکہ اس پر اتفاق ہے کہ وہ بہت متدین خداترس تھے۔ پہلی بار ان کو حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے کوفہ کا قاضی مقرر فرمایا اور یہ زمانہ دراز تک قاضی رہے۔ ان سے مستبعد ہے کہ تنخواہ مقرر ہونے کے باوجود متخاصمین سے اُجرت لیتے ہوں۔

علماء کا اس میں اختلاف ہے کہ قاضی کو یہ جائز ہے کہ نہیں کہ متخاصمین سے اُجرت لے اور جن لوگوں نے اس کو جائز کہا ہے انہوں نے بہت سی شرطیں لگائی ہیں لیکن علامہ ابن حجر نے فرمایا کہ اب یہ شرطیں عملاً ختم کر دی گئی ہیں اور اس زمانہ میں اجرت رائج ہو گئی ہے ایسی کہ اس کا ازالہ متعذر ہے۔ وَاللّٰهُ الْمُسْتَعَانُ

ہاں اس پر اتفاق ہے کہ سلطان اسلام پر لازم ہے کہ حکام اور قاضیوں کی مناسب تنخواہ مقرر دے۔

ت ٨٦٠ - وَقَالَتْ عَائِشَةُ يَأْكُلُ الْوَصِيُّ بِقَدْرِ عُمَالَتِهِ. اور اُمّ المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ وصی اپنے کام کی مقدار لے سکتا ہے۔

اس تعلیق کو امام ابن ابی شیبہ نے حضرت اُمّ المؤمنین رضی اللہ عنہا سے اس آیت کریمہ کی تفسیر میں نقل کیا ہے کہ فرمایا:

وَمَنْ كَانَ فَقِيْرًا فَلْيَاْكُلْ بِالْمَعْرُوْفِ. (النساء:٦) اور جو محتاج ہو عرف کے مطابق کھائے۔

فرمایا: اللہ عزوجل نے یہ آیت یتیم کے ولی کے بارے میں نازل فرمائی ہے جو یتیم کی پرورش کرتا ہے' اگر وہ محتاج ہے تو یتیم کے مال سے کھا سکتا ہے۔

ت ٨٦١ - وَاَكَلَ اَبُوْ بَكْرٍ وَّ عُمَرُ. حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما نے تنخواہ لی۔

اسے امام ابوبکر ابن ابی شیبہ نے اُمّ المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا' نیز امام بخاری نے کتاب البیوع میں اسے مفصل ذکر فرمایا ہے۔

اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بارے میں جو تعلیق ہے اسے امام ابوبکر بن ابی شیبہ اور ابن سعد نے ذکر کیا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میری حیثیت اللہ کے مال میں وہی ہے جو یتیم کے مال میں اس کے وصی کی ہے۔ اگر مجھے اس کی ضرورت نہیں ہوگی تو میں کچھ نہیں لوں گا اور اگر مجھے ضرورت ہوئی تو عرف کے مطابق لوں گا۔

کرابیسی نے روایت کیا کہ میں جاڑے اور گرمی کے دو جوڑے' اپنے اور اپنے اہل وعیال کا نان نفقہ قریش کے متوسط فرد کے مطابق لیتا ہوں۔

٢٩١٢ - اَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ السَّعْدِيِّ اَخْبَرَهُ اَنَّهُ قَدِمَ عَلٰى عُمَرَ فِيْ خِلَافَتِهِ' فَقَالَ لَهُ عُمَرُ اَلَمْ اُحَدَّثْ اَنَّكَ تَلِيْ مِنْ اَعْمَالِ النَّاسِ اَعْمَالًا' فَاِذَا اُعْطِيْتَ الْعُمَالَةَ كَرِهْتَهَا؟ فَقُلْتُ بَلٰى' فَقَالَ عُمَرُ مَا تُرِيْدُ اِلٰى ذٰلِكَ؟ قُلْتُ اِنَّ لِيْ اَفْرَاسًا وَاَعْبُدًا' وَاَنَا بِخَيْرٍ' وَاُرِيْدُ اَنْ تَكُوْنَ عُمَالَتِيْ صَدَقَةً عَلَى الْمُسْلِمِيْنَ. قَالَ عُمَرُ لَا تَفْعَلْ' فَاِنِّيْ كُنْتُ اَرَدْتُّ الَّذِيْ اَرَدْتَّ' فَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعْطِيْنِي الْعَطَاءَ' فَاَقُوْلُ اَعْطِهِ اَفْقَرَ اِلَيْهِ مِنِّيْ' حَتّٰى اَعْطَانِيْ مَرَّةً مَالًا' فَقُلْتُ اَعْطِهِ

عبداللہ بن سعدی کہتے ہیں کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں ان کے زمانۂ خلافت میں حاضر ہوا تو انہوں نے فرمایا کہ مجھے یہ بتایا گیا ہے کہ تم لوگوں کے کچھ کاموں کو انجام دیتے ہو اور جب اس کی اجرت تم کو دی جاتی ہے تو تم اس کو برا سمجھتے ہو' میں نے عرض کیا کہ ہاں! ایسا ہی ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دریافت فرمایا: تم کیا چاہتے ہو؟ میں نے عرض کیا: میرے پاس گھوڑے ہیں اور غلام ہیں اور میں خوشحال ہوں۔ میں یہ چاہتا ہوں کہ میری خدمت مسلمانوں پر صدقہ ہو۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ایسا مت کر کیونکہ میں نے بھی ایسا ہی ارادہ کیا تھا جیسا تم نے کیا ہے۔ رسول اللہ

أَفْقَرَ إِلَيْهِ مِنِّي، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خُذْهُ فَتَمَوَّلْهُ، وَتَصَدَّقْ بِهِ، فَمَا جَاءَ كَ مِنْ هٰذَا الْمَالِ وَأَنْتَ غَيْرُ مُشْرِفٍ وَلَا سَائِلٍ فَخُذْهُ، وَإِلَّا فَلَا تُتْبِعْهُ نَفْسَكَ.

(مسلم، ابوداؤد، نسائی۔ کتاب الزکوۃ)

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مجھ کو کچھ عطا فرمایا کرتے تھے اور میں عرض کرتا تھا کہ آپ اسے مجھ سے زیادہ حاجت مند کو عطا فرمائیں، یہاں تک کہ ایک مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مجھ کو کچھ مال عطا فرمایا، میں نے وہی عرض کیا کہ جو مجھ سے زیادہ حاجت مند ہو اسے عطا فرمائیں۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: اس کو لے لو اور اپنے قبضہ میں کر کے صدقہ کر دو۔ اس مال سے جو کچھ تمہارے پاس آئے نہ تمہیں اس کی طمع ہو اور نہ تم نے اس کو مانگا ہو تو لے لو اور اگر نہ آئے تو اس کے لینے کے در پے نہ ہو۔

اس سند کی یہ خصوصیت ہے کہ اس میں چار صحابہ کرام راوی ہیں، حضرت سائب بن یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ مشہور صحابی ہیں۔ انہوں نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا زمانہ چھ سال کا پایا اور مدینہ میں وفات پانے والے صحابہ کرام میں سب سے آخر ہیں۔ چورانوے یا چھیانوے سال کی عمر میں ۸۰ھ یا ۸۱ھ میں وصال فرمایا۔

حضرت خویطب بن عبدالعزیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فتح مکہ کے موقع پر مشرف بہ اسلام ہوئے، جب کہ ان کی عمر قریب ساٹھ سال کی تھی۔ حنین کے غنائم میں سے ان کو سو اونٹ عطا فرمائے گئے تھے۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جن چند حضرات نے دفن فرمایا تھا ان میں ایک یہ بھی ہیں۔ مدینہ طیبہ کے اپنے گھر کو حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ چالیس ہزار میں بیچا تھا۔ ایک سو بیس سال کی عمر پائی اور حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے آخری زمانہ خلافت میں واصل بحق ہوئے۔

حضرت عبداللہ بن سعدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کے والد کا نام وقدان بن عبد شمس بن عبدود ہے۔ ان کو سعدی اس لیے کہا جاتا ہے کہ انہوں نے قبیلہ بنو سعد میں دودھ پیا تھا۔ ۵۷ھ میں مدینہ طیبہ میں وصال فرمایا۔

اور چوتھے صحابی خود حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔

مسلم کی روایت میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کو زکوۃ وصول کرنے پر مقرر فرمایا تھا اور زکوۃ کے محصلین کو ان کے کام کی مقدار زکوۃ کے مال سے اجرت دینے کی اجازت خود قرآن مجید سے ثابت ہے۔ اس حدیث کا آخری حصہ جو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ارشاد ہے کتاب الزکوۃ میں گزر چکا ہے۔

بَابُ مَنْ قَضٰى وَلَاعَنَ فِي الْمَسْجِدِ (ص ۱۰۶۲)

جس نے مسجد میں فیصلہ کیا اور لعان کرایا

ت ۸۶۲ - وَلَاعَنَ عُمَرُ عِنْدَ مِنْبَرِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے منبر کے پاس لعان کرایا۔

منبر اقدس کے پاس لعان میں یہ حکمت تھی کہ اس کے تقدس کی وجہ سے فریقین جھوٹا لعان کرتے ہوئے ڈریں گے۔ اسی سے علماء نے اخذ کیا ہے کہ قسم میں زیادہ پختگی کی نیت سے کسی مخصوص، معظم، متبرک جگہ قسم کھلائی جا سکتی ہے، اسی طرح خاص وقت میں بھی۔

ت ۸۶۳ - وَقَضٰى شُرَيْحٌ وَالشَّعْبِيُّ وَيَحْيَى بْنُ يَعْمَرَ فِي الْمَسْجِدِ.

اور قاضی شریح اور امام شعبی اور یحییٰ بن یعمر مسجد میں مقدمات کا فیصلہ کرتے تھے۔

قاضی شریح یحیٰ بن یعمر کی تعلیق کو امام ابوبکر بن ابی شیبہ نے ذکر کیا ہے اور امام شعبی کے اثر کو سعید بن عبدالرحمٰن مخزومی نے جامع سفیان میں عبداللہ بن شبرمہ سے روایت کیا ہے' وہ کہتے ہیں: میں نے امام شعبی کو دیکھا کہ انہوں نے ایک یہودی کو بہتان کے جرم میں مسجد میں کوڑا مارا۔

اگر چہ مسجد میں حد قائم کرنے کی اجازت نہیں۔ غالبًا امام شعبی نے یہ اجتہاد فرمایا کہ ممانعت حدود کے ساتھ خاص ہے۔ معمولی سزا مسجد میں دی جاسکتی ہے۔

ت٨٦٤ - وَكَانَ الْحَسَنُ وَزُرَارَةُ بْنُ اَوْفٰى يَقْضِيَانِ فِي الرَّحَبَةِ خَارِجًا مِّنَ الْمَسْجِدِ. حضرت امام حسن بصری اور زرارہ بن اوفی مسجد کے باہر صحن میں فیصلہ کرتے تھے۔

علامہ کرمانی نے فرمایا: ''رَحَبَـة'' حاء کے فتحہ کے ساتھ صحن کے معنی میں ہے۔ ''رَحْبَـة'' حاء کے سکون کے ساتھ ایک شہر کا نام ہے۔

مسجد میں مقدمات کا فیصلہ کرنا اور لعان کرنا جائز ہے لیکن اس زمانہ میں اس سے بچنا چاہیے۔

بَابُ مَنْ حَكَمَ فِي الْمَسْجِدِ، حَتّٰى اِذَا اَتٰى عَلٰى حَدٍّ اَمَرَ اَنْ يُّخْرَجَ مِنَ الْمَسْجِدِ فَيُقَامَ (ص١٠٦٢) جس نے مسجد میں فیصلہ کیا اور جب حد قائم کرنے کا وقت آیا تو حکم دیا کہ مسجد کے باہر نکال کر حد لگاؤ

توضیح

مسجد میں حد قائم کرنے کی ممانعت کے بارے میں اختلاف ہے۔ حضرت عمر اور حضرت علی رضی اللہ عنہما نے اس سے منع فرمایا۔ یہی مسروق' شعبی' عکرمہ اور ہمارا اور حضرت امام شافعی' امام احمد' امام اسحاق کا مذہب ہے۔ قاضی ابن ابی لیلیٰ اسے جائز جانتے ہیں اور امام شعبی سے بھی یہی روایت ہے۔ حضرت امام مالک نے فرمایا: کوڑوں کی معمولی سزائیں مسجد میں دینی جائز ہیں' البتہ سنگین سزائیں اور حدود کی اجازت نہیں۔

ت٨٦٥ - وَقَالَ عُمَرُ اَخْرِجَاهُ مِنَ الْمَسْجِدِ. اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ان دونوں کو مسجد سے نکالو۔

اس اثر کو امام ابوبکر بن ابی شیبہ نے سند متصل کے ساتھ ذکر فرمایا اور اس کی سند شیخین کی شرط پر ہے۔

ت٨٦٦ - وَيُذْكَرُ عَنْ عَلِيٍّ نَحْوُهٗ. حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہوئے اس کے مثل ذکر کیا جاتا ہے۔

اس تعلیق کو امام ابوبکر بن ابی شیبہ نے ذکر کیا ہے اور اس کی سند میں ایک ایسا راوی بھی ہے جس پر جرح کی گئی ہے اس لیے حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے صیغہ تمریض سے ذکر کیا ہے۔

قصہ یہ ہوا کہ ایک شخص حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور چپکے سے ان سے کچھ کہا۔ حضرت علی نے اپنے غلام قنبر کو حکم دیا کہ اسے مسجد سے باہر لے جا کر اس پر حد قائم کرو۔

مسجد میں سزا دینے میں مسجد کی بے حرمتی اور اس کے ناپاک ہونے کا اندیشہ قوی ہے اس لیے مسجد میں سزا دینا جائز نہیں۔

بَابُ الشَّهَادَةِ تَكُوْنُ عِنْدَ الْحَاكِمِ حاکم اگر فریقین میں سے کسی ایک کا گواہ ہو تو کیا

فِيْ وَلَايَتِهِ الْقَضَاءَ اَوْ قَبْلَ ذٰلِكَ لِلْخَصْمِ (ص۱۰۶۲) — حکم ہے؟ خواہ اس نے تحمل شہادت قاضی ہونے کے بعد کیا ہو یا قاضی ہونے سے پہلے

توضیح

جس قاضی کے یہاں معاملہ ہے وہ قاضی فریقین میں سے کسی کا گواہ ہو تو کیا اسے اپنے علم کے مطابق فیصلہ کرنے کی اجازت ہے یا یہ کہ یہ مقدمہ کسی اور حاکم کے پاس پیش کیا جائے۔ یہ حاکم اس کے یہاں جا کے گواہی دے۔ اسے اپنے علم کے مطابق فیصلہ کا حق نہیں۔ یہ بہت معرکۃ الآراء مسئلہ ہے' اسی لیے امام بخاری نے کوئی فیصلہ نہیں کیا' لیکن آخر میں جو کچھ فرمایا ہے اس سے ظاہر یہ ہوتا ہے کہ ان کا مختار یہی ہے کہ قاضی اپنے علم کے مطابق فیصلہ نہیں کر سکتا ہے۔

"الشهادة تكون عند الحاكم" سے مراد یہ ہے کہ جس حاکم کے یہاں مقدمہ ہے وہ ایک فریق کا گواہ اور معاملہ کا عینی شاہد ہے۔

ت۸۶۷ - وَقَالَ شُرَيْحٌ اَلْقَاضِيْ' وَسَأَلَهُ اِنْسَانٌ الشَّهَادَةَ' فَقَالَ اِئْتِ الْاَمِيْرَ حَتّٰى اَشْهَدَ لَكَ.

قاضی شریح سے ایک انسان نے گواہی کا سوال کیا تو انہوں نے کہا: امیر کے پاس آ تا کہ میں تیرے حق میں گواہی دوں۔

اس تعلیق کو حضرت سفیان ثوری نے ذکر کیا ہے۔ امام شعبی نے کہا کہ ایک شخص نے قاضی شریح کو گواہ بنایا' پھر آیا اور ان کے یہاں مقدمہ پیش کیا تو فرمایا: امیر کے پاس جا' میں تیرے حق میں گواہی دوں گا۔ اس سے معلوم ہوا کہ قاضی شریح اس کو جائز نہیں جانتے تھے کہ قاضی اپنے علم کے مطابق فیصلہ کرے۔

ت۸۶۸ - وَقَالَ عِكْرِمَةُ قَالَ عُمَرُ لِعَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ لَوْ رَاَيْتُ رَجُلًا عَلٰى حَدٍّ زِنًا اَوْ سَرِقَةٍ' وَاَنْتَ اَمِيْرٌ؟ فَقَالَ شَهَادَتُكَ شَهَادَةُ رَجُلٍ مِّنَ الْمُسْلِمِيْنَ' قَالَ صَدَقْتَ. قَالَ عُمَرُ لَوْ لَا اَنْ يَقُوْلَ النَّاسُ زَادَ عُمَرُ فِيْ كِتَابِ اللّٰهِ' لَكَتَبْتُ اٰيَةَ الرَّجْمِ بِيَدِيْ.

عکرمہ نے کہا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ سے پوچھا: اگر میں کسی شخص کو زنا یا چوری کرتے دیکھوں اور تم امیر ہو تو؟ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف نے کہا: آپ کی گواہی مسلمانوں کے ایک مرد کی گواہی ہے۔ حضرت عمر نے فرمایا: تم نے سچ کہا۔ حضرت عمر نے کہا کہ اگر اس کا اندیشہ نہ ہوتا کہ لوگ کہیں گے کہ عمر نے کتاب اللہ میں بڑھا دیا تو میں آیت رجم کو اپنے ہاتھ سے لکھتا۔

اس تعلیق کو امام ابن ابی شیبہ نے ذکر کیا ہے' یہ اثر منقطع ہے' اس لیے کہ عکرمہ نے نہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا زمانہ پایا ہے نہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کا۔

اس اثر سے بھی ثابت ہو رہا ہے کہ حضرت عمر اور حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہما کا مذہب یہی تھا کہ قاضی کو اپنے علم کے مطابق فیصلہ کرنا جائز نہیں۔

آیت رجم کے سلسلہ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عمل سے ظاہر ہے کہ وہ حاکم کو اپنے علم کے مطابق فیصلہ کرنے کو جائز نہیں سمجھتے تھے اس لیے کہ ان کو قطعی طور پر معلوم تھا کہ آیت رجم قرآن کی آیت ہے مگر پھر بھی انہوں نے اسے مصحف میں نہیں لکھا۔

ت۸۶۹ - وَاَقَرَّ مَاعِزٌ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالزِّنَا اَرْبَعًا فَاَمَرَ بِرَجْمِهٖ' وَلَمْ يُذْكَرْ اَنَّ النَّبِيَّ

اور حضرت ماعز اسلمی رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے چار بار زنا کا اقرار کیا۔ اس پر انہیں سنگسار کرنے کا حکم دیا اور یہ کہیں مذکور

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَشْهَدَ مَنْ حَضَرَهُ. نہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حاضرین کو گواہ بنایا ہو۔

اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ حاکم کے سامنے اقرار زنا جیسے سنگین جرم کے لیے بھی کافی ہے بہ خلاف دیکھنے کے کہ اگر حاکم نے خود کسی کو زنا کرتے ہوئے دیکھا تو حد نہیں قائم کر سکتا۔

ت ٨٧٠ - وَقَالَ حَمَّادٌ اِذَا اَقَرَّ مَرَّةً عِنْدَ الْحَاكِمِ رُجِمَ. وَقَالَ الْحَكَمُ اَرْبَعًا. اور حماد نے کہا: اگر حاکم کے سامنے ایک بار زنا کا اقرار کر لے تو اس کو سنگسار کیا جائے گا اور حکم نے کہا کہ چار مرتبہ اقرار ضروری ہے۔

حضرت حماد بن سلیمان کا لقب فقیہ کوفہ تھا۔ یہ امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے استاذ بھی ہیں۔ حکم بن عتیبہ یہ بھی فقیہ عراق ہیں۔

ہمارے نزدیک اقرار سے زنا کے ثبوت کے لیے ضروری ہے کہ مجرم چار بار چار مجلسوں میں ہوش کی حالت میں صاف اور صریح لفظ میں زنا کا اقرار کرے تو تین مرتبہ تک ہر بار قاضی اس کے اقرار کو رد کر دے، جب چوتھی مرتبہ بھی اقرار کر لے تو اب قاضی اس سے پوچھے گا: زنا کس کو کہتے ہیں؟ کس کے ساتھ زنا کیا ہے؟ کب کیا ہے؟ اور کہاں کیا ہے؟ کس طرح کیا ہے؟ جب ان سب سوالوں کے جوابات صحیح دے لے گا تو اس پر حد قائم کی جائے گی جیسا کہ حضرت ماعز اسلمی رضی اللہ عنہ کی حدیث میں مذکور ہے۔

یہ بھی ضروری ہے کہ حاکم کی عدالت میں اقرار کرے اور اگر کہیں اور اقرار کیا تو اس کا اعتبار نہیں، اگرچہ چار یا اس سے زیادہ گواہ ہوں۔

ہمارا مذہب یہی ہے کہ قاضی کو اپنے علم کے مطابق فیصلہ کرنا جائز نہیں۔ اس میں بہت سے خطرات ہیں۔

وَقَالَ اَهْلُ الْحِجَازِ اَلْحَاكِمُ لَا يَقْضِىْ بِعِلْمِهٖ، شَهِدَ بِذٰلِكَ فِىْ وِلَايَتِهٖ اَوْ قَبْلَهَا، وَلَوْ اَقَرَّ خَصْمٌ عِنْدَهٗ لِاٰخَرَ بِحَقٍّ فِىْ مَجْلِسِ الْقَضَاءِ، فَاِنَّهٗ لَا يَقْضِىْ عَلَيْهِ فِىْ قَوْلِ بَعْضِهِمْ حَتّٰى يَدْعُوَ بِشَاهِدَيْنِ فَيُحْضِرَهُمَا اِقْرَارَهٗ. وَقَالَ بَعْضُ اَهْلِ الْعِرَاقِ مَا سَمِعَ اَوْ رَاٰهُ فِىْ مَجْلِسِ الْقَضَاءِ قَضٰى بِهٖ، وَمَا كَانَ فِىْ غَيْرِهٖ لَمْ يَقْضِ اِلَّا بِشَاهِدَيْنِ. اور اہل حجاز نے کہا: حاکم اپنے علم کے مطابق فیصلہ نہیں کرے گا خواہ اسے اس کا علم قاضی بنائے جانے کے زمانے میں ہوا ہو یا پہلے، اور اگر اس کی عدالت میں کوئی فریق دوسرے کے حق کا اقرار کرے تو بعض کا قول یہ ہے کہ ہرگز فیصلہ نہیں کرے گا یہاں تک کہ دو گواہ اس کے اقرار پر مقرر کرے، اور بعض اہل عراق نے کہا کہ مجلس قضاء میں قاضی جو کچھ سنے یا دیکھے اس کے مطابق فیصلہ کر سکتا ہے اور مجلس قضا کے باہر جو دیکھے اس کے مطابق اس وقت تک فیصلہ نہیں کرے گا جب تک دو گواہ نہ ہوں۔

یہاں بعض اہل عراق سے حضرت امام اعظم اور احناف مراد ہیں۔

وَقَالَ اٰخَرُوْنَ مِنْهُمْ بَلْ يَقْضِىْ بِهٖ، لِاَنَّهٗ مُؤْتَمَنٌ، وَاِنَّمَا يُرَادُ مِنَ الشَّهَادَةِ مَعْرِفَةُ الْحَقِّ، فَعِلْمُهٗ اَكْثَرُ مِنَ الشَّهَادَةِ. اور اہل عراق کے کچھ اور لوگوں نے کہا کہ اپنے علم کے مطابق فیصلہ کرے گا اس لیے کہ وہ امانت دار ہے اور شہادت سے مقصود حق پہچاننا ہوتا ہے اور قاضی کا علم شہادت سے بڑھ کر ہے۔

توضیح

یہ حضرت امام ابو یوسف کا مذہب ہے اور حضرت امام شافعی کا بھی یہی مذہب ہے۔

وَقَالَ بَعْضُهُمْ يَقْضِي بِعِلْمِهِ فِي الْأَمْوَالِ، وَلَا يَقْضِي فِي غَيْرِهَا. وَقَالَ الْقَاسِمُ لَا يَنْبَغِي لِلْحَاكِمِ أَنْ يُمْضِيَ قَضَاءً بِعِلْمِهِ دُونَ عِلْمِ غَيْرِهِ، مَعَ أَنَّ عِلْمَهُ أَكْثَرُ مِنْ شَهَادَةِ غَيْرِهِ، وَلَكِنَّ فِيهِ تَعَرُّضًا لِتُهَمَةِ نَفْسِهِ عِنْدَ الْمُسْلِمِينَ، وَإِيقَاعًا لَهُمْ فِي الظُّنُونِ، وَقَدْ كَرِهَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الظَّنَّ فَقَالَ إِنَّمَا هٰذِهِ صَفِيَّةُ.

اور بعض اہل عراق نے کہا کہ اموال میں فیصلہ کر سکتا ہے اور دوسرے معاملات میں نہیں، اور قاسم نے کہا: حاکم کو مناسب نہیں کہ اپنے علم کے مطابق فیصلہ کرے۔ ہاں! دوسرے کے علم کے مطابق فیصلہ کرے گا (مثلاً گواہوں کی شہادت پر) حالانکہ حاکم کا علم دوسرے کی گواہی سے بڑھ کر ہے لیکن اس میں اپنے آپ کو مسلمانوں کے نزدیک تہمت کے لیے پیش کرنا اور انہیں بدگمانی میں ڈالنا ہے، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بدگمانی کو ناپسند فرمایا اور فرمایا: یہ صفیہ ہے۔

ظاہر یہ ہے کہ یہاں قاسم سے مراد قاسم بن محمد بن ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہم ہیں جو مدینہ طیبہ کے فقہائے سبعہ میں سے تھے اس لیے کہ مطلق قاسم سے وہی مراد ہوتے ہیں۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایسے کام کو ناپسند فرماتے تھے جس سے لوگ بدگمانی میں مبتلا ہو جائیں، اگرچہ فی نفسہ اس میں کوئی حرج نہ ہو۔ اسی باب میں یہ حدیث مذکور ہے: حضرت امام زین العابدین علی بن حسین رضی اللہ عنہما اُم المؤمنین حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت صفیہ ایک بار رات میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے ملنے کے لیے مسجد میں آئیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کے ساتھ ان کے گھر تک گئے۔ اسی اثناء میں انصار کے دو آدمی وہاں گزرے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان دونوں کو بلا کر فرمایا: یہ صفیہ ہے۔ ان دونوں نے عرض کیا: سبحان اللہ! یعنی ہم حضور پر بدگمانی کر سکتے ہیں۔ فرمایا: شیطان ابن آدم میں خون کے ساتھ چلتا ہے۔

ظاہر ہے کہ قاضی جب اپنے علم کے مطابق فیصلہ کرے گا تو اس کا فیصلہ کتنا ہی حق ہو لوگ چہ میگوئیاں کریں گے، بدنام کریں گے اس لیے قاضی اپنے علم کے مطابق فیصلہ نہ کرے جب تک ثبوت شرعی نہ پالے۔

بَابُ إِجَابَةِ الْحَاكِمِ الدَّعْوَةَ (ص ۱۰۶۳)
حاکم کا دعوت قبول کرنا

ت ۸۷۱ - وَقَدْ أَجَابَ عُثْمَانُ عَبْدًا لِلْمُغِيرَةِ بْنِ شُعْبَةَ.

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے حضرت مغیرہ بن شعبہ کے ایک غلام کی دعوت قبول کی۔

اس تعلیق کو امام ابو محمد بن ساعد نے اپنے فوائد میں سند صحیح کے ساتھ ذکر کیا ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ روزہ دار تھے۔ انہیں حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کے ایک غلام نے مدعو کیا تو انہوں نے اس کی دعوت قبول کر لی اور فرمایا: میں چاہتا ہوں کہ دعوت دینے والے کی دعوت قبول کروں اور برکت کی دعا کروں۔

حاکم کو بشرائط عوام کی دعوت قبول کرنے کی اجازت ہے۔

بَابُ اسْتِقْضَاءِ الْمَوَالِي وَاسْتِعْمَالِهِمْ (ص ۱۰۶۴)
آزاد شدہ غلاموں کو قاضی اور عامل بنانا

۲۹۱۳ - أَنَّ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا أَخْبَرَهُ قَالَ كَانَ سَالِمٌ مَوْلَى أَبِي حُذَيْفَةَ يَؤُمُّ الْمُهَاجِرِينَ الْأَوَّلِينَ وَأَصْحَابَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي مَسْجِدِ قُبَاءٍ فِيهِمْ أَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ وَأَبُو سَلَمَةَ وَزَيْدٌ وَعَامِرٌ

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ حضرت ابو حذیفہ کے آزاد کردہ غلام حضرت سالم رضی اللہ عنہ مہاجرین اولین اور اصحاب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد قباء میں امامت کرتے تھے جن میں حضرات ابو بکر اور عمر، ابو سلمہ، زید اور عامر بن ربیعہ رضی اللہ عنہم اجمعین ہوتے۔

بْنُ رَبِیْعَۃَ.

حضرت سالم مولیٰ ابوحذیفہ رضی اللہ عنہما فارس کے مشہور شہر اصطخر کے باشندے تھے' ان کے والد کا نام معقل تھا' یہ حضرت ابوحذیفہ رضی اللہ عنہ کی اہلیہ بثینہ بنت یعار کے غلام تھے' جنہیں انہوں نے آزاد کر دیا۔ حضرت ابوحذیفہ رضی اللہ عنہ نے ان کو متبنیٰ بنا لیا اور اپنی بھانجی فاطمہ بنت ولید بن عتبہ سے شادی کر دی۔ یہ فضلاء موالی اور خیار صحابہ سے تھے' ان کا شمار قراء میں ہے۔ حضور اقدس ﷺ کی ہجرت سے پہلے جو صحابہ کرام ہجرت کر کے مدینہ طیبہ پہنچے ان میں یہ حضرت سالم بھی تھے۔ چونکہ یہ سب سے زیادہ قرآن مجید پڑھے ہوئے تھے اس لیے یہی ان لوگوں کے امام تھے۔ قباء کے قریب ایک جگہ عصبہ تھی وہیں یہ امامت کرتے تھے جیسا کہ کتاب الصلوٰۃ باب: ''امامۃ العبد والمولیٰ'' میں گزر چکا۔

اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ مسجد قباء کی تعمیر کے وقت یہ مسجد قباء کے بھی امام تھے۔ جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ وغیرہ قباء جاتے تو ان کے پیچھے نماز پڑھتے تھے۔ حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہ ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے پہلے شوہر تھے اور زید سے مراد علامہ کرمانی کی تفسیر کے مطابق حضرت زید بن خطاب رضی اللہ عنہ ہیں' اور بعض حضرات نے کہا کہ حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہما ہیں' اور حضرت عامر بن ربیعہ رضی اللہ عنہ قدیم الاسلام ہیں۔ بدر اور تمام مشاہد میں شریک ہوئے۔

مہاجرین اولین سے مراد وہ مہاجرین ہیں جنہوں نے دونوں قبلوں کی طرف نماز پڑھی' یا وہ مراد ہیں جو بدر میں شریک ہوئے۔

اس حدیث سے باب کا ثبوت یوں ہوتا ہے کہ جب ایک آزاد شدہ غلام کو نماز کا امام بنانا جائز ہے تو قاضی اور حاکم بنانا بدرجۂ اولیٰ جائز' البتہ آزاد شدہ غلام خلیفہ نہیں ہو سکتا اس لیے کہ خلیفہ ہونے کے لیے قریشی ہونا شرط ہے۔

بَابُ مَا يُكْرَهُ مِنْ ثَنَاءِ السُّلْطَانِ، وَإِذَا خَرَجَ قَالَ غَيْرَ ذٰلِكَ (ص ۱۰۶۴)

بادشاہ کے منہ پر اس کی تعریف کرنا اور وہاں سے نکلنے کے بعد اس کے خلاف کہنا ناپسندیدہ ہے

۲۹۱۴- ح: [قَالَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا كُنَّا نَعُدُّهَا نِفَاقًا]

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اس کو ہم نفاق شمار کرتے تھے

۲۹۱۴ - حَدَّثَنَا عَاصِمُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ زَيْدِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ، عَنْ أَبِيهِ قَالَ أُنَاسٌ لِابْنِ عُمَرَ إِنَّا نَدْخُلُ عَلٰى سُلْطَانِنَا، فَنَقُوْلُ لَهُمْ خِلَافَ مَا نَتَكَلَّمُ إِذَا خَرَجْنَا مِنْ عِنْدِهِمْ، قَالَ كُنَّا نَعُدُّهَا نِفَاقًا.

عاصم اپنے والد حضرت محمد بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ کچھ لوگ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے پاس آئے۔ انہوں نے کہا کہ ہم اپنے بادشاہ کے پاس جاتے ہیں تو ہم ان سے ان کے خلاف کہتے ہیں جو وہاں آنے کے بعد ہم کہتے ہیں تو انہوں نے فرمایا کہ ہم اسے نفاق شمار کرتے تھے۔

اس سند کی خصوصیت یہ ہے کہ اس میں حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی اولاد میں سے تین افراد ہیں' عاصم' محمد' عبداللہ اور اس حدیث میں نفاق سے مراد عرفی نفاق ہے۔ اگر واقعی بادشاہ ثناء کا مستحق ہے تو پیٹھ پیچھے اس کی برائی بیان کرنا باطل ہے' اور اگر سلطان ثناء کا مستحق نہیں تو منہ پر اس کی ثناء کرنا باطل ہے۔ جو شخص حق پرستوں کو بھی خوش رکھنا چاہتا ہے اور اہل باطل کو بھی ایسا شخص معاشرہ میں خطرناک بھی ہوتا ہے اور ناپسندیدہ بھی۔

بَابُ تَرْجَمَةِ الْحُكَّامِ، وَهَلْ يَجُوْزُ تَرْجُمَانٌ وَاحِدٌ (ص ۱۰۶۸)

حکام کا ترجمہ کرنے والا اور کیا ایک ترجمان کافی ہے

ت ۸۷۲ - وَقَالَ خَارِجَةُ بْنُ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ، عَنْ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَمَرَهُ اَنْ يَتَعَلَّمَ كِتَابَ الْيَهُوْدِ حَتّٰى كَتَبْتُ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُتُبَهُ، وَاَقْرَاْتُهُ كُتُبَهُمْ اِذَا كَتَبُوْا اِلَيْهِ.

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں حکم دیا کہ یہودیوں کا خط سیکھیں (چنانچہ میں نے سیکھ لیا) یہاں تک کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا خط یہودیوں کے نام میں نے لکھا اور ان کا خط جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آتا اسے پڑھ کر سناتا۔

حضرت امام بخاری نے اس واقعہ کو کتاب التاریخ میں تفصیل کے ساتھ یوں ذکر کیا ہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ طیبہ تشریف لائے تو مجھے پیش کیا گیا۔ حضور نے مجھے پسند فرمایا۔ حضور کو بتایا گیا کہ یہ بنی نجار کا بچہ ہے۔ اس نے قرآن مجید کی کئی سورتیں یاد کی ہیں۔ حضور نے مجھے پڑھنے کا حکم دیا۔ میں نے سورہ ق پڑھ کر سنائی تو مجھ سے فرمایا: یہودیوں کے لکھنے کا طریقہ سیکھ لو مجھے یہودیوں پر اطمینان نہیں۔ میں نے آدھے مہینہ میں سیکھ لیا۔ یہاں تک کہ یہودیوں کا خط حضور کے پاس لکھنے لگا اور حضور کے پاس یہودیوں کا خط آتا تو اسے پڑھ کر سناتا۔

ت ۸۷۳ - وَقَالَ عُمَرُ، وَعِنْدَهُ عَلِيٌّ وَعَبْدُ الرَّحْمٰنِ وَعُثْمَانُ مَاذَا تَقُوْلُ هٰذِهِ؟ قَالَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ حَاطِبٍ فَقُلْتُ تُخْبِرُكَ بِصَاحِبِهَا الَّذِيْ صَنَعَ بِهَا.

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس حضرت علی اور حضرت عبدالرحمٰن بن عوف اور حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین بیٹھے ہوئے تھے (کہ عجمی زبان میں ایک عورت کچھ کہنے لگی) تو حضرت عمر نے پوچھا: یہ کیا کہہ رہی ہے؟ تو عبدالرحمٰن بن حاطب نے بتایا: میں نے کہا: جس شخص نے اس کے ساتھ یہ حرکت کی ہے اس کی خبر آپ کو دے رہی ہے۔

قصہ یہ تھا کہ حضرت حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ کی آزاد کردہ ایک لونڈی نوبیہ نام کی تھی جنہیں زنا سے حمل رہ گیا تھا۔ فریاد لے کر حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئی تھیں۔ یہ عجمیہ تھیں، اپنی زبان میں بول رہی تھیں جسے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سمجھ نہ پائے۔ حضرت عبدالرحمٰن بن حاطب نے اس کا ترجمہ کیا۔

ت ۸۷۴ - وَقَالَ اَبُوْ جَمْرَةَ كُنْتُ اُتَرْجِمُ بَيْنَ ابْنِ عَبَّاسٍ وَبَيْنَ النَّاسِ. وَقَالَ بَعْضُ النَّاسِ لَا بُدَّ لِلْحَاكِمِ مِنْ مُتَرْجِمَيْنِ.

ابو جمرہ نے کہا کہ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور لوگوں کے درمیان ترجمہ کرتا تھا، اور بعض لوگوں نے کہا کہ حاکم کے لیے دو مترجم ضروری ہیں۔

یہاں بعض الناس سے مراد حضرت امام شافعی رضی اللہ عنہ ہیں۔ یہ انہیں کا مذہب ہے۔ اس سے ظاہر ہو گیا کہ حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ ہر جگہ بعض الناس سے حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ ہی کو مراد نہیں لیتے۔ نیز یہ بھی ظاہر ہو گیا کہ حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ مذہبا شافعی نہیں تھے۔ اس کا بھی احتمال ہو سکتا ہے ان کی مراد محرر مذہب حنفیہ امام محمد ہوں۔

بَابٌ كَيْفَ يُبَايِعُ الْاِمَامُ النَّاسَ (ص۱۰۶۹)

امام لوگوں سے کیسے بیعت لے؟

۲۹۱۵ - اَخْبَرَنِيْ اَبِيْ، عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ قَالَ بَايَعْنَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى السَّمْعِ وَالطَّاعَةِ فِي الْمَنْشَطِ وَالْمَكْرَهِ. وَاَنْ لَا نُنَازِعَ الْاَمْرَ اَهْلَهُ، وَاَنْ نَقُوْمَ اَوْ نَقُوْلَ بِالْحَقِّ حَيْثُمَا كُنَّا لَا نَخَافُ

ولید بن عبادہ نے کہا کہ مجھے میرے والد حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ نے خبر دی کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ بیعت کی کہ ہر بات سنیں گے اور ہر حکم کی اطاعت کریں گے خواہ وہ بات پسندیدہ ہو یا ناپسندیدہ ہو۔ حاکم اہل ہو گا تو اس سے لڑیں گے نہیں

فِى اللّٰهِ لَوْمَةَ لَائِمٍ. (مسلم۔کتاب المغازی)

اور حق پر قائم رہیں گے یا حق بات کہیں گے جہاں کہیں بھی رہیں گے اور اللہ کے معاملہ میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہیں ڈریں گے۔

عقبہ کی بیعت ثانیہ کے وقت یہ بیعت ہوئی تھی اور اس میں تہتر مرد اور دو عورتیں تھیں۔ اس بیعت کا اہم جزیہ تھا: اور جو خلیفہ خلافت کا اہل ہوگا اس سے بغاوت نہیں کریں گے۔ اگر وہ انصاف کرے گا تو اسے اجر ملے گا اور ہم شکر کریں گے اور اگر ظلم کرے گا تو اس کا وبال اس پر ہوگا اور ہم صبر کریں گے۔

٢٩١٦ - عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ دِيْنَارٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ كُنَّا إِذَا بَايَعْنَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى السَّمْعِ وَالطَّاعَةِ يَقُوْلُ لَنَا فِيْمَا اسْتَطَعْتَ.

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ جب ہم رسول اللہ ﷺ سے سننے اور اطاعت پر بیعت کرتے تو حضور ﷺ فرماتے: (یہ بھی کہو) بہ قدر استطاعت۔

٢٩١٧- ح: [بَيْعَةُ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ عُمَرَ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُمَا لِعَبْدِ الْمَلِكِ السَّفَّاكِ]

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی عبدالملک سفاک کی بیعت

٢٩١٧ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ دِيْنَارٍ قَالَ شَهِدْتُّ ابْنَ عُمَرَ حَيْثُ اجْتَمَعَ النَّاسُ عَلَى عَبْدِ الْمَلِكِ قَالَ كَتَبَ إِنِّىْ أُقِرُّ بِالسَّمْعِ وَالطَّاعَةِ لِعَبْدِ اللّٰهِ عَبْدِ الْمَلِكِ أَمِيْرِ الْمُؤْمِنِيْنَ، عَلَى سُنَّةِ اللّٰهِ وَسُنَّةِ رَسُوْلِهِ مَا اسْتَطَعْتُ، وَإِنَّ بَنِىَّ قَدْ أَقَرُّوْا بِمِثْلِ ذٰلِكَ.

حضرت عبداللہ بن دینار نے کہا کہ میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی خدمت میں حاضر تھا۔ جب سب لوگوں کا عبدالملک پر اتفاق ہو گیا تو حضرت عبداللہ بن عمر نے لکھا: میں اقرار کرتا ہوں کہ اللہ کے بندے عبدالملک امیر المومنین کی بات سنوں گا اور مانوں گا جو بات اللہ کے حکم اور رسول اللہ ﷺ کی سنت کے مطابق ہوگی بہ قدر استطاعت اور میرے بیٹوں نے بھی اس کا اقرار کیا۔

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کی شہادت ٧٣ھ میں ہوگئی تو پورے بلادِ اسلامیہ پر عبدالملک بن مروان کا قبضہ ہوگیا۔ اس وقت حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے عبدالملک سفاک کو مذکورہ بالا رقعہ لکھا تھا۔ اس سے قبل انہوں نے نہ مروان کی اور نہ اس کے بیٹے عبدالملک کی بیعت کی تھی اور نہ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کی جیسے کہ انہوں نے ابتداءً نہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بیعت کی اور نہ حضرت امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ کی اور نہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی۔ جب حضرت امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو خلافت سپرد فرمائی تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی بیعت کی۔

٢٩١٨ - عَنْ جَرِيْرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ بَايَعْتُ النَّبِىَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى السَّمْعِ وَالطَّاعَةِ، فَلَقَّنَنِىْ فِيْمَا اسْتَطَعْتُ، وَالنُّصْحِ لِكُلِّ مُسْلِمٍ.

حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نے نبی ﷺ سے اس بات پر بیعت کی کہ میں حضور کی بات سنوں گا اور اس پر عمل کروں گا تو حضور ﷺ نے مجھے تلقین کی کہ یہ بھی کہو: بہ قدر استطاعت اور ہر مسلمان کی خیر خواہی پر۔

٢٩١٩- ح: [تَفْصِيْلُ بَيْعَةِ عُثْمَانَ]

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی

رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ]

۲۹۱۹ - اَنَّ الْمِسْوَرَ بْنَ مَخْرَمَةَ اَخْبَرَهٗ اَنَّ الرَّهْطَ الَّذِيْنَ وَلَّاهُمْ عُمَرُ اجْتَمَعُوْا فَتَشَاوَرُوْا، قَالَ لَهُمْ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ لَسْتُ بِالَّذِيْ اُنَافِسُكُمْ عَلٰى هٰذَا الْاَمْرِ، وَلٰكِنَّكُمْ اِنْ شِئْتُمْ اخْتَرْتُ لَكُمْ مِنْكُمْ، فَجَعَلُوْا ذٰلِكَ اِلٰى عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، فَلَمَّا وَلَّوْا عَبْدَ الرَّحْمٰنِ اَمْرَهُمْ فَمَالَ النَّاسُ عَلٰى عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، حَتّٰى مَا اَرٰى اَحَدًا مِّنَ النَّاسِ يَتْبَعُ اُولٰئِكَ الرَّهْطَ وَلَا يَطَاُ عَقِبَهٗ، وَمَالَ النَّاسُ عَلٰى عَبْدِ الرَّحْمٰنِ يُشَاوِرُوْنَهٗ تِلْكَ اللَّيَالِيَ، حَتّٰى اِذَا كَانَتِ اللَّيْلَةُ الَّتِيْ اَصْبَحْنَا مِنْهَا فَبَايَعْنَا عُثْمَانَ، قَالَ الْمِسْوَرُ طَرَقَنِيْ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بَعْدَ هَجْعٍ مِّنَ اللَّيْلِ، فَضَرَبَ الْبَابَ حَتّٰى اسْتَيْقَظْتُ، فَقَالَ اَرَاكَ نَائِمًا، فَوَاللّٰهِ مَا اكْتَحَلْتُ هٰذِهِ اللَّيْلَةَ بِكَبِيْرِ نَوْمٍ، اِنْطَلِقْ فَادْعُ الزُّبَيْرَ وَسَعْدًا، فَدَعَوْتُهُمَا لَهٗ فَشَاوَرَهُمَا ثُمَّ دَعَانِيْ فَقَالَ ادْعُ لِيْ عَلِيًّا، فَدَعَوْتُهٗ فَنَاجَاهُ حَتَّى ابْهَارَّ اللَّيْلُ، ثُمَّ قَامَ عَلِيٌّ مِنْ عِنْدِهٖ وَهُوَ عَلٰى طَمَعٍ، وَقَدْ كَانَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ يَخْشٰى مِنْ عَلِيٍّ شَيْئًا، ثُمَّ قَالَ ادْعُ لِيْ عُثْمَانَ، فَدَعَوْتُهٗ، فَنَاجَاهُ حَتّٰى فَرَّقَ بَيْنَهُمَا الْمُؤَذِّنُ بِالصُّبْحِ، فَلَمَّا صَلَّى النَّاسُ الصُّبْحَ، وَاجْتَمَعَ اُولٰئِكَ الرَّهْطُ عِنْدَ الْمِنْبَرِ، فَاَرْسَلَ اِلٰى مَنْ كَانَ حَاضِرًا مِنَ الْمُهَاجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ، وَاَرْسَلَ اِلٰى اُمَرَاءِ الْاَجْنَادِ، وَكَانُوْا وَافَوْا تِلْكَ الْحَجَّةَ مَعَ عُمَرَ، فَلَمَّا اجْتَمَعُوْا تَشَهَّدَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ ثُمَّ قَالَ اَمَّا بَعْدُ يَا عَلِيُّ، اِنِّيْ قَدْ نَظَرْتُ فِيْ اَمْرِ النَّاسِ، فَلَمْ اَرَهُمْ يَعْدِلُوْنَ بِعُثْمَانَ، فَلَا تَجْعَلَنَّ عَلٰى نَفْسِكَ سَبِيْلًا. فَقَالَ اُبَايِعُكَ عَلٰى سُنَّةِ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَالْخَلِيْفَتَيْنِ مِنْ بَعْدِهٖ، فَبَايَعَهٗ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ، وَبَايَعَهُ النَّاسُ الْمُهَاجِرُوْنَ، وَالْاَنْصَارُ، وَاُمَرَاءُ الْاَجْنَادِ وَالْمُسْلِمُوْنَ.

بیعت کی تفصیل

مسور بن مخرمہ نے خبر دی کہ جن حضرات کو حضرت عمر رضی اللہ نے خلیفہ مقرر کرنے کا حق دیا تھا اکٹھے ہوئے اور آپس میں مشورہ کیا۔ ان سے حضرت عبدالرحمٰن نے کہا: میں اس چیز کی رغبت نہیں رکھتا۔ ہاں! اگر تم چاہو تو تم میں سے کسی کو منتخب کرلوں تو ان لوگوں نے یہ حق حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ کو دے دیا۔ جب ان لوگوں نے اپنا معاملہ حضرت عبدالرحمٰن کے سپرد کر دیا تو سب لوگ حضرت عبدالرحمٰن کی طرف جھک پڑے یہاں تک کہ کسی کو میں نے نہیں دیکھا کہ بقیہ لوگوں کے پیچھے چلے۔ سب لوگ ان دنوں حضرت عبدالرحمٰن سے اس معاملہ میں مشورہ کرتے' یہاں تک کہ جب وہ رات آئی جس کی صبح کو ہم نے حضرت عثمان رضی اللہ کی بیعت کی تو حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ کچھ رات گزرنے کے بعد میرے پاس آئے اور میرا دروازہ پیٹا' یہاں تک کہ میں جاگ گیا تو انہوں نے کہا: میں تمہیں سوتا ہوا دیکھ رہا ہوں۔ بخدا! ان تین راتوں میں' میں بہت کم سویا ہوں۔ جا! زبیر اور سعد کو بلا لا۔ میں ان دونوں کو ان کے پاس بلا لایا۔ حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ نے ان دونوں سے مشورہ کیا پھر مجھے بلایا اور کہا: علی کو بلا لاؤ۔ میں ان کو بلا لایا تو ان سے سرگوشی کی' یہاں تک کہ آدھی کے قریب رات گزر گئی' اس کے بعد حضرت علی ان کے پاس سے اٹھے اور انہیں خلافت ملنے کی کچھ امید تھی' اور حضرت عبدالرحمٰن کو حضرت علی سے کچھ اندیشہ بھی تھا' پھر کہا: عثمان کو بلاؤ۔ ان سے سرگوشی کی۔ یہاں تک کہ صبح کے وقت مؤذن نے ان دونوں کے درمیان جدائی کی۔ جب لوگ صبح کی نماز پڑھ چکے اور یہ لوگ منبر کے پاس اکٹھے ہو گئے تو انہوں نے ان سب مہاجرین اور انصار کو بلایا جو مدینہ میں موجود تھے اور لشکروں کے امیروں کو بلایا اور یہ لوگ اس حج میں حضرت عمر کے ساتھ تھے۔ جب سب اکٹھے ہو گئے تو حضرت عبدالرحمٰن نے خطبہ پڑھا' پھر کہا: اما بعد! اے علی! میں نے لوگوں سے معلومات کی تو میں نے ان کو نہیں دیکھا کہ آپ کو عثمان کے برابر سمجھتے ہوں تو آپ مجھ سے خفا نہ ہوں تو حضرت عبدالرحمٰن نے حضرت عثمان سے کہا: میں آپ سے

اللہ کی کتاب اور اس کے رسول ﷺ اور ان کے بعد دونوں خلیفہ کی سنت پر بیعت کرتا ہوں، اس کے بعد حضرت عبدالرحمٰن نے بیعت کی۔ اس کے بعد سب لوگوں نے اور مہاجرین اور انصار اور لشکروں کے امیروں اور مسلمانوں نے بیعت کی۔

رھط...... (حضرت عمر نے چھ افراد کے سپرد یہ کام کیا تھا)

"رھط" سے مراد یہ چھ افراد ہیں: حضرت عثمان، حضرت علی، حضرت طلحہ، حضرت زبیر، حضرت عبدالرحمٰن بن عوف، حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہم۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے درخواست کی گئی کہ آپ اپنا کوئی جانشین منتخب فرما دیں۔ انہوں نے قبول نہیں فرمایا اور مذکورہ بالا چھ افراد کی ایک کمیٹی بنا دی کہ یہ جسے چاہیں منتخب کر دیں۔ یہ چھ حضرات عشرہ مبشرہ میں سے تھے اور سابقین اولین مہاجرین میں سے تھے۔ ان چھ حضرات کا پوری قوم پر اثر تھا اور یہ لوگ عقل و تدبیر میں بھی سب سے فائق تھے۔

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے جس خوبصورتی کے ساتھ یہ کام انجام دیا یہ ان کے بہت بڑے مدبر اور ماہر سیاستدان ہونے کی دلیل ہے۔ اس روایت سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا انتخاب، ان کے فضل و کمال کے ساتھ ساتھ اس بناء پر بھی کیا کہ اکثر لوگوں کا رجحان انہیں کی طرف تھا۔

نیز اس روایت سے ظاہر ہوا کہ اس موقع پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اُمید تھی کہ انتخاب میرا ہی ہوگا جیسا کہ ان کے بعض خطبات سے ظاہر ہے اور یہ کوئی قابل اعتراض بات نہیں، وہ اس منصب کے اہل تھے۔ اگر انہیں اس منصب کی اُمید تھی تو کوئی مضائقہ نہیں۔

بَابُ الْاِسْتِخْلَافِ (ص ۱۰۷۱)

کسی کو اپنے بعد خلیفہ بنانے کا بیان

۲۹۲۰- ح: [حَذْرُ عُمَرَ فِي الْاِسْتِخْلَافِ]

خلیفہ بنانے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی احتیاط

۲۹۲۰ - عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ قِيْلَ لِعُمَرَ اَلَا تَسْتَخْلِفُ؟ قَالَ اِنْ اَسْتَخْلِفْ فَقَدِ اسْتَخْلَفَ مَنْ هُوَ خَيْرٌ مِّنِّيْ اَبُوْ بَكْرٍ، وَاِنْ اَتْرُكْ فَقَدْ تَرَكَ مَنْ هُوَ خَيْرٌ مِّنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. فَاَثْنَوْا عَلَيْهِ، فَقَالَ رَاغِبٌ وَّرَاهِبٌ، وَدِدْتُّ اَنِّيْ نَجَوْتُ مِنْهَا كَفَافًا لَا لِيْ وَلَا عَلَيَّ، لَا اَتَحَمَّلُهَا حَيًّا وَّمَيِّتًا.

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے عرض کیا گیا کہ آپ کسی کو خلیفہ کیوں نہیں بنا دیتے؟ فرمایا: اگر میں خلیفہ بناؤں (تو بھی حرج نہیں) تو اپنا جانشین انہوں نے بنایا جو مجھ سے بہتر تھے ابوبکر، اور اگر میں نہ بناؤں (تو بھی بہتر ہے) کہ وہ ذات جو مجھ سے بہتر تھی انہوں نے کسی کو اپنا جانشین نہیں بنایا۔ یہ رسول اللہ ﷺ ہیں۔ یہ سن کر لوگوں نے ان کی تعریف کی۔ اس کے بعد فرمایا کہ یہ رغبت اور ڈر سے ہے۔ میری آرزو یہ ہے کہ میں برابر برابر اس سے نجات پا جاؤں، نہ مجھے اس کا ثواب ملے اور نہ مجھے اس پر عذاب ہو۔ میں زندگی میں بھی یا وفات کے بعد بھی کیوں اس کا بوجھ اٹھاؤں؟

رَاغِبٌ وَّرَاهِبٌ

اس کا ایک مطلب یہ ہے کہ میں اللہ کے حضور جو ثواب ہے اس کی رغبت کرنے والا ہوں اور اس کے عذاب سے ڈرنے والا ہوں اور یہی معنی یہاں سب سے زیادہ مناسب ہے۔ ایک مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ کچھ لوگ خلافت کی خواہش رکھتے ہیں اور کچھ لوگ اس سے بچنا چاہتے ہیں۔ جو لوگ اس کی خواہش رکھتے ہیں انہیں میں خلیفہ نہیں بناؤں گا کہ کہیں تائید ایزدی ان کے ساتھ نہ ہو جیسا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو حکمرانی کا خواہش مند ہوتا ہے اسے اس کے اوپر چھوڑ دیا جاتا ہے۔ جو لوگ اس سے بچنا چاہتے ہیں ان کو اس لیے خلیفہ نہیں بناؤں گا کہ اندیشہ ہے کہ کہیں وہ کما حقہ اس بار کو اٹھا نہ سکیں۔

قوله وددتُ

یہ کلمہ از راہ تواضع ہے ورنہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے صحیح ارشادات کے مطابق ان کا جنتی ہونا یقینی ہے۔

٢٩٢١- ح: [بَيْعَةُ الْعَامَّةِ لِأَبِي بَكْرٍ]

٢٩٢١ - أَخْبَرَنِي أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّهُ سَمِعَ خُطْبَةَ عُمَرَ الْآخِرَةَ حِينَ جَلَسَ عَلَى الْمِنْبَرِ، وَذٰلِكَ الْغَدُ مِنْ يَوْمِ تُوُفِّيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَتَشَهَّدَ وَأَبُو بَكْرٍ صَامِتٌ لَا يَتَكَلَّمُ، قَالَ كُنْتُ أَرْجُو أَنْ يَعِيشَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى يَدْبُرَنَا، يُرِيدُ بِذٰلِكَ أَنْ يَكُونَ آخِرَهُمْ، فَإِنْ يَكُ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ مَاتَ، فَإِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى قَدْ جَعَلَ بَيْنَ أَظْهُرِكُمْ نُورًا تَهْتَدُونَ بِهِ بِمَا هَدَى اللّٰهُ مُحَمَّدًا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَإِنَّ أَبَا بَكْرٍ صَاحِبُ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَانِيَ اثْنَيْنِ، فَإِنَّهُ أَوْلَى الْمُسْلِمِينَ بِأُمُورِكُمْ، فَقُومُوا فَبَايِعُوهُ، وَكَانَتْ طَائِفَةٌ مِنْهُمْ قَدْ بَايَعُوهُ قَبْلَ ذٰلِكَ فِي سَقِيفَةِ بَنِي سَاعِدَةَ، وَكَانَتْ بَيْعَةُ الْعَامَّةِ عَلَى الْمِنْبَرِ. قَالَ الزُّهْرِيُّ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ سَمِعْتُ عُمَرَ يَقُولُ لِأَبِي بَكْرٍ يَوْمَئِذٍ اِصْعَدِ الْمِنْبَرَ، فَلَمْ يَزَلْ بِهِ حَتّٰى صَعِدَ الْمِنْبَرَ، فَبَايَعَهُ النَّاسُ عَامَّةً.

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بیعت عامہ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے یہ خبر دی ہے کہ انہوں نے حضرت عمر کا آخری خطبہ سنا جب وہ منبر پر بیٹھے اور یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے دوسرے دن دیا تھا۔ انہوں نے خطبہ پڑھا اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ خاموش تھے، کچھ نہیں بول رہے تھے۔ حضرت عمر نے کہا: مجھے اُمید تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حیاتِ ظاہری کے ساتھ ہمارے بعد بھی تشریف رکھیں گے۔ ان کی مراد یہ تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال سب کے بعد ہوگا، پس اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہو گیا تو اللہ نے تمہارے سامنے نور کر دیا ہے جس کے ذریعہ تم ہدایت پاؤ گے جس پر اللہ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو چلایا اور ابوبکر بلاشبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہیں اور غار کے رفیق اور بلاشبہ وہ تمام مسلمانوں سے زیادہ تمہارے معاملات کے لائق ہیں، اس لیے تم لوگ کھڑے ہو اور ان کی بیعت کرو اور ان میں سے ایک گروہ نے اس سے پہلے سقیفہ بنی ساعدہ میں ان کی بیعت کر لی تھی اور بیعت عامہ منبر پر ہوئی۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے یہ بھی کہا کہ اس دن میں نے حضرت عمر کو حضرت ابوبکر سے یہ کہتے ہوئے بھی سنا، منبر پر چلیے، وہ مسلسل کہتے رہے، یہاں تک کہ وہ منبر پر چڑھے اور لوگوں نے ان کی بیعت عامہ کی۔

خطبة عمر الآخرة

اس سے مراد وہ خطبہ ہے جو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے دوسرے دن صبح کو مسجد نبوی میں دیا تھا۔ اسے آخری اس اعتبار سے کہا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد فوراً ایک خطبہ دیا تھا جس میں یہ فرمایا تھا:

محمد ﷺ کا انتقال نہیں ہوا ہے اور وہ بہت جلد تشریف لائیں گے۔ یہ آخری خطبہ اس وقت دیا تھا جب سقیفہ بنی ساعدہ میں بیعت کے بعد دوسرے دن صبح کو مسجد نبوی میں سارے اہل مدینہ جمع ہوئے تھے جہاں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بیعت عامہ ہوئی تھی جس کی پوری تفصیل اس حدیث میں مذکور ہے۔

صحیح اور محقق یہی ہے کہ اسی موقع پر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بھی بیعت فرمائی تھی جس کو ہم پہلے تفصیل سے ذکر کر چکے ہیں۔

صحیح یہی ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے اپنے بعد کسی کو ولی عہد خلافت نہیں بنایا تھا' نہ حضرت صدیق اکبر کو' نہ حضرت علی' نہ حضرت عباس رضی اللہ عنہم اجمعین کو۔ ہاں! حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے خلیفہ ہونے پر بہت سے اشارات فرمائے تھے۔ ان میں سے بعض اشارات کو نص جلی بھی کہہ سکتے ہیں' مثلاً نماز کے لیے امام معین کرنا' پہلے حج کا امیر الحج بنانا' وغیرہ وغیرہ مگر پھر بھی اس کو قطعی طور پر خلیفہ بنانا نہیں کہا جا سکتا۔

[خلیفہ کی تقرری تین طریقوں سے ہوتی ہے]

خلیفہ کا تعین تین طریقوں سے ہوتا ہے: اول اصحاب حل وعقد کا انتخاب' دوسرے خلیفہ اول کا کسی کو اپنے بعد نامزد کر جانا۔ تیسرے خلیفہ اول کا کسی ایک فرد یا چند افراد کو یہ حق دے دینا کہ یہ جسے مناسب سمجھیں خلیفہ منتخب کر لیں۔ پہلے کی مثال حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت ہے' اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی۔ دوسرے کی مثال حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی خلافت ہے کہ انہیں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے نامزد فرمایا تھا۔ تیسرے کی مثال حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی خلافت ہے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے چھ ان افراد کو جو عشرہ مبشرہ میں سے اس وقت باحیات تھے یہ حق دیا تھا کہ وہ باہمی مشورہ کرنے کے بعد جسے چاہیں خلیفہ منتخب کر دیں۔ وہ حضرات یہ تھے:

حضرت عثمان' حضرت علی' حضرت طلحہ' حضرت زبیر' حضرت عبدالرحمٰن بن عوف' حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہم اجمعین۔

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے چھ افراد کی کمیٹی بنائی تھی۔ میں نے یہ اضافہ کیا کہ اگر کوئی خلیفہ بجائے چند افراد کے ایک ہی شخص کو یہ حق دے دے کہ وہ کسی کو خلیفہ منتخب کر دے تو درست ہوگا۔ میں نے اس کی کہیں تصریح نہیں دیکھی ہے' یہ میرا استنباط ہے۔ اگر صحیح ہے تو اللہ کی طرف سے اور اگر غلط ہے تو شیطان اور میری طرف سے ہے۔

اس استنباط کی بنیاد اس پر ہے کہ اپنے بعد خلیفہ منتخب کرنا یہ حق خلیفہ وقت کا ہے یا پھر اس نے کسی کو ولی عہد نہ کیا ہو تو اصحاب حل و عقد کا۔ چند افراد کی کمیٹی کو یہ حق خلیفۂ وقت کی تفویض سے حاصل ہوتا ہے' تو جس طرح خلیفۂ وقت کی تفویض سے چند افراد کا خلیفہ منتخب کرنا صحیح ہے بشرطیکہ خلیفۂ وقت نے ان کو یہ حق دیا ہو' اسی طرح اگر خلیفۂ وقت یہ حق کسی ایک شخص کو دے دے تو اس کا خلیفہ مقرر کرنا بھی درست ہوگا۔

پوری امت کا اس پر اجماع ہے کہ استطاعت ہوتے ہوئے پوری دنیا کے لیے ایک امیر المومنین منتخب کرنا امت پر فرض ہے۔

۲۹۲۲- ح: [وَفْدُ الْبُزَاخَةِ]

وفد بزاخہ

۲۹۲۲ - عَنْ أَبِي بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ لِوَفْدِ بُزَاخَةَ تَتْبَعُوْنَ أَذْنَابَ الْإِبِلِ، حَتّٰى يُرِيَ اللّٰهُ خَلِيْفَةَ نَبِيِّهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالْمُهَاجِرِيْنَ أَمْرًا يَعْذِرُوْنَكُمْ بِهٖ.

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے بارے میں ہے کہ انہوں نے بزاخہ کے وفد سے فرمایا: (جاؤ) اونٹ کی دموں کے پیچھے گھومو یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اپنے نبی ﷺ کے خلیفہ اور مہاجرین کو ایسی بات سمجھا دے جس کی بناء پر تمہارا عذر قبول کر لیا جائے۔

بنی بزاخہ

اس سے مراد بحرین کے رہنے والے بنی اسد اور غطفان کے افراد ہیں جو حضور اقدس ﷺ کے وصال کے بعد مرتد ہو گئے تھے اور جن سے جنگ جاری تھی۔ جنگ میں پسپا ہونے کے بعد صلح کے لیے اپنا وفد بارگاہِ خلافت میں بھیجا تھا تو ان سے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا تھا: جاؤ! کچھ دن گھومو پھرو۔ میں مشورہ کر کے تم لوگوں کے بارے میں کوئی فیصلہ کروں گا۔

حمیدی نے اس کی تفصیل یہ لکھی ہے کہ اسد اور غطفان کے افراد صلح کے لیے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں جب حاضر ہوئے تو انہوں نے فرمایا کہ تم کو دو باتوں میں سے ایک کا اختیار ہے' حرب مجلیہ یا سلم مخزیہ (یعنی کھلی ہوئی لڑائی یا رسوا کرنے والی صلح) انہوں نے عرض کیا کہ مجلیہ تو ہم نے پہچان لیا مخزیہ کیا ہے؟ فرمایا: ہم تمہارا ہتھیار اور تمہارے مویشی تم سے چھین لیں گے اور تم سے جو ہم نے مال حاصل کیا ہے وہ غنیمت بنا لیں گے اور تم نے جو مال مسلمانوں کا حاصل کیا ہے اسے واپس کرو گے اور ہمارے مقتولین کی دیت دو گے اور تمہارے مقتول جہنم میں جائیں گے یعنی ہم اس کی کوئی دیت نہیں دیں گے' اور کچھ لوگوں کو چھوڑ دو گے کہ وہ جہاں چاہیں جائیں یہاں تک کہ ان کے بارے میں کوئی رائے قائم ہو۔

اس کے بعد حضرت صدیق اکبر نے لوگوں سے مشورہ فرمایا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ آپ نے ایک رائے قائم کی۔ پہلے والے دونوں فیصلے ٹھیک ہیں لیکن اپنے مقتولین کی دیت طلب کرنا میری رائے میں مناسب نہیں۔ ہمارے مقتولین نے اللہ کے حکم کے مطابق لڑائی کی' ان کا اجر اللہ پر ہے اس کی کوئی دیت لینی مناسب نہیں۔ اس پر پوری قوم نے اتفاق کیا۔

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے ان کے بارے میں اتنا سخت فیصلہ اس بناء پر کیا تھا کہ ایمان لانے کے بعد یہ مرتد ہو گئے اور فساد پھیلایا' مسلمانوں کا ناحق قتل کیا اور ان کے اموال کو لوٹا۔ وہ بھی اس ماحول میں کہ ان کے پڑوس ہی میں مسیلمہ کذاب جھوٹی نبوت کا دعویدار تھا لیکن اسلامی مجاہدین کی یلغار سے پریشان ہو کر صلح کے خواہاں تھے۔ اس کا اندیشہ تھا کہ بعد میں پھر یہ موقع پا کر فساد پھیلاتے۔ اس لیے ضروری تھا کہ ان کو اس حال میں رکھا جاتا تا کہ آئندہ شر و فساد نہ کر سکیں۔

بَابٌ (ص ۱۰۷۲) — باب

۲۹۲۳- ح: [يَكُونُ اِثْنَا عَشَرَ اَمِيْرًا] — بارہ امیر ہوں گے

۲۹۲۳- عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ سَمُرَةَ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ يَكُوْنُ اِثْنَا عَشَرَ اَمِيْرًا. فَقَالَ كَلِمَةً لَمْ اَسْمَعْهَا' فَقَالَ اَبِي اِنَّهُ قَالَ كُلُّهُمْ مِنْ قُرَيْشٍ.

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے نبی ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ بارہ امیر ہوں گے۔ پھر ایک بات فرمائی جس کو میں نے نہیں سنا' میرے والد نے بتایا کہ حضور نے یہ فرمایا تھا کہ سب قریش میں سے ہوں گے۔

(مسلم۔ ج ۲ ص ۱۱۹۔ کتاب الامارۃ۔ باب: الناس تبع لقریش' ابوداؤد۔ کتاب المهدی)

[اس حدیث کے مختلف الفاظ]

یہ حدیث مختلف الفاظ کے ساتھ مسلم' ابوداؤد' طبرانی' بزار وغیرہ میں مذکور ہے۔ مسلم شریف میں یوں ہے: "اِنَّ هٰذَا الْاَمْرَ لَا يَنْقَضِيْ حَتّٰى يَمْضِيَ فِيْهِمْ اِثْنَا عَشَرَ خَلِيْفَةً" یہ امر یعنی دین ختم نہیں ہوگا یہاں تک کہ ان میں بارہ خلیفہ گزر لیں۔ دوسری روایت میں ہے: "لَا يَزَالُ اَمْرُ النَّاسِ مَاضِيًا"۔ تیسری روایت میں ہے: "لَا يَزَالُ الْاِسْلَامُ عَزِيْزًا"۔ چوتھی روایت میں ہے

کہ "لَا یَزَالُ هٰذَا الدِّیْنُ عَزِیْزًا"۔ پانچویں روایت میں ہے: "لَا یَزَالُ الدِّیْنُ قَائِمًا" وغیرہ وغیرہ۔ ابوداؤد میں ہے: "لَا یَزَالُ هٰذَا الدِّیْنُ عَزِیْزًا اِلٰی اِثْنَا عَشَرَ خَلِیْفَةً قَالَ فَکَبَّرَ النَّاسُ وَضَجُّوْا فَقَالَ کَلِمَةً خَفِیْفَةً فَقُلْتُ لِاَبِیْهِ یَا اَبَتِ مَا قَالَ الْحَدِیْث" یعنی یہ دین بارہ خلفاء تک غالب رہے گا۔ اس پر لوگوں نے تکبیر کہی اور خوشی میں بلند آوازیں نکالیں۔ حضور نے آہستہ ایک بات کہی، میں نے اپنے باپ سے پوچھا کہ کیا فرمایا؟ تو انہوں نے بتایا کہ یہ فرمایا کہ سب کے سب قریش سے ہوں گے۔

[اس حدیث کی مختلف توجیہات]

یہ بارہ امیر یا خلفاء کون کون ہیں؟ یا کب ہوں گے؟ اس بارے میں شارحین کے مختلف اقوال ہیں۔ پہلی توجیہ یہ کی گئی ہے کہ بارہ خلفاء برحق عادل قیامت تک ہوں گے، یہ ضروری نہیں کہ وہ سب مسلسل لگاتار ہوں، لیکن حدیث میں "لَا یَـــزَال" کا لفظ اس توجیہ میں حارج ہے۔ اس کے ظاہر سے یہ متبادر ہوتا ہے کہ حضور اقدس ﷺ کے بعد مسلسل بارہ خلفاء ہوں گے جن کے عہد میں دین غالب اور قائم رہے گا۔ ابوداؤد کی بعض روایتوں میں ہے: "کُلُّهُمْ یَجْتَمِعُ عَلَیْهِ النَّاسُ" جس پر سب لوگوں کا اجتماع ہوگا۔ اس قید کو سامنے رکھ کر امام قاضی عیاض وغیرہ نے ان خلفاء کے نام شمار کرائے ہیں جو اس حدیث کے مصداق ہو سکتے ہیں جن میں چار خلفاء راشدین ہیں اور آٹھ خلفاء بنوامیہ میں سے ہیں، حضرت معاویہ، یزید، عبدالملک بن مروان، ولید، سلیمان، یزید بن عبدالملک، ہشام بن عبدالملک، ولید بن یزید بن عبدالملک، لیکن اس تفصیل میں دو خرابیاں ہیں۔ اوّل یہ کہ یزید کو ان میں شمار کیا، حالانکہ یزید کسی طرح اس کا اہل نہیں کہ اسے خلفاء میں شمار کیا جائے۔

(۱) وہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی ولی عہدی سے خلیفہ ہوا، جب کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو یہ حق حاصل نہیں تھا کہ وہ اپنے بعد کسی کو اپنا ولی عہد بنا دیں جیسا کہ میں نے مقالات امجدی میں اس کو ثابت کیا۔

(۲) حدیث میں تصریح ہے کہ دین غالب اور محفوظ رہے گا حالانکہ یزید کے عہد میں دین کو جو نقصان پہنچا ہے وہ چنگیز کے دور میں بھی نہیں پہنچا ہوگا۔ واقعہ کربلا اور واقعہ حرہ اس کی دلیل ہے کہ یزید کے دور میں دین کو بہت زیادہ نقصان پہنچا ہے۔

(۳) یزید کی خلافت پر امت متفق بھی نہیں ہوئی۔ دوسری وجہ اس توجیہ کے صحیح نہ ہونے کی یہ ہے کہ ان میں سے حضرت عمر بن عبدالعزیز کو خارج رکھا گیا ہے حالانکہ بالاتفاق وہ امت کے خلیفہ راشد تھے۔

(۴) حضرت امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ کو بھی اس میں شمار نہیں کیا گیا ہے، حالانکہ ان کی خلافت باتفاق اہل سنت وبنص حدیث حق تھی بلکہ خلافت راشدہ تھی۔

بہر حال اس فہرست کو تھوڑی ترمیم کے بعد درست کیا جا سکتا ہے، مثلاً بجائے یزید کے حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کو داخل کیا جائے اور حضرت عمر بن عبدالعزیز کو داخل کر کے ولید بن یزید بن عبدالملک کو خارج کر دیا جائے اور حضرت امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ کے بارے میں یہ عذر کر دیا جائے کہ چونکہ ان کی خلافت پر پوری امت کا اتفاق نہیں ہو سکا تھا اس لیے "کُلُّهُمْ یَجْتَمِعُ عَلَیْهِمُ الْاُمَّةُ" کی قید سے وہ اس فہرست میں داخل نہیں کیے گئے۔ اسی طرح شارحین نے ایک دوسری فہرست بھی تیار کی ہے جس کی تفصیل یہ ہے:

خلفاء اربع، امام حسن، حضرت معاویہ، یزید، عبدالملک، ولید بن عبدالملک، سلیمان بن عبدالملک، عمر بن عبدالعزیز، عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔

لیکن یزید کا اس میں شمار اب بھی مجھے کھٹکتا ہے۔ اب یا تو یہ کہہ کر بات ختم کر دی جائے کہ مراد ایسے بارہ خلفاء ہیں جنہیں اکثریت نے بہ خوشی یا بالجبر خلیفہ تسلیم کر لیا ہو، خواہ ان کی خلافت حقیقت میں صحیح ہو یا نہ ہو۔

یہ شراح کرام کی ترجمانی تھی، لیکن میرا اپنا موقف یہ ہے کہ اس حدیث میں بارہ خلفاء سے کون مراد ہیں؟ یہ راز سربستہ رہا۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے تو اس پر ہمارا ایمان ہے۔ اس سے مراد کون بارہ خلفاء ہیں وہ اللہ عزوجل اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جانیں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

٩٥ - كِتَابُ التَّمَنِّي (ص ١٠٧٣)

[تمناؤں کا بیان]

بَابُ مَا جَاءَ فِي التَّمَنِّي، وَمَنْ تَمَنَّى الشَّهَادَةَ (ص ١٠٧٣)

تمنا کا بیان اور جس نے شہادت کی تمنا کی

تمني......(تمنا کا معنی)

باب تفعل کا مصدر ہے۔ اس کا مادہ "امنیۃ" ہے جس کی جمع "امانی" ہے، آرزو کرنا، تمنی کے معنی یہ ہیں کہ آدمی یہ ارادہ کرے کہ آئندہ یہ بات ہو جائے۔ اگر یہ بات اچھی ہے تو تمنا محمود ہے اور اگر بری بات ہے تو تمنا مذموم ہے۔ نیز اچھی بات کی تمنا اگر حسد کی بناء پر ہو تو بھی مذموم ہے۔ تمنا ہی کے قریب قریب رجا بھی ہے۔ دونوں میں فرق یہ ہے کہ رجا کا تعلق صرف ممکنات سے ہوتا ہے اور تمنا کا تعلق ممتنعات سے بھی ہوتا ہے۔

٢٩٢٤ - عَنِ الْأَعْرَجِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ، وَدِدْتُّ إِنِّيْ لَأُقَاتِلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَأُقْتَلُ، ثُمَّ أُحْيَا ثُمَّ أُقْتَلُ، ثُمَّ أُحْيَا، ثُمَّ أُقْتَلُ، ثُمَّ أُحْيَا، ثُمَّ أُقْتَلُ، ثُمَّ أُحْيَا. فَكَانَ أَبُوْ هُرَيْرَةَ يَقُوْلُهُنَّ ثَلَاثًا، أَشْهَدُ بِاللّٰهِ.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے! میں پسند کرتا ہوں کہ اللہ کی راہ میں لڑوں اور شہید کیا جاؤں، پھر زندہ کیا جاؤں، پھر شہید کیا جاؤں، پھر زندہ کیا جاؤں، پھر شہید کیا جاؤں، پھر زندہ کیا جاؤں، پھر شہید کیا جاؤں، پھر زندہ کیا جاؤں، اور حضرت ابو ہریرہ ان کو تین بار کہتے تھے، اللہ کے لیے میں گواہی دیتا ہوں۔

اس حدیث میں یہ اشکال ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں جو بہ طریق ابو سلمہ اور سعید بن مسیب ہے، اس میں یہ تمنا چار بار ہے اور اس روایت میں تین بار ہے پھر مزید تاکید کے ساتھ راوی کہتے ہیں کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اس کو تین ہی بار کہتے تھے۔ جواب یہ ہے کہ مفہوم عدد حجت نہیں اس لیے اقل اکثر کا رافع نہیں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

٩٦ - كِتَابُ اَخْبَارِ الْاٰحَادِ (ص ١٠٧٦)

اخبار آحاد کا بیان

بَابُ مَا جَاءَ فِي إِجَازَةِ خَبَرِ الْوَاحِدِ الصَّدُوْقِ فِي الْاَذَانِ وَالصَّلٰوةِ وَالصَّوْمِ وَالْفَرَائِضِ وَالْاَحْكَامِ

ایک سچے شخص کی خبر کے اذان اور نماز اور روزے اور فرائض اور احکام میں معتبر ہونے کا بیان

وَقَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى ﴿فَلَوْ لَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَائِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوْا فِي الدِّيْنِ وَلِيُنْذِرُوْا قَوْمَهُمْ إِذَا رَجَعُوْا إِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُوْنَ﴾ (التوبہ:١٢٢)، وَيُسَمَّى الرَّجُلُ طَائِفَةً لِقَوْلِهِ تَعَالٰى ﴿وَإِنْ طَائِفَتَانِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اقْتَتَلُوْا﴾ (الحجرات:٩)، فَلَوِ اقْتَتَلَ رَجُلَانِ دَخَلَ فِي مَعْنَى الْاٰيَةِ. وَقَوْلِهِ تَعَالٰى ﴿إِنْ جَاءَكُمْ فَاسِقٌ بِنَبَإٍ فَتَبَيَّنُوْا﴾ (الحجرات:٦)، وَكَيْفَ بَعَثَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أُمَرَاءَهُ وَاحِدًا بَعْدَ وَاحِدٍ، فَإِنْ سَهَا أَحَدٌ مِّنْهُمْ رُدَّ إِلَى السُّنَّةِ. (ص ١٠٧٦)

اور اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کا بیان: تو کیوں نہ ہو کہ ان کے ہر گروہ میں ایک جماعت نکلے کہ دین کی سمجھ حاصل کریں اور واپس آ کر اپنی قوم کو ڈر سنائیں اس امید پر کہ وہ بچیں O ایک شخص کو بھی طائفہ کہا جاتا ہے' اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے: اگر مومنین کے دو گروہ آپس میں لڑیں' پس اگر دو شخص بھی لڑیں تو بھی آیت کے معنی میں داخل ہیں اور اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کا بیان: اگر کوئی فاسق تمہارے پاس کوئی خبر لائے تو تحقیق کر لو' اور کیسے نبی ﷺ نے امراء کو ایک کے بعد دوسرے کو بھیجا' اگر ان میں سے کوئی بھول جائے تو سنت کی طرف ان کو لوٹا دیا جائے۔

توضیح

اس باب سے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا مقصود یہ ہے کہ جس طرح خبر متواتر مشہور حجت ہے اسی طرح خبر واحد بھی حجت ہے۔ اس پر امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے کئی طرح سے استدلال فرمایا ہے۔ چونکہ کچھ لوگوں نے یہ کہا تھا کہ خبر واحد حجت نہیں جب تک کہ ایک شخص سے زیادہ اس کے راوی ہر قرن میں نہ ہوں جیسے کہ شہادت میں نصاب شرط ہے۔ کچھ لوگوں نے کہا کہ خبر اس وقت معتبر ہو گی جب کہ اس کے راوی ہر قرن میں دو ہوں۔ بعض نے کہا: تین ہوں' بعض نے کہا: چار ہوں اور بعض نے کہا: کم از کم سات ہوں۔

امام بخاری کے استدلال

حضرت امام بخاری فرماتے ہیں کہ اگر کسی حدیث کا راوی ایک ہی ہو اور وہ سچا ہو تو وہ معتبر ہے اور احکام میں حجت۔

امام بخاری کا استدلال یہ ہے کہ ایک شخص اذان کہتا ہے جس پر اعتماد کر کے سب لوگ حاضر ہو جاتے ہیں اور اسی کے مطابق نماز پڑھتے ہیں۔ اسی طرح ایک شخص کی خبر پر کہ سورج ڈوب گیا لوگ روزہ کھول دیتے ہیں۔ ایک شخص کی خبر پر کہ صبح صادق طلوع کر آئی روزہ دار کھانا پینا چھوڑ دیتا ہے۔ ایک شخص نے بتایا کہ قبلہ اس طرف ہے اس پر اعتماد کر لیا جاتا ہے اور یہ سب عہد رسالت سے ہوتا چلا آرہا ہے، کسی بھی عہد میں یہ شرط نہیں کی گئی کہ ان سب چیزوں میں سے ایک سے زائد اشخاص ضروری ہیں۔ اس سے ثابت ہوا کہ خبر واحد حجت ہے۔

دوسرا استدلال یہ فرمایا کہ ارشاد ہے کہ ہر گروہ میں سے ایک طائفہ دین میں تفقہ حاصل کرے تاکہ اپنی قوم کو ڈرائے یعنی انہیں احکام شرع پہنچائے اور طائفہ بول کر کبھی ایک شخص مراد ہوتا ہے جیسا کہ آیت کریمہ ''وَاِنْ طَآئِفَتٰنِ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اقْتَتَلُوْا فَاَصْلِحُوْا بَیْنَھُمَا'' میں ''طَائِفَتَان'' کا لفظ عام ہے۔ اس صورت کو بھی شامل ہے کہ دو شخص اکیلے اکیلے لڑیں، تو اب آیت کا مفہوم یہ ہوا کہ اگر کسی گروہ سے ایک شخص علم دین حاصل کر کے کسی کو حکم شرعی پہنچائے اس پر عمل کرنا واجب ہوگا۔ اس سے ثابت ہوا کہ خبر واحد حجت ہے۔

تیسرا استدلال امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے آیت کریمہ ''اِنْ جَآءَکُمْ فَاسِقٌ بِنَبَاٍ فَتَبَیَّنُوْا'' سے فرمایا۔ یہ استدلال بہ طریق مفہوم شرط اور صفت ہے کہ جب فاسق کی خبر تحقیق حال کے بعد معتبر ہے اور تحقیق کے لیے فاسق کی خبر ہونا شرط قرار دیا تو اس سے ثابت ہوا کہ اگر عادل واحد کوئی خبر لائے تو معتبر ہے۔

چوتھا استدلال حضور اقدس ﷺ کے اس عمل سے فرمایا کہ حضور اقدس ﷺ نے امیروں کو بھیجا جو ایک ہوتے تھے۔ اگر ایک آدمی کی بات معتبر نہ ہوتی تو پھر امراء کا بھیجنا لغو ہوتا۔

[خبر واحد کے سلسلہ میں ہمارا مذہب]

ہمارے نزدیک بالاتفاق خبر واحد حجت ہے، البتہ اس کی قوت خبر مشہور و متواتر اتنی نہیں مثلاً خبر متواتر اور مشہور سے نسخ جائز ہے، مطلق کو مقید کرنا جائز ہے، عام کو خاص کرنا جائز ہے، مگر خبر واحد سے یہ سب جائز نہیں جس کی پوری تفصیل اُصول فقہ میں مذکور ہے۔ ''

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

۹۷- کِتَابُ الْاِعْتِصَامِ (ص ۱۰۷۹)

[مضبوطی سے تھامنے کا بیان]

بَابُ الْاِعْتِصَامِ بِالْکِتَابِ وَالسُّنَّةِ (ص ۱۰۷۹)

کتاب و سنت کو مضبوطی کے ساتھ تھامنا

۲۹۲۵- اَخْبَرَنِیْ اَنَسُ بْنُ مَالِكٍ اَنَّهٗ سَمِعَ عُمَرَ الْغَدَ حِيْنَ بَايَعَ الْمُسْلِمُوْنَ اَبَا بَكْرٍ، وَاسْتَوٰى عَلٰى مِنْبَرِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، تَشَهَّدَ قَبْلَ اَبِيْ بَكْرٍ فَقَالَ اَمَّا بَعْدُ، فَاخْتَارَ اللّٰهُ لِرَسُوْلِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الَّذِيْ عِنْدَهٗ عَلَى الَّذِيْ عِنْدَكُمْ، وَهٰذَا الْكِتَابُ الَّذِيْ هَدَى اللّٰهُ بِهٖ رَسُوْلَكُمْ فَخُذُوْا بِهٖ تَهْتَدُوْا وَاِنَّمَا هَدَى اللّٰهُ بِهٖ رَسُوْلَهٗ.

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے مجھے خبر دی کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے دوسرے دن حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا جب کہ مسلمانوں نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بیعت کر لی، وہ حضرت ابوبکر سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے منبر پر بیٹھے اور شہادتین پڑھا۔ انہوں نے کہا: اما بعد! اللہ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے وہ چیز پسند کر لی جو اس کی بارگاہ میں ہے اس کے برخلاف جو تمہارے پاس ہے اور یہ وہ کتاب ہے کہ اللہ نے اس کے ذریعہ سے اپنے رسول کو ہدایت کا طریقہ بتایا تو اسے لو ہدایت پا جاؤ گے اور اللہ نے اپنے رسول کو جو ہدایت دی ہے اسے اختیار کرو۔

باب الاستخلاف میں گزری ہوئی حدیث کا تتمہ ہے۔

۲۹۲۶- عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ دِيْنَارٍ اَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ كَتَبَ اِلٰى عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ مَرْوَانَ يُبَايِعُهٗ وَاُقِرُّ بِذٰلِكَ بِالسَّمْعِ وَالطَّاعَةِ عَلٰى سُنَّةِ اللّٰهِ وَسُنَّةِ رَسُوْلِهٖ فِيْمَا اسْتَطَعْتُ.

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے عبدالملک بن مروان کی بیعت کرتے وقت یہ لکھا: میں تیری بات سننے اور ماننے کا اقرار کرتا ہوں جب کہ وہ اللہ کی سنت اور اس کے رسول کی سنت کے مطابق ہو بہ قدر استطاعت۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے یزید کی بیعت کر لی تھی اس لیے حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کی بیعت نہیں کی اور نہ ان کی زندگی بھر عبدالملک بن مروان کی بیعت کی۔ ان کی شہادت کے بعد عبدالملک بن مروان کی بیعت فرمائی، جس کا تذکرہ اس حدیث میں ہے اور پہلے بھی باب الاحکام میں گزر چکا ہے۔

بَابُ الْاِقْتِدَاءِ بِسُنَنِ رَسُوْلِ اللّٰهِ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کی اقتداء کا بیان

وَقَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰی ﴿وَاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِيْنَ اِمَامًا۝﴾ (الفرقان:٧٤). (ص١٠٨٠)

اور اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کا بیان: ہم کو پرہیز گاروں کا امام بنا۝

وَقَالَ اَئِمَّةً نَقْتَدِيْ بِمَنْ قَبْلَنَا وَيَقْتَدِيْ بِنَا مَنْ بَعْدَنَا.

اور کہا: امام وہ ہوتا ہے کہ ہم اپنے پہلے والوں کی اقتداء کریں اور جس کی اقتداء ان کے بعد والے کریں۔

اس کا قائل کون ہے؟ قطعی طور پر معلوم نہیں ہو سکا، لیکن کتاب التفسیر میں امام مجاہد کا یہ قول نقل کیا ہے۔ اس سے سمجھ میں آتا ہے کہ یہ قول بھی امام مجاہد کا ہے۔

ت٨٧٥ - وَقَالَ ابْنُ عَوْنٍ ثَلَاثٌ اُحِبُّهُنَّ لِنَفْسِيْ وَلِاِخْوَانِيْ هٰذِهِ السُّنَّةُ اَنْ يَّتَعَلَّمُوْهَا وَيَسْاَلُوْا عَنْهَا وَالْقُرْاٰنُ اَنْ يَّتَفَهَّمُوْهُ وَيَسْاَلُوْا عَنْهُ وَيَدَعُوا النَّاسَ اِلَّا مِنْ خَيْرٍ.

اور ابن عون نے کہا: تین باتیں ہیں جن کو اپنے لیے اور اپنے بھائیوں کے لیے پسند کرتا ہوں: یہ سنت ہے کہ لوگ سیکھیں اور اس کے بارے میں لوگ سوال کریں اور قرآن تاکہ لوگ اسے سمجھیں اور اس کے بارے میں پوچھیں اور لوگوں کو چھوڑ دیں، مگر خیر سے۔

یہ ابن عون عبداللہ بصری ہیں۔ صغار تابعین میں سے ہیں۔ آخر میں جو کہا: ''و یدعو الناس الا من خیر'' اس کا مطلب یہ ہے کہ اپنے زمانے اور اپنے لحاظ سے کہا، ورنہ وسعت ہوتے ہوئے امر بالمعروف نہی عن المنکر فرض ہے۔

٢٩٢٧- ح: [لَا تَسْئَلُوْنِيْ مَا تَرَكْتُكُمْ] جب تک تم کو چھوڑے رہوں، مجھ سے سوال نہ کرنا

٢٩٢٧ - عَنِ الْاَعْرَجِ، عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ دَعُوْنِيْ مَا تَرَكْتُكُمْ، اِنَّمَا هَلَكَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ بِسُؤَالِهِمْ وَاخْتِلَافِهِمْ عَلٰى اَنْبِيَائِهِمْ، فَاِذَا نَهَيْتُكُمْ عَنْ شَيْءٍ فَاجْتَنِبُوْهُ، وَاِذَا اَمَرْتُكُمْ بِاَمْرٍ فَاْتُوْا مِنْهُ مَا اسْتَطَعْتُمْ.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: جب تک میں تم کو چھوڑے رہوں مجھ سے سوال نہ کرو۔ تم سے پہلے والوں کو ان کے سوال اور اپنے انبیاء پر اختلاف ہی نے ہلاک کر دیا۔ جب میں تم کو کسی چیز سے منع کروں تو اس سے بچو اور جب کسی چیز کا حکم دوں تو بہ قدر استطاعت اس کو کرو۔

یعنی جو کچھ تم کرتے آئے ہو کرتے رہو، جب تک میں کسی چیز سے منع نہ کروں اسے نہ چھوڑو اور مجھ سے پوچھو نہیں، جو چیزیں ممنوع ہیں ان کو میں بیان فرما دوں گا اور جن کا کرنا ضروری ہے ان کو بھی بیان فرما دوں گا اور میرے احکام پر پابندی بہ قدر استطاعت تم پر لازم و ضروری ہے۔

بَابُ مَا يُكْرَهُ مِنْ كَثْرَةِ السُّؤَالِ وَتَكَلُّفِ مَا لَا يَعْنِيْهِ (ص١٠٨٢) کثرت سے سوال کرنا اور لایعنی باتوں میں پڑنا ناپسندیدہ ہے

وَقَوْلُهُ ﴿لَا تَسْاَلُوْا عَنْ اَشْيَاءَ اِنْ تُبْدَ لَكُمْ تَسُؤْكُمْ﴾ (المائدۃ:١٠١)

اور اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کا بیان: بہت سی باتوں کے بارے میں سوال نہ کرو، اگر ان کا حکم تمہارے لیے ظاہر کر دیا جائے تو تم کو ناگوار ہوگا۔

ح-۲۹۲۸:

سب سے بڑا مجرم وہ ہے جس کے پوچھنے کی بنا پر کوئی چیز حرام کردی گئی

۲۹۲۸ - عَنْ عَامِرِ بْنِ سَعْدِ بْنِ اَبِيْ وَقَّاصٍ، عَنْ اَبِيْهِ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ اَعْظَمَ الْمُسْلِمِيْنَ جُرْمًا، مَنْ سَاَلَ عَنْ شَيْءٍ لَمْ يُحَرَّمْ، فَحُرِمَ مِنْ اَجْلِ مَسْاَلَتِهٖ.

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مسلمانوں میں سب سے بڑا مجرم وہ ہے جس نے کسی ایسی چیز کا پوچھا جو حرام نہیں تھی اور اس کے پوچھنے کی وجہ سے حرام کردی گئی۔

(مسلم۔ کتاب فضائل النبی صلی اللہ علیہ وسلم، ابوداؤد۔ کتاب السنۃ)

یعنی چونکہ اصل اشیاء میں اباحت ہے اس لیے جب تک کسی چیز سے منع نہیں کیا گیا تھا وہ جائز تھی۔ اب کسی نے پوچھا اور اس کا حکم بیان کردیا گیا کہ یہ حرام ہے جس کی وجہ سے لوگ تنگی میں پڑ گئے اس لیے عہد رسالت میں مناسب یہی تھا کہ کسی چیز کے بارے میں لوگ پوچھتے نہیں۔ جب تک ممانعت نہ ہوتی اس پر عمل کرتے رہتے، لیکن آج جب کہ دین مکمل ہو چکا، حرام وحلال متعین ہو چکے تو ہر مسلمان پر لازم ہے کہ وہ پوچھ پوچھ کر فرائض وواجبات کو جانے تاکہ اس پر عمل کر سکے اور حرام اور ناجائز باتوں کو معلوم کر کے بچ سکے اسی لیے علماء نے فرمایا کہ ضروریات دین اور فرائض کا سیکھنا فرض ہے، اور واجبات کا سیکھنا واجب اور سنتوں کا سیکھنا سنت اور مستحبات کا سیکھنا مستحب۔ اس کے بالمقابل حرام قطعی کا جاننا فرض اور مکروہ تحریمی کا واجب، سیکھنے کے لیے بہرحال پوچھنا ضروری ہے۔

البتہ ایسی باتوں کے بارے میں سوال کرنا ممنوع ہے جو نہ مامور ہوں نہ منہی عنہ ہوں، نہ اس پر عمل کرنا یا اس پر اعتقاد رکھنا ضروری ہو، مثلاً حضرت آدم علیہ السلام نے جنت میں سب سے پہلے کیا چیز کھائی، دنیا میں تشریف لائے تو سب سے پہلے کیا کھایا، کیا لباس استعمال کیا؟ کیسا گھر بنایا وغیرہ وغیرہ؟ یا ایسی باتوں کے بارے میں پوچھنا جس کا واقع ہونا متعذر ہو، وغیرہ وغیرہ۔

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ اصل اشیاء میں اباحت ہے، یعنی اللہ اور اس کے رسول نے جن چیزوں سے منع نہیں فرمایا وہ جائز ہیں، جیسا کہ فرمایا:

مَا اَحَلَّ اللّٰهُ فِيْ كِتَابِهٖ فَهُوَ حَلَالٌ وَمَا حَرَّمَ فَهُوَ حَرَامٌ وَمَا سَكَتَ عَنْهُ فَهُوَ عَفْوٌ فَاقْبَلُوْا مِنَ اللّٰهِ عَافِيَتَهٗ فَاِنَّ اللّٰهَ لَمْ يَكُنْ يَنْسٰى شَيْئًا ثُمَّ تَلَا هٰذِهِ الْاٰيَةَ وَمَا كَانَ رَبُّكَ نَسِيًّا ○ (مریم: ۶۴)

اللہ نے اپنی کتاب میں جس کو حلال فرمایا وہ حلال ہے اور جسے حرام فرمایا وہ حرام ہے اور جس سے سکوت فرمایا وہ معاف ہے۔ اللہ کی طرف سے اس کی معافی کو قبول کرو اس لیے کہ اللہ بھولا نہیں جیسا کہ اس آیت میں خود فرمایا ہے: اور تیرا رب بھولنے والا نہیں ○

دار قطنی نے حضرت ابوثعلبہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اِنَّ اللّٰهَ فَرَضَ فَرَائِضَ فَلَا تُضَيِّعُوْهَا وَحَدَّ حُدُوْدًا فَلَا تَعْتَدُوْهَا وَسَكَتَ عَنْ اَشْيَاءَ رَحْمَةً لَّكُمْ غَيْرَ نِسْيَانٍ فَلَا تَبْحَثُوْا عَنْهَا

بے شک اللہ تعالیٰ نے کچھ چیزیں فرض فرمائی ہیں تو انہیں ضائع نہ کرو اور کچھ حدود مقرر فرمادی ہیں ان سے آگے نہ بڑھو۔ بغیر بھولے ہوئے تم پر مہربانی کے لیے کچھ چیزوں سے سکوت فرمایا، لہٰذا ان کے متعلق بحث نہ کرو۔

اس کے ہم معنی مسلم، ابوداؤد، ترمذی وغیرہ میں بھی حدیثیں ہیں جن سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اصل اشیاء میں اباحت ہے۔ جن چیزوں سے اللہ عزوجل اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع نہیں فرمایا وہ جائز ہیں، اس لیے اگر کوئی کسی کام سے منع کرے تو دلیل اس کے ذمہ

ہے اور جو کام وہ کر رہا ہے وہ اصل سے متمسک ہے اس کے لیے یہی دلیل کافی ہے کہ منع نہیں فرمایا۔

۲۹۲۹- ح: [نُهِيْنَا عَنِ التَّكَلُّفِ] ہم تکلف سے منع کیے گئے

۲۹۲۹ - عَنْ اَنَسٍ قَالَ كُنَّا عِنْدَ عُمَرَ فَقَالَ نُهِيْنَا عَنِ التَّكَلُّفِ.

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا کہ ہم حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس تھے تو انہوں نے فرمایا: ہم تکلف سے منع کیے گئے ہیں۔

امام بخاری نے اس حدیث کو مختصر ذکر فرمایا ہے۔ حمیدی نے بہ طریق ثابت مفصل یوں ذکر کیا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ آیت تلاوت کی: "وَفَاكِهَةً وَّاَبًّا" تو فرمایا کہ "ابا" کیا ہے؟ پھر فرمایا: ہم اس کے مکلف نہیں' ابونعیم نے متخرج میں امام بخاری کے شیخ سلیمان بن حرب سے یوں روایت کیا: حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہم حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس تھے اور وہ ایسا کرتہ پہنے ہوئے تھے جس کی پیٹھ میں چار پیوند تھے۔ انہوں نے تلاوت کی: "وَفَاكِهَةً وَّاَبًّا" اور فرمایا: "فاکھة" کو تو ہم جانتے ہیں "اب" کیا ہے؟ پھر فرمایا: جانے دو ہم تکلف سے منع کیے گئے ہیں۔ چونکہ اَبّ نہ مامور بہ ہے اور نہ اس پر اعتقاد رکھنا ضروری ہے' لہٰذا ہمیں اس کی ضرورت نہیں' اس لیے اس کے معنی معلوم کرنے کے درپے نہ ہوئے' ویسے "اَبًّا" کے معنی دوب اور جانوروں کے چارے کے ہیں۔

۲۹۳۰- ح: [لَنْ يَّبْرَحَ النَّاسُ يَتَسَاءَلُوْنَ حَتّٰى يَقُوْلُوْا هٰذَا اللّٰهُ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ، فَمَنْ خَلَقَ اللّٰهَ] لوگ سوال کرتے رہیں گے' یہاں تک کہ کہیں گے: ہر چیز کو اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا اور اللہ کو کس نے پیدا کیا؟

۲۹۳۰ - عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ سَمِعْتُ اَنَسَ بْنَ مَالِكٍ يَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَنْ يَّبْرَحَ النَّاسُ يَتَسَاءَلُوْنَ حَتّٰى يَقُوْلُوْا هٰذَا اللّٰهُ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ فَمَنْ خَلَقَ اللّٰهَ.

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لوگ سوال کرتے رہیں گے' یہاں تک کہ کہیں گے: ہر چیز کو اللہ نے پیدا کیا تو اللہ کو کس نے پیدا کیا؟

اس مضمون کو مختلف احادیث میں مختلف طریقوں سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا ہے۔ یہ بہت خطرناک شبہ ہے حالانکہ تھوڑا سا غور کرنے کے بعد اس میں کچھ جان نہیں۔ دنیا کے جتنے مذاہب ہیں اور جتنے نظریات ہیں سب اس پر متفق ہیں کہ موجودات کا سلسلہ ایسی چیز پر جا کر منتہی ہو جاتا ہے کہ جس کی ابتداء نہیں' ورنہ تسلسل مستحیل لازم آئے گا۔

مثلاً فلاسفہ کا ایک گروہ کہتا ہے کہ روح اور مادہ قدیم ہیں اور ہر چیز روح اور مادہ سے بنی ہے ان پر بھی یہ سوال وارد ہوگا کہ پھر روح اور مادہ کس چیز سے بنا؟

یا آج کل کے سائنس زدہ لوگ کہتے ہیں کہ موجودہ زمین اصل میں سورج کا ایک ٹکڑا تھی جو سورج سے ٹوٹ کر سمندر میں گری اور بجھی اور پھر ایک زمانہ گزرنے کے بعد اس پر نباتات پیدا ہوئے' پھر حیوانات پیدا ہوئے اور حیوانات ہی ترقی کر کے انسان ہو گئے۔ اب ان پر بھی یہ سوال ہوگا کہ پھر سورج کہاں سے بنا؟ پانی کہاں سے بنا؟ بہر حال عقلی طور پر موجودات کا سلسلہ کہیں نہ کہیں منتہی ماننا پڑے گا ورنہ تسلسل لازم آئے گا۔ اس کی مثال اعداد ہیں۔ اعداد کا سلسلہ غیر متناہی بہ معنی "لَا تَقِفُ عِنْدَ حَدٍّ" ہے لیکن اس کا

سلسلہ ایک پر ختم ہو جاتا ہے سارے اعداد ایک سے بنے ہیں۔ اب سوال ہو سکتا ہے کہ ایک کاہے سے بنا یعنی کس سے بنا؟ امام الائمہ امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے عہد مبارک میں ایک دہریہ نے اسی سوال کو اٹھایا تھا کہ سب چیزوں کو اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمایا تو اللہ کو کس نے پیدا کیا؟ سب سے پہلے اللہ' اللہ سے پہلے کیا ہے۔ سارے علماء اس کے جواب سے عاجز رہے اور سیدنا امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ نے اعداد ہی کا حوالہ اور مثال دے کر اس کو لاجواب کیا کہ سارے اعداد ایک سے بنے' ایک کس سے بنا؟ ایک سے پہلے ایک ہے۔ ایک سے پہلے کیا ہے؟

بَابُ مَا يُذْكَرُ مِنْ ذَمِّ الرَّأْيِ وَتَكَلُّفِ الْقِيَاسِ

رائے کی اور بہ تکلف قیاس کی برائی کے بارے میں جو کچھ بیان کیا جاتا ہے

وَقَوْلِ اللّٰهِ ﴿وَلَا تَقْفُ﴾ لَا تَقُلْ ﴿مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ﴾ (الاسراء:۳۶). (ص۱۰۸۶)

اور اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کا بیان: اس بات کے پیچھے مت پڑ جس کا تجھے علم نہیں۔

توضیح

امام راغب نے فرمایا: ''اَلْاِقْتِفَاءُ اِتِّبَاعُ الْقَفَا كَمَا اَنَّ الْاِرْتِدَافَ اِتِّبَاعُ الرَّدْفِ''۔ ''اَلْاِقْتِفَاءُ'' کے معنی گدی کے پیچھے رہنا ہے جیسا کہ ارتداف کے معنی سرین کے پیچھے ہونا ہے۔ آیت کریمہ کے معنی یہ ہیں کہ جس کا تجھ کو قطعی علم نہیں اس کے بارے میں ظن و تخمین سے کوئی حکم نہ لگاؤ۔

باب کا حاصل یہ ہے کہ جو قیاس کرنے کا اہل نہیں اسے قیاس کرنا جائز نہیں' نیز جو باتیں منصوص ہیں ان میں بھی قیاس کی اجازت نہیں۔

۲۹۳۱- ح: [لَا يُنْزَعُ الْعِلْمُ مِنَ الصَّدْرِ وَلٰكِنْ يُنْزَعُ مَعَ قَبْضِ الْعُلَمَاءِ]

علم سینے سے نہیں نکالا جائے گا' ہاں! علماء کے اُٹھانے کے ساتھ اٹھایا جائے گا

۲۹۳۱- عَنْ عُرْوَةَ قَالَ حَجَّ عَلَيْنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَمْرٍو فَسَمِعْتُهُ يَقُولُ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَنْزِعُ الْعِلْمَ بَعْدَ اَنْ اَعْطَاهُمُوهُ انْتِزَاعًا وَلٰكِنْ يَنْتَزِعُهُ مِنْهُمْ مَعَ قَبْضِ الْعُلَمَاءِ بِعِلْمِهِمْ فَيَبْقٰى نَاسٌ جُهَّالٌ يُسْتَفْتَوْنَ فَيُفْتُوْنَ بِرَاْيِهِمْ فَيَضِلُّوْنَ وَيُضِلُّوْنَ فَحَدَّثْتُ بِهِ عَائِشَةَ زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ اِنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عَمْرٍو حَجَّ بَعْدُ فَقَالَتْ يَا ابْنَ اُخْتِي انْطَلِقْ اِلٰى عَبْدِ اللّٰهِ فَاسْتَثْبِتْ لِي مِنْهُ الَّذِي حَدَّثْتَنِي عَنْهُ فَجِئْتُهُ فَسَاَلْتُهُ فَحَدَّثَنِي بِهِ كَنَحْوِ مَا حَدَّثَنِي فَاَتَيْتُ عَائِشَةَ فَاَخْبَرْتُهَا فَعَجِبَتْ فَقَالَتْ وَاللّٰهِ لَقَدْ حَفِظَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَمْرٍو.

عروہ سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما نے ہمارے ساتھ حج کیا تو میں نے ان کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ اللہ تعالیٰ لوگوں کو علم دینے کے بعد ان سے چھینے گا نہیں' لیکن اس طرح اٹھا لے گا یعنی اس طرح چھین لے گا کہ علماء کو علم کے ساتھ اٹھا لے گا' تو جاہل لوگ رہ جائیں گے۔ ان سے فتویٰ پوچھا جائے گا' وہ اپنی رائے سے فتویٰ دیں گے۔ خود گمراہ ہوں گے اور دوسروں کو گمراہ کریں گے۔ میں نے یہ حدیث نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اہلیہ حضرت عائشہ سے بیان کی۔ اس کے بعد حضرت عبداللہ بن عمرو نے حج کیا تو اُمّ المومنین نے فرمایا: اے بھانجے! عبداللہ کے پاس جاؤ اور ان سے روایت کرتے ہوئے جو حدیث تم نے مجھ سے بیان کی تھی اس کو پھر ان سے پوچھو۔ میں ان

کے پاس حاضر ہوا اور ان سے اس حدیث کا پوچھا تو انہوں نے جیسے پہلے بیان کیا تھا ویسے ہی بیان کیا۔ اس کے بعد میں حضرت عائشہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور انہیں بتایا تو انہیں تعجب ہوا اور فرمایا: بخدا! عبداللہ بن عمرو نے اچھی طرح یاد رکھا۔

اصل حدیث کتاب العلم باب: ''کیف یقبض العلم'' میں گزر چکی ہے۔ وہیں اس پر مفصل کلام ہو چکا ہے۔ یہاں جو تفصیل مذکور ہے اس سے اس بات کی تائید ہوتی ہے کہ صحابہ کرام احادیث کو کما حقہ یاد رکھتے تھے۔ حضرت ام المومنین رضی اللہ عنہا نے یہی ظاہر کرنے کے لیے عروہ کو بعد میں حضرت عبداللہ بن عمرو کے پاس بھیجا تاکہ اطمینان ہو جائے کہ انہوں نے جو کچھ بیان کیا ہے صحیح بیان کیا ہے۔ انسان جب اپنے ذہن سے گھڑ کر کوئی بات کہتا ہے تو کچھ دنوں کے بعد اگر اسے بیان کرے گا تو اس میں ردوبدل ہو جائے گا۔ اسی بناء پر یہ مشہور ہے کہ ''دروغ گورا حافظہ نباشد'' اور جو بات اچھی طرح یاد رہے گی اسے جب بیان کرے گا اسی طرح بیان کرے گا جیسے اس کو یاد ہے۔

دوسرا فائدہ یہ ہے کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے رائے اور قیاس کے تکلف کی جو برائی بیان کی ہے اس کی توضیح اس حدیث سے ہو جاتی ہے کہ مذموم ان لوگوں کی رائے و قیاس ہے جو قیاس کرنے کے اہل نہ ہوں۔

قیاس کرنے کی اجازت کس کو ہے؟ یہ کوئی بہت دقیق اور لاینحل مسئلہ نہیں، علماء نے اصول فقہ کی کتابوں میں اسے بہت تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے، جس کا خلاصہ یہ ہے کہ قیاس کرنا صرف مجتہد کا کام ہے اور مجتہد کے لیے کیا شرائط ہیں اسے بھی تفصیل سے بیان فرمادیا ہے جسے مجدد اعظم اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ نے ''اجلی الاعلام بان الفتوی مطلقًا علی قول الامام'' اور رسالہ مبارکہ ''الفضل الموھبی اذا صح الحدیث فھو مذھبی'' میں ذکر فرمادیا ہے۔

بَابُ مَا كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُسْأَلُ مِمَّا لَمْ يُنْزَلْ عَلَيْهِ الْوَحْيُ، فَيَقُوْلُ لَا اَدْرِيْ اَوْ لَمْ يُجِبْ حَتّٰى يُنْزَلَ عَلَيْهِ الْوَحْيُ، وَلَمْ يَقُلْ بِرَاْيٍ وَّلَا بِقِيَاسٍ لِقَوْلِهِ تَعَالٰى ﴿لِتَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ بِمَا اَرَاكَ اللّٰهُ﴾ (النساء:۱۰۵). (ص ۱۰۸۷)

اس چیز کا بیان کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اگر ایسی بات پوچھی جاتی جس کے بارے میں آپ پر وحی نہ نازل ہوئی ہوتو فرماتے: میں نہیں جانتا، یا جواب ہی نہ دیتے، یہاں تک کہ آپ پر وحی نازل ہوتی، رائے و قیاس سے کچھ سے نہیں کہتے اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی وجہ سے: تاکہ آپ لوگوں کے درمیان فیصلہ فرمائیں اس کے مطابق جو اللہ نے آپ کو سکھایا ہے۔

توضیح ...... (امام بخاری پر تعقب)

علامہ کرمانی نے اس باب کی وجہ سے امام بخاری پر سخت رد فرمایا ہے اور دوسرے شارحین نے بھی، یہ صحیح ہے کہ معدودے چند واقعات میں یہ ضرور فرمایا ہے کہ میں نہیں جانتا اور ایک آدھ سوال کے جواب میں سکوت فرمایا ہے۔ جب وحی نازل ہوئی تو جواب ارشاد فرمایا، لیکن متعدد موقعوں پر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کی تعلیم کے لیے قیاس کرکے حکم ارشاد فرمایا۔

(۱) کتاب الحج میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی یہ حدیث گزری کہ جہینہ کی ایک عورت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور

اس نے عرض کیا: میری ماں نے حج کی منت مانی تھی مگر حج نہ کر سکی' انتقال کر گئی' میں اس کی طرف سے حج کروں؟ فرمایا: اس کی طرف سے حج کر' بتا! اگر تیری ماں پر قرض ہوتا تو اس کو ادا کرتی؟ تو اللہ کا قرض ادا کرنے کے زیادہ لائق ہے۔

(۲) بخاری کی کتاب التفسیر میں سورۂ زلزال میں یہ حدیث گزری کہ رسول اللہ ﷺ سے گدھوں کے بارے میں سوال ہوا۔ فرمایا: ان کے بارے میں مجھ پر کچھ نہیں نازل کیا گیا۔ ہاں! یہ ایک آیت جامع نمونہ ہے کہ فرمایا: جو ذرہ کے برابر نیکی کرے گا تو اسے دیکھے گا اور جو ذرہ کے برابر برائی کرے گا اسے دیکھے گا۔ مطلب یہ ہوا کہ جو گدھوں کو اچھی نیت سے پالے گا ثواب پائے گا اور جو فخر اور ریا کے لیے پالے گا یہ اس کے لیے وبال ہوگا جیسا کہ گھوڑوں میں ہے کہ جو گھوڑے کو اچھی نیت سے پالے گا اسے ثواب ہے اور جو فخر وریا کے لیے پالے گا اس کے لیے وبالِ جان ہے۔

(۳) بخاری ہی میں دو بابوں کے بعد یہ حدیث ہے کہ ایک دیہاتی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ میری بیوی کو کالا بچہ ہوا ہے' مجھے شبہہ ہے۔ فرمایا: تیرے پاس اونٹ ہیں؟ عرض کیا: ہاں! دریافت فرمایا: کس رنگ کے ہیں؟ اس نے عرض کیا: سرخ۔ دریافت فرمایا: کیا ان میں کوئی خاکستری ہے؟ اس نے عرض کیا: جی ہاں! ہے۔ دریافت فرمایا: سرخ اونٹوں میں خاکستری رنگ کہاں سے آ گیا؟ عرض کیا: کوئی رگ تھی جو چھنک گئی ہے۔ فرمایا: تیرے بچے میں بھی کوئی رگ چھنک گئی ہے۔

اسی طرح امام بخاری کا آیت کریمہ ''لِتَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ بِمَآ اَرٰكَ اللّٰهُ'' (النساء:۱۰۵) سے یہ استدلال کرنا کہ حضور اقدس ﷺ نے قیاس نہیں فرمایا درست نہیں' اس لیے کہ ''اَرٰكَ اللّٰهُ'' کے معنی ہیں: جو اللہ نے آپ کو سکھایا' یہ قیاس کو بھی عام ہے۔

[حضور ﷺ کے ارشادات قیاس نہیں ہیں]

اقول وھو المستعان: تحقیق یہ ہے کہ حضور ﷺ کے وہ ارشادات جو بہ صورت قیاس ہیں حقیقت میں قیاس نہیں۔ حضور ﷺ کا ہر ارشاد حجت شرعیہ ہے' ہاں! کچھ ارشادات امت کی تعلیم کے لیے قیاس کی صورت میں ہیں کہ جیسے قیاس میں ایک جزئی کا حکم علت مشترکہ کی بناء پر دوسری جزئی کے لیے ثابت کیا جاتا ہے۔

[حضور ﷺ سے خطائے اجتہادی نہیں ہوئی]

حضور ﷺ نے بھی بعض احکام اسی طرح بیان فرمائے جیسا کہ گزرا۔ اسی لیے بعض علماء نے جو بحث اٹھائی ہے کہ حضور ﷺ سے خطاء اجتہادی ہو سکتی ہے یا نہیں؟ یہ سرے سے ساقط ہے اور خطاء اجتہادی کے ثبوت میں جو نظائر پیش کیے جاتے ہیں وہ حقیقت میں نسخ ہے کہ حضور ﷺ نے کسی بارے میں کوئی حکم ارشاد فرمایا' پھر قرآن مجید میں یا بہ ذریعہ الہام بعد میں اس کے خلاف کوئی حکم وارد ہوا۔ یہ حقیقت میں پہلے نسخ کا حکم ہے' جیسے بدر کے قیدیوں کے فدیے کے بارے میں ہے کہ ان سے فدیہ لیا گیا۔ خود حضور اقدس ﷺ نے اسی رائے کی تائید فرمائی' پھر بعد میں اس کی ممانعت وارد ہوئی۔ یہ حکم ثانی کا حکم سابق کو منسوخ کرنا ہے۔

وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ بِالصَّوَاب

تعجب ہے حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ پر کہ یہاں تو صاف صریح انکار فرمایا کہ حضور ﷺ نے رائے اور قیاس سے کوئی حکم نہیں دیا اور تین بابوں کے بعد خود یہ باب قائم فرمایا: ''من شبه اصلا معلوما باصلٍ مبين قد بين الله حكمها ليفهم السائل'' جس نے ایک معلوم کو ایک اصل مبین کے ساتھ تشبیہ دی جسے اللہ نے بیان فرمایا تا کہ سائل سمجھ لے۔ اب ہر منصف بتائے کہ یہ قیاس نہیں تو اور کیا ہے؟

بَابُ اَجْرِ الْحَاكِمِ اِذَا اجْتَهَدَ فَاَصَابَ اَوْ اَخْطَاَ (ص ۱۰۹۲)

حاکم جب اجتہاد کرے تو اسے ثواب ملے گا' اجتہاد درست ہو یا خطا

۲۹۳۲ - عَنْ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ اَنَّهٗ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِذَا حَكَمَ الْحَاكِمُ فَاجْتَهَدَ ثُمَّ اَصَابَ فَلَهٗ اَجْرَانِ' وَاِذَا حَكَمَ فَاجْتَهَدَ ثُمَّ اَخْطَاَ فَلَهٗ اَجْرٌ.

حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا: جب حاکم کوئی فیصلہ کرنا چاہے اور اجتہاد کرے اور وہ صحیح ہو تو اس کے لیے دو اجر ہیں اور جب فیصلہ کرنا چاہے اور اجتہاد کرے' پھر اس سے خطا ہو تو اس کے لیے ایک اجر ہے۔

مراد وہ حاکم ہے جو مجتہد ہو یا مجتہدین سے پوچھ کر فیصلہ کرتا ہو' یہ مصیب کے لیے دو اجر ملنا ظاہر ہے لیکن مخطی کو بہ ظاہر اجر نہیں ملنا چاہیے۔ خطاء پر اجر کیسا؟ لیکن پھر بھی اس کو ایک اجر اس بناء پر ملتا ہے کہ اس نے حق معلوم کرنے کی کوشش کی۔

بَابُ مَنْ رَّاٰى تَرْكَ النَّكِيْرِ مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حُجَّةً' لَا مِنْ غَيْرِ الرَّسُوْلِ (ص ۱۰۹۳)

جو شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے انکار نہ کرنے کو حجت جانتا ہو دوسرے کے انکار کو حجت نہ جانتا ہو

توضیح

یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کوئی بات کہی گئی یا کچھ کیا گیا جس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع ہوئی۔ حضور نے اس سے منع نہیں فرمایا بلکہ سکوت فرمایا یہ حکم میں حدیث مرفوع کے ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ کسی کا بھی سکوت حجت نہیں۔

دوسرا جزء بالکلیہ قابل تسلیم نہیں۔ صحابہ کرام خصوصاً خلفاء راشدین کے سامنے کوئی بات کہی گئی یا کوئی کام کیا گیا اس پر کسی نے انکار نہیں کیا تو یہ بھی حجت ہے۔ یہ اجماع سکوتی ہے جب کہ صحابۂ کرام کی کل یا اکثر جماعت کے سامنے ایسا ہوا ہو۔

۲۹۳۳ - عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ قَالَ رَاَيْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ يَحْلِفُ بِاللّٰهِ اَنَّ ابْنَ الصَّيَّادِ الدَّجَّالُ' قُلْتُ تَحْلِفُ بِاللّٰهِ؟ قَالَ اِنِّيْ سَمِعْتُ عُمَرَ يَحْلِفُ عَلٰى ذٰلِكَ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ' فَلَمْ يُنْكِرْهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

(مسلم۔ کتاب الفتن' ابوداود۔ کتاب الملاحم)

محمد بن منکدر نے کہا: میں نے جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کو اس بات پر اللہ کی قسم کھاتے ہوئے دیکھا کہ ابن صائد (الصیاد) دجال ہے۔ میں نے ان سے کہا: آپ اس بات پر اللہ کی قسم کھاتے ہیں؟ انہوں نے کہا: میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اس بات پر قسم کھاتے ہوئے سنا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر انکار نہیں فرمایا۔

[ابن صیاد دجال ہے یا نہیں؟]

اس حدیث سے ظاہر ہوتا ہے کہ ابن صیاد ہی دجال ہے جو آخری زمانہ میں خروج کرے گا مگر اس کے معارض حدیث گزر چکی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت طلب کی کہ میں اس کی گردن اڑا دوں تو فرمایا: اگر یہ وہی (یعنی دجال) ہے تو اس پر قابو نہیں پاؤ گے اور اگر وہ نہیں تو اس کے قتل میں کوئی خیر نہیں۔ اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس بارے میں شک تھا کہ ابن صیاد ہی دجال ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ ہوسکتا ہے کہ اول امر میں اس کا قطعی علم نہ عطا کیا گیا ہو اور بعد میں قطعی طور پر بتا دیا گیا ہو کہ یہی دجال ہے۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ کبھی کبھی بعض مصلحتوں کی بناء پر قطعی یقینی بات کو بھی شک کی صورت میں بیان کیا جاتا ہے' جیسا کہ فرمایا گیا: ''وَاِنْ كُنْتُمْ فِیْ رَیْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰى عَبْدِنَا فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ'' (البقرہ: ۲۳) یہاں حضور ﷺ کا مقصود ابن صیاد کو قتل سے بچانا تھا۔

بَابُ قَوْلِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَسْاَلُوْا اَهْلَ الْكِتَابِ عَنْ شَیْءٍ (ص ۱۰۹۴)

نبی ﷺ کا ارشاد: اہل کتاب سے کسی چیز کے بارے میں مت پوچھو

توضیح

بہ ظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ''لَا تَسْئَلُوْا اَهْلَ الْكِتَابِ عَنْ شَیْءٍ'' حضور اقدس ﷺ کا ارشاد ہے۔ بزار نے بہ طریق عبداللہ بن ثابت انصاری روایت کیا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تورات سے ایک صحیفہ لکھا اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اہل کتاب سے کچھ مت پوچھو' مگر یہ حدیث ضعیف ہے۔ اس کی سند میں جعفر جعفی ہے جو ضعیف ہے۔ اسی لیے امام بخاری نے اس حدیث کو اپنی صحیح میں ذکر نہیں فرمایا' مگر اس کی مؤید صحیح حدیثیں ہیں اس لیے اس کو باب کا عنوان قرار دے دیا۔

[حضرت معاویہ کی کعب احبار پر تنقید]

وَقَالَ اَبُو الْيَمَانِ اَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِیِّ اَخْبَرَنِیْ حُمَيْدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ سَمِعَ مُعَاوِيَةَ يُحَدِّثُ رَهْطًا مِّنْ قُرَيْشٍ بِالْمَدِيْنَةِ وَذَكَرَ كَعْبَ الْاَحْبَارِ فَقَالَ اِنْ كَانَ مِنْ اَصْدَقِ هٰؤُلَاءِ الْمُحَدِّثِيْنَ الَّذِيْنَ يُحَدِّثُوْنَ عَنْ اَهْلِ الْكِتَابِ وَاِنْ كُنَّا مَعَ ذٰلِكَ لَنَبْلُوْ عَلَيْهِ الْكَذِبَ.

حمید بن عبدالرحمن نے مجھے خبر دی کہ انہوں نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو قریش کے ایک گروہ کے ساتھ مدینہ میں بات کرتے ہوئے سنا اور حضرت کعب احبار کو ذکر کیا تو انہوں نے کہا: بے شک یہ ان لوگوں میں سب سے زیادہ سچا ہے جو قدیم کتاب کی باتیں بیان کرتے ہیں اس کے باوجود ہم نے اس کا جھوٹ آزمایا ہے۔

[وقائع اور اخبار میں اہل کتاب کی باتیں سننے میں کوئی حرج نہیں]

یہود و نصاریٰ سے کچھ پوچھنے میں یہ اندیشہ تھا کہ اسے صحیح نہ سمجھ لیں اور حقیقت میں وہ اسلام کے خلاف ہو۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ اس میں شارع علیہ السلام کی تحقیر بھی ہے کہ کہیں یہود و نصاریٰ اس دھوکہ میں نہ پڑ جائیں کہ ہم مسلمانوں سے زیادہ علم والے ہیں۔ اس باب میں قول محقق یہ ہے کہ عقائد و شرائع میں ان کی بات نہ سنی جائے لیکن وقائع اور اخبار میں جو ہمارے مذہب کے خلاف نہ ہو ان کی باتیں ذکر کرنے اور سننے میں کوئی حرج نہیں' جیسا کہ بخاری ہی میں کتاب الانبیاء میں حدیث گزر چکی۔ فرمایا:

وحدثوا عن بنی اسرائیل ولا حرج

بنی اسرائیل کی باتیں بیان کرو کوئی حرج نہیں۔

(کتاب الانبیاء۔ ص ۴۹۱)

[امام ابن اسحاق پر تھانوی صاحب کی ایک جرح کا ردّ]

یہیں سے ان خام کار مدعیان تحقیق کی بات کا وزن معلوم ہو گیا کہ وہ اجلہ محدثین پر طعن کرنے کے لیے لکھ دیتے ہیں کہ یہ معتبر نہیں کہ یہ اسرائیلیات بیان کرتے تھے جیسا کہ محمد بن اسحاق جلیل القدر تابعی پر مولوی اشرف علی تھانوی نے اپنی بعض تحریروں میں یہی جرح کی ہے۔ اس کا رد بلیغ مسند وقت حضرت مفتی اعظم مولانا مصطفیٰ رضا خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے رسالہ وقایۃ اہل السنۃ

میں فرمایا ہے۔

بَابُ

قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى ﴿وَأَمْرُهُمْ شُوْرٰى بَيْنَهُمْ﴾ (الشوریٰ:۳۸) ﴿وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ﴾ (آل عمران:۱۵۹) وَأَنَّ الْمُشَاوَرَةَ قَبْلَ الْعَزْمِ وَالتَّبَيُّنِ، لِقَوْلِهِ ﴿فَإِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ﴾ (آل عمران:۱۵۹). فَإِذَا عَزَمَ الرَّسُوْلُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يَكُنْ لِبَشَرٍ التَّقَدُّمُ عَلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ. (ص۱۰۹۵)

وَشَاوَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَصْحَابَهُ يَوْمَ أُحُدٍ فِي الْمُقَامِ وَالْخُرُوْجِ فَرَأَوْا لَهُ الْخُرُوْجَ، فَلَمَّا لَبِسَ لَأْمَتَهُ وَعَزَمَ قَالُوْا أَقِمْ، فَلَمْ يَمِلْ إِلَيْهِمْ بَعْدَ الْعَزْمِ وَقَالَ لَا يَنْبَغِيْ لِنَبِيٍّ يَلْبَسُ لَأْمَتَهُ فَيَضَعُهَا، حَتّٰى يَحْكُمَ اللّٰهُ. وَشَاوَرَ عَلِيًّا وَأُسَامَةَ فِيْمَا رَمٰى بِهِ أَهْلُ الْإِفْكِ عَائِشَةَ فَسَمِعَ مِنْهُمَا حَتّٰى نَزَلَ الْقُرْآنُ، فَجَلَدَ الرَّامِيْنَ وَلَمْ يَلْتَفِتْ إِلٰى تَنَازُعِهِمْ، وَلٰكِنْ حَكَمَ بِمَا أَمَرَهُ اللّٰهُ. وَكَانَتِ الْأَئِمَّةُ بَعْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْتَشِيْرُوْنَ الْأُمَنَاءَ مِنْ أَهْلِ الْعِلْمِ فِي الْأُمُوْرِ الْمُبَاحَةِ لِيَأْخُذُوْا بِأَسْهَلِهَا، فَإِذَا وَضَحَ الْكِتَابُ أَوِ السُّنَّةُ لَمْ يَتَعَدَّوْهُ إِلٰى غَيْرِهِ، اقْتِدَاءً بِالنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

[آل عمران:۱۵۹ کی تفسیر]

اللہ تعالیٰ کے ارشاد کا بیان: اور ان کا کام آپس میں مشورہ کرنا ہے، اور فرمایا: اور معاملات میں ان سے مشورہ کرو، اور مشورہ پختہ ارادے اور حال ظاہر ہونے سے پہلے ہے اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: پس جب تم نے ارادہ کرلیا تو اللہ پر بھروسہ کرو، اور جب رسول اللہ ﷺ کوئی ارادہ فرمالیں تو اللہ اور اس کے رسول پر آگے بڑھنے کا کسی کو حق نہیں۔

اور نبی ﷺ نے یوم احد اپنے اصحاب سے مدینہ میں رہ کر مدافعت کرنے یا باہر نکل کر مدافعت کرنے کے بارے میں مشورہ کیا۔ لوگوں نے باہر نکل کر مدافعت کی رائے دی۔ جب حضور نے ہتھیار پہن لیے اور نکلنے کا ارادہ فرمالیا تو لوگوں نے کہا: مدینہ میں رہ کر مدافعت فرمائیں تو ارادے کے بعد حضور نے ان کی طرف توجہ نہیں دی اور فرمایا: نبی کے لائق نہیں کہ ہتھیار پہن کر اتارے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ حکم فرمادے، اور حضور اقدس ﷺ نے حضرت علی اور حضرت اسامہ سے مشورہ فرمایا اس معاملے میں جو اہل افک نے حضرت عائشہ پر تہمت لگائی تھی۔ حضور ﷺ نے ان دونوں کی باتیں سنیں، یہاں تک کہ قرآن نازل ہوا اور بہتان باندھنے والوں کو کوڑے مارے اور ان کے تنازعے کا خیال نہ فرمایا لیکن اللہ نے جو حکم دیا تھا اس کے مطابق فیصلہ فرمایا، اور نبی ﷺ کے بعد ائمہ اہل دین میں جو امین ہوتے ان سے امور مباحہ میں مشورہ فرماتے تاکہ ان میں سب سے زیادہ جو آسان ہو اسے اختیار کریں جب کتاب وسنت واضح ہو جاتی تو اس کے غیر کی طرف نہ بڑھتے نبی ﷺ کی اقتداء میں۔

اس پر سب کا اتفاق ہے کہ جو باتیں منصوص نہ ہوں ان میں اہل علم باہمی مشورہ کرکے کوئی فیصلہ کریں۔

سیدنا امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کا اسی پر عمل تھا کہ وہ غیر منصوص مسائل میں اپنے تلامذہ کے ساتھ بحث ومباحثہ کرکے فیصلہ کیا کرتے تھے حضرت امام ابویوسف رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ خلق قرآن کے مسئلے میں حضرت امام ابوحنیفہ سے میرا چھ مہینہ تک مکالمہ رہا، لیکن اس کے باوجود اگر کوئی واقعی مجتہد ہے تو وہ اپنی ذاتی تحقیق سے کوئی فیصلہ کرے تو بھی حق ہے جیسے حضرت اسامہ کی روانگی اور مانعین زکوۃ سے قتال کے بارے میں سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے تنہا فیصلہ فرمایا جسے تمام صحابہ کرام نے تسلیم کیا اور اس پر عمل کیا۔

تعجب ہے حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ پر کہ انہوں نے باب باندھا ہے مشورہ کا اور اس کے ضمن میں مانعین زکوٰۃ کا واقعہ ذکر فرمایا' حالانکہ اس قصے میں کوئی مشورہ نہیں ہوا۔ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ نے اپنی ذاتی رائے کے مطابق حکم دیا' جس پر حضرت عمر رضی اللہ وغیرہ نے اختلاف بھی کیا مگر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ نے اس پر التفات نہیں فرمایا۔ ان کے شبہات کو رد فرمایا اور اپنے حکم کو حدیث سے ثابت فرمایا۔

فرمایا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اُمِرْتُ اَنْ اُقَاتِلَ النَّاسَ حَتّٰی یَقُوْلُوْا لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ فَاِذَا قَالُوْا لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ عَصَمُوْا مِنِّیْ دِمَاءَ هُمْ وَاَمْوَالَهُمْ اِلَّا بِحَقِّهَا وَحِسَابُهُمْ عَلَی اللّٰهِ.

مجھے حکم دیا گیا کہ میں لوگوں سے لڑوں یہاں تک کہ وہ لا الہ الا اللہ کہیں' تو جب انہوں نے لا الہ الا اللہ کہہ دیا تو ہماری طرف سے اپنے مال اور جان کو محفوظ کر لیا مگر اسلام کے حق پر اور ان کا حساب اللہ پر ہے۔

اس حدیث کی روشنی میں حضرت صدیق اکبر نے فرمایا: جو نماز و زکوٰۃ کے درمیان فرق کرے گا اس سے میں ضرور ضرور قتال کروں گا' اس لیے کہ زکوٰۃ مال کا حق ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں اگر کوئی جانور باندھنے کی رسی دیتا تھا اور اب نہیں دے گا تو میں اس سے ضرور ضرور قتال کروں گا۔ نیز اس حدیث سے بھی استدلال فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ بَدَّلَ دِیْنَهٗ فَاقْتُلُوْهُ.

جو اپنا دین بدلے اسے قتل کر ڈالو۔

مانعین زکوٰۃ نے زکوٰۃ کی فرضیت سے انکار کر کے اپنا دین بدل دیا اور مرتد ہو گئے اس لیے ان سے قتال واجب ہے۔

وَکَانَ الْقُرَّاءُ اَصْحَابَ مَشُوْرَةِ عُمَرَ' کُهُوْلًا کَانُوْا اَوْ شُبَّانًا' وَکَانَ وَقَّافًا عِنْدَ کِتَابِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ.

اور علماء حضرت عمر رضی اللہ کے مشیر تھے خواہ وہ ادھیڑ عمر کے ہوں یا جوان اور حضرت عمر رضی اللہ کتاب اللہ کے حکم کے آگے ٹھہر جانے والے تھے۔

اس عبارت میں قراء سے مراد علماء ہیں۔ اس عہد میں جو قرآن کا زیادہ عالم ہوتا تھا وہی عالم مانا جاتا تھا' انہیں کو قراء کہتے تھے۔ مراد یہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ صرف علماء سے مشورہ فرماتے تھے اگر چہ وہ کم عمر ہی کے کیوں نہ ہوں' مثلاً حضرت عبداللہ بن عباس اور حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہم۔ دوران گفتگو اگر کسی بات کی تائید قرآن مجید سے ہوتی تو بحث بند کر دیتے اور اس کے مطابق فیصلہ فرما دیتے۔

بار بار اس کا اعادہ ہو چکا کہ پوری امت کا اس پر اجماع ہے کہ سب سے مقدم کتاب اللہ ہے' پھر سنت رسول اللہ' پھر اجماع صحابہ۔ اس کے بعد مجتہد کا اجتہاد یعنی قیاس اور قیاس صرف ائمہ مجتہدین کا معتبر ہے۔ اس چیز کو سامنے رکھ کر حضرت امام بخاری علیہ الرحمہ کے ان تمام ابواب پر گہری نظر ڈالیں گے جو بہ ظاہر آپس میں متناقض ہیں یا بعض ابواب میں کچھ تشدد یا تساہل نظر آتا ہے وہ سب دور ہو جائے گا۔

فَلْیَتَدَبَّرُوْا وَلْیَتَحَرَّرُوْا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

۹۸ - كِتَابُ الرَّدِّ عَلَى الْجَهْمِيَّةِ وَغَيْرِهِمْ وَالتَّوْحِيْدِ (ص ۱۰۹۶)

جہمیہ وغیرہ کا ردّ اور توحید کا بیان

توضیح

فربری سے منقول اکثر نسخوں میں (یہاں عنوان) صرف کتاب التوحید ہے اور ایسے ہی نسفی اور حماد بن شاکر کے نسخے میں بھی ہے' البتہ مستملی میں ''الرد علی الجھمیۃ وغیرھم'' کا اضافہ ہے۔

توحید اور شرک کا معنی

توحید کا معنی ایک جاننا یا کسی کو ایک کہنا ہے۔ یہاں مراد یہ ہے کہ اللہ عزوجل کی ذات اور اس کی صفات اور عبادت میں کسی کو شریک نہ کرنا۔ اس کا مقابل شرک ہے۔ اسی سے ظاہر ہو گیا کہ شرک کی تین قسمیں ہیں: شرک فی الذات' شرک فی الصفات' شرک فی العبادہ۔ اس عنوان کے تحت حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے تینوں اقسام کے شرک کا شدید رد فرمایا ہے' اس لیے کہ شرک نا قابل عفو گناہ ہے اور انسان کا سب سے بڑا جرم ہے اور یہی مدار ایمان و کفر ہے۔ شرک سے اجتناب ایمان ہے اور اس کا ارتکاب کفر ہے۔

[باطل فرقوں کا ردّ]

اسی کے ساتھ ہی ساتھ حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے مدعی اسلام باطل فرقوں کا بھی شدید رد فرمایا ہے۔ عنوان میں صرف جہمیہ کا ذکر ہے لیکن اس وقت کے تمام بدمذہبوں کا شدید رد فرمایا ہے جن کی جانب ''وغیرھم'' کہہ کر اشارہ فرمایا ہے۔

ابن حزم نے کتاب الملل والنحل میں تصریح کی ہے کہ اسلام کے دعویدار پانچ فرقے بنیادی ہیں: اہل سنت' معتزلہ جن میں قدریہ بھی داخل ہیں' مرجیہ ان میں جہمیہ اور کرامیہ بھی داخل ہیں' پھر رافضی جن میں شیعہ بھی ہیں' پھر خوارج اور ان کی مختلف شاخیں۔

ان میں سے پھر امام بخاری علیہ الرحمۃ نے گزشتہ ابواب میں اکثر کا رد فرمایا ہے۔ خصوصیت سے خوارج کا ''کتاب الفتن'' میں اور روافض کا ''کتاب الاحکام'' میں رد فرمایا ہے' اور کتاب التوحید میں بھی جگہ جگہ ان سب کا رد ہے۔ ان فرقوں میں جہمیہ کا ضرر سب سے زیادہ تھا' اس لیے خصوصیت سے اس کا ذکر عنوان میں فرمایا۔ جہمیہ فرقہ کا بانی جہم بن صفوان ہے جو ۱۲۸ ہجری میں مارا گیا۔ اس کے بنیادی عقائد یہ تھے' یہ اللہ عزوجل کی صفات کے منکر ہیں یہاں تک کہ کہتے ہیں کہ قرآن اللہ کا کلام مخلوق ہے' نیز ان کا اعتقاد ہے کہ بندے مجبور محض ہیں ان کو کوئی اختیار و قدرت نہیں حتیٰ کہ کسب پر بھی قادر نہیں' افعال کی نسبت بندوں کی طرف مجازی ہے' نیز یہ

کہتے ہیں کہ ایمان صرف دل کی تصدیق کا نام ہے اگر چہ زبان سے کفر ظاہر کرے اور اعلانیہ بت کی پرستش کرے وغیرہ وغیرہ۔

جہمیہ، مرجیہ، معتزلہ، قدریہ وغیرہ فرقے اب دنیا سے نیست و نابود ہو گئے ان کا ذکر صرف کتابوں میں ہے۔ حضرت امام بخاری علیہ الرحمہ کے عہد میں چونکہ ان سب کا زور تھا اس لیے ان سب کے رد کی اشد ضرورت تھی، اس لیے امام بخاری علیہ الرحمہ نے ان سب کا رد فرمایا۔

اب یہ سب فرقے نہیں مگر انہیں اور ظاہریہ کے اصول کے مطابق نیچری، وہابی، صلح کلی وغیرہ فرقے موجود ہیں اس لیے اس زمانے میں علماء اہل سنت انہیں فرقوں کی طرف خصوصی توجہ دیتے ہیں۔ میرا مقصود صرف بخاری کی شرح ہے وہ بھی صرف احادیث کی اس لیے میں اپنے مقصد کے مطابق احادیث کی شرح پر اکتفاء کرتا ہوں اور اسی کے ضمن میں ابواب کی توضیح اور ان سے متخرج فوائد بھی لکھ دیتا ہوں۔

بَابُ مَا جَاءَ فِي دُعَاءِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اُمَّتَهُ اِلٰى تَوْحِيْدِ اللّٰهِ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى (ص١٠٩٦)

اس بات کا بیان کہ نبی ﷺ نے اپنی اُمت کو اللہ تعالیٰ کی توحید کی دعوت دی

٢٩٣٤- ح: [فَضِيْلَةُ سُوْرَةِ الْاِخْلَاصِ]

سورۂ اخلاص کی فضیلت

٢٩٣٤ - اَنَّ اَبَا الرِّجَالِ مُحَمَّدَ بْنَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ حَدَّثَهُ، عَنْ اُمِّهِ عَمْرَةَ بِنْتِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، وَكَانَتْ فِيْ حَجْرِ عَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، عَنْ عَائِشَةَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَ رَجُلًا عَلٰى سَرِيَّةٍ، وَكَانَ يَقْرَاُ لِاَصْحَابِهِ فِيْ صَلٰوتِهِ فَيَخْتِمُ ﴿بِقُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ﴾ فَلَمَّا رَجَعُوْا ذَكَرُوْا ذٰلِكَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ سَلُوْهُ لِاَيِّ شَيْءٍ يَصْنَعُ ذٰلِكَ. فَسَاَلُوْهُ فَقَالَ لِاَنَّهَا صِفَةُ الرَّحْمٰنِ، وَاَنَا اُحِبُّ اَنْ اَقْرَاَ بِهَا، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَخْبِرُوْهُ اَنَّ اللّٰهَ يُحِبُّهُ.

(مسلم۔ کتاب الصلوٰۃ، نسائی۔ کتاب عمل الیوم واللیلۃ)

اور ابوالرجال محمد بن عبدالرحمٰن نے اپنی والدہ عمرہ بنت عبدالرحمٰن سے روایت کرتے ہوئے حدیث بیان کی اور یہ حضرت عائشہ کی پرورش میں تھیں، وہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتی ہیں کہ نبی ﷺ نے ایک صاحب کو ایک سریہ کا امیر بنا کر بھیجا۔ یہ اپنے اصحاب کو نماز پڑھاتے تو اس میں اور سورت کے ساتھ آخر میں قل ھو اللہ احد پڑھتے۔ سریہ سے لوٹنے کے بعد لوگوں نے نبی ﷺ سے اس کا تذکرہ کیا تو نبی ﷺ نے فرمایا: اس سے پوچھو وہ ایسا کیوں کرتا ہے؟ لوگوں نے اس سے پوچھا تو اس نے بتایا کہ میں اس کو ہر نماز میں اس لیے پڑھتا ہوں کہ یہ رحمٰن کی صفت ہے اور میں اس کے پڑھنے کو پسند کرتا ہوں۔ یہ سن کر نبی ﷺ نے فرمایا: اس کو خبر دو کہ اللہ بھی اس سے محبت فرماتا ہے۔

اس حدیث کے راوی محمد بن عبدالرحمٰن کی کنیت ابوالرجال مذکور ہے یہ کنیت اس بناء پر ان کی پڑی تھی کہ ان کے دس بیٹے تھے۔

عمرہ بنت عبدالرحمٰن ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خاص پروردہ تھیں۔ حضرت ام المؤمنین رضی اللہ عنہا کی اکثر حدیثیں اور اہم حدیثیں ان سے مروی ہیں۔

اس مضمون کی احادیث حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ اور حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہیں لیکن وہ سب الگ الگ واقعات سے متعلق ہیں۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کی حدیث میں یہ ہے کہ ایک صاحب رات میں غالباً تہجد میں ایک ہی رکعت میں "قل ھو اللہ" شریف کو بار بار پڑھتے تھے۔ صبح کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا گیا تو فرمایا: قسم اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے! قل ھو اللہ ثلث قرآن کے برابر ہے۔

اور حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ ایک صاحب مسجد قباء میں امامت فرماتے تھے اور وہ ہر رکعت میں دوسری سورتوں کے ساتھ قل ھو اللہ شریف بھی پڑھا کرتے تھے۔ ان کے مقتدیوں نے اعتراض کیا تو انہوں نے جواب دیا: اگر تم کہو تو میں امامت چھوڑ دوں لیکن اس سورت کا پڑھنا نہیں چھوڑوں گا' چونکہ وہ سب سے افضل تھے اس لیے لوگوں نے یہ پسند نہیں کیا۔ معاملہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش ہوا' ان سے پوچھا کہ آخر تم کیوں ہر رکعت میں اس سورت کو پڑھتے ہو؟ تو انہوں نے عرض کیا کہ میں اس کو پسند کرتا ہوں۔ یہ سن کر فرمایا: اس کے ساتھ تمہاری محبت تم کو جنت میں داخل کرے گی۔

اس سورہ کا شانِ نزول یہ ہے کہ کفار نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا: "صِفْ لَنَا رَبَّكَ" کہ اپنے رب کا وصف ہم سے بیان فرمائیے۔ اس پر سورۂ اخلاص نازل ہوئی۔ اس سورہ میں توحید کی بنیادی باتیں مذکور ہیں۔ یہ مذکور ہے کہ وہ ایک ہے' اس کی ذات یا صفات یا اس کی عبادت میں اس کا کوئی شریک نہیں' وہ صمد ہے' سب سے بے نیاز ہے' وہ قدیم ہے حادث نہیں' اس کے نہ ماں ہیں نہ باپ' نہ اس کی کوئی اولاد ہے۔ غور کیجئے! تو اس سورہ میں مشرکین کے تمام فرقوں کا رد ہے' یہود و نصاریٰ کا بھی رد ہے جو اللہ عزوجل کے لیے بیٹا ثابت کرتے ہیں اور ان مشرکین کا بھی رد ہے جو فرشتوں کو اللہ کی بیٹیاں کہتے ہیں۔

اس سورت کے تہائی قرآن ہونے کے دو مطلب ہیں' ایک ظاہر اور جو مشہور ہے یعنی ثواب' دوسرے یہ کہ قرآن کریم میں جتنے مضامین مذکور ہیں بالاختصار جامعیت کے ساتھ اس کا تہائی اس سورت میں مذکور ہے۔

بَابٌ

قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى ﴿عَالِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖۤ اَحَدًا اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ﴾ (الجن:٢٦)' ﴿اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ﴾ (لقمان:٣٤)' ﴿وَاَنْزَلَهٗ بِعِلْمِهٖ﴾ (النساء:١٦٦)' ﴿وَمَا تَحْمِلُ مِنْ اُنْثٰى وَلَا تَضَعُ اِلَّا بِعِلْمِهٖ﴾ (فاطر:١١)' ﴿اِلَيْهِ يُرَدُّ عِلْمُ السَّاعَةِ﴾ (فصلت:٤٧). (ص١٠٩٧)

[دیگر آیات کی تفسیر]

اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کا بیان: عالم الغیب ہے' سوائے اپنے پسندیدہ رسولوں کے کسی کو اپنے غیب پر مسلط نہیں فرماتا' اور اس ارشاد کا بیان: اور بے شک اللہ کے پاس قیامت کا علم ہے' اور اس ارشاد کا بیان: اس کو اس نے اپنے علم سے اتارا ہے' اور اس ارشاد کا بیان: کسی مادہ کو حمل نہیں رہتا اور نہ وہ جنتی ہے مگر اللہ کے علم سے' اور اس ارشاد کا بیان: اور قیامت کا علم اس پر حوالہ ہے۔

توضیح...... (مسئلہ علم غیب کی بحث)

بہ ظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس باب سے حضرت امام بخاری کا مقصود یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو علم غیب نہیں خصوصاً قیامت کا۔ اس پر قرینہ یہ ہے کہ باب کے عنوان میں مذکور آیت نمبر ۲ اور نمبر ۵ کا ظاہر مدلول یہی ہے' نیز باب کے ضمن میں جو احادیث لائے ہیں ان کے ظاہر سے بھی یہی مستفاد ہوتا ہے لیکن جو بھی نظر عمیق رکھتا ہے وہ تھوڑے غور کے بعد اس نتیجے پر پہنچے گا کہ حضرت امام بخاری کا مقصود یہ ہے کہ علم غیب ذاتی اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے اور اس کی عطاء اور اس کی دین سے اس کے پسندیدہ رسولوں کو بھی حاصل ہے۔ حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے دقائق کا سمجھنا ہم کس و نا کس کس شمار میں بڑے بڑے محقق بننے والوں کے بس کی بات نہیں' ناظرین غور کریں حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے سب سے پہلے سورۂ جن کی آیت کریمہ تحریر فرمائی۔

عَالِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖۤ اَحَدًاۙ۝ اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ. (الجن:۲۶) غیب کا جاننے والا کسی کو اپنے غیب پر مسلط نہیں فرماتا۝ اپنے پسندیدہ رسولوں کے سوا۔

یہ آیت اس پر نص ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے پسندیدہ رسولوں کو غیب کا علم دیتا ہے اور چونکہ اللہ کی عطا سے ان کو علم غیب حاصل ہوتا ہے اس لیے ان کا علم عطائی ہوا اور اللہ عزوجل کا علم ذاتی۔ اب اس آیت سے دو فائدے حاصل ہوئے: (۱) علم غیب کی دو قسمیں ہیں: ذاتی اور عطائی۔ (۲) یہ کہ علم ذاتی اللہ عزوجل کے ساتھ خاص ہے جس میں اس کا کوئی شریک نہیں، نہ کوئی نبی نہ کوئی فرشتہ، اور یہ کہ رسولوں کو علم غیب عطائی حاصل ہے۔ اب اگر بعد میں ذکر کی گئی آیتوں اور بعد میں درج احادیث کا مطلب یہ لیا جائے کہ انبیائے کرام علیہم السلام کو علم غیب عطائی بھی حاصل نہیں تو یہ آیات اور احادیث سورۂ جن کی اس آیت کے معارض ہوں گی اور اللہ عزوجل کے کلام میں تضاد، تعارض محال، تو تطبیق کے لیے لازم ہوا کہ بعد کی آیتوں میں اور باب میں درج احادیث میں علم سے مراد علم ذاتی لیا جائے جو اللہ عزوجل کے ساتھ خاص ہے۔ غیب کا علم ذاتی تو کیا مطلق علم ذاتی بھی نہ کسی رسول کو حاصل نہ کسی فرشتے کو، اور یہ اس کے منافی نہیں کہ علم غیب عطائی انبیائے کرام یا اولیائے کرام کو حاصل ہو۔ اب اس کو دوسری طرح یوں سمجھئے کہ یہ آیت کریمہ:

اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ. بے شک اللہ کے پاس قیامت کا علم ہے۔

اِلَيْهِ يُرَدُّ عِلْمُ السَّاعَةِ. (حم السجدہ:۴۷) اور قیامت کا علم اسی پر حوالہ ہے۔

اس بات کی دلیل کہ انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والتسلیم کو قیامت کا علم نہیں اسی وقت بن سکتی ہیں جب کہ ان آیات میں علم سے مراد علم عطائی لیا جائے۔ اس تقدیر پر لازم آئے گا کہ اللہ تعالیٰ کا علم عطائی ہو یہ صریح کفر وشرک ہے۔

دوسرا نکتہ قابل غور یہ ہے کہ سورۂ جن کی آیت کریمہ کا سیاق یہ بتا رہا ہے کہ یہ آیت خاص علم قیامت کے بارے میں ہے۔ اس سے پہلے ارشاد فرمایا:

قُلْ اِنْ اَدْرِيْۤ اَقَرِيْبٌ مَّا تُوْعَدُوْنَ اَمْ يَجْعَلُ لَهٗ رَبِّيْۤ اَمَدًا۝ (الجن:۲۵) تم فرماؤ: میں اپنی سمجھ سے نہیں جانتا آیا نزدیک ہے وہ جس کا تمہیں وعدہ دیا جاتا ہے یا میرا رب اسے ایک وقفہ دے گا۝

اس کے متصل ہی ہے آیت کریمہ "عَالِمُ الْغَيْبِ" الآیۃ۔ اب دونوں آیتوں کا حاصل یہ نکلا قیامت قریب ہے یا اس کے لیے کچھ وقفہ ہے یہ میں اپنی سمجھ سے نہیں جانتا۔ اللہ تعالیٰ عالم الغیب ہے۔ وہ اپنے پسندیدہ رسولوں کو اپنے غیب پر مطلع فرماتا ہے، یہاں غیب اپنے لفظ کے اعتبار سے عام ہے لیکن سیاق اس کی دلیل ہے کہ یہ خاص علم قیامت کے بارے میں فرمایا گیا ہے، جس سے ثابت ہو گیا کہ قیامت کا علم اللہ کے بتانے سے اس کے پسندیدہ رسولوں کو بھی ہے۔ علامہ ابراہیم بیجوری قدس سرہٗ شرح قصیدۂ بردہ میں لکھتے ہیں:

لم يخرج صلى الله عليه وسلم من الدنيا الا بعد ان اعلمه الله تعالىٰ بهذه الامور الخمسة. حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بعد ہی دنیا سے تشریف لے گئے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ان پانچوں باتوں کا علم عطا فرما دیا تھا۔

علم غیب کی قدرے تفصیل نزہۃ القاری ج ۱ ص ۳۰۷، رقم: ۴۳، میں حدیث جبریل کی شرح کے ضمن میں گزر چکی ہے۔

۲۹۳۵- ح: [قَوْلَا اُمِّ الْمُؤْمِنِيْنَ] حضرت امّ المؤمنین کے دو ارشادات

۲۹۳۵- عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ مَنْ حَدَّثَكَ اَنَّ مُحَمَّدًا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَاٰى رَبَّهٗ ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ جو تم سے یہ بیان کرے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو دیکھا یقیناً اس نے جھوٹ بولا

فَقَدْ كَذَبَ، وَهُوَ يَقُوْلُ ﴿لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ﴾ وَمَنْ حَدَّثَكَ اَنَّهُ يَعْلَمُ الْغَيْبَ فَقَدْ كَذَبَ، وَهُوَ يَقُوْلُ لَا يَعْلَمُ الْغَيْبَ اِلَّا اللّٰهُ.

حالانکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اور آنکھیں اس کا احاطہ نہیں کرتیں۔ اور جو یہ بیان کرے کہ وہ علم غیب جانتے تھے بلاشبہ اس نے جھوٹ بولا حالانکہ وہ فرماتا ہے کہ سوائے اللہ کے اور کوئی غیب نہیں جانتا۔

کتاب التفسیر سورۂ والنجم میں بہ طریق یحییٰ حضرت مسروق سے یہ حدیث یوں مروی ہے' انہوں نے کہا: میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے یہ پوچھا: کیا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو دیکھا؟ یہ سن کر ام المومنین نے فرمایا: تیری اس بات سے میرے رونگٹے کھڑے ہو گئے۔ تین باتوں سے تو کہاں غافل ہے' ان کو جو بھی بیان کرے بلاشبہہ وہ جھوٹا ہے۔ جو تجھ سے یہ بیان کرے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو دیکھا ہے تو اس نے یقیناً جھوٹ بولا' پھر انہوں نے یہ آیت کریمہ تلاوت کی: آنکھیں اس کا احاطہ نہیں کرتیں اور وہ آنکھوں کا احاطہ کرتا ہے اور وہ لطیف وخبیر ہے۔ اور کسی آدمی کو نہیں پہنچتا کہ اللہ اس سے کلام فرمائے مگر وحی کے طور پر یا یوں کہ وہ بشر پردۂ عظمت کے ادھر ہو۔ اور جو تجھ سے بیان کرے کہ وہ کل آئندہ کی بات جانتے تھے یقیناً اس نے جھوٹ بولا' پھر ام المومنین نے یہ آیت تلاوت کی: کوئی جان نہیں جانتی ہے کہ کل کیا کمائے گی۔ اور جو تجھ سے بیان کرے کہ انہوں نے تجھ سے کچھ چھپایا تو اس نے یقیناً جھوٹ بولا' پھر انہوں نے یہ آیت کریمہ تلاوت کی: اے اللہ کے رسول! ان سب کو پہنچا دو جو تمہاری طرف تمہارے رب کی جانب سے اتارا گیا۔ ہاں! حضور نے جبریل کو اپنی صورت میں دوبار دیکھا۔

[حضرت ام المومنین کے چار ارشادات اور ان کی توجیہ]

حضرت ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا کا چار باتوں میں اختلاف مشہور ہے' اور لوگوں سے ان تین میں غلط فہمی ہوئی۔

(۱) ایک تو سماع موتی' وہ سماع عرفی کا جسموں کے واسطے انکار فرماتی ہیں' اس کو غلط فہمی سے ارواح کے سماع حقیقی پر محمول کیا جاتا ہے۔ اس کی پوری بحث نزہۃ القاری کی دوسری جلد' صفحہ ۷۳۲ ' لغایت صفحہ ۷۳۵ پر ہو چکی ہے۔

(۲) معراج جسمانی کے بارے میں کہ انہوں نے فرمایا: "ما فقدت جسد رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم" معراج کی شب جسد اقدس میرے پاس سے کہیں نہیں گیا' حالانکہ ام المومنین کا یہ ارشاد اس معراج منامی کے بارے میں ہے جو مدینہ طیبہ میں ہوئی اور وہ معراج جو جسم وروح کے ساتھ ہوئی وہ مکہ معظمہ میں ہوئی تھی۔ اس وقت ام المومنین کا نکاح بھی نہیں ہوا تھا۔

(۳) علم غیب کے بارے میں' حضرت ام المومنین کا قول ہے کہ جو یہ کہے کہ حضور کو علم غیب تھا وہ جھوٹا ہے۔ اس سے مطلق علم کا انکار نکالنا محض جہالت ہے اس لیے کہ علم جب مطلق بولا جائے خصوصاً جب کہ غیب کی طرف مضاف ہو تو اس سے علم ذاتی مراد ہوتا ہے جیسا کہ حاشیۂ کشاف میں میر سید شریف رحمۃ اللہ علیہ نے تصریح کی ہے اور یہ یقیناً حق ہے۔ کوئی شخص کسی مخلوق کے لیے ایک ذرے کا بھی علم ذاتی مانے یقیناً کافر ہے۔

(۴) شب معراج حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ عزوجل کا دیدار کیا یا نہیں؟ یہ مسئلہ عہد صحابہ سے مختلف فیہ ہے۔ حضرت ام المومنین رضی اللہ عنہا کا مختار یہی ہے کہ دیدار الٰہی نہیں ہوا اور سورۂ والنجم میں جو مذکور ہے اس سے جبریل امین علیہ السلام کو ان کی ملکوتی شکل میں دیکھنا مراد ہے۔ اگرچہ ہم اہل سنت کے یہاں راجح اور مختار یہی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے شب معراج دیدار الٰہی فرمایا اور یہی سورہ والنجم کے سیاق کے زیادہ موافق ہے' ارشاد ہے:

فَاَوْحٰى اِلٰى عَبْدِهٖ مَآ اَوْحٰى ○ (النجم: ۱۰) اب وحی فرمائی اپنے بندے کی جانب جو وحی فرمائی ○

اس آیت میں "عبدہٖ" کی ضمیر مجرور متصل کا مرجع اللہ عزوجل ہے۔ اب اگر "فاوحی" کی ضمیر مرفوع متصل کا مرجع جبریل امین کو ٹھہرائیں تو ضمیروں کے مراجع میں انتشار و اختلاط لازم آئے گا کہ اول اور آخر کی ضمیروں کا مرجع جبریل امین ہوں اور بیچ میں "عبدہٖ" کا مرجع اللہ عزوجل، اور ہر شخص جانتا ہے کہ ایک ہی جملہ کے ضمائر میں انتشار سے احسن اور افصح اتحاد ہے اس لیے دونوں "فَاَوْحٰی" کی ضمیر فاعل کا مرجع اللہ عزوجل کو ماننا زیادہ راجح ہوا اور یہی جمہور صحابہ و تابعین عظام و ائمہ اعلام کا مذہب ہے کہ یہ تمام ضمیریں رب العزت کی طرف راجع ہیں، یعنی "وَهُوَ بِالْاُفُقِ الْاَعْلٰىO ثُمَّ دَنَا فَتَدَلّٰىO فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰىO فَاَوْحٰۤى اِلٰى عَبْدِهٖ مَاۤ اَوْحٰىO (النجم:۷۔۱۰) وَلَقَدْ رَاٰهُ نَزْلَةً اُخْرٰىO (النجم:۱۳)"۔

ان سب ضمائر کا مرجع اللہ عزوجل کی ذات ہی ہے۔ اب آیتوں کا ترجمہ یہ ہوا: اور وہ یعنی رب کا جلوہ آسمان بریں کے سب سے بلند کنارے پر تھاO پھر وہ جلوہ نزدیک ہوا پھر خوب اتر آیاO تو اس جلوے اور اس محبوب میں دو ہاتھ کا فاصلہ رہا بلکہ اس سے بھی کمO اب اس نے وحی فرمائی اپنے بندے کی طرف جو وحی فرمائیO اور انہوں نے تو وہ جلوہ دوبارہ دیکھاO

اور درایۃً بھی یہی راجح ہے اس لیے کہ اس پر پوری امت کا اتفاق ہے کہ حضور اقدس ﷺ جبریل امین سے بدرجہا افضل ہیں اس لیے اس میں کوئی خاص کمال نہیں ہے کہ حضور اقدس ﷺ جبریل امین کو دیکھیں بلکہ جبریل امین حضور ﷺ کو دیکھیں یہ ان کے لیے کمال ہے۔ مولانا روم نے فرمایا:

مصطفی بکشاید ار پر جمیل   تا ابد بے ہوش ماند جبریل

"اگر حضور اقدس ﷺ اپنا حجاب اٹھا دیں اور جبریل دیکھ لیں تو ابد تک بے ہوش رہیں گے"۔

ہاں! حضور اقدس ﷺ کے لیے یقیناً یہ بہت بڑا کمال ہے کہ چشم سر سے رب کا جلوہ دیکھ لیا۔ حضرت ام المومنین کا استدلال آیت کریمہ "لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ" سے ہے، اس پر بحث گزر چکی ہے کہ یہاں مراد احاطہ ہے اور یہ حق ہے۔

اسی طرح علم غیب کے سلسلے میں ام المومنین کا استدلال "لَا يَعْلَمُ الْغَيْبَ اِلَّا اللّٰهُ" سے ہے اور یہاں متعین ہے کہ غیب سے مراد ذاتی ہے ورنہ لازم آئے گا کہ اللہ کا علم عطائی ہو۔

قابل توجہ

حدیث کے سیاق سے معلوم ہوتا ہے کہ "لَا يَعْلَمُ الْغَيْبَ اِلَّا اللّٰهُ" آیت ہے اس لیے کہ پہلے فرمایا تھا: "وَهُوَ يَقُوْلُ"۔ اس سے بھی مراد اللہ عزوجل کی ذات ہے، اس کی مناسبت سے بعد میں فرمایا: "وَهُوَ يَقُوْلُ" اس سے بھی مراد اللہ عزوجل کی ذات ہی ہے مگر اس نظم کے ساتھ کوئی آیت نہیں۔ آیت تو یہ ہے: "قُلْ لَّا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْغَيْبَ اِلَّا اللّٰهُ" (النمل ۶۵)۔

اس آیت کی توجیہ یہ ہے کہ اس سے مراد حضور اقدس ﷺ ہیں۔ حضرت ام المومنین رضی اللہ عنہا کی شان تو بہت اعلیٰ و ارفع ہے۔ راویان حدیث میں سے کسی کی طرف ایسی خطا کی نسبت سے اسلم یہی ہے کہ "لَا يَعْلَمُ الْغَيْبَ اِلَّا اللّٰهُ" حضور اقدس ﷺ کا ارشاد مانا جائے اور دوسرے "وَهُوَ يَقُوْلُ" کی ضمیر کا مرجع حضور اقدس ﷺ ہیں۔

ناظرین سماع موتی کی تحقیق جاننا چاہیں تو "حیات الموات" کا مطالعہ کریں اور علم غیب پر سیر حاصل بحث دیکھنا چاہیں تو "الدولۃ المکیۃ، الفیوض الملکیۃ، خالص الاعتقاد، انباء المصطفیٰ" کا مطالعہ کریں، اور رویت باری کے سلسلے میں "منبہ المنبہ فی وصول الحبیب الی العرش والرویا" کا مطالعہ کریں۔ مجدد اعظم اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہٗ نے ان سب مسائل پر اتنی تحقیق و تفصیل کے ساتھ بیان فرمایا ہے کہ اب اس میں نہ زیادتی کی گنجائش ہے نہ انکار کی۔

بَابٌ

[دیگر آیات کی تفسیر]

قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى ﴿وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ۝﴾ (النحل:٦٠) ﴿سُبْحَانَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَ۝﴾ (الصافات:١٨٠) ﴿وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُوْلِهٖ﴾ (المنافقون:٨)، وَمَنْ حَلَفَ بِعِزَّةِ اللّٰهِ وَصِفَاتِهٖ. (ص١٠٩٨)

اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کا بیان: اور وہ غالب حکمت والا ہے۝ پاکی ہے تمہارے رب کو عزت والے رب کو۝ اور اللہ ہی کے لیے عزت ہے اور اس کے رسول کے لیے، اور جس نے اللہ کی عزت اور اس کی صفات کے ساتھ قسم کھائی۔

توضیح

یعنی اللہ عزوجل کے اسمائے حسنیٰ میں سے عزیز اور حکیم بھی ہے اور عزت کی اسناد اللہ عزوجل کی طرف کرنی درست ہے، نیز اللہ عزوجل کی عزت اور اس کی صفات کی قسم کھانی بھی صحیح ہے۔

٢٩٣٦- ح: [كَانَ يَدْعُوْ بِهٰذِهِ الْكَلِمَاتِ اَعُوْذُ بِعِزَّتِكَ]

آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) یہ دعا پڑھا کرتے تھے: "اعوذ بعزّتك" (الحديث)

٢٩٣٦ - عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقُوْلُ اَعُوْذُ بِعِزَّتِكَ، الَّذِيْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ الَّذِيْ لَا يَمُوْتُ، وَالْجِنُّ وَالْاِنْسُ يَمُوْتُوْنَ.

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس طرح دعا مانگتے تھے: میں تیری عزت کی پناہ مانگتا ہوں اے وہ ذات کہ تیرے سوا کوئی معبود نہیں، جسے موت نہیں اور جن و انس سب کے لیے موت ہے۔

٢٩٣٧- ح: [يَضَعُ اللّٰهُ قَدَمَهٗ فِيْ جَهَنَّمَ]

اللہ عزوجل جہنم میں اپنا قدم پاک رکھے گا

٢٩٣٧ - عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ اَنَسٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَزَالُ يُلْقٰى فِيْهَا وَتَقُوْلُ هَلْ مِنْ مَّزِيْدٍ، حَتّٰى يَضَعَ فِيْهَا رَبُّ الْعَالَمِيْنَ قَدَمَهٗ، فَيَنْزَوِيْ بَعْضُهَا اِلٰى بَعْضٍ، ثُمَّ تَقُوْلُ قَدْ، قَدْ، بِعِزَّتِكَ وَكَرَمِكَ، وَلَا تَزَالُ الْجَنَّةُ تَفْضُلُ، حَتّٰى يُنْشِئَ اللّٰهُ لَهَا خَلْقًا، فَيُسْكِنَهُمْ فَضْلَ الْجَنَّةِ.

حضرت انس رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا کہ جہنمی جہنم میں مسلسل ڈالے جائیں گے اور وہ کہتی رہے گی: کیا کچھ اور زیادہ ہے یہاں تک کہ رب العالمین اس میں اپنا قدم رکھے گا تو اس کا بعض بعض کی طرف سمٹ آئے گا اور جہنم کہے گی: بس بس تیری عزت اور کرم کی قسم! اور جنت کا بھی ایک حصہ خالی رہے گا، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اس کے لیے ایک مخلوق پیدا فرمائے گا اور انہیں جنت کی خالی جگہ میں رکھے گا۔

بَابٌ

[النساء: ١٣٤ کی تفسیر]

﴿وَكَانَ اللّٰهُ سَمِيْعًا بَصِيْرًا۝﴾ (النساء:١٣٤). (ص١٠٩٩)

اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کا بیان: اللہ تعالیٰ سننے والا دیکھنے والا ہے۝

ت٨٧٦ - وَقَالَ الْاَعْمَشُ، عَنْ تَمِيْمٍ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ وَسِعَ سَمْعُهُ الْاَصْوَاتَ، فَاَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا: اس اللہ کے لیے حمد ہے جس کا سمع سب آوازوں کو وسیع ہے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ نازل فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ﴿قَدْ سَمِعَ اللّٰهُ قَوْلَ الَّتِي تُجَادِلُكَ فِي زَوْجِهَا﴾ (المجادلہ:۱). نے سنی اس کی بات جو اپنے شوہر کے بارے میں تم سے بحث کرتی ہے۔

اس تعلیق کو امام احمد نے اپنی مسند میں اور نسائی نے اپنی سنن میں لفظ مذکور کے ساتھ روایت کیا ہے اور ابن ماجہ نے اپنی سنن میں اس لفظ سے روایت کیا ہے: برکت والی ہے وہ ذات جس کا سننا ہر شے کو وسیع ہے۔ میں خولہ کی بات سن رہی تھی اور بعض بات نہیں سن پاتی تھی اور وہ اپنے شوہر کی رسول ﷺ سے شکایت کر رہی تھی جن کا نام اوس بن صامت تھا: اس نے میرے شباب کو کھا لیا اور میرے پیٹ نے اس کے لیے اولاد کو پیدا کیا یہاں تک کہ جب میری عمر زیادہ ہوگئی اور اولاد کا سلسلہ منقطع ہو گیا تو اس نے مجھ سے ظہار کر لیا۔ اے اللہ! میں تجھ سے شکایت کرتی ہوں تو وہ اپنی جگہ سے ہٹی بھی نہیں کہ جبریل ان آیتوں کو لے کر اُترے: ''قَدْ سَمِعَ اللّٰهُ قَوْلَ الَّتِي تُجَادِلُكَ فِي زَوْجِهَا وَتَشْتَكِي إِلَى اللّٰهِ'' (المجادلہ:۱)۔

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ اللہ عزوجل کو سمیع کہنا جائز ہے۔ کچھ لوگوں نے کہا تھا کہ اللہ عزوجل کے سمیع بصیر ہونے کا مطلب یہ ہے کہ وہ علیم ہے۔ سننے اور دیکھنے کی اسے قدرت نہیں اس لیے کہ سننے اور دیکھنے کے لیے آلۂ سماع اور آلۂ بصر ضروری ہے۔ اللہ عزوجل اس سے منزہ ہے۔ امام بخاری اس باب سے ان لوگوں کا رد کرنا چاہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی صفت سماع اور صفت بصر، صفت علم کے علاوہ مستقل صفات ہیں۔ کسی کے نہ دیکھنے کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ وہ اندھا ہے کسی کے نہ سننے کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ وہ بہرا ہے۔ اندھا بہرہ ہونا نقص وعیب ہے اور اللہ تعالیٰ ہر نقص وعیب سے پاک ہے اور جب کہ قرآن مجید اور احادیث میں سمیع وبصیر کا اطلاق باری عز اسمہٗ پر ہے تو اس سے انکار کی کوئی وجہ نہیں، اللہ عزوجل کی ذات جس طرح بے مثل وبے مثال ہے اسی طرح اس کی صفات بھی بے مثل وبے مثال ہیں۔

بَابُ قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالَى ﴿وَيُحَذِّرُكُمُ اللّٰهُ نَفْسَهُ﴾ (آل عمران:۲۸) (ص۱۱۰۱)

اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کا بیان: اور اللہ تعالیٰ تمہیں اپنے غضب سے ڈراتا ہے

وَقَوْلِهِ جَلَّ ذِكْرُهُ ﴿تَعْلَمُ مَا فِي نَفْسِي وَلَا أَعْلَمُ مَا فِي نَفْسِكَ﴾ (المائدہ:۱۱۶).

اور اس ارشاد کا بیان: تو جانتا ہے جو میرے جی میں ہے اور میں نہیں جانتا جو تیرے علم میں ہے۔

توضیح

نفس کا معنی جان ہے اور ہر جان کے لیے موت، ارشاد ہے: ''كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ'' (آل عمران:۱۸۵) ہر جان موت کا مزہ چکھنے والی ہے۔ اس سے بہ ظاہر سمجھ میں آتا ہے کہ نفس کا اطلاق باری تعالیٰ پر درست نہیں لیکن قرآن مجید کی متعدد آیتوں میں اور کثیر احادیث میں نفس کا اطلاق باری تعالیٰ پر ہے۔ حضرت امام بخاری اس باب سے یہ افادہ کرنا چاہتے ہیں کہ نفس کا اطلاق باری تعالیٰ پر درست ہے اور یہاں اس کے معنی جان کے نہیں بلکہ ذات کے ہیں۔

۲۹۳۸ - ح: [أَنَا عِنْدَ ظَنِّ عَبْدِي بِي]

میں اپنے بندے کے گمان کے نزدیک ہوں

۲۹۳۸ - عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ اللّٰهُ تَعَالَى أَنَا عِنْدَ ظَنِّ عَبْدِي بِي، وَأَنَا مَعَهُ إِذَا ذَكَرَنِي، فَإِنْ ذَكَرَنِي فِي

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: میں اپنے بندے کے گمان کے نزدیک ہوں اور میں اس کے ساتھ ہوں جب وہ مجھے

نَفْسِهٖ ذَكَرْتُهٗ فِيْ نَفْسِيْ وَاِنْ ذَكَرَنِيْ فِيْ مَلَإٍ ذَكَرْتُهٗ فِيْ مَلَإٍ خَيْرٍ مِّنْهُمْ وَاِنْ تَقَرَّبَ اِلَيَّ بِشِبْرٍ تَقَرَّبْتُ اِلَيْهِ ذِرَاعًا وَاِنْ تَقَرَّبَ اِلَيَّ ذِرَاعًا تَقَرَّبْتُ اِلَيْهِ بَاعًا وَاِنْ اَتَانِيْ يَمْشِيْ اَتَيْتُهٗ هَرْوَلَةً.

یاد کرے۔ اگر وہ تنہائی میں میری یاد کرے تو میں اس کو اکیلے یاد کروں گا اور اگر وہ کسی مجمع میں میری یاد کرے تو میں اس کا ذکر اس مجمع میں کرتا ہوں جو ان کے مجمع سے بہتر ہے اور اگر میری جانب بالشت بھر آتا ہے تو میں اس کے قریب ہاتھ بھر ہو جاتا ہوں اور اگر وہ میری طرف ایک ہاتھ کے برابر آتا ہے تو میں اس کی جانب دونوں ہاتھوں کے پھیلاؤ کی مقدار قریب ہوتا ہوں اور اگر وہ میری طرف چل کر آتا ہے تو میں اس کی جانب دوڑ کر قریب ہوتا ہوں۔

باب سے مناسبت صرف اتنی سے ہے کہ اللہ عزوجل نے فرمایا: ''ذكرته في نفسي'' اللہ عزوجل نے اپنی ذات پر نفس کا اطلاق فرمایا۔ اس حدیث میں ''ذراع''، ''باع'' اور ''هرولة'' مذکور ہے۔ اللہ عزوجل شہید ہے۔ کسی کے قریب ہونے کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ اس سے دور رہا ہو اس بناء پر یہ حدیث متشابہات میں سے ہے اور تاویل یہ ہے کہ اللہ عزوجل اس بندے پر خصوصی رحمت فرماتا ہے۔

ملائکہ اور بشر میں کون افضل ہیں؟

جمہور اہل سنت کا یہ مذہب ہے کہ نوع بشر نوع ملائکہ سے افضل ہے اس طرح پر کہ خواص بشر خواص ملائکہ سے افضل ہیں اور عامہ بشر یعنی مومنین صالحین ملائکہ سے افضل ہیں۔ جس کی تفصیل یہ ہے کہ حضرات انبیاء کرام مطلقاً تمام ملائکہ سے افضل ہیں جس کی دلیل یہ آیت کریمہ ہے کہ فرمایا:

اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰۤى اٰدَمَ وَ نُوْحًا وَّ اٰلَ اِبْرٰهِيْمَ وَ اٰلَ عِمْرٰنَ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ○ (آل عمران: ۳۳)

بے شک اللہ نے آدم اور نوح اور آلِ ابراہیم اور آلِ عمران کو تمام عالم پر چن لیا ○

نیز فرمایا گیا:

وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِيْۤ اٰدَمَ. (بنی اسرائیل: ۷۰)

بے شک ہم نے بنی آدم کو بزرگی بخشی۔

فعل اور شبہ فعل کا متعلق جب محذوف ہوتا ہے تو عموم اس کا افادہ کرتا ہے اس لیے اس آیت کا صریح مدلول یہ ہوا کہ بنی آدم کو تمام عالم پر بزرگی بخشی۔ اس عموم میں فرشتے بھی داخل ہیں۔

نیز فرمایا:

وَسَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا مِّنْهُ. (الجاثیہ: ۱۳)

جو کچھ آسمان و زمین میں ہے سب تمہارے بس میں کر دیا اپنے حکم سے۔

''ما'' کے عموم میں فرشتے بھی ہیں اور ظاہر ہے کہ مسخر سے مسخر لہ افضل ہوتا ہے نیز تمام فرشتوں سے حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ کرایا۔ یہ سجدۂ تعظیم و تکریم تھا۔ یہ بھی اس کی دلیل ہے کہ نوع بشر نوع ملائکہ سے افضل و برتر ہے۔

یہاں یہ بات ذہن میں رکھنی ضروری ہے کہ رسل ملائکہ پوری امت سے افضل ہیں حتیٰ کہ خلفاء راشدین اور عشرہ مبشرہ سے بھی مگر اس حدیث سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ فرشتے انسان سے افضل ہیں۔ صاف تصریح ہے کہ فرمایا: ''ذكرته في ملإ خير منهم'' میں اس کا ذکر کروں گا اس جماعت میں جو اس سے بہتر ہے اور یہی مذہب فلاسفہ اور معتزلہ کا ہے۔ اس استدلال کا جواب یہ ہے کہ یہ

قطعی نہیں کہ "فی ملأ خیر منهم" سے مراد ملائکہ ہی ہوں' ہوسکتا ہے کہ اس سے مراد انبیاء کرام ہوں۔ نیز ایک نکتہ قابل لحاظ یہ ہے کہ ملأ اعلیٰ میں ذاکر اللہ عزوجل ہے' اللہ کے ذکر کی وجہ سے اس جماعت کو "خیر منهم" فرمایا گیا۔

بَابٌ [طٰہٰ:۳۹ کی تفسیر]

قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى ﴿وَلِتُصْنَعَ عَلٰى عَيْنِىْ﴾ (طٰہٰ: ۳۹) تُغَذّٰى. وَقَوْلِهِ جَلَّ ذِكْرُهُ ﴿تَجْرِىْ بِاَعْيُنِنَا﴾ (القمر: ۱٤). (ص ۱۱۰۱)

اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کا بیان: اور اس لیے کہ تم میری نگاہ کے سامنے تیار ہو' یعنی تیرے پرورش کی جائے' تجھے غذا دی جائے۔ اور اللہ تعالیٰ کے اس رشاد کا بیان: ہماری نگاہ کے روبرو بہتی ہے۔

توضیح...... (اللہ عزوجل کی طرف عین کی اضافت اور اس کی توجیہ)

باب' میں مذکور آیات میں اللہ عزوجل کی طرف عین کی اضافت ہے' نیز بعض احادیث سے بھی یہ ثابت ہوتا ہے کہ اللہ عزوجل کے لیے عین ہے' نیز بعض احادیث میں قدم کا بھی اثبات ہے۔ امام بخاری نے سب کے لیے الگ الگ باب قائم کیا ہے لیکن امام بخاری کا مقصود یہ ہرگز نہیں کہ اللہ عزوجل اعضاء و جوارح رکھتا ہے اور معاذ اللہ اس کا جسم ہے۔ اللہ عزوجل کے لیے جسم ماننا اور اعضاء ثابت کرنا صریح کفر ہے' اس لیے کہ جسم مرکب ہوتا ہے اور ہر مرکب حادث' اس لیے کہ ہر مرکب اپنے اجزاء سے مسبوق ہوتا ہے اور اس پر پوری امت کا اجماع قطعی ہے کہ اللہ عزوجل قدیم ہے' نیز ہر مرکب اپنے وجود میں اجزاء کا محتاج ہوتا ہے اور احتیاج دلیل حدوث ہے اور اللہ عزوجل واجب بالذات' اس لیے ان تمام الفاظ کو متشابہات میں داخل مانا گیا ہے اور عوام کے سمجھانے کے لیے مناسب تاویلیں کی گئی ہیں۔ امام بخاری نے اس باب کے ضمن میں دجال کی حدیثیں ذکر کی ہیں جن میں یہ فرمایا گیا:

انه اعور وان ربكم ليس باعور. وہ کانا ہے اور تمہارا رب کانا نہیں۔

اس سے اقتضاءً ثابت ہوتا ہے کہ اللہ عزوجل کے لیے آنکھ ہے۔

بَابُ قَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا شَخْصَ اَغْيَرُ مِنَ اللّٰهِ (ص ۱۱۰۳)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کا بیان: کوئی شخص اللہ عزوجل سے زیادہ غیرت مند نہیں

توضیح...... (اللہ تعالیٰ پر شخص کے اطلاق کی بحث)

اس ضمن میں حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت مغیرہ کی حدیث ذکر کی جس میں حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کا یہ قول مذکور ہے کہ اگر میں اپنی بیوی کے ساتھ کسی مرد کو دیکھوں تو اس کو مار ڈالوں گا۔ یہ بات جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچی تو فرمایا: تم لوگ سعد کی غیرت سے تعجب کرتے ہو۔ میں ان سے زیادہ غیرت مند ہوں اور مجھ سے زیادہ اللہ غیرت مند' اس حدیث کے بعض طرق میں "وَلَا شَخْصَ اَغْيَرُ مِنَ اللّٰهِ" ہے۔ اللہ سے زیادہ کوئی شخص غیرت مند نہیں۔ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ پر شخص کا اطلاق درست ہے۔

لیکن یہ حدیث متعدد صحابہ سے مروی ہے' سب کی روایتوں میں "شَخْصَ" کے بجائے "اَحَدٌ" ہے۔ صرف ایک روایت میں شخص وارد ہے۔ اس پر امت کا اجماع ہے کہ شخص کا اطلاق اللہ تعالیٰ پر جائز نہیں' اس لیے کہ شخص جسم ہوتا ہے' مرکب ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ اس سے منزہ ہے حتیٰ کہ جہمیہ جو اللہ عزوجل کے لیے جسم مانتے ہیں وہ بھی شخص کے اطلاق کو اللہ کے لیے جائز نہیں جانتے' ہوسکتا ہے کہ یہ راوی کا تصرف ہو۔ اسی طرح غیرت کے معنی ہوتے ہیں جو وصف کسی کے ساتھ خاص ہو اس میں دوسرے کی شرکت سے جو

ہیجان اور غضب ہوتا ہے اسے غیرت کہتے ہیں' اللہ تعالیٰ اس سے منزہ ہے۔ غیرت کے لوازم میں سے ہے روکنا اور منع کرنا۔ اللہ عزوجل کی طرف جب غیرت کی نسبت ہو تو مراد اس کا لازمی معنی منع اور روکنا ہے۔

بَابٌ ﴿قُلْ اَیُّ شَیْءٍ اَکْبَرُ شَهَادَةً﴾ (الانعام:۱۹)

تم فرماؤ: سب سے بڑی گواہی کس کی؟ (الانعام:۱۹)

وَسَمَّی اللّٰهُ تَعَالٰی نَفْسَهٗ شَيْئًا' قُلِ اللّٰهُ' وَسَمَّی النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْقُرْاٰنَ شَيْئًا' وَهُوَ صِفَةٌ مِّنْ صِفَاتِ اللّٰهِ. وَقَالَ ﴿كُلُّ شَیْءٍ هَالِكٌ اِلَّا وَجْهَهٗ﴾ (القصص:۸۸)۔ (ص ۱۱۰۳)

اللہ نے اپنی ذات کو شئی فرمایا' اور نبی ﷺ نے قرآن کو شئی فرمایا' حالانکہ قرآن اللہ تعالیٰ کی صفات میں سے ایک صفت ہے' اور فرمایا: ہر شئی فنا ہونے والی ہے' مگر اس کی ذات۔

توضیح

حضرت امام بخاری یہ افادہ فرمانا چاہتے ہیں کہ شئی کا اطلاق اللہ عزوجل پر صحیح ہے۔ اس کے ثبوت میں انہوں نے دو آیتیں پیش کی ہیں' اور حضرت سہل بن سعد ساعدی کی حدیث جس میں یہ مذکور ہے کہ حضور ﷺ نے اُن صاحب سے فرمایا جس کے پاس مہر کے لیے کچھ نہیں تھا "هَلْ مَعَكَ مِنَ الْقُرْاٰنِ شَیْءٌ" اس حدیث میں قرآن کو شئی کہا گیا حالانکہ قرآن اللہ تعالیٰ کا کلام اور اس کی صفت ہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ پر شئی کا اطلاق درست ہے۔

[شئی کے تین معنی]

تفصیل یہ ہے کہ شئی کے تین معنی ہیں "مَا يُعْلَمُ وَ يُخْبَرُ بِهٖ" جسے جانا جائے اور جس کے بارے میں خبر دی جا سکے۔ آیت کریمہ "وَهُوَ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِيْمٌ" میں شئی سے یہی مراد ہے' یہ سارے موجودات' ممکنات' ممتنعات کو عام ہے۔ دوسرے معنی ممکن کے ہیں خواہ وہ موجود ہو یا ازلاً ابداً معدوم ہو۔ آیت کریمہ "اِنَّ اللّٰهَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِيْرٌ" میں شئی سے مراد ممکن ہی ہے۔

تیسرے معنی موجود کے ہیں "خَالِقُ كُلِّ شَیْءٍ" میں یہی معنی مراد ہے۔ عقائد کی کتابوں میں جو فرمایا گیا: "اَلشَّیْءُ عِنْدَنَا هُوَ الْمَوْجُوْدُ" سے یہی مراد ہے' اور یہاں موجود سے مراد فی الحال موجود نہیں بلکہ ازلاً ابداً جو چیز وجود میں آئی یا آئے گی' وہ مراد ہے۔

اس تفصیل کے مطابق شئی کا اول معنی اور آخری معنی اللہ عزوجل پر صادق ہے' مگر ہمارے عرف میں شئی کا اطلاق باری تعالیٰ پر نہیں ہوتا اس لیے اس سے احتراز کرنا چاہیے۔

بَابٌ ﴿وَكَانَ عَرْشُهٗ عَلَی الْمَاءِ﴾ (ھود:۷) ﴿وَهُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ۝﴾ (التوبہ:۱۲۹)۔ (ص ۱۱۰۳)

اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کا بیان: اس کا عرش پانی پر تھا' اور وہ عرش عظیم کا رب ہے۝

توضیح ...... (عرش پر استواء کا معنی)

عرش کے معنی تخت کے ہوتے ہیں خاص کر بادشاہ کا تخت۔ امام بخاری یہ افادہ کرنا چاہتے ہیں کہ اللہ عزوجل کے لیے جب عرش ہے تو وہ اس پر مستوی ہے۔ ان کی مراد یہی ہے کہ جب قرآن مجید کی آیات میں یہ وارد ہے تو اس کے لیے اس کہنے میں کوئی حرج نہیں

کہ اللہ تعالیٰ عرش پر مستوی ہے۔ اس استواء سے کیا مراد ہے؟ یہ متشابہات میں سے ہے اور یہ مراد نہیں کہ وہ عرش پر بیٹھا ہے اور عرش اسے گھیرے ہوئے ہے۔ یہ عقل و نقل کے خلاف ہے' قرآن مجید میں فرمایا گیا: ''وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ مُّحِيطٌ'' اللہ تعالیٰ ہر شئی کو محیط ہے۔ اس میں عرش بھی شامل ہے' پھر یہ کیسے ممکن ہے کہ عرش اللہ عزوجل کو گھیرے ہوئے ہے۔ نیز اللہ عزوجل کی ذات غیر متناہی بالفعل ہے۔ اگر یہ مان لیا جائے کہ عرش اسے گھیرے ہوئے ہے تو غیر متناہی نہیں رہے گا متناہی ہو جائے گا۔

ابن تیمیہ کی اندھی تقلید میں آج کل نجدیوں کا بھی یہی عقیدہ ہے کہ اللہ عزوجل عرش پر اسی طرح بیٹھا ہوا ہے جیسے بادشاہ تخت پر بیٹھتے ہیں جو اہل سنت کے اجماعی عقیدے کے خلاف ہے اور عقل و نقل کے بھی معارض ہے۔

ت ۸۷۷ - قَالَ اَبُو الْعَالِيَةِ ﴿اِسْتَوٰى اِلَى السَّمَآءِ﴾ اِرْتَفَعَ. ﴿فَسَوَّاهُنَّ﴾ (البقرہ:۲۹) خَلَقَهُنَّ.

اور ابو العالیہ نے کہا کہ آیت کریمہ ''اِسْتَوٰى اِلَى السَّمَآءِ'' سے مراد یہ ہے کہ اللہ نے اپنی قدرت کو آسمان سے متعلق کیا اور انہیں بنایا۔

ت ۸۷۸ - وَقَالَ مُجَاهِدٌ ﴿اِسْتَوٰى﴾ عَلَا ﴿عَلَى الْعَرْشِ﴾ (الاعراف:۵۴).

اور مجاہد نے کہا کہ ''اِسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ'' سے مراد یہ ہے کہ اس نے اپنی صفت علو کی تجلی عرش پر ڈالی۔

ہمارا مذہب محقق یہ ہے جو ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: ''اِسْتَوٰى'' مجہول نہیں اور ''کیف'' عقل میں آنے والی بات نہیں اور اس کا اقرار ایمان ہے اور انکار کفر ہے یعنی یہ بھی متشابہات میں سے ہے۔

ت ۸۷۹ - وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ ﴿الْمَجِيْدُ﴾ (البروج:۱۵) الْكَرِيْمُ وَ ﴿الْوَدُوْدُ﴾ (البروج:۱۵) اَلْحَبِيْبُ' يُقَالُ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ' كَاَنَّهٗ فَعِيْلٌ مِنْ مَّاجِدٍ' مَحْمُوْدٌ مِنْ حَمِيْدٍ.

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: ''مجید'' کے معنی کریم یعنی عزت والا ہے اور ''ودود'' کے معنی حبیب یعنی محبوب ہے۔ ''وُدُوْدٌ'' فعول کے وزن پر ''وُدًّا'' سے مبالغہ کا صیغہ ہے بہ معنی اسم مفعول' کہا جاتا ہے ''حمید مجید''۔ ''مجید''، ''ماجد'' سے فعیل کے وزن پر صفت مشبہ ہے' اور ''محمود''، ''حمد'' سے اسی طرح ''حمید'' بھی ''حمد'' سے فعیل کے وزن پر صفت مشبہ ہے

بَابُ قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى ﴿تَعْرُجُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوْحُ اِلَيْهِ﴾ (المعارج:۴)

اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کا بیان: ملائکہ اور جبریل اس کی بارگاہ کی طرف عروج کرتے ہیں

وَقَوْلِهٖ جَلَّ ذِكْرُهٗ ﴿اِلَيْهِ يَصْعَدُ الْكَلِمُ الطَّيِّبُ﴾ (فاطر:۱۰). (ص ۱۱۰۴)

اور اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کا بیان: اور اسی کی طرف بلند ہوتے ہیں پاکیزہ کلام۔

توضیح

اس باب سے امام بخاری کا مقصود یہ ہے کہ اللہ عزوجل کے اسماء میں سے ذوالمعارج بھی ہے جس کی دلیل وہ دونوں آیتیں ہیں جو باب کے عنوان میں مذکور ہیں۔ ملائکہ کے بارے میں جو فرمایا گیا: ''تَعْرُجُ اِلَيْهِ'' (الفاطر:۱۰) اس سے مراد فرشتوں کا اپنی منازل کی طرف جانا ہے اور اس آیت میں روح سے مراد جبریل امین ہیں۔ اس سے مراد وہی یعنی ان کا اپنی منزل کی طرف جانا ہے۔

بعض مفسرین نے فرمایا کہ روح سے مراد روح انسانی ہے۔ اس تقدیر پر اس سے مراد قبض ہونے کے بعد روحوں کا آسمان کی طرف جانا ہے، جیسا کہ حدیث شریف میں وارد ہے اور آیت کریمہ ''اِلَیْهِ یَصْعَدُ الْكَلِمُ الطَّیِّبُ وَالْعَمَلُ الصَّالِحُ'' (الفاطر:۱۰) سے مراد قبول ہونا ہے۔

مجسمہ اور جہمیہ ان کے ظاہر معنی کو سامنے رکھ کر اللہ تعالیٰ کے لیے جسم و مکان ثابت کرتے ہیں لیکن اللہ کے لیے مکان یا جسم کا ہونا عقلاً ونقلاً باطل ہے، اس لیے ان آیتوں سے کیا مراد ہے؟ اسے اللہ عزوجل جانے یا اس کے رسول ﷺ جانیں یا پھر وہ تاویل کی جائے جو ہم نے ذکر کی۔

ت ۸۸۰ - وَقَالَ مُجَاهِدٌ ﴿الْعَمَلُ الصَّالِحُ﴾ (فاطر: ۱۰) يَرْفَعُ الْكَلِمَ الطَّيِّبَ. يُقَالُ ﴿ذِي الْمَعَارِجِ﴾ (المعارج:۳) اَلْمَلَائِكَةُ تَعْرُجُ اِلَى اللّٰهِ.

مجاہد نے کہا: عمل صالح اچھے کلموں کو بلند کرتا ہے۔ کہا جاتا ہے: ذوالمعارج کیونکہ فرشتے اللہ تعالیٰ کی طرف عروج کرتے ہیں۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ عمل صالح سے ان کی مراد فرائض کی ادائیگی ہے اور کلمہ طیب سے مراد اللہ تعالیٰ کا ذکر ہے۔ جو شخص فرائض ادا نہ کرے اس کے نوافل معلق رہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی صفت بیان فرمائی: ''ذِي الْمَعَارِجِ'' یہ اس بناء پر ہے کہ اس کی بارگاہ خاص کی جانب فرشتے جاتے ہیں۔ بارگاہ کا خاص ہونا اس کے معارض نہیں کہ اللہ تعالیٰ ہر شے کو محیط ہے اور وہ شہید ہے۔

وَاللّٰهُ تَعَالٰى اَعْلَمُ بِالصَّوَابِ

بَابٌ

[القیامہ: ۲۲۔ ۲۳ کی تفسیر]

قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى ﴿وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ ۝ اِلٰى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ ۝﴾ (القیامۃ:۲۲-۲۳). (ص۱۱۰۵)

اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کا بیان: کچھ منہ اس دن تروتازہ ہوں گے ۝ اپنے رب کو دیکھتے ہوں گے ۝

توضیح

امام بخاری اس باب سے یہ افادہ فرمانا چاہتے ہیں کہ قیامت کے دن ہر مومن کو اللہ عزوجل کی رویت ہوگی، جو بلا کیف بلا جہت ہوگی جس کی بحث جلد اول میں مفصل ذکر ہو چکی ہے۔ رویت باری کا ثبوت احادیث مشہورہ سے ہے، اس کا انکار گمراہی ہے۔

''وَقَالَ قَيْسُ بْنُ سَعْدٍ وَاَبُو الزُّبَيْرِ عَنْ طَاوُسٍ قَيَّامٌ'' اس باب میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی یہ حدیث مذکور ہے کہ نبی ﷺ جب رات میں تہجد پڑھنے کے لیے اٹھتے تو یہ دعا پڑھتے: ''اَللّٰهُمَّ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ اَنْتَ قَيِّمُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ'' اسی سند کے ساتھ حضرت طاؤس ہی سے قیس بن سعد اور ابوالزبیر سے ''اَنْتَ قَيِّمُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ'' کے بجائے ''اَنْتَ قَيَّامٌ'' مروی ہے۔

ت ۸۸۱ - وَقَالَ مُجَاهِدٌ اَلْقَيُّوْمُ الْقَائِمُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ وَقَرَاَ عُمَرُ الْقَيَّامُ. وَكِلَاهُمَا مَدْحٌ.

اور امام مجاہد نے کہا: ''قیوم'' کا معنی ہے جو ہر شے پر قائم ہے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آیت الکرسی میں بجائے ''قیوم'' کے ''القیام'' پڑھا اور دونوں ''مدح'' ہیں۔

یعنی قیوم اور قیام دونوں مدح ہیں۔ ان کے معنی یہ ہیں کہ وہ ذات جو ہر شے پر قائم ہو، جو چاہے تدبیر کرے جسے زوال نہیں۔ محمد بن فرح نے ''كِتَابُ الْاَسْنٰى بِاَسْمَاءِ الْحُسْنٰى'' میں کہا کہ بندے کا وصف قیم کے ساتھ جائز نہیں۔ امام غزالی نے ''المقصد الاسنیٰ'' میں فرمایا: قیوم صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہے، اس لیے مجمع الانہر میں فرمایا کہ قیوم کا اطلاق بندے پر کفر ہے کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کی صفت

خاصہ ہے۔

بایں ہمہ بعض عرفاء کے کلام میں قیوم کا اطلاق بندوں پر آیا ہے' اس لیے اس کا اطلاق بندے پر کفر نہیں۔ زیادہ سے زیادہ ناجائز ہوسکتا ہے۔ اس کی بھی تاویل وہی کی جائے گی جو حکیم' رشید' رؤف' رحیم وغیرہ کی کی جاتی ہے۔

بَابُ مَا جَاءَ فِي تَخْلِيقِ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَغَيْرِهَا مِنَ الْخَلَائِقِ (ص۱۱۱۰)

آسمان وزمین اور دوسری مخلوقات کے پیدا کرنے میں جو کچھ آیا ہے' اس کا بیان

وَهُوَ فِعْلُ الرَّبِّ تَبَارَكَ وَتَعَالَى وَأَمْرُهُ، فَالرَّبُّ بِصِفَاتِهِ وَفِعْلِهِ وَأَمْرِهِ، وَهُوَ الْخَالِقُ هُوَ الْمُكَوِّنُ، غَيْرُ مَخْلُوقٍ. وَمَا كَانَ بِفِعْلِهِ وَأَمْرِهِ وَتَخْلِيقِهِ وَتَكْوِينِهِ، فَهُوَ مَفْعُولٌ مَخْلُوقٌ مُكَوَّنٌ.

اور تخلیق رب کا فعل ہے اور اس کا امر ہے۔ رب اپنی صفات' افعال اور امر وکلام کے ساتھ خالق ہے اور مکوِّن' مخلوق نہیں' اور جو چیز اس کے فعل اور امر اور تخلیق اور تکوین سے ہو وہ مفعول' مخلوق' مکوَّن ہے۔

ارشاد فرمایا گیا: "أَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْأَمْرُ" (الاعراف:۵۴) سنو اللہ ہی کے لیے خلق اور امر ہے۔ عطف مغایرت چاہتا ہے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ عالم خلق اور ہے اور عالم امر اور۔ مجدد اعظم اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہٗ سے الملفوظ میں منقول ہے کہ مادے سے کسی چیز کے بنانے کو خلق کہتے ہیں اور بغیر مادہ کے کسی چیز کے پیدا کرنے کو امر' مگر حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے کلام سے ظاہر ہو رہا ہے کہ امر وخلق ایک ہی ہیں' اور یہ عام ہے خواہ مادے سے کوئی چیز بنائی جائے یا بغیر مادے کے۔ دونوں میں تطبیق یہ ہے کہ کبھی کبھی خلق بہ معنی عام مستعمل ہوتا ہے اور آیت کریمہ مذکورہ میں بہ معنی خاص۔

بَابٌ

[سبا:۲۳ کی تفسیر]

قَوْلِ اللَّهِ تَعَالَى ﴿وَلَا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ عِنْدَهُ إِلَّا لِمَنْ أَذِنَ لَهُ حَتَّى إِذَا فُزِّعَ عَنْ قُلُوبِهِمْ قَالُوا مَاذَا قَالَ رَبُّكُمْ قَالُوا الْحَقَّ وَهُوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيرُO﴾ (سبا:۲۳).

اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کا بیان: اور اس کے پاس شفاعت کام نہیں دیتی مگر جس کے لیے وہ اذن فرمائے یہاں تک کہ جب ان کے دلوں کی گھبراہٹ دور فرمادی جاتی ہے تو ایک دوسرے سے کہتے ہیں: تمہارے رب نے کیا فرمایا؟ وہ کہتے ہیں: حق فرمایا اور وہی ہے بلند بڑائی والاO

وَلَمْ يَقُلْ مَاذَا خَلَقَ رَبُّكُمْ.

اور یہ نہیں فرمایا کہ تمہارے رب نے کیا پیدا فرمایا؟

وَقَالَ جَلَّ ذِكْرُهُ ﴿مَنْ ذَا الَّذِي يَشْفَعُ عِنْدَهُ إِلَّا بِإِذْنِهِ﴾ (البقرہ:۲۵۵). (ص۱۱۱۴)

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وہ کون ہے جو اس کے یہاں سفارش کرے بغیر اس کے حکم کے؟

توضیح

اس باب سے امام بخاری کی غرض یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی صفت کلام بھی ہے جو ازلی ابدی قدیم ہے۔ اللہ کی ذات کے ساتھ قائم ہے' اس معنی میں کہ نہ عین ذات ہے نہ غیر ذات ہے۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ آیت کریمہ میں ہے کہ فرمایا: "مَا ذَا قَالَ رَبُّكُمْ" اور یہ نہیں فرمایا: "مَا ذَا خَلَقَ رَبُّكُمْ" کہ کیا پیدا کیا اور قول کلام ہی ہوتا ہے۔

اس میں رد ہے معتزلہ' خوارج' مرجیہ' جہمیہ' نجاریہ کا۔ وہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے متکلم ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اس نے لوح

محفوظ میں کلام لکھ دیا۔

اس بارے میں تین قول ہیں۔ اہل حق کا قول یہ ہے کہ قرآن مخلوق نہیں اور وہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے' جو اللہ تعالیٰ کی ذات کے ساتھ قائم ہے اس طرح کہ نہ عین ذات ہے نہ غیر ذات' نہ منقسم ہوتا ہے نہ متجزی ہوتا ہے' اور مخلوق کے کسی کلام کے مشابہ نہیں اور صوت ولحن سے پاک ہے۔

دوسرا قول مذکورہ فرقوں کا ہے اور تیسرا قول کہ اس بارے میں توقف واجب ہے' نہ مخلوق کہا جائے نہ غیر مخلوق۔

دوسرا افادہ باب سے یہ فرمایا کہ انبیاء' ملائکہ' مومنین کی شفاعت حق ہے' اور کفار جو دعویٰ کرتے ہیں کہ ہمارے معبودان باطلہ اللہ کے یہاں شفیع ہوں گے یہ باطل ہے۔ شفاعت کا حق صرف انہیں لوگوں کو ہے جنہیں اللہ تعالیٰ اذن دے اور اذن صرف انبیاء کرام' مومنین' ملائکہ کے لیے ہے۔

ت۸۸۲ - **وَقَالَ مَسْرُوْقٌ' عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ اِذَا تَكَلَّمَ اللّٰهُ بِالْوَحْيِ سَمِعَ اَهْلُ السَّمَاوَاتِ شَيْئًا' فَاِذَا فُزِّعَ عَنْ قُلُوْبِهِمْ وَسَكَنَ الصَّوْتُ' عَرَفُوْا اَنَّهُ الْحَقُّ وَنَادَوْا ﴿مَاذَا قَالَ رَبُّكُمْ قَالُوا الْحَقَّ﴾.**

مسروق نے کہا: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب اللہ تعالیٰ وحی کے ساتھ کلام فرماتا ہے تو آسمان والے کچھ سنتے ہیں۔ جب ان کے دلوں سے گھبراہٹ دور ہو جاتی ہے اور آواز بند ہو جاتی ہے تو پہچانتے ہیں کہ وہ حق ہے اور وہ ندا دیتے ہیں اور پوچھتے ہیں کہ تمہارے رب نے کیا فرمایا؟ تو فرشتے کہتے ہیں کہ حق فرمایا۔

اس تعلیق کو بیہقی نے اسماء وصفات میں ان الفاظ کے ساتھ روایت کیا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ وحی کے ساتھ کلام فرماتا ہے تو آسمان والے سنتے ہیں اور آسمان پر چکنے پتھر پر زنجیر کھینچنے کی وجہ سے جو آواز پیدا ہوتی ہے اسی کے مثل آواز ہوتی ہے جس سے لوگ بے ہوش ہو جاتے ہیں' بے ہوش پڑے رہتے ہیں یہاں تک کہ جبریل علیہ السلام ان کے پاس تشریف لاتے ہیں تو ان کے دلوں سے گھبراہٹ دور ہو جاتی ہے تو لوگ جبریل سے پوچھتے ہیں کہ تمہارے رب نے کیا فرمایا؟ وہ فرماتے ہیں: اللہ نے حق فرمایا تو سب لوگ بلند آواز سے کہتے ہیں: حق حق۔

ت۸۸۳ - **وَيُذْكَرُ عَنْ جَابِرٍ' عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اُنَيْسٍ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ يَحْشُرُ اللّٰهُ الْعِبَادَ' فَيُنَادِيْهِمْ بِصَوْتٍ يَسْمَعُهُ مَنْ بَعُدَ كَمَا يَسْمَعُهُ مَنْ قَرُبَ اَنَا الْمَلِكُ' اَنَا الدَّيَّانُ.**

حضرت عبداللہ بن انیس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' انہوں نے کہا کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ اللہ تعالیٰ بندوں کو جمع فرمائے گا (حشر کے دن) اور انہیں ندا دے گا جسے دور والے ایسے ہی سنیں گے جیسے قریب والے سنیں گے: میں بادشاہ ہوں' میں بدلہ دینے والا ہوں۔

توضیح میں ہے کہ اسے حارث بن ابو اسامہ نے اپنی مسند میں روایت کیا ہے۔ اس کے بعد حضرت امام بخاری نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی وہ حدیث ذکر فرمائی ہے جو سورۂ حجر کی تفسیر میں گزر چکی ہے۔ حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب اللہ تعالیٰ آسمان میں کسی چیز کا حکم فرماتا ہے تو فرشتے اپنے بازوؤں کو ہلاتے ہیں اللہ تعالیٰ کے لیے تواضع کے طور پر جس سے ایسی آواز پیدا ہوتی ہے جیسے زنجیر چکنے پتھر پر گری ہو۔ جس کی آواز دور تک پھیل جائے۔ جب ان کے دلوں سے گھبراہٹ دور ہو جاتی ہے تو وہ ایک دوسرے سے پوچھتے ہیں: تمہارے رب نے کیا فرمایا؟ وہ کہتے ہیں کہ حق فرمایا اور وہ بلند عظمت والا ہے۔

اس سب کا حاصل یہ نکلا کہ قرآن وحدیث کے ارشادات کی روشنی میں اللہ تعالیٰ کی طرف قول کی اسناد ثابت ہے جو اس کی دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ کلام فرماتا ہے' متکلم ہے اور اس کا مطلب یہ نہیں کہ لوح محفوظ میں کلام پیدا فرماتا ہے۔ نیز سننے والوں کے دلوں پر جو گھبراہٹ طاری ہوتی ہے وہ اللہ تعالیٰ کے کلام کی عظمت کی ہیبت کی وجہ سے اور آواز فرشتوں کے بازوؤں کے پھڑ پھڑانے کی وجہ سے ہوتی ہے۔

بَابٌ [النساء:۱۶۶ کی تفسیر]

قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰی ﴿اَنْزَلَهٗ بِعِلْمِهٖ وَالْمَلٰٓئِكَةُ يَشْهَدُوْنَ﴾ (النساء:١٦٦). (ص۱۱۱۵)

اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کا بیان: اللہ تعالیٰ نے اسے نازل فرمایا اپنے علم سے اور فرشتے گواہ ہیں۔

ت۸۸٤ - قَالَ مُجَاهِدٌ ﴿يَتَنَزَّلُ الْاَمْرُ بَيْنَهُنَّ﴾ (الطلاق:١٢) بَيْنَ السَّمَاءِ السَّابِعَةِ وَالْاَرْضِ السَّابِعَةِ.

اور امام مجاہد نے کہا: اپنا حکم ان کے درمیان نازل فرماتا ہے' یعنی ساتویں آسمان اور ساتویں زمین کے درمیان۔

توضیح

قرآن مجید کے لیے انزال' تنزیل' نزل کا جو لفظ آیا ہے اس سے معتزلہ وغیرہ نے یہ استدلال کیا کہ قرآن مخلوق ہے اس لیے کہ نزول' انزال' حادث کی صفت ہے۔ اہل سنت نے فرمایا: یہاں انزال سے مراد افہام ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کے معانی کو سمجھایا۔ یہ تاویل علامہ ابن بطال سے منقول ہے' لیکن اس میں اشکال ہے۔ اس سے لازم آتا ہے کہ نظم قرآن منزل نہیں' اس لیے صحیح یہ ہے کہ انزال سے مراد ابلاغ ہے یعنی پہنچانا' مطلب یہ ہوا کہ اللہ عزوجل نے اپنے کلام کو اپنے رسول تک پہنچایا' یا پھر وہی کہا جائے کہ اس کی کیفیت مجہول ہے' اللہ عزوجل اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم جانیں کہ اس سے کیا مراد ہے؟

بَابُ قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰی ﴿يُرِيْدُوْنَ اَنْ يُّبَدِّلُوْا كَلَامَ اللّٰهِ۝﴾ (الفتح:١٥)

اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کا بیان: چاہتے ہیں کہ اللہ کے کلام کو بدل دیں ۝

﴿لَقَوْلٌ فَصْلٌ۝﴾ حَقٌّ ﴿وَمَا هُوَ بِالْهَزْلِ۝﴾ (الطارق:١٣-١٤) بِاللَّعِبِ. (ص۱۱۱٦)

اور اللہ تعالیٰ نے جو فرمایا: "اِنَّهٗ لَقَوْلٌ فَصْلٌ۝ وَّمَا هُوَ بِالْهَزْلِ۝" اس آیت میں "فصل" سے مراد حق ہے اور "ہزل" سے مراد لعب۔

توضیح

منافقین نے پہلے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جہاد میں جانے سے انکار کیا' پھر جب خیبر وغیرہ کی فتوحات میں دیکھا کہ خوب مال غنیمت ملا ہے تو کہنے لگے کہ ہمیں بھی اپنے ساتھ کیوں نہیں لے گئے؟ حالانکہ اللہ نے فرما دیا تھا کہ منافقین کو مال غنیمت سے کچھ حصہ نہیں ملے گا۔ اسی کو فرمایا گیا: چاہتے ہیں کہ اللہ کے کلام کو بدل دیں۔

امام بخاری کا اس باب سے بھی مقصود یہی ہے کہ اللہ عزوجل کی صفت کلام ہے جو باب کی دونوں آیتوں سے ثابت ہے۔ پہلی آیت میں کلام اللہ صراحت کے ساتھ ہے' دوسری آیت میں "وَقَوْلٌ فَصْلٌ" مذکور ہے اور قول کلام ہی ہے۔

۲۹۳۹ - ح: [ذَنْبُ الْعَبْدِ مِرَارًا وَتَوْبَتُهٗ] ایک شخص کا بار بار گناہ کرنا اور توبہ کرنا

۲۹۳۹ - سَمِعْتُ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ اَبِيْ عَمْرَةَ قَالَ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا

سَمِعْتُ اَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ عَبْدًا اَصَابَ ذَنْبًا، وَرُبَّمَا قَالَ اَذْنَبَ ذَنْبًا، فَقَالَ رَبِّ اَذْنَبْتُ، وَرُبَّمَا قَالَ اَصَبْتُ، فَاغْفِرْ لِيْ، فَقَالَ رَبُّهُ اَعَلِمَ عَبْدِيْ اَنَّ لَهُ رَبًّا يَغْفِرُ الذَّنْبَ وَيَاْخُذُ بِهِ؟ غَفَرْتُ لِعَبْدِيْ، ثُمَّ مَكَثَ مَا شَاءَ اللّٰهُ ثُمَّ اَصَابَ ذَنْبًا، اَوْ اَذْنَبَ ذَنْبًا، فَقَالَ رَبِّ اَذْنَبْتُ اَوْ اَصَبْتُ اٰخَرَ فَاغْفِرْهُ فَقَالَ اَعَلِمَ عَبْدِيْ اَنَّ لَهُ رَبًّا يَغْفِرُ الذَّنْبَ وَيَاْخُذُ بِهِ؟ غَفَرْتُ لِعَبْدِيْ، ثُمَّ مَكَثَ مَا شَاءَ اللّٰهُ، ثُمَّ اَذْنَبَ ذَنْبًا وَرُبَّمَا قَالَ اَصَابَ ذَنْبًا، قَالَ قَالَ رَبِّ اَصَبْتُ اَوْ اَذْنَبْتُ اٰخَرَ فَاغْفِرْهُ لِيْ، فَقَالَ اَعَلِمَ عَبْدِيْ اَنَّ لَهُ رَبًّا يَغْفِرُ الذَّنْبَ وَيَاْخُذُ بِهِ؟ غَفَرْتُ لِعَبْدِيْ، ثَلَاثًا، فَلْيَعْمَلْ مَا شَاءَ. (مسلم۔ کتاب التوبہ، نسائی۔ کتاب عمل الیوم واللیلۃ)

کہ آپ نے فرمایا: ایک بندے نے کسی گناہ کا ارتکاب کیا، پھر کہا: اے میرے رب! میں نے گناہ کیا ہے، پس مجھے بخش دے تو اس کے رب نے فرمایا: کیا میرا بندہ یہ جانتا ہے کہ اس کا کوئی رب ہے جو گناہ معاف کرتا ہے یا اس پر سزا دیتا ہے۔ میں نے اپنے بندے کو معاف کیا۔ اس کے بعد جب تک اللہ تعالیٰ چاہتا ہے ایسے ہی رہتا ہے، پھر گناہ کر بیٹھتا ہے، پھر اپنے رب سے عرض کرتا ہے: اے میرے رب! دوسرا گناہ کر لیا، اسے بخش دے تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میرا بندہ جانتا ہے کہ اس کا کوئی رب ہے جو گناہ معاف کرتا ہے یا اس پر سزا دیتا ہے، میں نے اپنے بندے کو معاف کیا، پھر جب تک اللہ تعالیٰ چاہتا ہے یوں ہی رہتا ہے، پھر گناہ کر بیٹھتا ہے اور عرض کرتا ہے: اے رب! میں نے دوسرا گناہ کر لیا مجھے بخش دے تو فرماتا ہے کیا میرا بندہ جانتا ہے کہ اس کا کوئی رب ہے جو گناہ معاف کرتا ہے یا اس پر سزا دیتا ہے، میں نے اپنے بندے کو بخش دیا، تین بار، اب وہ جو چاہے عمل کرے۔

عمدۃ القاری میں جو متن دیا ہے اس کے آخر میں یہ ہے: ''فَلْيَعْمَلْ مَا شَاءَ'' اور فتح الباری میں بھی ہے۔ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ بندہ بار بار بھی گناہ کرے اور توبہ کرے تو معافی کی امید ہے۔

بَابُ كَلَامِ الرَّبِّ عَزَّوَجَلَّ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مَعَ الْاَنْبِيَاءِ وَغَيْرِهِمْ (ص ۱۱۱۸)

قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کا کلام انبیاء علیہم السلام کے ساتھ اور ان کے علاوہ کے ساتھ

توضیح

اس باب سے بھی مقصود معتزلہ، خوارج، جہمیہ وغیرہ کا رد ہے اور یہ ثابت کرنا ہے کہ کلام اللہ تعالیٰ کی صفت ہے۔

۲۹۴۰- ح: [لَمْعَةٌ مِّنَ الشَّفَاعَةِ]

شفاعت کی ایک جھلک

۲۹۴۰ - عَنْ حُمَيْدٍ قَالَ سَمِعْتُ اَنَسًا رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِذَا كَانَ يَوْمُ الْقِيَامَةِ شُفِّعْتُ، فَقُلْتُ يَا رَبِّ اَدْخِلِ الْجَنَّةَ مَنْ كَانَ فِيْ قَلْبِهِ خَرْدَلَةٌ، فَيَدْخُلُوْنَ، ثُمَّ اَقُوْلُ اَدْخِلِ الْجَنَّةَ مَنْ كَانَ فِيْ قَلْبِهِ اَدْنٰى شَيْءٍ. فَقَالَ اَنَسٌ كَاَنِّيْ اَنْظُرُ اِلٰى اَصَابِعِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ جب قیامت کا دن ہوگا، میری شفاعت قبول کی جائے گی۔ میں عرض کروں گا: اے رب! اس کو بھی جنت میں داخل فرما جس کے دل میں رائی کے برابر ایمان ہے تو وہ لوگ جنت میں داخل کیے جائیں گے، پھر میں عرض کروں گا: اسے بھی جنت میں داخل فرما جس کے دل میں کچھ بھی ایمان ہے۔ حضرت انس نے کہا: گویا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی انگلیوں کو دیکھ رہا ہوں۔

آخری جملے کا مطلب یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک انگلی کو دوسری سے ملا کر اشارہ فرمایا کہ اتنا بھی ایمان۔

یہ حدیث مبہم ہے اس میں صرف یہ ہے کہ میں عرض کروں گا کہ ان کو بھی جنت میں داخل فرما اور وہ لوگ جنت میں داخل کیے جائیں گے' مگر اس کے بعد حضرت انس رضی اللہ عنہ ہی سے شفاعت کی جو طویل حدیث مروی ہے اس میں یہ تفصیل ہے: ''اس کے بعد اگر وہ میرے پاس آئیں گے میں فرماؤں گا: میں شفاعت کے لیے ہوں۔ میں اپنے رب سے حاضری کا اذن طلب کروں گا۔ مجھے اذن ملے گا' اور اللہ تعالیٰ اس وقت میرے دل میں حمد کے ایسے صیغے القاء فرمائے گا جو اس وقت مجھے معلوم نہیں۔ میں ان صیغوں کے ساتھ اللہ کی حمد کروں گا اور اس کے لیے سجدہ کروں گا تو مجھ سے کہا جائے گا: اے محمد! (ﷺ) اپنے سر کو اٹھاؤ' کہو تمہاری بات سنی جائے گی۔ مانگو تمہیں دیا جائے گا اور شفاعت کرو' تمہاری شفاعت قبول کی جائے گی۔ میں عرض کروں گا: اے رب! میری اُمت؟ میری اُمت؟ مجھ سے کہا جائے گا: جاؤ اور جہنم میں سے ان کو نکالو جن کے دل میں جو کے برابر ایمان ہے۔ میں جاؤں گا اور ایسا کروں گا۔ پھر دوبارہ دربار میں حاضر ہوں گا اور حسب سابق اُن محامد کے ساتھ حمد کروں گا اور سجدہ کروں گا' پھر مجھ سے فرمایا جائے گا مثل اس کے جو پہلے گزر چکا' پھر مجھ سے کہا جائے گا: جاؤ اور جہنم سے اس کو نکالو جس کے دل میں ذرّہ یا رائی کے برابر ایمان ہے۔ میں جاؤں گا' ایسا ہی کروں گا' پھر بارگاہ میں حاضر ہوں گا اور حسب سابق اُن محامد کے ساتھ حمد کروں گا اور سجدہ کروں گا۔ پھر مجھ سے وہی فرمایا جائے گا جو اوپر مذکور ہوا' پھر مجھ سے فرمایا جائے گا: جاؤ جس کے دل میں ادنیٰ ادنیٰ ادنیٰ رائی کے دانے کے برابر ایمان ہے اس کو نکالو۔ میں جاؤں گا اور ایسا ہی کروں گا۔ آخر میں ہے: ہم لوگ وہاں سے نکل کر اپنے ساتھیوں کے ساتھ حسن بصری کے پاس گئے۔ وہ حجاج کے ڈر سے ابوخلیفہ کے گھر میں چھپے ہوئے تھے۔ ہم نے ان سے حضرت انس کی حدیث بیان کی۔ انہوں نے یہ اضافہ کیا کہ حضور ﷺ نے فرمایا: اور میں چوتھی بار حاضر ہوں گا اور وہی کروں گا جو میں نے پہلے کیا اور میں عرض کروں گا: اے پروردگار! مجھے اجازت دے کہ میں ان کو جہنم سے نکالوں جنہوں نے لا الٰہ الا اللہ کہا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: میری عزت اور جلال اور کبریائی اور عظمت کی قسم ہے! کہ میں جہنم سے ان لوگوں کو نکالوں گا جنہوں نے لا الٰہ الا اللہ کہا۔

یہ حدیث پوری تفصیل سے باب الشفاعۃ میں گزر چکی ہے۔ ہم نے اس کا ترجمہ اس لیے یہاں لکھوایا ہے کہ حضرت انس کی پہلی والی حدیث میں جو ابہام تھا وہ دور ہو جائے کہ ''فَیُدْخَلُوْنَ'' سے مراد یہ ہے کہ مجھے جہنم سے نکالنے کا اختیار دیا جائے گا اور میں ان لوگوں کو جہنم سے نکالوں گا۔ یہاں اس حدیث کی ابتداء میں یہ ہے کہ معبد بن ہلال عنزی نے کہا کہ بصرہ کے ہم کچھ لوگ اکٹھے ہوئے اور حضرت انس بن مالک کے پاس گئے اور ہمارے ساتھ ثابت بھی گئے تا کہ ان سے حدیث شفاعت کا پوچھیں۔ ہم جب حضرت انس کے یہاں گئے تو وہ اپنے محل میں تھے اور چاشت کی نماز پڑھ رہے تھے۔ ہم ان سے اجازت لے کر اندر گئے۔ وہ اپنے بچھونے پر بیٹھے ہوئے تھے۔ ہم نے ثابت سے کہا کہ ان سے پہلے حدیث شفاعت کا پوچھیں تو ثابت نے کہا: اے ابوحمزہ! یہ آپ کے بصرہ کے بھائی آپ کے پاس آئے ہیں کہ آپ سے حدیث شفاعت کا پوچھیں۔ اس پر حضرت انس نے پوری حدیث بیان کی' پھر یہ لوگ حضرت امام حسن بصری کے یہاں گئے اور ان کے سامنے یہ حدیث بیان کی۔ ہم نے یہیں تک بیان کیا تو حضرت حسن بصری نے فرمایا: اور کچھ؟ ہم نے کہا: اس سے زیادہ انہوں نے نہیں بیان فرمایا۔ یہ سن کر انہوں نے کہا کہ حضرت انس نے آج سے بیس سال پہلے مجھ سے یہ حدیث بیان کی تھی (اور کچھ زیادہ بیان کی تھی) مگر میں نہیں جانتا کہ اب وہ بھول گئے یا اس لیے پوری حدیث نہیں بیان کی کہ لوگ شفاعت پر بھروسہ کر کے عمل چھوڑ بیٹھیں گے تو ہم نے ان سے عرض کیا کہ آپ پوری حدیث بیان فرما دیجئے تو وہ ہنسے اور فرمایا: انسان عجلت پسند پیدا کیا گیا ہے۔ اس کے بعد انہوں نے یہ بیان کیا کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ میں چوتھی بار بارگاہ اقدس میں

حاضر ہوں گا۔ (الیٰ اخر الحدیث)

بَابُ ذِكْرِ اللّٰهِ بِالْاَمْرِ، وَذِكْرِ الْعِبَادِ بِالدُّعَاءِ، وَالتَّضَرُّعِ وَالرِّسَالَةِ وَالْاِبْلَاغِ

اللہ تعالیٰ کا بندوں کو یاد کرنے کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ وہ انہیں حکم دیتا ہے اور بندوں کا اللہ تعالیٰ کو یاد کرنے کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ بندے اس سے دعا کریں، اس کی بارگاہ میں عاجزی کریں، اس کے احکام کو بندوں تک پہنچائیں

لِقَوْلِهٖ تَعَالٰى ﴿فَاذْكُرُوْنِيْ اَذْكُرْكُمْ﴾ (البقرہ: ۱۵۲) ﴿وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَاَ نُوْحٍ اِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖ يَا قَوْمِ اِنْ كَانَ كَبُرَ عَلَيْكُمْ مَّقَامِيْ وَتَذْكِيْرِيْ بِاٰيَاتِ اللّٰهِ فَعَلَى اللّٰهِ تَوَكَّلْتُ فَاَجْمِعُوْٓا اَمْرَكُمْ وَشُرَكَآءَكُمْ ثُمَّ لَا يَكُنْ اَمْرُكُمْ عَلَيْكُمْ غُمَّةً ثُمَّ اقْضُوْٓا اِلَيَّ وَلَا تُنْظِرُوْنِ ○ فَاِنْ تَوَلَّيْتُمْ فَمَا سَاَلْتُكُمْ مِّنْ اَجْرٍ اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ وَاُمِرْتُ اَنْ اَكُوْنَ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ ○﴾ (یونس: ۷۱- ۷۲). غُمَّةٌ هَمٌّ وَضِيْقٌ. (ص ۱۱۲۱)

اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی وجہ سے کہ فرمایا: مجھے یاد کرو میں تم کو یاد کروں گا، اور فرمایا: ان کے سامنے نوح کی خبر تلاوت فرمایئے جب کہ انہوں نے اپنی قوم سے کہا: اے میری قوم! اگر میرا قیام اور اللہ کی آیتوں کو یاد دلانا تم پر بھاری ہے تو میں نے اللہ پر بھروسہ کر لیا، تم اور تمہارے شرکاء جوڑ کر چکے ہو کرو، پھر تم پر کوئی تنگی نہ ہو، اس کے بعد میرے ساتھ کر گزرو اور مجھے مہلت نہ دو ○ اب اگر تم میری بات نہ مانو تو میں تم سے کوئی اجر نہیں مانگتا، میرا اجر اللہ پر ہے اور مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں مسلمان رہوں ○ "غُمَّةٌ" کے معنی غم اور تنگی کے ہیں۔

توضیح

امام بخاری اس باب سے یہ افادہ کرنا چاہتے ہیں کہ قرآن کریم میں تصریح ہے کہ اللہ عزوجل نے فرمایا: مجھے یاد کرو میں تم کو یاد کروں گا۔ تو یاد کرنے سے کیا مراد ہے؟ امام بخاری فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے یاد کرنے کا مطلب یہ ہے کہ وہ اپنے بندوں کو اپنی عبادت اور اطاعت کا حکم دیتا ہے اور فرشتوں کو حکم دیتا ہے کہ ہمارے بندوں پر رحمت نازل کرو اور بندوں کے یاد کرنے کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ وہ اللہ عزوجل سے دعا مانگیں اور اس کی بارگاہ میں تضرع اور عاجزی کریں، اس کے احکام کو بندوں تک پہنچائیں جیسا کہ حضور اقدس ﷺ کو حکم ہوا کہ حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم سے جو کچھ فرمایا تھا وہ لوگوں کو بتائیں۔ آیت میں "غَمٌّ" کا لفظ آیا تھا اس کا معنی بتایا کہ تنگی کے ہیں۔

مت ۸۸۵ - قَالَ مُجَاهِدٌ اِقْضُوْا اِلَيَّ مَا فِيْ اَنْفُسِكُمْ، يُقَالُ اُفْرُقِ اقْضِ.

امام مجاہد نے فرمایا کہ حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم سے جو فرمایا تھا: "ثُمَّ اقْضُوْا اِلَيَّ" اس سے مراد یہ ہے کہ تم نے اپنے جی میں جو کچھ ٹھان لیا ہے، مجھے نقصان پہنچانے اور ضرر پہنچانے کا جو ارادہ کر لیا ہے وہ کر گزرو۔

"اُفْـرُقْ اِقْـضِ" یہ امام مجاہد کا قول ہے کہ نہیں؟ اس میں شراح کو کلام ہے۔ مراد یہ ہے کہ چھپاؤ مت، تم کو جو کچھ کرنا ہے کر گزرو۔

تـ٨٨٦ - وَقَالَ مُجَاهِدٌ ﴿وَإِنْ أَحَدٌ مِّنَ الْمُشْرِكِينَ اسْتَجَارَكَ فَأَجِرْهُ حَتَّى يَسْمَعَ كَلَامَ اللَّهِ﴾ (التوبۃ:٦) إِنْسَانٌ يَأْتِيهِ فَيَسْتَمِعُ مَا يَقُولُ وَمَا أُنْزِلَ عَلَيْهِ فَهُوَ آمِنٌ حَتَّى يَأْتِيَهُ فَيَسْمَعَ كَلَامَ اللَّهِ وَحَتَّى يَبْلُغَ مَأْمَنَهُ حَيْثُ جَاءَهُ ﴿النَّبَإِ الْعَظِيمِ﴾ (النبا:٢) الْقُرْآنُ ﴿صَوَابًا﴾ (النبا:٣٨) حَقًّا فِي الدُّنْيَا وَعَمَلًا بِهِ.

اور امام مجاہد نے کہا: اگر مشرکین میں سے کوئی آپ سے پناہ مانگے ہم کوئی آپ کے پاس آئے اور آپ جو فرماتے ہیں اور جو آپ پر اتارا گیا وہ بغور سنے تو وہ امن والا ہے یہاں تک کہ آپ کے پاس آئے اور اللہ کے کلام کو سنے یہاں تک کہ اپنے امن کی جگہ پہنچ جائے یعنی جہاں سے آیا تھا اور "نبأ عظیم" قرآن ہے جو دنیا میں حق اور صواب ہے اور لائق عمل ہے۔

سورۂ توبہ میں فرمایا گیا:

وَإِنْ أَحَدٌ مِّنَ الْمُشْرِكِينَ اسْتَجَارَكَ فَأَجِرْهُ حَتَّى يَسْمَعَ كَلَامَ اللَّهِ ثُمَّ أَبْلِغْهُ مَأْمَنَهُ. (آیت:٦)

اور اے محبوب! اگر کوئی مشرک تم سے پناہ مانگے تو اسے پناہ دو کہ اللہ تعالیٰ کا کلام سنے پھر اسے اس کے امن کی جگہ پہنچا دو۔

امام بخاری علیہ الرحمہ نے امام مجاہد سے اس آیت کریمہ کی تفسیر نقل فرمائی جو ظاہر ہے۔ اس آیت کے ذکر سے امام بخاری کا مقصود یہ ہے کہ انہوں نے جو یہ فرمایا کہ بندوں کا اللہ کے ذکر کرنے کا مطلب یہ ہے کہ بندے اللہ کے احکام کو دوسروں تک پہنچائیں وہ سب انسانوں کو عام ہے حتیٰ کہ مشرکین کو بھی یعنی مشرکین تک بھی اللہ تعالیٰ کے احکام پہنچانا ضروری ہیں۔

بَابٌ — اللہ تعالیٰ کے دیگر ارشادات کا بیان

قَوْلِ اللَّهِ تَعَالَى ﴿فَلَا تَجْعَلُوا لِلَّهِ أَنْدَادًا﴾ (البقرہ:٢٢) وَقَوْلِهِ جَلَّ ذِكْرُهُ ﴿وَتَجْعَلُونَ لَهُ أَنْدَادًا ذَلِكَ رَبُّ الْعَالَمِينَ﴾ (الفصلت:٩) وَقَوْلِهِ ﴿وَالَّذِينَ لَا يَدْعُونَ مَعَ اللَّهِ إِلَهًا آخَرَ﴾ (الفرقان:٦٨) ﴿وَلَقَدْ أُوحِيَ إِلَيْكَ وَإِلَى الَّذِينَ مِنْ قَبْلِكَ لَئِنْ أَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ وَلَتَكُونَنَّ مِنَ الْخَاسِرِينَ۝ بَلِ اللَّهَ فَاعْبُدْ وَكُنْ مِنَ الشَّاكِرِينَ۝﴾ (الزمر:٦٥-٦٦).

تو اللہ تعالیٰ کے لیے شریک نہ بناؤ اور فرمایا: تم اللہ کے لیے شرکا ٹھہراتے ہو حالانکہ وہ تمام عالم کا پالنے والا ہے اور اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے: اور اللہ کے ساتھ کسی اور معبود کو نہیں پوجتے اور آپ کی جانب اور آپ سے پہلے والوں کی جانب یہ وحی کی گئی ہے کہ بفرض محال اگر تم شرک کرو گے تو تمہارا عمل رائیگاں ہو جائے گا اور تم نقصان اٹھانے والوں میں سے ہو جاؤ گے۝ بلکہ صرف اللہ کی عبادت کرو اور شکر کرنے والوں میں سے ہو جاؤ۝

(ص ۱۱۲۱)

توضیح

امام بخاری اس باب سے اور اس باب میں ذکر کی ہوئی آیتوں سے یہ افادہ کرنا چاہتے ہیں کہ بندے اپنے افعال کے خالق نہیں بلکہ بندوں کے افعال کا بھی خالق اللہ عزوجل ہے سوائے اس کے کسی چیز کا کوئی خالق نہیں۔ اللہ عزوجل کے علاوہ کسی کو خالق ماننا اس کا شریک ٹھہرانا ہے اور اللہ تعالیٰ شریک سے منزہ ہے ہاں! بندے اپنے افعال کے کاسب ہیں یعنی بندے مجبور محض بھی نہیں جیسا کہ جبریہ جہمیہ کہتے ہیں اور اپنے افعال کے خالق بھی نہیں جیسا کہ معتزلہ کہتے ہیں۔ حق یہ ہے کہ معاملہ جبر وقدر کے درمیان ہے جس کو یوں سمجھے کہ ایک شخص چھت سے بہ ذریعہ زینہ نیچے اترا اور ایک شخص گر پڑا۔ پہلے کے نیچے آنے میں اس کے کسب وارادے کا دخل ہے اور دوسرے کے نیچے آنے میں نہ اس کے ارادے کو دخل ہے اور نہ اس کے کسب کو۔ بندوں سے جو افعال صادر ہوتے ہیں اس کی مثال پہلے شخص کی ہے کہ بندے اپنے ارادے اور کسب سے افعال کرتے ہیں مگر سب کا خالق اللہ تعالیٰ ہے۔

''نِدٌّ'' کبھی اس کو ندید بھی کہا جاتا ہے ''نِد'' کسی شے کی ایسی نظیر کو کہتے ہیں جو اس کے معاملات میں اس سے معارضہ کر سکے یا جو اس کی ذات میں شریک ہو۔ ''مثل'' اس چیز کو کہتے ہیں جو کسی چیز میں کسی کا شریک ہو اگر چہ اس کے اوصاف میں کسی وصف میں شریک ہو، مثل عام ہے اور ند خاص۔

ت۸۸۷ - وَقَالَ عِكْرِمَةُ ﴿وَمَا يُؤْمِنُ اَكْثَرُهُمْ بِاللّٰهِ اِلَّا وَهُمْ مُشْرِكُوْنَ۝﴾ (یوسف:۱۰۶) ﴿وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَنْ خَلَقَهُمْ﴾ (الزخرف:۸۷) ﴿وَمَنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ﴾ (لقمان:۲۵) فَذٰلِكَ اِيْمَانُهُمْ، وَهُمْ يَعْبُدُوْنَ غَيْرَهُ.

اور عکرمہ نے کہا: اللہ عز و جل نے جو فرمایا ہے کہ ان کے اکثر اللہ پر ایمان رکھتے ہیں مگر وہ شرک بھی کرتے ہیں۝ مطلب یہ ہے کہ اگر ان سے پوچھو کہ تم کو کس نے پیدا کیا اور کس نے آسمان و زمین کو پیدا کیا تو کہیں گے کہ اللہ نے۔ یہ ان کا ایمان ہے اس کے باوجود وہ اللہ کے غیر کو پوجتے ہیں یہ ان کا شرک ہے۔

وَمَا ذُكِرَ فِيْ خَلْقِ اَفْعَالِ الْعِبَادِ وَاَكْسَابِهِمْ.

اور وہ جو ذکر کیا گیا ہے بندوں کے افعال کے خلق اور اس کے اکتساب ہیں۔

لِقَوْلِهٖ تَعَالٰى ﴿وَخَلَقَ كُلَّ شَيْءٍ فَقَدَّرَهٗ تَقْدِيْرًا۝﴾ (الفرقان:۲).

اللہ تعالیٰ کے ارشاد کی وجہ سے کہ فرمایا: اور اس نے ہر چیز کو پیدا فرمایا اور ٹھیک اندازے سے رکھا۝

توضیح

یہ باب کا دوسرا جزء ہے اور معطوف ہے قول اللہ پر یعنی اس باب کا بیان کہ بندوں کے افعال کا خالق اللہ ہے اور بندوں کا کسب ہے۔ ہر چیز کا خالق اللہ ہے، یہ صریح ارشاد قرآن کریم میں موجود ہے اور شے میں بندوں کے افعال بھی داخل ہیں اور اس سے واضح وہ ارشاد ہے کہ فرمایا: ''وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ وَمَا تَعْمَلُوْنَ۝'' اور اللہ نے تم کو بھی پیدا کیا اور تمہارے عمل کو بھی۝

ت۸۸۸ - وَقَالَ مُجَاهِدٌ ﴿مَا نُنَزِّلُ الْمَلٰٓئِكَةَ اِلَّا بِالْحَقِّ﴾ (الحجر:۸) بِالرِّسَالَةِ وَالْعَذَابِ.

اور مجاہد نے کہا: اور فرشتے نہیں اتارتے ہیں مگر حق یعنی رسالت اور عذاب کے ساتھ۔

''تَنَزَّلُ'' میں دو قراءتیں ہیں ''تاء'' کے ساتھ واحد مؤنث غائب کا صیغہ تو مطلب یہ ہوگا کہ فرشتے اللہ کے پیغام کو اور عذاب کو اتارتے ہیں، یہ ان کا کسب ہوا جس سے ثابت ہوا کہ بندے اپنے افعال کے کاسب ہیں، اور دوسری قراءت سے ''نُنَزِّلُ'' جمع متکلم کا صیغہ اس قراءت پر ''ملائکۃ'' منصوب ہے۔ اب مطلب یہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہم فرشتوں کو پیغام دے کر یا عذاب کا حکم دے کر اتارتے ہیں، یہ خلق ہوا۔ اس سے ثابت ہوا کہ بندوں کے افعال کا خالق اللہ ہے۔

ت۸۸۹ - ﴿لِيَسْئَلَ الصّٰدِقِيْنَ عَنْ صِدْقِهِمْ﴾ (الاحزاب:۸) اَلْمُبَلِّغِيْنَ الْمُؤَدِّيْنَ مِنَ الرُّسُلِ.

تاکہ اللہ سچوں سے ان کے صدق کے بارے میں سوال کرے یعنی ان کے پیغام پہنچانے والے رسولوں سے۔

یہ بھی امام مجاہد کا قول ہے جیسا کہ قرطبی نے بیان کیا۔

ت۸۹۰ - ﴿وَاِنَّا لَهٗ حٰفِظُوْنَ﴾ (الحجر:۹) عِنْدَنَا.

بے شک ہم حفاظت کرنے والے ہیں اپنے حضور۔

یہ بھی امام مجاہد کا قول ہے:

ت۸۹۱ - ﴿وَالَّذِيْ جَآءَ بِالصِّدْقِ﴾ بِالْقُرْاٰنِ ﴿وَصَدَّقَ بِهٖ﴾ (الزمر:۳۳) اَلْمُؤْمِنُ يَقُوْلُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ

اور وہ جو سچائی لے کر آیا یعنی قرآن کو اور اس کی تصدیق کی یعنی مومن قیامت کے دن کہے گا: یہ وہ ہے جو تو نے مجھے عطا فرمایا

هٰذَا الَّذِي اَعْطَيْتَنِي عَمِلْتُ بِمَا فِيْهِ.

تھا۔ اس میں جو مذکور تھا اس پر میں نے عمل کیا۔

بَابُ قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى ﴿كُلَّ يَوْمٍ هُوَ فِي شَأْنٍ۝﴾ (الرحمٰن:۲۹)

اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کا بیان: ہر دن اسے ایک کام ہے۝

﴿وَمَا يَأْتِيهِمْ مِنْ ذِكْرٍ مِنْ رَبِّهِمْ مُحْدَثٍ﴾ (الانبیاء:۲)، وَقَوْلِهِ تَعَالٰى ﴿لَعَلَّ اللّٰهَ يُحْدِثُ بَعْدَ ذٰلِكَ اَمْرًا۝﴾ (الطلاق:۱).

جب ان کے پاس ان کے رب کے پاس سے نئی نصیحت آتی ہے اور اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کا بیان: شاید اللہ اس کے بعد کوئی نیا حکم بھیجے۝

وَاَنَّ حَدَثَهُ لَا يُشْبِهُ حَدَثَ الْمَخْلُوقِينَ. لِقَوْلِهِ تَعَالٰى ﴿لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ وَهُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ۝﴾ (الشوریٰ:۱۱). (ص ۱۱۲۲)

اور اللہ کا نیا کام مخلوق کے نئے کام کے مشابہ نہیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اس کے مثل کچھ نہیں اور وہ سننے والا دیکھنے والا ہے۝

توضیح

یعنی اللہ تعالیٰ بھی نیا کام کرتا ہے اور مخلوق بھی نیا کام کرتی ہے مگر دونوں میں فرق ہے۔ اللہ تعالیٰ خالق ہے اور مخلوق کاسب۔

ت ۸۹۲ - وَقَالَ ابْنُ مَسْعُودٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ يُحْدِثُ مِنْ اَمْرِهِ مَا يَشَاءُ، وَاِنَّ مِمَّا اَحْدَثَ اَنْ لَا تَكَلَّمُوا فِي الصَّلٰوةِ.

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے کہ فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے نیا حکم بھیجتا ہے، اور اس کا نیا حکم یہ ہے کہ نماز میں بات نہ کرو۔

یہ ایک حدیث کا ٹکڑا ہے جسے امام احمد، امام ابوداؤد اور نسائی نے روایت کیا ہے۔ پوری حدیث یہ ہے کہ ہم نماز کی حالت میں سلام کرتے تھے اور اپنی ضرورت پوری کرنے کا حکم کرتے تھے۔ ایک بار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، اور حضور نماز پڑھ رہے تھے۔ میں نے سلام عرض کیا: حضور نے سلام کا جواب نہیں دیا۔ نماز پوری کر کے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ جو چاہے نیا حکم بھیجے اور نیا حکم یہ ہے کہ نماز میں بات نہ کرو۔

بَابُ قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى ﴿لَا تُحَرِّكْ بِهِ لِسَانَكَ﴾ (القیامۃ:۱۶)

اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کا بیان: تم یاد کرنے کی جلدی میں قرآن کے ساتھ اپنی زبان کو حرکت مت دو

وَفِعْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِيْنَ يُنْزَلُ عَلَيْهِ الْوَحْيُ. (ص ۱۱۲۲)

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا فعل وحی اترتے وقت ہوتا ہے۔

ت ۸۹۳ - وَقَالَ اَبُو هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى اَنَا مَعَ عَبْدِي حَيْثُمَا ذَكَرَنِي وَتَحَرَّكَتْ بِي شَفَتَاهُ.

اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: میں اپنے بندے کے ساتھ ہوں جب تک وہ مجھے یاد کرتا ہے اور میرے ذکر میں اس کے ہونٹ ہلتے ہیں۔

بَابُ قَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلٌ اٰتَاهُ اللّٰهُ الْقُرْاٰنَ فَهُوَ يَقُومُ بِهِ اٰنَاءَ

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کا بیان: ایک شخص وہ ہے جسے اللہ نے قرآن دیا جو اس پر رات دن قائم رہتا

اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ، وَرَجُلٌ يَقُوْلُ لَوْ اُوْتِيْتُ مِثْلَ مَا اُوْتِيَ هٰذَا فَعَلْتُ كَمَا يَفْعَلُ فَبَيَّنَ اللّٰهُ اَنَّ قِيَامَهُ بِالْكِتَابِ هُوَ فِعْلُهُ. وَقَالَ ﴿وَمِنْ اٰيَاتِهٖ خَلْقُ السَّمٰوَاتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافُ اَلْسِنَتِكُمْ وَاَلْوَانِكُمْ﴾ (الروم:٢٢). وَقَالَ جَلَّ ذِكْرُهٗ ﴿وَافْعَلُوا الْخَيْرَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ○﴾ (الحج:٧٧).

ہے اور ایک شخص وہ ہے جو کہتا ہے: اگر مجھے اس کے مثل دیا جاتا جو اس کو دیا گیا تو میں بھی ویسا ہی کرتا اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا: اس شخص کا کتاب اللہ کے ساتھ قیام اس کا فعل ہے اور فرمایا: اس کی نشانیوں میں سے زمین و آسمان کا پیدا کرنا ہے اور تمہاری زبانوں اور رنگوں کا اختلاف ہے اور اللہ عزوجل نے فرمایا: نیکی کرو تا کہ کامیابی حاصل کروO

(ص ۱۱۲۳)

توضیح

اس باب سے مقصود یہ بتانا ہے کہ ہر چیز کا خالق اللہ تعالیٰ ہے۔ بندوں کے بھی افعال کا خالق اللہ ہی ہے۔ اس کے باوجود بندوں کے افعال کی نسبت بندوں کی طرف کرنا صحیح ہے کیونکہ وہ کاسب ہیں۔

بَابٌ

[المائدہ:۶۷ کی تفسیر]

قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى ﴿يٰٓاَيُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ وَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهٗ﴾ (المائدہ:٦٧). (ص ۱۱۲۳)

اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کا بیان: اے رسول! جو تمہارے رب کی طرف سے آپ پر اتارا گیا اسے پہنچا دو اور اگر ایسا نہیں ہے تو آپ نے اس کے پیغام کو نہیں پہنچایا۔

ت٨٩٤ - وَقَالَ الزُّهْرِيُّ مِنَ اللّٰهِ الرِّسَالَةُ، وَعَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْبَلَاغُ، وَعَلَيْنَا التَّسْلِيْمُ.

امام زہری نے کہا: اللہ تعالیٰ کی طرف سے پیغام ہے اور رسول اللہ ﷺ کے ذمہ پہنچانا ہے اور ہم پر اس کا ماننا واجب ہے۔

توضیح

ارسال کے لیے تین چیزیں ضروری ہیں، مرسل، مرسل الیہ اور رسول۔ امام زہری نے تینوں کی تشریح کی کہ اللہ تعالیٰ مرسل اور رسول پہنچانے والے ہیں اور بندے مرسل الیہ جن پر اس کا ماننا قبول کرنا واجب ہے۔

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى ﴿لِيَعْلَمَ اَنْ قَدْ اَبْلَغُوْا رِسَالَاتِ رَبِّهِمْ﴾ (الجن:٢٨)، وَقَالَ تَعَالٰى ﴿اُبَلِّغُكُمْ رِسَالَاتِ رَبِّيْ﴾ (الاعراف:٦٢).

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: تا کہ جان لے کہ انہوں نے اپنے رب کے پیغام کو پہنچایا، اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: میں تم کو اپنے رب کے پیغامات پہنچاتا ہوں۔

ت٨٩٥ - وَقَالَ مَعْمَرٌ ﴿ذٰلِكَ الْكِتَابُ﴾ هٰذَا الْقُرْاٰنُ ﴿هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ﴾ (البقرہ:٢) بَيَانٌ وَدَلَالَةٌ، كَقَوْلِهٖ تَعَالٰى ﴿ذٰلِكُمْ حُكْمُ اللّٰهِ﴾ (الممتحنہ:١٠) هٰذَا حُكْمُ اللّٰهِ.

اور معمر نے کہا: "ذالك الكتاب" یعنی یہ قرآن "هدى للمتقين" بیان اور دلالت ہے جیسے اللہ تعالیٰ کا ارشاد: "ذالكم حكم الله" یعنی "هذا حكم الله"۔

بتانا یہ ہے کہ "ذالك" اگرچہ بعید کے لیے ہے لیکن یہاں "هذا" کے معنی قریب کے لیے ہے، جیسے: "ذَالِكُمْ حُكْمُ اللّٰهِ"۔

﴿لَا رَيْبَ﴾ (البقرہ:۲) لَا شَكَّ. ﴿تِلْكَ اٰيَاتُ﴾ (لقمان:۲) يَعْنِي هٰذِهِ اَعْلَامُ الْقُرْاٰنِ.

''ریب'' کا معنی شک ہے یعنی یہ شک کی جگہ نہیں ''تلك ایات'' سے مراد یہ ہے کہ یہ قرآن کی نشانیاں ہیں۔

یہاں بھی افادہ فرمایا کہ ''تلك'' کی وضع بعید کے لیے ہے لیکن مراد قریب ہے یعنی ''هٰذِهِ''۔

وَمِثْلُهٗ ﴿حَتّٰى اِذَا كُنْتُمْ فِي الْفُلْكِ وَجَرَيْنَ بِهِمْ﴾ (یونس:۲۲) يَعْنِي بِكُمْ.

اور اس کے مثل یہ آیت: یہاں تک کہ جب تم کشتیوں میں سوار ہوتے ہو اور وہ تم کو لے کر چلتی ہیں۔

یعنی ''ذالك'' کا ''ھٰذا'' کے معنی میں ہونا اور ''تلك'' کا ''ھٰذہ'' کے معنی میں ہونا ایسے ہی ہے جیسے آیت مذکورہ میں ''جَرَيْنَ بِهِمْ'' میں ''بِهِمْ'' ''بِكُمْ'' کے معنی میں ہے۔

بَابٌ [آل عمران: ۹۳ کی تفسیر]

قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى ﴿قُلْ فَأْتُوْا بِالتَّوْرَاةِ فَاتْلُوْهَا اِنْ كُنْتُمْ صَادِقِيْنَ۝﴾ (آل عمران:۹۳).

اللہ تعالیٰ کے ارشاد کا بیان: فرما دو: تورات لاؤ اور اسے تلاوت کرو اگر تم سچے ہو۝

وَقَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اُعْطِيَ اَهْلُ التَّوْرَاةِ التَّوْرَاةَ فَعَمِلُوْا بِهَا. وَاُعْطِيَ اَهْلُ الْاِنْجِيْلِ الْاِنْجِيْلَ فَعَمِلُوْا بِهٖ، وَاُعْطِيْتُمُ الْقُرْاٰنَ فَعَمِلْتُمْ بِهٖ. (ص ۱۱۲۴)

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کا بیان: تورات والوں کو تورات دی گئی تو انہوں نے اس پر عمل کیا' انجیل والوں کو انجیل دی گئی تو انہوں نے اس پر عمل کیا اور تم کو قرآن دیا گیا تو تم نے اس پر عمل کیا۔

توضیح

باب میں مذکورہ آیت کریمہ کا شانِ نزول یہ ہے جیسا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ حضرت اسرائیل (یعقوب علیہ السلام) کو عرق النساء کی شکایت ہوگئی جس سے انہیں شدید تکلیف ہوئی یہاں تک کہ وہ کراہتے تھے تو انہوں نے منت مانی کہ اگر اللہ تعالیٰ مجھے اس سے شفا دے گا تو میں اونٹوں کا گوشت اور دودھ نہیں استعمال کروں گا۔ یہود نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ اونٹ کا گوشت اور دودھ تورات میں ہم پر حرام کیا گیا ہے۔ اس پر آیت کریمہ نازل ہوئی اور ان سے یہ کہا گیا کہ تورات لاؤ اور اسے پڑھو اور دکھاؤ اس میں کہاں ہے؟ تورات میں تو یہ ہے کہ حضرت اسرائیل علیہ السلام نے تورات نازل ہونے سے پہلے اسے اپنے اوپر حرام فرما لیا تھا۔ اس سے یہ کہاں ثابت ہوتا ہے کہ پوری امت پر حرام ہے' اور حدیث کا مقصد یہ ہے کہ تلاوت سے غرض اس پر ایمان لانا ہے اور اس پر عمل کرنا ہے۔

ت۸۹٦ - وَقَالَ اَبُوْ رَزِيْنٍ ﴿يَتْلُوْنَهٗ﴾ (البقرہ:۱۲۱) يَتَّبِعُوْنَهٗ وَيَعْمَلُوْنَ بِهٖ حَقَّ عَمَلِهٖ، يُقَالُ ﴿يُتْلٰى﴾ (النساء:۱۲۷) يُقْرَأُ حَسَنُ التِّلَاوَةِ حَسَنُ الْقِرَاءَةِ لِلْقُرْاٰنِ.

ابو رزین نے کہا: ''یتلونہٗ'' سے مراد یہ ہے کہ اس کی اتباع کرتے اور اس پر کما حقہ عمل کرتے اور ابو عبداللہ امام بخاری نے کہا: ''یتلٰی'' اس کو اچھی طرح پڑھا جائے۔ قرآن کو عمدگی کے ساتھ پڑھا جائے۔

تلاوت کے معنی اتباع کے ہیں' یہ اتباع کبھی پڑھنے سے ہوتی ہے' کبھی اس کے اوامر اور نواہی کی پابندی سے ہوتی ہے' حقیقی معنی کے اعتبار سے تلاوت قراءت سے عام ہے۔ ہر قراءت تلاوت ہے اور ہر تلاوت قراءت نہیں۔

﴿لَا يَمَسُّهٗ﴾ (الواقعہ:۷۹) لَا يَجِدُ طَعْمَهٗ وَنَفْعَهٗ

''لا یمسہ'' یعنی اس کی لذت اور اس کا نفع انہیں لوگوں کو

اِلَّا مَنْ اٰمَنَ بِالْقُرْاٰنِ، وَلَا يَحْمِلُهٗ بِحَقِّهٖ اِلَّا الْمُوْقِنُ، لِقَوْلِهٖ تَعَالٰى ﴿مَثَلُ الَّذِيْنَ حُمِّلُوا التَّوْرَاةَ ثُمَّ لَمْ يَحْمِلُوْهَا كَمَثَلِ الْحِمَارِ يَحْمِلُ اَسْفَارًا بِئْسَ مَثَلُ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيَاتِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِيْنَ۝﴾ (الجمعہ:٥).

ملتا ہے جو قرآن پر ایمان لے آئے اور کما حقہ اس کو وہی لوگ اٹھاتے ہیں جو یقین رکھتے ہیں اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی وجہ سے: ان لوگوں کی مثل جنہوں نے تورات کو اٹھایا' پھر اسے نہیں اٹھایا اس گدھے کی ہے جو کتابوں کا بوجھ لادے ہوئے ہے' اس قوم کی مثال جنہوں نے اللہ کی آیتوں کو جھٹلایا بری ہے' اور اللہ تعالیٰ ظالم قوم کو ہدایت نہیں دیتا۝

ارشاد ہے: "لَا يَمَسُّهٗ اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ" اسے نہیں چھوتے مگر پاک لوگ۔ امام بخاری فرماتے ہیں کہ اس آیت میں "مُطَهَّرُوْنَ" سے مراد قرآن پر ایمان لانے والے ہیں اور "مَسّ" سے مراد اس سے روحانی لذت حاصل کرنا اور اس سے نفع اٹھانا ہے اور جو لوگ قرآن پر ایمان نہیں لاتے ان کی مثال گدھے کی ہے جو کتابوں کو لادے رہتا ہے' اسے کچھ پتہ نہیں کہ میری پیٹھ پر کیا ہے؟ اس سے اسے کوئی نفع نہیں ملتا۔

وَسَمَّى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْاِسْلَامَ وَالْاِيْمَانَ وَالصَّلٰوةَ عَمَلًا.

اور نبی ﷺ نے اسلام وایمان اور نماز کو عمل کہا۔

توضیح

عمل کا اطلاق صرف جوارح کے فعل پر نہیں ہوتا فعل قلب پر بھی ہوتا ہے' ایمان فعل قلب ہے۔ اسلام سے عام طور پر مراد تسلیم و انقیاد ہے۔ یہ ظاہرا افعال کے ذریعہ ہوتا ہے۔ اس اعتبار سے اسلام کا اطلاق جوارح کے افعال پر بھی ہوتا ہے۔

بَابُ ذِكْرِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرِوَايَتِهٖ عَنْ رَّبِّهٖ (ص ١١٢٥)

نبی ﷺ کا اپنے رب کا ذکر کرنا اور اس سے روایت کرنا

٢٩٤١-ح: [اِذَا تَقَرَّبَ الْعَبْدُ اِلَيَّ شِبْرًا]

جب بندہ میری طرف ایک بالشت قریب ہوتا ہے

٢٩٤١ - عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَرْوِيْهِ عَنْ رَّبِّهٖ، قَالَ اِذَا تَقَرَّبَ الْعَبْدُ اِلَيَّ شِبْرًا تَقَرَّبْتُ اِلَيْهِ ذِرَاعًا، وَاِذَا تَقَرَّبَ مِنِّي ذِرَاعًا تَقَرَّبْتُ مِنْهُ بَاعًا، وَاِذَا اَتَانِي مَشْيًا اَتَيْتُهٗ هَرْوَلَةً.

حضرت انس رضی اللہ عنہ نبی ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ رب تبارک وتعالیٰ نے فرمایا: جب بندہ میری طرف ایک بالشت قریب ہوتا ہے تو میں اس سے ایک ہاتھ قریب ہوتا ہوں' اور اگر مجھ سے ایک ہاتھ قریب ہوتا ہے تو میں تو دونوں ہاتھوں کے پھیلانے کی مقدار اس سے قریب ہوتا ہوں' اور جب میری طرف چل کے آتا ہے تو میں اس کی طرف دوڑ کے جاتا ہوں۔

یہ حدیث حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت سے پہلے گزر چکی ہے۔ یہاں امام بخاری نے اس کو دو طریقے سے روایت کیا ہے۔ ایک حضرت انس رضی اللہ عنہ سے جو بلا واسطہ نبی ﷺ سے روایت ہے۔ دوسری حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت جو بواسطہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی ﷺ سے مروی ہے۔

روایت دونوں طرح ہے اور اس میں کوئی حرج نہیں کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے براہ راست حضور ﷺ سے سنا ہو اور بواسطہ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بھی سنا ہو۔

بَابُ مَا يَجُوزُ مِنْ تَفْسِيرِ التَّوْرَاةِ وَغَيْرِهَا مِنْ كُتُبِ اللّٰهِ بِالْعَرَبِيَّةِ وَغَيْرِهَا

تورات اور اللہ کی کتابوں کی تفسیر عربی اور دوسری زبانوں میں جائز ہے

لِقَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى ﴿فَأْتُوْا بِالتَّوْرَاةِ فَاتْلُوْهَا إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِيْنَ○﴾ (آل عمران:۹۳). (ص۱۱۲۵)

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: فرمادو: تورات لاؤ اور اس کی تلاوت کرو اگر تم سچے ہو○

توضیح

اس میں کوئی حرج نہیں کہ تورات وانجیل کتب سماویہ کی تفسیر یا ترجمہ عربی اور دوسری زبان میں کیا جائے یا خود قرآن کریم کا ترجمہ دوسری زبانوں میں کیا جائے۔ اس کا جواز اس آیت کریمہ سے نکلتا ہے کہ فرمایا: ان سے کہہ دو کہ تورات لاؤ اور اس کی تلاوت کرو۔ ظاہر ہے کہ تورات عبرانی زبان میں تھی اگر اسے صرف عبرانی زبان میں پڑھا جاتا تو اہل عرب جو عبرانی زبان نہیں جانتے تھے وہ کیسے سمجھتے کہ اس میں کیا ہے اس لیے یہاں یہ مراد لینی پڑے گی کہ اس کو پڑھو اور عربی میں ترجمہ کرو تا کہ اہل عرب جان لیں کہ اس میں کیا ہے۔ اس کے باوجود اس کی تصدیق یا تکذیب کی اجازت نہیں، جب تک کہ اس کی تائید کتاب اللہ یا احادیث سے نہ ہو۔

بَابٌ

[القمر: ۱۷ کی تفسیر]

قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى ﴿وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ○﴾ (القمر:۱۷). (ص۱۱۲۶)

اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کا بیان: بے شک ہم نے آسان کیا قرآن یاد کرنے کے لیے تو ہے کوئی یاد کرنے والا○

ت۸۹۷ - وَقَالَ مُجَاهِدٌ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ بِلِسَانِكَ هَوَّنَّا قِرَاءَتَهُ عَلَيْكَ.

اور امام مجاہد نے کہا کہ فرمایا: ہم نے قرآن آپ کی زبان پر آسان کر دیا یعنی اس کا پڑھنا آپ پر آسان کر دیا۔

بَابُ قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى

اللہ تعالیٰ کے ان ارشادات کا بیان

﴿بَلْ هُوَ قُرْاٰنٌ مَّجِيْدٌ○ فِيْ لَوْحٍ مَّحْفُوْظٍ○﴾ (البروج:۲۱-۲۲) ﴿وَالطُّوْرِ○ وَكِتَابٍ مَّسْطُوْرٍ○﴾ (الطور: ۱-۲). (ص۱۱۲۷)

بلکہ وہ کمال شرف والا قرآن ہے○ لوح محفوظ میں○ اور اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کا بیان: اور طور کی قسم○ اور اس نوشتہ کی جو کھلے دفتر میں لکھا ہے○

ت۸۹۸ - قَالَ قَتَادَةُ مَكْتُوْبٌ. ﴿يَسْطُرُوْنَ﴾ (القلم: ۱) يَخُطُّوْنَ ﴿فِيْ اُمِّ الْكِتَابِ﴾ (الزخرف:۴) جُمْلَةِ الْكِتَابِ وَاَصْلِهِ. ﴿مَا يَلْفِظُ﴾ (ق:۱۸) مَا يَتَكَلَّمُ مِنْ شَيْءٍ إِلَّا كُتِبَ عَلَيْهِ.

قتادہ نے کہا: "مسطور" کا معنی ہے لکھا ہوا "یسطرون" کا معنی ہے "یخطون" یعنی لکھتے ہیں "ام الکتاب" سے مراد لوح محفوظ ہے جس میں سب کچھ لکھا ہوا ہے اور اصل ہے، جو کچھ بھی بولتا ہے یا کلام کرتا ہے سب لکھ دیا جاتا ہے۔

قرآن مجید کے مختلف کلمات کی تفسیر ہے سورۂ طور میں تھا: "وَكِتٰبٍ مَّسْطُوْرٍ" امام قتادہ نے فرمایا: "مَسْطُوْر" کے معنی ہیں مکتوب کے سورۂ نون میں فرمایا تھا: "وَالْقَلَمِ وَمَا يَسْطُرُوْنَ○" (القلم:۱) فرمایا: "يَسْطُرُوْنَ" کے معنی "يَخُطُّوْنَ" کے ہیں، یعنی جو لکھتے ہیں۔ سورۂ زخرف میں فرمایا: "فِيْٓ اُمِّ الْكِتٰبِ" اس کی تفسیر کی کہ وہ کتاب جو اصل ہے جس میں سب کچھ لکھا ہوا ہے یعنی لوح محفوظ۔

ت۸۹۹ - وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ يُكْتَبُ الْخَيْرُ وَالشَّرُّ.

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اچھا اور برا سب لکھتے ہیں۔

ارشاد تھا: ''مَا يَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ إِلَّا لَدَيْهِ رَقِيبٌ عَتِيدٌ O'' (ق:۱۸) کوئی بات وہ زبان سے نہیں نکالتا کہ اس کے پاس ایک محافظ تیار نہ بیٹھا ہو O اس کی تفسیر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ انسان اچھی بات کہے یا بری بات کہے سب لکھی جاتی ہے۔

﴿يُحَرِّفُوْنَ﴾ (النساء:٤٦) يُزِيْلُوْنَ، وَلَيْسَ اَحَدٌ يُزِيْلُ لَفْظَ كِتَابٍ مِّنْ كُتُبِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ، وَلٰكِنَّهُمْ يُحَرِّفُوْنَهٗ. يَتَاَوَّلُوْنَهٗ عَلٰى غَيْرِ تَاْوِيْلِهٖ.

تحریف کے معنی یہ ہیں کہ اسے زائل کرتے ہیں اور کوئی اللہ کی کسی کتاب کے کسی لفظ کو نہیں مٹاتا' لیکن اس کو بدلتا ہے یعنی اس کا جو واقعی معنی ہے اس کے علاوہ دوسرا معنی بیان کرتا ہے۔

توضیح

ارشاد تھا: ''يُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ عَنْ مَّوَاضِعِهٖ'' (المائدہ:۴۱) کلاموں کو ان کی جگہ سے پھیرتے ہیں۔ امام بخاری اس کی تفسیر کرتے ہیں کہ اس کے معنی ہیں: بدل دیتے ہیں اور جو اس کی صحیح مراد تھی اس کے علاوہ فاسد معنی بیان کرتے ہیں لفظ کو نہیں بدلتے۔ یہ حضرت امام بخاری کی اپنی رائے ہے ورنہ حقیقت میں یہود نے الفاظ تک بدل دیے ہیں۔

﴿دِرَاسَتُهُمْ﴾ (الانعام:١٥٧) تِلَاوَتُهُمْ ﴿وَاعِيَةٌ﴾ حَافِظَةٌ (الحاقۃ:١٢) ﴿وَتَعِيَهَا﴾ (الحاقۃ:١٢) تَحْفَظُهَا ﴿وَاُوْحِيَ اِلَيَّ هٰذَا الْقُرْاٰنُ لِاُنْذِرَكُمْ بِهٖ﴾ يَعْنِيْ اَهْلَ مَكَّةَ ﴿وَمَنْۢ بَلَغَ﴾ (الانعام:١٩) هٰذَا الْقُرْاٰنُ فَهُوَ لَهٗ نَذِيْرٌ.

''دراسۃ'' کے معنی تلاوت ہیں ''واعیۃ'' کے معنی: ''حافظۃ'' ہیں یعنی یاد رکھنے والا ''تَعِيَهَا'' کے معنی: ''تَحْفَظُهَا'' ہے' یعنی اسے یاد رکھتے ہیں' اور میری جانب اس قرآن کی وحی کی گئی تا کہ اس کے ذریعہ سے تم کو ڈراؤں' یعنی مکہ والے اور جس تک یہ قرآن پہنچے ان سب کے لیے وہ نذیر ہیں۔

ارشاد تھا: ''وَاِنْ كُنَّا عَنْ دِرَاسَتِهِمْ لَغٰفِلِيْنَ O'' (الانعام:۱۵۶) اور ہم ان کی تلاوت سے غافل تھے O دوسرا ارشاد ہے: ''تَعِيَهَا اُذُنٌ وَّاعِيَةٌ O'' (الحاقۃ:۱۲) یعنی اسے یاد رکھنے والے کان یاد رکھتے ہیں O ''لِاُنْذِرَكُمْ'' میں ''كُمْ'' سے کون لوگ مراد ہیں اس کو بتایا کہ مکہ والے اور جن لوگوں تک قرآن پہنچے۔

بَابٌ

[القمر:۴۹ کی تفسیر]

قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى ﴿وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ وَمَا تَعْمَلُوْنَ O﴾ (الصافات:٩٦) ﴿اِنَّا كُلَّ شَيْءٍ خَلَقْنٰهُ بِقَدَرٍ O﴾ (القمر:٤٩). وَيُقَالُ لِلْمُصَوِّرِيْنَ اَحْيُوْا مَا خَلَقْتُمْ. (ص ۱۱۲۷)

اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کا بیان: بے شک اللہ نے تم کو پیدا کیا اور اسے بھی جو تم کرتے ہو O اور فرمایا: ہم نے ہر چیز کو اندازے سے پیدا کیا' اور تصویر بنانے والوں سے کہا جائے گا: جو تم نے بنایا ہے اس میں جان ڈالو۔

توضیح

حضرت امام بخاری کا مقصود اس باب سے معتزلہ اور جہمیہ کا رد ہے۔ آیت سے ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ بندوں کا بھی خالق ہے اور ان کے اعمال کا بھی اور حدیث میں خلق کی نسبت تصویر بنانے والوں کی طرف کی گئی ہے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ بندے بھی مجبور محض نہیں انہیں بھی کچھ اختیار ہے یعنی کسب فعل کا جس کی بناء پر بندوں کی طرف افعال کی نسبت کی جاتی ہے۔

﴿اِنَّ رَبَّكُمُ اللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِیْ سِتَّةِ اَیَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰی عَلَی الْعَرْشِ یُغْشِی الَّیْلَ النَّهَارَ یَطْلُبُهٗ حَثِیْثًا وَّالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ وَالنُّجُوْمَ مُسَخَّرٰتٍ بِاَمْرِهٖ اَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْاَمْرُ تَبٰرَكَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ۝﴾ (الاعراف:٥٤).

بے شک تمہارا رب وہ اللہ ہے جس نے آسمانوں اور زمینوں کو چھ دن میں پیدا فرمایا' پھر عرش پر استویٰ فرمایا جیسا کہ اس کی شان کے لائق ہے۔ رات دن کو ایک دوسرے سے ڈھانکتا ہے کہ جلد اس کے پیچھے لگا آتا ہے' اور سورج اور چاند اور تاروں کو بنایا سب اس کے حکم سے دبے ہوئے' سن لو اسی کے ہاتھ ہے پیدا کرنا اور حکم دینا' بڑی برکت والا ہے اللہ رب سارے جہان کا۝

ت ۹۰۰ - قَالَ ابْنُ عُیَیْنَةَ بَیَّنَ اللّٰهُ الْخَلْقَ مِنَ الْاَمْرِ' لِقَوْلِهٖ تَعَالٰی ﴿اَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْاَمْرُ﴾ (الاعراف:٥٤) وَسَمَّی النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ الْاِیْمَانَ عَمَلًا.

ابن عیینہ نے کہا: اللہ تعالیٰ نے خلق کو امر سے الگ بیان فرمایا کیونکہ وہ فرماتا ہے: سنو! اسی کے لیے خلق ہے اور امر ہے اور نبی ﷺ نے ایمان کو عمل کہا۔

حضرت سفیان بن عیینہ کے فرمانے کا مقصد یہ کہ خلق کا امر پر عطف فرمایا جو مغایرت چاہتا ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ خلق اور چیز ہے اور امر اور چیز ہے۔ خلق سے مراد مخلوقات ہیں اور امر سے مراد کلام ہے' یعنی اس کا فرمانا ''کُـنْ''۔ امام راغب نے کہا کہ امر افعال و اقوال سب کو عام ہے' جیسا کہ اللہ عزوجل نے فرمایا: ''اِلَیْهِ یُرْجَعُ الْاَمْرُ كُلُّهٗ'' اسی کی طرف ہر چیز لوٹتی ہے اور ایک قول یہ ہے اِبْـدَاع یعنی نئی چیز بنانا امر ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ خلق سے مراد آیت میں دنیا و مافیہا ہے اور امر سے مراد آخرت و مافیہا ہے اور اس کی تفسیر' تفسیر کی مطول کتابوں میں دیکھی جائے۔ اس سے انکار نہیں کہ ایمان عمل ہے' یعنی عملِ قلب ہے جیسا کہ گزرا۔

بَابٌ [الانبیاء:۴۷ کی تفسیر]

قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰی ﴿وَنَضَعُ الْمَوَازِیْنَ الْقِسْطَ لِیَوْمِ الْقِیٰمَةِ﴾ (الانبیاء:٤٧) وَاَنَّ اَعْمَالَ بَنِیْ اٰدَمَ وَقَوْلَهُمْ یُوْزَنُ. (ص ۱۱۲۸)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور ہم انصاف کے ترازو رکھیں گے قیامت کے دن۔ اور بنی آدم کے اعمال اور ان کے اقوال تولے جائیں گے۔

توضیح

حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب کو وحی سے شروع فرمایا' اس لیے کہ وحی ہی اس بات کی دلیل ہے کہ ہم منجانب اللہ اسلام کے اصول و فروع کے مکلف ہیں۔ ہم بندے ہیں۔ ہمیں اللہ عزوجل نے بہ ذریعہ وحی مخصوص عقائد کا یقین رکھنے اور مخصوص اعمال کے کرنے اور مخصوص چیزوں سے بچنے کا حکم دیا ہے' بندہ ہونے کی وجہ سے ہم اپنے رب کے حکم کے پابند ہیں۔

اور آخر میں انہوں نے اعمال و اقوال کے وزن کا باب رکھا' حالانکہ بہ ظاہر ایسا لگتا ہے کہ جنت و دوزخ کا بیان ہونا چاہیے تھا' لیکن دقت نظر یہی چاہتی ہے کہ آخری باب وزن اعمال کا ہی ہو۔ اس وجہ سے کہ اللہ عزوجل نے ہمیں حکم دیا' ہم نے اس کی پابندی کی یا نہیں اس سلسلے میں حساب و مواخذہ ہوگا' پھر بندوں کے مزید اطمینان کے لیے اعمال کا وزن ہوگا۔ اس کے بعد آخری فیصلہ ہو جائے گا کہ یہ فریق جنتی ہے یہ دوزخی ہے۔ اللہ عزوجل اور بندوں کے درمیان جو معاملہ تھا اس پر پرسش اور مواخذہ اور اس کے اظہار کا آخری درجہ وزن اعمال ہے' جس سے قطعی طور پر فلاح و نجات پانے والا اور ہلاک ہونے والا ظاہر ہو جائے گا۔ اس کے بعد نہ حساب ہے نہ کتاب ہے' نہ پرسش ہے' چونکہ وزنِ اعمال آخری حد ہے' اس لیے امام بخاری نے اس کو آخر میں رکھا۔

نیز اپنی کتاب کا آخری جزء کتاب التوحید کو رکھا' اس لیے کہ توحید ایمان کی بنیاد ہے اور نجات کا مدار ہے۔ جس کا خاتمہ توحید حقیقی

پر ہوگا وہ نجات پائے گا ورنہ وہ سزا کا مستحق ہوگا' اس لیے اخیر کتاب ''کتاب التوحید'' رکھی۔

یہ باب معتزلہ کے رد کے لیے ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ وزن اعمال لغو ہے۔ جب حساب و کتاب ہو گیا اور فرشتوں کے لکھے ہوئے صحیفے سب ہاتھوں میں دے دیئے گئے اور اس کے مطابق فیصلہ ہو گیا تو اب وزنِ اعمال کی کیا ضرورت۔

لیکن ان لوگوں کو معلوم نہیں کہ قاتل اچھی طرح جانتا ہے کہ میں نے حتمی طور پر قتل کیا ہے پھر بھی جب اسے قتل کی سزا سنائی جاتی ہے تو وہ جج کو گالی دیتا ہے اور کہتا ہے کہ اس نے انصاف نہیں کیا۔ تقریباً یہی حال قیامت کے دن بھی ہوگا۔ وزنِ اعمال کے بعد بھی کسی کو کچھ کہنے کا موقع نہیں ملے گا۔

اسی لیے وزنِ اعمال کی نگرانی ابوالبشر سیدنا آدم علیہ السلام کے سپرد ہوگی۔ ان کو حکم ہوگا کہ آپ میزان پر کھڑے ہو کر اپنی اولاد کے اعمال تولوائیں۔ (طبرانی معجم الصغیر۔ عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ' قسطلانی۔ ج ۱۰ ص ۴۸۱)

[وزن اعمال پر معتزلہ کے شبہات کا جواب]

معتزلہ یہ بھی کہتے ہیں کہ اعمال اعراض ہیں جن میں کوئی وزن نہیں ہوتا پھر ان کے تولے جانے کا کیا مطلب ہوتا ہے؟

اس کا جواب علمائے اہل سنت نے یہ دیا ہے کہ صحیفے تولے جائیں گے جو کراماً کاتبین نے لکھے ہیں۔ اس کی دلیل حدیث بطاقہ ہے جسے امام ترمذی نے اور ابن ماجہ نے اور ابن حبان' حاکم' بیہقی نے حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ایک شخص کو تمام مخلوقات سے الگ کرے گا اور اسے ننانوے دفتر دے گا۔ ہر دفتر حد نظر تک لمبا ہوگا۔ اللہ تعالیٰ اس سے پوچھے گا: ان دفتروں میں جو لکھا ہوا ہے کیا تو اس سے انکار کرتا ہے۔ کیا ہمارے کراماً کاتبین نے تجھ پر کچھ ظلم کیا ہے' وہ عرض کرے گا: نہیں! پھر اللہ تعالیٰ فرمائے گا: کیا تیرے پاس کوئی عذر ہے؟ وہ عرض کرے گا: نہیں' اے رب! اللہ تعالیٰ فرمائے گا: ہاں! اے بندے ہمارے پاس تیری ایک نیکی ہے' آج تجھ پر ظلم نہیں ہوگا' پھر اللہ تعالیٰ کاغذ کا ایک چھوٹا سا ٹکڑا نکالے گا جس میں لکھا ہوگا: ''اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ'' فرمائے گا: یہ لے اور میزان پر جا' وہ عرض کرے گا: اے رب! اس چھوٹے سے ٹکڑے کی ان دفتروں کے مقابلے میں کیا حیثیت ہے؟ فرمائے گا: جا تیرے اوپر کوئی ظلم نہیں ہوگا۔ میزان کے ایک پلے میں وہ سارے دفتر رکھے جائیں گے اور ایک پلے میں وہ کاغذ کا ٹکڑا۔ اس کاغذ کے ٹکڑے والا پلہ ان دفتروں پر بھاری ہو جائے گا۔

یہ حدیث اس کی دلیل ہے کہ وزن' اعمال کے دفتروں کا ہوگا۔

ایک شبہہ کا ازالہ

اس پر شبہہ وارد کیا جاتا ہے کہ چند اعمال ایسے ہیں کہ جن کے لکھنے میں کاغذ برابر ہی صرف ہوگا' مگر ثواب ایک دوسرے سے بہت زیادہ ہے' مثلاً زید نے ایک پیسہ دیا' عمرو نے ایک لاکھ روپے دیئے دونوں میں کاغذ برابر صرف ہوگا اور ثواب میں تفاوت ظاہر ہے۔

جواب

اس کا جواب یہ ہے کہ جس طرح بعض چیزیں دوسرے سے وزنی ہوتی ہیں۔ مثلاً ایک انچ لمبا چوڑا ایک سوت موٹے لوہے سے اسی مقدار کا سونا زیادہ وزنی ہوتا ہے اور پلاٹینیم اس سے بھی زیادہ وزنی ہوتا ہے۔ اسی طرح اعمال کے ثواب میں بھی وزن کم و بیش ہوگا۔

دوسرا جواب حضرت سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے دیا کہ اللہ تعالیٰ وزن کے وقت اعراض کو جواہر سے بدل دے گا۔

لیکن احادیث کثیرہ سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ قول وعمل ہی تولے جائیں گے' مثلاً اسی باب میں جو حدیث ہے اس میں ''کلمتان'' کو ''ثقیلتان فی المیزان'' بتایا گیا ہے۔ کم ذی قدر چیز میں ثقل اور وزن اللہ جل جلالہٗ ہی کے پیدا کرنے سے ہے۔ اللہ تعالیٰ اس پر قادر ہے کہ کیف میں بھی وزن اور ثقل پیدا فرما دے۔

جب آیاتِ کثیرہ سے اور روایاتِ کثیرہ سے اعمال واقوال کا وزن کرنا ثابت ہے تو ہم پر فرض ہے کہ اس پر ایمان لائیں۔ نصوص اپنے ظاہر پر محمول ہوں گی' جب تک کہ ظاہر سے پھیرنے والا شرعی قرینہ نہ ہو اور یہاں کوئی قرینہ نہیں اس لیے وہ اپنے ظاہر ہی پر رکھی جائیں گی۔ ہماری سمجھ میں نہ آئے تو یہ ہماری سمجھ کا قصور ہے۔ یہ ضروری نہیں کہ ہر بات ہر انسان کی سمجھ میں آ جائے۔ روزمرہ مشاہدے میں آتا ہے کہ ایک ذہین انسان اپنے سے زیادہ ذہین انسان کی باتوں کو سمجھ نہیں پاتا پھر ہر انسان اللہ عزوجل اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کے اسرار ورموز کو سمجھ لے یہ کیا ضروری ہے؟

میزان

اللہ عزوجل کے حضور اس طرح نصب کیا جائے گا کہ نیکیوں کا پلہ عرش کی دائیں طرف ہوگا جنت کے بالمقابل اور برائیوں کا پلہ عرش کی بائیں طرف جہنم کے بالمقابل جیسا کہ امام حکیم ترمذی نے نوادر الاصول میں' امام ابوالقاسم لالکائی نے اپنی سنن میں روایت کیا ہے اور اعمال کے تولنے کا کام حضرت جبریل کے سپرد ہوگا یا حضرت ملک الموت کے' دونوں روایتیں ہیں اور اس کے نگران حضرت آدم علیہ السلام ہوں گے' جیسا کہ ابھی گزرا ہے۔

میزان کا ایک پلہ اتنا وسیع ہوگا کہ ساتوں آسمان وزمین اس میں رکھ دیے جائیں تو بھی نہیں بھرے گا۔ ایک روایت ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے درخواست کی کہ مجھے میزان دکھائی جائے۔ جب انہوں نے میزان دیکھا تو ان پر غشی طاری ہو گئی۔ افاقہ کے بعد انہوں نے عرض کیا: اے اللہ! میزان کے بھرنے پر کون قادر ہے؟ اللہ عزوجل نے فرمایا: اے داؤد جس سے میں راضی ہوں گا اس کے ایک چھوہارے صدقہ سے بھر دوں گا یا لا الٰہ الا اللہ پڑھنے پر بھر دوں گا۔

امام بخاری کے باب کے عنوان سے یہ سمجھ میں آتا ہے کہ سب کے اعمال واقوال تولے جائیں گے حالانکہ ایسا نہیں۔ انسان تین قسم کے ہوں گے۔

اول

کچھ وہ لوگ ہوں گے جو بلا حساب وکتاب جنت میں جائیں گے' جیسا کہ بخاری اور مسلم کی حدیث میں مذکور ہے کہ پہلا گروہ جو جنت میں داخل ہوگا وہ ستر ہزار ہوگا جو بلا حساب وکتاب جنت میں جائیں گے۔

ثانی

دوسرے وہ لوگ ہوں گے جو بلا حساب وکتاب جہنم میں جائیں گے۔ یہ وہ کفار ہوں گے جنہوں نے کوئی نیکی نہ کی ہوگی' جیسا کہ بخاری شریف میں ہے کہ قیامت کے دن ایک بہت بڑا موٹا شخص لایا جائے گا جس کا اللہ تعالیٰ کے حضور پشّو کے پر کے برابر بھی وزن نہ ہوگا۔ تم چاہو تو پڑھو کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''فَلَا نُقِيمُ لَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَزْنًا'' (الکہف:۱۰۵) ہم قیامت کے دن ان کے لیے کوئی تول نہیں قائم کریں گے۔

ثالث

تیسرا گروہ وہ ہے جس کا حساب بھی ہوگا اور اس کے اعمال کا وزن بھی ہوگا۔

وَقَالَ مُجَاهِدٌ اَلْقِسْطَاسُ اَلْعَدْلُ بِالرُّوْمِيَّةِ. اور امام مجاہد نے فرمایا کہ قسطاس کے معنی انصاف کے ہیں رومی زبان میں۔

حضرت امام بخاری علیہ الرحمہ نے وزن اعمال کے حق ہونے پر ''وَنَضَعُ الْمَوَازِيْنَ الْقِسْطَ لِيَوْمِ الْقِيٰمَةِ'' (الانبیاء:۴۷) سے استدلال فرمایا تھا۔ حضرت امام بخاری اپنی عادت کے مطابق قسط اور اس کے مناسب الفاظ کی تفسیر بیان فرمار ہے ہیں۔

امام مجاہد کے قول سے یہ ظاہر ہورہا ہے کہ قرآن کریم میں کچھ الفاظ دخیل بھی ہیں' یعنی وہ حقیقت میں دوسری زبان کے ہیں' مگر قرآن مجید نے ان کو استعمال کیا ہے۔

ہم نے کسی مقام پر یہ تحقیق کی ہے کہ قرآن کریم میں بلکہ زبان عرب میں کوئی لفظ دخیل نہیں ہے اور جن الفاظ کو نظیر میں پیش کرتے ہیں یہ حقیقت میں توارد ہے۔ بہرحال یہ صحیح ہے کہ قسطاس کے معنی انصاف کے ہیں۔

وَيُقَالُ اَلْقِسْطُ مَصْدَرُ الْمُقْسِطِ وَهُوَ الْعَادِلُ وَاَمَّا الْقَاسِطُ فَهُوَ الْجَائِرُ. اور کہا جاتا ہے کہ ''قسط''، ''مقسط'' کا مصدر ہے' جس کے معنی عادل کے ہیں لیکن ''قاسط'' کے معنی ظالم کے ہیں۔

توضیح ......(قسط' قاسط اور مقسط کی تحقیق)

یہاں مصدر سے مراد مادہ ہے۔ صرفی مصدر یہاں نہیں بن سکتا ہے' اس لیے کہ مقسط مزید فیہ ہے اور قسط ثلاثی مجرد۔ مزید فیہ کا مصدر ثلاثی مجرد نہیں ہوسکتا' اس لیے ضروری ہے کہ مصدر سے مراد مادہ ہو۔

کچھ لوگوں نے کہا: ''قسط'' کے معنی ظلم کے ہیں اسی لیے ''قاسط'' کے معنی: ظالم کے ہیں۔ باب افعال کی خاصیت سلب ماخذ ہے اور سلب ظلم انصاف ہے' اس لیے ''المقسط'' کے معنی عادل کے ہوئے لیکن اس استدلال کی بنیاد ہی غلط ہے' ''قسط'' کے معنی صرف ظلم ہی کے نہیں بلکہ عدل کے بھی ہیں۔ یہ اضداد میں سے ہے' جس کا ثبوت خود باب میں مذکور آیت کریمہ ہے کہ فرمایا گیا: ''موازین القسط''۔

نیز اس کی دلیل یہ آیت کریمہ بھی ہے کہ فرمایا گیا: ''وَاِنْ حَكَمْتَ فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ بِالْقِسْطِ'' (المائدہ:۴۲) اور جب ان کے درمیان فیصلہ کرو تو انصاف کے ساتھ کرو' نیز فرمایا: ''ذٰلِكُمْ اَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰهِ وَاَقْوَمُ لِلشَّهَادَةِ'' (البقرہ:۲۸۲) یہ اللہ کے نزدیک زیادہ انصاف کی بات ہے اور اس میں گواہی خوب ٹھیک رہے گی۔ ''اقسط'' اسم تفضیل ''قسط'' ہی سے ہے' اور بھی کثیر آیتوں میں ''قسط'' بہ معنی انصاف مذکور ہے' ایسی آیتوں کی تعداد کثیر ہے۔

اس سلسلے میں ایک بڑی معنی خیز حکایت بھی مروی ہے کہ جب سیدنا حضرت سعید بن جبیر شہید رضی اللہ عنہ کو حجاج بن یوسف ظالم نے گرفتار کر کے اپنی کچہری میں کھڑا کیا اور ان سے پوچھا: مجھے کیا کہتے ہو؟ تو انہوں نے فرمایا: ''اَنْتَ الْقَاسِطُ الْعَادِلُ'' یہ سن کر درباروالے حیرت میں پڑ گئے کہ باہر تو حجاج کو ظالم اور جفاکار اور کیا کیا کہتے تھے اور جب گرفتار ہو کر اس کے سامنے کھڑے ہیں اور موت اپنے سر پر کھڑی دیکھ رہے ہیں تو اس کو عادل کہہ رہے ہیں۔ حجاج بہت ذہین فطین تھا' وہ سمجھ گیا۔ اس نے درباریوں سے کہا: تم نے سمجھا نہیں۔ یہ مجھے کیا کہہ رہا ہے؟ اس نے مجھے جہنمی کافر کہا۔ اس نے مجھ کو قاسط کہا اور قرآن مجید میں ہے: ''وَاَمَّا الْقَاسِطُوْنَ فَكَانُوْا لِجَهَنَّمَ حَطَبًا'' (الجن:۱۵) قاسط جہنم کے ایندھن ہوں گے ○ اس نے مجھ کو عادل کہا۔ اس کی مراد حق سے عدول کرنے

والا ہے جیسا کہ فرمایا گیا: "ثُمَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ يَعْدِلُوْنَ○" (الانعام:۱) پھر کافر اپنے رب سے عدول کرتے ہیں○

۲۹۴۲- ح: [كَلِمَتَانِ حَبِيْبَتَانِ اِلَى الرَّحْمٰنِ] دو کلمے ہیں جو رحمٰن کو پیارے ہیں

۲۹۴۲- عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَلِمَتَانِ حَبِيْبَتَانِ اِلَى الرَّحْمٰنِ، خَفِيْفَتَانِ عَلَى اللِّسَانِ، ثَقِيْلَتَانِ فِي الْمِيْزَانِ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ، سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيْمِ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: دو کلمے ہیں جو رحمان کو پیارے ہیں۔ زبان پر ہلکے ہیں' میزان میں بھاری ہیں۔ ہم اللہ کی ہر عیب سے پاکی بیان کرتے ہیں اس کی حمد کے ساتھ' اللہ ہر عیب سے پاک ہے' عظمت والا ہے۔

یہ حدیث کتاب الدعوات' باب فضل التسبیح میں زہیر بن حرب کے بہ طریق گزر چکی ہے۔ اس میں "سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيْمِ" مقدم ہے اور "سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ" مؤخر نیز "كلمتان خفيفتان على اللسان ثقيلتان في الميزان" مقدم ہے "حبيبتان الى الرحمٰن" مؤخر۔ اور کتاب الایمان والنذور میں بھی قتیبہ بن سعید کی روایت سے گزر چکی ہے۔ اس میں بھی "حبيبتان الى الرحمن" آخر میں ہے' البتہ "سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيْمِ" یہیں کی روایت کے مطابق ہے۔

ہم نے اس حدیث پر مفصل کلام "کتاب الدعوات" میں کر دیا ہے۔ سابقہ روایتوں میں جو تقدیم و تاخیر ہے وہ بھی اپنی جگہ مناسب ہے۔ کسی قول یا عمل پر داعی محبت ہوتی ہے اور اللہ کے ذکر پر داعی اللہ کی محبت ہوتی ہے اور ذکر کا جو صیغہ اللہ عزوجل کو زیادہ محبوب ہوتا ہے آدمی اس کی طرف زیادہ رغبت کرتا ہے۔ اگر وہ کلمہ مختصر اور سہل ہو تو وہ زیادہ ذاکر کو پسند ہوتا ہے اور اگر اس کا ثواب زیادہ ہو تو پھر کیا کہنا۔ تو ذکر پر داعی کلمہ کا محبوب عند اللہ ہونا ہے اس لیے اس کو مقدم کیا۔ "حبيبة" فعیل کے وزن پر مفعول کے معنی میں ہے اور فعیل جب بہ معنی مفعول ہوتا ہے تو مذکر اور مؤنث دونوں کے لیے استعمال ہوتا ہے تو یہاں "حبيبتان" کو مؤنث لانے کی کوئی خاص وجہ نہیں تھی مگر "خفيفتان"، "ثقيلتان" کی مناسبت سے تانیث کا صیغہ لائے۔ "كلمةٌ" کا یہاں معنی نحوی اور صرفی نہیں عرفی ہے جو کلام کو بھی عام ہے جیسے: "مَثَلُ كَلِمَةً طَيِّبَةٍ" میں ہے۔ محبت دل کے میلان کا نام ہے۔ اللہ تعالیٰ دل اور میلان دونوں سے منزہ ہے۔ یہاں اس کا لازم معنی مراد ہے کہ جس سے محبت ہوتی ہے اس پر انعام و اکرام زیادہ ہوتا ہے' اس کی کوتاہیوں سے درگزر کیا جاتا ہے۔ یہاں مراد یہ ہے کہ کلمہ بہت مختصر ہے مگر اس پر ثواب بہت زیادہ ہے' جیسا کہ فرمایا گیا: "سُبْحَانَ اللّٰهِ نِصْفُ الْمِيْزَانِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ تَمْلَاُهٗ" سبحان اللہ آدھا میزان ہے اور الحمد للہ اسے بھر دیتا ہے۔ اس کے دو معنی ہو سکتے ہیں کہ نصف میزان سبحان اللہ سے بھرتی ہے اور نصف الحمد للہ سے' اور ایک مطلب یہ بھی ہے کہ الحمد للہ تنہا میزان کو بھر دیتا ہے۔ اس صیغے میں دونوں جملے ہیں۔ سبحان اللہ بھی ہے اور وبحمدہ بھی ہے' پھر اس کے ثواب کا کیا اندازہ کیا جا سکتا ہے؟ اسی لیے فرمایا گیا کہ میزان میں بھاری ہیں' اور کلمہ کے خفیف ہونے سے مراد یہ ہے کہ بہت مختصر ہے اور یہ بھی مراد ہو سکتی ہے کہ یہ کلمے بہت فصیح اور پڑھنے میں آسان ہیں۔ ثقیل بہ معنی زبان پر ثقیل اور بھاری نہیں جیسے "مُتَشَزِّرَاتٌ" اور "مَا لَكُمْ تَكَاْكَاْتُمْ عَلَيَّ كَتَكَاْكُئِكُمْ عَلٰى ذِيْ جِنَّةٍ اِفْرَنْقِعُوْا عَنِّيْ" تمہارا کیا حال ہے میرے گرد بھیڑ لگائے ہوئے ہو جیسے جن والے پر بھیڑ لگائی جاتی ہے مجھ سے دور ہو جاؤ۔

ایک شخص کو مرگی کی بیماری تھی۔ اس پر مرگی کا دورہ پڑا اور بے ہوش ہو کر زمین پر گر پڑا۔ لوگ چاروں طرف سے اس کے پاس جمع ہو گئے' ہوش میں آنے کے بعد جب اس نے لوگوں کی بھیڑ دیکھی تو جملہ مذکورہ کہا' کسی نے کچھ نہیں سمجھا حالانکہ سب عربی جاننے والے تھے۔ ان لوگوں نے کہا: اس پر شیطان سوار ہے اس کو چھوڑ دو اس کا شیطان ہندی میں بول رہا ہے۔

تسبیح کا معنی ہے کہ اللہ عزوجل ہر اس چیز سے پاک ہے جو اس کی شان کے لائق نہیں۔ یہ تمام صفات سلبیہ کو عام ہے اور حمد کا معنی ہے کسی کی خوبی زبان سے بیان کرنا۔ ''اللہ'' بر بناء تحقیق علَم ہے اس ذات کا جو جمیع صفات کمالیہ کی جامع ہے۔ اسی لیے کل حمد اللہ تعالیٰ کے لیے خاص ہے۔ حمد تمام صفات ثبوتیہ کو عام ہے گویا اس جملہ کے کہنے والے نے اللہ تعالیٰ کی تمام صفات کا ذکر کر دیا۔ تسبیح کی تقدیم اور تحمید کی تاخیر اس بناء پر ہے کہ تسبیح تنزیہہ ہے جو بہ منزلہ تخلیہ ہے اور تحمید اثباتِ کمالات ہے جو بہ منزلہ تحلیہ ہے اور تخلیہ تحلیہ پر مقدم ہوتی ہے۔ بعض عرفاء نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی معرفت کا پہلا زینہ صفات سلبیہ ہیں' مثلاً یہ کہنا کہ اللہ علیم ہے کیونکہ وہ جہل سے منزہ ہے۔ اس لیے تسبیح کو مقدم فرمایا۔ کسی کا عیب سے پاک ہونا اس کو مستلزم نہیں کہ وہ کمالات سے متصف ہو' مثلاً ایک شخص بخیل نہیں تو لازم نہیں کہ وہ جواد ہو۔ ایسی ذات جو ہر عیب سے پاک ہو اور تمام کمالات کی جامع ہو یقیناً بہت عظیم ہوگی اور اس تصور پر بے ساختہ سبحان اللہ جاری ہوتا ہے۔ اس لیے ''سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ'' کے بعد ''سُبْحٰنَ اللّٰهِ الْعَظِيْمِ'' فرمایا' نیز عظیم وہ ہوگا جو ہر عیب سے پاک ہوگا اور تمام کمالات کا جامع ہوگا۔ عظیم ہونا صفات سلبیہ اور ثبوتیہ دونوں کو عام ہے' اس لیے ''سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ'' کے بعد ''سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيْمِ'' فرمایا۔

تسبیح اور حمد پر اختتام مشروع ہے' جیسا کہ قرآن مجید میں ہے کہ اہل جنت کا آخری کلام تسبیح اور حمد ہے' فرمایا:

دَعْوٰهُمْ فِيْهَا سُبْحٰنَكَ اللّٰهُمَّ وَ تَحِيَّتُهُمْ فِيْهَا سَلٰمٌ ۚ وَاٰخِرُ دَعْوٰهُمْ اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ O (یونس:۱۰)

جنت میں ان کی دعا: ''سبحانك اللّٰهم'' ہوگی اور ملاقات کے وقت پہلا کلام سلام ہوگا اور ان کی آخری دعا ''الحمد للّٰه رب العالمين'' ہوگی O

اسی کے مطابق حضرت امام بخاری نے اپنی کتاب تسبیح اور حمد پر ختم فرمائی' مگر اس میں بھی اپنی محدثانہ یکتائی کا جلوہ دکھایا۔

حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا یہ کمال ہے کہ انہوں نے اپنی کتاب کو اللہ کی حمد اور تسبیح پر تمام فرمایا مگر اپنی طرف سے صیغۂ حمد نہیں لکھا' بلکہ افضل الحامدین ﷺ کی زبان سے جو حمد کا اعلیٰ صیغہ صادر ہوا اس پر کتاب کو تمام کیا۔ حدیث کی روایت بھی ہوگئی اور حمد بھی ہوگئی ''ذَالِكَ مِسْكُ الْخِتَامِ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيْمِ''۔

قد تم شرح صحيح البخاری فی ليلة الحادی عشر من شهر رَمَضَان المبَارك.
سنة تسع عشرة واربع مأة بعد الالف من الهجرة النبوية.

ابتداء شرح: ۲۱ ذوالحجہ ۱۴۰۲ھ/ ۱۰ اکتوبر ۱۹۸۲ء..... کل مدت ۱۶ سال' ۸ ماہ' ۲۰ دن
اختتام شرح: ۱۱ رمضان المبارک ۱۴۱۹ھ/ ۳۱ دسمبر ۱۹۹۸ء..... بوقت ۱۱ بجے شب پنج شنبہ مبارکہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اختتامیہ

بخاری کی احادیث کی تعداد

بخاری شریف میں کتنی احادیث ہیں؟ اس کو بہت سے محدثین نے شمار کیا ہے۔ حافظ ابن صلاح نے بتایا کہ صحیح بخاری شریف میں کل احادیث سات ہزار دو سو پچھتر ہیں (۷۲۷۵) اور مکررات کے حذف کے بعد چار ہزار ہیں۔ (۴۰۰۰)

سند الحفاظ علامہ شہاب الدین ابوالفضل احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۹۲ھ نے بڑی عرق ریزی کے ساتھ بخاری شریف کی احادیث کو شمار کیا ہے۔ ہر کتاب کے اختتام پر اس کتاب میں جتنی بھی احادیث گزریں سب کو شمار کیا ہے۔ میرا ظن ہے کہ ان کا شمار سب سے زیادہ صحیح ہوگا۔ ان کے شمار کے مطابق کل احادیث مسندہ مع مکررات سات ہزار تین سو ستانوے ہیں (۷۳۹۷) اور معلقات ایک ہزار تین سو اکتالیس (۱۳۴۱) ہیں اور متابعات کی تعداد تین سو چوالیس (۳۴۴) ہے۔ اس طرح بخاری کی کل احادیث مسندہ، معلقات، متابعات (۹۰۸۲) ہیں۔ (تلخیص از ہدی الساری۔ مقدمہ فتح الباری۔ ص ۶۵۔ ۷۰)

اور اگر مکررات نکال دیں تو مرفوع احادیث کی تعداد دو ہزار چھ سو تئیس (۲۶۲۳) ہے[1] ہماری شرح میں احادیث مسندہ کی تعداد انتیس سو چالیس (۲۹۴۰) اور معلقات کی تعداد آٹھ سو بانوے (۸۹۲) ہے۔

میں نے اگرچہ اس کا التزام کیا ہے کہ کوئی حدیث مکرر نہ ہونے پائے لیکن پھر بھی کئی حدیثیں مکرر ہو گئیں ہیں۔ اس کے کچھ ضروری اسباب بھی ہیں اور تعلیقات میں بہت سی تعلیقوں پر نمبر رہ گیا ہے۔ خصوصاً کتاب التفسیر کی تعلیقات میں شاید ہی کہیں نمبر ہو۔ اس لیے ہماری گنتی سے صحیح تعداد کو متعین نہیں کیا جا سکتا۔

اس شرح میں میں نے بہت اختصار سے کام لیا ہے کہ اب علمی کتابوں کے پڑھنے کا ذوق ختم ہو گیا ہے۔ طویل مضامین پڑھنے سے لوگ گھبراتے ہیں۔ ہزار اختصار کی کوشش کے باوجود چار ہزار چھ سو اٹھاسی (۴۶۸۸) صفحات ہوئے۔ ۸/۲۰×۳۰، ۲۰ سائز پر جس کے ہر صفحے کے سطریں کچھ جلدوں میں ۲۳ ہیں اور اکثر جلدوں میں ۲۹، میں نے ۲۱ ذوالحجہ ۱۴۰۲ھ بہ مطابق ۱۰ اکتوبر ۱۹۸۲ء شب سہ شنبہ سے مستقل شرح لکھنے کا افتتاح کیا تھا اور ۱۱ رمضان المبارک ۱۴۱۹ھ بہ مطابق ۳۱ دسمبر ۱۹۹۸ء شب پنج شنبہ میں ۱۱ بجے شرح تکمیل کو پہنچی۔ کل ۱۶ سال ۸ ماہ ۲۰ دن میں یہ شرح مکمل ہوئی۔ فَالْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰى ذَالِكَ

اس اثناء میں متعدد لمبے لمبے سفر بھی ہوئے، کچھ بیرون ممالک بھی جانا پڑا۔ کئی بار امراض ہائلہ کی بناء پر مہینوں ہسپتال میں رہنا پڑا پھر ضعف بصارت کی بناء پر املاء کرنے والوں کا محتاج ہو گیا، جس کی وجہ سے کام کی رفتار میں بہت سستی پیدا ہو گئی۔

---

[1] توجیہ النظر ص ۹۴

[شرح کے معاونین]

اس شرح کے معاونین میں مندرجہ ذیل حضرات نے بہت زبردست تعاون کیا:

(۱) علامہ خلیق احمد صاحب، صدر المدرسین جامعہ حنفیہ غوثیہ بجرڈیہا، وارانسی

(۲) علامہ شمیم احمد صاحب، نائب شیخ الحدیث مدرسہ منظر حق، ٹانڈہ، ضلع امبیڈکر نگر

(۳) علامہ عبد الحق صاحب رضوی

(۴) علامہ بدر عالم صاحب برکاتی

(۵) علامہ کمال اختر صاحب، مدرسین جامعہ اشرفیہ مبارکپور

(۶) علامہ رضوان احمد صاحب شریفی، مدرس مدرسہ شمس العلوم، گھوسی

(۷) علامہ نثار احمد، مدرس تدریس الاسلام بسڈیلہ، بستی

(۸) مولانا مفتی محمد نسیم صاحب، مدرس اور نائب مفتی جامعہ اشرفیہ

(۹) مولانا ارشاد احمد صاحب، نائب مفتی و مدرس جامعہ اشرفیہ، مبارکپور

(۱۰) مولانا فیضان المصطفیٰ صاحب، مدرس جامعہ امجدیہ، گھوسی نے خصوصی طور پر جی لگا کر اللہ کے لیے میرا زبردست ہاتھ بٹایا ہے۔

کتاب کی طباعت و اشاعت کے سلسلے میں ابتداء میں میرے عصائے پیری جناب مولانا عبد الحق صاحب نے سارا بار اپنے سر لے رکھا تھا اور حقیقت یہ ہے کہ یہ شرح انہیں کے پیہم اصرار اور تقاضے پر معرض وجود میں آئی ہے مگر کچھ دنوں کے بعد وہ بے تعلق ہو گئے۔ اس کا سبب یہ ہوا کہ انہوں نے اپنے اطراف میں ایک معیاری دینی درسگاہ کے قیام کا منصوبہ بنا لیا۔ اس کے لیے زمین کی خریداری اور رقوم کی فراہمی میں مصروف ہو گئے اور اب وہ مرد آخر بیں مبارک بندہ ایست ع ...... کے مطابق چندہ برائے بندہ، بندہ برائے چندہ کے مصداق ہو گئے ہیں۔ انہوں نے اپنی انتھک کوششوں سے دار العلوم قادریہ گلشن برکات قائم کر لیا ہے۔ مولیٰ عزوجل اس خاص مقصد میں ان کو خاطر خواہ کامیابی عطا فرمائے۔ آمین!

آخر میں طباعت بلکہ اشاعت کا سارا بار عزیز سعید جناب مولانا مفتی محمد نسیم صاحب نے اپنے سر لے لیا ہے بلکہ مجھے سبکدوش کر دیا ہے۔ علاوہ ان حضرات کے جامعہ اشرفیہ کے دیگر مدرسین نے بھی تصحیح وغیرہ کے کاموں میں کافی تعاون کیا ہے، مثلاً علامہ شمس الہدیٰ صاحب، علامہ حافظ احمد القادری صاحب، مولانا محمد مسعود صاحب وغیرہم۔ آخر میں حال یہ ہو گیا ہے کہ شرح کا اکثر کام رمضان المبارک میں گھر پر ہوتا تھا اور حقیقت یہ ہے کہ اگر گھر پر کام نہ ہوتا تو شرح اتنی جلد مکمل نہ ہوتی۔ اس خصوص میں علامہ خلیق احمد صاحب، علامہ شمیم احمد صاحب، علامہ شفیق احمد صاحب، علامہ رضوان احمد صاحب، علامہ نثار احمد صاحب، علامہ کمال اختر صاحب خصوصی طور پر قابل ذکر ہیں۔ یہ سب لوگ رات کا اکثر حصہ شرح لکھوانے میں گزار دیتے۔ ان حضرات کے ساتھ خصوصی کرم فرما علامہ الحاج شفیق احمد صاحب سابق نائب شیخ الحدیث مدرسہ شمس العلوم، گھوسی خصوصی طور پر قابل ذکر ہیں کہ وہ اپنا عزیز وقت شرح کے تعاون میں صرف کرتے۔ اس موقع پر نور چشم ڈاکٹر محب الحق سلمہ اور ان کی اہلیہ اور بچے اور لخت جگر مولوی وحید الحق سلمہ خصوصی دعاؤں کے حقدار ہیں کہ وہ مذکورہ بالا علمائے کرام کی ضیافت میں بہت خلوص کے ساتھ بھرپور حصہ لیتے۔

طباعت کے سلسلہ میں مندرجہ ذیل حضرات نے خصوصی تعاون کیا ہے: محسن ملت الحاج ابراہیم احمد صاحب برکاتی اور ان کے بڑے بھائی خصوصی کرم فرما الحاج محمد احمد برکاتی کا تعاون شروع ہی سے کما حقہ رہا۔ حقیقت یہ ہے کہ اگر ان لوگوں کا تعاون شامل حال

نہ ہوتا تو کتاب کا چھپنا مشکل ہو جاتا۔ ان حضرات کے علاوہ حامی ملت جناب الحاج محمد رفیق صاحب پردیسی برکاتی' کراچی اور ناصر ملت الحاج صدیق احمد کینیا کا تعاون بھی بہت گراں قدر رہا۔

میں مذکورہ بالا تمام معاونین کے لیے قلب کی گہرائیوں سے دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ان سب لوگوں کی تمام خدمات کو قبول فرمائے' اور اپنے حبیب ﷺ کے ارشادات کی خدمت کے صلے میں ان سب سے راضی ہو' اور دارین میں اس کا بہترین صلہ عطا فرمائے اور آئندہ بھی ان سب لوگوں سے ایسے کام لے جو تیری اور تیرے حبیب ﷺ کی خوشنودی کے موجب ہوں۔

می توانی کہ دہی اشک مرا حسن قبول　　　اے کہ دُر ساختہ ای قطرۂ بارانی را

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ

[میری مروی ایک مسند حدیث]

آخر میں حضرت امام بخاری علیہ الرحمہ کی طرز پر ایک ایسی حدیث تحریر کرتا ہوں' جو مسند وقت' حبر امت مولانا شاہ مصطفیٰ رضا خان صاحب مفتی اعظم ہند نے میری درخواست پر اپنی زبانِ فیض ترجمان سے سند متصل کے ساتھ بیان فرمائی۔

الحدیث

حَدَّثَنِیْ شَیْخِیْ وَ مُرْشِدِیْ مُسْنَدُ الْوَقْتِ مُصْطَفٰی رَضَا الْقَادِرِیُّ الْمُفْتِی الْاَعْظَمُ بِالْهِنْدِ فِیْ دَارِهٖ بِبَرِیْلِیْ. قَالَ حَدَّثَنِیْ مُجَدِّدُ الْوَقْتِ اَعْلَی الْحَضْرَةِ مَوْلَانَا الشَّاهُ اَحْمَدُ رَضَا خَانُ الْقَادِرِیُّ قُدِّسَ سِرُّهٗ قَالَ حَدَّثَنِیْ وَالِدِیْ عُمْدَةُ الْمُحَقِّقِیْنَ مَوْلَانَا نَقِیْ عَلِیْ خَانُ الْبَرِیْلَوِیُّ (اِلٰی اَنْ قَالَ) حَدَّثَنِیْ اَبُو الْعَیَّاشِ بَحْرُ الْعُلُوْمِ عَبْدُ الْعَلِیِّ الْفَرَنْجِیُّ الْمَحَلِّیُّ بِسَنَدِهِ الْمَذْکُوْرِ فِی الدُّرِّ الْمَنْظُوْمِ فِیْ اَسَانِیْدِ بَحْرِ الْعُلُوْمِ (اِلٰی اَنْ قَالَ) حَدَّثَنِیْ سَنَدُ الْحُفَّاظِ شَهَابُ الدِّیْنِ اَبُو الْفَضْلِ اَحْمَدُ بْنُ عَلِیِّ بْنِ حَجَرٍ الْعَسْقَلَانِیُّ بِسَنَدِهِ الْمَذْکُوْرِ فِیْ اٰخِرِ فَتْحِ الْبَارِیْ اِلَی الْاِمَامِ اَبِیْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ اَحْمَدَ بْنِ شُعَیْبِ النَّسَائِیِّ اَنْبَاَنَا مُحَمَّدُ بْنُ اِسْحَاقَ هُوَ الصَّغَانِیْ. حَدَّثَنَا اَبُوْ مُسْلِمٍ مَنْصُوْرُ بْنُ سَلَمَةَ الْخُزَاعِیُّ حَدَّثَنَا خَلَّادُ بْنُ سُلَیْمَانَ هُوَ الْحَضْرَمِیُّ عَنْ خَالِدِ بْنِ اَبِیْ عِمْرَانَ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهَا قَالَتْ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَا جَلَسَ مَجْلِسًا اَوْ صَلّٰی تَکَلَّمَ بِکَلِمَاتٍ فَسَاَلَتْهُ عَنْ

مسند وقت حبر امت مصطفیٰ رضا خان صاحب مفتی اعظم ہند نے اپنے گھر میں مجھ سے حدیث بیان کی۔ انہوں نے کہا کہ مجدد وقت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان صاحب قدس سرہٗ نے مجھ سے حدیث بیان کی' انہوں نے کہا کہ میرے والد عمدۃ المحققین مولانا نقی علی خان صاحب نے مجھ سے حدیث بیان کی' انہوں نے اپنی سند کے ساتھ بیان کیا کہ ابوالعیاش بحر العلوم مولانا عبد العلی لکھنوی فرنگی محلی نے اپنی اس سند کے ساتھ جو الدر المنظوم فی اسانید بحر العلوم میں مذکور ہے' جو سند الحفاظ شہاب الدین ابوالفضل احمد بن علی بن حجر عسقلانی تک پہنچتی ہے حدیث بیان کی' انہوں نے اپنی اس سند کے ساتھ جو فتح الباری کے آخر میں درج ہے جو ابو عبد الرحمٰن احمد بن شعیب نسائی تک پہنچتی ہے حدیث بیان کی کہ ہمیں محمد بن اسحاق صغانی نے خبر دی کہ ہم سے ابو مسلم منصور بن سلمہ خزاعی نے حدیث بیان کی کہ ہم سے خلاد بن سلیمان حضرمی نے حدیث بیان کی' وہ خالد بن ابو عمران سے روایت کرتے ہیں' وہ عروہ سے روایت کرتے ہیں' وہ اُمّ المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ جب کسی مجلس میں بیٹھتے یا نماز پڑھتے تو کچھ کلمات پڑھتے تھے۔ میں نے حضور سے ان کلمات کا

ذَالِكَ فَقَالَ اِنْ تُكُلِّمَ بِكَلَامٍ خَيْرٍ كَانَ طَابِعًا عَلَيْهِ يَعْنِى خَاتَمًا عَلَيْهِ اِلٰى يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَاِنْ تُكُلِّمَ بِغَيْرِ ذَالِكَ كَانَتْ كُفَّارَةً لَّهٗ سُبْحٰنَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ اَسْتَغْفِرُكَ وَاَتُوْبُ اِلَيْكَ.

پوچھا تو فرمایا کہ اگر کوئی اچھی بات کی جائے گی اور یہ کلمات پڑھ لیے جائیں تو قیامت تک اس پر مہر ہو جائے گی اور اگر خیر کے علاوہ کچھ اور بات کہی جائے تو اس کے لیے کفارہ ہو جائیں گے: اے اللہ! میں تیری پاکی بیان کرتا ہوں ہر اس چیز سے جو تیری شان کے لائق نہیں اور تیری حمد کرتا ہوں، سوائے تیرے اور کوئی معبود نہیں اور میں تجھ سے بخشش چاہتا ہوں اور تیری طرف رجوع کرتا ہوں۔

اِنْتَهٰى

وَالْحَمْدُ لِوَلِيِّهٖ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى حَبِيْبِهِ الَّذِىْ لَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْىٌ يُّوْحٰى وَعَلٰى اٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ مَنْ تَمَسَّكَ بِهِمْ نَجٰى وَفَازَ بِالْحُسْنٰى وَ عَلٰى اِبْنِهٖ وَوَارِثِهٖ غَوْثِ الْوَرٰى مُحْيِ الدِّيْنِ عَبْدِ الْقَادِرِ الْجِيْلَانِيِّ قُدِّسَ سِرُّهٗ وَ عَلٰى وَارِثِهٖ اَلْمُجَدِّدِ الْاَعْظَمِ اَعْلَى الْحَضْرَةِ الْاِمَامِ اَحْمَدَ رَضَا خَانْ اَلْبَرِيْلَوِيِّ قَدَّسَ اللّٰهُ سِرَّهٗ بِرَحْمَتِهٖ وَهُوَ اَرْحَمُ الرَّاحِمِيْنَ.

تفسیر تبیان القرآن کی بارہ جلدوں میں تکمیل کے بعد فرید بک سٹال کی جانب سے باذوق قارئین کی سہولت کیلئے
مفسرِ قرآن علامہ غلام رسول سعیدی مدظلہ العالی کی مبسوط و مفصل تفسیر اور ترجمہ قرآن کی ایک جلد میں جامع تلخیص

بہ نام

انوارِ تبیان القرآن

ترجمۂ قرآن بہ نام

نور القرآن

تلخیص و ترتیب: مولانا حافظ محمد عبد اللہ قادری نورانی زید علمہ

چند خصوصیات

☆ متن قرآن مجید کا سلیس رواں زبان میں مکمل ترجمہ،
☆ قرآنی آیات سے مستنبط فقہی مسائل کا مختصر اور جامع تذکرہ،
☆ عقائد اہلِ سنت و جماعت کی تائید اور ترجیح پر جامع دلائل،
☆ مفسرِ قرآن علامہ غلام رسول سعیدی (مدظلہ العالی) کے علمی تحقیقات کا بہترین نچوڑ،
☆ آیاتِ قرآنیہ کی تفسیر میں احادیث و آثار کا مستند تذکرہ،
☆ کتب تفاسیر و احادیث کے باضابطہ حوالہ جات،
☆ قرآنِ مجید کے سمجھنے اور سمجھانے میں بہترین معاون اور مددگار،
☆ مدرسین، مقررین، طلبہ اور عوام الناس کی ضرورت کے عین مطابق،
☆ مسرت اور خوشی کے مواقع پر علمی تعاون اور محبت کے اظہار کے لیے خوب صورت تحفہ،

یہ ایک ایسی تفسیر ہو گی جس کی ضرورت، اہمیت اور افادیت صدیوں تک باقی رہے گی۔ انشاء اللہ العزیز

پیش کش: فرید بک سٹال ۳۸۔ اردو بازار لاہور
فون: 092-42-7312173
فیکس: 092-42-7224899

وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ

اور ہم نے آپ پر اس کتاب کو نازل کیا ہے جو ہر چیز کا روشن بیان ہے

سات ضخیم جلدوں میں شرح صحیح مسلم کی تکمیل اور عالمگیر مقبولیت اور شاندار پذیرائی کے بعد

شیخ الحدیث علامہ غلام رسول سعیدی عمّ فیوضہٗ

کی ایک اور فکر انگیز اور علمی تصنیف قرآنِ مجید کی تفسیر بنام

تبیان القرآن

چند خصوصیات :

- ☆ قرآنِ مجید کا سلیس اور بامحاورہ ترجمہ اور آسان اردو میں قرآنِ کریم کی تشریح،
- ☆ احادیث، آثار اور اقوال تابعین پر مبنی قرآنی آیات کی تشریح،
- ☆ قرآنِ پاک کی آیات سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت، جلالت اور آپ کی خصوصیات کا استنباط،
- ☆ عقائدِ اسلامیہ میں عقائدِ اہلسنّت کی حقانیت اور فقہی مذاہب میں فقہ حنفی کی ترجیح،
- ☆ مفسرین کی چودہ سو سالہ کاوشوں کا حاصل، مجتہدین کی آراء پر نقد و تبصرہ اور تصوف کی چاشنی،
- ☆ مشکلاتِ اعرابِ قرآن کا حل، عصری مسائل پر محققانہ ابحاث اور مذاہب باطلہ کا مہذب رد،
- ☆ یہ ایک ایسی تفسیر ہے جس کی مدتوں سے اہلِ ذوق کو تلاش اور پیاس تھی جس کی ضرورت، اہمیت اور افادیت صدیوں تک باقی رہے گی۔